

# مَجْتَمَعُ الصَّحَابِ

مترجم

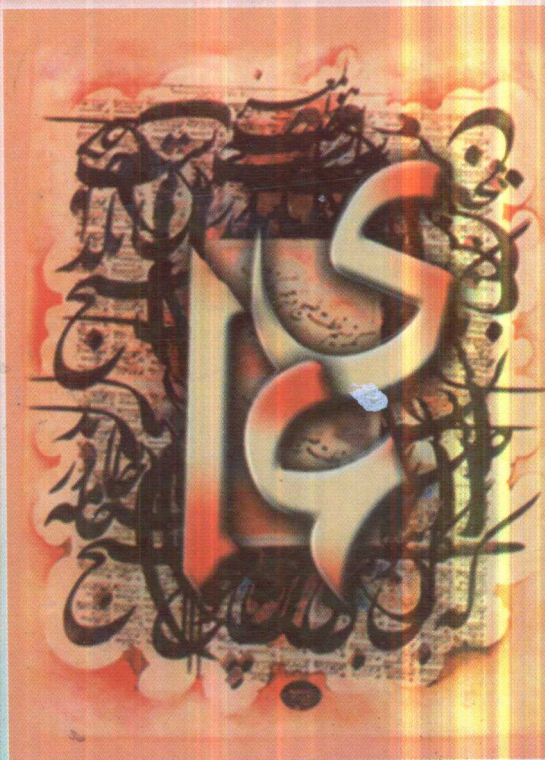
عربی اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعہ الزیاض سعودی عرب



دَارُ الْإِشَاعَةِ

اردو بازار، اہل بیت صحیح روڈ  
کراچی پاکستان 2213768

# مُخْتَلَفُ الصَّحَاحِ

مترجم اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد الغادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعہ الزیاض - حویلی عرب

www.KitaboSunnat.com

آؤڈیو بازار ایم ایس جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

دارالاشاعت

اردو ترجمہ کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی  
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس  
صفحات : ۱۰۲۴

فون: 6642832

تصحیح نظر ثانی

مولانا محمد عابد  
جامعہ دارالعلوم کراچی

..... ملنے کے پتے .....

ادارۃ اسلامیات موبن چوک اردو بازار کراچی  
ادارۃ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور  
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور  
مکتبہ امدادی بی بی ہسپتال روڈ ملتان  
یونیورسٹی بک اینجینسری خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی  
بیت القرآن اردو بازار کراچی  
ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ B-437 ویب روڈ اسپید کراچی  
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی  
بیت العلوم 20 نا بھدر روڈ لاہور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی  
انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre  
119-121, Halli Well Road  
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.  
At Continenta (London) Ltd  
Cooks Road, London E15 2PW

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ ناشر

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ  
وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ.

www.KitaboSunnat.com

اَمَّا بَعْدُ

یہ ”مختار الصحاح“ شیخ امام محمد بن ابی بکر رازی کی تالیف ہے، جسے انہوں نے امام اسماعیل بن  
حماد الجوهری کی کتاب ”الصحاح“ کو مختصر کر کے ترتیب دیا ہے۔ امام رازی کتاب کے مقدمے میں  
کہتے ہیں:

”میں نے اپنی اس تالیف میں مختصراً وہ تمام الفاظ و کلمات درج کئے ہیں جن کا جاننا اور حفظ  
کرنا ہر عالم، فقیہ، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ یہ الفاظ کثیر  
الاستعمال ہیں اور لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے یعنی زبان زد عام ہیں۔ ان کلمات کو یہاں  
اہمیت کے اعتبار سے ترتیب وار درج کیا گیا ہے، بالخصوص قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں  
وارد الفاظ و کلمات۔

میں نے اس سلسلے میں اختصار اور حفظ میں آسانی کے پیش نظر غیر مانوس اور اجنبی کلمات و  
الفاظ کو درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔“

لہذا ”مختار الصحاح“ مختلف درجوں اور ہر سطح کے تمام طلبہ کے لئے ایک موزوں اور مناسب  
آسان لغت ہے۔ البتہ امام رازی نے لغات کی قدیم روایتی ترتیب یعنی کلمات کو آخری حرف سے  
شروع کر کے درج کرنے کے طریق کار کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ مصری وزارت تعلیم نے اس  
صدی کی دوسری دہائی میں اس کتاب کو الفبائی ترتیب سے مرتب کرنے کے لئے سرکلر جاری کیا  
تاکہ طالب علموں کو اس کے استعمال کرنے اور اس سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔

ضروری ہے کہ مبتدی طلبہ کو اس لغت میں الفاظ تلاش کرنے کی ترکیب اور طریق کار سے آگاہ کیا جائے۔ جسے ہم نے الفبائی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب زاید حروف سے خالی کسی لفظ مثلاً اثم یا جُذع یا علم کو اس لغت میں تلاش کرنا ہو تو انہیں اپنے پہلے حرف یعنی اثم کو الف، جُذع کو جیم اور علم کو عین کے تحت تلاش کرنا چاہئے اور اگر مطلوبہ لفظ میں زاید از اصل حروف موجود ہوں تو پہلے اس لفظ کو زائد حروف سے الگ کیجئے مثلاً کلمہ محمل کو زائد حرف میم سے الگ کر کے اپنی اصل ثلاثی شکل میں لائیے۔ اس طرح یہ ”حمل“ رہ جائے گا۔ لہذا اسے اب حاء کے تحت تلاش کیجئے۔ اسی طرح لفظ ”مدینة“ کو زائد حروف میم اور ہاء سے الگ کر کے اس کی اصل ثلاثی شکل دین میں لونا کر دال کے تحت تلاش کیجئے۔

رہے وہ الفاظ و کلمات جن کی اصل معلوم کرنے میں وقت پیش آسکتی ہے تو انہیں اس لغت میں پہلے تو اسکی الفبائی ترتیب کے مطابق لفظ کے پہلے حرف کے تحت درج کیا گیا ہے پھر اس لفظ کو اپنی اصل ثلاثی شکل میں لونا یا گیا ہے، مثلاً ”اِثَادَة“ کو اولاً الف کے تحت لکھا گیا ہے، پھر اسے اس کی اصل حالت واد کی طرف لونا کر ’واو‘ کے تحت درج کیا گیا ہے۔ لفظ تنخمہ کو پہلے تو تاء کے تحت درج کیا گیا ہے۔ پھر اسے اپنی اصل حالت و خم کی طرف لونا کر ’واو‘ کے تحت درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح تعالیٰ کو اس کی اصل حالت غلا کی طرف اور ہبہ کو اس کی اپنی اصل حالت و ہب کی طرف لونا کر ’واو‘ کے تحت درج کیا گیا ہے۔ الخ

ہم خداوند کریم کے حضور دُعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اس عمل کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے اور ہمیں اپنے حسبِ رضا اس عربی زبان کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ جس زبان میں اس نے اپنی کتاب عزیز نازل کی ہے۔ وہی دُعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

آمین!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ مؤلف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ بِجَمِیْعِ الْمَحَامِدِ عَلٰی جَمِیْعِ النِّعَمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ  
خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوْثِ اِلٰی خَیْرِ الْاُمَمِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ، مَفَاتِیْحُ الْحَكْمِ  
(وَمَصَابِیْحُ الظُّلْمِ..)

اپنے رب کی رحمت اور مغفرت کے طلب گار بندے محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رحمہ  
اللہ نے کہا: ”یہ علم لغت کی مختصر تالیف ہے جسے میں نے امام العالم علامہ ابونصر اسماعیل بن حماد  
رحمہ اللہ کی تالیف ”الصحاح“ سے جمع کیا ہے کیونکہ میں نے اسے ترتیب کے لحاظ سے بہترین  
اصول پر مبنی اور تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے وافر و کافی اور سمجھنے کے نقطہ نظر سے آسان اور رواج و  
استعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ مروج و متداول پایا ہے۔ میں نے اپنی اس تالیف کا نام  
”مختار الصحاح“ رکھا ہے۔ میں نے اس میں بطور اختصار وہ تمام کلمات و الفاظ درج کئے ہیں جن کا  
جاننا اور حفظ کرنا ہر فقیہ، عالم، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کلمات کثیر  
الاستعمال اور زبان زد عام ہیں۔ ان کلمات و الفاظ بالخصوص قرآن و حدیث میں وارد الفاظ و کلمات  
کو اہمیت کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ میں نے اختصار اور حفظ کرنے میں سہولت کے پیش  
نظر غیر مانوس الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا ہے۔ میں نے ”تہذیب الازہری“ میں سے  
اصول لغت سے متعلق بہت سے قابل اعتبار و اعتماد فوائد (تشریحی نوٹس) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے  
مجھ پر واضح کیا، وہ فوائد درج کر دیئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں کہیں میں نے ”قلْتُ“ یعنی  
”میں نے کہا“ کے الفاظ لکھے ہیں، وہ اصل عبارت سے زائد اور اضافی عبارت ہے۔ جس کا میں  
نے انشاف کیا ہے۔ مثلاً افعال کے مصادر میں سے جن اوزان سے علامہ جوہری نے صرف نظر کیا  
ہے اور ان کے صرف افعال کا ذکر کیا ہے، میں نے ان کو یا تو حرکات پر مبنی نص کے ذریعے بیان کیا

ہے یا پھر میں اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف لوٹا کر بیان کیا ہے۔“

ان میں اوزان کا ذکر انشاء اللہ میں اب کروں گا۔ البتہ ان دو انواع میں سے جو الفاظ و کلمات مجھے معتبر و معتد اصول لغت میں نہیں ملے۔ وہاں میں نے امام جوہری کا ہی تتبع کر کے انہیں بیان کرنے سے صرف نظر کیا ہے، تاکہ میں اصل پر اپنے قیاس سے اضافہ کرنے کا مرتکب نہ ٹھہروں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ معتبر اور معتد اصول لغت سے نقل کر کے لکھا ہے۔

ثلاثی افعال کے ابواب صرف چھ ہیں:

پہلا باب: فَعَلَ يَفْعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ پر فتح یعنی عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مضموم)۔ اس باب میں سات اوزان درج ذیل ہیں:

۱۔	نَصَرَ	يَنْصُرُ	نَصْرًا
۲۔	دَخَلَ	يَدْخُلُ	دُخُولًا
۳۔	كَتَبَ	يَكْتُبُ	كِتَابَةً
۴۔	رَدَّ	يَرُدُّ	رَدًّا
۵۔	قَالَ	يَقُولُ	قَوْلًا
۶۔	عَدَا	يَعْدُو	عَدْوًا
۷۔	سَمَا	يَسْمُو	سُمُوًا

دوسرا باب: فَعَلَ يَفْعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں۔ عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مضموم)۔ اس باب کے پانچ اوزان بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	ضَرَبَ	يَضْرِبُ	ضَرْبًا
۲۔	جَلَسَ	يَجْلِسُ	جُلُوسًا
۳۔	بَاعَ	يَبِيعُ	بَيْعًا
۴۔	وَعَدَ	يَعِدُ	وَعْدًا
۵۔	رَمَى	يُرْمِي	رَمِيًا

تیسرا باب: فَعَلَ يَفْعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مفتوح)۔ اس باب میں صرف دو وزن بیان کئے گئے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔	قَطَعَ	يَقْطَعُ	قِطْعًا
۲۔	خَضَعَ	يَخْضَعُ	خُضُوعًا

چوتھا باب: فَعِلَ يَفْعَلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مسور اور مضارع کے صیغے میں

عین کلمہ مفتوح)۔ اس باب میں درج ذیل چار وزن بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	طَرِبَ	يَطْرِبُ	طَرِبْنَا
۲۔	فَهَمَ	يَفْهَمُ	فَهَمْنَا
۳۔	سَلِمَ	يَسْلَمُ	سَلِمْنَا
۴۔	صَدَى	يَصْدَى	صَدَيْنَا

پانچواں باب: فَعُلَ يَفْعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مضموم اور مضارع کے صیغے

میں بھی عین کلمہ مضموم)۔ اس باب میں یہ دو وزن بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	ظُرِفَ	يُظْرَفُ	ظُرِفْنَا
۲۔	سَهَلُ	يَسْهَلُ	سَهَلْنَا

چھٹا باب: فَعِلَ يَفْعَلُ۔ (ماضی میں عین کلمہ مسور اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ

مسور)۔ مثلاً وَثِقَ يَثِقُ وَفُتِقًا وَغَيْرِهِ۔ لیکن یہ بہت قلیل ہے۔ اس لئے ہم نے اس کے وزن

بیان نہیں کئے کہ جن کی طرف ان کے فعل کو لوٹا جائے بلکہ یہ کلمہ جس طرح کتاب میں درج تھا،

ہم نے اسی طرح اس کے مصدر کے وزن کو درج کر دیا ہے۔ میں نے صرف ان تیس اوزان کا ذکر

محض اس لئے کیا ہے کہ میں نے انہیں معتبر سمجھا ہے۔ کیونکہ میں نے اس ”مختصر“ میں اکثر یہی

اوزان پائے ہیں۔

قاعدہ: جاننا چاہیے کہ ثلاثی افعال کے مصادر کے اوزان میں اصول اور غالب قیاس یہ ہے

کہ جب فعل (مفتوح العین) ہو تو اس کا وزن فَعْلٌ (عین کلمہ ساکن) کے وزن پر ہوتا ہے اور یہ

اس صورت میں کہ جب فعل متعدی ہو، لیکن اگر فعل لازم ہو تو پھر مصدر فَعُولٌ کے وزن پر ہوتا

ہے۔ پہلے باب میں اس کی مثال نَصَرَ نَصْرًا اور قَعَدَ قُعُودًا ہے اور دوسرے باب میں اس کی

مثال ضَرَبَ ضَرْبًا اور جَلَسَ جُلُوسًا ہے۔ تیسرے باب میں اس کی مثال قَطَعَ قِطْعًا اور

خَصَعَ خِصُوعًا ہے۔ اور جب ماضی فَعِلَ (عین کلمہ مسور) ہو اور مضارع يَفْعَلُ (عین کلمہ

مفتوح) ہو تو فعل متعدی ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن بھی فَعْلٌ ہوگا اور فعل لازم

ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن فَعَلٌ (فاء کلمہ اور عین کلمہ دونوں مفتوح) ہوگا۔ اس کی

مثال فَهَمَ سے فَهَمْنَا اور طَرِبَ سے طَرِبْنَا ہے۔ اور جب ماضی فَعِلَ (عین کلمہ مضموم) ہو تو اس کا

مصدر فَعَالَةٌ (عین کلمہ مفتوح) ہوگا یا فَعُولَةٌ (عین کلمہ مضموم) ہوگا یا فَعَلٌ (فاء کلمہ مسور اور



عین کلمہ مفتوح) یا فَعَالَةً ہوگا اور غالب یہی ہے۔ اس کی مثال ظُوف سے ظَرَفًا اور سَهْل سے سَهُولَةً اور عَظْم سے عِظْم ہے۔ تمام افعال میں یہی قیاس ہے۔ البتہ سماعی مصادر کی حرکات بندی سماع اور حفظ کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں۔ سماع قیاس پر مقدم ہے۔ نیز سماع کی عدم موجودگی کے بغیر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا قاعدہ: جاننا چاہئے کہ پہلے تین بابوں میں صرف ماضی کے صیغے میں ہی فعل کے درمیانی حرف کی حرکت نص میں موجود ہونا کافی نہیں ہے کہ جس سے مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہو سکے کیونکہ مضارع کا وزن اس کے ماضی کے ایک ہی جیسے وزن کے باوجود مختلف ہوتا ہے۔ لہذا مضارع کی نص میں بھی اس (عین کلمہ کی) حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ یا پھر اسے مذکورہ اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف اس کا لوٹانا ضروری ہے۔ البتہ چوتھے اور پانچویں باب میں فعل ماضی کے نص میں درمیانی حرف کی حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے جس سے فعل مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہو سکتا ہے۔

ائمہ لغت کی کتابوں میں یہی اصطلاح (قاعدہ) درج ہے۔ کیونکہ ماضی اور مضارع دونوں کے عین کلمہ پر زیر کا آنا بہت کم ہے۔ اسی طرح ماضی کے صیغے میں درمیانی حرف کے نیچے زیر کے ساتھ اس کے مضارع کے صیغے کے درمیانی حرف یعنی عین کلمہ پر پیش کا آنا بھی بہت کم ہے۔ یوں گویا دو لغتوں کا باہم داخل واقع ہوتا ہے مثلاً فَضِّلَ يَفْضُلُ وغیرہ۔ اور اگر کبھی یا کہیں ایسی صورت ہو تو پھر فعل کی نص میں حرکت واضح کر دی جاتی ہے۔ ماضی کے صیغے میں فَعُلَ (عین کلمہ پر پیش) کا مضارع ہمیشہ يَفْعُلُ (عین کلمہ پر پیش) آتا ہے۔ لہذا چوتھے اور پانچویں باب میں ہم ماضی کے ساتھ مصدر کے صیغے کے علاوہ اور کچھ ذکر نہیں کریں گے۔ جب ہم کسی فعل مضارع کو بالضم (عین کلمہ پر پیش) یا بالکسر (عین کلمہ کے نیچے زیر) کہیں گے۔ جاننا چاہئے کہ اس فعل کا ماضی کا صیغہ بہر حال مفتوح الوسط (درمیانی حرف پر زیر) ہوگا۔ اسی طرح ہم رباعی فعل کے مصدر کا ذکر فعل کے ساتھ نہیں کریں گے مگر نادر صورت میں، کیونکہ رباعی افعال کا مصدر لازماً افعال (پہلے حرف کے نیچے زیر) ہوگا۔ اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ہم ہر فعل کا ذکر کرتے وقت صرف اس کی ضمیر غائب کا صیغہ نکھیں گے۔ کیونکہ یہ لکھنے میں دوسرے صیغوں سے زیادہ مختصر ہے۔ البتہ اگر کہیں فعل متعدی اور فعل لازم کے صیغوں میں اشتباہ کی صورت پیدا ہو تو وہاں ہم فعل کی تفسیر بیان کریں گے۔ یا پھر اس فعل کے ضمیر متکلم استعمال کرنے میں فائدہ ہوتا کہ وادی اور یائی مصدر کی پہچان ہو سکے، مثلاً تَمَزُوثٌ اور رَمَيْتٌ تو وہاں ہم غائب کی ضمیر کے

بدلے ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ جس سے اس کا مضارع معلوم ہو سکے۔ اور جہاں فعل مضارع ہو تو وہاں ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال ہوگا اور عین کلمہ کے حرف پر حرکت دی جائے گی۔ جس سے اس فعل کا باب معلوم ہو سکے مثلاً صَدَّدْتُ اور مَسَسْتُ وغیرہ۔ اور جب کوئی ذہین طالب علم اسے تلاش کرنا چاہے تو اسے یہ لفظ نظر جائے۔ ایسے موقع پر ہم ضمیر غائب کے اختصار کو چھوڑ کر ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ تاکہ اشتباہ دور ہو سکے اور زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ اس اختصار کے ضمن میں ہم صرف اپنے اس قول میں لفظ ماضی استعمال کریں گے: ”کہ یہ فعل فلاں باب سے ہے“ تاکہ باب پہچاننے میں زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ یہ فعل بذات خود متعدی ہوتا ہے یا اسے حرف جر لگا کر متعدی بنایا جاتا ہے۔ جہاں تک ثلاثی افعال کے علاوہ دوسرے افعال کا تعلق ہے تو ہم ان کا وزن بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ افعال فی الغالب قیاس پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ان کا ماضی معلوم ہو جائے تو مضارع اور مصدر خود بخود معلوم ہو جاتے ہیں۔ سوائے ایسے افعال کے کہ جن کا صیغہ قیاس نہ ہو تو ایسی صورت میں ہم اس سے باخبر کر دیں گے۔ اسی طرح ہم نے فعل لازم کے ساتھ ہمزة کا اور مضتف کی صورت میں فعل متعدی کا ذکر نہیں کیا۔ چونکہ جب فعل لازم معلوم ہو جائے تو عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق حرف جر لگا کر یا مضتف بنا کر اس کا فعل متعدی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کا ذکر بھی اس کتاب کے حرف جار ’باء‘ کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔ جو الف لین کے باب میں درج ہے اور اگر فعل لازم اور فعل متعدی بالواسطہ کا کہیں ذکر آ جائے تو یہ ایک اضافی فائدہ ہوگا۔ جو اس مقام و موقع کی مناسبت سے کر دیا گیا ہوگا۔

تیسرا قاعدہ: جاننا چاہئے کہ جہاں اور جب ہم نے تفعیل، تفعیل اور تفعیل کے وزن پر کسی فعل کے ساتھ مصدر کا ذکر کیا ہوگا یا ان تین اوزان میں سے کسی وزن پر اکیلے مصدر کا ذکر کیا ہو یا ہم نے ”فعلہ فتنفعل“ کہلایا ہو تو یہ اس بات پر دلالت ہوگی کہ وہ فعل مشدّد (تشدید والا) ہے۔ یہ قاعدہ ہے جس سے اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

ہم نے اوزان بیان کرنے میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ جب ہم کسی فعل کے بارے میں کہیں کہ یہ فعل ضَرَبَ یا نَصَرَ یا قَطَعَ وغیرہ باب سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فعل اپنے ماضی اور مضارع اور مصدر کے صیغے کی حرکات میں اسی وزن کے مطابق ہوگا۔ اس فعل کی گردان بھی صرف اسی کے مطابق ہوگی اگرچہ اس وزن کی گردان ہماری بیان کردہ گردان کے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ اسماء میں سے ہم نے ہر ایسے اسم کو جس میں بالعموم اشتباہ پیدا ہو سکتا ہو، اس کے بعد مشہور مثال دے کر واضح کر دیا ہے یا اس کے ان حروف پر حرکتیں دے دیں ہیں۔ جن میں

التباس پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے ایسے افعال ہیں کہ جنہیں ہم نے اس طرح واضح کر دیا ہے لیکن شاید انہیں اس طرح واضح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے ان کے خود واضح و ظاہر ہونے کے پیش نظر علامہ جوہری نے ایسے افعال کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن ہم نے عمومی قاعدے کے پیش نظر انہیں یا تو اصل صیغے پر حرکات دے کر یا اس کا وزن بیان کر کے اسے ضبط میں لائے ہیں۔ تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کتابوں (کتابت و طباعت کی) تحریف اور تصحیف کے باعث کوئی اور صورت نہ بن جائے۔ کیونکہ لغت و زبان کے قواعد سے استفادہ کی کمی اور مشکل دو اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلا سبب تو ترتیب کی مشکل (یعنی غالب اور عام الفاظ کی ترتیب میں مشکل) ہے اور دوسرا سبب ان الفاظ کے مشہور اوزان کے ذکر کی کمی اور الفاظ کے حروف پر حرکات دینے میں کمی ہوتی ہے۔ ایسا مصنف کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ بعد میں تحریف اور تبدیلی مصنف کی دی ہوئی شکل کو نمایاں کرے گی۔ یا پھر مصنفوں کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایسے الفاظ کی تشکیل ظاہر ہوتی ہے اس لئے تصنیف کے وقت انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

میں خداوند کریم کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ میری علمی اور عملی کاوش کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے نیز مجھے اور آپ کو اس سے مستفید کرے۔ بلاشبہ وہی احسان کرنے والا اور مہربان ہے۔

## پیش لفظ

پیش خدمت کتاب امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی کی تالیف ”مختار الصحاح“ کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ تالیف بذات خود امام ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوهری کی مشہور و معروف ضخیم عربی لغت تاج اللغة و صحاح العربیة کا اختصار ہے۔ یہ ضخیم لغت چالیس ہزار کلمات پر مشتمل ہے۔ امام موصوف الجوهری کی وفات کا ذکر عربی زبان کی مشہور لغت المنجد میں اس طرح کیا گیا ہے کہ موصوف نے کسی لاعلاج موذی مرض سے تنگ آ کر اپنے آپ کو چھت سے گرا کر جان دے دی، اللہ ان کی مغفرت کرے۔

اس ضخیم اور مستند لغت کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر امام الرازی نے اس سے ایسے کلمات چن کر ان کی شرح اور تفسیر بیان کی ہے جن کی، ان کے اپنے الفاظ میں ہر عالم، فقیہ، حافظ قرآن، محدث اور ادیب کو اشد ضرورت ہے کیونکہ اس میں جا بجا قرآن، حدیث اور فقہی اصطلاحات کو ان کے سیاق و سباق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز ترجمہ و تفسیر کی صحت پر دور جاہلیت کے مستند و معروف شعراء کے اشعار ضرب الامثال اور مروّج محاورے بطور سند درج کئے گئے ہیں۔

یہ بات یوں تو ہر فن اور موضوع کے لئے ضروری ہے کہ کتاب کے کلمات کی تفسیر اور ان کا ترجمہ سیاق کلام کے مطابق کیا جائے لیکن قرآن و حدیث اور فقہ سے متعلق تو یہ بات بطور خاص ضروری ہے کیوں کہ ان کا تعلق ایمان اور عقیدے کے ساتھ ہے۔ اس معاملے میں سیاق سے ہٹ کر بات کرنا بڑے فتنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ صاحب کتاب نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے۔

امام الرازی نے الصحاح کی تفسیر کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بڑے مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ کہیں تو کلمات کی مزید وضاحت ہے اور کہیں مؤلف کے موقف کی تائید ہے اور جہاں مناسب سمجھا ہے مؤلف کے موقف سے اختلاف بھی کیا ہے اور ساتھ ہی اپنا اختلافی موقف بھی بیان کیا ہے۔

متن کتاب میں قرآنی آیات اور احادیث کی طرف مختصراً اشارات کئے گئے ہیں جس کے باعث بعض مقامات پر بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ ہم نے مکمل قرآنی آیت اور حدیث کا متن بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا ترجمہ مستند تراجم سے نقل کیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں صاحب کتاب اور ناشر کے مقدمات پر کسی قسم کے اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم ذات باری کے حضور دعا گو ہیں کہ ہماری یہ کوشش اور کاوش تشنگی علم کے لئے تشفی کا سامان ہو اور درگاہ ایزدی میں اس کی قبولیت ہمارے لئے توشیحہ آخرت بنے۔ آمین!

مترجم

ناشر

دارالافتاح - کراچی

## باب الضمّة

وَبَيْنَ النِّقْمَاءِ، أَنْتِ أُمُّ أُمِّ سَالِمٍ  
”ارے، مقام جلاجل اور قین کے  
درمیان یہ کوئی تو مند آہو جو خرام ہے یا یہ  
مری محبوبہ ام سالم ہے۔“

(یہاں اَنْتِ میں اکٹھے ہوئے اور الف  
لکھ کر ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا  
ہے)۔ الف کو ندا کے لئے بھی استعمال کیا  
جاتا ہے مثلاً: اَزِيدُ اِقْبَلَ (اے زید آگے  
بڑھ) البتہ یہ قریب کے شخص کو پکارنے  
کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں الف  
مقصور ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہاں ہمزہ یا تو یا ’ایسا‘ کی  
مقصور شکل ہے یا پھر ہیا کی، یہ تینوں حرف  
ندا کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ امام  
جوہری نے کہا ہے کہ الف کی دو قسمیں  
ہیں:

(۱) الف وصل اور (۲) الف قطع۔  
ہر وہ الف جو دوسرے لفظ سے ملتے وقت  
بولا جائے الف قطع ہے، اور جو بولا نہ  
جائے وہ الف وصل ہے۔ الف وصل تو  
ہمیشہ زائد ہوتا ہے لیکن الف قطع کبھی زائد  
ہوتا ہے مثلاً: استفہام کا الف اور کبھی لفظ  
کے اصل حروف میں سے ایک حرف ہوتا ہے

الألف: حرف تہجی مقصور اور موقوف، اگر  
اسے اسم بنائیں تو اسے ممدود (لسبا کر کے)  
پڑھیں گے۔ موقوف ہے تا وقتیکہ اس کے  
ساتھ ’حرف‘ کا لفظ نہ لکھیں یا پڑھیں۔  
الف تین اقسام کا ہوتا ہے:

(۱) حرف مد۔

(۲) حرف لین، اور

(۳) حروف زیادات میں سے۔

حروف زیادات دس ہیں جن کا مجموعہ  
”الیوم تنسأہ“ ہوتا ہے۔ افعال میں  
الف ضمیر شنئیہ کا ہوتا ہے، مثلاً: فَعَلًا، اور  
یفعلان۔ اسم میں بھی الف شنئیہ کی علامت  
ہوتا ہے۔ جو اسم کے مرفوع ہونے پر  
دلالت کرتا ہے۔ مثلاً: رَجُلَانِ (دو شخصوں  
نے یا دو شخص) جب الف کو متحرک کیا جائے  
تو اس صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے۔

اور ہمزہ جملے میں استفہام کے لئے بڑھایا  
جاتا ہے۔ مثلاً: اَزِيدُ عِنْدَكَ أُمِّ عَمْرٍو  
(کیا تمہارے پاس زید یا عمرو؟) اگر دو  
ہمزہ اکٹھے آجائیں تو انہیں الف کے  
ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا  
ہے۔ ذوالز مکاشعہ ہے:

أَيَا ظَبْيَةَ الرَّغَسَاءِ بَيْنَ جَلَالِجَل

اب د - الأبد: زمانہ۔ اس کی جمع آباد

بروزن آمال اور ابود بروزن فلووس ہے۔ الأبد کا معنی ہمیشہ بھی ہے۔

اب ر - ابر الكلب: کتے کو سوتی کھلا

دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ المؤمن کالکلب المابور: مومن اس کتے کی طرح ہے جسے سدھایا گیا ہو۔

أبر نخلة: اس نے اپنے کھجور کے

درخت کو پیوند کاری کر کے بار آور کیا۔ اسی

لفظ سے سكة مأبورة بنا ہے جس سے

مراد وہ راستہ ہے جس پر پیوند کاری کے

ذریعے بار آور کئے ہوئے درخت ہوں۔

یعنی شردار کھجور کے درختوں والا راستہ۔ اس

کا باب ضرب ہے۔

تأبير النخل: کھجور کو پیوند کاری کے

ذریعے بار آور بنانا۔ کہا جاتا ہے: نخلة

مؤبرة (باہ مشد) اور نخلة مأبورة

یعنی پیوند کاری کے ذریعے بار آور کیا ہوا

کھجور کا درخت۔ اس مادے کا اسم الإبار

بنا ہے جو ازار کے وزن پر ہے۔ تأبير

الفسيل: کھجور کے درخت کی شاخ نے

پیوند کاری قبول کی۔ یعنی بار آوری کے

قابل ہو گیا۔

ابریسم: دیکھے بذیل ب ر س م۔

ابریق: دیکھے بذیل ب ر ق۔

ابزیم: دیکھے بذیل ب ز م۔

مثلاً: أَخَذَ اور أَمَرَ۔

آ - (۱): اس شکل میں الف ممدود بھی ہوتا ہے

اور مقصور بھی۔ جب اسے مقصور پڑھا

جائے تو اسے مؤن کر کے الف پڑھا جاتا

ہے۔ باقی کے تمام حروف جچی کو بھی اسی

طرح مؤن کر کے پڑھا جاتا ہے۔ أ (الف

مقصور) کو قریب والے شخص کو بلانے کے

لئے بطور حرف ندا استعمال کیا جاتا ہے

لیکن دور والے شخص کو بلانے کے لئے نہیں

مثلاً: أَزِيدُ أَقْبِلُ۔ (اے زید آگے آ)۔

الف حرف مذ بھی ہے اور حرف لین بھی۔

حرف لین (ساکن) ہونے کی صورت میں

اسے الف کہتے ہیں اور متحرک ہونے کی

صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے، اسے

الف کہتا بھی جاتا ہے۔ الف کی یہ دونوں

صورتیں یا شکلیں حروف زیادات میں شمار

ہوتی ہیں۔ افعال میں الف حثیہ کی ضمیر

کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: فَعَلَا اور

يفعلان۔ اسماء میں علامت حثیہ کے طور

پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: زَيْدَانِ اور

رَجُلَانِ۔

آخِيَّة: دیکھے بذیل آ خ ا۔

آفَّة: دیکھے بذیل أ و ف۔

آد: دیکھے بذیل أ و ه۔

إبَان: دیکھے بذیل ا ب ن۔

أب ب - الأَب: چراگاہ۔

امام جوہری نے کہا کہ میں نے عربوں کے ہاں اس کا واحد نہیں پایا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اس کی مثال اور نظیر وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے طَبِیْرٌ اَبَادِیْنُدٌ اور عَبَادِیْنُدٌ ہے، اور اس سے مراد لوگوں کے گروہ ہیں۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد نہیں ہے۔

أَبْلَ الرَّجُلِ عَنِ امْرَأَتِهِ مَضَارِعُ يَابِلٌ: (بام کسور) مرد اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت سے باز رہا۔ تَابِلٌ کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ تَابَلَ آدَمُ عَلَى ابْنِهِ الْمَقْتُولِ كَذَا وَكَذَا عَامًا لَا يُصِيبُ حَوَاءَ: یعنی حضرت آدمؑ اپنے مقتول بیٹے کے غم میں ایک سال تک اسی طرح رہے کہ حضرت خا کے قریب نہیں گئے۔

الْأَبْلَةُ: پہلے دو حرف مفتوح، کھانے کے باعث بوجھل پن۔ حدیث شریف میں ہے: كَلُّ مَالٍ أَدِيَتْ زَكَاةَهُ فَقَدْ ذَهَبَتْ أَبْلَتُهُ یعنی جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ اس کا بوجھل پن جاتا رہتا ہے۔

أَبْلَتُهُ دراصل وَبَلَّتُهُ تھا جو وبال سے مشتق ہے۔ واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے، جس طرح احد دراصل وَحَدٌ تھا۔ واؤ کو الف سے بدل کر اسے احد کر دیا

أ ب ط - الإبط: بام ساکن۔ بغل، مَوْنُثٌ اور مَذْرُوعٌ دونوں صیغے۔ اس کی جمع آباطٌ تَابِطٌ۔ بعل میں دیا لینا۔

أ ب ق - أَبَقَ الْعَبْدُ: غلام بھاگ گیا۔ اس کا مضارع يَأْبِقُ اور يَأْبِقُ ہے۔ (بام مضمر بوجھل)۔

أ ب ل - الإبل: اونٹ، اس کا واحد كاصيغہ نہیں ہوتا۔ اسے بطور مَوْنُث استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے اسماء جمع جن کا واحد کا صیغہ نہ ہو جب وہ غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو ان کا مَوْنُث ہونا لازمی ہوتا ہے۔ شاید اسے تخفیف کے لئے بام ساکن کر کے پڑھتے ہوں۔ اس کی جمع أَبَالٌ ہے۔ جب اِبْلَانٌ یا غَنَمَانٌ کہا جائے تو اس سے مراد اونٹوں یا بکریوں کے دو گلے یا ریوڑ ہوں گے۔ اس لفظ سے صفت نسبتی مسلسل زیری حرکتوں سے بنتے کے لئے اِبْلِيٌّ (بام مفتوح) آتی ہے۔ انخس کا کہنا ہے کہ: جَاءَ اِبْلَكَ (أَبَابِيلٌ) بمعنی اونٹوں کے ریوڑ آئے اور طَبِیْرٌ أَبَابِيلٌ: پرندوں کے جھنڈ۔ امام جوہری نے کہا کہ یہ صیغہ کثرت کے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع کا ایسا صیغہ ہے جس کا واحد نہیں ہوتا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس صیغے کا واحد عَجْوَلٌ کی طرح اِبْوَلٌ ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا واحد اِبِيلٌ ہے۔



افعال سرزد نہ ہوں جو قابل لعنت و ملامت ہوں۔

الابُّ دراصل اَبُو (باء مفتوح) تھا۔ کیونکہ اس کی جمع آباء ہے جس کی مثال قفا و

أَقْفَاء اور رَحَا اور ارحاء ہے۔ اَبُو سے

واو ہٹ گئی ہے کیونکہ تنزیر کے صیغے میں

آپ اَبُو ان کہیں گے۔ بعض عرب اَبُو ان

کی واو کم کر کے صرف اَبان کہتے ہیں اور

اضافت کی حالت میں اَبَيْک کہتے

ہیں۔ جب آپ اسے 'وہ' لگا کر جمع

بنادیں تو یہ اَبُو ان ہو جائے گا۔ اسی طرح

اَخ سے اَخُو ان اور حَمُو سے حَمُو ان اور

هَنُو سے هَنُو ان ہوگا۔ شعر ہے:

بَكَيْنٌ وَقَدْ يَنْنَا بِالْأَبِينَا

”وہ رو پڑیں اور انہوں نے ہم پر ماں

باپ فدا کر دیئے۔“

اسی وجہ سے بعض نے قرآن کریم کی آیت:

وَاللَّهُ آتَاكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

وَإِسْحَاقَ: میں آباء کی جگہ اَبَيْک پڑھا

ہے جس سے مراد اَب کی جمع ہے یعنی

إِبْنَيْک سے نون کو اضافت کے باعث

حذف کر دیا گیا۔

الأبوان: ماں اور باپ۔ الأبوَّة اب کا

مصدر ہوگا جس طرح عمومة اور خوولة

ہے۔

يَا أَبَتِ الْفَعْلِ: قول خداوندی میں اب

گیا۔

أَبَايِلُ: نصاریٰ کے راہب۔ چنانچہ

نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اَبَيْلُ الإِبْيَلِيْن

کہتے تھے۔

ابليس: دیکھئے بذیل ب ل م۔

ا ب ن - اَبْنٌ فُلَانٌ (يُؤْبَسُنْ)

بیگذا: فلاں شخص کو بڑے لفظوں سے

یاد کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مجلس میں عورتوں کا برے لفظوں میں

ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ اَبَان: الف مکسور اور

باء مشدّد بمعنی وقت مثلاً: بچلوں کے پکنے کا

وقت، کہا جاتا ہے کہ: كَلِمَةُ الْفَاكِهِةِ فِي

إِبَانِيهَا: بچلوں کو ان کے پکنے کے وقت

کھاؤ۔

إِبْنٌ: دیکھئے بذیل ب ن ی۔

ا ب ه - الأَبْهَةُ: عظمت اور بڑائی۔

أَبْهَةٌ: دیکھئے بذیل ا ب ه۔

ا ب ا - الإِبَاءُ: (الف مکسور و باء ممدود)

أَبِي يَأْبَى (باء مفتوح) کا مصدر ہے۔ اس

لفظ میں کوئی حلقی حرف نہیں ہے اور یہ شاذ

ہے۔ اس کا مطلب ہے ”وہ رک گیا“۔

اس کا اسم فاعل آب اور اَبِي نیز اَبِيَان (یاء

مفتوح) ہے۔

تَأْبَى عَلَيْهِ: وہ رک گیا۔ دور جاہلیت میں

بادشاہوں کو سلام کرتے وقت اَبَيْتُ

اللَّعْنُ کہا جاتا تھا۔ یعنی آپ سے ایسے

اتفق: دیکھے بذیل و ف ق.	کے ساتھ تائے تانیث یا ئے اضافت کے بدلے لگ گئی ہے اور یوں کہا جاتا ہے: یا اَبْتِ اور یا اَبْت۔ یہ دونوں مختلف لہجے (تلفظ) ہیں۔ جس نے اس لفظ کو باء مفتوح پڑھا اس نے تاء کو بے ضرورت سمجھ کر حذف کر دیا، چنانچہ کہتے ہیں لا اَب لک اور لا اَبالک یعنی تیرا باپ نہ ہو یا تیرا باپ مرے اور اس سے مراد مدح لی جاتی ہے۔ لا اَبالک کی بجائے لا اَباک بھی کہا گیا ہے کیونکہ لک میں لام تکلفاً داخل ہے۔
اتقی: دیکھے بذیل و ق ع.	اتباد: دیکھے بذیل و ا د.
اتقد: دیکھے بذیل و ق د.	اتبس: دیکھے بذیل ی ب س.
اتكل: دیکھے بذیل و ک ل.	اتجر بالدواء: دیکھے بذیل و ج ر.
اتكا: دیکھے بذیل و ک ا.	اتجة: دیکھے بذیل و ج ہ.
اتهب: دیکھے بذیل و ہ ب.	اتدى: دیکھے بذیل و د ی.
اتهم: دیکھے بذیل و ہ م.	اتزر: دیکھے بذیل و ز ر.
ات م-الماتم: عربوں کے ہاں خوشی یا غمی کے موقع پر اکٹھا ہونا۔ جمع کا صیغہ الماتم ہے۔ عام بول چال میں ماتم کا لفظ کسی کی مصیبت کے وقت موقع پر جانے کو کہتے ہیں مثلاً: کہتے ہیں: ”کننا فی ماتم فلان: ہم فلاں شخص کے ماتم پر گئے تھے، اور درست محاورہ یہ ہے کہ کہیں: کننا فی مناحة فلان: ہم فلاں شخص کے نوحہ یعنی تعزیت پر گئے تھے۔	اتسج: دیکھے بذیل و س ج.
ات ن-الانمان: گدھی، اناثہ نہیں کہنا چاہئے۔ تین گدیوں کو فلاٹ آئن کہیں گے جیسے عناق کی جمع اغنقی ہوگی۔ لیکن زیادہ تر آئن کی جمع ائن اور آئن آتی ہے۔	اتسق: دیکھے بذیل و س ق.
الائتون: تاء مشدّدہ، چولہا۔ عام لوگ اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔ اس کی جمع آتاتین ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دخیل لفظ ہے جو چولے اور بھٹی کے لئے بولا جاتا ہے۔	اتسم: دیکھے بذیل و س م.
ات ی-الاتیان: آنا۔ اس کا باب رمی یرمی ہے۔ اس کا آتاہ یا توره ا توره بھی ایک (لغت یا) لہجہ ہے۔ قول خداوندی	اتصف: دیکھے بذیل و ص ف.
	اتصل: دیکھے بذیل و ص ل.
	اتضح: دیکھے بذیل و ض ح.
	الطنن: دیکھے بذیل و ط ن.
	اتعد: دیکھے بذیل و ع د.

(ہمارا کھانا لاؤ) ہے۔

الإِثَاوَةُ: نیکس یا خرچ۔ اس کی جمع  
الْإِثَاوِيُّ ہے۔

تَأْتِي لَهُ الشَّيْءُ کے معانی ہوں گے کہ  
اس نے اس کے لئے کچھ تیار کیا۔ اور تَأْتِي  
لَهُ کا مطلب ہوگا کہ اس نے اس کے  
ساتھ نرمی برتی یا خوش اخلاقی سے پیش آیا۔

ا ث ث - الأَثَاثُ: گھر کا سامان۔  
الْقَرَاءُ کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا واحد نہیں  
ہے۔ ابوزید نے کہا کہ الأَثَاثُ کے معنوں  
میں ہر قسم کا مال و متاع آتا ہے جس میں  
اونٹ، بھیڑ بکری، غلام لونڈی اور دوسرا  
سامان شامل ہے، اور اس کا واحد کا صیغہ  
الثَّانِي ہے۔

ا ث ر - الأَثْرُ: بروزن الأَثْرُ: تلوار پر کی  
گئی نہیں نکاحی۔

المَثْوَرُ سے مراد وہ تلوار ہے جس کے  
بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی جن کی  
بنائی ہوئی ہے۔ اَصْمَعِيُّ کا کہنا ہے کہ  
فِرْدُ: تلوار، اَثْرُ (جن کی بنائی ہوئی  
تلوار) نہیں ہے۔ اَثْرُ الحَدِيثِ کا  
مطلب ہوگا کہ اس نے کسی اور سے یا اور  
کے حوالے سے حدیث کو روایت کیا۔ اس  
کا اسم فاعل اَثْرٌ ہے (الف ممدود) اس کا  
باب نَصْرٌ ہے۔ اسی سے مَثْوَرٌ حدیث  
کی اصطلاح مشتق ہے یعنی جس حدیث کو

ہے: إِنَّهُ كَانَ مَا تَبَيَّنَ لِعَنِي خُذَاكَ وَعَدَهُ لِيُورَا  
ہو کر رہتا ہے۔ یہاں مَا تَبَيَّنَ لِعَنِي کا  
معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال  
دوسرا قول خداوندی: حَبَابًا مُسْتَوْرًا:  
ہے جہاں مستور سے مراد سَاتِرٌ ہے  
کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ  
تمہارے پاس آتا ہے تو گویا تم خود اس کے  
پاس آتے ہو، (اس طرح سے یہ مفعول  
کے وزن پر بطور فاعل کے آتا ہے) مترجم:  
یہ کہنا کہ: اَتَيْتُ الْأَمْرَ مِنْ مَأْتَاةِ اِي  
مِنْ مَأْتَاةٍ، یا جس طرح یہ کہنا کہ مَسَا  
أَحْسَنَ مَعْنَاةً هَذَا الْكَلَامُ: اس سے یہ  
مراد ہوتی ہے کہ اس کلام کا کیا خوب معنی  
ہے یعنی یہ کس قدر خوش معنی کلام ہے۔ اسی  
طرح (قرآن میں) يَوْمٌ يَأْتِي: کو یا  
حذف کر کے يَاتٍ پڑھا گیا ہے۔ اسی  
طرح لَا أَدْرِي يَاءُ كَوْحُفٍ کر کے پڑھا  
گیا ہے۔ یہ قبیلہ ہذیل کی لغت و لہجہ ہے،  
چنانچہ کہتے ہیں کہ: آتَاهُ عَلِيٌّ ذَلِكَ  
الْأَمْرَ (مَوَاتَاةً) یعنی اس نے اس کے  
موافق اور حسب نشاء کام کیا اور اس کی  
اطاعت کی۔ عام لوگ آتَاهُ کی بجائے  
وَاتَاهُ بھی کہتے ہیں۔ (وَاتَاهُ إِيْنَاءً)  
بمعنی اس نے اسے عطاء کیا۔

آتَاهُ کے معنی آئی بہ یعنی وہ لایا بھی ہے۔  
اس کی مثال قول خداوندی: وَإِنَّا غَدًا نُنَا

ضیافت کیونکہ اسے صدیوں یاد رکھا جاتا ہے۔

آئِرہ علی نفسہ: اس نے اسے اپنی جان پر ترجیح دی۔ یہ لفظ ایثار سے مشتق ہے۔ ائِرہ من علم سے مراد علم کا بقیہ اور الائِرہ (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز پر نشان باقی رہ جانا۔

ائِفیة: دیکھئے بذیل ث ف ی۔

ا ث ل - الاثْل: ایک خاص قسم کا درخت 'جھاڈ' جس کا واحد کا صیغہ ائِلث ہے اور جمع کا صیغہ ائِلا ث ہے۔

التائل: اصل مال رکھ لینا۔ یتیم کے وصی کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ وہ اس (یتیم) کے مال میں سے کھاتا ہے، لیکن وہ اپنے لئے مال اکٹھا نہیں کرتا۔ (اِنَّهُ يَأْكُلُ مِنْ مَالِهِ غَيْرَ مَتَابِلٍ مَالًا)۔

ا ث م - الاثْم: گناہ۔ ائِثم (ثناء مفتوح) وہ گناہ کا مرکب ہوا۔ اس کا مصدر ائِثما اور مائِثما ہے۔ اسم فاعل ائِثم، ائِثم اور ائِثوم بھی ہے۔

اِثْمَةُ اللّٰهِ فِي كَذَا: (ہمزہ مفتوح) اللہ نے اس کے حساب میں ایک گناہ لکھ دیا۔ اس کا مضارع يَأْثِمُ اور يَأْثِمُ (یاء مضموم اور مکسور) ائِثامًا۔ اس سے اسم مفعول مائِثوم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام الازہری کا کہنا ہے کہ القراء نے کہا: اِثْمَةُ اللّٰهِ يَأْثِمُهُ

سلف سے خلف روایت کرتے چلے آ رہے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اپنے والد سے قسم کھاتے سنا تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے ذاکر اور آثر کی حیثیت سے قسم نہیں کھائی، یعنی کسی اور سے بات بیان کرتے ہوئے کہ اس نے باپ کی قسم کھائی۔ یعنی میں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں شخص نے کہا کہ مجھے اپنے باپ کی قسم ہے جو میں یہ کام کروں۔ ذاکر کا مطلب بھولنے کے بعد یاد آنا نہیں ہے بلکہ بات کا ذکر کرنے کے معنوں میں ہے۔ مثلاً: جیسے یہ کہا جائے کہ میں نے فلاں شخص سے اس بات کا ذکر کیا۔ خَرَجَ فِي اِثْرِهِ: (الف مکسور) کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کے پیچھے نکلا یا چل نکلا۔ الاثْر (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز یا تلوار کی ضرب کا باقی ماندہ نشان۔ نیز نبی کریم ﷺ کے سنن (مسنون اعمال) اور آپ ﷺ کے اقوال و آثار۔ استائر بالشمس: زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کا اسم الاثْرہ ہے، ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح ہیں۔ اِستائر اللّٰه بِفُلان: کسی کی وفات پر اس کی مغفرت کے لئے دعا کے لئے یہ کہا جاتا ہے۔

المائِرَةُ: مفتوح اور مضموم۔ دعوت و

(ہمزہ مضموم)۔ یَا جُوج وَ مَا جُوج:

الف کو بطور ہمزہ اور لین دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی یَا جُوج وَ مَا جُوج بھی اور یَا جُوج وَ مَا جُوج بھی۔

ا ج ر- الْأَجْرُ: ثواب، أَجْرَهُ اللَّهُ:

اللہ اسے اجر و ثواب دے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

آجسره: (الف ممدود) (الایجار): کرائے پر دینا۔

أَجْرَةٌ: اجرت، کرایہ، مثلاً: اسْتَأْجَرْتُ:

میں نے کرائے پر لیا۔ اور اگر کہیں کہ

اسْتَأْجَرْتُ الرَّجُلَ فَهُوَ يَأْجُرُنِي

فَمَا نِي حَجَّجَ: یعنی میں نے آدمی کو

ملازم رکھا اور وہ آٹھ سال میری ملازمت

کرے گا۔

أُتْجِرَ عَلَيْهِ بِكَذَا فَهُوَ الْمُؤْتَجِرُ: وہ

اتنے (مشاہرے) پر ملازم ہوا۔ اسے تنخواہ

دار ملازم کہیں گے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اسے مزدوری کے عوض پر

لگایا گیا۔

أَجْرَةُ الدَّارِ: اس نے اسے مکان

کرائے پر دیا۔ عام زبان میں اسے

وَاجِرہ بھی کہتے ہیں۔

الإِجَارُ: چھت۔

الآجُرُ: فارسی سے معرب لفظ ہے بمعنی

اینٹ جو تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔

ا ج ص- الأَجَاصُ: ناشپاتی۔ یہ لفظ

إِنَّمَا وَأَنَا مَا (اللہ نے اسے گناہ کی سزا

دے دی۔ لہذا وہ ماثوم ہے، یعنی اپنے

گناہ کی سزا پانے والا ہے۔

آثَمَةُ: (الف ممدود) اس نے اسے گناہ

میں ڈال دیا یا مبتلا کیا۔

أَثَمُهُ تَأْتِمًا: اس نے اسے گناہ گار ٹھہرایا

یعنی اس سے کہا کہ تو نے گناہ کیا۔ شراب کو

بھی اثم کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا

ہے: "شَرِبْتُ الْإِثْمَ حَتَّى ضَلُّ

عَقْلِي، كَذَاكَ الْإِثْمَ تَذْهَبُ

بِالْعُقُولِ" یعنی میں نے اس قدر شراب

پی لی کہ میری عقل بہک گئی، شراب تو اسی

طرح عقل کو بہکاتی ہے۔

عقل غارت کی میری، مری اپنی بلا نوشی نے

کام ہی خانہ خرابی ہے بلا نوشی کا

تَأْتِمُ: وہ گناہ سے کبیدہ خاطر ہو کر اس سے

باز آیا۔

الإِثَامُ: گناہ کی سزا۔ قول خداوندی ہے:

يَلْقَى أَثَامًا: وہ گناہ کی سزا پالے گا۔

أَجَاج: دیکھئے بذیل ا ج ج۔

ا ج ج- الأَجِيجُ: آگ کا بھڑکنا۔

أَجَّتْ تَوُجُّ أَجِيجًا: آگ بھڑک

اٹھی۔ أَجَجَهَا غَيْرُهَا فَتَأْجِجُهَا

وَأَتَجَّتْ: کسی نے آگ بھڑکائی تو

بھڑک اٹھی۔

مَاءُ أَجَاجٍ: کھار پانی یا کڑوا پانی۔

أَجَّ الْمَاءُ، يُوُجُّ أَجُوجًا: پانی کھولا۔

أَجَلٌ کہنا زیادہ اچھا ہے۔ اور سوالیہ انداز کے اظہار کے لئے اَجَل کی بہ نسبت نَعَم کہنا زیادہ اچھا ہے۔

ا ج م - الأجمة: سرکنڈے کا جنگل، اس کی جمع أجمات، أجم، إجم اور أجمم ہے۔ شام میں الفراء بس کے قریب واقع ایک گاؤں کا نام الأجم ہے۔

ا ج ن - الآجن: ایسا پانی جس کا ذائقہ اور رنگ بدل چکا ہو۔

قَدْ أَجَنَ الماء: پانی میں سڑا نہ آگئی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور دَخَلَ ہے۔

الیزیدی نے بیان کیا کہ أَجِن کا باب طَرَبَ ہے اور اس کا اسم فاعل أَجِنُّ بروزن فَعِل ہے۔

إِجَانَةٌ واحد ہے اور اس کی جمع الأجاجین ہے۔ اسے إجانة نہیں کہنا چاہئے۔

ا ح ح - أَح الرَّجُلُ: آدمی کھانا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

ا ح د - الأحد: بمعنی ایک۔ یہ پہلا عدد، اس کی مثال احد، اثنان، أحد عشر اور احدی عشر یعنی ایک دو اور گیارہ ہے۔ البتہ قول خداوندی: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں احد اللہ کا بدل ہے کیونکہ کبھی کبھی اسم معرفہ اسم نکرہ میں بدل جاتا ہے مثلاً: یہ قول خداوندی: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ:

دخیل ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں کسی ایک لفظ میں ج اور ص دو حروف اکٹھے نہیں آتے۔ اس کا واحد إحصاة ہے۔

اسے انجاص نہیں پڑھنا یا کہنا چاہئے۔

ا ج ل - الأجل: کسی چیز یا کام کی معین و مقرر مدت۔ کہا جاتا ہے: فَعَلْتُ

ذَلِكَ مِنْ أَجْلِكَ: میں نے یہ کام

تیری وجہ سے کیا۔ (الف مفتوح اور کسور) اسْتَأْجَلَهُ فَاَجَلَهُ: اس نے اس سے

مہلت طلب کی تو اس نے اسے مہلت دے دی۔

أَجَلٌ وَ أَجَلَةٌ: دونوں عاجل اور

عاجلہ کی ضد ہیں۔ اور معنی ہے اس نے اسے مہلت دی۔ أَجَلَ عَلَيْهِمْ شَرًّا:

اس نے ان پر مصیبت ڈھادی اور شر کو بھڑکایا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ

ہے۔ نوات بن جبیر کا شعر ہے:

وَأَهْلُ خَبَاءٍ صَالِحٌ ذَاتَ بَيْنِهِمْ

قَدْ احْتَرَبُوا فِى عَاجِلِى أَنَا أَجَلَةٌ

”صالح گھائی کے لوگوں کی باہم ایسی

حالت ہے کہ انہوں نے جلدی میں یا جلد

بازی میں جنگ چھیڑ دی ہے تو میں ان کی

شامت لانے والا ہوں۔“

اجل: کسی کی بات کے جواب میں ’ہاں‘

کہہ دینا۔ انغش نے کہا ہے کہ مخاطب کی بات کی تصدیق کے لئے نعم کی بجائے

کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَحَدٌ أَحَدٌ یعنی احداً کہو۔

أَحَدٌ: دیکھئے پذیل وح د اور اح د۔

اح ن- الأحنۃ: کینہ اور دشمنی، اس کی جمع

أَحْنٌ ہے۔ اسے حِنَّةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

أِحْنٌ عَلَيْهِ (ہاء کسور)۔

يَأْحَنُ، إِحْنَةٌ: یعنی اس نے اس کے

خلاف کینہ پالا۔

أخ ۱- الأَخ: اصل میں أَخَوْتُ تھا (خاء

مفتوح) کیونکہ اس کی جمع آبَاءٌ کی طرح

أَخَاءٌ بنائی گئی ہے۔ اس میں 'وَاوُ' ہٹ گئی

ہے، کیونکہ تشبیہ کے معنی میں أَخْوَانٌ آتا

ہے۔ بعض عرب 'وَاوُ' گھٹا کر اسے أَخَانٌ

کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع خَوْرَبٌ سے

خَوْرَبَانٌ کی طرح إِخْوَانٌ بھی بنا لیتے

ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الخَوْرَبُ، الحبارى کا

رُ ہے جو شتر مرغ کی طرح ایک پرندہ

ہے۔ القراء نے اس کی جمع إِخْوَةٌ (الف

کسور) اور أَخْوَةٌ (الف مضموم) بنائی

ہے۔ کبھی اس کے معنوں میں توسیع کر کے

اس سے تشبیہ بھی مراد لیتے ہیں مثلاً: قول

خداوندی ہے: فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ: اور

تمہارا یہ کہنا کہ: إِنَّا فَعَلْنَا وَنَعْنُ

فَعَلْنَا وَانْتَمَا إِنْسَانٌ بھی اسی طرح

ہے۔ إِخْوَانٌ کا لفظ زیادہ تر دوستوں کے

تمہارا یہ کہنا کہ: لَا أَحَدٌ فِي الدَّارِ یعنی

گھر میں کوئی نہیں ہے، درست ہے۔ لیکن

”فِيهَا أَحَدٌ“ یعنی اس میں کوئی ہے، کہنا

درست نہیں ہوگا۔

يَوْمُ الْأَحَدِ: اتوار کا دن۔

أحد کی جمع آمال کے وزن پر آحاد ہے

یہ کہنا کہ ما فی الدار أحد یعنی گھر میں

کوئی نہیں ہے، میں أحد ذوی العقول کے

لئے استعمال ہوا ہے۔ جس سے واحد جمع

اور مؤنث کے سب صیغے شامل ہیں مثلاً

قَوْلُ خَدَاوَنْدِي هِيَ: لَسْتُنُّ كَأَحَدٍ مِنَ

النِّسَاءِ یعنی تمہاری حیثیت ایک عام

عورت کی سی نہیں ہے۔ اور دوسرا قول

خَدَاوَنْدِي: فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عِنْدِي

حَاجِزِينَ: یعنی پھر تم میں کوئی ہمیں اس

(کام) سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور جَاءُوا

أَحَادَ أَحَادًا: یعنی وہ لوگ ایک ایک کر

کے آئے۔ میں أَحَادَ أَحَادًا غیر منصرف

ہے کیونکہ یہ الفاظ لفظاً ومعنی ہر دو اعتبار

سے معدول واقع ہوئے ہیں۔

أَحَدٌ: (پہلے دو حرف مضموم) مدینہ شریف

میں مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ نیز یہ کہ: مَعْبُ

عَشْرَةٌ فَأَحَدُهُنَّ: (حاء مشدّد) یعنی

میرے پاس دس ہی ہیں انہیں گیارہ بنا دو۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے

ایک آدمی سے اپنے دو ہاتھوں کی شہادت

بنا ہے۔ جو دراصل اَوْخَذَ تھا۔ دو ہمزہ اکٹھے آنے اور ثقیل ہونے کے باعث دونوں ہمزہ حذف ہو گئے۔

اَكَلَ، اَمَرَ اور اس قسم کے افعال سے فعل امر بنانے کا بھی یہی قاعدہ ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: خُذْ بِالْخَطَامِ: اور خُذِ الْخَطَامَ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یعنی باگ تھام یا کیل پکڑ، اُخِذَهُ بِدُنْبِهِ: اس نے اس کے گناہوں کا مواخذہ کیا۔ عام لہجے میں أَخَذَهُ کی بجائے وَاخَذَهُ کہتے ہیں۔

اِتَّخَذَ: أَخَذَ ثلاثی فعل سے افعال کے وزن پر ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے۔ اس میں أَخَذَ کا اصل الف اور مزید فیہ کے صیغے افعال کا الف اکٹھے ہو کر فاء کلمہ کو تاء میں مدغم کرنے سے یہ صورت بن گئی۔ پھر کثرت استعمال کے باعث اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ اس فعل میں تاء اصلی ہے اور اس طرح فَعَلَ يَفْعَلُ کے وزن پر یہ فعل تَخَذَ يَتَخَذُ بن گیا اور قرآن میں قول خداوندی: لَتَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِ أَجْرًا: پڑھا گیا۔ اسی طرح أَخَذْتُ میں ذال کو تاء میں تبدیل کر کے اس کا دوسری تاء میں ادغام کر کے پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ ذال کو ظاہر کر کے پڑھتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہے۔ الاِتِّخَاذِ، الاُخْذِ سے تَدْكَارُکِ

لئے بولا جاتا ہے، اور رشتے کے بھائیوں کے لئے الإِخْوَةُ کہا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی جمع بنانے کے لئے 'و، ن' کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے یعنی أَخ کی جمع أَخْوَانٌ بھی بنائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول:

وَكُنْتُ لَهُمْ كَشْشِرِ بْنِ الْأَخِينَا  
”میں ان کے چچا زاد بھائیوں کی طرح بدترین دشمن تھا۔“

جس طرح أَخ أَخْوَةُ کا ثبوت ہے، اسی طرح اُخْتُ بھی أَخْوَةُ کی دلیل ہے۔ آخاه مَوَاخَاةٌ اور إِخَاءٌ: بھائی چارہ یا بھائی بندی قائم کرنا۔ عام لہجے میں آخاه کے بدلے واخاه، تاخیا بروزن تَفَاعَلًا بھی کہتے ہیں۔

تَاخَيْتُ أَخًا کا مطلب ہوگا ”میں نے ایک بھائی بنا لیا“ تَاخَيْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو پسند کر لیا۔

الْإِخِيَّةُ: (الف ممدود اور یاء مشدّد) مفرد ہے اور اس کی جمع الْأَوَاخِيَةُ ہے جس کا معنی کھوٹا ہے جس سے جانور کو باندھتے ہیں۔ اسے عربی میں الْمُحْرَمَةُ اور الدِّمَّةُ بھی کہتے ہیں۔

أَخَذُود: دیکھئے بذیل خ د د.

أَخ ذ- أَخَذَ: اس نے لیا یا پکڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم إِخْذٌ (الف کمسور) ہے۔ اور اس سے فعل امر خُذْ



اسی طرح اُخْرِيَاثُ النَّاسِ کا لفظ ہے جس کا مطلب لوگوں کا آخری حصہ ہے، اور لَا أَفْعَلُهُ اُخْرَى اللَّيَالِي یعنی ”میں کبھی بھی باقی راتوں میں ایسا نہیں کروں گا“ بھی کہا جاتا ہے۔ بَاعَهُ بِاُخْرَةٍ: (خاء مکسور) اس نے ادھار فروخت کیا اور عَرَفَهُ بِاُخْرَةٍ (خاء مفتوح) اس نے اسے آخر پہچان لیا۔ جَاءَنَا اُخْرًا (الف مضموم) یعنی وہ آخر کار ہمارے پاس آ گیا۔

مُؤَخِرُ الْعَيْنِ: میں مؤخر بر وزن مؤمن: کپٹی کا وہ حصہ جس کا اگلا رخ ناک کی طرف ہوتا ہے۔

مُؤَخِرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا پچھلا حصہ۔ ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال بہت کم ہے۔

اُخْرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا وہ حصہ جس کے ساتھ ستر سوار پیٹھ لگا کر ٹیک لگاتا ہے۔ اس لفظ کو مؤخِرَةُ الرَّحْلِ نہیں کہنا چاہئے۔

مُؤَخِرُ الشَّمْسِيِّ: (خاء مشدّد) کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ یہ اگلے حصے کی ضد ہے۔

اُخْرٌ: اُخْرَى کی جمع ہے۔ اور اُخْرَى اُخْرٌ کا صیغہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ قول خداوندی ہے: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامِ اُخْرٍ: یعنی عذر کی صورت میں قضا روزے رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں پورے کرے۔ اُخْرٌ اس لئے آیا ہے

کیونکہ اُفْعَلٌ کے وزن پر اسم مِّنْ کے

طرح تَفْعَالٌ کے وزن پر ہے۔

الإِخَاذَةُ: الف مکسور۔ جو ہڑیا تالاب کی طرح کوئی چیز یا جگہ۔ اس کی جمع اُخْدٌ ہے جیسے کتابت کی جمع کُتُبٌ ہے۔ کبھی اسے مخفف کر کے صرف اُخْدٌ بھی کہا جاتا ہے۔ مسروق ابن اجدع کی روایت کردہ حدیث ہے: مَا شَبَّهْتُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ إِلَّا الإِخَاذَةَ: یعنی میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخاذہ کے سوا اور کسی کو تشبیہ نہیں دی یہاں اخاذہ ایک سوار یا دو سواروں یا لوگوں کے ایک گروہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔

اُخْرٌ - اُخْرَةٌ فَتَأَخَّرَ: اس نے اسے دیر کر دی تو اسے دیر ہوئی یا اس نے اسے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔

إِسْتَأْخَرَ: اس نے دیر کر دی۔ اُخْرٌ (خاء مکسور) اسم صفت ہے یعنی آخری مثلاً: کہا جائیگا کہ جَاءَ اُخْرًا أَيْ اُخْيِرًا: یعنی وہ آخر میں آیا۔ اس میں فاعل مقدر ہوگا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ اُخْرَةٌ اور جمع کا صیغہ اَوَاخِرُ ہے۔

اُخْرٌ: (خاء مفتوح) بمعنی دوسرا۔ یہ اسم ہے اور اُفْعَلٌ کے وزن پر ہے۔ اس سے مؤنث کا صیغہ اُخْرَى ہے۔ البتہ اس میں صفت کا مفہوم بھی ہے کیونکہ اُفْعَلٌ کا وزن صفت کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہوتا۔

مؤنث بھی بنایا جاسکتا ہے اور جمع بھی۔ اس میں الف لام اور اضافت لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ کہہ سکتے ہیں: مَرَزْتُ بِرَجُلٍ آخَرَ وَبِرَجَالٍ آخَرَ: اور جب یہ لفظ معدول اور صفت ہو تو پھر یہ ممنوع من الصرف ہوگا اور اس کے باوجود جمع ہوگا، اور اگر یہ کسی شخص کا نام رکھا جائے تو یہ اسم نکرہ ہونے کی صورت میں انخس کے نزدیک منصرف ہوگا اور سیبویہ کے نزدیک غیر منصرف۔

ا د ب - اذَّب: (دال مضموم) اذَّبًا (پہلا دو حرف مفتوح) اس کا اسم فاعل اذِيبُ ہوگا۔ اسْتَاذَّبَ: وہ باادب ہو گیا۔

ا د د - اذَّب: اور اذَّبَةٌ (دووں میں پہلا حرف کسور اور دوسرا مشدّد) بمعنی بلا، آفت اور گھناؤنی بات۔ قول خداوندی ہے: شَيْئًا اِذَا: یعنی خطرناک اور دھشتناک چیز۔

أَذَّبَ: یمن کے ایک قبیلے کا مورث اعلیٰ۔ عرب اسے منصرف استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اسے نُقْبَ کے وزن پر محمول کیا ہے نہ کہ عُمَرَ کے وزن پر۔

ا د د: دیکھئے ا د د.

ا د م - الاذم: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) یہ اذِيبُ کی جمع ہے۔ اس سے جمع کا صیغہ اذِمَّةٌ بھی بنایا جاتا ہے۔

ساتھ آنے اور نکرہ ہونے کی صورت میں نہ تو جمع بنایا جاسکتا ہے اور نہ مؤنث۔ مثلاً: کہا جائے گا: مَرَزْتُ بِرَجُلٍ أَفْضَلَ مِنْكَ یعنی میرا ایک ایسے شخص پر گزر رہا جو تجھ سے افضل ہے۔ وَبِرَجَالٍ أَفْضَلَ مِنْكَ یعنی میرا ایسے لوگوں پر گزر رہا جو تجھ سے افضل ہیں۔ اور بامرأة أَفْضَلَ مِنْكَ: یعنی میرا ایسی عورت پر گزر رہا جو تجھ سے افضل ہے۔ اور اگر اس پر الف لام داخل کیا جائے اور اسے اضافت دی جائے تو پھر اس سے تشبیہ جمع اور مؤنث کے صیغے بنا سکتے ہیں مثلاً: کہیں گے: مَرَزْتُ بِالرَّجُلِ الْأَفْضَلِ، بِالرَّجُلَيْنِ الْأَفْضَلَيْنِ، بِالْمَرَأَةِ الْفُضْلَى اور بالنساء الفضلی یعنی میرا ایک افضل شخص، دو افضل شخصوں، ایک افضل عورت اور افضل عورتوں پر گزر رہا۔ یوں بھی کہیں گے کہ: مَرَزْتُ بِأَفْضَلِهِمْ وَبِأَفْضَلَتِهِمْ وَبِأَفْضَلَاهُنَّ وَبِأَفْضَلِيهِنَّ: لیکن یوں کہنا جائز نہ ہوگا: مَرَزْتُ بِرَجُلٍ أَفْضَلَ، بِرَجَالٍ أَفْضَلَ، بامرأة أَفْضَلَى تا وقتیکہ ان کے ساتھ من نہ لگے یا ان پر الف لام داخل نہ ہو، یہ دونوں ان کے بعد آتے ہیں۔ لیکن آخر کی یہ صورت نہیں ہے کیونکہ وہ من کے صلے کے بغیر ہی

کرتا تو یہ زیادہ قریب امکان بات تھی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان محبت والفت پیدا کر دیتا۔

أد۱- الأداة: آلہ، اس کی جمع آلات ہے۔ اللہیانی نے بتایا کہ: قَطَعَ اللَّهُ أَدْيِهِ إِي يَدَيْهِ: یہاں أَدْيِهِ، يَدَيْهِ کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی اللہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔

أَدَى ذَيْنَهُ تَأْدِيَةً: (ادا کرتا)، اس نے اپنا قرض چکا دیا۔ اس سے اسم الاداء ہے۔ أَدَى لِلْأَمَانَةِ مِنْ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے زیادہ امانت دار ہے یعنی امانت کو ادا کرنے والا ہے۔

تَأْدَى إِلَيْهِ الْخَبْرُ: اس تک خبر پہنچ گئی۔ الأداة: بیت الخلاء، اس کی جمع مطایبا کے وزن پر الأداوا ہے۔

أذ- إذ: بمعنی جب، یا جس وقت۔ یہ لفظ گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مبنی بر سکون اسم ہے۔ اس کے استعمال کا قاعدہ یہ ہے کہ اسے جملے کی طرف مضاف بنا کر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے کہ جنتک إذ قام زیند: میں اس وقت تیرے پاس آیا جب زید کھڑا تھا۔ یا إذ زیند قائم یا إذ زیند یقوم اور اگر اسے بطور مضاف استعمال نہ کریں تو پھر اس پر تنوین آئے گی مثلاً:

جیسے رَغِيفٌ سے أَرْغِفَةٌ: شاید روئے زمین کو بھی اِدِيْمٌ کہتے ہیں۔

الأدْمَةُ: جلد کا اندرونی حصہ جو گوشت کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ جلد کے بیرونی حصے کو بَشْرَةٌ کہتے ہیں۔ الأدْمَةُ: گندی رنگ۔ آدَمٌ: گندی رنگ کا انسان۔ اس کی جمع أَدْمَانٌ ہے۔ آدَمٌ: گہرے سفید رنگ کا اونٹ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب گہرے سفید رنگ اور سیاہ پتلیوں والا اونٹ ہے۔ اونٹ کو تو آدَمٌ کہتے ہیں اور اونٹنی کو آدَمَاءٌ کہتے ہیں اور اس کی جمع أَدَمٌ ہے۔

الإدَامُ: وہ چیز جسے بطور سالن استعمال کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ آدَمَ الخُبْزُ باللحم: اس نے روٹی کے ساتھ گوشت کا سالن بنایا یعنی گوشت کے ساتھ روٹی کھائی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

الأدَمُ: محبت اور اتفاق۔ کہا جاتا ہے کہ آدَمَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا: اللہ ان دونوں کے درمیان صلح کرادے اور ان میں باہم محبت و الفت پیدا کرے۔ اس کا باب بھی ضَرْبٌ ہے۔ اسی طرح آدَمَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا (فعل اور أفعَلَ باب ہے) کا مطلب بھی یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤَدَمَ بَيْنَكُمَا: اگر تو اس عورت کی طرف نگاہ

ذَوْبٍ كَالِيهِ شِعْر:

نَهَيْتُكَ عَنْ طَلَابِكَ أَمْ غَمَرُوا

بِعَافِيَةٍ وَأَنْتَ إِذْ صَحِيحٌ

شاعر نے یہاں اِذْ سے جَبِّينِذْ مراد لیا

ہے۔ اِذْ حرف جزا ہے، البتہ اسے بطور

حرف جزا اس وقت استعمال کیا جاتا ہے

جب اس کے ساتھ 'ما' شامل ہو مثلاً:

إِذَا مَا تَأْتِنِي آتِيكَ لِيَعْنِي جَبِّ تَوَّأَنَّ كَا

تو میں آؤں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حرف

'اِذْ' ایسی چیز کے لئے استعمال کیا جائے

جو تمہارے حسب حال ہو۔ اس کے ساتھ

صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: "بَيْنَمَا أَنَا

كَذَا إِذَا جَاءَ زَيْدٌ لِيَعْنِي فِيهِ اس حال میں

تھا جس وقت زید آیا۔ صاحب کتاب نے

اسے 'ذال' کے باب میں اسی طرح بیان

کیا ہے۔ الف لیتنے کے بارے میں 'اِذَا' کا

ذکر کرنے کے بعد جو کچھ انہوں نے لکھا

ہے اس کا متن درج ذیل ہے:

"أَمَّا إِذَا فَهِيَ لَمَّا مَضَى مِنَ

الزَّيْمَانِ وَقَدْ تَكُونُ مَفْجَاةً مِثْلَ

'أَذَا' وَلَا يَلِيهَا إِلَّا الْفِعْلُ الْوَاجِبُ

كَفَوْلِكَ بَيْنَمَا أَمَا كَذَا إِذَا جَاءَ

زَيْدٌ."

یعنی: "رہا 'اِذْ' تو یہ فعل ماضی کے لئے

استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی 'اِذَا' کی طرح

مفاجاة کیلئے بھی آتا ہے۔ اس کے ساتھ

صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: یہ قول کہ میں

اس حالت میں تھا جس وقت زید آیا۔ اور

کبھی دونوں کو یعنی فعل ماضی اور مفاجاة کو

اکٹھا کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے:

وَأَذْ وَعَدْنَا مُوسَى: لِيَعْنِي وَوَأَعَدْنَا

موسى۔ شاعر کا قول ہے:

حَتَّى إِذَا اسْلَكُوهُمْ فِي قَتَائِدِ

شَلًّا كَمَا تَطْرُدُ الْجَمَالَهَ الشَّرْدَا

یہ شعر چونکہ قصیدے کا آخری شعر ہے اس

لئے خبر والا حصہ یا تو پہلے (شعر میں) گزر چکا

ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ شاعر نے یہ سمجھتے ہوئے

مبتداء کے بعد خبر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ سننے

والوں کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔

اِذَا- إِذَا: اسم ہے جو مستقبل کے زمانے پر

دلالت کرتا ہے یہ لفظ جملے کی طرف

اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا مثلاً:

أَجِنُكَ إِذَا إِحْمَرَّ البُسْرُ وَإِذَا

قَدِمَ فَلَانٌ: یعنی میں تمہارے پاس تب

آؤں گا جب سُر کھجوروں کا رنگ پک کر

سرخ ہو جائیگا یا جب فلاں آدمی آئے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا اسم ہے جس کا

ذوق اس قول کا موقع محل ہے کہ آتِيكَ

يَوْمَ يَقْدُمُ فَلَانٌ: یعنی میں تمہارے پاس

اس دن آؤں گا جب فلاں شخص آئے گا۔

یہ اسم ظرف ہے اور اس میں شرط و جزا کا

مفہوم ہے، کیونکہ شرط کی جزا کی حسب

ذیل علاتیں ہوتی ہیں:

(۱) پہلی شرط فعل ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ اِنْ تَاتَيْنِي اَيْتِكَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔

(۲) دوسری شرط فاء ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ: اِنْ تَاتَيْنِي فَاَنَا مُحْسِنٌ اَيْلِكَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تجھ پر احسان کروں گا۔

(۳) تیسری شرط اذا ہے، مثلاً: قول خداوندی: وَاِنْ تُصِيبْهُمْ سَيْفَةٌ بِمَا قَدَّمْتْ اَيْدِيَهُمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ: یعنی اگر ان پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں بڑا وقت آن پڑے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ تمہارے حسب حال ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: خَسِرْتُ فَاِذَا زَيْدٌ قَاتِمٌ: یعنی جب میں لکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے زید کھڑا ہے۔

اَذْنٌ - اَذْنٌ لَهٗ فِی شَيْءٍ: یعنی اس نے اسے بات کی اجازت دی۔

ذ' مکسور۔ اِذْنًا۔ اَذْنٌ كَمَا مَطْلَبٌ عَلِيمٌ یعنی اس نے جان لیا ہے۔ اس کا باب طَسْرَبٌ ہے۔ ان معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: فَاسْأَلْنَا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ: معنی: تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ جان لو۔ اَذْنٌ لَهٗ: اس نے اس کی طرف کان دھر لئے یعنی اس کی بات غور سے سنی۔ اس کا باب بھی طَسْرَبٌ ہے۔ ثَعْبٌ بَنُ اَبْمٍ صَاحِبُ كَاشِعْرٍ ہے:

اِنْ يَّاذِنُوْا رِيْبَةَ طَارَوْا بِهَا فَرَحًا مِّبْنِي وَمَا اِذْنُوْا مِنْ صَالِحٍ دَفَنُوْا صُمْ اِذَا سَمِعُوْا خَبْرًا ذُكِرْتُ بِهِ وَانْ ذُكِرْتُ بِشَيْرٍ عِنْدَهُمْ اِذْنُوْا "اگر وہ میرے بارے میں شک اور تہمت کی کوئی بات سنتے تو خوشی سے پھولے نہیں ساتے اور جب کوئی اچھی بات ان کے علم میں آتی ہے تو اس کو دبا لیتے ہیں۔ اگر میرا ذکر خیر ہوتے سنتے ہیں تو بہرے بن جاتے ہیں جبکہ اپنے ہاں میرے متعلق کوئی بُری بات بڑے غور سے سنتے ہیں۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: وَاِذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ: یعنی زمین اپنے رب کی بات سن لے گی اور اس کا حق ہے کہ وہ اسے سنے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا اِذْنٌ اللّٰهُ لِشَيْءٍ كَاذِبٌ لِّنَبِيٍّ يَتَغْنَى بِالْقُرْآنِ.

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے کسی بات کی اس طرح اجازت نہیں دی جس طرح اس نے نبی ﷺ کو قرآن میں تقنیٰ کی دی ہے۔" اَذَانٌ: اعلان۔ نماز کے لئے اذان بمعنی اعلان کی اصطلاح معروف ہے، اس کا فعل اَذَّنَ اَذَانًا ہوگا یعنی اس نے اذان دی۔ مِثْلُذَّةٌ: اذان دینے کے لئے مخصوص منارہ۔ الاَذْنُ: کان۔ اسے ثقیل اور خفیف دونوں طرح کہنا جائز ہے۔ اور یہ مؤنث ہے۔ اس کا اسم تصغیر اَذْيَنَةٌ ہے۔

رَجُلٌ اَذْنٌ: کان کا کچا آدمی جو ہر ایک کی

اذیت دینا۔ اور اذاعة و اذیته، تَأْذَى به:  
تکلیف اور اذیت سہنا۔

ار ب - الإِرْبُ: (الف مکسور) عضو۔ اس  
کی جمع آراب (الف ممدود) اور ار آب  
(دوسرا الف ممدود) ہے۔

الإِرْبُ کے معانی ذہانت اور عقل بھی  
ہیں۔ اسی سے یہ قول ہے کہ: فُلَانٌ  
يُؤَارِبُ یعنی فلاں شخص عقل کی بات کرتا  
ہے۔ اسی مادے سے الأَرِيبُ مشتق  
ہے۔ جس کا معنی عاقل ہے۔ الإِرْبُ کا  
مطلب ضرورت اور حاجت بھی ہے۔ اور  
اسی طرح الأَرِبَةُ اور الأَرِبُ (پہلے دو  
حروف مفتوح) اور

المَآزِبَةُ: (راء مفتوح یا مضموم)۔ اس لفظ  
کی یہ ساری شکلیں غرض یا مطلب کے لئے  
مستعمل ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ امام فارابی رحمہ اللہ نے  
اسے مآزِبَةُ راء مکسور بھی نقل کیا ہے۔ اس  
کا باب طَسْرِبُ ہے۔ قرآن کی آیت  
غَيْرَ أُولَى الإِرْبَةِ: میں یہ لفظ مجنون اور  
ذہنی مریض، معذور کے لئے استعمال ہوا  
ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیرؓ کی تفسیر ہے۔

ار ج - الأَرَجُ: اور الأَرِيحُ: خوشبو کی  
مہک کہتے ہیں

بات سنتا ہو یہ ایک شخص ہو یا بہت ہوں۔  
آذَنَهُ بِالشَّيْءِ: (الف ممدود) اس نے  
اسے معاملے کی خبر دے دی۔

آذَنَ اور تَأَذَّنَ دونوں کا اَيَقِنَ اور تَيَقَّنَ کی  
طرح ایک ہی مطلب ہے۔ انہیں معنوں  
میں یہ قول خداوندی ہے:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ

یعنی: ”جب تیرے پروردگار نے اعلان  
کیا۔“

إِذْنٌ: تب، اگر فعل مستقبل سے پہلے آئے  
تو حرف كَانَاةٌ اور حرف جزاء ہے۔ اس کے  
بعد فعل مضارع پر نصب آئے گی مثلاً: اگر  
کوئی کہے کہ اللَيْلَةُ أَزْوَدُكَ: یعنی میں  
آج رات آپ سے ملنے آؤں گا تو آپ  
جواب میں کہیں گے کہ:

إِذْنُ أَكْرَمِكَ وَإِنْ تَأَخَّرْتُ أَلْفَيْتُ  
یعنی: ”تب میں آپ کا اکرام کروں گا  
اور اگر تمہیں دیر ہو جائے تو پھر آنا منسوخ  
کر دینا۔“

اسی طرح اگر آپ کہیں گے کہ أَكْرَمُكَ  
إِذْنٌ: یعنی تب میں آپ کا اکرام کروں گا۔  
إِذْنٌ کے بعد آنے والا فعل اگر فعل حال ہو تو  
اس پر عامل کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ فعل حال  
پر عوامل نامہ دینے والے عوامل (زیر بنیاد) کوئی اثر  
نہیں ہوتا۔

ا ذى - آذاه، يُؤْذِيهِ أذى: تکلیف اور

كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا.  
 ”اسلام مدینہ میں اس طرح جاگھتا ہے  
 جس طرح سانپ اپنی بل میں۔“  
 ارض - الْأَرْضُ: بروزن عَوْشُ: زخموں  
 کی دیت۔

ارض - الْأَرْضُ: مَوْنُثٌ اور اسم جنس۔  
 واحد کا صیغہ ہونے کے اعتبار سے تَوَازُضَةٌ  
 ہونا چاہئے تھا لیکن عربوں کے ہاں ایسا  
 نہیں کہا گیا۔ اس کی جمع أَرْضَاتُ  
 (راء مفتوح) ہے۔ اور أَرْضُونَ بھی  
 (راء مفتوح) شاید راء کو ساکن بھی سمجھا گیا  
 ہے۔ اس کی جمع أَرْضُونَ اور آراض بھی  
 بنائی گئی ہے جو أَهْلٌ اور أَهَالٌ کی طرح  
 ہے۔ غیر قیاسی یعنی سماعی طور پر الأراضی  
 بھی اس کی جمع ہے گویا یہ جمع أَرْضُونَ کی  
 بنائی گئی ہے۔ نیچے بیٹھی ہوئی ہر چیز کو أَرْضُ  
 کہتے ہیں۔

أَرْضٌ أَرِيضٌ: یعنی زَكِيَّةٌ بَيِّنَةٌ  
 الْأَرَاضِيَّةُ: کا مطلب صاف ستھری اور  
 واضح زمین ہے۔ ابو عمرو نے الْأَرْضُ  
 الْأَرِيضَةَ کا مطلب خوش نما زمین  
 لکھا ہے۔ الْأَرْضُ کا مطلب کچی اور  
 تھر تھراہٹ بھی ہے۔ حضرت ابن عباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وَقَدْ زُلْزِلَتْ  
 الْأَرْضُ.

أُزْلِزَتِ الْأَرْضُ أَمْ بِئِی الْأَرْضُ: یعنی

أَرْجُ الطَّيْبُ: خوشبو مہک اُٹی۔ اس کا  
 بَابُ طَرْبٍ ہے اور أَرْجَبًا بھی۔  
 أَرْجَانُ: ایران میں ایک شہر کا نام ہے۔  
 شاید یہ نام راء کی تخفیف یعنی بغیر تشدید بھی  
 آیا ہے یعنی أَرْجَانُ.

أَرْجُونَ: دیکھئے بذیل مادہ رُ ج ا۔  
 (ارغوان؟)

أَرْخُ: تاریخ اور تواریخ، وقت کی تعریف  
 مثلاً: یہ کہنا کہ أَرْخُ الْكُتَابِ بِيَوْمٍ  
 كَذَا: اس نے کتاب پر فلاں تاریخ ڈال  
 دی۔

وَرَخٌ: بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔  
 أَرْزُ - الْأَرْزُ: چاول۔ اس لفظ کے چھ لہجے  
 یا تلفظ ہیں:

- (۱) أَرْزُ - (ہمزہ مفتوح)
- (۲) أَرْزُ - بعد میں آنے والے حرف  
 پرستہ کے باعث ہمزہ مضموم۔
- (۳) أَرْزُ - بروزن عُسْرُ.
- (۴) أَرْزُ - بروزن عُسْرُ.
- (۵) رَزُّ اور:
- (۶) رُنْزُ.

الْأَرْزَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) أَرْزُنُ کا  
 درخت۔

الْأَرْزَةُ: (راء ساکن) صنوبر کا درخت۔  
 حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ الْإِسْلَامَ لَيَسَارُزُّ إِلَى الْمَدِينَةِ

سجایا اور بچھایا ہوا تخت۔ جس گھر میں یہ تخت نہ بچھا ہو، ایسے گھر کو حَجَلَةٌ کہتے ہیں۔ اَرِيْكَةٌ کی جمع ارائک ہے۔

ارم: قول خداوندی ہے: بِعَادِ اِرَمِ ذَاتِ الْعِمَادِ: جس نے اسے اضافت نہ سمجھا، اس نے اسے اسم بنایا اور غیر منصرف قرار دیا۔ کیونکہ اس عباد کو باپ قرار دیا اور اِرَمَ کو قبیلہ، اور اِرَمَ کو عباد کا بدل بنایا۔ اور جس نے اسے اضافت کے ساتھ پڑھا اور اسے غیر منصرف قرار دیا تو اس نے اسے قبیلے کی ماں یا شہر قرار دیا۔

ارمینی: دیکھئے بذیل ر م ن -

اری - الأری: شہد۔ لوگ اسے غلط العام کے طور پر مغلّف یعنی مویشیوں کو چارہ ڈالنے والی گھری کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ البتہ الآری مویشیوں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

اسے الاخسیۃ بھی کہا گیا ہے۔ اس کی جمع الاواری ہے۔ اسے تخفیف و تشدید دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

أریحی و أریحیۃ: دیکھئے بذیل روح۔ ازب - المیزاب، المیزاب: بمعنی پرنا۔ شاید اس میں ہمزہ کی آواز نہیں ہوتی۔ اس کی جمع مازیب (الف ممدود) ہے۔

ازر - الأزر: قوت و طاقت۔ قول

زمین میں زلزلہ آگیا کی تفسیر ”کیا زمین ہلادی گئی یا مجھ پر کچی طاری ہوگئی ہے۔“ الأَرْضَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) لکڑی کو کہا جانے والا ایک کیڑا۔ کہا جاتا ہے کہ: أَرْضَتِ الخَشْبَةَ: لکڑی کو کیڑا لگ گیا۔ یہاں یہ لفظ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔

تُورِضُ أَرْضًا: (راء ساکن) کا اسم مفعول ماروِضَةٌ بمعنی کرم خوردہ ہوگا۔

ار ف - الأرفة: بروزن عُرفَةٌ بمعنی حد۔ اس کی جمع أرف ہے۔ جیسے عُرف۔ اس کا مطلب دو زمینوں کے درمیان کی حد ہے۔

حضرت عثمان کی روایت کردہ حدیث ہے کہ: الأرف تقطع کل شفعة یعنی سرحدیں ہر قسم کے حق شفعہ کو کاٹ ڈالتی ہیں یا ختم کر دیتی ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عثمان ہمسایہ کے حق شفعہ کے قائل نہ تھے۔

ار ق - الأرق: جاگنا۔ اس کا باب طرب ہے۔

أرقہ کذا تاریخاً: اس نے اسے جگایا۔ الأرقان: ریقان کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جو انسان اور فصلوں دونوں کو لگ جاتی ہے۔

ارک - الأراک: درخت۔ اس کا واحد أراکة ہے۔ الأریکة: کسی گنبد یا گھر میں



آواز کی طرح آواز نکلتی تھی۔“

الأز: أبال، گڑھک اور ورغلانا۔ یہی لفظ قول خداوندی: تَوَزَّوْهُمْ أَزًّا میں آیا ہے۔ یعنی شیاطین کافروں کو گناہوں کی رغبت دے کر ورغلاتے ہیں۔

از ف - أَرِف. الرَّحِيل دَنَا: سوچ کا وقت قریب آ گیا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی:

أَرَفَتِ الْآرْفَةَ میں آیا ہے۔ یعنی قیامت کی گھڑی قریب آن لگی ہے۔

ازل - الأزل: قدم، اسی سے لفظ ازلی کہا جاتا ہے بمعنی قدیمی (جس کے آغاز کا علم نہ ہو)۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی

اصل یہ ہے کہ عرب قدیم کے لئے لَم یزل بولتے تھے پھر اس کی نسبت اس کلمہ کی طرف ہوئی لیکن اس کی یہ حالت زیادہ دیر برقرار نہ رہی بلکہ مختصر ہو کر یَزَلی رہ گئی۔

پھر یاء الف میں بدل کر اَزَلی بن گیا کیونکہ بولنے میں یاء کی نسبت الف زیادہ خفیف اور ہلکا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ ازلی وجود میں آ گیا اس طرح ذی یَزْن سے منسوب نیزے کو ذی یزنی سے ازنی نیزہ بنایا گیا اور جس طرح نَصَلُ الثَّرَبی سے اَثَرِیہ بھلا بنایا گیا۔

ازم - الأزمة: سختی، سختی، قحط کی ناگہانی صورت حال۔

خداوندی ہے: اُشْدَدُ بِهِ أُرْدَى: یعنی

اس کے ذریعے میری پیٹھ مضبوط کر۔ آزْرَةُ: اس نے اس کی مدد کی۔ عامی لہجے میں وازرہ کہتے ہیں۔

الإزار: چادر تہہ، معروف لفظ ہے۔ اسے مَوْنُث اور مذکر دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

اسی طرح الإزارۃ بھی ہے۔ اس کی جمع کا صیغہ حمار اور اَحْمِرَة کی طرح آزْرَة

بہت کم مستعمل ہے۔ البتہ حُمْر کی طرح اس کی جمع اُزْرُ کثیر الاستعمال ہے۔ لفظ

إزار سے بطور کنایہ عورت مراد لی جاتی ہے۔ المِثْرُ: یعنی إزار مِلْحَف اور

لِحَاف یا مِقْرَم اور قِرَام کی طرح ہے۔ آزْرَةُ تَارِيحًا فَتَأْرُ: اس نے اسے ازار

پہنائی تو اس نے پہن لی۔ اَنْتَرَّ آزْرَةَ: اس نے اچھی ازار پہن لی۔

یہ جِلْسَة اور رِجْبَة کی طرح کا صیغہ ہے۔

آزْر: عجمی نام ہے۔ ازز - الأزیز: بجلی کی کڑک اور ہانڈی کے

الٹنے کی آواز، حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ كَانَ يَصَلِّي وَلِجَوْفِهِ اَزِيْرٌ

كَاَزِيْرِ الْجَوْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ. یعنی: ”جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے

تھے تو نماز میں گریہ و بکاہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے حکم مبارک سے ہانڈی الٹنے کی

طرح ہیں۔ اس سے مؤنث کا صیغہ اَسْدَةٌ ہے۔

أَرْضٌ مَأْسَدَةٌ: ایسی زمین جہاں شیر ہوں۔ یہ صیغہ مَتْرُوبَةٌ کے وزن پر ہے۔ اَسِيدَةُ الرَّجُلِ کا مطلب ہوگا کہ: جب آدمی نے شیر دیکھا تو خوف کے مارے دہشت زدہ ہو گیا۔

أَسِيدٌ: اپنے اخلاق و اطوار میں وہ شیر جیسا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا دَخَلَ فَهَيْدٌ وَإِذَا خَرَجَ أَسِيدٌ: یعنی وہ چپتے کی طرح داخل ہوا اور شیر کی طرح باہر نکلا۔

أَسْتَأْسَدُ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جرأت کی یعنی شیر ہو گیا۔

إِسَادَةٌ: (الف مکسور) بھی ایک لہجہ یا تلفظ ہے جو وسادۃ کے بدلے بولا جاتا ہے جس کا مطلب نکلیہ ہے۔

اس ر - أَسْرَ: اس نے اسیر بنا لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ إِسَارٌ (قید کرنا) بروزن إِزَارٌ اس کا اسم مفعول أَسِيرٌ بمعنی قیدی ہے۔ لوگ کسی شخص کو قِيدَ: چڑے کے تسمے سے باندھا کرتے تھے۔ اس طرح ہر پکڑا جانے والا أَسِيرٌ کہلانے لگا چاہے وہ باندھنا نہ بھی جائے۔

أَسْرَةٌ: اس نے اسے قید کر لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور مصدر إِسَارًا ہے

أَزَمَ عَنْ شَيْءٍ: وہ باز رہا یا زکار رہا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ عُمَرَ سَأَلَ الْحَوْرَثَ بْنَ كَلْدَةَ مَا الدَّوَاءُ؟ فَقَالَ، الْأَزْمُ: یعنی حضرت عمرؓ نے حرث بن کلدہ سے پوچھا کہ دوایا علاج کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: ”پرہیز“۔ حرث عرب کے معروف طبیب تھے۔

الْمَازِمُ: گھائی یا دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ، جنگ کی جگہ کو بھی مَازِمُ کہتے ہیں۔ اسی لئے مشعر اور عرفہ کے درمیان کی جگہ کو مَازِمَيْنِ کہا گیا ہے۔ الاصمعی کا قول ہے کہ سند (مذہب) میں مَازِمُ جمع اور عرفہ کے درمیان واقع تنگ گھاٹی ہے۔ حدیث شریف میں بھی ان کے لئے مَازِمَيْنِ کا لفظ آیا ہے

أَزَا: کہہ سکتے ہیں کہ هَذَا بَازِئِهِ یعنی وہ اس کے سامنے ہے یا آزَاةُ: وہ اس کے مقابل آ گیا۔ اسے وَازَاةُ نہیں کہنا چاہئے۔

استتاب: دیکھئے بذیل ت و ب  
استسمر: دیکھئے بذیل س و ر  
اس د - الأَسْدُ: شیر۔ اس کی جمع أَسْوَدٌ اور أَسْدٌ پہلے دو حرف مضموم ہیں۔ تلفظ کے اعتبار سے یہ لفظ ثقیل ہے۔ اس کی مخفف صورت الأَسْدُ ہے۔

أَسْدٌ اور آسَاد: دونوں کے شروع میں الف ممدود ہے۔ یہ أَحْبَلٌ اور أَحْبَالٌ کی

(الف ممدود) ہے۔

قَدْ أَسَّسَ الْبِنَاءَ تَأْسِيسًا: اس نے عمارت کی مضبوط بنیاد رکھی۔

اسطوانة: دیکھئے بذیل (س ط ن)

اسطورة: دیکھئے بذیل (س ط ر)

اس ف- الأسف: انتہائی غم۔

قَدْ أَسَفَ مَا فَاتَهُ: اس نے اپنے نقصان پر بڑا افسوس کیا۔

تأسف: اسے افسوس ہوا۔ آسف

عَلَيْهِ: اسے اس پر بڑا افسوس ہوا یعنی غصہ آیا، یا ناراض ہوا۔

آسفة: اس نے اسے ناراض کر دیا۔

يُوسِفُ: اس کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:

(۱) سین مضموم یعنی يُوسِفُ.

(۲) سین مفتوح یعنی يوسِفُ.

(۳) سین کمور یعنی يوسِفُ.

کہا گیا ہے کہ اس میں ہمزہ بھی ہے۔

اس ل- الأسل: درخت کا لہبا کا ٹاٹا۔

اسے الرماح بھی کہا جاتا ہے۔

رَجُلٌ أَسَيْلٌ الْخَلْدِ: نرم لہجے رخسار والا آدمی۔ کل مُسَقَرِيسٌ أَسَيْلٌ: ہر

ڈھیلا ڈھالا آدمی اسیل ہے۔ اسل کا باب ظُروف ہے۔

اس م: شیر کو اسامہ کہا جاتا ہے اور یہ اسم

معرفہ ہے اسے معتقل بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں الف زائد ہے۔

(الف کمور) اور اسم مفعول أَسِيْرٌ بن گیا۔

اس کا اسم مفعول مَأْسُوْرٌ بھی ہے۔ أَسِيْرٌ کی جمع أَسْرَى اور أَسَارَى ہوگی۔ لہذا

لَكَ بِقَدِّهِ كَامِطٌ ہوگا کہ یہ سارے کا سارا تیرا ہے۔

بِرُؤْيَيْهِ كَالْفَرْحِ أَيْ فِيهِمْ مَعْنَى اسْتِعْمَالِ ہوتا ہے۔ أَسْرَهُ اللهُ كَامِطٌ ہوگا اللہ نے اسے پیدا کیا۔ قول خداوندی ہے:

شَدَدْنَا أَسْرَهُمْ: ہم نے انہیں پیدائش کے بندھن یا قید حیات میں باندھا یعنی پیدا کیا۔

الأَسْرُ: پیشاب کا رُک جاتا ہے۔ اس کی مثال: الحَضْرُ فِي الْغَائِطِ: پاخانہ میں بند ہو جاتا ہے۔

أَسْرَةٌ: کنبہ یا خاندان یا قبیلہ ہے کیونکہ وہ ان کے ذریعے قوت و طاقت پاتا ہے۔

إِسْرَائِيلُ: اور اسرائیلین: دیکھئے بذیل (س ر ا)۔

إِسْرَافِيلُ: دیکھئے بذیل (س ر ف)

اس س- الأُسُ: (الف مضموم) کی اصل بننا یعنی بنیاد ہے۔

اسی طرح الأَسَاسُ اور الأَسْسُ (پہلے دو حروف مفتوح و مقصور)۔

الأُسُ کی جمع إَسَاسٌ (الف کمور) ہے۔ اور الأَسَاسُ کی الأَسْسُ ہے۔ (پہلا اور دوسرا حرف مضموم) اور آسَاس

وَلَيْ فِي فُلَانٍ اِسْوَةٌ: (الف مكورو  
مضموم دونوں): فُلَانٌ شخص میرے لئے  
نمونہ ہے۔

الْاَسْيُ: (الف مفتوح اور یاء مقصور)۔  
علاج اور مداوا۔ یہ خون اور دکھ کیلئے بھی  
استعمال ہوتا ہے۔

الْاِسَاءُ: (الف مكورو اور آخری الف  
ممدود)۔ معالج اور طبیب۔ یہ آسی کی جمع  
کا صیغہ جیسے الرِّعَاءُ، الرِّعَاءُ کی جمع کا  
صیغہ ہے۔

اَسْوُثُ الْجُرْحِ: میں نے زخم کا علاج  
کیا۔ اسکا باب عَدَا ہے۔ اور اسم مفعول  
مأسُو ہے اور فاعل کے وزن پر ایسی بھی  
آتا ہے۔

الْاَسْيُ: طبیب۔ اس کی جمع رَام سے  
رُمَاة کی طرح اَسَاءَةٌ ہے۔

اَسْيٌ عَلِيٌّ مُصِيبِيَّةٌ: اس نے ہمدردی کی  
یاد دکھ بنایا۔

اَسْيٌ لَهُ: وہ اس کیلئے دکھی ہوا، ہمدردی کا  
اظہار کیا۔

ا ش ر - الْاَشْرُ: شریپند۔ اس کا باب  
طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل اَشِيرٌ اور اَشْرَانٌ  
ہے۔ فَعْلُومٌ اَشَارِيٌّ: (راء مفتوح) اس  
کی جمع ہے۔ جس طرح سَكْرَانٌ اور اس  
کی جمع سَكَارِيٌّ ہے۔

تَاهِيْرُ الْاَسْنَانِ: دانتوں یا دندانوں کے

اِسْمٌ: دیکھئے بذیل (س م ا)

ا س ن - الْاَسْنُ: سڑاند والا پانی جیسے  
اَجْنُ. اَسْنٌ کا باب ضَرْبٌ ہے۔

اَسْنٌ کا باب طَرِبٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل  
اَسْنٌ ہے۔ یہ اس کا دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔

ا س ا - اَسَاءَةٌ تَأْسِيَّةٌ: اس نے اس کی  
تقریت کی۔

اَسَاهُ بِمَا لَهُ مَوَاسَاةٌ: اس نے مال کے  
ذریعے اس کی دلجوئی کی۔ وَاسَاهُ: اس کا  
ایک کمزور لہجہ ہے۔

الْاَسْوَةٌ: الف مضموم و مكور۔ اس کے دو  
تلفظ ہیں۔ یعنی وہ چیز جس سے کسی غم زدہ  
کی دلجوئی کی جائے۔ اس کی جمع اَسْيُ  
(الف مضموم اور مكور) ہے۔ پھر اس لفظ کو  
صَبْرٌ کے معنوں میں استعمال کیا جانے  
لگا۔

اَتَسَّى بِهِ: اس کی اقتداء کرو۔ محاورہ ہے  
کہ:

وَلَا تَأْتِسْ بِمَنْ لَيْسَ لَكَ  
بِاَسْوَةٍ.

یعنی: "اس شخص کی اقتداء نہ کر جو میرے  
لئے نمونہ یا مثال نہیں ہے۔"

تَأْسَى بِهِ: اس نے اس سے تقریت و  
دلجوئی پائی۔ یعنی اس کو اس سے سکون ملا۔

تَأَسَّوْا: انہوں نے ایک دوسرے کی  
دلجوئی کی۔

کناروں کا تیز کرنا۔

أَشْرَ الخَشْبَةَ بِالْمِثْسَارِ: اس نے آری سے لکڑی کو چیرا۔ لفظ مِثْسَارِ کی مِم کسور اور لفظ ہمزہ ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اش ش - الأَشَاش: (الف مفتوح)

الهِشَاش کی طرح۔ اس کا مطلب خوشی اور راحت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ عَلْقَمَةَ ابْنَ قَيْسٍ كَانَ إِذَا رَأَى مِنْ أَصْحَابِهِ بَعْضَ الْأَشَاشِ وَعَظَّمَهُمْ: یعنی حضرت علقمہ بن قیسؓ جب اپنے ساتھیوں کو قدرے خوش یا ہشاش بشاشی پاتے تو انہیں وعظ کرتے۔

اش ف - الإِشْفَى: ہمزہ کسور اور یاء مقصور۔ اس کی جمع کا صیغہ أَشْفَى بروزن الثانی ہے۔ جوتے گا شفیے والی آر۔

اص د - الأَصِيدُ: کا دوسرا تلفظ یا لہجہ، یعنی صحن، دہلیز۔

أَصَدَّثَ الْبَابَ: (الف ممدود) دوسرا تلفظ أَوْصَدَّثَ الْبَابَ یعنی میں نے دروازہ بند کیا ہے، اسی لئے ابو عمرو نے مُؤَصَّدَةٌ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اص ر - أَصْرُهُ: اس نے اسے روک لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإِصْرُ: (الف کسور) ذمہ داری۔ عہدہ۔ اس کا معنی گناہ اور بوجھ بھی ہے۔

اصطاف: دیکھے بذیل (ص ی ف)

اصطبح: دیکھے بذیل (ص ب ح)

اصطبر: دیکھے بذیل (ص ب ر)

اص ط ب ل - الإِصْطَبَلُ: موشیوں

کے باندھنے کی جگہ۔ ابو عمرو نے کہا کہ

اصطبل عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔

اصطدم: دیکھے بذیل (ص د م)

اصطرخ: دیکھے بذیل (ص خ ر)

اصطف: دیکھے بذیل (ص ف ف)

اصطفق: دیکھے بذیل (ص ف ق)

اصطفی: دیکھے بذیل (ص ف ا)

اصطرح: دیکھے بذیل (ص ل ح)

اصطلى: دیکھے بذیل (ص ل ا)

اصطنع: دیکھے بذیل (ص ن ع)

اص ل - الاصل: مفرد ہے اور اس کی جمع

أَصُولُ ہے۔ اس کا معنی جڑ ہے۔ کہا جاتا

ہے: أَصْلٌ مُوَصَّلٌ: پختہ مضبوط جڑ۔

استأصِله: اس نے ا۔ جڑ سے اکھاڑ دیا

اور لوگوں کا کہنا کہ لا اصل له ولا

فصل کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی

حسب نسب نہیں ہے۔ فصل کا معنی زبان

ہے۔

الأصیل: عمر اور مغرب کے درمیان کا

وقت۔ اس کی جمع کے صیغے أَصْلٌ،

أَصَالٌ اور أَصَائِلٌ ہیں گویا یہ اَصِيلَةٌ

اور أَصَالٌ بروزن بَعِيرٌ: بُعْرَانُ کی

طرح کے جمع کے صیغے ہیں۔

أَصْلٌ: وہ اصل (وقت) میں داخل ہوا۔

جاء مُوصِلاً: وہ اصل کے وقت آیا۔  
رَجُلٌ أَصِيلُ الرَّأْيِ: صائب الرائے آدمی۔

قَدْ أَصَلَ: وہ اصل بن گیا۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔

مَجْدٌ أَصِيلٌ: صاحب اصالت بزرگی۔  
الأَصْلَةُ: (پہلے دونوں حرف مفتوح)

سانپ کی ایک قسم۔ حدیث شریف میں دجال کے بارے میں ذکر ہے: وَتَكَانَ

رَأْسُهُ أَصْلَةً: اس کا سر سانپ کی طرح ہے۔

کے سرخاک کہا جاتا ہے۔

أَفَّةٌ اور تُفَّةٌ بھی کہا جاتا ہے، اور أَفٌّ تَأْفِيفًا بھی۔ جب کوئی أَفٌّ کہے تو اس کی

اصل قول خداوندی: فَالَا تُقْلُ لَهُمَا أَفٌّ ہے، یعنی والدین کو آف تک نہ کہو۔

اس کلمے کے یہ چھ تلفظ یا لہجے ہیں:

(۱) أَفٌّ

(۲) أُفٌّ

(۳) أَفٌّ

(۴) أَفٌّ

(۵) أَفًّا

(۶) أُفٌّ

أَفًّا کو اسی کی اتباع میں تُفًّا بھی کہا گیا ہے۔

ا ف ق - الآفاق: اطراف۔ اس کا واحد أَفْقٌ اور أُفْقٌ ہے۔ جس طرح عُسْرٌ اور

عُسْرٌ ہے۔ رَجُلٌ أَفْقِيٌّ (ہمزہ اور فاء دونوں مفتوح) اطراف عالم میں پھرنے

والے کو کہیں گے۔ بعض لوگ اس کا تلفظ أَفْقِيٌّ بھی کرتے ہیں اور یہ مبنی برقیاس ہے۔

ا ف ک - الإفك: جھوٹ، بہتان۔ أَفْكٌ يَأْفِكُ (مضارع فاء مكسور) اس نے تہمت دھری۔

رَجُلٌ أَفَّاكٌ: سخت جھوٹا شخص۔ اس کا مصدر أَفَّاكٌ (الف مضموم) ہے۔

اضطبع: دیکھئے بذیل (ض ب ع)۔  
اضطجع: دیکھئے بذیل (ض ج ع)۔

اضطرب: دیکھئے بذیل (ض ر ب)۔  
اضطرَّ: دیکھئے بذیل (ض ر ر)۔

اضطرم: دیکھئے بذیل (ض م ر)۔  
اضطغن: دیکھئے بذیل (ض غ ن)۔

اضطمر: دیکھئے بذیل (ض م ر)۔  
اضطم: دیکھئے بذیل (ض م م)۔

اضمحل: دیکھئے بذیل (ض ح ل)۔  
إفْرِنْدٌ: دیکھئے بذیل (ف ر ن د)۔

أَفْرِيْقِيَّةٌ: دیکھئے بذیل (ف ر ق)۔  
ا ف ف: اے أَفًّا اور أَفَّةٌ یعنی 'اس

جاتا ہے یعنی بنیر۔

اقت: دیکھے بذیل (وقت)۔

اک د - التاکید: توکید کا دوسرا لفظ یا

لجج ہے بمعنی پختہ کرنا اور یقینی بنانا۔ قَدْ

اكد الشیء: اس نے بات کو یقینی بنایا۔

وَكَذَّةُ: (واو کے ساتھ) زیادہ فصیح ہے۔

اک ر - الْأَكْرَةُ: (پہلے دو حرف

مفتوح)، یہ اکسار (کاف مشدود) کی جمع

کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی بل جوتنے والا

کسان ہے۔

اک ف - اکاف: اور وکاف،

الحمازُ ووَكَافَةُ: گدھا اور اس کا

پالان۔ اس کی جمع اُكُف ہے۔

قَدْ أَكْفَ الْحِمَارُ وَأَوْكُفَةُ: اس نے

گدھے پر پالان کسا۔

اک ل - اكل الطعام: اس نے کھانا

کھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَا كَلَّأُ:

کھانا۔ الْأَكْلَةُ: (ہمزہ مفتوح) ایک

وقت کا کھانا جس سے انسان سیر ہو جائے۔

الأكلَةُ: (ہمزہ مضموم) ایک نوالہ یا تھمہ

اسے القُرْصَةُ بھی کہتے ہیں۔

الإكلَةُ: کھانا کھانے کی حالت۔

جیسے الجِلْسَةُ اور الرَّكْبَةُ ہے۔

الأكْلُ: کھجور کے درخت کا پھل۔ ہر

خورنی چیز اُكْل ہے۔ ان معنوں میں قول

خداوندی ہے: اُكَلِّهَا دائِم: یعنی وہاں

أَفْكَةٌ: اس نے اسے کسی چیز سے موڑا۔

اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ان معنوں میں

قول خداوندی ہے: أَجِنْتَنَا لِتَأْفِكِنَا

عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا: کیا تو

ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس

راستے سے موڑے جس پر ہم نے اپنے

آباء کو پایا ہے۔

وَأَتَفِكْتِ الْبَلْدَةَ بِأَهْلِهَا: بستی

اپنے پاسیوں سمیت الٹ گئی۔

والمؤتفكات: وہ بستیاں جنہیں اللہ

تعالیٰ نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔

المؤتفكات: ایسی ہواؤں کو بھی کہتے

ہیں جن کے رُخ بدلتے رہتے ہیں۔

المأفُزُ، المأفُزُ: ضعیف عقل اور

ضعیف الرائے شخص۔ قول خداوندی ہے:

يُؤْفِكُ عَنْهُ مِنَ الْفِكِّ: مجاہد نے اس

کی تفسیریوں بیان کی ہے کہ: يُؤْفِنُ عَنْهُ

من أفيق: یعنی اس دین ہدایت سے اسی کو

موڑا جاتا ہے جس کی عقل ماری گئی ہو۔

اف ل - أَفَلْ: غائب ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ

اور جَلَسَ ہے۔

أَفَاحَ: دیکھے بذیل (ق ح ا)۔

أَفْحَوَانَ: دیکھے بذیل (ق ح ا)۔

أَقَطَ - الْأَقِطُ: بروزن الِكْتِفِ: مشہور

نام ہے۔ شاید کسی شعر میں بھی استعمال ہوا

ہے۔ اس کا معنی خشک دودھ ہے جو پکایا

الْأَكِيلُ: وہ شخص جو مجھے کھلائے۔ اس کے لئے لفظ اَكِيل بھی استعمال ہوتا ہے۔  
 قَدْ اِتَّكَلْتُ وَتَاكَلْتُ اَسْنَانُهُ: اس کے دانتوں کو کیرا لگ گیا۔ يَسْتَاكِلُ الضُّعْفَاءُ: وہ غریبوں، مسکینوں اور کمزوروں کے مال چھین کھاتا ہے۔

ال ۱- الَا: آغازِ کلام کے لئے حرف تبيينه مثلاً: اَلَا اِنَّ زَيْدًا خَارِجٌ: یعنی خبردار! جان لو کہ زید باہر جا رہا ہے۔  
 الَا: حرف استثناء ہے۔ پانچ اسباب کے باعث یعنی پانچ موقعاں پر اس حرف کو استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) ایجاب کے بعد؛

(۲) نفی کے بعد؛

(۳) مُفْرَغ؛

(۴) مقدم اور؛

(۵) منقطع۔

استثناء منقطع کے بعد یہ لفظ لکن کے معنوں میں آتا ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے الَا کے ذریعے بیان کیا جائے۔ اگر اعراب میں اسے اور اس کے بعد عبارت کو غیر جنس بنایا جائے اور الَا کے بعد والے اسم کو الَا سے ماقبل والے اسم کا تابع بنایا جائے تو پھر یوں کہیں گے: جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا: یعنی ساری قوم آگئی لیکن زید نہیں آیا۔ اس

(جنت) کے کھانے دائمی ہوں گے۔  
 رَجُلٌ اَكَلَتْهُ بَرْدَانٌ هُمَزَةٌ: بہت زیادہ کھانے والا پیڑا انسان۔ صاحب کتاب نے اسے شرب کے ذیل میں بھی بیان کیا ہے۔

اَكَلَتْهُ اَيْنَاكًا: اس نے اسے کھانا کھلایا۔  
 اَكَلَتْهُ مَوَاكَلَةً: اس نے اس کے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس طرح یہ اَفْعَلٌ اور فَاَعْلٌ کے ہم شکل ہو گئے۔ اسے وَاكَلٌ نہیں کہنا چاہئے۔ (یعنی الف کی بجائے واؤ کے ساتھ)۔ محاورہ ہے کہ اَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ: آگ نے ایندھن کو جلا دیا۔

اَكَلَهَا غَيْرُهَا الْحَطَبَ: کسی اور نے آگ کو ایندھن کھلا دیا۔

الْمَاكِلُ: کمانی۔

الْمَاكَلَةُ: (کاف مفتوح اور مضموم) وہ جگہ جہاں سے کوئی کھائے۔ کہا جاتا ہے کہ اِتَّخَذْتُ فُلَانًا مَّاكَلَةً: میں فلاں کے ہاں سے کھاتا ہوں۔

الْاَكْوَالُ: وہ بکری جو چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دی جائے اور فرہ ہو جائے۔ البتہ الْاَكِيلَةُ کا معنی کھانا یا خوراک ہے۔ کہا جاتا ہے: هِيَ اَكِيلَةُ السَّبْعِ: یعنی یہ درندوں کی خوراک ہے۔ اس پر واو داخل ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ نام کے غلبے یعنی کثرت استعمال کے باعث مفعول ہے۔



موجود ہے۔ سیاہ پہاڑوں نے ہوا کو اس تک پہنچنے سے دور رکھا ہے اور بکھرنے نہیں دیا ہے۔“

گویا یہاں شاعر نے اِلا کو واو عاطفہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

أ ل ت - أَلْتَهُ: اسے کم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ال س - إلیاس: عجمی نام ہے۔

ال ف - الألف: ہزار، اسم عدد ہے، مذکر ہے۔ کہا جاتا ہے: أَلْفٌ وَاحِدٌ: ایک ہزار، أَلْفٌ وَاحِدَةٌ نہیں کہا جاتا۔

هذا الف أقرع: یہ پورا ایک ہزار ہے، اور قرعاً یعنی پوری ایک ہزار نہیں کہا جاتا یعنی مؤنث کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ اگر یوں کہیں: هذا الف اور اس سے مراد ہزار درہم لیں تو یہ جائز ہے۔

اس کی جمع أَلُوفٌ اور آلافت ہے۔

الإلف: (الف مسور) أنس، مانوسیت، محبت و پیار۔

الألیف: پالتو، کہتے ہیں حَنْبِ الإلف الی الإلف: یعنی دل کو دل سے راہ۔

الألیف کی جمع أَلانف ہے جس طرح تَبِيعُ کی جمع تَبایع ہے اور أَلِفٌ کی جمع أَلُوفٌ ہے۔ جیسے کافر کی جمع کُفَّارٌ ہے۔

فُلَانٌ قَدْ أَلِفَ، هذا المَوْضِعُ:

کی مثال قول خداوندی ہے: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" یعنی زمین و آسمان میں اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو فساد پڑ جاتا، یعنی زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

وَكُلَّ أَخٍ مُفَارِقُهُ أَخُوهُ

لَعَمْرُ أَبِيكَ إِلَّا الْفِرْقَدَانِ

”مجھے تیرے باپ کی جان کی قسم کہ دُوب

اکبر کے دو روشن ستارے الفرقدان کے

سوا ہر بھائی اپنے بھائی کو چھوڑ کر رہے گا۔“

گویا شاعر نے یہاں اِلا کو غَیْبُ کے معنوں میں استعمال کیا ہے اگر اِلا کی اصل استثناء ہو تو پھر صفت عارضی ہوتی ہے اور اگر غَیْبُ کی اصل صفت ہو تو بھی استثناء عارضی ہوتی ہے۔

إلا: (واو) کی طرح عاطفہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً: شاعر کا یہ قول:

فَارَى لَهَا دَارًا بِأَعْدَرَةِ أَلْسَدِ

يَدَانِ لَمْ يَذْرُسْ لَهَا زَمِيمٌ

إِلَّا رَمَادًا هَامِدًا ذَقَعَتْ

عِنْدَهُ الرِّيَّاحُ خَوَالِدَ سُحْمٍ

”میں مقام اعدرة السیدان میں محبوبہ

کے گھر کے آثار اس طرح دیکھتا ہوں کہ

ابھی تک اس کے نشان پرانے ہو کر مٹ

نہیں گئے اور چولہے کی بجھی ہوئی راکھ

لِکَذَا بغير واو کے ہے۔

ال ق - تَأَلَّقَ الْبُرُقُ: بجلی چمکی۔ اَتَلَّقَ بھی مستعمل ہے۔

ال ل - الإِلَٰهُ: (الف مکسور) بمعنی اللہ عزوجل۔ یہ لفظ عہد اور قرابت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ال م - الأَلَمُ: دکھ، تکلیف اور درد۔ قَدْ أَلَمَ: اسے دکھ ہوا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

تَأَلَّمَ: وہ دکھی ہوا۔ الإِيْلَامُ: دکھ دینا۔ الإِلِيمُ: دکھ دہ یا تکلیف دہ۔ اس کی مثال: سَمِعَ بِمَعْنَى مُسْتَمِعَ ہے۔

ال ه - أَلَّةٌ، يَأَلُّهُ: الالهة: (دونوں

صیغوں میں لام مفتوح) اس نے پرستش کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں معنوں میں قرآن کی آیت کو: وَيَذَرِكِ الْاهْتِكِ: پڑھا ہے۔ یعنی تیری عبادت۔ وہ فرماتے تھے کہ فرعون کی پرستش ہوتی تھی۔ ہمارا لفظ 'اللہ' اسی سے مشتق ہے، جو اصل میں فعال (بمعنی مفعول) کے وزن پر الاء تھا کیونکہ خدا کی ذات معبود ہے یعنی اس کی پرستش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا لفظ امام ہے جو مؤتم بہ کے معنوں میں ہے۔

إِلَاةٌ: پر جب أَلٌ داخل ہوا تو کثرت استعمال سے تخفیف کے پیش نظر ہمزہ

(الف مکسور)۔ فلاں شخص کا اس جگہ سے دل لگ گیا ہے یعنی وہ اس جگہ کے ساتھ مانوس ہو گیا ہے۔ اس کا مضارع يَأَلِّفُ ہے اور اِلْفًا (الف مکسور) اس کا مصدر ہے۔

أَلْفَةٌ إِسَاءَةٌ غَيْرَةٌ: کسی اور نے اسے مانوس کر لیا۔ أَلَفْتُ الْمَوْضِعَ أَوْلَفُهُ ايسالفا بھی کہتے ہیں، تو گویا اس طرح فعل ماضی میں أَفْعَلٌ اور فاعل کی ایک ہی صورت بن گئی۔ أَلْفَ بَيْنَ الشَّيْئِينَ: اس نے دو چیزوں کو یکجا کر دیا، فَتَأَلَّفَا وَاتَّلَفَا تو وہ یکجا ہو گئیں یا جڑ گئیں۔ کہتے ہیں الف مؤلف یعنی اکٹھا ایک ہزار۔

تَأَلَّفَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ: اس نے اسے اسلام کی طرف راغب کیا۔ اسی سے مؤلفۃ القلوب کی اصطلاح بنی ہے یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو راغب اور مائل کرنا مطلوب ہو۔ قول خداوندی ہے: لِإِيْلَافٍ قَرِيْشٍ إِيْلَافِهِمْ: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے قریش مکہ کی تالیف کے لئے اصحاب الفیل ابرہہ کے لشکر کو ہلاک کیا اور قریش کی تالیف کے لئے سردیوں اور گرمیوں کو آسان بنایا۔ جب ایک سفر سے فارغ ہوں تو دوسرا سفر کریں۔

یہاں قَرِعُوا مِنْ ذَهَبٍ وَخَلُوا فِي ذَهَبٍ: اسی طرح ہے جس طرح ضَرَبْتُهُ لِكَذَا

ہے جو صرف اسی جگہ کے لئے مخصوص ہے، دوسری جگہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اور اس مقصد و معنی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ معوض حرف محذوف ہو جو یہاں حرف فاء ہے۔

سیبویہ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ کی اصل 'لاہا' ہو سکتی ہے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ بعد میں کریں گے۔

إِلَٰهَةٌ: سورج کا ایک نام ہے۔ یہ غیر منصرف ہے اور بغیر الف لام ہے۔ شاید اس کو منصرف بنایا گیا ہو، اور اس پر الف لام داخل کر لیا گیا ہو۔ اور اس طرح اس کو الإِٰلَٰهَةُ بنایا گیا ہو۔ ابوعلی نے مجھے یہ مصرع سنایا:

وَأَعَجَلْنَا الْإِلَٰهَةَ أَنْ تَسْرُبَا  
”ہم نے سورج کو جلدی میں ڈال دیا کہ  
لوٹ آئے۔“

ان معنوں میں غالب کا یہ حسب حال شعر ہے:

”زحید ایم من و تو زما عجب نہ بود  
گر آفتاب سوئے خادراں مگر دانیم“  
اس لفظ پر الف لام کے داخل ہونے اور ساقط ہونے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک مثال نسور اور السنسور کی ہے جو ایک بت کا نام ہے۔ یعنی ان لوگوں نے اس کی تعظیم اور پرستش

حذف ہو گیا۔ اگر یہ حرف عوض ہوتے تو معوض کے ساتھ الإِٰلَٰهہ میں جمع نہ ہوتے۔

اس نام کی عظمت اور فحاشی کے پیش نظر ندا میں ہمزہ کٹ گیا۔ میں نے ابوعلی النخوی کو کہتے سنا ہے کہ الف اور لام معوض

ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ قسم اور ندا میں لام تعریف پر داخل ہونے والی ہمزہ موصولہ کو

قطع کرنا جائز ہے۔ یہ بات لوگوں کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے: اَفَاللّٰهُ

لَتَفْعَلَنَّ اور يَا اللّٰهُ اغْفِرْ لِي: کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر الف لام معوض نہ ہوتے

یہ ندا اور قسم میں برقرار نہ رہتے جیسے کہ غیر عوض اسم سے پہلے برقرار نہیں رہتے۔

انہوں نے کہا کہ لزوم حرف کے لئے غیر عوض ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے

الذی اور التی کے ہمزہ کا قطع کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا غیر عوض ہونا

اس لئے بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ ہمزہ مفتوح ہے اگرچہ موصولہ ہے جس طرح آيْمٌ لِلّٰهِ

اور اَيْمَنَ اللّٰهِ میں جائز نہیں کیونکہ یہ ہمزہ وصل ہے اور مفتوح ہے۔ انہوں نے کہا کہ

یہ بھی جائز نہیں کہ ایسا کثرت استعمال کے باعث ہو کیونکہ اس سے ہمزہ کو اس کے

علاوہ دوسری جگہوں پر بھی قطع کرنا واجب ہو جاتا ہے، ایسا کسی خاص مقصد کے لئے

آیا ہے۔

الْأَلِيَّةُ: قسم، اس کی جمع الایا ہے۔ دُجِی۔

الْأَلِيَّةُ: (الف مفتوح) الْيَسَّةُ الشَّاةِ:

بکری کی دم اور دنبی یا دنبے کی چکی اسے

إِلِيَّةٌ نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع الایا

اور شنیہ أَلْيَانٍ (بغیر تائے تانیہ کے)

ہے۔

ال ی - الی: حرف جڑ ہے۔ یہ حرف

مقصد کے آغاز کو انتہا تک پہنچانے کے

لئے استعمال ہوتا ہے یعنی یوں کہنا کہ:

خَوْرَجْتُ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى مَكَّةَ

إِلَى سے مراد مکہ میں داخل ہونا، وہاں پہنچ

جانا اور داخل نہ ہونا سب جائز ہے۔ کیونکہ

لفظ انتہاء میں آغاز حد اور انتہائے حد

دونوں شامل ہیں۔ البتہ اس حد سے بڑھنا

منع ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ الی کا لفظ عِنْدَ

کے معنوں میں استعمال ہوتا ہو مثلاً: الزود

إِلَى الزُّرُودِ (زود کے ساتھ زود مل کر)

اونٹ ہوتے ہیں۔

زود کا لفظ تین سے لے کر تیس تک کے

عدد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اہل کی

اصطلاح کا اطلاق زود کے ساتھ زود اُونْثَ

ملا کر اونٹوں کے گلے پر ہوتا ہے۔ قول

خداوندی ہے: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ

إِلَى أَمْوَالِكُمْ: ”تیسوں کی جائداد کو اپنی

جائداد کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔“ دوسرا

و عبادت کے پیش نظر اس کا نام إِلَهَةٌ رکھ

دیا۔ بتوں کا نام الْآلِهَةُ اس لئے رکھا گیا

کہ مشرکین کا یہ اعتقاد تھا کہ بت عبادت و

پرستش کے لائق اور حقدار ہیں۔ اور ان

بتوں کے نام مشرکین کے اعتقاد کی

متابعت میں رکھے گئے تھے گویا بتوں کے

نام مشرکین کے اعتقادات کا منظر تھے ورنہ

خود بتوں میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

التالیہ: عبادت و پرستش کرنا۔

التَّالِيَةُ: عبادت گزار ہونا اور رسوم عبادت

کا پابند ہونا۔

إِلَّةٌ: وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کا باب

طَرِبَ ہے اور اس کی اصل وَلِيَّةٌ يُؤَلِّهُ

وَلَهَا ہے۔

ال ا - آلا: اس کا باب عَدَا ہے اور معنی: وہ

قاصر ہوا۔ فُلَانٌ لَا (يَسْأَلُوكَ)

نُصْحًا: فلاں شخص نے تیری خیر خواہی

میں کوتاہی کی۔ اس کا اسم فاعل آل ہے۔

الآلاء: نعمتیں، واحد کا صیغہ إِلَى (لام

مفتوح) ہے۔ لام کو کسور بھی پڑھا جاتا

ہے۔ اسے معنی (امعاء) کی طرح یاء

کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

آلَى، يُؤَلِّى إِيْلَاءً: قسم کھانا۔

تَالَى اور أْتَلَى کا بھی یہی معنی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَلَا يَأْتَلِ

أَوْ لَوْ أَلْفُضِلْ مِنْكُمْ: میں بھی یہی لفظ

قول خداوندی: مَنْ أَنْصَارِي إِلَيَّ اللَّهُ: اور اِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ: دونوں جگہ الی مع کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الیاس: دیکھئے بذیل ال سر۔

امان و امانی: دیکھئے بذیل م ن ا۔

ام ت - الْأُمْتُ: بلند جگہ۔ ابو عمرو نے اس کا معنی چھوٹے چھوٹے ٹیلے بتایا ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْرِي فِيهَا عِوَضًا وَلَا آقَاتًا: تمہیں اس میں کوئی موڑ اور ٹیلہ نظر نہیں آئے گا یعنی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔

ام د - الْأَمْدُ: پہلے دو حرف مفتوح بمعنی انتہاء، دوران۔

ام ر: کہا جاتا ہے کہ أَمْرُ فُلَانٍ مُسْتَقِيمٌ وَأَمْرُهُ مُسْتَقِيمَةٌ: یعنی فُلَانٍ شخص کا معاملہ یا معاملات درست ہیں۔ اس کو جمع أَوَامِرُ ہے۔

أَمْرُهُ کے معنی کَثْرَةُ بھی ہیں۔ یعنی اس نے اسے بہت دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہی معنی اس حدیث میں ہے: خَيْرُ الْمَالِ مَهْرَةٌ (مَامُورَةٌ) أَسْكَةٌ مَابُورَةٌ: یعنی بہترین مال زیادہ بچے دینے والی پچھری ہے یا بار آور کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا راستہ ہے۔

أَمْرَةٌ: کا معنی بھی اس نے اسے بہت دیا ہے۔

أَمْرٌ: زیادہ ہوا یا بڑھا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، لہذا یہ عَلِمَ اور أَعْلَمْتُهُ کی نظیر بن گیا۔ یعقوب کا کہنا ہے کہ: ابو عبیدہ کے بغیر کسی نے بھی أَمْرُهُ کو کَثْرَةُ کے معنوں میں نہیں سمجھا یا کہا (یعنی ثلاثی باب میں أَمْرُهُ کو کَثْرَةُ کے معنوں میں استعمال نہیں کیا)۔ بلکہ اسے ان معنوں میں رباعی فعل قرار دیا ہے حتیٰ کہ انھس نے کہا کہ مَامُورَةٌ ازدواج کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کی اصل مُخْرَجَةٌ کی طرح مُؤَمَّرَةٌ ہے۔ اسی طرح عورتوں سے شادی کے معاملے میں کہا کہ: إِزْجَعْنَ مَازُورَاتٍ غَيْرَ مَاجُورَاتٍ: ازدواج سے مقصود عورتوں کا خانہ دار عورتوں کی طرح رہنا ہونا چاہئے نہ کہ اجرت پر ازدواجی تعلق قائم ہونا چاہئے۔ مَازُورَاتٍ کی اصل مَوْزُورَاتٍ ہے۔ اور یہ لفظ وزر سے مشتق ہے۔ قول خداوندی ہے: أَمْرُنَا مُتْرَفِيهَا: یعنی ہم نے انہیں اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا تو انہوں نے نافرمانی کی۔ ہو سکتا ہے اس لفظ کی اصل الإِمَارَةُ ہو۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اصول لغت و تفسیر میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ أَمْرُنَا بطور مخفف اور فعل متعدی ان معنوں میں آیا ہو کہ اس کا مطلب اس نے ان کو امیر بنا

قول خداوندی: مَنْ أَنْصَارِي إِلَيَّ اللَّهُ: اور اِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ: دونوں جگہ الی مع کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الیاس: دیکھئے بذیل ال سر۔

امان و امانی: دیکھئے بذیل م ن ا۔

ام ت - الْأُمْتُ: بلند جگہ۔ ابو عمرو نے اس کا معنی چھوٹے چھوٹے ٹیلے بتایا ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْرِي فِيهَا عِوَضًا وَلَا آقَاتًا: تمہیں اس میں کوئی موڑ اور ٹیلہ نظر نہیں آئے گا یعنی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔

ام د - الْأَمْدُ: پہلے دو حرف مفتوح بمعنی انتہاء، دوران۔

ام ر: کہا جاتا ہے کہ أَمْرُ فُلَانٍ مُسْتَقِيمٌ وَأَمْرُهُ مُسْتَقِيمَةٌ: یعنی فُلَانٍ شخص کا معاملہ یا معاملات درست ہیں۔ اس کو جمع أَوَامِرُ ہے۔

أَمْرُهُ کے معنی کَثْرَةُ بھی ہیں۔ یعنی اس نے اسے بہت دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہی معنی اس حدیث میں ہے: خَيْرُ الْمَالِ مَهْرَةٌ (مَامُورَةٌ) أَسْكَةٌ مَابُورَةٌ: یعنی بہترین مال زیادہ بچے دینے والی پچھری ہے یا بار آور کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا راستہ ہے۔

أَمْرَةٌ: کا معنی بھی اس نے اسے بہت دیا ہے۔

بَسِينُكُمْ بِمَعْرُوفٍ: کا مطلب تم نیکی کے کاموں میں باہم مشورہ کیا کرو۔ اور الْأَمَارَةُ، الْأَمَارَاتُ (دونوں مفتوح) کا معنی علامت اور وقت ہے۔

۱ م س۔ اَمْسِ: التقاء ساکین کے پیش نظر آخری حرف کو متحرک کر دیا گیا۔ بعض عرب اسے منیٰ برکسرہ اسم معرفہ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض عرب معرب اسم معرفہ بتاتے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے تمام عرب اسے معرب اسم نکرہ مضاف اور معرفہ بالآم قرار دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: كَلَّ غَدِي صَانِرٌ اَمْسَا: یعنی ہر آنے والا کل گزشتہ کل میں بدل جانے والا ہے۔ اور مَضَى اَمْسْنَا: ہمارا کل گزر گیا۔ نیز ذَهَبَ اَلْاُمْسُ الْمَبَارِكُ: کل کا مبارک دن گزر گیا۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ ضرورت شعری کے تحت: مُذِ اَمْسِ (س مفتوح) استعمال ہوا ہے۔

غَدَى، الْبَارِحَةُ، كَيْفَ، اَيْنَ، مَتَى، اَي، مَا اور عِنْدَ: اسمائے مشہورہ یعنی اعلام اور جمعہ کے علاوہ ہفتے کے دنوں کے ناموں کی طرح ہی اَمْسِ کا بھی اسم تفسیر نہیں بن سکتا۔

امسلة: دیکھئے بذیل س ی ل۔

امضحل: دیکھئے بذیل ض ح ل۔

۱ م ل۔ اَلْاَمَلُ: امید، توقع۔ کہا جاتا ہے:

دیا ہو۔

الْاَمْرُ: اَصْرٌ شَدِيدٌ كِي طَرَحٍ هَي (یعنی سخت بوجھ) اور اس کا معنی عجب یا عجیب بھی کہا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِمْرًا: یعنی تو (حضرت حضرت) نے عجیب حرکت کی ہے۔

الْاَمِيرُ: صَاحِبُ اَمْرٍ، حَكْمَرَان۔

اَمْرٌ يَأْمُرُ: (ميم مضموم) اَمْرَةٌ (الف مسور) اس کا اسم فاعل اَمِيرٌ اور مَوْثٌ کا صیغہ علامت تانیث لگ کر اَمِيرَةٌ بن گیا۔ اَمْرٌ يَأْمُرُ (ميم مضموم) اِمَارَةٌ (الف مسور) کا معنی و مطلب بھی یہی ہے۔

اَمْرَةٌ تَأْمِيرًا: اس نے اسے امیر بنا دیا۔ اور تَأْمَرٌ عَلَيْهِم: وہ ان کا امیر بن بیٹھایا ان پر مسلط ہو گیا۔

اَمْرَةٌ فِي كَذَا (مُو اَمْرَةٌ): اس نے فلاں معاملے میں اس سے مشورہ کیا، یا اسے مشورہ دیا۔ لوگ عامی لہجے میں اَمْرَةٌ كِي بَجَائِ وَ اَمْرَةٌ کہتے ہیں۔

اِنْتَمِرُ الْاَمْرُ: اس نے حکم نافذ کیا۔

اِنْتَمِرُوا بِيہ: اس کا اہتمام کرو، یا اسے اہمیت دو اور باہم مشورہ کرو۔

اِلْتِمَارٌ اور اِلْتِمَارٌ: مشورہ کرنا، اسی طرح التَّامُرُ بروزن تفاعل ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: وَ اَتَمِرُوا

الْمَجْرَّةُ، أُمُّ الطَّرِيقِ مَعْظَمُهُ أَوَّامٌ  
الدِّمَاغُ الْجِلْدَةُ الَّتِي تَجْمَعُ  
الدِّمَاغُ: یعنی قوم کا رئیس (سرور) ان  
کی ماں ہوتا ہے۔ ستاروں کی ماں کہکشاں  
ہے۔ راستے کی ماں اس کا بڑا حصہ ہے۔  
اور دماغ کی ماں کھال ہے جو دماغ کو اکٹھا  
جوڑے رکھتی ہے۔ اُمُّ الرَّاسِ بھی کہا جاتا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ أُمَّ  
الْكِتَابِ: محکمات آیتیں ہی کتاب اللہ کی  
اصل ہیں۔ اس مفہوم کے لئے کسی نے بھی  
ام کی جگہ اُمہات نہیں کہا کیونکہ یہ کہنا  
بطور حکایت و محاورہ ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ:  
لَيْسَ لِي مُعِينٌ یعنی میرا کوئی مددگار نہیں  
تو آپ کہیں کہ نَحْنُ مُعِينُكَ: ہم  
تمہارے مددگار ہیں۔ گویا آپ نے یہ  
بات حکایت یا محاورہ کہی۔ اسی طرح قول  
خداوندی ہے: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ  
إِمَامًا: اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔  
الْأُمَّةُ: جماعت۔ انھن نے کہا کہ یہ کلمہ  
لفظاً تو واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع  
ہے۔ حیوانات کی ہر جنس کو ان کی اُمۃ کہہ  
سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: تَوْلَا  
أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةً مِّنَ الْأَصْمِ  
لَأَمْرًا بَقْتَلِيهَا: یعنی اگر کتے دوسرے  
(حیوانات کی) امتوں کی طرح ایک امت  
نہ ہوتے تو میں انہیں مار ڈالنے کا حکم دیتا۔

أَمَلٌ خَيْرُهُ يَأْمَلُ (مِيم مضموم) أَمَلًا  
(ابتدائی و حرف مفتوح): اس نے بھلائی  
کی امید رکھی۔

أَمَلُهُ تَأْمِيلًا: اس نے اسے امید دلائی۔  
تَأْمَلُ: اس نے غور و فکر یا سوچ بچار کیا۔

ا م م - اُمُّ الشَّمْسِ: کسی چیز کی اصل۔  
مَكَّةُ اُمُّ الْقُرَى: مکہ بستیوں کی اصل  
ہے۔

الْأُمُّ: ماں۔ اس کی جمع اُمَّات ہے۔ اُمُّ کی  
اصل اُمَّهَةٌ ہے۔ اسی کے باعث اس کی جمع  
اُمَّهَات بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
اُمَّهَاتُ تَوَاسُنُونَ کے لئے استعمال ہوتا  
ہے۔ اور الْأُمَّاتُ مَوَالِيہِیوں اور جانوروں  
کیلئے۔ کہتے ہیں: مَا كُنْتُ أُمًّا وَلَقَدْ  
أَمَمْتُ: (الف مفتوح) تو ماں تو نہ تھی  
لیکن بن گئی ہے۔ اس کا باب رَدُّ يُوَدُّ  
ہے۔

أُمُومَةٌ: مامتا۔ الْأُمُّ کا اسم تصغیر اُمِّيَّةٌ  
ہے۔ کہا جاتا ہے: يَأْمَلُ لَا تَفْعَلِي  
وَيَا أَبْتَ اِفْعَلْ: یعنی اے میری ماں ایسا  
نہ کر، اور اے میرے باپ کر لے۔ ان  
کلمات میں علامت نساء گویا اضافت کا  
عوض اور بدل بناتے ہیں اور تانیث کی قرۃ پر  
وقف کرتے ہیں۔ بول چال میں یہ عام  
محاورے ہیں۔

رَأَيْسُ الْقَوْمِ أُمُّهُمْ، أُمُّ النَّجُومِ

يَوْمُ اس کا مفارغ ہے۔ اس کا باب ردّ  
يَرُدُّ ہے۔

إِمَامَةٌ: امامت کرنا۔ اَمَمَ بِهِ: اس نے  
اقتداء کی۔

الإِمَامُ: زمین یا راستے کا ملاحظہ یا رقبہ۔  
قول خداوندی ہے: وَإِنَّهُمْ لَبِإِمَامٍ  
مُّبِينٍ: یہ دونوں شہر کھلے راستے پر واقع  
تھے۔

الإِمَامُ: وہ شخص جس کی اقتداء کی جائے۔  
اس کی جمع ائمة ہے۔ قرآنی آیت یوں  
پڑھی گئی ہے:

فَقَاتِلُوا أَلِمَّةَ الْكُفْرِ: کفر کے سرخوں  
کو قتل کرو۔

أَلِمَّةَ الْكُفْرِ: میں ائمة میں دو ہمزہ  
ہیں۔

أَمَامَةٌ: اس کے سامنے، قول خداوندی  
ہے: وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ  
مُّبِينٍ: میں حضرت حسن نے 'امام مبین'  
کو کتاب مبین کہا ہے۔

تَأَمَّمَ: ماں بنانا۔

أَمٌ: (میم خفیف) جملہ استفہامیہ میں حرف  
عطف بمعنی یا ہے۔ یہ دو طرح سے استعمال  
ہوتا ہے۔ ایک ہمزہ استفہام کے ساتھ  
معادلہ کے لئے بمعنی کون ہے اور دوسرا

استعمال ہل یعنی بلکہ کے معنوں میں ہوتا  
ہے۔ اور یہ سارے معانی اس کی اصل میں

الْأُمَّةُ: طریق کار اور دین۔ کہا جاتا ہے  
کہ:

فَلَا تَلَا أُمَّةَ لَهُ وَلَا يَحِلُّةٌ: یعنی فلاں  
شخص کا کوئی دین و ایمان نہیں ہے۔

قول خداوندی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ:  
تم بہترین امت ہو۔ انفس نے کہا کہ  
حدیث میں مذکور لفظ ائمة سے مراد امت  
کے لوگ ہیں یعنی تم بہترین امت دین ہو۔

الْأُمَّةُ: کا معنی وقت بھی ہے۔

قول خداوندی ہے: وَادْكُرْ بَعْدَ أُمَّةٍ:  
اور اسے کچھ وقت یا مدت کے بعد یاد آیا یہ

دوسرا قول خداوندی ہے: وَلِلنَّاسِ آخِرُنَا  
عَنْهُمْ الْعَذَابُ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ:  
یعنی اگر ہم ان پر سے عذاب کو ایک معین  
مدت تک کے لئے مؤخر کر دیں۔

الْأَمُّ: (الف مفتوح) قصد اور ارادہ۔  
چنانچہ کہا جاتا ہے: أُمَّةٌ اس کا باب ردّ  
ہے۔

أُمَّةٌ تَأْمِيماً اور تَأَمُّمَةً کے معنی ہوں  
گے: اس نے قصد کیا۔

أُمَّةٌ: کا معنی: اس نے اسے زخمی کر دیا (یا  
سز پھوڑ دیا) بھی ہے۔ اور دماغ کے  
درمیان صرف ایک ہلکی سی جھلی باقی رہ گئی  
ہو۔

أَمُّ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ: اس نے نماز  
میں جماعت کی امامت کی۔



لفظ قول خداوندی: أَمْنَةٌ نَعَاسًا: میں آیا ہے۔ نَعَاسٌ بمعنی اونگھ۔ الْأَمْنَةُ اسے بھی کہتے ہیں جو ہر شخص پر اعتماد کرے اسی طرح الْأَمْنَةُ بَرُوزَانِ الْهَمْزَةُ ہے۔ أَمْنَةٌ عَلِيٌّ كَذًا: اس نے اسے اس شرط پر امان دی۔ اَتْمَنَهُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: مَا لَكَ تَأَمَّنَا عَلِيٌّ يُوَسِّفُ: یہاں تَأَمَّنَا کو اذعام اور اظہار کے مابین پڑھا گیا ہے۔ انخس کا کہنا ہے کہ یہاں اذعام زیادہ بہتر ہے۔ یہ کہتے ہیں اَتْمَنَ فُلَانٌ میں اسے فعل مجہول سمجھا گیا ہے۔ اگر اسے مبتدا بنائیں تو دوسری ہمزہ واؤ بن جاتی ہے۔ اور یہ سب صیغے اصل میں ہیں۔ اِسْتَأْمَنَ عَلَيْهِ: اس نے امان طلب کی یا اس کی امان میں آیا۔ قول خداوندی ہے: هَذَا الْبَلَدِ الْاِمِينِ: اس امن والے شہر کی قوم۔ انخس نے کہا کہ اس سے مراد بَلَدٌ اِمِينٌ ہے۔ یعنی امن والا شہر۔ انہوں نے کہا کہ دعا میں الْاِمِينِ اور الْمَأْمُونِ کے کلمات مدّ اور قصر دونوں طرح کہے گئے ہیں۔ البتہ میم کو مشدّد کرنا غلط ہے۔ ان کلمات کے معنی ہیں: ایسا ہی ہو۔ یہ کلمہ جہنی پر فتح ہے جس طرح اَيْنٌ اور كَيْفٌ ہے۔ یہ اس لئے تاکہ اجتماع ساکنین نہ ہوں، یعنی دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ اسی مادے سے اَمْنٌ تَأْمِينًا بھی

موجود ہیں۔

ا م ن - الْأَمَانُ: اور الْأَمَانَةُ: ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

قَدْ اَمِنَ: وہ بچ رہا۔ اس کا باب فَهَمٌ اور سَلِمَ ہے۔ اور مصدر وَاَمَانًا اور اَمَانَةً ہے۔

(دونوں جگہ ہمزہ مفتوح) اور اس کا اسم فاعل اَمِينٌ ہے۔

اَمْنَةٌ غَيْرُهُ: (امن اور امان سے مشتق ہے) یعنی اسے کسی دوسرے نے امان دی۔

الْاِيْمَانُ: تصدیق کرنا۔ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں الْمُؤْمِنُ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان پر ظلم کرنے سے امان دی ہے۔

اَمْنٌ کی اصل اَمِنٌ ہے جس میں دو ہمزہ ہیں۔ دوسری ہمزہ کو لٹین کر کے الف بنا دیا گیا ہے۔ اسی سے الْمُهِمِنُ کا لفظ بھی مشتق ہے جو اصل مُؤَامِنٌ تھا۔ دوسری ہمزہ کو لٹین کر دیا گیا اور کراہت کے سبب اس کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا کہ دو ہمزہ اکٹھے آئے تھے۔ اور پہلی ہمزہ کو ہاء میں تبدیل کر دیا گیا جیسے لوگوں نے اَرَاقِ الْمَاءِ کو هَرَاقِ پڑھا ہے۔

الْاَمْنُ: خوف کی ضد اور الْأَمْنَةُ بمعنی امن و امان، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہی

ہے بمعنی اس نے امان دی۔

۱ م ۵- الأمانة: ببول چوک۔ أمة کا باب

طرب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے

آیت: **وَأَذْكُرْ بَعْدَ أَمِهِ** پڑھا ہے۔

بجائے أمة کے، البتہ امام زہری کی حدیث

میں جو أمة آیا ہے، اس کے معنی اَقْرُو اور

اعترَف ہے۔ یعنی اس نے اقرار کیا اور

اعتراف کیا۔ یہ غیر معروف اور غیر معروف

لغت یا لہجہ و تلفظ ہے۔

الأمانة: اس کی اصل اُم ہے جس کی جمع

أُمَمَات اور أُمَمَات ہے۔

۱ م ۱- الأمانة نخوة کی ضد یعنی باندی یا

لوٹری۔ اس کی جمع اِمَاء، اُم بروزن عام

اور اِمَوَان بروزن اخوات ہے۔ یہ لفظ

أُمُوت یعنی غلامی کے معنی پر دلالت کرتا

ہے۔ اِمَا (الف مکسور، میم مشدّد) حرف

عطف ہے بمعنی اَوْ یعنی یا۔ یہ لفظ اَوْ کے

تمام احکام میں اس کے برابر ہے سوائے

ایک صورت کے اور وہ یہ کہ آپ اَوْ کہہ کر

بات یقین کے ساتھ شروع کرتے ہیں اور

پھر اس کے بعد شک لاحق ہوتا ہے۔ لیکن

اِمَا کہہ کر تو آپ بات شروع ہی شک سے

کرتے ہیں، البتہ اِمَا کے ساتھ کلام شروع

کرنے میں اِمَا کو دہرانا ضروری ہوتا ہے

مثلاً: آپ یوں کہتے ہیں: جَاءَنِي اِمَا

زَيْدٌ وَاِمَا عَمْرُوٌّ: رہی بات کہ لوگ اِمَا

کو بطور جزا استعمال کرتے ہیں مثلاً اِمَا

تَاتَيْنِي اَكْرِمُكَ تو یہاں اِمَا دراصل اِنْ

حرف شرط اور مَازاند ہے۔ یعنی اگر تم

میرے پاس آؤ گے تو میں تمہارا اکرام

کروں گا۔ قول خداوندی ہے: اِمَا تَرِيْنَ

مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا: یعنی اگر تجھے کوئی

انسان (بشر) نظر آئے۔ اس میں اِمَا شرط

وجزا کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

اِمَا (الف مفتوح) افتتاح کلام کے لئے

آتا ہے۔ اس کے جواب میں لازماً 'ف'

آتا ہے مثلاً: اِمَا عبد الله فَقَاتِمٌ: یعنی

رہا عبد الله تو وہ کھڑا ہے۔ گویا آپ نے یہ

کہا کہ چاہے اور کچھ بھی ہو لیکن جہاں تک

عبد الله کا تعلق ہے تو وہ کھڑا ہے۔

اِمَا: (بغیر تشدید میم تخفیف کے ساتھ)

تحقیق کلام کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: یہ کہنا

کہ: اِمَا اِنْ زَيْدًا عَاقِلٌ: تو اس سے

مراد یہ ہے کہ زید حقیقت میں یعنی سچ سچ

عاقل ہے۔ بطور مجاز نہیں۔

ان ت رَجُلٌ مَانُوْتُ مَجْسُوْدٌ فَخَصَّ اِمَا

انسان جس سے حسد کیا جاتا ہو۔

اُنْتَهُ: اس نے اس سے حسد کیا۔ اس کا

باب اَنْتَ يَالْتِ ہے۔

اِذَا اَنْ: جب وہ کرا ہے۔

اِنْ ت مَوْنُوْتُ ہونا۔ اُنْفٰی کی جمع اِنَات

ہے۔ اور اُنْتُ (پہلے دو حرف مضموم) بھی

سے دیکھا، یاد رکھا، یاد رکھا۔  
 أَنَسَ مِنْهُ رُشْدًا: اس نے اس میں  
 بلوغت کے آثار پائے۔  
 أَنَسَ الصَّوْتُ: اس نے آواز پہچان  
 لی۔

الإِنْسَانُ: مانوس کرنا۔ یہ ایجاش  
 کی ضد ہے جس کا مطلب کسی کو وحشت  
 دلانا یا اپنے سے دور کرنا ہے۔ اسی طرح  
 التَّائِبُ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ عرب  
 جمعرات کو مُؤْنَسَ کہا کرتے تھے۔  
 يُؤْنَسُ: (نون مفتوح وکسور و مضموم تینوں  
 حرکات کے ساتھ) کسی شخص کا نام۔ اس  
 میں ہمزہ کی آواز بھی موجود بتائی گئی ہے۔  
 الأَنَسُ: (پہلے دو حرف مفتوح) الإنس  
 کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔

الأَنَسُ: بھی وحشت کی ضد ہے اور یہ  
 أَنَسَ کا مصدر ہے۔ اس کا باب طَرَبُ  
 ہے۔  
 أَنَسَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) بھی اس لفظ  
 کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔

أَنَسَ بِهِ أُنْسًا: (الف مضموم) اسے اس  
 کے ساتھ اُنس ہو گیا۔

ان ف- الأَنَفُ: اس کی جمع أُنْفُ،  
 أَنَافٌ، أُنُوفٌ اور أُنْفٌ ہے۔ بمعنی ناک  
 اور ہر چیز کا آغاز۔

رَوْضَةُ أُنْفٍ: (پہلے دو حرف مضموم) ایسی

بنائی گئی ہے۔ گویا یہ اِنَاث کی جمع ہے۔  
 الأُنثِيَانِ: دو بھیے یا دو کان بھی۔  
 ان س- الإنْسُ: آدمی، بشر۔ اس کا واحد  
 إِنْسِيٌّ (الف کسور اور نون ساکن) اس کا  
 ایک تلفظ أَنَسِيٌّ (پہلے دو حرف مفتوح)  
 بھی ہے جس کی جمع أَنَسِيٌّ ہے۔ قول  
 خداوندی ہے: وَأَنَاسِيٌّ كَثِيرًا: یعنی اور  
 بہت سے لوگ۔ صَيَارِفَةٌ اور صَيَاغِلَةٌ کی  
 طرح (بمعنی انسانیت) عورت کے لئے  
 بھی لفظ انسان ہی کہا جاتا ہے۔ اسے  
 الأَنَابِيَّةُ إِنْسَانَةً (صیغہ مؤنث کے طور  
 پر) نہیں کہا جاتا۔

إِنْسَانُ الْعَيْنِ: وہ شکل جو آنکھ کی پتلی میں  
 نظر آتی ہے۔ اس کی جمع أَنَاسِيٌّ بھی ہے۔  
 إِنْسَانُ: اسم تصغیر إِنْسَانٍ ہے۔ حضرت  
 ابن عباسؓ کا قول ہے کہ انسان کو اس لئے  
 انسان کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے ذمے  
 ایک کام لگایا گیا تھا تو وہ اسے بھول گیا۔  
 الأَنَاسُ: (الف مضموم) النَّاسُ کا ایک  
 دوسرا لہجہ ہے اور یہی اس کی اصل ہے۔

إِسْتَأْنَسَ بِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص کے  
 ساتھ مانوس ہوا۔ تَأْنَسَ بِهِ کا مطلب  
 بھی یہی ہے۔ الأَنِيسُ: اُنس کرنے والا  
 دوست۔ ہر وہ چیز جس سے اُنس ہو اور گھر  
 کی ہر چیز۔ أَنِيسٌ: زیادہ تیز۔

أَنَسَةُ: (الف ممدود) اس نے اسے غور

انجام دیا یا کام میں خوبصورتی پیدا کی۔  
ان ک- الآنک: سبب (پگھلا ہوا)  
حدیث شریف میں ہے: مَنْ اسْتَمَعَ  
الْمِ قَيْنَةَ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكَ:  
جس کسی نے کسی گانے والی لونڈی کے  
گانے کو سنا تو اس کے دونوں کانوں میں  
سیسہ ڈالا جائے گا۔

أَفْعُلُ بھی جمع کے اوزان میں سے ایک  
وزن ہے۔ اس وزن پر آنک اور أشد  
کے سوا اور کوئی واحد نہیں آتا۔

ان ن- أَنْ الرَّجُلُ مِنَ الْوَجْعِ: (لِشْنُ  
أَيْنَا اور أَنَا نَالْفِ مضموم) آدمی درد کے  
مارے کڑاہ رہا ہے یا کڑا ہوا۔

إِنْ اور أَنْ دو حرف ہیں جو اپنے بعد آنے  
والے اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع۔

إِنْ: (الف مسور) خبر میں تاکید کے معنی  
پیدا کرتا ہے اور أَنْ (الف مفتوح) اور اس  
کے بعد والی حرف مصدر کی تادیل و تشریح  
کرتا ہے۔ ان حرفوں کو بعض اوقات خفیف  
یعنی بغیر تشدید کے بھی استعمال کیا جاتا  
ہے۔ خفیف ہونے کی صورت میں آپ چاہیں

تو اسے عامل بنائیں یعنی نصب کا عمل  
کرے اور آپ چاہیں تو اسے عامل نہ  
بنائیں یعنی نصب دینے کا عمل نہ کرے۔

بعض اوقات أَنْ پر کاف تشبیہ کا اضافہ  
کیا جاتا ہے مثلاً: كَانَهُ شَمْسٌ اور کبھی

چراگاہ جہاں ابھی تک کسی نے موٹی نہ  
چرائے ہوں گویا اسے اب پہلی بار چرایا  
چارہا ہو۔

أُسْتُوْنَفَ رَقِيْهَآ: اسے از سر نو چرایا گیا۔  
أَيْفَ مِنَ الشَّيْءِ: کسی کام یا بات سے  
ناک بھوں چڑھانا۔ اظہار نفرت کرنا۔  
اس کا باب طَرَبَ ہے۔ أَنْفَةً (پہلے دو  
حرف مفتوح) کا مطلب بھی ناک بھوں  
چڑھانا، عار سمجھنا ہے۔

أَيْفَ الْبَعِيْرُ: اونٹ کے ناک میں تکلیف  
ہوگئی۔ اس کی مثال تَعَبَ ہے۔ أَيْفَ  
بروزن تَعَبَ از تَعَبَ: ناک کی تکلیف

والا۔ حدیث شریف میں ہے: الْمُؤْمِنُ

كَالْجَمَلِ إِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَإِنْ أُيْنِخَ  
عَلَى صَخُوْرَةٍ اسْتَنَخَ: مومن کی مثال

اونٹ کی سی ہے کہ جب اسے باندھا جائے  
تو فرماں بردار بن جائے اور کسی ٹیلے پر  
بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے۔ اور وہ اس  
تکلیف کے باعث مطیع اور مقاد ہوتا ہے۔

الاستئناف اور ائتساف: ابتداء، و آغاز  
ہوتا۔

أَيْفًا اور سَالَفًا: تھوڑی دیر پہلے (ابھی  
ابھی) اور کچھ دیر پہلے۔

ان ق- شَيْءٌ أَيْبِقُ: خوبصورت و پسندیدہ  
چیز۔

تَأْتَقُ فِي الْأُمْرِ: کام حسن و خوبی سے سر

اَنْ زَيْدٌ خَارِجٌ: مجھے معلوم ہوا کہ زید باہر گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنُودُوا اَنْ تِلْكُمْ الْجَنَّةُ اُورِثْتُمُوَهَا: یہاں اَنْ نے کوئی عمل نہیں کیا، البتہ اِنْ (الف مکسور) حرف شرط ہے۔ اس کے واقع ہونے سے جزا واقع ہوتی ہے، مثلاً: اِنْ تَأْتِنِي آتِكْ اور اِنْ جَسْتِنِي اُكْرَمْتِكْ: یعنی اگر تو آیا تو میں آؤں گا۔ اور اگر تو آیا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور نئی کی صورت میں یہ 'ما' تانیہ کے معنی دیتا ہے مثلاً: قول خداوندی: اِنْ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِىْ غُرُوْرٍ: یعنی کافر نہیں ہے مگر دھوکے میں: شاید 'ما' اور اِنْ دونوں کو تاکید کے معنوں کے لئے اکٹھا کیا جاسکتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ قول:

مَا اِنْ رَاَيْنَا مَلِكًا اَغَارَا  
”ماند یدم شے غارت کرد“

ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ نے غارت گری کی ہو۔ اِنْ کبھی جواب قسم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً: وَاللّٰه، اِنْ فَعَلْتُ: خدا کی قسم جو میں یہ کام کروں، البتہ ابن قیس الرضیات کا یہ قول:

وَيَقْلُنْ شَيْبٌ قَدْ عَلَا  
بَكَ وَقَدْ كَبِرْتُ فَقُلْتُ اِنَّهُ

”وہ کہتی ہیں کہ تجھ پر بڑھا پاطاری ہو گیا ہے اور تو بوڑھا ہو گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ بات تو ہے، یعنی جو کچھ وہ کہتی

سکان میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون ساکن کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا کچھ عمل نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ لوگ ایسی حالت میں بھی اسے عامل بناتے ہیں۔

اِنْسِي اور اِنْسِي دُونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور اسی طرح كَسَانِي اور كَأَنْسِي نیز الْكِنْسِي اور لَكِنْسِي ہے کیونکہ کثرت استعمال کے باعث نون کو دو بار بولنا ثقیل سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یاء کے ساتھ والے نون کو حذف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح لعلی اور لعلنی ہے جس میں نون کو قریب ہونے کے باعث حذف کرتے ہیں۔

اگر اِنْ پر مَآ کا اضافہ کیا جائے تو اس سے تعین کے معنی پیدا ہوتے ہیں مثلاً: قول خداوندی: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ:

زکوٰۃ صرف فقراء کا حق ہے۔ کیونکہ لفظ اِنَّمَا حکم کے اثبات کو واجب قرار دیتا ہے اور اثبات کے علاوہ باقی کی نفی کرتا ہے۔ فعل مستقبل کے ساتھ 'اَنْ' کا استعمال اسے مصدر بنا دیتا ہے۔ اَنْ بعد والے فعل کو نصب دیتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے: اُرِيْدُ اَنْ تَقُوْمَ میں تمہارا قیام چاہتا ہوں، اور جب یہ حرف فعل ماضی پر داخل ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: کہیں گے کہ: اَعْجَبْنِي اَنْ قُمْتُ: مجھے تیرا قیام پسند آیا جو واقع ہو چکا ہے۔

اَنْ: اگر مخفف ہو یعنی بغیر تشدید ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: یوں کہیں گے کہ بَلَّغْنِي

ہیں وہ بات درست ہے۔“

اس بارے میں ابو عبیدہ کا یہ کہنا کہ عربوں کے کلام میں یہ اختصار کا ایک اسلوب ہے جس میں پوری بات کے لئے صرف ضمیر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ یعنی بات کا مفہوم ہو گیا۔ البتہ انخش کا یہ قول کہ یہ اِنَّہ (نعم) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، تو یہ اس کی ایک تاویل ہے اور نہ عربی لغت میں اِنَّہ کو ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ انخش کا کہنا ہے کہ اِنَّہ میں 'ہ' سکوت کے لئے داخل کی گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ اَنَّ (الف مفتوح) شاید لَعَلَّ کے معنوں میں ہو۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنْهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ: حضرت اَبی کی قراءت میں اس آیت میں اَنْهَا کی بجائے لَعَلَّہا ہے اور اَنَّ مخفف یعنی بغیر تشدید شاید 'اِی' کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے مثلاً: قول خداوندی: وَانْطَلَقَ الْمَلَا مِنْهُمْ اِنْ اَمْشَوْا: میں 'اَنَّ' 'اِی' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ممکن ہے کہ 'اَنَّ' لَمَّا کا صلہ ہو مثلاً: قول خداوندی: فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ الْبَشِيرُ: اور ہو سکتا ہے کہ 'اَنَّ' زائد ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ: کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ

دے، اور ہو سکتا ہے کہ اِنَّ مخففہ وکسورہ 'مما' کے ساتھ زائد ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: مَا اِنَّ يَقُوْمُ زَيْدٌ: نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اِنَّ نون مشدوہ کی جنس سے ہو تو اس صورت میں اس کی خبر پر لام داخل ہونا ضروری ہے جو حذف ہونے والے نون کا عوض یا بدل ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيَّهَا حَافِظٌ: ہر نفس پر ایک نگہبان مقرر ہے، اور اِنَّ زَيْدٌ لَّا خَوْكُ: بے شک زید تیرا بھائی ہے۔ اس اِنَّ کو 'اِنَّ' بمعنی 'مما' تانیہ کے ساتھ غلط نہیں کرنا چاہئے۔

اَنَا: اسم ضمیر صرف تکلم کے لئے۔ یہ معنی بر فتح اس لئے ہے کہ اس کے درمیان اور اَنَّ حرف تاصب فعل کے درمیان فرق واضح ہو اور آخر میں آنے والا الف وقف کی صورت میں حرکت کے اظہار کے لئے ہے۔ اثنائے گفتگو جب باتوں کے درمیان آئے تو پھر یہ الف ساقط ہو جاتا ہے یعنی بولا نہیں جاتا، سوائے گھٹیا اور پست لب و لہجہ کی گفتگو کے، وہاں یہ الف باقی رہتا ہے مثلاً یہ شعر:

اَنَا سَيْفُ الْعَشِيْرَةِ فَاَعْرِفُوْنِي

”میں خاندان کی تلوار ہوں مجھے پہچانو۔“

اس کے ساتھ تَسَاءَ خُطَابَ مَلَا يَجَاءُ تُو پھر یہ دونوں مضاف ہونے کی بجائے ایک

ان ا - انی، یأنی: مثال رمی، یومی، مصدر انی (الف مسکور) بمعنی وقت آگیا۔ انی کا معنی پایا اور تیار ہو گیا، بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: غَمِرَ نَاطِرِیْنِ اِنَاةً: یعنی کھانا تیار ہونے کا انتظار کرتے ہوئے۔ انی الحَمِیْمُ: پانی حد درجہ کھول گیا ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: حَمِیْمٌ اِن: کھولتا ہوا پانی۔

آناء اللیل: رات کی گھڑیاں یا اوقات۔ انخس کا کہنا ہے کہ اس کا واحد انی ہے جیسے معی بمعنی انت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد انسی یا انسو ہے۔ محاورہ ہے کہ: "مَضَى مِنَ اللَّیْلِ اِنُوْ او اِنُوَان" یعنی رات کی گھڑی دو گھڑی کا وقت گزر گیا۔

تأنی فی الامر: معاملہ پر سوچ و بچار، اور غور و فکر کرنا۔

استانی بہ: اس نے انتظار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: استوفی بہ حولاً: اس نے مجھے سال بھر انتظار کرایا۔ اس کا اسم الإناء بروزن القناتہ ہے۔ الإناء کا معنی حلم و بردباری بھی ہے۔

الإناء: برتن، اس کی جمع آنیۃ اور آنیۃ کی جمع او ان ہے۔ جس طرح سقاء کی جمع اسقیۃ اور اس کی جمع اساق ہے۔

ا ہ ب - تأکب: وہ تیار یا آمادہ ہوا۔

ہی لفظ بن جاتے ہیں مثلاً: ائت بمعنی تو، مونث کے صیغے کے لئے تاہم مسکور، نیز ائتئم اور ائتئن۔ اس پر کبھی کاف تشبیہ بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: ائت کانا اور انا کانت یعنی تو مجھ جیسا ہے اور میں تجھ جیسا ہوں۔ البتہ کاف تشبیہ اسم ظاہر یا ضمیر منفصل کے ساتھ تو لگتا ہے لیکن ضمیر متصل کے ساتھ نہیں لگتا مثلاً: ائت کزید: عربوں کے ہاں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یوں نہیں کہہ سکتے کہ: ائت کئی: بمعنی تو مجھ جیسا ہے۔ البتہ ان کے نزدیک منفصل ضمیر اسم ظاہر کی طرح ہے۔ لہذا ان کو یہ بات بہت اچھی لگتی ہے جب وہ کہتے ہیں: ائت کانا بمعنی تو مجھ جیسا ہے اس میں انہوں نے متصل ضمیر کو چھوڑ دیا ہے۔

ان ی - انی: اس کا معنی ائین یعنی کہاں ہے۔ یہ کہنا کہ: انی لک هذا کا مطلب ہوگا کہ: تمہارے لئے یہ کہاں سے ہے۔ یہ کلمہ بھی ایسا اسم ظرف ہے جو بطور شرط و جزا استعمال ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: انی تأنیی آتک: جہاں سے تم آؤ گے میں بھی آؤں گا۔ یہ کلمہ کیف بمعنی کیسے اور کیونکہ بھی آتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: انی لک ان تفتح الحصن: تو قلعہ کیونکر فتح کر سکتا ہے یعنی تیرے لئے یہ کیسے یا کیونکر ممکن ہے۔ رہا انا تو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

أَهْلَةٌ: دیکھے بذیل او ہ۔  
ا و - او: بمعنی یاء۔ یہ کلمہ جب خبر پر داخل ہو

تو شک اور ابہام کے معنی دیتا ہے اور جب امر یا نہی پر داخل ہو تو اختیار یا اباحت کے معنی دیتا ہے۔ شک کی مثال: رَأَيْتُ زَيْدًا أَوْ عَمْرُوًا: میں نے زید کو دیکھا یا عمرو کو۔ ابہام کی مثال یہ قول خداوندی ہے: وَإِنَّا أَوْ إِنَّا تُكْمَلَعْلَى هُدًى: یا تو ہم ہدایت پر ہیں یا تم ہو اور اختیار کی مثال یہ قول خداوندی ہے: كَلَى السَّمَكِ أَوْ اشْرَبِ اللَّبْنَ أَى لَا تَجْمَعُ بَيْنَهُمَا: یعنی مچھلی کھاؤ یا دودھ پیو، یعنی دونوں کو اکٹھا نہ کرو۔ اباحت کی مثال یہ ہے: جَالِسِ الْحَسَنَ أَوْ ابْنَ سَيْرِئِنَ: حسن کی مجلس اختیار کرو یا ابن سیرین کی۔

ا و کا معنی الی بمعنی تک بھی ہوتا ہے۔  
لَا ضَرْبَئَهُ أَوْ يُتَوَّبُ: میں اسے ماروں گا تا آنکہ وہ توبہ نہ کرے۔ اور کبھی اس کا معنی بَلْ بمعنی بلکہ بھی ہوتا ہے۔ اور بات بڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً:  
شاعر کا یہ قول:

بَدَتْ بِطَلِّ قَرْنِ الشَّمْسِ فِي رَوْقِ الضُّعْفَى  
وَصُورِيهَا أَوْ أَنْتِ فِي الْعَيْنِ أَمْلَحُ  
”یہ سورج کی کرن ہے جو چاشت کی صورت و رعنائی بن کر ظاہر ہوئی ہے یا

أَهْبَةُ الْحَرْبِ: جنگ کا ساز و سامان۔  
اس کی جمع أَهْبَةٌ ہے۔

إِهَابٌ: کچا چمڑا۔ چمڑا خام۔

ا ہ ل - الأهل، أهل الرُّجُلِ: آدمی کا

عیال۔ أهل الدار: گھر والے۔ اسی

طرح أهلة اسکی جمع أهلات، أهلات

اور أهال ہے۔ اس میں یاء کا اضافہ ہوا ہے

جو غیر قیاسی ہے جس طرح لیل کی جمع لیال

ہے۔ شعر میں أهال بھی آیا ہے جس طرح

فَرَّخَ سَ أَفْرَاخَ. إِهَالَةٌ: چربی۔

المستاهل: چربی لینے یا کھانے والا

شخص۔

فَلَانٌ أَهْلٌ لِكَذَا: فلاں شخص اس کام

کے اہل یا قابل ہے۔ ان معنوں میں

أهْلٌ کی جگہ مُسْتَأهَلٌ نہیں کہیں گے۔

عام لوگ عامی لہجے میں ایسا کہہ دیتے

ہیں۔

قَدْ أَهْلَ الرَّجُلِ: آدمی نے شادی کر لی

ہے۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

تَاهَلٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ أَهْلًا کا معنی

خوش آمدید ہے۔ یعنی تو خوش دلی کے

ساتھ آیا اور اپنا بن کر آیا، اب تو مانوس بن

کر رہ اور اجنبیت محسوس نہ کر۔ أَهْلَةُ اللَّهِ

لِلْخَيْرِ: بطور دعا اللہ سے بھلائی کے قابل

بنائے۔ اس کا مصدر تَاهَلٌ ہے۔

أَهْلِيلِج: دیکھے بذیل ہ ل ج۔



تاء مشدّد کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ کاتب  
حضرات کی تحریف ہے۔ خود شعر اس پر  
دلالت کرتا ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ اِتَاب  
کا معنی شرم کرنا ہے، جس کا ذکر بذیل و  
اب، موجود ہے۔ یہاں اس کے بیان کا  
موقع نہیں ہے نہ اس کے مطابق اس کی  
تفسیر کرنے کا محل ہے۔ صاحب کتاب کا  
کہنا ہے کہ: **أَبَتِ الشَّمْسُ لَفْظَ غَابَتْ**  
کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ جیسا کہ قول  
خدادندی میں ہے: **يَا جِبَالِ أَوْبِي مَعَهُ**  
میں اَوْبِي کا معنی بچ کرنا ہے۔

و د - **أَوْدَ الشَّيْءُ**: اس نے چیز کو ٹیڑھا  
کیا۔

تَاوُد: ٹیڑھا ہو گیا۔

**آذَهُ الحِمْلُ**: اسے بوجھ نے بوجھل  
کر دیا۔ اس کا باب **قَالَ** ہے۔ اور اسم  
مفعول **مَوْدُ** بروزن مفعول ہے۔

و ز - **الإوْزَةُ**: اور **الإوْزُ** (دونوں میں  
الف کمسور) **بَلَّخَ**۔ اس سے جمع کا صیغہ  
علامت جمع ون بڑھا کر **إوْزُون** بنایا گیا  
ہے۔

ا و س - **آس**: (الف ممدود) درخت۔

اوشاب: دیکھئے بذیل و ش ب اور  
بذیل ب و ش۔

**أَوْصَدَ**: دیکھئے بذیل ا و ص د اور  
و ص د

(اے محبوب!) یہ تو ہے جو مجھے ایسی  
خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔“

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے محبوب! یہ  
سورج کی شعاع اور کرن نہیں بلکہ یہ تو  
ہے۔ قول خدادندی ہے: **وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى**  
**مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ**: ہم نے اسے  
ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی لوگوں  
کی طرف بھیجا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب  
یہ ہے کہ لاکھ یا لاکھ سے زیادہ کاشک لوگوں  
کی نظروں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو  
شک سے بری ہے۔

ا وائل: دیکھئے بذیل و آل۔

ا و ب - **آب**: وہ لوٹا۔ اس کا باب **قَالَ**  
ہے۔

**أَوْبَةٌ** اور **ابابا** اس کا مصدر ہے۔ **اَوْاب**:  
توبہ کرنے والا یا توبہ قبول کرنے والا۔

**مآب**: مرجع۔ لوٹنے کی جگہ۔ **أَتَابَ**  
بروزن **اعْتَابَ**، **آب** کی طرح ہے جو فعل  
اور **اتعل** کے صیغے ہیں اور ایک ہی معنی  
ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

**وَمَنْ يَتَّقِ فَإِنَّ اللَّهَ مَعَهُ**

**وَرِزْقُ اللَّهِ مُؤْتَابٌ وَغَادِي**

”جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے

ساتھ ہے۔ اسے اللہ کا رزق دن رات پہنچ

کر رہتا ہے۔“

میرا کہنا یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں **إِتَاب**،

قدر كذا وكذا: یعنی شراب یاپانی  
ابالاً گیا یہاں تک وہ اس درجے تک آگیا۔  
وَأَلُّ - الأئيلُ: (ہمزہ مضمومہ وکسور) پہاڑی  
بکرا، یا زہرن۔

أولوا: جمع کا ایسا صیغہ جس کا اس لفظ سے  
واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ اس کا واحد مذکر کے  
لئے 'ذا' اور مؤنث کے لئے 'ذہ' ہے۔  
اسے مد اور قصر دونوں سے پڑھا جاتا  
ہے۔ اگر قصر سے پڑھیں تو یاء سے (اولی)  
پڑھیں گے اور اگر مد سے پڑھیں تو اسے  
جنی برکسرہ کر کے اولاء پڑھیں گے۔ اس  
میں مذکر و مؤنث دونوں صیغے یکساں  
ہوتے ہیں۔ اس پر تنبیہ کے لئے 'ہا' بڑھایا

جاتا ہے لہذا پھر اسے ہنولاء پڑھتے  
ہیں۔ ابو زید نے کہا کہ: عرب ہنولاء  
قَوْمُک میں ہمزہ کو کسرہ اور تنوین کے  
ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یعنی ہنولاء اس پر  
مخاطب کی ضمیر ک بھی داخل ہوتی  
ہے مثلاً: اولئک اور اولواک۔ الکسائی  
کا کہنا ہے کہ جس نے اسے اولئک کہا تو  
اس کا واحد ذلک ہے اور جس نے  
اولاک کہا تو اس کا واحد کا صیغہ ذاک  
ہے۔ اولایک: اولئک کی مانند  
ہے۔ شاید اولئک غیر ذوی العقول کے  
لئے استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:  
ذُمَّ الْمَنَازِلُ بَعْدَ نَزْلِ اللَّوَى

ا و ف - الآفة: مصیبت، آفت، بلا۔  
إِنْفَ الزَّرْعِ، فعل مجہول یعنی فصل آفت  
زدہ ہوئی۔ اس میں اسم مفعول مَنُوفٌ  
بروزن مَعُوفٌ ہے۔

اوکف: دیکھئے بذیل (وک ف) اور  
بذیل (اک ف)۔  
ا و ل - التاویل: تفسیر جس کے ذریعے  
کسی چیز کی تشریح کی جائے۔

أَوْلَةٌ اور تَأْوِلَةٌ ایک ہی معنی میں استعمال  
ہوتے ہیں۔

أَلُّ الرُّجُلِ: آدمی کے اہل و عیال۔  
أَلَّةٌ سے مراد پیرد کار بھی ہیں۔ الآل:  
شخص۔

الآل اس کو بھی کہتے ہیں جسے تم دن کے  
شروع اور دن کے آخر میں پانی کی طرح کا  
سایہ سا بلند ہوتے دیکھتے ہو لیکن وہ سیراب  
نہیں ہوتا۔

الآلَّة: آلہ، ہتھیار یا اوزار، اس کی جمع  
آلات ہے۔ الآلَّةُ جنازے کو بھی کہتے  
ہیں۔

الإيالةُ: سیاست / دیکھ بھال کو بھی کہتے  
ہیں مثلاً: آل الأمير عَيْتَةُ إِيالاً: حاکم  
نے اپنی رعایا کی سیاست کی یعنی اچھی دیکھ  
بھال کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

آل: واپس لوٹنا، اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا  
جاتا ہے: طَبَخَ الشَّرَابُ قَالَ الی

کویا میں تبدیل کر دیا گیا۔

ا و ۵: درد اور تکلیف کے وقت 'اوه' کی آواز

نکالنا۔ اس میں 'واؤ' ساکن ہے۔ یہ صرف

درد کا اظہار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ 'واؤ' کو الف

میں بدل کر اسے 'آہ' کر دیا گیا ہو اور ممکن

ہے کہ 'واؤ' کو مشدّد دکر کے اور اسے کسرہ

دے کر حاء کو ساکن کر دیا گیا ہو اور اس

طرح یہ لفظ 'اَوْه' بن گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے

کہ تشدید کے ہوتے ہوئے یعنی برقرار رکھ

کر بھی 'حاء' کو حذف کر دیا گیا ہو اور یوں

یہ لفظ 'اَوْ' رہ گیا ہو۔ بعض لوگ اسے الف

مد، واؤ مشدّدہ اور مفتوح کر کے حاء کو ساکن

کر کے آؤہ بولتے ہوں گے تاکہ اس

طرح درد کی آواز لمبی ہو جائے۔ اور ممکن

ہے کہ اس پر تاء داخل کر کے آؤتاء بنا دیا

گیا ہو۔ اسے مد کے ساتھ پڑھیں یا نہ

پڑھیں (دونوں صورتیں جائز ہیں)۔

اَوْه الرَّجُلُ تَأْوِيهَا اور تَأْوِه تَأْوِيهَا:

آدمی نے درد کے مارے گہری آہ بھری۔

اس سے اس کا اسم الف ممدود کے ساتھ

آهَةٌ بنتا ہے۔

اَهْ آهَةٌ: اس نے (درد کے مارے) ایک

آہ بھری یا کڑاہا۔

اَوْ: دیکھئے بئذیل (اَوْه)۔

ا و ی - المآوی: ایسی جگہ جہاں انسان

رات کو یا دن کو ٹھکانا کرے قَدْ اَوْى اِلَى

والعیش بعد اولئک الايام

”یعنی مقام لای کے بعد تو ہر منزل قابل

مذمت ہے اور ان دنوں کے بعد زندگی ہی

قابل مذمت۔“

قول خداوندی ہے: اِنَّ السَّمْعَ

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولَئِكَ

كَانَ عَنْهُ مَسْتُورًا: ”بے شک کان،

آنکھ اور دل ان تمام کے بارے میں باز

پرس ہوگی۔“ البتہ الاُولَىٰ بروزن العُلَىٰ

بھی جمع کا صیغہ ہے۔ جس کا واحد کا صیغہ

لفظاً نہیں ہے۔ اس کا واحد الدی ہے۔

ا و م - الأوام: (ہمزہ مضموم) پیاس کی

تپش اور تڑپ۔

ا و ن - الأوان: وقت، اس کی جمع آوَنَةٌ

ہے جیسے زَمَانٌ کی جمع اَزْمَانَةٌ کہا جاتا

ہے کہ: هُوَ يَفْعَلُ هَذَا الْاَمْرَ اَوْنَةً:

یعنی وہ یہ کام بار بار کرتا ہے اور بار بار چھوڑ

دیتا ہے۔

الإوان اور الإيوان: (دونوں کے پہلے

حرف کسور) دیوان خانہ اور بڑا ہال کمرہ۔

اسی سے ایوان کسری مشہور ہے۔ اس کی

جمع الإیمان اور اِوَانٌ ہے جس طرح خِوَانٌ

اور خِوَانٌ ہے۔

إيوان کی جمع ایوانات اور اِوَانِيں ہے

جیسے دیوان کی جمع دِوَانِيں۔ کیونکہ اس کی

اصل اِوَانٌ ہے۔ دو واؤں میں سے ایک واؤ

مثلاً: ایساک، ایسائی، ایساہ اور ایسانا وغیرہ۔ ان کے اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ذاک میں مک ہے۔ اور ائت میں الف اور نون ہے۔ بلکہ یہ اور اس کے بعد آنے والا کاف، یاء، ہاء اور نون اس مقصد کا بیان ہے جو خطاب کا مقصود ہے گویا وہ بغیر اضافت ایک ہی چیز ہے۔ بعض نحوویوں کا کہنا ہے کہ بیشک ایسا کا لفظ اپنے بعد والی ضمیر کی طرف مضاف ہے مثلاً: یہ کہنا کہ ضَرْبَتْ ایسای کیونکہ ضَرْبَتْ سنی کہنا درست ہے۔ لیکن ضَرْبَتْ ایساک نہ کہنا چاہئے کیونکہ کاف کی وجہ سے ایساک کہنے کی ضرورت نہیں رہتی البتہ ضَرْبَتْک ایساک کہنا درست ہے۔

ایساک کبھی تخذیر یعنی خبردار کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہیں: ایساک وَالْأَسَدُ: شیر سے خبردار رہو، گویا آپ نے ایساک کو فعل کا بدل بنا لیا یعنی آپ یہ کہنا چاہتے تھے: بَاعِدْ: دور رہ۔

ایساک کو اراق کے بدلے ہِراق کی طرح ہِیساک بھی کہا جاتا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ: ایساک وَأَنْ تَفْعَلَ کذا وکذا: یعنی خبردار! تم ایسا دیا کام نہ کرنا۔ اس کے بدلے یہ نہیں کہنا چاہئے:

مَنْزِلْہ: اس نے گھر جا کر ٹھکانہ کر لیا۔  
يَاوِي: بروزن رَمَى يَوْمِي: وہ ٹھکانہ کرتا ہے۔

أُوِيًا بروزن فُعُولٌ اور إَوَاءٌ بروزن فِعَالٌ. اسی سے قول خداوندی ہے:  
سَاوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ: میں کسی پہاڑ پر ٹھکانہ کر لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔

أَوَاهُ غَيْرُهُ إِيوَاءٌ: اسے کسی نے پناہ دے دی۔ ابوزید کے ہاں أَوَاهُ کا بھی یعنی دونوں کا فَعَلٌ اور أَفْعَلٌ کے وزن پر ایک ہی معنی ہے۔

أَوِي إِلَيْهِ يَاوِي، رَمَى يَوْمِي کی طرح أَوِيَةٌ اور إِيَّةٌ أَوِيَّةٌ میں 'و' کو ما قبل کسور کے باعث یاء میں تبدیل کر کے دونوں میں ادغام کیا گیا۔

مَاوِيَّةٌ: تخفیف کے ساتھ، اور مَاوَاةٌ یعنی اس نے اس کی تعزیت کی اور ہمدردی کا اظہار کیا۔

ابن آوی: ایک حیوان جسے فارسی میں شغال اور اردو میں گیدڑ کہتے ہیں۔ اس کی جمع بناٹ آوی ہے۔ آوی غیر منصرف ہے کیونکہ وہ أَفْعَلٌ کے وزن پر ہے اور معرّفہ ہے۔

ای ۱ - ایسا: اسم مبہم ہے۔ اس کے ساتھ تمام متصل منصوب ضمیریں مل جاتی ہیں

يَسَسْ ہے اور اس کا باب فہم ہے۔

آيسَسْ: (الف ممدود) مِنْهُ غَيْرُهُ یعنی  
أَيَّاسَةُ اور يامهذ ذکر کے آيسَةُ تَائِيَسًا:

اس نے اسے بری طرح مایوس کر دیا۔

ای ض: یہ قول فَعَلَ ذَلِكَ اَيْضًا: اس

نے یہ کام بھی کیا۔ ابن السکیت نے کہا ہے

کہ یہ آضُ يَتِيضُ اَيْضًا کا مصدر ہے

یعنی وہ لوٹا۔ کہا جاتا ہے: آضُ إِلَى اِهْلِهِ

وہ اپنے گھر یعنی کنبے میں لوٹ آیا۔

آضُ: وہ ہو گیا۔

ای ک- الایک: خم دار درخت۔ اس

کا واحد أَيْكَةٌ ہے۔ جس نے قرآن میں

أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ پڑھا، تو اس کا معنی

گھنا جنگل ہے۔ اور جو لوگ اسے

أَصْحَابُ لَيْكَةٍ پڑھتے ہیں تو یہ ایک بستی

کا نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ بستی بھی لَيْكَةٌ

اور مگھکی طرح کی بستی ہے۔

ای ل- إیل: عبرانی یا سریانی زبان میں

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس

طرح جبرائیل اور میکائیل ناموں کا

مطلب عبد اللہ اور تيمم اللہ ہوگا معنی

اللہ کا بندہ۔

ای م- الایامنی: بغیر بیوی کے مرد

(رثدوے) ہوں یا بغیر خاوند کی عورتیں

(رثدوی) ہوں، اس کا واحد أَيْمٌ ہے۔

چاہے پہلے سے شادی شدہ ہو یا نہ ہو۔

أَيَّاك كَذَا یعنی أَيَّاك کے بعد 'وَأُو'

کے بغیر نہیں کہنا چاہئے۔

ای د- الأيذ: اور الأذ (الف ممدود)

طاقت اور قوت۔

آذ الرَّجُلُ: آدمی مضبوط اور طاقتور ہوا۔

اس کا باب بَاعَ ہے۔

الأيذ سے أَيْذَةٌ تَائِيذٌ یعنی اس نے اسے

قوت و تائید دی۔ اس کا اسم فاعل مُؤَيِّدٌ

ہے اور اسم تفعیل مُؤَيِّدٌ بھی ہے۔

الآذ سے فَاعِلٌ کے وزن پر آيْذَةٌ: اس

نے اس کی مدد کی، کہہ سکتے ہیں۔<sup>۱۰</sup> اس کا

اسم مفعول مُخْرَجٌ کے وزن پر مُؤَيِّدٌ

ہے۔ تَائِيذُ الشَّمْسِ: چیز مضبوط ہوگئی۔ اور

رَجُلٌ أَيْدٌ مضبوط شخص بروزن جَبِيذٌ

ہے۔ شاعر کا قول ہے:

إِذَا الْقَوْسُ وَتَرَّهَا أَيْدٌ

رَمَى قَاصِبَ الْكَلْبَى وَالذُّرَاءَ

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

جب بادلوں میں موجود کمان کا چلہ

چڑھاتے ہیں تو یہ تیراوتھ کے چربی دار

گردوں اور کوبالوں کو جاگتے ہیں یعنی

بارش سے نباتات کی خوب روئیدگی ہوتی

ہے۔

ای س- آيسَسْ: اس کا دوسرا تلفظ یا لہجہ

۱۰ صحاح کی عبارت یہ ہے: أَيْذَةٌ عَلَى الْعَلْمَةِ..... الخ.

وہی الصواب منہ: یعنی أَيْذَةٌ کے وزن پر

أَيْذَةٌ..... الخ. اور یہ درست ہے۔ لہذا متنبہ رہئے۔

ایک آئین جگہ اور مکان سے متعلق سوال جب کہیں کہ: این زید (زید کہاں ہے) گویا زید کے مکان سے متعلق سوال ہے اور دوسرا ایان بمعنی کس وقت، جو وقت کے بارے میں سوال ہے۔ جیسے متنی (کب)۔ قول خداوندی ہے: آیَانُ مُرْسَلَا: یعنی اس کے نگر انداز یا واقع ہونے کا وقت کیا ہے؟

إِيَانٌ: (الف مکسور) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ سلمیٰ نے آیَانٌ يُبْعَثُونَ کو اسی لہجہ یا تلفظ سے پڑھا ہے۔

الآن: اب۔ اس وقت کے لئے اسم ہے جس میں تم ہو۔ ممکن ہے اس میں لام کو فتح دے کر دو ہمزہ یعنی الف کو حذف کر دیا گیا ہو، اور 'لان' کو الآن کے معنوں میں استعمال کرتے ہوں۔

۱ ی ۵۔ اَيْسَهُ فِعْلٌ امر کا نام ہے اس کا مطلب ہے ارشاد اور فرمایے بات یا کام کو جاری رکھیے۔ جب آپ اسے دوسرے لفظ سے ملا دیں گے تو اسے تنوین دے کر اَيْسَهُ حَدَّثْنَا کہیں گے۔ کہا گیا ہے کہ اَيْسَهُ کسی سے کی جانے والی بات یعنی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے یا بڑھاوا دینے کی لئے امر ہے اور اَيْسَهُ (تنوین کے ساتھ) کوئی بات بھی کرنے کی استدعا ہے اور اگر آپ نے مخاطب کو خاموش کرا دینا ہو اور بات سے

إِمْرَاةَ أَيْمٍ: بغیر خاوند عورت، چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ۔

أَمَّتِ الْمَرْأَةَ مِنْ زَوْجِهَا: عورت خاوند سے محروم یعنی بے خاوند ہو گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر أَيْسَمًا بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْأَيْمَةِ: یعنی حضور ﷺ رتوڑے پن سے (اللہ کی) پناہ مانگتے تھے۔

أَيْمُ اللَّهِ: دیکھئے بذیل (ی م ن)

ا ی ن۔ آن اَيْنُهُ اس کا وقت آن پہنچا۔ آن لَهُ أَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اس کے ایسا کرنے کا وقت آ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے یعنی حَانَ، آن کی طرح ہے اور آن اسی سے منقلب ہوا ہے۔ ابن السکیت کا شعر ہے:

الْمَائِثِينَ لِي أَنْ تُجَلِّى عَمَائِي  
وَأَنْصِرَ عَنْ لَيْلِي بَلِي قَدْ أُنِي لِيَا  
”کیا ابھی تک میرے اندھے پن یعنی بد نصیبی یا بے خبری کے ظاہر ہونے کا وقت نہیں آیا اور کیا میری رات کے ختم ہونے یعنی میرے جاگنے کا وقت نہیں آیا۔ ہاں کیوں نہیں، اب وقت آ گیا ہے۔“

شاعر نے یہاں دو لہجے جمع کئے ہیں۔<sup>①</sup>

① یعنی آن: یقین اور اُنی یعنی ایک ہی معنوں میں۔ پورے شعر میں ابن اور اُنی کا مفہوم ہو جو نہیں۔ (مترجم)

جو بھی ہے وہ تیرا بھائی ہے اور نکرہ کے لئے بطور لغت آتا ہے مثلاً: مَرَزْتُ بِرَجُلٍ وَايَ رَجُلٍ: یعنی میرا ایک شخص کے ہاں سے گزر ہوا اور اس شخص کی کیا ہی بات ہے۔ ائی کے ساتھ 'ما' زائدہ لگا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔

آيَ امْرَأَةٍ جَاءَ تَكَ وَجَاءَكَ اور آيَةُ امْرَأَةٍ جَاءَتْكَ، مَرَزْتُ بِبِجَارِيَةِ أَيِّ جَارِيَةٍ اور آيَةُ جَارِيَةٍ ہر طرح سے کہنا جائز ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ: کسی کو معلوم نہیں کہ کس سرزمین میں اسے موت آن لے گی۔

آئی کو بطور حرف تعجب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ القراء نے کہا ہے کہ آئی پر اس کا مابعد تو عمل کرتا ہے لیکن ماقبل کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: قول خداوندی ہے: لِيَتَعَلَّمَ أَيُّ الْحَزْبَيْنِ أَحْصَى: یہاں آئی پر رفع ہے، دوسرا قول: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْزِلُونَ: میں آئی کو مابعد لفظ نے نصب دی ہے۔ الکسائی نے کہا ہے کہ لَاضْرِبَنَّ مَنْ فِي الدَّارِ: کہنا درست ہے لیکن ضَرْبَتْ أَيُّهُمْ فِي الدَّارِ: کہنا جائز نہیں ہے۔ اس مثال میں الکسائی نے امر و قح میں اور منتظر التوقع میں فرق کیا ہے۔

روک دینا ہو تو کہیں گے أَيُّهَا عَنَّا اور اگر آپ مخاطب یعنی ہیہات: دور دفع۔ بعض عرب 'ہیہات' کی بجائے آمَهَات کہتے ہیں اور شاید بعض نے اسے أَيُّهَانَ (نون مکسور) بھی کہا ہو۔

إِيَّةَ: دیکھئے بذیل اوی۔

أى ا - الآیة: علامت۔ اس کی جمع آئی اور آیات ہے۔

خَرَجَ الْقَوْمُ بِأَيَّتِهِمْ: قوم اپنی جماعت کے ساتھ یا اسے لے کر نکلی۔ کتاب اللہ میں آیة سے مراد حروف و کلمات کا مجموعہ ہے۔

أَيُّ: اسم معرب ہے جو بات کی وضاحت طلبی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: أَيُّهُمْ أَخْوَكُ: ان میں سے تمہارا بھائی کون ہے؟ اور أَيُّهُمْ يَكْفُرُ مِنِّي أَكْرَمُهُ: ان میں سے جو بھی میری عزت و تکریم کرے گا میں اس کی تکریم کروں گا۔ یہ لفظ اضافت کے وقت اسم معرفہ ہوتا ہے اور اضافت ترک بھی کی جاتی ہے لیکن اس کے معنی موجود رہتے ہیں۔ اور کبھی اسے اللَّدِي کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس صورت میں صلہ کی ضرورت رہتی ہے مثلاً: أَيُّهُمْ فِي الدَّارِ أَخْوَكُ یعنی ان میں سے گھر میں

پکارا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں: اَيَا زَيْدٌ  
 اَقْبَلُ، یعنی اے زید آگے آؤ۔ اَيٰى كِى مِثَال  
 "سكى" كِى سِى هِى جِس سِى دُوْر كُو نِىْسِ بَلَكِه  
 قَرِيبِ وَالِى كُو پَكَارَا جَا تَا هِى مِثَلًا: اَيٰى زَيْدٌ  
 اَقْبَلُ: ارِى زَيْدٌ آگِى آؤ۔ يِى كَلِمِى هِى اَيَا  
 هِى جُو كَلَامِ كِى تَفْسِىرِ سِى پِىلِى آتَا هِى مِثَلًا:  
 كِى: "اَيٰى كِى" سِى مِرَادِ يِى عِنِى يِى بَا تِ  
 اِى سِى طَرِحِ: اَيٰى (الف كِى سِى) قِىمِ سِى پِىلِى  
 آتَا هِى جِس كَا مَطْلَبِ بَلِى يِى عِنِى هَا كِى  
 نِىْسِ هِى۔ مِثَلًا: يِى كِى: اَيٰى وَ مَرْتَبِى، اِى  
 وَ اللّٰهِ: هَا كِى مِىرِى رِبِ كِى قِىمِ اَوْرِ اللّٰهِ كِى  
 قِىمِ۔

يَايُهَا الرَّجُلُ اَوْرِ يَايُهَا الْمَرْأَةُ  
 مِى اِى اِسْمِ مِىمِ هِى، مِفْرِدِ هِى اَوْرِ نِدَاءِ كِى  
 بَاعِثِ مِعْرُفِ هِى، نِىزِ مِى اِى اِى الضَّمَمِ  
 هِى اَوْرِ اِس كِى اِخْرِ مِى هَا حَرْفِ تَنْبِيهِ  
 هِى اَوْرِ هَا بَعْدِ مِى اِنِى وَ اِى مِضَافِ  
 اِى كَا بَدَلِ هِى، جُو الرَّجُلُ كُو رَفْعِ دِى كَا  
 كِى وَ نَكْرِى وَ هَا كِى صِفْتِ هِى۔ بَعْضِ اَوَقَاتِ  
 اِى پَرِكِ، دَاخِلِ هُو تَا هِى تُو اِس سِى اِى كَا  
 مَعْنِى: "كِى" يِى عِنِى "كِى" هُو جَا تَا هِى۔ اِس كَا  
 ذِكْرِ (كِى نِى) كِى ذِىلِ مِى اِى هِى۔  
 اِى: حَرْفِ نِدَاءِ مِى سِى اِى حَرْفِ هِى۔  
 اِس كِى ذِىلِى قَرِيبِ اَوْرِ بَعِيدِ دُوْنُو كُو



## باب الباء

زید کے ساتھ جوڑ دیا۔ ایسے تمام افعال کو جو متعدی نہ ہوں، (بلکہ لازم ہوں) آپ حرف باء ہمزہ اور تشدید کے ذریعے متعدی بنا سکتے ہیں مثلاً: طَارَ بِهِ، اَطَارَ اور طَيَّرَهُ یعنی اس نے اسے اڑیا دیا۔ بقاء حرف زائد بھی ہو سکتا ہے مثلاً: يحسبك كذا: (تیرے لئے یہ کافی ہے) اور قول خداوندی: وَكَفَىٰ بَرِيكًا هَادِيًا وَنَصِيرًا: تیرا رب تیری ہدایت و رہنمائی اور مدد کے لئے کافی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حرف 'بسبب' کے معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو یا علیٰ بمعنی پر کے معنوں کے لئے بنا ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأَمَّنْهُ بِدِينَارٍ (ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تو اسے ایک دینار پر امین بنائے) معنی علیٰ دینار: اور حرف باء کی جگہ 'علیٰ' کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: شاعر کا یہ قول:

إِذَا رَضِيَتْ عَلَيَّ بِسَوْ قَسِيْدٍ  
لَقَمَرِ اللَّهِ اعْجَبَنِي رِضَاهَا  
”یعنی جب قبیلہ بنو شیر کے لوگ مجھ سے راضی ہو گئے ہوں تو خدا کی قسم مجھے ان کی رضامندی دل کو گلے گی یعنی پسند آئے

ب ۱- الباء جروف مجم حروف میں سے ایک حرف۔ کمور حالت میں حرف بڑ یا حرف چار۔ اسے فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ملانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: مَدْرُوثٌ بِزَيْدٍ: (میں زید کے پاس سے گزرا)۔ اسے استعانت کے لئے بھی استعمال کرنا جائز ہے مثلاً: كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کے ساتھ لکھا) کبھی اسے بطور حرف زائد استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے قول خداوندی: وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (اللہ کی گواہی کافی ہے) اور حَسْبُكَ بِزَيْدٍ: (تیرے لئے زید کافی ہے) اور لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ: زید کھڑا نہیں ہے۔ اسم ظاہر اور ضمیر پر داخل ہونے والا یہ حرف حروف قسم کی اصل پر ہے مثلاً: بِإِلَهِ لَفَعَلْنَ: اللہ کی قسم میں ضرور کروں گا۔ وَبِهِ لَفَعَلْنَ: اس کی قسم، میں ضرور کروں گا یا کر گزروں گا۔

باء: حروف بڑ میں سے ایک حرف ہے اور صرف اسماء پر داخل ہوتا ہے اور فعل کو مفعول بہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَسْرُوثٌ بِزَيْدٍ: گویا آپ نے مرور فعل کو اس کے مفعول بہ

بمعنی 'اچھا ہے۔ مثلاً: بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ: زید بہت برا انسان ہے۔ اور بِئْسَتِ الْمَرْأَةُ هُنْدٌ: ہند بہت بری عورت ہے۔ یہ دونوں فعل ماضی کے صیغے ہیں لیکن ان کی گردان نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں فعل اپنے موقع محل سے الگ کئے گئے ہیں یعنی نَعَمَ نَعِمَ فَلَانٌ سے نقل کیا گیا ہے جب کہ اسے دکھ اور تنگی پہنچی ہو۔ ان فعلوں کو مدح اور ذم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہذا اب یہ حروف کے مشابہ ہو گئے ہیں تو اب ان کی گردان نہیں ہو سکتی۔ ان حروف کے چار مختلف لہجے یا تلفظ ہیں جن کا ہم ان شاء اللہ بذیل ن ع م ذکر کریں گے۔

لَا تَبْتِئِسْ: غم نہ کر شکایت نہ کر۔ دکھی نہ ہو۔

المُبْتِئِسُ: دکھی اور غمگین۔

البِئْسَاءُ: سختی، دکھ، مصیبت۔

البُؤْسَى نَعْمَى کی ضد۔

بَائِقَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق۔

بَائِنَةٌ: دیکھئے بذیل ب ی ن۔

بَائِدَةٌ: دیکھئے بذیل ب د ا۔

بَارِئَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ر۔

بَائِقَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق۔

ب ب ل-بَابِل: عراق میں ایک جگہ کا نام جس جگہ کا جادو اور شراب مشہور ہیں۔

گی۔

میرا کہنا یہ ہے کہ مشہور و معروف بات یہ ہے کہ اس شعر میں علی 'عن' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ب ا ب ا- مَابَاثُ الصَّبِيِّ: میں نے بچے کو باہمی و اُمی کہا۔

بَابَا الرَّجُلُ: آدمی تیز رفتار ہوا۔

البُؤْبُؤُ: (باء مضموم) کسی چیز کی اصل اور آنکھ کی پتلی۔

ب ا ر- البِئْرُ: کنواں، کم مقدار پانی کے کنویں کی جمع أَبْوْرُ بَرُوْزِ الْاَفْلَسُ اور اَبَاْرُ بَرُوْزِ اَحْجَاْرُ ہے۔ اور بعض عرب ہمزہ کو الف میں بدل کر آثَارُ کی طرح اَبَاْرُ کہتے ہیں۔ اور جہاں کنویں میں پانی زیادہ ہو تو ایسے کنویں کی جمع الدِّيَارُ کی طرح البِيَارُ ہوگی۔

بِسَارٍ بَشْرًا: (باء کے بعد ہمزہ) اس نے کنواں کھودا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ا س- البِئْسُ: عذاب، دکھ، جنگ میں شدت بھی۔ اس سے بُوْسُ الرَّجُلِ (ہمزہ مضموم) آدمی دکھی ہوا یا حاجت مند ہوا۔ بَيْئِسُ: (ہمزہ کسور) بُوْسًا وَيَيْئِسًا: سخت حاجت مند۔ اس کا اسم فاعل بَائِسٌ ہے۔

بَيْئِسٌ: مصدر کا تاسمقام وضع شدہ اسم۔ بَيْئَسٌ: برا ہے۔ کلمہ ذم جو نِعْمٌ کی ضد ہے

ہرگز نہیں کروں گا۔ ہر کام میں البتہ کہنے کے بعد واپسی یا رجوع کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس فعل کا مصدر منصوب ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: تَصَدَّقْ فَلَانَ صَدَقَةً بَنَاتًا و صَدَقَةً بَنَةً یعنی فلاں شخص نے قطعی طور پر صدقہ دے دیا ہے۔ دادیہ ہے کہ صدقہ صاحب صدقہ سے منقطع ہو گیا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ لفظ البتات کی کتابت میں 'ن' کے بعد 'ت' ہے۔ مجھے اس کا سبب معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کتابوں کی غلطی سے یہ ہوا ہو۔ اس کی اصل البت سے مفاعلہ کے وزن پر دو تاء کے ساتھ یاتنہ تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلقھا لثلاثا بنة (اس نے اس عورت کو قطعی طور پر تین طلاقیں دیں۔ بعض نے حضور ﷺ کا یہ قول روایت کیا ہے: لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَبْتَ الصِّيَامَ مِنَ اللَّيْلِ: یعنی اس کا روزہ نہیں جس نے روزے کو رات سے منقطع نہیں کیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ یہ قطع عزم و ارادے سے ہے۔ اور نیت کر کے روزے کو رات سے الگ یا منقطع کرنا ہے۔

الْبِتَاتُ: (بَاءٌ مَفْتُوحٌ) گھر کا ساز و سامان۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ عَشْرُ الْبِتَاتِ: یعنی گھر کے ساز و سامان سے عشر نہیں لیا جائے گا۔

اُخْفَشَ کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مؤنث ہونے، اسم معرفہ ہونے اور تین حروف سے زائد ہونے کے باعث غیر منصرف ہے۔

ب ت ت - البت: قَطْعًا یہ کہنا۔ بَنَةٌ، يَبْتُهُ اور يَبْتُ (بَاءٌ مَضْمُونٌ و مَكْسُورٌ) شاذ ہے، کیونکہ اگر فعل مضارع کا مضارع کا صیغہ مکسور ہو تو وہ مُتَعَدِي نہیں ہوا کرتا سوائے اس فعل کے۔ اس فعل کے ہم وزن افعال یہ ہیں:

عَلَّهٗ فِي الشَّرَابِ، يَعْلُهُ اور يَعْلُهُ اِسِي طَرَحَ فَمَّ الْحَدِيدِ، يَتِمُّهُ اور يَتِمُّهُ اور شَدَّهُ، يَشُدُّهُ اور يَشُدُّهُ نِزْحَةً، يَجِبُّهُ، لیکن بَتُّ واحد کلمہ ہے جس کا صرف ایک ہی لہجہ یا تلفظ ہے اور وہ ہے بَنَةٌ يَبْتُهُ یعنی مضارع میں عین کلمہ مکسور۔ ان افعال کو متعدی الی المفعول بنانے کا ان کے مضارع کے صیغوں میں ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) نے کیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اسی وزن پر ایک اور فعل زَمَّهُ، يَزِمُّهُ اور يَزِمُّهُ ہے۔ لہذا صاحب کتاب کے شمار کردہ مشتق فعلوں میں ایک کا اضافہ ہو گیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ بَنَتُهُ تَبَيَّنَتْ كَوْمَهْدٍ دِمَالِغَةٍ کے لئے کیا گیا ہے۔

الالبتات: کٹ جانا۔ انقطاع۔ کہا جاتا ہے کہ: لَا اَفْعَلُهُ الْبِتَةُ یعنی میں یہ قطعاً یا

التبتل: دنیاوی تعلق سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ اسی سے لفظ 'تبتیل' مشتق ہے۔ یہی لکھتے قول خداوندی میں آیا ہے: وَتَبْتَلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا: یعنی علائق دنیوی سے منہ موڑ کر اسی کا ہو کر رہ۔

ب ث ث - بَثَّ الْخَبَرَ: اس نے خبر بھیجی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔  
أَبْنَهُ كَمَا مَطْلَبُ هُوَ: اس نے نثر کیا یا پھیلا دیا۔

أَبْنَهُ سِرْوَةً: اس نے اس پر اس کا راز فاش کر دیا۔  
الْبَثُّ: حالت اور حزن وغم۔

ب ث ر - الْبَشْرُ: بہت۔ کہا جاتا ہے: كَثِيرٌ بَشِيرٌ: یعنی بہت زیادہ۔  
الْبَشْرُ وَ الْبُشُورُ: چھوٹی سی رسولی۔ اس کا واحد بَشْرَةٌ ہے۔

بِشْرٍ وَجْهَهُ: (ثناء مفتوح) اس کے چہرے پر آبلے پڑ گئے۔ یعنی وہ آبلہ رو ہو گیا۔

ب ث ق - بَثَّقَ السَّبِيلُ الْمَوْضِعَ: سیلاب نے جگہ کو پھاڑ دیا۔ یا شکاف ڈال دیا۔

الْبَثْقُ: پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
بَثْقًا: (باہم کسور) پھوٹ پڑنا۔

ب ث ن - الْبَشِيَّةُ: گندم جو شام کی ایک

ب ت ر - بَتْرَهُ: اس نے اسے مکمل کرنے سے پہلے کاٹا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

إِبْتَارٌ: انقطاع۔

الْأَبْتَرُ: دُم بریدہ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا هَذِهِ الْبَتِيرَاءُ: یہ دُم بریدہ نماز کیسی ہے۔

الْأَبْتَرُ: وہ شخص بھی ہے جس کا کوئی پیچھا یعنی اولاد نہ ہو۔ ہر وہ کام جس کا اثر خیر سے منقطع ہو اَبْتَرُ ہے۔

ب ت ع - ابْتَعُ: تاکید کی لکھ ہے۔ کہا جاتا ہے: جَاءُوا أَجْمَعُونَ الْمَعُونِ ابْتَعُونَ: وہ سب اکٹھے کے اکٹھے آ گئے۔  
یعنی سب کے سب آ گئے۔

ب ت ك - الْبَتْكُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

بَتَّكَ آذَانَ الْأَنْعَامِ: اس نے مویشیوں کے کان کاٹ دیئے۔ کثرت استعمال کے باعث اس پر تشدید آئی ہے۔

ب ت ل - بَتَّلَ الشَّيْءُ: اس نے اسے دوسرے سے الگ کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مشہور قول ہے: طَلَّقَهَا بَتَّةً وَبَعْلَةً - الْبَتُولُ: عورتوں میں سے وہ عورت جو کنواری ہو اور شادی سے منقطع ہو۔ کہا گیا ہے کہ بتول سے مراد وہ عورت جو دنیا سے قطع تعلق کر کے متوجہ الی اللہ ہوئی

ہو۔

ہو۔

وَبَعَثَهُ كَمَا مَعْنَى هُوَ: اس نے چیز کو باہر نکالا اور کھولا۔

ب ح ت - فِي صَوْتِهِ بُحْتًا: باء مضموم اور حاء مشدود۔ اس کی آواز میں خشونت اور کھر در پین ہے۔ کہا جاتا ہے: بِحِثِّ: 'حَاء' اول مفتوح اور کمسور بِحَا. أَبْحُ: خشونت والا۔ کھر در۔ فِيهَا بِحَا: ان دونوں میں خشونت صوت ہے۔

رَجُلٌ أَبْحُ: (خرخراہٹ والی آواز والا آدمی)۔

أَبْحُ کی جگہ باح کہنا درست نہیں۔  
إِمْرَأَةٌ بَحَا: خرخراہٹ والی عورت۔  
الْبُحْبُحَةُ اور التَّبْحِيحُ: ٹھہرنے اور برقرار رہنے کی قوت و طاقت۔

بُحْبُوحَةُ الدَّارِ: گھر کا وسط (دونوں باء مضموم)۔

ب ح ر - البَحْرُ: ضد بَرٍّ سمندر، خشکی کی ضد۔ کہا گیا ہے کہ اسے گہرائی اور وسعت کے باعث البحر کہا گیا ہے۔ اس کی جمع أَبْحُرٌ، بِحَارٌ اور بُحُورٌ ہے۔ ہر بڑے دریا کو بَحْرٌ کہا جاتا ہے۔ تیز رفتار اور وسیع رفتار گھوڑے کو بھی بحر کہتے ہیں۔ انہیں معنوں میں حضرت ابو طلحہ کے مندوب گھوڑے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول مبارک ہے: إِنَّ وَجَدْنَا

جگہ سے منسوب ہیں۔ ابو الغیث کا کہنا ہے کہ میدانی زمین میں اُگنے والی گندم کو بثنیہ کہتے ہیں بخلاف پہاڑی زمین میں اُگنے والی گندم کے۔ اس کا ذکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔

ب ج ج - البَّجَّةُ: جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ ایک بت کا نام ہے۔

ب ج ح - بَجَّحَهُ فَتَبَجَّحَ: اس نے اسے خوش کیا تو وہ خوش ہوا۔

ب ج س - بَجَسَ الْمَاءَ فَالْبَجَسَ: اس نے پانی کھودا تو پانی پھوٹ پڑا یا پھوٹ نکلا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ دونوں کا باب نَصْرٌ ہے۔

ب ج ل - التَّبَجِيلُ: تعظیم۔

ب ح ت - بَحَّتْ: صرف فقط۔ خُبِرْتُ بَحَّتْ: صرف روٹی (اس کے ساتھ اور کچھ نہیں)۔

ب ح ث - بَحَّتْ عَنْهُ: اس نے اسے تلاش کیا۔

ب ح ر - بَحْشَرُهُ فَتَبْحَشَرُ: اس نے اسے ضائع یا منتشر کر دیا تو وہ ضائع یا منتشر ہو گیا۔ الفراء نے کہا ہے کہ: بَحْشَرٌ مَتَاعَةٌ: اس نے اس کا یا اپنا سامان تپک کر دیا یعنی اُلْتُ پلٹ کر دیا۔

ابو الجراح نے کہا ہے کہ بَحْشَرُ الشَّيْءِ

ب خ خ - بَخ: بروزن بَل: یہ کلمہ کسی چیز کی تعریف کرتے وقت اور رضامندی کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اظہار مبالغہ پر اسے مکرر بولا جاتا ہے۔ لہذا ایسے موقع پر بَخ بَخ کہا جاتا ہے۔ اگر اسے بعد کے کلام کے ساتھ ملا کر کہنا ہو تو اسے مکسور اور متون کر کے بَخ بَخ کہا جائے گا۔ شاید اس پر اسم کی طرح تشدید بھی دی جاتی ہو اور بَخ بَخ کہا گیا ہو۔

ب خ ر - بُخَارُ الْمَاءِ: پانی کے بھاپ جو دھوئیں کی طرح اٹھتی ہے۔  
الْبُخُورُ: (باء مفتوح) جس سے دھوئی دی جاتی ہے۔

الْبُخُورُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) منہ کی بدبو۔ اس کا باب طَوْبٌ ہے اور اسم فاعل أَبْخُورُ ہے۔

ب خ س - الْبُخْسُ: کم۔ کہا جاتا ہے کہ شَرَاهُ بِمَنْ بَخْسٍ: اس نے اسے کم قیمت پر خریدا۔

بَخْسَهُ حَقُّهُ: اس نے اسے اس کا کم حق دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ لین دین میں اگر کوئی سیدھا اور کھرا ہو، تو اسے کہتے ہیں: لَا بَخْسَ فِيهِ وَلَا شَطَطَ: یعنی اس کے لین دین میں کوئی کمی بیشی یا کھوٹ نہیں ہے۔

ب خ ص - بَخَصَ عَيْنَهُ: اس نے اس

لَبَحُوا یعنی ہم نے اسے وسیع رفتاری میں سمندر پایا۔

مَاءَ بَحْرٍ: نمکین یا کھارا پانی۔  
أَبْحَرَ الْمَاءَ: پانی نمکین یا کھارا ہو گیا۔  
أَبْحَرَ الرَّجُلُ: آدمی سمندر پر سوار ہوا۔  
بَحْرَيْنِ: ملک کا نام۔ اس سے منسوب بحرانی ہوگا۔

بَحَرَ أذن النَّاقَةِ: اس نے اونٹنی کا کان چمیدا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے مشتق الْبَحِيرَةُ ہے۔ جو السائبية کی بیٹی ہے۔ اس کا حکم بھی اس کی ماں کا سا ہے۔  
تَبَحَّرَ فِي الْعِلْمِ: اس نے علم میں گہرائی اور وسعت حاصل کی۔

ب خ ت - الْبَحْتُ: بزرگی، بڑائی، بخت، قسمت۔

المبخوت: بخاور، خوش نصیب۔  
الْبُخْتِيُّ: اونٹ کی ایک مخصوص نسل یا قسم۔ اس کی جمع بُخَاتِيٌّ ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ جمع اور مؤنث کے صیغے میں بُخَيْتِيَّةٌ کی یاد کو بغیر تشدید مخفف کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

ب خ ت ر - التبخترُ فِي الْمَشْيِ: اِترَا کر چلنا۔

فَلَانٌ يَمْشِي الْبَخْتَرِيَّةَ: فلاں شخص اِترَا تَا ہوا چلتا ہے۔

اب بحرین سے منسوب بحرینی بھی کہلاتا ہے۔ (حزج)

میرا کہنا ہے کہ یہ مجاورہ یا قول نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے۔

البَخَالُ: سخت بخیل۔

ب د - بَدَأُ: اس نے یہ شروع کیا یا اس سے

شروع کیا۔ بَدَأُ: اس نے اس کو شروع کیا۔

بَدَأَ اللَّهُ الْخَلْقَ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو

پیدا کیا۔

أَبْدَأُ: کا بھی یہی معنی ہے۔ ان تینوں کا

باب قَطَعَ ہے۔

الْبَدِيءُ: بروزن البَدِيءُ: کنواں جو دور

اسلام میں کھودا گیا ہو اور روایتی و پرانا

کنواں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

حَرِيمُ الْبَيْتِ الْبَدِيءِ خَمْسٌ

وَعَشْرُونَ ذَرَاغًا: اسلامی کنویں کا محیط

یا گھیر پچیس ذراع (ہاتھ) ہے۔

ب د د - بَدَّدَ: اس نے اسے منتشر کر دیا یا

تَرَبَّرَ کر دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّبْدِيدُ: منتشر کر دینا۔ اسی سے سَمَلٌ

مُبَدَّدٌ (منتشر خاندان) مشتق ہے۔

تَبَدَّدَ الشَّيْءُ: چیز منتشر ہوئی یا (ٹوٹ

پھوٹ) گئی۔

الْبَيْدَةُ: بروزن الشِّدَّةُ، حصہ کو کہتے ہیں۔

أَبَدَّ بَيْنَهُمُ الْعَطَاءَ: اس نے ہر شخص کو

اس کا حصہ دے دیا۔ حدیث شریف میں

ہے: أَبَدَّ بَيْنَهُمْ تَمْرَةَ تَمْرَةَ: ان میں

ایک ایک کھجور تقسیم کر دو۔ اِسْتَبَدَّ بِكَذَا:

کی ڈھیلے سمیت آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب

قَطَعَ ہے، اسے بغس نہیں کہنا چاہئے۔

ب خ ع - بَخَعَ نَفْسُهُ: اس نے غم کے

مارے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ اس کا

باب قَطَعَ ہے، قول خداوندی ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَى

آثَارِهِمْ: (یعنی شاید آپ ان کے پیچھے

اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے)۔

ب خ ق - بَخَقَ عَيْنُهُ: اس نے اس کی

ایک آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الْبُخْنُقُ: کپڑے کا ٹکڑا (خرقہ) جس

سے لونڈی اپنا پردہ کرتی ہے یا تن ڈھانپتی

ہے۔ وہ اس خرقے کے دونوں پٹو اپنے

ٹنگ کے نیچے لاکر باندھتی ہے تاکہ اپنی

اڈھنی کو چربی یا تیل سے بچائے یا تیل کو

گرد و غبار سے بچائے۔

ب خ ل - الْبُخْلُ: الْبُخْلُ (باء مفتوح)

اور الْبُخْلُ: (باء اور خاء دونوں مفتوح)

سب الفاظ کا ایک مطلب یا معنی ہے۔ اور

شاید بَخَلَ کا بھی، جس کا باب فَهِمَ اور

طَوَّبَ ہے۔

بُخْلًا: (حاء مضموم) اس کا اسم ناعل

بَاخِلٌ اور بَخِيلٌ ہے۔

بَخَلَهُ: اس نے اسے بخیل کہا یا بنا یا۔ مجاورہ

ہے کہ: الْوَالِدُ مَبْخَلَةٌ مَعْجَبَةٌ: بیٹا بخیل

اور بزدلی کا گڑھ ہوتا ہے۔

الْبَادِرَةُ: گرمی، حدت۔

بَدْرَتْ مِنْهُ بَوَادِرُ غَضَبٍ: غیظ و غضب کی حالت میں اس سے لغزشیں سر زد ہوئیں۔

الْبَادِرَةُ: بدیہی اور واضح۔

الْبَيْدَرُ بَرُوزَنٌ خَيْبَرُ: وہ جگہ جہاں اناج کے دانوں کو بھوسی سے الگ کیا جاتا ہے یعنی گانے کی جگہ جسے عامی زبان میں 'منڈل' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے کھل یا کھلیان کہتے ہیں۔

ب د ع - أَبَدَعَ الشَّيْئُ: اس نے ایک

ایسی نئی چیز ایجاد کی جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ تھی۔

اللَّهُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا ازسرنو پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا وہ ان کا مُبْدِع ہے۔

الْبَدِيعُ: ایجاد کرنے والا۔ ان معنوں کے

لئے الْمُبْتَدِعُ اور الْمُبْتَدِعُ دونوں تلفظ جائز ہیں۔ الْبَدِيعُ کا معنی ذوقِ بھنی کھال بطور مشکیزہ یا لوہار کی دھونکی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: إِنَّ تَهَامَةَ كَبْدِيعِ الْعَسَلِ، حَلَوٌ أَوَّلُهُ، حَلَوٌ آخِرُهُ: یعنی تہامہ شہد کا مشکیزہ ہے جو اول و آخر میٹھا ہے گویا حضور ﷺ نے تہامہ کو

شہد کے مشکیزے سے تشبیہ دی ہے جو درودھ

اس نے اتنا (حصہ) الگ کر لیا۔

لَا بُدَّ مِنْ كَذَا كَمَا مَطْلَبٌ هُوَ كَمَا اس کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں، اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار یا بدل نہیں ہے۔

ب د ر - بَدَرَ إِلَى الشَّيْءِ: کسی چیز کی

طرف بڑھنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

بَادَرَ إِلَيْهِ كَمَا بَغَى يَبْغِي مَطْلَبٌ وَمَعْنَى هُوَ -

تَبَادَرَ الْقَوْمُ: لوگ آگے بڑھے۔

إِبْتَدَرُوا السِّلَاحَ: وہ ہتھیار سنبالنے کو آگے بڑھے۔

الْبَدْرُ: (چودھویں کا چاند) کو اس لئے

البدر کہتے ہیں کہ وہ رات کے وقت طلوع ہونے کے لئے سورج کی طرف تیزی سے

بڑھتا ہے یعنی سورج کو جلد غائب یا غروب کر دیتا ہے۔ اور خود جلد طلوع ہوتا ہے۔ یہ

بھی کہا گیا ہے کہ اسے مکمل شکل میں آنے کے باعث بَدْرُ کہا گیا ہے۔

أَبْدَرْنَا فَفَنَحْنُ مُبْدِرُونَ: ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔

بَدْرٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں، ایک کنویں کا نام۔ فحشی نے کہا کہ

بدر کا کنواں جس فحش کی ملکیت تھا اس کا نام بَدْرُ تھا۔ اسی مقام پر غزوہ بدر واقع ہوا

ہے۔ الْبَدْرَةُ: دس ہزار درہم کی رقم۔



بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لے۔  
استبدال الشئی بغيره وتبدلہ به:  
کسی چیز کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسری  
چیز لینا۔

المُبادَلَةُ: باہم تبدیل کرنا یا التبادل:  
ایک دوسرے سے بدلنا۔

أبدال: صالح اور پرہیزگار لوگوں کی ایک  
جماعت۔ دنیا ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔  
ایک کی وفات کے بعد اللہ دوسرے کو بھیج  
دیتے ہیں۔ ابن ذرید نے اس کا واحد  
بَدِيل بتایا ہے۔

ب د ن - بَدَنُ الانسان: انسانی جسم۔  
قول خداوندی ہے: الْيَوْمَ نُنْجِيكَ  
بِبَدَنِكَ: کہا گیا ہے کہ یہاں بدن سے  
مراد بغیر روح کے جسد ہے۔ انفس نے کہا  
کہ: رہا کسی کا یہ قول بَدِرْعِكَ لَيْسَ  
بِشَيْئٍ: یعنی تیری زرہ بکتر کے اندر کوئی  
چیز نہیں ہے تو بدن بھی ایک مختصر سا زرہ بکتر  
ہے۔ (مراد اس قول سے یہ ہے کہ: تیرا  
جسم محض ایک خول ہے۔ اس کے اندر روح  
یا انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔)

البَدَنَةُ: قربانی کا جانور، اونٹنی ہو یا گائے جو  
مکہ میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ نام اس لئے  
پڑا ہے کہ لوگ اسے اسی نام سے پکارتے  
تھے۔ اس کی جمع بُدُنٌ (باء مضموم) ہے۔

بَدْنُ الرَّجُلِ: آدمی تو مند ہو گیا۔ اس کا

کے برعکس وقت گزرنے پر بھی رکھنے سے  
کھٹا ہو جاتا ہے۔

أَبْدَعَ الشاعِرُ: شاعر نیا کلام لایا۔  
شَيْئٌ بَدَعُ: (باء مکسور) نئی چیز۔ فُلانٌ  
بَدَعُ فِي هَذَا الْأَمْرِ: فلاں آدمی اس  
معاملے میں انوکھی بات پیدا کرنے والا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: قُلْ مَا كُنْتُ  
بَدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ: یعنی (اے محمد  
ﷺ) فرمادیجئے کہ میں اور رسولوں کے  
برعکس کوئی انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں۔

البَدْعَةُ: بدعت، تکمیل دین کے بعد اس  
میں ایسی نئی بات (جو پہلے سے موجود نہ ہو  
یا اس کی بنیاد موجود نہ ہو)۔

اسْتَبْدَعَهُ: اس نے یہ انوکھی یا نوا ایجاد  
بات سمجھی۔  
بَدَعَهُ تَبْدِيْعًا: اس نے اسے بدعت سے  
منسوب کیا۔

ب د ل - البَدِيلُ: بدل۔ کسی چیز کا دوسرا  
بدل۔ اسے بَدَلٌ بَرُوزَن شَبِيْهَةٌ اور بَدَلٌ  
بَرُوزَن شَبِيْهَةٌ اور مَثَلٌ اور مِثْلٌ کہتے ہیں۔  
أَبْدَلُ الشَّيْءِ بغيره: اس نے ایک چیز  
دوسری چیز سے بدل لی۔

بَدَّلَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْخَوْفِ أَمْنًا:  
اللہ تعالیٰ نے خوف کو امن میں تبدیل  
کر دیا۔

تَبْدِيلُ: کسی چیز کا تبدیل کرنا، چاہے

مردود) اس معاملے میں اسے ایک بات سوچھی۔ ایسے آدمی کو ذُو بَدَوَاتِ کہتے ہیں۔

البَدْوُ، البادية: صحرا۔

بَدَوِيٌّ: بدو میں رہنے والا (صحرا نشین) حدیث شریف میں ہے: مَنْ بَدَا جَفَا: جو بادیه میں جا بسا، اس میں بدویوں جیسی خشونت پیدا ہوگئی۔

البِدَاوَةُ: (باء مفتوح اور مکسور) بدو میں رہنا۔ یہ حضارت یعنی شہریت کی ضد ہے۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ میں اس لفظ کے حرف باء پر فتح نہیں جانتا صرف بوعلی زید کے ہاں یہ مفتوح ہے۔ اسی سے صفت نسبتی بَدَاوِی ہوگا۔

بَادَاهُ بِالْعِدَاوَةِ: اس نے اس سے اعلانیہ دشمنی کی۔

تَبَدَّى السَّرْجُلُ: آدمی بادیه میں جا بسا۔ تَبَادَى: وہ بدیوں جیسا ہو گیا۔ اہل مدینہ کہتے ہیں بَدِينَا بمعنی بَدَانَا۔

ب ذ ا - بَدَأْتُ الرَّحْلَ وَالْمَوْضِعَ: میں نے آدمی سے یا جگہ سے نفرت کی۔

ب ذ ر - بَدَّرَ الْبَدْرُ: اس نے بیج بویا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تَبَدَّى الصَّالِ: مالی کا بیکھر خرچ کرنا۔

ب ذ ل - بَدَّلَ الشَّيْءُ: اس نے چیز بچھڑ دی یا خرچ کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

بَابُ ظَرْفٍ هُوَ أَوْ مَصْدَرٌ بَدَّنَا بَرُوزًا قَفْلًا هُوَ۔ اور اسم فاعل بَادِنٌ هُوَ۔

الْبَدْنُ: (باء اور وال مضموم) موٹاپا۔

بَدَّنَ تَبْدِينًا: وہ عمر رسیدہ ہوا (یا جسم

بھاری ہوا) حدیث شریف میں ہے: اِنِّي

تَدْبَدَنْتُ فَلَا تَبَادِرُونِي بِالرَّكُوعِ

وَالسُّجُودِ: میں اب عمر رسیدہ (بھاری

جسم) کا ہو چکا ہوں لہذا رکوع اور سجود میں

میرے ساتھ مبادات نہ کیا کرو یعنی رکوع

اور سجود میں مجھ سے پہلے نہ جایا کرو۔

ب د ه - بَدَّهَهُ: اسے کوئی بات اچانک

پیش آگئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَدَّهَهُ بِأَمْرٍ: کسی کو اچھا دیتا۔

بَادَّهَهُ: اچانک (یا فوری طور پر) کوئی کام

کرتا۔ اس کا اسم البَدَاهَةُ يَا الْبَدِيهَةُ

ہے۔

ب د ا - بَدَا الْأَمْرُ: بات ظاہر ہوئی۔ اس

کا باب سَمَا ہے۔ قرآنی آیت: الَّذِينَ

هُمْ أَرَادُوا بَدِي الرَّأْيِ: میں اس لفظ

کا معنی 'بظاہر' ہے اور جس نے اسے بَدَا

کو ہمزہ دے کر پڑھا تو اس کا معنی 'ابتداء' یا

'پہلی نظر میں' ہے۔

بَدَا الْقَوْمُ خَرَجُوا إِلَى بَادِيَتِهِمْ:

لوگ اپنے بادیه میں جانے لگے۔ اس کا

باب عَدَا ہے۔

بَدَّالَهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ بَدَاءً: (الف

(بام مفتوح و ممدود) ہے۔ اس سے نہ تو  
تثنیہ کا مینہ بنتا ہے اور نہ جمع کا، کیونکہ یہ  
السَّمَاع کی طرح اسم مصدر ہے، جبکہ  
بَرِيءٌ سے تثنیہ اور جمع دونوں صیغے بنتے  
ہیں بروزن فُقُهَاء، الصَّبَاء، أَشْرَاف،  
أَذْكَرَام: اور جمع سالم کا مینہ بھی بنتا ہے،  
مثلاً: هِيَ بَرِيئَةٌ، هُمَا بَرِيئَتَان، هُنَّ  
بَرِيئَاتٌ وَبَرَايَا رَجُلٍ بَرِيءٍ وَبُرَاءَةٌ  
(بام مضموم اور ممدود)۔

بَارَأَ شَرِيكَهُ: اس نے اپنے شریک کو  
الگ کر دیا۔ بَارَأَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ: آدمی  
نے اپنی بیوی کو الگ کر دیا۔

اسْتَبْرَأَ مَا عِنْدَهُ: اس نے اپنی ہر چیز  
سے اظہار براءت کیا۔

البُرَاء: چاند مینے کی پہلی رات۔

ب ر ث ن - البَرَاتِن: درندوں اور  
جانوروں کے بچے جس طرح انسان کی  
انگلیاں ہوتی ہیں۔

المخلب: ناخن۔

ب ر ج - بُرُجُ الْحَصَنِ: قلعے کا برج۔

اس کی جمع بُرُوج اور أَبْرَاج ہے۔ شاید  
قلعے کو بھی اسی نسبت سے بُرُج کہتے ہیں  
چنانچہ قول خداوندی ہے: وَلَوْ كُنْتُمْ فِي  
بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ: (موت تمہیں آ کر رہے  
گی) چاہے تو مضبوط قلعوں میں ہی کیوں  
نہ ہو۔

السُّدَّةُ وَالْمَبْدَلَةُ: (شروع کے حروف

کسور) پہناوے میں گھٹیا پن کا اظہار۔

إِبْتِدَالُ الثُّوبِ: کپڑوں کا گھٹیا پن۔

التَّبْدُلُ: گھٹیا پن۔ سنجیدگی اور وقار کا  
ترک کرنا۔

ب ذ ا - الْبِدْءُ: (مد کے ساتھ) فحش،  
ناشائستہ۔

فَلَانٌ بِلِدِي اللِّسَانِ: فلاں آدمی بد  
زبان یا فحش گو ہے۔

الْمَرْءُ بَدِيءٌ: عورت بد زبان ہے۔

ب ر ا - بَرِيءٌ مِنْهُ وَمِنَ الدِّينِ

وَالْعَيْبِ: وہ اس سے قرض سے اور عیب

سے بری ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

بَرِيءٌ مِنَ الْمَرَضِ: وہ بیماری سے

شفا یاب ہو گیا۔ اس میں راء کسور ہے اور

اس کا مصدر بُرُؤًا (بام مضموم) ہے۔ اہل

حجاز سے بَرَأَ مِنَ الْمَرَضِ کہتے ہیں۔

اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَرَأَ اللَّهُ الْحَلْقَ كَابَابِ قَطَعَ: اس

کا اسم فاعل الْبَارِئُ ہے۔

الْبَرِيءُ: اس میں ہمزہ کو ترک کر دیا گیا ہے

اگرچہ اس لفظ کا مادہ الْبَرِيءُ نہیں ہے۔

أَبْرَأَهُ مِنَ الدِّينِ: اس نے اسے قرض

سے بری کر دیا۔

بُرَاءَةٌ تَبْرِيئَةٌ أَوْ تَبْرَأُ مِنْ كَذَا: وہ فلاں

چیز سے بری ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل بُرَاءٌ

ب ر د - البَرْدُ: حر کی ضد ہے۔ بمعنی سردی، ٹھنڈ۔

البُرُودَة: حرارت کی ضد، سردی، ٹھنڈک۔  
بُرْدُ الشَّيْءِ: چیز ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کا باب سَهْلٌ ہے۔

بَرْدَةٌ غَيْرَةٌ: کسی دوسرے نے اسے ٹھنڈا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اسم مفعول مَبْرُودَةٌ ہے۔

بَرْدَةٌ تَبْدِيدِيَّةٌ: اس نے اسے خوب ٹھنڈا کیا۔ اس کی بجائے أَبْرَدَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ گھٹیا قسم کا اسلوب زبان ہوگا۔ کہا جاتا ہے:

لَا تَبْرِدُ عَنْ فُلَانٍ: یعنی فلاں آدمی اگر تم پر ظلم بھی کرے تو بھی اسے گالی نہ دے کیونکہ اس سے اس کا گناہ کم ہوگا۔

هَذَا مَبْرَدَةٌ لِلْبَدَنِ بِرُوزِنٍ مَتْرَبَةٍ: (یہ بدن کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے)۔ الاصحی نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تم دوپہر کو کیوں سوتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا۔ اِنَّهَا مَبْرَدَةٌ لِّصَيْفٍ وَمَسْخَنَةٌ لِلشَّمَاةِ: کہ یہ سونا گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور سردیوں میں گرمائش۔

بَرْدُ الْحَدِيدِ بِالْمَبْرَدِ: اس نے لوہے کو ریتی سے چھيلا۔

البُرَادَة: برادہ، لوہے کو چھیلنے یا رگڑنے سے جو لوہے کے ذرات گرتے ہیں۔ لفظ

البُرُوجُ: واحد ہے اور اس کی جمع بُرُوجٌ ہے مثلاً: بُرُوجُ السَّمَاءِ: آسمان کے برج۔  
التَّبْرِجُ: عورتوں کا مردوں کے لئے بناؤ سنگار کرنا۔

ب ر ج س - البُرُجَا سٌ: ہوا میں ایک نشانہ جس پر تیر اندازی کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ نوا ایجاد لفظ ہے۔

ب ر ج م - البُرُجْمَةُ: (باہ مضموم) اس کی جمع بُرُجِمٌ ہے۔ انگلیوں کے جوڑ جو مشت کف پر انگلیوں کی جڑوں کے درمیان ہوتے ہیں، انگلیوں کے جوڑ۔ اگر کوئی تھیلی کو (زور سے) پکڑے تو یہ جوڑ ابھر آتے ہیں۔

ب ر ح - البَارِحَةُ: قریب ترین گزری ہوئی رات۔ اس کا مادہ بَرِحَ۔ گزرا اور ہٹا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ:

لَقَيْتُهُ الْبَارِحَةَ وَلَقَيْتُهُ الْبَارِحَةَ الْاُولَى: میں گزشتہ رات یا پہلی رات اس سے ملا ہوں۔  
بُرْحَاءٌ: (باہ مضموم) بخار وغیرہ۔ درد کی شدت۔ کہتے ہیں: بَرَّحَ بِهِ الْاَمْرُ تَبْرِيحًا: یعنی معاملے نے اسے تھکا دیا۔

ضَرْبَةٌ ضَرْبًا مُبْرَحًا: (راء مشدود اور مکسور) اس نے اسے ضرب شدید ماری (ایسی ضرب جس کا نشان باقی رہے یا عضو ٹوٹ جائے)۔

تَبَارِيحٌ: شوق اور ولولہ۔

لَا اَمْرَحُ اَفْعَلُ كَذَا: میں ہمیشہ ایسا کرتا رہوں گا۔

اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس سے  
آپ کوئی چیز ٹھنڈی کریں مثلاً: بَرُوذُ  
العین: آنکھ کا سرمہ۔

البُرُوذُ مِنَ الشَّيْبِ: عمدے پڑے اس  
کی جمع بُرُوذُ اور اَبْرَادُ ہے۔

البُرُوذَةُ: سیاہ مربع دھاری دار کبیل جسے  
عرب اوڑھتے ہیں۔

البَرِيْدُ: تنخواہ اور منصب و مرتبہ۔ کہا جاتا  
ہے: حُمِلَ فُلَانٌ عَلَى الْبَرِيْدِ: فلاں  
شخص کو منصب پر فائز کیا گیا۔ بارہ میل

کے فاصلے کو بھی الْبَرِيْدُ کہتے ہیں۔ اور  
صَاحِبُ الْبَرِيْدِ قَدْ اَبْرَدَ اِلَى

الْاَمِيْرِ: صاحب البرید ڈاک انچارج  
نے امیر کو ڈاک روانہ کی۔ اس لفظ سے اسم

فاعل مَبْرُوذٌ ہے۔ ایلچی اور پیام برد کو بھی  
بَرِيْدٌ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امام

الازہری نے کہا کہ: ڈاک اٹھانے والے  
جانور کو بَرِيْدٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ڈاک

اٹھا کر چلتا ہے۔ کسی اور نے کہا کہ الْبَرِيْدُ  
وہ شجر ہے جو سرائے میں بندھا رہتا ہے

(ڈاک کے معنوں میں یہ لفظ فارسی الاصل  
ہے)۔ اس کا نام پہلے ذم رکھا گیا۔ پھر

اسے رسول کا نام دیا گیا جس پر ڈاک  
لدی ہو۔ پھر اس لفظ کو مسافت کیلئے

استعمال کیا جانے لگا۔

البُرُوذُ: بَاءُ مَفْتُوحٌ بِمَعْنَى سَرْدٍ - يَهْدِي لَفْظُ هِرَابِ رِذْعٍ - الْبُرُوذَةُ: (بَاءُ مَفْتُوحٌ)

بَاءُ مَضْمُونٌ هِيَ -

بَرُوذٌ عَيْنُهُ بِالْبَرُوذِ: اس نے اپنی آنکھ کو  
ٹھنڈک کی ٹکوری۔

بَرُوذٌ لَهُ عَلَيْهِ كَذَا: اس پر اتنا واجب یا  
ثابت ہوا۔ انہیں معنوں میں ذَابٌ لَهُ

وَعَلَيْهِ اَلْفُ بَارِدٌ بَعْضُهُمْ يَكْتُمُ هِيَ -  
سَمُومٌ بَارِدٌ: زَائِلٌ نَهْ هُوَ نَوْنٌ وَالِي ثَابِتٌ

هُوَ اَيْسٌ -  
الْبَرُوذُ: نَبِيذٌ، يَهْدِي مَعْنَى قَوْلِ خَدَاوَدِيِّ: لَا

يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرُوذًا: میں ہے۔  
الْبَرِدُ: كَمَا مَعْنَى مَوْتٍ بَعْضُهُمْ يَكْتُمُ هِيَ - اِنْ يَأْتِجُوْنَ

اَفْعَالٌ كَمَا يَابَ نَصْرَةٌ هِيَ -  
الْبَرُوذَةُ: بَاءٌ اَوْ رَاءٌ مَفْتُوحٌ - بِرِضْمِيٍّ -

حَدِيثُ شَرِيْفٍ فِيْهِ هِيَ: اَصْلُ كُلِّ ذَا هِيَ  
الْبَرُوذَةُ: هِرَبِيَارِيٌّ كَمَا اَصْلُ سَبَبٍ بِرِضْمِيٍّ

هِيَ -  
الْبَرُوذُ: اَوَّلُ لُغْوَالِهِ - اس سے فعل مجہول

بُرِيْتِ الْاَرْضِ: يَعْنِي زَمِيْنٌ پُرَاوَلِ  
پڑے، بنا ہے۔ اور بُرُوذَاتِ الْقَوْمِ كَمَا

مَطْلَبٌ بَعْضُهُمْ قَوْمٌ پُرَاوَلِ پڑے ہیں۔  
سَحَابٌ بِرُوذٍ: رَاءٌ مَكْسُوْرٌ، تَهْنُذٌ اِبَادِلِ -

اَبْرُوذٌ صَارَ ذَا بَرُوذٍ: يَعْنِي تَهْنُذٌ هُوَ غِيٌّ -  
سَحَابَةٌ بِرُوذَةٍ كَمَا مَعْنَى بَعْضُهُمْ تَهْنُذٌ هُوَ غِيٌّ -

سَحَابَةٌ بِرُوذَةٍ كَمَا مَعْنَى بَعْضُهُمْ تَهْنُذٌ هِيَ يَأْسَرُ  
بَادِلٌ هِيَ -

ہوا۔

بُرْحَجَةٌ: (باء مضموم) اور بَرَّ اللہ حَجَّةً  
يَبْرُؤُ (باء مضموم) سب کا اصل بَرُّ (باء مکسور)  
ہے۔

تَبَارُؤًا بروزن تَفَاعَلُوا بَرَّ سے ماخوذ  
ہے بمعنی باہم نیک سلوک کرنا۔ مثل مشہور  
ہے کہ لَا يَعْصِرُفٌ هَذَا مِنْ بَرٍّ: اسے  
اس بات کی پہچان نہیں کہ کون اسے ناپسند  
کرتا ہے اور کون اسے اچھا جانتا ہے۔

إِنَّ الْأَعْرَابِيَّ نَعَى كَمَا كَرِهَ: الْهَرُّ دُعَاءُ  
الْفَنَسِ وَالْبَرُّ سَوْفَهَا: ہر کی آواز  
بکریوں کو بلانے کے لئے ہر کی آواز ان کو  
ہانکنے کی ہے۔

الْبَرُّ: بحر کی ضد ہے۔ یعنی خشکی اور زمین۔  
الْبَرِّيَّةُ: صحرا اور ریگستان۔ اس کی جمع  
بَرَارِيٌّ ہے۔

الْبَرِّيَّةُ: بروزن فَعْلِيَّةٌ: خشکی سے  
منسوب یا تعلق رکھنے والی اور جنگلی۔

الْبَرِّيَّةُ: عُصَى کی حالت میں آواز یا  
کلام۔ کہتے ہیں: بَرَّوْ: وہ بڑبڑایا۔ ایسے  
فحش کو بَرَّوْ بَارٌّ یعنی بڑبولا کہیں گے۔

بَرُّوَّةٌ: لوگوں کی ایک نسل، انہیں بَرُّوَّةٌ  
بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ میں 'ة' اس لفظ  
کے عجمی یعنی غیر عربی ہونے کی علامت ہے  
یا یہ 'ة' نسبت کی وجہ سے ہے۔ چاہیں تو  
اسے حذف کر سکتے ہیں۔

پالان جو زمین کے نیچے رکھا جاتا ہے۔  
اسے عرق گیر بھی کہتے ہیں۔

بِرْذَنٌ - الْبِرْذَوْنُ: چوپایہ۔ الکسائی کا  
کہنا ہے کہ بَرَّاذِينُ کی مَوْنُثُ بَرِّذَوْنَةٌ  
ہے۔

بِرْ ر - الْبِرُّ: نیکی اور فرماں برداری، اس  
کی ضد عتوق یعنی نافرمانی اور حکم عدولی  
ہے۔ اسی طرح: الْمَبْرُوءَةُ کا معنی نیکی ہے  
مثلاً: بَرِّرْتُ وَالْوَدِيَّ: میں نے اپنے  
والد کے ساتھ نیک سلوک کیا یا فرماں  
برداری کی۔

أَبْرَةٌ بَرًّا: میں اس کے ساتھ نیک سلوک  
کرتا ہوں۔

بَرٌّ اور بَرَّارٌ: نیک سلوک کرنے والا۔  
بَرٌّ کی جمع أَبْرَارٌ اور بَرَّارٌ بَرِّرَةٌ ہے۔  
فَلَانٌ يَبْرُؤُ: فلاں اس کا موجد اور خالق  
ہے۔

يَتَبَرَّرُ: وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری  
کرتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ میں صاحب کتاب کے  
علاوہ کسی اور کو اطاعت و فرماں برداری کے  
معنوں میں لفظ التَبَرُّرُ کہتے نہیں جانتا۔

الْأُمُّ بَرَّةٌ بَوْلِدِهَا: ماں اپنے بچے پر  
نہایت شفیق ہے۔

بَرٌّ فِي يَمِينِهِ: وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔  
بَرٌّ حَجَّةً: اس کا حج مبرور ہوا۔ یعنی قبول

آخرت کے درمیان موت سے لیکر دوبارہ  
جی اٹھنے تک کا دور بھی بروز کہلاتا ہے جو  
فخص مرجاتا ہے وہ بروز میں داخل ہو  
جاتا ہے۔

ب ر س م - البرسام: (باء مکسور) مشہور  
و معروف ذات الجب کی بیماری۔

بُرْسِمُ الرَّجُلِ: فعل مجہول۔ آدمی کو  
برسام کی بیماری لگ گئی۔ اس سے اسم  
مفعول بُرْسِمٌ ہے یعنی برسام زدہ شخص۔  
میرا کہنا ہے کہ کتاب ”التہذیب“ میں یہ  
لفظ البرسام (باء مفتوح) ہے۔

الابْرُسِمُ: ابرشم کا معرب لفظ ہے اور اس  
کے تین تلفظ ہیں عرب لوگ غیر عربی کلمات  
کو اپنی زبان میں ملا لیتے ہیں۔  
ابن السکیت کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الأبریسم  
ہے۔

ابن الأعرابی نے کہا کہ یہ لفظ الإبریسم  
(باء راء مکسور اور سین مفتوح) ہے۔ اس  
نے کہا کہ کلام عرب میں افعیل (مکسور)  
وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ البتہ افعیل  
کے وزن پر کلمات موجود ہیں مثلاً:  
اهلیج اور ابریسم۔

ب ر ص - ابرص: پھلجھری کا مریض۔  
اس کا باب طرب ہے۔

أَبْرَصَةُ اللَّهِ: خدا سے جلائے برس کرے۔  
سَامٌ أَبْرَصٌ: چھپکل۔ ریگنے والے بڑے

البُرُّ: اس کا واحد بُرٌّ ہے یعنی گندم یا  
گیہوں۔ سیویہ نے اس لفظ کی جمع اَبْرَاد  
بنانے سے منع کیا ہے۔ جب کہ المَبْرَد  
نے بطور قیاس جائز قرار دیا ہے۔

أَبْرَ اللَّهُ حَجَّةً: بُرٌّ کا ایک دوسرا لہجہ  
ہے۔ یعنی اللہ اس کا حج قبول کرے۔

أَبْرَ الرَّجُلِ عَلَى أَصْحَابِهِ: وہ اپنے  
ساتھیوں میں سربر آوردہ ہو گیا۔

أَبْرَ الرَّجُلِ: آدمی خشکی پر سوار ہوا۔

ب ر ز - بُرْزَةٌ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے  
ظاہر یا نمایاں کیا۔

الْبِرَازُ: (باء مکسور) المُبَارَزَةُ: جنگ میں  
دعوت مبارزت یعنی مقابلہ کرنے کے لئے  
دشمن کو بلا دینا یا لکارنا۔ بطور کنایہ پاخانہ  
کو بھی کہتے ہیں۔

المَبْرُزُ بَرُوزِ المَذْهَبِ: وضو کرنے کی  
جگہ۔

الْبِرَازُ: (باء مفتوح) کھلی، وسیع اور کشادہ  
فضاء۔

تَبَرَّزَ الرَّجُلُ: آدمی تضائے حاجت کے  
لئے نکلا۔

تَبَرَّزَ الشَّيْءُ تَبَرُّزًا: اس نے اسے  
واضح کیا یا ظاہر کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں  
سے سربر آوردہ ہو گیا یا فوقیت پا گیا۔

ب ر ز خ - البَرُزُخ: دو چیزوں کے  
درمیان حائل پردہ یا رکاوٹ۔ دنیا اور

بَرْقُ الخُلْبُ اور بَرْقُ خُلْبُ:  
(اضافت کے ساتھ) اور بَرْقُ خُلْبُ  
(بطور صفت) اس چمکنے یا کوندنے والی بجلی  
کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ اس کا  
ذکر بَرْقُ السَّمَاءِ کے ذیل میں ہے۔

ابْرَقْتُ: کو دیکھئے بذیل (ر ع ۵)  
البُرَاقُ: سواری کا وہ جانور جس پر نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب سوار  
ہوئے تھے۔

بَرْقُ البَصْرِ: باب طَرْبٍ، نظر چندھیا  
گئی یا جائے۔ یعنی حیرت کے مارے  
آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

جب بَرْقُ البَصْرِ (باء مفتوح) کہیں تو  
مطلب ہوگا نظر کی پھرائی جانے والی  
حالت ہوگی۔ بَرْقُ عَيْنِهِ تَبْرِيْقًا: اس  
نے اپنی نظر خوب تیز کر دی۔

الابْرِيْقُ: اس کی جمع اَبْرِيْقُ ہے۔ یہ لفظ  
فارسی سے معرب ہے۔ بمعنی لوٹا۔ پانی کا  
کوزہ۔

الابْرُوقُ: ایسا ڈھیر جس پر پتھر، ریت اور  
مٹی سب کچھ ملا ہوا ہو۔ اسی طرح البرِّقاء  
اور البرِّوقَةُ بروزن العُرْفَةَ کا بھی یہی  
مطلب ہے۔

البَّارِقُ: بجلی والے بادل۔

السَّحَابَةُ البَارِقَةُ: بجلی والی بدلی۔

اِسْتَبْرَقَ: موٹا دیباچ کا کپڑا، فارسی سے

جانوروں میں سے ایک۔ یہ نام اسم معرفہ  
ہے جو جنس کی تعریف کرتا ہے۔ یہ دو نام  
ہیں جنہیں ایک مرکب بنایا گیا ہے۔  
چاہیں تو پہلے نام کو معرب بنا کر اسے  
دوسرے نام کا مضاف بنائیں اور چاہیں تو  
پہلے کو مبنی برفتحہ کر دیں۔ اور دوسرے نام کو  
معرب بنائیں اور اسے غیر منصرف کا  
اعراب دیں۔ اس کا تشبیہ کا صیغہ سَمَاعًا  
اَبْرَصٌ ہوگا اور جمع سَوَامٍ اَبْرَصٌ ہوگا یا  
سِوَامٌ۔ دوسرے نام کو اَبْرَصٌ یا بَرَصَةٌ  
بروزن عِنْبَةَ نہیں کہنا چاہئے نہ ہی اسے  
اَبْرَصٌ کہنا چاہئے۔

سَامٌ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

ب ر ع - بَرَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے علم  
میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل کی۔  
اس کا اسم فاعل بَارِعٌ ہوگا۔ اس کا باب  
خَضَعَ اور ظَرَفَ اور فَعَلَ ہے۔  
مُتَبَرِّعٌ: رضا کارانہ خیرات دینے والا۔  
مالی خیرات کرنے والا۔

ب ر غ ث - البُرْعُوْثُ: (باء مضموم)  
کاٹنے والا کپڑا، پتو۔

ب ر ق - بَرْقُ السَّيْفِ وَغَيْرَہَا: تلوار وغیرہ  
کوندی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور اسم البریق  
اور البرِّقُ ہے۔ اس کی جمع بُرُوقُ ہے۔

بُرُوقُ السَّحَابِ: بادل کی چمک۔ کہتے  
ہیں:



دے۔ قول خداوندی ہے: **أَنْ بُورِكَ**  
**مَنْ فِي النَّارِ، تَبَارَكَ اللَّهُ:** بابرکت  
 ہے اللہ یعنی بَارَكَ اللَّهُ: اس کی مثال  
**قَاتِلْ** اور **تَقَاتَلْ** ہے۔ البتہ فاعل متعدی  
 ہے اور تفاعل متعدی نہیں ہے۔ بلکہ فعل  
 لازم ہے۔

**تَبْرَكَ** بہ: اس نے اس سے برکت  
 حاصل کی۔

**ب ر م - بَرَمَ:** اسے اکتادیا۔ اس کا باب  
 طَرَبَ ہے۔

**أَبْرَمَهُ:** اس نے اسے دل گرفتہ و ملول کر دیا  
 اور اسے ڈرایا دھمکایا۔

**أَبْرَمَ الشَّيْءُ:** کسی چیز یا معاملے کو پختہ  
 کرنا۔

**المُبْرَمُ مِنَ الشَّيْبَابِ:** دوہری بتر کا  
 کپڑا۔ اسی سے اسم جنس **المُبْرَمُ** بنا ہے  
 جو ایک خاص کپڑے کا نام ہے۔

**البَرَامُ:** یہ بَرَمَ کی جمع ہے۔ ہانڈی یا  
 ہنڈیا۔

**ب ر ن - الْبُرْنِيُّ:** کھجور کی ایک قسم۔

**الْبُرْنِيَّةُ:** مٹی؛ برتن۔

**بَيْرِينُ:** ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے **رَ مَلِي**  
**بَيْرِين** کہا جاتا ہے۔

**ب ر ن س - الْبُرْنَسُ:** لمبی ٹوپی۔

ابتدائے اسلام میں یہ ٹوپی زاہد لوگ پہنا  
 کرتے تھے۔

معرب ہے۔ اس کا اسم تصغیر **أَبْرُقُ** ہے۔  
**ب ر ق ش - بَرُقَشَ الشَّيْءُ:** اس نے  
 مختلف رنگوں سے نقش و نگار بنائے۔ اس کی  
 اصل **أَبُو بَرَأَقَش** ہے یعنی گرگٹ جو  
 رنگ بدلتا ہے۔

**ب ر ق ع - الْبُرُقُعُ:** (قاف مفتوح اور  
 عین مضموم)، مویشی اور دیہاتی عورتوں کا  
 پہناوا۔ اسے **الْبُرُقُوعُ** بھی کہتے ہیں۔

**بَرُقَعَهُ فَتَبْرُقَعُ:** اس نے اسے برقعہ  
 پہنایا، تو اس نے پہن لیا۔ برقعہ پردہ ہے۔

**ب ر ك - بَرَكَ البَعِيرُ:** اونٹ بیٹھ  
 گیا۔ اس کا باب **دَخَلَ** ہے۔

**أَبْرَكُهُ صَاحِبُهُ فَتَبْرَكُ:** اس کے  
 مالک نے اسے بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ ان

معنوں میں اس کا استعمال بہت کم ہے۔  
 اس کے بدلے **أَنَاخَهُ فَاسْتَنَاخَ:** زیادہ

استعمال ہوتا ہے۔

**الْبُرُوكَةُ:** تالاب۔ اس کی جمع **بِرْك**  
 ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ نام حوض یا تالاب

میں پانی جمع رہنے کے باعث دیا گیا ہے۔  
 ورنہ ہر چیز کے ٹھہرنے اور گلنے کو **بِرْك**

کہتے ہیں۔  
**الْبُرُوكَةُ:** افزائش اور زیادتی۔

**التَّبْرِيكُ:** برکت کی دعا، کہا جاتا ہے:

**بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَفِيكَ**  
**وَعَلَيْكَ وَبَارَكَكَ:** اللہ تجھے برکت

ب ر ه ن - البرهان: دلیل اور حجت  
بُرْهَنَ عَلَيْهِ: اس پر حجت قائم کی۔ یعنی  
دلیل کے ساتھ ثابت کر دی۔

ب ر ا - البری: مٹی۔ البریة: مخلوق۔  
اس کی اصل ہمزہ ہے اور اس کی جمع بَرَايَا  
اور البریات ہے۔

بِرْأَةُ اللَّهِ: خدا نے اسے پیدا کیا۔ اس کا  
باب عدا ہے۔

فُلَانٌ يُسَارِي فُلَانًا: فلاں شخص فلاں  
شخص کاملہ مقابل ہوتا ہے اور اس جیسا کام  
کرتا ہے۔

هُمَا يَتَبَارَيَانِ: وہ دو شخص ایک دوسرے  
کی ریس کرتے ہیں۔

إِنْبِرَى لَهُ: وہ اس کے سامنے ہوا۔ نمودار  
ہوا۔

الْبُرَايَةُ: ستھری اور چھین۔ چھیل یا تراشی  
ہوئی لکڑی اور اسی طرح البُرَاءُ ہے۔

الْمِيْرَاةُ: ریتی یا قلم تراش۔  
بَرَيْتُ الْقَلَمَ: میں نے قلم تراشا۔ اس کا  
باب رمی ہے۔

بَرَيْتُ: دیکھے بذیل (ب ر ر)  
بَرِيَّةٌ: دیکھے بذیل (ب ر ر)

بَرِيَّةٌ: دیکھے بذیل (ب ر ا) یا (ب ر ا)  
ب ز ر - البزُرُ: بیج، تخم۔

بِزْرُ البَقْلِ: سبزی وغیرہ کا بیج۔  
دُهْنُ البِزْرِ: بیجوں کا تیل، اسے مکسور

تَبْرُنَسَ الرَّجُلُ: آدمی نے بُرْسُ ٹوپی پہنی۔  
ب ر ه - آتَتْ عَلَيْهِ بُرْهَةٌ مِنَ  
الدَّهْرِ: (باہ مفتوح و مضموم)۔ اس پر  
ایک طویل دور آیا۔

الاصمعی نے کہا کہ: بُرْهُوْثُ بروزن  
رْهُوْثُ حضرت میں ایک کنویں کا نام  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں کفار کی روہیں  
ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: خَيْرُ بِنْرِ  
فِي الْاَرْضِ زَمْزَمٌ وَشَرْبُهُ فِي  
الْاَرْضِ بَرْهُوْثُ: روئے زمین پر  
بہترین کنواں زم زم ہے۔ اور بدترین  
کنواں برھوت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
بَرْهُوْثُ سَبْرُوْثُ کی طرح ہے۔

ب ر ه م - اِبْرَاهِيْمُ: ایک عجمی نام ہے۔  
اس کے حسب ذیل مختلف تلفظ (لجج)  
ہیں:

اِبْرَاهَامُ، اِبْرَاهِمُ اور اِبْرَاهِيْمُ (باہ  
مخروف)۔ المبرد کے ہاں ابراہیم کا اسم  
تصغیر اُبَيْرَةُ ہے اور سیبویہ کے نزدیک  
بُرَيْهْمُ ہے۔ یہ بہتر ہے لیکن قرین قیاس  
پہلا اسم ہے اور بعض اہل لغت کے نزدیک  
بُرَيْهَةٌ ہے۔

الْبِرَاهِمَةُ: ایک قوم جو اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے۔ انبیاء و رسل کی بعثت کی قائل نہیں  
ہے۔ اور اسے جائز نہیں سمجھتے۔

اگر یہ ہندوستان کی برہمن قوم ہے تو یہ اللہ کے انسانی روپ  
میں طول کی قائل ہے۔ (مترجم)

خَلال (خام مفتوح)، اس کے بعد بَلُخ  
(باء اور لام مفتوح) پھر بُسْر، پھر طَب  
اور آخر میں تَمَوْ ہے۔ اس کا واحد بُسْرَةٌ  
ہے۔ اور جمع بُسْرَات اور بُسْر ہے  
(تینوں حروف مضموم)

أَبَسَرَ النُّخْلُ: کھجور کے درخت کی  
کھجوریں بسر ہو گئیں۔ یعنی نخل سردار  
ہو گیا۔

الْبَسْرُ: میز تیار کرنے میں دوسری  
کھجوروں کے ساتھ بسر کھجوریں ملانا۔ اس  
کا باب نَصْر ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: لَا تَبَسْرُوا وَلَا تَفْجُرُوا: نہ تو بسر  
کو دوسری کھجوروں سے ملاؤ اور نہ ہی تم کو  
بُسر کے ساتھ ملاؤ۔

بَسَرَ الرَّجُلُ: آدمی کا چہرہ مرجھا گیا۔  
اس کا باب دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے:  
عَبَسَ وَبَسَرَ: اس نے تیوری چڑھائی  
اور منہ بسورا۔

بَسُور: اس کی جمع بوا سیر ہے۔ یہ ایک  
بیماری ہے جو مقعد یا ناک کے اندر ہو جاتی  
ہے۔

ب س س - البَسُّ: بیسہ بنانا۔ جو کاستویا  
آٹا یا سپا ہوا پنیر گھی یا تیل میں ملا کر بنتا ہے  
جسے کھایا جاتا ہے، اسے پکایا نہیں جاتا اور  
وہ تری میں گندھے ہوئے سے زیادہ تر ہوتا  
ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

پڑھنا زیادہ فصیح ہے یعنی البَزْر، الأَبْزَار  
اور الأَبْزَارُ: مصالحہ جات یا سالہ جات۔  
ب ز ز - بَزَّة: اس نے اسے چھین لیا۔ مثل  
مشہور ہے: مَنْ عَزَّ بَزًّا: جس کی لاشی  
اس کی بھیئیں۔ اِنْبَزَّة: اس نے اس کو  
زبردستی چھین لیا یا جبراً لے لیا۔

الْبَزُّ مِنَ الشَّيْبِ: بزازی یعنی کپڑا  
الْبَزَّةُ: شکل اور مصیبت (باء مکسور)  
ب ز غ - بَزَغَتِ الشَّمْسُ: سورج  
طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

الْمَبْزُغُ: (میم مکسور) نشتر  
بَزَعُ الْحَاجِمِ وَالْبَيْطَارُ: حجام یا بیطری  
نے نشتر سے چیرا۔  
ب ز ق - الْبُزَاقُ: تھوک۔

بَزَقَ: اس نے تھوکا۔ اس کا باب نَصَرَ  
ہے۔

ب ز م - الإِبْزِيمُ: بکسوا۔ جو کر بند یا پیٹی  
کے سرے پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع أَبْزِيمُ  
ہے۔

ب ز ا - الْبَازِيُّ نَبَا، شکاری پرندہ۔ اس  
کی جمع بُزَاة ہے۔

ب س ا - بَسَاتٌ بِالشَّيْبِ بَسًا: میں  
کسی ایک چیز سے مانوس ہو گیا۔

ب س ر - البُسْرُ: کچی کھجور۔ کھجور کے  
پکنے تک اس کے مختلف مراحل یہ مختلف نام  
ہیں۔ شروع میں طلع، تھوڑی مدت بعد

ب س ط - بَسَطَ الشَّيْءَ: (سین)

اور صاف، دونوں کے ساتھ) اس نے چیز کو پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

بَسَطَ الْعَذْرُ: اس نے عذر قبول کیا۔

الْبَسْطَةُ: گنجائش، استعداد، کشائش

الْبَسَطُ الشَّيْءُ عَلَى الْأَرْضِ:

چیز زمین پر پھیل گئی یا بچھ گئی۔

الانبساط: ترک احتشام۔ کہا جاتا ہے

كَمْ بَسَطْتُ مِنْ فُلَانٍ فَاَنْبَسَطَ:

میں فلاں شخص کے ساتھ خندہ روئی سے

پیش آیا تو وہ خوش ہو گیا۔

البِساط: بچھوتا، بچھائی جانے والی چیز

دری وغیرہ۔

مَكَانٌ بَسِيطٌ: فراخ، وسیع اور کشادہ

جگہ۔

يَذُّ بَسْطًا بَرْدًا قَسِطًا: کشادہ ہاتھ۔

حضرت عبداللہ کی قراءت میں قرآن کی

آیت: بَلْ يَذَّاهُ مَبْسُوطَاتٍ: کی

بجائے يَذَّاهُ بَسْطَانَ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ

کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہ محاورہ

سخاوت کے لئے کنایہ ہے۔

ب س ق - البِصَاقُ: اور البُصَاقُ:

بلندی۔ بَسَقَ النَّخْلُ: کھجور کا درخت بلند

ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے

قول خداوندی: وَالنَّخْلُ بِاسِاقَاتٍ: یعنی

کھجور کے بلند و بالا درخت ہے۔

بَسُّ الْإِبِلِ وَأَبْسَهَا: اس نے اونٹ کو

ڈانٹا اور اسے بَسَّ بَسَّ کہا۔ حدیث

شریف میں ہے: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ

الْمَدِينَةِ إِلَى الْيَمَنِ وَالشَّامِ

وَالْعِرَاقِ يَبْسُونَ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ

لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: ”لوگوں کی

ایک جماعت یا کچھ لوگ مدینہ سے یمن،

شام اور عراق کی طرف بَسَّ بَسَّ کرتے

ہوئے نکل پڑتے ہیں۔ حالانکہ مدینہ ان

کے لئے بہت بہتر ہے اگر وہ جانتے“

میں کہتا ہوں کہ الصحاح التہذیب

اور شرح الغریبین میں اسی طرح

يَبْسُونَ (باہ مکسور کے ساتھ) لکھا ہوا

ہے۔

البہتمی نے اپنے مصادر میں لکھا ہے کہ اس کا

باب رَدُّ يَوْمًا ہے۔

البَسُوسُ: (باہ مفتوح) عرب کی ایک

عورت کا نام ہے جو حنا بن مرثد البربری

کی خالہ تھی۔ اسی کی وجہ سے بکر اور تغلب دو

قبیلوں کے درمیان چالیس برس تک جنگ

جاری رہی اور اسی سے بدشگونی کی یہ مثل

مشہور ہو گئی:

أَشَامٌ مِنَ الْبَسُوسِ: یعنی بسوس

عورت سے زیادہ منحوس۔ اس جنگ کا نام

بھی اس عورت سے منسوب ہو کر حرب

الْبَسُوسِ ہو گیا۔

ب س ن - بَيَّسَان: حدود و اطرافِ شام  
میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

ب ش ر - الْبَشْرَةُ وَالْبَشْرُ: انسانی  
جلد کا بیرونی حصہ۔

الْبَشْرُ: پیدا کرتا۔

مُبَاشِرَةُ الْأُمُورِ: کاموں کا شروع کرنا یا  
اپنے پیش رو لانا۔

بَشْرَ الْأَدِيمِ: اس نے اس کا ظاہری  
حصہ پکڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

بَشْرَهُ: اس نے اسے خوشخبری دی۔

بَشْرَهُ تَبَشِيرًا: اس نے اسے ایک  
خوشخبری دی۔ اس کا اسم الْبِشَارَةُ ہے (باء  
مضموم اور کسور)۔

بَشْرَهُ بِيكْذَا: (بغیر تشدید) اس نے  
اسے یہ خوشخبری دی۔

فَأَبَشْرَهُ إِبْشَارًا: وہ خوش ہوا۔ (بات  
کرتے ہوئے)۔ کہا جاتا ہے: أَبَشِرُ  
بِخَيْرٍ (الف قطع کے ساتھ) تمہیں خیر کی  
خبر ملے یا تمہیں خوشخبری ہو۔ قول خداوندی  
ہے: وَأَبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ: تمہیں جنت  
کی خوشخبری ہو۔

بَشْرَ بِيكْذَا وَاسْتَبَشِرْ بِهِ: اسے یہ  
خوشخبری ملی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

بَشَرَنِي فَلَانَ بِوَجْهِ حَسَنٍ: فلاں  
شخص خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے  
میرے ساتھ پیش آیا۔

ب س ل - الْبَسَالَةُ: شجاعت اور  
بہادری۔ يُسَلُّ بِأَبْ ظَرْفٍ، اسم فاعل

بِأَسَلٍ بمعنی بہادر و دلاور ہے۔  
قَوْمٌ يُسَلُّ: بہادر قوم بروزن بَازِلٌ اور  
بُزُلٌ۔

أَبْسَلُهُ: اس نے اسے ہلاکت کے حوالے  
کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُبْسَلٌ ہے۔

قَوْلِ خَدَاوَدِي: أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ  
بِمَا قَدَّمَتْ: ابو عبیدہ نے یہاں تُبْسَلَ کا

ترجمہ تُسَلِّمُ یعنی سپرد کرنا کہا ہے۔  
الْمُسْتَبْسَلُ: آمادہ مرگ و ضرب،  
مرنے مارنے پر تھلا ہوا انسان۔

اسْتَبْسَلَ: اس نے اپنی جان لڑائی میں  
جھونک دی اور ہر حال میں مرنے یا مارنے  
کا تہیہ کر لیا۔

ب س م - التَّبْسُمُ: مسکراہٹ، تہقیر سے  
کم ہنسی۔ اس کا باب صَوَّبَ ہے اور اسم  
فاعل بِأَسِمٍ ہے۔

أَبْتَسَمَ وَتَبَسَّمَ: وہ مسکرایا۔  
الْمَبْسُومُ بروزن مجلس: منہ کا دہانہ۔  
رَجُلٌ مَبْسَامٌ وَبَسَامٌ: ہنس مکھ اور خندہ  
رو شخص۔

ب س م ل - بِسْمَلِ الرَّجُلِ: آدمی  
نے بِسْمِ اللّٰهِ کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ  
اَكْثَرْتُ مِنَ الْبَسْمَلَةِ: تو نے  
کثرت سے بسم اللہ کہا۔

ب س م ل - بِسْمَلِ الرَّجُلِ: آدمی  
نے بِسْمِ اللّٰهِ کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ  
اَكْثَرْتُ مِنَ الْبَسْمَلَةِ: تو نے  
کثرت سے بسم اللہ کہا۔

ب س م ل - بِسْمَلِ الرَّجُلِ: آدمی  
نے بِسْمِ اللّٰهِ کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ  
اَكْثَرْتُ مِنَ الْبَسْمَلَةِ: تو نے  
کثرت سے بسم اللہ کہا۔

ب س م ل - بِسْمَلِ الرَّجُلِ: آدمی  
نے بِسْمِ اللّٰهِ کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ  
اَكْثَرْتُ مِنَ الْبَسْمَلَةِ: تو نے  
کثرت سے بسم اللہ کہا۔

ب س م ل - بِسْمَلِ الرَّجُلِ: آدمی  
نے بِسْمِ اللّٰهِ کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ  
اَكْثَرْتُ مِنَ الْبَسْمَلَةِ: تو نے  
کثرت سے بسم اللہ کہا۔

البَشْرُ: خندہ رُو، ہنس مکھ انسان۔  
بُشْرَى: خوشخبری، جب کسی شخص کو اس نام سے پکارا جائے تو یہ غیر منصرف نہیں ہوگا، چاہے یہ مؤنث کے لئے معرّفہ ہو یا نکرہ۔ اس کے آخر میں علامت تانیث 'ئی' فاطمة اور طلحة وغیرہ کے برخلاف ہے۔ البشارة کا لفظ مطلقاً خیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الایہ کہ اس کے ساتھ شَر کی قید لگا دی گئی ہو مثلاً: قول خداوندی: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابِ الیم: انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ تَبَاشَرَ القوم: قوم نے ایک دوسرے کو خوشخبری دے دی۔

البشر: خندہ رُو، ہنس مکھ انسان۔  
بُشْرَى: خوشخبری، جب کسی شخص کو اس نام سے پکارا جائے تو یہ غیر منصرف نہیں ہوگا، چاہے یہ مؤنث کے لئے معرّفہ ہو یا نکرہ۔ اس کے آخر میں علامت تانیث 'ئی' فاطمة اور طلحة وغیرہ کے برخلاف ہے۔ البشارة کا لفظ مطلقاً خیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الایہ کہ اس کے ساتھ شَر کی قید لگا دی گئی ہو مثلاً: قول خداوندی: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابِ الیم: انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ تَبَاشَرَ القوم: قوم نے ایک دوسرے کو خوشخبری دے دی۔

التباشیر: خوشخبری (دوسروں کو خوشخبری دینا)

تَبَاشِيرُ الصُّبْح: صبح کے آغاز، اسی طرح تَبَاشِيرُ كَمَلِ شَيْئٍ: ہر چیز کی شروعات۔ اس سے فعل نہیں بنتا۔

البشیر اور المَبَشِّر: خوشخبری دینے والا۔ المَبَشِّرَات: بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔

البشارة: (باء مفتوح) خوبصورتی، مثلاً: رَجُلٌ بِشِيرٌ: خوبصورت مرد اور امْرَأَةٌ بِشِيرَةٌ: خوبصورت عورت۔

ب ش ش - البشاشة: خندہ رُوئی۔ ہنس مکھ ہونا۔ چہرے کی تروتازگی۔

ب ش ع - شَيْءٌ بِشِيعٌ: بد مزہ چیز جو حلق کو پکڑ لے۔

بَيْنَ البشاعة وَ استبشع: اس نے ناپسند کیا، یا اپنی کراہت کا اظہار کیا۔

ب ش م - البشيم: بدبھنی۔ کہا جاتا ہے: بِشِيمٌ مِنَ الطعماء: اسے کھانے سے بدبھنی ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ بِشِيمٌ مِنْ فلانٍ: فلاں شخص سے اس کا دل بھر گیا۔

البشام: ایک خوشبودار لکڑی جس کی مسواک بنائی جاتی ہے۔

ب ص ر - البصرو: دیکھنے کی قوت۔

أَبْصَرُهُ: اس نے اسے دیکھا۔

البصير: ضَرِيرٌ کی ضد بمعنی بینا اور ضَرِيرٌ: نابینا۔

بَصْرٌ به: اس نے یہ جان لیا۔ اس کا باب ظَرَفَ ہے۔ اور مصدر بَصُرًا ہے۔ اس کا اسم فاعل بَصِيرٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا به: مجھے وہ کچھ نظر آیا جو انہیں نظر نہیں آیا۔

تَبَصَّرُ: غور و فکر و تامل کر۔

تَبَصَّرُ: غور و فکر و تامل کر۔

تَبَصَّرُ: غور و فکر و تامل کر۔

تَبَصَّرُ: غور و فکر و تامل کر۔

المُبَصَّرَةُ: روشن، نمایاں۔ یہی لفظ قول

صَفَانِحُ بَصْرَى اِخْلَصْتَهَا فَيُونَهَا

ب ص ص - البصيص: چمک، قد  
بَصُ الشَّيْءِ: چیز چمکی۔ اس کا مضارع  
يَبِصُّ (باہ کسور) اور مصدر بَصِيضًا ہے۔  
بَضْبَصَ الكَلْبُ: کتے نے دم ہلائی۔  
تَبْضَبَصَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّبْضُصُ: چالپوسی، تملق۔

ب ص ع - أَبْصَعُ: کلمہ تاکید ہے بمعنی:

سارے کا سارا، یا پورے کا پورا۔ بعض  
لوگ اس کا تلفظ ضاد سے کرتے ہیں، لیکن  
یہ زیادہ مستعمل مروج نہیں ہے۔ کہا جاتا  
ہے کہ: أَخَذَ حَقَّهُ أَجْمَعَ أَبْصَعُ: اس  
نے اپنا سارا حق پورا پورا لے لیا۔ اس کی  
مَوْثَ جَمْعَاءَ کی طرح بَصْعَاءَ ہے۔  
جاء القَوْمُ اِجْمَعُونَ أَبْصَعُونَ: لوگ  
سارے سارے یا پورے پورے آگئے۔  
اور زَايْتُ النِّسْوَةِ جَمَعَ بَصْعَ: میں  
نے ساری کی ساری عورتوں کو دیکھا۔ اسے  
تاکید مرتب کہتے ہیں لیکن یہ لفظ اِجْمَعَ  
سے پہلے نہیں آتا یعنی أَبْصَعُ اِجْمَعَ نہیں  
کہہ سکتے۔

ب ص ق - البصاق: چمک دک۔

بَصَقَ يَبْصُقُ کا باب نَصَرَ ہے۔ سفید  
رنگ کے چمکدار پتھر کو بَصَاقَةُ القَمَرِ کہتے  
ہیں۔

ب ص ل: پیاز۔ مشہور و معروف سبزی

خداوندی میں ہے: فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا  
مُبْصِرَةٌ: جب ان کے پاس ہماری روشن  
اور نمایاں آیات و نشانیاں آئیں۔ انھیں  
نے کہا کہ اس آیت کا مطلب و معنی یہ ہے  
کہ یہ آیات ان کی آنکھیں کھول دینے والی  
تھیں۔

المَبْصِرَةُ: بروزن المَتْرَبَةُ: دلیل اور  
حجت۔

البَصْرَةُ: سفیدی مائل پتھر۔ اسی نسبت  
سے شہر بصرہ کا نام البَصْرَةُ پڑا ہے۔

البصرتان: بصرہ اور کوفہ۔

بَصْرًا تَبْصِيرًا: وہ بصرہ کی طرف چل پڑا۔  
البصيرة: دلیل اور حجت۔

الاستبصار في الشيء: معاطے

پر دلیل لانا۔ قول خداوندی ہے: بَلَى  
الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ: بلکہ  
انسان اپنے نفس پر (خود) حجت ہے۔

البصير: چنگلی کے ساتھ والی انگلی۔ اس  
کی جمع بِنَاصِرٍ ہے۔

البصيرُ بروزن بَشْرُ: ہر چیز کا کنارہ یا  
طرف۔ حدیث شریف میں ہے:

بُصْرُ كُلِّ سَمَاءٍ مَبْسُورَةٌ كَذَا:  
ہر آسمان کی موٹائی اتنی ہے۔

بُصْرَى: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔  
یہاں کی کمواریں مشہور ہیں۔ کسی شاعر کا

شعر ہے:

اس کا واحد بَضْلَةٌ ہے۔

ب ض ع - البَضَاعَةُ: (باء مکسور) مال و دولت، پونجی۔ مال کا ایک حصہ جو تجارت کی غرض سے بھیجا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ابَضَعَ الشَّيْءُ: اس نے کسی چیز کو مال تجارت بنا لیا۔ اسْتَبَضَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے: كَمْ اسْتَبَضَعَ تَمْرًا إِلَى هَجَرَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کھجور کی کان کو چھوڑ دیا۔

الباضعة: وہ زخم جس سے جلد کٹ جائے۔ اور گوشت پھٹ جائے اور خون جم جائے لیکن بے نہیں۔ اگر خون بہہ نکلے تو پھر اس زخم کو ذامیۃ کہیں گے۔ بَضَعُ (باء مکسور) کچھ۔ چند بعض عرب اسے باء مفتوح کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یہ لفظ تین سے لے کر ۹ تک کے اعداد میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: بَضَعُ بَسِينًا: چند سال و بَضَعَةُ عَشْرَ رَجُلًا: دس سے اوپر کچھ آدمی۔

بَضَعُ عَشْرَةَ امْرَأَةً: دس سے کچھ اوپر عورتیں۔ دس سے اوپر کے عدد کے لئے بَضَعُ کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا مثلاً: بَضَعُ وَعَشْرُونَ نہیں کہتے۔

البضعة: گوشت کا ٹکڑا۔ اس کی جمع تَمْرَةٌ سے تَمْرُوكِ طَرَحُ بَضَعُ ہے۔ اسے بَضَعُ بھی کہا گیا ہے بروزن بَدْرَةٌ سے

بَدْرٌ.

بَضَعُ الجُرْحُ: اس نے زخم کو کھولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

المبضع: (میم مکسور) جس سے رگ یا چیزے کی کھال کو کھولا جائے۔

بِئْرُ بَضَاعِيَّةٍ: میں باء مکسور اور مضموم دونوں جائز ہے۔

ب ط ا - بَطُوٌّ: (طاء مضموم) بَطْنًا (باء مضموم) اس کا اسم فاعل بِيْطِيٌّ: (ياء ممدود) ست، کابل۔

أَبْطَأُ: اس نے دیر کر دی۔ اس کا فاعل مُبْطِيٌّ ہے۔ چلنے میں سستی کے معنوں میں أَبْطَيْتُ، مَا أَبْطَأَ بِكَ اور مَا بَطَأَ بِكَ: (طاء مشدود) نہیں کہنا چاہئے۔

ب ط ح - بَطَّحَهُ: اس نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

أَبْطَحُ: ایسا وسیع چوڑا بے خشک نالہ یا ندی جس میں کنکر پتھر بھرے پڑے ہوں۔ اس کی جمع أَبَاطِحُ اور بَطَّاحُ (باء مکسور) ہے۔ اسی سے لفظ بَطِّيْحَةٌ اور بَطَّاحَاءُ بنے ہیں اور اس لفظ بطحاء مکہ ہے۔

ب ط خ - البِطِيْخُ والبِطِيْحَةُ: (باء مکسور) تربوز، هندوانہ۔

أَبْطَخُ القَوْمُ: قوم (یا لوگوں) کے پاس تربوز کی کثرت ہو گئی۔

المبطحۃ بروزن متربۃ: تربوز رکھنے کی



البَطَّ: بطخ۔ آبی پرندہ۔ اس کا واحد بَطَّة ہے۔ یہ 'ة' تائید کی نہیں بلکہ وحدت جنس کے لئے ہے۔

هذِهِ بَطَّةٌ: مذکر اور مؤنث دونوں بطخوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثال حمائمۃ (کبوتر) اور دجاجۃ (مرغی) ہے۔

ب ط ق - البَطَاقَةُ: (باہ کمور) گرتے یعنی ٹوب کے اندر جب جس میں پیسے رکھے جاتے ہیں، مصریوں کی زبان میں اسے بطاقتہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اسے کپڑے کے ایک ٹکڑے سے باندھا جاتا ہے۔

ب ط ل - الباطل: حق کا متضاد لفظ۔ اس کی جمع باطیل ہے۔ یہ غیر قیاسی جمع ہے۔ گویا انہوں نے باطیل سے یہ جمع بنائی ہے۔ بَطَّلَ الشَّيْءُ: چیز باطل یعنی ناکارہ ہوگئی۔ اس کا باب دخل ہے۔ اور مصدر بَطَّلًا بروزن ضلحًا اور بَطَّلَانًا بروزن طغیان ہے۔

البَطْلُ: بہادر، دلاور  
البَطْلَةُ: بہادر عورت  
بَطْلَ الرَّجُلِ: آدمی بہادر بن گیا۔ اس کا باب سَهْلٌ اور ظَرْفٌ ہے۔

بَطَّلَ الْأَجِيمُ: مضارع يَبْطُلُ (طام مضموم) مزدور بیکار ہوا۔

جگہ۔ طام مضموم یعنی مَبْطُحَةٌ بھی اس کا ایک لہجہ یا تلفظ ہے۔

ب ط ر - البَطْرُ: اثرائت، ہڈت خوشی کا اظہار۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔  
أَبْطَرَهُ الْمَالُ: وہ مال و دولت پر اثرائت ہے۔

بَطِرْتُ عِبْسَتَكَ: (تجھے مال و دولت پر اثرائت نصیب ہوا۔ بطور محاورہ کہا جاتا ہے۔ جس طرح رَشِيْتٌ أَمْرُكَ: تجھے اپنے معاملے میں سیدھی راہ یا ہدایت نصیب ہوئی، کہا جاتا ہے۔

ہم نے (ر ش د) کے ذیل میں اس لفظ کی تشریح کی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس لفظ کو (ر ش د) کے ذیل میں نہیں بلکہ (س ف ہ) کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

ب ط ر ق - البَطْرِيُّقُ: (باہ کمور) روم کے قاعدین میں ایک یہ لفظ معرب ہے اور اس کی جمع البَطَارِقَةُ ہے۔

ب ط ش - البَطْشَةُ: گرفت، پکڑ، زبردستی، بالادستی، سخت گرفت وغیرہ۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔

بَاطِشَةُ مُبَاشِطَةٌ: اس نے اس کی سخت گرفت کی۔

ب ط ط - بَطُّ الْقَرْحَةِ: اس نے زخم کو کھولا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَطَالَة: بے روزگاری۔

بَطَال: بے روزگار، بے کار، ناکارہ۔

ب ط م - البَطْمُ: سبز دانہ۔

ب ط ن - البَطْنُ: ظہر کا متضاد لفظ بمعنی

پیٹ۔ یہ مذکر صیغہ ہے۔ ابو یوسف نے کہا

کہ ایک لہجہ کے مطابق یہ مؤنث بھی ہے۔

البَطْنُ: قبیلہ کم بھی۔

بُطْنَانِ الْجَنَّةِ: باغ کا وسط۔

بَطْنِ الْوَادِي: وہ آدمی وادی میں داخل

ہوا۔

بَطْنِ الْأَمْرِ: وہ معاملے کی تک پہنچ

گیا۔ ان دونوں فعلوں کا باب نَصَرَ

ہے۔ اسی سے ذات باری کی ایک صفت

البَاطِنِ بھی ہے۔ بَطْنُ بِفْلَانٍ: وہ فلاں

شخص کا راز دار درست بن گیا۔ اس کا باب

دَخَلَ اور كَتَبَ ہے۔

بُطْنُ: فعل مجہول ہے۔ اسے پیٹ میں

رد ہوا۔

بَطْنُ: اس کا باب طَرَبَ ہے۔ وہ بیش

خوری سے پیڑ ہو گیا یا اس کا پیٹ بڑھ گیا۔

البَطَانُ لِلْقَتَبِ: وہ بیٹی جو اونٹ کے

پیٹ کے نیچے باندھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا

جاتا ہے کہ: التَّقْتُ حَلَقَتْ البِطَانَ

لِلْأَمْرِ: معاملہ سنگین ہو گیا۔

بَطَانَةُ الثَّوْبِ: (پام کسور) کپڑے کا

اسْتَرْ یعنی اندرون جامہ یہ بیرون جامہ کی

ضد ہے۔

بَطَانَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا اندرون۔

أَبْطَنَهُ: اس نے اسے اپنا مقرب خاص

بنایا۔

بَطْنُ الثَّوْبِ: اس نے کپڑے کے اندر

ستر لگایا۔

اسْتَبَطْنَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو چھپا

لیا۔

میرا کہنا ہے کہ: اسْتَبَطْنَ الشَّيْءَ کا معنی

ہے: وہ اس کے پیٹ میں داخل ہوا۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسْتَبَطْنَ الْوَادِي

وغيره وہ وادی کے (پیٹ) کے اندر

داخل ہوا۔

اسْتَبَطْنَ الشَّيْءَ: اس نے چیز چھپالی۔

واسْتَبَطْنَ الشَّيْءَ: اس نے پیٹ کی

بات پوچھی۔

امام الازہری نے کہا کہ تَبَطْنَ الْكَلَاءُ: وہ

چارے میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔

البَطْنَةُ: پیٹ بھر کے کھانا۔ سیر حکمی مجاورہ

ہے کہ: لَيْسَ لِلْبِطْنَةِ خَيْرٌ مِّنْ

خَمْصَةِ تَبَعُهَا: اس شدید کی میں کوئی

بھلائی نہیں جس کے بعد پھر بھوک کا سامنا

کرنا پڑے۔

البَطْنُ: وہ آدمی جسے صرف اپنے پیٹ کی

پڑی ہو۔

الْمَنْطُونُ: پیٹ درد کا مریض۔

ب ع د - بُعِدَ: قرب کا متضاد، لفظ بمعنی دوری۔ بُعِدَ (عین مضموم) بُعِدًا: وہ دور چلا گیا۔ اس کا اسم فاعل بَعِيدٌ بمعنی دور ہے۔

أَبْعَدُهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے دور کر دیا۔  
بَاعَدَهُ وَبَعَدَهُ تَبَعِيدًا: اس نے اسے بہت دور کر دیا۔

الْبَعْدُ: (باء اور عین مفتوح)۔

بَاعَدَ كِي جَمْعٍ - جس طرح خَادِمٌ كِي جَمْعٍ خَدَمٌ ہے۔

الْبَعْدُ كَا مَعْنَى هَلَاكٍ يَحْتَمِلُ بِمَعْنَى جَمْعٍ كِي جَمْعٍ بَعْدٌ هُوَ أَسْمٌ فَاعِلٌ بِبَاعَدَ. أَسْتَبْعَدَ لِعَنْ تَبَاعَدَ.

أَسْتَبْعَدَهُ: اس نے اسے دور سمجھا یا بعید جانا۔ محاورہ ہے: وَمَا أَنْتَ عِنَّا بِبَعِيدٍ: تم ہم سے دور نہیں ہو۔ اس میں سینہ اور واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ عرب کہتے ہیں: كَتَبَ اللَّهُ الْأَبْعَدَ لِفَيْهِ: خدا اسے منہ کے بل گرا دے۔

الْأَبْعَدُ كَا مَعْنَى خَائِنٍ أَوْ خَوْفٍ زِدْهُ يَحْتَمِلُ بِمَعْنَى جَمْعٍ كِي جَمْعٍ بَعْدٌ هُوَ أَسْمٌ فَاعِلٌ بِبَاعَدَ.

الْأَبَاعِدُ: اقارب کا متضاد، یہ دونوں اسائے طرف ہیں جب یہ مضاف ہوں۔ ان کی اصل اضافت ہے۔ اور جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تب یہ دونوں اسمی علی الضم ہوں گے۔ تاکہ یہ پتہ چلے

الْمُبْطَأُنُ: کثرت طعام یعنی بیش خوری کے باعث جس کا پیٹ یا تو توند لگی ہو۔  
الْمُبْطُنُ: پتلی کمر والا مرد۔  
الْمُبْطَنَةُ: پتلی کمر والی عورت۔

الْبَطِينُ: بڑے پیٹ والا۔ بطین کا معنی بعید یعنی دور بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شَاوْ بَطِينٌ: دور کی منزل اور اعلیٰ مقصد۔

ب ط ا - الْبَاطِيَةُ: برتن۔ میرا خیال ہے کہ یہ محرب لفظ ہے۔

ب ع ث - بَعَثَهُ وَابْتَعَثَهُ: اس نے اسے بھیجا۔

انبعث: وہ جاگ پڑا یا اٹھ کھڑا ہوا۔  
بَعَثَهُ مِنْ مَنَامِهِ: اس نے اسے نیند سے جگایا۔

بَعَثَ الصَّوْتِي: مُرَدُّونَ كَا دَوَابَّرَهُ زَنْدَهُ هُوَ تَابِعٌ لِنُطُولِ كَا بِأَبِ قَطْعٍ هُوَ۔

ب ع ث ر - بَعَثَرُ: اس کی تشریح بذیل (ب ح ث) میں گزر چکی ہے۔ قول خداوندی: وَيُبْعَثِرُ مَا فِي الْقُبُورِ: جس روز قبروں میں سے نکالا جائے گا۔ ابو عبیدہ نے اس کا معنی اَثِيرٌ اور اَخْرَجَ بتایا ہے۔

ب ع ج - بَعَجَ بَطْنَهُ بِالسَّكِينِ: اس نے اس کا پیٹ چھری سے چیر دیا، یا اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ اس کا اسم مفعول مَبْعُوجٌ اور بَعِيجٌ ہے اور اس کا باب قَطْعٌ ہے۔

بات کرنے میں اختصار سے کام لیا۔  
التَّبَعُ: بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا، توڑنا۔  
حدیث شریف میں ہے: يُسَعِّسُونَ  
لِقَاحِنَا: (وہ ہماری اونٹنیوں کو ذبح کرتے  
ہیں)۔

ب ع ل - البَعْلُ: خاوند، جوڑا، نر، اس کی  
جمع البُعُولَةُ ہے۔ عورت کے لئے بھی  
بَعْلٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح  
سے زَوْج اور زَوْجَةٌ استعمال ہوتا ہے۔  
البَعْلُ: بارانی زمین کو بھی کہتے ہیں۔  
اصمعی کا قول ہے: العِدْيُ مَسَا سَمْتَهُ  
السَّمَاءِ وَالبَعْلُ مَا شَرِبَ بُعْرُوقِهِ  
مِنْ عَيْبِ سَقِيٍّ وَلَا سَمَاءٍ: یعنی عذی  
وہ زمین ہے جو بارش سے سیراب ہوتی ہو  
اور بعل وہ جو اپنی ہی رگوں سے بغیر آب  
پاشی اور بارش کے سیراب ہوتی ہو۔  
حدیث شریف میں ہے کہ: مَسَا شَرِبَ  
بَعْلًا فَفِيهِ النُّشْرُ: جو زمین بغیر آب پاشی یا  
بارش سے سیراب (ہو کر کاشت ہوتی ہو)  
اس میں عَشْرُ ہے یعنی پیداوار کا دسواں  
حصہ (بیٹ المال کو) دینا ہے۔

بَعْلٌ: ایک بت کا نام بھی ہے۔ جس کی پوجا  
حضرت ایسا علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔  
میرا کہنا ہے کہ درست یہ ہے کہ بت کے  
معنوں میں بَعْلٌ پر الف لام (تعریف)  
نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب نے کہا

یہ دونوں جمنی ہیں۔ اگرچہ اعراب میں ان  
پر ضم نہیں آتی کیونکہ نہ تو فاعل بنتے ہیں اور  
نہ مبتدا یا خبر۔ البتہ اَمَّا بَعْدُ کا معنی آغاز  
کلام ہے۔

ب ع ر - البَعِيرُ: اونٹ اور اونٹنی دونوں۔  
جیسے انسان میں مرد اور عورت دونوں شامل  
ہوتے ہیں اونٹ کو بعیر صرف اس لئے  
کہتے ہیں وہ ابھی عمر کے پانچویں سال میں  
ہو یعنی نو عمر۔ اس کی جمع أَبْعُرَةٌ، أَبَاعِرُ،  
بُعْرَانٌ ہے۔

البَعْرَةُ، البَعْرُ اور الابْعَارُ کا واحد ہے۔  
بَعْسَ البَعِيرِ وَالشَّاءُ: اونٹ اور بکری  
نے میٹنیاں کیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع ض - بَعْضُ الشَّيْءِ: چیز کا کچھ  
حصہ، اس کی جمع أَبْعَاضُهُ ہے۔

بَعْضُهُ بَعْضًا: اس نے اس کے حصے  
بخڑے کر دیئے۔

فَتَبَعَضَ: تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔  
البُعُوضُ: بچھر، اس کا واحد بُعُوضَةٌ  
ہے۔

ب ع ق: حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللَّهَ  
تَعَالَى يَكْرَهُ الْإِنْبِعَاقَ فَرَحِمَ اللَّهِ  
عَبْدًا أَوْ جَزْفِي كَلَامِهِ: "اللہ تعالیٰ  
بڑھ چڑھ کر بات کرنے کو یعنی بات کرنے  
میں غیر ضروری طوالت کو ناپسند کرتا ہے۔  
پس اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے

ہے۔

بَغْلَبِك: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کی ترکیب 'سَام' ابوص کی طرح ہے جس کا ذکر ہم (ب ر ص) کے ذیل میں کر آئے ہیں۔

بَعْلَبِك: دیکھئے بَذیل (ب ک ک) اور بَذیل (ب ع ل)

ب غ ت - بَغْتَةٌ: اچانک، لقیته بغتة: وہ اس سے اچانک ملا۔

المُبَاغْتَةُ: اچنبھا۔ اچانک رونما ہونا۔

ب غ ث: الفراء کا کہنا ہے کہ:

بُغَاثُ ایک بری قسم کا پرندہ ہے۔ (باء مفتوح و مضموم و مکسور)۔ جس کا شکار نہیں کیا جاتا۔ پھر کہا گیا کہ یہ لفظ جمع ہے اور اس کا واحد بُغَاثَةٌ ہے۔ اور یہ نام نِعَامَةٌ اور نِعَام (شتر مرغ) کی طرح مذکر و مؤنث دونوں جنسوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مفرد (واحد) ہے اور اس کی جمع غَزَال سے غَزَالَان کی طرح بُغَثَان ہے۔

ب غ د د - بَغْدَاد<sup>۱</sup>: اور بغداد نیز

بَغْدَان (نون کے ساتھ) عراق کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔

ب غ ض - البَغْضُ: حُب کا متضاد لفظ

<sup>۱</sup> یہ لفظ عرب ہے اور اس کی فارسی اصل پارغ واد یعنی عدل و انصاف اور داروری کی جگہ ہے۔ جو کثرت استعمال سے بغداد ہو گیا۔ (سزجم)

نَفْرَت و کراہت۔

بَغْضُ الرَّجُلِ: آدمی نے بغض کیا۔ اس کا باب ظَرْف ہے۔ یعنی بغض کرنے والا بن گیا یا نفرت کرنے والا۔

البَغِيضُ: نفرت و کراہت کرنے والا۔

بَغْضَةُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ تَبْغِيضًا فَابْتِغَاؤُهُ: اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کی نظروں میں قابلِ حقارت بنا دیا تو لوگوں نے اس سے نفرت کی۔ اور وہ قابلِ نفرت و حقارت بن گیا۔

مُبْغِضٌ: قابلِ نفرت و حقارت۔

البَغْضَاءُ: شدتِ بغض و نفرت۔

البَغِيضَةُ: (باء مکسور) شدتِ نفرت و حقارت۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: مَا أَبْغَضْتُ: بمعنی وہ کس قدر قابلِ نفرت ہے، میرے نزدیک یہ شاذ ہے۔

التَّبَاغُضُ: باہم بغض رکھنا۔

تَحَابُّ كَا مْتَضَادٍ هُوَ۔

ب غ ل - البَغْلُ: خچر، اس کی جمع البِغَالُ اور مَوْنَثُ بَغْلَةٍ ہے۔

البِغَالُ: (ثمن مشدّد) خچروالا۔

ب غ ی - البَغْيُ: بغاوت، زیادتی۔

بَغْيٌ عَلَيْهِ: اس نے اس پر زبردستی کی۔

اس کا باب زَمْي ہے۔ کسی بھی چیز یا

معاملے کی مقررہ حد سے تجاوز یا زیادتی۔

بَغْيٌ: (بغاوت و زیادتی) ہے۔

الباقِرُ: چرواہے سمیت گائے بیل کا ریوڑ۔ یمن کے لوگ الباقِر کی بجائے ان معنوں کے لئے باقورۃ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کے نام زکوٰۃ و عشر وغیرہ کے قانون کے لئے جو تحریر ارسال فرمائی، اس میں فی ثلاثین باقورۃ کے الفاظ درج تھے یعنی تیس کے ریوڑ پر ایک گائے صدقہ (زکوٰۃ) ہے۔

التبَقْرُ: علم میں گہرائی اور تبحر۔ اسی لفظ سے امام محمد کو ان کے تبحر علمی کی وجہ سے 'الباقِر' کہا جاتا ہے۔

ب ق ع - البقعة من الأرض: زمین کا ایک ٹکڑا۔ اس کی جمع البقاع ہے۔ الباقعة: بلا اور آفت۔

البقيع: ایسی جگہ جہاں مختلف قسم کے درختوں کے باغات ہوں۔ اسی سے بقیع الغرقد نام پڑا ہے۔ (یعنی غرقد درختوں کا باغ)۔ یہ مدینہ شریف میں مشہور و معروف قبرستان کا نام ہے۔

الغراب الأبقع: چتکبرا کو اس میں سیاہ اور سفید رنگ ملے ہوئے ہوں۔

بقعان الشام: جو حدیث میں وارد ہوا ہے، سے مراد ان کے ملازم اور غلام ہیں۔

ب ق ق - البقة: مچھر۔ اس کی جمع البق ہے۔

رجل بقاق: (بخیر تشدید) اور بقاق:

البغية: (باء مضموم و مضموم) حاجت اور ضرورت۔

بغى ضالته: اس نے اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کی۔

بغاء: (باء مضموم اور ممدود)۔

بغاية: (باء مضموم) تلاش و جستجو۔ ہر طلب و تلاش بغاء ہے۔

بغى له: اس نے اس کی تلاش کی۔

البغاه الشئى: اپنی خاطر چیز کی تلاش کی۔ لوگوں کا یہ کہنا: ینبغى لك ان تفعل كذا: (تجھے ایسا کہنا چاہئے۔

افعال مطاوعت میں سے ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ: بغاه فانبغى (اس نے اسے تلاش کیا تو اس میں چاہت پیدا ہوئی)۔ جیسے کہتے ہیں كسره فانكسر: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔

ابتغيت الشئى وتبغيتہ: میں نے چیز کی جستجو کی یا تلاش کی۔ جس طرح تبغيتہ بمعنی میں نے تلاش کیا۔

تباعوا: انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی۔

ب ق ر - البقر: اسم جنس۔

البقرة: گائے، بیل، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ 'قراد' یعنی ایک عدد کے لئے ہے۔ اس کی جمع البقرات ہے۔

مثل مشہور ہے:

أَغْيَا مِنْ بَاقِلٍ: باقل کسی شخص کا نام تھا۔

اس نے ایک ہرن گیارہ درہم میں خریدا۔

اس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ ہرن

کتنے میں خریدا تو اس نے جواب کے لئے

دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں کھول کر اور

زبان باہر نکال کر گیارہ عدد کا اشارہ بنایا۔

اور یوں اس کے ہاتھ سے ہرن کی رسی

چھوٹ گئی اور ہرن بھاگ گیا۔ اس طرح

ہکلاہٹ کی شدت ظاہر کرنے کے لئے یہ

ضرب المثل بن گئی۔ راجز کا قول ہے:

وَلَمْ تَذُقْ مِنَ الْبَقُولِ فَسْتَقَا

”تم نے سبزیوں میں سے کبھی فسق

(پست) نہیں چکھا۔“

اس اعرابی کے خیال کے مطابق پست بھی

(بجائے خشک پھل) ایک سبزی ہے۔ ایک

روایت کے مطابق اسے فسق کی بجائے

(باہ کے ساتھ) بُسْتَقُ بھی کہتے ہیں۔

میرے خیال میں اسے نُسْتَقُ (نون کے

ساتھ) ہونا چاہئے کیونکہ یہ لفظ نقل یعنی

کھانے کی چیز ہے نہ کہ بقل (سبزی)

ہے۔

ب ق م - البقم مشہور و معروف رنگ یا

روغن جسے عندم بھی کہتے ہیں۔ میں نے

اس لفظ سے متعلق ابوعلی الفسوی سے پوچھا

کہ کیا یہ لفظ عربی الاصل لفظ ہے تو انہوں

کثیر الکلام یا زیادہ باتیں کرنے والا

باتوں۔ اس لفظ میں مبالغہ کے لئے آئی

ہے۔

البقباق: بھی باتوں کو کہتے ہیں۔

أَبَقَ الرَّجُلُ: آدمی نے بہت باتیں

کیں۔

الببقة: بٹی بٹی آواز نکالنا۔ چنانچہ کہا

جاتا ہے کہ: بَبَقِيَ الْكُوْزُ: پانی کے برتن

(صراحی وغیرہ) سے بقی بقی کی آواز نکلی

یا بقی بقی کی آواز پیدا ہوئی۔

ب ق ل - البقل: سبزی، ترکاری۔ اس کا

واحد بقلة ہے۔

البقلة: لویا کو بھی کہتے ہیں۔ اسے البقلة

الحمقاء بھی کہتے ہیں۔

المبقلة: سبزیوں کی جگہ۔ کہا گیا ہے کہ

ہر وہ سبزی جس سے زمین سرسبز ہو جائے

بقل کہلاتی ہے۔ بَقْلٌ وَجْهَ الْغَلَامِ:

لڑکے کے چہرے پر سبزہ اُگ آیا سے مراد

اس کی داڑھی نکل آئی ہے۔ اس کا باب

دَخَلَ ہے۔ اسے بَقْلٌ (قاف کی تشدید

کے ساتھ) نہیں کہنا چاہئے۔ أَبْقَلَتِ

الأرض: زمین سے سبزہ نکل آیا۔

الباقلا: لام کو مشدد پڑھنے کی صورت

میں الف ممدود الباقلاة یا باقلاوة ہوگا۔

① شاید اسی لفظ سے اردو زبان میں لاجینی اور غیر منقول باتیں

کرنے کو 'بک بک' کرنا کہتے ہیں۔ (مترجم)

طرح دوسرے ہم وزن معتل فعلوں کو بھی  
(یاء کے بغیر) بولتے ہیں۔

ب ک ا - بَكَاتِ (النَّاقَةُ) وَالثَّلَاةُ  
بَكْنَا: اونٹنی یا بکری نے دو دھکم کیا۔ ایسی  
اونٹنی یا بکری کو بَكِينَةٌ کہتے ہیں۔

ب ک ت - التَّبْكِيْتُ: بروزن تَقْرِيعُ  
اور تَعْنِيفُ۔ بَكْتَهُ بِالْحُجَّةِ تَبْكِيًا:  
اس نے دلیل سے اس پر غلبہ پایا۔

ب ک ر - البِكْرُ: کنواری، اس کی جمع  
أَبْكَارَةٌ ہے۔

البِكْرَةُ: اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس  
نے صرف ایک ہی دفعہ بچہ پیدا کیا ہو۔

بِكْرُهَا: اس کا بچہ، اس میں مذکر اور  
مؤنث یکساں ہیں۔ اونٹ کے بچے  
'البکر' میں بھی مؤنث و مذکر برابر ہوتے  
ہیں۔

البِكْرُ: (باء مفتوح) نوعمر اونٹ۔  
بِكْرَةٌ: نوعمر اونٹنی۔

بِكْرَةُ الْبِشْرِ: بچی، کنویں کا وہ حصہ جس پر  
کھڑے ہو کر پانی پیا جائے۔ اس کی جمع  
بِكْرُورٌ ہے۔ اور یہ جمع شاذ ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ  
وزن کے واحد سے فَعْلٌ کے وزن پر جمع  
نہیں بنائی جاتی۔ سوائے حروف زیادہ  
کرنے کے۔ مثلاً: حَلَقَةٌ سے حَلَقٌ اور  
حَمَاةٌ سے حَمَا اور بَكْرَةٌ سے بَكْرٌ۔ اس  
کی جمع بَكْرَاتٌ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے:

نے کہا کہ نہیں، یہ لفظ معرب ہے۔

ب ق ی - بَقِيَ الشَّيْءُ: (قاف مسور)  
بقاؤ: چیز باقی رہ گئی۔ اسی طرح بَقِيَ  
الرَّجُلُ زَمَانًا طَوِيلًا: آدمی بڑی  
مدت تک زندہ رہا۔ أَبْقَاهُ اللَّهُ: خدا سے  
زندگی دے۔

بَقِيَ مِنَ الشَّيْءِ: چیز میں سے کچھ باقی  
بچ رہا۔ جیسے بَقِيَّةٌ کہتے ہیں۔

الباقية: مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: فَهَلْ تَسْرَى  
لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ: کیا تم کو ان میں سے  
زندگی کے کوئی آثار نظر آتے ہیں۔

أَبْقَى عَلَى فُلَانٍ: اس نے اس پر ترس  
کھایا یا اس پر رحم کیا۔ کہا جاتا ہے لَا أَبْقَى  
اللَّهُ عَلَيْكَ إِنَّ أَبْقَيْتَ عَلَيَّ: خدا  
تجھ پر رحم نہ کرے اگر تو نے مجھ پر رحم نہ کیا۔  
حدیث شریف میں ہے: بَقِينَا رَسُولَ  
اللَّهِ: (قاف مفتوح) ہم نے رسول اللہ کا  
انتظار کیا۔

بَقَاةٌ تَبْقِيَةٌ، أَبْقَاهُ اور تَبَقَّاهُ: تینوں  
کا ایک ہی معنی ہے۔

استبقى من الشيء: اس نے چیز میں  
سے کچھ چھوڑ دیا۔

استبقاه: اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔  
قبیلہ بنو طیّیّ والے بقا اور بقث کہتے ہیں  
بجائے بقی اور بقیث کہنے کے۔ وہ اسی



وَالْبَانِكَارُ: اس میں ایک بار کو ایسا فعل بنایا گیا ہے جو وقت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے لفظ بُكْرَةٌ ہے یعنی کل، صبح سویرے۔ قول خداوندی ہے: بِالْعُدْوِ وَالْآصَالِ: اس میں الْعُدْوُ فعل مصدر ہے جو صبح کے وقت پر دلالت کرتا ہے۔

الْبَانِكُورَةُ: پہلا پھل۔ جمع کے بارے میں حدیث شریف ہے: مَنْ بَكَرَ وَابْتَكَرَ: جس نے جلدی کی، یعنی نماز جمعہ جلدی سے پہنچا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ بَكَرَ فُلَانٌ (فلاں نے جلدی کی)۔

ابْتَكَرَ: (اور خطبہ کا ابتدائی حصہ پالیا) یہ لفظ بَانِكُورَةَ سے مشتق ہے۔

ضَرْبَةٌ بَكَرٌ یعنی کاٹنے والی مار۔ اس لفظ کا تثنیہ نہیں بنتا۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتْ ضَرْبَاتٍ عَلَيَّ ابْكَارًا إِذَا اعْتَلَى قَدْ وَإِذَا اعْتَرَضَ قَطُ: حضرت علیؑ کی ماریں ایک بار کی ہوتی تھیں اگر اوپر سے پڑتیں تو لمبے رخ کاٹ دیتیں اور اگر چوڑائی کے رخ پڑتیں تو درمیان سے دو ٹکڑے کر دیتیں۔

ب ک ک - ب ک: اس نے ہجوم کیا۔

الْبَكُّ مصدر ہے بمعنی کوننا۔

بَكٌّ عُنْقُهُ: اس نے اس کی گردن دیبوچ

لی۔ اس کا یاب رَدٌّ ہے۔ \*

بَكَّةٌ: مکہ کا وسطی حصہ۔ اس کا یہ نام لوگوں

جَلَوْا عَلَى بَكْرَةَ أَبِيهِمْ یعنی وہ سب آگئے۔ اور آتَيْتُهُ بَكْرَةَ: میں صبح سویرے اس کے پاس آیا۔ اگر آپ کی مراد دن کے صبح کے وقت سے ہو تو آپ کہیں گے آتَيْتُهُ بَكْرَةَ (بکرہ کو غیر منصرف کر کے) بَكَرَ کا باب دَخَلَ ہے۔

بَكَرٌ تَبْكَيرًا، أَبْكَرَ ابْتَكْرًا: اور بَاكَرَ سب کا ایک ہی معنی ہے۔ بَكَرٌ: (کاف مضموم) نہیں کہنا چاہئے اور نہ بَكَرَ (ک مسور) کہنا چاہئے۔ ابو زید نے کہا کہ أَبْكَرَ الْغَدَاءَ: اس نے دوپہر کا کھانا جلدی کھایا۔

بَكَرَ عَلَى الْحَاجَةِ: اس نے اپنی حاجت پوری کرنے میں جلدی کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ابْكَرَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے سویریا جلدی کرادی۔ ہر وہ شخص جو کسی چیز یا کام کی طرف تیزی سے جائے اسے کہیں گے کہ: أَبْكَرَ إِلَيْهِ وَبَكَرَ تَبْكَيرًا: یعنی اس نے اس کی طرف آنے میں جلدی کی۔

اس طرح کہا جاتا ہے: بَكَرُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ: مغرب کی نماز ادا کرنے میں جلدی کرو یعنی سورج کی نکلیا ڈوبتے ہی یہ نماز ادا کرو۔ قول خداوندی ہے: بِالْعِشِيِّ

اب لفظ ابتکار کسی نئی چیز کی ایجاد و اختراع کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (حزب)

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر (ک س ف) کی ذیل میں درج کیا ہے۔ انہوں نے شعر میں النجوم اور القمر کو بکاسفۃ کا منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں انہوں نے بقول اُن کے انہیں تُبکیٰ کا منصوب بنایا ہے۔ لہذا یہ شعر محمل نظر ہے۔ اُسْتَبْكَاهُ اور اُبْكَاهُ: ہم معنی لفظ ہیں۔ بمعنی اس نے اسے رلایا۔

تَبَاكِي: اس نے مصنوعی رونا دیا۔

الْبَيْكِيُّ: (باہ مفتوح) کثرت سے رونے والا۔

الْبَيْكِيُّ: (باہ مضموم) ہاکب کی جمع ہے۔ اور اس کی مثال جالس اور جلوس کی ہے۔ البتہ ہاکب میں واو، یام میں بدل گئی ہے۔

ب ل ج - الْبُلُوْجُ: اشراق یعنی چاشت کا وقت۔ کہا جاتا ہے کہا بَلَجُ الصُّبْحِ: صبح روشن ہوگئی اس کا باب دخل ہے۔ اِنْبَلَجَ وَتَبَلَجَ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَبَلَجَ فُلَانٌ: فلاں شخص ہنس پڑا اور ہشاش و بھاش ہوا۔

الْاِنْبَلَجُ: روشن اور چمکیلا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: الصُّبْحُ الْاِنْبَلَجُ: صبح روشن۔

بَلَجَ الْحَقُّ: (باہ اور لام مفتوح) صبح روشن ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ الْحَقُّ اِنْبَلَجَ وَالْبَاطِلُ لَجَلَجَ: حق روشن ہوتا ہے

کے ہاں ہجوم کی وجہ سے پڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ وہاں بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔

بعلبک: یہ دو الفاظ جن کو مرکب بنا دیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے اعراب کا ذکر 'حضرموت' کے ذیل میں کیا ہے۔ اس سے اسم نسبتی بعلی ہے اور آپ چاہیں تو بیکئی بھی کہہ سکتے ہیں۔

ب ک م - رَجُلٌ اَبْغَمٌ وَبَيْكِيْمٌ: گونگا انسان۔ اس کا باب طَوْبَبَ ہے۔

ب ک ی - بَيْكِيٌّ بَيْكِيٌّ: (کاف کسور)۔ بْكَاءٌ: ممدود اور مقصور۔ بْكَاءٌ: (الف ممدود) کا معنی آواز نکال کر روتا ہے۔ اور بْكَاءٌ کا معنی آنسو اور آنسوؤں کا لگنا ہے۔

بَيْكِيٌّ عَلَيْهِ دَوْنُوں کا ایک ہی معنی ہے۔ بْكَاءٌ بَيْكِيَّةٌ: کا معنی بھی یہی ہے۔

اَبْكَاهُ: اس نے اسے رلایا۔ انہیں معنوں کیلئے ہَاكَاهُ فَبْكَاهُ کہتے ہیں۔ اسی مضمون پر کسی کا یہ شعر ہے:

الشمس طالعة ليست بكاسفة  
تُبكي عليك نُجُومُ اللَّيْلِ وَالْقَمَرَا  
"سورج روشن ہے گہنایا ہوا انہیں ہے۔ وہ رات کے ستاروں اور چاند کو تجھ پر رلاتا ہے۔"

متضاد لفظ ہے۔ اس کا باب ظُرف ہے اور اسم فاعل بَلَيْدٌ ہے۔ بمعنی کندہ من ہے۔

ب ل س - أَبْلَسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ: خدا کی رحمت سے مایوس ہوا۔ اسی لئے (شیطان کا) اِبْلِيسَ نام پڑا۔ جس کا اصل نام عزرا زیل تھا۔

إِبْلَاسُ کے معنی انکار بھی اور حُزْنُ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَبْلَسَ فُلَانٌ: فلاں شخص غم کے مارے دم بخود ہو گیا۔ گھکھی بند گئی۔

ب ل ط - الْبِلَاطُ: (باہ مفتوح) مکان وغیرہ میں بچھے ہوئے پتھر یا فرش۔ الْبِلَاطُ: مشہور درخت۔

ب ل ع - بَلَعَ الشَّيْءَ: اس نے چیز نگل لی۔ اس کا باب فَبَعَمَ ہے۔ ابْتَلَعَهُ: اس نے اسے نگل لیا۔

أَبْلَعْتُ الشَّيْءَ غَيْرِي: میں نے چیز کسی اور کو نگلا دی۔

الْبَالُوعَةُ: گھر کے وسط میں واقع سوراخ۔ اس کی جمع بَالُوعٌ ہے۔

ب ل ع م - الْبُلْعُومُ: (باہ مضموم) اور بُلْعُومُ: زرخہ۔ گلے میں خوراک کی تالی۔

اسے الْمَرْيَی یعنی زرخہ کہتے ہیں۔ الْبَلْعَةُ الْإِتْبَالُوعُ: نکلنے کی تالی۔

الْبَلْعُومُ: زیادہ کھانے والا۔ بیش خور بسیار خور انسان۔

جب کہ باطل مترادف ہوتا ہے۔

الْبُلْدَةُ بَرْدَانُ الصُّرْبَةُ اور الْفُرْجَةُ:

دو بھنوں کے درمیان خالی جگہ۔ کہا جاتا

ہے۔ رَجُلٌ أَبْلَجٌ: دو بھنوں کے درمیان

واضح خالی جگہ والا مرد جس کی دونوں

بھنوں میں بھڑی ہوئی نہ ہوں۔ اُمّ معبد کی

روایت کردہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات

کے بارے میں آیا ہے کہ آپ أَبْلَجٌ

الوجه تھے، یعنی روشن چہرے والے۔

حدیث میں بَلَجُ الْحَاجِبِ نہیں آیا ہے

کیونکہ ام معبد حدیث میں، حضور ﷺ کی

صفت قرآن سے بیان کر رہی ہیں۔ ابو

عبید نے بھی یہی کہا ہے۔

ب ل ح - الْبَلْعُ: (باہ اور لام مفتوح)

کچھ زردی مائل یعنی بُسْر ہونے سے پہلے

مرحلے کی کھجور۔ کیونکہ پہلے مرحلے کی کھجور

طَلْعُ پھر خَلال، پھر بَلْعُ، پھر بُسْر، پھر

رُطْبُ، اور پھر آخری مرحلے پر تَمْر ہوتی

ہے۔ اس کا واحد بَلْعَةٌ ہے۔

أَبْلَحُ النَّخْلِ: کھجور کا درخت بلخدار

ہو گیا۔ یعنی اس کی کھجور بَلْعُ کے مرحلے

تک پہنچ گئی۔

ب ل د - الْبَلْدَةُ وَالْبَلْدَةُ: اور الْبَلْدَةُ

تمام ہم معنی الفاظ میں اس کی جمع بِلَادُ اور

بُلْدَانٌ ہے۔ الْبِلَادَةُ: کندوئی، غباوت۔ جوڑ کا م

البُلْعَةُ: روزی۔ گزر اوقات کا سامان۔  
معاش۔

تَبْلَغُ بكذا: اس نے اس پر گزارا کر لیا۔

ب ل غ م - بَلَّغُمُ: چار خلطوں میں ایک  
خِلْطُ - (دوسری خلطیں صفرا، سودا اور خون  
ہیں)۔ (مترجم)۔

ب ل ق - البَلْقُ: چستکراپن (سفید و سیاہ  
رنگ)۔

البُلْقَةُ: چستکراپن۔

فَرَسٌ أَبْلَقٌ: بیخ کلیان گھوڑا۔

أَبْلَقٌ ابلقاً: وہ چستکرا ہوا گیا۔

البَلْقَاءُ: شام کا ایک صوبہ۔

بَلَقَ البَابُ: (باب نصر) أَبْلَقَهُ فإبْلَقَ:

اس نے دروازہ کھول دیا تو وہ کھل گیا۔

ب ل ق ع - البَلْقُعُ والبَلْقَعَةُ: چٹیل

زمین جس میں کچھ نہ ہو کہا جاتا ہے:

اليمين الفاجر تَزُرُ الديار بلاقع

”جھوٹی قسمیں بستی آبادیوں کو ویران

چٹیل میدان بنا کر رکھ چھوڑتی ہیں۔“

میرا کہنا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث

مبارک ہے۔

ب ل ل - البَلَّةُ: (باء مکسور) بیل، سیم،

تری، گیلپن۔

البَيْلُ: مباح و جائز۔ یہی لفظ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے زم

زم کے پانی کے بارے میں کہا وہ یہ ہے: لا

الشديدُ البَلْعُ للطعام: سخت بیاں  
خور۔

ب ل غ - بَلَّغَ المكانَ: وہ جگہ پر پہنچا

اور اسی طرح جگہ کے اوپر جا پہنچا۔ قول

خداوندی ہے: فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ:

جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں یا اپنی

عدت کے قریب جا پہنچیں۔

بَلَّغَ الغُلامَ: لڑکے نے پالیا۔ بالغ

ہو گیا۔ دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔

الإبلاغُ والتبليغُ: پہنچانا۔ اس سے

اسم البلاغ ہے۔

البلاغُ کا معنی کفایت یعنی کافی ہونا بھی

ہے۔

شَيْئٌ بَالِغٌ: اچھی چیز۔

البَلَاغَةُ: فصاحت و بلاغت۔

بَلَّغَ الرَّجُلُ: آدمی بلیغ ہو گیا۔ اس کا

باب ظَرْفٌ ہے۔

البَلَاغَاتُ: چغلیاں۔ چغل خوریاں۔

البَلْغَيْنُ: آفت، بلا۔ یہ لفظ حدیث عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں وارد ہے۔ (یہ الفاظ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل کے

موقع پر کہے تھے کہ تم انتہا کو پہنچ گئے ہو۔)

(مترجم)۔

بَالِغٌ فِي الْأُمْرِ: اس نے کام میں کوتاہی

نہیں کی۔

بَلُّوا أَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ: اپنے  
رشتہ داروں کو جزا کرو اگرچہ صرف سلام سے  
ہی ہو، یعنی صلہ رحمی کرو اگرچہ صرف سلام  
کرنے سے ہی ایسا ہو۔

بَلٌّ: بلکہ۔ حرف عطف، اور یہ حرف پہلے  
جو کی نفی کر کے دوسرے جو کی تصدیق و تحقیق  
کرتا ہے مثلاً: مَا جَاءَنِي زَيْدٌ بَلْ  
عَمْرُو: میرے پاس زید نہیں بلکہ عمرو آیا۔  
اور مَا رَأَيْتُ زَيْدًا بَلْ عَمْرًا: میں  
نے زید کو نہیں بلکہ عمرو کو دیکھا اور ”جاءنی  
أَخُوکَ بَلْ أَبُوکَ: میرے پاس تیرا  
بھائی نہیں بلکہ تیرا باپ آیا۔ بَلْ کے ذریعے  
آپ پہلے کی نفی اور دوسرے کا اثبات  
دونوں بیک وقت کرتے ہیں۔ ممکن ہے  
اس حرف کو رُبِّ کے معنوں میں استعمال کیا  
جاتا ہو۔ مثلاً: راجز کا یہ شعر:

بَلْ مَهْمَةٌ قَطَعْتُ بَعْدَ مَهْمَةٍ  
”میں نے یکے بعد دیگرے کتنی ہی مہمتیں  
سَرَّکِیں۔“

یعنی یہاں رُبِّ مہمۃ ہے، جہاں ایک  
حرف کو دوسرے حرف کے بدلے توسیع  
معنی کے لئے وضع کیا گیا۔ قول خداوندی  
ہے: بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ  
وَشِقَاقٍ: انہیں کے بقول بعض یہ کہنا  
ہے کہ اس آیت میں بَلٌّ اِن کے معنوں میں  
آیا ہے۔ اسی لئے اس پر قسم کھائی گئی ہے۔

أَحْلَاهَا لُمُفْتَسَلٍ وَهِيَ مِشَارِبٌ هَلٌّ  
وَبَلٌّ: میں اسے (زم زم کے پانی کو) غسل  
اور نہانے دھونے کے لئے استعمال کرنا  
حلال قرار نہیں دیتا بلکہ یہ پینے والوں کے  
لئے حلال اور مباح ہے۔ اس لفظ کا معنی  
شفا بھی کہا گیا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ:  
بَلُّ الرَّجُلِ وَابْتَلُّ: آدمی مرض سے  
شفا یاب ہوا۔ یہ معنی قولین پر مبنی ہے صرف  
اندھی بیرونی کی بناء پر نہیں ہے۔

بَلَالٌ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن  
حمامہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے مؤذن۔ جو  
جبشی النسل تھے۔

الْبَلَّلُ: خَرَى۔

الْبَلْبَلَةُ وَالْبَلْبَالُ: اندیشہ و فکر، دسواں  
صدر۔

الْبَلْبَلُ: ایک معروف پرندہ، بلبل۔

بَلٌّ مِنْ مَرَضِهِ، يَبَلُّ (باہ کسور) بَلًّا:  
وہ بیماری سے صحت یاب ہوا۔ اور اسی طرح  
سے اَبَلُّ، اِسْتَبَلُّ کا معنی بھی یہی ہے۔

بَسَلَةٌ: اس نے اسے ترک کیا۔ اس کا باب  
رَدٌّ ہے۔

بَسَلَةٌ: مبالغہ کے لئے اسے معذہ ذکر  
دیا گیا۔

اَبْتَلُّ: وہ تر ہتر ہو گیا۔ بھیک گیا۔

بَلٌّ رِحْمَةٌ: اس نے اپنے رشتہ داروں  
سے صلہ رحمی کی۔ حدیث شریف میں ہے:

ب ل ا - البَلِيَّةُ والبَلَوَى والبَلَا: تمام

الفاظ ہم معنی ہیں۔ جس کا معنی بلا اور مصیبت ہے۔ اس کی جمع البَلایَا ہے۔

بَلَاةٌ: اس نے اس کو آزمایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

بَلَاةُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے امتحان و آزمائش میں ڈالا۔

بَيْلُوهُ بَلَاءً: (الف ممدود) یہ آزمائش خیر اور شر دونوں میں ہو سکتی ہے۔

أَبْلَاءُ إِبْلَاءً حَسَنًا وَإِبْسَالًا: اللہ نے اسے خیر کے ذریعے آزمایا۔ لوگوں کے اس قول لَا أَبْأَلِيهِ: کا معنی مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

لَمْ أَبْلُ كِي شَكْلٍ فِي الْفِ حَذْفٌ هُوَ كَمَا أَوْرِيهِ كَثْرَتِ اسْتِمَالِ كَيْ بَاعِثٌ هُوَ ①

بَطْرَحٌ لَا أَذْرٍ فِي بَاءِ حَذْفٌ هُوَ كَمَا أَوْرِيهِ كَثْرَتِ اسْتِمَالِ كَيْ بَاعِثٌ هُوَ ①

بَلِي الشُّوبُ: (لام كسور) کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہو گیا۔

بَلِي فِي قَصْرِ هُوَ كَمَا أَوْرِيهِ كَثْرَتِ اسْتِمَالِ كَيْ بَاعِثٌ هُوَ ①

أَبْلَاءُ صَاحِبَةٌ: اس کے ساتھی نے اسے آزمایا۔ محنتی انسان کے لئے کہا جاتا ہے:

① صحاح میں بھی لکھا ہے۔ اس پر ابن ہرمی نے اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ الف التقاء ساکنین کے باعث حذف ہوا ہے۔ اللسان ملاحظہ کیجئے۔

ب ل ہ - رَجُلٌ أَبْلَةٌ: سادہ لوح شخص۔

بَيْنُ الْبَلْهَةِ وَالْبَلَاهَةِ: ایسا شخص جس پر سادہ لوحی غالب آگئی ہو۔ اس کا باب طَرِبٌ اور سَلِمٌ ہے۔

تَبَلُّةٌ كَمَا بَعِي بِمَعْنَى هُوَ۔

امْرَأَةٌ بَلْهَاءٌ: سادہ لوح عورت۔ حدیث شریف میں ہے: أَكْبَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ

الْبَلَّةُ: اکثر اہل جنت سادہ لوح ہوں گے۔ ان کی سادہ لوحی دنیاوی امور میں

قَلَّتْ اِهْتِمَامُ هِيَ كِي شَكْلٍ فِي هُوَ كَمَا بَعِي بِمَعْنَى هُوَ۔

آخِرَتِ كَيْ مَعَالِي فِي هُوَ كَمَا بَعِي بِمَعْنَى هُوَ۔

تَبَالَةٌ: سادہ لوح بن گیا۔ اس نے سادہ لوحی ظاہر کی حالانکہ وہ سادہ لوح نہیں۔

بَلَّةٌ: چھوڑ دے۔ یہ لفظ بنی علی الفتحہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی سُبُوِي، یعنی

بَجَزٌ هُوَ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَالًا

حِينَ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلِي قَلْبِ بَشَرٍ بَلَّةٌ مَا

اطَّلَعْتُمْ عَلَيْهِ: میں نے اپنے صالح اور نیکو کار بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے

سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اس کا خیال تک گزرا، ہاں بلکہ تمہیں اس کی اطلاع

تک نہیں۔

اپنے اہل (اہلہ) کے ساتھ زفاف کیا۔  
عام زبان میں علی اہلہ کے بدلے بنی  
باہلہ کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے  
(ع د س) کی ذیل میں اس کا باء کے  
ساتھ ذکر کیا گویا اصل یہ ہے کہ: شب  
زفاف گزارنے کے لئے مرد ایک قبۃ تعمیر  
کرتا تھا اس سے یہ مجاورہ وجود میں آیا کہ وہ  
قبۃ کا بانی ہے۔ اس سے کنایہ شب زفاف  
گزاری بنا۔

ابنۃ اور بنی کا ایک ہی معنی ہے۔  
البنیان: چار دیواری۔ البنیۃ: (فَعِيلَة  
کے وزن پر) سے مراد کعبہ ہے۔ چنانچہ  
مجاورہ ہے کہ لَا وَرَبِّ هَلْدِهِ الْبَنِيَّةُ  
مَا كَانَ كَذَا وَكَذَا: ہرگز تمہیں عمارت  
کعبہ کی قسم کہ معاملہ اس طرح نہیں تھا۔  
البنی (باء مضمومہ اور یاء مقصورہ) عمارت  
بلڈنگ۔ کہا جاتا ہے کہ: بُنِيَّةٌ، بُنِيٌّ،  
بِنِيَّةٌ اور بِنِيٌّ (باء مضمومہ و یاء مقصورہ) ان کی  
مثال جِزْيَةٌ اور جِزْيَةٌ ہے۔

فُلَانٌ صَحِيحُ الْبَنِيَّةِ: فلاں شخص صحیح  
الفطرت ہے۔ الْأُبْنُ كَالْأَصْلِ بَنُوٌّ ہے۔  
اس سے واو اسی طرح حذف ہوگئی جس  
طرح اب اور اخ سے حذف ہوئی ہے۔ کہا  
جاتا ہے کہ آبْنُ الْبُنُوَّةِ کا ثبوت  
ہے۔ اس کا اسم تصغیر بُنِيٌّ ہے یا بُنِيٌّ یعنی

أَبْلٌ وَيُخْلَفُ اللَّهُ تَدْبِيرُ كَنْدِ تَقْدِيرِ زَنْدِ  
خندہ۔

بلی: ہاں کیوں نہیں، تحقیق امر کے لئے  
جواب ہے۔ اس سے آپ اس بات کو  
واجب کرتے ہیں جو آپ سے کہی جائے۔  
کیونکہ یہ نفی کو ترک کرتا ہے اور یہ حرف لا  
کی ضد ہے۔

ب م م - البیم: چھڑی کی موٹی رسی۔  
ب ن د - البند: براجمندا۔ لفظ فارسی سے  
معرّب ہے۔ اس کی جمع بنود ہے۔

ب ن د ق - البندوق: بندوق جس سے  
گولی چلائی جاتی ہے۔ اس کا واحد بِنْدُوقَةٌ  
ہے۔ (وال مضموم) اس کی جمع بِنَادِيق  
ہے۔

ب ن ق - بِنِيْقَةُ الْقَمِيْصِ: قمیض کا  
گریبان۔

ب ن ن - البنانة: اس کی جمع بَنَانِ ہے۔  
انگلیوں کے پورے کہا جاتا ہے۔

بَنَانٌ مُخَصَّصٌ: خضاب لگا پودا۔ ہر جمع  
اور اس کے واحد کے صیغے میں حرف ہاء کا  
فرق ہوتا ہے۔ لہذا یہ جمع بطور واحد اور مذکر  
بھی مستعمل ہے۔ (یعنی جمع تکمیر موصوف  
کے لئے واحد مذکر کی صفت جائز ہے)۔

ب ن ی - بَنِي بَيْتًا: اس نے ایک گھر  
بنایا۔ بَنِي يَبْنِي عَلَى أَهْلِهِ: اس نے

• اب بند Item کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

مَا بَهَتْ لُهُ: میں نے اسے بھانپا نہیں۔

الْبَهَاءُ: خوبصورتی، یہ معتل میں آتا ہے۔

بهاء: دیکھتے بزیل (ب ۱۵) اور (ب ۱۵) (ب ۱۵)

ب ه ت - بَهْتُهُ: اس نے اچانک پکڑ لیا

جالیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول

خداوندی ہے: بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً

فَتَبْتُهُمْ: قیامت اچانک آئے گی اور ان کو

جالے گی۔

بَهْتُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَبْهُوثٌ: ششدر و حیران۔ ایسا شخص

جسے معلوم نہ ہو کہ اب کیا کرے۔ اس کا

باب قَطَعَ ہے۔

بَهْتًا (هاء مفتوح) و بُهْتَانًا: اسم فاعل

بَهَاتٍ: (ہامشہ د) ہے، اور اسم مفعول

مَبْهُوثٌ ہے۔

بَهْتٌ بروزن عَلِمَ: وہ حیرت زدہ اور

دہشت زدہ ہوا۔

بَهْتٌ بروزن ظَرْفٍ کا بھی یہی معنی ہے۔

ان دونوں اوزان میں سے بَهْتٌ زیادہ فصیح

ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: فَبَهْتِ

الَّذِي كَفَرَ: یعنی تب کافر (نمرود)

لا جواب ہو گیا کیونکہ رَجُلٌ مَبْهُوثٌ کہا

جاتا ہے۔

رَجُلٌ باهت یا بهيت نہیں کہا جاتا۔

ب ه ج - البهجة: خوبصورتی اور تر و

تازگی۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے اور اسم

اس کے یا أَبَتْ اور أَبَتْ کی طرح دو تلفظ

ہیں۔

ابن کی مَوْنَتْ بنت ہے۔ کہتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ بِنَاتِكَ (تاء مفتوح) میں تاء کو

اصل تاء سمجھ کر مفتوح کرتے ہیں۔

بُنَيَاتُ الطريق: پگڈنڈیاں۔ جو اصل

شاہراہ سے الگ الگ ہو جاتی ہیں۔

الْبِنَاتُ: چھوٹی گڑیاں جن سے لڑکیاں

کھیلتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے مروی حدیث ہے: كُنْتُ الْعَبُّ

مَعَ الْجَوَارِي بِالْبِنَاتِ: میں لڑکیوں

کے ہمراہ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔

هذه ابنة فلان اور بنت فلان: یہ

فلاں کی بیٹی ہے۔ یہاں بِنْتُ میں تاء

تانیث کی نہیں بلکہ تاء ثانیہ ہے۔ چاہے

وقت کی صورت میں ہو یا وصل کی صورت

میں۔

ابنت فلان کہنا غلط ہوگا۔ کیوں کہ

الف تو باء کے سکون کی وجہ سے آئی ہے۔

جب آپ آخری حرف کو حرکت دے کر

متحرک کریں تو اس صورت میں الف گر

جاتی ہے۔ اس کی جمع صرف بِنَاتٌ ہے۔

تَبْنِيْتُ فلاناً: میں نے فلاں کو تنہی بنا لیا۔

ب ه ا - بَهَاتٌ بالرَّجُلِ: بَهْتٌ بَهْتًا،

بَهْوَاءٌ: میں اس شخص کے ساتھ مانوس ہو

گیا۔



قَمَرٌ بَاهِرٌ: چمکدار چاند۔

بَهْرَ الرَّجُلِ: آدمی نمایاں ہوا۔ دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ۵ ج - البَهْرَجُ: بے کار، ردى چیز۔ کہتے ہیں يَدْرَهُمُ بَهْرَجٌ کھوٹا درہم۔

ب ۵ ش - البَهْشُ: بروزن العَرُوشُ: گوگل۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ انہیں اس بات کی خبر ہوئی کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ: إِنَّ ابا موسى لَم يَكُنْ مِنْ اهل البَهْشِ: کہ ابو موسیٰ تو اہل بیش یعنی اہل حجاز میں سے نہیں ہیں کیونکہ مقل پھل صرف حجاز میں ہوتا ہے۔

ب ۵ ط - البَهْطَةُ: بروزن مَبْجَرَةٌ: کھانے کی ایک قسم جسے پانی اور چاول سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ب ۵ ظ - بَهْطَةُ الحِمْلِ: بوجھنے سے زیر بار اور عاجز کر دیا۔ اس سے اسم مفعول مبہوظ ہے بمعنی زیر بار۔ بوجھل اس کا باب قَطَعَ ہے۔

أَمْرٌ بَاهِظٌ: بھاری کام یا مشکل کام۔

ب ۵ ق - البَهْقُ: سفیدی جو جلد یعنی کھال پر جلد کی رنگت سے الگ ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن

① یہ لفظ اردو کا نامات یا مبشہ ہے۔ جسے سفید چاول بھی کہتے ہیں۔ گشت میں کپے ہوئے چاول بریانی اور پلاؤ کھلاتے ہیں۔

فاعل بَهَيْجٌ ہے۔

بَهَيْجٌ بہ: وہ اس سے خوش ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل بَهَيْجٌ (حماہ مکور) ہے اور بَهَيْجٌ بھی۔

بَهَجَةُ الامرُ: اسے معاملہ پسند آیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

أَبْهَجَةٌ: اس سے وہ پسند آیا۔ الابْهَاجُ: خوشی و مسرت۔

ب ۵ ر - بَهْرَةٌ: وہ اس پر غالب آیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

البُهْرُ: (باء مضموم) مسلل اور لگاتار سانس لینا یا سانس چڑھ جانا۔

البُهْرُ: (باء مفتوح) مصدر ہے۔ سانس چڑھنا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَهْرَةُ الحِمْلِ

أى أَوْقَعَ عليه البُهْرُ (باء مضموم) فإنبهَرَ: اس نے اس پر بوجھ ڈالا تو اس کی سانس چڑھ گئی یا سانس پھول گئی۔

البَهْارُ: (باء مفتوح) زمین میں خود رو ایک تیل دار پودا جس کا بیج زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کا نام عینُ البقر ہے۔ یہ موسم بہار میں آگتا ہے۔ اسے لوگ العرارة کہتے ہیں۔

بَهْرَ القَمَرِ: چاند چمکا اور اس کی تیز روشنی کے باعث تاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔

چنانچہ کہا جاتا ہے:

② اس کا معنی موجودہ اصطلاح میں چند ہیانا ہے۔

البدن ہوں گے۔  
 الْإِبْتِهَالُ: اگٹھا۔ (عربی میں) یہ مونت  
 ہے اور اس کی جمع أَبَاهِيْمُ ہے۔  
 الْبَيْهِيْمَةُ: چوپایہ، اس کی جمع الْبَهَائِمُ  
 ہے۔

الْفَرَسُ الْبُهْمُ: وہ گھوڑا جس کے  
 رنگ سے کوئی دوسرا رنگ نہیں ملتا۔ اس کی  
 جمع بُهْمُ ہے۔ جیسے رَغِيْفُ کی جمع رُغْفُ  
 بمعنی روٹیاں ہے۔

ب و ا - الْبَهَاءُ: خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے  
 كَرِهِي الرُّجُلُ (ہاء مکسور) بَهَاءً: وہ  
 خوبصورت ہوا۔ اس کا اسم فاعل بَهِي بمعنی  
 خوش شکل ہے۔ نیز بَهْوُ (ہاء مضموم)  
 بَهَاءً: اس کا اسم فاعل بھی بَهِي ہے۔  
 الْبَهْوُ: لون، ہال کرہ۔ گھروں کے  
 سامنے والا گھر کا حصہ۔

الْمُبَاهَاثُ: ایک دوسرے پر فخر جتانے۔  
 تَبَاهَوْا: انہوں نے ایک دوسرے پر فخر  
 جتایا۔ لوگوں کا یہ کہنا: أَبْهَوْا الْخَيْلُ:  
 گھوڑوں کو کام سے فارغ چھوڑ دو یعنی  
 ستانے دو۔ اور یہ بات حدیث میں وارد  
 ہے۔

ب و ا - تَبَوُّؤُا مَنْزِلًا: وہ منزل پر اترا۔ یا  
 اس نے منزل پر ٹھکانہ کر لیا۔  
 بَوَّأَهُ مَنْزِلًا: اس نے اپنے لئے ٹھکانہ  
 بنایا۔

یہ برص (مکمل بھری) کی سفیدی نہیں ہے۔  
 ب و ل - الْمُبَاهَلَةُ: ایک دوسرے پر  
 لعنت کرنا۔

الْإِبْتِهَالُ: عاجزی، تضرع۔ گریہ  
 وزاری۔ قول خداوندی: ثُمَّ نَبْتَهِلُ: میں  
 ابتهال کا معنی دعاء میں اخلاص ہے۔  
 الْبُهْلُولُ مِنَ الرِّجَالِ: (باء مضموم)  
 مسخرہ۔ ہنسانے والا۔

ب و م - الْبِهَامُ: اس کا واحد بَهْمٌ ہے۔  
 الْبَهْمُ: اس کا واحد بَيْهِيْمَةٌ ہے۔ بھیڑ کا  
 بچہ، زہویا مادہ۔

السَّخَالُ: بکری کا بچہ۔ بھیڑ اور بکری  
 کے اکٹھے ہوں تو انہیں بَهَامٌ اور بَهْمٌ بھی  
 کہتے ہیں۔

أَمْرٌ مُبِيهَمٌ: مشکوک وغیر واضح بات یا  
 معاملہ۔

أَبْهَمَ الْبَسَابُ: اس نے دروازہ بند کیا۔  
 الاسماءُ الْمُبْهَمَةُ: نحویوں کے  
 نزدیک اسماء اشارہ کو کہتے ہیں۔

اسْتَبْهَمَ عَلَيْهِ الْكَلَامُ: اس پر بات مبہم  
 غیر واضح ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے:  
 يُحْشِرُ النَّاسُ حِفَاةَ عَرَاةٍ بُهْمًا:

(قیامت کو) لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور  
 گونگے اٹھائے جائیں گے۔ یا جمع کئے  
 جائیں گے اور ان کے پاس کوئی چیز نہ  
 ہوگی۔ اور کہا گیا ہے کہ لوگ أَصْحَاءُ صَحْحٍ

بَاحٍ بِسْمِهِ: اس نے اپنا مجید ظاہر کر دیا۔  
اس کا باب قَالَ ہے۔

ب و ر - البُورُ الرَّجُلُ: فاسد و تباہ کن  
شخص، جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔

إِمْرَأَةٌ بُورٌ اور قَوْمٌ بُورٌ: تباہ کار عورت  
اور تباہ کار قوم۔ قول خداوندی ہے:

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا: تم تباہ کار قوم تھے۔  
اس کا واحد بانو ہے۔ اس کی مثال حائل

اور اس کی جمع حَوْلٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ  
ایک لہجہ ہے۔ بانو کی جمع نہیں ہوتی جس

طرح کہا جاتا ہے: أَنْتَ بَشْرٌ وَأَنْتُمْ  
بَشْرٌ بَارٌ فَلَانٌ (بُورٌ، بَوَارٌ): (باء

مفتوح) فلاں شخص ہلاک ہو گیا۔  
أَبَارَةُ اللَّهِ: اللہ اس کو ہلاک کر دے۔

رَجُلٌ حَائِرٌ وَبَانُو: حائر و بانو، حیران  
و پریشان اور تباہ و برباد شخص جس کا رخ کسی

طرف نہ ہو یعنی جس کی کوئی منزل نہ ہو۔  
بانو کا لفظ حائر کا اتباع ہے۔

البُورُ، القُورُ کی طرح، غیر آباد زمین۔  
اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

بَارَ المَتَاعُ: سامان میں گھانا پڑ گیا۔  
بَارَ عَمَلُهُ: اس کا کام کم ہو گیا یعنی وہ بے

روزگار ہو گیا۔ یہی لفظ قول خداوندی:  
وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يُبُورُ: (ان کا مکر

ہی تباہ ہو کر رہے گا) میں ہے۔  
البَارِيَا وَالبُورِيَا: (الف ممدود)

بَوَاءٌ مَنْزِلًا: اس نے اس کے لئے  
(منزل) ٹھکانہ بنایا۔

البَوَاءُ: براء مفتوح و الف ممدود) یکساں،  
برابر، مساوی۔ محاورہ ہے کہ دَمُ فلان

بَوَاءٌ لِدَمِ فلان: فلاں آدمی کا خون فلاں  
آدمی کے خون کے برابر ہے، جبکہ وہ کفو

یعنی ہمسر ہوں۔ حدیث شریف میں ہے:  
أَمْرَهُمْ أَنْ يَتَبَّأَ وَ: صحیح أَنْ

يَتَبَّأَوْ عُوا بِرِوزَنْ يَتَّقَا وَ لُؤَا ہے۔ وہ  
برابر ہیں۔

بَاءٌ وَ ابْغَضَ مِنَ اللَّهِ: وہ خدا کا  
غضب لے کر لوٹے یہی معنی بَاءٌ بَاتِمَةٌ کا

ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:  
بَاءٌ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے حق کا اقرار

کیا۔  
ب و ب - تَبَوَّبَ بَوَّابًا: اس نے اسے

دربان بنایا۔  
هَذَا مِنْ بَابِ تَك: یہ تیرے مناسب

ہے یا حسب حال ہے۔  
ب و ح - أَبَا حَةَ الشَّيْءِ: اس نے اپنے

لئے چیز کو حلال کر لیا یا کسی دوسرے کے  
لئے حلال کر لیا۔

المُبَّاحُ: محظور کی ضد، جائز اور محظور کا معنی  
ممنوع ہے۔

اسْتَبَاحَهُ: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑ  
دیا۔

سکنیاں لگوا کر فاسد خون نکلوا دینا چاہئے تاکہ کہیں تمہارا (فاسد) خون جوش نہ مارے تو وہ کسی کو قتل کر دے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اصل میں یَتَبَغَّى تھا جو مقلوب ہو کر یَتَبَغَّع ہو گیا جس طرح جَدَّب مقلوب ہو کر جَبَدَّ ہو گیا۔

ب و ق - البوق: بگل جسے پھونک مارنے کے ذریعے بجایا جاتا ہے۔

البائقة: آفت، مصیبت، بلا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَائِقَهُ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کی آفت و مصیبت سے محفوظ نہ ہوں۔ قتادہ نے کہا کہ بوائقة سے مراد اس کا ظلم اور اس کا لالچ ہے۔ الکسائی نے کہا کہ اس سے مراد اس کی تباہ کاریاں اور شرارت و بدی ہے۔

الباقعة: بزی کی گڈی۔  
ب و ل - البول: پیشاب۔ اس کی جمع أبوال ہے۔ بال: اس نے پیشاب کیا۔ اس کا باب قال ہے۔

أَخَذَهُ بَوْلًا: (بہ مضموم) اسے پیشاب کی بیماری لگ گئی۔ کہا جاتا ہے: الشراب مَبُولَةٌ: (میم مفتوح) مشروب پیشاب آور ہے یا شراب پیشاب آور ہے۔

اب اس دور میں الباقعة سے مراد گل رستہ ہے۔ (حزرم)

سرکنڈے کی چٹائی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ بوریاکو عربی میں باری، بوری اور باریقہ کہتے ہیں۔ (تینوں لفظوں میں یاء مشدوہ ہے)۔

ب و ز - الباز: بازی کا دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کی جمع أبواز، اور بیزان ہے۔ اور البازی کی جمع بُزاقہ ہے۔

ب و س - البوس: بوسہ فارسی سے معرب ہے اور اس کا باب قال ہے۔

ب و ش - البوش: (بہ مفتوح) ملے جلے لوگوں کی ایک جماعت۔

الأوشاب: البوش کی جمع مقلوب ہے۔ گھٹیا لوگ۔

البوہشی: عیال دار اور نادار انسان۔

ب و ع - الباع: دو ہاتھ لہائی، باع الحبل: اس نے ہاتھ سے ری کونا پنا۔ اس کا باب قال ہے جس طرح شبرة: اس نے باشت سے ناپا ہے۔

ب و غ - تبوغ الدم: خون نے جوش مارا۔

تبغ بصاحبه فقلبة: اسے اپنے ساتھی پر غصہ آیا تو اس پر غلبہ پالیا۔

تبوغ الدم بصاحبه فقتله: اس کے خون نے جوش مارا۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ لَا يَتَبَغَّعُ بِأَحَدِكُمُ الدَّمَ لَيْسَ قَتْلُهُ: تمہیں

کہتے ہیں۔ قول شاعر ہے:

وَبَيْتٍ عَلَى ظَهْرِ الْمَطِيِّ بَنِيْتُهُ

بِاسْمِ مَشْقُوقِ الْخِيَامِيِّمِ يَرْعُفُ  
یعنی بیت شعر "كَتَبْتُهُ بِالْقَلَمِ" وہ شعر جو  
میں نے قلم سے لکھا۔

البائت اور البیوٹ: باسی۔ کہتے ہیں:

الْخُبْرُ الْبَائِتُ: باسی روٹی۔

بَات الرَّجُلُ: آدمی نے رات گزاری۔

بَات يَبِيْتُ وَيَبَاتُ بَيْتُونَةُ: رات

گزارنا، شب باشی۔

بَات يَفْعَلُ كَذَا: اس نے یہ کام کرتے

رات گزار دی۔

بَيْتُ الْعَدُوِّ: اس نے رات کے وقت

دشمن کو جالیا۔ اس کا اسم البیات: شب

خون مارنا۔

بَيْتٌ أَمْرًا: اس نے رات کو معاملہ طے

کیا۔ قول خداوندی ہے: إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا

يَرْضَوْنَ مِنَ الْقَوْلِ: جب وہ راتوں کو

ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں۔

ب ی د - البسداء: بروزن بیضاء:

جنگل بیابان۔ اس کی جمع بیئد ہے بروزن

بَيْضٌ. بَادٌ: وہ ہلاک اور تباہ و برباد ہوا۔

اس کا باب بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔

أَبَادَةُ اللَّهِ: اللہ سے ہلاک کرے۔

بَيْدٌ: غَیْرَ کے وزن اور معنی کی طرح یعنی

بلحاظ وزن و معنی کہتے ہیں کہ: هُوَ كَثِيرٌ

الْمَبُولَةُ: (میم مسور) وہ برتن جس میں

پیشاب کرتے ہیں۔

الْبَسَالُ: دل، کہا جاتا ہے کہ مَا يَخْطُرُ

فَلَانٌ بِسَالِي: میرے دل میں فلاں کا

خیال نہیں آتا۔

الْبَسَالُ: خوشحالی۔ کہتے ہیں کہ: فُلَانٌ

رَخِيحُ الْبَسَالِ: فلاں شخص خوش حال ہے۔

الْبَسَالُ: حال و احوال۔ کہتے ہیں: مَا

بِالْمَكِّ: تیرا کیا حال ہے۔

ب و م - البوم: اور البومة: آٹو، یہ لفظ

مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا

ہے۔ تا وقتیکہ صدی اور قیاد کہا جائے تو

یہ صرف مذکر کے لئے خاص ہے۔ یہ نام زُرْ

آٹو کے لئے مخصوص ہیں۔

ب و ن - البسان: ایک درخت کا نام ہے

اردو میں بانس کہتے ہیں۔ اس کا واحد

البانة: بانس کا ایک درخت۔

ب ی ت - بَيْتٌ: گھر۔ اس کی جمع

بِیُوْتٌ ہے۔

الْبَيْتُ: شعر، اس کی جمع ابیات ہے اور

'ابابیت' اس کی جمع الجمع ہے۔ سیبویہ کا

کہنا ہے کہ یہ جمع اقوال اور اقاویل کی

طرح ہے۔ اس کا اسم تصغیر بَيْيْتُ (بام

مضموم) اور بَيْيْتُ (بام مسور) ہے۔ عامی

زبان میں اسے بُوَيْتٌ کہتے ہیں۔

الْبَيْتُ: کسی شخص کے اہل و عیال کو بھی

لڑکی بنی اباض کی بہن (عورتوں) سے  
زیادہ سفید یعنی خوبصورت ہے۔“

المبرد کا کہنا ہے کہ شاذ شعرا ایسے اصل قاعدہ  
کے خلاف حجت نہیں ہو سکتا جس پر اجماع  
ہو۔ البتہ دوسرا قول:

إِذَا الرِّجَالُ شَتَوْا وَاشْتَدَّ أَكْلُهُمْ  
فَأَنَّتْ أَبْيَضُهُمْ سِرْبَالِ طَبَاخٍ  
”جب لوگ سردیوں میں قحط کے مارے  
خوراک کی قلت کا شکار ہو جاتے ہیں تو  
ایسے میں بھی تو ان سے پہناوے اور  
کھانے پینے میں سفید تر ہے۔“

ہو سکتا ہے کہ یہاں أَبْيَضُ أَفْعَلُ کے  
وزن پر تفضیل کے لئے یا تفضیل کے  
معنوں میں نہ ہو۔ اور یہ اسی طرح جیسے  
آپ کہیں کہ: هُوَ أَحْسَنُهُمْ وَجْهًا  
و کرمیہم أبا: کہ وہ شکل و صورت میں  
ان میں اچھا ہے اور خاندانی اعتبار سے  
شریف شکل ہے۔ اس شعر میں شاعر نے  
گویا یہ کہا ہے کہ تو ان میں ایک خوشحال شخص  
ہے۔ اضافت کی حالت میں اس نے اپنے  
مابعد لفظ کو بطور تمیز نصب دی ہے۔ یعنی شکل  
و صورت اور خوشحالی کے اعتبار سے تو ان  
سے بہتر ہے۔

الْأَبْيَضُ: تلوار اس کی جمع بھی بِيضُ  
ہے۔

الْبَيْضَانُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں میں سے

الْمَالِ بَيِّدٌ أَنَّهُ بَخِيلٌ: وہ مال دار ہے  
اس کے باوجود یا برعکس وہ بخیل ہے۔

ب ی ص - بَيْسَانٌ: ایک جگہ کا نام ہے  
جہاں کی شراب مشہور ہے۔

بَيْسَانٌ: دیکھیے بذیل (ب ی ص ن اور  
ب ی ص)

ب ی ض - الْبَيَّاضُ: سفیدی، سفید  
رنگ۔

بَيَّاضٌ اور بِيَاضَةٌ کہنا منزل اور منزلت  
کی طرح دونوں جائز ہیں۔

بَيْضُ الشَّيْءِ تَبْيِضًا فَايْبِضُ  
أَبْيَاضًا، إِبْيَاضًا، أَبْيَضًا: (اس  
نے چیز کو سفید کیا)۔ أَبْيَضُ کی جمع بِيِضُ  
ہے۔

بَايِضَةٌ فَبَايِضَةٌ كَابَابِ بَاعٍ ہے اس کا  
معنی ہے کہ وہ سفیدی میں فوقیت لے گیا۔  
البتہ يَبُوضَةٌ نہیں کہتے۔

هَذَا أَشَدُّ بَيَّاضًا مِنْ كَذَا: یہ فلاں  
سے زیادہ سفید ہے۔ ان معنوں میں  
أَبْيَضٌ مِنْهُ: نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن اہل  
کوفہ ایسا کہنا جائز سمجھتے ہیں اور اس کے  
جائز ہونے کی دلیل راجز کا یہ شعر پیش  
کرتے ہیں:

جَارِيَةٌ فِي دِرْعِهَا الْفَضْفَاضِ  
أَبْيَضٌ مِنْ أُنْحَتِ بَنِي إِبَّاضِ  
”اپنے پٹے ہوئے چیتروں میں بھی وہ

پر ممکنی نہ کرے اور نہ بھائی کی خرید کے  
سووے پر سووا کرے۔ اس حدیث میں بیع  
کے معنی خرید کے ہیں۔ لیکن ممانعت صرف  
خریدار پر ہے نہ کہ فروخت کرنے والے  
پر۔

وَالشَّيْءُ مَبِيعٌ أَوْ مَبِئُوعٌ: بمعنی  
فروختی چیز جیسے مَبِخُوطٌ اور مَخْبُوطٌ  
ہے۔ خریدار اور فروخت کرنے والے  
دونوں کو بَيْعَانٌ کہتے ہیں یعنی خریدو  
فروخت کرنے والے۔ (بَيْعَانٌ میں یا  
مشدّد ہے)۔

أَبَاعَ الشَّيْءَ: اس نے فروخت کرنے  
کے لئے چیز (مال) پیش کی۔  
الِابْتِيعَ: خرید۔

بَيْعَ الشَّيْءِ: چیز فروخت کی گئی۔ یہ فعل  
مجهول ہے۔ یہاں باء مکسور ہے۔ کچھ لوگ  
یا کو واؤ میں بدل کر اسے بُوَعَ الشَّيْءِ کہتے  
ہیں۔ یعنی چیز فروخت ہوگئی۔ اس کی مثال:  
قَبِلَ أَوْ كَبِلَ وغیرہ ہے۔

بَايَعَهُ: اس نے اس سے بیعت لی۔ یا اس  
کی بیعت کی۔ اور اس نے اسے فروخت  
کیا، دونوں معنی مراد ہیں۔

تَبَايَعَا: ان دو آدمیوں نے خرید و فروخت  
کی یا بیعت کی۔

اسْتَبَاعَهُ: اس نے اس سے (کچھ) مول  
مانگایا قیمتاً خریدنا چاہا۔

سفید لوگ۔ یہ لفظ السُّودَانِ (کالے  
لوگ) کی ضد ہے۔ ابن السَّيْتِ کا کہنا ہے  
کہ الأَبْيَضَانِ: دو سفید چیزوں سے مراد  
دودھ اور پانی ہے۔

الْبَيْضَةُ: اٹھا، اس کی جمع البَيْضُ ہے۔  
الْبَيْضَةُ: خصیہ۔

بَيْضَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کی جانب۔  
بَيْضَةُ الْقَوْمِ: قوم کا میدان، صحن۔  
بَاصَتْ الطَّائِرَةُ: پرندے نے اٹھے  
دیئے۔ اسم قائل بانض ہے۔

دجاجة بَيُوضٍ: زیادہ اٹھے دیئے  
والی مرغی۔ اس کی جمع بَيْضٌ ہے۔ جس  
طرح صَبُورٌ کی جمع صُبُورٌ ہے۔ ایک لہجے  
میں اسے بَيْضٌ بھی کہتے ہیں جس کے  
مطابق رُسُلٌ کی بجائے رُسُلٌ کہتے  
ہیں۔ باء کو مکسور محض اس لئے کیا گیا ہے  
تاکہ یا برقرار رہے۔

ب ی ع - بَاعَ الشَّيْءَ: بَيْعَهُ بَيْعًا  
ومبيعًا: اس نے چیز بیچی یا فروخت کی۔  
اس کا معنی خرید بھی ہے لیکن یہ شاذ ہے۔  
اسے مَبَاعًا پر قیاس کیا گیا ہے۔

بَاعَهُ: اس نے اسے خرید لیا۔ یہ لفظ  
اضداد المعنی الفاظ میں سے ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ  
عَلَى خِطْبَةِ اخِيهِ وَلَا يَبِيعُ عَلَيَّ  
بَيْعَ اخِيهِ: کوئی شخص اپنے بھائی کی ممکنی

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ  
لِسِحْرًا: یقیناً بعض بیان جادو اثر ہوتا  
ہے۔

فُلَانٌ اَبِيْنُ مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں  
شخص سے زیادہ فصیح البیان ہے اور بات  
کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

الْبَيَانُ: ایسا بیان بھی کہ جس سے کسی چیز پر  
دلالت و اثبات وغیرہ ہو۔

بَانَ الشَّيْءُ: بَيِّنٌ بَيِّنًا: اس نے بات  
واضح کر دی۔ بات واضح ہو گئی۔

بَيِّنٌ: ثبوت و دلیل۔

اَبَانَ الشَّيْءُ: اس نے بات واضح  
کر دی۔

مُبَيِّنٌ: بات واضح کرنے والا۔

اَبْتَنَتْهُ: میں نے واضح کر دیا۔

اَسْتَبَانَ الشَّيْءُ: بات واضح ہو گئی یا ظاہر  
ہو گئی۔

اَسْتَبْتَنَتْهُ: مجھے معلوم ہو گیا۔

تَبَيَّنَ الشَّيْءُ: چیز ظاہر ہو گئی۔

تَبَيَّنَتْهُ: میں نے اسے واضح کر دیا۔ یہ  
تینوں فعل متعدی بھی ہیں اور لازم بھی۔

التَّبْيِيْنُ: وضاحت کرنا اور واضح ہونا۔ مثل

ہے کہ: قَدْ بَيَّنَّ الصُّبْحُ لَدَى

عَيْنِيْنَ: صبح ہو گئی لیکن آنکھ والوں کے

لئے۔ یعنی بات ظاہر ہو گئی لیکن اسی کے

لئے جسے سمجھ ہو۔

الْبَيْعَةُ: عبادت گاہ، نصاریٰ کے کنیہ کی  
طرح۔

ب ي ن - الْبَيْنُ: جدائی یا فراق۔ اس کا  
باب بَاعَ ہے۔

بَيُّوْنَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

الْبَيْنُ: ملاپ، وصل۔ یہ لفظ متضاد المعنی

الفاظ میں سے ہے۔ قرآن شریف کی

آیت یوں پڑھی گئی ہے: لَقَدْ تَقَطَّعَ

بَيْنَكُمْ: نون مرفوع اور منصوب دونوں

طرح سے۔ رفع کی صورت میں معنی ہوگا

کہ تمہارے درمیان ملاپ منقطع ہو گیا اور

نصب کی صورت میں 'ما' کو مقدار مان کر

معنی یہ ہوگا کہ: لَقَدْ تَقَطَّعَ مَا بَيْنَكُمْ:

تمہارے درمیان جو معاملہ ہے وہ منقطع ہو

گیا۔

الْبَسُوْنُ: فضل و کرم۔ عنایت و بخشش۔

زیادتی نعمت۔

قَدْ بَانَهُ: اس نے اس پر بخشش و عنایت

کی۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔

بَيْنَهُمَا بَوْنٌ بَعِيدٌ وَبَيْنٌ بَعِيدٌ: ان دو

کے درمیان بہت دوری ہے۔ یا دور کا

فاصلہ ہے، دونوں فصیح ہیں۔ دوری کے

معنوں میں اس لفظ کو صرف اس شکل میں

استعمال کیا جائے گا کہ: اِنْبَيْنَهُمَا بَيْنًا:

یقیناً ان دو کے درمیان دوری ہے۔

الْبَسِيَانُ: فصاحت اور زبان دانی۔



اسے اسم بنایا جائے تو یہ معرب ہو جائے گا۔ اور کہا جائے گا لَقَدْ قَطَّعَ بَيْنَكُمْ: تمہارا ملاپ ختم ہو گیا یا کٹ گیا۔ یہاں بَيْنُ مرفوع ہوگا۔

هَذَا الشَّيْءُ بَيْنَ بَيْنٍ: یہ چیز بین بین ہے یعنی درمیانی درجے کی ہے نہ زیادہ اچھی نہ زیادہ بُری۔ بَيْنًا فَعْلَى کے وزن پر، لام پر فتح تشبیح کے سبب سے الف میں بدل گئی۔

بَيْنَمَا: بَيْنُ پر ما کا اضافہ کیا گیا۔

بَيْنًا اور بَيْنَمَا کا ایک ہی معنی ہے مثلاً: بَيْنًا نَحْنُ نَرُوقِبُهُ اَنَانًا: یعنی وہ ہمارے پاس اس وقت آیا جب ہم اسے دیکھ ہی رہے یا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اِصْمَى بَيْنًا کے بعد آنے والے لفظ کو جر دیتے جب اس لفظ کی جگہ بَيْنٌ بھی مناسب ہوتا۔ اِصْمَى کے علاوہ دوسرے لوگ مبتدا اور خبر کی بناء پر بَيْنًا اور بَيْنَمَا کے بعد طے لفظ کو رفع دیتے تھے۔

ب ی ا: لوگ کہتے ہیں: حَيَاكَ اللَّهُ وَبَيَّاكَ. حَيَاكَ کا معنی ہے اللہ تجھے زندگی دے اور بَيَّاكَ کا مطلب ہے ”تجھے تحیات و برکات کے ساتھ اعتماد بخشنے۔ یہ اِصْمَى کی تعریف ہے۔ اور ابن الاعرابی نے کہا کہ اس کا معنی ہے: خدا ”تجھے لے آئے“ اور الامر کا یہ کہنا ہے کہ

التَّبْيَانُ: مصدر ہے اور شاذ ہے کیونکہ مصدر صرف تَفْعَالُ کے وزن پر مثلاً: تَدَكَارُ، تَكَرَّارُ اور تَوَكَّافُ آتے ہیں جہاں تاء مفتوح ہوتا ہے۔ یہ مصادر تاء مَكسور کے ساتھ تَفْعَالُ کے وزن پر نہیں آتا۔ سوائے تَبْيَانُ اور تَلْقَاءُ کے۔ (لہذا یہ شاذ ہے)۔

ضَرْبُهُ فَاَبَانَ رَأْسُهُ مِنْ جَسَدِهِ اى فَصَلَّهُ: اس نے اسے مارا تو اس کا سر دھڑ سے جدا ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُسْبِنٌ ہے۔

المُبَايَنَةُ: ایک دوسرے سے جدائی۔

تَبَايَنَ الْقَوْمُ: لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

تَطْلِيْقُهُ بِابْنَةٍ: جدا کر دینے والی طلاق۔ یہاں بَابِنَةُ فاعل کی شکل مفعول واضح واقع ہوا ہے۔

غُرَابُ الْبَيْنِ: چتکبرا کو۔ ابو العوث کا کہنا ہے کہ اس کوئے کی چونچ اور دونوں بچے سرخ ہوتے ہیں۔ البتہ سیاہ رنگ کے کوئے کو الْحَاتِمُ کہتے ہیں کیونکہ وہ جدائی کی حتمی پیش گوئی کرتا ہے۔

بَيْنٌ: درمیان۔ مثلاً: جَلَسَ بَيْنَ الْقَوْمِ، وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا۔ اسی طرح جَلَسَ وَسَطَ الْقَوْمِ: وہ قوم کے وسط میں بیٹھا۔ یہاں بَيْنٌ ’طرف ہے۔ اگر

ہے۔ حدیث شریف میں اس کا مطلب ہے خدا تجھے ہنسنا نصیب کرے۔ کہا گیا ہے یہ لفظ روایت کی پیروی ہے لیکن ابو عبیدہ نے اس رائے کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر اس لفظ میں 'واؤ' کا حذف نہ ہوتا۔

اس کا معنی ہے خدا تجھے منزل (مقصود) پر ٹھکانہ دے اس میں سے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا اور واؤ کو یاہ میں تبدیل کر دیا گیا اس طرح بَوَّءَکَ بَیَّاکَ بن گیا اور یوں یہ حیَّاکَ کے ساتھ اس کا جوڑا بن گیا۔  
الفرءاء نے الاحمر کی تعریف و تفسیر کو سراہا

## بَابُ النَّاءِ

تھی۔ قسم کے لئے حرف تاء اللہ کے سوا اور کسی نام پر داخل نہیں ہوتا۔ یہ حرف فعل مستقبل کے واحد غائب کے صیغے کے شروع میں داخل ہوتا ہے اور فعل ماضی کے آخر میں مثلاً: هَيَّي تَفَعَّلُ اور فَعَلْتُ۔ اگر یہ اسم کے آخر میں آئے تو یہ ضمیر ہوتا ہے اور اگر پہلے آئے تو علامت ہوتا ہے۔<sup>①</sup> فَعَلْتُ میں تاء ضمیر فاعل ہے۔ اس صیغہ میں مذکر مؤنث دونوں مشترک اور یکساں ہوتے ہیں۔ البتہ اگر اسے مخاطب کے صیغے میں مذکر کے لئے استعمال کرنا ہو تو تاء مفتوح ہوگا اور گرامر مؤنث کے لئے ہوتو مکسور ہوگا۔ تاء قافیہ والے تصدیق کو تصدیق بتاؤ تاء کہیں گے۔

نساء: مؤنث کے لئے اسم اشارہ ہے جس طرح 'ذ' مذکر کے لئے تینہ، ذہ کی طرح ہے، تان، شنینہ کے لئے اور او لاء جمع کے لئے ہے۔ اس حرف پر 'ها' تنبیہ کے لئے داخل ہوتا ہے مثلاً: هانا هندہ، هاتان اور هؤلء: جب اسے مخاطب کے لئے استعمال کرنا ہو تو اس کے آخر میں کاف

① ابن بزی نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ اور کہا کہ تاء نساء کی کسی بھی حالت میں حرف کی حیثیت سے نہیں آتا، خواہ پہلے آئے یا آخر میں۔

ت ا- الناء: حروف زائدہ میں سے ایک حرف ہے جو فعل مستقبل کے مخاطب کے صیغے میں بڑھایا جاتا ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ اَنْتَ تَفْعَلُ: تو کرے گا۔ اسی طرح فعل امر غائب میں یہ داخل کیا جاتا ہے مثلاً: لِيَتَّقُمْ هُنْدًا: ہند کھڑی ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اسے امر مخاطب پر بھی داخل کیا گیا ہو مثلاً: قول خداوندی: فبذلک فَلَنتَفَرُّ حُورًا: (پس اس کے ذریعے تم خوش ہو جاؤ)۔ انفس نے کہا ہے کہ امر مخاطب پر لام کا اضافہ ایک رذی لغت (لہجہ) ہے۔ امر کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بدلے آپ اِفْعَلُ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں تعذر پایا جاتا ہے۔ یہ حرف فعل مجہول پر بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: آپ کسی انسان کے خوش ہونے کے موقع پر کہتے ہیں: لِنُنزِّهَہِ یا رَجُلٍ اے آدمی تو خوش ہو جائے۔ اور وَلِنُتَّعِنَ بِحَاجَتِی! میری حاجت پوری کی جائے۔

نساء: قسم کے لئے واؤ کے بدلے استعمال ہوتی ہے اور واؤ باء کے بدلے استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: تَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ كَذَا: اللہ کی قسم بات اس طرح

کہ ہذا تو ءم: یہ جڑواں بچہ ہے۔ یہ  
فَوَعْل کے وزن پر ہے۔

ہذہ تو ءمۃ: یہ جڑواں بچی ہے۔ ان کی جمع  
تَوَائِم ہے۔ جیسے قَشَعَم کی جمع قَشَاعِم۔  
تو ام بروزن حُطَام: جب یہ تعلق دو آدمیوں  
کے درمیان ہو اس کا جمع مذکورہ 'نون' کے  
ساتھ بنانے اور جمع مُونث 'ت' کے ساتھ  
بنانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ت ب ب- التَّبَابُ: (تاء مفتوح)  
خسارہ اور ہلاکت، کہتے ہیں: تَبَيْتُ (تو  
ہلاک ہو جائے یا ہلاک ہو گیا)

يَا رَجُلُ. تَبَيْتُ تَبَابًا: اے شخص تو ہلاک  
ہو۔ (دوسری تاء مکسور) تَبَيْتُ يَدَابًا،  
تَبَالَةً: منصوب علی المصدر ہیں اور فعل  
کے اندر ہی ضمیر موجود ہے۔ یعنی اللہ اس  
کے ہاتھ ہلاک کر دے یا اسے ہلاک  
کر دے یا اسے تباہ کر دے۔

اسْتَتَبَ الْأَمْرُ: کام بن گیا اور سنور گیا۔

ت ب ر- التَّبَرُّ: غیر مضروب یعنی بے  
ڈھلا سونا۔ اور جب اس سونے سے سکے  
ڈھالے جائیں تو اسے عَيْسَنُ (نقدی)  
کہیں گے۔ سونے کے علاوہ اور کسی  
دھات کو تَبَرُّ نہیں کہتے البتہ بعض لوگ  
چاندی کو تَبَرُّ کہتے ہیں۔

التَّبَارُ: (تاء مفتوح) ہلاکت۔  
تَبَرُّهُ تَبِيرًا: اس نے اسے ہلاک کر دیا

لکھیں گے مثلاً: تَبَيْتُ، تَبَيْتُ، تَبَيْتُ،  
تَبَيْتُ، وَتَبَيْتُ (تاء مفتوح) لیکن یہ

گھٹیا لغت (لہجہ) ہے۔ حشیہ کے لئے  
تَابِك اور تَابِك (نون مشدّد) اور جمع  
کیلئے أُولَيْك، اولاک اور اولَاك۔

کاف مخاطب کے صیغے میں مذکر ومؤنث،  
حشیہ اور جمع کے لئے ہے اور کاف سے پہلے کا  
حرف مشار السیہ کے لئے جس میں  
مذکر ومؤنث و حشیہ اور جمع سب شامل ہیں۔  
اگر آپ یہ قاعدہ حفظ کر لیں تو ان مسائل میں  
آپ کبھی بھی غلطی نہ کریں گے۔

تَبَيْتُ اور تَبَيْتُ 'داخل کریں  
تو کہیں گے۔

هَاتِيكَ هِنْدٌ وَهَاتَاكَ هِنْدٌ. البتہ  
تَبَيْتُ 'داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ لام  
'هَاءِ تَبِيْهٍ کا عوض ہے۔

تَبَيْتُ بھی تَبَيْتُ کا ایک اور لہجہ  
(لغت) ہے۔

ت ا ت- رَجُلٌ تَأْتَأُ: بروزن  
فَعْلَالٌ: تو تھلا آدمی جو بات کرتے وقت  
تاء کی آواز نکالنے میں ہلکاتا ہو۔

تؤدة: دیکھئے بَزِيلُ (ؤ ا د)  
ت ا م- أُنَامَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے دو  
بچوں کو اکٹھے جنم دیا۔ یعنی جوڑا پیدا کیا۔  
ایسی عورت کو مُنْتَمِمٌ کہتے ہیں اور جڑواں  
بچوں کو التوءء مان کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے

التَّبَاعُ: (تاء مکسور) کا معنی بھی ولاء اور تابعداری ہے۔

تَابِعَ الرَّجُلُ عَمَلَهُ: آدمی نے اپنا کام جاری رکھا یا اپنے کام کو مضبوط اور مستحکم کیا۔

حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت کی گئی حدیث ہے: تَابِعْنَا الْأَعْمَالَ فَلَمْ

نَجِدْ شَيْئًا أَبْلَغَ فِي طَلَبِ الْآخِرَةِ مِنْ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا: ہم نے کاموں اور اعمال کی خوب جانچ پڑتال کی لیکن ہم

نے طلبِ آخرت کے لئے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔

تَتَّبَعَ الشَّيْءُ: اس نے سلسل کسی چیز کی تلاش کی یا وہ لگاؤ۔

تَبَّعَهُ: (باء مشدود) کا بھی یہی معنی ہے۔

النَّبَاعَةُ: (نون مکسور) تَبَّعَهُ کی طرح ہے۔

التَّبَعَةُ: پیش رو، جس کی اتباع کی جائے۔

فارابی نے اس کا ذکر دیوان میں کیا ہے۔

التَّبِيعُ: تابع یا پیرو۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ

تَبِيعًا: پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیرو نہیں ملے گا۔

القرآن نے تَبِيعُ کا ترجمہ ثَانُو اور طالب کیا ہے اور اس کا معنی تابع ہے۔

التَّبِيعُ: گائے کا پھجڑا جس کی عمر ایک سال ہو۔ اس کی مونٹ یعنی بچھیا کو

(یا بد دعا کے طور پر) اللہ سے ہلاک کر دے۔

هُؤُلَاءِ مُقَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ: وہ اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہونے والے ہیں۔

ت ب ع - تَبَّعَهُ: وہ اس کے پیچھے چلا، یا اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔ اسی طرح اتَّبَعَهُ

افْتَعَلَ باب سے ہے اور اتَّبَعَ افْعَلَ باب سے کسی آگے جانے والے کے پیچھے چلا اور اس سے جا ملا۔

اتَّبَعَ غَيْرُهُ: اس نے کسی دوسرے کے پیچھے کچھ یا کسی کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

انفخ نے کہا کہ تَبَّعَهُ اور اتَّبَعَهُ ہم معنی ہیں۔ جس طرح رَدِفَهُ اور أَرَدَفَهُ ہم معنی ہیں۔

یہی لفظ قول خداوندی: إِلَّا مَنْ خَطَفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثاقِبٌ: ”سوائے اس کے کہ کوئی کچھ

اچک لے جائے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں۔“ میں ہے۔

التَّبِيعُ: (پیروکار) واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ قول خداوندی ہے: إنا كُنَّا

لَكُمْ تَبِيعًا: ہم تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی جمع اتَّبَاع سے تَابَعَهُ علی

كذلك مُتَابَعَةٌ دِتْبَاعًا: اس نے اس بات پر اس کی پیروی کی۔

اور اَنْجَرٌ اَنْجَارًا: اس نے تجارت کی۔  
اسم فاعل تاجِرٌ (کاروباری) اس کی جمع  
صاحب سے صَحْبٌ کی طرح تَجْرٌ اور  
تَجَارٌ (تاء مکسور) اور تَجَارٌ (تاء مضموم) اور  
جیم مشدّد) ہے۔

ت ب ح ف - التُّحْفَةُ: ازراہ لطف و مہربانی  
جو چیز آپ کسی کو پیش کریں۔  
التُّحْفَةُ: (حاء مفتوح) کا معنی بھی یہی  
ہے۔ اس کی جمع تَحَفٌ ہے۔

ت ب خ خ - التُّخُّ: (تاء مفتوح) گندھا ہوا  
خمیر شدہ آٹا۔

تَخُّ يَتَخُّ: (تاء مکسور) تَخْوِخَةٌ (حاء اول  
مضموم)۔ خمیر کرنا۔

اِتَّخَذَ صَاحِبَةٌ: اس کے ساتھی نے اسے  
کھٹا (بدول) کر دیا۔

ت ب خ م - التُّخْمُ: (تاء مفتوح) ہر گاؤں  
کا آخری کنارہ یا ہر زمین کی آخری حد۔  
اسکی جمع فُلُوسٌ کی طرح تَخْمٌ  
ہے۔ القراء نے کہا کہ: تَخْمٌ الأَرْضِ  
حُدُودُهَا: زمین کی تَخْمٌ حدیں، اس کی  
سرحدیں ہیں۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ تَخْمٌ سے  
مراوزمین کی آخری حدود ہیں۔ اس کی جمع  
صُبُورٌ سے صُبُورٌ کی طرح تَخْمٌ ہے۔

التُّخْمَةُ: اس کی اصل وَاذٌ ہے۔ لہذا اس  
کا ذکر (و خ م) کی ذیل میں ہوگا۔

ت ب ر - التُّرَابُ: التُّورَابُ،

التَّبِيْعَةُ کہیں گے اور جمع تَبَاعٌ (تاء  
مکسور) اور اَفْيَلٌ وَاَفَائِلٌ کے وزن پر  
تَبَايِعٌ ہوگی۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ: مَعَهُ  
تَابِعَةٌ کا معنی ہے کہ اس کے ساتھ جن  
ہے۔

ت ب ل - التَّابِلُ: (باء مفتوح و مکسور)  
ہانڈی، اس کی جمع تَوَابِلٌ ہے۔<sup>①</sup>

ت ب ن - التَّبِنُ: چارہ۔ اس کا واحد تَبْنَةٌ  
ہے۔

التَّبِنُ: مصدر ہے بمعنی چارہ ڈالنا۔ مثلاً:  
تَبَنَ الدَّابَّةُ: اس نے مویشیوں کو چارہ  
ڈالا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

تَبَنَ تَبْنِيْنَا: اس نے دقت نظر سے دیکھا۔  
حضرت سالم بن عبد اللہ کی روایت کردہ  
حدیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

التَّبَانُ: چارہ فروش۔ اور اگر آپ اسے  
فَعْلَانٌ کے وزن پر تَبٌّ سے تَبَانٌ بنائیں  
تو پھر یہ منصرف نہیں ہوگا۔

التَّبَانُ: (تاء مضموم اور باء مشدّد) بالشت  
بھر جائیگا جس سے ستر عورت ہو سکے جو  
خاصا گاڑھا یعنی موٹے کپڑے کا ہوتا ہے  
جو عام طور پر ملاح لوگ پہنتے ہیں۔

ت ب ج - تَجَّاجًا: لونا، واپس مڑا۔  
ت ب ج ر - تَجَسَّرَ: (باب نَصَرَ كَتَبَ)

① اب تو اہل کرم سالہ جات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا دورا  
ہم معنی لفظ بہارات ہے۔ (مترجم)

آلود مسکین۔

التُّرْبُ: (تاء مکسور) ہم عمر، اس کی جمع اُتْرَابُ ہے۔

التُّرْبَةُ: تحریک، حرکت دینا، ہلانا۔ حدیث شریف میں ہے: اَتْرَبُوا وَمَزْمَزُوا۔

ت ر ج - الأُتْرُجَةُ: والأُتْرُجُ (دونوں لفظوں میں ہمزہ اور راء مضموم، اور جیم مشدّد) چکوٹرا یا چکوڈرا، گرے فروٹ۔

ت ر ح - التُّرْحُ: غمی اور دکھ، الفُرْحُ کی ضد، اس کا باب طَرْبُ ہے۔

ت ر س - التُّرْسُ: ڈھال۔ اس کی جمع عُنْبَةٌ کے وزن پر تِرْسَةٌ اور تِرَاسٌ (تاء مکسور) ہے۔

رَجُلٌ تَارِسٌ: ڈھال والا آدمی۔

تُرَاسٌ: ڈھال کا مالک۔

التُّرْسُ: ڈھال کے ذریعے اپنے آپ کو چھپانا یا بچانا۔

التُّرَيْسُ کا بھی یہی معنی ہے۔

المُتْرَسُ: وہ لکڑی جو دروازے کے پیچھے رکھی جاتی ہے۔ (غالباً دروازے بند کرنے کے لئے)۔

ت ر ع - تَرَعُ الْإِنْسَاءُ: برتن بھر گیا۔

اس کا باب طَرْبُ ہے۔

أَتْرَعَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے بھر دیا۔

التُّورَبُ، التُّيرَبُ، التُّيرَابُ،

التُّيرْبَاءُ (تاء مفتوح)، التُّيرْبُ، التُّيرْبَةُ (تاء مضموم) تمام اوزان ہم معنی ہیں، جس کا معنی مٹی ہے۔ تُرَابٌ کی جمع اُتْرَابَةٌ اور تُرْبَانٌ (تاء مکسور) ہے۔

تُرْبُ الشَّمْسِيِّ: چیز خاک آلود ہوگئی۔ اس کا باب طَرْبُ ہے۔ اسی سے تَرْبُ الرَّجُلِ: آدمی خاک آلود یعنی کنگال ہو گیا۔ گویا اسے مٹی لگ گئی ہے۔

تُرِبَتْ يَدَاؤُهُ: اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو گئے۔ یہ بددعا ہے۔ یعنی اس کا بھلا نہ ہو۔

تُرْبُهُ تَعْرِيْبًا فَتَتْرَبُ: اس نے اسے خاک آلود کر دیا تو وہ خاک آلود ہو گیا یعنی اس نے اسے مٹی یا گارے میں لتھیڑا تو وہ مٹی یا گارے میں لتھیڑ گیا۔

أُتْرِبُهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔ حدیث شریف میں ہے:

أُتْرِبُهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔

حدیث شریف میں ہے: اُتْرِبُوا الْكِتَابَ فَإِنَّهُ أَنْجَحٌ لِلْحَاجَةِ۔

أُتْرِبُ الرَّجُلَ: آدمی بے نیاز ہو گیا یعنی اس کی نظر میں مال کی قدر و قیمت خاک کے برابر ہوگئی۔

المُتْرِبَةُ: مسکن، غربت، فاقہ۔ مُسْكِينٌ ذُو مُتْرِبَةٍ: گرد آلود یا خاک

تَرَكَهُ الْمَيْتِ: مرنے والا کا وراثت میں  
چھوڑا ہوا مال یا جائداد۔  
التُّرْكُ: خُرك قوم۔

ت ر ہ - التُّرْهَاتُ: پگڈنڈیاں اور  
چھوٹے راستے جو شاہراہ سے جدا ہوتے  
ہیں۔ اس کا واحد تُوْرْهَةٌ ہے۔ فارسی سے  
معرّب ہے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال  
بیکار چیز کے لئے بطور استعارہ ہونے لگا۔

تِرْيَاقُ: دیکھئے بَزِيلُ (ت ر ق)  
ت س ع - التَّسْبِغُ: (تاء مضموم) نواں  
حصہ بنانا۔ التَّيْبِغُ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّاسُوعَاءُ: (الف ممدود) عاشورا سے  
پہلے (نواں) دن۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ  
دخیل یا بعد میں ایجاد شدہ لفظ ہے۔

تَسَعُ الْقَوْمُ: (اس کا باب قَطَعُ ہے)  
اس نے لوگوں سے ان کے مال کا نواں  
حصہ لیا یا وہ نوواں آدمی تھا۔

أَتَسَعَ الْقَوْمُ: لوگ نو، نو، نو ہو گئے یا نو  
میں بٹ گئے۔

تَضْيَعُ: دیکھئے بَزِيلُ (ض ی ع اور بَزِيلُ  
ض و ع)

تَعَالُ: دیکھئے بَزِيلُ (ع ل ا)  
ت ع س - التَّعَسُ: ہلاکت۔ اس کی  
اصل کَبُّ ہے جو اتعاش، نشاط طبع اور  
صحت یابی کی ضد ہے۔

قَدْ تَعَسَ: وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا باب

حَوْضُ تَرَعٌ: (تاء اور راء مفتوح) بھرا  
ہوا حوض۔

جَفْنَةٌ مُتْرَعَةٌ: پانی بھرا لگن۔

التُّرْعَةُ بَرْدُ الزَّجْرَعَةِ: دروازہ۔  
حدیث شریف میں ہے: إِنَّ مِنْبَرِي  
هَذَا عَلَى تَرُوعَةٍ مِنْ تَرُوعِ الْجَنَّةِ:  
بے شک میرا یہ منبر جنت کے باغوں میں  
سے ایک باغ پر (واقع) ہے۔ کہا گیا ہے  
کہ التُّرْعَةُ کا معنی باغ ہے۔ اور یہ بھی کہا  
گیا ہے کہ التُّرْعَةُ کا معنی درجہ یا زینہ  
ہے۔

التُّرْعَةُ: نہروں یا کاریزوں کے دہانے۔

ت ر ف - التَّرْفُ: خوشحالی۔ سرمایہ  
داری۔ مال مست ہونا۔

أَتَرَفْتُهُ النِّعْمَةَ: دولت اور نعمتوں نے  
اسے مال مست اور سرکش کر دیا۔

ت ر ق - التِّرْيَاقُ: زہر اُتارنے کی  
دوا۔ فارسی سے معرّب ہے۔

التَّرْقُوتَةُ: گلے اور کندھے کے درمیان کی  
ہڈی۔ تاء کو مضموم کر کے تَرْقُوتَةٌ نہیں کہنا یا  
پڑھنا چاہئے۔

تَرْقُوتَةُ: دیکھئے بَزِيلُ (ت ر ق)

ت ر ک - تَرَكَ الشَّيْءُ: اس نے  
چیز کو چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تَارَكَهُ الْبَيْعُ مُتَارَكَةً: اس نے اس  
سے کاروبار ترک کر دیا، یا چھڑوا دیا۔



قَطَعَ ہے۔

أَتَعَسَهُ اللَّهُ: اللہ سے ہلاک کرے، بطور بددعا لوگ کہتے ہیں: تَعَسَا لَفُلَانٍ: فلاں شخص ہلاک ہو جائے یا اللہ اس شخص کو ہلاک کرے۔

کی بناء پر کہ:

تَشَانَتِ الْقَرْيَةُ: یعنی مشک پرانی ہو گئی اور شَنّ بن گئی۔

ت ق ن - إتقان الأمور: کام پختہ اور مستحکم کرنا۔

ت ك ك - التَّكْكُ: اس کی جمع التَّكْكُ ہے۔ ازار بند۔

ت ع ع - التُّعْتَعَةُ: بولتے اور بات کرتے وقت ہکھلانا۔

ت ل د - التَّلَادُ والتَّلَادُو التَّلَادُ (دونوں میں تاء مکسور) اور التَّلَادِ (تاء مفتوح) پرانا اصلی مال جو خود آپ نے کمایا ہو۔ اس کی ضد طَارِق ہے۔ بمعنی نیا پیدا ہونے والا یا ہاتھ آنے والا مال۔ حدیث شریف میں ہے: هُنَّ مِنْ تِلَادِي: یعنی جو سورتیں قرآن سے لی ہیں یہ اصلی اور قدیمی ہیں۔

ت ف ا - تَفِيٌّ وَتَفَأٌ: وہ غضبناک یا غصے ہوا، یا ناراض ہوا۔

ت ف ث - التَّفَثُ فِي الْمَنَابِكِ: مناسک حج کے دوران ناخن کٹوانا یعنی ناخن تراشنا، مونچھیں منڈھوانا، سر منڈھانا۔ بغلوں کے بال اور زیر ناف بال اتارنا، رمی جمار، قربانی وغیرہ قسم کے کام۔

ت ف ل - التَّفْلُ: (تھوکن) بجلی کی چمک کے مشابہ صورت حال۔ جس کا پہلا درجہ برق (بجلی) دوسرا درجہ تفل تیسرا درجہ، نفث اور پھر (آخری درجہ) نفخ ہے۔

قَدْ تَفَلَّ: اس نے تھوکا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

التَّلِيدُ بروزن و لید: وہ بچہ جو عجم میں پیدا ہوا ہو، اور پھر بچپن میں ہی بلاد میں آ کر پلا بڑھا ہو۔ انہیں معنوں میں حضرت شریحؑ کی ایک ایسے شخص کے بارے میں حدیث ہے، جس نے ایک لونڈی خریدی اور یہ شرط رکھی کہ وہ مولد ہو لیکن اس نے اسے تلید پایا تو اسے لونا دیا۔

ت ف ه - التَّالِفَةُ: حقیر اور معمولی۔

قَدْ تَفَى: اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قرآن کے ذکر کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ: لَا يَتَفَى وَلَا يَتَشَانُ: ”نہ وہ حقیر ہوتا ہے اور نہ پرانا اور بوسیدہ ہوتا ہے“۔ لوگوں کے اس قول کے کثرت تکرار

المولدة، التلاد کی طرح ہے یعنی وہ بچہ جو خود آپ کے ہاں پیدا ہوا ہو۔

ت ل ع - التَّلْعَةُ: بروزن القلعة: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھری ہوئی یاد بخشی ہوئی

کا واحد تمرۃ کھجور کا ایک دانہ، اس کی جمع تَمَرَات (میم مفتوح) اور تَمْرُ کی جمع تَمُور اور تَمْرَان (تاء مضموم) ہے۔ اور اس سے مراد کھجور کی انواع واقسام ہیں۔ کیونکہ اسم جنس کی حقیقت میں جمع نہیں بنتی۔

التَّامِرُ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں ہوں۔

رَجُلٌ تَامِرٌ وَلَا بَيْنَ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں اور دودھ ہو۔

التَّامِرُ: کھجوریں کھلانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ التَّمَارُ: کھجور فروش (تاء مفتوح اور میم مشدّد)۔

التَّمْرِيُّ: وہ شخص جسے کھجور بہت پسند ہو۔ الْمُتَمِرُ: وہ شخص جس کے پاس بہت کھجوریں ہوں۔ کہا جاتا ہے: اَتَمَرَ فُلَانٌ: یعنی فلاں شخص کے پاس بہت کھجوریں ہو گئیں۔

الْمَتَمُورُ: وہ شخص جسے کھجوریں دی جائیں یا جس کا زادراہ کھجوریں ہوں۔

ت م م - تَمَّ الشَّيْءُ يَتَمُّ: (تاء مکسور) تَمَّامًا اور اَتَمَّهُ وغیرہ اور تَمَّمَهُ واستتمَّ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔

أَتَمَّتِ الْخَبْلِيَّ: حاملہ عورت کے حمل کے دن پورے ہو گئے۔ ایسی حاملہ عورت کو

جگہ۔ ابو نعیدہ کے نزدیک یہ کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔

ت ل ف - التَّلْفُ: ہلاک یا تلف ہونا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔

رَجُلٌ مِتْلَفٌ: فضول خرچ شخص۔

ت ل ل - التَّلُّ: اس کی جمع التَّلَال اور التَّلِيل ہے بمعنی گردن۔

تَلَّتَهُ: اس نے اسے ہلا دیا یا کمزور کر دیا۔

تَلَّهُ لِلْحَبِيبِ: اس (حضرت ابراہیمؑ) نے اس (حضرت اسماعیلؑ) کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اسی طرح اس کا ہم معنی لفظ كَبَّهُ لِوَجْهِهِ: یعنی اس نے اسے اوندھا گرا دیا۔

ت ل ا - تَلَوُ الشَّيْءُ: چیز کے پیچھے۔

تَلَوُ النَّاقَةَ: اونٹنی کا وہ بچہ جو اس کے پیچھے ہو۔

تَلَا الْقُرْآنَ يَتْلُوهُ تِلَاوَةً: اس نے قرآن کی تلاوت کی، وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔

تَلَوْتُ الرَّجُلَ: میں آدمی کے پیچھے چل پڑا۔ اس کا باب سَمَاةٌ ہے۔

جَاءَتْ الْخَيْلُ تَتَالِيًا: گھوڑے (گھڑ سوار) آگے پیچھے ہو کر آئے۔

ت م ر - التَّمْرُ: کھجور اسم جنس ہے۔ اس اب تَلَّ مِلَّةً کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

التَّالِي: ساکن، بود و باش اختیار کرنے والا۔

هُم تَسَاءُ الْبَلَدِ: وہ علاقے یا شہر کے رہنے والے ہیں۔ اس کا اسم تَسَاءُ قہ ہے۔  
ت ن ر - التَّنُورُ: تنور جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَفَارَ التَّنُورُ: تنور بھڑک اٹھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس لفظ سے مراد رُوئے زمین یا سطح زمین ہے۔

ت ن ف - التَّنُوفَةُ: نجات اور چھٹکارا۔

ت ن ن - التَّنِينُ: سانپوں کی ایک قسم۔  
تَنُورُ: دیکھئے بذیل (ت ن ر)

ت م م - تَهَامَةُ: ایک ملک کا نام ہے۔ اس سے صفت نسبت تَهَامِيٌّ ہے۔ اور تَهَامٌ بھی۔ اگر تاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یاء کو مشدّد نہیں پڑھیں گے۔ لوگ جس طرح کہتے ہیں: رَجُلٌ يَمَانُ شَامٌ وَقَوْمٌ تَهَامُونَ: جیسے لوگ کہتے ہیں قَوْمٌ يَمَانُونَ۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ بعض لوگ اس سے نسبت تَهَامِيٌّ، يَمَانِيٌّ اور شَامِيٌّ (حرف اول مفتوح اور یاء مشدّد) بھی کہتے ہیں۔

أَتَهُمُ الرَّجُلُ: آدمی تہامہ کی طرف چلا گیا۔

التَّهْمَةُ: اس کی اصل وَادٌ ہے لہذا اس کا ذکر 'وہ م' کی ذیل میں کیا جائے گا۔

مَيِّمٌ کہتے ہیں۔

وَلَدْتُ لَتَمَامٍ وَتَمَامٍ: اس عورت نے پورے دنوں کا بچہ بنا۔

وُلِدَ الْمَوْلُودُ لِتَمَامٍ وَتَمَامٍ: بچہ پورے دنوں کا پیدا ہوا۔

قَمَرٌ تَمَامٌ وَتَمَامٌ: پورا چاند۔ ماہ بدر۔ چودھویں کا چاند اور ماہ تمام۔

لَيْسَ التَّمَامُ: (تاء مکسور فقط) سال کی طویل ترین رات۔

التَّيْمِيمَةُ: تعویز یا نقش جو انسان گلے میں ڈالتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ عَلَّقَ تَيْمِيمَةً فَلَا آتَمَ اللَّهُ لَهُ: یعنی

وہ جس کسی نے گلے میں تعویز ڈالا تو خدا سے زندگی پوری کرنا نصیب نہ کرے یعنی جو ان مرگ ہو۔" کہا گیا ہے کہ اس تعویز سے وہ منکے وغیرہ مراد ہیں جو لوگ گلے میں ڈالتے ہیں۔

رہے وہ تعویز جن میں قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء درج ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

التَّمْتَامُ: تو تلا انسان۔ جو تاء کی آواز نکالتے وقت تملتا ہوا۔

تَنَامُوا: وہ سب لوگ تملتے ہوئے آئے۔

ت ن أ - تَنَأَ بِالْبَلَدِ تَنُوءًا: اس نے شہر میں بود و باش یا سکونت اختیار کی۔

تَهْمَةٌ: دیکھئے بذیل (و ۵ م)

ت و ب - التَّوْبَةُ: گناہوں سے رجوع۔  
اس کا باب قَالُ ہے۔

اور تَوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ انخس کا کہنا ہے کہ التَّوْبُ، تَوْبَةٌ کی جمع ہے جیسے عَوْمَةٌ کی جمع عَوْمٌ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری نے (ع و م) کے تحت عومۃ کا معنی بیان نہیں کیا۔ اور مجھے بھی الصحاح کے علاوہ اپنے پاس اصول لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں ملا۔

البتہ التَّوْبُ کی اس سے زیادہ مشہور مثال ذَوْمَةٌ کی جمع ذَوْمٌ ہے۔ جس کا معنی گول کا درخت ہے۔ صاحب کتاب نے کہا کہ:

الْمَتَابُ: تَوْبَةٌ - تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ: اللّٰهُ اسے توبہ کی توفیق دے۔ سیبویہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ: التَّوْبَةُ بِرُوزِنِ التَّبْصُرَةِ کا معنی بھی توبہ ہے۔

اِسْتَبَابَةٌ: اس نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔

ت و ت - التَّوْتُ: توت، شہتوت۔

اسے التَّوْتُ نہیں کہنا چاہئے۔

ت و ج - النَّاجُ: تاج، کفن۔

تَوَجَّهْتُ فَتَوَّجْتُ: اس نے اسے تاج پہنایا

تو اس نے پہن لیا۔

ت و ر - التَّوْرُ: پانی یا کوئی چیز پینے کا

برتن۔

ت و ق - تَأَقَّتْ نَفْسُهُ إِلَى الشَّيْءِ: اس

کا نفس کسی چیز کا مشتاق ہوا۔

اِسْتَأَقَّتْ إِلَيْهِ: وہ اس کی مشتاق ہوئی یا اس نے اس کی چاہت کی اس کا باب قَالُ ہے۔ اور تَوَقَّانُ (واو مفتوح) بھی ہے۔

تَسْوَةٌ: دیکھئے بذیل (ت ی ہ)

ت و ی - التَّوُّ: فرد، ایک۔ حدیث

شریف میں ہے: الطَّوَّافُ تَوُّ،

وَالسَّعِيُّ تَوُّ وَالْإِسْتِجْمَارُ تَوُّ:

طواف ایک مستقل عبادت ہے، سعی ایک

مستقل عبادت اور رمی جمار (شیطانوں کو

کنکریاں مارنا) ایک مستقل عبادت ہے۔

التَّوَى - التَّوَى: (مقصود) مال و دولت

ضائع ہو جانا۔ اس کا باب صَدَيْ ہے اور

اسم فاعل تَوَى ہے۔

ت ی ر - تَيَّارٌ: موج، لہر اور کرنٹ۔

فَعَلَ ذَلِكَ تَارَةً أَيْ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ:

اس نے یہ کام بار بار کیے بعد دیگرے

(کبھی کبھار) کیا۔ اس کی جمع تَارَاتٌ اور

عِنَبٌ کی طرح تَيَّسَرٌ بھی ہے۔ لوگوں

نے یوں بھی کہا ہے کہ فَعَلَهُ تَارًا بَعْدَ

تَارٍ: اس نے کیے بعد دیگرے یہ کام کیا۔

اس میں 'تار' نہیں ہے۔

تَيَّرَابٌ: دیکھئے بذیل (ت رب)

ت ی س - التَّيْسُ: بکرا، اس کی جمع

تَيْسٌ اور أَيْسٌ ہے۔

فِي فُلَانٍ تَيْسِيَّةٌ اور لِبَعْضِ لَوْغُونَ لِي

پھل۔ اس کا واحد التَّيْنَةُ: انجیر کا ایک دانہ۔ قول خداوندی: وَالتَّيْنِ وَالزَّيْتُونِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی معروف پھل بتایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو پہاڑوں کے نام ہیں۔

ت ی ہ - تَاهُ تَيْتُهُ تَيْهَانَا: اس نے تکبر کیا۔ هُوَ آتِيَةُ النَّاسِ: وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ متکبر ہے۔

تَاهُ فِي الْأَرْضِ تَيْتُهُ تَيْهَانَا: وہ زمین میں بھٹک گیا اور حیران و ششدر ہو گیا۔ تَيْتُهُ نَفْسُهُ أَوْ تَوَّاهُ نَفْسُهُ كَأَيْهِ هِيَ مَعْنَى هِيَ يَعْنِي اس نے اپنے آپ کو حیرت زدہ و پریشان کر دیا۔

وَمَا آتَيْتَهُ أَوْ وَمَا آتَوْتَهُ: وہ کس قدر پریشان ہے۔

التَّيْتُ: جنگل جس میں انسان بھٹک جاتا ہے۔

تَيْسُ سَيْتٌ بَرُوزَانٌ تَيْفُوفِيَّةٌ كَمَا هِيَ - مجھے معلوم نہیں ان دونوں میں سے کون سا صحیح ہے۔

ت ی ع - التَّيْعَةُ: (تاء مکسور) بروزن البَيْعَةُ: چالیس بکریاں حدیث شریف میں ہے کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ مال ہے۔

ت ی م - التَّيْمَةُ: (تاء مکسور) وہ بکری جسے لوگ گھر میں دوھ لیتے ہیں۔ یہ (باہر جنگل میں) چرنے کے لئے نہیں جاتی۔ حدیث شریف میں ہے: التَّيْمَةُ لِأَهْلِهَا: ہمہ بکری اپنے مالک کی ہے۔ (یعنی یہ بندھی ہوئی بکری آوارہ اور لاوارث نہیں ہوتی)۔

التَّيْمَاءُ: جنگل۔ تَيْمَاءُ: ایک جگہ کا نام بھی ہے۔

ت ی ن - التَّيْنُ: انجیر، مشہور و معروف

## باب الثاء

ثَارَ: دیکھے بزیل (ث و ر)  
ث ب ت - ثَبَّتَ الشَّيْءُ: چیز ٹھہر گئی،  
بک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔  
ثَبَاتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

أَثْبَتَهُ غَيْرَهُ: کسی دوسرے نے اسے ٹھوکا  
یا ثابت کیا۔

أَثْبَتَهُ السُّقْمُ: جب کسی کو بیماری نہ چھوڑے۔  
قول خداوندی ہے: وَيُثَبِّتُوكَ: وہ آپ  
ﷺ کو ناقابل برداشت زخم دیں گے۔

تَثَبَّتْ فِي الْأَمْرِ: وہ کام میں پختہ و ثابت  
ہو گیا۔

اور اَثْبَتْتُ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ ثَبَّتَ: ثابت قدم انسان، یعنی  
ثابت دل۔ دلاور۔

رَجُلٌ لَهُ ثَبَّتَ عِنْدَ الْحَمَلَةِ: (باء  
مفتوح) وہ شخص حملہ کے وقت ثابت قدمی  
والا ہے۔ کہتے ہیں کہ: لَا أَحْكُمُ بِكَذَا  
إِلَّا بِثَبَّتٍ (باء مفتوح) یعنی میں یہ بات  
برہنائے حجت و دلیل کرتا ہوں۔

الثَّبِيثُ: عقلمند، سلیم العقل انسان۔

ث ب ج - الثَّبِيحُ: (ثاء اور باء مفتوح)

کندھے اور پیٹھ کے درمیان کا حصہ۔ کہا  
جاتا ہے: ثَبِيحُ كَلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا وسط۔

ث اب - الأَثَابُ: درخت۔ اس کا واحد  
أَثَابَةٌ اور الثُّوبَاءُ بروزن الرُّقْبَاءِ ہے۔  
ضربُ الثَّلِّ ہے کہ أَعْرَى مِنَ الثُّوبَاءِ:  
ثوباء درخت سے بھی زیادہ دشمن۔

تَثَابَتْ: اس نے جمائی لی، کو تَثَاوَبَتْ  
نہیں کہنا چاہیے۔ (الف مد کے ساتھ)۔

ث ا ث ا - ثَأْنَاتٌ بِالْإِبِلِ: میں نے  
اونٹوں کو پانی پلایا۔

ثَأْنَاتٌ عَنِ الْقَوْمِ: میں نے قوم کا دفاع  
کیا۔

تَثَأْنَتْ مِنْهُ: میں نے اسے بخش دیا، عطا  
کیا۔

أَثَأْتُهُ بِسَهْمٍ: میں نے اسے تیر مارا۔

ث ا ر - الثَّارُ: بروزن فَلْسٍ: خون کا بدلہ۔  
الثُّورَةُ بروزن الحُمْرَةِ: دشمنی اور

عداوت، خون کا بدلہ۔ محاورہ ہے: ثَارَ  
الْقَتِيلُ وَالْقَتِيلُ: اس نے متول کے

قاتل کو قتل کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
ثُورَةُ بروزن صُفْرَةَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ث ا ل - الثُّوْلُولُ: اس کی جمع الثَّالِيلُ  
ہے۔ بمعنی سنا یا گمرا۔

ثَابَ: دیکھے بزیل (ث و ب)

ثَاخَ: دیکھے بزیل (ث و خ)

ساتھ) کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَشْجُرُوا: یعنی نبیذ میں کھجور کا نچوڑ دوسرے نچوڑ (جوس) کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ث خ ن - ثَخَنَ الشَّمْسِيُّ: چیز گاڑھی اور سخت ہوگئی۔ اس کا باب ظَوْرَف ہے۔ اسم فاعل ثَخِين بمعنی گاڑھا اور سخت ہے۔

أَثَخَنَتُهُ الْجِرَاحَةُ: زخم نے اسے کمزور کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ أَثَخَنَ فِي الْأَرْضِ قِتْلًا: اس نے زمین میں خون ریزی کی۔

ث د ا - الثَّنْدَوَةُ: عورت کے پستان کی طرح مرد کی چھاتی (یا چھاتی کا ابھار) اسمعی کا کہنا ہے کہ یہ چھاتی کا مَغْرُوز یعنی

گہری جگہ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ یہ چھاتی کے ارد گرد کا گوشت ہے۔ اگر آپ ثاء کو مضموم پڑھیں تو یہ مہموز ہوگا اور فُعْلَلَةٌ

کے وزن پر ہوگا اور اگر ثاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یہ مہموز نہیں ہوگا بلکہ فَعْلُوْا کے وزن پر ہوگا اور اس کی مثال قَرْنُوْةٌ اور عَرْقُوْةٌ

ہوگی۔ ثعلب نے کہا کہ الثَّنْدَوَةُ (ثاء مفتوح) غیر مہموز ہے اور تَرْقُوْةٌ کے وزن پر ہے۔ اور اس کا معنی چھاتی کا مَغْرُوز

ہے۔ اگر آپ اسے ثاء مضموم پڑھیں تو پھر مہموز ہوگا۔ ابو عبید نے کہا کہ: رُوْبَةُ الثَّنْدَوَةُ کو مہموز پڑھتا تھا۔ عرب ان میں

سے ایک کو مہموز نہیں سمجھتے تھے۔

الأثْبُجُ: وہ شخص جس کے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ چوڑا ہو۔ کہا گیا ہے کہ النَّابِيُّ الثَّبِجُ: وہ شخص جس کا ذکر حدیث شریف: إِنْ جَاءَتْ بِهٖ أَثْبِجُ: میں بطور اسم تصغیر کیا گیا ہے۔

ث ب ر - الْمُثَابِرَةُ عَلَى الْأَمْرِ: کسی کام یا معاملے میں ثابت قدمی اور پابندی۔ ثَبِيرٌ: مکہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام۔ کوہِ ثَمِير - الثَّبُور: ہلاکت اور خسارہ بھی۔

ث ب ط - تَبَطَّلَهُ عَنِ الْأَمْرِ تَبْطِيطًا: اس نے اسے کام سے باز رکھا۔ اس کی حوصلہ شکنی کی۔ کام سے توجہ ہٹادی۔

ث ج ج - ثَجَّ الْمَاءُ وَالْدَّمُ: اس نے خون یا پانی بہا دیا۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔ مَطَرٌ تَجَّاجٌ: موسلا دھار بارش۔

الثَّبِجُ: قربانی کے جانور کا خون بہانا۔ یہ فعل لازم ہے۔ کہتے ہیں کہ ثَجَّ الدَّمُ، يَشِجُ (ثاء مسور) تَجَّاجًا (ثاء مفتوح)۔

اس نے خوب خون بہایا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ابو عبید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ث ج ر - الثَّبِجِيُّ: ہر چیز کا نچوڑ۔ لوگ عامی زبان میں اسے التَّبِجِيُّ (ثاء کے

① الصحاح میں اس لفظ کے مصدر کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہمارے ہاں موجود کسی اور لغت کی کتاب میں ہے۔

اسم الشَّرْدَه ہے۔ یعنی روٹی کو توڑنے کے کسی چیز میں بھگوننا۔

ث ر ق ب - الشَّرْقِيَّةُ: مصری روٹی سے تیار شدہ سفید کپڑے۔

ث ر و ة: دیکھئے بذیل (ث ر ی)

ث ر ی - الشَّرَى: گیلی مٹی، گارا۔

الشَّرَاءُ: (الف م کے ساتھ) کثرت مال و دولت، امارت۔

الشَّرِيَاءُ: ستارہ ثریا۔

الثَّرْوَةُ: کثرت تعداد۔ ابن السکیت کا

کہنا ہے کہ لوگوں کے اس قول: إِنَّهُ لَذُو

ثَّرْوَةٍ وَذُو ثَرَاءٍ کا معنی ہے کہ وہ بیشک

دولت مند اور کثیر التعداد اولاد و برادری والا

آدمی ہے۔

أَثْرَى الرَّجُلُ: آدمی مالدار ہو گیا۔

ث ط أ - ثَطِيئِي نَطْنَا: وہ بے وقوف و

احسن ہو گیا۔

ث ط ط - رَجُلٌ أَثْطُ: جس کے ڈاڑھی

کے بال صرف تھوڑی پر ہوں<sup>۱</sup> رخساروں

پر نہ ہوں۔

رَجُلٌ مِنْ قَوْمٍ ثَطُّ: (ثاء مضموم) جاٹ

قوم سے تعلق رکھنے والا۔

رَجُلٌ ثَطُّ: (ثاء مفتوح) ثَطَّاطٌ

(جاٹ) قوم کا آدمی<sup>۲</sup>۔

ث د ن - ذُو الشَّدِيَّةِ: والی حدیث میں لکھا ہے کہ وہ مُشَدَّنُ الْيَدِ ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ مُشَدَّنُ کا معنی مُخَدَّج ہے۔ اور مُخَدَّج وہ بچہ ہے جو ایام حمل پورے ہونے سے قبل پیدا ہوا ہو، اگرچہ وہ اپنی بدنی بناوٹ کے اعتبار سے مکمل ہو۔ ابو عبید نے کہا کہ اگر لوگوں کے قول کے مطابق مُخَدَّج ہے تو پھر یہ لفظ مُخَدَّج کے ساتھ چھوٹا ہونے میں مشابہت کی وجہ سے الشَّدْوَةُ سے مشتق ہے، اور قیاس یہ ہے کہ اسے مُشَدَّنُ کہنا چاہئے۔ البتہ اس صورت میں یہ مقلوب ہوگا۔

ث د أ - الثَّدْيُ: مذکر اور مؤنث دو صیغے

ہیں۔ یعنی مرد اور عورت دونوں کی چھاتی

کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَثْدٍ اور

يُدْيٍ (ثاء مضموم وکسور)۔

ث ر ب - الشَّرْبُ: چربی جو پیٹ اور

آنٹوں پر چڑھ گئی ہو۔ اور وہ پتلی ہو۔

التَّشْرِيبُ: عار دلانا اور ملامت گوئی کرنا۔

قُرْبٌ عَلَيْهِ تَشْرِيْبًا: اس نے اس کے کام

پر اس کی برائی کی یا اسے برا بھلا کہا۔

يَشْرِبُ: مدینہ شریف کا اصلی نام۔

ث ر د - ثَرْدُ الخُبْزِ: اس نے روٹی

توڑی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ (سالم)

میں بھگوئی ہوئی روٹی)۔ روٹی کو قُرَيْدٌ کہتے

ہیں۔ اور مَشْرُودٌ بھی کہتے ہیں۔ اس سے

① شاید ایسے شخص کو نکھوسا کہا جاتا ہے یا نکھودا کہا جاتا ہے۔

② ثَطَّاطٌ اور طَّاطٌ ہم معنی ہیں۔ (حزیم)



ث ع ب - الثُّعْبَانُ: لمبے سانپوں کی ایک قسم۔ اس کی جمع ثُعَابِيْنُ ہے۔  
ثُعْبُتُ الْمَاءِ: میں نے پانی کھود نکالا۔  
الثُّعْبُ: وادی میں پانی کا تالہ۔ اس کی جمع ثُعْبَانُ ہے۔

ث ع ل ب - الثُّغْلَبُ: لومڑی۔ اس کا مذکر ثُعْلَبَانُ، لومڑ ہے، (ثاء مضموم) ہے۔  
عربی میں اس کی مؤنث ثُعْلَبِيَّةٌ ہے۔  
أَرْضٌ مُثْعَلِبَةٌ: (لام مکسور)، لومڑیوں والی سرزمین۔

ث ع ع - ثَعَّ الرَّجُلُ: آدمی نے تے (الٹی) کی۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَنَعَّ ثَعَّةً: اس کے پیٹ سے کالا پٹا (کتے کا بچہ) نکلا۔

ث غ ر - الثُّغْرُ: دھانہ۔ منہ کا دانتوں سے اگلا حصہ۔ اس کا معنی شہروں اور ملکوں کے درمیانی خطرناک مقامات بھی ہیں۔  
الثُّغْرَةُ: درزیادراڑ۔

ث غ ا - الثُّغَاءُ: بھیڑ بکری وغیرہ کے میانے کی آواز۔  
الثُّغَايَةُ: بکری۔  
الرَّاعِيَّةُ: اونٹ۔

ث ف ا - الثُّفَاءُ: بروزن القراء: رائی۔ اس کا واحد ثُفَاءَةٌ ہے۔ اس کا معنی رشاد پودے کا بیج یا دانہ بھی کہا گیا ہے۔

ث ف ر - ثَفَّرُ الدَّابَّةَ: سواری کی زین کا

کاٹھی کا پچھلا حصہ۔

أَنْفَرَهَا: اس نے سواری پر زین کو کوسا۔

اسْتَشْفَرَ بِشَوْبِهِ: اس نے اپنے کپڑے

کے پلو کو دو ٹانگوں کے درمیان سے ازار بند

کی طرف موڑا۔

ث ف ل - الثُّفُلُ: (ثاء مضموم) ہر چیز کا

نچلا حصہ۔

ث ف ی - الْأَنْفِيَّةُ: چوہا جس پر ہنڈیا

رکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع الْأَنْفِيَّةُ ہے، اگر

چاہیں تو اسے یاء مشدّدہ کی بجائے یاء مخففہ

یعنی بغیر تشدید کے انْفِیُّ بھی کہہ سکتے

ہیں۔

ثَفَى الْقِدْرَ: اس نے ہنڈیا کو چولہے پر

رکھا۔

تَنْفِيَّةٌ، أَنْفَاهَا: اس نے اس کے لئے

چولہے تیار کئے۔

ث ق ب - الثُّقْبُ: (ثاء مفتوح)

سوراخ، اس کی جمع ثُقُوبٌ ہے۔ اور

الثُّقْبُ (ثاء مضموم) ثُقْبَةٌ کی جمع ہے جس

طرح ثُقْبٌ (قاف مفتوح) اس کی جمع

ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی مثال ذُبْبَةٌ اور اس

کی جمع ذُبٌّ اور ثُقْبَةٌ اس کی جمع ثُقْبٌ

ہے۔

الْمِثْقَبُ: (میم مکسور) سوراخ کرنے کا

آلہ۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

ث ق ل - الثَّقُلُ: بوجھ، وزن اس کی جمع  
أثْقَالٌ ہے جس طرح حِمْلٌ کی جمع  
أَحْمَالٌ ہے۔ اسی سے یہ محاورہ ہے کہ  
أَعْطَاهُ ثِقْلَهُ: اسے اس کا وزن یا بوجھ دے  
دو۔ قول خداوندی ہے: وَأَخْرَجَتِ  
الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا: قیامت کے روز  
زمین اپنے بوجھ اگل دے گی یعنی باہر نکال  
دے گی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں  
أثْقَالٌ سے مراد بنی آدم کے جسم ہیں جو  
زمین کے اندر دفن ہیں۔

الثَّقُلُ: بوجھل پن کا متضاد خِفَّةٌ ہلکا پن  
ہے۔

قَدْ ثَقُلَ الشَّمْسِيُّ: چیز بھاری یا وزنی  
ہوگئی۔ (قاف مضموم) اس کا اسم فاعل  
ثَقِيلٌ بمعنی بھاری اور وزنی ہے۔

لثَّقُلُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) مسافر  
کا ساز و سامان اور اس کے نوکر چاکر۔  
الثَّقَلَانِ: (زمین کے) دو بوجھ یعنی  
انسان اور جن۔

الثَّقِيلُ: التَّخْفِيفُ کی ضد، بھاری کرنا،  
بوجھل بنانا۔

قَدْ أَثْقَلَهُ الْحِمْلُ: بوجھ نے اسے بوجھل  
کر دیا۔

أثْقَلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت کا پیٹ میں حمل  
بھاری ہو گیا۔ انخس کا قول ہے کہ اس کا  
معنی یہ ہے: عورت حمل والی ہوگئی جس

ثَقَبَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اُٹھی۔ اس کا  
باب دَخَلَ ہے۔

ثَقَابَةٌ: کا بھی (ماء مفتوح کے ساتھ) یہی  
معنی ہے۔

أثْقَبَهَا: اس نے آگ بھڑکائی۔

ثَقَّيْهَا تَثْقِيئًا: اس نے اسے صاف کیا یا  
تیز کیا۔

شِهَابٌ ثَائِبٌ: روشن ستارہ۔ چمک دار  
ستارہ۔

الثَّقُوبُ: (ماء مفتوح) ماچس کی تیلیاں  
جس سے آگ سلاگائی یا جلانی جاتی ہے۔

ث ق ف - ثَقَّفَ الرَّجُلُ: وہ حاذق

(تجربہ کار) بن گیا اس کا باب ظَرَفٌ  
ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقَّفٌ ہے جس طرح

ضَخُمٌ کا اسم فاعل ضَخِمٌ ہے۔ اسی سے  
لفظ المَثاقِفَةُ مشتق ہے۔ ثَقَّفٌ کا باب

طَرِبٌ ہے۔ اور یہ ثَقَّفٌ کا ایک دوسرا لہجہ  
یا تلفظ ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقِّفٌ اور

ثَقَّفٌ بروزن عَصَدٌ ہے۔  
الثَّقَافُ: وہ آلہ جس سے نیزے سیدھے

کئے جاتے ہیں۔ تَثْقِيفُهَا: نیزوں کا  
سیدھا کرنا۔ ثَقِيفَةٌ: وہ اس سے اچانک

ملا۔ اس کا باب فَهِمٌ ہے۔  
خَلٌّ ثَقِيفٌ: (ماء مسور و قاف مشدّد)

سخت کھٹا اور خُرْش جس طرح بَصَلٌّ  
حَرِيفٌ: تیز پیاز ہے۔

ثَلَاثُ: (ثاء مضموم) تیسرے حصے۔

مَثَلْتُ: تین تین۔

ثَلَاثُ اور مَثَلْتُ بروزن مَذْهَبُ:

دونوں اوزان عدل اور صفت کے باعث

غیر منصرف ہیں۔

ثَلْتُ الْقَوْمَ: (باب نَصْر) اس نے قوم

سے ان کے مال کا تیسرا حصہ لیا۔

مَثَلْتُ: بروزن مَذْهَبُ: تین تین۔

ثَلْتُ اور مَثَلْتُ: دونوں اوزان عدل اور

صفت کے باعث غیر منصرف ہیں۔

ثَلَّهْمُ: باب ضَرْبٍ وہ اُنکا ثالث یعنی تیسرا

ہوا۔ یا خود تیسرا بن کر تین پورے کئے۔

میرا کہتا یہ ہے کہ التہذیب اور دوسری

کتابوں میں كَمَلَهُمْ کے معنوں میں

ثَلَّهْمُ بغیر الف ہے یعنی اَثَلَّهْمُ نہیں

ہے۔ صاحب کتاب نے کہا کہ اسی طرح

دس تک البتہ اَرْبَعَهُمْ، اَسْبَعَهُمْ اور

اَتَسَعَهُمْ میں دو معنوں کے سب عددوں

میں عین کلمہ کو مفتوح کریں گے۔

اَثَلْتُ الْقَوْمَ: قوم تین (حصوں) میں

بٹ گئی۔

اَرْبَعُوا: وہ چار (حصوں) میں بٹ گئے۔

اسی طرح دس تک کہیں گے۔

المَثَلْتُ: پانی کو اس قدر ابالا جائے کہ

اس کا تیسرا حصہ باقی رہ جائے اور دو

تین ظلوں والی شکل کو بھی مَثَلْتُ کہتے ہیں۔ (حزب)

طرح اَلْمَرِّ 'پھل دار ہوتا' کہتے ہیں۔

المِثْقَالُ: وزن، اس کی جمع مِثْقَالٌ

ہے۔ سونے کا سکہ۔ مِثْقَالُ الشَّيْءِ: اس

کا ہم وزن، یا اس کے برابر۔

ثِقَّةٌ: دیکھتے بذیل (و ث ق)

ث ك ل - الثُّكُلُ بروزن القُفْلُ:

عورت کا بچہ کھودینا۔ اسی طرح الثُّكُلُ

(پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) اس کا ہم

معنی ہے۔

اِمْرَاةٌ ثاقِلَةٌ وَثِقْلِي: وہ عورت جس کا

بچہ مر گیا ہو۔

ثَكِلَتْهُ اُمُّهُ: (کاف مکسور) اس کی ماں

اسے کھو دے۔

اَثَكَلَهُ اللهُ اُمَّةً: بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کی ماں کو ناقص بنا دے۔

ث ل ب - ثَلْبَةٌ: اس نے کسی کا عیب یا

نقص واضح اور ظاہر کیا، اس کا باب

ضَرْبٌ ہے۔

مَثَالِبٌ: عیوب، اس کا واحد مَثَلْبَةٌ ہے۔

(لام مفتوح)۔

ث ل ث - يَوْمُ الثَّلَاثَاءِ: (الف

ممدود اور ثاء مضموم) منگل وار، اس کی جمع

ثَلَاثَاوَاتٌ ہے۔

الثَّلِيثُ الثَّلِثُ: تیسرے حصے کا تیسرا

حصہ لیکن ابو زید نے اس کا انکار

کیا ہے۔

کے لئے (لام مشدود) یہی معنی ہے۔

فِي السَّيْفِ ثَلَمٌ: تلوار میں دندانہ پڑ گیا۔

فِي الْاِنَاءِ ثَلَمٌ: برتن کے کنارے سے کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب طَوَّب ہے۔ اس کا اسم فاعل اَنْكَمْتُمْ ہے۔

ث م ا - ثَمَاتُ الْقَوْمِ: میں نے لوگوں کو (چربی دار) کھانا کھلایا۔

ثَمَاتُ رَاسَةٍ: میں نے اس کا سر پھیل دیا۔

ثَمَاتُ الْخُبْزِ: میں نے روٹی کے ٹکڑے کئے یا خرید بنایا۔

ث م د - الثَّمْدُ وَالثَّمْدُ: (میم ساکن و مفتوح) کم پانی جس میں مادہ نہ ہو۔ یعنی جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہو۔

ثَمُودٌ: ایک قوم کا یا قبیلے کا نام۔ منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی۔

الْاِثْمُودُ: سرے کا پتھر۔

ث م ر - الثَّمْرَةُ: پھل، یہ واحد ہے۔ اس کی جمع الثَّمَرَاتُ ہے۔ ثَمْرُکِ

جمع ثَمَارٍ ہے۔ جس طرح جبَلٌ کی جِبَالٌ اور ثَمَارٌ کی جمع ثَمَرٌ ہے، جس طرح

كِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ ثَمْرُکِ کی جمع اَثْمَارٌ ہے جس طرح غُنْقٌ کی جمع اَغْنِاقٌ

ہے۔ اس کی جمع الثَّمَرُ بھی ہے۔

الْمَالُ الْمُثْمَرُ: (میم تشدید کے ساتھ اور

تیسرے حصے خشک ہو جائیں۔

ث ل ج - ثَلَجٌ بَرَفٌ۔

أَرْضٌ مَثْلُوجَةٌ: وہ زمین جہاں برف پڑی ہو۔

أَتَلَجَ يَوْمَنَا: آج ہمارا برف باری کا دن ہے۔

ثَلَجْنَا السَّمَاءَ: (باب نَصَرَ) آسمان سے ہم پر برف گری۔ جیسے اَمْطَرْنَا

السَّمَاءَ: آسمان نے ہم پر بارش برسائی۔

ثَلَجَتْ نَفْسُهُ: اسے اطمینان ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور طَوَّب ہے۔

ث ل ط - ثَلَطَ الْبَعِيرُ: اونٹ نے پتلی بیگنیاں کیں۔ حدیث شریف ہے: اِنَّهُمْ

كَانُوا يَبْعَرُونَ بِمَا وَانْتُمْ تَطْلُطُونَ ثَلَطًا: یعنی صحابہ تو کم کھانے کی وجہ سے بیگنیوں کی

شکل میں پاخانہ کرتے اور تم گوبر کی طرح پاخانہ کرتے ہو۔

ث ل ل - الثَّلَّةُ: (حاء مضموم) لوگوں کی ایک جماعت۔

ث ل م - الثَّلْمَةُ: زیوار وغیرہ میں دراڑ، شکاف، رخندہ۔

قَدْ ثَلَمَهُ: (باب ضَرَبَ) اس نے اس میں دراڑ ڈال دی فَانَثَلَمُ وَتَثَلَمُ تو اس

میں دراڑ پڑ گئی۔

ثَلَمَهُ کا بھی کثرت کے معنی پیدا کرنے

”وہ مجھے گالیاں دیتا ہے تو میں یہ کہتا ہوں  
پاس سے گزر جاتا ہوں کہ میرا اس سے  
کوئی سروکار نہیں ہے۔“  
ثَمَّ: تب وہاں، یہ قریب کے اشارے ہُنَا  
کی طرح دور یا بعید کا اشارہ ہے۔  
ث م ن - ثَمَانِيَةٌ رَجَالٌ: آٹھ مرد۔  
ثَمَانِي نِسْوَةٌ: آٹھ عورتیں۔

ثماني مائة: آٹھ سو، اضافت کی صورت  
میں یا باقی و برقرار رہتی ہے مثلاً: قاضي عبد  
الله، فقی اور جزی حالت میں تنوین کی  
موجودگی میں یاء گر جاتی ہے لیکن نصی  
حالت میں برقرار رہتی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ  
جمع نہیں ہوتا لہذا ترکب تعریف میں اس  
لفظ کا عمل جوار اور سوار کے اصول پر  
ہوتا ہے۔ الیٰتہ شعر میں یہ لفظ جمع ہونے  
کے وہم کی بناء پر غیر منصرف ہوتا ہے۔  
وہاں لوگوں کا یہ قول:

الثَّوْبُ سَبْعُ فِی ثَمَانٍ: کپڑا سات  
ضرب آٹھ ہے۔ تو دراصل یہاں ثمان کی  
جگہ ثمانیۃ کہنا چاہئے۔ کیونکہ لسانی  
ذراع (گزوں) کے پیمانے سے ناپی  
جاتی ہے اور ذراع مؤنث ہے لیکن چوڑائی  
شبر (باشت) کے حساب ناپی جاتی ہے  
اور شبر مذکر ہے۔ لوگوں نے اپنے اس  
قول میں اسے مؤنث محض اس لئے بنایا  
ہے کہ انہوں نے لفظ شبر استعمال نہیں

بغیر تشدید بڑھتا ہوا مال۔ ابو عمرو نے  
وَكَانَ لَهُ ثَمْرٌ<sup>۱</sup> (میم مضموم) پڑھا ہے اور  
ثَمْرٌ: کی تفسیر مال کی مختلف انواع کی ہے۔  
(دوسری قراءتوں میں یہ لفظ ثَمْرٌ ہے)۔  
أَفْصَرَ الشَّجَرُ: درخت پر پھل لگ گیا۔  
شَجَرَ ثَمْرًا: درخت پر پھل لگ جائے۔  
شَجْرَةٌ ثَمْرَاءٌ: پھلدار درخت۔  
أَثْمَرَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار ہو گیا۔  
ثَمَرَ اللَّهُ مَالَهُ تَمْمِيْرًا: خدا اس کے  
مال کو بڑھائے اور زیادہ کرے۔  
ثَمْرُ السَّيْطَانِ: کوڑے/ڈڑے کے  
کناروں کی گانٹھیں۔

ث م م - الثَّمَامُ: ایک کمزور پودا۔ جس کے  
پتے مہجور کے درخت کے پتوں جیسے ہوتے  
ہیں یا ان سے مشابہ پتے ہوتے ہیں۔ شاید  
(تکیوں یا رضائیوں وغیرہ کی روئی کی جگہ)  
اسے بھرتے ہیں۔ یا مکانوں کی چھتوں پر  
کھجور کی ٹہنیاں باندھنے کے کام آتا ہے۔  
اس کا واحد ثَمَامَةٌ ہے۔ ثَمَّ: پھر۔ حرف  
عطف ہے جو ترتیب اور تراخی کے لئے آتا  
ہے۔ اس کے آخر میں شاید 'ت' کا بھی  
اضافہ کیا گیا ہے، بقول شاعر:

وَلَقَدْ أَمْرٌ عَلَى اللَّيْمِ نَسْبِي  
فَمَضِيَّتْ ثَمَّتْ قُلْتُ لَا يَعْنِي  
”میں لئیم شخص کے پاس سے گزرتا ہوں

۱ قرآن کی آیت الکہف: ۳۳۔ وَكَانَ لَهُ ثَمْرٌ

الشُّدُوَّةُ: دیکھئے بذیل (ث د ا)

ث ن ی - الثَّنِي: (یاء مقصور) کام کا ڈھرانا۔

حدیث شریف میں: لَا اِثْنِي فِي الصَّدَقَةِ:

زکوٰۃ دو مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی سال میں کسی

مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

الثَّنِيَا: (ثاء مضموم) استثناء کا اسم اور اسی

طرح الثَّنَوِي (ثاء مفتوح)۔

جَاءَ وَمَثْنِي مَثْنِي: وہ دو، دو ہو کر

آئے۔ مَثْنِي اور ثَنَاءٌ مَثْنَتٌ اور ثَلَاثٌ

کی طرح غیر منصرف ہیں۔ اس کی تقلیل

بذیل (ث ل ث) میں گزر چکی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: مِنْ اَشْرَاطِ

السَّاعَةِ اَنْ تُوَضَعَ الْاُخْيَارُ وَتُرْفَعَ

الْاَشْرَارُ وَاَنْ تُقْرَأَ الْمَنَاشَاةُ عَلٰی

رُءُوسِ النَّاسِ فَلَا تُغَيَّرُ: قیامت کی

شرائط یا علامات میں سے یہ (بھی) ہے کہ

نیکو کار لوگ بے قدر ہو جائیں گے اور شریر

اور بدکار لوگ معزز ہو جائیں گے اور لوگوں

کے سروں پر منشاء پڑھی جائے گی۔ کہا گیا

ہے: مَنَاشَاةُ فَارِسِي زَبَانِ كِي دُو بیتی ہے اور

وہ گانا ہے۔ پس یہ (صورت حال) تبدیل

ند ہوگی<sup>۵</sup>۔ ابو شیدہ نے اس کی ایک اور

۵ اس حدیث شریف میں قیامت سے پہلے پیش آنے والی صورت حال کو حافظ شیرازی نے یوں بیان کیا ہے:

سب جزئی شد مجرد ہر پیر پالاں

طوبی زریں ہمہ در گردن غری بیستم

ثابت سے مراد عجب و اہل کافر لہجے سے یا اسرائیلیات اور خرافات

تحت کہا گیا ہے۔ قریب قیامت کے وقت لوگ ایسے ہی لہجے

میں زیادہ اونچی باتیں کریں گے۔

کیا مثلاً: لوگوں کا یہ قول کہ: ضَمْنَا مِنْ

الشَّهْرِ خَمْسًا: یہاں مراد صوم

الایام ہے۔ اگر لوگ لفظ ایام استعمال

کرتے تو پھر 'ة' کا اضافہ کر کے عدد کی

تذکیر لازم ہو جاتی۔ البتہ شاعر کا یہ شعر:

وَلَقَدْ شَرِئْتُ ثَمَانِيًا وَثَمَانِيًا

وِثْمَانِ عَشْرَةَ وَاثْنَتَيْنِ وَأَرْبَعًا

حق یہ تھا کہ شاعر یہاں ثمانی عَشْرَةَ

کہتا لیکن یہاں ثمانی عَشْرَةَ کی یاء کو

ان لوگوں کے لہجے اور لغت کے مطابق

حذف کیا گیا جو طوال الایدی کی

بیجائے طوال الایدی کہتے ہیں۔

ثَمَّنْتُ الْقَوْمَ: اس کا باب نصر ہے۔

اور معنی: "میں نے قوم سے ان کے اموال

کا آٹھواں حصہ لیا"، ہے۔ اس کا باب اس

صورت میں ضَرَبَ ہے جب یہ کہیں کہ:

كُنْتُ ثَامِنَهُمْ. اَثْمَنَ الْقَوْمَ: لوگ آٹھ

آٹھ ہو گئے۔

شَيْئٌ مَثْمَنٌ: (میم مشدّد) آٹھ رکنی چیز،

ہشت پہلو۔

الثَّمَنُ: قیمت، کہا جاتا ہے:

اَثْمَنْتُ الرَّجُلَ: (میں نے آدمی کے

بیان کی قیمت لگائی) اور اَثْمَنْتُ لَهُ

(میں نے اس کے لئے قیمت مقرر کی)۔

الثَّمِينُ: آٹھواں حصہ۔

شَيْئٌ ثَمِينٌ: قیمتی چیز یا اگر اس قیمت چیز۔

تاویل کی ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے کتاب التہذیب میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کی ہے۔ جب ان سے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں کے لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ کہاوت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد احباب اور رُحبان نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنے درمیان اپنے حسب منشاء ایک کتاب وضع کی، مَنَاشَا وَہی کتاب ہے۔ گویا حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اہل کتاب سے اخذ و قبول کو ناپسند کیا، اس سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت سے انکار مراد نہیں۔ وہ ایسا کرتے بھی کیسے جب انہوں نے خود دوسرے صحابہؓ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کی ہیں۔

ثَنَى الشَّيْئِي: میں نے چیز کو دوہرا کر دیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

ثَنَاءُ: کا معنی اس نے اسے روکا بھی ہے۔

ثَنَسَا: اس نے اسے اپنی ضرورت و غرض سے دوسری طرف موڑا۔

ثَنَاءُ: وہ اس کا ثانی (دوسرا) بن گیا۔

ثَنَاءُ تَثْنِيَّةٌ: اس نے اس کے دو کر دیئے۔

الثَّنِيَّةُ: ثُنَايَا (اگلے) دانتوں میں سے

ایک دانت۔ اس کا معنی گھٹائی کا راستہ یا موڑ بھی ہے۔

الثَّنِيَّةُ: وہ جانور جس کے اگلے دانت گر گئے ہوں یا گر رہے ہوں۔ کھردار جانوروں کے دانت عمر کے تیسرے سال میں گرتے ہیں۔ اس کی جمع ثَنِيَّانِ اور ثَنَاءٌ ہے۔ اور مَوْنَثٌ ثَنِيَّةٌ ہے جس کی جمع ثَنِيَّاتٌ ہے۔

الثَّنَانُ: دو کا مذکر عدد۔

الثَّنَانُ: دو کا مؤنث عدد۔

ثَنَانٌ: (الف محذوف) کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں لفظوں کا ابتدائی الف، الف وصل ہے۔ البتہ شعر میں یہ بطور الف قَطَعَ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ: سوموار۔ اس کا حشیہ اور جمع کا صیغہ نہیں بنتا۔ اگر آپ اسے جمع بنانا چاہیں تو اثْنَيْنِ کہہ سکتے ہیں۔ ثَانِي الثَّنَيْنِ: دو میں سے ایک اسی طرح ثَلَاثِ ثَلَاثِيَّةٌ اضافت کے ساتھ دس تک جاسکتا ہے۔ اسے مؤن یعنی ثان نہیں کہا جاسکتا۔

اور اگر یہ لفظ اضافت کے بغیر الگ الگ ہوں تو آپ چاہیں تو اضافت کے ساتھ پڑھیں یا مؤن کر کے پڑھیں۔ آپ تَانِي واحد یعنی دوسرا شخص، اور ثَانِ واحد بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی طرح باقی اعداد

انسانی ہونے کے لگنے والے ہوتے ہیں۔ (مترجم)

پر لوٹا اور ٹھیک ہو گیا۔

المَثَابَةُ: وہ جگہ جہاں انسان بار بار جائے۔ انہیں معنوں میں مکان یا گھر کو مَثَابَةٌ کہا گیا ہے۔ اس کی جمع مَثَابٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی نظیر غَمَامَةٌ اور غَمَامٌ نیز حَمَامَةٌ اور حَمَامٌ ہے۔ الثَّوَابُ اور المَثُوبَةُ کا معنی و مطلب ہے طاعت و فرماں برداری کا صلہ اور بدلہ۔

میرا کہنا ہے کہ یہ دونوں لفظ جزائے مطلق کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ علامہ الازہری نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس کی تائید اس قول خداوندی سے ہوتی ہے: هَلْ ثَوَابَ الْكُفَّارِ: یعنی کیا کافروں کو (اپنے اعمال کا) بدل مل گیا۔ کیونکہ ثَوَابَةٌ کا معنی آثَابَةٌ ہے یعنی 'ا سے مل گیا' نیز یہ قول خداوندی: بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ مَثُوبَةٌ: بدلے کے طور پر بدتر۔

التَّوْبُ: مؤذَن کا فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا۔

رَجُلٌ ثَيِّبٌ وَاِمْرَاةٌ ثَيِّبٌ: زن دیدہ مرد اور شوہر دیدہ عورت۔ ابن السکیت نے کہا کہ رَجُلٌ ثَيِّبٌ سے مراد زن دیدہ مرد اور امرَاةٌ ثَيِّبٌ سے مراد شوہر دیدہ عورت ہے۔ انہیں معنوں میں ثَيِّبَتِ الْمَرْأَةُ تَثْيِيْبًا: عورت شوہر دیدہ ہو گئی۔ یعنی شادی

ہیں۔

اِنْتَنَى: وہ مُرُغِيَا۔ اِنْتَنَى عَلَيْهِ خَيْرًا: اس نے اس کی ثناء کی یا تعریف کی۔ اس کا اسم ثناء ہے۔

اِنْتَنَى: اس نے اگلا دانت گرا دیا۔

تَشَنَّى فِى مَشِيْهِ: وہ جسم جھکا کر چلا، یا دُہرا کر چلا۔

المَثَانِي مِنَ الْقُرْآنِ: قرآن کی وہ سورتیں جن کی آیات سوسے کم ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کو اس لئے مَثَانِي کہا جاتا ہے کہ یہ سورت ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہے۔ پورے قرآن کریم کو بھی مَثَانِي کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں رحمت کی (بشائرت) کی آیات عذاب کی آیات سے جُوی ہوئی ہیں۔

ث و ب: سیبویہ کا کہنا ہے کہ صاحب ثياب (کپڑوں والے آدمی) کو ثَوَابٌ کہتے ہیں۔

ثَابٌ: وہ لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور اس کا باب ثَوَّبَانَا (واو مفتوح) بھی ہے۔

ثَابَ النَّاسُ: لوگ اکٹھے ہو گئے اور آگے۔ اسی طرح ثَابَ الْمَاءُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پانی جمع ہو کر آیا۔

مَثَابُ الْحَوْضِ: حوض درمیانی (نشیبی) حصہ جس کی طرف پانی بہہ کر جاتا ہے۔

اَثَابَ الرَّجُلُ: انسان کا جسم اپنی حالت



شده ہوگی۔

ث و خ - ثَاخَتْ قَدَمُهُ: اس کا پاؤں

دھنس گیا اور غائب ہو گیا۔

ث و ر - ثَارَ الْعُبَارُ: گرد و غبار اٹھا۔ اس

کا باب قَالَ ہے۔ اور مصدر ثَوَّرَ اَنَا ہے۔

اَنَارَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اٹھایا یا

بھڑکایا۔

ثَوَّرَ فُلَانٌ الشَّرَّ تَثْوِيرًا: فلاں آدمی

نے شر کو بھڑکایا اور تیز کیا۔

ثَوَّرَ الْقُرْآنَ كَمَا مَعْنَى اس نے قرآن کے

علم میں غور و خوض کیا، بھی ہے۔

الثَّوْرُ: بیل۔ اس کی مؤنث الثَّوْرَةُ:

گائے ہے۔ اور اس کی جمع ثَوَرَةٌ اور

جَبْوَانٌ اور ثَبْوَةٌ بروزن عینہ بھی ہے۔

ثَوْرٌ: جمل ثور، مکہ شریف کے نزدیک ایک

معروف پہاڑ۔ اسی پہاڑ میں وہ غار ہے

جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْبَرِ

و ثَوْرٍ: یعنی عیر سے ثور تک کا علاقہ حرم

ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اصل حدیث

یوں ہے: حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْبَرِ اِلَى اُسْحِدِ:

یعنی عیر سے لے کر اُحْدِک کا علاقہ حرم

ہے۔ کیونکہ مدینہ شریف میں ثور نامی کوئی

پہاڑ نہیں ہے۔ دوسروں نے اسی معنی کی

حدیث روایت کی ہے گویا انہوں نے مکہ

شریف کے ساتھ مدینہ شریف کو نجی حرمت

میں شریک کیا ہے۔

الثَّوْرُ: آسمان میں ثور نامی ایک برج ہے۔

ث و ل - الثَّوْلُ: (ثناء اور واؤ مفتوح) وہ

جنونی اور پاگل پن کی کیفیت جو بکری پر

طاری ہوتی ہے تو پھر وہ ریوڑ کے ساتھ نہیں

چلتی ہے بلکہ چراگاہ میں ہی گسستی رہتی

ہے۔ ایسی بکری کو ثولاء اور بکرے کو اَثْوَالٌ

کہتے ہیں۔

ث و م - الثُّومُ: تموم۔ معروف و مشہور

سبزی۔ لہسن۔

ث و ی - ثَوَى بِالْمُكَّانِ: اس نے

مکان میں ٹھکانہ کر لیا، یا بسیرا کیا۔ اس کا

مشارع يَتَّوَى (واؤ مکسور) ہے۔ اور

مصدر ثَوَّأَ اور ثَوَّيْتُ بھی ہے جو بروزن

مُضَيٌّ ہے یعنی اس نے بسیرا کیا یا قیام پزیر

ہوا۔ کہا جاتا ہے: ثَوَّى الْبَصْرَةَ وَ ثَوَّى

بِالْبَصْرَةِ: اس نے بصرہ میں قیام کیا۔

ثَوَى اور اَثْوَى کے معنوں میں ثَوَّى

بِالْمُكَّانِ، کہنا بھی ایک لغت (لہجہ)

ہے۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

ثَوَّى غَيْرَهُ تَثْوِيَةً: اس نے کسی دوسرے

کو جگہ دی بھی کہا جاتا ہے۔

ثَيْبٌ: دیکھنے بذیل ش و ب۔

## باب الجیر

نسبت ہانڈی رکھنے کے برتن کی کالک کا نام زیادہ پسند ہے۔

جواء: ہانڈی رکھنے کا برتن ہے یا چمڑے یا کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کوئی چیز جس پر یہ برتن رکھا جاتا ہے۔

جاء: دیکھئے بذیل ج ی ا۔

جائحة: دیکھئے بذیل ج و ح۔

جائزة: دیکھئے بذیل ج و ز۔

جال: دیکھئے بذیل ج و ل۔

جاء: دیکھئے بذیل ج و ہ۔

ج ب ا- أجبا الزرع: اس نے فصل

پکنے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے فروخت

کردی۔ حدیث شریف یہ ہے من اجبى

فقد اربى: جس نے فصل پکنے سے پہلے

فروخت کردی اس نے سود لیا۔ اس لفظ کی

اصل ہمزہ ہے۔

ج ر- العجب: ایسا کنواں جو کچا ہو یعنی

اس میں پتھر نہ لگے ہوں میرا کہتا ہے کہ یہ

ایسا کنواں ہے جو پتھروں سے نہ بنایا گیا

ہو۔

ج ب ت- العجبت: یہ ایسا کلمہ ہے جو

ہٹ، کاہن اور جادوگر وغیرہ کے لئے بولا

جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الطيرة

ج ا ج- جُوْ جُو الطائر والسَّفِينَة:

پرندے یا کشتی کا سینہ (اگلا حصہ) اس کی

جمع الجاجی ہے۔ اموی نے کہا کہ:

جاجات بالابل: میں نے اونٹ کو پانی

پلانے کے لئے جی جی کر کے بلایا۔

اس کا اسم جنی ہے جس طرح جنیع ماخوذ

ہے۔ اس کی اصل جنی ہے۔ پہلی ہمزہ

یاء میں بدل کر جنی ہو گیا۔

ج ا ذ ر- الجوذُر: اور الجوذُر

(ذال مفتوح اور مضموم) جنگلی گائے کا

پتھر۔ اس کی جمع جاذِر ہے۔

ج ا ر- الجوار: مانند الخوار بیل کی

آواز (ڈکارنا) کہا جاتا ہے۔

جَار الثور: بیل ڈکارا اس کا مضارع

يَجَارُ اور مصدر جوار ہے۔ یعنی بیل نے

آواز نکالی۔ بعض نے قرآن کریم کی آیت:

عَجَلًا جَسَدًا لَهُ خُورًا مِّنْ خُورٍ

جگہ جوارجم سے پڑھا ہے۔

جَارَ إِلَى اللَّهِ: اس نے اللہ کے حضور

گزر کر دعا کی حضرت علیؑ کی روایت

کردہ حدیث ہے: لَانَ أَطْلَبِي بِجِوَاءِ

قَدْرِ أَحَبِّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَطْلَبِي

بِالزُّعْفَرَانِ: مجھے زعفران ملنے کی بہ

گر پڑے جہاں کام کر رہا ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اور اس کے مستاجر (مالک) سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

الْجَبَّارُ: (جیم مفتوح باء مشدّد) دوسروں کو بحالت غضب قتل کرنے والا۔ یا قہر و غضب سے مارنے والا۔

الْمُجَبِّرُ بروزن الْمُكَبِّرُ: ٹوٹی ہڈیاں جوڑنے والا۔

تَجَبَّرَ الرَّجُلُ: آدمی متکبر ہو گیا یا جاہل بن گیا۔

الْجَبْرُ: قدر کی ضد۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ اصطلاح مولد اور دخیل ہے۔

الْجَبْرِيَّةُ: (باء مفتوح) الْقَدْرِيَّةُ کی ضد ہے یعنی فرقہ جبریتہ بمقابلہ قدریتہ۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ فِيهِ جَبْرِيَّةٌ، جَبْرُوَّةٌ، جَبْرُوْتٌ اور جَبْرُوْرَةٌ بروزن فَرْجَةٌ جس کا معنی یہ ہے کہ اس میں تکبر و نخوت ہے۔

الْجَبِّيُّ بروزن السَّكِيْتُ: سخت تکبر و نخوت والا۔

الْجَبَّارَةُ: (جیم مکسور) اور الْجَبْرَةُ: وہ لکڑیاں جن کے ذریعے ہڈیاں جوڑی جاتی ہیں، [یہ پلستر کا متبادل طریق علاج ہے] (مترجم)۔

جَبْرَنْيَلُ: اِسْمٌ عَلَمٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ جَبْرُ ہے جیسے اِئِيلُ کے ساتھ

وَالْعِيَاْفَةُ وَالطُّوْفُ<sup>۱</sup> مِنَ الْجَبِّ: آنکھ پھڑکتے پرندے اڑا کر فال لینے کا عمل، اور زمین پر ننگریاں مار کر فال نکالنا جیت ہے۔

ج ب ذ - جَبَدَ الشَّيْءُ: جَدَبَهُ کی مقلوب صورت ہے بمعنی اس نے چیز کو جذب کیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

ج ب ر - الْجَبْرُ: کسی نادار کی حاجت روائی، دہشت گردی یا کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

جَسَرَ الْعَظْمَ بِنَفْسِهِ: ہڈی خود بخود جڑ گئی۔ یعنی اِنْتَجَسَرَ مندمل ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اجْتَسَرَ الْعَظْمُ بھی اِنْتَجَسَرَ کی طرح ہے جس کا معنی مندمل ہونا ہے۔

جَبَرَ اللَّهُ فُلَانًا فَاجْتَبَرَهُ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کی ناداری دور کی تو اس کی ناداری دور ہو گئی۔

اَجْبَرَهُ عَلَى الْأَمْرِ: اس نے اسے کام پر مجبور کیا۔

الْجَبَّارُ بروزن الْغَبَارُ: رائیگاں ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ ذَهَبَ دَمُهُ جَبَّارًا: اس کا خون رائیگاں گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الْمَعْلِدُنْ جَبَّارٌ: یعنی جب کوئی وہاں

<sup>۱</sup> حدیث میں یہ لفظ طوف ہے جس کا معنی زمین پر ننگریاں مار کر فال نکالنا ہے۔

بصری نے (جیم مضموم) الْجَبِيلَةَ پڑھا ہے۔ اس کی جمع الْجِبَالُ ہے۔

ج ب ن - الْجُبَيْنُ: بنیر۔

الْجُبْنَةُ: بنیر کی خاص قسم۔

الْجُبَيْنُ: بزولی (جیم اور باء مضموم) ان دونوں لفظوں کا ایک تلفظ۔ بعض لوگ اسے جُبْنٌ اور جُبْنَةٌ (جیم مضموم اور نون مشدّد) کہتے ہیں۔

قَدْ جَبِنَ الرَّجُلُ: آدمی بزول ہو گیا ہے۔ اس کا مضارع يَجْبُنُ (باء مضموم) اور مصدر جُبِنَا ہے۔ اس کا اسم فاعل جَبَانٌ ہے۔

جَبِنَ بَرُوزَنَ ظَرْفًا: وہ بزول ہوا۔ اس کا اسم فاعل جَبِينٌ ہے اور مؤنث کا صیغہ بھی اِمْرَاةٌ جَبَانٌ ہے۔ جس طرح لوگ اِمْرَاةٌ حَصَانٌ اور رَزَانٌ کہتے ہیں۔

أَجْبَنَةُ: اس نے اسے بزول پایا۔

بَنَنَهُ تَجْبِينًا: اس نے اسے بزولی کے ساتھ منسوب کیا۔ کہا جاتا ہے: السَّوْلَدُ مَسْجُونَةٌ: لڑکا سراپا یا مجسم بزولی ہے۔ کیونکہ بزولی کے مارے اسے زندگی اور مال پیارا ہوتا ہے۔

الْعَبَانُ وَالْجَبَانَةُ: (باء مشدّد) صحراء۔

الْجَبِينُ: کنپٹی سے اوپر والی جگہ۔ پیشانی یا ماتھا۔

جَبِينَانُ: دو جبینیں، ایک چہرے کے

مضاف بنایا گیا ہے۔ اس لفظ کے مختلف

تلفظ ہیں مثلاً: جَبْرَيْئِيلُ بَرُوزَنَ جَبْرَيْئِيلُ

(مہموز وغیر مہموز) جَسْبَرَيْئِيلُ جَسْبَرَيْئِيلُ

بَرُوزَنَ جَبْرَيْئِيلُ جَبْرَيْئِيلُ (جیم مکسور) اور

جَبْرَيْئِيلُ (جیم مفتوح اور مکسور)۔

جَبْرَيْئِيلُ وَجَبْرَيْئِيلُ وَجَبْرَيْئِيلُ: دیکھئے بذیل ج ب ر۔

ج ب س - الْجَبْسُ: بَرُوزَنَ الدِّبْسُ: بزول عاجز و بے بس۔

ج ب ل - الْعَجَلُ: پہاڑ، اس کی جمع جَبَالٌ ہے۔

جَبَلَةُ اللّٰهِ: اللہ نے اسے پیدا کیا۔

أَجْبَلَ الْقَوْمَ: لوگ پہاڑ کی طرف چل پڑے۔

الْجَبَلَةُ بَرُوزَنَ الْقِبْلَةَ: خلقت۔ کہتے

ہیں کہ مَسَالٌ جَبَلٌ بَرُوزَنَ شِبْلٌ بمعنی

بہت زیادہ۔

الْجَبَلُ: لوگوں کی ایک جماعت۔ اس

کے بہت سے تلفظ اور مختلف لہجے ہیں۔ قول

خداوندی: وَلَقَدْ أَضَلُّ مِنْكُمْ جِبَلًا

كَثِيرًا: میں جِبَلًا کو جِبَلًا بَرُوزَنَ

قُتِلَ اور جِبَلًا بَرُوزَنَ عَدَلًا اور جِبَلًا

(جیم و باء مکسور اور لام مشدّد) پڑھا گیا

ہے۔ نیز اسے جِبَلًا (جیم و باء مضموم اور

لام مشدّد و مخفف) بھی پڑھا گیا ہے۔

الْجَبَلَةُ: خلقت، قول خداوندی ہے:

وَالْجَبَلَةُ الْأُولَيْنِ: کو حضرت حسن

التَّجْبِيَةُ: ركوع کرنے والے کے قیام کی طرح کسی انسان کا اٹھنا یا قیام کرنا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔

إِجْتِبَاهُ: اس نے اسے منتخب کیا۔

ج ث ث - الْجُثَّةُ: انسان کے بحالت نشست یا نیند جسم یا دھڑ۔

جَنَّةُ: اس نے اس کو اکھاڑ دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اجْتَنَّهُ: اس نے اسکی بیخ کنی کی۔

ج ث م - جَسَمُ الطَّائِرِ: پرندہ مٹی میں لتھڑا، یا لوٹ پوٹ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔ انسان کے مٹی میں لتھڑ جانے کو بھی جَسَمُ ہی کہتے ہیں۔ ابو زید نے کہا کہ الْجُسْمَانُ کا معنی دھڑ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا أَحْسَنَ جُسْمَانَ الرَّجُلِ وَجُسْمَانَهُ: انسان کے بدن (کی ساخت) کس قدر خوبصورت ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ الْجُسْمَانُ کا معنی شخص ہے اور الْجُسْمَانُ کا معنی جسم ہے۔

ج ث ا - جَسَأَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ: وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ اس کا مضارع يَجْسِئُ اور مصدر جَسِئًا ہے اور يَجْسُوْا جَسُوْا ہے۔

قَوْمٌ جَسِيٌّ: بیٹھے ہوئے لوگ۔ یہ جَلَسَ جَلَسُوا کی طرح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنَدَّرَ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِسِيًّا: ہم

دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

ج ب ہ - الْجَبْهَةُ: انسان وغیرہ کی پیشانی۔

الْجَبْهَةُ: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ فِى الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ: (سواری) کے گھوڑے پر صدقہ یعنی زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

جَبَّهُ بِالْمَكْرُوهِ: اس نے اس کا بدولی سے استقبال کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ج ب ا - الْجَبَابِيَةُ: وہ حوض جس میں اونٹوں کو پلانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع جَوَابِيٌّ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِيِّ: میں آیا ہے۔

الْجَبَابِيَةُ: دمشق میں ایک محلے کا نام بھی ہے۔

جَسَى الْخِرَاجَ يَجْسِي جَسَابَةً وَجَبًا: خراج وصول کرنا۔ اس کا تلفظ یا لہجہ يَجْبُوْ جَبَابَةً بھی ہے۔

الْإِجْبَا: پکنے سے پہلے فصل کا فروخت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ أَجَسَى فَقَدْ أَرَبَى: جس نے پکنے سے پہلے فصل فروخت کی اس نے (گویا) سود لیا۔ یہ لفظ اصلاً مہوز ہے۔ اس کا ذکر بذیل ج ب ا میں گزر چکا ہے۔

اس کی آنکھ کا ڈھیلا ابھر اور پھولا۔ ایسے شخص کو جاحظ کہتے ہیں۔

ج ح ف- أْجَحَفَ بِهِ: وہ اسے لے گیا۔

جُحْفَةٌ: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام۔ اور یہ شام والوں کے لئے میقات ہے۔ اس جگہ کا پرانا نام مَهْيَعَةٌ تھا یہاں کے لوگوں کو سیلاب بہا کر لے گیا تو پھر اس کے بعد اس کا نام جُحْفَةٌ پڑ گیا۔

ج ح ف ل- الْجَحْفَلُ: فوج اور لشکر۔

الْجَحْفَلَةُ: گھر والے جانور کا ہونٹ۔ جس طرح کسی گڑھے میں آگ کے عظیم الاؤ کو بھی جحیم کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: قَالُوا ابْنُوا لَنَا بُيُوتًا فَأَلْفَوْهُ فِي الْجَحِيمِ: انہوں نے کہا کہ اس (حضرت ابراہیمؑ) کے لئے ایک کھائی تیار کرو اور اسے آگ کے الاؤ میں ڈال دو۔

أَجْحَمَ عَنِ الشَّيْءِ: وہ کسی چیز یا کام سے رک گیا۔ یہی معنی أَحْجَمَ کا ہے۔

ج ح ن- جَيْحُونُ: دریائے بلخ۔

جَيْحَانُ: شام میں ایک دریا کا نام۔

ج ح خ ف- جَحِيْفٌ: خٹا۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: أَنَّهُ نَامَ وَهُوَ جَالِسٌ حَتَّى سُمِعَ جَحِيْفُهُ:

بے شک آپ بیٹھے بیٹھے سو گئے تا آنکہ

ظالموں کو اس (دوزخ) میں لاشے بنا ڈالیں گے۔ (جیم مضموم ہے اور ثاء کے اجراع و متابعت میں کمزور بھی)۔

ج ح ح- الْجَحْجَحُ: (جیم مفتوح) سردار۔ اس کی جمع الْجَحَاجِجُ ہے۔ اور الْجَحَاجِجُ کی جمع جَحَاجِجَةٌ ہے۔

ج ح د- الْجُحُوْدُ: جانتے بوجھتے انکار کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ جَحَدَهُ حَقَّةً: اس نے دیدہ و دانستہ اس کے حق کا انکار کیا۔

جَحَدَهُ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے حق کا انکار کیا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ج ح ر- الْجُحْرُ: بل، سوراخ۔ حدیث شریف ہے کہ: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ حَرْمَ الْجُحْرَانِ: جب عورت کو حیض آیا ہو، تو اس حالت میں مجامعت حرام ہے۔

ج ح ش- الْجَحْشُ: گدھے کا بچہ۔ اس کی جمع جِحَاشٌ (جیم کمزور) اور

جِحْشَانُ بروزن غِلْمَانٌ ہے۔ اور اس کی مؤنث جِحْشَةٌ ہے۔ اس شخص کو جو اپنی رائے پر سختی سے اڑا رہے جُحِشٌ وَحِدِهِ وَغَيْرُهُ: یعنی زرا گدھے کا بچہ اور زرا اونٹ کا بچہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کلمہ ذم ہے۔

ج ح ظ- جَحَظْتُ عَيْنَهُ: اس کی آنکھ ابھر آئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ یعنی

العشاء: حضور ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے لئے جاگنا معیوب قرار دیا ہے۔

الجُنْدُبُ: (دال مفتوح اور مضموم) ٹڈی کی ایک قسم۔

ج د ث - الجَدُّ ث قبر۔ (جیم اور دال مفتوح) اس کی جمع أَجْدُث اور اجداث ہے۔

ج د د - الجَدُّ: دادا، نانا۔ قسمت، بخت اور نصیب کو بھی الجَدُّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُدُوْدٌ ہے۔ اسی سے محاورہ ہے: جُدُوْتُ يَا فُلَانُ: اے فلاں خدا تجھے بختاؤر کرے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم فاعل جَدِيْدٌ یعنی بختاؤر ہوگا۔

مَجْدُوْدٌ: صاحبِ كَلَمٍ نصیبوں والا۔

جَدُّ بَرُوْنٍ حَدٌّ، اور جَدِّي بَرُوْنٍ مَكِّيٌّ. دعائیں۔ ان کلمات: وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ: کا معنی یہ ہے کہ (اے خدا) تیرے ہاں کسی مالدار کو اس کا مال و دولت کام نہیں دیتا بلکہ تیری اطاعت کا عمل ہی کام دیتا ہے۔ یہاں مِنْكَ کا معنی عِنْدَكَ ہے۔ قول خداوندی: جَدُّ رَبِّنَا: کا معنی ہمارے رب کی عظمت ہے اور اسے غناء بھی کہا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا قَرَأَ الْبَقْرَةَ وَال

آپ ﷺ کے خواتین کی آواز سنائی دی۔

ج خ ا: حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَنَحِيٌّ فِي سُجُودِهِ: نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام مجہدوں میں پشت نیچے کرتے، بغلیں پھیلاتے اور زمین سے (اپنا سر) الگ رکھتے تھے۔

ج د ب - الجَدُّبُ: قحط۔ خشک سالی الخِضْبُ (شادابی) اور زرخیزی کی ضد۔ مَكَانٌ جَدُّبٌ: ویران گھر، کھنڈر بھی اس کا معنی ہے۔

جَدِيْبٌ، جَدُوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اَرْضٌ جَدِيْبَةٌ اور اَرْضٌ جُدُبٌ: (جیم اور دال مضموم) خشک اور بجز زمین۔

میرا کہنا ہے کہ بعض نسخوں کے حاشیے پر درست لفظ لکھا ہے۔

أَرْضُونَ جَدُوْبٌ: ویران و بجز زمینیں۔ لیکن درست بات وہی ہے جو اصل نسخہ میں لکھی ہے جسے علامہ ازہری نے التہذیب میں ابنِ شمیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

أَجْدَبُ الْقَوْمِ: لوگ قحط زدہ ہو گئے۔ الجَدُّبُ کا معنی عیب اور خامی بھی ہے، اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: جَدَّبَ السُّمْرَ بَعْدَ

ہے۔

الجُدَّةُ: (جیم مضموم) راستہ، اس کی جمع جُدَد ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنْ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ: یعنی پہاڑوں کے درمیان سفید و سرخ راستے ہیں جو پہاڑوں کے رنگ سے مختلف رنگ کے ہیں۔

جَدَّ الشَّيْءِ يَجِدُّ، جِدَّةٌ: (دونوں میں جیم مکسور) چیز نئی ہوگئی۔ یہ خَلِيقٌ یعنی پرانے کی ضد ہے۔

جَدَّ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ثَوْبٌ جَدِيدٌ کا معنی مَجْدُودٌ ہے۔ جس سے مراد وہ کپڑا ہے جو جولا ہے نے (ابھی) کاٹا ہو یعنی کھڈی سے اتارا ہو۔ قول شاعر ہے:

أَبْسَى حُبْسَى سُبَيْمَى ان يَبِيدَا  
وَأَمْسَى حَبْلَهَا خَلَقًا جَدِيدًا  
”میری محبت نے سُلبِمْسَى سے پرانا ہونے کا انکار کر دیا جبکہ اس کے ساتھ تعلقات کی رسی پرانی ہو کر کٹ بھی گئی ہے۔“

یہاں جدید سے مراد مقطوع (کٹی ہوئی) ہے۔ اسی لفظ کو مَلْحَفَةٌ جَدِيدٌ (بغیرۃ) میں استعمال کیا گیا ہے یعنی کٹی ہوئی چادر یا لحاف۔ یہاں جدید مفعولہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عِمْرَانٌ جَدُّ فِينَا: جب کوئی شخص سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھتا تو ہماری نظروں میں اس کی عظمت بڑھ جاتی تھی۔ کسی کی خوش نصیبی اور عظمت کے لئے بھی جَدُّدَتْ (دال اول مکسور) يَارَ جُلُّ جَدًّا (جیم مفتوح) اے شخص! تو خوش بخت اور عظمت والا ہو۔

الْجَادَّةُ: شاہراہ۔ اس کی جمع جَوَادٌ: (دال مشدّد) ہے۔

الْجِدُّ: (جیم مکسور) سنجیدگی اور قناعت۔ یہ ہزل کی ضد ہے۔ اسی لفظ کو آپ یوں استعمال کرتے ہیں: جَدُّ فِى الْأَمْرِ يَجِدُّ وَيَجِدُّ اور أَجَدُّ: اس نے عظمت دکھائی۔

الْجِدُّ کا معنی جدوجہد اجتہاد فِى الْأَمْرِ معاملات میں اجتہاد کرنا بھی ہے۔ آپ اسی لفظ کو یوں استعمال کرتے ہیں: جَدُّ يَجِدُّ اور يَجِدُّ (جیم مکسور و مضموم) اور أَجَدُّ فِى الْأَمْرِ: اس نے معاملہ میں سنجیدگی اختیار کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: إِنْ فُلَانًا لَجَادٌ مُجَدُّ: کہ فلاں شخص بہت سنجیدہ ہے۔ اور فُلَانٌ مَحْسِنٌ جَدًّا: فلاں شخص بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ (اس کے علاوہ) اور کوئی نہیں۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فِى هَذَا خَطَرٌ جَدُّ یعنی اس میں سخت یا بہت زیادہ بڑا خطرہ



هُوَ جَدِيدٌ بِكَذَا: وہ اس کا مستحق یا اس لائق ہے۔

جَنْدَرُ الْكِتَابِ: اس نے کتاب میں مٹے ہوئے حصے پر قلم پھیر کر اسے واضح کیا۔ اسی طرح کپڑے پر مٹے ہوئے نقش و نگار کو دوبارہ نمایاں کرنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ معرب ہے۔

ج د ع - الْجَدْعُ: ناک کا ثنا اور کان کا ثنا بھی۔ ہاتھ اور ہونٹ کا ثنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہتے ہیں کہ جَدْعُه: اس نے اس کی ناک کاٹ دی۔ ایسے شخص کو أَجْدَعُ تک کٹا کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث جَدْعَاءُ ہے۔ رہا ابو الخرق الطہوی کا قول تو وہ کتاب کے ابیات میں ہے:

يَقُولُ الْخِنَا وَالْبَغْضُ الْعَجْمُ نَاطِقًا  
إِلَى رَبِّنَا صَوْتُ الْحِمَارِ أَلْيَجْدَعُ  
”وونٹش گوئی کرتا ہے اور ہمارے رب کے  
زردیک بولنے میں مکروہ ترین اور ناپسندیدہ  
زبان کی لکنت گدھے کی وہ آواز ہے جو  
کان پھاڑ رہی ہو۔“

انفخ نے کہا کہ اس سے مراد ایسے گدھے کی آواز ہے جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو، جیسے یہ کہا جائے کہ: هُوَ الْبِضْرِيكُ۔ ابن السراج کا کہنا ہے کہ جب شاعر کو

يَسَابُ جُدْدُ: (جیم اور وال مضموم) مثلاً: سَرِيْرٌ وَسُرُرٌ بمعنی نئے کپڑے۔ تَجَدَّدُ الشَّيْءُ: چیز نئی ہوگی۔

أَجْدَهُ وَجَدْدَةٌ أَوَّاسْتَجْدَهُ كَمَا مَعْنَى اس نے اسے نیا کیا۔

الْجَدِيدَانِ: رات اور دن۔ اسی طرح الْأَجْدَانِ ہے۔

جَدُّ النَّخْلِ: اس نے درخت کی شاخ تراشی یا پتے جھاڑے، اس کا باب رَدُّ ہے۔

أَجْدُ النَّخْلِ: کھجور کے پھل چننے کا وقت آگیا۔

هَذَا زَمَنُ الْجَدَادِ أَوَّالِ الْجَدَادِ: (جیم مفتوح اور کسور) یہ کھجور چننے کا وقت ہے۔

ج د ر - الْجَدْرُ: (الْفَلْسُ کی طرح) اور الْجِدَارُ: دیوار۔

الْجِدَارُ کی جمع جُدُرٌ ہے۔ اور الْجَدْرُ کی جمع جُدْرَانٌ ہے جس طرح بَطْنُ كِي جمع بَطْنَانٌ ہے۔

الْجَدْرِيَّةُ: (جیم مضموم، وال مفتوح) اور الْجَدْرِيُّ (دونوں میں جیم مضموم اور وال مفتوح) دونوں مختلف لہجے اور تلفظ ہیں۔ اسی سے آپ کہتے ہیں کہ جُدْرُ الصَّبِيِّ بطور فعل مجہول، یعنی بچے کو چیچک نکلی۔ اس کا اسم مفعول مُجْدَرٌ ہے۔

① اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت: إِنَّ الْكُفْرَ الْأَمْضَى لَكُنُوزُ الْعَمِيْرِ ہے۔ (مزجم)

التَّجْدِيفُ: (خدا کی) نعمتوں کی  
ناشکری کرنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خدا  
کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کم اور قلیل سمجھنا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: لَا تُجْدِفُوا  
بِنِعْمَةِ اللَّهِ: اس کی نعمتوں کی تجدیف  
یعنی ناقدری نہ کرو۔

ج د ل - الْجَدْلُ: عضو۔

الْأَجْدَلُ: باز۔

جَادِلُهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔

مُجَادِلَةٌ وَجَدَّالًا: اس کا اسم الْجَدْلُ

ہے۔ اس کا معنی دشمنی کی شدت ہے۔

الْجَنْدَلُ: پتھر۔

الْجَدْوَلُ: چھوٹی نہر، گول۔

جدول: دیکھے بذیل ج د ل۔

ج د ی - الْجَدْيُ: بکری کا سینہ (بچہ)

ثَلَاثَةُ أَجْدٍ (تین مینے) لیکن اس سے

تعداد بڑھ جائے تو الْجَدَاءُ کہیں گے۔ نہ

تو الْجَدَايَا کہنا چاہئے اور نہ ہی الْجَدْيَى

(بیم مسور)۔ جَدَا (الف مقصور) اور

الْجَدْوَى: عطیہ اور بخشش اور فائدہ۔

جَدَاهُ وَاجْتَدَاهُ اور اسْتَجَدَاهُ تینوں کا

معنی ہے کہ اس نے اس کا عطیہ طلب کیا۔

أَجْدَاهُ: اس نے اسے عطیہ دیا۔

مَا يُجْدِي عُنْكَ: تجھے کچھ فائدہ نہیں

دے گا۔

ج ذ ب - الْجَذْبُ: کھینچنا۔

قافیہ مرفوع لانا پڑے تو اسم کو فعل میں بدل  
دے، تو ضرورت شعری کے پیش نظر اس قسم  
کی تبدیلی بدترین عمل ہے۔

[اس شعر میں یہی کیا گیا ہے] (مترجم)۔

ج د ف: چٹو مارنا۔ ابن درید نے کہا کہ:

مِجْدَافِ السُّفِينَةِ (دال اور ذال

دونوں حروف سے اور دونوں ہی تلفظ یعنی

مجدا ف اور مجداف فصیح ہیں۔

الْجَذْفُ: قبر۔ (نام کوفاء میں تبدیل

کیا گیا ہے)۔

الْجَذْفُ: پانی پینے کی ضرورت کو پورا

کرنے والی نباتات یعنی پانی کا بدل۔ اس

کا ذکر حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث

میں ہے جہاں انہوں نے اُس آدمی سے

پوچھا جسے جنوں نے راستے سے بھٹکا دیا تھا

کہ ان کی یعنی جنوں کی خوراک کیا تھی تو

اس نے جواب دیا تھا کہ ان کی خوراک

'لوبیا' تھی۔ اور وہ کچھ جس پر (ذبح کرتے

وقت) خدا کا نام نہ لیا جائے۔ جب آپؐ

نے اس سے پوچھا کہ ان کا مشروب کیا تھا

یعنی وہ پیتے کیا تھے، تو اس نے جواب دیا

کہ وہ جَذْف پیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ

جَذْف نام کا یمن میں ایک پودا ہوتا ہے

جس کو کھانے کے بعد اسے کھانے والے کو

پیاس باقی نہیں رہتی یعنی اسے پانی پینے کی

ضرورت نہیں رہتی۔

جَذَعُ کہلاتا ہے۔

الجَذَعُ: اُس عمر میں مذکورہ جانوروں کا بچہ جب نہ دانت اگنے اور نہ گرنے کا وقت ہوتا ہے۔ بھیڑ کے بچے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت چھ یا نو ماہ میں اُگ آتے ہیں۔ یعنی اس عمر کا بچہ جَذَعُ کہلاتا ہے۔

الجَذَعُ: جمع جُدُوْع النُّخْلِ: کھجور کے درخت کا تھپاتے۔

الجَذَعَمَةُ: چھوٹا، خورد۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَسْلَمَ وَاللّٰهُ اَبُو بَكْرٍ وَاَنَا جَذَعَمَةٌ: قسم خدا کی، ابو بکرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب میں ابھی بچہ تھا۔ جَذَعَمَةٌ میں میم زائد ہے۔

جَذَعَمَةٌ: دیکھئے بذیل ج ذ ع۔  
ج ذ ف - المِجْدَافُ: چپو جس سے کشتی کھیتے ہیں۔ یہ لفظ دال اور ذال دونوں سے ہے۔

ج ذ ل - الجَدَلُ: خوشی، فرحت۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل جَدَلَانُ ہے۔

ج ذ م - جَدِمَ الرَّجُلُ: آدمی ہتھ کٹا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ يَبْقَى اللَّهُ وَهُوَ أَجْدَمُ: جس نے قرآن سیکھا اور پھر اسے بھلا دیا تو وہ

جَذَبَهُ وَجَبَدَهُ عَلَى الْقَلْبِ: اس نے اسے دل کی طرف کھینچا۔ یاد دل سے لگایا۔ اس کا باب صَرَبَ ہے۔ اجْتَذَبَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

بَيْنِي وَبَيْنَ الْمَنْزِلِ جَذَبَةٌ: میرے اور منزل کے درمیان دوری ہے۔

ج ذ ذ - جَذَهُ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔ اس کا باب رَذَى ہے۔

الجِدَادُ: (جیم کسور و مضموم) مضموم فصیح تر ہے۔

عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُوذٍ: غیر مقطوع یعنی مسلسل و متواتر بخشش و عنایات۔

الجُدَاذُ: ریزے، کڑے۔  
ج ذ ر - جَدْرُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کی

اصل (اصمعی کے ہاں جیم مفتوح اور ابو عمرو کے ہاں جیم کسور ہے) حدیث شریف ہے: اِنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَدْرِ قُلُوبِ الرَّجَالِ: امانت داری لوگوں کی کھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔

ج ذ ع - الجَذَعُ: (تثنیہ جیم سے پہلے اور ذال مفتوح)، اس کی جمع جَذَعَانُ اور

جَذَاعُ (جیم کسور) ہے۔ اس کی مؤنث جَذَعَةٌ اور اس کی جمع جَذَعَاتُ ہے اور جَذَاعُ بھی ہے۔ دوسرے سال میں بکری کا بچہ، گائے اور کھردار جانور کا تیسرے سال کا بچہ۔ اور اونٹ کا پانچویں سال کا بچہ

جَرَاةٌ عَلَيْهِ تَجْرُوتُ فَاجْتَرَاءٌ: اس نے اسے اس پر جرات دلا دی تو وہ دلیر ہو گیا یا اس نے جرات و جسارت کی۔

جَرَانِكُ: دیکھئے بذیل ج ر ی۔

جَرَامِقَةٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ر ب - الْجَرَبُ: جلدی بیماری خارش۔

جَرِبٌ: (راء مسور) اسے جلدی

بیماری (خارش) لگ گئی۔ اس کا اسم فاعل

أَجْرَبَ یعنی جلدی بیماری والا ہے۔ اس کا

باب طَرِبَ ہے۔

قَوْمٌ جُرِبٌ وَجُرْبِيٌّ: جلدی بیماری والی

قوم۔

جُرْبُتٌ كِي جَعِبُتٌ: (جیم مسور)

الْجِرَابُ: زادِ راه کا برتن، توشہ دان۔

عامی زبان میں جیم مفتوح بولا جاتا

ہے۔ یعنی اسے الْجِرَابُ کہا جاتا ہے۔

اس کی جمع أَجْرِبَةٌ اور جُرْبُتٌ بھی ہے۔

الْجَرِيبُ: اناج اور زمین کی ایک

معروف معین پیمائش کا پیمانہ۔ اس کی جمع

أَجْرِبَةٌ اور جُرْبَانٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الْجَرِيبُ ناپنے کا ایک

برتن ہے۔ جو چاقو کے برابر ہوتا ہے اور

زمین کی تریب جہاں تریب بھرنے بویا جا

سکے، ہے۔ علامہ ازہری نے ان دونوں

اس حالت میں اللہ سے ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ اس کی جمع جَدْمِيٌّ ہے، جس طرح حَمَقِيٌّ ہے۔

الْجَدَامُ: ایک موذی مرض کا نام۔

قَدْ جُدِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو جذام ہو گیا۔

(جیم مضموم) آدمی کو جذام زدہ ہو گیا۔ ایسے

آدمی کو مَجْزُومٌ یعنی جذامی کہیں گے۔

اسے أَجْدَمٌ نہیں کہنا چاہئے۔

ج ذ ا - الْجَدْوَةُ: چنگاری (جیم مفتوح

و مضموم اور مسور) اس کی جمع جَدِيٌّ،

جَدِيٌّ اور جَدِيٌّ ہے۔ مجاہد نے اس قول

خدا ندی: أَوْ جَدْوَةٌ مِنَ النَّارِ بَنِي بَارِكِي

کہلے کے اس کا معنی چنگاری کا ٹکڑا ہے مجاہد کہتے ہیں کہ

اس لفظ کا تمام عربوں کی زبان میں یہی معنی

ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ الْجَدْوَةُ لَكْرِيٌّ كَا

ایسا لکڑا ہے جس کے ایک طرف آگ لگی

ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: مِثْلُ

الْأَرْزَةِ الْمَجْلِيَّةِ عَلَى الْأَرْضِ:

یعنی زمین جڑ پکڑے گڑھے ہوئے درخت

کی طرح ہے۔

ج ر ا - الْجُرَاةُ: الْجُرْعَةُ کی طرح اور

الْجُرَّةُ، سُورَةُ کی طرح بہادری و

دلاوری۔ الْجُرْنِيُّ (یاء ممدود) جرأت

مند۔ پیش قدمی کرنے والا۔

قَدْ جَرَعْتُ: اس نے جرأت کی۔ اس کا

باب ظَرَفَ ہے۔

ج ر د - الْجَوْرِيْدُ: پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی ٹہنی۔ اس کا واحد: جَوْرِيْدَةٌ ہے۔ ایسی صورت میں اس ٹہنی کو سَعْف کہتے ہیں۔

لَجُورَادَةٌ: (جیم مضموم) کسی چیز سے چھل ہوئی یا تراشی ہوئی چھتر یا بیٹے۔

التَّجْوَرِيْدُ مِنَ الشَّيْبِ: کپڑے اتار کر برہنہ ہونا۔

التَّجْوَرْدُ: ننگا ہونا۔

تَجْوَرْدٌ لِلْأَمْرِ: اس نے کام میں سخت محنت کی یا لگن سے کام کیا۔

إِنْجَوَرْدَ الثَّوْبُ وَلَانَ: کپڑا گھس کر بوسیدہ ہو گیا اور کمزور ہو گیا۔

الْجَوْرَادُ: اسم جنس ہے بمعنی کڑی۔ اس کا واحد الْجَوْرَادَةُ ہے مذکر بھی اور مؤنث بھی۔ اس کی مثال الْبَقْرَةُ اور الْحَمَامَةُ ہے۔

جَوْرَدَقَةٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ر ذ - الْجُورْدُ: عُمَرُودُ کی طرح، چوہے کی ایک قسم۔ اس کی جمع: الْجَوْرْدَانُ (جیم مکسور) ہے۔

ج ر ر - الْجَوْرَةُ: مٹی کا گھڑا۔ اس کی جمع الْجَوْرِيُّ، بردزن الدیمی: مچھلی کی ایک قسم۔

معنوں میں الْجَوْرِيْبُ کا ذکر کیا ہے۔

المُجَوْرِبُ: (راء مفتوح) تجربہ کار انسان جس کو تجارت اور معاملات نے پختہ کر دیا ہے۔ اگر راء کو مکسور پڑھیں تو پھر یہ فاعل بن جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ عرب اسے راء مفتوح ہی پڑھتے ہیں۔

الجَوْرِبَةُ: (جیم مکسور) کھیتی، کھیت۔

جُورَابُ: (جیم مضموم) مکہ شریف میں ایک کنویں کا نام ہے۔

ج ر ح - جَوْرَحَةٌ: اس نے اسے زخمی کر

دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اور اسم

الجَوْرُوحُ (جیم مضموم) ہے۔ اس کی جمع

جَوْرُوْحٌ ہے۔ عربوں کے ہاں شعر کے

سواء کسی نے اسے جَوْرَاحٌ نہیں کہا (یعنی

جیم مکسور)۔ یہ جِرَاحَةٌ (جیم مکسور)

کی جمع بھی ہے۔

رَجُلٌ جَوْرِيْحٌ وَاِمْرَاَةٌ جَوْرِيْحَةٌ

وَرَجَالٌ وَنِسْوَةٌ جَوْرُحِيٌّ: زخمی

مرد، زخمی عورت۔ زخمی مرد (جمع) اور زخمی

عورتیں۔

جَوْرَحٌ: اس نے کمایا، حاصل کیا۔ اس کا

باب بھی قَطْعٌ ہے۔

اجْتَرَحَ بھی اسی طرح ہے۔

الجَوَارِيْحُ الْإِنْسَانِ: انسان کے اعضاء

جن کے ذریعے وہ روزی کماتا ہے یا کام

کرتا ہے۔

① موجودہ ادب میں مجرد سے مراد غیر متعلقہ زندگی گزارنا ہے۔

② الجَوْرَةُ: پانی پینے کا طریق کار۔ (مترجم)

إِجْتَرَةٌ: اس نے اسے کھینچا۔  
 إِجْتَرُ البَعِيرُ: اونٹ نے کھینچا۔ یہ لفظ  
 الجَرَّةِ سے مشتق ہے اور ہر اوجہ والا جانور  
 (پانی) کھینچتا ہے۔

إِنْعَجَرَ الشَّيْءُ: چیز جذب ہوگئی۔  
 ج ر ز - أَرْضٌ جُرُوزٌ وَجُرُوزٌ: اس کی  
 مثال: عُسْرٌ اور عُسْرٌ ہے، ایسی زمین  
 جس میں کوئی چیز نہ اُگی ہو۔ بے آب و گیاہ  
 زمین۔ اور نَهْرٌ اور نَهْرٌ کی طرح جُرُوزٌ اور  
 جُرُوزٌ، سب کا ایک معنی ہے۔

ج ر س - الْجُرُوسُ: (جیم مفتوح اور  
 کسور) آواز، (گھنٹی کی آواز) کہتے ہیں  
 کہ: سَمِعْتُ جُرُوسَ الطَّيْرِ: میں نے  
 پرندے کی آواز سنی، یہ وہ آواز ہے جو وہ  
 کوئی چیز کھانے کے لئے یا کھاتے وقت  
 پرندہ اس چیز پر چونچ مار کر نکالتا ہے۔  
 حدیث شریف میں ہے: فَيَسْمَعُونَ  
 جُرُوسَ طَيْرِ الْجَنَّةِ: (جنتی جنت میں)  
 جنتی پرندوں کے چونچیں مارنے کی  
 آوازیں سنیں گے۔ زیورات کی جھنکار کو  
 بھی جُرُوسُ الْجِلِّيِّ کہتے ہیں۔

أَجْرَسَ الطَّائِرُ: پرندے نے چونچ مار  
 کر آواز نکالی۔ یہ اس کی ایک بار سنائی  
 دینے کے موقع کی آواز ہے۔<sup>①</sup>

① الصحاح کی عبارت یہ ہے: "إِذَا سَمِعَ صَوْتَ مَرْءَةٍ"  
 القاموس اور اللسان میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور  
 زیورات کے بارے میں بھی یہی قول ہے۔

جَرَّ الحَبْلُ: اس نے رسی کو کھینچا۔ اس کا  
 باب ر ذ ہے۔ المَجْرَةُ: کھکشاں۔ اسے  
 یہ نام اس لئے دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ راستے  
 کے نشان کی طرح ہے۔  
 جَرَّ عَلَيْهِم جَرِيْدَةٌ: اس نے ان کے  
 خلاف جرم کا ارتکاب کیا۔

الجَارَةُ: وہ اونٹ جسے ناک میں نکیل ڈال  
 کر چلایا جائے۔ یہ لفظ فاعل کی شکل میں  
 مفعول واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال عَيْشَةٌ  
 اور رَاضِيَةٌ: اس لفظ کا معنی بہت یا ابلتا ہوا  
 پانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:  
 لَا صَدَقَةَ فِي الْإِبِلِ الْجَارَةِ: پانی  
 کھینچنے والے اونٹوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں  
 ہے۔ جب کہ وہ سواری (یا بار برداری و بار  
 کشی) کے کام میں لائے جاتے ہوں۔  
 کیونکہ زکوٰۃ چرنے والے جانوروں پر  
 ہے، کام میں لائے جانے والے جانوروں  
 پر نہیں ہے۔ بَارٌ جَارٌ مَكْرٌ اور اجراع میں  
 بولے جانے والے الفاظ ہیں۔ کہا جاتا ہے  
 کہ: كَمَا نَ ذَلِكَ فِي عَامٍ كَذَا  
 وَهَلَمَّ جُرًا إِلَى الْيَوْمِ: کہ فلاں بات  
 فلاں سن میں واقع ہوئی پھر آج تک ایسے  
 ہی ہوتا رہا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:  
 فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ جَرِّكَ: میں نے

یہ کام تیری وجہ سے کیا۔ یہاں مِعْجَرًا  
 نہیں کہنا چاہئے۔

فَتَجَرَّعَهُ: اس نے اسے غیظ و غضب کے گھونٹ پلائے تو اس نے انہیں پی لیا یعنی غلے کو چھالیا اور اس پر قابو پایا۔

ج ر ف - جَرَفَ الطَّيْنُ: اس نے مٹی کو جھاڑو سے صاف کیا۔ یا مٹی پر جھاڑو پھیر دیں۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے مَجْرَفَةٌ: پیلہ بنا ہے۔

الجُرُوفُ: (راء مضموم اور ساکن): زمین کا وہ حصہ جسے سیلاب بہا لے گیا ہو اور زمین سیلاب بُرد ہوگئی ہو۔ قول خداوندی ہے: عَلَى شَفَا جُرُوفِ هَارٍ: اس ڈھلوان کے کنارے جو سیلاب بُرد ہو کر گرنے کے قریب ہوگئی ہو۔

ج ر ل - الجُرْبَالُ: شراب۔ جو عمدگی میں سُلَافِ اِبْتِدَائِي جھاگ کے بغیر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ جُرْبَالُ النَّخْمِ سے مراد شراب کارنگ ہے۔ جس طرح سونے کارنگ اس کی سرخی ہوتی ہے۔

ج ر م - الجُرْمُ وَالْجَرِيمَةُ: گناہ، جرم۔ اسی سے فَعْلُ جَرَمَ، أَجْرَمَ اور اجْتَرَمَ بنا ہے۔ الجُرْمُ (جیم کمور) بزن، تن۔ جَرَمَ کا معنی کمایا بھی ہے۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ: تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ جرم نہ کرے۔

أَجْرَسَ العِجْلِيُّ: زیورات سے جھنکار کی آواز پیدا ہوئی یا سنی گئی۔ الجُرَسُ (جیم اور مفتوح) دھنٹی جو اونٹ کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔ نیز وہ دھنٹی جو بجائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَصْحَبُ المَلَأَنَكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جُرَسٌ: فرشتے ایسی مجلس میں نہیں آتے یا رہتے جہاں دھنٹی ہو۔

ج ر ش - جَرَسَ الشَّيْءُ لَمْ يُنْعِمَ وَقَعَهُ: اس نے سخت چیز کو کونا اور اس کا دلیہ کر دیا۔

جَرِيَشٌ: دلیہ، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مِلْحُ جَرِيَشٌ: دلیہ کیا ہوا نمک جو پارک نہ ہوا ہو۔

جُرَاشَةُ الشَّيْءِ: (جیم مضموم) کونا ہوا حصہ نکالنے بعد باقی رہ جانے والا پھوک۔

ج ر ع - جَرَعَ المَاءَ: اس نے پانی کا گھونٹ لیا۔ اس کا باب فہم ہے اور

جَرَعَ کا باب قطع ہے۔ یہ اس لفظ کا دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے لیکن اصمعی نے اس کا انکار کیا ہے۔

الجَرَعَاءُ: بروزن الحَمْرَاءُ: ہموار ریت جس میں کچھ بھی نہ اُگتا ہو۔

الجُرْعَةُ مِنَ المَاءِ: (جیم مضموم) پانی کا گھونٹ۔

جَرَعَهُ غُصَصَ الغَيْظِ تَجْرِيْعًا

ہے: بِاسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَمَرْسَاهَا: اس کا چلنا اور رکنا دونوں اللہ کے نام سے ہیں۔ یہاں یہ دونوں لفظ مصدر واقع ہوئے ہیں۔ ان کا فعل ہے: أَجْرَيْتُ وَأَرْسَيْتُ: میں چلا دی اور کنارے لگا دی۔

مَجْرَاهَا وَمَرْسَاهَا، جَرَتْ السَّفِينَةُ رَسَتْ فَعْلُوں کے مصدر ہیں۔ الجَرَايَةُ: تنخواہ، وظیفہ، مشاہرہ۔

الجِرْوُ: (جیم کسور مضموم) کتے یا درندے کا بچہ۔ اس کی جمع اجْرِيَّةٌ ہے۔

الجِرْوُ وَالْجِرْوَةُ: کھیرے یا گھڑی کا چھوٹا پھل یعنی چھوٹا کھیرا یا چھوٹی گھڑی۔ حدیث شریف میں ہے: اَبِي النَّبَسِيِّ بِأَجْرٍ زُعْبٍ: نبی کریم ﷺ کے پاس بٹ تیر کے بچے لائے گئے اور ان کے ساتھ پٹوں والی کتیا تھی۔

جَارِيَةٌ: (جیم مفتوح) بھرپور جوانی والی لڑکی۔ اس کا مادہ الْجَرَايَةُ، الْجَرَاءُ اور الْجَرَاءُ (جیم مفتوح اور کسور) ہے۔ الْجَارِيَةُ: سورج کو بھی کہتے ہیں اور کشتی بھی۔

جَارَاهُ مُجَارَاةٌ وَجِرَاءٌ: وہ اس کے ساتھ چل پڑا۔

جَارَاهُ فِي الْحَدِيثِ: اس نے اس کے ساتھ بات جاری رکھی۔

تَجْرَمُ عَلَيْهِ: کسی پر ایسے جرم گناہ کی ذمہ داری ڈالنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ اور لوگ جو لَا جَرَمَ کہتے ہیں تو اس کے متعلق الْفَرَاءُ کا کہنا ہے کہ اصل میں لفظ لَا بُدُّ اور لَا مَحَالَةَ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا آتا کہ کثرت استعمال سے اس کا معنی قسم ہو گیا۔ اور پھر یہ لفظ حَقًّا یعنی سچ سچ کے معنوں میں بدل گیا۔ اسی لئے اس کے جواب میں لام اس طرح آتا ہے جس طرح قسم کے لئے آتا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو یوں کہتے نہیں دیکھتے کہ: لَا جَرَمَ لِأَبِينَا: قسم ہے میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ الْفَرَاءُ نے کہا کہ کسی کے جَرَمٌ حَقَّقْتُ کہنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

جُرْمُؤُقٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ر ن - الْجُرُونُ وَالْجَرِينُ: کھجور کھانے یا خشک کرنے کی جگہ۔

جَيْرُونٌ: دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

جِرَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ر ا۔

ج ر ی - جَرَى الْمَاءُ وَغَيْرُهُ: پانی وغیرہ بہایا جاری ہوا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ اور مصدر جَرِيَ تَنَا بھي ہے۔

وَمَا أَشَدَّ جَرِيَةَ هَذَا الْمَاءِ: یہ پانی کس قدر تیز رواں ہے۔ قول خداوندی



نے یہ کچھ تیری وجہ سے کیا۔ تو لفظ  
جَرَاک (راء مشدّد) کا دوسرا لہجہ ہے۔

لفظ معجَراک نہیں کہنا چاہئے۔

ج ز ا - جَزَاةُ: اس نے اس کے حصے

بخرے کر دیئے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

جَزَاةُ تَجْزِئَةٌ: اس نے اس کے ٹکڑے  
ٹکڑے کر دیئے۔

جَسُوا بِهِ کا باب قَطَعَ ہے اور معنی ہے:  
اس نے کفایت کی۔

أَجْزَاةُ الشَّيْءِ: اسے چیز کا فی ہو گئی۔

أَجْزَاثُ عَنْهُ شَاةٌ: اس کی طرف سے

ایک بکری کا فی ہو گئی، یہ جَزَتْ بمعنی

قَضَتْ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

أَجْتَزَأَ بِهِ وَتَجَزَأَ بِهِ: کافی ہوا۔ یا  
اکتفاء کیا۔

ج ر ز - الْجَزُورُ مِنَ الْإِبِلِ: قربانی

کے اونٹ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے

لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن بالعموم مؤنث

بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع الْجُزُرُ (جیم اور

زاء مضموم) ہے۔

جَزْرُ السِّبْغِ: درندوں کا کھانے والا

گوشت۔ محاورہ ہے کہ: تَرَ كَوْهُمُ جَزْرًا

(زای مفتوح) انہوں نے انہیں مار ڈالا

یا قتل کیا۔

الْجَزْرُ: گاجر کو جو کھائی جاتی ہے، بھی

کہتے ہیں۔

الْجَرِيُّ: دکیل اور اپٹلی۔

قَدْ جَرَّي جَرِيًا اور اسْتَجَرَّي بَحِي،

اس نے ایک دکیل کیا۔ اور ایک اپٹلی روانہ

کیا۔ حدیث شریف میں ہے: قَوْلُوا

قَوْلَكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمْ

الشَّيْطَانُ: تم اپنی بات کرو اور شیطان

تم سے باتیں نہ کہلوائے۔

میرا کہنا ہے کہ علامہ ازہری نے کہا کہ قبیلہ

بنی عامر کے لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس

آئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ: آپ

ہمارے والد ہیں، آپ ہمارے سردار ہیں

اور آپ روشن لگن ہیں (اس سے مراد سخی

ہے) تو آپ نے ان سے کہا کہ: قَوْلُوا

بقَوْلِكُمْ: یعنی جس مقصد کے لئے آئے

ہو وہ بات کہو، نہ مبالغہ کرو اور نہ بڑھ بڑھ کر

باتیں بناؤ۔ تم تو اس طرح باتیں کرتے ہو

گو یا شیطان کی زبان سے بول رہے ہو۔

عرب لوگ مہمان نواز اور زیادہ کھانے

کھلانے والے سردار کو جَفْنَةٌ یعنی بڑے

پیالے یا لگن کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے

جَفْنَةٌ کہہ کر پکارے تھے۔ اور الْفَرَاءُ

روشن چہرے والے کو کہتے تھے۔ دکیل کو

جَرِيٌّ کے نام سے اس لئے پکارتے ہیں

وہ اپنے مؤکل کی طرح تنگ دو کرتا ہے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ فَعَلْتُ ذَاكَ مِنْ

جَرَاکَ وَمِنْ جَرَائِكَ: یعنی میں

جانور تو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں  
ذبح کئے جاتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ علامہ الاذہری نے کہا کہ  
الْمَجَازُ سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں  
گوشت فروخت کرنے کے لئے اونٹ  
ذبح کئے جاتے ہیں اور گائے اور بکریاں  
ذبح کی جاتی ہیں۔ اس کی جمع مَجَاز ہے  
اور واحد مَجْزَرَةٌ اور مَجْزِرَةٌ ہے۔ نبی  
کریم ﷺ نے صحابہ کو گوشت کی خرید اور  
کھانے پر مداومت سے منع فرمایا کیونکہ  
اس میں شراب کی طرح ہی مالِ فضول خرچ  
کرنے اور خرابی پیدا کرنے کی خو، بو اور  
عادت پڑ جاتی ہے۔

جَزَرَ الْمَاءُ: پانی زمین میں جذب  
ہو گیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ  
ہے۔

الجَزْرُ: مد کی ضد ہے۔ اس کا معنی پانی  
کا پیچھے کی طرف لوٹنا ہے۔ [مد و جزر کو  
جوار بھانا کہتے ہیں] (مترجم)۔

ج ز ز - جَزَّ الْبُرْدُ وَالنَّخْلُ وَالصُّوفُ:

گندم کاٹنے، کھجور اتارنے اور اون  
اتارنے کا وقت اور عمل، اس کا باب رَدُّ  
ہے۔

الْمِجْزُ: (میم مسور) کات، قینچی اور  
درانتی۔

زَمَنُ الْجَزَازِ: (جیم مفتوح اور مسور)

جَزْرَةٌ: ایک گاجر۔ الفراء نے کہا ہے کہ  
اس کا ایک تلفظ یا لہجہ الْجَزْرُ بھی ہے۔

الجَزِيرَةُ: جزیرہ [خشکی کا وہ حصہ جس کے  
چاروں طرف پانی ہو اور درمیان میں خشکی  
(مترجم)۔ اسے جزیرہ اس لئے کہتے  
ہیں کہ یہ دوسری زمین سے کٹا ہوا ہوتا  
ہے۔

الجَزِيرَةُ: دجلہ اور فرات کے درمیان  
ایک جگہ کا نام ہے البتہ جزیرۃ العرب کے  
بارے میں الفراء کا کہنا ہے کہ لُبَّانِي میں یہ  
حضرت اَبِي مُوسَى سے لے کر اقصیٰ یمن تک  
ہے اور چوڑائی میں زَمَلُ يَبْرُوتَينِ سے لے  
کر السَّمَاوَةِ کی سرحد تک ہے۔

جَزَرَ الْجَدُّورُ: اس نے قربانی کے  
جانور ذبح کئے اور ان کی کھال اتاری۔ اس  
کا باب نَصْرٌ ہے۔ اجْتَزَرَها کا معنی بھی  
یہی ہے۔

الْمَجْزِرُ، بَرُوزُنُ مَجْلِسُ: قربان  
گاہ۔ جہاں قربانی کے جانور ذبح کئے  
جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے:  
إِيَّاكُمْ وَهَذِهِ الْمَجَازِرُ فَإِنَّ لَهَا  
ضَرَاوَةَ كَضَرَاوَةِ الْحَمْرِ: ان ذبح  
خانوں کا دھیان اور ان کی احتیاط کیا کرو  
کیونکہ ان میں شراب کی سی رغبت و عادت  
ہو جاتی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ اس سے  
مراد لوگوں کی مجالس ہیں کیونکہ قربانی کے

ڈھیر اور خشک انبار۔

الْجَزَيْلُ: بڑا عظیم۔

عطاء جَزَلٌ وَجَزِيْلٌ: عظیم عنایت و بخشش۔

أَجْزَلٌ لَهُ مِنَ الْعَطَاءِ: اس نے اس پر

بے پناہ عنایت کی۔ یعنی بہت کچھ دیا۔

الْجَزَلُ لَفْظُ الرِّكِيكِ كِي ضِدِّهِ۔

ج ز م - جَزَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کاٹ

دی۔ اسی سے جَزَمَ الْحَرْفِ مَاخُذٌ

ہے۔ بناء میں سکون کی طرح اعراب میں

جزم دینے کو جَزَمَ الْحَرْفِ کہتے ہیں۔

اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

ج ز ی - جَزَاهُ بِمَا صَنَعَ: يُجْزِيهِ

جَزَاءً وَجَزَاهُ: سب کا ایک ہی معنی ہے

اور وہ یہ کہ اس نے اسے اس کے کئے کا

بدلہ دیا۔

جَزَى عَنْهُ هَذَا: اس کی طرف سے یہ

کافی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا تَجْزِي

نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا: کوئی کسی کے

کچھ کام نہیں آئے گا، کہا جاتا ہے کہ

جَزَتْ عَنْهُ شَاةٌ: اس کی طرف سے

ایک بکری کافی ہوگی۔ حدیث شریف میں

ہے: تَجْزِي عَنكَ وَلَا تَجْزِي عَنْ

أَحَدٍ بَعْدَكَ: تیری طرف سے قربانی

کے لئے ایک بکری تو کافی ہے لیکن تیرے

بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے

فصل کاٹنے اور کھجور اتارنے کا وقت۔

أَجْزُ الْبُرِّ وَالنَّخْلِ وَالغَنَمِ: گہووں

کاٹنے، کھجور اتارنے اور بھیروں کی اون

اتارنے کا وقت آگیا۔

الْجُزَاةُ: (جیم مضموم) چڑا کاٹنے یا

کترتے وقت جو چھوٹی کترنیں گر پڑتی

ہیں۔

ج ز ع - جَزَعَ الْوَادِي: اس نے

چوڑائی کی طرف سے وادی کو قطع کیا۔

اس کا باب قطع ہے۔

الْجِزْعُ: خَرِّ يَمَانِي كَوْبَعِي كَهْتِ هِيَ جَس

میں آنکھوں کی طرح سفید اور سیاہ رنگ ملا

ہوتا ہے۔

الْجِزْعُ: (جیم مکسور) وادی کا موڑ۔

الْجِزْعُ: بے چینی، بے صبری، وادیا۔ یہ

صبر کی ضد ہے۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔

جَزَعَ مِنَ الشَّيْءِ: وہ کسی چیز سے نالاں

ہوایا تنگ آگیا۔

أَجْزَعَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے

تنگ کیا۔

ج ز ف - الْجَزْفُ مُجَازَفَةٌ وَجَزَافًا:

بروزن الضَرْبُ: بغیر تولے تا پے چیز

لے لینا۔ فارسی (گزارف) سے مرع<sup>۱</sup>۔

ج ز ل - الْجَزَلُ: ایندھن کی لکڑیوں کا بڑا

قاری میں لاف و زراف بے سوچے سمجھے بات کرنے کو کہتے

ہیں۔ مرع ہو کر اس کا معنی بے تولے ہا پے چیز لینا یا دینا بن گیا۔

گی۔

بنو تميم اجزأت عنه شاة میں  
اجزأت کو ہوز بنا کر بولتے ہیں۔

تجازی دینے: اس نے اپنے قرض کا  
تقاضا کیا۔ اس کا اسم فاعل متجاز ہوگا  
یعنی تقاضا کرنے والا۔

الجزیة: جزیہ جو اہل ذمہ سے لیا جاتا  
ہے۔ اس کی جمع لخیة سے لحي کی طرح  
الجزی ہے۔

ج س د - الجسد: بدن، تن، دھڑ۔ جسم  
سے بطور فعل تجسد کی طرح تجسد  
بھی کہا جاتا ہے۔

الجسد: زعفران اور اس طرح کے  
رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اس قول خداوندی:  
عجلاً جسداً کے بارے میں کہا گیا  
ہے کہ یہ پتھر اسنہرے سرخ رنگ کا تھا۔

ج س ر - الجسور: (جیم کمور و مفتوح)  
پل جس پر سے دریا یا تالہ عبور کرتے ہیں۔  
اس کی جمع الجسور ہے۔

جسر علی کذا: اس نے یہ کام کرنے  
کی جسارت کی اس کا مضارع یجسور  
(سین مضموم) اور مصدر جسارة (جیم  
مفتوح) ہے۔

تجاسر کا معنی بھی جسارت کرنا ہے۔  
الجسور: (جیم مفتوح) پیش قدمی  
کرنے والا بہت جسارت مند۔

ج س س - جسئ بیدہ: اس نے اپنے  
ہاتھ سے چھوا۔ اس کا باب رد ہے۔  
اجتسئ کا بھی یہی معنی ہے۔

جس الاخباز وتجسها: اس نے  
خبروں کی سن گن لی یا تلاش کی۔ اسی سے  
لفظ جاسوس مشتق ہے۔

ج س م - ابو زید: - الجسوم: بدن،  
دھڑ، اسی طرح الجثمان اور  
الجثمان ہے۔ اصمعی نے کہا کہ:

الجسم والجثمان اور الجسد  
والجثمان کا معنی شخص ہے۔ اس نے  
مزید کہا کہ انسانی جسم کے (اعضاء کے)  
مجموعے کو بھی الجثمان کہتے ہیں جس  
طرح ذئب سے ذؤبان ہے۔

قد جسم الشيء: چیز بڑی ہوگئی یا  
بھاری ہوگئی۔ اس سے اسم فاعل جسمیم  
اور جسام ہوگا یعنی بھاری بھر کم۔  
(جسام کا جیم مضموم) اس کا باب ظرف  
ہے۔ جینیم کی جمع الجسام (جیم کمور)  
ہے۔

تجسم: جسم سے فعل بنا ہے بمعنی وہ تجسم  
بن گیا یا جیم بن گیا۔

جایم: شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

ج ش ا - تجشأ تجشوا: اور تجشأ  
تجشئة: ڈکار لینا۔ اس سے اسم الهمزة  
کی طرح الجشأة اور الجشاء (جیم مضموم)

جَشْمَةُ الأَمْرِ تَجْشِيمًا: کام نے اسے سخت مشقت میں ڈال دیا۔

أَجْشَمَةٌ: اسے تکلیف یا مشقت میں ڈال دیا۔

ج ش ن - الجَوْشَنُ: سینہ، اگلا حصہ۔ زرہ بکترو بھی الجَوْشَنُ کہتے ہیں۔

ج ص ص - الجِصُّ: (جیم مفتوح اور مکسور) گچ یا چونا سفیدی کرنا۔ یہ لفظ معرب ہے۔

الجِصَّاصُ: گچ یا چونا سفیدی کرنے والا۔ قلعی گر۔

جِصَّصَ دَارَهُ: اس نے اپنے گھر کی سفیدی کی۔

ج ظ ظ - الجِظُّ: (جیم مفتوح) موٹا

آدمی۔ حدیث شریف میں ہے: أَهْلُ النَّارِ كُلُّ حَظٍّ مُسْتَكْبِرٍ: ہر گراں تن موٹا (مغرور) اور متکبر انسان دوزخی ہے۔

ج ج ع - الجَجْجَعَةُ: چکی کی آواز۔ یہ مثل مشہور ہے کہ:

أَسْمَعُ جَجْجَعَةً وَلَا أَرَى طِطْحَنَا: (طام مکسور) میں چکی کے چلنے کی آواز کو سنتا ہوں، لیکن آٹا کہیں نظر نہیں آتا۔

ج ع د: بَالٌ مَهْتَمٌّ، جَعْدٌ بَرُوزَنٌ فَلَسٌ، الجَعُودَةُ: مہتمم یا بے بال ہونا۔

قَدْ جَعَدَ الشَّعْرُ: بال مہتمم یا بے ہو گئے۔ اس کا باب سہل ہے۔

اور الف مردود) بھی بنتا ہے بمعنی ڈکار۔ ج ش ر - مَالٌ جَشْرٌ: (جیم اور شین مفتوح) وہ مال (مویشی) جو اپنی چراگاہ میں چرتا ہو اور گھرنہ لوٹتا ہو۔

جَشْرٌ ذَوَابَةٌ: اس نے اپنے مویشی چراگاہ کی طرف نکالے اور (شام کو گھر) واپس نہیں لائے۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔ خَيْلٌ مَجْشَرَةٌ بِالسَّحْمِيِّ بَرُوزَنٌ مُضْمَرَةٌ: چراگاہ میں ہی رہ کر چرنے والے گھوڑے۔

ج ش ش - جَشَّ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو توڑا اور کوٹا۔ اس کا باب رَدْءٌ ہے۔

سَوَيْقٌ جَشِيشٌ: گیہوں وغیرہ سے تیار کردہ سٹو۔

جَشَّ البُرُّ وَأَجَشَهُ: اس نے گیہوں موٹے پیے۔ اسے جَشِيشٌ اور مَجْشُوشٌ کہتے ہیں۔

ج ش ع - الجَشْعُ: اس نے شدید حرص و طمع کیا یا ہاڑا کیا۔ اس کا باب طَوْبٌ ہے۔

تَجَشَّعَ كَمَا مَعْنَى يَمِيءُ يَمِيءُ ہے۔

ج ش م - جَشِمَ الأَمْرَ: اس نے مشقت اور تکلیف سے کام کیا۔ اس کا باب فِهْمٌ ہے۔

تَجَشَّمَةُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔

اجْتَعَلَ بھی جَعَلَ کا ہم معنی ہے۔

ج ف ا - الْجُفَاءُ: جماگ یا سیلاب سے سمندر یا دریا کے کنارے پڑا ہوا کوڑا کرکٹ۔ قول خداوندی ہے: فَيَذْهَبُ جُفَاءً: (جیم مضموم اور الف ممدود) یعنی تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔

جَفَا الْقِدْرَ: ہانڈی یا ہنڈیا کو لیزا کرنا اور اس سے سالن یا کوئی اور چیز اٹیلنا۔ اسے أَجْفَأُ اھا نہیں کہنا چاہئے۔ البتہ حدیث شریف: فَأَجْفَأُوا قُدُورَهُمْ بَهَا فِيهَا: (یعنی انہوں نے ہانڈیوں میں جو کچھ تھا اسے اٹیل دیا یا الٹ دیا، یا پلٹ دیا) میں جو أَجْفَأُوا آیا ہے تو یہ ایک غیر معروف لہجہ ہے۔

ج ف ر - الْجَفْرُ: چار ماہ کا بکری کا بچہ۔ جَفْرٌ جَنْبَاهُ: اس کے دونوں پہلو کشادہ ہو گئے۔ اور اپنی ماں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کی مؤنث جَفْرَةٌ ہے۔

ج ف ف - جَفَفَ: خشک ہونا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ: لَا تَفْسَلْ فِي غَنِيمَةٍ حَتَّى تُقَسِّمَ جُفَّةً أَى كُلِّهَا: مال غنیمت میں سے بطور بخشش کسی کو کچھ دینا جائز نہیں تا وقتیکہ (وہ شرعی قانون کے مطابق) سارے کا سارا تقسیم نہ کیا جائے۔ جَفَفَ الثَّوْبُ وَغَيْرُهُ يَجْفَفُ (جیم مسور) کپڑا خشک ہو گیا۔ اور جَفَفُوا کا بھی یہی

جَعَّدَهُ صَاحِبُهُ تَجْعِيدًا: اس کے ساتھی نے اس کے بال خوب گھنٹھکھریا لے بنا دیئے۔ (اس نے اسے بری طرح الجھا دیا)۔  
الْجَعْدُ: (مفرد لفظ) نخی۔

جَعَدُ الْيَدَيْنِ وَجَعَدُ الْأَنْسَامِلِ: بخیل۔ ممکن ہے مفرد لفظ بغیر يَدٌ کا صلہ لگائے کا معنی بھی بخیل ہو۔

ج ع س - الْجَعْسُ: گور، پاخانہ، لید، جگالی۔ یہ لفظ دخیل ہے۔ عرب اسے میم کے اضافے کے ساتھ جَعْمُوسٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پیٹ کے فضلات (پاخانہ) باہر نکال دیئے۔

ج ع ف ر - الْجَعْفَرُ: ندی، چھوٹی نہر۔ ج ع ل - جَعَلَ كَذَا: اس نے ایسا بنایا، یا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ مَجْعَلًا بَرُوزًا مَقْعَدًا، کا یہی معنی ہے۔ جَعَلَهُ نَبِيًّا: اس (اللہ) نے اسے نبی بنا دیا۔

جَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ إِنْسَانًا: انہوں (لوگوں) نے فرشتوں کو مؤنث کا نام دیا۔ الْجَعْلُ: (جیم مضموم) بناوٹ۔ انسان کے لئے فعلاً جو کچھ بنایا گیا۔ اسی طرح الْجِعَالَةُ: (جیم مسور) اور الْجَعِيلَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الْجَعْلُ: سیاہ بھوزا، یا گمریل۔

ج ف ا - الجَفَاءُ: (الف ممدود) جَفَاءٌ

نیکی کی ضد۔ بدی، بدسلوکی۔

قَدْ جَفَوْتُهُ، أَجْفُوهُ، جَفَاءً: میں نے اس کے ساتھ جفا کی، وہ مجھ کو ہوگا۔ اس کے بدلے جَفِيْتُهُ نہیں کہنا چاہئے۔

تَجَافَى جَنْبَهُ عَنِ الْفِرَاشِ: اس کا پہلو بستر سے الگ رہا۔ یعنی وہ بستر پر بے چین رہا یا پہلو بدلتا رہا۔

اسْتَجْفَأَهُ: اس نے اسے جفا کار سمجھایا شمار کیا۔

ج ق جرئی کلام میں جیم اور قاف کسی ایک ہی

لفظ میں اکٹھے نہیں آتے۔ اِلَّا يَهْ كَهْ كَسِي مَعْرَب لَفْظ مِيں آئیں يَا آواز كِي حكايت كے طور پر هوں مثلاً: الْجَوْدَقَةُ: روٹی اور الْجَوْمُوقُ: موزوں كے اوپر پہننے والا جوتا۔

جَرَامِقَةٌ: موصل ميں آباد ايک قوم جو اصلاً عجمي هیں۔

الْجَوْسُقُ: محل۔

جَلِيقُ: (لام مشددة جيم ولام مكسور) دمشق كا شهر۔

الْجَوَالِقُ: برتن۔ اس كِي جمع الْجَوَالِقُ (جيم مفتوح) اور الْجَوَالِيقُ بھي هے۔

ممكن هے كہ الْجَوَالِقَاتُ بھي اس كِي جمع هوں، اگر چه سيبويه سے جائز قرار نھيں ديتا۔

الْجُلَاهِقُ: غليل، اسی سے قَوْسُ

معنی ہے۔

يَجْفُ: (جيم مفتوح) اس كا ايک اور لھجہ ياتلفظ هے۔ اس كا ذكر ابو زيد نے كيا هے اور اسے الكسائي نے اپنے هال نقل كيا هے۔ جَفَفَهُ غَيْرُهُ: كسي اور نے اسے خوب خشك كر ديا۔

ج ف ل - جَفَلِي: اس نے جلدی کی۔ اس

كا باب جَلَسَ هے۔ الجافل، سر اسیر آدمی أَجْفَلُ الْقَوْمِ: قوم سر اسیر هوں كر جلدی سے بھاگ كھڑی هوئی۔

ج ف ن - الْجَفْنُ: پلک۔ جَفْنُ

الْعَيْنِ: آنکھ كِي پلک۔ الْجَفْنُ تلواری كِي ڈھال ياميان (نيام) كو بھي كہتے هیں۔

الْجَفْنَةُ: بڑا پیالہ۔ كاس، لگن۔ اس كِي جمع جَفَانٌ اور جَفَنَاتٌ (تمام حروف متحرك)

هے۔ لوگوں كا يه قول: وَعِنْدَ جَفْنَيْتِهِ الْعَجْبَرُ الْيَقِينُ: اور جَفْنَيْتِهِ كے پاس يقيني

نبر هے۔ ابن السكيت كا كهنا هے كہ حَفْنَيْتِهِ ايک شراب فروش (پير مغان) كا نام

هے۔ اسے جُهْنَيْتِهِ نھيں كهنا چاہئے۔ ابو عبید نے كتاب الاثقال ميں بيان كيا هے

كہ يه اصمعي كا قول هے (نہ كہ ابن السكيت كا)، هشام ابن كلبي كا كهنا هے كہ يه شخص

جُهْنَيْتِهِ هے (نہ كہ جَفْنَيْتِهِ) ابو عبید نے كہا كہ اس علم ميں ابن الكشي اصمعي سے بڑا

تھا۔

الجَلْبَابُ: چادر، اوڑھنی۔ اس کی جمع جَلَابِيْبُ ہے۔

الجَلْبُ اور الجَلْبِيَّةُ: (دونوں میں لام مفتوح) اور اس کا معنی ہے شور و غوغا اور آوازیں۔

ج ل د - الجَلْدُ (جیم اور لام مفتوح)۔

جلد کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ یہ رائے ابن الاعرابی کی ہے۔ اس کی مثال شَبَابٌ اور شَبَابٌ، مَثَلٌ اور مِثْلٌ ہے۔ ابن السکیت نے اس رائے کو ماننے سے انکار کیا ہے۔

جَلْدٌ جَزْوَةٌ تَجْلِيْدًا: اس نے اپنے قربانی کے جانوروں کی کھالیں اتاریں۔ یہ بکری کی کھال اتارنے کی طرح ہے۔ یہ کم ہی کہا جاتا ہے کہ سَلَخَ الْجَزْوَرُ: اس نے قربانی کے جانوروں کی کھال اتاری۔

جَلْدَةٌ: اس نے اسے کوڑے مارے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الجَلْدُ: مضبوطی (ج اور لام مفتوح) اور پختگی۔

الجَلَادَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ظَرَفٌ اور سَهْلٌ ہے۔

جَلْدٌ اور مَجْلُوْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم فاعل جَلْدٌ اور جَلِيْدٌ ہے۔

قَوْمٌ جَلْدٌ بَرْدٌ قُفْلٌ اور جُلْدَاءُ بَرْدٌ قُفْلَاءُ ور أَجْلَادٌ: بہادر اور سخت

الجَلَاهِقُ: غلیل کی کمان ماخوذ ہے۔

جَلْبَبٌ: بڑے دروازے کے (کواڑ) کھولنے اور بند کرنے کی آواز کا بیان کرتا۔

الْمَنْجَبِيُّ: وہ قتی مشین جس کے ذریعے پتھر دور پھینکے جاتے ہیں۔ یہ لفظ معرب ہے جس کی اصل فارسی لفظ 'من چہ نیک' ہے۔ یعنی میں کس قدر عمدہ ہوں۔ یہ لفظ مؤنث شمار ہوتا ہے اور اس کی جمع منجبیقات اور مَجَانِيْقُ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر مَجْنِيْبِيْقُ ہے۔

الجَوْفَةُ: لوگوں کی ایک جماعت۔

جُلَاهِقٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ل ب - جَلْبُ الْمَتَاعِ وغیرہ:

اس نے مال وغیرہ حاصل کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مضارع يَجْلِبُ اور مصدر جَلِبًا ہے اور یہ طَلَبٌ يَطْلُبُ کے وزن پر ہے۔

جَلَبَ الشَّيْءَ إِلَى نَفْسِهِ: اس نے چیز کو اپنی طرف کھینچا۔

اجْتَلَبَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

جَلَبَ عَلَى فَرَسِهِ يَجْلِبُ جَلْبًا بَرْدٌ يَطْلِبُ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح أَجْلَبَ عَلَيْهِ وَأَجْلَبُوا كَأَبِي يَبِي معنی ہے۔

جَلَبَ عَلَى فَرَسِهِ يَجْلِبُ جَلْبًا بَرْدٌ يَطْلِبُ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح أَجْلَبَ عَلَيْهِ وَأَجْلَبُوا كَأَبِي يَبِي معنی ہے۔

جَلَبَ عَلَى فَرَسِهِ يَجْلِبُ جَلْبًا بَرْدٌ يَطْلِبُ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح أَجْلَبَ عَلَيْهِ وَأَجْلَبُوا كَأَبِي يَبِي معنی ہے۔

جَلَبَ عَلَى فَرَسِهِ يَجْلِبُ جَلْبًا بَرْدٌ يَطْلِبُ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح أَجْلَبَ عَلَيْهِ وَأَجْلَبُوا كَأَبِي يَبِي معنی ہے۔

جَلَبَ عَلَى فَرَسِهِ يَجْلِبُ جَلْبًا بَرْدٌ يَطْلِبُ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح أَجْلَبَ عَلَيْهِ وَأَجْلَبُوا كَأَبِي يَبِي معنی ہے۔



ہے کہ: مَسَالَةٌ دِقٌّ وَلَا جِلٌّ: یعنی اس کے لئے نہ باریک ہے نہ موٹا۔

جَلَالُ اللَّهِ: اللہ کی عظمت۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ: فَعَلَّتُهُ مِنْ جَلَالِكَ: میں نے یہ تیری خاطر کیا۔

الْجَلَالَةُ: وہ گائے جو نجاست کے پیچھے پھرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى عَنْ لَحْمِ الْجَلَالَةِ: نبی اکرم ﷺ نے جلالہ گائے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

الجليل: عظیم، عظمت والا۔  
الجلجل: اس کی جمع جلالجل ہے۔ اور معنی ہے پھرتیلا، تیز طرار۔

الْجَلْبَجَةُ: گھن گرج، غلغہ۔ تَجَلَّجَلٌ فِي الْأَرْضِ: وہ زمین میں دھنس گیا اور داخل ہوگا یا دب گیا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنْ قَارُونَ خَرَجَ عَلَيَّ قَوْمِهِ يَتَبَخَّرُوا فِي حَلَّةٍ فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ فَهَوِيَ يَتَجَلَّجَلُ فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: بے شک قارون لباس فاخرہ پہن کر اپنی قوم میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے قارون کو پکڑ لیا یا دبوچ لیا تو وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

جَلُّ الْبَعْرِ: اس نے ہیکلیاں چن لیں۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ اسی سے نجاست

جان قوم۔

التَّجَلَّدُ: مضبوطی اور سخت جانی کا تکلف یا تھنق۔

الجلید الضرب اور السقیط سے مراد آسمان سے اترنے کے بعد زمین پر جم جانے والی برف ہے۔ (جم جلاولی پہلی برف کو الفلج کہتے ہیں، مترجم)۔

ج ل س - جَلَسَ يَجْلِسُ: (لام کسور)۔ بیٹھنے کی جگہ۔ بیشک۔ اگر لام مفتوح ہو تو پھر یہ مصدر ہوگا۔

رَجُلٌ جُلَسَةٌ بَرِّزْنَ هُمَزَةٌ: بہت دیر بیٹھنے والا شخص۔

الجلسَةُ: (جیم کسور) بیٹھنے والے کی حالت جلوس یا انداز نشست۔

جَالَسَتْهُ: اس نے اس کے ساتھ بیشک یا مجلس کی تو وہ اس کا جلس یا جلس یعنی ہم نشین ہوگا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح خِدْنَةٌ اور خِدْيَةٌ کہتے ہیں۔

تَجَالَسُوا فِي الْمَجَالِسِ: وہ مجلسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے۔

ج ل ف: لوگوں کا یہ کہنا کہ اِعْرَابِيٌّ جِلْفٌ: خشک اور اکڑ بدو۔

جَلِيقٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ل ل - الْجُلُّ: چوپایہ، اس کا واحد جلال ہے۔ اور جلال کی جمع اجللة ہے۔

جُلُّ الشَّيْبِ: چیز کا زیادہ حصہ۔ محاورہ

اصل ضرور رہی ہے۔

جَلْمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ل م ہ۔

ج ل ا - الجَلْبِيُّ: اخفی کی ضد ہے۔

نمایاں، بڑا، بھاری۔

الجَلْبِيَّةُ: یعنی خبر یا اطلاع۔

أُسْتُعْمِلَ فَلَانٌ عَلَى الْجَالِيَّةِ: فلاں

آدمی کو ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے پر

حاکم مقرر کیا گیا۔

الجَلَاءُ: (جیم مفتوح اور الف ممدود) بڑا

کام یا معاملہ۔ اسی سے کہا جاتا ہے کہ

جَلَالِي الْخَبَرُ يَحْلُو جَلَاءً: مجھ

پر بات واضح ہوگئی۔

الجَلَاءُ: کا معنی جلا وطنی بھی ہے۔

جَلَوْا عَنْ أَوْطَانِهِمْ: انہیں اپنے وطنوں

سے دوسروں نے نکال دیا۔ یہ فعل متعدی

بھی ہے اور لازم بھی۔ اور ان کا باب بھی

ان دونوں سے پہلے والا کلمہ کا باب ہے۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ أُجْلُوا عَنِ الْبَلَدِ

واجلاهم غیر ہم: وہ جلا وطن ہو گئے

اور کسی اور نے انہیں جلا وطن کر دیا۔ یہ فعل

بھی متعدی اور لازم دونوں ہے۔ أُجْلُوا

عَنِ الْقَيْلِ لِغَيْرٍ: وہ فقط مقتول کو چھوڑ

کرا لگ ہو گئے یا بھاگ گئے۔

جَلَا: اس نے بات واضح کی اور ظاہر کی۔

جَلَا بَصْرَةَ بِالْكُحْلِ: اس نے سرمہ

سے آنکھ کو روشن کیا۔ اس کا باب عاد

کھانے والے چوپائے کا نام الْجَلَالَةُ پڑا

ہے۔

جَلُّ فُلَانٌ يَجِلُّ (جیم مسور) جَلَالَةٌ:

فلاں شخص کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

جَلِيلٌ: قدر و منزلت والا آدمی۔

أَجَلُهُ فِي الْمَرْتَبَةِ: وہ مرتبہ میں بڑا

ہو گیا۔

تَجَلِيلُ الْفَرَسِ: گھوڑے کو جمول پہنانا۔

ج ل م - الْجَلْمُ: کات، وہ مخصوص تینچی

جس سے اون اتاری جاتی ہے۔ اس تینچی کو

جَلْمَانُ کہتے ہیں۔ (کیونکہ یہ بھی

جوڑے کی شکل میں ہوتی ہے)

ج ل م د - الْجَلْمَدُ: (جیم مفتوح) اور

الْجَلْمُودُ: چٹان۔

جَلْبِقٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ل م ہ: ابوسفیان کی روایت کردہ حدیث

میں ہے کہ: مَا كَذَبْتُ تَأْذُنَ لِي حَتَّى

تَأْذُنَ لِحِجَارَةِ الْجُلْهُمَيْنِ: آپ

مجھے تب تک اجازت دینے والے نہ تھے

جب تک کہ جُلْهُمَيْنِ کے پتھروں تک کو

اجازت نہ دیتے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس

سے مراد وادی جُلْهُمَةَ کے دونوں

کنارے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں

نے اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری

حدیث میں لفظ الْجُلْهُمَةَ نہیں سنا۔ اور

یہ لفظ جہاں کہیں آیا، اس کی کوئی نہ کوئی

کہ وہ بدک رہے ہوں یا بدکتے ہوئے)۔  
**ج م د** - الْجَمْدُ: بروزن الفلُس: پانی جو جم گیا ہو۔ یہ ذُؤْب بمعنی پگھلنا کی ضد ہے۔ اس کا مصدر بھی اسی نام سے ہے۔  
 الْجَمْدُ: (جیم اور میم مفتوح) جامد کی جمع، جس طرح خادِم کی جمع خَدَم ہے۔  
 جَمَدُ الْمَاءِ: پانی جم گیا یا ٹھہر گیا۔ اس کا باب نَصْرًا اور دَخَلَ ہے۔

جَمَادَى الْاُولَى وَجَمَادَى الْاٰخِرَةُ:  
 (دونوں میں دال مفتوح) دو اسلامی مہینے۔  
**ج م ر** - الْجَمْرُ: جَمْرَةٌ کی جمع بمعنی چنگاری۔

الجمرة، جمرات کا واحد کا صیغہ۔  
 جمرات، حج کے دوران تین مقامات کا نام ہے جہاں کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔  
 الْمَجْمَرَةُ: (میم مکسور)، اس کی جمع المَجَامِرُ ہے بمعنی انگیٹھی۔ اسی طرح الْمُجْمَرَةُ (میم مضموم و مکسور) میم مکسور والا لفظ انگیٹھی کو کہتے ہیں اور میم مضموم لفظ جس کے لئے چنگاری تیار کی جائے۔

میرا کہنا ہے کہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ چنگاری رکھنے کے لئے جو برتن تیار کیا جائے وہ مُجْمَر (میم مضموم) ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ أَجْمَرَتِ النَّارُ مُجْمَرًا (میم مضموم) میں نے انگیٹھی کے لئے آگ سلگائی۔

ہے۔  
 جِلَاءٌ: (جیم مکسور اور الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔  
 جَلَاهُمُ عَنْهُ: اس نے اپنا یا اس کا غم اور دکھ دور کیا۔  
 جَلَا السَّيْفُ: اس نے تلوار کو مہل کیا۔  
 يَجْلُو جِلَاءً: (دونوں جِلَاءٌ میں جیم مکسور اور الف ممدود ہے)۔

جَلَا الْعُرُوسَ يَجْلُوهَا جِلَاءً اور جِلْوَةٌ بھی۔ (جیم مکسور) اور اجْتَلَاهَا مَجْلُوةً: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے دلہن کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔

الجلَاءُ: سرمہ کو بھی کہتے ہیں۔  
 جَلَّى السَّيْفُ تَجْلِيَةً: اس نے تلوار سونت لی۔

تَجَلَّى الشَّيْبُ: چیز ظاہر ہو گئی۔  
 اِنجَلَى عَنْهُ الْهَمُّ: اس سے غم اور دکھ دور ہو گیا، یا چھٹ گیا۔

**ج م ح** - جَمَحَ الْفَرَسُ: گھوڑا بدکا، سوار کو گرایا اور اس پر غالب آ گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اور مصدر جِمَاخًا (جیم مکسور)۔

فَرَسٌ جَمُوحٌ: (جیم مفتوح) منزدور گھوڑا۔  
 جَمَحَ: تیز دوڑا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَهُمْ يَجْمَحُونَ: (اس حال میں

(یاء مقصور) اونٹنی تیز دوڑتی ہے۔ اسی طرح الفرس (یَعْدُو الْجَمْزَى): گھوڑا بھی تیز دوڑتا ہے۔ الْجَمْزُ بَرُوزَانُ الْغَلِيقِ: انجیر سے مشابہ (پھل)۔

ج م س - الْجَامُوسُ: اس کی جمع الْجَوَامِيسُ سے بمعنی بھینس فارسی سے معرب ہے۔ (ممکن ہے فارسی میں اصل لفظ گاؤمیش ہو، مترجم)۔

ج م ش - الْجَمِيشُ: بے آب و گیاہ جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: بِغَيْبِ الْجَمِيشِ: بے آب و گیاہ اور بے سبزہ زمین<sup>۱</sup>۔

ج م ع - جَمَعَ الشَّيْءُ الْمُتَفَرِّقَ فَاَجْتَمَعَ: اس نے بکھری چیز کو اکٹھا کیا تو وہ اکٹھی ہوئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ تَجَمَّعَ الْقَوْمُ: ادھر ادھر سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔

الْجَمْعُ: لوگوں کی ایک جماعت، يُجْمَعُ عَلَى جُمُوعٍ: گروہوں کی شکل میں جمع ہوتے ہیں۔

الْمَجْمِعُ: جمع ہونے کی جگہ (میم ثانی مفتوح و مکسور)۔

الْجَمَّازُ: (جیم مضموم اور میم مشدّد) درخت خُرماکا چربی نما گوند۔

جَمْرَ النَّخْلِ: اس نے کھجور کے درخت کا گوند اتار لیا۔

جَمْرَ شَعْرَةَ: اس نے اپنے بالوں کی پیچھے سے چٹیا کی اور بالوں کو کھلانہیں چھوڑا۔ حدیث شریف میں ہے: الضَّافِرُ وَالْمَلْبَدُ وَالْمُجَهَّرُ عَلَيْهِمُ الْحَلْقُ: بالوں کی ٹیس بنانے والے اور بال تہ بہ تہ جما کر رکھنے والے اور بالوں کی چٹیا بنانے والے، سب پر (حج کے دوران) حلق ضروری ہے۔

الْاِسْتِجْمَارُ: کنکروں یا پتھروں سے استنجاء کرنا۔

ج م ز - الْجَمْزُ: گھوڑے کی چال کی ایک قسم، دُکلی چال جو عَسَقُ (یعنی گردن اٹھا کر تیز چلنے) سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

الْجَمَّازُ: (جیم مفتوح اور میم مشدّد) الْبَعِيرُ: سواری کا وہ اونٹ جس پر مُجَمَّزٌ سوار ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ دیوان میں الْجَمَّازَةُ: وہ اونٹنی ہے جس پر تیز رفتار سوار ہو لیکن اس میں الْجَمَّازُ کا ذکر نہیں ہے۔

جَمَّازٌ جَمْزَى: (یاء مقصور) یعنی تیز رفتار گدھا۔ نِزَالُ السَّاقَةِ تَعْدُو الْجَمْزَى:

<sup>۱</sup> متن حدیث یہ ہے:

اِنَّ لِقَبِيْهَا نَعْمَةً نَعْمَلُ شَفْرَةَ وَزَنَادًا بِغَيْبِ الْجَمِيشِ فَلَا تَهْجَهَا.

اپنے شریک کو دعوت دو یا بلاؤ کیونکہ ان معنوں میں اَجْمَعُ شرکاً کاؤہ: یعنی اس نے شریک یا ساتھی اکٹھے کئے، نہیں کہا جاسکتا بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ جَمَعَ (شرکاً کاؤہ) اس نے اپنے ساتھی اکٹھے کئے۔

المَجْمُوعُ: ادھر ادھر سے اکٹھے کئے ہوئے لوگ اگرچہ وہ اکٹھے ہو کر ایک نہ بھی بنے ہوں۔

اَسْتَجْمَعُ السَّيْلُ: ہر چیز سے سیلاب اکٹھا ہو گیا۔ مؤنث کی تاکید کے لئے

جَمَعَاءُ کی جمع جَمَعٌ بھی ہے مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ رَايْتُ النِّسْوَةَ جَمَعًا:

میں نے عورتوں کو اکٹھے دیکھا۔ یہ غیر منصرف ہوگا اور الف لام کے بغیر ہی معرفہ

ہوگا۔ تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لئے یہ طریق کار اختیار کرنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا

تاکید پیدا کرتا ہے۔ اَخَذَ حَقَّهُ: اس نے اپنا حق پورا پورا وصول کیا۔ یہ لفظ تاکید کیلئے

مذکورہ مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے اور یہ تاکید محض ہے۔ اِسِي اَجْمَعُونَ اور جَمَعَاءُ،

اَجْمَعُ اَكْتَعُونَ، اَبْتَعُونَ، اور اَبْصَعُونَ کے کلمات اپنے مقابل

کی متابعت نہیں بلکہ تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ کلمات نہ تو مبتداء بنتے ہیں

اور نہ خبر اور نہ فاعل بنتے ہیں نہ مفعول جب کہ دوسرے حروف تاکید بھی تو اسم واقع ہوتے ہیں اور کبھی تاکید مثلاً: نَفْسِي،

الجَمْعُ کا معنی ردی قسم کے کھجور بھی ہے۔ اور جَمْعٌ: مُزْدَلِفَةٌ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔

جَمْعُ الكَفِّ: مُكَا، مُطْخِي (جیم مضموم) جب کوئی مٹھی بھیج لے یا مُكَا کس لے۔ کہا

جاتا ہے کہ: صَرَبَهُ يَجْمَعُ كَفَّهُ: اس نے کس کر مُكَا مارا۔

يَوْمُ الْجُمُعَةِ: (میم ساکن اور مضموم) جمعہ کا دن۔ اسکی جمع جُمُعَاتٍ اور جَمْعٌ بنتی ہے۔

المسجد الجامع: جامع مسجد۔ اسے اضافت دے کر مسجد الجامع بھی جامع مسجد کے معنوں میں کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح

حَقُّ اليَقِينِ اور الحَقُّ اليَقِينِ کو حَقُّ الشَّيْءِ اليَقِينِ کے معنوں میں کہہ سکتے

ہیں، کیونکہ یہ مفہوم مقدر مانے بغیر کسی چیز کی اپنی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔

الْفَرَاءُ کا کہنا ہے کہ عرب کسی چیز کی اضافت اس چیز کی طرف دو لفظوں کے اختلاف کی

وجہ سے کرتے ہیں۔

اَجْمَعُ الامرَ: اس نے پختہ ارادہ کر لیا۔ اور الامرُ مُجْمَعٌ: بات طے ہے۔ ان

ہی معنوں میں بطور امر اَجْمَعُ امرُك: اپنی بات پکی کر، یا بات پر ثابت قدم رہ۔

ولا تَدْعُهُ مُنْتَشِرًا: اور اسے پراگندہ یا بکھرا ہوا نہ چھوڑ۔ قول خداوندی ہے:

فَاَجْمِعُوا امرُكُمْ وُشْرَكَاءُكُمْ: یعنی

میرا کہنا ہے کہ ان دو لفظوں میں سے ایک قول خداوندی: اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ میں آیا ہے۔ جَمَاعُ الشَّيْءِ (جیم مکسور) کسی چیز کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے: جَمَاعُ الْخِبَاءِ: خیمے، خیموں کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے کہ الخمرُ جَمَاعُ الاثمِ: یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔ جَمْعُ الْقَوْمِ تَجْمِيعًا: لوگ جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہوئے اور جمعہ کی نماز ادا کی۔

جَمْعٌ فُلَانٌ اَيْضًا مَا لَدُوْدَهُ: فلاں شخص نے بھی خوب مال جمع کیا اور اسے گنتا رہا۔

جَامَعَةٌ: اس نے کسی بات پر اتفاق کیا، یا اس کے ساتھ ہولیا۔

ج م ل - الْجَمَلُ: زاونٹ، اس کی جمع جَمَالٌ، اُجْمَالٌ، جَمَالَاتٌ اور جَمَائِلٌ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ رُ اونٹوں کو بالخصوص جَمَالَةٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن کی آیت: كَانَهُ جَمَالٌ صُفْرًا پڑھا گیا ہے۔

الْجَمَالَةُ: اونٹوں والا، اسی طرح الْخَيْالَةُ: گھوڑوں والا اور الْحَمَارَةُ: گدھوں والا۔

الْجَمَالُ: حسن خوبصورتی۔

قَدْ جَمَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے بناؤ

عَيْنِهِ اور كَلَبَهُ - اُجْمَعُونَ، جَمْعٌ، اُجْمَعٌ اور اُجْمَعٌ سارے کلمات جمع کے معنوں میں ہم معنی ہیں۔ اس کا لفظ کوئی واحد کا صیغہ نہیں ہے<sup>۱</sup>۔ اس کی مؤنث جَمْعَاءُ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جمعاء کو 'ا' ت لگا کر جمع بناتے جس طرح اُجْمَعٌ کو 'و' ن بڑھا کر اُجْمَعُونَ بناتے ہیں۔ لیکن مؤنث کے لئے انہوں نے جمعاء کی جمع جَمْعٌ بنایا ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جَاءَ الْقَوْمُ بِاُجْمَعِيهِمْ (میم مفتوح اور مضموم) یعنی قوم ساری کی ساری آگئی۔ اسی طرح یوں بھی کہتے ہیں: جَاءَ الْقَوْمُ بِاُكْلِيهِمْ (کَلَبٌ کی جمع) یعنی قوم اپنے کتوں سمیت (ساری کی ساری) آگئی۔ جَمِيعٌ کے لفظ سے بھی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ جَاءُوا جَمِيعُهُمْ: یعنی وہ سب کے سب آگئے۔ جَمِيعٌ متفرق کی ضد ہے۔

میرا کہنا ہے کہ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: جَمِيعًا اَوْ اَشْتَاتًا: یعنی یکجا یا الگ الگ۔

الجمع: فوج۔

الجمع: قبیلہ، سوسائٹی۔

۱ واحد کے صیغہ کے لئے لوحده یا المفردہ وغیرہ آتا ہے۔  
بمعنی اکلیا، تنہا وغیرہ۔ (مترجم)

جَمَلَةٌ تَجْمِيلًا: اس نے اس کی آرائش کی یا خوبصورت بنایا۔

التَّجْمُلُ: خوبصورت ہونے کا تکلف کرنا یا مصنوعی اظہار کرنا۔ تَجْمَلُ کے معنی یہ بھی ہیں کہ اس نے جمیل یعنی کچھلی ہوئی چربی کھائی۔ کسی عورت نے اپنی بیٹی سے کہا کہ تَجْمَلِي وَتَعَفَّفِي: یعنی چربی کھاؤ اور تھنوں میں بچا ہوا دودھ پیو۔

ج م م - جَمَّ المَالُ وَغَيْرُهُ: مال وغیرہ زیادہ ہونا۔ اس کا مضارع يَجْمُمُ (جیم مضموم اور مکسور دونوں) اور اس کا مصدر جموم ہے یعنی مال کی افراط۔ قول خداوندی ہے: وَتُجْبُونَ المَالَ حُبًّا جَمًّا: یعنی تم مال سے بے پناہ محبت کرتے ہو۔

الجُمَّةُ: بالوں کا جوڑا۔

الجَمَامُ: (جیم مفتوح) ہتھیلی۔ کہا جاتا ہے کہ جَمَّ الفَرَسُ (اس کا مضارع يَجْمُمُ اور يَجْمُمُ اور مصدر جمام ہے) یعنی گھوڑے کی تھکاوٹ یا کسل مندی دور ہوگئی۔

جَمَّ: (فعل مجہول) یعنی گھوڑے پر سواری کرنا چھوڑ دیا گیا۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ أَجَمَّ نَفْسُكَ يَوْمًا او يَوْمَيْنِ: اپنے نفس کو دن دو دن کے لئے تھامے رکھ یعنی صبر کر۔

سنگار کیا۔

(جَمَلٌ کی ميم مضموم ہے) اسی سے جمیل مشتق ہے یعنی حسین اور خوب صورت مرد۔ اور الْجَمِيلَةُ خوبصورت عورت۔ اور جَمَلَاءُ بھی خوبصورت عورت۔ اس میں جیم مفتوح اور آخری الف ممدود ہے۔

الجُمَّلَةُ: فقرہ۔ اس کی جمع جُمَّلٌ ہے بمعنی فقرے، جملے۔ أَجْمَلُ الحِسَابِ: اس نے حساب کو اجمالاً بیان کیا۔

أَجْمَلَ الصَّيْفَةَ عِنْدَ فُلَانٍ: اس نے فلاں کے ہاں حسن سلوک کی تعریف کی۔

أَجْمَلَ فِي صَنِيعِهِ: اس نے اپنے سلوک میں نہایت بہتری کی۔

أَجْمَلَ القَوْمُ: قوم کے پاس اونٹوں کی کثرت ہوگئی۔

المُجَامَلَةُ: اچھی طرح سے معاملہ کرنا۔ چالوسی کرنا۔

حَسَابُ الجُمَّلِ: (ميم مشدّد) جُمَّل نظام حساب۔

الجُمَّلُ: کشتی کی رسی کو بھی کہتے ہیں جس کا دوسرا نام القَلَسُ ہے۔ یہ رسیوں کا مجموعہ یعنی موٹا رسا ہوتا ہے۔ اسی کی رعایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کی آیت کو ”حَتَّى يَلِجَ الجُمَّلُ فِي سَمِّ الحَيَاطِ“ پڑھا ہے۔

مطلب ہے یعنی وہ اس کے پہلو میں بیٹھا۔  
الْجَنْبُ، الْجَانِبُ اور الْجَنْبَةُ: تینوں کا  
معنی جانب اور طرف ہے۔

الصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ: مسافر۔

الْجَارُ الْجَنْبُ: اجنبی ہمسایہ یعنی دوسری  
قوم سے تعلق رکھنے والا پڑوسی۔

جَانِبُهُ، تَجَانِبُهُ اور اجْتَنِبُهُ: سب کا ایک  
ہی مطلب ہے۔

رَجُلٌ أَجْنَبِيٌّ وَأَجْنَبٌ وَجُنُبٌ اور  
جَانِبٌ: سب کا معنی اجنبی شخص ہے۔

جَنْبُهُ الشَّيْءُ: (نَصْرَبَابِ مَعِ)  
وَجَنْبُهُ الشَّيْءُ تَجَنَّبْنَا: کا ایک ہی

مطلب ہے یعنی اس نے کسی چیز کو اس سے  
دور ہٹایا۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں آیا

ہے: وَأَجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ  
الْأَصْنَامَ: یعنی مجھے اور میری اولاد کو

بت پرستی سے ڈور رکھ۔

الْجَنَابُ: (جیم مفتوح) صحن اور لوگوں کی  
آبادی سے قریب کی جگہ۔

الْجَنِيْبُ: مسافر، اجنبی۔ اس کا باب  
ظَرْفٌ ہے۔

رَجُلٌ جُنُبٌ: جُنُبٌ شخص۔ جسے جنابت  
کے باعث غسل کی ضرورت ہو۔ یہ لفظ

مفرد، جمع اور (مذکر و مؤنث) سب صیغوں  
کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع کی صورت

میں شاید أَجْنَابٌ اور جُنُبُونَ بھی مستعمل

الْجَمَاءُ الْغَفِيرُ: لوگوں کی بے پناہ بھیڑ  
یا ہجوم (اردو میں بھی تخم غیر مستعمل ہے)

غَفِيرٌ کا ذکر 'غ ف ر' کے مادے کی ذیل  
میں ہے۔

شَاةٌ جَمَاءٌ: ایسی بکری جس کے سینگ نہ  
ہوں۔ یوں کہا جاتا ہے لَا سْتَجِمُ قَلْبِي

شَيْئٌ مِنَ اللَّهِوِ لِأَقْوَى بِهِ عَلَى  
الْحَقِّ: یعنی میں اپنے دل کو قدرے تفریح

اور کھیل کو دے سے بہلاؤں گا تاکہ حق کے  
لئے مضبوط ہو۔

جَمَجَمَ الرَّجُلُ: آدمی ہکھلایا، اور اپنی  
بات واضح نہ کر سکا۔

الْجُمُجْمَةُ: لکڑی کا پیالہ۔  
الْجُمُجْمَةُ: سڑکی کھوپڑی جس کے اندر

دماغ ہوتا ہے۔

الْجَمِيمُ: وہ پودا جو کسی قدر بڑا ہو گیا ہو  
لیکن ابھی وہ پورے مکمل قد کا نہ ہوا ہو۔

ج م ن - الْجَمَانَةُ: دانہ جو موتی کی طرح  
چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع

جَمَانٌ ہے۔

ج م ه ر: موسى بن طلحة کی حدیث میں  
جَمَهُرٌ وَأَقْبَرَةٌ آیا ہے یعنی اس کی قبر پر

مٹی ڈال دو لیکن لپ نہ کرو۔

جَمَهُورُ النَّاسِ: ہجوم۔ عام لوگ۔  
ج ن ب - الْجَنْبُ: پہلو، قَعْدَةُ إِلَى

جَنْبِهِ وَالِى جَانِبِهِ: دونوں کا ایک ہی



جمع الجنائز ہے۔ عام لوگ جمیم کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی تختہ پر لٹائی ہوئی میت ہے۔ اگر اس تختے پر میت نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے سَرِیو یا نعش کہتے ہیں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ جو معنی ن ع ش کے ذیل میں دیا گیا ہے وہ اس تفسیر و تشریح کے خلاف ہے۔

ج ن س - الجنس: چیز کی قسم یہ لفظ 'نوع' سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسی سے المُجَانَسَةُ اور التَّجْنِيسُ کے کلمات مشتق ہیں۔ الاصمعی کا قول ہے کہ عوام کا ان معنوں میں مستعمل لفظ مُجَانَسٌ دخیل کلمہ ہے۔

ج ن ف - الجَنَفُ: جھکاؤ۔

قَدْ جَنَفَ: وہ جھک گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا۔

تَجَانَفَ لِأَثَمٍ: وہ گناہ کی طرف مائل ہوا۔ ج ن ن - جَنَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ: جَنَّهُ اللَّيْلُ يَجْنُهُ (جمیم مضموم) اس پر رات چھا گئی۔ جُنُونًا: (مصدر) چھا جانا اور أَجْنَهُ بھی اسی کا ہم معنی ہے۔

الْجِنُّ: انس کی مقابل (ناری) مخلوق۔ اس کا واحد جِنٌّ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مخلوق کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس

ہے۔ ظَرْفُ کے وزن پر اس سے أَجْنَبٌ اور جَنْبٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ الْجُنُوبُ: شمال کی مخالف سمت سے آنے والی ہوا۔

ج ن ح - جَنَحَ: ٹھکا۔ اس کا باب خَضَعَ اور دَخَلَ ہے۔ جُنُوحُ اللَّيْلِ: رات کی آمد۔

الْجَوَانِحُ: پسلیاں، جو ہنسلوں کے نیچے ہوتی ہیں۔ اور ہنسل وہ ہڈی ہوتی ہے جو سینے کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ جس طرح پسلی جو پیٹھ کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ جانحة ہے۔

جَنَاحُ الطَّائِرِ: پرندے کا پر۔ اس کی جمع أَجْنِحَةٌ ہے۔ اور الْجِنَاحُ (جمیم مضموم) ہے۔ کا معنی گناہ اور حرج ہے۔

جُنُوحُ اللَّيْلِ: (جمیم مضموم و کمسور دونوں) رات کا حصہ۔

ج ن د - الْجُنْدُ: مددگار، اور حمایتی۔ فُلَانٌ جُنْدٌ الْجُنُودُ: فلاں آدمی نے حمایتی تیار کئے یا لشکر تیار کئے۔ اس کا مصدر تَجَنَّدَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ: روہیں تربیت یافتہ فوج ہوتی ہیں۔

جُنْدَبٌ: دیکھے بذیل ج د ب۔ جُنْدَلٌ: دیکھے بذیل ج د ل۔

ج ن ز - الْجِنَازَةُ: (جمیم کمسور)۔ اس کی

عرب نخلستان کو جَنَّة کہتے ہیں۔

الجَنَان: (جیم مفتوح) دل۔

الجِنَّة: جن، غیر مرئی مخلوق۔ قول

خداوندی ہے: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِينَ. الجِنَّة کا معنی جنوں اور پاگل

پن بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: أُمَّ بَسَّ

جِنَّة: یا اسے جن چٹا ہوا ہے۔ اسم اور

مصدر دونوں اسی شکل میں ہیں۔

الجَانُّ: ابوالجن، جن والہ۔

الجَانُّ: سفید سانپ کو بھی کہتے ہیں۔

تَجَنَّنَ، تَجَانَنَ اور تَجَانَّ: اس نے

اپنے آپ کو پاگل ظاہر کیا۔

أَرْضٌ مَّجْنُونَةٌ: آسیب زدہ زمین۔

الإجْتِنَانُ: چھپنا۔

المنجنون: رہٹ جس سے آپاشی کی

جاتی ہے۔ المنجنین بھی کہتے ہیں۔ اور

یہ مؤنث ہے۔

ج ن ی - جَنَى الثَّمَرَةَ: پھل چٹنا۔ اس

کا باب رمی ہے۔

اجتناها: اس نے گری پڑی چیز اٹھالی،

گری پڑی چیز پانا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان اور الصحاح کے

بعض نسخوں میں جَنَى الثَّمَرَةَ جَنَى:

اس نے خوب پھل چٹنا، یا اس نے درخت

کو خوب جھاڑا۔

الجَنَى: درخت کا پھل۔ کہا جاتا ہے

سے پرہیز کیا جاتا ہے یعنی اس سے دور رہا

جاتا ہے۔ اور یہ مخلوق نظر نہیں آتی۔

جُنَّ الرَّجُلُ: (جنونا) آدمی پاگل

ہو گیا۔ أَجَنَّهُ اللَّهُ: اللہ اسے پاگل کر

دے۔ اس سے اسم مفعول مجنون ہے۔ ان

معنوں میں مُجَنَّ کہنا درست نہیں۔ لوگوں

کا مجنون کے بارے میں مَا أَجَنَّهُ کہنا

شاذ ہے۔ کیونکہ مضروب کے لئے فعل مَا

أَضْرَبَهُ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی فسی

المسلول کے لئے مَا اسلَّهُ کہا جاتا

ہے۔ لہذا اس کا ان پر قیاس نہیں ہو سکتا۔

أَجَنَّ الشَّيْءُ فِى صَدْرِهِ: اس نے

اپنے سینے میں کوئی بات چھپائی۔

أَجَنَّتِ الْمَرْأَةُ وَلَدًا: عورت کے

پیٹ میں بیٹا ہے۔

الْبَجِينُ: شکم مادر میں بچہ اس کی جمع

اجنۃ ہے۔

الْجِنَّةُ: (جیم مضموم) چھپا کر رکھا ہوا

تھیار۔

الجُنُّ: سُتْرَه، نماز کے وقت سجدے کی

جگہ پر بنائی ہوئی آڑ۔ اس کی جمع جُنُنٌ

ہے۔

اسْتَجَنُّ: اس نے سترہ بنایا۔

المِجَنُّ: ڈھال، اس کی جمع مَجَانٌ (میم

مفتوح) ہے۔

الجِنَّةُ: باغ، اس کی جمع جَنَاتٌ ہے۔

التَّجَاهِدُ ہے جس کا معنی مقدور بھر  
کوشش کرتا ہے۔

ج ۵ ر - رَأَاهُ جَهْرَةً: اس نے اسے کھلے  
بندوں دیکھا۔

كَلَّمَهُ جَهْرَةً: اس نے اس سے کھلے  
بندوں بات کی۔ انخس نے کہا کہ قول  
خداوندی: حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً  
کا معنی ہے: تا آنکہ ہم اللہ تعالیٰ کو کھلے  
بندوں نہ دیکھیں جس سے ہمارے اور اس  
کے درمیان حائل پردہ ہٹ جائے۔

الْأَجْهَرُ: وہ شخص جسے سورج کی روشنی میں  
نظر نہ آتا ہو۔

جَهَرَ بِالْقَوْلِ: اس نے بات بلند آواز  
میں کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ جَهْوَرًا  
بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ جَهْوَرِيٌّ: بلند آواز آدمی۔

جَهِيرُ الصَّوْتِ: لاؤڈ سپیکر۔

إِجْهَارُ الْكَلَامِ: بات کا اعلان کرنا۔

لِلْجَاهِرَةِ بِالْعَدَاوَةِ: دشمنی کا اظہار اور  
اعلان کرنا یا دشمنی شروع کرنا۔

الْجَوْهَرُ: گوہر بمعنی موتی کا معرب کلمہ  
ہے۔ اس کا واحد جَوْهَرَةٌ ہے۔

ج ۵ ز - أَجْهَزَ عَلَيَّ الْجَرِيحُ: اس  
نے جلدی سے زخمی کو قتل کر دیا اور اس کا کام

تمام کر دیا۔

جِهَازُ الْعُرُوسِ: دلہن کا جہیز۔

كِهَاتَانَا بِجَنَاحٍ طَيِّبَةٍ: ہمیں اچھا پھل  
یا اچھی فصل ملی۔

رُطِبَ جَنِينِي: جینی ہوئی یا درخت سے  
اتاری ہوئی کھجور۔

جَنِي عَلَيْهِ يَجْنِي (جَنَائَةً): اس نے  
اس پر زیادتی کی۔

السَّجْنِي، تَجْرَمُ كِي طَرَحٍ: کسی پر ناکردہ  
گناہ یا جرم کا الزام لگانا۔

ج ۵ ه - الْجُهْدُ: (جیم مفتوح اور مضموم)

طاقت۔ اس لفظ کو دونوں تلفظ کے ساتھ  
قرآن کی اس آیت میں پڑھا گیا ہے:  
وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جَهْدَهُمْ.

الجهد: مشقت، سختی، کہا جاتا ہے جَهْدٌ  
ذَابَتْهُ وَأَجْهَدَهَا: اس نے اپنی سواری کو  
مشقت میں ڈالا اور اس پر اس کی برداشت  
سے زیادہ بوجھ لا دیا۔

جَهْدَ الرَّجُلِ فِي كَذَا: یعنی آدمی نے  
کسی کام میں سخت محنت کی۔ ان دونوں کا  
باب قَطَعَ ہے۔

جَهْدَ الرَّجُلِ: (فعل مجہول) آدمی  
مشقت میں پڑا۔ اس سے اسم مفعول مجہول

ہوگا۔ یعنی مشقت زدہ آدمی، تھکا ہارا  
انسان۔

جَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ: اس نے اللہ کی  
راہ میں جہاد کیا یا جدوجہد کی۔ اس کا مصدر

مَجَاهَدَةٌ، جِهَادٌ، اجْتِهَادٌ اور

مَجْهَلَةٌ: یعنی لڑکا سراپا جبل ہے یا کندہ  
ناتراش ہے۔

المَجْهَلُ: بے نشان جنگل جس میں کوئی  
راستہ نہ ہو۔

ج ۵ م - رَجُلٌ جَهُمٌ الوَجْهِ: ٹرش رو  
انسان۔

قَدْ جَهُمَ الرَّجُلُ: آدمی ترش رو ہوا۔  
اس کا باب سَهْلٌ ہے۔

الجَهَامُ: (جیم مفتوح) بے بارش کے  
بادل۔

ج ۵ ن - جُهَيْنَةٌ: ایک قبیلہ۔ ضرب المثل  
ہے کہ: عِنْدَ الْجُهَيْنَةِ الْخَبْرُ الْيَقِينُ:

جھینہ کے پاس یقینی اطلاع یا معلومات  
ہیں۔ اسے ابن الاعرابی اور اصمعی دونوں

نے جُهَيْنَةَ کی بجائے جُفَيْنَةَ کہا ہے۔

ج ۵ ن م - جَهْنَمٌ: دوزخ کی آگ کا ایک  
نام جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ (گنہگار)

بندوں کو عذاب دیں گے۔ اس لفظ میں  
الف لام تعریف یعنی آل داخل نہیں ہوتا اور

نہ اس کا مؤنث کا صیغہ بنتا ہے۔ کہا گیا ہے  
کہ یہ لفظ فارسی سے معرب بنایا گیا ہے۔

جُهَيْنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ۵ ن اور بذیل  
مادہ ج ف ن۔

جَوَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ای۔  
جَوَالِقٌ: یا جَوَالِقٌ: دیکھئے بذیل مادہ  
ج ق۔

جهاز السفر: سامان سفر۔ اس کلمہ  
میں جیم مفتوح بھی ہے اور کسور بھی۔

جَهْزُ العروسِ والجَيْشِ: دلہن  
یا فوج کو ساز و سامان سے لیس کر دیا۔ اس

کا مصدر تجہیز ہے۔ جَهْزَهُ کا معنی بھی اس  
اپنا سامان سفر تیار کیا۔

تَجَهَّزَ: وہ خود تیار ہوا۔  
ج ۵ ش - العَجْشُ: کسی کے آگے اس

طرح جزع فزع کرنا یا روٹنا جس طرح کوئی  
بچہ ماں کے آگے روئے یا فریاد کرے۔

رونے کی تیاری کرنا۔ محاورہ ہے کہ  
جَهَشَ إِلَيْهِ: وہ اس کے آگے رویا۔ اس کا

باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:  
أَصَابَنَا عَطَشٌ فَجَهَشْنَا إِلَى رَسُولِ

اللَّهِ: ہمیں پیاس لگی تو ہم نے رسول اللہ  
ﷺ سے فریاد کی۔ اسی طرح اجھاش کا

بھی یہی معنی ہے۔

ج ۵ ل - الجَهْلُ: علم کی ضد، قَدْ جَهَلُ:  
اس نے جہالت کی یعنی وہ بے خبر رہا۔ اس

کا باب فَهْمٌ اور سَلِمٌ ہے۔  
تَجَاهَلُ: بے خبری کا مصنوعی اظہار کرنا۔

جان بوجھ کر بے خبر بن جانا۔  
اسْتَجْهَلَهُ: اس نے اسے بے خبر اور جاہل

جانا اور اس کا استخفاف بھی کیا۔  
التجھیل: جہل کی طرف نسبت کرنا۔  
اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے کہ: الوَلْدُ

وَأَجْتَا جَتَّهُمْ: آفت نے انہیں تباہ و  
برباد کر ڈالا۔

جَاخَ اللَّهُ مَالَهُ: اللہ نے اس کا مال برباد  
کر ڈالا یا برباد کر دے۔ اس کا باب بھی  
قال ہے۔ أَجَاخَهُ كَابَحَىٰ يَبْحِي مَطْلَبٌ  
یعنی اللہ نے اسے کسی آفت کے ذریعے تباہ  
و برباد کر دیا۔

ج و د - شَيْئٌ جَيِّدٌ: عمدہ چیز، اس کی جمع  
جَيَادٌ ہے۔ خلاف قِيَاسِ اسے ہمزہ کے  
ساتھ لکھا جاتا ہے۔

جَادَ بِمَالِهِ: اس نے مالی سخاوت کی۔ اس  
کا فعل مضارع يَجُودُ ہے۔ مصدر جُودٌ  
ہے اور اسم فاعل جَوَادٌ. قَوْمٌ جُودٌ:  
(بروزن ہوؤ) نخی قوم۔

أَجْوَادٌ: (الف مفتوح) أَجْوَادٌ بروزن  
مَسَاجِدُ، جُودَاءُ (بروزن فُكَّهَاءُ) یہ  
سب جمع کے صیغے ہیں۔ اسی طرح سے  
امرأة جَوَادٌ: (عمدہ و نخی) عورت اور  
نِسْوَةٌ جُودٌ: (عمدہ و نخی) عورتیں۔  
جَادَ الشَّيْءُ: چیز عمدہ ہوگئی۔ اس کا  
مضارع يَجُودُ اور مصدر جُودَةٌ: (جم  
مفتوح اور مضموم دونوں) بمعنی عمدگی۔

الجُودِيّ: سرزمین الجزیرہ کی ایک  
پہاڑی کا نام جس پر حضرت نُوحٌ کی کشتی  
ٹھہری تھی۔ اعمش نے قرآن کی آیت:  
وَأَسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ: میں

ج و ب - أَجَابَهُ: اور أَجَابَ عَنْ  
سوالہ: اس نے اس کے سوال کا جواب  
دیا۔ اس کا مصدر الاجابة ہے اور اسم  
الاجابة ہے۔ جس طرح الطاعة اور  
الطاعة ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَسَاءَ سَمْعًا  
فَأَسَاءَ جَابَةً: یعنی اس نے برے طریقے  
سے سنا اور برے طریقے سے اس کا جواب  
دیا۔

الاجابة اور الاستجابة دونوں کا ایک ہی  
معنی ہے۔ انہیں معنوں میں استجاب  
اللہ دُعَاةُ: اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی  
کہتے ہیں۔

المُجَابِبَةُ اور التَّجَاوُبُ: باہم بات  
چیت یا گفتگو کرنا۔

جَابَ: اس نے پھاڑا یا کاٹا۔ اس کا باب  
قَالَ ہے۔ یہی کلمہ قول خداوندی: وَتَمُودَ  
الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ: میں آیا  
ہے۔ جُبْتُ الْبِلَادَ: (جم مضموم اور کسور  
دونوں)۔ اس کا باب قال اور باع ہے۔  
اور اجْتَبَيْتُهَا: یعنی میں نے شہروں یا ملکوں  
کا سفر طے کیا۔

ج و ح - جَاخَ الشَّيْءُ: اس نے اسے  
جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور  
الْجَانِحَةُ: بلا یا آفت۔ کسی قحط سالی کی ہو  
یا فتنہ و فساد کی جو مال کو تباہ و برباد کر دے۔  
چنانچہ کہا جاتا ہے: جَاخَتْهُمْ الْجَانِحَةُ

المُجَاوِرَةُ: مسجد میں اعتکاف بیٹھنا۔  
امراة الرَّجُلِ جَارَتُهُ: کسی شخص کی  
بیوی اس کی جارہ ہے۔<sup>۱</sup>

استَجَارَهُ مِنْ فُلَانٍ: اس نے کسی سے  
اسے کرائے پر مانگا تو اس نے کرائے پر  
دے دیا۔

اجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الْعَذَابِ: خدا سے  
عذاب سے نجات دے۔

ج و ر ب - جَوْرَبٌ: جراب یا موزہ۔  
اس کی جمع جَوْرَبٌ اور جَوَارِبَةٌ ہے۔  
جَوْرَبَةٌ فَتَجَوْرَبُ: اس نے اسے  
موزے پہنائے تو اس نے پہن لئے۔

ج و ز - جَاَزَ الْمَوْضِعَ: وہ کسی جگہ گیا یا  
وہاں چلا۔

أَجَاَزَهُ: اسے پیچھے چھوڑ دیا یا اس کو قطع  
کیا۔

أَجْنَازٌ: طے کیا۔ چلا۔

جَاوَزَ الشَّيْءَ إِلَى غَيْرِهِ: اس نے چیز  
کسی اور کو دے دی۔ تَجَاوَزَ كَأَيْهِ: یہی  
معنی ہے۔

تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ: اللہ تعالیٰ اسے معاف  
کرے۔

جَوُزٌ لَهُ مَا مَنَعَ تَجْوِيزًا: اس نے  
اپنے کئے کو اپنے لئے جائز قرار دیا۔

الجُودِيُّ كِيَاءٌ كَوْبُغِيرِ شَدِّ كَيْ پڑھا ہے۔  
أَجَادَ الشَّيْءَ فَبَجَادَ: اس نے چیز کو عمدہ  
بنایا تو وہ عمدہ بن گئی۔ جَوْدَةٌ كَأَمَطَبِ يَهِي  
یہی ہے۔ اس کا مصدر تَجْوِيدٌ ہے۔

شَاعِرٌ مِجْوَادٌ: (میم کنسور) بہت عمدہ  
شاعر۔

أَجَادَ النُّقْدَ: اس نے اسے مال عطا کیا۔  
اس کا مصدر جِيَادٌ ہے۔

اسْتَجَادَهُ: اس نے اسے عمدہ خیال کیا۔  
الجِيْدُ: گردن، اس کی جمع أَجْيَادٌ ہے۔

ج و ر - الجَوْرُ: سیدھے راستے سے ہٹ  
جانا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ آپ کہہ سکتے  
ہیں کہ جَارَ عَنِ الطَّرِيقِ: وہ راستے

سے ہٹ گیا اور جَارَ عَلَيْهِ فِي  
الْحُكْمِ: اس نے فیصلہ کرتے وقت اس  
پر ظلم کیا۔

جَسُورٌ: ایک شہر کا نام۔ مذکر اور مؤنث  
دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

العِجَارُ: ہمایہ۔ کہا جاتا ہے کہ جَاوِرَةٌ  
مُجَاوِرَةٌ: وہ اس کا پڑوسی بن گیا۔

جُورًا: (جیم مضموم اور مکسور) بصورت  
مکسور یعنی جوار کہنا زیادہ فصیح ہے بمعنی  
پڑوس۔

تَجَاوَرُوا اور اجْتَوَرُوا: ہم معنی لفظ  
ہے بمعنی وہ ایک دوسرے کے پڑوسی بن  
گئے۔

۱ اردو میں بیوی کے معنوں میں لفظ جمرؤ شاید اسی سے ماخوذ  
ہے۔ (مترجم)

ج و ع - الْجَوْعُ: بھوک، سیر ٹھکسی کی ضد کہہ سکتے ہیں۔

جَاعَ يَجُوعُ جُوعًا: بھوکا ہونا یا بھوک لگنا۔

مَجَاعَةٌ: (میم مفتوح) قحط۔

الجَوْعَةُ: (جیم مفتوح) ایک دفعہ کی بھوک۔

قَوْمٌ جِيَاعٌ وَجُوعٌ: بھوکے لوگ۔ (جُوعٌ بروزن سُكَّرٌ) عَامٌ مَجَاعَةٌ (میم مفتوح) اور عام مَجُوعَةٌ: قحط کا سال (مَجُوعَةٌ میں جیم ساکن)۔

أَجَاعَهُ اور جَوَّعَهُ ہم معنی ہیں یعنی اس نے اسے بھوکا رکھا۔

تَجَوَّعٌ: وہ جان بوجھ کر بھوکا رہا۔

ج و ف - جَوْفُ الْإِنْسَانِ: آدمی کا پیٹ۔ اس کی جمع أَجْوَافٌ ہے۔

الْأَجْوَفَانِ: دو جوف یعنی پیٹ اور مقعد۔

الجَائِفَةُ: پیٹ کے اندر تک پہنچنے والا نیزہ یا پیٹ میں گھسنے یا چبھ جانے والا نیزہ۔

پیٹ میں کھبھ جانے والا نیزہ۔

الجَوْفُ: (جیم اور واؤ مفتوح) کھوکھلا۔

جیسے کہا جائے کہ شَيْبَى أَجْوَفٌ اور شَيْبَى مُجْوَفٌ: کھوکھلی چیز یا جس میں اندر سے کھوکھلا پن ہو۔

جَوْقَسَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج و ق۔

ج و ا - جَائِلٌ: گھومنا پھرنا۔ چکر لگانا۔

أَجَازَ لَهُ ذَلِكَ: اس نے اسے اس بات کی اجازت دے دی۔

تَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ: اس نے اپنی نماز میں تخفیف کی۔

تَجَوَّزَ فِي كَلَامِهِ: اس نے بصیغہ مجاز کلام کیا۔ یا مجازا بات کی۔

جَعَلَ ذَلِكَ مَجَازًا أَلِي حَاجَتِهِ: اس نے اس کو اپنی حاجت روائی کا ایک طریق کار بنا لیا۔ یہ کہنا کہ اَللَّهُمَّ تَجَوَّزْ عَنِّي اور اَللَّهُمَّ تَجَاوَزْ عَنِّي: دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی اے اللہ ہم سے درگزر فرما۔

الجَوْزُ: اخروٹ۔ فارسی سے عرب کلمہ۔ اس کا واحد جَوْزَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع جَوْزَاتٌ ہے۔

ارض مَجَازَةٌ: (میم مفتوح) ایسی زمین جس میں اخروٹ کے درخت ہوں۔

اجَازَةٌ بِجَازِنَةٍ: اس نے اسے انعام دیا۔

ج و س - جَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ: وہ شہروں کے اندر کی ہر چیز تلاش کرنے داخل ہو گئے۔ جس طرح کوئی حالات و معلومات کی تلاش و طلب کرتا ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اجتاسوا کا بھی یہی مطلب ہے۔

جو سق: دیکھئے بذیل مادہ ج و ق۔

ج و سق: دیکھئے بذیل مادہ ج و ق۔

ج و سق: دیکھئے بذیل مادہ ج و ق۔

اسے وجیہ یعنی خوش شکل بنا دیا۔

ج و ی - الْجَوُّ: زمین و آسمان کے

درمیان کی فضاء۔ وادیوں کی وسیع جگہ۔

الْجَوَى: شدت غم کی جلن اور سوزش۔

جَوَى: از باب صَدَى، اسم فاعل جَوَى

نا پسند کرنا۔

اجْتَوَيْتُ الْبَلَدَ: میں نے شہر میں ٹھہرنا

پسند نہیں کیا۔ چاہے مجھے آرام ہی میسر تھا۔

ج ی ا - الْجَبِيَّتُ: اور الْمَجْبِيَّتُ: آنا۔ کہا

جاتا ہے: جاء يجيئُ مَجْبِيئًا اور جَبِيئَةً

بروزن صَبِيحَةً اس کا اسم الْجَبِيئَةُ بروزن

شَبِيْعَةٌ ہے۔ اَجَاءَهُ: وہ اسے لے آیا۔

اَجَاءَهُ اِلَى كَذَا: اس نے اسے مجبور

ولاچار کر دیا۔ محاورہ ہے کہ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

الَّذِي جَاءَ بِكَ: اس خدا کا شکر ہے جو

تمہیں لے آیا۔ يَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِذْ

جِئْتُ: خدا کا شکر ہے کہ تو آ گیا۔ البتہ

ان معنوں الحمد لله الذي جئت

نہیں کہنا چاہئے۔

ج ی ر - جَبِيْرٌ: (راء مکسور) عربوں کے

ہاں بطور یہ قسم استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا

معنی برحق اور سچ مچ ہے۔

ج ی ش - الْجَيْشُ: فوجی دستہ۔ اس کی

جمع جَبِيْشٌ ہے۔

جَيْشُ فُلَانٍ: فلاں آدمی نے فوج تیار کر

لی ہے۔

اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مصدر جَوَلَانُ

(واو مفتوح)۔

الْجَوَلَانُ: (واو ساکن) شام میں ایک

پہاڑی کا نام۔

الْاِجَالَةُ: ادارہ: گھمانا پھرانا، کام

چلانا۔

التَّجْوَالُ: گردش کرنا۔ گھومنا پھرنا۔

جَوَلٌ فِي الْبِلَادِ: وہ ملک میں گھوما پھرا

یا سیر کی۔ (جول میں واو مشدّد)۔

تَجَاوَلُوا فِي الْحَرْبِ: انہوں نے

جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کیا۔

ج و ن - الْجَوْنُ: سفید اور سیاہ بھی۔ یہ

کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو

متضاد معنی ہوتے ہیں۔ اس کی جمع جَوْنٌ

ہے۔

الْجَوْنَةُ: (جیم مضموم) عطاروں کی

چڑے کی ٹوکری۔ شاید یہ کلمہ مہوز ہے یعنی

واو کی بجائے ہمزہ سے لکھا جاتا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ

الْجَوْنَةُ چڑے سے ڈھکی ہوئی یا چڑا

چڑھی ہوئی ایک چھوٹی گول ٹوکری ہوتی

ہے جو عطاروں کے پاس ہوتی ہے۔

ج و ہ - الْجَاهُ تَدْرُومَنْزَلٌ۔

فُلَانٌ ذُو الْجَاهِ: فلاں آدمی صاحب

تدرومنزلت ہے۔

قَدْ اَوْجَهْتُ يَ اَوْجَهْتُ تَوَجَّيْهَا: اس نے



جَيِّفٌ تَجِيْفًا: وہ مردار ہو گیا۔ اس کی جمع  
جَيِّفٌ ہے اور جمع الجمع الجياف ہے۔  
ج ی ل - جيل: انسانوں کی نسل۔ مثلاً:  
تُرک نسل یا رومی نسل۔

استجاشة: اس نے اس سے فوجی مدد  
مانگی۔  
ج ی ف - الجيفة: مردار۔ سڑی ہوئی  
لاش کہتے ہیں جَيِّفٌ

## بَابُ الْمَاءِ

یہی معنی ہے۔

الْحَبُّ کا مطلب محبوب اور چہیتا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ أَحَبُّهُ فَهُوَ مُحَبَّبٌ اور حَبُّهُ يَعْبُدُهُ (حاء کسور) فہو مَحْبُوبٌ: یعنی دو صیغوں سے اسماء مفعول مختلف آتے ہیں۔

تَحَبَّبَ إِلَيْهِ: وہ اس کی نظروں میں محبوب ہو گیا۔

إِمْرَأَةٌ مُحِبَّةٌ لِرِزْوَانِهَا: خاندان سے محبت کرنے والی بیوی۔

يُحِبُّ: چاہنے والا، محبت کرنے والا۔

الاستِحْبَابُ، الاستِحسان: محبت پسندی، فضیلت دینا یا ترجیح دینا وغیرہ۔

میرا کہنا ہے کہ اسْتَحَبَّهُ عَلَيْهِ: اس نے اس کو اپنے پر ترجیح اور اختیار کر لیا۔ اسی سے قول خداوندی: فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهَدَى: پس انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی ہے۔

استِحْبَةُ: اس نے اسے منسوب جانا۔ اسی مادہ سے لفظ مستحب بمعنی پسندیدہ بنا ہے۔

تَحَابُّوا: ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو پسند کیا۔ یا انہوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔

الْحَاءُ: حرف ہجاء ممدود و مقصور۔

حَائِجَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج۔

حَائِطٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ط۔

حَاجَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج۔

حَافَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ف۔

حَانَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن۔

حَانُوتٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن۔

حَاوِيٌّ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ا۔

ح ب ب - حبة القلب: دانہ دل۔

(بعض کے نزدیک) کہا گیا ہے کہ ثمرہ

دِلِّ الْحَبَّةِ: (حاء کسور) صحرا کے ایسے ٹیچ

جو خوراک کے کام نہیں آتے۔ حدیث

شریف میں ہے کہ فَيَسْنُبُونَ كَمَا

تَمْبُثُ الْحَبَّةُ فِي جَمِيلِ السَّبِيلِ:

بس یہ اسی طرح اُگتے ہیں جس طرح

سیلاب آورده کوڑے کرکٹ سے دانے

اُگتے ہیں۔

الْحَبَّةُ: (ح مضموم) محبت۔ کہا جاتا ہے:

حُبَّةٌ وَ كِرَامَةٌ: ازارہ مہر و محبت اور ازارہ

کرامت۔

الْحُبُّ: (ح مضموم) مٹکا۔ فارسی سے

معرب ہے۔ العُحْبُ کے معنی محبت بھی

ہے اور اسی طرح الْحَبَّةُ (حاء کسور) کا بھی

باب نَصَرَ ہے۔

حَبْرَةٌ: خوش ہونا۔ (حاء مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: وَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ: وہ جنت کے باغات میں خوشیاں مناتے ہوں گے اور عیش و آرام کرتے ہوں گے۔

الحَبْرُ: (حاء مفتوح اور مکسور)۔ اجبار کا واحد بمعنی یہودی عالم دین۔

الحَجْبَرُ: (حاء مکسور) زیادہ فصیح ہے، کیونکہ اسی سے فَعُولُ کے وزن پر نہیں بلکہ صرف الفعال کے وزن پر جمع آتی ہے۔ الفراء نے اسے مکسور قرار دیا ہے۔ البتہ ابو عبید نے اسے مفتوح کہا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ مکسور ہے یا مفتوح۔

كَحَبِّ الحَبْرِ: چیز بمعنی سیاہی کے ساتھ نسبت کے باعث اس نام سے معروف ہیں، کیونکہ وہ صاحب تصانیف تھے۔

الحَبْرَةُ: بروزن عِنْبَةٌ: بمعنی چادر یا اس کی جمع حَبْرٌ بروزن عِنْبٌ اور حَبْرَاتٌ (باء مفتوح) ہے۔

ج ب س - الحَبْسُ: تخلیہ کی ضد بمعنی روکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

احتَسَبْتُ: اس نے اسے روک لیا۔

احتبس: کا مطلب روکنا بھی ہے، یہ کلمہ

لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

الحِبَابُ: (حاء مکسور) مٹکے یا گھڑے۔  
المُحَابَبَةُ: باہم محبت۔

الحُبَابُ: (حاء مضموم) دوستی و محبت، نیز سانپ۔

حَبَابُ المَاءِ: (حاء مفتوح) پانی کی بہتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب بلبلے ہیں جو پانی کی سطح پر بنتے ہیں۔ انہیں يَعَالِيلُ بھی کہتے ہیں۔

الحَسْبُ: (حاء مفتوح) دانٹوں کا ایک قطار میں ہونا یعنی ہموار ہونا۔

ح ب ر - الحَجْبَرُ: سیاہی جس سے لکھتے ہیں۔

المَحْبَرَةُ: دوات (میم مکسور)۔ الحَجْبَرُ کا مطلب اثر یا نشان۔ حدیث شریف میں آیا ہے: يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنَ النَّارِ قَدْ ذَهَبَ حَبْرُهُ وَسَبْرُهُ: جو شخص دوزخ سے نکلنے کا تو اس کا رنگ اور شکل جاتی رہے گی۔ الفراء نے حَجْبَرٌ کا معنی رنگ اور سَبْرٌ کا مطلب ہیئت یعنی شکل و صورت بتایا ہے۔ اصمعی نے اس کا مطلب خوبصورتی، جمال اور ناز و نعمت کی علامت کہا ہے۔

تحبیر الخَطِّ والشعر وغيره: خط اور بالوں وغیرہ کی آرائش کرنا ہے۔

الحَبْرُ: (حاء مفتوح) والحَبْرُ: سرور اور خوشی۔

حَبْرَةٌ: اسے اچھا لگا، یا پسند آیا۔ اس کا

وَأَنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ مَا يَقْتُلُ  
حَبَطًا أَوْ يُلِيمُ: موسم بہار میں ایسے  
پودے یا گھاس بھی اُگتی ہے جس کے  
کھانے سے جانور پیٹ پھول کر مر جاتے  
ہیں یا بیمار ہو جاتے ہیں۔

ج ب ق - عِدْقُ الْحَبِيقِ: رودی قسم کی  
کھجور۔ الْحَبِيقِ اسم تفسیر ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے کہ: إِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ لَوْئِينَ مِنْ  
التَّمْرِ الْجَعْرُورِ وَلَوْنِ الْحَبِيقِ:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے میں  
دو قسم کی کھجور لینے سے منع فرمایا ہے: ایک  
تمر جعور سے، دوسرے حَبِيق سے۔

ح ب ک - الْحَبَاكُ وَالْحَبِيكَةُ:  
میت وغیرہ کے درمیان راستہ۔ حَبَاك  
کی جمع حُبُك ہے اور حَبِيكَةُ کی جمع  
حَبَاك ہے۔ قول خداوندی ہے:  
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ: ستاروں  
کے راستوں والے آسمان کی قسم۔ القراء  
نے کہا کہ الْحُبُك سے مراد ہر قسم کی  
چیز کا ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہونا ہے مثلاً: ریت  
جو ہوا کے چلنے سے بکھر جاتی ہے۔ کھڑے  
پانی پر ہوا کے چلنے سے ارتعاش یا لہروں کی  
شکل میں پانی کے بکھرنے کی حالت۔ اسی  
طرح لوہے کی زرہ میں بھی دندانے  
حُبُك کہلاتے ہیں۔ گجگ بالوں کی

تَحَبَّسَ: اپنے نفس کو روک لیا۔  
الْحُبْسَةُ: (حاء مضموم) خاموشی۔

اِحْتَبَسَ فَرَسًا فَمِيَ سَبِيلَ اللَّهِ: اس  
نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔  
ایک سے اسم مفعول مُحْبَس اور حُبْس  
اور حُبْسُ بَرْدَانِ الْقَفْلِ ہے۔ یعنی مال  
وقف۔

ح ب ش - الْحَبَشُ وَالْحَبَشَةُ:  
(دونوں میں باء مفتوح) سیاہ رنگ لوگوں  
کی ایک قسم اس کی جمع حُبَشَانٌ حَمَلٍ  
وَحُمْلَانٌ ہے۔  
حُبَيْشٌ: ایک معروف پرندہ۔ بَرْدَانِ يه  
اسم تفسیر کی صورت میں ہے مثلاً: كُتِمِتْ  
اور كُتِعِتْ.

ح ب ط - حَبَطَ عَمَلُهُ: اس کا ثواب  
ضائع ہو گیا۔ اس کا باب فَهَمَ ہے اور  
حُبُوطًا بھی۔  
أَحْبَطَهُ اللَّهُ: اللہ سے ضائع کر دے یا  
ضائع کر دیا۔

الْحَبَطُ: (حاء اور باء دونوں مفتوح)  
جانوروں کا اس قدر چارہ کھانا کہ اس کے  
سبب ان کے پیٹ پھول جائیں۔ اور  
پیٹوں میں فضلہ (یا ہوا) خارج نہ ہو۔ کہا  
جاتا ہے اس لفظ کا مطلب ہے کہ جانور کا  
پیٹ رُزْقِ ياحد قوق نامی گھاس کھانے سے  
پھول جائے۔ حدیث شریف میں ہے:

کے پتے ہوتے تھے۔

الْحَبْلُ: (حاء مفتوح) حمل۔

قَدْ حَبَلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت حاملہ ہوگئی۔

اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

حَبْلِي: حاملہ عورت۔

نِسْوَةٌ حَبَالِيٌّ اور حَبَالِيَّاتٌ: (دونوں

میں حاء مفتوح) حاملہ عورتیں۔

حَبْلُ الْحَبْلَةِ: پیداوار کی پیداوار، جنین کا

بچہ۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى عَنْ

حَبْلِ الْحَبْلَةِ: اس سے مراد اُونٹنی کے

پیٹ کے اندر بچے کے بچے فروخت کرنے

کی ممانعت ہے کہ، اس بیع میں غیر یقینی اور

دھوکہ ہے۔

الْحِبَالَةُ: پھندا، جس سے شکار کیا جاتا

ہے۔

الْحَابُولُ الْكُرُّ: کھجور کے درخت پر

چڑھنے کے لئے استعمال ہونے والی رسی۔

ح ب ا - حَبَا الصَّبِيَّ عَلَى اسْتِه:

بچہ سرین کے بل گھٹا۔ اس کا باب عَدَا

ہے۔ حَبَا يَحْبُو، حَبْوَةٌ: بَخْشَاءُ عَطَا

کرنا۔

الْحِبَاءُ: بَخْشِشٌ، عَطَا۔ حَسَابِيٌّ رَفِيٌّ

الْبَيْعِ: اس نے لین دین میں سہولت برتی

یا طرفداری کی۔

ح ت ت - الْحَثُّ: مَرَاتَا، حِطْرَانَا

جھاڑنا۔

لٹوں کو بھی جُبک کہا جاتا ہے۔ دِحَال

کے بارے میں وارد حدیث شریف میں

ہے کہ شَعْرُهُ جُبْكٌ: یعنی اس کے

بال لٹوں والے ہوں گے۔

حَبْكُ الشَّيْبِ: اس نے عمدہ طریقے

سے کپڑا بنا۔ اس کا باب ضَرَبٌ ہے۔

ابن اعرابی کا کہنا ہے کہ ہر اس چیز کو جسے تو

مضبوط بنائے اور اسے اچھے طریقے سے

تیار کرے اسے کہا جائے گا کہ اِحْتَبَكْتُهُ.

حدیث شریف میں ہے: اَنَّ عَائِشَةَ

كَانَتْ تَحْبِكُ تَحْتَ الدَّرْعِ

فِي الصَّلَاةِ: یعنی حضرت عائشہ نماز

میں ازار کو مضبوطی سے باندھتی تھیں۔

ح ب ل - الْحَبْلُ: رَسِيٌّ۔ اس کی جمع

حِبَالٌ اِحْبَالٌ ہے۔

الْحَبْلُ الْعَهْدُ اور الْحَبْلُ الْاِمَانُ:

جُور بمعنی ہمانگی طرح کلمات ہیں۔ اسی

طرح حبل الوصال ہے۔

حَبْلُ الْوَرِيدِ: گردن کی رگ۔

الْحَبْلَةُ: بروزن الْمُقْلَةُ: عَضَاهُ نَامِي اِيك

خاردار درخت کا پھل۔ حضرت سعد کی

روایت کردہ حدیث ہے: لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَمَا لَنَا طَعَامَ إِلَّا الْحَبْلَةَ: میں نے

دیکھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

ہوتے تھے تو ہماری خوراک حَبْلَةُ اور ببول

بات لازمی قرار دے دی۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔  
الحَاثِمُ: قطعی طور پر طے کرنے والا۔  
قاضی۔

الحَاثِمُ الغَرَابُ الاسود: یعنی کالا کوا  
کیونکہ یہ لوگوں کے نزدیک فراق کے لئے  
بدشگونی ہے۔

ح ح ث - ح ح ث عَلَى الشَّيْبِ: اس  
نے اسے کسی بات پر ابھارا۔ اس کا باب  
رَدَّ ہے۔

استحَثَّهُ: اس نے اسے برا بیخیز کیا تو وہ  
برا بیخیز ہو گیا۔

حَفِئَهُ تحثيفاً اور حَفِئَهُ: ہم معنی  
کلمات ہیں۔

وَلَّى حَثِيئاً: وہ تیزی سے مڑا۔

تَحَاثَوُا: انہوں نے ایک دوسرے کو  
اکسایا۔

ح ح ل - الحُثَالَةُ: (حاء مضموم)۔ جو،  
چاول، کھجور اور ہر چھلکے دار اناج کو صاف  
کرتے وقت جو چھلکا اترتا ہے حُثَالَةٌ  
کہلاتا ہے۔

حُثَالَةُ الدَّهْنِ: تیل یا چربی کی تلچھٹ،  
یعنی ہر چیز کا ناکارہ حصہ۔

ح ح ا - حَثَا فِي وَجْهِهِ التُّرَابُ:  
اس نے اس کے منہ پر مٹی ڈالی۔ اس کا  
باب عَدَا اور رَمَى ہے۔ تَحَثَّاءُ کا بھی

حَتَّكَ الوَزَقَ مِنَ الغَضَنِ: ٹہنی پر  
سے تیرا پتے جھاڑنا اور کپڑے سے مٹی  
وغیرہ گھر چنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ الحَثُّ  
کا مطلب ہنچانا۔ خارش کرنا اور چھال  
اتارنا ہے۔ جوہری کا کہنا ہے کہ حتی  
بروزن فَعْلِي، الی کی طرح جار ہے یعنی

انتہا کے آخر تک۔ اور کبھی یہ واؤ کی طرح  
حرف عطف ہوتا ہے اور کبھی حرف  
استناف ہوتا ہے مثلاً: حَتَّى مَاءٍ دِجْلَةَ

أَشْكَالٍ۔ لوگوں میں مروج کلمہ ”حَتَامُ“  
در اصل حَتَّى ما ہے۔ ما استنبہا میرے

الف حذف ہو گیا۔ اس کا معنی ”کہاں تک“  
ہے۔ اس طرح کی تخفیف کی مثال قول  
خداوندی: ”فَبِمَ تُبَشِّرُونَ“ وَفَبِمَ

كُنْتُمْ أَوْرَعَمَ يَتَسَاءَلُونَ: وغیرہ میں  
ہے۔

ح ح ف - الحَتْفُ: موت۔ اس کی جمع  
حُتُوفٌ ہے۔

مَاتَ فُلَانٌ حَتْفَ انْفِهِ: جب کوئی قتل  
سے چوٹ سے نہ مرے اس لفظ سے فعل  
نہیں بنتا۔

ح ح م - الحَتْمُ: بات یا کام کا مضبوط یا  
پختہ کرنا۔ حَتْمٌ کا معنی تضاء بھی ہے۔ اس  
کی جمع حُتُومٌ ہے۔

حَتَمَ عَلَيْهِ الشَّيْبُ: اس نے اس پر

یہی معنی ہے۔

ح ج ب - الحجاب: پردہ، ستر۔

حَجَبَةٌ: اس نے اسے اندر داخل ہونے

سے منع کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی

سے الحَجْبُ فِی الْمِرَاثِ مشتق

ہے۔ یعنی کسی کو وراثت کے حق سے محروم

کرتا۔

الْمَحْجُوبُ: اندھا۔

حَاجِبُ الْعَيْنِ: بھویں، ابرو۔ اس کی

جمع حَوَاجِبُ ہے۔

حاجب الأمیر: امیر کا دربان۔ اس کی

جمع حُجَّاب ہے۔

حَوَاجِبُ الشَّمْسِ: سورج کے

کنارے اور اطراف۔

اِخْتَجَبَ الْمَلِكُ عَنِ النَّاسِ:

بادشاہ لوگوں کی نظروں سے درپردہ ہو گیا۔

ح ج ج - الحَجَج: دراصل اس کا معنی قصد

اور ارادہ ہے۔ لیکن اصطلاحی معنی مناسک

عبادت ادا کرنے کے لئے مکہ کا سفر ہے۔

اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسم فاعل حَاجَج ہے

اور اس کی جمع حَجَج: (حاء مضموم) ہے جس

طرح بازل کی جمع بُزُل ہے۔

الحِجَج: (حاء مکسور) اسم ہے۔

الحِجَّةُ: ایک بار فریضہ حج کی ادائیگی۔

اور یہ معنی شاذ ہے۔ کیونکہ قیاس کے مطابق

تو مفتوح ہونا چاہئے۔

الحِجَّةُ: سال۔ اس کی جمع السَّحُج

بروزن عِنَبُ ہے۔

ذو الحجَّة: قمری ہجری سال کا بارہواں

مہینہ یا حج کا مہینہ۔ اس کی جمع ذوات

الحِجَّة ہے۔ ذوات کی جگہ واحد پر قیاس

کر کے اس کی جمع ذُوُوْا نہیں کہنا چاہئے۔

أَلْحَجِجُجُ یا أَلْحُجَّاجُ: حاجی حضرات۔

اس کا واحد حَاجَج ہے جس طرح غَاذ اور

غَزِيْیُ ہے یا پیدل چلنے والا کے معنوں میں

عَادِیْ اور عَدِيْیُ ہے۔

امراة حاجَّة: حاجن، نسوة حَوَاجُج

بیت اللہ: (بیت اللہ کے ساتھ اضافت

دے کر) بیت اللہ کی حاجتیں بشرطیکہ

انہوں نے وظیفہ حج ادا کیا ہو۔ اور اگر حج نہ

کیا ہو اور صرف بیت اللہ کا قصد کیا ہو تو

حَوَاجُجُ بیت اللہ: (بیت کو منصوب

کر کے) کہیں گے۔ کیونکہ ایسے موقع پر

آپ حَوَاجُجُ پر تنوین دیں گے لیکن یہ کلمہ

غیر منصرف ہے (اس لئے تنوین نہیں آئے

گی)۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ: ہذ

ضاربُ زیدِ أَمْسِ اور ضاربُ زیدِ

غَدًا۔ ضارب سے تنوین حذف کرنا اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مارا ہے

اور تنوین کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ

اس نے ابھی نہیں مارا۔

الحِجَّة: دلیل۔ برہان۔

یعنی حرام اور محرم، بمعنی ذور، دفع۔ مشرکوں کے خیال کے مطابق یہ کلمات کہنے سے اسے نفع ہوگا جس طرح وہ دینی زندگی میں حرام مہینے میں خوفناک چیز سے بچنے کے لئے حجراً محجوراً کہہ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔

الحجرۃ: اونٹوں کا پاڑہ، یہی لفظ گھر کے کمرے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: احتجر حجرۃ: اس نے اسے حجرہ بنا لیا۔ یا بطور حجرہ کے استعمال کیا۔ اس کی جمع حَجَرٌ ہے جس طرح غُرْفَةُ کی غُرُوفٌ ہے۔ اس کی جمع حُجُرَاتٌ بھی ہے۔ (جیم مضموم)۔

الحِجْرُ: عقل۔ قول خداوندی ہے: هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ: کیا اس میں عقل والوں کے لئے کوئی قسم ہے۔ حِجْرٌ سے مراد حجر کعبہ ہے۔ اس سے مراد خانہ کعبہ کے شمال میں حطیم سے گھری ہوئی جگہ ہے۔ وادی القرئی میں شام کی جانب منازل ثمود کو بھی الحِجْرُ کہتے ہیں۔ اسی کا ذکر قول خداوندی: كَذَّبَ اصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ میں آیا ہے۔ اور الحِجْرُ: گھوڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔ مَحْجَرُ الْعَيْنِ: روزِ نعلین میں سے دیکھنے والے حصے کو کہتے ہیں۔ الحَنْجَرَةُ: گلا، حلق۔

حَاَجُّهُ فَحَجَّجُهُ: اس نے دلیل دی اور اس پر غلبہ پالیا۔ اس کا باب رَذَى۔ مثل مشہور ہے: كَرَّ لَسْحُ فَجَجَّجٌ: وہ بحث میں الجھا اور دلیل سے غلبہ پالیا۔ ایسے شخص کو مَحْجَجٌ (مکسور) کہتے ہیں یعنی حُجَّتْ بَاَزَ۔

التَّحَاَجُّ: حجت بازی یا جھگڑا کرنا۔

المَحْبَجَةُ: شاہراہ، عام راستہ۔

ح ج ر۔ الحَجْرُ: پتھر، اس کی جمع قلت أحجار ہے۔ اور جمع کثرت حِجَارٌ ہے اور حِجَارَةٌ جس طرح جَمَلٌ کی جمع جَمَلَةٌ اور ذَكَوْرٌ کی جمع ذَكَوْرَةٌ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

الحِجْرَانِ: سونا اور چاندی۔

حَجْرَ الْقَاضِي: عدالت نے حکم امتناعی جاری کیا۔ یعنی قاضی نے اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حِجْرُ الْاِنْسَانِ: (حاء مکسور اور مفتوح) اس کی جمع حُجُوْرٌ ہے۔ بمعنی انسان کی عقل۔

الحِجْرُ: (حاء مفتوح، مضموم و مکسور) حرام، مکسور زیادہ فصیح ہے۔ ان کلمات کو قول خداوندی میں: وَحَسْرَتْ حِجْرٌ: اور قیامت کے دن مشرک عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے: حجراً محجوراً:



ہونے کی یہی جگہیں ہیں۔ اور یہی بیڑیوں اور پازیبوں کی جگہ ہے۔ ایسے گھوڑے کو فرس محجل یعنی پنج کلیان گھوڑا کہا جاتا ہے۔

الْحَجَزَةُ: (حاء اور میم دونوں مفتوح) ظالم لوگ، یہ کلمہ حدیث قبلہ میں آیا ہے۔  
الحجّاز: ملک موجودہ سعودی عرب کا ایک صوبہ۔  
احتجّز القومُ وانحجّزوا: قوم حجاز میں آئی۔

الحجّالان: (حاء مفتوح) بیڑیوں میں جکڑے ہوئے انسان کی چال۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَجَلُ الطَّائِرِ، يَحْجَلُ: (جیم مکسور و مضموم)۔ پرندہ حجل چال چلا یا پھدک کر چلا۔ اس کا مصدر حَجَلَانَا

ہے۔ اسی طرح کوچ کٹا ہوا اونٹ جب تین ٹانگوں پر چلے یا کوئی بچہ ایک ہی ٹانگ پر اچھل کر چلے یا دو ٹانگوں پر اچھل کود کرے۔

الْحَجَلَةُ: (حاء اور جیم دونوں مفتوح)۔ اس کی جمع احجال ہے۔ جملہ عروسی وہ کمرہ جسے دلہن کے لئے پردے، بستر اور کپڑے ڈال کر سجایا جاتا ہے۔

الْحَجَلَةُ: چکور کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع حَجَلٌ، حَجَلَانٌ اور حَجَلِيٌّ ہے۔

ح ج م - حَجْمُ الشَّيْءِ: کسی چیز کی جسامت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ لَيْسَ لِمِرْفَقِهِ حَجْمٌ، یعنی اس کی کہنی میں

ح ج ز - حَجَزَةٌ: اس نے اسے روکا، فانحجز، تو وہ رک گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حَجَزَةُ الْاِزَارِ: ازار بند بروزن حُجْرَةٌ. حُجْرَةُ السَّرْوِيلِ: شلوار کا ازار باندھنے کی جگہ یا نیفہ یا وہ جگہ جہاں بٹن ہوں۔

ح ج ف: ڈھال کو کہتے ہیں جب وہ صرف چمڑے کی بنی ہو اس میں لکڑی نہ ہو اور اس میں دستہ نہ ہو۔

حَجَفَةٌ: چمڑے کی ڈھال اس کی جمع حَجَفٌ ہے۔

ح ج ل - الْحِجْلُ: (حاء مفتوح اور مکسور) بیڑی اور پازیب بھی۔

التَّحْجِيلُ: گھوڑے کی سب ٹانگوں یا صرف تین ٹانگوں میں سفیدی کا نشان ہونا یا اس کے پاؤں میں سفیدی تھوڑی ہو یا بہت البتہ یہ سفیدی یعنی کھروں سے تجاوز کر گئی ہو۔ لیکن کونچوں اور گھٹنوں سے نہ بڑھی ہو۔ کیونکہ احجال یعنی پنج کلیان

ح ج ن - الْمُحَجَّن: ہاکی کی طرح کا

ٹیزے سروالا ڈنڈا۔

حَجْنَتُ الشَّيْءِ: میں نے کسی چیز کو

لکڑی سے کھینچا۔

اِحْتَجَنْتُهُ: تو نے لکڑی سے اپنی طرف

کھینچا۔

الحَجْرُون: (حاج مفتوح) مکہ کے نزدیک

ایک پہاڑی کا نام اور یہ قبرستان ہے۔

ح ج ا - الْحِجَابَا: عَقْل۔

ح د ا - الْحِدَاةُ: ایک معروف پرندہ، اس

کی جمع حِدَاةٌ ہے۔ جس طرح عِنْبَةَ کی جمع

عِنَبٌ ہے۔

ح د ب - الْحَدَبُ: مرتفع زمین۔

الْحَدَبَةُ: (دال مفتوح) گہرا پن، قَدْ

جَدِبَ ظَهْرَهُ: اس کی کمر گہری ہو گئی۔

حَدِبٌ: کبڑا شخص۔ اِحْدُو د ب بھی اسی

طرح ہے بمعنی کبڑا۔

أَحْدَبَهُ اللَّهُ: اللہ اسے گہرا کر دے (بد

دعا) اس کا اسم فاعل أَحْدَبٌ ہے بمعنی کبڑا

شخص۔

ح د ت - الْحَدِيثُ: اطلاع، خبر چھوٹی

ہو یا بڑی۔ اس کی جمع ہے احادیث:

لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ القراء نے کہا کہ

ہماری رائے میں احادیث کا مفرد صیغہ

أَحْدُوَّةٌ: (ہمزہ اور دال مضموم) ہے۔

اسے بعید میں حدیث کی جمع بنا دیا گیا۔

اُبْهَارٌ نَيْسٌ ہے۔

الْحَجْمُ: کھینچنے لگوانے کو بھی کہتے ہیں۔

اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اس کا اسم

الْحِجَامَةُ: (حاج مسور) کھینچنے لگوانا ہے۔

المُحَجَّمُ وَالْحِجْمَةُ: کھینچنے لگانے کا

آلہ یعنی سینگی۔

قَدْ اِحْتَجَمَ مِنَ الدَّمِ: اس نے خون

کے کھینچنے لگوائے یعنی فاسد خون جسم سے

خارج کرنے کے لئے کھینچنے لگوائے۔

الْحِجَامُ: اونٹ کی ناک میں کوئی چیز

ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ کاٹ نہ سکے۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ حِجْمُ البعير

کہ اس نے اونٹ کو ٹیکل ڈال دی۔ اس کا

باب نَصَرَ ہے۔ ایسا اس وقت کرتے ہیں

جب اونٹ جوش کے باعث بدک گیا ہو۔

حدیث شریف میں ہے: كَالْحِمْلِ

المَحْجُومِ: ٹیکل ڈالے اونٹ کی

طرح۔

حَجَمَهُ عَنِ الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی

کام یا چیز سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ

فَا حَجَمَ یعنی اس نے اسے روکا تو وہ رک

گیا۔ لیکن یہ نادر اور شاذ مثال ہے جس

طرح سَکَبَةٌ فَا كَبَتْ: اس نے اسے پچھاڑ

دیا تو وہ کچھڑ گیا، یا پچھاڑا گیا۔

① جدید طبی سہولیات کے پیش نظر اب یہ طریق علاج متروک ہو چکا ہے۔

مکان کی حد بندی کر دی۔

الْحَدُّ: روکنا۔ منع کرنا۔ اس لئے دربان اور داروغہ جیل کو حَداذ بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باہر نکلنے سے منع کرتا ہے، یا بیڑیوں کے لوہے کو ٹھیک (درست) کرتا ہے۔

الْمَحْدُوذُ: ممنوع۔ کم نصیب وغیرہ۔ حدود کے اندر بندھا ہوا۔

حَدَّةٌ: اس نے اس پر حد قائم یا جاری کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسے حد یعنی اسلامی شرعی سزا کو اس لئے حد کہا گیا ہے کہ یہ عمل حد پانے والے جرم دوبارہ کرنے سے روکتا ہے۔

أَحَدَتِ الْمَرْأَةُ: عورت خاوند کے فوت ہونے کے بعد آرائش و زیبائش اور خضاب مہندی لگانے سے رک گئی۔ ایسی عورت کو مُحَدَّةٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح حَدَّتْ ہے۔ اس کا مضارع تَحَدَّدُ: (حاء مضموم اور کسور) اور مصدر حَدَّ إِذَا (حاء کسور) ہے اور اسم فاعل حَدَّ ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ وہ اس کلمہ کی صرف رباعی شکل یعنی أَحَدَّتْ ہی کو جانتا ہے۔

الْمُحَادَّةُ: مخالفت اور واجب باتوں سے ممانعت ہے۔ اسی طرح التَّحَادُّ کا کلمہ ہے۔

الْحَدِيدُ: معروف دھات لوہا۔ اسے اس

الْحُدُوثُ: (حاء مضموم) کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ أَحَدَثَهُ اللَّهُ فَحَدَّثَ: اللہ سے عدم سے وجود میں لایا تو وہ سرزد ہو گیا یا ظہور پذیر ہو گیا۔

الْحَدَّثُ: (حاء اور دال مفتوح)، الْحَدِيثُ بروزن الکبریٰ۔ الْحَادِثَةُ اور الْحَدَثَانُ: (حاء اور دال مفتوح) سب ہم معنی کلمات ہیں۔

استحدثت خبراً: اسے ایک نئی خبر ملی۔ رَجُلٌ حَدَّثَ: (حاء اور دال مفتوح) نو عمر، نوجوان۔ نو عمری بیان کرنے کے لئے حَدِيثُ السِّنِّ کہتے ہیں یا غُلْمَانُ کہتے ہیں۔

حَدَثَانُ: أَحْدَاثُ: واقعات۔ الْمُحَادَّةُ وَالتَّحَادُّ اور التَّحَدُّثُ اور التَّحَدِيدُ: معروف کلمات ہیں بمعنی باہم گفتگو کرنا۔ الْأَحْدُوثةُ بروزن أَعْجوبةُ: ایسا واقعہ جسے بیان کیا جائے، قصہ۔

الْمُحَدَّثُ: (دال مفتوح اور مشدّد) حسن ظن والا شخص۔

ح د د - الحدُّ: دو چیزوں کے درمیان واقع رکاوٹ یا آڑ۔

حَدُّ الشَّيْءِ: کسی چیز کا آخر۔ قَدْ حَدَّ الدَّارُ تَحْدِيدًا: اس نے

ح د ر - الحَدُورُ: (حاء مفتوح) نیچے اترنا۔ وہ جگہ جہاں سے کوئی نیچے گرے یا اترے۔  
 الحَدُورُ: (حاء مضموم) نیچے اترنے کا فعل۔  
 حَدَرَ السَّفِينَةَ: وہ کشتی کو نیچے لے گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ان معنوں میں أَحَدَرَ نہیں کہتے۔ حَدَرَ فِي قِرَائَتِهِ أَوْ فِي آذَانِهِ: اس نے قرأت یا اذان دینے میں تیزی سے کلمات ادا کئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
 الانْحِدَارُ: لڑھک جانا۔ اسم ظرف مُنْحَدِرٌ (دال مفتوح) ہے۔  
 تَحَدَّرَ الدَّمْعُ: آنسو گریا یا پٹکا۔  
 ح د س - الحَدَسُ: ظن و تخمین۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ يَحْدِسُ یعنی وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی رائے سے کہتا ہے۔  
 الحَدَسُ: (حاء اور دال مسور) شدید تاریکی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا۔  
 ح د ق - حَدَقَةُ الْعَيْنِ: آنکھ کا بڑا سیاہ حصہ یعنی پتلی۔ اس کی جمع حَدَقٌ ہے۔  
 التَّحْدِيقُ: نظر کی تیزی۔  
 الحَدِيقَةُ: باغیچہ، درختوں والا۔ قول خداوندی ہے: وَحَدَائِقِ غُلَبًا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیقہ سے مراد ہر احاطہ دار

لئے حدید کہا گیا ہے کہ یہ بہت سخت ہوتا ہے۔  
 حَدُّ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کی انتہاء۔  
 حَدُّ الرَّجُلِ: آدمی کی جرأت و جسارت۔  
 حَدُّ السَّيْفِ: تلوار کی دھار۔  
 حَدٌّ يَحْدُ: تیز ہونا، سُيُوفٌ حَدَادٌ: تیز تلواریں۔  
 أَلْسِنَةٌ حَدَادٌ: تیز زبانیں۔ (حاء مسور)۔  
 الحِدَادُ: کالے اور ماتمی لباس کو بھی کہتے ہیں۔  
 الحِدَّةُ: گرمی۔ غیظ و غضب کی حالت میں انسان کی کیفیت۔ چنانچہ کہتے کہ حَدَثٌ عَلَى الرَّجُلِ: میں کسی شخص پر گرم ہوا یعنی ناراض یا غضبناک ہوا۔ اس کا مضارع أَحَدُّ (حاء مسور) ہے۔ اس کا اسم مصدر حِدَّةٌ ہے۔ البتہ الکسائی کے ہاں اس کا مصدر حَدٌّ (حاء مفتوح) بھی ہے۔  
 تَحْدِيدُ الشَّفَرَةِ: چھری تیز کرنا۔  
 إِحْدَاثُهَا وَإِسْتِحْدَاثُهَا تِيؤنِ كَلِمَاتٍ ہم معنی ہیں۔  
 أَحَدَ النَّظْرِ إِلَيْهِ وَإِحْتَدَّ: اس نے اس کی طرف تہر آلود نظروں سے دیکھا۔ ایسے شخص کو مُحْتَدٌّ کہتے ہیں۔

التَحْدِيْرُ: ڈرانا، ڈراو دینا۔ خبردار کرنا۔  
 الْحِدَارُ وَالْمُحَادِرَةُ: وارنگ۔  
 قول خداوندی یوں پڑھا گیا ہے: وَأَنَا  
 لَجَمِيْعٍ حَاذِرُوْنَ: 'حاذرون'  
 کو حَذِرُوْنَ اور حَذْرُوْنَ (ذال مضموم)  
 بھی پڑھا گیا ہے۔ حَاذِرُوْنَ کا معنی محتاط،  
 ہیبت زدہ ہے اور حَذِرُوْنَ کا معنی خوف  
 زدہ ہے۔

ح ذ ف - حَذَفَ الشَّيْءُ: اس نے چیز  
 کو حذف کر دیا یا مٹا دیا۔

حَذَفَهُ بِالْعَصَا: اس نے اسے چھڑی  
 سے مارا، یا اس پر چھڑی دے ماری۔  
 حَذَفَ رَأْسَهُ بِالسَّيْفِ: جب کسی نے  
 کسی کو تلوار سے مارا ہو اور اس کا کوئی ٹکڑا  
 کاٹ دیا ہو۔

الْحَذَفُ: (حاء اور ذال مفتوح) حجاز کی  
 چھوٹے قد کی سیاہ رنگ بکریاں۔ اس کا  
 واحد حَذَفَةٌ ہے یعنی ایک بکری۔ حدیث  
 شریف میں ہے: حَذَفٌ كَانَهَا بَنَاتٌ.

ح ذ ف ر - حَذَفِ الْفَيْرُ الشَّيْءُ: کسی چیز  
 کا اوپر والا اور ارد گرد کا حصہ۔ اس کا واحد  
 حَذْفَارٌ: (حاء مکسور) ہے۔

ح ذ ق - حَذَقَ الصَّبِيُّ الْقُرْآنَ  
 وَالْعَمَلَ: بچے نے قرآن اور کام میں  
 مہارت حاصل کر لی۔ اس کا باب ضَرْبٌ  
 ہے۔ اور مصدر حَذَقًا، حَذَاقًا: (دونوں

باغ ہے یعنی جس کے گرد چار دیواری ہو۔  
 حَذَقُوا بِهِ تَحْدِيْقًا اور أَحَذَقُوا  
 بِهِ: انہوں نے اس کا احاطہ کر لیا۔  
 حِدَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ (و ح د)۔  
 ح د ا - الْحَدْوُ: اونٹوں کی منڈی اور  
 اونٹوں کے گیت اور نغمہ۔

قَدْ حَدَا الْإِبِلَ: اس نے اونٹوں کے  
 لئے حدی خوانی کی۔ اس کا باب عَدَا  
 ہے۔ اور حُدَاءٌ بھی جس میں 'ح' مضموم  
 اور الف ممدود ہے۔

تَحَدَيْتُ فُلَانًا: میں نے فلاں شخص کو  
 چیلنج کیا۔

حادی عشر: گیارہواں میں حادی  
 واحد کو مقلوب کر کے بنایا گیا ہے۔ کیونکہ  
 واحد کی تقدیر فاعل ہے یعنی واحد کو مقدر مانا  
 گیا۔ پھر فاء کلمہ یعنی واؤ کو مؤخر کر کے اسے  
 ماقبل کسرہ کے باعث یاء میں تبدیل کیا گیا  
 اور عین کلمہ یعنی حاء کو مقدم کیا گیا۔ اور اس  
 کی تقدیر پر بجائے فاعل کے عَالِفٌ بن گئی  
 یعنی الٹ گئی۔

ح ذ ر - الْحَذِرُ وَالْحِذْرُ: بچاؤ۔  
 قَدْ حَذِرَهُ: اس نے اسے بچالیا۔ اس کا  
 باب طرب ہے۔

رَجُلٌ حَذِرٌ: (ذال مکسور اور مضموم) محتاط  
 آدمی۔ اس کی جمع حَذِرُوْنَ ہے اور  
 حَذَارِيٌّ (راء مفتوح) ہے۔

حَذَامٌ قَطْمٌ كِي طَرَحٍ اِيك عَمْرَتٍ كَا نَامِ  
بِجِي هِي۔

ح ذ ا - حَذَا النُّعْلُ بِالنُّعْلِ: اِسْنِي  
دو عورتوں میں سے ہر عورت کو اپنی ساتھی  
عورت پر قیاس کیا۔

حَذَاؤُ: وَهِيَ اِسْنِي كِي سَانِي بِيضَا۔ اِسْنِي  
بَابِ عَدَا هِي۔

الْحِذَاءُ: جَوَانِي۔

اِحْتَدَى: اِسْنِي نِي جَوَانِي هِي۔

الْحِذَاءُ: اَوْنَتِي كَا مَوْزِي اَوْر كُھُوْرِي كَا  
نُعْلِي۔ حَدِيثِي شَرِيْفِي مِي هِي: مَعَهَا  
حِذَاءُ هَا سِيْقَاءُ هَا: اِسْنِي كَا كُھُرِي اَوْر اِسْنِي  
پانی اِسْنِي كِي سَاتھِي هِي۔ اِسْنِي لِي كِي كُشْدِي  
اَوْنَتِي كُو پُكْرِنِي كِي ضَرُورَتِي نِي هِي۔

حِذَاءُ الشَّيْءِ: كِي كِي كِي سَامَانِي  
مَقَابِلِي۔ كِي هِي جِلْسِي بِيْحِذَانِي: وَهِيَ  
اِسْنِي كِي مَقَابِلِي بِيضَا اَوْر حَاذَاؤُ: وَهِيَ  
كِي مَقَابِلِي هُو۔ (اِسْنِي نِي اِسْنِي كِي خِلَافِ  
مَحَاذَاتِي كِي)۔

اِحْتَدَى قِتَالَهُ: اِسْنِي نِي اِسْنِي كِي مِثَالِي  
تَقْلِيْدِي كِي۔ اِي اِسْنِي كِي پِيْرُوْجِي كِي۔

ح ر ب - الْحَرْبُ: مَوْنَتِي اَوْر مَذَكْرِي  
دُونُوں طَرَحِي اسْتِمَالِي هُو تَا هِي۔ بِمَعْنِي: جَنَگِ  
لُرَائِي۔

المحوراب: صَدْرِي مَجْلِسِي۔ اِسْنِي سِي مَحْرَابِ  
مَسْجِدِي اصْطِلَاحِي نِي هِي۔ المَحْرَابُ كَا مَعْنِي

مِيں حَاءِ كَسُوْرِي) اَوْر حِذْقًا بِجِي اِسْنِي كَلْمِي كِي  
اِيك لَغْتِي يَالْجِي هِي۔

حَدِيقٌ فُلَانٌ فِي صَنْعَتِيهِ: فُلَانِي شَخْصِي  
نِي اِسْنِي نِي مِيں مِهَارَتِي حَاصِلِي كِي يَا كَمَالِي  
پِيْدَا كِي۔

حَاذِيقٌ بَاذِيقٌ: مَاهِرُوْ بَا كَمَالِي۔ 'بَاذِيقٌ'  
حَاذِيقِي كَا اِتْبَاعِي لِي عِنِي هُمُوْرِنِي لَفْظِي هِي۔

حَدَقَ النُّعْلُ: سِرْكِي بِيْهْتِي كُھَا يَا تَرَشِي  
هُوْ كِي۔ اِسْنِي بَابِ جَلَسِي هِي۔

حَدَقَ قَاهُ النُّعْلُ: سِرْكِي نِي اِسْنِي كِي مَنِي  
مِيں چَرِي اِهْتِي پِيْدَا كِي۔

حَدَلَّقَ الرَّجُلُ وَتَحَدَّلَّقَ: (لَامِي زَائِدِي)  
مِهَارَتِي كَا دَعْوِي كَرْنَا۔ مِهَارَتِي كَا حَقِيْقَتِي  
سِي زِيَادِي كَا دَعْوِي كَرْنَا۔

ح ذ ل - الْحُدُلُ: بَرُوْرِنِي الْقَفْلِي. شَلُوَارِي  
قَمِيْضِي كَا حَاشِي۔ حَدِيثِي شَرِيْفِي مِيں هِي:  
هَاتِي حُدْلُكِي: دَا مَنِي پَارُو: تُو اِسْنِي  
نِي اِسْنِي مَالِي ذَالِي دِي۔

ح ذ م: هِرْكَامِي مِيں تِيْزِي يَا جِلْدِي كَرْنَا۔

فَقَدْ حَدَمْتَهُ: تُو كُو يَا تُو نِي اِسْنِي  
مِيں تِيْزِي كِي۔ كِي جَاتَا هِي كِي حَدَمِي فِي

قِرَاءَتِي: اِسْنِي نِي تِلَاوَتِي مِيں تِيْزِي سِي  
پُرْحَا۔ حَضْرَتِي عَمْرُوْ نِي فَرْمَا كِي: اِذَا اَذْنَتِي  
فَتَرْسَلُ وَاِذَا اَقَمْتِي قَا حَدَمِي:

لِي عِنِي جَبِي تُو اِذَانِي دِي تُو طُھَرِي طُھَرِي كَر دِي  
اَوْر جَبِي اِقَامَتِي كِي تُو تِيْزِي سِي كِي۔

کیا۔ الازہری نے کہا کہ الحَرْثُ  
کا معنی کتاب کی چھان پھٹک اور اس میں  
تدبیر کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں حضرت  
عبداللہ کا یہ قول ہے کہ اُحْرَثْنَا هَذَا  
القرآن: ”اس قرآن میں خوب غور و فکر  
کرؤ۔“

ح ر ج - مَكَانٌ حَرَجٌ وَحَرَجٌ: (راء  
مکسور و مفتوح) تنگ اور گھنے درختوں والی  
جگہ۔ قول خداوندی میں مستعمل لفظ دونوں  
طرح پڑھا گیا ہے: ”ضَبِيحًا حَرَجًا“  
حَرَجٌ صَدْرَةٌ: اس کا سینہ تنگ ہو گیا۔  
اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الْحَرَجُ کا معنی گناہ بھی ہے۔  
الْحَرَجُ: (حاء مکسور) بروزن العِلْجُ بھی  
اس کا ایک لہجہ (لغت) ہے۔

أَحْرَجَهُ: اس نے اسے گناہ گار کیا۔  
التَّحْرِيجُ: تنگ کرنا۔ تنگی دینا۔  
تَحْرَجُ: وہ گناہ آلود ہو گیا۔

حَرَجٌ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس پر چیز حرام  
ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ح ر د - حَرَدٌ: اس نے قصد کیا۔ اس کا  
باب حَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے:  
وَعَدُوا عَلَيَّ حَرْدًا قَادِرِينَ: اور  
کوشش کے ساتھ صبح سویرے ہی پہنچ گئے  
گویا (کھیتی) پر قادر ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا  
ہے کہ اس کا معنی روکنا ہے۔

کرہ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے کہ:  
فَخَرَجَ عَلَيَّ قَوْمِهِ مِنَ الْمُحْرَابِ:  
پس وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکلے۔ کہا گیا  
ہے کہ وہ مسجد سے نکلے۔

ح ر ث - الْحَرْثُ: مال کمانا۔ اس کی جمع  
أَحْرَاثٌ ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
حدیث شریف ہے کہ: أَحْرَثَ  
لِدُنْيَاكَ كَأَنَّكَ تَعِيشُ أَبَدًا: اپنی  
دنیا کے لئے اس طرح جدوجہد کر گویا تو  
نے ہمیشہ رہنا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ حدیث کی بقیہ عبارت یہ  
ہے کہ وَاغْمَلْ لِأَخْرِيكَ كَأَنَّكَ  
نَمُوْتُ غَدًا: اور اپنی آخرت کے لئے  
اس طرح عمل صالح کر کہ گویا تو نے کل ہی  
مر جانا ہے۔ فارابی نے اپنی تصنیف دیوان  
میں یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔  
الْحَرْثُ: زراعت اور کھیتی کو بھی کہتے  
ہیں۔ اس کا باب نَصَرَ اور كَتَبَ ہے۔

الْحَرَاثُ: کاشت کار۔ حَرَثَ  
وَاحْتَرَثَ، زَرَعَ اور اِزْدَرَعَ کی طرح۔  
اس نے خوب کاشتکاری کی۔ کہتے ہیں:  
أَحْرَثَ الْقُرْآنَ: قرآن کو خوب پڑھو۔  
اس کا باب نَصَرَ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بروایت ازہری القراء نے  
کہا کہ: حَرَثْتُ الْقُرْآنَ کا مطلب یہ  
ہے کہ میں نے قرآن میں خوب غور و فکر

الحُرْدُ: (راء متحرك) - غضب وقهر۔ الاصمعي کے دوست ابانصر نے کہا کہ یہ لفظ منحرف <sup>۱</sup> ہے۔ لہذا اس کا باب فہم ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اسے متحرک کیا جاسکتا ہے۔ اس بناء پر اس کا باب طَوْرَب ہے۔ اس کا اسم فاعل حَارِدٌ اور حَرْدَانٌ ہے۔	الحُرُّ: آزاد عبد کی ضد۔ حُرُّ الوجہ: کمال، رخسار۔ ساقی حُرٌّ: نرٹری۔ أخسار: بطور سلا دکھائی جانے والی سبزیاں ترکاریاں۔ الحُرَّةُ: شریف زادی، اصیل۔ کہا جاتا ہے ناقة حُرَّةٌ: اصیل اونٹنی۔ الحُرَّةُ: لونڈی کی ضد آزاد عورت۔ طِين حُرٌّ: ریت طے بغیر مٹی۔ اس کی جمع حَرَائِر ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ الحَرِيرَةُ ہے۔ الحَرِيرِيُّ: ریشم۔ آنے کو بھی کہتے ہیں جو دودھ کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔
الحُرْدِيُّ، القَصْبُ: (سرکنڈے کا) بروزن لکڑی یعنی نبطسی، یہ لفظ معرب ہے۔ اس کی جمع حَرَادِي (حاء منفوح) ہے۔ اسے الھُرْدِيُّ نہیں کہنا چاہئے۔	الحُرور: (حاء مفتوح) گرم ہوا، جو رات کو چلتی ہے۔ دن کو چلنے والی گرم ہوا کو سَمُوم کہتے ہیں، رات کو چلنے والی گرم ہوا کو سموم بھی کہتے ہیں۔
ح ر ذ ن - الحِرْدُونُ: (حاء کمور) ز سوسار۔ ریگنے والا کبیرا۔	ح ر ر - الحُرُّ: گرمی۔ البرود کی ضد۔ الحِرارة: گرمی۔ البرودة کی ضد۔ الحُرَّةُ: سیاہ رنگ کے ایسے جلے ہوئے پتھروں والی زمین جو گویا آگ سے جلے ہوئے ہوں۔ اس کی جمع الحِرار ہے۔ (حاء کمور) اس کی جمع الحِرارات اور الحِرَاتون بھی ہے جو 'ات' اور 'ون' کے اضافے سے بنائی گئی ہے۔
ح ح و ن - الحِرْوَنُ: گویا یہ اِحْوَةَ کی جمع ہو۔ الحِرْوَانُ: پیاسا اس کی مؤنث الحِرْوَى ہے یعنی پیاسی، تشنہ۔	ح ح ر ب - الحِرْبَةُ: غلام آزاد ہو گیا۔ اس کا مصدر حِرَابٌ (حاء مفتوح) ہے۔ حِرٌّ الرَّجُلُ يَحْرُ حِرْيَةً: (حاء مضموم) آزاد، اصل آدمی۔ حِرٌّ الرَّجُلُ يَحْرُ حِرَّةً: (حاء مفتوح) آدمی کو پیاس لگی۔ یہ تینوں کلمات ماضی میں کمور العین اور مضارع میں مفتوح العین ہیں۔ البتہ حِرٌّ النَّهَارُ: (دن گرم ہو گیا) میں تین تلفظ یا لغات ہیں:۔

۱ یعنی رام متحرک نہیں ہے۔



چو کیداری یا حفاظت کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ تَحْرَسُ مِنْ فُلَانٍ: اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔ اِحْتَرَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔

الحَرَسُ: حاء اور راء مفتوح) شاہی باڈی گارڈ۔ انہیں حُرَّاس کہتے ہیں۔ اس کا واحد حَرَسِيٌّ ہے۔ کیونکہ اب یہ اسم جنس بن گیا اور حَرَسِيٌّ اس سے صفت نسبتی کا صیغہ بن گیا۔ باڈی گارڈ کے معنوں میں حَارِس کہنا درست نہیں ہے۔ اس صورت میں حَارِس صفت نسبتی نہ ہوگا۔

ح ر ش - التَّحْرِيشُ: چھیڑ خوانی کرنا، بہکانا، اُکسانا۔ التَّحْرَاشُ بَيْنَ النَّاسِ یعنی لوگوں کے درمیان چھیڑ خوانی کرنا اور بَيْنَ الْكِلَابِ: یعنی کتوں کو ایک دوسرے سے لڑوانا بھی ہے۔

ح ر ص - الْحِرْصُ: طمع، لالچ، بھوک۔

حَرَصَ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز کی خواہش کرنا۔

حَرَصَ يَحْرِصُ حَرِصًا فَهُوَ حَرِيضٌ. الْحَرِصُ: زخم۔

الْحَارِصُ: ایسا زخم جس سے تھوڑی سی جلد پھٹ جائے۔ الْحَرِصَةُ بَرُوزُنُ الضَّرْبَةِ کا بھی یہی معنی ہے۔

(۱) حَرَزْتُ يَوْمًا: (مفتوح العين ماضی) تَحْرُ: (مضموم العين مضارع) حَرًا اس کا مصدر۔

(۲) حَرَزْتُ: (مفتوح العين ماضی) تَحْرُ (مکسور العين مضارع) مصدر: حَرًا۔

(۳) حَرَزْتُ: (مکسور العين ماضی) اور تَحْرُ (مکسور العين مضارع) مصدر:

حَرًا. الْحَرَارَةُ اور الْحَرُورُ: الْحَرُ کی طرح دو مصدر ہیں۔ اس میں ایک لغت

(لہجہ) أَحْرَ النَّهَارُ: (دن گرم ہوا) بھی ہے۔ الْفَرَاءُ نے کہا کہ: رَجُلٌ حُرٌّ،

الْحَرُورَةُ: (حاء مفتوح اور مضموم)۔ تَحْرِيزُ الْكِتَابِ وغیرہ: کتاب

وغیرہ کا لکھنا۔ تَحْرِيزُ الرَّقْبَةِ: گردن چھڑانا۔ غلام آزاد کرنا۔

تَحْرِيزُ الْوَالِدِ: لڑکے کا عبادت الہی کے لئے اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف

ہو جانا۔ ح ر ز - الْحِرْزُ: قلعہ بند جگہ چنانچہ کہتے

ہیں: هَذَا حِرْزٌ حَرِيضٌ: یہ بڑی محفوظ جگہ ہے۔ تعویذ اور نقش کو حِرْز کہتے ہیں۔

اِحْتَرَزَ مِنْ كَذَا: اس نے فلاں سے احتراز (پرہیز) کیا۔

تَحَوَّرَ مِنْهُ: اس نے اس سے بچاؤ کیا۔ ح ر س - حَرَسَهُ: اس نے اس کی

حَوْفٍ: میں علی حروف کا معنی ایک ہی طریقہ پر وہ یہ کہ انسان تنگی کے علاوہ آرام اور راحت میں بھی اللہ کی عبادت کرے۔

رَجُلٌ مُحَارَفٌ: (راء مفتوح) بے وسیلہ اور محروم نصیب انسان، یہ مبارک یعنی بابرکت اور خوش بخت کی ضد ہے۔

قَدْ حُوِرِفَ كَسْبَ فُلَانٍ: فلاں انسان تنگ دست ہو گیا۔ گویا روزی نے اس سے منہ موڑ لیا۔ حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے کہ: مَوْتُ الْمُؤْمِنِ عِرْقُ الْجَبِينِ تَلْقَى عَلَيْهِ الْبَقِيَّةُ مِنَ الذُّنُوبِ فَيُحَارَفُ بِهَا عِنْدَ الْمَوْتِ: یعنی مومن کی موت کے وقت اس کی پیشانی عرق آلود ہوتی ہے۔ گناہوں میں جو کچھ گناہ باقی رہ گئے ہوتے ہیں وہ اس سے دھل جاتے ہیں۔ یعنی موت کے وقت مومن پر جو کچھ سختی ہوتی ہے۔ اس سے اس کے گناہ دھل جاتے ہیں۔

الْحُرْفُ بِرُوزِنِ الْقُفْلِ رَشَادٌ: (ہالوں) کے دانے۔ اسی سے لفظ شِئِي حَرِيْفٌ: (راء مشدّد اور کسور) ایسی چیز جس کی تیزی سے زبان چلے۔ اسی طرح بَصَلٌ حَرِيْفٌ: تیز پیاز (حاء کسور) اسے حَرِيْفٌ (حاء مفتوح) نہیں کہنا چاہئے۔

ح د ض - رَجُلٌ حَوْضٌ: (حاء اور راء دونوں مفتوح) فاسد، ایسا مریض جس کا کپڑوں میں پیشاب اور پاخانہ خارج ہو جائے۔ بوڑھا کھوسٹ۔

میرا کہنا ہے کہ مصنف کے اس قول میں کپڑوں میں نجاست خارج ہونے کا ذکر کرنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ مفرد بھی ہے اور جمع بھی۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ حَوْضٌ وہ شخص ہے جسے حُزْنٌ اور عَشَقٌ نے کھلا دیا ہو۔ یہ لفظ مُحَوِّضٌ کے معنوں میں ہے۔

قَدْ حَوِّضٌ: وہ بوڑھا کھوسٹ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبٌ ہے۔

أَحْرَضَهُ الْحُبُّ: محبت و عشق نے اسے ناکارہ کر دیا ہے۔

التَّحْرِيبُ عَلَى الْقِتَالِ: جہاد پر آمادہ کرنا۔ جوش دلانا۔

الْحَرَضُ: (راء ساکن اور مضموم) اشنان جس سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔

المَحْرَضَةُ: اشنان کا برتن۔

ح د ف - حَوْفٌ كَلْبِيٌّ شَيْئِيٌّ: ہر چیز کا کنارہ، دھار۔

حَوْفٌ: حروف تہجی میں سے ایک حرف۔ اس کی جمع حروف ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْبِدُ اللَّهَ عَلَى

حَوْقَةٌ: اس نے اسے خوب جلایا۔ اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

تَحْوِقُ الشَّيْءَ بِالنَّارِ وَاسْتَحْوِقُ: اس نے چیز کو آگ سے جلادیا اور وہ جل گئی۔

اس سے اسم الحَوْقَةُ اور الحَوِيقُ ہے۔

حَوَقَ الشَّيْءُ: (راء بغیر تشدید) اس

نے کسی چیز کو ریتی سے تیز کیا یا ایک چیز کو دوسری چیز سے رگڑا۔ حضرت علیؑ نے قول

خداوندی کو لَسَحِرِ قَنَهُ پڑھا ہے، یعنی لَنَبَذَنَّ دَنَهُ ہم اسے رگڑیں گے۔

الْحِرَاقَةُ اور الْحِرَاقُ: کسی چیز میں رگڑ سے آگ لگ جانا۔ عامی لہجے میں

اسے تشدید کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

الْحِرَاقَةُ: (حاء مفتوح) اور راء مشدّد)

ایک خاص قسم کا سمندری جہاز جس میں

آگ پھینکنے کی جگہ بنی ہوتی ہے۔ جہاں

سے سمندر میں دُشْمَن پر آتش بازی کی جاتی ہے۔

ح ر ک - الْحَوَكَةُ: سکون کی ضد۔

حَوَكَةٌ فَتَحَوَكُ: اس نے اسے حرکت

دی تو وہ متحرک ہو گیا۔

مَا بِهِ حَرَآكُ: اس میں کوئی حرکت

نہیں ہے۔

غُلَامٌ حَرِيكٌ: چاق و چست لڑکا۔ یا

ہوشیار لڑکا۔

الْحَارِكُ مِنَ الْفَرَسِ: گھوڑے کی

الْحَرْفُ: اسم ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں

رَجُلٌ مُحَارِفٌ: یعنی بد نصیب انسان،

اس کی مال و دولت میں کوئی ترقی نہیں

ہوتی۔ یہی مطلب الْحَرْفَةُ (حاء مکسور)

کا ہے۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ:

لِحَرْفَةٍ أَحَدِهِمْ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ

عَيْلَتِيهِ: میرے لئے تم میں سے کسی ایک کی

بد نصیبی اس کی عیال داری سے زیادہ سخت اور

ناگوار ہے۔ الحرفۃ کا معنی صنعت اور

کارگیری بھی ہے۔

المُحْتَرِفُ: پیشہ ور کارگیر۔

فُلَانٌ حَرِيْفِيٌّ: فلاں شخص میرا ہم پیشہ

ہے۔

تَحْوِفُ الْكَلَامِ عَنِ مَوَاضِعِهِ: بات

میں تغیر و تبدیلی کرنا۔

تَحْوِيفُ الْقَلَمِ: قلم تراشنا۔

مُحَوَّرٌ: بدلا ہوا۔

انْحَوَّرَ عَنهُ: وہ اس سے منحرف ہو گیا۔

تَحَوَّرَ وَانْحَوَّرَ: وہ ایک طرف

جھکا اور رخ بدلا۔

ح ر ق - الْحَوْقُ: (حاء اور راء مفتوح)

آگ۔ اس کا معنی احتراق یعنی جلنا بھی

ہے جو کپڑے میں رگڑ کی وجہ سے لگ جاتی

ہے۔ اور نچھ بھی جاتی ہے۔

أَحْرَقَهُ بِالنَّارِ: اس نے اسے آگ سے

جلایا یا داغا۔

اکیلا ہے۔ عرب (دور جاہلیت میں بھی) ان مہینوں میں لڑائی اور جنگ کو حلال نہ جانتے تھے سوائے دو قبیلوں نضیم اور طے کے یہ دو قبیلے ان مہینوں کی حرمت کو پامال کرتے تھے۔

الْحَرَامُ: حلال کی ضد ہے۔ یہی معنی حَرْمٌ کا ہے چنانچہ قرآن کی آیت وَحَرَامٌ كِي بَجَائِ وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا بھي پڑھا گیا ہے۔ یہاں حَرْمٌ میں حاء مکسور ہے۔ الکسانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا معنی واجب ہے۔

الْحَرْمَةُ: (حاء مکسور) حدیث شریف میں ہے: اَلَّذِيْنَ تُذَرُّ كُهُمُ السَّاعَةُ تُبْعَثُ عَلَيْهِمُ الْحَرْمَةُ وَيُسَلَّبُونَ الْحَيَاءَ: قیامت کے وقت جو لوگ زندہ موجود ہونگے ان پر شہوت پرستی کا غلبہ ہوگا اور ان سے شرم و حیاء کو سلب کر لیا جائے گا۔ وَمَكَّةُ حَرَمٌ لِلّٰهِ: مکہ اللہ کا حرم یعنی گھر ہے۔ الْعَرَمَانُ سے مراد دو حرم مکہ اور مدینہ ہیں۔

الْحَرَمُ، زَمَنٌ اور زَمَانٌ كِي طَرَحِ الْحَرَامِ بھي ہو سکتا ہے۔

الْمَحْرَمُ الْحَرَامُ: ایسا محرم جس کے ساتھ نکاح حلال نہ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں: هُوَ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا: وہ اس عورت کا ایسا محرم ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح

پیٹھ کا اوپری حصہ۔ دو کندھوں کے درمیان کا پیٹھ کا اوپر والا حصہ اسے الکاہل بھی کہتے ہیں۔

ح ر م - الْحَرْمُ: بروزن القفل: احرام۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: كُنْتُ اُطَيَّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ لِحَلْبِهِ وَحَرْمِهِ: میں رسول اللہ ﷺ کو احرام کی حالت اور احرام سے باہر دونوں حالتوں میں خوشبو ملتی تھی۔

الْحُرْمَةُ: تقدس، حرمت۔ جس کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی معنی الْمَحْرَمَةُ: (راء مفتوح و مضموم) کا ہے۔

قَدْ تَحَرَّمَ بِصُحْبَتِهِ: وہ اس کا ساتھی اور محرم بن گیا یا حرمت والا بن گیا۔

حُرْمَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

رَجُلٌ حَرَامٌ: محرم آدمی۔ اس کی جمع قَدَالٌ اور قُدَالٌ كِي طَرَحِ حَرْمٍ ہے۔ سال کے مہینوں میں سے چار ماہ حُرْمٌ ہیں یعنی احترام والے ہیں اور وہ اَشْهُرُ حَرْمٍ یہ ہیں:-

(۱) ذیقعدہ۔

(۲) ذی الحجہ۔

(۳) محرم اور:

(۴) رجب۔

ان میں تین ماہ تو مسلسل ہیں اور ایک ماہ

اس نے اسے محروم کر دیا۔ قول خداوندی:  
السَّائِلُ وَالْمَحْرُومُ: میں حضرت ابن  
عباسؓ نے المحصرام سے مراد  
المُحَارَفَ یعنی کم نصیب لیا ہے۔

ح ر م ل- المحرمل: ایک طبی جڑی  
بوٹی۔

ح ر ن- فَرَسٌ حَرُونٌ: اڑیل  
گھوڑا۔ دوڑنے یا چلنے میں یکدم رُک  
جائے۔ حَرْنٌ اِزْبَابٌ دَخَلَ اَوْ حَرْنٌ  
(راء مضموم) بمعنی وہ اڑیل بن گیا۔ اس  
سے اسم الحِرْوَانِ ہے یعنی اڑیل پن۔

حَرْنٌ: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کا وزن  
فَعَالٌ ہے۔ اور فَعْلَانٌ بھی ہو سکتا ہے۔  
اس شہر سے منسوب شخص کو حَرْنَانِي کہیں  
گے اور قیاس کے اعتبار سے حَرَانِي ہوتا  
چاہئے، جیسا کہ عام لوگوں کے ہاں مروج  
ہے۔

ح ر ا- التَحْوِي: چیزوں وغیرہ میں سزا  
وار۔ قابل کے اور لائق کے معنوں میں۔

طلب ماسو احروی بالاستعمال:  
اس نے قابل اور لائق استعمال چیز طلب کی  
یا اس نے وہ چیز طلب کی جو استعمال کے  
لائق ہو۔ یعنی زیادہ مناسب اور زیادہ  
سزاوار۔ اس لفظ کا اشتقاق حَسْرِي اَنْ  
يَفْعَلُ كَذَا: وہ اس لائق ہے کہ یہ کام  
کرے۔

حلال نہیں ہے۔

المُحْرَمُ: ہجری سال کا پہلا مہینہ۔

التَّحْرِيمُ: تحلیل کی ضد۔ حرام کر دینا۔

حَرِيْمُ البَيْتِ: کنویں کی چار دیواری اور  
حدود حقوق۔

حَرْمُ الشَّيْءِ: چیز حرام ہوگئی۔ حَرْمَتِ

الصَّلَاةِ عَلَى الحَائِضِ: حیض والی

عورت پر نماز حرام ہوگئی۔ اس کا مصدر

حُرِمَ ہے۔ حَرْمَتِ کا بھی یہی معنی ہے

اور یہ ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب فہم ہے۔

حَرْمَةُ الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز

سے محروم کر دیا۔ اس کا مضارع يَحْرِمُهُ

اور مصدر حَرِمًا (راء دونوں صیغوں میں

مکسور) جس طرح سَرَفَهُ، يَسْرِفُهُ،

سَرَفًا ہے۔ دوسرے مصادر حَرَمَةٌ،

حَرِيْمَةٌ اور حَرْمَانًا ہیں۔ اَحْرَمَهُ کا

معنی بھی اس نے اسے محروم کر دیا ہے۔

اَحْرَمَ الرَّجُلُ: آدمی ماہ حرام میں داخل

ہو گیا۔

اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: اس نے حج

اور عمرہ کا احرام باندھ لیا کیونکہ اب اس پر

کچھ وہ چیزیں حرام ہو گئیں جو احرام

باندھنے سے پہلے حلال تھیں مثلاً: شکار اور

بیویوں سے مباشرت۔

الاحْرَامُ بھی التَّحْرِيمُ کا ہم معنی

لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَحْرَمَهُ وَحَرَمَهُ:

هَذَا حَزْرَةٌ نَفْسِي: میرے پاس  
بہترین چیز یہی ہے۔ اس کی جمع حَزْرَات  
ہے۔ (زاء مفتوح ہے)۔ حدیث شریف  
میں ہے کہ: لَا تَأْخُذُوا مِنْ حَزْرَاتِ  
أَنْفُسِ النَّاسِ: یعنی لوگوں سے صدقہ و  
زکوٰۃ کی مد میں ان کی بہترین چیزیں نہ لو۔  
حَزْرِيَان: رومی کلینڈر کا ایک مہینہ جو تہموز  
سے پہلے آتا ہے۔

ح ز ز - حَزْرَةٌ: اس نے اسے کاٹا۔ اس کا  
باب رَدَّ ہے۔ اِحْتَزْرَةُ کا بھی یہی معنی  
ہے۔

الْحَزْرُ: کسی چیز میں شکاف۔ اس کا واحد  
الْحَزْرَةُ ہے۔

قَدْ حَزَّ الْعُودُ: اس نے لکڑی میں شکاف  
ڈال دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:  
إِنَّمُ حَوَازِ الْقُلُوبِ: یعنی گناہ وہ ہے  
جو دلوں میں کھٹکے اور چبھے اور اس پر دل  
مطمئن نہ ہو۔

حَزْرَةُ السَّرَاوِيلِ: (حاء مضموم) شلوار کا  
نیفہ۔ حدیث شریف میں ہے: اخِذْ  
بِحَزْرَتِهِ: اُس کی گردن پکڑ کر۔ اور یہ  
بطور تشبیہ ہے۔

الْحَزَاؤُ: سردرد اس کا واحد حَزَاؤَةٌ ہے۔  
الحزَاؤَةُ: کا معنی دل میں غم وغیرہ کے  
باعث درد ہونا بھی ہے۔

ح ز ق - الْحِزْقُ: اور الْحِزْقَةُ: لوگوں

اور فُلَانٌ يَتَحَرَّمِي كَذَا: فلاں شخص یہ  
کام کرنے کے لائق ہے۔ یا اسے یہ زیب  
دیتا ہے یا وہ یہ چاہتا ہے۔ قول خداوندی:  
فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا: یعنی انہوں  
نے سیدھے راستے کا قصد کیا یعنی وہ  
سیدھے راستے پر چلے۔

حِرَاءُ: (حاء مکسور اور راء ممدود) مکہ شریف  
کے قریب مشہور پہاڑ۔ مذکر اور مؤنث  
دونوں صیغے یکساں۔ اگر اسے مؤنث سمجھا  
جائے تو اس صورت میں غیر منصرف ہے۔

ح ز ب - حِزْبُ الرَّجُلِ: آدمی کے  
ساتھی۔ الحِزْبُ کا معنی ورد ہے۔ اور اسی  
سے أَحْزَابُ الْقُرْآنِ بنا ہے۔ الحِزْبُ  
کا معنی طاقت اور گروہ بھی ہے۔

تَحَزَّبُوا: انہوں نے جھٹھا بنا لیا۔  
الْأَحْزَابُ: وہ جتھے اور گروہ جنہوں نے  
انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف جنگ کے  
لئے جھٹھا بندی کی۔

ح ز ر - الْحِزْرُ: اندازہ کرنا۔ قیافہ کرنا۔  
کہتے ہیں: حَزْرَ الشَّمْسِي: اس نے چیز یا  
بات کا اندازہ لگا لیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ  
ہے اور نَصْرٌ ہے۔ اور اسم فاعل حَازِرٌ  
یعنی ہتھاطو و ہوشیار ہے۔

حَزْرَةُ الْمَالِ: مال کا چیدہ یعنی منتخب  
حصہ۔ اس کے بہترین معنی حصہ ہوتا ہے۔  
اس کا وزن حَضْرَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

الدَّابَّةُ: بروزن مَجْلِس: جانور پر تنگ  
کنے کی جگہ۔

الْحَيْزُومُ: سینے یا چھاتی کا وسط اور جہاں  
ٹیٹی باندھی جاتی ہے۔

حَيْزُومٌ: گھڑ سوار ملائکہ کے ایک  
گھوڑے کا نام ہے۔

ح ز ن - الحَزْنُ: اور الحَزْنُ: سُرُور  
دخوشی کی ضد۔

قَدْ حَزِنَ: وہ دکھی ہوا۔ اس کا باب  
طَوَّبَ ہے۔ اور مصدر حَزُنًا۔ اس کا اسم  
فَاعِل حَزِنٌ اور حَزِينٌ ہے یعنی دکھی اور غم  
زدہ۔

أَحْزَنَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی نے دکھی کر دیا۔

حَزْنُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ جس طرح  
أَسْلَكَ اور سَلَكَهُ ہم معنی لفظ ہیں۔ اور

اس کا اسم مبنی پر مَجْهُول مَحْزُونٌ ہے۔  
حَزْنَةٌ: قریش کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ اور

أَحْزَنَةٌ: قبیلہ تمیم کی لغت یعنی لہجہ ہے۔  
قراءت میں دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

إِحْتَزَنَ اور قَحْزَنَ ہم معنی ہیں۔  
فَلَانٌ يَقْرَأُ بِالتَّحْدِثِ: فلاں شخص

نہایت سوز و گداز کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یا  
فلاں کی آواز میں بڑا سوز ہے۔

الْحَزْنُ: زمین کا سخت ہونا۔  
فِيهَا حُزُونَةٌ: اس میں سختی ہے۔

ح ز ا - حُزْوَى: (حاء مضموم)۔ ریت کے

مجموعہ، پرندوں کا غول اور درختوں کا ٹھنڈ۔

حدیث شریف میں ہے: كَانَهُمَا  
حِزْقَانِ مِنْ طَيْرِ صَوَافٍ: گویا

وہ پرستہ پرندوں کے دو غول یا ٹھنڈ ہیں۔  
الحَازِقُ: وہ شخص جس کا موزہ یا جوتا

اسے تنگ ہو، ضرب المثل ہے: لَا رَأَى  
لِحَاقِنٍ وَلَا لِحَادِقٍ: یعنی ایسے شخص کی

رائے جس کے پاؤں میں جوتا تنگ ہو اور  
اسے پریشان کر رہا ہو اور اس شخص کی رائے

میں جس نے پیشاب روک رکھا ہو اور اس  
وجہ سے پریشان ہو، کوئی وزن نہیں ہوتا۔

یعنی اسے مضطرب الحال شخصوں کی رائے  
کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

ح ز م - حَزَمَ الشَّمِي: اس نے چیز کو  
باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْحَزْمُ کا معنی انسان کے ضبط و تحمل اور  
اعتماد و احتیاط بھی ہے۔

قَدْ حَزَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے احتیاط  
برتی۔ اس کا باب ظَرْفَ ہے۔ اور اسم

فَاعِل حَازِمٌ یعنی محتاط شخص ہے۔  
احتزم اور قَحْزَمَ: یعنی کمر بستہ ہونا۔

الْحُزْمَةُ: لکڑیوں وغیرہ کا گٹھا۔  
حِزَامُ الدَّابَّةِ: چوپائے کا تنگ۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے حِزَامٌ  
الصَّبِي فِي مَهْدِهِ محاورہ ہے: یعنی بچے

کا حزام پگھلوڑے میں ہے۔ مَحْزَمٌ

ہے یعنی کافی بخشش۔

الْحُسْبَانُ: کا معنی عذاب بھی ہے۔

حَسْبَتْهُ صَالِحًا: میں نے اسے نیک و

پارسا سمجھا۔ یہاں سین مکسور ہے۔

أَحْسَبْتُهُ: (سین مفتوح اور مکسور)۔

مَحْسَبَتُهُ: (سین مفتوح اور مکسور)۔

حَسَانًا: (حاء مکسور)، خیال کرنا۔ گمان

کرنا۔

ح س د - الْحَسَدُ: اپنے محسود (دشمن)

کے مال و دولت اور نعمت کا زوال چاہنا۔

اس کا باب دَخَلَ ہے۔ الاخفش نے کہا کہ

بعض لوگ اسے يَحْسِدُهُ: (سین مکسور

بھی کہتے ہیں اور اس کے مصدر کو حَسَدًا:

(حاء اور سین دونوں مفتوح) کہتے ہیں۔

حَسَدَهُ عَلَى الشَّيْءِ اور حَسَدَهُ

الشَّيْءِ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی

اسے کسی سے کسی چیز پر حسد ہوا، یا حسد کیا۔

تَحَاسَدَ الْقَوْمُ: قوم ایک دوسرے کی

حسد ہو گئی۔

قَوْمٌ حَسَدَةٌ: حاسد قوم۔ جس طرح

حامل اور حملہ ہے۔

ح س ر - حَسَرَ كُمَهُ عَنْ ذِرْعَيْهِ:

اس نے اپنی آستین چڑھائی یعنی آمادہ

ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْإِنْحِسَارُ: انکشاف، گھل جانا۔

حَسَرَ الْبَعِيرُ: اونٹ تھک گیا۔ حَسَرَهُ

ثِيْلُوں میں سے ایک بڑا ٹیلہ جو دوسرے

ثِيْلُوں سے بہت زیادہ بلند ہو۔

ح س ب - حَسَبَهُ: اس نے اس کو گنا یا

شمار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور كَتَبَ ہے

اور مصدر حَسَابًا اور حِسَابًا (حاء مکسور

بھی) نیز حُسْبَانًا (حاء مضموم بھی)۔

محسوب: معدود۔ شمار کیا ہوا یا گنا ہوا۔

حَسَبْتُ: فَعَلْتُ بمعنی مَفْعُولٌ، جس طرح

نَفَضْتُ بمعنی مَفْعُولٌ، اسی سے لوگوں کا یہ

قول ہے: لَيْكُنْ عَمَلُكَ بِحَسَبِ

ذَلِكَ: (حاء مفتوح)، تیرا کام اس کے

مطابق ہونا چاہئے۔

الْحَسَبُ: خاندان یا سلسلہ نسب جس پر

انسان فخر کرتے ہیں۔

حَسَبُهُ: کا معنی دِينُهُ (اس کا دین) اور

مَالُهُ (اس کا مال) بھی ہے۔

الرَّجُلُ الْحَسِيبُ: حسب و نسب والا

انسان۔ اس کا باب ظَرَفُ ہے۔ ابن

السیک نے کہا کہ: حسب اور کرم کی دو

صفات تو خاندانی تعلق کے بغیر خود اپنی

ذاتی بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن شرف اور مجد کی

دو صفتیں خاندانی ہوتی ہیں۔

حَسْبُكَ دِرْهَمٌ: تجھے ایک درہم کافی

ہے۔

شَيْئٌ حِسَابًا: کافی چیز۔ انہیں معنوں

میں یہ قول خداوندی: عَطَاءٌ حِسَابًا:



بِأَذْنِهِ: ہے۔

حَسَّ الدَّابَّةُ: اس نے چوپائے کو کھر کھا کیا۔ اس کا باب بھی رذ ہے۔

المَحْسَةُ: (میم مکسور) بمعنی فَرْجُون معنی کھریرا وہ برش جس سے گھوڑے کے جسم پر مالش یا صفائی کی جاتی ہے۔

الْحَوَاسُ: انسانی بدن میں موجود محسوس کرنے کی اہلیت و صلاحیت۔ جو پانچ ہیں اور حواس خمسہ کہلاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

سمع، بصر، شہم، ذوق اور لمس یعنی سننے، دیکھنے، سونگھنے، چمکنے اور چھونے کی جس۔

أَحَسَّ الشَّيْءُ: اس نے محسوس کیا۔  
الْإِحْفَاشُ كَالْإِحْفَاشِ: کہ احس کا معنی اس نے گمان کیا۔ یا پایا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ: جب حضرت عیسیٰ نے ان میں کفر و نافرمانی محسوس کی یا پایا۔

حَسَانٌ: نام اگر اس لفظ کو جس سے فَعْلَانُ کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جرنہیں آتی لیکن اگر اسے حَسَنٌ مادہ سے فعال کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جرنہ آسکتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں نون اصلی ہوگی۔

ح س ک - الْحَسَكُ: چپانا۔

حَسَكُ السَّعْدَانِ: ایک خاردار

غَيْرُهُ: اسے کسی (اور) نے تھکا دیا۔

اسْتَحْسَرَ: کا معنی بھی تھکا دیا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: مَلُومًا مَحْسُورًا اور دوسرا قول خداوندی: وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ: میں حسر انہیں معنوں میں آیا ہے۔

حَسَرَ بَصْرُهُ: اس کی نظر تھک گئی اور دور فاصلے کو دیکھنے سے منقطع ہو گئی وغیرہ۔ اس کا اسم فاعل حَسِيْرٌ ہے۔

حَسْرَةُ غَيْرُهُ: کسی نے اُسے تھکا مارا۔ اس کا مصدر تَحْسِيرٌ ہے۔  
التَّحْسِرُ: حسرت زدہ ہونا۔

رَجُلٌ مُّحْسَرٌ بِرِوْزَنٍ مُّكْسَرٍ: حسرت کا مارا ہوا انسان یا دکھوں کا مارا ہوا شخص۔  
حدیث شریف میں ہے: اصْحَابُهُ مُّحْسَرُونَ: یہاں محسرون کا معنی معقرون: حقارت زدہ ہے۔

بَطْنٌ مُّحْسِرٌ: (سین مکسور) و مشدّد۔  
مقام مٹی کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔

ح س س - الْحِسُّ وَالْحَسِيْسُ: سرسراہٹ، بہت آہستہ آواز۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: لَا يَسْمَعُونَ حَسِيْسَهَا: میں لفظ حسیسہا ہے۔

حَسُوْهُمْ: انہوں نے انہیں جڑ سے اکھاڑ مارا۔ اور اس کا باب رذ ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: اِذْ تَحْسُوْنَهُمْ

کا نام۔ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں آیا ہے۔

ح س ن - الحُسْنُ: خوبصورتی۔ قُبُح یعنی بدصورتی کی ضد۔ اور اس کی جمع محاسبین ہے۔ اور قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاساً تو یہ مَحْسَن کی جمع معلوم ہوتی ہے۔

قَدْ حَسَنَ الشَّيْءُ: (سین مضموم) چیز خوبصورت ہوگئی، یا اچھی ہوگئی اس کا مصدر حُسْنًا ہے۔

رَجُلٌ حَسَنٌ: اچھا آدمی۔

إِمْرَأَةٌ حَسَنَةٌ: اچھی عورت۔ امْرَأَةٌ حَسَنَاءُ بھی کہا گیا ہے بمعنی خوبصورت یا اچھی عورت۔ لیکن رَجُلٌ أَحْسَنُ نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایسا اسم ہے جس کے مذکر کے صیغے کے بغیر ہی مؤنث کا صیغہ بنایا گیا ہے۔ جس طرح غُلَامٌ أَمْرُؤٌ کی مؤنث جاریہ مَرْدَاءٌ نہیں کہتے۔ لہذا یہ ایسا مذکر ہے جس کا مؤنث کا صیغہ نہیں ہے۔

حَسَنَ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کو خوبصورت بنایا یا اس کی تحسین و تعریف کی۔ اس کا مصدر حَسِنًا ہے۔

أَحْسَنَ إِلَيْهِ وَبِهِ: اس نے اس پر احسان کیا۔

هُوَ يُحْسِنُ الشَّيْءَ: وہ چیز یا کام جانتا ہے یعنی کام میں ماہر ہے۔

پودے کا چبانا۔ اسے زیادہ تراونٹ کھاتا ہے۔

ح س م - الحَسَمَةُ: اس نے اسے قطع کیا۔ (اس کا باب ضَرْبٌ ہے)۔

فَأَنحَسَمَ تَوَدُّهُ كَثُغًا: حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ أُتِيَ بِسَارِقٍ، فَقَالَ أَقْطَعُوهُ ثُمَّ أَحْسَمُوهُ: حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا (ہاتھ) کاٹ دو اور اس کا حسم کرو، یعنی اسے آگ سے داغ دو

تا کہ اس سے خون بہنا بند ہو جائے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: عَلَيكُمْ بِالضُّومِ فَإِنَّهُ مُحْسَمَةٌ لِلغُرُقِ وَمَذْهَبَةٌ أَلَا شَرٌّ: یعنی روزے رکھا کرو کیونکہ تم ضرور روزے رکھا کرو ایسا کرنا شہوت کی رگ کو کاٹ دینے والا اور طاقت کو کم کرنے والا ہے۔ قول خداوندی: وَتَمَائِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا: میں حُسُومًا سے مراد مسلسل بتائی گئی ہے۔

الحُسُومُ کا معنی منحوس اور بدشگون بھی بتایا گیا ہے۔

اللِّيَالِي الحُسُومُ: اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ راتیں لوگوں سے بھلائی کو ختم کر دیتی ہیں یا منقطع کر دیتی ہیں۔

الحُسَامُ: کاٹ دار تلوار۔ حُسْمِي: (حاء مکسور) بادیہ میں ایک جگہ

بھی یہی ہے۔

تَحْسَاةٌ: اس نے ٹھہر ٹھہر کر حسو پایا۔

ح ش د - حَشْدُوا: وہ اکٹھے ہو گئے۔

اس کا باب ضَرْبَ ہے۔ یہی معنی

اِحْتَشَدُوا کا اور تَحَشَّدُوا کا ہے۔ اور

میرے نزدیک حَشْدٌ مِنَ النَّاسِ کا معنی

لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ حَشْدٌ فَلَسَ

کے وزن پر ہے۔ اور اصلاً یہ مصدر ہے۔

ح ش ر - الحَشْرَةُ: (حاء اور شین

مفتوح) اس کی جمع الحَشْرَاتُ ہے۔

زمین کے کیڑے کھوڑے۔

حَشْرَ النَّاسِ: اس نے لوگوں کو

اکٹھا کیا۔ اس کا باب ضَرْبَ اور نَصَرَ

ہے۔ انہیں معنوں میں يَوْمُ الحَشْرِ

ہے۔ عکرمہ نے قول خداوندی: وَإِذَا

الْوَحُوشُ حُشِرَتْ: کے بارے میں

کہا ہے کہ حَشْرٌ کا معنی موت ہے۔

المَحْشِرُ: (شین مکسور) اکٹھے ہونے کی

جگہ۔

الحَاشِرُ: نبی کریم ﷺ کے اسمائے

گرامی میں سے ایک اسم حضور ﷺ کا

فرمان ہے کہ: میرے پانچ نام ہیں۔ میں

محمد، احمد، الماحی (میرے

ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا)،

الحَاشِرُ: (لوگوں کو اپنے نقوش پا پر جمع

کروں گا) اور العَاقِبُ.

يَسْتَحْسِبُ: وہ اسے اچھا سمجھتا ہے یا اشار

کرتا ہے۔

الحَسَنَةُ: السَّيِّئَةُ کی ضد ہے۔ نیکی،

برائی کی ضد۔

المَحَاسِنُ: خوبیاں المَسَاوِي:

خرابیوں کی ضد۔

حَسَانٌ: آدی کا نام۔ اگر اسے فَعَالٌ کے

وزن پر حُسْنٌ سے مشتق بنا لیں تو اس پر

جڑ آتی ہے اور اگر اسے الحَسَنُ سے

فَعْلَانٌ کے وزن پر مشتق بنا لیں بمعنی کسی کو

قتل کرنا یا کسی چیز کا احساس کرنا تو اس پر جڑ

نہیں آئے گی۔

ح س ا - حَسَا: سالن، شوربا۔ اس کا

باب عدا ہے۔

الحَسْوُ: بروزن فَعْوَلٌ: ایک مشہور

کھانا، اسی طرح الحَسَاءُ بھی ایک خاص

قسم کے کھانے کا نام اس لفظ میں حاء

مفتوح اور الف آخر کا مددور۔

رَجُلٌ حَسُوٌّ: حسو خور شخص۔

حَسَا حَسْوَةً وَاحِدَةً: اس نے ایک

گھونٹ بھرا۔ اس لفظ میں بھی حاء مفتوح

ہے۔

فِي الْبِنَاءِ حُسْوَةٌ: (حاء مضموم) ہانڈی

میں گھونٹ بھر سالن یا شوربا ہے۔

أَحْسَيْتُهُ: میں نے اسے حسو (شوربا)

پلایا تو اس نے پی لیا۔ اور احسأہ کا معنی

أَحْشَكُ کہیں یعنی شین کی بجائے سین کے ساتھ تو یہ بھی بعید نہیں۔

أَحْشَتِ الْمَرْأَةُ فَهِيَ مُحِشٌّ: جس عورت کے پیٹ میں بچہ سوکھ جائے۔ اس لفظ کی ایک اور لغت یعنی لہجہ بھی ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

حَشٌّ وَلِذَٰهَا فِي بَطْنِهَا: اس عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں سوکھ گیا۔ ابو عبید نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ حَشٌّ میں حاء مضموم ہے۔

ح ش ف - الْحَشْفُ: رڈی ترین کھجور۔ مثل مشہور ہے کہ أَحْشَفَا وَسُوءَ كَيْلَةَ: کہ کھجور رڈی بھی اور تول میں بھی بُری۔

ح ش م: ابو زید کے قول کے مطابق حَشْمَةٌ اور أَحْشَمَةٌ ہم معنی لفظ ہیں، بمعنی اس نے اسے اذیت دی اور غضبناک کر دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ ابن الاعرابی کے قول کے مطابق حَشْمَةٌ کا معنی اس نے اسے شرمندہ کر دیا اور أَحْشَمَةٌ کا معنی اس نے اسے غضبناک کر دیا۔ اس کا اسم الْحَشْمَةُ ہے۔ جس کا معنی شرمندہ کرنا ہے۔ اسی سے أَحْشَمَةٌ اور احشمتہم ہم معنی لفظ ہیں۔

حَشْمُ الرَّجُلِ: آدمی کے نوکر چاکر جو اس آدمی کی وجہ سے دوسروں پر غضبناک

ح ش ش - الْحُشُّ: (حاء مفتوح و مضموم) باغ۔ اس کا معنی المخرج یعنی قضاے حاجت کے لئے باہر کی جگہ بھی ہے کیونکہ لوگ قضاے حاجت کے لئے باغوں میں جایا کرتے تھے۔ اس کی جمع حُشْمُوش ہے۔

الحشيش: خشک بھنگ۔ سبز بھنگ کو حشيش نہیں کہتے۔  
المحش: وہ جگہ جہاں بھنگ کثرت سے ہو۔ (میم اور حاء مفتوح)۔

المحش: (میم مسور) درانتی۔ جس سے بھنگ کاٹی جاتی ہے۔ اور وہ برتن جس میں حشيش ڈالی جاتی ہے (میم مفتوح اور مسور ہے لیکن مفتوح زیادہ عمدہ صورت ہے)۔

حَشُّ الحشيش: اس نے بھنگ کاٹی۔  
اس کا باب رَدٌّ ہے۔

أَحْشَةُ: اس نے بھنگ کو ڈھونڈا اور اکٹھا کیا۔

الحشاش: (شین مشد) وہ لوگ جو بھنگ کاٹتے ہیں۔

حَشَقٌ فَرَسَةٌ: اس نے گھوڑے کے آگے بھنگ ڈال دی۔ اس کا باب بھی رَدٌّ ہے۔

ضرب المثل ہے: أَحْشُكُ وَتَرَوْنِي: میں تو تجھے گھاس یا چارہ دیتا ہوں اور تو مجھ پر لید کرتا ہے۔ اور اگر

حاشا لله: اس کا معنی ہے خدا کی پناہ۔  
قرآن کریم کی کتابت کے اتباع میں اس  
لفظ کو حَاشَ اللّٰہ پڑھا جاتا ہے بمعنی  
حَاشَ کو بغیر الف کے ورنہ اصل میں یہ  
لفظ حاشا (شین کے بعد الف کے  
ساتھ) ہے۔

حاشی: حرف استثناء بھی ہے، بطور حرف  
بھی اور بطور فعل بھی۔ فعل کی صورت میں  
یہ ناصب ہوگا مثلاً: حَسْرَتُمْ حَاشِي  
زیداً، اور اگر اسے حرف کے طور پر استعمال  
کیا جائے تو پھر یہ حرف جار ہوگا۔ سیبویہ کا  
قول ہے کہ حاشی حرف جر کے سوا اور کچھ  
نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ فعل ہوتا تو 'ما' کا  
صلہ ہوتا جس طرح کے خلا میں ہے۔  
چونکہ جاء فی القوم ما حاشی زیداً  
کہنا ممنوع ہے۔ یہ امر اس بات پر دلالت  
کرتا ہے کہ یہ فعل نہیں۔ البرد کا کہنا ہے کہ  
یہ لفظ فعل ہو سکتا ہے۔ اس پر اس نے تابع  
کے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

وَلَا أَرَى فَاعِلًا فِي النَّاسِ يُشْبِهُهُ  
وَمَا حَاشِي مِنْ الْأَقْوَمِ مِنْ أَحَدٍ

اس لفظ کا منصرف ہونا اس بات پر دلالت  
کرتا ہے کہ یہ فعل ہے۔ کیونکہ کہا یوں جاتا  
ہے حَاشَا لِذِيْدٍ اور یہ جائز نہیں کہ ایک  
جر دوسرے حرف پر آئے۔ البتہ یہ جائز  
ہے کہ حذف پر حرف جر داخل ہو مثلاً:

ہوں۔ انہیں اسی لئے اس نام سے پکارا  
جاتا ہے۔

ح ش ا - حَاشَا الْوِسَادَةَ: اس نے تکیہ  
وغیرہ میں روئی یا کوئی اور چیز بھردی۔ اس کا  
باب عَدَا ہے۔

الْحَائِضُ تَحْتَشِي مَا بَكَرُفُف:  
حائضہ عورت روئی باندھ لیتی ہے تاکہ خون  
رُک سکے۔

الْحَشَا: پیلیوں کے اندر کی چیز یعنی  
آنتیں وغیرہ۔ اس کی جمع أَحْشَاءُ ہے۔

حُشْوَةُ الْبَطْنِ: (حام مکسور و مضموم) پیٹ  
کے اندر کی آنتیں۔

الْحَاشِبَةُ: حاشیہ، کنارہ، اس کی جمع  
حَوَاشِي ہے۔

حَوَاشِي الثُّوبِ: کپڑے کے  
کنارے۔

عَيْشٌ رَفِيْقُ الْحَوَاشِي: وافر اور  
آسان روزی یا زندگی۔

الْحَشِيْمَةُ: گدی، روئی بھرا بستر۔ اس کی  
جمع حَشَايَا ہے۔ اور وہ گدی بھی جو عورتیں  
سریں پر باندھتی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری کا قول ہے کہ  
الْحَشِيْمَةُ سے مراد بھرا ہوا بستر ہے۔

الْحَشْوُ: بستر وغیرہ میں بھرائی کی چیز۔  
حَاشَاک اور حَاشَا لک ہم

معنی لفظ ہیں بمعنی خبردار رہو۔ کہا جاتا ہے:

هَذَا مِنَ الْحِصَادِ: (خاء مکسور و مفتوح)  
یہ فصل کی کٹائی کا وقت ہے۔ (حاء پر زیر  
اور زیر)۔

ح ص ر - حَصْرَةٌ: اس نے اس کا گھیرا  
تنگ کر دیا یا اسے محصور کر دیا۔ اس کا باب  
نَصَرَ ہے۔

الْحَصِيرُ: تنگ دل اور بخیل۔ الْحَصِيرُ  
الْبَادِيَّةُ اور الْحَصِيرُ بھی قید خانہ کو کہتے  
ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا  
جَهَنَّمَ الْكَافِرِينَ حَصِيرًا: ہم نے  
جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا دیا۔

الْحَصْرُ: معذوری، لا چاری۔ اس کا  
معنی ضیق الصدر یعنی سینہ کی گھٹن کی  
بیماری بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ

حَصِرَ صَدْرُهُ: اس کا سینہ تنگ ہو گیا یا وہ  
گھٹن کا شکار ہوا۔ ان دونوں فعلوں کا باب  
طَرَبَ ہے۔ جہاں تک قول خداوندی:

حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ: کا تعلق ہے  
(ان کے سینے تنگ ہو گئے) تو الاخفش اور  
کوفیوں کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ

ماضی کے صیغے کو حال بنایا جائے۔ لیکن  
سیبویہ نے اسے جائز نہیں قرار دیا سوائے  
اس کے کہ اس سے پہلے قَدْ اور جَعَلَ لگا دیا

جائے۔ اور بطور بددعا کے قَدْ یا جَعَلَ  
حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ: کہا جائے۔  
جس کسی کو کسی بات یا چیز سے روکا جائے

حَاشَ لِدَيْدٍ اور حَذَفَ اسماں اور  
افعال میں واقع ہوتا ہے نہ کہ حرف جر پر۔  
ح ص ب - الْحَصْبَاءُ: (الف ممدود)،

کنکر، پتھر۔ اسی سے لفظ الْمُحَصَّبُ  
مشق ہے اور یہ مقام منیٰ میں کنکر مارنے  
کی جگہ کا نام ہے۔

الْحَاصِبُ: تند و تیز ہوا جو ریت اور کنکر  
پتھر کو اڑا کر لے جائے۔

الْحَصْبُ: (حاء اور صاد مفتوح) ایندھن  
جو آگ میں چلانے کے لئے ڈالا جاتا  
ہے۔ آگ میں جو چیز بھی جھونگی یا ڈالی

جائے اس کے لئے حَصَبَتْهَا بہ کہیں  
گے یعنی تونے اسے آگ میں جھونک دیا۔  
اور اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ح ص د - حَصَدَ الزَّرْعُ: اس نے  
فصل کاٹی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ  
ہے۔ اس سے ام مفعول محصود،

حَصِيدٌ اور حَصِيدَةٌ، حَصَدَ (حاء  
اور صاد مفتوح) ہے۔ حدیث میں مذکور  
حَصَانِدُ الْأَلْسِنَةِ سے مراد لوگوں میں کی

جانے والی باتیں اور ان کے اچھے یا برے  
نتائج ہیں۔  
الْمُحَصَّدُ: درانتی۔ وزن اور معنی پر دو

کے لحاظ سے الْمُنْجَلُ کی طرح أَحْصَدَ  
الذَّرْعُ واستحصد: فصل کاٹنے کا  
وقت آگیا۔

انگور۔

ح ص ص - الحَصَّة: حصہ۔ نصیب۔

أَحْصَةُ: اس نے اسے اس کا حصہ دے دیا۔

تَحَاصُّ الْقَوْمِ: گھم نے اپنے حصے بانٹ لئے۔ اور یہی معنی الْمُحَامَّةُ کا ہے یعنی باہم حصے بانٹ لینا۔

حَصْحَصَ: ظاہر ہوا۔ نمایاں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: الآن حَصْحَصَ الْحَقُّ: اب سچی بات کا پتہ چل گیا۔

الْحَصَّاصُ: تیز دوڑ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں وارد ہے کہ: ان الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ مَرَوْلَةً حُصَّاصًا: یعنی شیطان جب آذان کی آواز سنتا ہے تو تیز بھاگنے کے باعث وہ ہانپتا ہے اور اس کے منہ سے رال یا جھاگ نکلتی ہے۔

ح ص ق - الحَصْفُ: خشک خارش۔

ح ص ل - حَصَلَ الشَّيْءُ: اس نے چیز حاصل کر لی۔ اس کا مصدر تحصیل ہے اور حَاصِلُ الشَّيْءِ و محْصُولُهُ: کسی چیز کا بقیدہ۔

تحصیل الکلام: بات کو اپنے نتیجے تک پہنچانا۔

الحوصلة: پونٹا۔ اس کی جمع حواصل ہے۔

اور وہ اس کام کے کرنے پر قادر نہ ہو تو کہیں گے کہ: حَصِرَ عَنْهُ: یعنی وہ اس سے عاجز ہو کر رہ گیا، لہذا کہا جاتا ہے کہ: حَصِرَ فِي الْقِرَاءَةِ: وہ قراءت میں عاجز ہو کر رہ گیا یا حَصِرَ عَنْ أَهْلِهِ: وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ملنے سے رہ گیا۔  
الْمُحْضَرُ: پیٹ کی گھٹن یا درد یا گائٹھ پڑ جانا۔ ابن السکیت نے کہا کہ أَحْصَرَهُ الْمَرَضُ: بیماری نے اسے سفر کرنے سے روک دیا یا بیماری نے اسے اپنا مقصود حاصل کرنے سے روک دیا۔ قول خداوندی ہے کہ: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ: اگر تم سفر کرنے سے روک دیئے جاؤ۔

قَدْ حَصَرَهُ الْعَدُوُّ: دشمن نے اس کا محاصرہ کر لیا اور گھیرا تنگ کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حَاصِرُوهُ مُحَاصِرَةٌ وَحِصَارًا: انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ الاغْشَى نے کہا کہ: حَصَرْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قید کر لیا، ایسے کو محصور کہیں گے۔

أَحْصَرَهُ بَوْلُهُ أَوْ مَرَضُهُ: پیشاب یا بیماری نے اسے اپنے آپ کو روکنے پر مجبور کر دیا۔ ابو عمرو نے کہا کہ: حَصَرَهُ الشَّيْءُ وَأَحْصَرَهُ كَالْمَعْنَى، اسے کام یا کسی بات نے روک دیا۔

ح ص ر م - الْحِضْرِمُ: کچا یا نا پختہ

حُصْنًا بَرُوزًا قُفْلٌ: عورت پاکدامن ہوگی۔ ایسی عورت کو حاصِنٌ، حَصَانٌ: (حاء مفتوح اور حصناء بھی کہتے ہیں۔

حَصَانٌ: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں، (حاء مکسور)۔

التَّحَصُّنُ: اصل ہونا۔ گھوڑے کو اس لئے حَصَانٌ کہتے ہیں کہ اس کی نسل پر نخر کیا جاتا ہے لہذا اس لفظ کا اطلاق سوائے اصل کے کسی اور پر نہیں ہوتا۔ پھر یہ لفظ کثیر الاستعمال ہو گیا اور ہرگز گھوڑے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

ابو حُصَيْنٌ: لومڑی کی کنیت۔

ح ص ا - الحَصَاةُ: کنکر، اس کی جمع الحَصَى اور جمع الجمع حَصِيَاثٌ ہے، جس طرح بقرة اور بَقَرَاتٌ ہے۔

حَصَاةُ الْمِسْكِ: فارة المسك میں پایا جانے والا تخت نکرا۔

أَرْضٌ مُحَصَّاةٌ: کنکروں والی زمین۔

أَحْصَى الشَّيْءُ: اس نے کسی چیز کا شمار کیا۔

ح ض ب - الحَضْبُ: (الحَضْبُ

بمعنی ایندھن) کا ایک اور لہجہ (لغت) ہے۔ اور یہ ابن عباس کی قراءت ہے۔

ح ض ب - حَضْرَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا قرب یا اس کا صحن۔

كَلِمَةٌ بِحَضْبَةِ فُلَانٍ وَبِمَحْضَرِ

قَدْ حَوَّصَلٌ: اس نے اپنا پلوٹا بھریا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: حَوَّصِلِي وَطِيْرِي: میرا پلوٹا اور میری پرواز۔

ح ص ن - الحِصْنُ: جمع الحصون: قلعہ۔

حِصْنٌ حَصِينٌ: مضبوط قلعہ۔

حِصْنُ الْقَرْيَةِ: اس نے گاؤں کو قلعہ بند کیا یا گاؤں کے گرد مضبوط دیوار بنائی۔

تَحَصَّنَ الْعَدُوُّ: دشمن قلعہ بند ہو گیا۔

أَحْصَنَ الرَّجُلُ: آدمی نے شادی کر لی۔

مُحْصَنٌ: شادی شدہ مرد۔ (صاد

مفتوح)۔ أَفْعَلُ کے وزن پر مُفْعَلٌ وزن پر مفعول کی یہ ایک مثال ہے۔

أَحْصَنَتِ الْمَرْأَةُ: عورت پاکباز رہی۔

اس کے خاوند نے اسے پاک بازی کے حصار میں لے لیا۔ ایسی شادی شدہ عورت کو مُحْصَنَةٌ (صاد مفتوح اور مکسور) کہیں گے۔ ثعلبان نے کہا کہ ہر پاکباز عورت مُحْصَنَةٌ اور مُحْصِنَةٌ ہے۔ لیکن شادی شدہ عورت کے لئے صرف مُحْصَنَةٌ

(صاد مفتوح) کا لفظ مُخْتَصٌ ہے۔ قول خداوندی میں: فَإِذَا أُحْصِنُ: میں أُحْصِنُ فعل مجہول ہے یعنی جب عورتیں شادی شدہ ہو جائیں۔

حَضْنَتِ الْمَرْأَةِ: (صاد مضموم) مصدر



ایک دوسرا تلفظ یا لغت ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَضَرَ القاضی امرأة: ایک عورت قاضی کے پیش ہوئی۔ الفراء نے قریب کہا کہ سب لوگ یَحْضُرُ: (ضاد مضموم) کہتے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان میں اس تلفظ کو فَعَلَ یَفْعُلُ کے باب سے قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اللبِن مُحْتَضِرٌ وَمَحْضُورٌ فَعَطَ اِنَّا نَکَ: یعنی دودھ پر بہت سی آفات وارد ہوتی ہیں لہذا اپنے (دودھ کے برتن کو) ڈھانپ کے رکھو۔ دودھ پر جن بھی آتے ہیں۔

وَالکُنْفُ مَحْضُورَةٌ: موشیوں کے باڑوں پر آفات آتی ہیں۔ قول خداوندی: وَاعُوذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُونِ: ”اے رب میں تجھ سے شیاطین کی دستبرد سے پناہ مانگتا ہوں“۔

قَوْمٌ حُضُورٌ: حاضر یا موجودہ لوگ۔ یہ اصل میں مصدر ہے۔

حَضَرَ مَوْتُ: ایک شہر کا نام ہے اور ایک قبیلے کا نام بھی۔ یہ لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ آپ چاہیں تو پہلے حصے کو مبنی قرار دیں اور دوسرے کو غیر منصرف قرار دے کر حضر مَوْتُ: (تاء مضموم) کہیں۔ اور اگر چاہیں تو پہلے اسم کو دوسرے کا مضاف بنائیں اور کہیں حَضَرَ مَوْتُ اور حضرًا

فلان: اس نے اس سے فلاں شخص کے سامنے بات کی۔

الحَضْر: (حاء اور ضاد مفتوح) بدو کی ضد شہری آبادی۔

المَحْضُر: دستاویز۔ اقرار نامہ۔

الحَاضِرُ: شہری۔ بادی یعنی دیہاتی کی ضد۔

الحَاضِرَةُ: بادیہ کی ضد۔ شہری آبادی۔ اس میں شہر دیہات اور گاؤں وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس کی ضد بادیہ یعنی صحرا ہے۔

کہتے ہیں کہ فلانٌ من اهل الحاضرة کہتے ہیں کہ فلان من اهل البادية: یعنی فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔ یا

صحرائین ہے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ فلانٌ حَضْرِيٌّ فلانٌ بَدْوِيٌّ: فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔ یا

فلانٌ حاضرٌ موضع کذا: یعنی فلاں شخص فلاں جگہ پر موجود یا مقیم ہے۔

الحِضْرَةُ: (حاء مکسور) ابو زید کے نزدیک اس کا معنی شہری آبادی میں رہائش ہے۔ اصمعی کے نزدیک یہ لفظ الحَضْرَة

(حاء مفتوح) ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

الحَضُور: حاضری یا موجودگی ہے یہ غنبت یعنی غیر موجودگی کی ضد ہے۔

الفراء کا کہنا ہے کہ حَضَرَ بھی اس کا

اسے سینا کہتے ہیں۔

حَصَّنَتِ الْمَرْأَةَ وَلَدَهَا: عورت نے بچہ گود میں لیا۔

حَاضِنَةُ الصَّبِيِّ: بچے کی تربیت کرنے والی عورت۔

اِحْتَضَنَ: اس نے اسے گود لیا۔ یا اپنی زیر تربیت لیا۔

ح ط ا - حَطَّاهُ: اس نے اس کی پیٹھ تھکی۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے میرے دونوں کندھے پکڑے اور پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ جا اور فلاں شخص کو میرے پاس بلا لا۔

ح ط ط - حَطَّ الرَّحْلُ وَالسَّرَجُ

وَالْقَوْسُ: اس نے کجاوہ، زمین اور کمان رکھ دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَطَّ: وہ فروکش ہوا۔

المَحَطَّ: اسٹیشن۔

النَّحَطُ السَّعْوُ: بھاؤ گر گیا۔

اسْتَحَطَّ مِنَ الثَّمَنِ شَيْئًا: اس نے قیمت میں کچھ کمی کرائی۔

الحطية من الثمن كذا: قیمت میں اتنی کمی۔ قول خداوندی: وَقُولُوا حِطَّةً:

میں حطہ کا معنی گناہوں کے بوجھ میں کمی کرانا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو یہ

کلمہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر وہ یہ کلمہ کہتے تو ان کے بوجھ کم کر دیئے جاتے۔

کو معرب بنائیں اور موت کو جوڑ دیں۔ اور

یہی معاملہ سَامَ أَبْرَصَ كَأَيَّامِ هُرْمَزَ کا ہے۔ حضر موت سے نسبت والے کو

حَضْرَمِي کہیں گے۔

ح ض ض - حَضَّهُ عَلَى الْقِتَالِ: اس نے اسے لڑائی پر اکسایا یا آمادہ کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَضَّضَهُ تَحْضِيضًا: اس نے اسے خوب اکسایا۔

التَّحَاضُّ: ایک دوسرے کو اکسانا یا بھڑکانا۔ قول خداوندی: وَلَا تَحَاضُّوْنَ

عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ: میں تَحَاضُّوْنَ کو تاء مضموم پڑھا گیا ہے۔

الحَضِيضُ: دامن کوہ۔ حدیث شریف میں ہے: کسی نے حضور ﷺ کی خدمت

میں ہدیہ پیش کیا لیکن کوئی ایسا برتن نہ تھا جس میں وہ رکھا جاتا، لہذا حضور ﷺ نے

فرمایا کہ اسے زمین پر رکھ دو۔ میں ایک بندہ ہوں اور ایسے کھاتا ہوں جیسے بندے

کھاتے ہیں۔ الحَضُّضُ: (ضاد اول مضموم و مفتوح) ایک مشہور دوا کا نام۔

ح ض ن - الحَضْنُ: گور۔ بغل سے لے کر پہلو تک کا حصہ۔

حَضَنَ الطَّائِرُ بَيْضَهُ: پرندے نے اپنے انڈے کو اپنے پروں تلے لے لیا۔

بنایا۔

ح ظ ظ - الحِطَّ: نصیب، قسمت، حصہ۔ کہتے ہیں کہ حِطَّ الرَّجُلُ تَحِطُّ حِطًّا: (ظاء مفتوح)۔ آدمی رزق روزی میں بخاؤر یا خوش نصیب ہوا۔ اس کا اسم فاعل حِطَّ، حَظِيظًا، مَحْظُوظٌ اور حَظِنٌ بروزن مَهِجٌ ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر بذیل مادہ ج د کیا ہے۔ الحِطُّظُّ الحِطُّظُّ کا ایک تلفظ یا لغت ہے۔ اس میں پہلا ظاء مضموم اور مفتوح ہے اور یہ ایک دوا کا نام ہے۔

نیز الحِطُّظُّ: (ظ سے پہلے ض) بھی اس کا ایک اور تلفظ یا لغت ہے۔

ح ظ ل - الحِطُّظُّلُّ: اندرائن، اس کا واحد حِطُّظَّةٌ ہے۔

ح ظ ا - حِطَّيْبُ الْمَرْأَةِ عِنْدَ زَوْجِهَا: عورت اپنے خاوند کے ہاں صاحب نصیب یا نصیبوں والی ہوگی۔ اس کا مضارع تَحِطُّی اور مصدر حِطُّوَةٌ ہے (حاء مضموم اور کسور)۔ حِطَّةٌ نِيز حِطِّيَّتُهُ اور اجدی حِطَّابَاةٌ: خوش نصیبی۔ اس کی خوش نصیبوں میں ایک خوش نصیبی۔ ضرب المثل ہے: اِلَّا حِطِّيَّةٌ فَلَا اِلِيَّةَ: یعنی اگر اپنی مراد پانے میں قسمت تیری یاوری نہ کرے اور تو کامیاب نہ ہو تو لوگوں کی نظروں میں مقبول بننے میں کوتاہی نہ کر۔

ح ط م - حِطْمَةٌ فَانْحِطْمٌ: اس نے اسے توڑ دیا۔ تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب صَرَبَ ہے۔

تَحِطْمٌ اور تَحِطِيمٌ: بکڑے بکڑے کرنا۔ الحِطْمَةُ: آتش دوزخ کا ایک نام۔ کیونکہ اس میں جو چیز گرتی ہے یہ آگ اسے بھسم کر ڈالتی ہے۔

رَجُلٌ حِطْمٌ: بیش خور، پُرِيفْصُص۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الحِطِيمٌ کا معنی حجر کعبہ کی دیوار ہے۔

الحِطَامُ: سوکھ کر ٹوٹ جانے والا کھڑا۔

ح ظ ر - الحِطْرُ: روک، ممانعت۔ یہ لفظ اباحت کی ضد ہے۔

مَحْطُورٌ: وہ شخص جسے روکا جائے یا جس پر کوئی چیز حرام کر دی جائے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحِطَّارُ اور الحِطِّيْرَةُ: اونٹوں کو روکنے کے لئے باڑہ جو درختوں سے بنایا جاتا ہے تاکہ اونٹوں کو سردی اور ہوا سے محفوظ رکھا جائے۔

المَحْطَرُ: باڑہ بنانے والا۔ اس میں ظاء کسور ہے۔ قول خداوندی: كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ: پڑھا گیا۔ جس نے المحتنطر کی حرف ظاء کو کسور پڑھا اس نے اس کو قائل بنایا اور جس نے اسے مفتوح پڑھا تو گویا اس نے مفعول بہ

آبادہ کیا۔ بعض لوگ اَحْفَدَ کو بھی فعل لازم سمجھتے ہیں۔

الْحَفْدَةُ: (ح اور فاء مفتوح) مددگار، خادم، سسرال والے اور داماد بھی اس کے معانی بتائے گئے ہیں اور اس کا معنی پوتا بھی کہا گیا ہے۔ اس کا واحد حَافِدٌ ہے۔

ح ف ر - حَفَرَ الْأَرْضَ: اس نے زمین کھودی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔  
احترفها: اس نے اسے کھودا۔

الْحُفْرَةُ: گڑھا۔ اس کی جمع الحُفَرُ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ: (کیا ہمیں پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا)۔

ح ف ز - حَفِزَهُ: اس نے اسے پیچھے سے دھکیلا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

اللَّيْلُ يَحْفِزُ النَّهَارَ: رات دن کو پیچھے سے آگے دھکیلتی ہے۔

رأيتُه محتفزا: میں نے اسے زانو پر

سیدھا بیٹھے دیکھا۔ حضرت علیؓ سے مروی

حدیث ہے کہ: اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ

فَلْيَحْتَفِزْ: یعنی جب عورت نماز پڑھے تو

سجدے اور جلے میں زانو پر سیدھی بیٹھے

جس طرح مرد جلے اور سجدے میں بازو

پھیلا کر بیٹھے ہیں وہ نہ بیٹھے۔

ح ف ش - الحِفْشُ: بروزن الحِفْظُ، چھوٹا گھر، اس لفظ کا ذکر حدیث شریف

شاید تو کسی حد تک اپنی مراد پانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ محاورہ دراصل اس عورت کے بارے میں ہے جس کی اپنے خاوند کے ہاں کچھ قدر منزلت نہ ہو۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ لوگوں میں مثل مشہور ہے: اِنْ لَمْ أَحْظَ عِنْدَ زَوْجِي فَسَلَا أَلُو فِيمَا يُحْظِيْنِي عِنْدَهُ بِنْتِهَانِي إِلَى مَا تَهْوَاهُ: اگر

خاوند کی نظروں میں قدر و منزلت پانے میں قسمت میرا ساتھ نہ دے تو میں اس کی پسند کے مطابق ایسے کاموں یا ایسی باتوں سے اپنے آپ کو روک کر تو خوش نصیبی حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کروں۔

رَجُلٌ حَظِيٌّ: خوش نصیب بخدا اور انسان۔

حَظِيٌّ عِنْدَ الْأَبِيْرِ: امید کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوئی۔ يحظى حُظْوَةً اور احتظى ہم معنی الفاظ ہیں۔

ح ف د - الحَفْدُ: تیزی، سُرعت،

جلدی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ نیز

حَفْدَانُ: (حاء مفتوح) یہ کلمہ دعائیں

انہیں معنوں میں آیا ہے۔

وَالِيكَ نَسْعِي وَنَحْفِيدُ: ہم تیری

طرف دوڑتے ہیں اور تیزی سے بھاگتے یا

چلتے ہیں۔

أَحْفَدُهُ: اس نے اسے تیزی و سرعت پر

من الشعر: عورت نے بالوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کا باب ردّ ہے اور مصدر حَفَفًا بھی ہے یعنی حاء مکسور۔ اِخْتَفَّتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

المِحْفَةُ: ہودج کی طرح عورتوں کی ایک سواری۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ہودج کی طرح اوپر والا قبہ نہیں ہوتا۔

حَفَوُا حَوْلَهُ: انہوں نے اس کے گرد طواف کیا یا چکر لگایا۔ قول خداوندی ہے: وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ: تم فرشتوں کو عرش کے گرد طواف کرتے دیکھو گے۔

حَفَّهٖ بِالشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کے ساتھ اسے ڈھانپ لیا جس طرح ہودج کو کپڑے سے ڈھانپا جاتا ہے۔

حَفَّ شَارِبَهُ وَرَأْسَهُ: اس نے اپنی مونچھوں اور سر کو ڈھانپ لیا۔ اس کا ثلاثی کا باب ردّ ہے۔

ح ف ل - حَفَلَ الْقَوْمُ: قوم اکٹھی ہوئی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اِخْتَفَلُوا: وہ لوگ اکٹھے ہوئے۔

وَعِنْدَهُ حَفْلٌ مِنَ النَّاسِ: اس کے پاس لوگوں کا جمعگاہ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

مَحْفِلُ الْقَوْمِ: قوم کی محفل یعنی اکٹھے ہونے کی جگہ۔

میں آیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ حدیث میں وارد: حَمَلًا قَعَدَ فِي حَفِشِ أُمِّهِ: کا مطلب عند حفش امہ یعنی ماں کے گھر کے پاس ہے۔

ح ف ظ - حَفِظَ الشَّيْءُ: (فاء مکسور) اس کا مصدر حفظا ہے۔ اس کا معنی ہے: اس نے چیز کی حفاظت کی۔

حفظہ کا معنی زبانی یاد کرنا بھی ہے۔ الحفظۃ: وہ فرشتے جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

المُحَافِظَةُ: نگرانی۔ الحِفاظُ اور المُحَافِظَةُ کا معنی وقار اور بڑائی بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ: میں تم پر نگران (مقرر) نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ: اِخْتَفِظْ بِهَذَا لَشَيْءٍ: میں اس خبر کو سنباال کر رکھتا ہوں یا رکھوں گا۔

التَّحْفُظُ: بیداری، وعدم غفلت۔ ہوشیاری۔

تَحْفِظُ الْكِتَابِ: اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے کتاب یاد کر لی۔

حَفِظَهُ الْكِتَابَ تَحْفِظًا: اس نے اس کو کتاب اچھی طرح یاد کرائی۔

اسْتَحْفِظُهُ: اس نے اسے یاد کرنے کو کہا۔

ح ف ف - حَفَّتِ الْمَرْأَةُ رَجْعَهَا

یعنی لے لی۔

ح ف ا - حَفِي: (حاء مکسور) حَفْوَةٌ، حَفِيَّةٌ اور حَفَايَةٌ (سب میں حاء مکسور) اور حَفَاءٌ: (الف مدود) بھی۔ ننگے پاؤں چلنا۔ حَفَاقٌ: ننگے پاؤں (بغیر جوتوں کے) چلنے والا۔

حَفِي: (باب صدی) اس کا اسم فاعل حَفِيہ ہے۔

رَقِيتٌ قَدَمُهُ أَوْ حَافِرُهُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَشْيِ: زیادہ چلنے کے باعث پاؤں کا گھر ڈھیلا پڑ گیا۔

حَفِي يَبِيہ: اس نے اس کی بہت عزت و تکریم کی یا اس کے کام میں بہت دلچسپی لی یا اس پر مہربانی کی۔

الْهَفِيُّ: کا مطلب پوچھنے میں پوری چھان پھٹک کرنے والا ہے۔

میرا کہنا ہے پہلے معنوں میں قول خداوندی: إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا: (وہ مجھ پر بڑا

مہربان ہے) اور دوسرے معنوں میں قول خداوندی: كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا: ”گویا تو اس سے پوری طرح باخبر ہے“، ہے۔

احْفَى شَوَارِبُهُ: اس نے مونچھوں کو باریک تر شویا۔ اور حدیث شریف میں ہے

کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مونچھیں باریک تر شواؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو یعنی

انہیں نہ تر شواؤ۔

مَحْتَفِلٌ: بمعنی محفل۔

حَفَلَةٌ: اس نے اسے نمایاں کیا، فَتَحَفَلٌ وَاِحتَفَلٌ: تو وہ نمایاں ہو گیا۔

حَفَلٌ بِهِ: اس کی پرواہ نہ کرو۔

الْحَفَالَةُ: (تلمبٹ اور جھاگ) ہر چیز کا رڈی حصہ۔

التَّحْفِيلُ: بکری سے کئی دنوں تک دودھ نہ دوھیا تاکہ بکری فروخت کرتے وقت

اس کے تھنوں میں دودھ جمع ہو۔ ایسی بکری کو مُحَفَلَةٌ اور مُصْرَاةٌ کہتے ہیں۔ نبی

کریم ﷺ نے تحفیل اور تَصْرِيہ سے منع فرمایا۔

ح ف ن - الْحَفْنَةُ: دو ہتھلیوں بھری لپ کمانے کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ اس سے یہ

مخادرہ نکلا ہے کہ اِنَّمَا نَحْنُ حَفْنَةٌ مِنَ حَفَنَاتِ اللّٰهِ: یعنی اللہ تعالیٰ کی سلطنت

ورحمت کے مقابل میں ہماری حیثیت ایک حفنہ یعنی لپ کی سی ہے۔

حَفَنْتُ الشَّيْءَ: میں نے لپ بھر لی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ جب تم کسی چیز کو

دونوں ہاتھوں سے سونت لو۔ یہ چیز آٹے وغیرہ کی طرح کی کوئی خشک چیز ہونا

چاہئے۔

حَفَنَ لَهُ حَفْنَةً: اس نے اسے لپ بھر دیا۔ یعنی تھوڑا سا دیا۔ اِحْتَفَنَ الشَّيْءَ

لِنَفْسِهِ: اس نے اپنے لئے لپ بھر لی،

ڈھیر۔ اس کی جمع حِقَافٌ اور أَحْقَافٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ مَرَّ بِظَبْيٍ حَاقِفٍ فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ: یعنی آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھی بیٹھی ہوئی ہرنی کی طرف سے گزرے۔ حَاقِفٌ: وہ شخص جو نیند میں ٹیڑھا اور دوہرا ہو کر سویا ہو۔

الْأَحْقَافُ: قوم عاد کی بستیاں۔ قول خداوندی ہے: وَأَذْكُرُ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ: اور یاد کیجئے عاد قوم کے بھائی یعنی حضرت ہودؑ کو یا ان کا ذکر کیجئے جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (خدا کے عذاب سے) ڈرایا۔

ح ق ق - الْحَقُّ: باطل کی ضد، بمعنی رعایت حق۔ حق کی جمع حُقُوقٌ بمعنی مراعات وغیرہ۔ الْحَقَّةُ: (حاء مضموم) اس کی جمع حُقُوقٌ، حَقَقْتُ، حَقَّقْتُ اور الْحَقُّ (حاء مضموم) بمعنی اوٹنی کا تین سالہ بچہ جو چوتھے سال میں پہنچا ہو۔ اس کی مؤنث حِقَّةٌ ہے اور حِقٌّ بھی ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اب وہ بار برداری کے لائق ہو چکا ہوتا ہے اور اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی جمع حِقَاقٌ اور حُقُوقٌ (حاء وقاف مضموم) بروزن کتاب و کُتُبٌ۔

الْحَاقَّةُ: قیامت، اس کا یہ نام اس لئے

ح ق ب - الْحُقْبُ: (حاء مضموم) قاف ساکن) اسی سال کا وقفہ۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے لمبا وقفہ، اس کی جمع حِقَابٌ بروزن قَفٌّ وَقِفَافٌ ہے۔

الْحِقْبَةُ: (حاء مضموم اور قاف ساکن) اس کی جمع حِقَبٌ ہے۔ بمعنی سال۔

الْحُقْبُ: (حاء اور قاف مضموم) زمانہ، اس کی جمع أَحْقَابٌ ہے۔

ح ق د - الْحِقْدُ: کینہ، دشمنی، اس کی جمع أَحْقَادٌ ہے۔

قَدْ حَقَّدَ عَلَيْهِ: اس نے اس سے حسد کیا یا اس پر حسد کیا۔ اس کا مضارع يَحْقِدُ (قاف مضموم) ہے اور مصدر حَقَّدَا (قاف مضموم) ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ حَقْفٌ: (حاء مفتوح) سخت حاسد انسان۔

ح ق ر - الْحَقِيرُ: قابلِ حقارت۔ چھوٹا۔ ذلیل۔ اس کا باب ظَرَفَ ہے۔

حَقَرَهُ غَيْرُهُ: (باب ضَرَبَ) کسی نے اسے حقیر جانا۔ اسی طرح احْتَقَرَهُ، اسْتَحَقَرَهُ اور حَقَّرَهُ تَحْقِيرًا کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی اس نے اسے حقیر اور چھوٹا جانا۔

الْمُحْفِرَاتُ: قابلِ حقارت و نفرت باتیں۔

ح ق ف - الْحِقْفُ: ریت کا ٹھنڈا ٹیلہ یا

هو حَقِيقٌ بِهِ اور مَحْصُوقٌ بِهِ: وہ اس کا سزاوار ہے۔ اس کی جمع احِقَاء ہے اور محقِقُونَ ہے۔

حَقُّ الشَّيْءِ يَحِقُّ حَقًّا: چیز یا بات واجب ہوگئی۔

أَحَقُّهُ غَيْرُهُ: دوسرے نے بات واجب کر دی۔

تَحَقَّقَ عِنْدَهُ الْخَبْرُ: اس کے نزدیک خبر سچ ثابت ہوگئی۔

حَقَّقَ قَوْلَهُ وَظَنَّهُ: اس نے اپنی پوری بات یا اپنا خیال سچ ثابت کر دیا۔

كَلَامٌ مُحَقَّقٌ: کچی بات، تصدیق شدہ بات۔

الْحَقِيقَةُ: مجاز کی ضد، الْحَقِيقَةُ: وہ سچ یا واقع جس کی حمایت۔ کسی شخص پر ضروری اور واجب ہو۔

فَلَانٌ حَامِيُ الْحَقِيقَةِ: فلاں شخص حقیقت کی حمایت کرتا ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: الْحَقِيقَةُ الرَّايَةُ: حقیقت واضح ہے۔

الْحَفْحَفَةُ: پیٹھ کے لئے تکلیف دہ اور تھکا دینے والا چلنا۔

مَطْرَفٌ كِي حَدِيثٍ مِيں وارد ہے کہ شَرُّ السَّيْرِ الْحَفْحَفَةُ: بدترین چلنا شروع رات کا چلنا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

ح ق ل - الْحَقْلُ: کھیتی، پودوں کے

پڑا کہ قیمت کے دن معاملات کی خودی اور حق رسی ہوگی۔

حَاقَّةٌ: اس نے اس سے حق طلبی کی یا جھگڑا کیا۔ یعنی ہر شخص نے اپنے حق کا دعویٰ کیا اور جب کئی جھگڑے میں دوسرے پر غالب آیا تو کہتے ہیں کہ: حَقُّهُ وَهُوَ اس پر غالب آیا۔

الْبِتْحَاقُ: جھگڑا، دو فریقوں کے درمیان حق طلبی کا دعویٰ۔

الْاِحْتِغَاقُ: اختتام، یہ لفظ باہم جھگڑا کرنا دو فریقوں کے مابین جھگڑے کے سوا اور کسی موقع پر اشتعال نہیں ہوتا۔

حَقٌّ جَذْرَةٌ: اس نے صحیح احتیاط کی یا احتیاط کا حق ادا کیا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

أَحَقُّهُ: کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس نے وہ کام کیا جس سے وہ بچنا چاہتا تھا۔

حَقُّ الْأَمْرِ: اس نے بات واضح کر دی۔ اس کا باب بھی رَدٌّ ہے۔

أَحَقُّهُ: اس نے اسے سچ ثابت کر دیا یعنی اس نے اس کی تحقیق کی اور اسے یقین حاصل ہو گیا۔

حَقٌّ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا، وَحَقِقتْ أَنْ تَفْعَلَ هَذَا كَمَا كِي ہی مطلب ہے یعنی تمہیں یہ کام کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

حَقٌّ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اُسے ایسا کرنے کا حق ہے۔



الصَّلْوَةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ سَحْرِي  
وَتَحْرِي وَبَيْنَ حَاقَتِي وَذَاقَتِي:  
آنحضرت ﷺ نے میرے پیچھے اور  
گلے درمیان نیز میری دگرگی اور تھوڑی کے  
درمیان وفات پائی۔ یعنی میں آپ ﷺ کا  
سراپنی چھاتی کے ساتھ لگائے ہوئی تھی  
جب آپ نے وفات پائی۔

ح ق ا - الحَقْوُ: (حَاءُ مَفْتُوحٌ) پاجامہ،  
تہہ، الحَقْوُ کا معنی کمر بھی ہے اور کمر بند  
بھی۔

ح ک ر - احتکار: سامان، خوراک کا  
ذخیرہ کرنا اور فروخت کرنے سے روکے  
رکھنا اور گراں قیمت ہونے تک انتظار  
کرنا۔

ح ک ک - حَكَّ الشَّيْبُ: اس  
نے چیز کو رگڑا، اس کا باب رَدَّ ہے۔  
حَكَّ نَفْسَهُ عَلَيْهِ: اس نے اپنا آپ  
اس پر رگڑا۔

هُوَ يَصْحَكُ بِهِ: وہ اس کے ساتھ اپنا  
آپ رگڑتا ہے۔ یعنی وہ اس کی تکلیف اور  
اذیت کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا  
ہے۔

حِكَاةٌ: (حَاءُ مَسْرُورٌ) خارش۔ کھجلی۔  
الحِكَاةُ: خارش یا رگڑ سے گرنے والا  
برادہ یا خشکی اور گھر چن۔

ح ک م - الحُكْمُ: فیملہ، قَدْ حَكَمَ

وَنُضِّلَ مَوْتُهُ هُوَ مِنْ سَبَلِ مَوْتِهِ نَكْنَى  
کے وقت کی فصل کہہ سکتے ہیں کہ أَحْقَلَ  
الزَّرْعُ یعنی کھیتی میں پودوں کے پتے نکلنے  
لگے۔

أَلْحَقْلُ كَمَا مَطْلَبُ أَحْقَى خَوْشِبُو بَعِي هُوَ  
اس کا واحد الْحَقْلَةُ ہے۔

أَلْحَاقِلَةُ: کھیتی یعنی گندم کی فصل کو خوشوں  
ہی کی حالت میں فروخت کرنا اور یہ ممنوع  
ہے۔

ح ق ن - حَقَّنَ دَمَهُ: اس نے اپنا خون  
بہنے سے بند کیا۔

حَقَّنَ بَوْلَهُ: اس نے اپنا پیشاب نکلنے  
سے بند کیا۔ أَلْكَسَانِي نے ان معنوں میں  
أَحْقَنَ کہنا منکر اور غیر معروف وغیر مانوس  
قرار دیا ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ  
ہے۔

الْحَاقِنُ: وہ شخص جسے سخت اور زیادہ  
پیشاب آیا ہو۔ محاورہ ہے کہ لَا زَأَى  
لِحَاقِنٍ: حَاقِنٍ کی کئی رائیں نہیں ہوتی،  
کیونکہ پیشاب روکے رکھنے کی صورت میں  
کوئی رائے نہیں دے سکتا، یا اس کی رائے  
اور مشورے کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

الْحَاقِنَةُ: ہنسلوں اور کندھے کی رگ یا  
پٹھے کے درمیان کی جگہ اور گلے کی جانب  
ٹھوڑی کا حصہ۔ حضرت عائشہؓ کا قول  
ہے: تَوَفَّيْتُ رَأْسُورُ اللَّهِ عَلَيْهِ

لِلْمُحْكَمِينَ: بے شک جنت ٹاشی اور فیصلہ قبول کرنے والوں کے لئے ہے۔ یہ اصحابِ اخدود کے کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ وہ قتل ہونے اور کفر کے درمیان ایک بات اختیار کریں۔ تو انہوں نے کفر کے مقابلے میں اسلام پر ثابت قدمی کے ساتھ قتل ہونا قبول کر لیا تھا۔

ح ک ی - ح گ ی عَنْهُ الْكَلَامُ: اس نے کسی کی نسبت حکایت بیان کی۔ اس کا مضارع يَحْكِي ہے اور مصدر حَكَاةٌ۔ حَكَا يَحْكُو بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

ح گ ی فَعَلَهُ وَحَاكَاةٌ: کسی کا کسی دوسرے کے کام کی طرح کام کرنا۔ الْمُحَاكَاةُ: مُشَاكَلَةٌ اور مشابہت دینا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَلَانَ يَحْكِي الشَّمْسُ اور يُحَاكِيهَا: فلاں آدی سورج کی مانند ہے۔ يَحْكِي اور يُحَاكِي دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

ح ل ا: کہا جاتا ہے حَلَّ السَّوِيْقِ: اس نے سٹو گھولے، اس کا مصدر تَحْلِيهِ ہے۔ الفراء نے کہا کہ اسے ہمزہ سے لکھا گیا ہے حالانکہ یہ فعل مہوز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی اصل حَلْوَاءٌ ہے۔

بَيْنَهُمْ: اس نے ان کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ اس کا مضارع يَحْكُمُ ہے (کاف) مضموم) حَكَمًا مصدر ہے۔ حَكِمَ لَهُ وَحُكِمَ عَلَيْهِ: کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف فیصلہ دینا۔ الْحُكْمُ کا مطلب علم کی حکمت بھی ہے یعنی دانائی۔

الْحَكِيمُ: عالم اور اہل حکمت و دانش۔ الْحَكِيمِ: معاملات کی تہ تک پہنچنے والے اور معاملات کی سمجھ بوجھ رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ حَكَمَ: بِابِ ظَرْفٍ: وہ حکیم بن گیا۔ أَحْكَمَهُ فَاسْتَحْكَمَ: اس نے اسے پختہ کیا تو وہ پختہ ہو گیا۔

الْحَكْمُ: (حاء اور کاف مفتوح) حاکم۔ ثَالِثٌ - ثَلَاثٌ۔ حَكَمَهُ فِي مَالِهِ: اس نے اسے اپنے مال میں حکم یعنی ثالث مقرر کیا۔ اس کا مصدر تَحْكِيمًا ہے۔

فَاخْتَمَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ: اس نے اس معاملے میں اس پر مقدمہ کیا۔ اِخْتَمُوا إِلَى الْحَاكِمِ: وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ تَحَاكَمُوا کا بھی یہی معنی ہے۔

المُحَاكَمَةُ: حاکم کے پاس مقدمہ لے جانا۔ حدیث شریف میں ہے: ان الجنة

ہوئی روئی۔

المِخْلَجُ بروزن مَبْضَعٌ اور  
المِخْلَجَةُ: وہ کپڑا یا جگہ جس پر روئی  
دھنی جائے۔

المِخْلَاجُ بروزن المِفْتَاحُ: دھنک  
جس سے روئی دھنی جاتی ہے۔

ح ل ز ن - الحَلَزُونُ: پانی میں رہنے  
والا کیڑا جسے انگریزی میں snail کہتے  
ہیں۔ یہ کیڑا بالعموم بوسیدہ لکڑی کے تختوں  
میں رہتا ہے۔

ح ل س - حِلْسُ البیتِ: ایسا کپڑا جو  
کسی قیمتی تھیس کپڑے کے نیچے بچھایا جائے  
مثلاً: کبیل یا ٹاٹ وغیرہ۔ حدیث شریف  
میں ہے کہ: کُنْ حِلْسَ بَيْتِكَ: اپنے  
گھر کا ٹاٹ بن کر رہو۔ یعنی فتنوں کے  
زمانے میں فتنوں میں پڑنے کی بجائے گھر  
بیٹھے رہو۔

ح ل ف - حَلَفَ يَحْلِفُ: (لام مکسور)  
مَحْلُوفًا: حلف یا قسم اٹھانا۔ یہ واحد فعل  
ہے جس کا مصدر مفعول کے وزن پر آیا  
ہے۔

أَحْلَفُهُ، حَلَفَهُ اور اسْتَخْلَفَهُ ہم  
معنی الفاظ ہیں بمعنی حلف دینا۔ الحِلْفُ  
بروزن حِقْفُ بمعنی عہد و پیمانہ کیا۔ یا اسے  
حلیف بنایا۔

تَحَالَفُوا: انہوں نے ایک دوسرے سے

ح ل ب - الحَلْبُ: (لام مفتوح)، دودھا  
ہوا دودھ، یہ مصدر بھی ہے چنانچہ کہہ سکتے  
ہیں حَلَبَ يَحْلَبُ (لام مضموم) حَلْبًا  
اور اِحْتَلَبَ بھی بمعنی دودھنا ہے۔

حَالِبٌ: دودھ دوہنے والا، اس کی جمع  
حَلَبَةٌ ہے۔ (حاء اور لام مفتوح)۔  
الحَلُوبُ اور الحَلْبَةُ: دودھ۔  
الحَلِيبُ: دودھا ہوا دودھ۔

حَلْبَتُهُ وَحَلْبُتُ لَهٗ ماشینہ: میں نے  
اسے دودھا، یا اس کے لئے اس کے جانور  
سے دودھ دوھا، یا نکالا۔

أَحْلَبْتُهُ: میں نے دودھ نکالنے میں اس کی  
مدد کی۔

المِخْلَبُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں  
دودھ دودھا، یا نکالا جائے۔

تَحْلَبُ العَرَقُ وَالتَّحْلَبُ: پسینہ بہہ  
گیا۔

الحَلْبَةُ بروزن ضَرْبَةٌ: ایک ہی اصطبل  
سے نہیں بلکہ مختلف اطراف سے جمع کئے  
گئے گھڑ دوڑ کے لئے گھوڑے۔

أَسْوَدُ حَلُوبٍ: گہرا کالا رنگ۔

ح ل ج - حَلَجَ القَطْنُ: اس نے روئی  
کو دھنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ  
ہے۔ اس کا اسم فاعل حَلَّاجٌ یعنی دھنیا  
ہے۔

انقطن الحَلِيجُ وَالمَحْلُوجُ: دھنی

پڑھنا جائز قرار دیا ہے یعنی لام ساکن۔ ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کلام عرب میں یہ لفظ کسی اور جگہ متحرک استعمال نہیں ہوا ہے۔ سوائے اس قول کے کہ: هَلْ لَاءِ قَوْمٍ حَلَقَةٌ، یہ لفظ وہ ان لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں جو سر کے بالوں کا حلق کراتے ہیں۔ اس کا مفرد خَالِقٌ یعنی حلق کرانے والا ہے۔

الحَلْقُ: گلا، اس کی جمع حَلُوقٌ ہے۔

تحلیق الطائر: پرندے کا نفا میں

منڈلانا، حدیث شریف میں ہے کہ جب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ

حضرت صفیہؓ حیض سے ہیں، تو آپ

ﷺ نے فرمایا: عَقْرَى حَلْقَى: میں

اسے روکنے والی ہی دیکھتا ہوں۔ ابو عبید

نے کہا کہ یہ قول عقری حلقی توخین

کے ساتھ ہے اور محدثین کا کہنا ہے کہ

عقری اور حلقی کا مطلب ہے عَقْرَهَا

اللَّهُ وَحَلَقَهَا: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے

جسم کو ذبح کرے اور اللہ اس کے حلق میں

تکلیف پیدا کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے

کہا جاتا ہے: رَأْسُهُ وَعَصَدُهُ

وَصَدْرُهُ: جب کسی کے سر پر، بازو پر

سینے پر ماریں۔

① ان کلمات کی تفسیر میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کلمات اظہارِ عقل کے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ بانجھ سرنڈھی بھی ہے۔

عہد و پیمان کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

أَنَّهُ خَالَفَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ:

کہ نبی کریم ﷺ نے قریش اور انصار کے

درمیان معاہدہ یا مواخاۃ کرایا۔ اس سے

مراد معاہدہ مواخاۃ ہے۔ کیونکہ اسلام میں

کسی قسم کا حلف نہیں ہے۔

الحلیف المَحَالِفُ: مَوْلَى، غلامی

سے آزادی کے بعد سابقہ آقا اور غلام کے

درمیان ولاء کا تعلق۔

الحَلْفَاءُ: پانی میں اُگنے والی ایک

نباتات، ابو زید کا کہنا ہے کہ اس کا واحد

حَلْفَةٌ ہے بروزن قَصْبَةٌ اور طَرْفَةٌ.

اصمعی نے کہا: حَلْفَةٌ (لام مکسور) ہے۔

ذُ الحُلَيْفَةِ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ح ل ق - الحَلْقَةُ: (لام ساکن) زرہ بکتر

اور اسی طرح حلقۃ الباب دروازے کا

حلقہ یعنی کنڈی۔

حَلْقَةُ الْقَوْمِ: قوم کا حلقہ، اس کی جمع

الحَلَقُ: (حاء اور لام مفتوح) اور جمع کا یہ

وزن خلاف قیاس ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے

کہ: حلقہ کی جمع حَلَقٌ بروزن بَدْرَةٌ سے

بَدْرٌ اور قِصْعَةٌ کی جمع قِصْعٌ ہے۔ یونس

نے ابو عمرو الحللاء سے روایت کی ہے کہ

حَلْقَةٌ بطور واحد میں حاء اور لام مفتوح ہے

اور اس کی جمع الحَقُّ والحَلَقَاتُ ہے۔

ثعلب نے کہا کہ ہر ایک نے اس کو ضعیف

مثل حنک الغراب کہا جاتا ہے یعنی  
کوئے کی چونچ کی طرح۔

اسودٌ حالک و حانک: دونوں کا  
ایک ہی معنی ہے یعنی گہرا کالا یا سیاہ کالا۔  
الحلکوک: شدید کالے رنگ والا۔

ح ل ل - حلّ العُقْدَة: اس نے گانٹھ یا  
گرہ کھولی۔

فانحلّت: تو گرہ کھل گئی۔ اس کا باب  
رَدّ ہے۔ کہا جاتا ہے: يَا عَاقِدُ اذْ كُرُ  
حَلًّا: یعنی گرہ دینے والے گرہ کے  
کھولنے کی بھی فکر کر یا دھیان رکھ۔ یہ مجاورہ  
ہے۔<sup>۱</sup>

حلّ بالمکان: وہ مکان میں اُتر آیا  
آبَا، اس کا باب بھی رَدّ ہے، اور مصدر  
حلولاً اور محلّاً بھی ہے۔ (حاء  
مفتوح)۔

المحلّ: وہ جگہ جہاں کوئی اُترے یا  
آبے۔ حلّلت القوم اور حلّلت  
بہم، ہم معنی الفاظ ہیں جن کا مطلب  
ہے میں تو م یعنی لوگوں کے ہاں اُتر۔

الحلّ: بتلوں کا تیل۔  
الحلّ: (حاء مسکور) حلال۔ حرام کی ضد۔  
رُجِّلَ حِلًّا مِنَ الْأَحْرَامِ: احرام سے  
باہر آنے والا شخص اسے حلال بھی کہیں

حَلَقَ رَأْسَهُ: اس نے سر منڈھایا۔ اس کا  
باب ضَرْبٌ ہے۔

حَلَقُوا رُؤْسَهُمْ: انہوں نے اپنے سر  
منڈھائے، یہاں لام پر تشدید کثرتِ عمل  
کے اظہار کے لئے ہے۔

الاحتِلاق: موٹھا ہونا۔ کہا جاتا ہے:  
حَلَقَ مَعْرَةً یعنی اس نے اپنی بکری کے  
بال اتارے۔ یہاں حلقہ کی بجائے اس  
کا ہم معنی لفظ جَزْءٌ کا لفظ استعمال ہوتا  
ہے۔

عَنَزَ مَحْلُوقَةً: وہ بکری جس کے بال  
اتارے گئے ہوں۔

شَعَرٌ حَلِيقٌ: منڈھی ہوئی داڑھی۔ یہاں  
لحیہ کی نسبت سے حَلِيقَةٌ نہیں بولا  
جاتا۔ یعنی تمانیث استعمال نہیں ہوتی۔  
تَحَلَّقَ الْقَوْمُ: لوگ حلقے بنا کر بیٹھ گئے۔

الحوْلَقَةُ: (لا حول ولا قوۃ الا  
باللہ العلی العظیم) پڑھنا یا کہنا۔

ح ل ق م - الحُلُقُومُ: گلا۔

ح ل ک - حَلَكَ الشَّيْءُ  
يَحْلِكُ: (لام مضموم) حُلُومٌ: کسی  
چیز کا رنگ گہرا سیاہ ہو گیا۔ اِحْلَوْلَكَ  
کا مطلب بھی یہی ہے۔

الحلک: (حاء اور لام مفتوح) کالک،  
مجاورہ ہے کہ: اَسْوَدٌ مِثْلَ حَلَكِ  
الغُرَابِ: کوئے کی طرح کالا۔ اسی طرح

۱ انہیں معنوں میں دوسرا مجاورہ ہے: اَلْقِدْمُ الْعُرُوجُ قَبْلَ  
الْوُلُوجِ، یعنی: "اندر جانے سے پہلے باہر آنے کی فکر کرو۔"

ہی گھر میں ٹھہرائیں۔

الإخْلِيلُ: چھائی یا تھن سے دودھ نکلنے کی جگہ۔

حَلَّ لَهَ الشَّيْءُ: اس کے لئے چیز حلال ہوگئی۔ اس کا مضارع يَحِلُّ (حَاء مَسْوَر) اور حَلَّالًا مصدر ہے۔ اور اسم فاعل حَلَّ بَلٌّ یعنی آزاد ہے۔

حَلَّ الْمُحْرِمِ: مُحْرَمِ احرام سے باہر آ گیا یعنی محرم نے احرام کھول دیا۔

أَحَلَّ كَأَيْ بِي مَطْلَبٌ هُوَ۔

حَلَّ الْهَدْيُ يَحِلُّ (حَاء مَسْوَر) وحلولا: قربانی کا جانور قربان گاہ پر پہنچ گیا۔

حَلَّ الْعَذَابُ يَحِلُّ (حَاء مَسْوَر) حلالا: عذاب نازل ہوا۔ يَحِلُّ (حلولا) ان دونوں کلمات کی تائید میں یہ قول خداوندی پڑھا گیا: فَيَحِلُّ عَلَيْكُمْ

غَضَبِي: تو پھر تم پر میرا غضب و قہر نازل ہوگا۔ البتہ اس قول خداوندی: أَوْ تَحَلُّ قَرِيْبًا مِنْ دَارِهِمْ: میں تَحَلُّ حَاء مضموم ہے اور معنی یہ ہے کہ یا وہ ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی۔

حَلَّ الدِّينُ يَحِلُّ (حَاء مَسْوَر) حُلُولًا، قرض کی مدت پوری ہوگئی۔

وَحَلَّتِ الْمَرْأَةُ تَحِلُّ: (حَاء مَسْوَر) حلالا، کا معنی اس عورت نے عدت

گے۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ حِلٌّ وَهُوَ حَرْمٌ: یعنی وہ شخص حِلٌّ ہے یعنی احرام میں نہیں ہے اور وہ شخص احرام میں ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب امام ابو الجہری نے ح ر م کے مادہ کے ذیل میں یہ بیان نہیں کیا کہ حَرْمٌ مُحْرَمٌ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ ابو جہری نے اسے بذیل مادہ ح ل ل بیان کیا ہے کہ یوں کہا جاتا ہے: رَجُلٌ وَحَلَالٌ وَحَرْمٌ

وَحَرَامٌ وَمُحِلٌّ وَمُحْرِمٌ. حِلٌّ: حدود حرم کے باہر کی جگہ اور قَوْمٌ حِلَّةٌ: حدود حرم مکہ سے باہر رہنے والے لوگ۔ ان معنوں میں یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہے۔

الْحِلَّةُ: اس قول کا مصدر ہے کہ حَلَّ الْهَدْيُ: قربانی کا جانور، قربان گاہ میں پہنچ گیا۔

الْمَحَلَّةُ: ہر قوم کی منزل۔ قول خداوندی ہے: حَتَّى يَسْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّةً: تا آنکہ قربانی کا جانور قربان گاہ میں پہنچ جائے۔

مَحِلُّ الدِّينِ: قرض کی مدت۔

الْحُلُّ: یمن کے حُلے یعنی چادریں۔

الْحُلَّةُ: تہہ اور چادر، اسے حُلَّةً کہنا درست نہ ہوگا۔ اس کا مطلب ہوگا دو کپڑے۔

الْحَلِيلُ: خاوند اور الْحَلِيلَةُ: بیوی۔ یہ ایسے دو شخص بھی ہو سکتے ہیں جو تمہیں ایک

پوری کر لی۔

أَحَلَّةٌ: اس نے اسے اتارایا ٹھہرایا۔

أَحَلَّ لَهُ الشَّيْءُ: اس نے اس کے لئے کسی چیز کو حلال بنا دیا۔

أَحَلَّ الْمُحْرِمُ: حَلَّ کا ہم معنی لہجہ ہے۔ أَحَلَّ کا معنی حرم سے حَلَّ کی طرف نکلا یا معاہدے سے عہدہ برآ ہوا۔ أَحْرَمَ کا مطلب ہے وہ حرام مہینوں میں داخل ہوا۔

الْمُحَلَّلُ فِي السَّبْقِ: شرطیہ دوڑ میں حصہ لینے والا کہ اگر جیت گیا تو شرط جیت گیا اور اگر پیچھے رہ گیا تو اس پر کوئی تادان نہ ہوگا۔

الْمُحَلِّلُ فِي النِّكَاحِ: حلالہ کرنے والا یعنی وہ شخص کسی عورت کو تین طلاقیں دے تاکہ وہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے لئے حلال ہو جائے۔

إِخْتَلَّ: اترانا، ٹھہرنا، قبضہ جمانا۔

تَحَلَّلَ فِي يَمِينِهِ: اس نے اپنی قوم میں استثناء کیا یعنی ان شاء اللہ کہا۔

اسْتَحَلَّ الشَّيْءُ: چیز کو حلال سمجھا۔

التَّحْلِيلُ: التحريم کی ضد۔ کسی چیز کو حلال کرنا۔

حَلَلَةٌ تَحْلِيلًا وَتَحَلُّةٌ: اس نے حلال یا

جائز ٹھہرایا۔ اس کی مثال عَزْرَةٌ تَعْزِيرًا

وَتَعِيزَةٌ: اس نے خوب (اچھی طرح) مدد

کی، یا مدد کرنے کا حق ادا کر دیا۔ لوگوں کا یہ

کہنا کہ فَعَلَهُ تَحَلُّةٌ کا مطلب ہوگا۔ اس

نے اپنی قسم کے مطابق وہ کام کیا اور اس

میں مبالغہ نہیں کیا۔ حدیث شریف میں آیا

ہے: لَا تَمُوتُ لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثَةٌ أَوْلَادٍ

فَتَمَسَّهُ النَّارُ إِلَّا تَحَلُّةَ الْقَسَمِ: یعنی

کسی مؤمن کے اگر تین بچے فوت ہوں تو

اسے صرف قسم پوری کرنے کے لئے جہنم کی

آگ چھوئے گی اور قسم کے بارے میں

قول خداوندی ہے: وَإِنْ مَنَعْتُمْ إِلَّا

وَأَرِذْهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا

مَقْضِيًّا: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں

ہے مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ

تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

الْحَلَّاحِلُ: (حاء اول مضموم) بادقار

سردار۔ اس کی جمع حَلَّاحِلٌ ہے اس میں

’ح‘ مفتوح ہے۔

ح ل م - الْحَلْمُ: (لام مضموم اور

ساکن) خواب، سپنا۔

حَلَمَ يَحْلَمُ: (لام مضموم) حُلْمًا اور

حُلْمًا اور اِحْتَلَمَ: ہم معنی ہیں۔ اسی طرح

حَلَمَ بَگْذًا اور حَلَمَ كَذًّا دونوں ہم معنی

ہیں، یعنی اس نے سوتے میں خواب

دیکھا۔

الْحِلْمُ: بردباری، نرمی۔

حَلَمَ (لام مضموم) حِلْمًا اور تَحَلَّمَ: اس

نے بردباری ظاہر کی۔

یعنی حضور ﷺ نے کاہن کو شیرینی (چڑھاوا) دینے سے منع فرمایا۔ یہ شیرینی وہ تحفہ یا ہدیہ ہے جو کاہن کو غیب کی خبریں سنانے پر دیا جاتا ہے۔

حُلُوَان: ایک جگہ کا نام بھی ہے۔

الحُلَى: عورتوں کا زیور اس کی جمع حُلَى ہے جس طرح لَدَى کی جمع تُدَى ہے۔ بعض اوقات حُلَى میں حاء مکسور بھی ہوتا ہے۔ یعنی حِلَى قرآن کی آیت: مِنْ حُلَيْهِمْ میں حُلَيْهِمْ (میں حاء مضموم بھی اور مکسور) دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ حِلْيَةُ السَّيْفِ: تلوار کی آب و تاب۔ اس کی جمع حِلَى ہے جس طرح لِحْيَةِ کی جمع لِحَى ہے۔ شاید اسے لِحَى (لام مضموم) بھی پڑھا گیا ہے۔

حِلْيَةُ الرَّجُلِ: مرد کا زیور یعنی اس کی صفات۔

حَلَيْتُ الْمَرْأَةِ: میں نے عورت کو زیور پہنایا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

حَلَوْتُهَا: میں نے اس کے لئے زیور بنایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ حَلَى فَلَانٌ بِعَيْنِي، وَفِي عَيْنِي يُعَلُو حَلَاوَةً کا

معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ حَلَى فَمِي عَيْنِي (لام مکسور ہے) اور حَلَا فَمِي فَمِي میں لام مفتوح ہے۔

حَلَيْتِ الْمَرْأَةَ حَلِيًّا: (لام ساکن)

تَحَالَمَ: اس نے بردباری کا مظاہرہ کیا جبکہ اس میں بردباری نہیں۔

الْحَلْمَةُ: چھاتی کا سرا۔ یہ دوسرے ہوتے ہیں۔

الْحَلْمَةُ کا معنی بڑی چمچڑی بھی ہے اور اس کی جمع حَلَمٌ ہے۔

حَلْمَةٌ تَحْلِيْمًا: اسے سے بردبار بنایا۔

الْحَالُومُ: گاڑھا کیا ہوا دودھ جو بظاہر تازہ پیر نظر آئے لیکن وہ پیر نہ ہو۔

ح ل ا - الحُلُو: بیٹھا، یعنی کڑوا کی ضد۔

قَدْ حَلَا الشَّيْءُ: (چیز میٹھی ہوگئی)

يَحْلُو، حَلَاوَةٌ اِحْلَومِي: کا بھی یہی معنی ہے۔ اِحْلَومِي بطور صرف شعر میں بطور فعل متعدی بھی استعمال ہوا ہے۔

ورنه اَفْعَوْعَلَ کے وزن پر کوئی فعل بطور فعل متعدی استعمال نہیں ہوا ہے سوائے اِعْرُوْرِيْتُ الْفَرَسِ: میں گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر (بغیر زین) سوار ہوا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ اِحْلَوْلِيْتُ الشَّيْءَ، اسْتَحْلَيْتُهُ اور اَحْلَيْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو میٹھا بنا دیا۔

حَالَاهُ: اس نے اسے عمدہ بنایا۔

تَحَالَّتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے پسندیدگی اور شیرینی کا اظہار کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَى عَنْ حُلُوَانِ الْكَاهِنِ:



کے ساتھ حلوا بھی پڑھا جاتا ہے اور  
حلوی یا بے مقصود کے ساتھ بھی۔

ح م ا- الحَمَاءُ: (حاء اور میم مفتوح) اور

الحَمَاءُ، (میم ساکن) سیاہ رنگ کی مٹی۔

الحَمَاءُ: عورت کے سرالی رشتہ دار مثلاً:

دیور، سرد وغیرہ۔ حَمُو، ابو کی طرح اسم

ہے۔ بمعنی سُر۔ اس کی جمع اَحْمَاءُ

ہے۔

ح م د- الحمدُ: ذم کی ضد، حمد و ثنا،

تعریف۔ اس کا باب فہم ہے۔ مَحْمَدَةٌ

بروزن مَتْرَبَةٌ: تعریف کرنا۔ اس سے اسم

صفت حمید اور محمود ہے۔

التحمید: تعریف کرنا، حمد سے زیادہ بلیغ

ہے۔ اور الحمدُ، الشُّكْرُ سے زیادہ

کثیر الاستعمال ہے۔

الحِمْدُ: (میم مشدّد) وہ شخص جس کی

صفات حمیدہ بہت زیادہ ہوں۔

المَحْمَدَةُ: مذمت کی ضد ہے بمعنی

ستائش کرنا۔

میرا کہنا ہے کہ المَحْمَدَةُ میں

زمخشری نے مصادر مفصل میں دوسری

میم کو کمسور کہا ہے۔ اور صاحب الدیوان

نے بیان کیا ہے۔ ان دو الفاظ کا ایک اور

تلفظ یا لہجہ المَحْمَرَّةُ، المَحْمَدَةُ،

المزْمَةُ اور المَزْمَةُ ہے۔ یعنی دوسری میم۔

پرزبر کے علاوہ زیر بھی ایک لہجہ ہے۔

عورت زیور والی بن گئی۔ اس سے اسم  
فَاعِل حَلِيَّةٌ اور حَالِيَّةٌ ہوگا۔

نِسْوَةٌ حَوَالٍ: زیور والی عورتیں۔

حَلَاهَا غَيْرُهَا: کسی دوسرے نے اسے

زیور پہنایا۔ تَحْلِيَّةٌ، اسی سے سَيِّفٌ

مُحَلَّى: نقش و نگار والی تلوار یعنی مرصع

تلوار۔

حَلِيَّةُ الرَّجُلِ تَحْلِيَّةٌ: میں نے اس

شخص کے زیور یا صفات کی تعریف کی۔

حَلِيَّةُ الشَّيْءِ فِي عَيْنِ صَاحِبِهِ:

میں نے چیز کے مالک کی نظروں میں چیز کو

سہانا کر دکھایا۔

حَلِيَّةُ الطَّعَامِ: میں نے کھانے کو بیٹھا

کر دیا۔ شاید حَلَاثُ السَّرِيْقِ: میں

نے ستو کو بنایا۔ اس میں لوگوں نے ہمزہ

پڑھا ہے حالانکہ یہ فعل مہوز نہیں ہے۔ اس

کا ذکر ح ل ا کے ذیل میں آچکا ہے۔

جس طرح الجودۃ سے استجادۃ بنا

ہے اسی طرح الحلاوة سے استحلاۃ

بن گیا۔

تَحَلَّى بِالْحَلِيِّ: وہ زیور سے آراستہ

ہوا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ لَمْ يَحَلِّ مِنْهُ

بِطَنَائِلِ: اس نے اس سے کوئی بڑا فائدہ

نہیں اٹھایا جس کا ذکر بھی مشکل سے کیا

جاتا ہے۔

الْحَلْوَاءُ: ہر کھانے والی میٹھی چیز۔ اسے

أَحْمَدَةٌ: اس نے اسے قابل تعریف پایا۔  
لوگوں کا یہ کہنا کہ الْعَوْدُ أَحْمَدٌ: کسی کام کا  
دہرانا یا دوسری بار کرنا زیادہ قابل تعریف  
ہے۔

رَجُلٌ حُمْدَةٌ: بروزن ہُمَزَةٌ: چیزوں کی  
زیادہ تعریف کرنے والا شخص یا حد سے یا  
ضرورت سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

مَحْمُودٌ: ابرہہ کے ہاتھی کا نام جس کا ذکر  
قرآن کے سورۃ الفیل میں آیا ہے۔

ح ر م- الحُمْرَةُ: سرخی، سرخ رنگ۔  
إِحْمَرُ الشَّيْءِ: چیز کا رنگ سرخ ہو گیا۔  
إِحْمَارٌ: کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ أَحْمَرٌ: گورے سرخ رنگ کا  
آدمی۔ اس کی جمع أَحَامِرُ ہے۔ اگر تہاری

مراد سرخ رنگ سے رنگا ہوا آدمی ہو تو کہیں  
گے أَحْمَرٌ اور اس کی جمع حُمْرٌ ہے۔

أَهْلَكَ الرَّجَالَ الْأَحْمَرَانَ،  
اللَّحْمَ وَالنَّخْمَرُ: لوگوں کو دوسرخ

چیزوں گوشت اور شراب نے ہلاک کر دیا۔  
اگر تم أَحَامِرُ کہو گے تو اس میں پھر سرخ

رنگ کی مخلوق شامل ہوگی۔ چنانچہ کہا جاتا  
ہے کہ: أَنَابِي كُلُّ اسْوَدَ فَيُنْهَمُ

وَأَحْمَرٌ: میرے پاس کالے اور گورے  
ہر رنگ کے لوگ آئے۔ گورے کے لئے

لفظ أَبْيَضٌ نہیں بولا جائے گا۔ کالے  
گورے سے مراد عرب و عجم کے سب

لوگ۔

مَوْتُ أَحْمَرٌ: سرخ یعنی خونیں موت۔  
حدیث شریف میں آیا ہے: كُنَّا إِذَا

إِحْمَرِ الْبَاسُ: یعنی جب جنگ شدت  
اختیار کر جاتی تھی تو ہم حدیث کے بقیہ

کلمات: اتَقِيََا بِرَسُولِ اللَّهِ: تو ہم  
رسول اللہ ﷺ کا بچاؤ کرتے تھے۔

سَنَةِ حَمْرًا: سخت مشکل کا سال۔  
الْحِمَارُ: گدھا، گورخر۔ اس کی جمع

حَمِيرٌ اور حُمْرٌ ہے جس طرح قَفْلٌ  
ہے۔ (قاف اور قاء مضموم) نیز اس کی جمع

حُمْرٌ: (حاء اور میم مضموم) ہے اور  
حُمَرَاتٌ بھی ہے اور أَحْمِرَةٌ بھی شاید

گدھی کے لئے حِمَارَةٌ بھی ہو۔  
الْيَحْمُورُ: جنگلی گدھا۔

الْحَمَارَةُ: سفر میں گدھے والے لوگ۔  
اس کا مفرد حَمَارٌ ہے جس طرح جَمَالٌ

اور بَغَالٌ (اونٹ اور چھریان)۔  
ح م ز- حَمْرُ الرَّجُلِ: آدمی سخت

مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔  
حَمِيمٌ الْفَوَادِ: مضبوط دل والا۔ حضرت

ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: أَفْضَلُ  
الْأَعْمَالِ أَحْمَرُهُ: بہترین اعمال میں

سے مضبوط ترین اور پختہ ترین اعمال ہیں۔  
ح م س- الْأَحْمَسُ: دین اور جنگ

میں زیادہ سخت اور سرگرم۔

ہوتا ہے۔

ح م ق - الحُمُق: (میم ساکن اور مضموم) بیوقوفی اور کم عقلی۔

قَدْ حَمَقَ: اس نے بے وقوفی کی ہے۔

اس کا باب ظَرْف ہے۔ اس کا اسم فاعل

أَحْمَق ہے۔ اس کا فعل حَمَقَ (میم

مکسور) حُمَقًا بھی آتا ہے۔

امْرَأَةٌ حَمَقَاءُ: بیوقوف عورت۔

قَوْمٌ وَنِسْوَةٌ حُمُقٌ وَحَمَقِي

وَحَمَاقِي: بیوقوف لوگ یا بیوقوف

عورتیں۔

البِقْلَةُ الحَمَقَاءُ: خرفہ کا ساگ۔

أَحْمَقُهُ: اس نے اسے بے وقوف پایا۔

حَمَقُهُ (حَمِيقًا): اس نے اسے

بیوقوف قرار دیا۔

حَامِقُهُ: اس نے بیوقوفی میں اس کا ساتھ

دیا۔

استحَمَقَهُ: اس نے اسے بیوقوف گردانا۔

تَحَامَنَ: وہ بیوقوف بنا۔

ح م ل - حَمَلَ الشَّيْءِ عَلَى ظَهْرِهِ: اس نے چیز اپنی پیٹھ پر اٹھائی۔

حَمَلَتِ المْرَأَةُ: عورت حاملہ ہوئی۔

حَمَلَتِ الشَّجْرَةَ: درخت بار آور

ہوا۔ دونوں کا باب ضَرْب ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: فَإِنَّهُ يَحْمِلُ

يَوْمَ الْقِيَمَةِ وُزْرًا: (وہ قیامت کے

الحَمَاسَةُ: بہادری (حاء مفتوح)۔

الأَحْمَسُ: بہادر۔

ح م ص - حِمَصٌ: ایک شہر کا نام۔ بطور

مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

الحِمَصُ: چٹا، نخود، ثعلب کا کہنا ہے کہ

میم کو مفتوح پڑھنے میں اختیار ہے یعنی

الحِمَصُ بھی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اور

المبر نے کہا کہ یہ لفظ میم مکسور کے ساتھ

الحِمَصُ ہے۔ اس وزن پر جِلْز کے سوا

اور کوئی اسم نہیں آتا اس کا معنی پست قد

ہے۔ اور اس وزن پر دوسرا اسم جِلْق ہے۔

یہ شام کی طرف ایک شہر کا نام ہے۔

ح م ض - الحَمُوضَةُ: ٹرٹی، کھٹائی۔

قَدْ حَمَضَ الشَّيْءُ: چیز کھٹی یا ترش ہو

گئی۔ اس کا باب سَهْلٌ اور نَصْرٌ ہے۔

اس کا اسم فاعل حَامِضٌ (ٹرٹ اور کھٹا)

ہے اور شاذ و نادر ہے جیسا کہ ہم (ف ر ہ)

کے ذیل میں اس کا ذکر کریں گے۔

الحَمَاضُ: ایک پودا ہے جس کی سرخ

روشنی ہوتی ہے۔

ح م ط: کہا جاتا ہے أَصْبَتْ حَمَاطَةَ

قَلْبِهِ: میں نے اس کے دل کا نشانہ لیا۔

الحَمَاطُ: ایک پودا۔

الحَمَاطَةُ: حلق کے اندر تکلیف یا

سوزش۔

الحَمَطَاطُ: ایک کپڑا جو متوش گھاس میں

جاتا ہے: امرأة حَامِلٌ وحاملة: جب عورت حاملہ ہو۔ جس نے عورت کے ساتھ حاملہ کہا اس نے اسے نعت بنایا اور یہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس نے امرأة حاملة کہا اس نے اس کی بنیاد حملت پر رکھی۔ اور مؤنث اسم فاعل حاملة کہا۔ بطور دلیل یہ شعر ہے:

تمحضت المنون له بسوم  
أتى ولكل حاملة تمام  
”اس کے موت کے سامان ہوتے رہے  
بالآخر ایک دن یہ سامان مکمل ہو گئے۔“

اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہر حاملہ کے لئے بچہ جنمے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور وہ آہی جاتا ہے۔ جب کوئی عورت اپنی پیٹھ پر تھوڑا سا بوجھ اٹھائے یا اپنے سر پر اٹھائے تو اسے صرف حاملہ یعنی بوجھ اٹھانے والی کہا جائے گا۔ کیونکہ ظہور ہا میں ’ہا‘ کی چیز اس کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اس کی صفت یا خبر کے ساتھ تانیث کی علامت یعنی ’ة‘ لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ علامت رکھی بھی جائے تو اس کو اپنی اصل پر مبنی سمجھا جائے گا۔ یہ اہل کوفہ کا قول ہے۔ اور اہل بصرہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات غیر مستر ہے یعنی یہ بات ہمیشہ جاری رہنے والی نہیں، کیونکہ

دن بوجھ اٹھائے گا) میں بوجھ کو پیٹھ پر اٹھانے کی تخصیص نہیں ہے۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَسَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا (اور قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بُرا ہوگا) میں مصدر پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا کیونکہ محمول یعنی بوجھ کے لئے اسم استعمال ہوا ہے۔ اسی لئے قول خداوندی: حِمْلًا خَفِيفًا: میں بھی مصدر پر دلالت موجود نہیں ہے۔ لہذا ان دو آیتوں میں امام الجوهری کا اجتہاد محل نظر ہے۔ امام الازہری کا کہنا ہے کہ: حَمَلَ الشَّيْءُ يَحْمِلُهُ (حَمْلًا وَحُمْلَانًا: اس نے چیز اٹھائی۔ الحَمْلُ سے مراد وہ حمل ہے جو عورتیں اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے۔ اور حَمْلٌ وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر اٹھایا جاتا ہے۔ رہا حَمْلُ الشَّجَرَةِ تو اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ درخت سے جو کچھ نمودار ہوتا ہے وہ حَمْلٌ ہے۔ اور جو چھپا ہوا ہو وہ حَمْلٌ ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ دونوں صورتوں میں حَمْلٌ ہے کیونکہ وہ لازم اور غیر بَآئِن (جدا نہ ہونے والا) ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ الحَمْلُ (حاء مفتوح) وہ بوجھ ہے جو پیٹ میں ہو یا درخت کے اوپر ہو اور الحَمْلُ (حاء کسور) وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر ہو یا سر پر ہو۔ امام الازہری نے کہا کہ یہ درست ہے اور اصمعی کا قول یہی ہے۔ کہا

میں تھا کہ دیا۔ نیز حَمَلٌ بہ حَمَالَةً (حاء مفتوح) اس نے اس کی کفالت کی۔  
حَمَلٌ اِذْ لَالَةٌ: اس نے اس کی ناز برداری کی۔ احتمال کا بھی یہی معنی مطلب ہے۔

الْحَمَلُ: (حاء اور میم مفتوح): مینڈھا، اس کی جمع حُمَلَانٌ ہے۔

الْحَمَلُ: بُرْجٌ عَمَلٌ۔

أَحْمَلَةٌ: اس نے بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کی۔

اسْتَحْمَلَتْ: اس نے اسے بوجھ اٹھانے کو کہا۔

حَمَلَةُ الرِّسَالَةِ تَحْمِيلاً: اس نے اسے پیغام لے جانے کی ذمہ داری سونپی۔

تَحَمَّلَ الْحَمَالَ: اس نے تاوان برداشت کیا۔

تَحَمَّلُوا اور اِحْتَمَلُوا کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ چل پڑے، لاد چلے، یا روانہ ہوئے۔

تَحَامَلَ عَلَيْهِ: وہ اُس پر جھکا۔

تَحَامَلَ عَلَيَّ نَفْسِي: اپنی جان پر محنت و مشقت ڈال دی۔

الْمَحْمِلُ بَرُوزَانُ الْمَجْلِسِ: کجاوہ، سواری (اس کی جمع محامل ہے)۔

مَحَامِلُ الْحَاجِّ: حاجیوں کی سواریاں۔

عرب لوگ رَجُلٌ اِيْمٌ اور امْرَأَةٌ اِيْمٌ، رَجُلٌ عَانِسٌ و امْرَأَةٌ عَانِسٌ دونوں جنسوں کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ امْرَأَةٌ مَصِيْبَةٌ و كَلْبَةٌ مُجْرِيَةٌ یعنی وہ مؤنث کے لئے علامت تانیث استعمال کرتے ہیں۔ البتہ درست بات یہ ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ لوگوں کا حامل، طالق اور حائض وغیرہ کے کلمات کہنا اگرچہ مذکر اوصاف ہیں۔ لیکن ان صفات سے عورتوں کو منسوب سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ جس طرح الرَبْعَةُ، الرَّاويَةُ اور النَخْبَاءَةُ مؤنث صفات ہیں لیکن ان صفات سے مرد منسوب ہیں۔ ابن درید نے کہا کہ حِمْلٌ اشجرةٌ میں دو لہجے ہیں۔ یعنی حمل کا حاء مفتوح بھی ہے اور کسور بھی۔ میرا کہنا یہ ہے اور ثعلب نے اپنی کتاب 'الْفَيْصِيح' میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ:

الْحَمَلَةُ (حاء اور میم مفتوح) حامل کی جمع ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ هُمْ حَمَلَةٌ العَرُشِ وہ عرش بردار ہیں۔

او حَمَلَةُ الْقُرْآنِ: (قرآن کے حاملین ہیں)۔ اور حَمَلٌ عَلَيْهِ فِي الْحَرْبِ

حملة: اس نے جنگ میں اس پر ایک زبردست حملہ کیا اور حَمَلٌ عَلَيَّ نَفْسِي

فِي السَّيْرِ: اس نے اپنے آپ کو چلنے

اور گہری نظروں سے دیکھا۔

ح م م - الْحَمَّةُ الْعَيْنُ الْحَاةُ: گرم پانی کا چشمہ جس سے بیمار اور مریض شفا پاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: الْعَالِمُ كَالْحَمَّةِ: عالم گرم پانی کے چشمے کی طرح ہے۔

حَمَّ الْمَاءِ: اس نے پانی گرم کیا اس کا باب رد ہے۔

حَمَّ الْمَاءِ بِنَفْسِهِ: پانی خود بخود گرم ہو گیا۔ مضارع تَحِمُّمٌ اور مصدر حَمَمًا ہے۔ (حاء اور میم مفتوح)۔

حُمَّ الشَّيْءُ: چیز گرم کی گئی۔ اور أُحِمَّ دونوں فعل ماضی مجہول کے صیغے ہیں۔

مَحْمُومٌ: بخار والا آدمی۔ حُمِّي الرَّجُلُ: آدمی کو بخار ہو گیا۔ یہ فعل حَمَى بمعنی بخار سے مشتق ہے۔

أَحَمَّهُ اللَّهُ فَهُوَ مَحْمُومٌ: اللہ نے اسے بخار کر دیا تو وہ بخار زدہ ہو گیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

الحميم: گرم پانی۔

اسْتَحَمَّ: اس نے گرم پانی سے غسل کیا۔ یہ اصل ہے۔ اس کے بعد ہر قسم کے غسل کے لئے استحکام کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ پانی چاہے کیسا ہی ہو۔

أَحَمَّهُ: اس نے اسے گرم پانی سے دھویا۔

حَمِيكَ فَرِيئِكَ الَّذِي تَهْتِمُ

الْمَحْمَلُ بوزن المَرْجَلِ: تلوار لٹکانے والی پٹی، چڑے کی وہ پٹی جس کے ذریعے تلوار گردن میں جمائل کر جاتی ہے۔ اسی طرح الْحِمَالَةُ (حاء مکسور) اس کی جمع الْحَمَائِلُ ہے (حاء مفتوح)۔ یہ ظلیل کا قول ہے اور اصمعی کا کہنا ہے کہ حمانیل السیف میں حمانیل کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کا واحد صرف مَحْمَلٌ ہے جو مَوْحَلٌ کے وزن پر ہے۔

الْحُمُولَةُ: (حاء مفتوح) بار بردار اونٹ۔ اسی طرح ہر جانور مثلاً: گدھا جس پر قبیلے والے سامان لاتے ہیں۔ خواہ اس جانور پر بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔ یعنی لَادُو جانور۔ فَعُولٌ پُرْءُ کا اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسم مفعول بہ کے معنوں میں ہو۔

الْحُمُولَةُ: (حاء مضموم) بار، بوجھ۔ البتہ الْحُمُولُ بغيره کے اور حاء مضموم کے ساتھ، اس اونٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس پر ہودے بچاؤ لدے ہوں خواہ ان ہودوں میں عورتیں ہوں یا نہ ہوں۔

ح م ل ق - حِمْلَاقِي الْعَيْنِ: پلکوں کا اندرونی حصہ جو سرمہ لگا کر سیاہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پتلی کے گرد کا سفید حصہ ہے۔

حَمَلَقِي الرَّجُلُ: آدمی نے اپنی آنکھ کھولی

لوگوں کے نزدیک یہ صرف مرغیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

حمامۃ کی جمع حمام، حمامات اور حمام ہے شاید حمام واحد کے لئے بھی بولا جاتا ہو۔

الْحَمَامُ: (میم مشدّد) اس کی جمع الحمامات ہے۔

حمام السیام: جنگلی کبوتر، ایک صحرائی پرندہ، یہ اصمعی کا قول ہے۔ اور الکسانی کا کہنا یہ ہے کہ الحمام جنگلی کبوتر ہے اور الیمام پالتو کبوتر ہے۔ العاقمة: خواص، چنانچہ کہا جاتا ہے کیف العاقمة والعاقمة خواص وعوام کیسے ہیں۔ ال

حتم: قرآن کریم میں کچھ سورتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ال حتم قرآن کا دیباچہ ہیں۔ القراء کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا الحوامیم کہنا عربوں کا کلام نہیں ہے۔ اور ابو عبید نے کہا کہ الحوامیم قرآن کی سورتیں ہیں اور یہ لفظ خلاف قیاس ہے۔ انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا: وَبِالْحَوَامِيمِ الَّتِي سُبِعَتْ: ترجمہ: حتم سورتوں کی قسم جو تعداد میں سات ہیں۔ ابو عبید نے کہا کہ اولیٰ بات یہ ہے کہ حتم والی سورتیں جمع کی جائیں۔

ح م ی - حَمَهُ، يَحْمِيهِ، حَمَايَةٌ: اس نے اس کی حمایت کی۔ هذا شَيْءٌ

لامرؤہ: تمہارا جیم یعنی سرگرم دوست وہ قرابت دار ہے جس کے معاملات میں تمہیں دلچسپی ہو۔

حَمَمَةٌ تَحْمِيْمًا: اس نے کوٹلوں سے اس کا یا اپنا منہ کالا کیا۔

الْحَمَمُ: راکھ اور کوئلے، ہر وہ چیز جو آگ سے جلتی ہو۔ اس کا واحد حَمَمَةٌ ہے۔

حَمَمَ الْفَرَسُ وَتَحَمَمَ: گھوڑا چارے کے لئے ہنہنایا۔

الْيَحْمُومُ: دھواں۔

الْحَمَمَةُ: اس کی جمع الحمامات: عمدہ مال۔ کہا جاتا ہے: أَخَذَ الْمُصَدِّقُ حَمَائِمَ الْإِبِلِ: صدقہ لینے والے نے اونٹوں میں سے عمدہ اور بہترین اونٹ لے لئے۔

الْحِمَامُ: (حاء مکسور) موت۔

حُمَةُ الْعَقْرَبِ: بچھو کا ڈنگ یا زہر۔ حمة میں میم مشدّد اور 'ة' عوض ہے۔ اسے اسمائے مثل میں بھی شمار کیا گیا ہے۔

الْحَمَامُ: کبوتر، عربوں کے ہاں طوق والے پرندوں یعنی فاختاؤں، قمریوں، ز

قمریوں، بھٹ تیتروں کی قسم کا ایک پرندہ۔ اس کا واحد حَمَامَةٌ ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حمامۃ میں 'ة' مفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے، تانیث کی علامت نہیں ہے۔ عام

تکلیف۔

حُمَيًّا: پیالے کا پہلا چکر۔

حُمُوَّةُ الْأَلَمِ: تکلیف یا درد کی ٹیس۔

حَمَيْتُ الرِّیْضِ الطَّعَامِ حَمِيَّةٌ

وَحُمُوَّةٌ: (حاء کمور) میں نے مریض کو

کھانے سے پرہیز کرایا۔

اِحْتَمَيْتُ مِنَ الطَّعَامِ احْتِمَاءً: میں

نے کھانے سے سخت پرہیز کیا۔

الْحَمِيَّةُ: حمیت، غیرت۔ حَامِي

عنه محاماة وحماء: اس نے اس

کی طرف سے وکالت کی۔

حَمِي النَّهَارُ (میم کمور) وَالنَّهَارُ

وَالْتَنُورُ حَمِيًّا: دن اور تنور تپ گئے۔

الْكِسَائِيُّ نَعَى كَمَا هُوَ: کہ: اسْتَدَّ حَمِيُّ

الشمس: سورج کی تمازت سخت ہو گئی۔

حَمُوْهَا كَمَا مَطْلَبٌ بَعِيٌّ هُوَ۔

أَحْمَى الْحَدِيدَ فِي النَّارِ: اس نے

آگ میں لوہا تپایا، یا گرم کیا۔ اس لوہے کو

مُحْمَى کہا جائے گا۔ أَحْمَى کی بجائے

حَمَاهُ نہیں کہہ سکتے۔

تَحَامَاةُ النَّاسِ: لوگوں نے اس سے

اجتناب کیا۔

ح ن أ- الْحِنَاءُ: مہندی (نون مشدّد اور

الف ممدود) ہے۔ حَنَّأَ رَأْسَهُ بِلِحْنَاءِ

(تَحْنِيَّةٌ وَتَحْنِيئًا) (الف ممدود) اس نے

اپنے سر کو مہندی سے رنگا۔

حَمِيٌّ: (یہ ممنوع چیز ہے) کوئی اس کے

قریب نہ جائے۔

أَحْمَيْتُ الْمَكَانَ: میں نے جگہ کو

چراگاہ بنایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا

حَمِيٌّ إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ: چراگاہ خدا

اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور

کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ مفاد عامہ کے

لئے وقف ہے۔

حَمَاةُ الْمَرْأَةِ: عورت کی ساس، اس لفظ

میں کوئی تلفظ یا لہجہ نہیں ہے جبکہ اس کے

برخلاف الْحَمَمُ مذکور بذیل (ح م ا)، بمعنی

سر میں خم کی اصل حَمَوٌ ہے (حاء اور

میم مفتوح)۔

الحامی: زاونٹ، مالک کے پاس کافی

عرصہ رہنے والا زاونٹ انہیں معنوں میں

قول خداوندی: وَلَا وَصِيْلَةٌ وَلَا حَامٍ:

میں مذکور لفظ حَامٌ ہے۔ الْفَرَاءُ کا کہنا ہے کہ

جب اس زاونٹ کے بچے کا بچہ جوان ہو

جائے تو پھر اس بوڑھے اونٹ پر نہ تو

سواری کی جاتی ہے نہ اس کے جسم سے پشم

بھی اتاری جاتی، اور نہ ہی اسے کسی چراگاہ

میں چرنے سے روکا جاتا ہے۔

فُلَانٌ حَامِي الْحَقِيْقَةِ كَأَذْكُرْهُم

تَفْصِيْلًا مَادِحٌ ق ق ق کے تحت کر چکے

ہیں۔ اس کی جمع حَمَاهُ اور حَامِيہ ہے۔

حُمَةُ الْعَقْرَبِ: بچھو کا ڈنک اور اس کی



والی خوشبو یا مسالہ یا مردے کو خوشبو لگانا۔  
(لاش محفوظ کرنے کے لئے اس کے جسم پر  
مخصوص قسم کی کیمیائی ادویات ملنا)۔  
حَنْطُ المَيْتِ تحنيطًا: اس نے میت  
کو خوشبو مل دی۔ یا حنوط کیا۔

الجَنَاطَةُ: تحنيط کرنے کا فن یا عمل۔  
ح ن ف - العَجِينُف: مخلص ویکسو  
مسلمان۔

تَحَنَّفَ الرَّجُلُ: آدمی حنیف بن گیا۔  
یعنی اس نے حنیفوں جیسا کام کیا۔ اس کا  
معنی احتسن یعنی اس نے ختنہ کیا یا اس کا  
ختنہ ہوا بھی کہا جاتا ہے۔ اور اِغْتَزَلَ بھی  
اس کا مطلب ہے یعنی اس نے بت پرستی  
ترک کر کے اللہ کی عبادت اختیار کی۔

ح ن ق - الحَقْنُ: غیظ غضب، اس کی جمع  
حِنَاق ہے۔ جس طرح جبَل کی جمع  
جِبَال ہے۔

قَدْ حَنِقَ عَلَيْهِ: وہ اس پر غصے ہوا۔ اس کا  
باب طَرِب ہے۔  
حَنِقٌ: غضبناک، غیظ بھرا۔

ح ن ک - حَنَكُ الفَرَسِ: اس نے  
گھوڑے کے منہ میں رسی ڈال دی۔ اسی کا  
باب نَصْر اور ضَرْب ہے۔

احتسگہ کا بھی یہی معنی ہے۔

احتسگ الجِرادُ الارض: ٹڈی نے  
زمین پر موجود چیزیں کھالیں اور اس کی

ح ن ت م - الحَنْتَمُ: سبز رنگ کا گھڑا۔

ح ن ث - الحِنْثُ: گناہ اور جرم۔

بَلَّغَ الغُلَامُ الحِنْثَ: لڑکا بڑے بھلے کی  
تیز کرنے کی عمر کو پہنچ گیا۔

الحِنْثُ: قسم توڑنا۔ تم کہتے ہو: اَحْنَثُهُ

فِي يَمِينِهِ فَحَنِثَ: اس نے اس سے قسم

تڑوائی تو اس نے قسم توڑ دی۔ حِنْثًا (حاء

مکسور) قسم توڑنا۔ تَحَنَّثَ: وہ عبادت

گزار بنا اور اس نے بتوں کو چھوڑ دیا۔ اس

کی مثال تَحَنَّثَ ہے یعنی وہ حنیف

(مخلص بندہ) بن گیا۔ تَحَبَّثَ مِنْ

كَذَا: فلاں گناہ سے بچا۔

ح ن ذ - حَنَدَ الشَّاةُ: اس نے بکری کو

بھوننا، اور اس کے اوپر گرم پتھر رکھا تاکہ

بکری کے گوشت کو پکائے۔ اس طرح کا پکا

ہوا گوشت حَنِيدٌ کہلاتا ہے۔ اس کا باب

ضَرْب ہے۔

ح ن ش - الحَنْشُ: (حاء اور نون

مفتوح) ہر پرندہ اور آلو جسے شکار کیا جاتا

ہے۔ اس کی جمع الأحناش ہے۔

الحَنْشُ: سانپ اور اڑوہا کو بھی کہتے

ہیں۔

ح ن ط - الحِنْطَةُ: گندم۔ اس کی جمع

حِنْطٌ ہے بروزن عِنَب. حِنَاط: (نون

مشدّد) گندم فروش۔

الحَوَطُ: (حاء مفتوح) مردے پر لگانے

تَحْنَنَ عَلَيْهِ: اسے اس پر بہت رحم آیا۔  
عرب کہتے ہیں کہ: حَنَّانُكَ يَا رَبُّ:  
اے رب تجھ سے شفقت چاہتا ہوں۔  
حَنَّانِيكَ يَا رَبُّ کا بھی یہی معنی ہے۔  
یعنی اے رب تیری رحمت کی دعا ہے۔  
حَنَّةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

حُنَيْنٍ: ایک جگہ کا نام، یہ نام مَوْنِثٌ بھی  
ہے اور مذکر بھی۔ اگر اس سے مراد شہر اور  
جگہ ہو، تو اسے بطور مذکر استعمال کریں گے  
اور اسے منصرف بنائیں گے مثلاً: قول  
خداوندی: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ: اور اگر اس سے  
مراد گاؤں اور دلدل یا زمین کا قطعہ ہو تو پھر  
یہ مَوْنِثٌ ہوگا اور غیر منصرف ہوگا۔ اس کی  
مثال شاعر کا قول ہے:

نَصَرُوا نَبِيَهُمْ وَشَلُّوا أَرْزَةَ  
يُحْنِنُ يَوْمَ تَوَاكَلُ الْأَبْطَالُ  
”انہوں نے حنین کے مقام پر اس دن  
اپنے نبی کی مدد کی اور پشت پناہی کی جس  
دن بڑے بڑے بہادر دل چھوڑ گئے۔“

لوگوں کا یہ قول رُجِعَ بَخْفِي حَنِينٍ:  
ناکامی کے اظہار کے لئے بطور مثال کہا  
جاتا ہے۔

الْحِنِّ: (حاء مسموٰی) جنات کا ایک قبیلہ  
ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جنات اور  
انسانوں کے درمیان ایک مخلوق ہے۔

ح ن ا - الْحَنِيةُ: کمان، حَنِيتُ

پیداوار تک پہنچ گئی یا پیداوار پر حملہ آور  
ہوئی۔ قول خداوندی ہے جس میں ابلیس کا  
قول نقل کیا گیا ہے: لَا حَنْتِكُنَّ ذُرِّيَّتُهُ:  
الفرء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ میں اس کی  
اولاد پر چھا جاؤں گا۔

الْحَنْكُ: چوچ۔ کہا جاتا ہے کہ اَسْوَدُ  
مِثْلُ حَنْكِ الْفَرَّابِ یعنی کالا کوئے کی  
چوچ جیسا۔

حَانِكُ: حَالِكُ کا ہم معنی، کالا گہرا۔  
کالا سیاہ۔

الْحَنْكُ: انسان وغیرہ کا ٹھوڑی سے  
نیچے کا حصہ۔

ح ن ن - الْحَنِينُ: شوق، دلی چاہت،  
پیار۔

قَدْ حَنَّ إِلَيْهِ يَحْنُ: (حاء مسموٰی)  
وہ اس کا مشتاق ہوا۔

حَانٌ: مشتاق، چاہت کرنے والا۔

الْحَنَّانُ: رحم و شفقت اور چاہت۔

قَدْ حَنَّ عَلَيْهِ يَحْنُ (حاء مسموٰی)  
حنانا: اس نے اس پر شفقت کی۔ انہیں

معنوں میں قول خداوندی: وَحَنَّانًا مِنْ  
لُدُنَا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت

ہے کہ: مَا أَذْرِي مَا الْحَنَّانُ: میں نہیں  
جانتا کہ حنن کیا ہے۔

الْحِنَانُ: (نون مشدّد) شفقت کرنے  
والا۔

میں منقول ہے کہ یہ مچھلی ٹوکے میں تھی۔ تمہارا دو آدمیوں کے اس زاویراہ بالخصوص حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی کے زاویرہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس سے بھی زیادہ واضح دلیل قول خداوندی ہے: اِذْ تَأْتِيهِمْ حَيَاتَانِهِمْ: یعنی سبت کے دن جب بنی اسرائیل کے پاس ان کی مچھلیاں آئی تھیں۔ البتہ یہ قول خداوندی: فَالْتَقَمَتْهُ الْحُوتُ: حضرت یونس کو مچھلی نے لقمہ بنا کر نگل لیا تو اس بات کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مچھلی بڑی تھی۔ ورنہ صرف تلفظ حوت سے مراد بڑی مچھلی نہیں لی جاسکتی جب کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ حوت کا معنی بڑی مچھلی ہے۔

ح و ث- حَوْتُ: حَيْثُ کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔

ح و ج- الْحَاجَةُ: ضرورت، اس کی جمع حَاجٍ، حَاجَاتٍ اور حَوَاجٍ بروزن عِنَبٍ اور خلاف قیاس حَوَائِجِ ہے۔ گویا انہوں نے اسے حَاجَةً کی جمع بنایا ہے۔ الاصمعی نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ لفظ نو ایجاد اور دخیل ہے۔ الْحَوَّجَاءُ بروزن الْعَرُجَاءِ بمعنی حاجت و ضرورت۔ حَاجِ الرَّجُلِ: آدمی ضرورت مند ہو گیا۔

ظَهْرِي: میں نے اپنی کردوہری کی۔ حَنِثُ الْعُودِ: میں نے لکڑی دوہری کی۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ حَنَوْتُهُ کا معنی بھی 'میں نے اسے دوہرا کیا' ہے اور اس کا باب عَدَا ہے۔

رَجُلٌ أَخْنَى الظَّهْرَ: ایک شخص نے کمر دوہری کی۔

امْرَأَةٌ حَنِیَاءٌ وَحَنَوَاءٌ: کبزی عورت۔

حَنَا عَلَيَّ: وہ اس پر جھکا، یا اس پر مہربانی کی۔ اس کا باب سَمَا اور عَدَا ہے۔

تَحَنَّنَ عَلَيَّ تَحَنُّنًا عَلَيَّ: اسے اس پر رحم اور ترس آیا۔

النَّحْنَى الشَّمْسِي: کوئی چیز میڑھی ہوگئی۔ ح و ب- الْحُوبُ: (حاء مضموم) اور

الْحَابُّ: گناہ۔ قَدْ حَابَ بَكَلًا: اس نے یہ گناہ کیا۔

اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔ حَوْبَةٌ: (حاء مفتوح) گناہ۔

ح و ت- الْحَوْتُ: مچھلی، اس کی جمع الْحَيَاتَانُ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے اور یہی الازہری نے کہا ہے کہ حوت سے مطلق مچھلی مراد ہے نہ کہ کوئی خاص مچھلی۔ قول خداوندی ہے: نَسِيًا حَوْتَهُمَا: یعنی حضرت موسیٰ اور ان کا خادم اپنی مچھلی بھول گئے۔ صحیح حدیث

نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنکھ کے اندر  
حَوْر کا کیا معنی ہے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ  
الحَوْرُ کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ ساری  
سیاہ ہو جائے جس طرح ہرن یا گائے کی

ہوتی ہے۔ اس نے کہا لہذا انسانوں میں اس  
رنگ کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ اہل بیت عورتوں  
کو ہرنی اور گائے کی آنکھوں کے ساتھ  
مشابہت دینے کے لئے حور کہا جاتا ہے۔

اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو  
حواری کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے اور  
کپڑے اُبلے سفید کرتے تھے۔ یہ بھی کہا  
گیا ہے کہ الحَوَارِیُّ کا معنی مددگار ہوتا  
ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: الزُّبَیْرُ  
بن العَوَّامِ ابنُ عَمَّتِی وَحَوَّارِیُّ:  
زبیر بن العوام میرے پھوپھی زاد بھائی  
اور میری امت میں سے میرے مددگار  
ہیں۔

الحَوَّارِیُّ: (حاء مضمومہ اور واؤ مشدّدہ)  
کھانے میں خاص وہ حصہ جسے سفید کر دیا  
گیا ہو، لہذا ذَقِیْقُ حَوَّارِیُّ: یہ سفید  
آتا ہے۔

حَوْرَةٌ فِی الحَوْرِ: یعنی اس نے اسے  
سفید کر دیا تو وہ سفید ہو گیا۔

الحَوَّارُ: (حاء مضمومہ) اونٹنی کا بچہ جو  
ابھی ماں سے جدا نہ کیا گیا ہو، جب جدا کیا  
جائے تو پھر اسے فَصِیْلٌ کہتے ہیں۔ تین

احتاج کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا باب  
قَالَ. اَحْوَجَةٌ: اسے کسی دوسرے نے  
حاجت مند بنا دیا۔ اَحْوَجٌ کا معنی بھی وہ  
حجاج ہو گیا ہے۔

ح و ذ: حدیث شریف میں ہے: الْمُؤْمِنُ  
خَفِیْفُ العَاذِ: مومن سبک کمر ہے یعنی  
سبک سامان ہوتا ہے۔

اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِ الشَّیْطَانُ: شیطان  
اس پر غالب آ گیا۔ قول خداوندی ہے: اَلَمْ  
نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ: کیا ہم تمہارے  
معاملات پر غالب نہیں ہیں۔ اور تمہاری  
دوستی اور مرؤت پر چھائے ہوئے نہیں ہیں۔

ح و ر- حَارٌ: لوٹا۔ اس کا باب قَالَ اور  
دَخَلَ ہے۔

فُلَانٌ حَائِرٌ بِاَثَرِ: فلاں شخص ہلاک  
ہونے والا ہے یا کھوٹا ہے یعنی کسی کام کا  
نہیں ہے۔

الحَوْرُ: (حاء اور واؤ مفتوح) سرخ رنگ  
کا چڑا یا کمال جس سے ٹوکریوں کو ڈھانپنا  
جاتا ہے۔ اس کا واحد حَوْرَةٌ ہے۔ (حاء  
اور واؤ مفتوح)۔

الحَوْرُ: آنکھ کی گہری سیاہی میں شدید  
سفیدی۔

اِمْرَاةٌ حَوْرَاءُ: سفید قام عورت۔  
احْوَرَتْ عَیْنُهُ: اس کی آنکھ میں شدید  
سیاہی کے اندر شدید سفیدی آگئی۔ اِصْمَعِی

شکار کو گھیر کر پھندے کی طرف لائے۔ یا ہا کا کیا۔

اِحْتَوَشَ الْقَوْمُ عَلَى فُلَانٍ: لوگ فلاں شخص کو گھیر کر اپنے درمیان لے آئے۔

حَاشِ الْاِیْلَ: اس نے اونٹ اکٹھے کئے اور انہیں ہانکا۔

اِنْحَاشَ عَنهُ: وہ اس سے بدک گیا۔

لوگ محاورہ کہتے ہیں: حَاشِ لِلّٰہِ: خدا پاک ہے، بات ایسی نہیں ہے۔ لیکن اس ترکیب پر قیاس کر کے حَاشِ لَکَ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ حَاشَاکُ کہا جاسکتا ہے۔ اور حَاشِی لَکَ بھی کہہ سکتے ہیں۔

حَوْشِی الْکَلَامِ: کلام کا وحشی یعنی غیر مانوس ہونا۔

ح و ص - الْحَوْصُ: (حاء اور واو مفتوح) آنکھ کے پچھلے حصے میں تنگی۔

الرَّجُلُ اَحْوَصُ: مرد اَحْوَصُ ہے یعنی اس کا دنبلا چشم تنگ ہے۔

اور المرأة حَوْصَاءُ: عورت حَوْصَاءُ ہے یعنی عورت کا دنبلا چشم تنگ ہے۔ اس کا باب طَرْبُ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا چھوٹا ہونا۔

ح و ض - الْحَوْضُ: تالاب، اس کی جمع الاحواض، الحیاض ہے۔

کے عدد تک تَوَفَّلَاةٌ اَحْوَرَةٌ کہیں گے لیکن اس سے زائد کے لئے حِیْرَانٌ اور حُوْرَانٌ بھی کہیں گے۔

حَوْرَانٌ: (حاء مفتوح اور واو ساکن) شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

المُحَاوَرَةُ: ایک دوسرے کو جواب دینا۔ بات چیت کرنا۔ التَّحَاوُرُ کا بھی یہی مطلب ہے۔

ح و ز - الْحَوْرُ: اکٹھا کرنا۔ اس کا باب قَالٌ اور کَتَبَ ہے۔ ہر شخص جس نے کسی چیز کو اپنے ساتھ ملا لیا تو کہیں گے کہ حَاوَرَهُ اور اِحْتَاوَرَهُ بھی۔

الْحَيِزُ بِرِوْزَنِ الْهَيْئِ: مکان یا گھر کے ارد گرد سے ساتھ ملنے والے مکانات اور تمام اطراف مکان کی حدود میں شمار ہوں گی۔

الْحَوْرَةُ بِرِوْزَنِ الْحَوْرَةِ: طرف اور جانب۔

اَلْحَاوَرَةُ: وہ اس سے مڑ گیا یا پھر گیا۔

اَلْحَاوَرَةُ الْقَوْمُ: لوگوں نے اپنا مرکز دوسروں کے لئے چھوڑ دیا یا لوگ غیر جانبدار ہو گئے۔

ح و ش - حَاشِ الصَّیْدِ: وہ اپنے شکار کو دو طرف سے گھیر لایا تاکہ اسے اپنے جال یا پھندے کی طرف موڑے۔ اس کا

باب قَالٌ ہے۔ اَحَاشَهُ، اَحْوَشَهُ اور اِحْتَوَشَ الْقَوْمُ الصَّیْدِ: قوم یا لوگ

ح و ف - حَافِنَا الْوَادِي: وادی کے دو کنارے۔	حَاضُّ الرَّجُلُ: آدمی نے حوض بنایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
ح و ک - حَاكُ الثَّوْبِ: اس نے کپڑا بنایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔	اسْتَحْمَوْضُ الْمَاءِ: اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔
ح و ط - حَاكَّةٌ: بنا۔	ح و ط - الْحَيْطَانُ: دیوار۔ اس کی جمع الْحَيْطَانُ ہے۔ حَوْطٌ كَرْمَةٌ: تَحْوِيْطًا: اس نے اپنے باغ (تاکستان) کی احاطہ بندی کی۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔	كَرْمٌ مُّحَوِّطٌ: احاطہ بند باغ۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں: أَحْوِطُ حَوْلَ ذَلِكَ الْأَمْرِ: میں اس کام کے گرد دیوار بناتا ہوں یعنی میں اس معاملہ میں گھوم رہا ہوں یا غور و فکر کر رہا ہوں۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	حَاكَّةٌ: اس نے اس کی رعایت یا دیکھ بھال کی۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	حَيْطَةٌ: پاک دامن شریف عورت۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	الْحِمَارُ يَحْوِطُ عَانَتَهُ: جنگلی گدھا اپنے ریوڑ کو اکٹھا کر رہا ہے۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	احْتَاطٌ لِنَفْسِهِ: اس نے احتیاط کی۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	اعْتِمَادٌ حَاصِلٌ كَمَا: اطمینان کر لیا۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	أَحَاطَ بِهِ: اس نے اس کا احاطہ کیا یعنی اچھی طرح جان لیا یا پورا علم حاصل کیا۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	أَحَاطَتْ الْعَيْلُ بِهِ: شہسوار نے اس کو گھیر لیا۔
ح و ل - حَاكَّةٌ: جو لہا۔ اس سے حَوْكَةٌ (واو مفتوح) بھی کہتے ہیں۔	احْتَاطْتُ بِهِ: اس نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا۔ احتیاط سے اس کا جائزہ لیا۔

چاہتے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے الزُّجَاج سے بیان کیا کہ الحَوْلُ الصِّغْرُكِي طَرَح مصدر ہے۔

التَّحْوُلُ: احتیاط (بمعنی حیلہ گری) سے بھی مشتق ہے۔

أَحْوَالِ الرَّجُلِ: آدمی نے ناممکن کام کیا اور انہونی بات کی۔

أَحْوَالٌ عَلَيْهِ الحَوْلُ: اس پر سال گزر گیا۔

احالۃ الدار وأحوالۃ: مکان یا گھر بنے سال گزر گیا۔ اسی طرح طعام وغیرہ کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا اسم فاعل مُحْبَلٌ ہے یعنی وہ چیز یا جگہ جس پر سال گزر جائے۔

أَحْوَالٌ عَلَيْهِ بِدَيْنِهِ: اس نے اپنا قرض اس پر ڈال دیا۔ اس سے اسم (الحَوْلُ) ہے یعنی منتقل کرنا۔

أَحْوَالِ الرَّجُلِ بِالْمَكَانِ وَأَحْوَالِ: آدمی نے مکان میں سال گزارا۔

حَاوَلَ الشَّيْءُ: چیز کا ارادہ کیا، طلب کیا۔

حَوْلَةٌ فَتَحْوُلُ: اس نے اسے موڑا تو وہ مڑ گیا۔

حَوْلٌ بِنَفْسِهِ: اس نے اپنے آپ کو موڑا تو خود مڑا۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

حَالَ عَنِ الْعَهْدِ يَحْوُلُ (حَوْلًا):

اُلْتُ جَانًا۔ وعدے سے پھرتا۔

حَالَ لَوْنُهُ: اس کا رنگ بدل گیا اور کالا ہو گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

حَالَ الشَّيْءُ يَبِينُ وَيَبِينُهُ: میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی۔

حَالَ إِلَى يَحْوُلُ حَوْلًا وَحَوْلًا وَمَكَانٍ آخَرَ: (حام کمسور اور واو

مفتوح) وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو گیا۔ محاورہ ہے: قَعَدَ (حَوْلَةً) وَ(حَوْلًا) (حَوْلًا)

و(وَحَوْلِيَّةً) وَ(حَوْلِيَّةً) نہیں کہہ سکتے۔ یعنی (لام کمسور) جس سے یہ مراد لی

جائے کہ وہ اس کے اردگرد، آس پاس یا آمنے سامنے بیٹھ گیا۔ الحَوْلُ (حام

مضموم) الحَيَالِ اور الحَوْلُ: اونٹنی کا ایک سالہ بچہ۔ اس کا واحد حائل ہے۔

الحَالَةُ: حالت، اس کی جمع أحوال ہے یعنی حالات۔

الحَالُ: کالی مٹی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ میں نے

سمندر سے کالی مٹی لی اور اس کے منہ میں بھر دی، یعنی فرعون کے منہ میں۔

التَّحْوُلُ: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اس کا اسم الحَوْلُ ہے۔ یہی مفہوم

اس قول خداوندی میں ہے: لَا يَسْفُونَ عَنْهَا حَوْلًا: وہ اس سے پھرتا نہیں

حَوْمَةُ الْقِتْلِ: لڑائی کا بڑا حصہ۔  
حَام: حضرت نوح کے بیٹوں میں  
سے ایک بیٹا جس کا نام یا کنیت 'ابو السودن'  
تھی۔

ح و ا - الْحَوْبَا: آنتیں، اس کا واحد  
حَوْبَةٌ ہے۔

الْحَوَاءُ: لوگوں کے گھروں کا ایک مجموعہ  
جو ایک ہی جگہ ہو۔ اس کی جمع الْأَحْوِيَّةُ  
ہے۔ اور یہ گھراؤٹوں کے پشم سے بنے  
ہوتے ہیں۔ یعنی خیموں کی شکل میں یا خیمہ  
بستی۔

الْحَوَّةُ: ایسا رنگ جس کے ساتھ سیاہی  
مائل رنگ ملا ہوا ہو، جیسے لوہے کا رنگ ہوتا  
ہے۔ اصمعی نے کہا کہ الْحَوَّةُ سرخی ہے  
جو سیاہی مائل ہو۔

الْحَوَّةُ: ہونٹوں کی گندمی رنگت کو بھی کہتے  
ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَحْوَى،  
وَأَمْرَأَةٌ حَوَاءٌ: گندمی رنگت کے ہونٹوں  
والا مرد اور عورت۔

حَوَاهُ يَحْوِيهِ حَيًّا، اِحْتَوَاهُ: اس نے  
جمع کیا، سایا، سمیٹا۔

اِحْتَوَى عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز کے  
اندر سایا، اس پر قابض ہوا۔

تَحَوَّتِ الْحَيَّةُ: سانپ کنڈلی مار کر اکٹھا  
ہوایا سمٹا۔ بَعِيْرٌ أَحْوَى: اونٹ جب اس  
کے سبز رنگ میں سیاہ اور زرد رنگ ملا ہو۔

الْمَحَالَّةُ: (میم مفتوح) حملہ، چارہ،  
تدبیر۔ لوگوں کا لامحالہ کہنے کا مطلب  
ہے: ناچار، لازماً، بہر حال۔  
هُوَ أَحْوَلُ مِنْهُ: وہ اس سے زیادہ حیلہ گیر  
ہے۔

مَا أَحْوَلَهُ: وہ کس قدر حیلہ گیر ہے۔  
رَجُلٌ حُوْلٌ بَرُوْزَنٌ سُكْرٌ: ہوش مند،  
صاحب بصیرت، معاملات سلجھانے والا۔  
هُوَ حُوْلٌ قَلْبٌ: وہ حارہ گراور تدبیر  
کرنے والا ہے۔

اِحْتَالَ: اس نے حیلہ کیا۔  
احْتَالَ عَلَيْهِ بِالذَّنْبِ: اس نے دوسرے  
کے ذمہ فرض ڈال دیا۔ یہ الْحَوَالَةُ سے  
مشتنق ہے۔

رَجُلٌ أَحْوَلٌ بِمَيْكَ فَخُصَّ:  
قَدْ حَوَلْتُ عَلَيْهِ: اس کی آنکھ بھیگی  
ہوگئی۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔  
اسْتَحَالَ الْكَلَامُ: اس نے ناممکن بات  
کہی۔

الْأَرْضُ الْمَسْتَحِيلَةُ: (مجاہد کی  
حدیث میں مذکور) ٹیڑھی زمین۔

ح و م - حَامِ الطَّائِرِ وَغَيْرِهِ هَوْلٌ  
الشَّيْءِ: پرندہ وغیرہ کسی چیز کے گرد  
منڈلایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

حَوْمَانَا: (واو مفتوح) کا معنی بھی منڈلانا  
ہے۔



أَجْلِسُ تَمَّ جِهًا كَيْسَ بَيْتُهُ كَيْسٌ فِي بَيْتِهِ  
 وَهِيَ بَيْتُهُمْ كَا- قَوْلُ خَدَاوَنْدِي: وَلَا يُفْلِحُ  
 السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى: (جادوگر جہاں  
 کہیں بھی ہوں گے کامیاب نہ ہوں گے)  
 اسے ابن مسعود نے اَيْنَ اَتَى پڑھا ہے۔  
 عرب کہتے ہیں کہ: جِئْتُ مِنْ اَيْنَ  
 لَا تَعْلَمُ یعنی مِنْ حَيْثُ لَا تَعْلَمُ: میں  
 وہاں سے آیا ہوں جہاں کا تجھے علم نہیں  
 ہے۔

ح ۱ د- حَادٌ عَنْهُ يَجِيْدُ حَيْدَةً  
 وَحَيْوُودًا وَحَيْدُودَةً: وہ اس سے دور  
 ہوا۔ یا اس نے رخ موڑ لیا اور پھر گیا۔

ح ۱ ر- حَارٌ يَحَارُ حَيْرَةً وَحَيْرًا:  
 (دولوں میں یام ساکن) وہ اپنے معاملے  
 میں حیران ہوا۔ چنانچہ هُوَ حَيْرَانٌ اور  
 قَوْمٌ حَيْرَانٌ کہیں گے۔

حَيْرَةٌ فَتَحَيْرَ: اس نے اسے حیران کر  
 دیا تو وہ حیرت زدہ ہو گیا۔

رَجَلٌ حَائِرٌ بِأَيْ: حَيْرَانٌ وَرِيثَانٌ  
 فَحُضٌّ، جب اسے نکلنے کا کوئی راستہ نہ  
 سوجھتا ہو۔

السَّحِيرَةُ: حَيْرَةٌ (حَاءُ كَسْرًا) كَوْفَةٌ كِ  
 نَزْدِيكَ اِيكٌ جَلَكَا تَامٌ۔

ح ۱ س- الحَيْسُ: مِلْنَا يَابِلَانَا- خَلَطَ  
 مَلَطَ كَرْنَا- كَلَّمَا دِيْنَا- اِسَى لِنَى كَجُورِ كُوَسْمَى  
 اور پیڑ میں ملانے سے جو شکل بنتی ہے اسے

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے قول  
 خَدَاوَنْدِي: فَجَعَلَهُ غُشَاءً اُخْوَى: میں  
 غُشَاءً کا ترجمہ خَشَكٌ اور الاُخْوَى کا ترجمہ  
 ہمیشہ کا سیاہ کالا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ  
 ہو سکتا ہے ترتیب کلام میں بعد میں آنے  
 کے باوجود معنی کے لحاظ سے یہ مقدم ہو اور  
 اس کی تقدیر اُخْرَجَ المَرْعَى اُخْوَى  
 ہو یعنی بزرے سے سیاہ ہوا اور اس کے بزر  
 ہونے کے بعد اسے خَشَكٌ کر دیا۔

ح ۱ ث- حَيْثُ: ظَرْفٌ مَكَانٌ هِ

بمزلہ جب، یہ اسم مبنی ہے اس کے آخر  
 حرف پر حرکت حرف التقاء ساکنین کی  
 وجہ سے دی گئی ہے۔ بعض عرب اسے مبنی بر

ضمہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ جملہ میں صرف  
 مضاف کی حیثیت سے استعمال میں آتا  
 ہے مثلاً: ہم یوں کہتے ہیں: اَقْسُوْمُ حَيْثُ

تَقْسُوْمُ: میں وہیں کھڑا ہوں جہاں تم  
 کھڑے ہو گے۔ نہ تو حَيْثُ زَيْدٌ کہنا

چاہئے اور نہ ہی حَيْثُ زَيْدًا۔ البتہ یوں  
 کہنا چاہئے کہ: حَيْثُ تَكُوْنُ الكُوْنُ  
 یعنی جہاں تم ہو گے میں بھی وہیں ہوں گا۔

بعض عرب اسے مبنی بر فتح قرار دیتے ہیں  
 کیونکہ یاء کے ساتھ ضمہ کا پڑھنا ثقیل

ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسے اسماء ظرف میں  
 سے ہے جو مانگے بغیر پورے معانی نہیں  
 دیتے مثلاً: تم کہو گے کہ حِثْمًا تَجْلِسُ

أُسْتَحْيَضَتِ الْمَرْأَةُ: ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد بھی عورت کا حیض کا خون جاری رہا۔ اور ایسی عورت کو مُسْتَحَاضَةٌ کہتے ہیں۔

تَحْيِضَتْ: عورت نے ماہواری کے دنوں میں نماز کی ادائیگی سے بیٹھی رہی۔ یعنی نماز پڑھنا موقوف کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: تَحْيِضُنِي فِي عِلْمِ اللَّهِ سِتًّا أَوْ سَبْعًا: حیض کے دنوں میں علم الہی کے مطابق چھ یا سات دن رُک رہو۔

ح ی ف - الْحَيْفُ: ظلم و جور، زیادتی۔ قَدْ حَافَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

ح ی ق - حَاقَ بِهِ الشَّيْءُ: کسی چیز نے اسے گھیر لیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ: بری چال کا وبال چال چلنے والے پر پڑتا ہے۔

حَاقَ بِهِمُ الْعَذَابُ: ان پر عذاب نازل ہوا، انہیں عذاب نے گھیر لیا۔

ح ی ل - الْحَيْلَةُ: یہ احتیال کا اسم ہے اور مصدر وادی سے مشتق ہے۔ اسی طرح الْحَيْلُ اور الْحَوْلُ: چارہ، قوت طاقت۔ چنانچہ لا حول ولا قوۃ کے مقابل اس کا

الْحَيْسُ کہتے ہیں۔

حَاسَ الْحَيْسَ: اس نے حَيْس بنایا (کھجور گھی اور پنیر ملا کر)۔

ح ی ص - حَاصَ عَنهُ: اس نے اس سے منہ موڑا اور دور ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر حَيَّوْصًا، مَحْيِضًا، مَحَاصًا اور حَيَّصَانًا (یاء مفتوح) ہے۔ محاورہ ہے کہ مَا عَنَّهُ مَحْيِضٌ اس سے کوئی فرار یا بچاؤ نہیں ہے۔ الإِنْحِيَاصُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ح ی ض - حَاضَتِ الْمَرْأَةُ: عورت کو حیض آ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر مَحْيِضًا بھی ہے۔ اسم فاعل حَائِضٌ اور حَائِضَةٌ بھی۔ یہ الفراء کے قول کے مطابق ہے۔

نِسَاءٌ حَيْضٌ وَحَوَائِضُ: حیض والی عورتیں۔

الْحَيْضَةُ: ایک بار کا حیض آنا، اس کا اسم الْحَيْضَةُ ہے جس کی جمع الْحَيْضُ ہے۔

الْحِضَّةُ: (حاء کسور) اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورتیں حیض کے دنوں میں بطور لنگوٹ یا چھتھڑا باندھ لیتی ہیں۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: لَيْتَنِي كُنْتُ حَيْضَةً مُلْقَاةً: کاش میں گرا پڑا چھتھڑا ہوتی۔ اسی طرح الْمَحْيِضَةُ، جس کی جمع الْمَحَائِضُ کا معنی بھی یہی ہے۔

بھر کے لئے معاملہ کیا۔

أَحْيَنَ بِالْمَكَانِ: مکان یا جگہ میں کچھ دیر  
ٹھہرا رہا۔ اور فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا أَحْيَانًا:  
فُلَانٌ کبھی کبھی ایسا کرتا ہے۔

وَفِي الْأَحْيَانِ: وہ مختلف وقتوں میں ایسا  
کرتا ہے۔

الْحَيُّ: موت، ہلاکت (حَاءُ مُفْتُوحٌ)۔  
قَدْ حَانَ الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہو گیا۔  
اس کا باب بَاعٌ ہے۔

أَحَانَهُ اللَّهُ: اللہ اسے ہلاک کرے۔  
(بَدْوَعًا)۔

الْحَانُثُ: شراب خانے۔  
الْحَانِيَّةُ: شراب خانہ یعنی شراب خانے  
کی نسبت کے باعث۔

الْحَانَةُ: شراب خانہ۔ اسی کو حَانُوْثُ  
الْحَمَّارِ یعنی شراب فروش کی دکان بھی  
کہتے ہیں۔

الْحَانُوْتُ: مذکر و مؤنث دونوں طرح  
مستعمل ہے۔ اس کی جمع حَوَانِيْتُ ہے۔

ح ی ا - الْحَيَاةُ: موت کی ضد۔  
الْحَيُّ: مردہ کی ضد۔ الْحَيَاةُ بَرُوْزِنُ

مَفْعَلٌ بِمَعْنَى زَنْدُكِيٍّ - تم کہتے ہو کہ:  
مَحْيَايَ وَمَمَاتِي: میرا جینا مرنا۔

الْحَيُّ: قبیلہ اس کی جمع الْأَحْيَاءُ: محلہ  
کے معنوں میں یہ لفظ مستعمل ہے۔

أَحْيَاةُ اللَّهِ: اللہ اسے زندگی دے (دُعَا)

أَحْيَلٌ مِنْهُ: دوسرے سے زیادہ قوت  
وہیبت والا اور حیلے والا۔

وَمَا أَحْيَلُهُ: وہ کس قدر سخت حیلے والا  
ہے۔ اے مَا أَحْوَلُهُ بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ دوسرا الجہ ہے۔ یہ محاورہ: مَسَالَةُ حَيْلَةٍ  
وَلَا مَحَالَةَ وَلَا إِحْتِيَالَ اور لَا مَحَالَ

سب ہم معنی ہیں۔  
ح ی ن - الْحَيِّنُ: وقت - کہا جاتا ہے  
حَيِّنِيْلًا: جس وقت - شاید حیض سے پہلے  
تاء لگا کر اسے تَحْيِينٌ کہتے ہیں جس کا معنی  
حین ہے۔

الْحَيِّنُ: مُدَّتٌ بَحْيٍ - اسی مفہوم میں قول  
خداوندی ہے: هَلْ آتَى عَلَيَّ الْإِنْسَانُ  
حَيِّنٌ مِنَ الْبَدْهِرِ: بیشک انسان پر زمانے  
میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔

حَانَ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اس کے لئے  
وقت آ گیا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس کا  
مضارع يَعْحِنُ ہے اور مصدر حَيَّنَا (حَاءُ  
مَكْسُورٌ)۔

حَانَ حَيْئُهُ: اس کا وقت قریب آن لگا  
ہے۔

عَامَلُهُ مَحَايِنَةً: اس نے اس کے ساتھ  
ایک معینہ وقت کے لئے معاملہ کیا۔ اسی  
طرح عَامَلُهُ مُسَاوَعَةً: اس نے گھڑی

مثال بیان کے بغیر نہیں چھوڑتا ہے۔

الْحَيَّةُ: سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ آخری 'ة' تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے جس طرح بَطَّة اور دَجَاجَةٌ کی تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے۔ اسی بناء پر کہ عربوں سے یوں روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں: رَأَيْتُ حَيًّا عُلِي حَيَّةً: میں نے ایک نر سانپ مادہ سانپ پر دیکھا۔ اور یہ کہ: فُلَانٌ حَيَّةً: یعنی وہ نر سانپ ہے۔

الْحَاوِي: سپیرا۔

الْحَيَا: (الف مقصور) بارش اور شادابی و زرخیزی۔

الْحَيَاءُ: (الف ممدود) شرم و حیا۔

الْحَيَوَانُ: موتان کی ضد یعنی زندہ۔

الْمُحَيَّا: چہرہ۔

التَّحِيَّةُ: سلام و دعاء، مملکت و سلطنت۔

حَيَاكَ اللَّهُ: اللہ تجھے زندگی دے۔

الْحَيَاثُ إِلَهُ: ملک اللہ کا ہے۔

مَحْيَى: مذکر اور مَحْيِيَّةً: مؤنث۔ یعنی

تحیا کا اسم فاعل۔

حَيٌّ عَلَى الصَّلَاةِ: نماز کی طرف آؤ۔

یہ فعل امر کے لئے اسم ہے۔ اسی طرح

عرب حَيٌّ عَلَى الثَّرِيدِ کہتے ہیں یعنی

ثرید کھانے کے لئے آؤ۔

فَحْيَى اور حَيٌّ بھی کہہ سکتے ہیں۔ حَيٌّ میں زیادہ تر ادغام ہے چنانچہ قرآن کی آیت: وَيَعْنِي مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيْنَةِ يَدَيْهِ جاتی ہے۔ جمع کی صورت میں حَيُّوْا، بَاءِ هَذِهِ کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ حياء یعنی شرم و حیا سے مشتق استحياء اور استحياء مِنْهُ دونوں ہم معنی ہیں۔

استحيث: (میں نے حیا کی) صرف ایک باء کے ساتھ، اس کی اصل استحيث ہے۔ پہلی باء کو حرف علت قرار دیا گیا اور

اسے حذف کر کے اس کی حرکت حاء کو دی

گئی۔ اور کثرت استعمال کے باعث

استحيث بنا دیا گیا۔ انفس نے کہا کہ

استحی (صرف ایک باء کے ساتھ) کہنا

تمیم کی لغت (لہجہ) ہے اور دو باء کے ساتھ

اسے استحی کہنا اہل حجاز کی لغت یعنی لہجہ

ہے۔ اور وہی اصل ہے۔ یاہ کو اس کلمہ کے

کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا یہ

اسی طرح ہے جس طرح لوگوں نے لا

أَذْرِي میں سے 'ی' کو حذف کر کے حرف لا

أَذْرٍ کہنا شروع کر دیا۔ قول خداوندی ہے:

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَهُنَّ: (وہ تمہاری

عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں)۔ اور یہ

آیت: إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ

مَثَلًا: (بے شک اللہ تعالیٰ مثال دینے سے

نہیں شرماتا)۔ يَسْتَحْيِي کا ترجمہ اللہ تعالیٰ

## باب الخاء

مصدر ہے۔

خَبْتُ الرَّجُلُ: (باء مضموم) خُبْنَا کا معنی بھی آدمی خبیث ہو گیا۔ خَبِيتُ: دھوکہ باز، رومی شخص۔ ناکارہ آدمی۔ اُخْبِتُهُ: اس نے اسے خباث سکھائی اور اسے خراب کر دیا۔ اُخْبِتُ الرَّجُلُ: آدمی نے خبیثوں کی صحبت اختیار کی۔ اسے خبیث اور مُخْبِتُ (باء مکسور) اور مَخْبِتَانُ بروزن زَعْفَرَان اس کا معنی ہوگا خراب شخص۔ المَخْبِتَةُ: بروزن المَتْرَبَةُ: فساد اور خرابی و خباثت۔ انہیں معنوں میں عَنَتْرَه شاعر کا یہ شعر ہے:

وَالْكَفْرُ مَخْبِتَةٌ لِنَفْسِ الْمُنْعِمِ  
ترجمہ: "نفاض انسان کے نفس پر ناشکری  
ایک خباثت کی طرح ناگوار ہوتی ہے۔"

خَبْتُ الْحَدِيدُ وَغَيْرُهُ: (خاء اور باء مفتوح) لوہے وغیرہ سے بھٹی میں جو گند الگ ہو جاتا ہے۔

الْاُخْبِتَانُ: بول اور براز۔ پیشاب اور پاخانہ۔

خ ب ر - الْعَبْرُ: خبر، اطلاع۔ اس کی جمع اخبار ہے۔ اُخْبِرَهُ اور خَبِرَهُ دونوں ہم معنی لفظ ہیں بمعنی اس نے اسے خبر دی۔

خ ب ا - خَبَاةٌ: اس نے اسے چھپایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ انہیں معنوں میں لفظ الخَابِيَّةُ ہے جس سے ہمزہ لکھنا ترک کر دیا گیا ہے۔

الخَبَاءُ: چھپی ہوئی چیز۔

خَبَاءُ السَّمَاءِ: بارش کے قطرے۔

خَبَاءُ الْأَرْضِ: نباتات، پیداوار۔

اُخْتَبَأَ: وہ چھپ گیا۔

خ ب ب - الخَبْتُ: (خاء مفتوح و مکسور) دھوکہ باز شخص، اسی سے مشتق لفظ وَخَبِيتُ يَا رَجُلُ (باء مکسور) اے شخص تو نے دھوکا دیا۔ خَبْنَا مصدر بمعنی دھوکا۔

الخَبَبُ: دوڑنے یا تیز چلنے کی ایک قسم یا ایک چال، اس کا باب رَدَّ ہے۔ خَبَبًا اور خَبِيْبًا کا بھی یہی معنی ہے۔

خ ب ت - الإخْبَاتُ: خشوع و خضوع، عاجزی۔ لوگ کہتے ہیں کہ: اُخْبِتْ لِلَّهِ: اس نے اللہ کے سامنے عاجزی کی یا خشوع کیا۔

خ ب ث - الخَبِيْتُ: ناپاک، طیب بمعنی پاکیزہ کی ضد۔

قَدْ خُبْتُ الشَّيْءُ: چیز خراب ہوگئی یا ناپاک ہوگئی۔ (باء مضموم)۔ خَبَاةٌ اس کا

معنی خبر ہے۔

خَبِيرٌ: حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔

خ ب ز - الخُبْزُ: روٹی، الخَبِزُ (خاء مفتوح) مصدر ہے۔

خَبَزَ الخُبْزَ: اس نے روٹی پکائی۔

إِخْبَزَهُ: اس نے اسے پکایا۔ خَبَزَ

القَوْمُ: قوم نے روٹی پکائی۔ أَطْعَمَهُمُ

الخُبْزَ: اس نے انہیں روٹی کھلائی۔

دوئوں سینوں کا باب ضَرْبٌ ہے۔ رَجُلٌ

خَابِزٌ روٹی وال، جس طرح لابسن دودھ

والا اور تاملو کھجور والا۔

الخُبَّازُ: بروزن القَفَّازِ اور الخَبَّازِ:

(باء مشدّد اور یاء مقصور) ایک معروف و

مشہور پودا۔

خ ب ص - الخَبِيبُصُ: حلوہ۔

الخَبِيبُصَةُ: نسبتاً زیادہ مخصوص حلوہ۔

خ ب ط - خَبَطَ البَعِيرُ الأَرْضَ بِيَدِهِ:

اونٹ نے زمین پر پاؤں دے مارا۔ اسی

سباق میں خَبَطَ عَشَوَاءَ کہا گیا جس کا

مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی جس کی نظر کمزور

ہو، وہ اندھا دھند چلتی ہے، کسی چیز سے

ٹکرانے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یا کسی چیز سے

ٹکرانے کی پرواہ نہیں کرتی۔

خَبَطَ الشَّجْرَةَ: درخت سے پتے

جھاڑنے کے لئے ڈنڈا استعمال کیا۔

دوئوں معنوں میں خَبَطَ کا باب ضَرْبٌ

الاستخبار: خبر معلوم کرنا۔ اسی طرح

التَّخْبِيرُ، خبر رکھنا۔

المَخْبِرُ بروزن مصدر مَنْظَرٌ کی ضد ہے۔

المَخْبِرَةُ: (باء مضموم) یہ مرآة کی ضد

ہے۔ خَبَرَ الأَمْرَ: اس نے معاملہ جان

لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس کا اسم

المَخْبِرُ (خاء مضموم) ہے۔ جس کا معنی ہے

معاملہ کا علم۔

الخَبِيرُ: عالم، تجربہ کار کاشت کار، اسی

سے لفظ المُخَابِرَةُ مشتق ہے جس کا

مطلب ہے۔ زمینی پیداوار کی کاشت۔

الخَبِيرُ: پیداوار۔ زمین سے اگنے والا

پودا۔ حدیث شریف میں ہے: نَسْتَخْلُبُ

الخَبِيرَ: ہم زمین کی پیداوار یعنی پودے

کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔

خَبْرَةٌ: اس نے اس کا امتحان لیا۔

اِخْتَبَرَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب

نَصَرَ ہے۔

خَبْرَةٌ: (خاء مکسور) تجربہ۔ کہا جاتا ہے یا

مخادہ ہے کہ صَدَقَ الخَبِيرُ الخُبْرَ یعنی

تجربے نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کر دی۔

جہاں تک ابو الذرّاء کا قول: وَجَدْتُ

النَّاسَ أَخْبِرُ تَفْلَةً: تو اس سے ان کی

مراد یہ ہے کہ جب تو نے انہیں خبر کر دی تو

گویا تو نے ان کو ناخوش کر دیا۔ تو انہوں

نے امر کے لفظ سے یہ بات بنائی۔ اس کا

خ ب ن - الخُبْنَةُ: وہ چیز جسے تم گود میں اٹھاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَلَا يَتَّخِذُ خُبْنَةً: کوئی آدمی کسی چیز کو جھولی میں نہ رکھے۔

خ ب ا - الخَابِيَةُ: محبت۔ اس لفظ میں الف کی جگہ اصل میں ہمزہ ہے۔ کیونکہ یہ خباث سے مشتق ہے۔ البتہ لوگوں نے ہمزہ کو ترک کر دیا۔ اس کا ذکر (خ ب ا) کے مادہ کے تحت پہلے ہو چکا ہے۔

الخَبَاء: اونٹ کی پشم یا اون کا خیمہ۔ اس کی جمع اُخْبِيَّة ہے۔ یہ خیمہ بالوں کا بنا ہوا نہیں ہوتا۔ اس خیمے کے دو یا تین یا تین سے زیادہ ستون ہوتے ہیں یہ گویا گھر ہوتا ہے۔ اِسْتَخْبَيْنَا الخِبَاء: ہم نے خیمہ نصب کیا اور اس میں داخل ہوئے۔ خَبَتِ النَّار: آگ بجھ گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

اُخْبَاهَا: کسی اور نے اسے یعنی آگ کو بجھا دیا۔

خ ت ر - الخَتْرُ: دھوکا۔ اس کا باب سَرَب ہے۔ کہا جاتا ہے: خَتْرَةٌ: اس نے اسے دھوکا دیا۔

خَتَارٌ: دھوکا باز۔

خ ت ل - خَتَلَهُ وَخَاتَلَهُ: اس نے اسے دھوکا دیا۔ اس کا باب سَرَب ہے۔ التَّخَاتُلُ: ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔

خ ب ل - الخَبْلُ: (بیاہ ساکن) فساد اور بگاڑ۔ اور اگر بیاہ مفتوح ہو یعنی الخَبْلُ ہو تو معنی ہوگا جن۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بہ خَبْلٍ یعنی اسے کوئی زمینی آفت چسٹی ہوئی ہے۔ قَدْ خَبَلَهُ: وہ آسیب زدہ ہے۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ خَبَلَهُ تَخْبِيلاً اور اِخْتِبَلَهُ: اس نے اس کی عقل یا جسم کا کوئی اور حصہ مار دیا۔

رَجُلٌ مَخْبَلٌ: (بیاہ مشدّد) گویا اس کی اطراف کاٹ دئے گئے۔ الخَبَالُ: فساد بگاڑ۔ جہاں تک حدیث شریف میں وارد اس عبارت کا تعلق ہے کہ: مَنْ قَفَا مَوْمِنًا بِمَا لَيْسَ فِيهِ وَقَفَهُ اللَّهُ فِي رِدْغَةِ الخَبَالِ حَتَّى يَخْبِيَهُ بِالْمَخْرَجِ مِنْهُ: جس کسی نے کسی مومن کی پیٹھ پیچھے وہ باتیں کہیں جو اس میں نہیں ہیں، اسے اللہ تعالیٰ جنوں کی کچڑ میں کھڑا کریں گے تا آنکہ وہ اس کچڑ کے منبع تک آپہنچے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کچڑ روزِ خیوں کی پیپ ہوگی۔

قفا کا معنی تہمت لگانا ہے اور الرِدْغَةُ کا مطلب کچڑ ہے۔

خ ت م - خ ت م: حَتَمْتُ الصَّبِيَّ: میں نے بچے کا ختم کر لیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔ اس کا اسم العِجَانُ یعنی 'ختمہ' ہے۔ الخِتَانَةُ وَالْعِجَانُ: پیشاب گاہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں ختمہ کیا جاتا ہے۔ اسی مفہوم کی حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: إِذَا التَّقَى الْخِتَانَانَ ①: ختمہ کی تقریب پر کھانے کی دعوت کو بھی ختان کہتے ہیں۔

خ ث ر - الخَثُورَةُ: گاڑھا ہونا۔ یہ رقت یعنی پتلا ہونے کی ضد ہے۔

خ ث ر اللِّينُ (خاء مفتوح) يَخْشُرُ: دودھ گاڑھا ہو گیا۔ مضارع میں ثاء مضموم ہے۔ الرِّاءُ نے کہا کہ خَشْرٌ بھی ایک لہجہ ہے لیکن بہت کم۔ الکسائی نے کہا اور سنا کہ یہ لفظ خَشِرٌ (ثاء مکسور) ہے۔

خ ث ی - الخِشْيُ: تیل کا پیٹ کے بل گرنا، اس کی جمع حلس سے احلاس کی طرح اخشاء ہے۔

خِشَى البَقْرُ: تیل پیٹ کے بل گرا۔

خ ج ل - الخَجَلُ: نجات۔ شرم و حیا کے مارے حیرت و دہشت زدہ ہونا۔ قَدْ خَجَلُ: وہ شرمندہ ہوا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ الخَجَلُ کا معنی المادار ہونے

① مکمل حدیث یہ ہے: إِذَا التَّقَى الْعِجَانَانَ وَجِبَ الْفُسْلُ. (مترجم)

خ ت م - خَتَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو ختم کر دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اسم مفعول مَخْتومٌ ہے اور مبالغہ کیلئے اسے مَشَدٌ و دکر کے مُخْتَمٌ بنایا جاتا ہے۔ خَتَمَ اللَّهُ بِخَيْرٍ: اللہ اس کا انجام بخیر کرے۔ ختم القرآن: اس نے قرآن ختم کیا۔ اخْتَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کا اختتام کیا۔ یہ افتتاح کی ضد ہے۔ الخَاتَمُ: (ثاء مفتوح و مکسور) الخَيْتَامُ اور الخَاتَامُ سب کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس کی جمع الخَوَاتِيمُ ہے یعنی انگٹھی۔ تَخْتَمُ: اس نے انگٹھی پہنی۔

خاتمة الشَّيْءِ: کسی چیز کا خاتمہ یا انتہا۔ محمدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خاتم الانبياء عليهم الصلاة والسلام: محمد ﷺ خاتم الانبياء ہیں۔

الخَيْتَامُ: مٹی جس سے کسی چیز کو سربند کیا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: خِتَامُهُ مِسْكٌ: اس کی انتہا خوشبو ہوگی۔ یعنی جنتی لوگ جنت کی شراب کے آخر خوشبو کی مہک محسوس کریں گے۔

خ ت ن - الخَتْنُ: بیوی کی نسبت سے تمام رشتہ دار یعنی بیوی کا باپ اور بھائی ان سب کو الاختان کہا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں یہی دستور ہے۔ البتہ عام لوگوں کے ہاں ختن کا معنی داماد ہے۔



الْأَخْدُوْدُ: (الف مضموم) زمین میں  
مستطیل لباشگاف۔

خ د ر - الْخِذْرُ: ستر ڈھانپنا۔ پردہ۔  
جَارِيَةٌ مَخْدَرَةٌ: پردہ دار لڑکی یا لونڈی۔  
الْخِذْرُ فِي الرَّجُلِ: پاؤں کا سن ہونا  
یعنی بیہوش ہو جانا۔ اس کا باب طَرْبٌ  
ہے۔

خ د ر س - الْخِنْدَرَسُ: (خاء مفتوح  
اور دال مفتوح) شراب۔

خ د ش - الْخُدُوشُ: گریدنا، نوچنا،  
خراش لگانا۔ قَدْ خَدَشَ وَجْهَهُ:  
اس نے اپنا منہ (چہرہ) نوچا۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔  
خَدَشَهُ: (دال مشدّد) مبالغہ کے لئے۔  
اس نے اسے بہت نوچا۔

خ د ع - خَدَعَهُ: اس نے اسے دھوکہ دیا۔  
اسے ایسا نقصان دینا چاہا جس کا اسے پتہ  
نہ چل سکے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور  
مصدر خَدَعَا (خاء مکسور) اس کی مثال  
سَحَرَهُ يَسْحَرُهُ سِحْرًا ہے۔ اس فعل  
میں اسم الخَدِيْعَةُ ہے بمعنی دھوکا اور  
فریب۔

خَدَعَهُ فَانْخَدَعَ وَخَادَعَهُ  
مُخَادَعَةً: اس نے اسے دھوکہ دیا تو  
وہ دھوکے میں آ گیا۔ قول خداوندی ہے:  
يُخَادِعُونَ اللَّهَ اَي يُخَادِعُونَ

کی بدگمانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے کہ: اِذَا سَبَعْتَنُ خَجَلْتَنُ: جب تم  
سیر ہو کر کھاتی ہو تو سست ہو جاتی ہو اور  
اترائی اور غرور کرتی ہو۔  
رَجُلٌ خَجِلٌ: شرمندہ شخص، بہ خجولہ:  
اس میں حیا و شرم ہے۔

الْخَجِلُ: (جیم مکسور) بہت زیادہ گھنی  
گھاس والی جگہ۔ اس کا ذکر حضرت ابو  
ہریرہ کی حدیث میں ہے۔<sup>①</sup>

خ د ج - خَدَجَتِ النَّاقَةُ، تَخْدِجُ:  
(دال مکسور) خَدَّاجَا (خاء مکسور) اسم  
فاعل خَاجٌ: اونٹنی نے قبل از وقت بچہ دیا۔  
خَدِيجٌ: بروزن قَتِيلٌ، قبل از وقت پیدا  
ہونے والا اونٹنی کا بچہ۔ اگرچہ وہ جسمانی  
لحاظ سے مکمل ہو۔ حدیث شریف میں ہے:  
كُلُّ صَلَوةٍ لَا تُقْرَأُ فِيهَا بِأَمِ  
الْكِتَابِ فَهِيَ خَدَاجٌ: ہر وہ نماز جس  
میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے۔  
أَخْدَجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے نامکمل یعنی  
ناقص الخَلْقِ بچہ جنا۔ اور اگر دن پورے ہو  
گئے ہوں تو اونٹنی کو مُخْدِجٌ اور بچے کو  
مُخْدِجٌ کہیں گے۔

خ د د - الْمَخْدَعَةُ: (میم مکسور) تکیہ جس  
پر گال رکھا جاتا ہے۔

① فَاَنَّى عَلَيَّ وَاِدْ خَجَلِي.

② حدیث شریف میں یہاں ذات کا لفظ مخدوف ہے۔

مُتَّخِذَاتٍ أَخْدَانٍ: چوری چھپے دوستی کرنے والی نہ ہوں۔

خ ذ ف - الخَذْفُ بِالْحِصْيِ: انگلیوں سے کنکری مارتا۔

خ ذ ل - خَذَلَهُ يَخْذُلُهُ: (ذال مضموم) خِذْلَانًا (خاء مکسور) اس نے اس کی مدد کرنا چھوڑ دیا۔

خ ر ا - الخُرْعُ: (خاء مضموم) پاخانہ اس کی جمع خُرُورٌ جس طرح جُنْدٌ کی جمع جُنُودٌ ہے۔

خ ر ب - خَرِبَ الْمَوْضِعُ: (راء مکسور) خَرَابًا: جگہ ویران ہو گئی۔ خَرِبٌ: ویرانہ۔

ذَارٌ خَرِبَةٌ: ویران اور برباد گھر۔

أَخْرَبَهَا صَاحِبُهَا: گھر والے نے ہی گھر کو ویران کر دیا یا گرا دیا۔

خَرَبُوا بَيْوتَهُمْ: انہوں نے اپنے گھر ویران و برباد کر ڈالے۔ فعل کو زیادہ واضح کرنے یا مبالغہ کے لئے تشدید دی گئی ہے۔

الخُرُوبُ بِرُوزِنِ التَّنَوُّرِ: ایک معروف پودا۔ الخُرُوبُ بِرُوزِنِ العُصْفُورِ اسی کا ایک دوسرا تلفظ ہے۔ اسے الخُرُوبُ (خاء مفتوح) نہیں کہنا چاہیے۔

خ ر د ل - الخُرْدَلُ: رائی، اس کا واحد خُرْدَلَةٌ ہے۔

أَوْلِيَاءَ اللَّهِ: وہ اللہ کو یعنی اللہ کے اولیاء کو دھوکہ دیتے ہیں۔ المِخْدَعُ: (میم مضموم اور مکسور) بڑے گھر کے اندر محفوظ اور مضبوط کوٹھڑی یا کمرہ۔ میم اصلاً مضموم ہے البتہ اسے ثقیل محسوس کرتے ہوئے میم کو مکسور کر دیا گیا ہے۔

الْحَرْبُ خُدْعَةٌ: لڑائی اور جنگ دھوکہ ہے۔ یہ لفظ خُدْعَةٌ اور خُدْعَةٌ دونوں جائز ہیں لیکن خُدْعَةٌ (خاء مضموم) زیادہ فصیح ہے۔ اور خُدْعَةٌ (دال مفتوح) بھی درست ہے جو ہم مزقہ کے وزن پر ہے۔

رَجُلٌ خُدْعَةٌ: (دال مفتوح) لوگوں کو دھوکہ دینے والا شخص۔ اور رَجُلٌ خُدْعَةٌ (دال ساکن) وہ شخص جسے لوگ دھوکہ دیتے ہوں۔

خ د م - خَدَمَهُ يَخْدُمُ: (دال مضموم) اس نے اس کی خدمت کی۔

الْخَادِمُ: خدمتگار، اس کی جمع الخَدَمُ ہے لڑکا ہو یا لڑکی۔

أَخْدَمَهُ: اس نے اسے خادم بخش دیا، یا عطا کیا، یا دے دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فَصَّ خَدَمَتَكُمْ: (دال اور میم دونوں مفتوح) اللہ تمہاری جمعیت کو منتشر کر دے۔

خ د ن - الخِدْنُ، الخَدِينُ: دوست۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: وَلَا

کیا تو وہ خرچ ہو گیا۔

الْخُرُجُ: خرچین۔ گھوڑے کی زمین کے ساتھ دو خانے والا تھیلا جو زمین کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے۔ اس کی جمع خُرُجَاتٌ ہے۔

خ ر ر - الْخَرِيْرُ: پانی کے گرنے کی آواز۔

خَرُوْ يَخْرُوْ (خاء مسور) خَرِيْرًا: پانی کے گرنے کی آواز پیدا ہوتی۔

عَيْنٌ خَرَارَةٌ: اُبلتا ہوا چشمہ۔

خَسْرٌ لِلّٰهِ سَجْدًا: وہ خدا کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ اس کا مضارع يَخْرُوْ اور مصدر خَرُوْرًا ہے۔ یعنی گرنا۔

الْخَرُخْرَةُ: خراٹے۔ سوتے میں یا گلا گھٹنے میں نکلنے والی آواز۔ چنانچہ کہتے ہیں: خَسْرٌ عِنْدَ النَّوْمِ: اس نے سوتے میں خراٹے لئے۔ خَرُخْرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

خ ر ز - خَرَزَ الْخُفَّ: اس نے موزے میں نائکے بھرے یا پروئے۔

خَرَازٌ: نائکے پروئے والا موچی۔

الْمِخْرُزُ: بروزن الْمِبْضَعُ سِتَالِي، آر، وہ آلہ جس سے موچی جوتے سیتا ہے۔

الْخَرُوْرُ: (خاء اور راء مفتوح) ڈورے میں پروئے ہوئے مکے۔ اس کا واحد خَرُوْرَةٌ ہے۔

خَرَزُ الظُّهْرِ: کمر اور ریزھ کی ہڈی کے

خ ر ج - خَرَجَ: وہ نکلا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔ مَخْرَجًا يَأْمَخْرَجُ: نکلنے کی جگہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَ مَخْرَجًا حَسَنًا: وہ اچھے مخرج یا طریقے سے نکلا اور ہذا مَخْرَجُهُ: یہ اس کے نکلنے کی جگہ ہے۔

المُخْرَجُ: (میم مضموم) أَخْرَجَ کا مصدر، مفعول ظرف زمان و مکان ہے۔

تم کہتے ہو: أَخْرَجَهُ مَخْرَجَ صِدْقٍ: اس نے اسے اچھی طرح نکالا۔

هَذَا مَخْرَجُهُ: یہ اس مخرج یعنی نکلنے کی جگہ ہے۔

الاستخْرَاجُ: نتیجہ نکالنا، استنباط کرنا۔

الْخُرُجُ وَالْخَوْرَاجُ: ٹیکس۔ خُرُجٌ کی جمع أَخْرَاجٌ ہے۔ اور الْخَوْرَاجُ کی جمع خُرُجَةٌ ہے مثلاً: زمان کی جمع أَرْمِنَةٌ اور أَخَارِيْبُجٌ بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرَجًا فَخَرَّاجٌ رَبِّكَ خَيْرٌ: کو یوں پڑھا گیا ہے: أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرَجًا: اور

اسی طرح قول خداوندی: فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرَجًا: میں بھی خَرَجًا کی جگہ

خَرَجًا پڑھا گیا ہے۔

الْخُرُجُ: خرچ، دَخَلَ بمعنی آمدن کی ضد۔ خَرَجَهُ فِي كَذَا تَخْرِيْجًا

فَتَخْرَجُ: اس نے فلاں مد میں اتنا خرچ

بڑی مشکل سے ہو سکتا ہے۔

أَنْخَرَطَ جِسْمَهُ: اس نے اپنے جسم کو  
کوٹا۔ خَرَطَ الْحَدِيدَ: اس نے لوہے کو  
کوٹ کر ستون کی طرح لمبا کیا۔

رَجُلٌ مَخْرُوطٌ وَاللَّحِيحَةُ وَمَخْرُوطٌ  
الْوَجْهُ: لبوتری داڑھی یا لبوترے چہرے  
والا۔

الْخَرِيْطَةُ: (خاء مفتوح) چڑے کا برتن  
جسے اوپر سے سی کر بند کیا جاتا ہے یا تسموں  
سے بند کیا جاتا ہے۔ (اب اس کا معنی نقشہ  
ہے۔ مترجم)۔

خ ر ط م - الْخُرْطُومُ: سونڈ، ناک۔

خ ر ع - الْخَرْعُ: (خاء اور راء مفتوح)  
کسی چیز میں ڈھیلا پن سستی۔ قَدْ خَرِعَ  
الرُّجُلُ: آدمی ڈھیلا پڑ گیا، یعنی کمزور ہو  
گیا۔ خَرِعَ: ست، ڈھیلا اور کمزور۔

الْخَرْعُ: شکاف۔ کہتے ہیں: خَرَعَهُ  
فَانْخَرَعَ، اِخْتَرَعَ: اس نے کھینچ نکالا۔  
مشتق بنایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا  
معنی ہے اس نے بنایا یا ایجاد کیا۔

خ ر ف - الْمَخْرُوفَةُ: بروزن المتروبة:  
راستہ۔ حضرت عمر کی حدیث میں اس کا ذکر  
آیا ہے۔

الْخُرُوفُ: مینڈھا۔

الْخَسْرِيفُ: موسم خزاں، سال کا ایک  
موسم۔

منکے۔

خ ر س - خَرَسَ: وہ گونگا ہو گیا۔ اس کا  
باب طَرِبَ ہے۔  
أَخْرَسَ: گونگا شخص۔  
أَخْرَسَهُ اللَّهُ: اللہ کرے وہ گونگا ہو  
جائے۔

خُرَيْسِيٌّ: خراسانی، خراسانی، ایران  
کے شہر خراسان کی طرف نسبت۔

خ ر ص - الْخَرْصُ: کھجور کے درخت  
پر کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کرنا۔  
خَرَصَ النَّخْلُ: اس نے کھجوروں کا  
اندازہ یا تخمینہ کر لیا۔

الْخَرْصُ: جھوٹ۔ ان دونوں کا باب  
نَصَرَ ہے۔ اس کا معنی اٹکل ہینچ بھی ہے۔  
الْخَرَاصُ: جھوٹا شخص۔

تَخَرَّصَ: اس نے جھوٹ بولا۔

الْخُرْصُ: (خاء مضموم اور کسور) سونے یا  
چاندی کا حلقہ یعنی کانوں کی بالی۔

خ ر ط - خَرَطَ الْعُودَ: اس نے لکڑی کو  
تراشا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ  
ہے۔

خَرَطَ الْوَرَقَ: اس نے کاغذ کی سلوٹیں  
دور کیں۔ یعنی کاغذ کو اوپر کے سرے سے  
پکڑ کر ہاتھ نیچے تک پھیرا۔ ضرب اللشل  
ہے: ذُوْنَهُ خَرَطَ الْقِتَادَ: کانٹے کا چملاکا  
اتارنا اس سے زیادہ آسان ہے یعنی یہ کام

حدیث شریف میں ہے کہ: **أَنَّ كِرَّةَ السَّرَاوِيلِ الْمُخْرَفَجَةَ**: کہ آپ ﷺ نے لمبی شلواروں کو ناپسند فرمایا۔ لوگوں نے مخرفجہ کا مطلب یہ بتایا کہ ایسی شلواریں جو پاؤں کے پشت پر پڑیں یعنی ٹخنوں سے نیچے ہوں۔

**خ ر ق - خَرَقَ الثَّوْبَ**: اس نے کپڑا پھاڑا۔ **خَرَقَهُ فَانْخَرَقَ**: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا۔ **تَخَرَّقَ** و **اخْرُوذِقَ** کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ **فِي ثَوْبِهِ خَرَقٌ**: یعنی اس کے کپڑے میں شکاف ہے۔ **خَرَقٌ** دراصل مصدر ہے۔

**خَرَقَ الْأَرْضَ**: اس نے زمین کو طے کیا یعنی وہ زمین پر گھوما پھرا۔ ان دونوں کا **بَابُ ضَرْبٍ** ہے۔

**اخْتِرَاقِ الرِّيحِ**: ہواؤں کا چلنا۔ **التَّخْرُوقِ**: التخلُّق کا ایک دوسرا لہجہ ہے بمعنی جھوٹ گھڑنا۔

**الْخِرْقَةُ**: کپڑے کا چھتھرا، یا دھجی۔ **المُخْرَاقِي**: رومال (منہ سر لپیٹنے والا) یہ ایک صحیح عربی کی نشانی ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے: **الْبَرْقُ مَخَارِيقُ الْمَلَائِكَةِ**: بجلی فرشتوں کے رومال ہیں۔ **الْبِتَّةُ الْمُخْرَقَةُ** نو ایجاد ذخیل کلمہ ہے۔ **الخَرَقُ** (خاء اور راء مفتوح) مصدر

**تُخْتَرَفُ**: اس موسم میں پھل توڑے یا پٹے جاتے ہیں۔ **خَرْفِيٌّ** اور **خَرْفِيٌّ** (فاء مفتوح اور ساکن)، موسم خریف سے متعلق۔

**خُرَافَةٌ**: ایک شخص کا نام جسے جن ورغلا کر لے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں دیکھی آپ بیتی کی باتیں لوگوں کو سنا تا تھا اور لوگ اسے جھٹلاتے تھے۔ لہذا اس کی ان ہونی باتوں کو حدیث خرافہ یعنی خرافہ کی باتیں کہا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **خُرَافَةٌ حَقٌّ**: خرافہ سچا ہے۔ **خُرَافَهُ** میں راء بغیر تشدید کے ہے۔ خرافہ پر **أَنْ** داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اسم معرفہ ہے۔ البتہ اگر اس نام کو منسوب کر کے راتوں بیٹھ کر گپ شپ کے خرافات کہو تو اس پر **ال** داخل کر کے **الْخُرَافَاتُ** کہہ سکتے ہیں۔ **خَرَفَ الشِّمَارَ**: اس نے پھل توڑے یا پٹے۔ اس کا **بَابُ نَصَرٍ** ہے۔ اور پٹے ہوئے پھلوں کو **مُخْرُوقٌ** اور **خَرِيفٌ** کہتے ہیں۔

**الْخَرَفُ**: (خاء اور راء مفتوح) بڑھاپے کے باعث سٹھیا جانا۔ اس کا **بَابُ طَرَبٍ** ہے۔ اسم فاعل **خَرِفَ** ہوگا یعنی سٹھیایا ہوا۔

**خ ر ف ج - عَيْشٌ مُخْرَفَجٌ**: لمبی عمر۔

تھا۔ یہ نام فارسی سے معرب کیا ہوا ہے۔

خ ز ر - الخَيْرَان: (زاء مضموم) ایک درخت، بید مجنون یا پانس۔ نیزے کی لکڑی۔ اس کی جمع خَيْرَانُ ہے۔ الخَيْرَانَةُ: پانس، چھڑی، پتوار۔

خ ز ز - الخَز: ریشم، ریشمی کپڑا۔ اس کی جمع الخَزُوز ہے۔

خ ز ع ل - الخَزْعَبِيلُ: باطل اور بے کار باتیں۔ لطیفے اور الخَزْعَبِيلَةُ دوسروں کو ہنسانے والی بات۔ محاورہ ہے: هَاتِ بَعْضَ خَزْعَبِيلِكَ: اپنی کچھ دلچسپ خوش طبعی کی اور ہنسانے والی بات سناؤ۔

خ ز ف - الخَزْفُ: مٹی کے برتن۔

خ ز م - خَزَمَ البَعِيرَ بالخَزَامَةِ: اس نے اونٹ کی ناک میں ٹیکل ڈال دی۔ یہ بالوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے جو اونٹ کی ناک کے چھید میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کی رتی باندھی جاتی ہے۔ ہر چھیدی ہوئی چیز کو مَخْزُوم کہتے ہیں۔ پرندے تمام مَخْزُوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی چونچیں چھیدی ہوتی ہیں۔

الخَزَامِيُّ: خشکی کا ایک خوشبودار پودا۔

خ ز ن - خَزَنَ المَتَالُ: اس نے مال خزانہ میں رکھا۔ اِخْتَزَنَ کا بھی یہی معنی ہے۔ خَزَنَ السِّرُّ: اس نے سچ چھپایا۔

ہے۔

الأخْرَقُ: الرَفِيقُ کی ضد ہے۔ بمعنی بیوقوف۔ اس کا باب طرب ہے۔ اور اس کا اسم الخُرْقُ ہے یعنی بے وقوفی۔ (خاء مضموم)۔

خ ر م - خَرَمَ الخَوَزُ: اس نے مکے میں سوراخ کیا یا چھیدا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

مَا خَرَمَ مِنْهُ شَيْئًا: اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔

الأخْزَمُ: تک کٹا۔ وہ شخص جس کی ناک کا بانسہ یا ناک کی ایک طرف کٹ گئی ہو۔ لیکن ناک بالکل نیچے سے نہ کٹی ہو۔ الأَخْرَمُ اسے بھی کہتے ہیں جس کے کان میں سوراخ ہو۔

انْخَرِمَ ثَقَبُهُ: اس نے اپنا سوراخ چھیدا۔ اور اگر نہ چھیدے تو اسے اَخْزَمُ کہیں گے۔ ان دونوں کا باب طرب ہے۔

اِخْتَزَمَهُمُ الدَّهْرُ وَتَخَوُّمَهُمُ: زمانے نے جڑ سے اکھاڑ دیا یعنی بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ تَخَرَّمُ کا معنی اس نے ایک خُرمیہ دین اختیار کیا بھی ہے۔ یہ لوگ یعنی خُرمی دین کے پیروکار اور معتقد تناخ اور اباحت کے قائل ہیں۔

خ ر ن ق - الخَوَزُ لُقُ: عراق میں واقع ایک محل کا نام ہے جس نے عمان اعظم نے بنایا

ہے۔ اُخْسِرِينَ کا واحد الاکبر کی طرح  
الْاُخْسِرَ ہے۔

التَّخْسِيرُ: ہلاک کرنا۔ الْخَسَارُ،  
الْخَسَارَةُ اور الْخَيْسِرَى (تینوں میں  
خاء مفتوح)۔ گمراہی اور ہلاکت۔

خ س س - الْخَيْسِسُ: کمینہ۔

خَسٌ يَخْسُ خِسَةً وَخَسَاسَةً  
اسْتَخَسَهُ: اس نے اسے خیس یا کمینہ  
سمجھایا گردانا۔

الْخَسُّ: سلاہ والی ایک بڑی۔

خ س ف - خَسَفَ الْمَكَانُ: مکان

زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب جَلَسَ  
ہے۔ خَسَفَ اللَّهُ بِهِ الْأَرْضَ: خدا  
نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اس کا باب

ضَرَبَ ہے۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی  
ہے: فَخَسَفْنَا بِهِ وَبَدَّارِهِ الْأَرْضَ:  
ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں

دھنسا دیا۔ اس آیت کو لَخَسِفَ بِهِ بِنَا:  
بطور فعل مجہول پڑھا گیا ہے۔ اور حضرت  
عبداللہ کی قرأت کے مطابق لَانْخَسِفَ  
بِنَا ہے، جس طرح نُنْطَلِقُ بِنَا ہے۔

خُسُوفَ الْقَمَرِ: چاند گرہن۔ ثَعْلَبُ کا  
کہنا ہے کہ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ  
وَخَسَفَ الْقَمَرُ: یعنی سورج کو گرہن  
لگ گیا اور چاند کو گرہن لگ گیا، عمدہ ترین  
کلام ہے۔ یعنی سورج کے لئے کسوف

اِخْتَرَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں کا  
باب نَصَرَ ہے۔

الْمَخْزَنُ: خزانہ رکھنے کی جگہ۔

خَزَانَةٌ: خزانہ۔ اس کی جمع خَزَائِنُ ہے۔

خ ز ی - خَزِي: (زای مکسور) خِزْيَا: وہ

رسوا اور ذلیل ہوا۔ ابن السکیت نے اس کا  
ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ معیبت میں گمراہ، یا  
گمراہ بنا ہوا۔

أَخْزَاهُ اللَّهُ: خدا سے رسوا کرے۔

خَزِي (زای مکسور) خَزَايَةَ (زای مفتوح)

اس نے شرم کی یا وہ شرمایا۔ خَزْيَانُ:  
شرمندہ۔

قَوْمٌ خَزَايَا: شرمندہ قوم، امرأۃ خزیا:  
شرمندہ عورت۔

خ س ا - خَسَا الْكَلْبُ: اس نے گتے کو

دھتکارا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور خَسَا  
بطور فعل لازم یعنی اس نے اپنے آپ کو  
دھتکارا، اس کا باب خَضَعَ ہے۔ انخسا  
کا مطلب بھی یہی ہے۔

خَسَا الْبَصْرُ: نظر لوٹ آئی۔ اس کا باب  
قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

خ س ر - خَسِرَ فِي الْبَيْعِ: اسے

تجارت میں خسارہ ہوا۔ (سین مکسور)۔  
خُسْرَانًا: (خاء مضموم) نقصان۔ اور

خُسْرَانًا بھی۔ خَسِرَ الشَّيْءُ: اس نے  
اسے تھوڑی چیز دی۔ اس کا باب ضَرَبَ

الْخَشَعَاشُ: خشاش، معروف و مشہور جنس۔ جس سے ایون نکلتی ہے۔

خ ش ع - الْخَشْوَعُ: خضوع، عاجزی کا اظہار دونوں کا ایک ہی باب ہے، خَشَعٌ اور اخْتَشَعٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ خَشَعٌ بَبَصْرَه: اس نے اسے آنکھ کا اشارہ کیا۔

الْخَشَعَةُ بروزن الْجُمُعَةُ: پست ٹیلہ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتِ الْأَرْضُ خُشَعَةً عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ دُحِيَتْ: زمین پہلے پانی پر پست ٹیلے کی شکل میں تھی پھر اس کے بعد اسے پھیلا دیا گیا۔

التَّخْشَعُ: بناوٹی اور وضعی خشوع۔ خ ش ف - الْخُشَافُ: چگاڑ۔ اسے الْخُطَافُ بھی کہتے ہیں۔

خ ش م - الْخَيْشُومُ: ناک کا آخری حصہ۔ رَجُلٌ أَخْشَمٌ: ناک کی بیماری والا آدمی۔

الْخَشِيمُ: ایک مرض جو ناک کو لاحق ہوتا ہے۔

خ ش ن - الْخَشُونَةُ: اللین کی ضد بمعنی سخت۔ قَدْ خَشِنَ الشَّيْءُ: چیز سخت ہو گئی۔ اس کا باب سَهْلٌ ہے۔

خَشِنٌ: سخت۔ اخْشَوْنِ الشَّيْءِ: چیز کی سختی زیادہ شدید ہو گئی۔ اور یہ صیغہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح اَعْشَبَتْ

اور چاند کیلئے خُسُوف۔

خ ش ب - الْخَشْبَةُ: لکڑی، اس کی جمع

خَشَبٌ (خاء اور شین مفتوح) اور خُشْبٌ اور خُشْبٌ ہے جس طرح قُفْلٌ ہے اور غُفْرَانٌ کی طرح خُشْبَانٌ ہے۔ الْأَخْشَبَانُ: مکہ شریف کے دو پہاڑ۔

حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَزُولُ مَكَّةَ حَتَّى يَزُولَ أَخْشَبَاهُ: تب تک مکہ کو زوال نہیں ہوگا جب تک اس کے دو پہاڑوں پر زوال نہ آئے۔ ہر بڑے اور کھردرے پہاڑ کو أَخْشَبٌ کہتے ہیں۔ جَبْهَةٌ خَشْبَاءُ: بد شکل خشک پیشانی۔ الْخَشِيبُ: (شین مسور) کھردرا۔

اخْشَوْسَبٌ: کھردار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اخْشَوْسَبُوا: سخت جان بنو، کھردرا پن یہ ہے کہ کام کرنے میں جان لگاؤ اور اپنے اندر خشونت اور درستی پیدا کرو۔ ننگے پاؤں چلا کرو، اس سے جسم سخت ہوگا۔

خ ش ش - الْخِشَاشُ: (خاء مسور) کیزے کوڑے۔ اسے خاء مفتوح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

الْخَشْخَشَةُ: السخہ وغیرہ کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی آوازیں چھنکار۔ قَدْ خَشْخَشَتْ فَتَخَشَّخْشُ: اسے اسلحے سے آواز نکالی تو آواز نکلی۔



یہاں خَشِيْتُ سے مراد عَلِمْتُ ہے یعنی میں نے جان لیا۔ قول خداوندی ہے: فَخَشِينَا أَنْ يُرْهَقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا: انفس نے یہاں خَشِينَا کا ترجمہ کرنا کیا ہے یعنی ہمیں ناگوار ہوا۔

خ ص ب - الخَصْبُ: (خاء کسور) زرخیزی۔ الجَدْبُ: (یعنی قحط سالی) کی ضد کہا جاتا ہے۔ بَلَدٌ خَصِيبٌ: زرخیز ملک۔ اسے بَلَدٌ أَخْصَابٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلد مفرد کی صفت أَخْصَابٌ بصیغہ جمع لکھنے کی علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ انہوں نے بلد کو اجزاء پر مشتمل سمجھا ہے۔ اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ قَدْ أَخْصَبَتِ الْأَرْضُ: زمین زرخیز ہوگئی۔ مَكَانٌ مَخْصِبٌ وَخَصِيبٌ: زرخیز جگہ۔

خ ص ر - الخَصْرُ: کر۔ تَشَخُّعٌ مُخْصَرٌ: باریک کر۔

الخاصرة: پہلو، الخَصْرُ: (خاء وصاد مفتوح) سردی، تُخْثَدُ: قَدْ خَصَرَ الرَّجُلُ: آدمی کے اطراف کو تُخْثَدُ لگ گئی۔

مَاءٌ خَصِرٌ: تُخْثَدُ پانی۔ (صاد کسور)۔ خَصِرَ يَوْمَنَا: ہمارا دن سخت سرد ہو گیا۔ ان تمام صیغوں کا باب طَرَبٌ ہے۔

الخِصْرُ: (خاء کسور) چھٹکی۔ اس کی جمع

الْأَرْضُ. وَاغْشَوْسَبَتْ: یعنی زمین سرسبز ہوگئی۔ اخْشَوْسَبَتْ الرَّجُلُ: آدمی کھر در لباس پہننے کا عادی ہو گیا۔ الْأَخْشَنُ بھی الخِشْنُ کی طرح ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَخْيَشِنُ فِي ذَاتِ اللَّهِ: میں خدا کی ذات کے بارے میں خشونت اختیار کرتا ہوں۔

خَاشِنَةٌ، لِأَنِّيهِ كِي ضِدِّ، بَعْضِي اس نے اسے سخت بنا دیا۔

خَشِنَ صَدْرُهُ تَخَشِينًا: اس نے اپنے سینے کو بہت سخت بنا دیا۔ یعنی اپنے سینے میں غصے اور کینے کی آگ بھردی۔

(میرا کہنا ہے کہ أَوْغَرَةٌ کا مطلب غِيظٌ و غَضَبٌ سے گرمانا۔)

خ ش ي - خَشِيٌّ: (شین کسور) خَشِيَّةٌ: وہ ڈرا، خوف زدہ ہوا۔

خَشِيَانٌ: خوف زدہ، ڈرا اور سہا ہوا شخص۔ الْمَرْأَةُ خَشِيًّا: خوف زدہ عورت۔ هَذَا الْمَكَانُ أَخْشِيٌّ مِنْ ذَاكَ: یہ جگہ اس جگہ سے زیادہ خوفناک ہے۔ شاعر کا قول:

وَلَقَدْ خَشِيْتُ بَانَ مَنْ تَبِعَ الْهُدَى  
سَكَنَ الْجَنَانَ مَعَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ (ﷺ)  
”مجھے معلوم ہے کہ جس کسی نے بھی ہدایت قبول کی تو وہ حضرت محمد (ﷺ)

کے ساتھ جنت میں رہے گا۔“

اندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ أَحْوَرُ فَلَانٌ  
خَصْلَةٌ: فلاں شخص نے اپنی برتری کو  
محفوظ رکھا یعنی وہ غالب ہوا۔ اور أَصَابَ  
خَصْلَةٌ: اس نے غلبہ پایا۔

الْخَصْلَةُ: (خاء کسور) اچھی عادت  
یا خصلت۔

الْخِصْلَةُ: (خاء کسور) بالوں کا گچھا۔  
خ ص م - الْخِصْمُ: فریق مقدمہ، دشمن،  
تازہ کرنے والا۔ یہ لفظ مذکر اور مؤنث  
دونوں کے لئے مستعمل ہے، اور جمع کے  
لئے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ  
اصلاً یہ مصدر ہے۔ عربوں میں سے بعض  
لوگ اس کی شنیہ بھی بناتے ہیں اور جمع کا  
صیغہ بھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: خِصْمَانِ  
اور خِصْمُومٍ. الْخِصِيمُ کا معنی بھی  
خِصْم ہے اور خِصِيمُ کی جمع خِصْمَاءُ  
ہے۔

خَاصِمَةٌ مَخَاصِمَةٌ وَخِصَامًا: اس  
نے اس سے جھگڑا کیا۔ اس سے مشتق اسم  
الْخِصْمُومَةُ ہے۔

خَاصِمَةٌ مَخَاصِمَةٌ: اس نے اس سے  
جھگڑا کیا تو وہ اس کا دشمن بن گیا، یا اس پر  
غالب آ گیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور یہ شاذ  
ہے۔ از روئے قیاس اس کا باب نَصْرٌ ہونا  
چاہئے جو اصل کے مطابق معروف ہے۔  
حزہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے وہ یہ

الْخِنَاصِرُ ہے۔

الْمَخْصَرَةُ: (میم کسور) کوڑے کی طرح  
کی کوئی چیز جو انسان اپنے ہاتھ میں چھڑی  
کی طرح پکڑے۔

خَاصِرَةٌ: اس نے چلنے میں اس کا ہاتھ  
تھاما۔

اِخْتِصَارُ الطَّرِيقِ: قریب ترین راستے  
سے چلنا۔

اِخْتِصَارُ الْكَلَامِ: بات مختصر کرنا۔

خ ص ص - خِصَصَهُ بِالشَّيْءِ:  
خُصُوصًا وَخِصْوصِيَّةً: (خاء مضموم و  
مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اس نے اسے کسی  
چیز کے ساتھ مخصوص کر دیا۔

الْخِصَاصَةُ: العامة کی ضد بمعنی خواص۔  
الْخِصِيصُ: سرکنڈوں کا گھر۔

الْخِصَامَةُ وَالْخِصَاصُ: بھوک۔  
بقرو ناداری۔

خ ص ف - خَصَفَ النَّعْلَ: اس نے  
نعلین کو سیا، یا ناکے لگائے۔ قول خداوندی:  
وَطَفِقًا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وُرْقٍ  
الْجَنَّةِ: حضرت آدم اور حضرت حوا جن  
کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں ڈھانپنے  
لگے۔

خ ص ل - الْخِصْلُ فِي النَّصْنَالِ:  
جدوجہد میں درپیش خطرات۔

تَخَاصَلُ الْقَوْمُ: لوگوں نے شرط بد کرتیر

الْخُصْيَانُ كَمَا مَعْنَى بَيْضَتَانِ لَيْحِي دُوْحِي  
ہے اور الْخُصْيَانُ كَمَا مَعْنَى دُوْحِي پڑے یا دو  
کھالیں ہیں جن کے اندر ڈھیے ہوتے  
ہیں۔ الْأُمُو كَمَا كَهْنَا هِيَ الْخُصْيَةُ  
الْبَيْضَةُ لَيْحِي خُصِي كَمَا مَعْنَى تُوْبِيضُهُ هِيَ  
اور جب اسے تشبیہ بنا لیں تو خُصْيَانِ  
کہیں گے، اس کے آخر میں 'ة' کا اضافہ  
نہیں کریں گے۔ اسی طرح الْأَلْيَةُ (بمعنی  
دبے کی چمکی) کو تشبیہ کی صورت میں بغیر 'ة'  
لگائے اَلْيَانِ کہیں گے لیکن دونوں مثالیں  
نا در ہیں۔

خُصِيْتُ الْفَحْلَ أَخْصَيْتُهُ خِصَاءً:  
(خاء مکسور والفاء ممدود)۔ میں نے زرجانور  
کو خُصِي بنا دیا۔ اس کے دونوں خِصِ  
نکال لئے۔

الرَّجُلُ الْخُصِيُّ: خُصِي مَرْدًا، اس کی جمع  
خُصْيَانِ اور خِصِيَّةٌ ہے۔

خ ض ب - الْخِصَابُ: جس مواد سے  
خضاب کیا جائے۔ قَدْ خُصِيَّةٌ: اس نے  
اس کا خضاب کیا یا رنگا۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

اخْتَضَرَبَ بِالْحِنَاءِ: اس نے مہندی کا  
خضاب کیا۔ كَفَّ خُصِيْبًا: خضاب لگی  
یا خضاب رنگی ہتھیلی۔

المُخْضَبُ: لگن، کپڑے دھونے یا  
رنگنے کا برابر ترن۔

ہے: وَهُمْ يَخْصِمُونَ: البتہ جس نے  
اسے يَخْصِمُونَ پڑھا اس کی اس سے  
مراد يَخْتَصِمُونَ ہے۔ انہوں نے تاء کو  
ص میں بدل کر اس کا دوسرے ص میں  
ادغام کیا اور اس کی حرکت خاء کو منتقل کر  
دی۔ عربوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو  
حرکت کو منتقل نہیں کرتے بلکہ خاء کو اجتماع  
ساکنین کے پیش نظر مکسور کرتے ہیں۔  
کیونکہ قاعدے کے مطابق جب کسی ساکن  
کو متحرک کرنا پڑے تو کسرہ کی حرکت دے  
کر اسے متحرک کرتے ہیں۔ ابو عمرو خاء کی  
حرکت کو اختلاص سمجھتے ہیں۔ رہا جمع بین  
الساکنین کا معاملہ تو اس میں لحن ہے۔  
الْخِصْمُ: (صادم مکسور) سخت دشمن۔  
الْخُصْمُ: (خاء مضموم) گوشہ، کنارہ۔  
خُصْمٌ كُلُّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارہ۔  
اخْتَصَمَ الْقَوْمُ وَتَخَاصَمُوا: دونوں  
کا ایک ہی معنی ہے یعنی لوگ آپس میں جھگڑ  
پڑے۔

خ ص ی - الْخُصْيَةُ: (اس کی جمع  
الْخُصْيَةُ ہے) اور الْخِصِيَّةُ: خِصِي۔ ابو  
عبید کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا تلفظ خاء  
مضموم سنا ہے۔ اور خاء مکسور نہیں سنا۔ اسی  
طرح تشبیہ کی صورت میں، میں نے  
خُصْيَاةً سنا ہے۔ لوگ سینہ واحد کے طور  
پر خُصِي نہیں کہتے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ

ہوا سبزہ اگرچہ سرسبز ہوتا ہے لیکن پھلدار نہیں ہوتا۔ محاورہ ہے: الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ: دنیا میٹھی اور سبز ہے۔

المُخَضَّرَةُ: پھلوں کے پکنے سے پہلے فروخت کرنا اور پکنے کی علامت گہری سبز رنگت ہوتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس کاروبار میں کھجور، سبزی ترکاری وغیرہ چیزیں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کے نزدیک تازہ کھجوریں یعنی رُطَبُ ایک کنسٹر سے زیادہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا: اخفش کا کہنا ہے کہ اس قول میں خَضِرًا سے مراد الأَخْضَرُ ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ: ذَهَبَ دَمُهُ خَضِرًا مِضْرًا: یعنی اس کا خون رائیگاں چلا گیا۔

خَضِرٌ بَرْدٌ كَبِدٌ: حضرت موسیٰ کے ساتھی خضر علیہ السلام۔ اسے خَضِرٌ بَرْدٌ كَبِدٌ بھی کہا گیا ہے اور یہ زیادہ فصیح ہے۔

خ ض ر م - المَخْضَرُمُ: وہ شاعر جس نے دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام دونوں پائے ہوں جیسے: لبیبُ شاعر نے دونوں دور پائے۔

خ ض ض - الخَضْحَضَةُ: پانی وغیرہ کو حرکت دینا یعنی ہلانا۔

خَضْحَضَةٌ فَتَخْضُحُضُ: اس نے

خ ض د - خَضَدَ الشَّجَرُ: اس نے درخت کے کانٹے کاٹے یا صاف کئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

خَضِيذٌ اور مَخْضُودٌ: بغیر کانٹے۔ بے خار یا خارِ زیدہ درخت۔

خ ض ر - الخَضْرَةُ: سبزہ، سبز رنگ۔ اخْضَرَ الشَّيْءُ إِخْضَرًا وَاخْضُوضًا: چیز سبز ہوگئی۔ خَضْرَةٌ تَخْضِيرًا: اس نے کسی چیز کو سبز کیا۔ شاید لوگوں نے الأَسْوَدُ یعنی سیاہ کو خَضْرَ سبز کہہ دیا۔ قول خداوندی ہے: مُدْهَمَاتَانِ: کا معنی علماء نے خَضْرَوَانِ یعنی سبز کہا ہے۔ کیونکہ وہ شدید شادابی کے باعث سیاہی مائل ہوں گے۔ عراق کے دنیہاتوں کو وہاں کے درختوں کی کثرت کے باعث سواد کہا گیا ہے۔

الخَضْرَةُ: اونٹوں اور گھوڑوں میں سیاہی مائل میالا رنگ ہے۔ چنانچہ فَرَسٌ أَخْضَرٌ: سیاہی مائل میالے رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اور انسانوں میں الخَضْرَةُ گندمی رنگ کو کہتے ہیں۔ الخَضْرَاءُ کا معنی آسمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدُّبْنِ: گھوڑے پر اگے ہوئے سبزے سے بچو۔ (اس سے مراد خوبصورت عورتوں کا قتل ہے۔) کیونکہ گھوڑے والی جگہ پر اگا

پانی کو ہلایا تو وہ بل پڑا۔

خ ض ع - الخَضُّوعُ: تواضع اور  
انکساری۔ کہا جاتا ہے: خَضَعَ يَخْضَعُ  
(ضاد مفتوح) خَضُوْعًا وَخِضَعًا:  
اس نے تواضع و انکساری کی۔ أَخْضَعْتَنِي  
إِلَيْهِ الْحَاجَةُ: مجھے ضرورت نے اس کے  
سامنے جھکا دیا۔ رَجُلٌ خُضِعَةٌ: ہر ایک  
کے آگے جھکنے والا شخص۔

خ ض ل - شَيْئٌ خَضِيلٌ: نرم و تر  
چیز۔

الخَضِيلُ: نرم و نازک پودے۔

إِخْضَلُ الشَّيْءُ إِخْضَالًا أَوْ

إِخْضُوضًا: تروتازہ ہو گیا۔

خ ض م - الخَضْمُ: منہ بھر کر کھانا۔ اس  
کا باب فَهْمٌ ہے۔ الخَضْمُ: بروزن  
الهِجْفُ: بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔

خ ط ا - الخَطَا: غلط۔ صواب یعنی  
درست کی ضد۔ اس میں 'ا' کو الف مد کے  
ساتھ یعنی بغیر ہمزہ کے بھی پڑھا جاتا ہے۔

قول خداوندی: إِلَّا خَطَا كُودُونُ طَرِحَ  
پڑھا گیا ہے۔ أَخْطَأُ أَوْ تَخْطَأُ دُونُ كَا  
ایک ہی معنی ہے۔ أَخْطَيْتُ نَبِيًّا كَهِنًا

چاہئے۔ بعض لوگ اسے الخِطَاءُ بمعنی گناہ  
کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ خَطِيئٌ (طاء مکسور)  
کا مصدر ہے۔ اس کا اسم الخَطِيئَةُ ہے۔

اسے تشدید دینا جائز ہے۔ اس کی جمع

الخَطَابَا ہے۔ ابو عبیدہ کے نزدیک  
خَطِيئٌ اور أَخْطَأُ کا ایک ہی معنی ہے۔ اسی  
سے یہ مثل مشہور ہے: مَعَ الْخَوَابِيئِ  
سَهْمٌ صَائِبٌ: خطا ہونے والے تیروں  
میں سے کوئی نشانے پر لگنے والا بھی ہوتا  
ہے۔ الاموی کا کہنا ہے کہ الْمُخْطِئُ كَمَا  
مَطْلَبٌ هُوَ كَمَا أَنَّ فِضْلًا نَزَّ دَرَسَتْ كَامٌ  
کرتا چاہا لیکن غلط ہو گیا۔ یعنی بھول چوک  
والا۔ اور الخَاطِئُ وَهُوَ فِضْلٌ جَوَارِدَةٌ أَوْ  
جَانٌ بُوْجُوهٌ كَرَّ غَلَطًا كَامٌ كَرَّ - تَخَطَّأُ  
لَهُ فِي الْمَسْأَلَةِ: وہ اس کی غلطی تلاش  
کرنے میں لگ گیا۔

خ ط ب - الخَطْبُ: کام کا سبب کہا جاتا

ہے۔ مَا خَطْبُكَ تَهَارًا كَمَا كَامٌ هُوَ۔  
کس کام سے آئے ہو۔ یا تہارًا كَمَا كَامٌ  
ہے۔ میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ ما  
خَطْبُكَ کا مطلب ہے تمہیں کیا کام  
ہے۔ اور تم کہتے ہو: هَذَا خَطْبُ  
جلیل: یہ بہت بڑا کام ہے۔

اور خَطْبٌ يَسِيرٌ: معمولی کام۔ اس کی  
جمع خَطُوبٌ ہے۔ (یہاں الازہری کی  
بات ختم ہوئی۔)

خَاطِبَةٌ بِالْكَلامِ مَخَاطَبَةٌ وَخَطَابًا:  
اس نے اس سے بات کی۔ خَطْبٌ عَلِيٌّ  
الْمَنْبِرِ خُطْبَةٌ وَخَطَابَةٌ: اس نے منبر  
پر خطبہ دیا۔ خُطْبَةٌ فِي خَاءٍ مَضْمُومٌ هُوَ۔

زنی کے لئے اسے اوپر نیچے کرنا۔  
رَجُلٌ خَطَّارٌ: سخت قسم کا نیزہ باز آدمی۔  
خَطَرَ الرَّجُلُ: آدمی لہراتا اور اتراتا ہوا  
چلا۔

رَجُلٌ خَطِيرٌ: قدر و منزلت والا آدمی۔  
قَدْ خَطَرَ (باب سَهْلٌ) وَخَطَرَ الشَّيْءُ  
بِبَالِهِ: یہ بات اس کے دل میں آئی۔ اس کا  
باب دَخَلَ ہے۔ أَخْطَرَهُ اللَّهُ  
بِبَالِهِ: اللہ نے اس کے دل میں یہ بات  
ڈال دی۔

خ ط ط - الخَطُّ: اس کی جمع الخطوط

ہے۔ لکیر یا لائن۔ راستہ شاہراہ۔  
الخَطُّ: پیامہ میں ایک جگہ کا نام بھی ہے۔  
اس جگہ کا نام خَطُّ هَجْر ہے۔ جہاں  
نیزے بنتے ہیں جنہیں خَطِي نیزے کہا  
جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہندوستان سے لائے  
جاتے ہیں اور یہاں سیدھے کئے جاتے  
ہیں۔ خَطُّ بِالْقَلَمِ: اس نے قلم سے لکھا۔  
اس کا باب نَصَرَ ہے۔ كِسَاءٌ  
مُخَطَّطٌ: دھاری دھار کبیل۔ الخِطَّةُ:  
نہ، زمین کا وہ ٹکڑا جو کوئی شخص اپنے لئے  
خط کھینچ کر مخصوص کر لے۔ اور اس پر خط کھینچ  
کر کوئی نشان لگا دے کہ اس نے یہ ٹکڑا  
مکان بنانے کے لئے حاصل کیا ہے۔  
انہیں معنوں میں خِطَطُ البَصْرَةِ  
والكُوفَةِ کہا جاتا ہے۔ اِخْتَطَّ

خَطَبَ المَرأةَ فِي النِّكاحِ خِطْبَةً:  
اس نے عورت کے ساتھ شادی کی منگنی  
کی۔ یہاں خِطْبَةُ میں خاء مَسُور ہے۔ اور  
ان دونوں میں يَخْطُبُ میں طاء مَضْمُوم  
ہے۔ اِخْتَطَبَ کا بھی یہی معنی ہے۔  
خَطَبٌ (اس کا باب ظَرَفُ ہے) وہ  
خطیب بن گیا۔

الخَطَابِيَّةُ: رانسیوں کا ایک فرقہ ہے جو  
اپنی نسبت ابو الخطاب سے کرتا ہے۔ جو  
اپنے ساتھیوں کو اپنے مخالفین کو جھوٹا کہنے  
کی تلفین کرتا تھا۔

خ ط ر - الخَطْرُ: (خاء اور طاء مفتوح)۔  
ہلاکت کے قریب پہنچا۔ یعنی موت کا خوف  
کہتے ہیں۔

خَاطِرٌ يَنْفِسِيهِ: اس نے اپنے آپ کو  
خطرہ میں ڈال دیا۔

الخَطْرُ: شرط پدنے کے لئے دوڑ۔  
خَاطِرُهُ عَلِيٌّ كَذَا: اس نے اس بات  
پر شرط لگائی۔

خَطَرُ الرَّجُلِ: انسان کی قدر و منزلت  
اور شان و شوکت۔ خَطَرَ الرَّمْحُ:  
نیزے لہرائے۔ اس کا مضارع يَخْطُرُ  
مصدر خَطَرَ اَنَا.

رُمَحٌ خَطَّارٌ: لہراتے نیزے۔ خَطَّارٌ  
میں طاء مَشْدُود ہے۔ کہا گیا ہے کہ خَطَّانُ  
الرَّمْحِ: نیزوں کا لہراتا۔ بلند کرنا۔ اور نیزہ

خ ط ل - الخِطَلُ: فاسد، بیکار اور مضرب منطق۔

قَدْ خَطَلَ فِي كَلَامِهِ: وہ بات کرنے میں لڑکھرایا یعنی اس نے بیہودہ گفتگو کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

خ ط ا - الخِطَامُ: لگام، تکیل۔ الخِطْمِيُّ: (خاء مکسور) برگ خطمی جس سے ستر دھوتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ دیوان میں درج ہے کہ الخِطْمِيُّ میں دونوں لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں خاء مفتوح ہے اور دوسرے میں خاء مکسور۔

خ ط ا - الخِطْوَةُ: (خاء مضموم) چلتے وقت دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اس کی جمع مَلَّةٌ خِطْوَاتٌ ہے (خاء مضموم اور مفتوح اور ساکن) اور جمع کثرت خِطْطَى ہے۔

الخِطْوَةُ: (خاء مفتوح) ایک بار قدم کا اٹھانا۔ اس کی جمع خِطْوَاتٌ (طاء مفتوح) اور خِطَطًا (خاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔ اس کی مثال رَمْكُوَةٌ اور اس کی جمع رِمْكَاءٌ ہے۔

خِطَا: (باب عَدَا) اور اِخْتِطَى کا ایک ہی معنی ہے۔

تَخَطَّأَ: آگے بڑھنا۔ اوپر سے گزرتا۔ قدم آگے بڑھانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے

الغلام: لڑکے کے گالوں پر داڑھی موٹھ اُگ آئی۔

الخِطَّةُ: (خاء مضموم) منصوبہ۔ سازش۔ کام، قصہ۔ اس کا ذکر حدیث قبیلہ میں آتا ہے۔

الخِطَّةُ کا مطلب نظر بھی ہے۔

خ ط ف - الخِطْفُ: اُچک لے جانا۔

قَدْ خِطَفَهُ: وہ اسے اچک کر لے گیا۔ اس کا باب فہم ہے۔ اور یہ اچھا لہجہ ہے۔ ایک دوسری لغت کے مطابق یہ فعل صَرَبَ کے باب سے ہے۔ یہ کم بھی ہے اور ناقص بھی۔ اسے کم ہی لوگ جانتے ہیں۔

اخْتِطَفَهُ اور تَخِطَفَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الخِطَافُ: پرندہ اور الخِطَافِ اس

لوہے کو بھی کہتے ہیں جو کنویں سے پانی نکالنے والی چرخی کے دونوں طرف لگا ہوتا ہے اور ٹیڑھا کیا ہوتا ہے۔ اسی میں چرخی کا محور ہوتا ہے۔ ویسے ہر ٹیڑھے کئے ہوئے لوہے کو خِطَاف کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جو لفظ خِطَافُ (خاء مفتوح آیا ہے)

اس کا معنی شیطان ہے۔ جو شہنائی کو چوری سے اچک کر لے جاتا ہے۔

بَسْرُقٌ خِطَافٌ: آنکھوں کی روشنی اچک

لے جانے والی بجلی۔

خ ف س - الخنفساء: (فاء مفتوح اور الف ممدود) اس کی مؤنث خنفساء ة ہے۔ اس کی ایک اور لغت یعنی تلفظ خنفس ہے، گبریلہ، گوبر میں پلٹنے والا کیڑا۔ اس کی مؤنث خنفساء ہے۔

خ ف ش - الخفاش: بروزن العناب اس کی جمع الخفافیش ہے۔ اس کا معنی چمگاڈ ہے۔

الخنفس: (حاء اور فاء مفتوح) آنکھ کا چھوٹا پن اور پیدائشی نظر کی کمزوری۔ الرجل الخنفس: اندھرتہ شخص، ممکن ہے الخنفس ایک بیماری ہو جس کے مریض کو رات کو تو چیزیں نظر آتی ہوں لیکن دن کو نظر نہیں آتیں۔ البتہ بادل والے دن میں بھی نظر آتا ہے۔ اسے عرف عام میں اندھرتہ کہتے ہیں۔ صاف موسم ہو تو دن کو نظر نہیں آتا بعض مریض دن کو دیکھ نہیں سکتے۔

خ ف ض - الخفض: آسودگی۔ آسودہ حالی۔ کہا جاتا ہے: عیش خافض: پر سکون اور آسودہ زندگی۔

وَهُمْ فِي خَضَضٍ مِنَ الْعَيْشِ: وہ آسودگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خَفَضَ الصَّوْتُ: اس نے آواز دھیمی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: خَفِضَ عَلَيْكَ الْقَوْلُ اور

تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ: وہ لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے آگے بڑھا۔

خ ف ت - تَخَفَتِ الصَّوْتُ: اس نے آواز دھیمی کر دی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ الْمُخَافَةُ، التَّخَافُتُ اور الخَفْتُ بروزن السَّبْتُ نَفَّكَوْا بَابَ تَخَفَتِ -

خ ف ر - الخنير: پناہ دینے والا۔ مثلاً: خَضِرَ الرَّجُلُ: آدمی نے اسے پناہ دے دی۔ كَانَ لَهُ خَفِيرًا: اس کا ایک پناہ دینے والا تھا جو اس کی حفاظت کرتا اور اسے بچاتا تھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح خَفَرَهُ تَخْفِيرًا: اس نے اسے بہت بچایا۔ تَخَفَرُ بفلان: اس نے فلاں شخص کی پناہ لی۔ أَخْفَرُهُ: اس نے اس سے عہد شکنی کی اور دھوکا کیا۔ أَخْفَرَهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ خفیر یعنی محافظ بھیجا۔ اس کا اسم الخفيرة

(حاء مضموم ہے) اور اس کا معنی زمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وَفَّتْ خَفْرَتَكَ: اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا۔ اسی طرح الخِفَارَةُ (حاء مضموم اور مکسور) اور الخَفْرُ (حاء اور فاء مفتوح) کا معنی بہت زیادہ حیاء شرم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ جَارِيَةٌ خَفِيرَةٌ (فاء مکسور) اور مُتَخَفِرَةٌ: بہت شرمیلی لوٹدی۔



ہے۔ اس کا باب نَصْرَہ۔ خَفَقَ  
يَخْفِقُ (فاء مکسور) خَفَقَانًا: (حاء اور فاء  
مفتوح) دھڑکنا۔ کہا جاتا ہے: خَفَقَ  
الْبَرْقُ: بجلی چمکی۔

خَفَقَتِ الرِّيحُ خَفَقَانًا: ہوا کی  
سنناہٹ ہوئی یعنی اس کے چلنے کی آوازیں  
گونج ہوئی۔

خَفَقَ الرَّجُلُ: آدمی نے اوجھتے ہوئے  
سر ہلایا یا وہ اوجھ میں جھوما۔ حدیث شریف  
میں ہے: كَانَتْ رُؤُسُهُمْ تَخْفِقُ  
(خَفَقَةً) أَوْ خَفَقَتَيْنِ: ان کے سر اوجھ  
میں ایک بار یا دو بار جھومتے تھے۔

الخَافِقَانِ: مشرق اور مغرب کے دو  
افق یعنی کنارے کیونکہ رات اور دن انہی  
دو کناروں میں جھومتے رہتے ہیں۔

خ ف ی - خَفَاةٌ: اُس نے چھپایا، اس کا  
معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے ظاہر کیا۔  
اس کا باب رَمَى ہے۔ یہ کلمات اضداد  
میں سے ہے، یعنی ایسا کلمہ ہے جس کے  
متضاد معانی ہوتے ہیں۔

أَخْفَاةٌ: اس نے اسے چھپایا یا پوشیدہ  
رکھا۔ شَيْءٌ خَفِيٌّ: پوشیدہ چیز۔ اس کی  
جمع خَفَايَا ہے یعنی پوشیدہ چیزیں یا باتیں۔  
خَفِيٌّ عَلَيْهِ الْأَثَرُ يَخْفِي خَفَاءً: اس  
پر نشان چھپ گیا یعنی نظروں سے اوجھل  
ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بَرَّخَ الخَفَاءُ

خَفِضْ عَلَيْكَ الْأَمْرَ: معاملہ کو زیادہ  
سنجیدگی سے نہ لو۔

الخَفِضُ: جَوْرٌ، یہ دونوں علامات علمائے  
نحو کے نزدیک بناء میں کسر کی حیثیت رکھتی  
ہیں۔

الْانْخِفَاضُ: انحطاط، زوال۔ وَاللَّهُ  
يَخْفِضُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْفَعُ مَنْ  
يَشَاءُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے زوال پذیر  
کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عروج بخشتا  
ہے۔

خ ف ف - الخُفُّ: اس کی جمع اخفاف  
ہے بمعنی اونٹ کا گھر۔ اسکی جمع الخفاف  
بھی ہے جس کا مطلب پہننے کے موزے  
ہیں۔

التَّخْفِيفُ: کم کرنا۔ یہ تشقیل کی ضد  
ہے۔ اسْتَخَفُّهُ: یہ استثقلک ضد ہے۔

استخفُّ به: اس نے اسے حقیر جانا۔  
خَفَّ الشَّيْءُ: چیز خفیف ہوگئی۔ أَخْفَ  
الرَّجُلُ: اس کی حالت پتلی ہوگئی۔ حدیث  
شریف میں ہے: إِنَّ بَيْنَ أَيْدِينَا عَقَبَةٌ  
كَتُودًا لَا يَجُوزُهَا إِلَّا الْمَخْفُ:  
بے شک ہمارے سامنے ایک سخت پیچیدہ  
گھاٹی ہے اسے سوائے سبک بار آدمی کے  
اور کوئی پار نہیں کر سکتا۔

خ ف ق - خَفَقَتِ الرَّابَةُ: جھنڈا  
لہرایا۔ اسی طرح الْقَلْبُ اور السَّرَابُ

یعنی بات واضح ہوگئی۔

نہیں ہے۔

الْخَوَافِي: پرندے کے بازو کے اگلے  
دس پروں کے علاوہ چھپے ہوئے پر۔  
اسْتَحْفَى مِنْهُ: اس سے چھپا رہا۔ ان  
معنوں میں اِخْتَفَى الشَّيْءُ نہیں کہنا  
چاہئے۔

خ ل ا - خَلَائِثُ النَّاقَةِ: اونٹنی بے سبب  
اڑگئی اور بیٹھ گئی۔ اس کا ذکر سُرَاقَةَ کی  
حدیث میں آیا ہے۔

اِخْتَفَيْتُ الشَّيْءَ: میں نے بات یا چیز  
نکال لی۔

خ ل ب - الْخِلَابَةُ: زبان سے دھوکہ  
دینا۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

المُخْتَفِي: کفن چور۔ اس نسبت سے  
کہ وہ کفن نکال لیتا ہے۔ ان معنوں میں  
قول خداوندی ہے: إِنَّ السَّاعَةَ آكَادُ  
أُخْفِيهَا: یقیناً قیامت کی گھڑی، میں جلد  
ہی اس کا پردہ ہٹا دوں گا۔ یہ اسی طرح ہے  
جیسے: لوگ کہتے ہیں کہ اَشْكِيْتُهُ: میں نے  
اس کی شکایت یا تکلیف دور کر دی۔

اخْتَلَبَهُ: اس نے اسے زبان سے دھوکہ  
دیا۔ اسے بزرباغ دکھایا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الْخِيفَاءُ (خاء مکسور اور  
الف ممدود) کا اصل معنی کھل یا چادر ہے  
جس سے پانی یا دودھ کے برتن کو ڈھانپنا  
جاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں أُخْفِيهَا کو  
خاء مفتوح أُخْفِيهَا بھی پڑھا گیا ہے۔

رَجُلٌ خَلَابٌ وَخَلْبُوتٌ: دھوکے باز  
اور جھوٹا آدمی۔

خ ق ق - الْأَخْفُوقُ: اللُّخْفُوقُ  
کا دوسرا لہجہ یا تلفظ۔ زمین کے شکاف۔

الْبَرْقُ الْخُلْبُ: چندھیادینے والی بجلی۔  
استحباب الخُلب: ایسے بادل جن میں

حدیث شریف میں ہے کہ: فَوَقَّصْتُ بِهِ  
نَاقَتَهُ فِي أَحْقَابِيقٍ جَرْدَانٍ: اس کی  
اونٹنی چوہوں کے بلوں میں جاگھسی۔ اصمعی

پانی یعنی بارش نہ ہو، گویا وہ دھوکا دینے والا  
ہے۔ دھوکے باز شخص کو اسی لئے کہا جاتا

کے نزدیک اِقَابِيقُ بغیر اَل کے معروف

ہے کہ: اِنَّمَا أَنْتَ كَبْرُوقُ خُلْبٍ: اور  
صرف بَرْقُ خُلْبٍ بھی کہا جاتا ہے۔

الْمِنْخَلْبُ: (میم مکسور) پرندے اور  
درندے کا پیچہ جس طرح انسان کا ناخن ہوتا

ہے۔ خَلَّتِ النَّبَاتُ: اس نے پودے کو  
کاٹا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ استخلیہ کا

بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے  
کہ: تَسْتَخْلِبُ الْخَبِيْرَ: ہم بزی اور

پودے کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔

خ ل ج - خَلَجَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ  
پھڑکی۔ اس کا باب جلس اور دخل

ہے۔ اِخْتَلَجَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

ضَرَبَ ہے۔

اِخْتَلَسَ اور تَخَلَّسَ: اس نے چیز جھپٹ کر چھین لی۔ اس کا اسم التَّخْلِيسَةُ (خاء مضموم) ہے۔ محاورہ ہے کہ: الفرصة تَخْلُسُ: فرصت کا وقت ایک جھپٹ ہے۔ یعنی فوراً ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

خ ل ص - خَلَّصَ الشَّيْءُ: چیز خالص ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

خَلَّصَ إِلَيْهِ الشَّيْءُ: چیز اس تک پہنچ گئی۔ خَلَّصَهُ مِنْ كَذَا تَخْلِيصًا فَتَخَلَّصَ: اس نے اسے نجات دلائی یا چھڑایا تو اسے نجات مل گئی یا وہ چھوٹ گیا۔ خِلَاصَةُ السَّمَنِ: (خاء مضموم) کسی سے صاف کیا ہوا خالص گھی۔ اور اسی طرح خِلَاصَتُهُ: (خاء مکسور) کا بھی یہی مطلب ہے۔ أَخْلَصَ السَّمَنَ: اس نے گھی کو گرم کر کے صاف کیا۔

الإخلاص في الطاعة: فرمانبرداری میں ریاکاری اور دکھلاوا کرنا۔

قَدْ أَخْلَصَ لِلَّهِ الدِّينَ: اس نے خدا تعالیٰ کے لئے دین خالص کیا۔

خالصاً في العشرة: اس نے رہن سہن میں اس کے ساتھ خلوص برتا۔

هذا الشيء خالصة لك: یہ چیز صرف تمہارے لئے ہے۔

استخلصه لنفسه: اس نے اسے اپنی

تَخَالَجَ فِي صَدْرِي مِنْهُ شَيْئٌ: مجھے اس کی طرف سے کوئی چیز کھنکی یعنی مجھے اس پر شبہ ہوا۔

التَّخْلِيَجُ: سمندر کی خلیج یا کھاڑی۔ دریا کو بھی خلیج کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تَخْلِيَجَاهُ: اس کے دو کنارے۔ اس کی جمع خَلَجٌ ہے۔

التَّخْلِيَجُ: ایک فارسی درخت کا معرب نام ہے۔ اس کی جمع التَّخْلِيَجُ بروزن المعالم ہے۔

خ ل د - التَّخْلُدُ: دوام، بیٹکی، اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَخْلَدَهُ اللَّهُ: اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ باقی رکھے۔ تَخْلِيدًا کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّخْلُدُ بروزن القفل: اندھے چوہوں کی ایک قسم۔ اُردو میں چھوند کر کہتے ہیں۔

أَخْلَدَ إِلَى فُلَانٍ: اس نے فلاں کا سہارا لیا یا اسی کی طرف جھکا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ: لیکن وہ زمین یعنی پستی کی طرف جھکا۔

التَّخْلُدُ: (خاء اور لام مفتوح) دل۔ محاورہ ہے: وَقَعَ ذَلِكَ فِي خَلْدِي: یہ بات میرے دل میں آگئی۔

خ ل س - خَلَسَ الشَّيْءُ: اس کا باب

ذات کے لئے چُن لیا۔

خ ل ط فَخِطَ الشَّيْءُ بِغَيْرِهِ: اس نے ایک چیز کو کسی دوسری چیز میں ملا دیا۔ (اس کا باب ضَرْبٌ) فاخصلط تو وہ مل گئی یعنی دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط ہو گئی۔

خَالَطَهُ مَخَالَطَةً وَخِلَاطًا: (خاءِ مسور) وہ اس سے گھل مل گیا۔

اِخْتَلَطَ فُلَانٌ: فلاں شخص کی غلطی ماری گئی۔

التَّخْلِيطُ فِي الْأَمْرِ: کام میں خرابی یا گڈگڈ۔

الْخَلِيطُ الْمَخَالِطُ: گھلنے ملنے والا،

ادبِاش و آوارہ۔ اس کی مثال النَّدِيمُ، الْمُنَادِمُ، الْجَلِيسُ، الْمَجَالِسُ

ہے۔ یہ کلمہ واحد اور جمع دونوں صیغے یکساں ہیں۔ بعض اوقات اس کی جمع خُلَطَاءٌ اور

خُلُطٌ بنائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا خِلَاةَ وَلَا وَرَاطَ: یعنی نہ

خِلاط ہے اور نہ وَرَاطُ۔ کہا گیا ہے کہ یہ کلمات آپ ﷺ کے ان کلمات کی طرح

ہیں کہ: لَا يَجْمَعُ بَيْنَ مَتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خُشْعَةَ الصَّدَقَةِ: یعنی زکوٰۃ کے ڈر کے مارے نہ تو متفرق

مال کو اکٹھا کیا جائے اور نہ اکٹھے مال کو متفرق کیا جائے۔

الْخُلْطَةُ: (خاءِ مضموم) شراکت، کمپنی اور

الْخِلْطَةُ: (خاءِ مسور) رہن، سہن۔

الْخِلْطُ: (خاءِ مسور) خلط، اس کی جمع أَخْلَاطٌ ہے، عناصرِ اربعہ میں سے ایک

عنصر) نبیذ میں دو خلیطوں سے منع کیا گیا ہے یعنی ان سے کشید کئے گئے رس کو ایک

دوسرے کے ساتھ ملانے سے منع کیا گیا ہے، کھجور اور منقعی یا انگور اور تازہ کھجور۔

خ ل ع - خَلَعَ ثَوْبَهُ وَنَعْلَهُ وَقَائِدَهُ: اس نے اپنا کپڑا۔ جوتا اور قائد اتار دیا۔

خَلَعَ عَلَيْهِ خِلْعَةً: اس نے اسے خلعت بخشی۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ خَلَعَ

أَمْرَاتَهُ خُلْعًا: اس نے اپنی بیوی کو خلع دے دی (خاءِ مضموم)۔ خُلِعَ أَمْرَاتُهُ

خُلِعَ الْوَالِي: گورنر کو معزول کر دیا گیا۔ خَالَعَتِ الْمَرْأَةُ بَعْلَهَا: بیوی نے

خاوند سے بدل دے کر خلع طلب کیا۔ ایسی عورت کو خالِعٌ کہیں گے۔ اس کا اسم

أُخْلِعَةُ (خاءِ مضموم) ہے۔ قَدْ تَخَالَعَا: ان دونوں نے خلع طلب کی۔ اِخْتَلَعَتْ: اس

عورت کو خلع مل گئی۔ مَخْلَعَةٌ: خلع یافتہ عورت۔

خ ل ف - خَافَ: بچھے۔ قُدَّامٌ بِمَعْنَى سَامِنٍ كِي ضِدِّ

الْخَلْفِ: ایک صدی یا نسل کے بعد آنے والی صدی یا نسل۔

الْخَلْفُ: (خاء مضموم) فعل اخلاف کا اسم ہے۔ وعدہ پورا نہ کرنا۔

الْخِلْفَةُ: دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ جیسے رات دن کا اختلاف یعنی رات کے پیچھے دن کا آنا۔

الْخِلْفَةُ: ایک دفعہ گھاس یا کوئی نباتات کاٹنے کے بعد جو گھاس دوبارہ اُگ آتی ہے، اسے بھی الْخِلْفَةُ کہتے ہیں۔

خِلْفَةُ الشَّجَرِ: درخت پر سے بہت سا پھل اترنے کے بعد دوبارہ نکلنے والا پھل۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ اس کا معنی گرمیوں میں اگنے یا لگنے والا پھل ہے۔

الْخَلِيفُ: بروزن الْكَيْفُ: حاملہ اونٹنی۔ اس کا واحد خِلْفَةٌ بروزن نِكْرَةٌ ہے۔ قول خداوندی: رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ: میں الْخَوَالِفِ سے مراد عورتیں ہیں۔

الْخِلْفِيُّ: (خاء مسور، لام مسور و مشدود، باء مقصور) خلافت۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لَوْ أُطِيقُ الْأَذَانَ مَعَ الْخِلْفِيِّ لِأَذْنْتِ: اگر خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ میرے لئے اذان دینا ممکن ہوتا تو میں اذان بھی دیتا۔ الْخِلْفَةُ: سلطانِ اعظم، اسے کبھی مونس کے صیغے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ شعر:

هُؤَلَاءِ خَلْفُ سُوءِ النَّاسِ لِأَحْقِينِ  
بِنَاسٍ أَكْثَرَ مِنْهُمْ: یہ ان لوگوں کے لئے برے جانشین ہیں جو ان سے زیادہ لوگوں کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ الْخَلْفُ کا معنی ردی اور ناکارہ بات بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: سَكَّتِ الْفَأْ وَنَطَقَ خَلْفًا: وہ ہزاروں بار چپ رہا اور بولا تو ابولا۔ یعنی ہزار موقعوں پر بولنے کی بجائے خاموش رہا اور جب بولا تو غلط بات کہدی۔ الْخَلْفُ کا معنی پانی لینا بھی ہے۔ اور الْخَلْفُ کا لام ساکن اور مفتوح بھی ہے۔ اس کا معنی بعد میں آنے والا ہے یا جانشین۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلْفٌ سُوءٍ مِنْ أَبِيهِ وَخَلْفٌ صِدْقٍ مِنْ أَبِيهِ: وہ اپنے باپ کا برا جانشین ہے اور وہ اپنے باپ کا سچا جانشین ہے۔ اس قول میں خَلْفٌ میں لام متحرک ہے۔ انخس نے کہا کہ دونوں برابر ہیں یعنی وہ بھی جو اسے متحرک کرتے ہیں اور وہ بھی جو اسے ان سب جگہوں پر ساکن کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خَلْفٌ صِدْقٍ میں خَلْفٌ کو متحرک کرتے ہیں اور خَلْفٌ سُوءٍ میں ساکن کرتے ہیں تاکہ دونوں میں فرق کیا جاسکے۔ الْخَلْفُ متحرک کا معنی کسی چیز میں سے باقی چھوڑا ہوا حصہ یعنی پس ماندہ یا باقی ماندہ ہے۔

ذائقہ یا اس کی یو تبدیل ہوگئی۔ اس کا باب  
ذَخَلَ ہے۔ ایک دوسرے لہجے کے مطابق  
خَلَفَ کی جگہ اَخْلَفَ بھی مستعمل ہے۔

جس کسی کا مال یا بیٹا یا کوئی چیز چلی جائے تو  
اس معاوضے کی دعا کے لئے یوں کہا جاتا

ہے کہ اَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْكَ یعنی خدا  
تجھے ضائع ہونے والی چیز کے برابر ہی اس  
کا بدل عطا کرے۔ اور اگر کسی کا والد یا اس

کی والدہ وغیرہ فوت ہو گئے ہوں جس کا  
عوض ممکن نہیں تو کہا جاتا ہے کہ خَلَفَ  
اللّٰهُ عَلَيْكَ: (خَلَفَ کے شروع میں

الف کے بغیر) تمہاری ضائع ہونے والی  
چیز کا بدل خود اللہ تعالیٰ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ:

اَخْلَفَهُ: اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔  
اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص وعدہ کرے

اور مستقبل میں اس وعدہ کو پورا نہ کرے۔  
اَخْلَفَ فُلَانٌ لِّنَفْسِهِ: فلاں شخص نے

ضائع شدہ چیز کے بدلے اپنے لئے  
دوسری چیز لے لی۔

اَخْلَفَ النَّبَاتُ: ایک دفعہ کٹنے کے  
بعد دوبارہ نباتات یا گھاس اُگ آئی یعنی

پیداوار یا نباتات نے اپنے بعد دوسری  
نباتات اُگائی۔

اِسْتَخْلَفَهُ: اس نے اسے خلیفہ بنایا۔

جَلَسَ خَلْفَهُ: وہ اس کے پیچھے بیٹھا۔

الْخِلَافُ: مخالفت۔ قول خداوندی ہے

اَبُوکِ خَلِيفَةٌ وَلَذَتْهُ اُخْرٰى  
وَاَنْتَ خَلِيفَةٌ ذَاکَ الْکَمَالِ

”تیرا والد خلیفہ ہے جسے کسی اور نے پنا  
ہے۔ اور تو بھی خلیفہ ہے، یہ کمال کی بات

ہے۔“

اس کی جمع الْخِلَافُ ہے۔ اسے کریمہ  
کی جمع کرائم کی طرح اپنی اصل پر جمع

بنایا گیا ہے۔ لوگوں نے اس کی جمع  
الْخُلَفَاءُ بھی کہا ہے۔ کیونکہ یہ اسم مذکر

کے سوا کسی اور کے لئے نہیں بولا جاتا۔ اور  
اس کے آخر میں ’ة‘ ہے جسے جمع بناتے

وقت ساقط کر دیا گیا ہے۔ اس کی مثال  
ظَرِيفٌ اور ظُرْفَاءُ ہے۔ کیونکہ فَعِيْلَةٌ

یعنی جس کے آخر میں ’ة‘ ہو کر وزن سے  
فُعَلَاءُ کے وزن پر جمع نہیں بن سکتی۔

خَلَفَ فُلَانٌ فُلَانًا: فلاں آدمی فلاں  
آدمی کا جانشین بنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ

خَلَفَهُ فِي قَوْمِهِ: اس نے اسے اپنی قوم  
میں اپنا جانشین بنایا۔ اس کا باب كَتَبَ

ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے:  
اَخْلَفْنِيْ فِى قَوْمِيْ: تو میری قوم میں

میرا جانشین بن۔ خَلَفَهُ كَامَعْنٰى يٰهٰى هٰى  
کہ وہ اس کے بعد آیا۔ خَلَفَ فَمَّ

الصَّائِمِ: روزہ دار کے منہ کی یو یا اس کا  
ذائقہ تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح خَلَفَ

اللَّبْنُ وَالطَّعَامُ: دودھ اور کھانے کا

خَلَقَ الْإِفْكَ: اس نے جھوٹ گھڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَخْتَلَقَهُ وَتَخَلَّقَهُ: اس نے یہ بات گھڑ لی۔ اسی مفہوم میں یہ قول خداوندی ہے کہ: وَتَخْلُقُونَ إِفْكًَا: اور تم جھوٹ گھڑتے ہو۔ الخَلْقُ: (لام ساکن و مضموم) اچھی عادت۔ فَلَانٌ يَتَخَلَّقُ بِغَيْرِ خُلُقِهِ: وہ بناوٹی طور پر اچھے خلق کا اظہار کرتا یا تکلفاً حسن خلق کا اظہار کرتا ہے۔ الْخَلَاقُ: نصیب، حصہ، حظ۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ: آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

مِلْحَفَةٌ خَلَقٌ اور قُوبٌ خَلَقٌ: پرانا لحاف یا پرانا کپڑا۔ اس میں مذکر و مؤنث کے دونوں صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ دراصل مصدر ہے۔

الْأَخْلُقُ: زیادہ ملائم اور نرم۔ اس کی جمع خُلُقَانٌ ہے۔

خَلَقَ الشُّوبُ: کپڑا پرانا ہو گیا۔ اس کا باب سَهَلَ ہے۔ أَخْلَقُ کا بھی یہی معنی ہے۔ أَخْلَقَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے پرانا کر دیا۔ یہ فعل متعدی اور لازم دو صیغوں میں یکساں ہے۔

الخَلُوقُ: خوشبو یا عطر کی ایک قسم۔ خَلَقَهُ تَخْلِيْقًا: اس نے اسے عطر ل دیا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ: پیچھے پیچھے رہنے والے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔ خِلَافٌ كَاتِرٌ جَمْرٌ: مخالفت کی بجائے صرف خلف یعنی صرف پیچھے بھی کیا گیا ہے۔ یعنی پیچھے رہنے والے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

شَجَرَ الْخِلَافِ: مخالفت کا سبب۔ مخالفت کی جگہ کو الْمَخْلَفَةُ بروزن الْمَشْرَبَةِ کہیں گے۔ خَلَفَهُ وَرَثَتُهُ فَتَخَلَّفَ: اس نے اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔

خ ل ق - الخَلْقُ: تقدیر۔ اندازہ کرنا۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَقَ الْأَيُّمَ اس نے چڑا کاٹنے سے پہلے اس کا اندازہ کر لیا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الْخَلِيْقَةُ: طبیعت و فطرت، اس کی جمع خَلَاقٌ ہے۔ الْخَلِيْقَةُ کا معنی مخلوق یعنی لوگ بھی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ هُمْ خَلِيْقَةُ اللَّهِ اور هُمْ خَلْقُ اللَّهِ یعنی وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ اور یہ دراصل مصدر ہے۔

الْخَلِيْقَةُ: فطرت۔ فَلَانٌ خَلِيْقٌ بِكَذَا: فلاں شخص اس لائق ہے۔ مُضَفَّةٌ مُخَلَّفَةٌ: پوری طرح بنا ہوا لوتھڑا۔

صِيغَةُ خَلِيلَةٍ هِيَ -

النُّخْلَةُ: (خَاءٌ مضموم) وہ ریزے جو  
خلال کرنے سے گرتے ہیں۔

قَصِيْلٌ مَنْخُوْلٌ: كزور ولاغر۔ اس  
کا ذکر زکوٰۃ کی حدیث میں ہے۔ خَلٌّ  
كِسَاءُهُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْخِلَالِ: اس  
نے اپنے اوپر لئے کپل میں خِلال سے  
سوراخ کیا۔ اس کا باب رَدَّ هِ -

أَخَلُّ الرَّجُلُ بِمَرْكَزِهِ: آدمی نے اپنا  
مرکز چھوڑ دیا۔

إِخْتَلَّ إِلَى الشَّيْءِ: وہ چیز کا محتاج ہوا۔  
اسی مضمون کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ  
عنه کا یہ قول ہے: عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ فَإِنَّ  
أَحَدَكُمْ لَا يَذْرَى مَتَى يُخْتَلُّ  
إِلَيْهِ: تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ تم  
میں سے کسی کو اس کا ادراک نہیں کہ کس  
وقت لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے جو اس  
کے پاس ہے یعنی علم۔

إِخْتَلَّ جِسْمُهُ: اس کا جسم لاغر ہو گیا۔  
تَخَلَّلَ بَعْدَ الْأَخْلِ: اس نے کھانا  
کھانے کے بعد خِلال کیا۔

تَخَلَّلَ الْقَوْمُ: قوم یا لوگ تخریب ہو گئے۔  
ذَخَلَ بَيْنَ خَلِيلِهِمْ وَخِلَالِهِمْ: وہ ان  
کے درمیان جا کر داخل ہوا یا گھس گیا۔

النَّخْلُخَالُ: پازیب، اس کی جمع  
خَلَاخِيلٌ ہے۔ عورتوں کی پازیبیں۔

فَتَخَلَّقَ تَوَاسِعَ عَطْرَلِكٍ گیا۔

خ ل ل - النُّخْلُ: برکہ۔

النُّخْلَةُ: (خَاءٌ مَفْتُوحٌ) خصلت، اس کا معنی  
احتیاج اور ناداری بھی ہے۔

النُّخْلَةُ: دوست، اس میں مذکر مؤنث دو  
صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ اصل میں مصدر  
ہے۔ مثلاً: تَمَّ كَبْتُهُ هُوَ كَخَلِيلٍ بَيْنَ  
النُّخْلَةِ: واضح دوست۔ النُّخْلَةُ  
وَالنُّخْلُولَةُ: دوستی۔ اس کی جمع خِلَالٌ  
ہے۔ اس کی مثال قُلَّةٌ كِي جمع قِلَالٌ ہے۔

النُّخْلُ: دوستی اور دوست۔

النُّخْلُ: دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ یا  
فاصلہ، اس کی جمع خِلَالٌ ہے۔ اور اس کی  
مثال جَبَلٌ كِي جمع جِبَالٌ ہے۔ یہی لفظ  
قرآن کی آیت: فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ  
مِنْ خِلَالِهِ: پھر تم دیکھو گے کہ بادل سے  
یہ نکل کر برس رہا ہے۔

وِخْلِيلِهِ: یہ بادلوں کے اندر خالی جگہیں  
ہیں جن سے بارش نکل برتی ہے۔ النُّخْلُ  
کا معنی کسی معاملے میں بگاڑ بھی ہے۔

النُّخْلَالُ: دانتوں سے ریزے نکالنے کے  
لئے لکڑی کی تیلی اور جس تیلی سے کپڑے  
میں سوراخ کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع  
الْأَخْلَةُ ہے۔ النُّخْلَالُ کا معنی سچی دوستی  
بھی ہے۔

النُّخْلِيلُ: سچا دوست، اس کا مؤنث کا



اور نہ جمع کا کیونکہ یہ مصدر ہے۔ اَنَا خَلِيٌّ  
مِنْكَ: میں تم سے بری الذمہ ہوں۔  
لیکن اس سے تشبیہ اور جمع دونوں کا صیغہ بنتا  
ہے کیونکہ یہ اسم ہے۔ الْخَلَاءُ: (الف  
ممدود) با وضو شخص۔

الْخَلَاءُ: ایسی جگہ کو بھی کہتے ہیں جو خالی  
ہو اور وہاں کچھ نہ ہو۔

الْخَلِيَّةُ: وہ اونٹنی جس کی عقل یعنی گھنٹے  
باندھنے کی رسی کو کھول دیا گیا اور اسے کھلا  
چھوڑ دیا گیا ہو۔ خاوند کی طرف سے بیوی کو  
أَنْتِ خَلِيَّةٌ کہہ دینا طلاق کا کنایہ ہے۔  
الْخَلِيَّةُ: بڑی کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ شہد کی  
کھپوں کے چھتے کو بھی الْخَلِيَّةُ کہتے ہیں  
جس میں کھیاں شہد بناتی ہیں۔

خَلَا: کلمۂ استثناء بھی ہے جو اپنے  
مابعد کے کلمہ کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور نصب دیتا  
ہے اور جر دیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:  
جَاءَ وَنَبِيٌّ خَلَا زَيْدًا: یہاں زید منصوب  
ہے اور خَلَا فعل بنایا گیا ہے جس میں  
فاعل مضمَر ہے۔ گویا تم نے یہ کہا کہ خَلَا  
مَنْ جَاءَ نَبِيٌّ مِنْ زَيْدٍ: جو شخص میرے  
پاس آئے وہ زید سے خالی ہیں یا زید کے  
بغیر ہیں۔ اور تم نے خَلَا زَيْدًا کہا تو تم نے  
زید کو جر دی۔ بعض نحویوں کے نزدیک  
خَلَا حرف جر ہے۔ جو حاشی کے برابر  
ہے۔ اور بعض نحویوں کے نزدیک خَلَا

الْخَلْخَلُ بھی اس کی ایک لغت یعنی لہجہ  
ہے۔

تَخْلِيلُ اللَّحْيَةِ: وضو میں داڑھی کا  
خلال کرنا اور (پاؤں کی) انگلیوں کا خلال  
کرنا۔ جب کوئی یہ کر چکے تو وہ کہے گا کہ:  
تَخَلَّلْتُ: میں نے خلال کر لیا۔

(میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہاں  
إِخْتَلَّ فِي الْأَمْرِ کا ذکر نہیں کیا جس  
کا معنی ہے کہ کام میں خلل واقع ہوا۔)

خ ل ا - خَلَا الشَّيْءُ: چیز خالی ہوگئی۔  
اس کا باب سَمَا ہے۔ خَلَوْتُ بِهِ  
خَلْوَةٌ وَخَلَا: میں اس کے ساتھ تنہائی  
میں بیٹھا۔

خَلَا إِلَيْهِ: وہ اس کے ساتھ جا ملا۔  
قول خداوندی ہے: وَإِذَا خَلَوْا إِلَى  
شَيْطَانِهِمْ: جب وہ اپنے شیطان  
سرغٹوں سے ملتے ہیں۔ اس آیت میں اِلَى  
کا معنی مَعَ ہے۔ اس کی دوسری مثال قول  
خداوندی: مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ: اللہ  
کے ساتھ میرا مدگار کون ہے۔ اور یہ قول  
خداوندی: وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا  
نَذِيرٌ: ایسی کوئی امت نہیں کہ جس میں کوئی  
ڈرانے والا نہ گزرا ہو یا نہ بھیجا گیا ہو۔ اور  
تمہارا یہ کہنا کہ: اَنَا مِنْكَ خَلَاءٌ: کا  
مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے بری الذمہ  
ہوں یہ اس لفظ کا نہ تشبیہ کا صیغہ بنتا ہے

أَخْلَى عَنِ الطَّعَامِ: اس نے کھانا چھوڑ دیا۔

خَالَيْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو پچھاڑ دیا۔ چھوڑ دیا۔ مصالحت کی۔ تَخَلَّى: وہ فارغ ہوا یا خالی ہوا۔

خَلَّى عَنْهُ وَخَلَّى سَبِيلَهُ تَخْلِيَةً: اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اسے جانے دیا۔ مُخَلَّى: آزاد چھوڑا ہوا شخص۔

وَرَأَيْتَهُ مُخَلِّيًا: میں نے آزاد چھوڑا ہوا دیکھا۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بات شاذ اور نادر ہے کہ اسم مقصود نصی حالت میں مقصود کی طرح رقی اور جری حالت کے خلاف ہو۔

خ م د - خَمَدَتِ النَّارُ: آگ بجھ گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہونے بند ہو گئے۔ لیکن چنگاری ابھی نہیں بجھی۔ اس کے برعکس هَمَدَتِ النَّارُ کا معنی ہے کہ آگ بالکل بجھ گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَخَمَدَهَا غَيْرُهَا: کسی دوسرے نے اسے سمجھایا۔

خ م ر - خَمْرَةٌ وَخُمُورًا: اس کی مثال تَمْرَةٌ وَتُمُورًا: معنی شراب ہے کہا جاتا ہے خَمْرَةٌ صِرْفًا: خالص شراب۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ خَمْرُ کا نام اس لئے خمر پڑا ہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا اور اس میں خمر چڑھ گیا۔ اور خمر ہونے کا

مصدر مضاف ہے۔ رہا مَا أَخْلَا تُو اس کے بعد کا اسم لامحالة منصوب ہوگا۔ مثال کے طور پر تم یہ کہو گے کہ: جَاءَ يُبِي مَا أَخْلَا زَيْدًا لُغُومًا كَمَا يَكُنَى كَمَا أَفْعَلُ كَذَا وَخَلَاكَ ذَمٌّ: یعنی تو نے معذرت کر لی اور تم سے ذم یا ذمت ساقط ہو گئی۔

الْخَلْيُ: دکھ سے خالی۔ یہ الشَّجِيءُ کی ضد ہے۔ الْقُرُونُ الْخَالِيَةُ: گزری ہوئی صدیاں یا زمانے۔

الْخَلْيُ: (یاء مقصور) بھنگ کا تازہ پودا یا پتے۔ اس کا واحد خَلَاةٌ ہے۔ خَلَيْتُ الْخَلْيُ: میں نے بھنگ کا ترپودا کاٹا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ اخْتَلَيْتُهُ كَمَا يَبِي مَعْنَى يَبِي۔

الْمِخْلَى: بھنگ کاٹنے والی درانتی۔ الْمِخْلَاةُ: وہ برتن یا ڈوری جس میں بھنگ رکھی جاتی ہے یعنی تو برا۔

أَخْلَتِ الْأَرْضُ: زمین میں بہت سی بھنگ آگ آئی۔ خَلَالَهُ الشَّيْءُ اور أَخْلَى كَأَيْك نَبِي مَعْنَى يَبِي۔

أَخْلَيْتُ الْمَكَانَ: میں نے اچانک اسے خالی پایا۔ أَخْلَى الرَّجُلُ: آدمی خالی ہوا۔ وَأَخْلَى غَيْرَهُ: اس نے کسی کو خالی کیا۔ یہ فعل متعدی اور فعل لازم دونوں طرح مستعمل ہے۔

کسی قوم کو غلام بنایا اس نے انہیں جبر و قہر سے زیر قبضہ کیا۔ اور ان پر نلبہ پایا جو پہلے آزاد تھے۔<sup>۱</sup>

خ م س - الخَمْسَةُ: پانچ کا عدد۔ جاء فلان خَامِسًا: وہ پانچواں شخص آیا۔ اَخْمَسَ القَوْمُ: قوم پانچ حصوں میں بٹ گئی۔ يَوْمُ الخَمِيسِ: جمعرات۔ اس کی جمع ہے اَخْمِسَاءُ اور اَخْمِسَةٌ الخَمِيسُ: فوج، کیونکہ اس میں پانچ دستے ہوتے ہیں یعنی:

(۱) مقدمہ،

(۲) قلب،

(۳) سینہ،

(۴) میسرہ اور

(۵) اسباق۔

خَمِيسُ: ایسا کپڑا جس کا طول پانچ باشت ہو۔ یہی لفظ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے کہ: اِنْتَوْنِي بِكُلِّ خَمِيسٍ وَّلَبِيسٍ: مجھے ہر قمیص اور لبیس کپڑا لا دو۔ گویا ان کی مراد چھوٹا کپڑا تھی۔ الخَمِيسُ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کا ذکر کتاب نے (ت ل ث) مادے کے تحت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ابو زید نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

۱ حدیث کا بعد کا حصہ یہ ہے: وَجِبْرَانٌ سَنَطَعُونَ لَان لَه مَا قَصَرَ لِي بَيْنَهُ.

مطلب اس کی بُو کا تبدیل ہونا ہے۔ اور کچھ کا کہنا ہے کہ چونکہ شراب عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اس لئے اسے خَمْرُ کہتے ہیں۔

الخَمِيرُ: ہمیشہ شراب پینے والا۔

الخُمَارُ: شراب پی کر بیہوشی کی حالت۔

رَجُلٌ خَمِرٌ: شراب خور آدمی۔

خَمِيرٌ بَرُوزٌ كَتِيفٌ اور مَخْمُورٌ: جس شخص نے شراب پی ہو۔

اِخْتَمَرَتِ المَرَاةُ: عورت نے اوڑھنی اوڑھ لی۔

الخِمَارُ: اوڑھنی۔

الخَمِيرُ الخَمِيرَةُ: خمیرہ جو آٹا

گوندھتے وقت اس میں ڈالا جاتا ہے۔

مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: خَمِيرُ العَجِينِ آتَا

خَمِيرٌ ہو گیا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ خَمِيرُ

العَجِينِ: اس نے آٹا خمیر کیا۔ اس کا باب

ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

التَّخْمِيرُ: ڈھانپنا۔ کہا جاتا ہے کہ

خَمِرٌ اِنَاءٌ كَ اِنَاءِ بَرْتَنٍ وَهَاتِك لے۔

المُخَامَرَةُ: مُخَالَطَةٌ۔ گھلانا ملانا۔ کس

کرنا۔

اِسْتَخْمَرَهُ: اس نے اسے غلام بنا لیا۔

اسی مفہوم کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی

حدیث شریف ہے: مَنْ اِسْتَخْمَرَ

قَوْمًا اَوْ لَهُمْ اِحْرَارًا: یعنی جس کسی نے

شخص مکر اور دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

خ م ش - الخُمُوشُ: (خاء مضموم) اور الخُدُوشُ: خراشیں۔

قَدْ خَمَشَ وَجْهَهُ: اس نے اپنے چہرے پر خراشیں ڈال دیں یا نوچا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔

خ م ص - الأَخْمَصُ: جو پاؤں کے تلے کے اندر چھب گیا اور پاؤں زمین پر نہ لگ سکے۔

الخَمِصَةُ: بھوک (خاء مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لِلْبَطْنَةِ خَيْرٌ مِنْ خَمِصَةٍ تَتْبَعُهَا: اس پیٹ بھر کے کھانے میں کچھ بھلائی نہیں کہ کھانے کے بعد بھی بھوک لگی رہے۔ یعنی اس شکم بڑی کا کیا فائدہ کہ اس کے بعد پھر بھوک باقی ہو۔ المَخْمِصَةُ: قحط سالی۔ یہ المغضبة اور المَغْتَبَةُ کی طرح مصدر ہے۔

قَدْ خَمِصَهُ الْجُوعُ مَخْمِصَةً: اسے بھوک نے نڈھال کر دیا۔

خ م ط - الخَمِطُ: اراک درخت کی ایک قسم۔ اس پر ایک پھل لگتا جو کھلایا جاتا ہے۔ اس آیت کو اضافت کے ساتھ یوں پڑھا گیا ہے: ذَوَاتِي أَكْبَلِ خَمِطًا.

خ م ع - خَمَعَ فِي مِشِيَتِهِ: وہ لنگڑی چال چلا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَصَعَ

خَمَسَ الْقَوْمَ: اس نے قوم سے مال کا خس یعنی پانچواں حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

خَمَسَهُمْ: جب کوئی دوسروں کا پانچواں شخص ہو یعنی وہ ان کا پانچواں بن گیا۔ یا خود مل کر ان کو پانچ پورا کر دیا۔ مُخَمَسٌ: پانچ ارکان والی شکل۔

حَبْلٌ مَخْمُوسٌ: پانچ لڑی والی رسی۔ تمہارا کہنا ہے کہ: عِنْدِي خَمْسَةٌ ذَرَاهِيمٌ: میرے پاس پانچ درہم ہے۔

اس میں خَمْسَةٌ پر رنغ ہے۔ تم چاہو تو 'ة' کو دراہم کی 'د' میں مدغم کر سکتے ہو۔ اگر تم دراہم کو آل لگا کر معرفہ بناؤ تو 'ة' پر رنغ ضروری ہے۔ اور اس صورت میں 'ة' اور دال کا ادغام جائز نہیں۔ کیونکہ جب لام کو دال میں مدغم کیا گیا تو اب اس میں 'ة' کا ادغام ممکن نہیں رہا۔ تم کہتے ہو خَمْسَةُ الْأَشْبَارِ وَخَمْسُ الْقُدُورِ: تم نے مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں معدود کو جر دے دی۔ اور تم کہتے ہو: هَذِهِ

الْخَمْسَةُ الدَّرَاهِيمُ، ذَرَاهِيمٌ: مجرور، اگر تم چاہو تو اسے رنغ دے سکتے ہو لیکن تم نے اسے لغت سمجھ کر اس کو لغت کی جگہ جر دے دی ہے۔ اور دس تک اعداد کی یہی صورت حال ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فُلَانٌ يَضْرِبُ أَخْمَاسًا لِأَسَدٍ اس: فلاں

خ ن ز - خَنْزَرُ اللَّحْمِ: گوشت بدبودار ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔  
 الخَنْزُرُ وَاثْنَةُ: بروزن الأَسْطُوَانَةُ:  
 تکرر۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ ذُو خَنْزُرٍ وَأَنَاتٍ:  
 وہ بڑا متکبر ہے۔

خ ن س - خَنْسَ عَنهُ: وہ اس سے پیچھے رہ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔  
 أَخْنَسَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے پیچھے کر دیا اور خود اسے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔  
 الخَنْسُ: شیطان کیونکہ جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو وہاں سے پیچھے بھاگتا ہے۔

الخَنْسُ: سارے سیارے۔ کیونکہ وہ غائب رہتے ہیں، یا وہ دن کو چھپ جاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: کواکب یعنی سیارے تاروں سے مختلف ہوتے ہیں۔  
 الفراء نے کہا کہ قرآن میں ان سیاروں سے مراد زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد ہیں، کیونکہ وہ اپنی گردش میں پیچھے رہتے ہیں، اور اس طرح چھپے رہتے ہیں جس طرح ہرن اپنی گچھا میں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں خَنْسُ پیچھے رہ جانے کے باعث کہا گیا ہے کیونکہ سیارے سرگردان اور گردش میں رہتے ہیں۔ کبھی واپس مڑتے ہیں اور کبھی سیدھے چلتے ہیں۔  
 خَنْسَ فَعْلٌ لَّا زَمَّ بِهِ هُوَ اور فعل متعدی

ہے۔  
 بِهْ خُمَاعٌ: (خاء مضموم) اس میں کچھ لنگڑا پن ہے۔  
 خ م ل - الخَمْلُ: پلکیں، دری، قالین، چادر۔

الخَمِيلَةُ: گنے درخت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی ریت ہے جس میں درخت اُگتے ہیں۔  
 الخَامِلُ: ایسا گرا ہوا شخص جس میں بیداری نہ ہو۔ بے سدھ انسان۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

خ م م - لَحْمٌ خَامٌ وَمُخَمَّمٌ: بدبودار گوشت۔

قَدْ خَمَّ اللَّحْمُ: گوشت بدبودار ہو گیا۔  
 اس کا مضارع يَخْمُ (خاء مسور) خُمُوْمًا:  
 بھنا ہوا یا پکا ہوا گوشت بدبودار ہو گیا۔  
 أَخَمَّ کا بھی یہی معنی ہے۔  
 قَلْبٌ مَخْمُومٌ: دھوکے فریب اور حسد سے پاک دل۔

خ م ن - التَّخْمِينُ: اندازے اور قیافے سے بات کرنا۔ اَنْكَلُ - الخَمَانُ من الرِّمَاحِ: کمزور و بیکار نیزہ۔

خَمَانُ النَّاسِ: گھٹیا درجے کے لوگ۔

خ ن ث - خَنْثَةٌ تَخْنِثًا فَتَخْنَثُ:  
 اس نے اسے نرم کیا تو وہ نرم ہو گیا۔

خ ن ج ر - الخَنْجَرُ: خنجر۔ بڑا پتھر۔

الْحِنَاقُ: وہ رسی جس سے باندھا جائے۔  
الْمِنْخَقَةُ: قلابہ۔ گلے میں ڈالنے والا  
پتہ، ہار۔

خ ن ن - النُّخْنَةُ: مثل الغنَّة، الْأَخْنُ  
مثل الأَعْنُ: ناک میں بولنا۔ ناک میں  
بولنے والا۔

خ ن ا - الخَنَا: بدگویی۔ قَدْ خَسِيَ  
عليه: اس نے اس کے ساتھ بدکلامی کی۔  
اس کا باب صِدْيٰی ہے۔

أَخَسَى عَلَيْهِ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے  
بدکلامی کی یا فحش گوئی کی۔

أَخَسَى عَلَيْهِ الدَّهْرُ: اس پر گردش زمانہ  
آئی اور اسے ہلاک کر دیا۔

خ و خ - الخَوْخَةُ: آڑو، اس کی جمع  
الخَوْخُ ہے۔

الخَوْخَةُ کا معنی روشن دان بھی ہے۔ جو  
روشنی کے لئے دیوار میں بنا ہوتا ہے۔

خ و ر - خَارَ الثَّوْرُ: بیل کا ڈکارنا۔  
(يَخْوَرُ - خَوَارًا) انہیں معنوں میں یہ

لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَأَخْرَجَ  
لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خَوَار. خَارَ  
الْحَرُّ وَالرَّجُلُ يَخْوَرُ خَوْرَةً:  
بروزن فَعُولَةٌ گرمی کم ہوئی۔ آدمی کمزور  
پڑ گیا، اور ٹوٹ گیا۔

الخَوْرُ: (خاء اور واؤ مفتوح)۔ کمزوری۔  
مثلاً: تم کہتے ہو: خَوْرَ يَخْوَرُ خَوْرًا:

بھی۔

خَنَسْتُهُ فَخَنَسَ: میں نے اسے پیچھے  
چھوڑا تو وہ پیچھے رہ گیا اور میں نے اسے  
قبضہ میں کر لیا تو وہ قبضہ میں آ گیا۔ اس سے  
یہ حدیث شریف ہے کہ: وَخَنَسَ  
إِبْهَامَةَ: اس نے اپنے انگوٹھے کو بھیج لیا یا  
سمیٹ لیا۔ بعض لوگ اسے الف لگائے  
بغیر متعدی نہیں بناتے۔ چنانچہ بطور فعل  
متعدی أَخْنَسَ کہتے ہیں۔

خ ن ص - الخِنُوصُ: بروزن البَلُورُ،  
خزیر کا پتہ۔ اس کی جمع الخنانيص ہے۔

خ ن ف - الخَنِيفُ مِنَ الشَّيْبِ:  
بروزن العنيفة، سفید موٹا کپڑا۔ جو اسی یا

ریشم سے بنا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: تَخَرَّقَتْ عَنَّا الْخُنْفُ: ہم سے  
ریشمی موٹے کپڑے پھٹ گئے۔

خُنْفَسَةٌ وَخُنْفَسَاءُ: دیکھئے بذیل مادہ  
(خ ف س)۔

خ ن ق - الخَنِيقُ: (نون مسور) خَنْقَهُ  
يَخْنُقُ (نون مضموم) کا مصدر گلا گھونٹنا یا گلہ

گھٹنے سے مرجانا۔  
خَنْقَهُ تَخْنِيقًا اسی سے الخِنَاقُ: (نون

مشددة)، (گلے کی بیماری) سخت گلا گھونٹنے  
والا۔ اِنْخَنَقَ وَاِنْخَنَقَتِ الشَّاةُ

بِنَفْسِهَا: بکری خود بخود گلا گھٹنے سے مر  
گئی۔ ایسی بکری کو مَنْخَقَةٌ کہیں گے۔

قَوْمٌ خَوْفٌ: خوف زدہ قوم۔ خوف کا لفظ بنی علی الاصل ہے اور بنی علی اللفظ خِيفَ ہے۔ اس مصدر سے فعل اَمْرٌ خَفَ ہے، (خاء مفتوح)۔

الْخَيْفَةُ: خوف، ڈر۔

الْإِخَافَةُ: ڈرانا۔

التَّخْوِيفُ: خوف دلانا۔ کہا جاتا ہے:

وَجَعُ مُخِيفٌ: خوفناک تکلیف یارد یعنی اس درد کو جو دیکھے وہ ڈر جائے۔

طَرِيقٌ مَخْوُوفٌ: راستہ خوفناک اور ڈراؤنا

نہیں بلکہ جس راستہ پر خوفناک ڈاکو اور

راہزن ہوں یعنی بڑے خطر راستہ۔ تَخَوَّفْتُ

عَلَيْهِ الشَّيْءُ: میں اس کی حالت دیکھ کر

ڈرا۔ خوف زدہ ہوا۔ قول خداوندی ہے:

أَوْيَاخُذْهُمْ عَلَى تَخْوِيفٍ.

خ و ل - خَوْلَ اللَّهُ الشَّيْءَ: اللہ تعالیٰ

نے اسے کوئی چیز بخش دی۔ التَّخْوِيلُ.

تَعَهَّدَ: معاہدہ کرنا، اختیار دینا۔ حدیث

شریف میں ہے: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا

بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّامَةِ: نبی

کریم ﷺ ہمیں زہریلا خوف دلانے والی

نصیحت کرتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کہا کرتے

تھے کہ یہ تَخَوَّلُنَا نون کے ساتھ ہے یعنی

ہم سے عہد لیتے تھے۔

خَوْلَ الرَّجُلُ: آدمی کے خدمت و چشم۔

رَجُلٌ خَوَّارٌ: (واو مشدّد) اس کی جمع خُوْرٌ برون طُوْرٌ ہے۔

خ و ز - الخُوْرُ: برون الكُوْرُ: لوگوں کی ایک نسل۔

خ و ص - الخَوْصُ: کھجور کے درخت

کاپتہ، ورق۔ اس کا واحد الخَوْصَةُ

الخَوْاصُ: کھجور کے پتے بیچنے والا۔

خ و ض - خَاضَ الْمَاءَ: اس کا باب

قَالَ ہے۔ اس کا مصدر خِيَاضًا بھی ہے۔

معنی وہ پانی میں گھس گیا۔

مَخَاضَةُ: پانی میں گھسنے کی جگہ۔ ایسی جگہ

جہاں سے لوگ پیدل اور سوار ہو کر پانی کو

پار کرتے ہوں۔ اس کی جمع مَخَاضٌ

ہے۔ اور مَخَاوِضٌ ہے۔ أَخَاضَ فِي

الْمَاءِ دَابَّتُهُ: اس نے اپنی سواری پانی

میں ڈال دی۔ خَاضَ الْغَمْرَابُ: اس

نے مشکلات پر قابو پایا۔ خَاضَ الْقَوْمُ

فِي الْحَدِيثِ: قوم باتوں میں لگ گئی یا

مشغول ہو گئی۔ تَخَاوَضُوا: انہوں نے

باہم بات چیت یا معاملہ پر غور و خوض کیا۔

خ و ط - الخُوْطُ: ٹہنی، ملائم شاخ۔

خُوْطُ بَانٍ: بانس کی شاخ۔ اس کا واحد

الخُوْطَةُ ہے۔

خ و ف - خَافَ يَخَافُ خَوْفًا

و خَيْفَةً وَمَخَافَةً: ڈرنا، خوف کھانا۔

خائف: خوف زدہ۔

میرا کہنا یہ ہے کہ آیت کی یہ تفسیر نامناسب ہے اور نزول آیت کے اسباب کے مطابق نہیں ہے۔ میں نے کسی دوسرے مفسر کو یہ تفسیر کرتے نہیں پایا۔

رَجُلٌ خَائِنٌ: خیانت کا مرد۔ خَائِنَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ 'ة' مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح علامہ اور نَسَابَة میں 'ة' مبالغہ کی ہے نہ کہ تانیث کی۔ قَوْمٌ خَوْنَةٌ (خاء اور واؤ مفتوح) خیانت کا لوگ۔

خَوْنَةٌ تَخْوِينًا: اس نے اسے خیانت کا کہا، یا سمجھا، یا خیانت سے منسوب کیا۔ الخَوَانُ: دسترخوان جس پر کھانا چٹا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اس میں ایک اور لہجہ الخَوَان ہے (خاء مضموم) جسے الفارابی نے نقل کیا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ خاء کمسور یعنی الخوان زیادہ فصیح ہے۔ فَثَلَاثَةُ أَخْوَانَةٍ: تین دسترخوان اور زیادہ کے لئے خُون (نون ساکن) ہے۔

الخَانُ: سرانے یا ہوٹل۔

خ و ی - حَوْبَ الدَّارِ: گھر ٹیڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع تَخْوِيٌّ اور مصدر خَسَوَاء ہے۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ مکان یا گھر گر گیا۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ: (سو یہ ان کے اوندھے گھر ہوئے گھر ہیں) یعنی

ملازمین اور منتظمین، اس کا واحد خائل ہے یعنی پیش کار۔ ممکن ہے کہ الخَوْلُ بھی واحد ہو۔ یہ ایسا نام ہے جو غلام اور لونڈی دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ الفراء رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ الخَوْلُ جمع ہے اور اس کا واحد کا صیغہ خائل ہے جس کا معنی نگہبان ہے۔ دوسروں نے کہا کہ یہ لفظ تنخویل سے مشتق ہے جس کا مطلب دوسرے کا مالک بنانا اور اختیار سونپنا ہے۔ الخَالُ: ماموں، ماں کا بھائی۔ الخَالَةُ: خالہ، ماں کی بہن، اس کا مصدر الخُوُولَةُ ہے۔

خ و م - الخَامَةُ: بزرے کی تروتازگی۔ حدیث شریف میں ہے: قَتَلَ الْمُؤْمِنَ مَثْلُ الخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ غَيْلُهَا الرِّيشُ مَرَّةً هَلْكَذَا وَمَرَّةً هَلْكَذَا: مؤمن کی مثال بزرے کی تروتازگی کی طرح ہے یا نرم اور تروتازہ بزرے کی طرح جسے ہوا کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف جھکا دیتی ہے۔

خ و ن - خَائِنَةٌ فِي كَذَا: اس نے فلاں معاملے میں اس سے خیانت کی۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہو رہے تھے۔



سراپا نیک اور خیر عورت۔ قول خداوندی ہے: **أُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ**: ان جنتی لوگوں کے لئے سراپا نیک عورتیں ہوں گی۔ **خَيْرَاتٌ خَيْرَةٌ** کی جمع ہے۔ یعنی وہ عورت جو ہر بات میں بڑھ چڑھ کر ہو۔ اسی طرح قول خداوندی ہے: **فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حَسَنَاتٌ**: ان خیرات کا کہنا ہے کہ جب لفظ خیر سے کسی کی صفت بیان کی جائے تو کہا جائے گا: **فُلَانٌ خَيْرٌ**: یعنی صفات میں سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا اور خیر پر 'ة' کا اضافہ مؤنث کے لئے کیا گیا ہے، اس سے مراد اسم تفضیل یعنی **أَفْعَلٌ** کا صیغہ نہیں ہے۔ اور اگر تمہاری مراد اسم تفضیل بنانا ہو، تو کہنا چاہئے کہ **فُلَانَةٌ خَيْرٌ النَّاسِ** کہ فلاں عورت لوگوں میں سے بہترین عورت ہے۔ یہ تو خیرۃ کہنا چاہئے اور نہ ہی **أَخِيرٌ** کہنا چاہئے۔ یہ کلمہ نہ تو معنی بنایا جاتا ہے اور نہ ہی جمع۔ کیونکہ یہ معنی کے لحاظ سے اسم تفضیل ہے **بِرُوزِنِ أَفْعَلٍ** ہے۔ رہا شاعر کا یہ قول:

**أَلَا بَكَرَ النَّاعِي بِخَيْرِي بَنِي أَسَدٍ**  
تو شاعر نے یہاں **بِخَيْرِي** کو تثنیہ اس لئے باندھا ہے کہ یہ کلمہ دراصل **خَوْرِي** (یاء مشدّد) ہے۔ ضرورت شعری کے باعث اس نے تشدید کے بدلے تخفیف کا استعمال

خالی پڑے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **خَاوِيَةٌ** کا معنی گرا ہوا ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی ہے: **فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوسِهَا**: یعنی یہ گھراپنی چھتوں کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔

**الْخَوِيَّةُ**: زچہ کے لئے مخصوص کھانا۔  
**خَوِيٌّ الرَّجُلُ تَخَوِيَّةٌ**: آدمی نے نماز کے دوران سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے الگ رکھا۔

خ ی ب - **خَابَ يَخِيبُ، خَيْبَةٌ**: نامراد ہوا۔ ضرب المثل ہے:  
**الْهَيْبَةُ خَيْبَةٌ**: ہیبت زدہ ہونا یعنی خوف زدہ ہونا مراد ہے۔

خ ی ر - **الْخَيْرُ**: شر یعنی برائی کی ضد بھلائی۔ اس کا باب **بَاعَ** ہے۔ کہا جاتا ہے **خَيْرٌ يَأْزُجُلُ**: اے شخص تو نے بھلائی پالی۔ **فَأَنْتَ خَيْرٌ**: تو صاحب خیر ہے۔ قول خداوندی ہے: **إِنْ تَرَكَ خَيْرًا**: اگر کوئی مال ورثے میں چھوڑے، یعنی چھوڑ مرے۔

**الْخِيَارُ**: (خاء مکسور) بھلے اور نیک لوگ۔ اشرار کی ضد۔ یہ لفظ اختیار کا اسم بھی ہے اور اس کا معنی گلڑی یا کھیرا بھی ہے۔ لیکن یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

**رَجُلٌ خَيْرٌ وَخَيْرٌ**: جیسے **هَيْنٌ هَيْنٌ**: سراپا خیر آدمی اور اسی طرح **امْرَأَةٌ خَيْرَةٌ**:

خ ی ش - الخَيْشُ: ریشمی چادروں کا کپڑا۔

خ ی ط - الخَيْطُ: دھاگا۔ اس کی جمع

خَيْوُطٌ اور خَيْوُطَةٌ ہے جس طرح فُحْلٌ کی جمع فُحُولٌ اور فُحُولَةٌ ہے۔

المِخِيْطُ بروزن المِبْضُخ: سوئی اور یہی معنی الخِيَاطُ کا ہے۔ یہی لفظ قول

خداوندی میں آیا ہے: حَتَّى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ: یہاں تک

کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔ الخَيْطُ الاسود سے مراد فجر کے وقت

مشرقی افق پر لمبی تاریک دھاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رات کی

سیاہی ہے۔ اور الخَيْطُ الابْيَضُ سے مراد روشنی کی سفید دھاری ہے۔

خِاطُ الثَّوْبِ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا مضارع يَخِيْطُ اور مصدر خِيَاطَةٌ ہے۔

اسم فاعل مَخِيْطٌ اور اسم مفعول مَخُوْطٌ ہے۔

خ ی ف - الخَيْفُ: پہاڑ کی کھردری اور ناہموار زمین کی ڈھلوان اور پانی بہنے کی

جگہ سے بلند جگہ۔ اسی نسبت سے مَسْجِدُ خَيْفٍ کا نام مشتق ہے۔

أَخَافُ الْقَوْمَ: لوگوں نے پڑاؤ ڈالا یا اترے۔

فَرَسٌ أَخِيْفٌ: ایسا گھوڑا جس کی آنکھ

کیا ہے جیسے: مَيِّتٌ كَوْمِيَّتٌ اور هَيِّنٌ كَوْهَيِّنٌ کہتے ہیں۔

الخَيْرِ: (خاء مَكسور) انگور کی تیل۔ الخَيْرَةُ بروزن المَيْرَةُ: اس قول کا اسم

خَارَ اللَّهُ لَكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ: اللہ اس مہم میں تیرا بھلا کرے یعنی خیر چاہی۔

الخَيْرَةُ: بروزن العِنْبَةُ: اس قول کا اسم اختارَ اللَّهُ تَعَالَى: اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔

کہا جاتا ہے: مُحَمَّدٌ خَيْرَةُ اللَّهِ مِنْ خَلْقِهِ: یعنی محمد ﷺ خلق خدا میں سے اللہ

کے برگزیدہ ہیں۔ خَيْرَهُ (ياء متحرك) کی بجائے الخَيْرَةُ (ياء ساكن) بھی کہا گیا

ہے۔ الإختِيَارُ: چننا، چناؤ۔ یہی معنی التَّخْيِيرُ کا ہے۔ مُخْتَارٌ کا اسم تَصْغِيرٌ مُخْيِرٌ ہے جس

طرح مُغْيِرٌ ہے۔ الاستِخَارَةُ: استخارہ۔ خیر طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: اسْتَخِرِ اللَّهَ يَخِرْ لَكَ:

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو، وہ تمہارے لئے خیر کرے گا۔ یعنی خیر سے نوازے گا۔

خَيْرُهُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے اسے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا۔ یعنی اس نے یہ اختیار سوچ دیا۔

خَيْرَانٌ: دیکھے بَدِيلٌ مادہ (خ ز ر)۔

خ ی س - الخَيْسُ: کچھار، شیر کے رہنے کی جگہ۔

کے تحت ہونا چاہئے۔

رَجُلٌ أَخِيْلٌ: زیادہ تلوں والا شخص۔

الْخِيْلَاءُ: (خاء مضموم و مکسور) کبر و تکبر  
مثلاً: تم کہو کہ اختال بس نے تکبر کیا۔

ذُو خِيَالٍ اور ذُو خَالٍ وَ ذُو مَخِيْلَةٍ  
کا معنی کبر والا ہے، اترانے والا۔

خَالُ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کا خیال کیا  
یا دھیان کیا۔ اس کا مضارع يَخَالُ اور

مصدر خَيْلًا، خَيْلَةً وَ مَخِيْلَةً اور  
خَيْلُوْلَةٌ ہے اور اس کا باب ظننتُ اور اس

کی جمع اخوات ہے۔ تم مستقبل کے  
معنوں میں اِخَالَ (ہمزہ مکسور) کہو گے

اور زیادہ فصیح یہی ہے۔ قبیلہ بنی اسد والے  
لوگ اسے اِخَالَ (ہمزہ مفتوح) پڑھتے

ہیں یا کہتے ہیں اور یہ قیاس ہے۔

اِخَالَ الشَّيْءِ: بات مشتبه ہوگئی۔ چنانچہ  
کہا جاتا ہے کہ: هَذَا اَمْرٌ لَا يَخِيْلُ: یہ

ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

خَيْلٌ اِلَيْهِ: اسے وہم ہوا۔ یہ فعل مجہول  
ہے۔ تَخِيْلٌ لَهُ وَ تَخَايَلٌ اِنَّهٗ كَذَا:

اسے شبہ ہوا کہ معاملہ یوں ہے یا اسے ایسا  
لگا کہ معاملہ یوں ہے۔

تَخِيْلُهُ فَتَخِيْلُ: اس نے اس بات کا  
خیال کیا تو اس کا خیال اس کے دل میں جم

گیا یا دل میں بیٹھ گیا۔ اس کی ایک مثال یہ  
ہے جس طرح تَصَوْرَةٌ فَتَصَوَّرُ: اس

تو نیلی ہو اور دوسری سیاہ سرگین۔ اسی طرح

ہر جاندار جس کی ایک آنکھ نیلگوں ہو اور  
دوسری سرگین۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے

ہیں: اَخِيْفٌ جس کا معنی مختلف ہے۔

اِخْوَةٌ اَخِيْفٌ: اخیانی بھائی۔ جن کی  
ماں تو ایک ہو لیکن باپ مختلف ہوں۔

خِيْفٌ: دیکھئے بذیل مادہ (خ و ف)۔  
خ ی ل - الْخِيَالُ وَ النِّخِيَالَةُ: دور سے

دکھائی دینے والا ڈھانچہ یا لہر بھی۔

النَّخِيْلُ: گھڑسوار، شہسوار۔ اسی نسبت  
سے قول خداوندی ہے: وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ

بِنَخِيْلِكَ وَرَجَلِكَ: تو ان پر اپنے  
گھڑسوار اور پیادے پڑھا۔ النَّخِيْلُ

سے مراد گھوڑے بھی ہیں۔ اسی نسبت سے  
قول خداوندی ہے: وَالنَّخِيْلُ وَالبِغَالُ

وَ النِّجْمُ لِيَتَرَ كِبُوْهَا: گھوڑے، خچر  
اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو۔

النِّخِيَالَةُ: گھوڑوں والے۔

النَّخَالُ - نخال: بتل جو چہرے پر ہوتا  
ہے۔ اس کی جمع خِيَالَانُ ہے۔ النَّخَالُ:

ماں کا بھائی، ماموں۔ اس کی جمع اَخْوَالُ  
ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب نے خَالَ  
بمعنی ماموں کا ذکر (خ و ل) مادے کے

تحت کیا ہے اور (خ ی ل) مادے کے  
تحت۔ اسے بہر حال کسی ایک ہی مادے

اسے تَخِیْل سے اسم صفت بناتے ہیں۔  
 خ ی م - الخِیْمَةُ: خیمہ جسے عرب بدو  
 درختوں کی ٹہنیوں سے بناتے ہیں۔ اس کی  
 جمع خَیْمَاتٌ اور خَیْمٌ ہے جس طرح  
 بَدْرَاتٌ اور بَدْرٌ ہے۔  
 الخِیْمٌ کا معنی بھی خیمہ ہے اور اس کی جمع  
 خَیْمَاتٌ ہے۔ اس کی مثال فَرَاخٌ وَفِرَاخٌ  
 ہے۔

خِیْمَةٌ: اس نے اسے خیمہ کی طرح بنایا۔  
 خَیْمٌ کا معنی کسی جگہ ڈیرہ ڈالنا بھی ہے۔  
 تَخَیْمٌ بمکانٍ: وہ کسی جگہ خیمہ زن ہوا۔

نے تصور کیا تو اس کے دل میں اس کا تصور  
 بیٹھ گیا۔ یا اس نے تصویر بنائی تو تصویر بن  
 گئی۔ اور دوسری مثال: تَبَيَّنَهُ فَتَبَيَّنَ اس  
 نے اسے خوب واضح کیا تو وہ خوب واضح  
 ہو گیا اور تَحَقَّقَهُ فَتَحَقَّقَ لَهُ: اس  
 نے اس کی تحقیق کی تو بات اس پر ثابت ہو  
 گئی۔

الأخْيَالُ: ایک پرندہ۔ نکرہ کی حالت میں  
 یہ اسم منصرف ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے نہ  
 معرفہ ہونے کی حالت میں منصرف سمجھتے  
 ہیں اور نہ نکرہ ہونے کی حالت میں، بلکہ

## باب الضال

ہوگا۔ فَعَلَ يَفْعَلُ از باب ضَرَبَ  
يَضْرِبُ کے تمام افعال سے اسم ظرف  
مَفْعَلُ کے وزن پر آئے گا۔

د ب ج- الدِّيَابُج: (دال کسور) ایک قسم  
کا کپڑا۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اس  
کی جمع دِيَابِج ہے اور تم چاہو تو دبابِج  
بھی کہہ سکتے ہو۔ یعنی الف سے پہلے 'ب'  
لگا کر۔ الدِّيَابُجَتَان: دو زخار۔

د ب ح- ذَبَّحَ الرَّجُلُ تَذْبِيحًا:

آدی نے اپنی کمر پھیلا دی اور سر اس طرح  
تھکا دیا کہ سردوئوں سُرینوں سے بھی نیچے  
جھک گیا۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ نَهَى اَنْ  
يَذْبَحَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعِ كَمَا  
يَذْبَحُ الْحَمَارُ: نبی کریم ﷺ نے اس  
بات سے منع فرمایا کہ آدی رکوع میں  
گدھے کی طرح سُرینوں سے بھی نیچے سر  
جھکا دے۔

د ب ر- الدُّبُّرُ: اور الدُّبُّرُ (باء متحرک و

ساکن) پیٹھ۔ قول خداوندی ہے: وَيُولُّونَ  
الدُّبُّرُ: وہ پیٹھ پھیریں گے۔ یہ حکم جماعت  
پر ہے۔ جیسے قول خداوندی: لَا يَرْتَدُّ  
إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ: ان کی نظریں ان کی

د ا ب- ذَابٌ فِي عَمَلِهِ: اس نے  
اپنے کام میں محنت کی اور تھکا۔ اس کا باب  
قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور اسم فاعل  
ذَائِبٌ ہے۔ اس میں صرف الف زائد  
ہے۔

الدَّائِبَان: رات اور دن۔

الدَّأْبُ: (ہمزہ ساکن) عادت اور  
شأن: ہمزہ کبھی متحرک بھی ہوتی ہے۔

د ا م- الدَّامَاءُ: سمندر۔

دَاءٌ: دیکھے بذیل مادہ د و ا۔

دَائِرَةٌ: دیکھے بذیل مادہ د و ر۔

دَارِيٌّ: دیکھے بذیل مادہ د و ا۔

دَارَةٌ: دیکھے بذیل مادہ د و ر۔

دَارِيٌّ: دیکھے بذیل مادہ د و ر اور د ر ن۔

د ب ب- ذَبَّ يَذْبُ: (دال کسور)

ذَبًّا اور ذَبِينًا: وہ ریگا۔ زمین پر ہر ریگنے

والا کیڑا کموڑا ذَابَّةٌ ہوگا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ

اَكْذَبُ مِنْ مَنْ ذَبَّ: زندوں اور

مردوں میں سب سے چھوٹا۔

مِدْبُ السَّيْلِ: (دال کسور و مفتوح)

سیلاب کے بہنے کی جگہ۔

اسی طرح مِدْبُ النَّمْلِ: چیونٹیوں کے

نکلنے کی جگہ۔ اسم کسور ہوگا اور مصدر مفتوح

الدَّبَارُ (دال مسور) کا معنی ہے بعد میں یا وقت گزرنے کے بعد مثلاً: فُلَانٌ يَأْتِي الصَّلَاةَ دِبَارًا: فلاں شخص وقت نکل جانے کے بعد یا آخر وقت میں نماز کے لئے آتا ہے۔

الدَّبُورُ: ہوا، باد صبا۔

دَبَرَ النَّهَارَ: دن چلا گیا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَدْبَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاللَّيْلِ إِذَا اَدْبَرَ: اور قسم ہے رات کی جب وہ دن کے بعد آتی ہے۔ اس آیت میں دَبَرَ کو اَدْبَرَ پڑھا گیا ہے۔

دَبَرَ الرَّجُلُ: آدمی مُرَا اور بوڑھا ہو گیا۔ دَبَرَتِ الرِّيحُ: ہوائے مشرق کا رخ اختیار کر لیا یا باد صبا چلی۔ اَدْبَرَ الْقَوْمُ: قوم یا لوگ باد صبا میں پھینچے یا داخل ہوئے۔

الإدبار: زوال، اقبال کی ضد۔

دَابِرَةٌ: اس نے اس سے دشمنی کی۔

الاستدبار: استقبال کی ضد۔ التَّدْبِيرُ: تدبیر۔ معاملہ کے انجام کی تدبیر کرنا اور اچھے انجام کا سوچنا۔ بندوبست کرنا۔ التَّدْبِيرُ: سوچ بچار کرنا۔ التَّدْبِيرُ کا معنی کسی غلام کو آزاد کرانا بھی ہے۔ ایسے آزاد شدہ غلام کو مُدَبَّرٌ کہتے ہیں۔ جو مالک کی وفات پر آزاد ہونے کی شرط پر آزاد ہو گیا ہو۔

طرف لوٹ نہ سکیں گی۔

الدُّبْرُ اور الدُّبْرُ دُونِ الْقُبْلِ کی ضد ہیں یعنی پشت کی شرمگاہ۔ الدَّبْرَةُ: (دال اور باء مفتوح) جنگ میں شکست۔ یہ اِدْبَارُ کا اسم ہے۔ محاورہ ہے کہ شَسْرُ الرَّايِ الدَّبْرِي بروزن الطَّبْرِي: بدترین رائے وہ ہے جو وقت اور ضرورت کا وقت گزر جانے کے بعد یاد آئے۔

فارسی مثل ہے: ”مُشْتِے کے بعد از جنگ یاد آید بگلہ خود باید زد“۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ لَا يُصَلِّي (الصَّلَاةَ) إِلَّا دَبْرِيًّا: فلاں شخص وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھتا ہے، یا آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور محدثین اسے دُبْرِي بروزن قُمْرِي بولتے ہیں۔ قَطَعَ اللَّهُ دَابِرَهُمْ: خدا ان کے آخری شخص کو بھی کاٹ ڈالے۔

الدَّبِيرُ: پھچلا، وہ چیز جسے تم تل کھاتے وقت اپنے سینے کے پیچھے چھوڑو اور القَبِيلُ: اگلا، یعنی وہ چیز جو تمہارے سینے کے سامنے آتی ہو۔ محاورہ ہے کہ: فُلَانٌ لَا يَعْرِفُ قَبِيلًا مِنْ دَبِيرٍ: یعنی اسے اگلے پیچھے یا آگے پیچھے کا کوئی ہوش نہیں ہے۔ یعنی بُرے بھلے کی کوئی تمیز نہیں۔

الدَّبَارُ: ہلاکت (دال مفتوح) اور

اور قَدْ دَمَلْتَهُ الدَّبِيلَةُ: آفت و مصیبت۔ یہ اسم تصغیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دَبَلْتَهُمُ الدَّبِيلَةَ یعنی انہیں آفت نے آن گھیرا۔

د ب ی - الدَّبَسِي: مڈی، اُڑنے سے پہلے کی حالت میں۔ اس کا واحد دَبَاةٌ ہے۔

الدَّبَسَاءُ: (دال مضموم و مشدّد اور الف ممدود) کدّو۔ اس کا واحد دَبَّاءَةٌ ہے۔

د ث ر - الدِّثَارُ: (دال مکسور) جسم کے ساتھ لگے ہوئے کپڑے کے اوپر جو کچھ بھی اوڑھا ہو۔

قَدْ تَدَثَّرَ: اس نے اپنے آپ کو کھیل میں لپیٹ لیا۔

دَثَّرَ الرِّسْمَ: نشان مٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ تَدَثَّرَ کا بھی یہی مطلب ہے۔

د ج ج - الدُّجَّةُ: بروزن الحُجَّةُ: تاریکی کی شدت۔

لَيْلَةٌ دَيُّجُوجٌ: تاریک رات۔ لَيْلٌ دَيُّجُوجِي (دال مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هُنَّ لَاءِ الدَّاجِ وَلَيْسُوا بِالْحَاجِ: یہ نوکر چاکر اور مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔ حاجی نہیں ہیں۔ الدِّجَاجُ: مرغ و مرغی۔ دال مفتوح مکسور کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔

لَا تَدَابَرُوا: یعنی ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو۔

د ب س - الدِّبْسُ: تازہ کھجوروں سے ٹپکنے والا رس۔

د ب غ - دَبَّغَ: چڑے کا پکانا اور رنگنا۔ اس کا باب نَصَّرَ اور كَتَبَ ہے۔

دِبَاغًا: بھی چڑا رنگنا (دال مکسور) حدیث شریف میں ہے: دِبَاغُهَا طَهُورُهَا: چڑے کا پکانا اور رنگنا ہی اس کو پاک کرنا ہے۔

الدِّبَاغُ: جس سے چڑا رنگا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ: الْجِلْدُ فِي الدِّبَاغِ: چڑا رنگائی یعنی رنگنے کے عمل میں ہے۔ الدِّبْغُ (دال مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

د ب ق - الدِّبْقُ: (دال مکسور) لائے چٹانے کے لئے گوند کی طرح کا مواد، اس سے پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

د ب ل - دَبَلُ الأَرْضِ: زمین کو قابل کاشت بنانا۔ اسے کھا دو غیرہ ڈال کر زرخیز بنانا۔ اس کا باب نَصَّرَ ہے۔ یہاں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور التہذیب میں بھی یہی لکھا ہے البتہ الدیوان وغیرہ میں اس کا باب دَخَلَ لکھا ہے۔

أَرْضٌ مَدْبُوءَةٌ: اصلاح شدہ زمین۔ تم جس چیز کی اصلاح کر کے اسے قابل استعمال بناؤ تو کہیں گے کہ قَدْ دَبَلْتَهُ

صورت لیل یعنی رات کی ہے۔ وصف اور  
اضافت میں اس کی بھی یوم کی طرح دو  
صورتیں ہیں۔

الدُّجْنُ کا معنی بہت بارش بھی ہے۔  
الدُّجْنَةُ: (دال مضموم) تاریکی اور  
اندھیرا۔

المُدَّاجِنَةُ بروزن المداھنَةُ.

د ج ی - الدُّجْحِي: تاریکی۔

قَدْ دَجْحِي: رات تاریک ہوگئی۔ اس کا  
باب سَمَاءٌ ہے۔ لَيْلَةٌ دَاجِيَةٌ: تاریک  
یا اندھیری رات۔ اسی طرح اَدَجْسِي  
اللَّيْلُ: رات تاریک ہوگئی یا رات کی  
تاریکی چھاگئی۔

تَدَجْحِي: تاریکی چھاگئی۔

دِجَاحِي اللَّيْلُ: رات کی تاریکیاں۔  
گویا یہ دَيْجَاة کی جمع ہے۔ اصمعی نے کہا  
کہ دَجَا اللَّيْلُ کا معنی یہ ہے کہ رات نے  
ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا تاریکی کے  
ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی نسبت سے  
دَجْسِي الاسلام کا معنی ہوگا کہ اسلام ہنسا  
گیا اور اس نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔

المُدَّاجَاة: مدارات۔ کہا جاتا ہے کہ  
دَاجَاه: اس نے اس سے مدارات کی یعنی  
دشمنی کو چھپایا اور ظاہر داری کی۔

د ح ر - دَحْرَةٌ: اس نے اسے دھتکار دیا۔

دور کر دیا۔ اس کا باب خَصَّعَ ہے۔

اس کا واحد دَجَاجَةٌ ہے۔ مذکر و مؤنث  
دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اس  
کے آخر میں 'ة' تانیث کے لئے نہیں بلکہ  
افراد کے لئے ہے جس طرح حمۃ اور  
بطۃ میں 'ة' افراد کے لئے ہے۔ کیا تم نے  
جریر کے اس شعر کو نہیں دیکھا:

لَمَّا تَدَكَّرْتُ بِالذَّبْرَيْنِ اَرْقَنِي

صَوْتُ الدَّجَاجِ وَضُرْبُ بالنواقيس

”مقام دیرین پر جب مجھے یاد آیا تو مجھے

مرغ کی اذان اور ناقوس کی آواز نے

بیدار کر دیا۔“

شعر میں صوت الدجاج سے مراد  
زَقَاءُ الدَّبِكِ یعنی مرغ کی آواز ہے۔

د ج ر - الدَّيْجُور: تاریکی۔ لَيْلَةٌ

دَيْجُور: تاریک رات۔

د ج ل - الدَّجَالُ: مسج کذاب۔

دِجْلَةٌ: دریائے دجلہ جو بغداد میں واقع

ہے۔ ثعلب نے کہا تم کہتے ہو کہ عَبْرَتُ

دِجْلَةٍ: میں نے دجلہ عبور کیا۔ اس میں

یعنی دجلہ کے شروع میں اَلْ نہیں ہے۔

د ج ن - الدُّجْنُ: آسمان پر بادلوں کی

گھٹا۔ قَدْ دَجْنُ يَوْمَنَا: آج کے دن گھٹا

چھائی ہے۔ اس کا باب نَصَّرَ ہے۔

الدُّجْنَةُ: تاریک تہ در تہ بادل جن میں

بارش نہ ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَوْمَ دَجْنِ

اور يَوْمَ دُجْنَةٍ: ابر آلود دن۔ اور یہی



مَدَحَى النِّعَامَةَ: مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ اور وادِ حِیْہَا: انڈوں سے بچنے کا لئے کی جگہ۔

د خ خ - الدُّخُ: (دال مضموم) دُخَانٌ کا ایک اور لہجہ یا لغت بمعنی دُھواں۔

د خ ر ص - الدِّخْرِیُّصُ: (دال مکسور) اس کی جمع دَخَارِیُّصُ ہے۔ قمیض کے گریبان۔

د خ س - الدُّخْسُ: بروزن الصَّرْدُ ایک دریائی یا سمندری مچھلی جو ڈوبتے کو بچاتی ہے۔ اس کی کمر کو سہارا دیتی ہے تاکہ وہ تیر سکے۔ اسے ڈولفن کہتے ہیں بروزن المُنْجِنِ۔

د خ ل - دَخَلَ يَدْخُلُ دُخُولًا وَمَدْخَالًا: (میم مفتوح) داخل ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: دَخَلَ الْبَيْتَ وَهْ كَهْرٍ مِثْلٍ داخل ہوا۔ دُرست جملہ یوں تھا: دَخَلَ فِي الْبَيْتِ: اس میں فی مقدر ہے۔ جب حرف جر (فی) کو حذف کیا گیا تو پھر البیت کو مفعول بہ مان کر اسے نصب دے دی گئی۔ کیونکہ ظرف مکان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مبہم اور دوسرا محدود۔ مبہم ظرف مکان: عالم کی چھ اطراف اور ان کے بیچ و طرز پر دوسرے اسماء ظرف مثلاً: عِنْدَهُ، وَسَطُهُ بمعنی پاس اور درمیان کے ہیں۔ اور اس سے مشابہت والے

د ح ر ج - دَحْرَجَهُ دَحْرَجَةً وَدَحْرَجًا جَابًا: (دال مکسور) المُدْحَرَجُ: گول۔

د ح ض - دَحَضَتْ حُجَّتَهُ: اس کی دلیل باطل ہو گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اَذْحَضَهَا اللَّهُ: اللہ اس کو باطل کر دے۔

دَحَضَتْ رِجْلُهُ: اس کا پاؤں پھسل گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الاِذْحَاضُ: پھسلانا۔

د ح ل - الدَّاحُولُ: لکڑی کا وہ پھندا جو ہرن کے شکاری شکار کے لئے گاڑتے ہیں۔

د ح ا - دَحَا الشَّيْبِي: اس نے چیز کو بچھایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

قول خداوندی ہے: وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا: اللہ نے اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔

دَحَا الْمَطَرُ الْحَصَى عَنْ وَجْهِ الْأَرْضِ: بارش نے سطح زمین سے کنگر پھیلا دیئے۔

دَحِيَّةُ الْكَلْبِي: (دال مکسور) وہ صحابی جن کی صورت میں جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت وحید لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

الدَّخْلُ -- الخَرْجُ کی ضد بمعنی آمدن۔  
الدَّخْلُ کا معنی عیب اور شک و شبہ بھی ہے۔ عربی شعر ہے:

تَرَى الْفَيْسَانَ كَالنَّخْلِ  
وَمَا يُدْرِيكَ بِالدَّخْلِ  
”تمہیں نوجوان کھجور کے درختوں کی  
طرح نظر آتے ہیں لیکن تمہیں اس بات کا  
پتہ ہے کہ اندر سے کیا ہیں۔“

الدَّخْلُ: (دال اور خاء دونوں مفتوح)  
ملاوٹ اور دھوکہ۔ کہا جاتا ہے: هَذَا  
الْأَمْرُ فِيهِ دَخْلٌ وَدَعْلٌ: اس کا مہیا  
بات میں کچھ ملاوٹ ہے۔ دَخَلَ اور  
دَعَلَ دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

قول خداوندی ہے: لَا تَتَخَذُوا  
أَيْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ: اپنی  
قسموں کو اپنے درمیان مکر و فریب نہ بناؤ۔  
الْمُدْخَلُ: (میم مفتوح) داخل ہونا اور  
داخل ہونے کی جگہ بھی۔ تم کہتے ہو کہ:  
دَخَلَ مَدْخَلًا حَسَنًا: وہ اچھی طرح  
یا اچھے انداز سے داخل ہوا اور دَخَلَ  
مَدْخَلًا صِدْقًا وہ سچائی کی جگہ داخل  
ہوا۔

الْمُدْخَلُ: (میم مضموم) داخل کرنا۔ اور  
فعل أَدْخَلَ كَمَا مَفْعُولٌ بِهِ بھی ہے۔ مثلاً: تم  
کہتے ہو: أَدْخَلَهُ مُدْخَلَ صِدْقٍ: اس  
نے اسے داخل ہونے کی جگہ داخل کیا۔

کلمات اسم ظرف ہوں گے اور یہی اسم  
اسماء ظرف ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ  
تمہاری پیچھے والی جہت دوسرے آدمی کے  
لئے سامنے والی جہت ہوگی اور اسی طرح  
دوسرے اسماء۔ اور محدود اسماء ظرف وہ ہیں  
کہ جن کی شخصیت، اور حدود و اطراف  
معین ہوں۔ مثلاً: الْجَبَلُ، الْوَادِي،  
السُّوقُ، الدَّارُ اور المسجد وغیرہ۔

یہ اسماء ظرف نہیں ہوں گے۔ تم یہ نہیں کہتے  
کہ قَعْدَتُ الدَّارِ: یعنی میں گھر بیٹھا  
اور نہ ہی صَلَاتُ الْمَسْجِدِ یعنی میں نے  
مسجد پڑھی، کہیں گے اور نہ ہی نِمْتُ  
الجبل کہیں گے۔ یعنی میں پہاڑ سویا اور  
نہ ہی قَمْتُ الْوَادِي یعنی میں وادی کھڑا  
ہوا، کہیں گے۔ اس طرح کے تمام جملوں  
میں حرف جر کو محذوف کیا گیا ہے۔ مثلاً:

دَخَلَ الْبَيْتَ وَنَزَلَ الْوَادِي اور  
صَعِدَ الْجَبَلَ بمعنی وہ گھر میں داخل ہوا۔  
وہ وادی میں اترا۔ اور وہ پہاڑ پر چڑھا۔

إِدْخَلَ بَرُوزَانَ الْفَتْلَ كَمَا مَطْلَبٌ بِي دَخَلَ  
ہے یعنی وہ داخل ہوا۔ اگرچہ شعر میں  
إِنْدَخَلَ بھی آیا ہے لیکن یہ فصیح نہیں ہے۔  
تَدْخَلَ: وہ تھوڑا تھوڑا کر کے داخل ہوا یا  
آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

تَدْخَلْنِي مِنْهُ شَيْئًا: میرے اندر  
اس چیز میں سے کچھ آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

د ر ا - الدَّرءُ: مدافعت کرتا، اور ہٹاتا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

د ر ا: وہ اچانک نمودار ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اسی سے لفظ كَوَكَبْتُ دِرْمِيْ بروزن سِجِّیْتُ ماخوذ ہے یعنی شدید چمکدار۔ دُرْمِيْ: (دال مضموم) موتی سے منسوب۔ اسے دُرْمِيْ: (دال مضموم) اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

تَدَارَأْتُمْ اور اِذَا رَأَيْتُمْ: تم نے مدافعت کی اور اختلاف کیا۔

المُدَارَاةُ: مخالفت و مدافعت۔ البتہ المُدَارَاةُ بمعنی حسنِ خلق، تو اس میں ہمزہ لکھی جاتی ہے اور الف کو حرف لین کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: دَارَاةٌ اور دَارَاةٌ: اس نے اسے نرم و ملائم کیا اور اس سے بچاؤ کیا۔

د ر ب - الدَّرْبَةُ: عادت اور جنگ کی ٹریننگ، اور دوسرے کاموں کی ٹریننگ۔

قَدْ دَرَبَ بِالشَّيْءِ: (راء مکسور) اس نے کام کی تربیت حاصل کی ہے اور اس کا عادی ہو گیا۔

رَجُلٌ مُدْرَبٌ: تربیت یافتہ شخص۔

مُدْرَبٌ: تربیت یافتہ ٹریننگ دینے والا۔ اس کی مثال مُجْرَبٌ اور مُجْرَبَةٌ ہے۔ قَدْ دَرَبْتَهُ الشَّدَاةُ: تَلْکِیْفُوں اور سختیوں نے اسے تجربہ کار بنایا ہے تاکہ وہ

الدَّخِیْلُ: دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے والا۔

الدَّوْخَلَةُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری جس میں تازہ کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔ (اس لفظ میں لام مشدّد ہے اور بغیر تشدید کے بھی)۔

د خ ن - دُخَانُ النَّارِ: آگ کا دھواں، اس کی جمع دُوَاخِنٌ ہے۔ جس طرح عَفَانٌ کی جمع عَوَائِنٌ ہے۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے۔ دَخَنَتِ النَّارُ: آگ کا دھواں اُٹھا۔

اس کا باب دَخَلَ اور خَضَعَ ہے۔ اِذْخَنْتُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی جب مزید لکڑیاں ڈالنے سے آگ کے شعلے بچھ جائیں اور دھواں اُٹھے۔

دَخِنَ الطَّبِیْخُ: جب ہانڈی سے بھاپ نکلے۔ یعنی ہانڈی پکے یا پکوان پکے۔ اس کا باب طَوَّبَ ہے۔

الدُّخْنُ: باجرا یا کنگنی کا اناج۔ الدُّخْنَةُ بروزن الدِّرْبَةُ: دھونی جس سے مکانوں کو دھونی دی جاتی ہے۔

د د - الدُّدُّ: کھیل کود۔ حدیث شریف میں ہے: مَا أَنَا مِنْ دِدٍ وَلَا الدُّدُّ مَنِ: نہ تو میں کھیل کود کے لئے بنا ہوں اور نہ کھیل کود میرے لئے بنا ہے۔

د د ن - الدَّيْدُنُ: عادت و رسم رواج۔ د د ا - الدَّذَا: کھیل۔

شریف میں ہے کہ: أُمِرْتُ بِالسِّوَاكِ حَتَّى خِفْتُ لِأَذْرَدَنْ: مجھے اتنی تاکید سے سواک کرنے کا حکم دیا گیا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ میں کہیں پوپلا نہ ہو جاؤں۔ خوف سے حضور ﷺ کی مراد خیال ہے۔

دُرْدِي: تپھٹ۔ دُرَيْدٌ أَذْرَدٌ كَأَسْمِ تَصْغِيرٍ هـ۔ یعنی پوپلا جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔

د ر ر - الدَّرُّ: دُوْدُه، کسی کی مذمت کرنے

کے لئے کہا جاتا ہے کہ لَا دَرْدَرُهُ يَعْنِي اس کی بھلائی نہ بڑھے۔ اور تعریف اور مدح کے لئے کہا جاتا ہے: لِلَّهِ تَعَالَى دَرَّةٌ: یعنی اس کا عمل خدا کے لئے ہو۔ اور لِلَّهِ دَرَّةٌ مِنْ رَجُلٍ: اس کا کسی کے ساتھ کی ہوئی بھلائی کا اللہ صلہ دے۔

الدَّرَّةُ: موتی۔ اس کی جمع دُرٌّ، دُرَّاتٌ اور دُرٌّ ہے۔

الْكُوْكُبُ الدَّرَمِيُّ: چمکدار ستارہ۔ ستارہ کی موتی کی طرف نسبت اس کی چمک اور روشنی کی وجہ سے ہے۔ دَرَمِيُّ كَوَكَبٌ كَبِيحٌ دَرَمِيُّ (دال کسور) بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مثال سُخْرِيٌّ اور سِخْرِيٌّ نيز لُجِيٌّ اور لَجِيٌّ ہے۔

الدَّرَّةُ: دودھ کی بہتا اور روانی و فراوانی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع دِرٌّ ہے۔

مضبوط ہو گیا اور مشکلات برداشت کرنے کے قابل ہوا۔

د ر ج - دَرَجٌ: قدم اٹھایا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

الدَّرَجُ: وہ مر گیا۔ دَرَجَةُ الْإِسَى كَذَا تَدْرِيْجًا وَاسْتَدْرَجَهُ كَأَيْكٍ هِيَ مَعْنَى ہے یعنی اس نے اسے بتدریج قریب کیا۔ فَتَدْرَجُ: تو وہ اس کے قریب ہو گیا۔

المَدْرَجَةُ بَرُوزَانِ المَتْرَبَةُ: مذہب و مسلک۔

الدَّرَجَةُ: سیرھی۔ اس کی جمع الدَّرَجُجُ ہے۔ الدَّرَجَةُ كَأَيْكٍ مَعْنَى مَرْتَبَةٍ بَعْدَ مَرْتَبَةٍ هِيَ ہے۔ اس کی جمع الدَّرَجَاتُ ہے۔

الدَّرَجُجُ: (راء ساکن و مفتوح) رجسٹریس میں اندراج ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: أَنْفَذْتُهُ فِي دَرَجٍ كَتَابِي: میں اسے اپنے رجسٹریس میں درج کر لیا ہے، (راء ساکن) یعنی میں نے اسے اپنے رجسٹریس میں شامل کر لیا ہے۔ الدَّرَاجُ وَالدَّرَجَةُ (دال مضموم) تیز، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ مستعمل ہے۔

أَرْضٌ مَدْرَجَةٌ: تیزوں والی زمین جس میں تیز بکثرت ہوں۔

د ر د - رَجُلٌ أَذْرَدٌ: ایسا شخص جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔ اس کی مؤنث دَرْدَاءُ۔ اس کا باب طَرِبٌ ہے۔ حدیث

سے دانے الگ کئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت  
ادریس علیہ السلام کو کتاب الہی کے زیادہ  
پڑھنے کی وجہ سے اِدْرِيس نام دیا گیا۔  
ورنہ ان کا نام اُخْنُوخ (دو خاء کے ساتھ)  
بروزن مَفْعُول تھا۔

دَارَسَ الْكُتُبَ وَتَدَارَسَهَا: اس نے  
کتابیں پڑھیں اور مسلسل پڑھتا رہا۔  
دَرَسَ الشُّبَّ: کپڑا پھٹ گیا۔ اس کا  
باب نَصَرَ ہے۔

د ر ع - دِرْعٌ: زرہ، یہ مونٹ کا سینہ  
ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکر بھی ہے  
اور مونٹ بھی۔

دِرْعُ الْمَرْأَةِ: عورت کی قمیض۔ ان  
معنوں میں دِرْعٌ مذکر ہے۔

اِدْرَعَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے قمیض  
پہنی۔ دَرَعَهَا غَيْرُهَا: اسے کسی اور نے  
قمیض پہنائی۔ اس کا مصدر قَدَرِيعًا ہے۔

الْمِدْرَعُ: بروزن الْمِبْضَعُ اور  
الْمِدْرَعَةُ: جبہ، چوڑ۔

الدَّرَاعَةُ: جبہ۔ اس کی جمع الدَّرَارِيْعُ  
ہے۔

اَدْرَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے زرہ پہن لی۔  
تَدْرَعُ کا معنی بھی اس نے زرہ یا قمیض یا  
جبہ پہن لیا ہے۔ بعض اوقات جبہ پہننے کے  
لئے تَمَدَّرَعُ کہتے ہیں لیکن یہ بہت کمزور  
لغت یا لہجہ ہے۔

سَمَاءٌ مِدْرَارٌ: بہت زیادہ بارش والا  
آسمان۔

دُرُّ الضَّرْعِ بِاللَّبَنِ: تھن دودھ سے بھر  
گیا۔ اس کا مضارع يَدْرُ اور مصدر دُرُّوْرًا  
ہے۔

اَدْرَبَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بہت دودھ دیا۔  
ایسی اونٹنی کو مِدْرٌ کہیں گے۔

الرَّيْحُ تَدِرُ السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو تیز  
ہانکتی یا چلاتی ہے۔

تَسْتَدِرُّ: وہ دودھ دوتی ہے۔  
الدَّرُّ دَارٌ: (دال مفتوح)، ایک قسم کا  
درخت۔

د ر ز - الدَّرَزُ: درز، سیون، اس کی جمع  
دُرُوْرٌ ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔

بُجُوْرٌ اور لیکھوں (باریک جوڑوں کو بِنَاثُ  
الدَّرُوْرُ کہتے ہیں)۔

د ر س - دَرَسَ الرَّسْمُ: نشان مٹ گیا،  
اس کا باب دَخَلَ ہے۔

دَرَسَتُهُ الرَّيْحُ: ہوانے اسے مٹا دیا۔ اس  
کا باب نَصَرَ ہے۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور  
متعدی بھی۔ دَرَسَ الْقُرْآنَ وَنَحْوَهُ:

اس نے قرآن وغیرہ پڑھا۔ اس کا باب  
نَصَرَ اور كَتَبَ ہے۔ دَرَسَ الْحِنْطَةَ،  
يَدْرُسُهَا: (راء مضموم) دِرَاسًا (دال  
مکسور) اس نے گیبوں کو گاہا یعنی بھوسے

تَذَارَكَ الْقَوْمُ: قوم کے سارے لوگ اکٹھے ہو گئے یا ایک دوسرے سے آٹے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: حَتَّىٰ إِذَا آذَرْتُمُوًّا فِيهَا جَمِيعًا: یہاں تک کہ وہ سارے وہاں جا اکٹھے ہوئے۔ یہ لفظ اصل میں تَذَارَكَ كَوَا تَحَا لکن ت اور د کے ادغام کے باعث آذَرْتُمُوًّا ہو گیا۔ لوگوں کے دَرَاك كَبْنِے كَا مَطْلَب اَذْرِكْ هے لَعْنَى جَان لے يَا پَالْے اور فَعْل امر کے لے اسم هے۔

الدَّرَكُ: تاوان۔ اس میں راء کو متحرک اور ساکن دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَا لِحَقِّكَ مِنْ دَرَكٍ فَعَلِيٌّ خُلَاصَةٌ: تم پر جو تاوان پڑے میں اسے ادا کر دوں گا۔ دَرَكَاتُ النَّارِ: دوزخیوں کے جہنم میں درجے بلکہ تہیں۔

النَّارُ دَرَكَاتٌ وَالْجَنَّةُ دَرَجَاتٌ: دوزخ کی تہیں (درکات) ہوں گی اور جنت کے درجات ہوں گے۔ دوزخ کی آخری ٹھلی تہہ کو دَرَكٌ يَا دَرَكٌ کہتے ہیں۔

الدَّرَاكُ: (دال مکسور) مدآرکہ، ایک دوسرے کے ساتھ آواز ملانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: دَارَكَ الرَّجُلُ صَوْتَهُ: یعنی آدمی نے اپنی آواز کے ساتھ آواز

رَجُلٌ دَارَعَ عَلَيْهِ: آدمی زرہ پہنے ہوئے ہے۔ گویا وہ دُورِذِعُ ہے یعنی وہ زرہ والا ہے۔ اس کی مثال لابن (دودھ والا) اور تَامِرُ (کھجور والا) ہے۔

د ر ق - الدَّرَقَةُ: چڑے کی ڈھال۔ اس کی جمع دَرَقٌ ہے۔ دَرِيَاقِي: تریاق کا ایک اور تلفظ یا لہجہ ہے۔ الدَّوْرَقِيُّ: پیانہ خاص گو شراب تاپنے کا پیانہ۔ میری رائے میں یہ فارسی سے معرب ہے۔

د ر ك - الإدراك اللُّحُوقُ: پہنچنا، جاملنا، جالینا، پالینا۔

میرا کہنا ہے کہ الادراک کا معنی اللحوق کی بجائے اللِّحَاقُ صحیح ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: مَشَى حَتَّىٰ أَذْرَكَهُ: وہ چلتا گیا تا آنکہ اس نے اس کو جالیا یا اس سے جاملا۔ اور عَاشَ حَتَّىٰ أَذْرَكَ زَمَانَهُ: وہ تب تک زندہ رہا، تا آنکہ اس نے اس کا زمانہ پالیا۔

أَذْرَكَهُ بِبَصَرِهِ: اس نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

أَذْرَكَ الْغُلَامُ وَالشَّمْرُ: لڑکا بالغ ہو گیا اور پھل پک گیا۔

اسْتَدْرَكَ مَافَاتٍ: اس نے گم شدہ چیز بازیاب کر لی۔ تَذَارَكَ كَمَا هِيَ يَبِي مَعْنَى هے۔

درہ م - الدِّرْهَمُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ الدِرْهَمِ (ہاء مکسور) ہے۔ شاید اسے الدِرْهَام بھی کہا گیا ہے۔ درہم کی جمع دراہم ہے۔ اور الدِرْهَام کی جمع دَرَاهِم ہے۔

دری - دَرَاةُ: اور ذَرَى بِہ: اس نے جان لیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ دِرَايَةٌ اور ذُرْيَةٌ (دال مضموم) بھی اور مکسور بھی۔ جانکاری، درایت اور سمجھ بوجھ۔ لوگ کہتے ہیں: لَا أَدْرُ كَثْرَتِ اسْتِعْمَالِ كَيْ بَاعَث تَخْفِيفِ كَيْ مَشِي نَظْرِي، کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں: لَمْ أَبْلُ اور لَمْ يَكْ ہے۔

أذْرَاهُ: اس نے اسے بتایا۔ قرآن کی آیت کو وَلَا أذْرَأُكُمْ بِهِ اور نہ تمہیں اس سے واقف کرتا پڑھا گیا ہے، اس میں وجہ ہمزہ کا ترک ہے۔

مَدَارَاةُ النَّاسِ مِثْلُ مَدَارَاةِ الْفِ كِ ہمزہ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنا اور ملائمت اور نرمی کا سلوک ہے۔

دس ر - الدِّسَارُ: (دال مکسور) اس کی جمع دُسُر ہے۔ وہ ڈوریاں جس سے کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کیل اور میخیں ہیں۔ قول

مَلَأَنِي -

الدِّرَاكُ: (راء مشدّد) بہت زیادہ ادراک کرنے والا سمجھدار آدمی۔ أَفْعَلَ وزن سے فَعَال کے وزن پر بہت کم مشتق آتا ہے البتہ لوگ حَسَّاسٌ دِرَاكٌ کو یا تو ایک لہجہ سمجھتے ہیں یا تاکیدی دوہرا کلمہ۔ یعنی ازدواج کلمہ۔

درک ل - الدِّرْكِلَةُ: (دال مکسور) کاف مکسور) عجمی لوگوں کی گڑیا اور ایک قسم کا رقص بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى أَصْحَابِ الدِّرْكِلَةِ فَقَالَ جِدُّوا بَيْنِي أَرْفِدَةٌ حَتَّى تَعْلَمَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى أَنَّ فِي دِينِنَا فُسْحَةً: ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گزرا صحابہ درکلہ کے ہاں سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ خوب ناچو کہو تاکہ یہود اور نصاریٰ کو معلوم ہو کہ ہمارے دین میں تفریح کی گنجائش ہے۔

درن - الدَّرْنُ: میل کچیل۔ قَدْ دَرِنَ الثُّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا۔ اس کا باب طَرَب ہے۔ اس کا اسم فاعل دَرِنٌ ہے۔ دَارِنٌ: بحرین میں ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ جہاں کا عطر بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے اس عطر کو مسکِ دَارِن کہا جاتا ہے۔ دارین کی طرف اسم نسبتی دَارِيٌّ ہے۔

ریگستان۔

د ع ب - الدُّعَابَةُ: مزاج، ہنسی مزاج،

دل لگی۔ دَعَبٌ يَدْعَبُ كَا بَابِ قَطْعٍ

يقطع ہے اور اسم فاعل دَعَابٌ (عین

مشدّد) ہے۔ المُدَاعِبَةُ: ہنسی مذاق کرنا۔

د ع ث ر - الدُّعَثْرَةُ: (دال مفتوح)

روندنا، پامال کرنا۔

المُدْعَثْرُ: مہدم، روندنا ہوا۔ افتادہ، پامال۔

حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَقْتُلُوا

أَوْلَادَكُمْ سِرًّا إِنَّهُ لِيُذْرِكُ

الْفَارِسَ فَيُذْعَثِرُهُ: اپنی اولاد کو

اس چھپی ہوئی خواہش یا خوف سے قتل نہ

کرو کہ وہ (جوان ہو کر) جب وہ سوار بنے

تو سواری اسے گرا دے۔

د ع ج - الدُّعْجُ: (دال اور عین مفتوح)

آنکھ کی گہری سیاہی اور بڑائی عَيْنٌ

دُعْجَاءٌ بڑی اور گہری سیاہ آنکھ۔ (الف

ممدود) اس کا باب طرب ہے۔

د ع ر - الدُّعْرُ: (دال اور عین مفتوح)

ناپاکی، نجس، پلیدی۔

الدُّعَارَةُ: (دال مفتوح) پلیدی اور فسق۔

اس کا باب طرب اور تسلیم ہے۔ اس کا

اسم فاعل دَاعِرٌ ہے اور اس کی مؤنث

دَاعِرَةٌ ہے۔

خداوندی ہے: عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ

وَدُسُرٍ: ہم نے لوح کو ایک کشتی پر جو

تختوں اور تختوں سے تیار کی گئی تھی (سوار

کرایا)۔ دُسُرٌ كُوتَخْفِيفٍ كَرَكِ دُسُرٍ بَعِي

پڑھا گیا ہے۔

الدُّسُرُ: دھکیلا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے عنبر پھلی کے بارے

میں فرمایا کہ وہ ایسی چیز ہے جسے سمندر

دھکیلتا ہے۔

د س س - دَسَّ الشَّيْءُ فِي التُّرَابِ:

اس نے چیز مٹی میں دبا دی، یا چھپا دی۔

اس کا باب رَدَّ ہے۔

د س ع - الدُّسْعَةُ: بخشش کرنا۔ حدیث

شریف میں ہے: أَلَمْ أَجْعَلْكَ

تَدْسَعُ: کیا میں نے تمہیں بہت زیادہ

بخشش کرنے اور عطیہ دینے والا نہیں بنایا۔

د س م - الدُّسْمُ: گوشت یا اس کی

چربی۔

دَسِمَ الشَّيْءُ: چیز چکنی ہوگئی یا مٹیا لے

رنگ کی ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَدَسِيمُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو چکنا بنانا یا

اس پر چربی ملنا۔

د س ا - دَسَّهَا: اس نے اسے چھپایا۔

اصلاً یہ لفظ دَسَّسَهَا ہے۔ ان میں سے

ایک سین کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔

د ش ت - الدُّشْتُ: دشت، صحراء،

① اس سے مراد دودھ پلانے کے زمانے میں بیوی سے مباشرت سے گزرنا اور دودھ کی اور اسے قتل اولاد کے برابر سمجھا گیا ہے۔



بلاوا ہے۔ الدَّعْوَةُ (دال کسور) نسب کا دعویٰ۔ کلام عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ عَدِيُّ الرَّبَابِ کے لوگ نسب کے دعویٰ کے معاملہ میں الدَّعْوَةُ میں دال کو مفتوح کرتے ہیں اور طعام یعنی کھانے کی دعوت کے معنوں میں الدَّعْوَةُ میں دال کو کسور پڑھتے ہیں۔ الدَّعِيُّ: منہ بولا بیٹا یا ستھنی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ: خدا تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی اور صلبی بیٹے نہیں بنایا۔

ادعى عَلَيْهِ بكَذَا: اس نے فلاں پر یا اس کے خلاف یوں یا یہ دعویٰ کیا ہے۔ اس فعل سے اسم الدعویٰ ہے۔

تَدَاعَتِ الْحَيْطَانُ لِلْخَرَابِ: دیواریں ایک دوسرے سے متصادم ہو گئیں، یا ایک دوسرے پر گر پڑیں۔

دَعَا: اس نے اسے پکارا۔ اسْتَدْعَاةُ کا بھی یہی معنی ہے۔ دَعَوْتُ اللَّهَ لَهُ: میں نے اس کے حق میں دُعاءِ خیر کی۔ دَعَوْتُ عَلَيْهِ: میں نے اس کے لئے بد دعا کی۔ اَدْعُوهُ دُعاءِ میں اسے پکارتا ہوں۔ الدَّعْوَةُ: ایک مرتبہ کا بلاوا اور الدُّعاءُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع الأدْعِيَةُ ہے۔ اس سے مؤنث مضارع کا

د ع ع- دَعَّةُ: اس نے اسے دھکیلا یا دھکا دیا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ قول خداوندی میں یہی کلمہ آیا ہے: فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ: یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

د ع ك- الدَّعْكُ: ہاتھ یا پاؤں سے مل کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ منڈنا یا ملنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

قَدْ دَعَكَ الْأَدِيمَ وَالْحَصْمَ: اس نے چمڑے کو مل کر نرم کیا اور ملا طفت سے دشمن کو نرم کیا۔

تَدَاعَكَ الرَّجُلَانِ فِي الْحَرْبِ: دو آدمیوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو نرم کیا یا رگڑا، یعنی ایک دوسرے کی خوب مار پیٹ کی۔

د ع م- دَعَمَ الشَّيْءُ: اس نے کسی چیز کو سہارا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الدَّعَامَةُ: (دال کسور) گھر کا ستون۔ قَدْ اِدْعَمَ: اس نے سہارا لیا۔

دعة: دیکھئے بذیل مادہ (و د ع)۔

د ع ا- الدَّعْوَةُ إِلَى الطَّعَامِ: کھانے کی دعوت یا بلاوا (دال مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ كُنَّا فِي دَعْوَةِ فُلَانٍ: ہم فلاں شخص کی دعوت میں تھے۔

مُدْعَاةُ فُلَانٍ: فلاں کا بلاوا۔ یہ مصدر ہے، اور اس سے مراد کھانے کی دعوت یا

مفتوح۔ فساد، خرابی۔ اس کی مثال  
الدَّخْلُ ہے۔

د غ م۔ اَدْعَمْتُ الْفَرَسَ اللَّجَامَ:  
میں نے گھوڑے کے منہ میں لجام ڈال  
دی۔ ادغام الحروف اسی نسبت سے کہتے  
ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں: اَدْعَمَ الْحَرْفُ:  
اس نے حرف کا ادغام کیا یا اَدْعَمَهُ۔

د ف ا۔ اَلدَّفْعُ: اونٹ کے بچے، دودھ،  
نیز اونٹ سے حاصل ہونے والی ہر کار آمد  
چیز۔ قول خداوندی ہے: لَكُمْ فِيهَا  
دِفْعٌ: ان میں تمہارے لئے کار آمد  
چیزیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَنَا  
مِنْ دِفْعِهِمْ مَا سَلَمُوا اِبَالْمِيثَاقِ: ان  
کی کار آمد چیزوں میں سے ہمارے لئے  
وہی کچھ جائز ہے جو وہ معاہدے کی رو سے  
ہمارے سپرد کریں۔ اس کا معنی گرمائش بھی  
ہے۔ جو فِعْلُ الدَّفْعِ الرَّجُلُ کا اسم ہے۔  
اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اور طرب ہے۔  
اس کا معنی گرمائش پہچانے والا بھی ہے۔  
رَجُلٌ دَفِئٌ (یاء مقصور) دَفْتَانُ (الف  
ممدود)۔ امْرَأَةٌ دَفَائِي۔ اور يَوْمٌ دَفِئٌ  
(یاء ممدود) اس کا باب ظرف ہے۔

لَيْلَةٌ دَفِئَةٌ: گرم رات، اسی طرح نَوْبٌ،  
دَفِئٌ اور بَيْتٌ دَفِئٌ کہہ سکتے ہیں یعنی  
گرم کپڑا اور گرم گھر۔

د ف ت ر۔ اَلدَّفْتُرُ: نوٹ بک، کاپی۔

صیغہ ہوگا: اَنْتَ تَدْعِينِ يَاتَدْعُوْنَ اور  
تَدْعِينِ اس میں ع کی ضمہ کا اِشْتِمَ ہوگا یعنی  
آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے  
سے ضمہ کا اظہار۔ اور جمع مَوْنِثٌ کا صیغہ ہو  
گا: اَنْتُنَّ تَدْعُوْنَ یہ صیغہ مذکر اور مَوْنِثٌ  
دونوں میں ایک جیسا ہوگا۔

داعية اللبن: دودھ سے بچا ہوا یا چھوڑا  
ہوا تھنوں میں باقی ماندہ دودھ۔ حدیث  
شریف میں ہے: دَعُ دَاعِيِ اللَّبَنِ:  
تھنوں میں باقی ماندہ دودھ چھوڑ دو۔

د غ د غ۔ اَلدَّغْدَغَةُ: گدلگی۔

د غ ر۔ اَلدَّغْرَةُ: (وال مفتوح) اُچک  
کر کسی سے چیز چھین لینا۔ حدیث شریف  
میں اس کے بارے میں ہے کہ: لَا قَطْعَ  
فِي الدَّغْرَةِ: چیز اچک کر چھیننے کی سزا  
ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

الدَّغْرُ: دھکیلا، دھکا۔ اس کا باب قَطَعَ  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے: عَلامٌ  
تَعْدِبُنْ اَوْلَادِ كُنْ: اپنے بچوں کو گلا  
گھونٹنے کا عذاب کیوں اور کس وجہ سے  
دیتی ہو۔ اس سے مراد حلق میں انگلی ڈال کر  
حلق کے کوے کو دبانے ہے۔ (گلے میں  
خراش وغیرہ کے باعث ماکیں یا بوڑھی  
عورتیں بطور علاج بچے کے حلق میں انگلی  
ڈال کر کوے کو دباتی ہیں)۔

د غ ل۔ اَلدَّغْلُ: دال اور نین دونوں

الدَّفْعَةُ مِنَ الْمَطَرِ وَغَيْرِهِ: بَارَشَ  
وغيرہ کی بوجھاڑ۔ الدَّفْعَةُ (دال مفتوح)  
دفعہ، بار، مرتبہ۔

د ف ف - الدَّفُّ: (دال مضموم) بجانے  
والا ڈھول۔ اسے دَفَّ (دال مفتوح) بھی  
بولاجاتا ہے۔ دَافَهُ مَدَافَةً وَدِفَافًا:  
لادنا، بار کرنا۔ یہ کلمہ خالد بن ولیدؓ کی حدیث  
میں آیا ہے۔<sup>۱</sup>

د ف ق - دَفَّقَ الْمَاءَ: اس نے پانی  
بھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَاءٌ دَافِقٌ  
بہنے والا پانی۔ یہاں دافق سے مراد  
مَدْفُوقٌ ہے جیسے کاتیم سے مکتومؓ مراد  
لی جاتی ہے۔ اِنْدِفَاقٌ: بہاؤ، بہنا۔  
التَّدْفِيقُ: بہنا، گرنا، خارج ہونا۔

جَاءَ الْقَوْمُ دُفْقَةً وَاحِدَةً: قوم  
یکبارگی آگئی۔ ایک ہی دفعہ آگئی۔

د ف ل - الدِّفْلِيُّ: کڑوا پودا۔ واحد اور  
جمع کا ایک ہی صیغہ ہے۔ اس پر تنوین کہیں  
آتی اور کہیں نہیں آتی۔ الف کے الحاق اور  
نکرہ ہونے کی صورت میں اس پر تنوین  
آتی ہے اور اگر اسے مؤنث بنا دیا جائے تو  
پھر تنوین نہیں آتی۔

د ف ن - دَفَنْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز  
دفن کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا  
اسم مفعول مَدْفُونٌ اور دَفِينٌ ہے۔ اِدْفَنَ

۱ متن حدیث یہ ہے: نَمَنَ كَمَا نَمَنَ مَعَهُ اَبِيهِ لَيْلَةَ اَلْبَيْتِ. (مترجم)

د ف ر - الدَّفْرُ: گندگی۔ خاص کر کہا جاتا  
ہے کہ: دَفْرًا لَّهُ: یعنی وہ غلاظت ہے۔  
اسی نسبت سے دنیا کو اَمَّ دَفْرٍ یعنی غلاظت  
اور گندگی کی ماں کہا گیا ہے۔ یہ اسم ہے اس  
کا مصدر دَفَّرَ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا  
باب طَرِبَ ہے۔ لونڈی کو پکارتے وقت  
کہا جاتا ہے: یَا دَفَّارِ (راء مکسور) یعنی  
اے غلیظ اور گندی لڑکی۔

د ف ع - دَفَعَ إِلَيْهِ شَيْئًا: اس نے  
اسے کچھ دیا۔  
دَفَعَةٌ فَإِنَّدَفَعَ: اس نے اسے دھکیلا تو  
اسے دھکا لگا۔ یا دھکیلا گیا۔ دونوں کا باب  
قطع ہے۔

اِنْدَفَعَ الْفَرَسُ: گھوڑا چل پڑا۔  
اِنْدَفَعُوا فِي الْحَدِيثِ: انہوں نے  
بات کرنا شروع کی۔ المَدْفَاعَةُ: ٹال  
مٹول۔

دَفَعَ عَنْهُ: اس نے اس کی مدافعت کی۔  
دَفَعَ عَنْهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ یہی کلمہ  
آپ یوں کہیں گے کہ: دَفَعَ اللَّهُ  
عَنْكَ السُّوءَ: اللہ تعالیٰ تیری تکلیف  
دور کرے۔ دِفَاعًا اس کا مصدر ہے۔

اِسْتَدْفَعَ اللَّهُ الْأَسْوَاءَ: اس نے اللہ  
سے اس کی تکلیفیں دور کرنے کی دعا کی۔  
تَدَفَعَ الْقَوْمُ فِي الْحَرْبِ: قوم نے  
جنگ میں ایک دوسرے کو دھکیلا۔

درخت کی عبادت کرتے تھے۔

د ق ع - الدَّقْعَاءُ: بروزن الحَمْرَاءُ:

مٹی۔ کہا جاتا ہے کہ: دَقَعَ الرَّجُلُ:

(قاف مسور) آدمی پھسل کر مٹی سے لت

پت ہو گیا۔ الدَّقْعُ: (دال اور قاف

دونوں مفتوح) فقر و ناداری کی بدگمانی۔

حدیث شریف میں ہے: إِذَا جُعِئْتُ

دَقِئْتُ: تم عورتوں کو جب فاتے لگتے

ہیں تو عاجزی کے مارے زمین میں گڑ جاتی

ہو۔ فَقْرٌ مُدَقِّعٌ: خاک میں ملا دینے والا

فقر اور ناداری۔

د ق ق - الدَّقِيقُ: باریک اور پتلا۔

الغليظ یعنی گاڑھے اور موٹے کی ضد۔

اسی طرح الدَّقَاقُ: (دال مضموم) اور

الدَّقِيقُ (دال مسور) کا یہی مطلب ہے۔

اسی لفظ سے حُمَى الدَّقِيقِ كَالْفَشْتَقِ ہے

جس کا معنی تپ دق ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا

کہ أَخَذَ جِلَّةً وَدِقَّةً: اس نے بیش و کم

سب کچھ لے لیا۔

قَدْ دَقَّ الشَّيْءُ يَدِقُّ دِقَّةً: چیز باریک ہو گئی ہے۔

أَدَقَّهُ: اسے کسی اور نے باریک کر دیا۔

دَقَّقَهُ تَدَقَّقًا: اس نے اسے خوب

باریک کیا ہے۔ یعنی باریک بینی سے دیکھا

ہے۔ المَدَاقَةُ فِي الْأُمْرِ: معاملہ میں

باریک بینی کرنا۔

التَّدَاقُ: باریک بینی، معاملہ کی تہہ تک

الشَّمِيُّ: چیز ذفن ہو گئی۔ یا ذفن ہوا۔ اس کا

باب افتعال ہے۔ یہی معنی اِنْدَفَنَ ہے۔

دَاءٌ دَفِينٌ چھپا ہوا مرض جس کی تشخیص نہ

ہو سکے۔

التَّدَافِنُ: ایک دوسرے کو ذفن کرنا۔ کہا

جاتا ہے: لَوْ تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَافَنْتُمْ:

یعنی اگر تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر

ہوتے تو تم ایک دوسرے کو نہ چھپاتے۔

د ف ا - أَدْفَيْتُ الْجَرِيحَ: میں نے زخمی

مار ڈالا۔ یا زخمی پر گرم کپڑا ڈالا۔ حدیث

شریف میں ہے: أُنْبِي بِأَسِيرٍ يُوعَكُ

فَقَالَ بِقَوْمٍ اذْهَبُوا بِهِ فَاذْفُوهُ: آپ

ﷺ کے پاس ایک تیدی لایا گیا جو بخار

میں تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت کو حکم

دیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے سردی بچانے

کے لئے گرم پٹیاں پہنچاؤ۔ لوگ اسے لے

گئے اور اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کے وارثوں کو خون بہا ادا

کیا۔

الدَّفْوَاءُ: ایک بہت بڑا درخت۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ أَبْصَرَ شَجْرَةَ

دَفْوَاءٍ تُسَمَّى ذَاتَ انْوَاطٍ: نبی اکرم

ﷺ کی نظر ایک بہت بڑے درخت پر

پڑی جسے لوگ ذات انواط کہتے تھے۔

کیونکہ اس درخت سے ہتھیار لگتے رہتے

تھے۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس

کوئی ہوئی زمین بنا دیا۔ اور پھر ذکاء سے الف حذف کیا گیا کیونکہ جبل مذکر ہے۔ لہذا اس میں کسی قسم کا ابہام یا التباس نہیں ہے۔ الدُّكْدَاكُ: زمین کے ساتھ تہ بہ تہ جمی ہوئی ریت جو ٹیلہ کی شکل میں زمین کی سطح سے بلند نہ ہو۔ اس کا ذکر جریر کی حدیث میں ہے۔ الدُّكَّةُ: (دال مفتوح) اور الدُّكَّانُ: وہ جگہ جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ لوگ دُكَّانِ کا نون اصلی سمجھتے ہیں، (حالانکہ یہ اضافی ہے)۔

د ک ن - الدُّكْنَةُ: سیاہی مائل رنگ۔ قَدْ ذِكِنَ الشَّيْبُ: چیز سیاہی مائل ہوگئی۔ ایسی چیز کو اذْكَنْ کہیں گے۔ الدُّكَّانُ: دکان اس کی جمع دُكَّائِنُ ہے فارسی سے معرب لفظ ہے۔

د ل ب - الدُّلْبُ: درخت۔ اس کا واحد دُلْبَةٌ ہے۔ الدُّوْلَابُ: اس کی جمع الدُّوَالِبُ ہے۔ معنی الماری۔

میرا کہنا ہے کہ الدُّوَالِبُ (دال مفتوح) رہٹ، پن چکی، کتاب المَغْرِبِ میں اسے بطور نعت استعمال کیا گیا ہے۔

د ل ج - اذْلَجَ: شروع رات میں چل پڑا۔ اس کا اسم الذَّلْجُ ہے۔ (دال اور لام دونوں مفتوح) اور الدُّلْجَةُ والذَّلْجَةُ بروزن البَجْرَعَةُ وَالضَّرْبَةُ بھی اس نفل

پہنچنا۔

اسْتَدَقَ الشَّيْبُ: چیز باریک ہوگئی۔ دَقَ الشَّيْبُ فَانْدَقَ: اس نے چیز کو کوٹا یا باریک کیا تو وہ باریک ہوگئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّدْقِيقُ: کوٹنے کی مزدوری یا معاوضہ۔ الدَّقِيقُ: آٹا۔ المِدْقُ: المِدْقَةُ کوٹنے کا آلہ۔ مُوسِلاً، دستہ۔

المُدْقُ: (میم اور دال مضموم) یہ کوٹنے کا آلہ۔ یہ ان اوزان میں سے ایک ہے جو مُفْعَلُ کے وزن پر بنائے جاتے ہیں۔ یعنی م اور ع کلمہ کو مضموم کر کے۔

د ق ل - الدَّقْلُ: ردی ترین کھجور۔

د ک ک - الدَّكُ: الدَّقُ: کوٹنا یا

توڑنا اور توڑ کر زمین کے برابر کر دینا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَذَكَّنَّا ذَكَّةً وَّاحِدَةً: انخس کا کہنا ہے کہ یہ اَرْضُ ذَكَّ ہے۔ اس کی جمع دُكُّوْكُ ہے۔ قول خداوندی ہے میں آیا ہے: جَعَلَهُ ذَكًّا: اس نے اسے زمین بوس کر دیا۔ اس نے کہا کہ ہو سکتا ہے یہ مصدر ہو یا عبارت یوں ہو کہ

ذَكَّهُ ذَكًّا یا اس سے مراد جَعَلَهُ ذَا ذَكِّ: پھر 'ذَا' حذف ہو گیا ہو اور 'ذَكَّاءُ' الف ممدود کے ساتھ پڑھا گیا۔ یعنی جَعَلَهُ اَرْضًا ذَكَّاءُ: اس نے اسے

وقت جسم کو مٹا یا رگڑا۔

کے اسم ہیں۔

دل ل - الدَّلِيلُ: وہ حجت جس سے استدلال کیا جائے۔ الدلیل کا معنی رہنما اور گائیڈ بھی ہے۔

الدَّلِيجُ: (دال مشدّد) رات کے آخر میں چل پڑا۔ اس کا اسم بھی الدَّلِيجَةُ اور الدَّلِيجَةُ ہے۔

قَدْ دَلَّهُ عَلَى الطَّرِيقِ: اس نے اسے راستہ دکھلایا۔ اس کا مضارع يَدُلُّ (دال مضموم) ہے اور مصدر دِلَالَةٌ ہے دلالة کا دال مفتوح اور مسور۔

دل س - التَّدْلِيسُ: لین دین اور بیوپار میں خریدار سے سامان کا عیب یا خرابی چھپانا۔

دُلُوْلَةٌ: (دال مضموم اور مفتوح) بمعنی بلند تر، اعلیٰ۔ کہا جاتا ہے کہ: أَدَلَّ قَامَلٌ: اس نے بہت زیادہ محبت کی تو دل برداشتہ ہو گیا۔ اس کا اسم الدَّالَّةُ (لام مشدّد) کہا جاتا ہے: فُلَانٌ يُدِلُّ بِفُلَانٍ: فلاں شخص فلاں پر بہت اعتماد کرتا ہے، یا اس پر تاز کرتا ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ الدَّلُّ الھدی کا قریب المعنی لفظ ہے دونوں کا مطلب سکون، تسکین اور وقار ہے۔ یہ وقار شکل و صورت اور عادات و اطوار وغیرہ میں ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ يَرْتَحِلُونَ إِلَى عُمَرَ فَيَنْظُرُونَ إِلَى سَمْتِهِ وَهَدْيِهِ وَذَلِيهِ فَتَشْبَهُونَ بِهِ: حضرت عبد اللہ کے ساتھی حضرت عمرؓ کے پاس جاتے تو ان کا انداز ان کی رہنمائی اور ان کا پر وقار سمجھانے کا اسلوب دیکھتے تو ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

دل ف - الدُّلْفَيْنُ: (دال مضموم، فاء مسور) ڈولفن مچھلی جو سمندر میں ڈوبتے شخص کو بچا لیتی ہے۔

دل ق - الانْدِلَاقُ: آگے بڑھنا۔ کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا۔ جو چیز باہر سے گر جائے اسے اندلَقَ کہتے ہیں یعنی وہ نمایاں ہو گئی۔ الدَّلْقُ: (دال اور لام مفتوح) ایک جانور جو فارسی سے عرب ہے۔

دل ک - ذَلِكَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو رگڑا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

ذَلَكْتَ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ: سورج ڈھلنے کے وقت سے نماز قائم کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورج کے دُلُوكِ کا معنی اس کا غروب ہونا ہے۔ الدُّلُوكُ (دال مفتوح) کا معنی عطر وغیرہ کا ملنا ہے۔

تَذَلُّكَ الرَّجُلُ: آدمی نے نہاتے

ہم نے تجھ سے اس کی سفارش اور شفاعت کا واسطہ دے دیا ہے۔

تَدَلَّتِي مِنَ الشَّجَرَةِ: وہ درخت سے نیچے لٹک آیا۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ ذَنَى فَتَدَلَّتِي: یعنی پھر وہ قریب ہوا اور نیچے لٹک

آیا۔ اس کی مثال دوسرا قول خداوندی ہے: ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى: پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔ اَذَلَّتِي بِحُجَّتِي: اس نے حجت پیش کی۔

هُوَ يُذِلُّنِي بِرَحْمَتِهِ: وہ اپنے رشتہ داروں کی قربت تلاش کرتا ہے۔

اَذَلَّتِي بِمَالِهِ الْحَاكِمُ: اس نے حاکم کو اپنا مال دے دیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: لَا تَدُلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ: حاکموں کو رشوت نہ دو۔

د م: دیکھئے بذیل مادہ (د م ا)

د م ج - ذَمَجَ الشَّيْئُ: ایک چیز دوسری چیز کے اندر داخل ہوگئی اور وہاں مستحکم ہو کر رہ گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی طرح اِنذَمَجَ اور اِذْمَجَ (دال مشدّد) کا معنی بھی یہی ہے۔

اَذْمَجَ الشَّيْئُ: اس نے چیز اپنے کپڑے میں لپیٹ لی۔

د م ر - الدَّمَارُ: ہلاکت۔ کہا جاتا ہے کہ ذَمْرُهُ اللَّهُ تَذْمِيرًا: اللہ اسے پوری طرح ہلاک کرے۔ ذَمْرٌ عَلَىٰ كَذَا: کچھ بھی

تَدَلَّلَ الشَّيْئُ: چیز نے لٹکتے ہوئے حرکت کی۔

دل م - الدَّيْلَمُ: ایک قوم کا نام۔

دل ہ م - لَيْلَةٌ مُدْلَهَمَةٌ: تاریک رات۔

دل ا - الدَّلْوُ: ڈول، جس کے ذریعے کنویں میں سے پانی نکالتے ہیں۔ اس کی جمع قلت ادل اور جمع کثرت دلاء ہے اور ذلّی ہے جو فَعُول کے وزن پر ہے۔

الدَّالِيَةُ: رہٹ جس کے ذریعے فصلوں کو سینچا جاتا ہے، جسے تیل چلاتے ہیں اور النَّاعُورَةُ، ایسا رہٹ جو پانی سے چلتا ہے۔

ذَلَا الدَّلْوُ: اس نے ڈول کھینچا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

اَذَلَّاهَا: اس نے کنویں میں ڈول ڈال دیا۔ شعر میں مُذَلِّي کے معنوں میں الدَّالِي استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ڈول ڈالنے والا ہے۔

ذَلَّاهُ بَعْرُورٍ: اس نے اسے دھوکے میں ڈال دیا۔ یہ بھی ڈول ڈالنے کی طرح ہے۔

ذَلَوْتُ بِفُلَانٍ: میں نے تم سے اس کی سفارش کی ہے۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں

ہے کہ جب انہوں نے حضرت عباسؓ کا واسطہ دے کر بارش کے لئے دعا کی تو فرمایا: ذَلَوْنَا بِهِ إِلَيْكَ مُسْتَشْفِعِينَ:

ہونے کے بعد اٹھ بار۔	کہی ہے۔
المَدَامِعُ: آنکھ کے کنارے جہاں سے آنسو بہتے ہیں۔	دَمَوٌ: بغیر اجازت لئے داخل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ سَبَقَ طَرْفُهُ اسْتِئْذَانَهُ فَقَدْ دَمَرَ: جس کسی نے اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نظر ڈالی گویا وہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
د م غ - الدِّمَاغُ: دماغ اس کی جمع اَدْمِغَةٌ ہے۔	تَدْمُرُ: شام میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔
قَدْ دَمَغَهُ: اس نے اسے سر پر چوٹ لگائی کہ زخم دماغ تک گہرا ہو گیا۔ ایسے زخم کا نام الدِّمَاغَةُ ہے۔	د م س - الدِّيمَاسُ: (دال مسور) حمام۔ حدیث مسخ میں ہے: اِنَّهُ سَبَطَ الشَّعْرَ كَثِيْرًا خِيْلَانِ الْوُجْهِ كَاَنَّهُ خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ: یعنی ان کی تروتازگی اور چہرے کی تیز آب و تاب سے یوں محسوس ہوگا جیسے وہ حمام سے نکلے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مسخ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ اس صورت میں نمودار ہوں گے کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔
د م ک - المِدْمَاكُ: عمارت بنانے میں اینٹوں کا ردہ یا تہہ۔	د م ل - اِنْدَمَلَ الْجُرْحُ: زخم بھر گیا۔ الدَّمْلُ: زخم، اس کی جمع دَمَائِمِلُ ہے۔
د م ل ج - الدَّمْلُجُ: اور الدَّمْلُوْجُ (دال مضموم ولام مضموم) بازو بند۔	د م م - الدَّمِيْمُ: بُرْءُ، قُبْحُ۔
دَمْدَمَ الشَّيْءُ: کسی چیز کو زمین کے ساتھ لگا دینا۔ زمین بوس کر دینا۔ دَمْدَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ: اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔	د م ش ق - دِمَشْقُ: بردوزن حَضْرَجُوْ، شام کا ایک شہر۔
د م ن - الدِّمْنَةُ: کھنڈر۔ اس کی جمع دِمْنٌ ہے۔	د م ع - الدَّمْعُ: آنکھ کا آنسو۔ الدَّمْعَةُ: آنسو کا قطرہ۔
قَدْ دَمِنَ الْقَوْمُ الدَّارَ: قوم نے گھر کو کھنڈر بنا دیا۔ فُلَانٌ يَدْمِنُ كَذَا: فلاں شخص ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔	دَمَعَتِ الْعَيْنُ: آنکھ اٹھ بار ہوئی اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دَمَعَتْ اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے جس کا باب طَرَبَ ہے۔
رَجُلٌ مُدْمِنٌ خَمْرٍ: ہمیشہ شراب پینے والا شخص۔ شرابی۔	الدِّمَاغَةُ: سر کے زخم کی وجہ سے آنکھ خونین
د م ا - الدَّمُ: اصل میں دَمَوٌ ہے یعنی مِمْ	



د ن ا- الدَّنِيسِيُّ: (یاء ممدود) کمینہ،  
خیس۔

دَنَا يَدْنًا (نون مفتوح)۔ دَنَاةٌ (دال  
مفتوح الف ممدود) و دَنُوَةٌ: کینگی۔ اس  
کا باب سَهْلٌ ہے۔

الدَّنِيَّةُ: (یاء ممدود) کینگی۔ بے عزتی،  
فضیحت۔

د ن س- الدَّنَسُ: (دال اور نون  
مفتوح) غلاظت، میل کچیل۔ قَدْ دَنَسَ

الثَّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا۔ اس کا باب  
طَرَبٌ ہے۔ دَنَسُهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے  
نے اسے میلا کر دیا۔ اس کا مصدر قَدَّيسُ  
ہے۔

د ن ف- الدَّنْفُ: (دال اور نون مفتوح)  
چمٹا ہوا مرض، مزمن مرض۔

رَجُلٌ دَنَفٌ: مزمن مریض شخص یا دائم  
المرض شخص۔

امْرَأَةٌ دَنَفٌ: دائم المرض عورت۔  
قَوْمٌ دَنَفٌ: دائم المرض قوم۔ اس صیغہ

میں مذکر مؤنث حثیہ اور جمع سب کے لئے  
ایک ہی صیغہ ہے۔ اگر دَنَفٌ کی بجائے

دَنَفٌ (نون مکسور) پڑھیں تو پھر اس سے  
مؤنث کا صیغہ دَنَفَةٌ ہوگا۔ اور اس صورت

میں اس کا حثیہ بھی بنے گا اور جمع بھی۔ قَدْ  
دَنَفَ المَرِيضُ: مریض قریب المرگ

ہو گیا۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ اَدْنَفٌ کا

متحرک۔ اس کا حثیہ کا صیغہ دَمِيَانٌ ہے  
اور بعض عرب اسے دَمَوَانٌ کہتے ہیں۔

بمعنی خون۔ سیبویہ نے کہا کہ اس کی اصل  
دَمِيٌّ بروزن فَعْلٌ ہے۔ مُرَدُّ کا کہنا ہے کہ

اس کی اصل دَمِيٌّ (میم متحرک) ہے۔ یاء  
اس میں نکل گئی۔ یہی زیادہ صحیح بات ہے۔

ہر ایک کی دلیل اصل میں موجود ہے۔  
الدَّمُّ کا اسم تصغیر دَمِيٌّ ہے اور اس کی جمع

دِمَاءٌ۔

دَمِيٌّ الشَّيْءُ: چیز خون آلود ہوگئی۔ اس کا  
باب صَدِيٌّ ہے۔ اس کا اسم فاعل دَمٌ

ہے۔  
الدَّمِيَّةُ: گڑیا۔ اس کی جمع الدَّمِيٌّ ہے۔

یہ ہاتھی دانت یا اسی طرح کی کسی اور  
دھات کی بنی ہوئی صورت ہوتی ہے، (جسے

آجکل گڑیا کہتے ہیں)۔ شعر میں الدَّمِيٌّ  
کا معنی وہ کپڑے ہیں جن پر تصاویر بنی

ہوں۔ سَاتِيْدَمَا: ایک پہاڑ کا نام ہے۔  
یوں لگتا ہے جیسے یہ دو نام ہوں جنہیں ایک

بنادیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پہاڑ  
کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ کوئی دن

ایسا نہیں گزرتا کہ اس پہاڑ پر خون نہ نیچے۔  
الدَّامِيَّةُ: زخم جس میں خون بھر گیا ہو لیکن

بہہ کر باہر نہ نکلا ہو۔ اردو میں اسے نیل پڑنا  
کہتے ہیں۔ دَمُ الاَحْوِيْنِ: ایک دوائی کا

نام، جس کا دوسرا نام عَنْدَمٌ ہے۔

اجتماع ساکنین کے باعث واؤ حذف ہو گئی۔ اس کی صفت نسبتی دُنْیَاوِی ہوگی۔ دُنْیَوِی اور دُنْیِی بھی اس کی نسبتی صفت کہی گئی ہے۔

ذَانِی بَيْنَ الْاَمَوِیْنِ: اس نے دو باتوں میں قُرب پیدا کیا۔

ذَنَاوَةٌ: قرابت یا قُرب۔ الدَّنِی: قُرب۔ اس کلمہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے۔ الدَّنِی: مکینہ خیس۔ یہ مہوز ہے اور اس کا ذکر دُنْ ا کے ذیل کے تحت کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اَكْتَلْتُمْ فَذَنُّوْا: یعنی دستِ خوان پر اپنے سامنے والی چیز کھاؤ۔

تَدْنِی فَلَانَ: فلان شخص آہستہ آہستہ قُرب ہوا۔

تَدَانُوا: وہ ایک دوسرے کے قُرب ہو گئے۔

د ه ر - الدَّهْرُ: زمانہ۔ اس کی جمع الدَّهْرُ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الدَّهْرُ کا معنی الابَدُ یعنی ہمیشہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ: زمانے کو برانہ کہو، زمانہ تو خود ذاتِ باری ہے۔ لوگ آفات و مصائب کو زمانے سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم پر نازل ہونے والے مصائب اور آفات کے قائل

بھی یہی معنی ہے۔

اَذْنَفَهُ الْمَرَضُ: مرض نے اسے قُرب المرگ کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا اسم فاعل مُذْنَفٌ اور اسم مفعول مُذْنَفٌ ہوگا۔

د ن ق - الدَّائِقُ: (نون مفتوح وکسور) دانگ سکے۔ درہم کا چھٹا حصہ۔

المُذْتَقُّ: موشگافی کرنے والا۔ حضرت حسن بصری کا فرمان ہے کہ: لَا تَذْنُقُوا: معاملات میں موشگافیاں نہ نکالا کرو تمہارے معاملات میں بھی موشگافیاں نکالی جائیں گی۔

د ن ن - الدَّنُّ: اس کی جمع الدَّنَانُ ہے۔ مڈکا جوڑ میں کھود کر رکھا جاسکے۔

الدَّنْدَنَةُ: بھننا ہٹ یا گنگنا ہٹ۔ یہ کہ تم کسی سے نفرت کی سی آواز سنو لیکن سمجھ نہ سکو کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَوْلَهَا نَدْنِدُنٌ: ہم بھی دوزخ اور بہشت کے گرد ہی گنگناتے ہیں۔

د ن ا - دَنَا مِنْهُ: وہ اس کے قُرب ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ الدَّنِیَا کا یہ نام اس کے قُرب ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ اس کی جمع الدَّنَا ہے۔ جیسے الکبریٰ کی جمع الکُبْر ہے۔ اس کی اصل دَنُو ہے۔

① حدیث کامل متن یہ ہے: فَاِنَّمَا ذَنْدَنْتُكَ وَذَنْدَنَةُ مَعَادٍ لِلا تَجْنُهَا لِقَالَ حَوْلَهَا لَدْنِدُنٌ.

چاہتا تو ضرور کھاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر عیب لگاتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں نے اپنی دینی زندگی میں تعیشات اور پڑے تکلف کھانوں سے بھر پورا استفادہ کیا۔

**د ه ق ن - الدّهقان:** یہ کلمہ معذب ہے۔ اگر اس کلمہ میں شامل نون کو اصل حرف قرار دیا جائے تو پھر یہ کلمہ منصرف ہے۔ اور اگر اسے یعنی نون کو حرف زائد سمجھیں تو پھر یہ کلمہ غیر منصرف ہوگا۔

**د ه ل ز - الدّهلیز:** (دال مکسور) دہلیز، چوکٹ۔ یہ فارسی سے معذب کلمہ ہے۔ اس کی جمع الدّھالیز ہوگی۔

**د ه م - دهمهم الامر:** ان پر معاملہ چھا گیا۔ اچانک سر پہ آ پڑا۔ اس کا باب فہم ہے۔ اسی طرح دهمتهم الخیل: ان کو گھڑسواروں نے آلیا۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ دهمهم ہے، (ہاء مفتوح)۔  
**الدّهمة:** سیاہی۔ کہا جاتا ہے: فرس آدھم کالے رنگ کا گھوڑا۔ اور بعیر آدھم: یہ کالے رنگ کا اونٹ۔  
**ناقة دھماء:** سیاہ رنگ کی اونٹنی۔

**ادھام الشیء اذھیماماً:** چیز بالکل سیاہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: فمدھا متن: سیراب ہونے سے گہری بھری کے باعث دو سیاہ۔ عرب لوگ یوں بھی ہر گدلے سبز کو سیاہ کہتے ہیں۔ عراق کے

کو برات کہو کیونکہ ان آفات کا فاعل حقیقی تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔

**الدّهوی:** دال کو مضموم پڑھیں تو اس کا مطلب ہوگا عمر رسیدہ بوڑھا اور اگر دال کو مفتوح پڑھیں تو اس کا معنی ملحد ہوگا۔ ثعلب نے کہا کہ یہ دونوں اسم دھوکے کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں نے شاید نسبت دینے میں تبدیلی کی جس طرح سہیلی کو (سہل) نرم زمین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

**د ه ش - دھش الرجل:** آدمی حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔  
**دھش،** بطور فعل مجہول بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم مفعول مذھوش ہوگا۔  
**أدھشہ اللہ:** (بدعا) اللہ سے دہشت زدہ کر دے۔

**د ه ق - أدھق الكاس:** اس نے پیالہ بھر دیا یا البریز کیا۔  
**کاس دھاق:** چھلکتا جام۔

**الدّهمة:** کھانے کی نرمی، خوشبو اور اس کی باریکی۔ اسی سے حضرت عمرؓ کی حدیث شریف ہے کہ: لَوْ شِئْتُ أَنْ يُدْهَمَقَ لِي لَفَعَلْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ عَابَ قَوْمًا فَقَالَ اذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا: اگر میں نرم و نازک اور پر تکلف کھانے کھاتا

ذَاهِنٌ کا معنی ہے اس نے فریب دیا۔  
أَذَهْنَ: اس نے دھو کر دیا۔ الذُّهْنَاءُ: بلائِ  
تمیم کی ایک جگہ کا نام اسے الف ممدود اور  
مقصود دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

د ه ن ج - الذُّهْنُجُ: (ہاء مفتوح) زمرد  
کی طرح کا ایک قیمتی پتھر، گوہر۔

د ه ی - الذُّهْيَةُ: امر عظیم۔ ذَوَاهِيُ  
الذُّهْرِ: گردشِ زمانہ کی لائی ہوئی آفات و  
مصائب۔ کہا جاتا ہے: دَهَتْهُ دَاهِيَةٌ  
ذَهْوَاءٌ وَذَهْيَاءٌ: اس پر بڑی مصیبت  
آن پڑی۔ کلمات کی تکرار تاکید معنی کے  
لئے ہے۔

الذُّهْيُ: (ہاء ساکن) حُسنِ رائے۔ کہا  
جاتا ہے کہ رَجُلٌ دَاهِيَةٌ: یہ شخص بہت  
بڑی بلا ہے۔ الذُّهْيُ اور الذُّهَاءُ: عقل و  
ذکاوت اور فہم و فراست۔ کہا جاتا ہے کہ: ما  
دَهِكْتُ تَجِبَةَ كَيْفِ آفَتِ آيٍ يَأْكِيَا مَصِيبَتِ  
آن پڑی۔

د و ا - الدَّاءُ: مرض۔ کہتے ہیں: دَاءٌ يَدَاءُ  
بروزنِ خفافِ يَخَافُ يَخَافُ: وہ بیمار ہوا۔ داء  
میں الف ممدود ہے۔ اس کی جمع ادواء ہے  
بمعنی امراض۔

د و اء - دیکھئے بذیلِ مادہ (د و ی)۔

د و ح - الدَّاحُ: بچوں کو بہلانے یا ان  
کے کھینے کے لئے رنگین نقش۔ کہا جاتا ہے  
کہ الدُّنْيَا دَاخَةٌ: دنیا ایک رنگین نقش یا

دیہات کو سرسبزی اور شادابی کے باعث  
سوا کہا جاتا ہے۔ الشَّاةُ الذُّهْمَاءُ:  
بالکل گہرے سرخ رنگ کی بکری۔ پاؤں  
میں باندھنے کے لئے لگنے والی بیڑی کو  
أَذَهْمُ کہتے ہیں۔

د ه ن - الذُّهْنُ: تیل یا چربی۔

الذُّهَانُ: سرخ رنگ کا چمڑا۔ اسی سے قول  
خداوندی: فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالذُّهَانِ:  
آسمان پھٹ کر تیل کی تپجھٹ کی طرح  
سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ لوگوں  
کے کہنے کے مطابق فُرْسٌ وَرْدَةٌ اور انٹی  
وردہ ہوگی۔ الذُّهَانُ دُھن کی جمع بھی  
ہے۔ قَدْ ذَهَنَهُ كَابَابٍ نَصَرَ اور قَطَعَ  
ہے۔ تَذَهَّنَ اور أَذَهْنَ بَابِ افْتَعَلَ ہم  
معنی ہیں جن کا معنی ہے کہ اس نے تیل ملایا  
چربی ملی۔ المذُّهْنُ: (میم مضموم) تیل کی  
بوتل۔ یہ ایسے اسماء ظرف میں سے ایک  
ہے جو مفعول کے وزن پر آتے ہیں۔ اس  
کی جمع مذَاهِنُ ہے۔

المذُّهْنُ کا معنی پہاڑ میں واقع ایسا گڑھا  
بھی ہے جہاں سے پانی رستا ہو۔ اس کا ذکر  
الازہری کی حدیث میں ہے۔ المذَاهِنَةُ  
مِثْلُ المصَانَعَةِ: اور الإذْهَانُ کا بھی  
ایک ہی معنی ہے یعنی نرمی اختیار کرنا۔ اس  
کی مثال قول خداوندی ہے: لَوْ تَذَهَّنْ  
فَيَذْهِنُونَ: ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ

میرا کہنا ہے کہ حَسُنَتْ میں تانیث معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ لفظ اَرَانک کے اعتبار سے ہے۔ المرْتَفِق سے تو مراد فقط سہارا لینے کی جگہ ہے اور وہ سہارا لینا ہے یا پھر یہ تانیث جَنَات کے اعتبار سے ہے جہاں مُرْتَفِق سے مراد منزل ہے۔ اس کی جمع قلت اذْوُرُ (ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر بھی) اور اس کی جمع کثیر دِيَارُ ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ سے اَجْبَلٌ اور جِبَالٌ ہے۔ اس کی جمع دُورٌ بھی ہے اور اس کی مثال اَسَدٌ کی جمع اَسَدٌ ہے۔ السَّدَارَةُ دار سے زیادہ خاص ہے۔ الدَّارَةُ کا معنی چاند کے گرد کالہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ما بَہَا دِيَارٌ: اس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے یہ ذرث سے فَيَعَال کے وزن پر اسم فاعل ہے۔ دَارٌ يَدُورُ دُورًا (واو ساکن) اور دُورَانَا (دال مفتوح)۔ گردش کرتا۔ چکر لگانا اور پھرنا۔ ادارہ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے پھرایا یا گھمایا۔ دُورٌ بہ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَدْوِيرُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو گول شکل دینا۔

المُدَاوِرَةُ بروزن المُعَالَجَةُ، ایک دوسرے کے ساتھ پھرنا۔ الدَّوَارِيُّ: دہر یعنی زمانہ جو انسان پر مختلف حالات لے

بہلاوا ہے۔ الدَّوْحَةُ: بہت بڑا درخت، درخت کوئی بھی ہو۔ اس کی جمع دَوَّحٌ ہے۔

د و خ - ذَاخُ الرَّجُلِ: آدمی ذلیل و کمزور ہوا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ دَوَّخُهُ غَيْرُهُ: اسے کسی نے ذلیل کیا۔ چکر دیا۔

د و د - الدُّوْدُ: اس کا واحد دُوْدَةٌ ہے۔ کیزا۔ الدُّودُ کی جمع دِيدَانٌ ہے۔ (دال مسور)۔ الدُّوْدَةُ کا اسم تصغیر دُوَيْدَةٌ ہے۔ حسب قیاس اسے دُوَيْدَةٌ ہونا چاہئے۔

ذَاذُ الطَّعَامِ، يَذَاذُ، دُوْدًا بروزن خاف يخاف خوفًا. آذَاذٌ اور دُوْدٌ سب کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ کھانے میں کیزے پڑ گئے یا کھانا کرم آلود ہو گیا۔

ذَاوْدُ: ایک عجمی نام ہے اس میں ہمزہ نہیں۔

د و ر - الدَّارُ: مَوْنٌ مجازی ہے۔ بمعنی گھر۔ قول خداوندی ہے بَلِّغِمْ دَارُ الْمُتَّقِينَ: متقیوں کے لئے کیا ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔ مثنوی اور موضع یعنی جگہ کے معنوں میں تو دار مذکر ہے۔ جیسا کہ

قرآن میں آیا ہے: نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا: اس آیت میں اسے معنی کے اعتبار سے مَوْنٌ قرار دیا گیا ہے۔

آلات -

د و ف - ذَافُ الدَّوَاءِ وَغَيْرَهُ  
يَذُوفُهُ: دوائی وغیرہ کو پانی سے تر کرنا۔  
اس کا اسم فاعل مَذُوف ہے اور اسم مفعول  
مَذُوف ہے۔ اسی طرح مِسْك  
مَذُوف یعنی تر عطر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ  
اس کا معنی پسا یا گھسا ہوا ہے۔

د و ل - الدَّوْلَةُ فِي الْحَرْبِ: جنگ  
میں پانسہ۔ جنگ کے دو فریقوں میں سے  
کسی ایک طرف جنگ کا پانسہ پلٹنا۔ کہا جاتا  
ہے کہ كَانَتْ لَنَا عَلَيْهِم الدَّوْلَةُ: ان  
پر ہمارا پلٹہ بھاری رہا۔ اس کی جمع الدَّوَلُ  
(دال کمور) ہے۔

الدَّوْلَةُ: (دال مضموم) اُذَلَّتِي بَدَلْتِي - مال و  
دولت میں حالات کا اول بدل، چنانچہ کہا  
جاتا ہے: صَارَ الفَيْسِيُّ دَوْلَةً بَيْنَهُمْ:  
مال نے، ان کے درمیان کبھی ایک کے  
پاس آیا کبھی دوسرے کے پاس۔ اس کی جمع  
دَوْلَاتٌ اور دَوْلٌ ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ  
الدَّوْلَةُ وہ چیز یا مال ہے جو بینہ ایک سے  
دوسرے ہاتھ میں بدلتا رہے۔ الدَّوْلَةُ  
(دال مفتوح) فعل ہے یعنی ایک سے  
دوسرے ہاتھ بدلتا۔ بعض نے کہا کہ  
الدَّوْلَةُ اور الدَّوْلَةُ دونوں ہم معنی لفظ ہیں  
لیکن اس کے دو مختلف لہجے ہیں۔ ابو عمرو  
بن العلاء نے کہا کہ الدَّوْلَةُ (دال

آتا ہے۔ الدَّارِي: عطر فروش، یہ دارین  
کے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے جو بحرین کی  
ایک بندرگاہ ہے جہاں ایک مارکیٹ تھی  
جہاں ہندوستان سے عطر لایا جاتا تھا۔  
حدیث شریف میں ہے: مَثَلُ جَلِيْسِ  
الصَّالِحِ مَثَلُ الدَّارِي اِنْ لَمْ  
يُخْذِكْ مِنْ عَطْرِه عَيْقُكْ مِنْ  
رِيحِهِ: نیک ہم نشین کی مثال عطار کی سی  
ہے۔ اگرچہ تمہیں اس سے عطر لینا نصیب  
نہ بھی ہو کم از کم تمہیں عطر کی خوشبو تو ضرور  
پہنچے گی۔ الدَّائِرَةُ اس کی جمع الدَّوَائِرُ  
ہے۔ بمعنی گردش۔ اس کا معنی فکرت اور  
ہزیمت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: عَلَيْهِم  
دَائِرَةُ السُّوءِ: انہیں پر بُرے دن  
آئیں۔ دَبْرُ النَّصَارَى: عیسائیوں کا  
گر جا گھر۔ اس کی جمع اَذْيَارٌ ہے۔  
الدَّيْرَانِيُّ: صاحب دیر۔ گر جا گھر کا  
پر وہت۔

د و س - دَاسُ الشَّيْبِيِّ بِرَجْلِهِ: اس  
نے کسی چیز کو پاؤں سے روندنا ہے یا سلا۔  
اس کا باب قَالَ ہے۔

دَاسُ الطَّعَامِ: يَذُوسُهُ، دِيَاسَةٌ،  
فَانْدَاسُ: اس نے اناج گاہا۔ یعنی بھوسے  
سے دانوں کو الگ کیا۔

مَدَاسَةٌ: گاہنے کی جگہ (میم مفتوح)  
الْمَدُوسُ: بروزن المِعْوَلُ: گاہنے کے

سے منع فرمایا۔ الدَّوَامَةُ (واو مشدّد و مضموم) لٹوجے بچے دھاگے سے گھماتے ہیں تو وہ زمین پر گھومتا ہے۔  
الدَّوْمُ: گوگل کا درخت۔ المُدَامُ  
والمُدَامَةُ: شراب۔

اسْتَدَامَ الرَّجُلُ الْأُمْرَ: آدمی نے کام کو لمبا کر دیا۔ اس کے ختم کرنے میں تاخیر کر دی اور انتظار کرتا رہا۔

المُدَاوِمَةُ عَلَى الْأَمْرِ: کسی کام پر ہمیشہ اور مستقل مزاجی سے قائم رہنا۔ یا ہمیشہ کوئی کام کرتے رہنا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ ما دَامَ: اس کا معنی ہمیشہ ہے۔ 'ما' اسم مفعول ہے جو دام سے متعلق ہے۔ اس صورت میں یہ بطور ظرف استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح جس طرح مصدر بطور ظرف استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ: لَا أَجْلِسُ مَا دُمْتُ قَائِمًا: یعنی تمہارے کھڑے رہنے تک میں نہیں بیٹھوں گا یا جیسے یوں کہیں کہ وَرَدْتُ يَفْقَدُ الْحَاجُّ: (میں حاجیوں کے آنے پر پہنچا)۔

د و ن - ذَوْنُ كَمْ: فَوْقَ كِي ضِدِّ جَسْ كَا  
معنی زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچنا۔ اور یہ بطور اسم ظرف ہے۔  
السُّوْنُ: کمینہ، حقیر شخص۔ شاعر کا قول ہے

مضموم) مال میں اول بدل ہوتا ہے۔ اور الدَّوْلَةُ: (وال مفتوح) جنگ میں دو فریقوں کے درمیان جنگ کا پانسہ بدلنا ہے۔ عیسیٰ بن عمر کا کہنا ہے کہ دونوں لفظ مال میں ایک سے دوسرے کو بدلنے کے معنوں میں ہیں۔ اور دونوں الفاظ جنگ میں فریقین میں پلہ اور پانسہ بدلنے کے معنوں میں بھی ہیں۔ اور یونس کا کہنا ہے کہ بخدا مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں لفظوں کے معانی میں کیا فرق ہے۔ اَدَانَا اللَّهُ مِنْ عَدُوِّنَا مِنَ الدَّوْلَةِ: اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن پر غلبہ دے۔ الأذالة: غلبہ برتری۔ کہا جاتا ہے کہ: اللَّهُمَّ اذْلِسْنِي عَلَى فُلَانٍ: اے اللہ مجھے فلاں شخص پر غلبہ عنایت کر۔ وَانصُرْنِي عَلَيْهِ اور مجھے اس پر فتح دے۔ ذَالَتِ الْاَيَّامُ وَاللَّهُ يُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ: اور اللہ تعالیٰ ان دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے۔ تَدَاوَلَتْهُ الْاَيْدِي: ہاتھ اس (مال کو) آپس میں پھیرتے رہے۔ کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس۔

د و م - دَامَ الشَّيْءُ يَدُومُ وَيَسْدَامُ  
دَوَمَا وَدَوَامًا وَدِيمُومَةً: چیز ٹھہری رہی۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى أَنْ يُسَالَ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ: نبی کریم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے

بِالشَّيْبِيِّ: کسی چیز سے علاج کرنا۔  
دَوِي الرِّيحِ: ہوا کی سنناہٹ، آواز۔  
اسی طرح دَوِي النَّخْلِ: کھجور کے  
درخت کی سرسراہٹ۔

دَوِي الطَّائِرِ: پرندے کی چپک۔  
الدَّوَاةُ: (دال مفتوح) دوات، اس کی جمع  
دَوِي ہے۔ جس طرح نَوَاةٌ (تختلی) کی  
جمع نَوِي ہے۔ دَوِيٌّ بمعنی دوائیں فَعُولٌ  
کے وزن پر جمع الجمع ہے۔ اس کی مثال  
صفاة، صفا اور صُفِيْفِي ہے۔ ثَلَاثُ  
دَوِيَاتٍ اِلَى الْعَشْرِ: تین سے لے کر  
دس دواتیں۔

الدَّوِيُّ، الدَّوِيَّةُ وَالدَّوِيَّةُ: جنگل۔  
دِى ص - الدَّائِصُ: چور، اس کی جمع  
الدَّائِصَةُ ہے۔

دِى ك: مَرُغ، اس کی جمع دِيكَّةٌ اور  
ذِيُوْكٌ ہے۔

دِى م - الدَّيْمُ: وہ بارش جس میں کڑک  
نہ ہو اور نہ بجلی ہو۔ اس کا کم سے کم دورانیہ  
ایک تہائی دن ہوتا ہے یا ایک تہائی رات۔  
اور زیادہ سے زیادہ چھٹی ہو اس کی جمع دِيْمٌ  
ہے، حدیث شریف میں ہے: كَانَ عَمَلُهُ  
دِيْمَةً: آپ ﷺ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔  
مَفَازَةٌ دِيْمُوْمَةٌ: دور دست جنگل، دور  
فاصلے پر واقع جنگل۔

دِى ن - الدَّيْنُ: فرض، اس کی جمع

اِذَا مَا عَلَا الْمَرْءُ رَامَ الْعُلَا  
وَيَقْتَنَعُ بِالذُّونِ مَنْ كَانَ ذُونًا  
”وہ شخص تبھی بلندی پر پہنچا جب وہ بلندی  
پر جانے کا ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔ بلندی  
سے ڈرے یا نیچے رہنے پر تو ایک کمینہ اور  
حقیر انسان ہی قناعت کرتا ہے۔“

اور کہا جاتا ہے کہ هَذَا ذُوْنٌ ذَاكُ: یہ  
اس سے زیادہ قریب ہے۔ اور کسی کو کسی چیز  
کی طرف لٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ  
ذُوْنَكُهُ لِعِنِي اِسَ لَ لَو۔

الدِّيُوَانُ: (دال کسور) دیوان، مجموعہ  
اشعار۔ ذُوْنُ الدَّوَاوِيْنَ تَدْوِيْنَا:  
میں نے کئی دیوان یعنی مجموعات کلام  
مذون کئے یا ترتیب دیئے۔

دَوِيٌّ: دیکھئے بذیل (دوی)

دِى - الدَّوَاءُ: (الف ممدود) اس کی  
جمع ادْوِيَّةٌ ہے۔ الدَّوَا (دال کسور) بھی  
اس کا ایک لہجہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الدَّوَاءُ  
ذَاوَاهُ مُدَاوَاةٌ وَدَوَاءٌ: کا مصدر ہے۔  
الدَّوِيُّ (یا مقصور) مرض اور بیماری۔

قَدْ دَوِي: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب  
صَدِي ہے۔ اَدْوَاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور  
نے بیمار کر دیا۔

ذَاوَاهُ: اس نے اس کا علاج کیا۔ کہا جاتا  
ہے کہ فُلَانٌ يَدْوِي وَيُدَاوِي:  
فُلَانٌ فَخْصٌ عِلَاجٌ كَرْتَا هُ۔ تَدَاوَى



دے دیا۔ یا اس سے قرض لے لیا۔  
 الدَّيْنُ: دین، طریق زندگی، عادت،  
 شان۔ دَانَهُ يَدِينُهُ دَيْنًا (دال  
 کسور) اس نے اسے ذلیل کیا اور اپنا غلام  
 بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: الْكَيْسُ  
 مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ  
 الْمَوْتِ: عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس  
 کو قابو کیا اور مرنے کے بعد کی زندگی کے  
 لئے عمل کیا۔

الدَّيْنُ کا معنی جزا اور بدلہ بھی ہے۔ کہا  
 جاتا ہے: دَانَهُ يَدِينُهُ دَيْنًا: اس نے  
 اسے بدلہ دیا۔ اسی طرح مثل ہے: تَدِينُ  
 تُبْدَانُ: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ قول  
 خداوندی ہے: اِنَّا لَمَدِينُونَ: کیا ہمیں  
 بدلہ ملے گا اور ہمارا محاسبہ ہوگا۔ الدَّيْنَانُ:  
 صفت باری تعالیٰ۔ بہت زیادہ دینے والا۔  
 دیا لو۔

الْمَدِينُ: مقروض، غلام۔  
 الْمَدِينَةُ: لونڈی۔ گویا ان دونوں غلام  
 اور لونڈی کو کام نے غلام بنا کے رکھ دیا  
 ہے۔

دَانَهُ: اس کا مالک بنا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی  
 لفظ سے مَدِينَةٌ بمعنی شہر مشتق ہے۔  
 الدَّيْنُ کا معنی فرماں برداری اور اطاعت  
 بھی ہے مثلاً: دَانَ لَهُ يَدِينُ دَيْنًا اس نے  
 اس کی اطاعت کی۔ انہیں معنوں میں لفظ

الدَّيْنُ ہے۔

قَدْ دَانَهُ: اس نے اسے قرض دیا ہے۔  
 اس کا اسم فاعل مَدِينٌ یعنی قرض دینے والا  
 اور مَدِينٌ مقروض۔

دَانَ: اس نے قرض لیا۔ اس کا اسم فاعل  
 دَانٌ یعنی قرض لینے والا، ان دونوں کا  
 باب بَاع ہے۔

میرا کہنا ہے کہ 'دان' قرض دینے اور قرض  
 لینے کے معانی میں مشترک لفظ بن گیا۔ اسی  
 طرح الدائن۔

رَجُلٌ مَدِينٌ: جس شخص کے سر قرض  
 ہو۔ اور مَدِيَانٌ وہ شخص قرض لینے کا عادی  
 ہو۔ اَدَانَ فُلَانًا: فلاں شخص نے ایک  
 وقت مقررہ تک کے لئے قرض دیا۔ چنانچہ  
 کہا جاتا ہے کہ اَدَيْتِي عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ:  
 مجھے دس درہم قرض دو۔

اَدَانَ: (دال مشدّد) قرض مانگنا یا قرض  
 لینا۔ اس کا باب افتعال ہے۔ حدیث  
 شریف میں ہے: اَدَانَ مَعْرُضًا: اس نے  
 منہ اٹھا کے بغیر سوچے سمجھے قرض لے لیا۔  
 الْمُسْعِرُضُ کا ذکر مادہ 'ع ر ض' کے  
 ذیل میں درج ہوا ہے۔

تَدَايَنُوا: انہوں نے قرض پر ایک  
 دوسرے سے لین دین کیا۔ اسْتَدَانَ: اس  
 نے قرض مانگا۔

دَايَنْتُ فُلَانًا: میں نے فلاں شخص کو قرض

کا اسم فاعل مُتَدِينٍ ہے۔ دَيْنُهُ تَدِينًا:  
اس نے اسے دین کی طرف موڑا یا اس کو  
اس کے دین کے سپرد کر دیا۔

دَيْنَ بِنَا ہے جس کی جمع اَدْيَانٌ ہے۔ کہا جاتا  
ہے کہ دَانَ بَكَدًا: اس نے فلاں دین  
اختیار کر لیا۔ ایسے شخص کو دَيْنٌ کہیں گے۔  
تَدَيْنَ بِهِ: اس نے وہ دین اختیار کیا۔ اس

## باب الضال

اللہ ہے۔ ہذہ میں ہاتھ حرکت ہے۔ ذاک کا تشبیہ ذان ہے۔ چونکہ دو ساکن الف کا اجتماع درست نہیں اس لئے ایک الف گر گئی۔ جس نے 'ذا' کا الف گرا دیا وہ ان ہذین لَسَاجِرَانِ: پڑھے گا اور اس کا اعراب کرے گا۔ اور جس نے تشبیہ کا الف گرا دیا وہ پڑھے گا: اِن هٰذَانِ لَسَاجِرَانِ: کیونکہ ذاک کے الف کا اعراب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صورت حال بلخارث بن کعب کی قراءت کے مطابق ہے۔ اس کی جمع اولاء ہے۔ جس میں واحد کے لفظ کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ اگر تم اسے مخاطب بنانا چاہو تو اس کے آخر میں مک، کا اضافہ کریں گے اور کہیں گے ذاک و ذلک۔ اس میں لام زائدہ ہے۔ اور ک مخاطب کے لئے ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہشاز الیہ قریب نہیں بلکہ بعید جگہ ہے۔ اور اس کا اعراب نہیں کیا جاتا۔ ذاک پر ہاء داخل کر کے اسے ہذاک زید پڑھا جاتا ہے۔ البتہ ذلک پر ہاء داخل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اولشک پر داخل کیا جاتا ہے، اور نہ ہی تلک پر ہاء داخل ہوتا ہے۔ ذی

ذ اب- الذئبُ: بھیڑیا۔ اس میں ہمزہ کو بطور حذف لین بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ مہوز ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ الذئبة ہے۔

أَرْضٌ مَذَابَةٌ: بھیڑیوں بھری زمین۔ مَذَابَةٌ برون مَتْرَبَةٌ ہے۔ ذَوْبُ الرَّجُلِ: آدمی خباثت اور چالاکی اور پھرتی میں بھیڑیا کی طرح بن گیا۔

ذ ا ر- ذئسراً: (جسارت کرنا) اس نے جسارت کی۔ حدیث شریف میں ہے: ذئو النساءِ علی أزواجہن: بیویوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ گستاخی کی جسارت کی۔ ذئو میں ہمزہ مکسور ہے۔

ذ ا م- الذام: عیب، یہ لفظ مہوز بھی ہے اور غیر مہوز بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ذامۃ کا باب قطع ہے اور معنی یہ ہے کہ اس نے اسے حقیر اور معیوب سمجھا۔ اس سے اسم مفعول مذاءؤم ہے۔

ذ ا- ذا: یہ اسم اشارہ مذکر، ذی مؤنث کا صیغہ ہے مثلاً: کہتے ہیں ذی امة اللہ: یہ اللہ کی باندی ہے۔ اور اگر تم اس پر تشبیہ کے لئے حاد داخل کرو تو کہیں گے ہذا ذیئذ و ہذہ امة اللہ کہ یہ زید ہے اور یہ امة

الذَّبُّ ذَبُّ بَرِّوَزْنِ الْمَدْهَبُ: مذکر۔

تُرَدَّدُ: تھر تھراہٹ۔

الْمُدْبَبُ: متردّد شخص یا ڈانواں ڈول

(دو باتوں کے درمیان)۔

ذ ب ح- الذَّبْحُ: ذبح کرنا۔ اس کا باب

قَطَعَ ہے۔

الذَّبْحُ: (زال مسور) ذبح ہونے والا

جانور۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے:

وَلَقَدْ يَنبَأُهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ.

الذَّبْحُ: ذبح ہونے والا۔ اس کی مؤنث

ذَبِيحَةٌ ہے۔ اس کی 'ة' اس پر اسم کے غلبہ

کی وجہ سے ہے۔

تَذَابِحُ الْقَوْمِ: قوم نے ایک دوسرے کو

ذبح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ التَّمَاذِحُ

التَّذَابِحُ ایک دوسرے کی تعریف کرنا،

ایک دوسرے کو ذبح کرنا ہے۔

الْمَذَابِیحُ: قربان گاہ۔ اسے قربانیوں کی

نسبت سے یہ نام دیا گیا ہے۔ الذَّبْحَةُ

بروزن الھَمْرَةُ: حلق میں درد۔ یہ ابو زید کا

کہنا ہے۔ ورنہ عام لوگ اسے باء ساکن

کے ساتھ الذَّبْحَةُ پڑھتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الذَّبْحَةُ میں الذَّبْحَةُ باء

ساکن کے ساتھ لکھا ہے۔ الا زہری نے

اصمعی سے نقل کیا ہے اور اصمعی نے ابو زید

سے کہ الذَّبْحَةُ باء سکون کے ساتھ ہے۔

لیکن ابو زید سے روایت ہے کہ یہ باء مفتوح

(مؤنث) پر بھی کاف داخل نہیں ہوتا۔

البتہ تاء پر کاف داخل ہوتا ہے۔ اور تَبْنُکَ

کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح تلک کہہ

سکتے ہیں۔ لیکن

ذَبْحٌ ذَبْحٌ کہہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسا کہنا غلط ہو

گا۔ تشبیہ میں رفعی حالت کی صورت میں

ذَانک اور نھمی اور جری حالت میں

ذَبْنُکَ کہہ سکتے ہیں۔ شاید ذَانُکَ

(نون مشدّد) اور مؤنث کے لئے تَانُکَ

اور تَانُکَ کہنا بھی درست ہو۔ ان کی جمع

أُولَئِکَ ہے۔ کاف کا حکم تاء کے بیان

میں گزر چکا ہے۔

ذ ب ب- الذَّبُّ: روکنا اور دور ہٹانا۔

اس کا باب رَدَّ ہے۔

الذَّبَانَةُ: (زال مضموم اور باء مشدّد اور 'ة'

سے پہلے نون) مکھیاں۔ اس کا واحد کا

صیغہ الذَّبَابُ ہے، اسے ذِبَانَةٌ نہیں کہنا

چاہئے، یعنی زال مسور۔ الذَّبَابُ کی جمع

قَلَّتْ أذْبَةٌ ہے۔ اور جمع کثیر ذِبَانٌ ہے۔

اس کی مثال غُرَابٌ سے اَعْرَبَةٌ اور

غُرْبَانٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول: أَرْضٌ

مَذْبُتَةٌ: مکھیوں بھری زمین۔ (میم اور

زال مفتوح) الفراء کا قول: أَرْضٌ

مَذْبُوتَةٌ بروزن وحش سے مَوْحُوشَةٌ

المَذْبُتَةُ (میم مسور) مور تھل یا چنور۔

یعنی الذَّبْحَةُ ہے۔

ذ ب ر - الذَّبْرُ: کتابت، لکھائی، اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔ اصمعی نے اَلذُّوْبُ کا ایک شعر پڑھا ہے:

عَرَفْتُ الدِّيَارَ كَرَفْمِ الدَّوَاةِ

يَذْبُرُهَا الْكَاتِبُ الْجَمِيرِيُّ

”میں نے (اُجڑے) گھروں کو اس طرح

پہچانا گویا وہ اس سیاہ لکھائی کی طرح تھے

جسے جمیری کا تب نے لکھا ہو۔“

میرا کہنا ہے کہ لازہری کے بیان کے

مطابق ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ: زَبْرٌ

الْكِتَابِ وَذَبْرَتُهُ كَمَا مَعْنَى هُوَ فِي

الْكِتَابِ لَكْسِي - اور اصمعی کا کہنا ہے کہ:

زَبْرٌ الْكِتَابِ كَمَا مَعْنَى تُوِّمِي فِي

الْكِتَابِ لَكْسِي هُوَ لَكِنْ ذَبْرَتُهُ كَمَا مَعْنَى

هُوَ فِي الْكِتَابِ لَكْسِي - میرا کہنا ہے کہ شعر

میں ذَبْرٌ كَمَا مَعْنَى پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

ذ ب ل - الذَّبْلُ: (ذال مفتوح) ہامی

دانت کی طرح کی کوئی چیز ہے۔ یہ سمندری

کھجور کی پیٹھ ہے یا پیٹھ کی ہڈی جس سے

نکتن بنائے جاتے ہیں۔

الذَّبَالَةُ: جسی۔ اس کی جمع الذَّبَالُ ہے۔

ذَبَلُ الْبَقْلِ: سبزی مُرْجَمَانِي - اس کا باب

نَصْرٌ اور دَخَلٌ ہے۔

ذَبْلٌ: (باء مضموم) ان دونوں صیغوں سے

اسم فاعل ذَابِلٌ ہوگا۔ باب فَعَلٌ سے اسم

فاعل الذَّابِلُ عجیب بات ہے۔ یا نادر بات

ہے۔ اور خلاف معمول ہے۔

ذ ح ل - الذَّحْلُ: کینہ، دشمنی۔ کہا جاتا

ہے طَلَبٌ بِذَّحْلِهِ: اس نے اس سے

خون بہا کا مطالبہ کیا۔ اس کی جمع ذُحُولٌ

ہے۔

ذ خ ر - الذَّخِيرَةُ: ذخیرہ، اس کی جمع

ذَخَائِرٌ ہے۔

ذَخَرَ يَذْخُرُ ذَخْرًا: جمع کرنا۔ اذْخَرَ

بِحی یہی معنی ہے۔

الْاِذْخِرُ: اذخر ایک گھاس کا نام ہے۔ اس

کا واحد اذخره ہے۔

ذ ر ا - ذَرَأٌ: پیدا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ

ہے۔ اسی سے لفظ الذَّرِيَّةُ مشتق ہے۔

اس کا معنی جن اور انسان کی نسل ہے۔ اس

میں اصل میں سے ہمزہ کو ترک کیا گیا

ہے۔ اس کی جمع الذَّرَارِي (یا مشدّد)

ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ذَرَاءُ

النَّارِ: یعنی وہ آگ کے لئے پیدا کئے

گئے ہیں۔ جس نے اسے ذَرَوَ النَّارِ:

پڑھا یعنی بغیر ہمزہ کے تو اس کی مراد یہ ہے

کہ یہ لوگ آگ میں مٹلا دیئے جائیں

گے۔ مِلْحٌ ذَرَوَانِيٌّ وَذَرَاءُ انِّي (راء

ساکن و مفتوح اور الف ممدود) کا معنی سفید

① یہ کلمات حضرت عمرؓ نے خاند بن ولیدؓ کو لکھ بھیجے تھے کہ:  
لَا تَلْظَمُكُمْ آلُ الْمُعْبِرَةِ ذَرَا النَّارِ. (مترجم)

دونوں۔

الدِّرَاعُ: گز جس سے پیائش کی جاتی ہے۔ ذَرَعُ الثُّوبِ: اس نے کپڑا تاپا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَرَعَةُ الْقَيْسِيِّ: اس پر تے کا غلبہ ہوا۔

ضَاقَ بِالْأَمْرِ ذَرْعًا: وہ کام نہ کر سکا اور نہ اس میں اس کے کرنے کی قوت تھی۔ الدَّرْعُ کے اصل معانی تو ہاتھ پھیلاتا ہے۔ گویا تمہاری مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ اس تک پہنچ نہیں پایا۔ شاید لوگوں نے ضَاقَ بِهِ ذَرَاغًا کہا ہو۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ الثُّوبُ سَبَعٌ فِي ثَمَانِيَةٍ یعنی کپڑا سات ضرب آٹھ ہے، تو سبع اس لئے کہا کہ الاذْرُعُ مَوْنَثٌ ہے۔ سیبویہ نے کہا کہ الدَّرَاعُ مَوْنَثٌ ہے اور اس کی جمع الاذْرُعُ ہے اور بس۔ اس کے سواء اور کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ ثمانیۃ مَوْنَثٌ صرف اس لئے کہا کہ الأشبار مذکر ہے یعنی اس کا واحد شَبِيرٌ مذکر ہے۔ التَّدْرِيعُ فِي الشَّيْءِ کا معنی دونوں ہاتھوں کا ہلانا۔

الدَّرِيْعَةُ: وسیلہ، ذریعہ (اردو میں یہ لفظ مستعمل ہے)۔ قَدْ تَدْرَعُ فُلَانٌ بِدَرِيْعَةٍ: یعنی اس نے کسی وسیلہ سے کوئی ذریعہ تلاش کیا یا کوئی چیز حاصل کی۔ اس کی جمع الدَّرَايِعُ ہے۔

قام نمک ہے۔ اسے اَنْدَرَانِيٌّ نہیں کہنا

چاہئے۔ ذرَحٌ - الدَّرَاخُ: بروزن اور التَّفَاخُ

اور السَّدْرُوخُ بروزن السَّبُوخُ سرخ رنگ کا ایک کیزرا جس پر کالے نقطے ہوتے

ہیں۔ یہ زہروں میں سے ایک زہر ہے۔

اس کی جمع ہے: الدَّرَارِيخُ۔ سیبویہ کا کہنا

ہے کہ الدَّرَارِيخُ کا واحد ذَرَّ خَرَجٌ ہے

جو بروزن مُدْ خَرَجٌ ہے۔ سیبویہ کے ہاں

فُعُولُ کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ وہ

سَبُوخٌ قُدُوْسٌ کو پہلے حرف کی فتح کے

ساتھ سَبُوخٌ اور قُدُوْسٌ کہتا تھا۔

ذَرٌّ - الذَّرُّ: سب سے چھوٹی چیونٹی اس کا

واحد ذَرَّةٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذَرَّ تَامَ رَكْحًا

جاتا ہے اور ابو ذر کنیت رکھی جاتی ہے۔

ذُرِّيَّةُ الرَّجُلِ: آدمی کی اولاد، اس کی جمع

الزَّرَايِيُّ اور الدَّرِيَّاتُ ہے۔

ذَرَّ الْحَبَّ وَالْمِلْحَ وَالذَّوَاءَ: اس

نے دانوں نمک اور دواء کو چھانٹ لیا یا

الگ الگ کر لیا۔ اس کا باب رَذَّ ہے۔ اسی

سے لفظ الدَّرِيْرَةُ اور الدَّرُوْرَةُ مشتق ہیں

(ذال مفتوح)۔ الدَّرُوْرَةُ، الدَّرِيْرَةُ کا

ایک دوسرا لہجہ ہے۔ ان کی جمع اَسْرَةُ کے

وزن پر اِذْرَةُ ہے۔

ذُرِّيَّةٌ: دیکھیے بذیل مادہ (ذرا)۔

ذرع - ذِرَاعٌ: ہاتھ، بازو۔ مذکر اور مَوْنَثٌ

الثَّرَابُ وَغَيْرُهُ: هَوَانٌ مَثِيٌّ وَغَيْرُهُ  
أُزَائِيٌّ - اس کا باب عَدَا اور رَمِيٌّ ہے۔  
اسی سے لوگ کہتے کہ ذَرَى النَّاسِ  
الْحِنْطَةُ: لوگوں نے گندم سے بھوسہ الگ  
کر کے صاف کر دی۔

اسْتَدْرَى بِالشَّجَرَةِ: اس نے درخت  
کے سائے میں آرام کیا یا پناہ لی۔ یا وہ  
درخت کے سائے میں بیٹھا۔ اور اس کی  
پناہ میں ہو گیا۔

اسْتَدْرَى بِفِئْلَانٍ: اس نے اس سے التجا  
کی۔ اور اس کی پناہ میں آ گیا۔

تَدْرِيَةُ الْأَكْدَاسِ: اناج کے ڈھیروں یا  
انباروں کا صاف کرنا۔

الْمَدْرَى: کنارے دار لکڑی جس سے  
اناج اور اناج کے تہ بہ تہ ڈھیر صاف کئے  
جاتے ہیں۔ اسی سے لفظ ذَرَى مشتق ہے  
جس کا معنی وہ معدنی مٹی ہے جس میں  
سونے کے ذرات تلاش کئے جاتے ہیں۔

الدَّرَّةُ: کھٹی، اس کے دانے بھی کھائے  
جاتے اور اس کا آنا بھی پیسا جاتا ہے۔  
أَذْرَبَ الْعَيْنُ: آنکھ سے آنسو کا نپکنا۔

ذرع - ذَعْرَةٌ: اس نے اسے ڈرا دیا۔  
اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم الذُّعْرُ  
ہے، بمعنی خوف اور ڈر بروزن العُدْرُ۔ اس  
کا اسم مفعول مَدْعُورٌ ہے، بمعنی خوفزدہ،  
ڈرا سہا ہوا۔

قَتَلَ ذَرِيْعًا: فوری قتل۔

أَذْرِعَاتٌ: (راء مکسور) شام ایک جگہ کا  
نام جہاں کی شراب مشہور ہے یہ جگہ عرفات  
کی طرح مشہور و معروف ہے۔ سیویہ کا کہنا  
ہے کہ عربوں میں سے کچھ لوگ أَذْرِعَاتِ  
کو متون کر کے نہیں بولتے وہ صرف  
اذرِعات کہتے ہیں۔ میں نے اذرِعات  
(راء مکسور) کو بغیر تونین دیکھا ہے۔ اس  
سے صفت نسبتی اذْرِعِيٌّ ہے۔

ذرف - ذَرَفَ الدَّمْعُ: آنسو پکا۔ اس  
کا باب ضَرَبَ وَذَرَفَانَا بھی ہے جو راء  
منفوح کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
ذَرَفْتُ عَيْنَهُ: اس کی آنکھ سے آنسو  
جاری ہوئے۔

ذرق - ذَرَقَ الطَّائِرُ: پرندے کی  
بیٹ۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ذرا - الذَّرَا: (ذال منفوح) ہر وہ بات یا  
چیز جس کے ذریعے تم پناہ لو۔ چنانچہ کہا جاتا  
ہے کہ أَنَا فِي ظِلِّ فُلَانٍ وَفِي ذَرَاهِ:  
یعنی میں فلاں شخص کے زیر سایہ ہوں اور  
اس کی پناہ میں ہوں۔

ذَرَى الشَّيْءِ: چیز کا چوٹی کا حصہ۔ اس کا  
واحد ذُرْوَةٌ ہے۔ (ذال مضموم اور مکسور)،  
ذَرَوْتُ الشَّيْءِ: میں نے چیز اُڑادی اور  
اسے لے گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔  
الذَّرَايَاتُ: ہوائیں۔ ذَرَبَ الرِّيحُ

الذِّكْرُ وَالذِّكْرَى اور الذِّكْرَةُ: یاد داشت۔ نسیان یعنی بھول کی ضد۔ تم کہہ سکتے ہو کہ: ذَكَرْتُهُ ذِكْرًا غَيْرَ مُجَرَّاةٍ وَاَجْعَلُهُ مِنْكَ عَلَيَّ ذِكْرًا (ذال مضموم وکسور دونوں کا ایک ہی معنی ہے)۔ الذِّكْرُ: شہرت، آوازہ اور تعریف۔ قول خداوندی ہے: ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ: ”مس! شرف والے قرآن کی قسم۔“

ذَكَرَهُ بَعْدَ النِّسْيَانِ: اسے بھولنے کے بعد یاد آیا۔ ذَكَرَهُ بِلِسَانِهِ وَبِقَلْبِهِ، يَذْكُرُهُ ذِكْرًا وَذِكْرَةً وَذِكْرَى: اس نے اپنی زبان اور اپنے دل سے اس کا ذکر کیا۔ تَذَكَّرَ الشَّيْءُ: اسے کوئی چیز یاد آگئی۔ اذْكَرَهُ غَيْرُهُ: اس نے کسی اور کو یاد دلایا۔ ذَكَرُهُ كَمَا بَعِيَ مَعْنَى هُوَ۔ وَاذْكَدَ بَعْدَ امْنِهِ: اور اسے بھول جانے کے بعد یاد آیا۔ اصل میں یہ لفظ اذْكَرَ تھا۔ اس میں ادغام کے باعث اذْكَرَ بن گیا۔ التَّذْكِرَةُ: وہ دستاویز یا چیز جس کے ذریعے کوئی ضرورت یاد دلوائی جائے۔

ذک ۱۔ الذِّكَاءُ: (الف مدود) دل کی گرمی۔ قَدْ ذَكِيَ الرَّجُلُ: (کاف کسور) ذکاء: آدمی ہوشیار ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل ذَكِيَ ہے بروزن فَعِيل۔ التَّذْكِيَةُ: ذبح کرنا۔

ذع ن۔ اذْعَنَ لَهُ: وہ اس کا فرماں بردار بن گیا اور جھگ گیا۔

ذفر۔ الذَّفْرُ: (ذال اور فاء مفتوح) ہر طرح کی بو، عطر کی خوشبو ہو یا غلاظت کی بدبو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: مِسْكٌ اذْفَرُ: بودار مشک۔ اس کا وزن طَرَبَ ہے۔ رَوْضَةٌ ذَفْرَةٌ: (فاء کسور) خوشبودار باغچہ۔

الذَّفْرُ: بغل گندہ، بغلوں سے نکلنے والی بدبو۔ رَجُلٌ ذَفْرٌ: بغل گند والا، اور بدبودال آدمی۔

ذق ن۔ ذَقْنٌ: ٹھوڑی، ڈاڑھی۔

ذک ر۔ الذِّكْرُ: نر، انٹی کی ضد۔ اس کی جمع ذُكُورٌ ذُكْرَانٌ اور ذِكَاةٌ اس کی مثال حجر سے حجازی ہے۔ سَيْفٌ ذَكَرٌ وَمَذَكَّرٌ: آبدار تلوار، پانی لگی ہوئی تلوار۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے: هِيَ سَيُوفٌ شَفَرَتْهَا حَدِيدٌ ذَكَرٌ وَمُتُونُهَا حَدِيدٌ اَنْبَتْ: یہ تلواریں ہیں جن کی دھار آبدار فولاد کی ہے اور ان کی پشت گند لوہے کی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جنوں کی کاریگری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَهَبَتْ ذُكْرَةُ السَّيْفِ: تلوار کی آب جاتی رہی۔

ذُكْرَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی حدت، تیزی و طراری۔ التَّذْكِيَةُ، تانیت کی ضد ہے۔



تَذَكِيَةُ النَّارِ: آگ بھڑکنا اور بھڑکانا۔  
ذَكَتِ النَّارُ تَذَكُو ذَكَاً: (الف مقصور) آگ بھڑک اٹھی۔ اذْكَاهَا: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔

ذ ل ق- ذَلِقَ اللِّسَانُ: اس کا باب طرب ہے۔ زبان تیز ہوگئی۔ اسے ذَلِقَ اللِّسَانُ: زبان کی لغزش بھی کہا جاتا ہے۔ (لام مضموم)۔ اس کا مصدر ذَلَقَا ہے۔ بروزن ضَرْب، اسم فاعل ذَلِيقٌ اور اسم الذَّلَاقَةُ ہے۔

ذ ل ل- الذَّلُّ: العِزُّ کی ضد، ذَلَّتْ و خَوَّارِي۔ قَدْ ذَلَّ يَذَلُّ (ذال مسور) ذُلًّا و ذِلَّةً و مَذَلَّةً اس کا اسم فاعل ذلیل ہے جس کی جمع اذِلَاءٌ اور اذِلَّةٌ ہے۔  
الذَّلُّ: (ذال مسور) نرمی۔ یہ الصُّغُوبَةُ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے ذَابَّةٌ ذُلُولٌ۔ سیدھا ہوا جانور۔ اس کی جمع ذُلُلٌ ہے۔

اَذَلَّهُ و ذَلَّلَهُ و تَذَلَّلَ: اللہ سے خوب ذلیل کرے۔ اسْتَذَلَّهُ: ان تمام صیغوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: ذَلَّلْتُ قَطُوفُهَا تَذَلَّلًا: اور میوؤں کے گچھے بچکے ہوئے ہوں گے۔

تَذَلَّلَ لَهُ: وہ اس کے آگے جھکا۔

ذ م م- الذَّمُّ: المَذْحُ کی ضد، اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسم فاعل صفت مشبہ ذمیم ہے۔

ذَلَّ اللَّهُ. (مترجم)۔

الذَّمَامُ: حُرْمَتٌ، عِزَّتٌ۔

أَهْلُ الْعَقْدِ: مُعَايِدَةٌ، ذَمِّي لَوْكٌ۔ ابو عبید نے کہا کہ الذَّمَّةُ کا معنی اَمَانٌ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ اذْنَاهُمْ: ادنیٰ مسلمان بھی امان دینے کا مجاز ہے اور اس کی امان نافذ العمل سمجھی جائے گی۔

اَذَمَّةٌ: اس نے اسے پناہ دی۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ اَذَمَّةٌ: اس نے اسے مذموم پایا۔

اَذَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے قابلِ مذمت حرکت کی۔ حدیث شریف میں ہے: مَا يَذْهَبُ عَنِّي مَذْمَةُ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ: (ذال مفتوح و مسور) رضاعی ماں کی اجرت کی ادائیگی کی ذمہ داری۔ امام النجفی نے اس حدیث شریف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ بچے کا دودھ چھڑانے کے وقت چاہتے تھے کہ دایہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کو مقررہ یا مروجہ مزدوری کچھ دے ولا کر فارغ کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مدعا یہ ہے کہ گویا آپ ﷺ پوچھ

ترجمہ: مجھے رضاعی ماں کے حق کی ادائیگی کی ذمہ داری کس طرح پوری ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرد دوسے کر غلام ہو یا لونڈی، یعنی رضاعت کی اجرت کے علاوہ بچے کے دودھ چھڑاتے وقت رضاعی ماں کو ایک برودہ غلام ہو یا لونڈی دے کر یہ ذمہ داری پوری ہو سکتی ہے۔

ہے۔ اسے ہسی فَارِغَةً ذَنُوبٌ نہیں کہا جاتا۔

ذ ہ ب - الذَّهَبُ: سونا، قیمتی معدن۔

شَيْئٌ مُذْهَبٌ وَمُذْهَبٌ: ایسی چیز جس

پر سونے کا پانی چڑھا ہو۔ یعنی سنہری چیز۔

ذَهَبٌ يَذْهَبُ ذَهَابًا وَذُهُوبًا

وَمُذْهَبًا: جانا، گزرنا۔ مذہب ميم مفتوح

ہے۔

ذ ہ ل - ذَهَلَّ عَنِ الشَّيْءِ: وہ بھول

گیا۔ یا اس نے اس سے غفلت برتی۔ اس

کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَهَلٌ (حاء مکسور)

ذُهُولًا کا بھی یہ معنی ہے۔

ذ ہ ن - الذَّهْنُ: ذہانت، یادداشت و

حافظہ۔

الذَّهْنُ: (زال اور حا دونوں مفتوح) کا

بھی یہی معنی ہے۔

ذ و - ذُو: بمعنی صاحب۔ یہ لفظ بطور

مضاف ہی آتا ہے۔ اگر تم اسم نکرہ کو اس کی

صفت بناؤ تو براہ راست اسم نکرہ کی طرف

اسے مضاف کریں گے اور اگر اس کی

صفت اسم معرفہ ہو یعنی معرف باللام ہو تو

پھر آپ اسے اُن کی طرف مضاف کریں

گے البتہ اس کا ضمیر کی طرف مضاف کرنا

جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی زید وغیرہ قسم کے

اسماء کے ساتھ اس کی اضافت جائز ہے۔ تم

یہ کہہ سکتے ہو کہ مَذْرُوثٌ بِرَجُلٍ ذِي

رہے ہیں کہ اس عورت کے حق کی ادائیگی

سے کون بری الذمہ کرے گا جس نے مجھے

دودھ پلایا تاکہ میں اس کے پورے اجر کی

ادائیگی سے بری الذمہ قرار پاؤں۔

الْبُخْلُ مُدْمَمَةٌ: بخل قابل ملامت فعل

ہے۔ (زال مفتوح) یہ لفظ الْمُحَمَّدَةُ کی

ضد ہے۔ اسْتَدَمَّ الرَّجُلُ اِلَى

النَّاسِ: آدمی نے لوگوں کے لئے قابل

خدمت کام کیا۔ وَتَدْمَمَ: اسے عار محسوس

ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَوْلَمْ اَتْرُكْ

الْكَذِبَ تَاتِمًا لَتَرَكْتُهُ تَزَمَّحًا:

اگر میں جھوٹ بولنا گناہ سمجھتے ہوئے نہ

چھوڑوں تو اسے قابل خدمت ہونے کے

پیش نظر تو ضرور چھوڑوں گا۔ رَجُلٌ

مَدْمَمٌ: سخت مذموم انسان۔

ذ م ا - الذَّمَاءُ: (الف مدود) مذبوح

جانور میں پانی مانده جان۔

ذ ن ب - التَّنُوبُ: مَفْعُولٌ كِي طَرَحِ

نیم پختہ کھجور جو پکنے کے قریب ہو۔ قَدْ ذُنِبْتُ

الْبُسْرَةَ - تَدْنِيْبًا: بَسْرَةٌ: کھجور یعنی

نیم پختہ یا ادھ کچی کھجور پکنے کے قریب ہو

گئی۔ ایسی کھجور کو مُذْنَبَةٌ کہتے ہیں۔

الذَّنُوبُ: حصہ اور پانی سے بھرا ڈول

بھی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس کا معنی

بھرنے کے قریب پانی بھرا ڈول ہے۔

مَوْنُثٌ اور مذکر کے لئے ایک ہی صیغہ

اونٹ۔ یہ صیغہ مؤنث ہے۔ اس کا لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ البتہ کثرت کے لئے اذواذ کہا جاتا ہے۔ ضرب المثل ہے: الدَّوْدُ إِلَى الدَّوْدِ اِبْلٌ یعنی جب تھوڑے کو تھوڑے میں جمع کریں تو بہت بن جاتا ہے۔ یہاں 'الی' 'مع' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذَاذَهُ عَنْ كَذَا يَدُوذُهُ، ذِيَاذًا: (زال مکور)، اس نے اسے دور کیا۔

وَذَاذَ الْاِبْلِ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ دَوُوذَهَا تَدْوِيْدًا کا بھی یہی معنی ہے۔

ذوق - ذَاقَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو چکھا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ اس کا مصدر ذَوَاقًا (زال مفتوح) وَمَذَاقًا وَمَذَاقَةً. مَا ذَاقَ ذَوَاقًا: (زال مفتوح) اس نے کچھ نہیں چکھا۔

وَذَاقَ مَا عِنْدَ فُلَانٍ: اس نے اس کو خبر دے دی۔ اذَاقَهُ اللّٰهُ وَبَالَ اَمْرِهِ: اللہ اس پر اس کے کام کا وبال ڈالے۔

وَتَدْوُفَةٌ: اس نے اسے یکے بعد دیگرے مزہ چکھایا۔

اَمْرٌ مُسْتَدَاقٍ: مجرب اور آزمائی بات یا معاملہ۔ الدَّوَاقِ: مول، آزرہ۔

ذوی - ذَوَى الثَّقْلِ يَذْوِي: (زال مکور) ذَوِيًا (زال مضموم اور یاء مشدّد)

مالٍ وِبِامْرَآةٍ ذَاتِ مَالٍ وِبِرَجْلَيْنِ ذَوَى مَالٍ (واو مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: اَشْهَدُوا ذَوَى عَدْلِ مِّنْكُمْ وِبِرَجَالٍ ذَوَى مَالٍ (واو مکسور) وِبِنِسْوَةٍ ذَوَاتِ مَالٍ اور يَا ذَوَاتِ الْعَمَالِ (تاء مکسور) بجائے منصوب جس طرح مُسْلِمَاتٍ کی 'ت' منصوب کی حالت میں بھی مکسور ہوتی ہے۔ ذُو کی اصل ذَوَى ہے جس طرح عَصَا ہے۔ البتہ لوگوں کا ذَاتٌ مَرَّةً کہنا ذَا صَبَاحٍ کہنا تو یہ ظرف زمان ہونے کی وجہ سے ہے۔ مثلاً: یہ کہتے ہیں کہ لَقِيْتُهُ ذَاتِ يَوْمٍ وَذَاتِ لَيْلَةٍ وَذَا عَدَاةٍ وَذَاتِ الْعِشَاءِ وَذَاتِ مَرَّةٍ اور ذَا صَبَاحٍ وَذَا مَسَاءٍ (دووں میں بغیر 'ت' کے)۔ لیکن ذَاتِ شَهْرٍ اور ذَاتِ سَنَةٍ نہیں کہتے۔ لوگوں کا ذَيْتٌ وَذَيْتٌ کہنا كَيْتٌ، كَيْتٌ کی طرح ہے۔

ذوب - ذَابَ: پگھل گیا، یہ جَمَدٌ: جم گیا، کی ضد ہے اور اس کا باب قَالٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: اذَابَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے پگھلا دیا۔ اور ذَوْبُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ذَابَ لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ كَذَا کا معنی ہوگا، اس کے ذمے اتنا حق واجب ہو گیا اور ثابت ہو گیا۔

ذود - الذَّوْدُ: تین سے لے کر دس تک

الْمَذْيَاعُ: (میم مکسور) جو راز نہ  
چھپائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْسُوا  
بِالْمَذْيَاعِ: وہ راز کو افشاء کرنے والے  
نہیں ہیں۔

ذی لـ - الدَّيْلُ: قعیض، دامن۔ اس کی  
جمع اذیال ہے اور ذُیُول ہے۔ الاذالة:  
کمزور کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اذَالَ فَرَسَهُ  
وَعُغْلَامَهُ: اس نے اپنے گھوڑے کی  
مناسب دیکھ بھال نہ کر کے انہیں لاغر کر  
دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَى عَنْ  
اِذَالَةِ الْخَيْلِ: کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں  
کو زیادہ کام کرانے اور زیادہ بوجھ لا کر  
کمزور کرنے سے منع فرمایا۔

ذی م - الدَّيْمُ وَالذَّمُّ: عیب اور  
ذمت۔ ضرب المثل ہے: لَا تَعْلَمُ  
الْحَسَنَاءُ ذَمًّا: کوئی حسینہ عیب سے  
خالی نہیں ہوتی۔  
”ماہتاب ہم داغ دارد بر جبین۔“

سبزی مجلس گئی یا مرجھا گئی۔ اس کا اسم فاعل  
ذَوِی ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ اسے  
ذَوِی نہیں کہنا چاہئے (یعنی واؤ مکسور نہیں  
ہے) یونس کا کہنا ہے کہ ذَوِی (واؤ مکسور)  
بھی ایک لہجہ ہے۔

اَذْوَاهُ الْحَرُّ: گرمی نے اسے جھلسا دیا،  
یا مرجھا دیا۔

ذی ساد: دیکھئے بذیل مادہ 'ذ و د'۔

ذی ت: ابو عبیدہ کا قول ہے کہ كَانَ مِنْ  
الْاَمْرِ ذَيْتٌ وَذَيْتٌ یَعْنِ كَيْفَتٌ  
وکیف: معاملے میں کوئی نہ کوئی بات  
تھی۔ یا دال میں کچھ کالا تھا۔ یا معاملے  
میں فلاں فلاں بات تھی۔

ذی ع - ذَاعَ الْخَبْرُ: خبر پھیل گئی۔ اس  
کا باب باع ہے۔ اس کا مصدر ذُیُوْعًا  
وَذُیُوْعَةً اور ذُیَعَانًا ہے۔ (یاء مفتوح)  
اَذَاعَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے خبر پھیلا  
دی۔

## باب الرَّاءِ

اس کا اسم فاعل رُوُوفِ بَرُوْزَنِ فَعُوْلُ  
 ہے۔ اس کا ایک وَزْنِ رُوُوفِ بھی ہے۔ جو  
 فَعْلُ کے وَزْنِ پر ہے۔  
 ر ا م - الأرزاءم: سفید قام ہرن۔ اس کا  
 واحد رَمٌّ ہے۔ یہ ریت میں رہتا ہے۔  
 رِنَّةٌ: دیکھیے ذیل مادہ ر ا ی۔  
 ر ا ی - الرؤیة بالعین: آنکھ سے دیکھنا۔  
 یہ متعدی بیک مفعول ہے۔ اور علم کے  
 معنوں میں یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔  
 رَاى یَرى رَاِیَا وَرُؤِیةً اور رَاةً مَثَل  
 رَاعَةٌ. الرُّأى: رائے اس کی جمع آراء  
 اور آراءٌ بھی جو آراء سے مقلوب صورت  
 ہے۔ رَئِیُّ بَرُوْزَنِ فَعِیْلٌ مَثَلِ ضَنَّانٍ اور  
 ضنّین۔ کہا جاتا ہے کہ بہ رَئِیُّ مَنْ  
 الجِنَّ: اسے جن کی پڑ ہے۔ اور کہا جاتا  
 ہے کہ رَاى فِى الفَقَّةِ رَاِیَا: فقہ میں  
 اس کی ایک رائے ہے۔ عربوں نے اس  
 فعل کے مستقبل کے معنی میں کثرت  
 استعمال کے باعث ہمزہ کو ترک کر دیا۔  
 شاید کبھی ہمزہ دینے کی ضرورت بھی پڑی  
 ہو۔ چنانچہ شاعر کا قول ہے:

وَمَنْ یَسْمَلُ العِیْشَ یَرِءٌ وَیَسْمَعُ  
 ”جو شخص زندگی سے دل برداشتہ ہو جاتا

ر ا س - رَأْسٌ: سر، اس کی جمع قَلَتٌ  
 اُرُوْسٌ ہے اور جمع کثرت رُوُوسٌ ہے۔  
 رَأْسٌ فُلَانٌ القَوْمِ: فلاں قوم کا سردار  
 بنا۔ یَرَأْسُهُمْ: وہ ان کی سرداری یا  
 قیادت کرتا ہے۔ وہ ان کا لیڈر ہے۔ اس کا  
 مصدر رِیَاسَةٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل  
 رَئِیسٌ ہے۔ رَئِیسٌ بھی کہا جاتا ہے، جو  
 قَیْمٌ کے وَزْنِ پر ہے۔ ذبح شدہ جانوروں  
 کے سَرِ خَرِیدَیْنِے والے کو رِءَاسٌ کہتے ہیں  
 اور عام زبان میں اسے رِءَاسٌ کہتے ہیں۔  
 رَأْسٌ عِینِ اِیْکِ جِلْهٍ کا نام ہے۔ عام لوگ  
 اسے رَأْسُ العِینِ کہتے ہیں۔ اَعْدُ عَلِی  
 کَلَامِکَ مِنْ رَأْسٍ: میرے لئے اپنی  
 بات شروع سے دہرا۔ اس موقع پر مِنْ  
 رَأْسِ کِی بجائے مِنْ الرَأْسِ نہیں کہنا  
 چاہیے۔ جبکہ لوگ ایسا کہتے ہیں۔

ر ا ف - الرَّأْفَةُ: انتہائی رحمت و شفقت۔

بِهَرَقْدُ رُوُوفِ بِهِ: اس نے اس سے بڑی  
 شفقت کی۔ (واو مضموم) اس کا مصدر  
 رَأْفَةٌ اور رَأْفَةٌ ہے۔ رَأْفٌ بِهِ، یَرَأْفُ  
 بَرُوْزَنِ قَطَعَ یَقْطَعُ، مصدر رَأْفًا ہے،  
 (ہمزہ مفتوح)۔ رِءَافٌ بِهِ: اس کا باب  
 طرب ہے۔ یہ تمام لہجے کلام عرب ہیں۔

فخص منافق ہے۔ یعنی دکھاوا کرنے والا ہے۔

قَوْمٌ مُرَاءُونَ: دکھاوا کرنے والی قوم۔ یعنی ظاہر دار قوم۔ اس کا اسم الِریاء ہے بمعنی دکھاوا، ظاہر داری۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: فَعَلَّ ذَلِكَ رِيَاءً وَسُمْعَةً: اس نے یہ کام دکھاوے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے کیا۔

تَرَاءَى الْجَمْعَانِ: دو گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

فَلَانٌ يَتَرَاءَى: فلاں شخص آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور تلوار میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔

الرِّئَئَةُ: پھپھڑا۔ یہ لفظ مہوز ہے۔ اس کی جمع رِئین ہے۔ اور مفرد کی 'ة' یا کا عوض ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ رَأَيْتُهُمِيس نے اس کے پھپھڑے پر مارا۔

التَّرِيئَةُ: ہلکی اور خفیف پیلاہٹ اور میلا پن۔ قول خداوندی ہے:

هُمْ أَحْسَنُ آتَانًا وَرِيئًا  
”وہ ٹھاٹھ ہاتھ اور نمود و نمائش میں زیادہ اچھے تھے۔“

جس کسی نے رِئِئًا کو ہمزہ سے پڑھا اس نے اسے نمود و نمائش سمجھا اور اسے رَأَيْتُ سے مشتق قرار دیا۔ یعنی جو کچھ نام و نمود اور ظاہری حالت اور پہناوا آنکھوں نے

ہے وہ صرف دیکھتا اور سنتا ہے۔“

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

أَرَى عَيْنِي مَالِم تَرَعِيَاهُ  
كِلَانًا عَالِمًا بِالنُّسْرِيَّاتِ  
”میری دو آنکھوں کو وہ کچھ دکھا دو جو تم نے نہیں دیکھا۔ ہم دونوں یعنی میں اور تم صرف پگڈنڈیوں سے واقف ہیں، شاہراہوں سے نہیں۔“

ہو سکتا ہے کہ اس فعل کا ماضی ہمزہ کے بغیر ہو۔ شاعر کا قول ہے:

ضَاحٌ هَلْ رَيْتَ أَوْ سَمِعْتَ يِرَاعِ  
رَدَّ فِي الضَّرْعِ مَا قَرَى فِي الْجِلَابِ  
”اے میرے ساتھی یا ہم نشیں! کیا تم نے کسی چرواہے کے متعلق سنا، یا اُسے دیکھا کہ اس نے مہمان نوازی میں استعمال ہوا دودھ تھنوں میں واپس کر دیا ہو۔“

ایک روایت کے مطابق فی العلاب کے بدلے فی العلاب ہے۔ جب تم اصل کے مطابق اس سے امر کا صیغہ بناؤ تو تم اِزْءُ کو حذف کے بعد صرف ’رہ‘ کہو گے۔

أَرَيْتُهُ الشَّيْءُ: میں نے اسے کسی بات کی رائے دی تو اس کی بھی وہی رائے ہوئی۔ اس کی اصل أَرَيْتُهُ ہے۔ اِزْءَاہُ اس سے التعال کے باب کا صیغہ ہے جس کا معنی رائے اور تدبیر ہے۔ فُلَانٌ مُرَاءٌ: فلاں

المَرَأَى: خوش نما اور خوش منظر۔  
 فُلَانٌ حَسَنٌ فِي مَرَأَةِ الْعَيْنِ:  
 فلاں شخص خوش منظر ہے۔ یعنی دیکھنے میں یا  
 نظر میں وہ شخص بہت اچھا ہے۔ ضرب  
 المثل ہے: تَخْبِرُ عَنْ مَجْهُولِهِ  
 مَرَأَتُهُ: اس کا ظاہر اس کے باطن کی خبر  
 دیتا ہے۔ یعنی غمازی کرتا ہے۔

الرَّوَاءُ: (راء مضموم)، خوش نما یا خوش شکل  
 و خوش منظر۔ کہا جاتا ہے کہ رَأَى فُلَانٌ  
 النَّاسَ، يُرَائِيهِمْ مَرَأَةً اور رَأَى أَيْهَمُ  
 مَرَأِيَةً عَلَى الْقَلْبِ: فلاں شخص نے  
 لوگوں کے ساتھ دکھاوا کیا، رَأَى أَيْهَمُ  
 مَرَأِيَةً عَلَى الْقَلْبِ کا بھی یہی معنی  
 ہے۔

رَأَى فِي مَنَامِهِ: اس نے خواب میں  
 دیکھا۔ رُوِيَ بِرُوزْنٍ لِعَلَى بَغَيْرِ تَوِينٍ، بمعنی  
 سہنا اور خواب۔

الرُّوْيَا كِي جَعُّ رُوْيٍ هِيَ بِرُوزْنٍ رُعْيٍ۔  
 فُلَانٌ مَنَى عَرَأَى وَمَسْمَعٌ: یعنی  
 میں اسے گویا ہر وقت دیکھتا اور اس کی بات  
 سنتا ہوں۔ یعنی وہ میری نظروں میں ہے۔

رائحة: دیکھے بذیل مادہ ر و ح  
 راحة: دیکھے بذیل مادہ ر و ح  
 رآية: دیکھے بذیل مادہ ر و ی  
 رب ب - رب کل شئی: ہر چیز کا  
 مالک و پروردگار۔

دیکھا۔ اور جس نے اسے ہمزہ کے بغیر  
 پڑھا تو، یا تو اس نے ہمزہ کی تخفیف کی یا  
 پھر اسے رَوَيْت سے مشتق مانا اور اس سے  
 مراد یہ لی کہ ان کے رنگ اور ان کی کھالیں  
 تروتازہ اور بھری پڑی تھیں۔ اور خوشنا  
 تھے۔ تم کسی عورت کو کہتے ہو کہ أَنْتِ  
 تَرَيْنِ: توہری بھری یا تروتازہ ہے۔ اور جمع  
 کے لئے أَنْتُنَّ تَرَيْنِ یعنی تم عورتیں تروتازہ  
 ہو، کہتے ہو۔ ان دونوں صیغوں میں اس  
 کے سوا اور کوئی فرق نہیں کہ واحد کے صیغے  
 میں 'ن' رفع کی علامت ہے۔ اور جمع کے  
 صیغے میں 'ن' جمع کی علامت ہے۔ تم کہتے  
 ہو کہ أَنْتِ تَرَيْنِنِي اور چاہو تو ادا عام کر  
 کے اسے أَنْتِ تَرَيْنِنِي کہہ سکتے ہو۔ یعنی  
 تون کو مشدد کر کے مثلاً: تَضْرِبْنِي. شہر  
 سَامَرِيٍّ جسے خلیفہ معتمد باللہ نے بنوایا  
 تھا۔ اس کے مختلف لہجے یعنی تلفظ ہیں: سُرُّ  
 مَن رَأَى، سُرُّ مَن رَأَى، سَاءَ مَن  
 رَأَى اور سَامَرِيٍّ.

المِرَاة: (میم مکسور) آئینہ جس میں  
 انسان اپنی شکل دیکھتا ہے۔ فَلَائِثُ  
 مَرَاءٍ: اور اس سے زیادہ کے لئے مَرَايَا  
 صیغہ جمع استعمال ہوتا ہے۔

المَرَوَّةُ: (میم مفتوح) منظر۔ کہتے ہیں  
 مَرَاةٌ حَسَنَةٌ المَرَوَّةُ: خوبصورت و  
 خوش منظر عورت۔

حرف جو، جس کا مجرد اسم مکرمہ ہوا کرتا ہے، یہ مشد بھی ہوتا ہے اور مخفف بھی یعنی رُبُّ کا 'ب'، مشد بھی ہوتا ہے اور غیر مشد بھی۔ اس کے آخر میں 'ت' کا اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے رُبُّت کہا جاتا ہے۔ دوسرے افعال کی طرح اس پر بھی اضافی حروف و عوامل داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: "رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا" اس کے آخر میں 'ہ' بھی داخل ہوتی ہے۔ چنانچہ رُبُّتہ رَجُلٌ کہا جاتا ہے۔ الرَّبِّيُّ: (باء مسور) اس کی جمع الرَّبِّيِّينَ ہے۔ ہزاروں لوگ۔ اسی سے قول خداوندی ہے: "رَبِّيُونَ كَثِيرٌ" ہزاروں لوگ، بہت سے لوگ۔

الرَّبُّوبُ: جنگلی گامیوں کا ریوڑ۔

الرَّبَابُ: (باء مفتوح)، سفید بادل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صرف دکھائی دینے والے بادل ہیں۔ گویا بادل ہیں ہی نہیں۔ سفید اور سیاہ کی تو بات ہی چھوڑیے۔ اس کا واحد رَبَابَةٌ۔ عورتوں میں یہ نام رکھا جاتا ہے۔

ر ب ث - رَبُّتٌ عَنْ حَاجَتِهِ: اس نے اسے اس کی ضرورت سے روکا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔ الرَّبِّيَّةُ بروزن العجیبة: وہ کام جو تمہیں روکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "إِذَا كَانَ يَوْمٌ

الرَّبُّ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ یہ نام اضافت کے بغیر اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بادشاہ کے لئے یہ نام استعمال ہوتا تھا۔

الرَّبِّيَانِي: باخدا، خدا پرست انسان، عارف باللہ۔ قول خداوندی ہے: وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّنَ "لیکن تم ربانی یا خدا دوست و خدا پرست بن جاؤ۔"

رَبٌّ وَلَذَّةٌ: اس نے اپنے بیٹے کو پالا پوسا یا اس کی تربیت کی۔ اس کا باب رَدَةٌ ہے۔ رَبِّيَّةٌ اور تَرَبِّيَّةٌ کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی اس نے اس کی تربیت کی یا پالا پوسا۔

رَبِيْبُ الرَّجُلِ: بیوی کا پہلے خاوند سے بیٹا۔ یہاں رَبِيْبٌ مَرْبُوْبٌ کے معنی میں ہے یعنی زیر تربیت۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَبِيْبَةٌ ہے۔ الرَّبُّ: گاڑھا کیا ہوا طلا۔ زنجبیل مَرَبَّتٌ: ادراک کا رُبُّ یا ادراک سے تیار شدہ رُبُّ۔ جس طرح مُعَسَّلٌ: شہد میں تیار کی ہوئی کوئی چیز۔

مُرَبِّيٌ بھی تربیت سے مشتق ہے۔ یعنی تربیت یافتہ یا رُبُّ کی شکل تیار کیا ہوا۔ غالباً اس سے مراد اردو کا مُرَبِّہ ہے۔ رُبُّ:



گھوڑے اور گٹے کا بیٹھا جس طرح اونٹ کے بیٹھے کیلئے لفظ بروک استعمال ہوتا ہے۔ اور پرندوں کے بیٹھے کیلئے جُثُوم ہے۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔  
أَرْبَضَهَا غَيْرُهَا۔ اسے کسی اور نے بیٹھا دیا۔

المَرَابِضُ: بھیڑ بکریوں کا باڑہ۔ جس طرح اونٹوں کے رکھنے کی جگہ کو مَعَاظِن کہتے ہیں۔ اس کا واحد مَرَبِضٌ ہے۔  
بروزن مَجْلِسُ الرَّوْبِضَةِ جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ بمعنی حقیر و ناکارہ شخص۔ الرَّابِضَةُ: حاملینِ محبت کا باقی ماندہ، خدا تعالیٰ ان کے وجود سے روئے زمین کو خالی نہ کرے یا ان کی تعداد کم نہ ہو، اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ مجھے ان معنوں میں الرَّابِضَةُ کا لفظ نہ تو التہذیب میں ملا اور نہ ہی شَرَحِ الْغَرَبِيِّین میں۔

ر ب ط - رَبَطَةٌ: اس نے اس کو باندھ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اور باندھنے کی جگہ کو مَرَبَطٌ کہتے ہیں۔ (باہ کسور و مفتوح)۔ اِرْبَطًا کا معنی بھی رَبَطٌ ہے۔

الرَّبَاطُ: (راہ کسور)، چوپائے باندھنے اور مشکیزے رکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع رُبُطٌ

الْجُمُعَةِ بَعَثَ إِبْلِيسُ جُنُودَهُ إِلَى النَّاسِ فَأَخَذُوا عَلَيْهِم بِالرَّبَاطِ“ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو ابلیس اپنے لشکر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے جو لوگوں کو ان کے ایسے کام یا دلاتا ہے جو انہیں (جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے) روکیں۔

ر ب ح - رَبِیحٌ فِيهِ تِجَارَةٌ: اسے اپنے کاروبار میں نفع ہوا، یا اس نے نفع کمایا۔ رَبِیحٌ میں باہ کسور ہے۔ اس کا مصدر رَبِحًا ہے۔ الرَّبِیحُ اور الرَّبِیحُ (راء اور باہ دونوں مفتوح) کی مثال شَبَّةٌ اور شَبَّةٌ کی سی ہے۔ اس کا اسم الرَّبَاحُ ہے۔ (راء مفتوح)۔

تِجَارَةٌ رَابِحَةٌ: نفع بخش تجارت۔  
أَرَبَحَهُ عَلَيَّ سِلْعَتُهُ: اسے اس کے مال پر اس نے نفع دیا۔

بَاعَ الشَّيْءُ مَرَابِحَةً: اس نے چیز نفع پر بیچی۔

ر ب ص - التَّرْبِصُ: انتظار۔  
المُتَرَبِّصُ: ذخیرہ اندوز۔ منافع کی گھات میں بیٹھا شخص۔

ر ب ض - رَبِضُ الْمَدِينَةِ: مدینہ یا شہر کا گرد و نواح۔ رَبِضٌ میں راء اور باہ دونوں مفتوح ہیں۔ رُبُوضُ الْغَنِيمِ وَالْبَقَرِ وَالضَّرْبِيِّينَ وَالْكَلْبِ، مِثْلَ بَرُوكِ الْاَيْلِ: بھیڑ بکری، گائے۔

ہے۔ (باء ساکن)

الرِّبَاطُ کا معنی مرابطة بھی ہے جس سے مراد فوجی چوکی ہے۔

الرِّبَاطُ: واحد ہے، جس کی جمع الرِّبَاطَاتُ ہے۔

رِبَاطُ الخَيْلِ: گھوڑوں کے گروہ یا مجموعہ۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ الرِّبَاطُ الخَيْلِ الخَمْسُ فَمَا فَوْقَهَا: پانچ یا اس سے زیادہ گھوڑوں کی تعداد یا مجموعہ۔

رب ع۔ الرِّبْعُ: گھر، جہاں کہیں اور جیسا نجی ہو۔ اس کی جمع رِبَاعٌ، رُبُوعٌ، اَرْبَاعٌ اور اَرْبَعٌ ہے۔ الرِّبْعُ کا معنی مَحَلَّہ بھی ہے، بمعنی اترنے کی جگہ۔ الرِّبْعُ: چوتھائی، اسے عُسْرٌ سے عُسْرٌ کی طرح الرِّبْعُ (باء مضموم) بھی کہتے ہیں۔

الرِّبْعُ: (راء مسور)، باری کا بخار جو دو چھوڑ کر چوتھے دن آتا ہے۔ اسے چوتھیا بخار بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رِبْعٌ عَلَيهِ الحُمَى: اسے چوتھی کا بخار ہوا ہے۔

قَدْ رُبِعَ الرَّجُلُ: اس کا فعل مجہول ہے، یعنی آدمی کو چوتھیا بخار ہوا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرْبُوعٌ ہے۔

الرِّبْعُ: عربوں کے ہاں دو ربیع ہوتے ہیں، ایک تو رِبْعُ الشُّهُورِ ہے اور دوسرا

رِبْعُ الأَزْمِنَةِ.

رِبْعُ الشُّهُورِ: صفر کے بعد دو ماہ۔ انہیں صرف الرِّبْعُ الأوَّلُ اور الرِّبْعُ الآخرُ کہا جاتا ہے۔ رِبْعُ الأَزْمِنَةِ تو اس کے دو ربیع ہوتے ہیں:

الرِّبْعُ الأوَّلُ: جس ماہ میں کھمبہ اُگتی ہیں اور پھولوں کی کلیاں کھلتی ہیں۔ اسے رِبْعُ الكَلَا یعنی گھاس کا موسم کہتے ہیں۔

الرِّبْعُ الثَّانِي: یہ وہ وقت ہوتا ہے جب پھل نکلنے لگتے ہیں۔ بعض لوگ اسے الرِّبْعُ الأوَّلُ کہتے ہیں۔ میں نے ابو القوث کو یہ کہتے سنا ہے کہ عرب لوگ سال کو چھ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان میں سے دو ماہ الرِّبْعُ الأوَّلُ، دو ماہ صیف یعنی گرمیوں کے، دو ماہ قیظ یعنی شدید گرمی، دو ماہ الربیع الثانی، دو ماہ خریف اور دو ماہ شتاء سردیوں کے۔

الرِّبْعُ کی جمع اَرْبَعَاءُ اور اَرْبَعَةٌ ہے جس طرح نَصِيبُ کی جمع النِّصَبَاءُ اور اَنْصِبَةٌ ہوتی ہے۔

المَرْبُوعُ: لوگوں کے اترنے یعنی اقامت پذیر ہونے کی جگہ۔ بالخصوص موسم ربیع میں ٹھہرنے یا اترنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ هَلِدِهِمْ مَرَابِعُنَا: یہ ہماری موسم ربیع میں اقامت کی جگہیں ہیں۔ اور مَصَائِفُنَا: اور

معاملہ کیا۔

الرَّبْعَةُ: (باہ ساکن) عطاروں کی چڑے کی ٹوکری۔

رَجُلٌ رَّبْعَةٌ: درمیانے قد کا آدمی نہ زیادہ دراز اور نہ زیادہ کوتاہ قد۔ اِمْرَأَةٌ رَّبْعَةٌ: کا

بھی یہی معنی ہے یعنی میانہ قد عورت۔

دونوں صیغوں کی جمع رَبْعَاتٌ ہے (راء اور

باء دونوں متحرک مفتوح) البتہ یہ شاذ ہے،

کیونکہ فَعْلَمَ کے وزن پر اگر صفت ہو، تو جمع

کی حالت میں اسے متحرک نہیں کیا جاتا۔

البتہ اسے متحرک صرف اسم ہونے کی

صورت میں کیا جاتا ہے۔ جب کہ عین کلمہ

نہوا ہو نہیاء۔

اِرْتَبَعَ البَعِيرُ وَتَرَبَّعَ: اونٹ موسم بہار

کی گھاس یا چارہ چر کر فرہ ہوا۔

اِرْتَبَعْنَا بِمَوْضِعٍ كَذَا: ہم موسم بہار

میں فلاں جگہ ٹھہرے یا اقامت پذیر

ہوئے۔

تَرَبَّعَ: وہ چوڑی مار کر بیٹھا۔

التَّرْبِيعُ: کسی چیز کا مربع شکل میں بنانا۔

رُبَاعٌ: اَرْبَعَةٌ اَرْبَعَةٌ سے محدود کلمہ۔

چار چار۔

الرُّبَاعِيَّةُ بروزن الثَّمَانِيَّةُ: سامنے کے

چار دانتوں اور گچلوں کے درمیان والا

دانت۔ اس کی جمع رُبَاعِيَّاتٌ ہے۔ جس

فحص کا یہ دانت گر گیا ہو اسے رُبَاعٌ کہتے

یہ ہماری صیغ یعنی گرمیوں میں اترنے یا

ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ جہاں ہم موسم

ربیع اور موسم صیف یعنی موسم گرما گزارتے

ہیں۔ الرُّبَيْعُ کی طرف نسبت سے رِبْعِيٌّ

ہوگا۔ (راء مکسور)۔

رَبَعَ القَوْمُ: وہ قوم کا چوتھا آدمی بن گیا۔

اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یا اس نے مال

غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیا۔ حدیث

شریف میں ہے: اَلَمْ اُجْعَلْكَ تَرَبَّعٌ:

یعنی تم مال غنیمت سے چوتھا حصہ لیتے ہو۔

قُطِرَ کا کہنا ہے کہ المِوْبَاعُ کا معنی

چوتھائی ہے اور المِعْشَارُ کا معنی دسواں

حصہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور عدد سے

اس طرح کا مشتق نہیں سنا گیا۔

رَبَعَ الحَجَرُ وَاِرْتَبَعَهُ: اس نے قوت

آزما لی کیلئے پتھر اٹھایا۔ حدیث شریف میں

ہے کہ: مَرُّ بِقَوْمٍ يَرُّ بِعَوْنِ حَجَرٍ

وَيَرُّ بِعَوْنِ: آپ ﷺ ایک قوم کے

پاس سے گزرے، جو قوت آزمائی کے لئے

پتھر اٹھاتے تھے۔

رَبِيعَةٌ کی طرف منسوب کو رِبْعِيٌّ کہتے

ہیں، (راء اور بقاء دونوں مفتوح)۔

عَامِلَةٌ مُرَابِعَةٌ: اس نے چوتھائی حصے کی

شرط پر اس کے ساتھ معاملہ کیا۔ اس کی

مثال مُصَافِيَةٌ اور مُشَافِهَةٌ یعنی اس

نے موسم گرما کی شرط پر اور ماہانہ شرط پر

کیا کرو اور اسے دو دن چھوڑ دو اور پھر تیسرے دن جا کر دوبارہ بیمار پرسی کیا کرو۔  
الْمَرْبَاعُ: علاقے کا سربراہ جو مالِ غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیتا ہے۔

الْأَرْبَعَاءُ: بدھ کا دن۔ یہ بھی بتایا گیا ہے اس میں باہ مفتوح ہے۔ اس کی جمع اَرْبَعَاوَاتُ ہے۔

الْيَوْمُوعُ: اس کی جمع الیورابع ہے بمعنی چوہا۔

رب ق - السَّرْبِقُ: (راء کمور) رتی جس

میں متعدد گانٹھیں لگی ہوں۔ اس سے مویشی باندھے جاتے ہیں۔ گانٹھوں میں ایک گانٹھ کو رِبْقَةٌ کہتے ہیں۔ حدیث شریف

میں ہے: خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ: "اس نے اسلام کی رسی کی گانٹھ اپنی گردن سے کھول دی۔" رِبْقَةُ كِي جمع رِبْقُ

أَرْبَاقٍ اور رِبَاقٍ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَكُمْ الْعَهْدُ مَا لَمْ يَأْكُلُوا السَّرْبَاقِ: "(ذبیوں سے) عہد کی پاس

داری اور پابندی کی جائے گی جب تک کہ تم ذمہ داری کی گانٹھ نہ کھاؤ گے یعنی عہد کی پاسداری کرتے رہو گے۔"

رب ا - رَبَا الشَّيْءُ: چیز میں اضافہ ہوا،

یا بڑھ گئی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الرَّابِيَةُ: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھرا ہوا حصہ۔ یہی معنی رُبُوءَةٌ کا ہے۔ (راء مفتوح،

ہیں۔ جو بروزن فَمَان ہے۔ منصوب ہونے کی صورت میں اسے مکمل کر کے رباعیہ کہا جائے گا۔ تم کہتے ہو: رِكْبَتْ بَرْدُونَ رِبَاعِيًا. میں چار سال کی عمر کے گھوڑے پر سوار ہوا۔

الْغَنَمُ تُرْبِعُ: بکری چوتھے سال میں ہے۔ وَالْبَقَرُ وَالْحَالِظُ فِى الْخَامِسَةِ: گائے اور گھوڑا پانچویں سال

میں اور اونٹ ساتویں سال میں ہیں۔ ان سب جانوروں کے اس عمر کو پہنچنے پر اَرْبَعٌ بنی کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ جانور رباعی ہو گیا۔

أَرْبَعٌ إِبِلَةٌ بِمَكَانٍ كَذَا: اس نے اپنے اونٹ کو فلاں جگہ لے کر چرایا۔

أَرْبَعَ الْقَوْمِ: قوم یا لوگ چار چار کی ٹولیوں میں ہو گئے۔ وَأَرْبَعُوا اور موسم بہار میں داخل ہو گئے۔ نيز اَرْبَعُوا یعنی

بھیڑ بکریوں کیلئے چارے کی تلاش میں موسم بہار گزارنے والی جگہ میں اقامت گزریں ہو گئے۔

أَرْبَعَتْ عَلَيْهِ الْحُمَى: اسے چوتھیے کا بخار آیا، یہ رِبْعَتْ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اسی طرح قَدْ اَرْبَعُ، رَبْعٌ کا ایک دوسرا لہجہ

ہے۔ مُرْبِعٌ اس کا اسم فاعل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَغْيِسُوا فِى عِبَادَةِ

الْمَرِيضِ وَأَرْبِعُوا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَقْلُوبًا: "مریض کی عیادت میں ناغہ

ر ت ب - الرُّبِيَّةُ وَالمَرْتَبَةُ: مرتبہ و منزلت۔ رَكَبَ الشَّيْءُ: چیز تک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَمْرٌ رَاتِبٌ: قائم و دائم، پابجا، برقرار۔

ر ت ت - الرُّتْبَةُ: (راء مضموم) زبان کلام میں لڑکھڑاہٹ، ہکلا پن۔

رَجُلٌ أَرْتٌ: وہ شخص جس کی زبان میں لڑکھڑاہٹ ہو یعنی ہکلا آدمی۔

أَرْتَهُ اللّٰهُ فَرَّتْ: اللہ نے اسے ہکلا بنا دیا تو ہکلا ہو گیا۔

ر ت ج - أَرَقَّ البَابُ: اس نے دروازہ بند کیا۔

أُرْتِجَ عَلَى القَارِيءِ: قاری یعنی پڑھنے والے پر دروازہ بند کیا گیا۔ یعنی وہ پڑھ نہیں سکا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ گویا اس پر

پڑھنے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اسی طرح

أُرْتِجَ بھی فعل مجہول ہے۔ اسے اُرْتِجَ نہیں کہنا چاہیے یعنی جیم کو مشدو نہیں پڑھنا چاہیے۔

الرُّقْجُ: (راء اور باء مفتوح) بڑا گیٹ۔ اسی طرح الرُّوْجُ: (راء مضموم) ہے مثلاً:

رِقَاجُ الكَعْبَةِ یعنی کعبہ کا بڑا دروازہ۔ کہا گیا ہے الرُّوْجُ وہ بڑا بند دروازہ ہے جس کے اندر ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا ہے۔

ر ت ع - رَتَعَتِ المَاشِيَةُ: مال مویشی نے چر چگ لیا۔ یعنی جو چاہا کھا لیا۔ اس کا

کسور اور مضموم) الرُّبَاوَةُ: (راء مفتوح)۔ الرُّبُو: چڑھی ہوئی سانس یا پھولی ہوئی سانس۔ الرِّءَاءُ نے اس قول

خداوندی: فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً الرُّبَايَةِ کے متعلق کہا ہے کہ اس کا معنی بڑھ کر یا زائد

ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو زائد گرفت سے پکڑا یعنی سخت گرفت کی۔ اس کی مثال

تمہارا یہ کہنا ہے کہ أَرَبَيْتُ: تم نے دینے سے زیادہ لیا۔

رَبَاهُ تَرْبِيَةً وَتَرْبَاهُ: اس نے اسے کھلایا پلایا یا خوراک دی۔ اور یہ لفظ ہر نشوونما پانے

والی چیز مثلاً: بچے، کھیتی وغیرہ قسم کیلئے بولا جاتا ہے۔

رُجْبِيلٌ مُرْبِيٌّ وَمُرْبَبٌ: رُجْبُ یا شیرہ میں پکایا ہوا ادراک یا ادراک کا مرتبہ۔ اس کا

ذکر ر ب کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

الرُّبَا: لین دین میں فائدہ، سود۔

أَرَبَى الرُّجُلُ: آدمی نے نفع کمایا۔ اس کا ایک اور لہجہ یا تلفظ الرُّبِيَّةُ ہے۔ اس کا ذکر

اہل نجران کے صلح نامے میں آیا ہے۔ الرِّءَاءُ نے کہا کہ یہ عربوں سے سماعی کلمہ رُبِيَّةٌ

ہے۔ از روئے قیاس اسے رُبُوَّةٌ ہونا چاہیے یعنی واو کے ساتھ۔

الأُرْبِيَّةُ: (الف مضموم اور باء مشدو) ران کی جزیار ران کے اوپر والے حصے۔ اور یہ دو

ہوتے ہیں جنہیں اُرْبِيَّتَانِ کہیں گے۔

قسم کا درخت ہے۔ اس کی جمع رتَم ہے۔  
دور جاہلیت میں جب کوئی شخص سفر پر نکلتا  
تو ایک درخت کے پاس جا کر دو ٹہنیوں کو  
اکٹھا کر کے باندھ دیتا۔ جب سفر سے  
واپس لوٹتا اور ان ٹہنیوں کو اسی طرح بندھا  
پاتا تو کہتا کہ اس کے گھر والوں نے کوئی  
خیانت نہیں کی اور اگر ٹہنیاں بکھر گئی ہوتیں  
تو سمجھتا کہ گھر والوں نے خیانت کا ارتکاب  
کیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

هَلْ يَنْفَعُنكَ الْيَوْمَ إِنْ هَمُّتْ بِهِم  
كُفْرَةً مَا تُوْجِحِي وَتَعْقَاذُ الرُّتَمِ  
”کیا آج تمہیں کثرت و صیت یا ٹہنیاں  
اکٹھی کر کے باندھنے کا کچھ نفع ہو سکتا ہے  
جب گھر والوں نے خیانت کرنے پر کر

باندھ لی ہو۔“

رت ا- الرتومة: قدم۔ حضرت معاذ کی

حدیث میں ہے کہ: إِنَّهُ يَتَقَدَّمُ الْعُلَمَاءُ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِرُتُومَةٍ ”قیامت کے دن  
علماء قدم آگے بڑھائیں گے۔“ بِرُتُومَةٍ كِي  
جگہ دَرَجَةٍ بھی کہا گیا ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: ان العذبة تَرْتُومًا  
فُؤَادِ الْمَرِيضِ ”خزیرہ مریض کے دل  
کو سہارا دیتا ہے اور تقویت پہنچاتا ہے۔“

میرا کہنا ہے کہ خزیر یا خزیرہ گوشت کے  
چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بہت زیادہ  
پانی میں پکایا جاتا ہے۔ جب وہ خوب پک

باب خَضَعُ ہے۔ کہتے ہیں کہ خَوْجَنَا  
نَلْعَبُ وَنَرْتَعُ، ہم کھیل کود کرنے اور کچھ  
کھانے پینے یا چرنے چلنے کیلئے نکلے۔

مَرْتَعٌ: چراگاہ۔ چرنے چلنے کی جگہ۔

رت ق- الرتوق: الفتق کی ضد۔

قَدْ رَتَقَ الْفَتَقُ: اس نے شکاف کو سی دیا،  
پُرُكِيَا يَجُوزُ دِيَا۔ قول خداوندی ہے: كَانَتْ  
رَتَقًا فَفَتَقْنَا هُمَا: آسمان اور زمین  
دونوں ملے ہوئے تھے، ہم نے انہیں الگ  
الگ کر دیا۔

رت ل- الترتيل في القراءة: قرآن

کریم کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا اور وضاحت  
سے پڑھنا بغیر کسی کی پیشی کے۔

رت م- الرتيمة: وہ دھاگا جو انگلی سے

باندھا جاتا ہے، جو کسی ضرورت یا ضروری  
کام کو یاد دلانے کیلئے باندھا جاتا ہے۔ اسی  
طرح الرتمة (تاء ساکن)۔

ارتمة: اس نے اپنی انگلی میں یاد دہانی  
کیلئے دھاگا باندھا۔ شاعر کا قول ہے:

اِذَا لَمْ تَكُنْ حَاجَاتِنَا فِي نَفُوسِكُمْ  
فَلَيْسَ بِمُعْنٍ عِنْدَ عَقْدِ الرُّتَامِ  
”جب تمہارے دلوں میں ہماری ضروریات  
کے لئے جگہ ہی نہ ہو، تو پھر یاد دہانی کیلئے  
تمہاری انگلیوں میں دھاگا باندھنے کا کیا  
فائدہ۔“

الرتمة: (راء اور تاء دونوں مفتوح) ایک

ر ج ۱- اَرْجَاهُ: اس نے اسے مؤخر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَآخِرُونَ مُرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ: یعنی کچھ دوسرے لوگوں کا معاملہ مؤخر کر دیا جائے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم نازل فرمائے۔ اسی سے لفظ مُرْجِنَةٌ بروزن مُرْجِعَةٌ مشتق ہے۔ اسے مُرْجِيَةٌ بھی کہا گیا ہے یعنی یاء مشدودہ، کیونکہ بعض عرب اَرْجِيْتُ، أَخْطَيْْتُ اور تَوَضَّيْتُ، بغیر ہمزہ کے بولتے ہیں۔

ر ج ب- رَجَبَةٌ: وہ اس سے ڈرا اور اس کی تعظیم کی۔ اُس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسی وجہ سے رَجَبٌ نام پڑا ہے۔ کیونکہ جاہلیت کے دور میں عرب اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے اور جنگ بند کر دیتے تھے۔ اس کی جمع اَرْجَابٌ ہے۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ شعبان کا مہینہ بھی ملا دیا تو ان دو مہینوں کے لئے انہوں نے رَجَبَانٌ کہا۔

ر ج ج- رَجْعَةٌ: اس نے اسے ہلا دیا اور زلزلہ پیدا کیا۔ اس کا باب رَجَعٌ ہے۔ اَرْتَجَ الْبُحْرُ: سمندر میں طوفان آ گیا اور سمندر بھر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ رَكِبَ الْبُحْرَ حِينَ يَرْتَجُ فَلَا ذِمَّةَ لَهُ: ”جو شخص طوفان کے وقت

جاتا ہے تو اس میں آنا ڈالا جاتا ہے۔ ر ث ث- الرُّثُ: (راء مفتوح)، پرانا۔ اس کی جمع رَثَاتٌ ہے، (راء مكسور)۔ قَدْ رَثَ، يَرِثُ: (راء مكسور) رَثَائَةٌ (راء مفتوح)۔

أَرِثَ الثُّوبُ: کپڑا پرانا ہو گیا یا پھٹ گیا۔ بوسیدہ ہو گیا۔

إِرْتَثَ فُلَانٌ: فلاں بوسیدہ ہو گیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ حُمِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ رَيْثًا: وہ میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھالایا گیا لیکن اس میں ابھی جان کی رتق باقی تھی۔

ر ث ۱- رَثِيْتُ الْمَيْتَ: میں نے میت کا مرثیہ کہا، ماتم کیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ اس کا مصدر مِيَمَى مَرَثِيَةٌ بھی ہے۔

رَثْوَةٌ: میں نے اس کا مرثیہ کہا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا معنی میت پر رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا ہے۔ اور اسی طرح میت کے بارے میں کوئی شعر نظم کرنا ہے۔

رَثِي لَهْ: اس کا دل اس کے لئے پیچھا، اس کا باب اس کے دو مصدروں میں سے پہلا مصدر ہے۔ شاید رَثَاتُ الْمَيْتِ بھی کہا گیا ہو۔ جو اصل کے برخلاف ہمزہ سے لکھا گیا ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ لب آئے گا۔

① یہ حدیث کاتب کا اضافہ ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

ہے۔ الرّاء نے مزید کہا کہ شاید یہ دو مختلف لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں 'زای' کو 'سین' میں بدل دیا گیا ہے۔ جس طرح اَسَد کو اَزَد کہا گیا ہے جہاں 'سین' کو 'زای' میں بدل دیا گیا ہے۔  
النُّرْجِسُ: (گلِ زگس) معرب کلمہ ہے اور اس میں 'ن' زائد ہے۔

ر ج ع- رَجَعَ الشَّيْءُ بِنَفْسِهِ: چیز بذات خود یا بنفسہ لوٹ آئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

رَجَعَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے لوٹایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قبیلہ ہذیل کے لوگ ایسے موقع پر اَرْجَعَهُ بولتے ہیں۔ (الف زائد کے ساتھ)۔ قول خداوندی: يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ بِالْقَوْلِ: یعنی ایک دوسرے کو کلامت کرتے ہیں۔

الرُّجْعَى: رجوع۔ لوٹنا۔  
المَرْجِعُ- مرجع: بازگشت۔ قول خداوندی ہے: اِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ: اللہ ہی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔ یہ شاذ ہے کیونکہ فَعَلَ يَفْعَلُ کے مصادر مفتوح العين ہوتے ہیں۔ فُلَانٌ يُوْمِنُ بِالرُّجْعَةِ: فلاں شخص موت کے بعد واپس دنیا میں لوٹ آنے پر یقین رکھتا ہے۔

وَلَهُ عَلَيَّ اِمْرَاتِهِ رَجْعَةٌ: (راء مفتوح اور مکسور لیکن مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اسے

سمندر کے سفر کو نکلے تو اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔" اس کا باب رَدَّ ہے۔  
تَرَجَّحَ الشَّيْءُ: چیز آئی اور گئی۔

ر ج ح- رَجَعَ المَبِيزَانُ يَرْجُحُ اور يَرْجُحُ: (جیم مضموم اور مفتوح) رُجْحَانًا ترازو جھک گیا۔ اَرْجَحَ لَهُ وَرَجَّحَ تَرَجِيحًا: اس نے اُسے تول جھکا کر دیا یا اسے ترجیح دی۔  
الارْجُوْحَةُ: جھولا۔

ر ج ز- الرُّجْزُ: غلاظت و نجاست۔ اس کی مثال الرُّجْسُ ہے۔ قول خداوندی: وَالرُّجْزُ فَاهْجُرْ میں الرُّجْزُ میں راء کو مکسور اور مضموم دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ مجاہد کا کہنا ہے کہ الرُّجْزُ کا معنی بت ہے۔ البتہ قول خداوندی: "رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ" میں رِجْزُ کا معنی عذاب ہے۔  
الرُّجْزُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح) شعر کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

رَجَزَ الرَّاجِزُ: رِجْزُ کہنے والے نے رِجْزُ کہا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْتَجَزَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ر ج س- الرُّجْسُ: غلاظت۔ الرّاء کا کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَيَجْعَلُ الرُّجْسَ عَلَيَّ لَا يَعْقِلُونَ میں الرُّجْسُ کا معنی خدا کا عقاب اور غضب ہے۔ یہ قول خداوندی رِجْزُ کا فعل مضارع



رَاجِعُونَ کہنا۔

رَجَعَ تَرَجِيعًا: اذان میں ترجیع کے

ساتھ کلمات کہنا۔ تَرَجِيعُ الصَّوْتِ: لُحْنُ

سے پڑھنے والوں کا آواز کو دہرا کر پڑھنا۔

ر ج ف - الرَّجْفَةُ: زلزلہ۔ قَدْ رَجَفَتْ

الْأَرْضُ: زمین میں زلزلہ آیا۔ اس کا باب

نَصَرَ ہے۔

الرَّجْفَانُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح)،

شدید اضطراب۔

الْإِرْجَافُ: حُرْفٌ، اس کی جمع أَرَجِيفٌ

ہے۔

قَدْ أَرْجَفُوا فِي شَيْءٍ: انہوں نے

معاملہ پر غور و خوض، سوچ و بچار کیا۔

الرَّجُلُ: پاؤں، قدم، اسکی جمع الْأَرْجُلُ

ہے۔

الرَّجْلَةُ: حُرْفٌ كَمَا سَاغَ۔ ایک بڑی جسے

الْحَمَقُ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ بڑی

صرف پانی کی گزرگاہوں پر آگتی ہے۔ اسی

سے لوگوں کے ہاں محاورہ بن گیا ہے کہ:

هُمْ أَحْمَقُ مِنْ رَجْلَةٍ: وہ رجلہ بڑی

سے بھی زیادہ احمق ہے۔ عام لوگ اسے

من رَجْلِهِ: ضمیر کی طرف اضافت کے

ساتھ بولتے ہیں۔

الرَّجْلُ مِنَ الْغَيْلِ: جس گھوڑے کے

ایک پاؤں میں سفیدی ہو۔ ایسے گھوڑے کو

ناپسند کیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے اس

اپنی بیوی پر رجعت کا حق ہے۔

الرَّاجِعُ: خاوند کے مرنے کے بعد عورت

اپنے میکے آتی ہے۔ ایسی عورت کو راجع

کہتے ہیں۔ لیکن مطلقہ عورت کو میکے واپس

بھیجنے کیلئے الْمَرْدُودَةُ کا لفظ استعمال

کرتے ہیں۔

الرَّجْعُ: بارش، قول خداوندی ہے:

وَالسَّمَاءُ ذَاتِ الرَّجْعِ: بارش

برسانے والے آسمان کی قسم۔ کہا گیا ہے کہ

اس آیت میں ذَاتِ الرَّجْعِ کا معنی نفع

دینے والا ہے۔

الرَّجِيعُ: گوبر اور لید۔ ذُو الْبَطْنِ:

پیٹ کے اندر کی چیز۔ وَقَدْ أَرْجَعُ

الرَّجُلُ: آدمی نے پاخانہ کیا۔ وَهَذَا

رَجِيعُ السَّبْعِ: اور یہ درندوں کی لید

ہے۔ رَجَعَهُ كَمَا بَدِيَ مَعْنَى هِيَ۔ ہر لوثائی

جانے والی چیز رَجِيعٌ ہے کیونکہ اس کا معنی

لوثایا ہوا یا لوثائی ہوئی ہے۔

المُرَاجَعَةُ: دُہرائی۔ رَاجَعَةُ الْكَلَامِ:

اس نے اس کی بات کا ترکی بہ ترکی جواب

دیا۔ بات لوثادی۔

تَرَجَّعَ الشَّيْءُ إِلَى الْخَلْفِ: بات

یا چیز واپس لوٹی۔

اسْتَرْجَعَ مِنْهُ الشَّيْءُ: اس نے

اپنی دی ہوئی چیز واپس لی۔ اور کسی مصیبت

پڑنے پر کسی کا إِنْشَاءٌ لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ

گھوڑے کے بدن پر کوئی اور واضح نشان ہو۔

الأرجل من الناس: لوگوں میں سے بڑا آدمی یا بڑی شخصیت۔

المرجل: (میم کسور)، تانبے کی ہانڈی۔ الرجل: پایادہ۔ یہ الفارس بمعنی گھڑسوار کی ضد ہے۔ اس کی جمع رَجَلٌ ہے۔ اس کی مثال صاحب کی جمع صَحْبٌ ہے۔

رَجَالَةٌ وَرُجَالٌ: (جیم مشدودونوں میں)۔

الرجلان: پایادہ۔ اس کی جمع رَجَلِيٌّ وَرَجَالٌ ہے۔ اس کی مثال عَجَلَانٌ، عَضَلِيٌّ اور عَجَالٌ ہے۔

إمْرَأَةٌ رَجُلِيٌّ بَرُوذَنٌ عَجَلِيٌّ: (پا پیادہ عورت)۔ نِسْوَةٌ رَجَالٌ بَرُوذَنٌ عَجَالٌ: (پا پیادہ عورتیں)۔

الرجل: مرد، إمْرَأَةٌ كِي ضِدِّهِ، اس كِي جمع رَجَالٌ اور رجالات ہے۔ اس كِي مثال جَمَالٌ، جَمَالَاتٌ اور أَرَا جَلٌ عورت كُو رَجُلَةٌ بَهِى كَهِتَ هِي۔ چنانچہ كَها جاتا هَے كَ: كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا رَجُلَةٌ الرَّأْيِي: حضرت عائشہؓ صاحب رائے تھیں۔ الرجل كَالِ اسمِ تَصْغِيرِ رَجِيلٌ اور رُوَيْجِلٌ بَهِى هَے جو خِلافِ قِياسِ هَے۔ يُونِ مَعْلُومٌ هُوَ تَا هَے كَ

رُوَيْجِلٌ، رَاجِلٌ كَالِ اسمِ تَصْغِيرِ هَے۔

الرَّجُلَةُ: (راء مضموم)۔ الرَّجُلُ الرَّاجِلُ اور أَرَجِلٌ كَالِ مَصْدَرِ هَے۔ كَها جاتا هَے كَ: الرَّجُلُ بَيْنَ الرَّجُلَةِ وَالرَّجُولَةِ وَالرَّجُولِيَّةِ، يَعْني الرَّجُلُ، رَجُلَةٌ رَجُولَةٌ اور رَجُولِيَّةٌ كَالِ مَظْهَرِ هَے۔ يَعْني الرَّجُلُ مَرَدَانِ كَالِ ظَاهِرِ اور واضح ثبوت هَے۔

رَاجِلٌ جَيْدٌ الرَّجُولَةُ: اچھی مرادگی والا مرد۔

فَبَرَسٌ أَرَجِلٌ - بَيْنَ الرَّجَلِ وَالرَّجُلَةِ: طاق تورا گھوڑا۔

شَعْرٌ رَجَلٌ وَرَجَلٌ: (جیم مشدود و كَسُور)، كَمِ كَهْ كَها يَالِ هَالِ۔ كَها سَكْتِ هِي كَ رَجَلٌ شَعْرَةٌ تَرَجِيلًا اس نِے هَالِ سِي دِهْ كِي۔

مير كَها هَے كَ تَرَجِيلٌ الشَّعْرُ كَالِ مَطْلَبِ تَوَالِوِ كُو كَهْ كَها يَالِ بِنَا هَے۔ اور تَرَجِيلُهُ كَالِ مَعْنَى صَرَفِ كَهْ كَها يَالِ هَے۔ اِرْتِجَالُ الخُطْبَةِ وَالشَّعْرُ: نِي البديهة خطبه يا شعر پڑھنا۔

تَرَجَلٌ: وه پيدل چل پڑا۔

ر ج م - الرَّجْمُ: قتل کرنا۔ اصلاً اس كَالِ مَعْنَى سَنَكِ كَرْنَا هَے۔ اس كَالِ بَابِ نَصَرَ هَے۔ اس سے رَجِيمٌ، مَرَجُومٌ مَشْتَقٌ هِي۔ بمعنی دھکا راءا هُوَ اور سَنَكَرُ هُوَ كَرْمَنِي

تَرْجَمَ كَلَامَهُ: اس نے اپنی بات یا اپنے کلام کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا۔ اسی سے التَّرْجُمَانُ مشتق ہے۔ جس کی جمع تَرَاجِمٌ ہے۔ بردزن زعفران۔ جمع زَعَاْفِرٌ۔ تَرْجُمَانٌ میں جیم مضموم ایک لہجہ یا لغت ہے۔ نیز تاء مضموم اور جیم مضموم دونوں اکٹھے یعنی التَّرْجُمَانُ بھی ایک لہجہ یا لغت ہے۔

ر ج ۱- أَرْجَيْتُ الْأَمْرَ: میں نے کام کو مؤخر کر دیا۔ یہ ہمزہ کے ساتھ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ یعنی أَرْجَاثٌ اور أَرْجَيْتُ۔ قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: وَأَخْرُؤْنَ مُرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ: یعنی دوسرے لوگوں کا معاملہ وحی الہی آنے تک مؤخر کر دیا گیا۔ اور وَأَرْجِيهِ وَأَخَاهُ: اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے۔ اس سے اسم صفت رَجُلٌ مُرْجٌ اور قَوْمٌ مُرْجِيَّةٌ ہوگا۔ اور اسے صفت نسبتی بنانے کی صورت میں کہیں گے: رَجُلٌ مُرْجِيٌّ: (یاء مشدود کر کے) جس طرح سے مادہ ر ج ا کے ذیل میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

الرَّجَاءُ: (الف ممدود) امید، آس، توقع۔ کہا جاتا ہے: رَجَاةٌ: اس نے اس سے استدعا کی یا امید رکھی۔ اس کا باب عَدَاةٌ ہے۔ اور مصدر رَجَاءٌ اور رَجَاوَةٌ

والآدبى۔

الرُّجْمَةُ بردن العُجْمَةُ بڑا پتھر۔ اس کی جمع الرُّجْمُ اور الرِّجَامُ ہے۔ یعنی بڑے پتھر، اوپر تلے چنے ہوئے پتھر نہیں۔ شاید ایسے پتھر جو قبروں پر قبہ بنانے کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن مغفل نے اپنی وصیت میں کہا کہ: لَا تَرْجِمُوا قَبْرِى مِىرِى قَبْرِى پتھروں کا ڈھیر نہ بنانا۔ گویا وہ چاہتے تھے یا ان کی مراد یہ تھی کہ ان کی قبر کو زمین کے ساتھ ہموار کیا جائے۔ اور قبر زمین سے اونچی قبر دار نہ ہو جائے۔ ضحاک نے بھی اپنی وصیت میں یہی کچھ کہا کہ: اِزْمِسُوا قَبْرِى رَمْسًا: میری قبر کو اچھی طرح زمین کے برابر کر دو۔ محدثین کہتے ہیں کہ یہ عبارت لَا تَرْجِمُوا قَبْرِى: (جیم بغیر تشدید کے) ہے۔ لیکن درست بات یہی ہے کہ تَرْجِمُوا میں جیم مشدود ہے۔

الرُّجْمُ: اٹکل بچّو۔ یعنی صرف اندازے سے بات کرنا۔ قول خداوندی ہے: رَجْمًا بِالْغَيْبِ ”بغیر دیکھے بھالے اندازے سے بات کہنا۔“ اسی سے العَدِيثُ الْمُرْجَمُ مشتق ہے۔ یعنی اٹکل بچّو بات۔

تَرَاجِمُوا بِالْحِجَارَةِ: انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے۔

ہوتا ہے۔ اس سے مشابہت رکھنے والے  
ہر رنگ کو ارغوانی کہتے ہیں۔

رح ب- الرُّحْبُ: (راء مضموم)، بساط،  
طاقت و قوت اور مقدور، اسی سے متعلق  
معاورہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ رُحْبٌ  
الصدر: وہ کشادہ دل انسان ہے۔  
الرُّحْبُ: (راء مفتوح)، وسیع، وسعت  
والا۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے اور مصدر  
رُحِبًا: (راء مضموم) بھی ہے۔ لوگوں کا  
مَرُحِبًا اور اہلاً کہنے کا مطلب یہ ہے کہ  
أَتَيْتُ سَعَةً وَأَتَيْتُ أَهْلًا: خوش آمدید،  
تو مانوس ہو اور اجنبیت محسوس نہ کر۔  
رُحْبٌ بِهٖ تَرْحِيْبًا: اس نے اس کی  
خوب آؤ بھگت کی یا اس نے اسے مَرُحِبًا  
کہا۔ الرُّحِيْبُ: کشادہ دل انسان، فُلَانٌ  
رُحِيْبٌ الصَّدْرُ: فلاں آدمی کشادہ دل  
ہے۔

رُحِبَتِ الدَّارُ مِنَ الْبَابِ السَّابِقِ  
وَأَرْحَبَتْ: مکان پہلے سے زیادہ وسیع  
ہو گیا۔

رُحْبَةُ الْمَسْجِدِ: (حاء مفتوح) مسجد کا  
مُحَن۔ اس کا مَجْع کا مِصْبَع رُحْبٌ اور  
رُحْبَاتٌ ہے۔

رح ض- رَحَضَ يَدَهُ وَتَوْبَهُ: اس  
نے اپنا ہاتھ اور کپڑا دھویا۔ اس کا باب  
قَطَعَ ہے۔

ہے۔ تَرْجَاهُ، إِزْتِجَاهُ اور تَرْجَاهُ  
تَرْجِيَةً سب کا معنی ایک ہی ہے۔ ممکن ہے  
کہ بعض اوقات الرَّجْوُ اور الرَّجَاءُ خَوْفِ  
کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔ قول  
خداوندی ہے: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ  
وَقَارًا: یعنی تم خدا کی عظمت سے نہیں  
ڈرتے۔ ابُو ذُوؤَيْبِ نے کہا کہ:

إِذَا لَسَعْتَهُ النَّحْلُ لَمْ يَرْجَ لَسَعَتِهَا  
”اے بھڑنے جب کاٹ لیا تو اب اسے  
بھڑ کے کاٹنے کا ڈر نہیں اور نہ ہی اسے  
اب بھڑ کے ڈسنے کی پرواہ ہے۔“  
الرُّجَا مَقْصُورٌ: کنویں کا کنارہ۔

حَافَتَاهَا: کنویں کے دو کنارے۔ کنویں  
کی ہر طرف کو رُجَا کہتے ہیں۔ اس کا تَشْبِيْہُ  
صِيغَةُ رَجَوَانٍ ہے اور مَجْعُ أَرْجَاءٍ ہے۔  
قول خداوندی ہے: وَالْمَلِكُ عَلِيُّ  
أَرْجَائِيهَا: اور فرشتے اس کے کناروں پر  
اتریں گے۔

الأَرْجَوَانُ: ارغوانی رنگ، گہرا سرخ  
رنگ۔ ابو عبید نے کہا کہ یہی وہ رنگ ہے  
جسے نَشَاحٌ<sup>۱</sup> کہتے ہیں۔ ابو عبید نے کہا کہ  
بہرمان اسکے علاوہ دوسری چیز ہے۔ یہ بھی  
کہا گیا ہے کہ الأَرْجَوَانُ دراصل فارسی  
کے لفظ ارغوان سے معرب ہے۔ ارغوان  
ایک درخت ہے جو حد درجہ سرخ رنگ کا  
۱- یہ لفظ اسائنات ہوگا جسے معرب کیا گیا ہے۔

الرَّحْلَةُ: مرحلہ اس کی جمع مَرَاجِلُ:  
دوران سفر کرنے کے مقامات۔

رح م - الرَّحْمَةُ: نرمی اور شفقت۔  
الرَّحْمَةُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔

قَدْ رَحِمَهُ: (ہاء مکسور) رَحِمَهُ اور  
مَرَحِمَةً بھی، اس نے اس پر ترس کھایا یا  
رحم کیا۔

تَرَحَّمَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر شفقت کی۔  
تَرَحَّمَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے پر  
ترس کھایا۔

الرَّحْمُوتُ: رَجِمَ سے مشتق ہے۔ کہا  
جاتا ہے کہ: تَرَهُبُوتُ خَيْرٌ مِّنْ  
تَرَحْمُوتٍ: یہ بات کہ تجھے سخت خوف  
زدہ کیا جائے بہتر ہے اس سے کہ تم پر ترس  
کھایا جائے۔

الرَّحِمُ: قرابت، رشتہ داری۔  
الرَّحِمُ: بروزن الجِسم کا معنی بھی یہی  
ہے۔

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ: دو اسم جو الرَّحْمَةُ  
سے مشتق ہیں۔ ان کی مثال فِدَيْتُمْ اور  
نَذَمْنَا ہے دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اگر  
اشتقاق مختلف ہو تو تاکید کیلئے دو اسموں کا  
دوبار استعمال جائز ہے۔ اس کی ایک اور  
مثال: فُلَانٌ جَادٌ مُّجِدٌّ ہے۔ البتہ  
الرَّحْمَنُ ایسا نام ہے جو ذات باری کے  
ساتھ مختص ہے۔ اللہ کی ذات کے سوا کسی کو

الرَّحْمَةُ رَحِيضٌ وَمَرْحُوضٌ:  
کپڑا ڈھلا ہوا ہے۔

الرَّحِيضُ: دھونے کی جگہ۔ اس کی جمع  
مَرَاجِيضُ ہے۔ اس کا ذکر حدیث  
شریف میں آیا ہے۔

رح ق - الرَّحِيْقُ: صفائے شراب۔  
خالص شراب۔

رح ل - الرَّحْلُ: آدمی کا گھرا اور گھرا  
مال و اسباب۔

الرَّحْلُ: کجاوہ۔ یہ قَتَبَ یعنی پالان  
سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی جمع الرَّحَالُ  
ہے۔ تین کجاوے کے لئے کہیں گے فَلَائِةٌ  
أَرْحُلُ.

رَحَلُ الْبَعِيرِ: اس نے اونٹ پر کجاوہ کس  
دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رَحَلَ  
فُلَانٌ: فلاں شخص چلا گیا یا اس نے کوچ  
کیا۔ اِرْتَحَلَ اور تَرَحَلَ: دونوں کا  
مطلب ایک ہے۔ اس کا اسم الرَّحِيلُ  
بمعنی کوچ ہے۔

الرَّحْلَةُ: (راء مکسور) کوچ۔ کہا جاتا ہے  
کہ: دَنَتِ رَحْلَتُنَا: ہمارے کوچ کا وقت  
قریب آ گیا۔ اَعْطَاهُ رَاحِلَةً: اس نے  
اسے سواری دے دی۔

الرَّاحِلَةُ: اونٹنی جو سفر کے قابل ہو۔ یہ بھی  
کہا گیا ہے کہ الرَّاحِلَةُ کا معنی سواری ہے  
وہ اونٹ کی ہو یا اونٹنی کی۔

الرَّحَى: داڑھ۔ الأرحاء: داڑھیں۔  
رخ ص - الرَّحْصُ: ارزانی۔ الغلاء:  
(گرانی) کی ضد۔

قَدْ رَحَّصَ السَّعْوُ: نرخ سستا ہو گیا۔  
رَحَّصَ فِي خَاءٍ مَضْمُومٍ: اس کا مصدر  
رَحَّصًا ہے۔

أَرَحَّصَهُ اللَّهُ: اللہ نرخ ارزاں اور سستا  
کرے۔ اس کا اسم فاعل رَحَّيْصٌ بمعنی  
ستا ہے۔

أَرَحَّصَ الشَّيْءُ: اس نے چیز سستی  
خرید لی۔ أَرَحَّصَهُ كَمَا مَعْنَى يَهَيِّئُ بِهَا  
اس نے چیز کو سستا سمجھا، یا جانا۔

الرَّحْصَةُ فِي الْأَمْرِ: احکام وادامر  
شرعیہ میں رخصت کا موقف اختیار کرنا  
بمخلاف سخت موقف اختیار کرنے کے۔

قَدْ رَحَّصَ لَهُ فِي كَذَا تَرْحِيصًا  
فَتَرَحَّصَ: فلاں معاملے میں اسے  
رخصت دی گئی تو اس نے رخصت کا  
موقف اپنا لیا۔

www.KitaboSunnat.com

وَلَمْ يَسْتَقْصِ: اور اس نے معاملے کی  
زیادہ کھوج نہیں کی۔

الرَّحْصُ: نرم و نازک۔ کہا جاتا ہے کہ  
هُوَ رَحَّصَ الْجَسَدَ: وہ نازک بدن  
یا نازک اندام ہے۔ الرَّحْصَةُ أَوْ  
الرَّحْوَةُ دُونُوهَا كَمَا مَعْنَى يَهَيِّئُ بِهَا

اس نام سے موسوم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا  
تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا  
ہے: قُلْ اذْعُوا اللَّهَ أَوْ اذْعُوا  
الرَّحْمَنَ: گویا اللہ تعالیٰ نے الرَّحْمَنَ  
کو ایسے اسم کے برابر قرار دیا جس میں کوئی  
ذات باری کا شریک نہیں ہے۔ میلہ  
کذاب اپنے آپ کو رَحْمَانُ السَّمَامَةِ  
کہلاتا تھا۔ الرَّحْمَنُ ہو سکتا ہے کہ یہ مرحوم  
کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو۔ جس طرح  
یہ راحم کے معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا  
ہے۔

الرَّحْمُ: (راء مضموم) رحمت۔ قول  
خداوندی ہے: أَقْرَبُ رُحْمًا: ”اور جو  
رحمت و شفقت میں اس سے بہتر ہو۔“ اور  
الرَّحْمُ: (راء اور حاء دونوں مضموم)، کا  
معنی بھی یہی ہے۔

ر ح ی - الرَّحَى: چکی، یہ مؤنث ہے۔  
اس کا صیغہ تشبیہ رَحِيَانٌ ہے جس نے  
الرَّحَى میں یائے ممدود کے بدلے الف

ممدود بتایا تو اس نے اسے رَحَاءٌ، تشبیہ  
رَحَاءَانِ اور جرج أَرْحِيَةَ کہا جس کی مثال  
عَطَاءٌ تشبیہ عَطَائِيْنِ اور أَعْطِيَةَ ہے۔  
ثلاث أَرْحٍ: تین چکیاں اور کثرت کیلئے  
أَرْحَاءٌ کہیں گے۔

رَحَى الْقَوْمِ: قوم کا سردار۔  
رَحَى الْحَرْبِ: جنگ کا براحصہ۔

أَرْدَاةٌ: كَمَا مَعْنَى يَبْحِي هِيَ كَمَا اس نَاسِي كِي  
مَدْرُكِي۔

الرِّدْءُ: مَدَارُ عَانَتِ۔

ر د د - رِدْءٌ عَن وَجْهِهِ، بِرِدْءِهِ

رَدَا وَرِدْءُهُ: (رَاءِ مَكْسُورٍ)، وَمَرْدُودًا

وَمَرْدًا: اس نے اسے اپنے چہرے سے

دور ہٹا دیا۔ قول خداوندی ہے: فَلَا مَرْدٌ

لَهُ: ”پھر وہ فیصلہ ٹل نہیں سکتا۔“ رَدَّ عَلَيْهِ

الشَّيْءُ إِذَا لَمْ يَقْبَلْهُ وَكَذَا إِذَا

خَطَأَهُ: ”اس نے چیز قبول نہیں کی تو لوٹا

دی۔ اسی طرح جب اس نے کسی کو غلطی پر

پایا تو اسے لوٹا دیا۔

رَدَّةٌ أَلِيٌّ مَنزِلُهُ: اس کو اس کے گھر کی

طرف لوٹا دیا۔

رَدَّ إِلَيْهِ جَوَابًا: اس نے اس کو جواب لوٹا

دیا۔

شَيْءٌ رَدٌّ: ردی و ناقابل قبول چیز۔

رَدْدَةٌ: اس نے اسے دہرایا۔ اس کا مصدر

تَرَدَّدًا، تَرَدَّدًا (تاء مفتوح)،

فَتَرَدَّدَ: پس وہ شک میں پڑا یا متردّد

ہوا۔

الإِرْتِدَادُ: رجوع، لوٹنا۔ اسی سے لفظ

المُرْتَدُّ مشتق ہے۔

الرِّدْءُ: (رَاءِ مَكْسُورٍ)، اس کا اسم ہے جس کا

معنی مرتد ہوتا ہے۔

اسْتَبْرَدَّ الشَّيْءُ: اس نے اس سے چیز

ر خ م - الرِّخْمَةُ: سیاہ و سفید داغوں

والے گدھ کی طرح کا پرندہ۔ اس کی جمع

رَخْمٌ ہے۔ اس کا اطلاق ان پرندوں کی

جنس پر ہوتا ہے۔

كَلَامٌ رَخِيمٌ: نرم و سُخْتٌ كَفْتَلُو۔

التَّرْخِيمُ: تلمیخ۔ حروف علت کو ہمزہ کی

بجائے حروف لین کی طرح پڑھنا یا بولنا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترخیم سے مراد

حذف ہے۔ اسی سے تَرْخِيمُ الاسم

فِي النِّدَاءِ ہے، یعنی نداء کے آخر میں

ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا حذف۔

الرُّخَامُ: سنگ مرمر۔

ر خ ا - شَيْءٌ رِخْوٌ: (رَاءِ مَكْسُورٍ)، نرم و

ملائم چیز۔ آسودہ۔

أَرَحَى السِّتْرَ: اس نے پردہ لٹکایا۔

اسْتَرَحَى الشَّيْءُ: چیز لٹک گئی، ڈھیلی

ہو گئی۔

تَرَاخَى السَّمَاءُ: بارش برسنے میں دیر

لگ گئی۔

رَخِيَّ البَالُ: آسودہ دل، فارغ البالی یا

خوشحال شخص۔ بَيْنُ الرِّخَاءِ: (الف

ممدود) خوشحال اور آسودہ۔

رُخَاءٌ: (رَاءِ مَضْمُومٍ)، نرم و خوشگوار ہوا۔

ر د ا - الرِّدْيُ: (يَاءِ مَمْدُودٍ)، فاسد،

بیکار، ردی۔ اس کا یاب ظرف ہے۔

أَرْدَاةٌ: اس نے اسے خراب کر دیا۔

واپس مانگی۔

الرِّدْيَدِي: (یاء مقصور وراء مکسور، وال مکسور و مشدود) بمعنی رَد یعنی لوٹانا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا رَدِّيْدِي فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ میں لوٹانا نہیں ہے۔ رَاذَةٌ عَلَيْهِ: اس نے اسے لوٹا کر دے دیا۔

هُمَا يَتَرَاذَان: وہ دو ایک دوسرے کو ہر خرید و فروخت لوٹا دیتے ہیں، یعنی بیع کو فسخ کر دیتے ہیں۔

هَذَا الْأَمْرَ أَرَدْتُ عَلَيْهِ: مجھے اس کام میں نفع ہوتا ہے۔ اور هَذَا أَمْرٌ لَا رَاذَةَ لَهُ: اس کام کا کچھ فائدہ نہیں اور اس سے رجوع ممکن ہے۔

ر د ع-رَدَعَهُ عَنِ الشَّيْءِ فَارْتَدَعَ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا تو وہ رک گیا یا باز رہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ر د غ-الرَّدْعَةُ: (وال مفتوح و ساکن) پانی، مٹی اور سخت کچھڑ۔

ر د ف-الرَّدْفُ-المُرْتَدِفُ: گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔

أَرَدَفَهُ: اس نے اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ ایک چیز کے پیچھے آگنے والی چیز اس کی رَدْف ہوگی۔ الرَّدْفُ کا معنی جانور کا پچھلا حصہ یعنی پٹھ بھی ہے۔

الرَّدِيْفُ اور المُرْتَدِفُ ہم معنی الفاظ

ہیں۔

رَدَفَةٌ: (وال مکسور) اس نے اس کی اتباع یا متابعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَزَلَ بِهِمْ أَمْرٌ فَرَدِفَ لَهُمْ آخِرُ أَعْظَمُ مِنْهُ: ان پر ایک بلا نازل ہوئی، تو اس کے پیچھے ایک اور بلا آئی جو پہلی سے زیادہ بڑی تھی۔ قول خداوندی ہے: تَتَّبِعُهَا الرَّدَفَةُ: ”پھر اسکے معابعد ایک اور زلزلہ آئے گا۔“ اَزْدَفَهُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس کے پیچھے آیا۔

هَذِهِ ذَابَةٌ لَا تُرَادِفُ: یہ سواری کا جانور ہے جو سوار کے پیچھے دوسرے کو نہیں اٹھاتا۔

اسْتَرَدَفَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھانے کیلئے کہا۔

الْتَرَادِفُ: نتائج۔ ایک دوسرے کے پیچھے ہونا۔

ر د م-رَدَمَ الثَّلْحَةَ: اس نے درز بھردی یا شگاف پر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الرَّدْمُ: اس کا اسم ہے۔ اور اس کا معنی بھرائی یا فلنگ ہے۔

ر د ن-الرَّدْنُ: (راء مضموم) آستین۔ کہا جاتا ہے کہ: قَمِيصٌ وَاسِعُ الرَّدْنِ: چوڑی آستین والی قمیص۔ اس کی جمع الأَرْدَانُ ہے۔

المِرْدَنُ: نکلا۔



یعنی قوم کے کینے لوگ۔ اس کی جمع  
رُذُولٌ، اِرْذَالٌ، رُذُلَاءٌ ہے۔ اِرْذَالُهُ  
غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رذیل بنا دیا۔  
رُذُلُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم  
مفعول مَرْدُؤُلٌ ہے۔

رُذَالٌ كَلِيٌّ شَيْبِيٌّ: ہر چیز کا ردی حصہ۔

ر ز ا - الرُّزْءُ والمِرْزَنَةُ والرِّزْنَةُ:  
(یاء ممدود) اور الرِّزْنَةُ: مصیبت۔ اس کی  
جمع الرِّزَاہُ ہے۔ قَدْ رَزَّاهُ رِزْنَةً: اس  
پر ایک مصیبت آئی ہے۔

ر ز ب - المِرْزَابُ: یہ العِزَابُ کا  
ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔ لیکن یہ غیر فصیح  
کلمہ ہے۔

الإِرْزَابَةُ: وہ آلہ جس سے مٹی کے ڈھیلے  
توڑے جاتے ہیں۔ اگر اس کو میم سے یعنی  
مِرْزَابَةُ پڑھا جائے تو پھر باء مشد نہیں  
ہوگا۔

الإِرْزَابُ: کوتاہ۔

ر ز د ق - الرُّزْدَاقُ: لفظ رُسْتَقُ بمعنی  
گاؤں کے معرب کا تلفظ یا لغت ہے۔

ر ز ز - الرِّزَّةُ: وہ لوہا جس میں قفل کو داخل  
کیا جاتا ہے۔ رَزَّ البَسَابُ: اس نے  
دروازہ درست کیا یا دروازہ پر لوہا لگا دیا۔  
الرُّزُّ: (راء مضموم) الأُرُّزُّ کا ایک تلفظ یا  
لہجہ بمعنی چاول۔

ر ز ق - الرِّزْقُ: رزق، روزی۔ جس سے

الأرْدُنُ: (الف مضموم اور وال مضموم و  
مشدود) دریائے اُردن اور شام کی بلندیوں  
پر ایک علاقہ۔

القَتَاةُ الرُّدَيْنِيَّةُ: رُدین نیزے اور  
الرَّمْحُ الرُّدَيْنِيُّ: رُدین تیر۔ لوگوں کا  
خیال ہے کہ یہ تیر اور نیزے سمر کی عورت  
کے نام منسوب ہیں جس کا نام رُدینہ تھا۔  
یہ دونوں خط ہجر پر نیزے سیدھے کرتے  
تھے۔

ر د ی - رَدَى فِي البِئْرِ وَتَرَدَّى: وہ  
کنویں میں گر گیا یا پہاڑ سے لڑھک گیا۔

الرِّدَاءُ: چادر جو اوڑھی جاتی ہے۔ اس کا  
تثنیہ کا صیغہ رِدَاءَانِ اور رِدَاوَانِ ہے۔  
تَرَدَّى اور اِرْتَدَى: اس نے چادر اوڑھ  
لی۔ رَدَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے چادر  
پہنا دی۔ اس کا مصدر تَرَدَّى ہے۔  
رَدِيٌّ: اس کا باب صَدِيٌّ ہے، اور معنی وہ  
ہلاک ہوا۔

أَرَدَّاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلاک  
کر دیا۔

ر ذ ذ - الرِّذَادُ: (راء مفتوح) پھوار، ہلکی  
بارش۔ کہا جاتا ہے: أَرَدَّتِ السَّمَاءُ:  
آسمان سے پھوار پڑی۔

ر ذ ل - الرِّذْلُ: خیس اور کمینہ، رذیل  
فحش۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔ اسم فاعل  
رَذْلٌ اور رَذَالٌ (راء مضموم)۔ مِنْ قَوْمٍ

السَّمَاءِ رِزْقِكُمْ: آسمان میں تمہاری روزی یعنی روزی کا باعث بارش ہے۔ یہ زبان کی وسعت ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ التَّمْرُ فِي قَعْرِ الْقَلْبِ: کھجور کنویں کی تہ میں ہے۔ یعنی کنویں کے پانی سے سیراب ہو کر ہی کھجور کے درخت پھل لاتے ہیں۔ اسی طرح رَجُلٌ مَرُورٌ سے مراد خوش نصیب شخص لی جاتی ہے۔

ر ز م - رَزْمَ الشَّيْبِ: اس نے چیز کو اکٹھا کیا۔ اس کا باب نصر ہے۔

الرِّزْمَةُ: (راء مکسور) کا معنی کپڑوں کا گٹھا یا گٹھر ہے۔ قَدْ رَزَلَهَا تَرِيْمًا: اس نے کپڑوں کا گٹھر اچھی طرح باندھ دیا۔ المُرَازَقَةُ فِي الْأَمْتَلِ: کھانے میں دو چیزوں کو اکٹھے ملا کر کھانا۔ جس طرح کوئی آدمی جَسْرَاد (نڈی) اور کھجور ملا کر کھائے۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا أَكَلْتُمْ فَرَازِمُوا: جب تم کھانے لگو تو اس کا شکر اور اس کی حمد بیان کرو۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم کھانے لگو تو فرامو از مہ کرو۔ اس کی تفسیر میں اصمعی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خوراک میں مختلف چیزیں بدل بدل کر کے استعمال کرو۔ مثلاً:

نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع أَرْزَاق ہے۔ الرِّزْقُ کا معنی عطاء اور بخشش بھی ہے۔ اور اس قول کا مصدر ہے کہ رَزَقَهُ اللَّهُ يَرْزُقُهُ: (راء مضموم) رزقا: روزی دینا، یا صرف دینا اور بخشنا۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَزَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ رِزْقًا: اللہ نے بندوں کو رزق دیا ہے (راء مکسور) اس کا مصدر حقیقی رزقا ہے۔ اسم کو مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے)۔

ارْتَزَقَ الْجُنْدُ: فوج نے اپنے روزیے لے لیے۔ قول خداوندی ہے: وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْفِيُونَ: ”خدا کی دی ہوئی روزی اور اس کے رزق کی شکر گزاری یوں کرتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔“ اس کی ایک اور مثال یہ قول خداوندی ہے: وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ هِيَ جِهًا الْقَرْيَةَ سے مراد اہل القریہ لی گئی ہے۔ بعض اوقات بارش کو بھی رزقا کہا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو بارش برسائی ہے تو اس سے مردہ زمین کو زندہ کر کے سرسبز کر دیا ہے۔ اس آیت میں رزق سے مراد بارش لی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ: وَفِي

پانی میں کسی چیز کا تہ میں بیٹھ جاتا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

د س ت ق - الرُّسْتَقُ: فارسی سے معرب کلمہ۔ اسے رُسْتَقِ بھی پڑھایا اور بولا گیا ہے۔ یعنی گاؤں، دیہات۔ اس کی جمع الرُّسَاتِيقُ ہے۔

د س خ - رَسَخَ الشَّيْبُ: چیز سخت ہوگئی۔ اس کا باب خَصَعٌ ہے۔ ہر ثابت چیز رَسِخَ ہے۔ اسی سے الرُّسِخُونَ فِي الْعِلْمِ ہے۔ یعنی علم میں گہری اور پائدار نظر رکھنے والے لوگ۔

د س س - رَسَّ الحَمَى: بخار کا اثر کرنا۔ یعنی بخار کا محسوس ہونا۔

الرُّسُّ کا معنی پتھروں سے لپٹا ہوا کنواں بھی ہے۔

الرُّسُّ: ایک کنویں کا نام بھی ہے جو قوم شمود کی باقیات میں سے تھا۔

د س غ - الرُّسْغُ مِنَ الرُّوَابِ: چوپاؤں کی اگلی ٹانگوں میں ٹخنے کی جگہ۔ کلائی، پونچا۔ الرُّسْغُ میں سین ساکن اور مضموم ہے۔

د س ل: لوگوں کا یہ کہنا کہ أَفْعَلُ كَذَا وَكَذَا عَلَى رِسْلِكَ (راءِ مسمور) میں فلاں فلاں کام باوقار طریقے سے کروں گا۔ رِسْلِكَ میں راءِ مسمور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَلَى هَيْئَتِكَ: سکون اور وقار

کسی دن گوشت۔ کسی دن شہد، اور کسی دن دودھ وغیرہ۔ تاکہ ہر روز یعنی ہمیشہ کوئی

ایک ہی چیز نہ کھاتے رہو۔ ابن الاعرابی نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ اپنے کھانے کے ساتھ اللہ کا شکر ساتھ ملاو، یوں کہ ہر لقمہ اور دوسرے لقمے کے درمیان الحمد لِلَّهِ کہا

کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ المرآزمة کا معنی یہ ہے کہ انسان، نرم، خشک، بیٹھا، کھٹا و ترش، سالن کے ساتھ اور بغیر سالن کے بذائقہ ہر طرح کا کھانا کھائے۔ گویا اس سے مراد یہ ہے کہ خوشگوار و ناخوشگوار ہر طرح کا کھانا کھانا چاہئے۔

ر ز ن - الرُّوزَانَةُ: وقار، پختگی۔

قَدْ رَزَّنَ الرَّجُلُ: آدمی پر وقار اور پختہ کار ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور

اسم قاعِلٌ رَزَيْنٌ ہے، یعنی باوقار۔

رَزَنْتُ الشَّيْبُ: میں نے چیز کو باوقار

بنایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ جب تم اسے

مرفوع پڑھو تاکہ اس کا ثقیل ہونا اور خفیف

ہونا معلوم کرو۔ شَيْبٌ رَزِيْنٌ: بھاری

چیز۔

الرُّوزْنَةُ: روشن دان۔ یہ کلمہ معرب

ہے۔

د ر ی س: دیکھیے بذیل پارہ ر ز ا۔

د س ب - رَسَبَ الشَّيْبُ فِي الْمَاءِ:

۱ اصل فارسی لفظ رُوزَانُ ہے۔

مذکر اور مؤنث یکساں اور ایک جیسے ہوتے ہیں اور واحد اور جمع بھی یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی مثال عَدُوٌّ اور صِدِّيقٌ ہے۔  
رَسِيْلُ الرَّجُلِ: وہ شخص جو کسی کو جھگڑے، جدوجہد وغیرہ میں خط بھیجے۔  
اسْتَرْسَلَ الشَّعْرُ: بال کنگھی کر کے سیدھے ہو گئے۔

اسْتَرْسَلَ إِلَيْهِ: وہ خوش ہوا۔ اور مانوس ہوا۔ تَرَسَّلَ فِي قِرَاءَتِهِ: اس نے اپنی قراءت میں اپنی آواز دھیمی کر دی۔

ر س م - الرَّسْمُ: نشان۔

رَسْمُ الدَّارِ: گھر کا نشان، جو گھر کی بربادی کے بعد زمین پر باقی رہتا ہے۔ گھر مٹنے کے نشانات۔

الرَّوَسْمُ: (سین اور شین دونوں کے ساتھ)۔ کندان لکڑی جس سے کھلیان میں اتاج پر مہر لگائی جاتی ہے۔

قَدْ رَسَمَ الطَّعَامَ: اس نے اتاج پر مہر لگادی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی طرح رَسَمَ لَهُ فَارْتَسَمَ: اس نے اسے حکم دیا تو وہ اسے بجالایا۔

ارْتَسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبیر پڑھی اور دعا کی۔ شاعر کا قول ہے:

وَصَلَّى عَلَي دَنْهَا وَارْتَسَمَ  
رَسَمَ عَلَي كَذَا وَكَذَا: اس نے فلاں فلاں چیز پر لکھا۔ اس کا باب بھی نَصَرَ

سے رہو یا کرو۔ انہیں معنوں میں یہ کلمہ حدیث شریف میں آیا ہے: إِلَّا مَنْ اَعْطَى فِى نَجْدَيْتِهَا وَرَسَلَهَا: سوائے اس کے کہ جس نے آسانی اور سختی کی دونوں حالتوں میں عطا کیا یا بخش دیا۔ حدیث میں نحدۃ اور رسل کا معنی آسودگی اور بد حالی ہے۔ حدیث میں ذکر ہے کہ کوئی شخص صدقہ و زکوٰۃ میں موٹے تازے فریہ اور خوبصورت جانور دیتا ہے، ایسے مال کا نکالنا مالک کیلئے گراں ہوتا ہے۔ اسے نحدتھا کہا جاتا ہے۔ اور تنگی و بد حالی میں جو جانور دیتا ہے وہ نسبتاً کمزور اور دبے پتلے ہوتے ہیں۔ الرَّسْلُ: دودھ کو بھی کہتے ہیں۔ رَأَسَلَهُ مُرَأْسَلَةً: اس نے اسے ایک مراسلہ لکھا۔ اس کا اسم فاعل مُرَأْسِلٌ اور رَسِيْلٌ ہے۔  
أَرَسَلَهُ فِي رِسَالَةٍ: اسے پیغام دے کر بھیجا۔ اس کا اسم مفعول مُرْسَلٌ اور رَسُوْلٌ ہے۔ اس کی جمع رُسُلٌ ہے۔  
المُرْسَلَاتُ: ہوائیں۔ اس کا معنی ملائکہ بھی کہا گیا ہے۔ الرُّسُوْلُ کا معنی پیغام بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّا رَسُوْلٌ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: ”ہم جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔“ آیت میں رَسُوْلًا تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ کیونکہ فَعُوْلًا اور فَعِيْلًا کے وزن پر اسماء میں

الرَّوَّاسِي مِنَ الْجِبَالِ: پہاڑی

چٹانیں۔ اس کا واحد کا صیغہ رَاسِيَّةٌ ہے۔

ر ش ح - رَشَّحَ: اسے پسینہ آ گیا۔ اس کا

باب قَطَعَ ہے۔ محاورہ ہے: لَمْ يَرَشَّحْ

لَهُ بِشَيْءٍ: اس نے اسے کچھ نہیں دیا۔

فُلَانٌ يُرَشِّحُ لِلْوِزَارَةِ: فلاں شخص

وزارت کے لئے چنا جا رہا ہے۔ (اس میں

شین مفتوح ہے) یعنی اسے وزارت کے

منصب کے لائق سمجھا جاتا ہے اور اس

منصب کیلئے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔

ر ش د - الرَّشَادُ: ہدایت و رُشْدٌ، غی

یعنی گمراہی کی ضد۔ رَشَدٌ يَرُشِدُ بَرُوزِن

قَعْدٌ يَقْعُدُ، رُشْدًا (راء مضموم) وہ

ہدایت پاتا ہے۔ اس کا طَرِبَ باب سے

ایک اور لہجہ بھی ہے۔

أَرْشَدَهُ اللَّهُ: اللہ اسے ہدایت دے۔

الطَّرِيقُ الْأَرْشَدُ: زیادہ اچھا راستہ،

ہدایت کا بہتر راستہ۔ تم کہتے ہو کہ هُوَ

لِرِشْدَةٍ، لِزَيْنَةٍ کی ضد ہے۔ یعنی نکاح

زنا کی ضد ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس لفظ میں راء اور زاء

مکسور بھی ہیں اور مفتوح بھی۔

ر ش ش - الرَّشُّ: لِلْمَاءِ وَالْدَّمِ

وَالدَّمْعِ: پانی، خون اور آنسو چھڑکنا۔ یا

پانی چھڑکنا، خون بہانا اور آنسو گرانا یا بہانا۔

قَدْ رَشَّ الْمَكَانَ: اس نے جگہ پر

ہے۔

ر س ن - الرَّسَنُ: رسی۔ اس کی جمع

أَرْسَانٌ ہے۔

رَسَنَ الضَّرْسَ: اس نے گھوڑے کو رسی

سے باندھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَرْسَنَهُ كَمَا مَعْنَى يَبِيءُ ہے۔

ر س ا - رَسَا الشَّيْءُ: چیز ٹک گئی۔ اس

کا باب عَدَا ہے۔ مَرَسَى (میم مفتوح)

لنگر انداز ہونے کی جگہ۔

رَسَنَتِ السَّفِينَةُ: جہاز لنگر انداز ہو گیا۔

اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ن ج ر

کے ذیل میں الْأَنْجُورُ کا معنی جہازوں کی

بندرگاہ لکھا ہے، یہ عراقی رسم ہے۔ وہ کہیں

کہہ دیتے ہیں کہ هُوَ رَجُلٌ أَثْقَلُ مِنْ

الْأَنْجُورِ: وہ آدمی بندرگاہ سے بھی زیادہ

بھاری ہے۔ الازہری رحمہ اللہ نے اپنی

تصنیف "التہذیب" میں اس کی عملی

صورت بیان کی ہے۔ قول خداوندی:

بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا:

"اللہ کے نام سے اس کشتی کا چلنا اور لنگر

انداز ہونا ہے۔" اس کا ذکر بذیل مادہ

ج ر ی میں گزر چکا ہے۔

الْمِرْسَاةُ: جہاں کشتیاں یا جہاز لنگر انداز

ہوتے ہیں۔ اسے فارسی والے لنگر کہتے

ہیں۔

فخص جو کسی تقریب میں بغیر دعوت کے شامل ہو۔ اسی کو طفلی بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ ایسا شخص جو عین اس وقت مجلس میں آدھکتا ہے جب لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو ایسے شخص کو الوارش کہتے ہیں۔

الرؤشن: روشندان کو کہتے ہیں۔

ر ش ا- الرشاء: رسی۔ اس کی جمع أرشيئة ہے۔

الرشيوة: (راء مسور و مضموم) رشوت۔ اس کی جمع رُشاً ہے۔ (راء مسور بھی ہے اور مضموم بھی)۔

ر ش ا- الرشاء: اس نے اسے رشوت دی۔ اس کا باب عدا ہے۔

ارشي: اس نے رشوت لی۔

استرشي في حكمه: اس نے اپنے نیلے میں رشوت طلب کی۔ ارشاه: اس نے اسے رشوت دی۔ ارشي الدلو: اس نے ڈول میں رسی باندھ دی یا ڈال دی۔

ر ص د- الرصيد للشئ: کسی چیز کی

گھات میں بیٹھا شخص۔ اس کا باب نصر اور رصدا (راء اور صاد دونوں مفتوح) بھی ہے۔ الترصد: نگرانی کرنا۔

الرصد (راء و صاد مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ القوم يرصدون

كالحرس- الرصد: واحد جمع اور

چھڑکاؤ کیا۔ اس کا باب رد ہے۔

ترشش عليه الماء: اس پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔

الرئش: بارش۔ اس کی جمع رشاش ہے۔

رئت السماء وأرئت: آسمان نے مینہ برسایا۔ الرشاش: (راء مفتوح)

خون کے چھیننے۔

ر ش ف- الرشف: چوسنا۔

قد رشفه: اس نے پوس لیا۔ یا گھونٹ گھونٹ کر کے پیا۔ اس کا باب ضرب اور

نصر ہے۔ ارتشفه کا بھی یہی معنی ہے۔ ضرب اللش ہے کہ الرشف أنقع: یعنی

اگر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر انسان پانی پیے تو پیاس میں یہ عمل زیادہ سکون

بخش ہوتا ہے۔

ر ش ق- الرشق: تیر اندازی۔ قد رشفه بالنبل: اس نے اسے تیر مارا۔

اس کا باب نصر ہے۔

رجل رشيق: حسن قامت والا شخص۔ رشق رشاقة: اس کا باب ظرف ہے۔

ر ش م- رشم الطعام: اس نے خوراک یا اناج پر مہر لگا دی۔ اس کا باب نصر

ہے۔ الروشم (سین یا شین دونوں) وہ تختی جس میں اناج کے کھلیان کو مہر لگائی

جاتی ہے۔

ر ش ن- الرائش: بن بلا یا مہمان۔ ایسا

- مَوْنُثٌ كَيْلٌ يَكْسَالُ مَيْغَةً هِيَ - بعض اوقات رصد کی جمع اِزْصَادُ کہا گیا ہے۔
- ر ص ع - التَّرْصِيعُ: تَرْكِيبٌ - مَرْصَعٌ كَرْنَا - جَزَاؤُ كَرْنَا - تَاجٌ مَرْصَعٌ بِالْجَوْاهِرِ: جَوْاهِرٌ سَ جَزَاؤُ هُوَ تَاجٌ - حَدِيثٌ شَرِيفٌ فِيهِ هِيَ: اِلَّا اَنْ اُزْصِدَهُ لِذَيْنِ عَلِيٍّ: "سوائے اس کے کہ اپنے ذمے قرض کی ادائیگی کیلئے باقی رکھ چھوڑوں"۔
- ر ص ف - رَصَفَ قَدَمَيْهِ: اس نے اپنے دونوں پاؤں جوڑ لیے۔ یا ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ هُ - تَرَاَصَفَ الْقَوْمُ فِي الصَّفِّ: لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر صف میں کھڑے ہو گئے۔ عَمَلٌ رَصِيفٌ وَجَوَابٌ رَصِيفٌ: مضبوط و محکم کام اور جواب۔
- ر ص ن - الرَّصِيْنُ: محکم اور مضبوط، پختہ۔ قَدْ رَصِنَ: وہ محکم و مضبوط ہو گیا۔ اس کا باب ظَرَفَ هُ - رُصَافَةٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔
- ر ض ب - الرَّضَابُ: (راء مضموم) تھوک، لعاب و ہن۔ الرَّاضِبُ: ایک قسم کی بیری۔ اور موسلا دھار بارش۔
- ر ص ص - رَصَّ الشَّيْءُ: کسی چیز کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے چپکانا۔ اس کا باب رَذَّ هُ - اِسِي لَفْظٌ سَبْنِيَّانٌ مَرْصُوصٌ شَتَّتٌ هُ - جس کا معنی ہے سبسہ پلائی ہوئی دیوار یا عمارت۔ رَصَصَةٌ تَرْصِيصًا كَالْمَعْنَى هِيَ هِيَ هُ - تَرَاَصَّ الْقَوْمُ فِي الصَّفِّ: قوم صف میں گھٹ کر کھڑی ہو گئی۔
- ر ص ض - الرَّصَاصُ: (راء مفتوح) سبسہ، عام لوگ اسے کمسور پڑھتے ہیں۔ یعنی الرَّصَاصُ. الشَّيْءُ مَرْصُوصٌ: سبسہ پلائی ہوئی
- ① حدیث کا مکمل معنی یہ ہے کہ: "اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالوں تو نبی میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تیری رات آجائے اور ایک اشرفی برابر بھی میرے پاس باقی بچے سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کیلئے رکھ چھوڑوں۔"

جس کے پاس کسی کا بچہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ اگر ماں کیلئے یہ لفظ بغیر 'ة' تانیث کے استعمال ہو، جس طرح حائض اور طامث حائضہ عورت کیلئے بغیر 'ة' استعمال ہوتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اگر ماں کے بغیر کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کو المُرْضِعَةُ کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ الخلیل کا کہنا ہے کہ المُرْضِعَةُ الارْضَاعِ کا فاعل ہے۔ اور المُرْضِعُ الرُّضِيعِ کی ذات ہے۔ یعنی المُرْضِعُ ایک طرح کا ذاتی نام ہوگا اور المُرْضِعَةُ صفاتی نام۔

رض ا - الرُّضَوَانُ: (راء مکسور و مضموم) رضامندی۔

الرِّضَا اور المَرَضَاةُ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ رَضِيْتُ الشَّيْءَ اِرْقَضِيْتَهُ: میں نے چیز کو پسند کیا اور اس پر رضامند ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مَرَضِيْتُ ہے اور مَرَضُوٌّ بھی ہے جو اصل پر مبنی ہے۔ رَضِيَ عَنهُ: وہ اس سے راضی ہوا۔ یا خوش ہوا۔ (ضاد مکسور) رَضَا مصدر محض ہے بمعنی راضی ہونا، پسندیدگی۔ اس کلمہ میں الف مقصور ہے۔ اس کا اسم الرِّضَاءُ (الف مدد) یا خَفْشُ کا قول ہے۔

عَيْشَةُ رَضِيَّةٌ: پسندیدہ زندگی، دل پسند زندگی۔ کیونکہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ

رض خ - رَضِخَ: اس نے اسے تھوڑا سا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

رَضِرَ ضِرٌّ: دیکھئے بذیل مادہ ر ض ض۔  
رض ض - الرُّضُ: کوٹنا، دلیا کوٹنا یا دلنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الرُّضْرَا ضٌ: کنگر۔ کوٹے یا توڑے ہوئے کنگر۔

رُضَا ضُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا کنگرا۔

رَضِرَ ضِرَّتَهُ: تو نے کسی بھی چیز کو توڑا یا کنگرے کیا۔

رض ع - رَضِعَ الصَّبِيُّ: بچے نے ماں کا دودھ پیا۔ اس کا مصدر رَضَاعًا ہے۔ (راء مفتوح ہے) یہ اہل نجد کا لہجہ یا لغت ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَرَضَعْتُهُ أُمَّهُ: اس کی ماں نے اسے دودھ پلایا۔

امْرَأَةٌ مُرْضِعٌ: ایسی عورت جس کے پاس بچہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ دودھ پلاتی عورت۔ اور اگر تم نے بچہ کو دودھ پلانے سے عورت کو موصوف کرا ہو تو پھر کہیں گے: مُرْضِعَةٌ هِيَ أَحْسَى مِنَ الرُّضَاعَةِ: (راء مفتوح) وہ میرا دودھ شریک بھائی ہے یا رضاعی بھائی ہے۔

ارْتَضَعَتِ الْعَنْزُ: بکری نے خود اپنا دودھ پی لیا۔ الرِّضَاءُ کا کہنا ہے کہ: المُرْضِعَةُ کا معنی ہے ماں۔ اور المُرْضِعُ وہ عورت



شاخ۔ اس کی جمع رطاب ہے۔

الرُّطْبُ مِنَ النَّخْلِ أَوْ التَّمْرِ: تازہ کھجور، اس کی جمع أَرطَابٌ اور رطاب ہے۔ اور الرُّطْبَةُ کی جمع رطبات اور رطب ہے۔

أَرطَبُ البُسْرِ: مگدرائی ہوئی نیم پختہ کھجور پک کر رطب بن گئی۔

أَرطَبُ النَّخْلِ: کھجور کے درخت پر کھجوریں پک کر رطب ہو گئیں۔ رطبة تَرطِبُنَا: اس نے اسے رطب کھجور کھلائی۔

ط ل-الرُّطْلُ: (راء مفتوح اور مسور) نصف من، موجودہ وزن کے مطابق

۲.۵۶۶ کلوگرام یعنی ڈھائی کلو۔

ط ن-الرُّطَانَةُ: (راء مفتوح اور مسور) عجمی زبان میں بات کرنا۔

رَطَنَ لَهُ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

رَطَانَةٌ: کا بھی یہی معنی ہے۔ رَاطَنَةٌ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔

تَرَاظَنَ القَوْمُ: قوم نے یا لوگوں نے عجمی زبان میں بات چیت کی۔

ر ع ب-الرُّعْبُ: ڈر اور خوف۔

رَعَبَهُ يَرَعِبُهُ: اس نے اسے ڈرایا یا خوف زدہ کیا۔ جس طرح قَطْعَةٌ اور يَقْطَعُهُ

ہے۔ اس کا مصدر رُعِبَ ہے، (راء مضموم) اسے أَرَعَبَهُ نہیں کہا جاسکتا۔

رُضِيَتْ مَعِيْشَتُهُ: یعنی اس کی زندگی کو

پسند کیا گیا۔ اور یہ فعل مجہول ہے۔ اسے رُضِيَتْ: (راء مفتوح) نہیں پڑھا یا کہا

جایگا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِيَ بِهِ صَاحِبًا: شاید لوگوں نے اسے رَضِيَ عَلَيْهِ بھی کہا ہو جس کا مطلب ہے کہ وہ

اس سے راضی ہو گیا۔ أَرَضَيْتُهُ عَنِي: میں نے اسے اپنے سے راضی کر لیا۔ صرف

أَرَضَيْتُهُ بھی کہا جاتا ہے اور رَضَيْتُهُ بھی یعنی میں نے اسے راضی کر کے چھوڑا۔

تَرَضَاهُ-أَرَضَاهُ: اس نے اسے بڑی کوشش کے بعد راضی کر لیا۔

اسْتَرْضَيْتُهُ فَارَضَانِي: میں نے اسے راضی کرنے کیلئے کہا تو اس نے مجھے راضی

کیا یا منالیا۔

رَضَوِي: مدینہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ر ط ب-الرُّطْبُ: (راء مفتوح) تر،

يَابَسُ كِي ضد-رَطْبُ الشَّيْءِ: چیز تر ہو گئی۔ اس کا باب سَهَّلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل ياصفت رَطْبٌ اور رَطِيْبٌ بمعنی تر

ہے۔

عَضْنُ رَطِيْبٌ: نرم و نازک اور ملائم شہنی۔ الرُّطْبُ: (راء مضموم، طاء ساکن و مضموم) گھاس، چارہ۔

الرُّطْبَةُ: (راء مفتوح) شاخ، خاص کر تر

رع د- الرَّعْدُ: کڑک۔ وہ آواز جو بادلوں سے سنی جاتی ہے۔

رَعَدَتِ السَّمَاءُ: آسمانی کڑکا۔

وَبَرَقَتْ اور بجلی چمکی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اُرْعَدَتِ السَّمَاءُ وَأَبْرَقَتْ کا

بھی یہی معنی ہے۔ اصمعی نے ان دونوں فعلوں کے رباعی وزن سے انکار کیا ہے۔

الإرتعاد: اضطراب، کچکی، تھرتھاہٹ۔ کہا جاتا ہے کہ: اُرْعَدَهُ فَارْتَعَدَ: اُس

نے اسے لرزادیا تو وہ لرز گیا۔ اس کا اسم الرَّعْدَةُ ہے، بمعنی لرزہ۔ اس میں راء مکسور ہے۔

أُرْعِدَ الرَّجُلُ: آدمی کو لرزادیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے، یعنی اسے لرزہ آ گیا۔

أُرْعِدَتْ فَرَانِصُهُ عِنْدَ الْفَرْعِ: ڈرے مارے اس کی ٹانگیں کا پینے لگیں۔

الرَّعْدَاؤُ: (راء مفتوح اور عین مشدود) سمندری مچھلی کی ایک قسم۔ اگر انسان اسے ہاتھ لگائے تو انسان کا ہاتھ اور بازو بے ہوش ہو جاتا ہے اور تب تک کا پتا ہے جب تک مچھلی زندہ رہے۔

(میرا کہنا ہے کہ الدیوان میں لکھا ہے کہ یہ ایسی سمندری مچھلی ہے کہ جب کوئی شخص اس کا شکار کرتا ہے اور وہ جال میں پھنس جاتی ہے تو شکاری پر تب تک کچکی طاری رہتی ہے جب تک مچھلی جال میں رہے)۔

رع ع- تَرَعَّرَعَ الصَّبِيُّ: بچے نے حرکت کی اور بڑھا یعنی نشوونما پائی۔

الرَّعْدَاؤُ: حوادث، واقعات، معمولی لوگ۔ رَعَفَ يَرْعَفُ بَرُوزَانٍ نَصْرًا يَنْصُرُ اور يَرْعَفُ بَرُوزَانٍ يَقْطَعُ: اسے نکسیر آگئی۔

رَعَفَ: (عین مضموم) بھی اس کا ایک لہجہ یعنی نفٹ ہے۔ لیکن یہ کمزور لہجہ ہے۔ رَاعَوْفَةُ الْبَنَرِ: کنویں کی تہہ میں ڈالا جانے والا یا رکھا جانے والا پتھر، یا چٹان۔ تاکہ اس پر کنواں صاف کرنے والا بیٹھ

دوسری جمع رُغِيَان ہے جس طرح شَابْت کی جمع شُبَان ہے۔ اور تیسری جمع رِعَاء ہے جس طرح جَانَع کی جمع جِيَاع ہے۔ (اس اسم میں جمع کے تین اوزان اور ان کی مثالیں ہیں)۔

رَاعِي الْأَمْرِ: اُس نے معاملہ پر غور کیا کہ معاملہ کا رُخ کس طرف ہے۔

رَاعَاهُ: اس نے اس کا ملاحظہ کیا۔ رَاعَاهُ: اس نے حقوق کی رعایت کی یعنی حقوق کی پاسداری کی۔

اسْتَرَعَاهُ فَرَعَاهُ: اس نے اس سے معاملے میں رعایت کی استدعا کی تو اس نے رعایت کی۔ ضرب المثل ہے:

مَنْ اسْتَرَعَى الذَّنْبَ فَقَدْ ظَلَمَ

”یعنی جس کسی نے بھیڑیے سے کسی

رعایت کی توقع کی تو اس نے گویا ظلم کیا۔“

الرَّاعِي: والی۔ حاکم۔

الرَّعِيَّةُ: عام لوگ، رعایا، کہا جاتا

ہے کہ: لَيْسَ الْمَرْعِيُّ كَالرَّاعِي:

رعایا حاکم کی طرح نہیں ہوتی۔ قَدْ

إِرْعَوَى عَنِ الْقَبِيحِ: وہ برائی سے رک

گیا۔

أَرْعَاهُ سَمَعَهُ: اس نے غور سے سنا۔ اسی

سے قول خداوندی ہے: رَاعِنَا ”ہماری

رعایت کیجئے۔“ انخس کا کہنا ہے کہ یہ

مراعاة سے فَاعِلُنَا کے وزن پر فعل امر

کئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا پتھر ہے جو کنویں کے سرے پر ہوتا ہے جس پر کھڑا ہو کر آدمی کنویں سے پانی کھینچتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ عَلَيْهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ سَجَرَ

جُعِلَ سِحْرُهُ فِي جُفِّ طَلْعَةٍ وَذُفْنٍ

تَحْتَ رَاغُوفَةِ الْبَيْتِ: جب نبی اکرم

علیہ السلام پر جادو کیا گیا تو یہ جادو نہ کھجور

کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر کنویں کی

تہہ میں پتھر کے نیچے دبا دیا گیا۔

ر ع ن - الرَّعُونَةُ: بے وقوفی و حماقت۔

ڈھیلا پن۔ رعونت و نخوت۔

رَجُلٌ أَرْعَنُ: رعونت والا مرد اور

امراةٌ رَغْنَاءُ: رعونت والی عورت۔

الرَّعْنُ: اظہار رعونت، کسی کو متاثر کرنا۔

رَعْنٌ: اس کا باب سَهْلٌ ہے اور معنی وہ

رعونت زدہ ہوا۔ رَعْنًا: اس کا مصدر ہے۔

رِعَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ و ر ع۔

ر ع ي - الرَّعْيِي: (راء مکسور) گھاس اور

چارہ اور راء مفتوح ہو تو مصدر ہے۔

الرَّعْيِي: چرنا اور چراگاہ اور چارہ اور نفل

مصدر۔ مثل مشہور ہے: مَرْعِيٌّ وَلَا

كَالسَعْدَانِ: چارہ تو ہے لیکن سعدان

جیسا کہاں۔

الرَّاعِي: چرواہا۔ اس کی جمع الرَّعَاة ہے

جس طرح قاض کی جمع قُضَاة ہے اور

اگائے۔“

ر غ ب - رَغَبٌ فِيهِ: اس نے اس میں دلچسپی اور رغبت کا اظہار کیا۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ رَغْبَةٌ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اِرْتَغَبَ فِيهِ کا ترجمہ ومعنی بھی یہی ہے۔ رَغِبَ عَنْهُ: وہ اس سے بے رغبت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ رَغْبَةٌ فِيهِ: اس نے اسکو اس میں رغبت دلائی، یا اسے ترغیب دی۔ اس کا مصدر تَرَغَّبْنَا ہے۔ اِرْتَغَبْنَا فِيهِ: کا معنی بھی اس نے اسے ترغیب دی ہے۔

ر غ د - عَيْشَةٌ رَغْدٌ: رَغْدٌ بروزن فَلَسٌ اور رَغْدٌ بروزن فَرَسٌ یعنی فراخ اور کشادہ زندگی یعنی آرام و آسائش اور راحت کی زندگی۔ اس کا باب طَرَبٌ اور طَرُفٌ ہے۔

ر غ س - الرَّغْسُ: بروزن الفلَسُ: نشوونما، بالیدگی اور بھلائی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنْ رَجُلًا رَغَسَهُ اللّٰهُ مَا لَا: بے شک ایک ایسا شخص جسے اللہ نے مال و دولت میں فراخی بخشی ہو اور برکت دی ہو۔

ر غ ف - الرَّغِيفُ: روٹی۔ اس کی جمع اَرِغِفَةٌ، رُغْفٌ (راء اور غین دونوں مضموم) اور رُغْفَانٌ ہے۔

ر غ م - الرَّغَامُ: (راء مفتوح) مٹی۔

رَاعَيْنَا ہے، جس کا معنی ہے اَرْعَيْنَا سَمْعَكَ: ہمیں اپنی شنوائی دیجئے۔ لیکن اس میں سے یاء کو فعل امر کے باعث حذف کر دیا گیا۔ انخس کا کہنا ہے کہ اِعْمَالِ قَوْلِ كِي بِنَاءِ پَرَا عَيْنَا كَوْتَوِيْن لْكَا كَر رَاعِنَا كِهََا جَاتَا هِے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احقنانه بات نہ کرو اور نہ نامعقول بات کرو۔ کیونکہ ایسی بات رعونت ہے۔ رَعَى الْاَمْرَ رَعِيْتَهُ رِعَايَةً: امیر نے اپنی رعیت کی رعایت کی اور یہی معنی رَعَى عَلَيْهِ کا بھی ہے۔ یعنی امیر نے رعایا کی حرمت کی رعایت و پاسداری کی۔

رَعِيْتُ الْاِبِلَ: میں نے اونٹ پڑایا وَرَعَبْتُ الْاِبِلَ رَعِيًا: اونٹ نے چارہ پڑا۔ رَعِيًا کے ساتھ مَرَعَى بھی اس کا ہم معنی لفظ ہے۔ اِرْتَعَبْتُ الْاِبِلَ کا بھی وہی معنی ہے جو رَعَبْتُ الْاِبِلَ کا ہے۔ رَعَى النُّجُومَ: اس نے ستاروں کا مشاہدہ کیا۔ اس کا اسم رَعِيَةٌ ہے۔ خضاء کا شعر ہے:

اُرْعَى النُّجُومَ وَمَا كُنْفْتُ رِعِيْتَهَا  
”میں تارے دیکھتی رہتی ہوں جب کہ میں انہیں دیکھنے کی مکلف نہیں ہوں۔“

اُرْعَى اللّٰهُ الْمَاشِيَةَ  
”اللہ مال مویشی کے لئے وہ کچھ اگائے جسے وہ چرکیں (یعنی ان کے لئے چارہ

رَغِمَ أَنْفِي لِلَّهِ: میری ناک اللہ کے حضور جھک گئی۔ یعنی میرا سر اطاعت خداوندی میں خم ہوا۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ تو رَغِمَ انفی کا معنی ہے کہ وہ جھک گیا اور فرماں بردار ہو گیا، کیونکہ اسے مٹی لگ گئی۔ اسی سے قول خداوندی ہے: يَسْجُدُ فِى الْاَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيرًا: خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

الْقَرَاءُ كَالْبَلْبَاءِ: الفراء مراد زمین میں چلنے پھرنے کی جگہ یعنی کشائش ہے۔

ر غ ۱- الرُّغَاءُ: چوپایوں کا بلبانا یا ڈکارنا۔ قَدْ رَغَا الْبَعِيرُ: (اونٹ بلبلا یا)۔ يَرْغُو رُغَاءً: (راء مضموم والف مدود)۔ الرُّغْوَةُ: مکتفن (راء مفتوح و مضموم و مکسور)۔

تَرَاعَتِ الْاِبِلُ: اونٹ مختلف جگہوں پر بلبلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنْهَمُ وَاللّٰهُ تَرَاعَوْا عَلَيْهِ فَفَقَتَلُوهُ: بے شک وہ بخدا اس پر ہر طرف سے ایک دوسرے کو آواز دیتے آئے اور اسے قتل کر دیا۔

الرَّاعِبَةُ: اونٹنی۔

میرا کہنا ہے کہ بذیل مادہ ث غ ا، ذکر

أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی ناک خاک آلود کرے۔ اسی سے حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور خضاب کے بارے میں ہے: اسْلَيْتِيهِ وَاِرْغَمِيهِ: اسے جھاڑ دو اور مٹی میں ملا دو، یعنی خضاب کو۔

میرا کہنا ہے کہ حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”اسے آہستہ سے اتار دو اور اسے مٹی میں ڈال دو“۔

المُرَاعِمَةُ: ایک دوسرے سے غضبناک ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَاعِمٌ فُلَانٌ قَوْمُهُ: فلان شخص نے اپنی قوم سے دشمنی کی اور قوم سے جدا ہوا اور ان کے خلاف کاروائی کی۔

رَغِمَ فُلَانٌ رَعْمًا: فلان شخص اپنی خلاف مرضی آیا۔ اس کا باب قَطَعُ ہے اور مصدر رَعَمًا ہے، (مصدر کے راء پر تینوں حرکات یعنی ضم، فتح اور کسرہ) حصول انصاف پر قادر نہ ہونا۔ اس کا دوسرا مصدر مَرَعَمَةٌ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”بُعِثْتُ مَرَعَمَةً“ میں اپنی مرضی سے نہیں مبعوث کیا گیا ہوں۔ یعنی میری بعثت میں میری مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تم کہتے ہو کہ: فَعَلَّ ذَلِكَ عَلَى الرِّغْمِ مِنْ أَنْفِهِ: اس نے یہ کام بادل ناخواستہ کیا۔

کیا گیا ہے کہ الرَّاعِيَةُ اونٹ ہے اور یہی  
معنی زیادہ عام ہے۔

ر ف ا- رَفَا الثَّوْبُ: اس نے کپڑے کو  
رفو کیا۔ یا کپڑے کی مرمت کی۔ اس کا  
باب قطع ہے۔ کہیں کہیں یہ لفظ بغیر ہمزہ  
کے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: مَنْ أَعْتَابَ خَرَقًا وَمَنْ  
اسْتَغْفَرَ رَفًا: جس نے غیبت کی اس  
نے (کپڑے کو) پھاڑ ڈالا اور جس نے  
استغفار کیا اس نے (گویا کپڑے کو) رفو  
کیا۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ن ص ح آیا  
ہے۔

ر ف ت- الرَّفَاتُ: پورا، ریزہ۔  
رُفِتَ الشَّيْءُ: چیز ریزہ ریزہ ہوگئی۔ یہ  
نعل مجہول ہے۔ اسم مفعول مَرْفُوت ہے  
یعنی ریزہ ریزہ شدہ چیز۔

ر ف ث- الرَّفْتُ: زبانی فحش گوئی۔  
قَدْ رَفْتُ يَرْفُتُ رَفْنَا: اس کی مثال  
طَلَبٌ يَطْلُبُ طَلْبًا: اس نے فحش کلامی  
کی۔ اَرْفُتُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ف د- الرَّفْدُ: (راء مکسور)، عطاء،  
بخشش اور صلہ و انعام۔ فاء مفتوح ہو تو یہ  
مصدر ہے یعنی رَفَدًا۔

رَفْدَةٌ: اس نے اسے عطاء کیا۔ اس کی  
مدد کی۔ دونوں کا باب ضَرْب ہے۔  
الإِزْفَادُ: کا معنی بھی عطاء کرنا اور مدد کرنا

ہے۔

الرِّفَادَةُ: (راء مکسور) کپڑے کا ٹکڑا  
جس سے زخم کی مرہم پٹی کی جاسکے۔

بَنُو أَرْفَدَةَ: جن کا ذکر حدیث شریف میں  
آیا ہے۔ حبشیوں کی ایک نسل ہے یا قوم  
ہے جو ناپتے ہیں۔

ر ف س- رَفْسَةٌ: اس نے اسے لات مار  
دی۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

ر ف ض- رَفِضَةٌ: اس نے اسے چھوڑ  
دیا۔ اس کا باب نَصْر ہے۔ اس کا مضارع  
يُورِضُ بھی ہے یعنی فاء مکسور، اور مصدر  
رَفَضًا (راء اور فاء دونوں مفتوح) اس کا  
اسم فاعل رَفِضٌ اور اسم مفعول مَرْفُوض  
ہے۔

الرِّافِضَةُ: شیعہ رافضی فرقہ۔  
الاصمعی کا کہنا ہے کہ زید بن علی کو چھوڑ  
دینے کے باعث ان کا یہ نام پڑ گیا۔

ر ف ع- الرَّفْعُ: اٹھانا بروزن الوَضْعُ:  
گرانے اور نیچے رکھنے کی ضد۔

رَفَعَهُ فَبَرَفَعَهُ: اس نے اسے اٹھایا تو وہ  
اٹھا۔ اس کا باب قطع ہے۔ مٹی ہونے میں  
ضد کو جو مقام اور عمل حاصل ہے وہی مقام  
رَفَعٌ کو اعراب میں ہے۔ یہ نحویوں کی  
اصطلاحات ہیں۔

رَفَعَ فُلَانٌ عَلَى الْعَامِلِ رَفِيعَةً:  
فلاں آدمی نے اپنے مزدور، یا کارندے پر

عورتیں“ کیا ہے۔ یہ نتیجہ تمہارے اس قول سے نکلا ہے کہ تم کہتے ہو: وَاللّٰهُ يَرْفَعُ مَنْ يُّشَاءُ وَيَنْخِفُضُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہے گرا دیتا ہے۔

رف ف - الرَّفُّ: طاقت کی طرح کی جگہ، (الماری)۔ اس کی جمع رُفُوفٌ ہے۔ الرَّفُوفُ: سبز رنگ کے کپڑے جن سے مَحَابِسُ یعنی زاہد لوگوں کے عزت خانے تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ رُفُوفَةٌ ہے۔

رُفِرَ الطَّائِفُ: پرندہ بھڑ بھڑایا یا منڈلایا۔ یعنی کسی چیز پر آگرنے کے لئے منڈلایا۔

رف ق - الرَّفْقُ: نرمی، العُنْفُ خشونت کی ضد۔ قَدْ رَفَّقَ بِهِ: اس نے اس سے نرمی برتی۔ اس کا مضارع يَرْفُقُ (فاء مضموم) ہے اور مصدر رَفَّقًا. رَفَّقَ بِهِ وَأَرْفَقَهُ وَتَرَفَّقَ بِهِ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ أَرْفَقَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے نفع دیا۔ الرَّفْقَةُ: وہ جماعت جس کے ساتھ تم سفر پر نکلو۔ الرَّفْقَةُ کی راء مضموم ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع رِفَاقٌ ہے۔ اسی سے مشتق تم کہتے ہو کہ رَافِقَةٌ وَتَرَافِقُوا فِي السَّفَرِ: وہ اس کے ساتھ سفر پر نکلا اور انہوں نے اکٹھے سفر

مقدمہ دائر کیا۔ حدیث شریف میں ہے: كُلُّ رَافِعَةٍ رَفَعَتْ عَلَيْنَا مِنَ الْبَلَاغِ: یعنی ہر مبلغ جماعت جو ہماری طرف سے ہدایات و پیغامات لوگوں تک پہنچاتی ہیں، وہ لوگوں کو بتادیں یا لوگوں تک یہ پیغام پہنچادیں کہ میں نے مدینہ شریف کو حرام قرار دیا ہے یعنی اسے حرمت والا بنا دیا ہے۔

رَفَعُ الزُّرْعِ: فصل یعنی کئی ہوئی فصل کو کھیت سے کھلیان تک اٹھالے جانا۔ ان دنوں کو ایام رِفَاعٍ کہا جاتا ہے۔ رِفَاعٌ کا راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ میں نے راء کے مکسور ہونے کا نہیں سنا۔

الرَّفْعُ: تمہارا کسی چیز کو اٹھا کر اپنے قریب کرنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَفَرُّشٌ مَّرْفُوعَةٌ: مفسرین کے ہاں اس کی تفسیر ”اپنے قریب کیے ہوئے پھونے“ کی ہے۔ انہیں معنوں میں کہا جاتا ہے کہ: رَفَعْتُهُ إِلَى السُّلْطَانِ: میں نے اسے سلطان کے قریب کر دیا ہے، یا حاکم کے پیش کر دیا ہے۔ اس کا مصدر الرَّفْعَانِ (راء مضموم) ہے۔

الْفَرَاءُ کا کہنا ہے کہ مَرْفُوعَةٌ کا معنی ”تذبیہ“ ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا معنی ”قابل تکریم یعنی کرامت والی

کیا۔

الرَّفِيقُ: ساتھی، ہمسفر۔ اس کی جمع الرِّفقاء ہے۔ اور جب یہ ساتھی الگ الگ ہوں تو پھر رفقاء کے نام کا ان پر اطلاق باقی نہیں رہے گا۔ البتہ الرَّفِيقُ نام بدستور باقی رہے گا۔ یہ اسم واحد بھی ہے اور جمع بھی، جس طرح الصدیق ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَسَنَ أَوْلِيَاكَ رَفِيقًا: ”اور ان کا ساتھ کتنا ہی اچھا ساتھ ہے۔“ یعنی ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

الرَّفِيقُ - أَخْرَقَ: (یعنی تیز ہوا یا کشادہ زمین) کی ضد بھی ہے۔

المَرْفُوقُ اور المِرْفُوقُ: گھنٹی۔ اسی طرح المِرْفُوقُ وَالْمَرْفُوقُ مِنَ الْأَمْرِ سے مراد وہ ہے جس سے تو نے نفع کمایا۔ جس نے قرآن کریم کی اس آیت کو یوں پڑھا: ”وَيُهِيبُ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا“ تو اس نے مِرْفُوقُ کو مَقْطُوعُ کی طرح بنایا اور جس نے اس لفظ کو مِرْفُوقًا (فاء منفتح) پڑھا تو اس نے اسے مَسْجِدُ کی طرح اسم بنایا۔ اسے مِرْفُوقًا پڑھنا بھی جائز ہے۔ یعنی ساتھ اور رفاقت کے معنوں میں۔ جیسے: مَطْلَعُ اور مَطْلُوعُ ہے۔ اگرچہ اسے اس طرح نہیں پڑھا گیا ہے۔

مِرَافِقُ الدَّارِ: گھر کے ملحقات :

المِرْفَقَةُ: (میم مکسور) تکیہ۔ قَدْ تَمَرَّفَقَ: اس نے تکیہ لے لیا۔

بَاتَ فُلَانٌ مُرْتَفِقًا: فلان شخص نے بازو کے نیچے تکیہ رکھ کر رات گزار لی۔

ر ف ل - رَفَلٌ فِي ثِيَابِهِ: وہ نازنخرے سے اترتے ہوئے دامن گھسیٹ کر چلا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل رَفَلٌ ہے۔ اِرْفَلٌ فِي ثِيَابِهِ کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ف ه - الإِرْفَاءُ: آسودہ زندگی بسر کرنا۔ ہر روز تیل ملنا۔ یعنی سر میں یا بدن کی مالش کرنا اور بالوں میں کنگھی کرنا۔ ایسا کرنا منع ہے۔

رَجُلٌ رَافِعٌ: آسودہ حال شخص۔ رَفَاهِيَةٌ اور رُفْهِيَّةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی آسودگی اور آسائش۔

رَفَهُ عَنْ غَرِيمِكَ: قرض خواہ یا دشمن سے جان چھڑا۔ اس کے شر کو دور کر۔

ر ف ا - رَفَوْتُ الثَّوْبَ: میں نے کپڑے کو رفو کیا، مرمت کی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور بخیر ہمزہ کے بھی۔

رَفَوْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو رعب اور ڈر سے تسلی دی یا اس کی خوفزدہ حالت میں اسے تسلی اور سہارا دیا۔



رَقَبَ اللّٰهَ تَعَالٰی: وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔

التَّرْقُبُ اور الإِرْتِقَابُ: انتظار، گھات۔  
أَرْقَبُهُ دَارًا اوْ اَرْضًا: اس نے اسے مکان یا زمین عطاء کی اور کہا کہ ہماری طرف سے یہ باقی ہے یعنی تازیت تمہارا ہے۔ اس سے اسم الرُقْبِي ہے اور یہ المُرَاقِبَةُ سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس مکان زمین کی مشروط بخشش میں ہر فریق دوسرے فریق کی موت کا انتظار کرتا ہے۔  
الرَّقِبَةُ: گردن۔ اس کی جمع رَقَبٌ رَقَبَاتٌ اور رِقَابٌ ہے۔

الرَّقِبَةُ کا معنی غلام بھی ہے۔  
ر ق د-الرُّقَادُ: (راء مضموم) نیند، خواب۔ اس کا باب نَصْرٌ اور دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر رُقَادٌ ہے۔  
قَوْمٌ رُقُودٌ: نیند میں سوئی ہوئی یا خفت قوم۔

رُقْدٌ: سوئے ہوئے، مچو خواب۔ بروزن سُكَّرَ الرُّقْدَةُ: نیند، نیند کی حالت۔  
الرُّقْدُ بروزن المَذْهَبُ: سونے کی جگہ، قبر۔

أَرْقَدُهُ: جگائے، رخصنے والی دوا۔  
ر ق ش-الرُّقْشُ: اللقش کی طرح۔  
رُقْشٌ كَلَامُهُ تَرْقِيشًا: اس نے اپنی بات کو خوب سجایا۔

الرُّمْرَافَةُ: اتفاق، متفق ہونا۔

الرِّفَاءُ: اتفاق، متفق ہونا اور جُزْنَا۔  
رَقِيَّتُهُ تَرْقِيَةٌ: جب کسی شادی شدہ شخص سے کہیں تو مراد دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے آسودگی اور بیٹے عطاء کرے اور اس سے مراد کسی کوتلی دینا اور سکون فراہم کرنا بھی ہے۔

رَفُوْتُ الرَّجُلِ: میں نے آدمی کو تسلی اور اطمینان دلایا۔  
ر ق أ-رَقَأَ الدَّمَعُ وَالدَّمُ: آنسو تھم گئے اور خون بہنا رُك گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الرَّقْوَةُ: (راء مفتوح اور واء ممدود) خون بہنا روکنے کیلئے جو کچھ زخم پر ڈالا جاتا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: "لَا تَسْبُوا الْإِبِلَ فَإِنَّ فِيهَا رَقْوَةَ الدَّمِ" اونٹ کو گالی نہ دو۔ اس میں بے شک خون بہنا روکنے کی دوا ہے۔ یعنی صلاحیت ہے وہ یوں کہ اونٹ کو خون بہا میں دیا جاتا ہے۔ جس سے قتل کے بدلے دوسرے قتل سے بچا جاتا ہے۔

ر ق ب-الرَّقِيْبُ: حافظ۔ نگران و نگہبان اور انتظار کرنے والا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔  
رَقِبَةٌ: (راء مکسور) اور رِقْبَانًا کا بھی یہی معنی ہے۔

مِنْ فَوْق سَبْعَةِ أَرْقَعَةٍ: سات  
آسمانوں کے اوپر سے۔ یہاں اَرْقَعَةٌ  
مؤنث معدود کے لئے عدد سبع ہونا چاہیے  
تھا لیکن اسے سقف قرار دے کر عدد مؤنث  
لایا گیا۔<sup>۱</sup> یعنی وہ سات چھتوں کے اوپر گیا۔  
الرُّقِيعُ بھی اور المَرَقَعَانُ (میم مفتوح)  
احسق و بیوقوف شخص۔  
قَدْ رُقِعَ: وہ احسق ہو گیا۔ اس کا باب  
ظَرْفُ ہے۔ اَرْقَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے  
حماقت کی۔

ر ق ق - الرِّقِيُّ: (راء مكسور) ملکیت،  
غلامی۔

الرِّقِيُّ: جھلی جس پر لکھا جاتا ہے۔ (راء  
مفتوح) ایک چمڑے کی باریک جھلی ہوتی  
ہے۔ قول خداوندی ہے: فَبِی رَقٍ مِّنْشُورٍ:  
”کھلے ہوئے کشادہ اوراق میں“۔

الرِّقَّةُ: (راء مفتوح) ایک شہر کا نام بھی  
ہے۔ الرِّقَاقُ: (راء مضموم) باریک  
روٹی۔ ثعلب نے کہا کہ: ”تم کہتے ہو کہ  
میرے پاس ایک خادم ہے جو موٹی اور پتلی  
روٹی پکاتا ہے۔“ پتلی روٹی کیلئے تم الرِّقِيقُ  
کہتے ہو لیکن اگر تم نے کہا ہو کہ وہ ولید پکاتا  
ہے تو پھر تم الرِّقِيقُ کے بدلے الرِّقَاقُ کہو  
گے، کیونکہ یہ دونوں الگ الگ نام ہیں۔

حَبَّةٌ رَقْشَاءُ: کوزیوں والا سانپ، جس  
پر سیاہ سفید دھبے بنے ہوتے ہیں۔  
ر ق ص - رَقَصَ: ناچنا۔ اس کا باب  
نَصَرَ ہے۔ اسم فاعل رَقَاصٌ بمعنی ناچنے  
والا، ناچکار۔

رَقَصَتِ الْمَرْأَةُ وَلَدَهَا تَرْقِیصًا:  
عورت نے اپنے بچے کو خوب ہلایا جلایا۔  
أَرْقَصْتُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔  
ر ق ط - الرُّقْطَلَةُ: بروزن النقطة: سیاہ  
رنگ جس میں سفید دھبے ہوں۔  
دَجَاجَةٌ رَقْطَاءٌ: چتکبری مرغی۔

ر ق ع - الرُّقْعَةُ: (راء مضموم) رقعہ، چٹ  
پرچی۔ اس کی جمع الرِّقَاعُ ہے۔ وہ رقعے  
یا مختصر خطوط جو لکھے جاتے ہیں۔ کپڑے کا  
پیوند۔ الرُّقْعَةُ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا ہے جو  
پھنے ہوئے کپڑے پر پیوند کیا جاتا ہے۔ تم  
نَوَّجْتَهُ کہتے ہو کہ رَقَعْتُ الثُّوبَ بِالرِّقَاعِ:  
اس نے کپڑے پر پیوند لگائے۔ اس کا باب  
قَطَعَ ہے۔

تَرْقِيعُ الثُّوبِ: کپڑے میں مختلف  
جگہوں پر پیوند لگانا۔ اسْتَرْقَعُ الثُّوبَ:  
کپڑا پیوند لگانے کے قابل ہو گیا۔  
رُقْعَةُ الثُّوبِ: کپڑے کی اصل اور اس کا  
جوہر۔

السَّرْقِيعُ: آسمان دنیا۔ اور اسی طرح باقی  
سارے آسمان۔ حدیث شریف میں ہے:

۱ یہاں مؤنث معدود کے مفرد یعنی الرُّقِيعُ کے ذکر کرنے کی نسبت سے بھی ہو سکتا ہے۔

رَقْرَقَ السَّمَاءُ: پانی آیا اور گیا۔ اسی طرح الرُّقْعُ: یعنی آنسو آنکھوں میں ڈبڈبایا۔

ر ق م - الرُّقْمُ: لکھنا۔ قول خداوندی ہے کتاب مَرْقُومٌ: لکھی ہوئی کتاب۔ لوگ کہتے ہیں کہ: هُوَ يَرْقُمُ الْمَاءَ: اس نے معاملات اور کاموں میں کمال کی مہارت حاصل کر لی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ناممکن کام بھی کر سکتا ہے اور پانی کی سطح پر لکھ سکتا ہے جہاں لکھنے کا تصور ہی ناممکن ہے۔

رَقْمُ الثُّوبِ: کپڑے کی لکھائی یا نقش و نگار، اور کڑھائی۔ یہ دراصل مصدر ہے اور اس کا باب نصر ہے۔

قَدْ رَقِمَ الثُّوبَ وَالْكِتَابَ: اس نے کپڑے پر لکھائی کی اور کتاب لکھی۔ اس کا باب نصر ہے۔ رَقْمَةُ تَرْقِيمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

الرَّقْمَةُ: وادی کی جانب یا سمت۔ اس کا معنی باغ بھی کہا گیا ہے۔

الْأَرْقَمُ: وہ سانپ جس کا رنگ سیاہ اور سفید، ملاخلا ہو۔

الرَّقِيمُ: کتاب۔ قول خداوندی ہے: "أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ" کہا گیا ہے کہ الرَّقِيمِ سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے اور

الرَّقِيقُ: (پتلا اور باریک)۔ الغَلِيظُ: (موٹا اور گرم) کی ضد ہے۔

وَرَقَّ الشَّيْءُ - يَرِقُّ (راء مرسوم) رِقَّةً: اس نے چیز کو باریک کیا۔

أَرَقَّهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے باریک کیا۔

رَقَّقَهُ تَرْقِيقًا: اس نے اسے خوب باریک کیا، یا کر دیا۔

تَرْقِيقُ الْكَلَامِ: بات کی تخمین۔ تَرْقُقُ لَهُ: اس کے لئے اس کا دل پیچا۔

اسْتَرْقَ النَّسِيئُ: چیز پتل یا باریک ہو گئی۔ یہ استغلاظ (گاڑھی ہو گئی) کی ضد ہے۔

اسْتَرْقَ مَخْلُولُهُ: اس نے اپنے مملوک کو غلام بنا لیا۔

أَرَقَّهُ: اس نے اسے غلام بنا لیا۔ یہ اغتقاق کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے اس نے اسے آزاد کر دیا۔

الرَّقِيقُ: مملوک، غلام، واحد اور جمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

مَرَاقِ الْبَطْنِ: (میم مفتوح) پیٹ کا نرم اور پتلا حصہ۔ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔

تَرْقَرَقَ الشَّيْءُ: چیز چمکی۔ رَقْرَاقِ السَّحَابِ: بادلوں کی چمک یعنی

بادلوں کی آمد و رفت۔ ہر چیز کی چمک دکھ ہوتی ہے۔ اسی کو رَقْرَاقِ کہتے ہیں۔

یہ کہو کہ میرے پاس سے ایک اونٹ سوار  
گزرا تو تم کہو گے: "مَرٌّ بِنَا رَاكِبٌ"  
اور اگر کوئی گھوڑے یا گدھے پر سوار ہو کر  
گزرا تو کہو گے: "مَرٌّ بِنَا فَارِسٍ عَلٰی  
حِمَارٍ". اور عمارہ کا کہنا ہے کہ گدھے  
کے سوار کو تو حِمَارٌ کہیں گے، فَارِسٍ نہیں  
کہیں گے۔

الرُّكْبُ: وہ دس یا دس سے زیادہ اونٹ  
والے جو سفر پر نکلیں اور ان کے ساتھ موسیٰ  
نہ ہوں یعنی اونٹ نہ ہوں۔

الرُّكْبَانُ: انہیں لوگوں کی ایک جماعت۔  
الرِّكَابُ: اونٹ جس پر سوار ہوتے ہیں۔  
اس کا واحد کا صیغہ راحلہ ہے۔ لیکن لفظاً  
اس لفظ کا واحد کا صیغہ نہیں آتا جس طرح  
كَاْفِرٍ کی جمع كُفَّارٌ ہے۔

الرُّكَّابُ: رَاكِبٌ کی جمع ہے۔  
المَرْكَبُ: سواری، خشکی کی ہو، خواہ  
سمندر کی۔ اس کی جمع مَرَاكِبٌ ہے۔

الرُّكُوبُ وَالرُّكُوبَةُ: (راء مفتوح)  
سواری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے  
قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی ہے:  
"فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ"، ان چوپایوں میں  
سے کچھ تو ان کے سواری کے کام آتے  
ہیں۔

الرُّكَّابُ الدُّنُوبُ: گناہوں کا ارتکاب  
کرنا۔

ان کے حالات درج تھے۔ حضرت ابن  
عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مَا  
أَدْرِي مَا الرُّقِيمُ أَكْتَابٌ أَمْ بُنْيَانٌ:  
مجھے معلوم نہیں کہ الرُّقِيمُ کیا ہے۔ کیا یہ  
کتاب یعنی تختی ہے یا یہ عمارت یعنی وہ جگہ  
ہے جہاں اصحاب کہف تھے۔

رِقَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ و ر ق۔

ر ق ي - رَقِي فِي السَّلْمِ: (قاف  
مکسور) رَقِيًا وَرُقِيًا: وہ سیزھی پر چڑھا۔  
إِرْتَقَى کا بھی یہی معنی ہے۔

الْمِرْقَاةُ: (میم مفتوح اور مکسور) سیزھی۔  
اور اوپر چڑھنے کی جگہ۔ جس نے میم کو مکسور  
پڑھا، تو اس کی مراد اس لفظ سے سیزھی  
ہے۔ جس کے ذریعے اوپر چڑھ سکتے ہیں  
اور جس نے اس لفظ میں میم کو مفتوح پڑھا  
تو اس کی مراد اس سے سیزھی کی جگہ ہے یا  
اوپر چڑھنے کی جگہ۔

تَرَقَّى فِي الْعِلْمِ: اس نے علم میں درجہ  
بدرجہ ترقی کی۔

الرُّقِيَّةُ: منتر۔ جھاڑ پھونک۔ دم۔ اس کی  
جمع رُقِيٌّ ہے۔ اسْتَرَقَاهُ فَرَقَاهُ، يَرُقِيهِ  
رُقِيَّةٌ: اس نے اس سے جھاڑ پھونک  
کرنے کو یا دم کرنے کو کہا تو اس نے دم  
کردیا۔ اس کا اسم فاعل رَاقٍ ہے۔ بمعنی  
منتر پڑھنے والا۔ دَمَ كَرْنَةَ وَاللَّاءُ۔

ر ک ب: ابن السکیت نے کہا کہ: جب تم

رک د - رَكَدَ الْمَاءُ: پانی ٹھہر گیا۔

اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اسی طرح رَكَدَ الرِّيحُ اور رَكَدَ السَّفِينَةُ کہیں گے۔ یعنی ہوا اور کشتی ٹھہر گئی۔

رک ز - رَكَزَ الرُّمْحُ: اس نے زمین

میں نیزہ گاڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مَرْكَزُ الدَّائِرَةِ: دائرے کا وسط یا مرکز۔

مَرْكَزُ الرَّجُلِ: آدمی کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ: أَخَلَّ فُلَانٌ بَمَرْكَزِهِ: فلاں شخص نے اپنا مرکز چھوڑ دیا۔

الرِّكَزُ: دھیمی اور ہلکی آواز۔ قول خداوندی: أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا: میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

الرِّكَازُ: (راء مکسور) اہل جاہلیت کے ذن شدہ مردے۔

أَرْكَزَ الرَّجُلُ: آدمی کو دھیندہ مردہ مل گیا۔

رک س - الرَّكْسُ: کسی چیز کو الٹا کر

دینا، یا اوندھا کر دینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَرْكَسَهُ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔

قول خداوندی ہے: وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا: ”اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی پاداش میں اوندھا کر دیا۔

یعنی ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔“

الرِّكْسُ: (راء مکسور) رِجْس، نجاست،

ناپاکی۔

رک ض - الرَّكْضُ: آدمی کا کسی چیز کو

حرکت دینا یا ہلانا۔ قول خداوندی ہے کہ: أَرْكَضَ بِرَجْلِكَ: اپنے پاؤں سے ہلا، یا حرکت دے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

رَكَضَ الْفَرَسُ بِرَجْلِهِ: اس نے

تیر چلانے کیلئے گھوڑے کو ایڑھ دی۔ پھر

اور زیادہ ایڑھ دی یہاں تک گھوڑا دوڑ پڑا۔

اسے کہیں گے: رَكَضَ الْفَرَسُ: گھوڑا دوڑ پڑا۔ یہ مبنی براصل نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ کہنا چاہیے رَكَضَ الْفَرَسُ: بطور فعل مجہول کے۔ اس کا اسم مفعول

مَرْكُوضٌ ہوگا۔ استحاضہ والی حدیث شریف میں ہے: هِيَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: یہ شیطان کی طرف سے ایک

ایڑھ ہے یا ایک دھکا ہے۔

رَكَضَةُ الْبَعِيرِ: اونٹ نے اسے لات

ماری۔ اسے رَمَحَهُ نہیں کہیں گے۔

رک ع - الرَّكُوعُ: جھکتنا۔ اس کا باب

خَضَعَ ہے۔ اسی سے نماز میں ایک رُكْنُ رُكُوعٍ ہے۔

رَكَعَ الشَّيْخُ: بوڑھا آدمی کبڑا ہو گیا یا بڑھاپے کے باعث کبڑا ہو گیا۔

رک ک - رَكَ الشَّيْءُ يَرْكُ:

(راء مکسور) رِكَّةٌ وَرِكَاكَةٌ: چیز پتلی

یا تہ بہ تہ بادل۔

رک ن - رَكْنٌ إِلَيْهِ: وہ اس کی طرف

جھکا۔ اس کا باب ذَخَلَ ہے۔ اس کا

ایک تلفظ رَكِين (کاف مکسور) بھی ہے۔

رُكُونًا: وہ اس کی طرف جھکا اور اس

نے سکون پایا۔ قول خداوندی ہے کہ:

لَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا:

ظالموں کی طرف مت جھکو۔

ابو عمرو نے بیان کیا ہے کہ رَكْنٌ کا باب

خَضَعَ ہے اور یہ دو لہجوں یا لغتوں میں

شامل ہے۔

رُكْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا مضبوط اور قوی

کنارہ یا جانب۔ یا اس کی مضبوط جانب۔

وَهُوَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ: یعنی

اس نے مضبوط حفاظت کی پناہ لی ہے یا پناہ

لیتا ہے۔

جَبَلٌ رَكِيْنٌ: ایسا پہاڑ جس کے کنارے

بلند ہوں۔

الْمِرْكَنُ: (میم مکسور) کپڑے دھونے کا

بڑا ٹب۔

رَجُلٌ رَكِيْنٌ: باوقار اور معزز شخص۔ قَدْ

رَكْنٌ: وہ مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرَفَ

ہے۔

رُكَاةٌ: (راء مضموم) مکہ کے ایک شخص کا

نام جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس

ہوگئی اور کمزور ہوگئی۔ اسم قائل رَكِيْكٌ

بمعنی پتلا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اِقْطَعُهُ مِنْ

حَيْثُ رَكٌّ: یعنی جہاں سے کمزور

ہو جائے وہاں سے کاٹ دو، عام لوگ اس

مادورے کو رُقٌّ کہتے ہیں۔

اسْتَرْكَاةٌ: اسے کمزور کر دیا۔ حدیث

شریف میں ہے: إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَ

الرُّكَاةَ: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے رکاکت پر لعنت فرمائی ہے۔ رکیک وہ

شخص ہے جسے اپنے گھر والوں پر غیرت نہ

آتی ہو۔

(میرا کہنا ہے کہ ابو عبیدہ اور البروی کی غریب

حدیث میں الرُّكَاةُ میں راء مضموم ہے

اور کاف مشدّد۔ اور التہذیب میں راء

مفتوح اور کاف مخفف ہر طرف بطور ضبط نہ کہ

بطور نص۔

مُرْتَكٌ: سَكْرَانٌ مُرْتَكٌ: نشہ میں

ذہت شخص جسکی بات واضح نہ ہو۔ یعنی

جس کی زبان لڑکھاتی ہو۔

رک م - رَكَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کا

ڈھیر بنا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

إِرْتَكَمَ الشَّيْءُ: چیز ڈھیر بن گئی۔

تَرَكَمَ: چیزوں نے ڈھیر کی شکل اختیار

کی۔

الرُّكَامُ: ریت کا ڈھیر۔ اسی طرح

السحاب المترائم: بادلوں کے ڈل

آنکھ۔ یاد کھتی آنکھ۔

ر م ز - الرَّمْزُ: اشارہ، ہونٹوں سے یا  
بھوؤں سے۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور  
نَصْرٌ ہے۔

ر م س - رَمَسَ الْمَيْتَ: اس نے میت  
کو دفن کر دیا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔  
ارْمَسَهُ کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔  
الرَّمْسُ بروزن الفلَسُ: قبر کی مٹی۔ یہ  
در اصل مصدر ہے۔

الرَّمْسُ بروزن المَذْهَبُ: قبر کی جگہ۔  
ر م ص - الرَّمْصُ: (راء اور میم مفتوح)  
وہ میل کچھڑ جو گوشہ چشم میں جمع ہوتا ہے۔  
اور جب یہ بہہ پڑے تو پھر اسے غَرَضٌ  
کہتے ہیں۔ اور اگر یہ جم جائے تو اسے  
رَمَصٌ کہتے ہیں۔

قَدْ رَمَصَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ دکھنے  
آئی ہے۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے اور اس کا  
اسم فاعل اَرْمَصٌ ہے۔

ر م ض - الرَّمْضُ: (راء اور میم دونوں  
مفتوح) ریت پر سورج کا تیزی سے چمکنایا  
پڑنا۔ الْأَرْضُ رَمَضَاءٌ بروزن حَمْرَاءُ:  
تپتی ہوئی زمین۔

قَدْ رِمَضَ يَوْمًا: دن سخت گرم ہوا۔ اس  
کا باب طَرْبٌ ہے۔

أَرْضٌ رَمِضَةٌ الْحِجَارَةُ: سخت گرم  
پتھروں والی زمین۔

بات پر حلف لیا تھا یعنی اس نے حلفاً کہا تھا  
کہ اس کی مراد تین طلاقیں نہ تھیں۔  
ر ک ا - الرِّكْوَةُ: پانی کا برتن اس کی جمع  
رِكَاءٌ اور رِكَوَاتٌ ہے۔ (راء مفتوح)۔

ر م ح - الرَّمْحُ: نیزہ۔ اس کی جمع رِمَاحٌ  
ہے۔ رَمَحَهُ: اس نے اسے نیزہ مارا۔ اس  
کا باب قَطَعَ ہے۔

رَجُلٌ رَامِحٌ: نیزے والا شخص۔ لاین  
اور قامو کی طرح اس سے فعل نہیں بنتا۔

رَمَحَهُ الْفَرَسُ وَالْحِمَارُ وَالْبَعْلُ:  
گھوڑے، گدھے اور خچر نے اسے دوٹی مار  
دی۔ اس کا باب بھی قَطَعَ ہے۔

الرَّمَاخُ: (راء مفتوح اور میم مشدّد) وہ  
شخص جو نیزے رکھتا ہو اور نیزہ سازی کرتا  
ہو۔

الرَّمَاخَةُ: (راء کسور) نیزہ سازی۔  
نیزے بنانے کا پیشہ۔

ر م د - الرَّمَادُ: (راء مفتوح) راکھ،  
خاکستر۔ الرَّمْدَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الرَّمْدُ فِي الْعَيْنِ: آشوب چشم، آنکھیں  
آنا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ اسم فاعل

رَمِدٌ اور اَرْمَدٌ ہے۔

أَرْمَدَ اللَّهُ عَيْنَهُ: اللہ سے آشوب چشم  
میں مبتلا کرے۔

عَيْنٌ رَمِدَةٌ: آئی ہوئی آنکھ، آشوب زدہ

يَرْمُوْكَ: شام کی طرف ایک جگہ۔ ایسی نسبت سے جنگ ریموک مشہور ہے۔

ر م ل - الرَّمْلُ: ریت، اس کی جمع الرَّمَال ہے۔ لیکن اس کی جمع الرَّمْلَةُ زیادہ مشہور ہے اور مخصوص ہے۔

رَمْلَةٌ: شام میں ایک شہر کا نام ہے۔

الرَّمْلُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) تیز تیز چلنا۔ رَمَلَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، يَزْمُلُ: (میم مضموم) رَمَلًا وَرَمَلَانًا: (دونوں میں میم مفتوح) اس نے صفا اور مروہ کے درمیان رمل کیا۔

الْأَزْمَلُ: رنڈوا۔ جس مرد کی بیوی نہ ہو۔ الْأَزْمَلَةُ: بیوہ جس عورت کا خاوند نہ ہو۔ قَدْ أَرْمَلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت بیوہ ہوگئی۔ یعنی اس کا خاوند مر گیا۔

ر م م - رَمَّ الشَّيْءُ، يَرْمُهُ: (راء مضموم اور کسور) رَمًا وَمَرْمَةً: اس نے چیز کی مرمت کی۔ رَمَهُ كَمَا مَعْنَى يَرْمِيهِ: اس نے کھایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الْبَقْرُ تَرْمُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ: گائے ہر درخت کے پتے کھاتی ہے۔

اسْتَرَمَّ الْحَانِطُ: دیوار قابل مرمت ہوگئی۔ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس دیوار کی لپائی کئے بہت عرصہ گزر گیا ہو۔

الرَّمَّةُ: بوسیدہ رسی کا ٹکڑا۔ اس کی جمع رَمَمٌ اور رِمَامٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذُو

رَمِيضَتُ قَدَمُهُ: اس کا پاؤں جل گیا، بھی الرَّمِيضَاءُ سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: صَلَاةُ الْاَوَابِيْنِ كَاوَقْتِ وَهِيَ جَبِ سُوْرَجِ طُلُوْعِ هُوْنِي كِي بَعْدِ دُحُوْبِ سِي دِيُوَارِيْ كِرْمِ هُوِي۔ کہتے ہیں کہ چاشت کا یہی وقت ہوتا ہے۔

أَرْمِيضَتُهُ الرَّمِيضَاءُ: دھوپ نے اسے جلا دیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ: روزوں کا مہینہ۔ اس کی جمع رَمَضَانَاتٌ ہے۔ اور أَرْمِيضَاءُ: بروزن اصفیاء ہے۔ کہاوت ہے کہ لوگوں نے جب پرانی زبانوں سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو مہینوں کا نام ان موسموں کی نسبت سے رکھے جن میں یہ ماہ آتے ہوں۔ رمضان کا مہینہ چونکہ گرمیوں میں واقع ہوا۔ لہذا اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

ر م ق - رَمَقَتْ: اس نے اس کی طرف نظر کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الرَّمَقُ: باقی ماندہ جان۔ ر م ک - الرَّمَكَةُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) مادہ ٹٹو، ترکی گھوڑی۔ اس کی جمع رِمَاكٌ، رَمَكَاتٌ اور أَرْمَاكٌ ہے، جس طرح ثَمَارٌ اور اَثْمَارٌ ہے۔

۵ قری سینے میں موسم کا اعتبار ممکن نہیں۔ یہ تو مختلف موسموں میں آتے رہتے ہیں۔



منصرف۔

ارْمِيئِيَّةُ: (الف مرسوم) روم کی اطراف میں ایک علاقہ ہے۔ اس سے صفت نسبتی ازمینتی ہے۔ (میم مفتوح) ہے۔

ر م ی رَمَى الشَّيْءُ مِنْ يَدَيْهِ، يَوْمِيهِ رَمِيًا: اس نے چیز کو اپنے ہاتھوں سے گرا دیا یا پھینک دیا۔

فَارْتَمَى: تو وہ چیز گر پڑی۔

رَمَى بِالسُّهْمِ: اس نے تیر پھینکا۔ اس کا مصدر رَمِيًَا اور رَمَاةً ہے۔

رَامَاهُ: اس نے اسے تیر مارا۔ اس کا مصدر مَرَامَاةً ہے اور مَرَاءً ہے۔

ارْتَمَوْا وَتَرَامَوْا: انہوں نے باہم تیر اندازی کی۔ ابن السکیت کے نزدیک

رَمَى عَنِ الْقَوْسِ: اس نے کمان سے تیر چلایا اور رَمَى عَلَيْهَا: اس نے اس پر

تیر چلایا کہنا درست ہے۔ لیکن رَمَى بَهَا نہیں کہنا چاہیے۔ یہ بات کہی گئی ہے اور کہی جاتی ہے کہ: خَسْرَجٌ يَتَرَمَى: یعنی

وہ نشانوں اور درختوں کی جڑوں پر تیر اندازی کرتے یا کرتا ہوا نکلا۔ نیز خَسْرَجٌ

يَرْتَمَى: وہ شکار پر تیر اندازی کرنے نکلا۔ عورت سے کہا جاتا ہے کہ: أَنْتِ تَرْمِينَ

وَأَنْتِ تَرْمِينَ: تو تیر اندازی کرتی ہے اور تم تیر اندازی کرتی ہو۔ دونوں یکساں

ہیں۔ یعنی دونوں کے فعل کے صیغے میں کوئی

السرمة نام پڑا ہے۔ اور اسی لفظ کو لوگ

ان معنوں میں استعمال کرتے ہیں کہ: دَفَعَ إِلَيْهِ الشَّيْءَ يَوْمِيهِ: کہ اس نے ساری

کی ساری چیز اسے دے دی۔ اس محاورہ کی اصل یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے

آدمی کو اونٹ دے دیا اور اونٹ کے گلے میں رسی تھی۔ یعنی رسی سمیت اونٹ دے

دیا۔ اسی سے یہ محاورہ چل نکلا کہ اس نے ساری کی ساری چیز دے دی۔

السَّرْمَةُ: (راء مرسوم) بوسیدہ ہڈی۔ اس کی جمع رَمَمٌ اور رَمَامٌ ہے۔ قَدْ رَمَّ الْعَظْمُ

يَوْمَ، رِمَّةً: (راء دونوں میں مرسوم) بمعنی ہڈی بوسیدہ ہو گئی۔

رَمِيمٌ: بوسیدہ ہڈی۔ قول خداوندی ہے: مَنْ يُخِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ كَيْونکہ

فعل اور فاعول کے وزن پر اسماء میں مذکر و مؤنث) اور جمع کے صیغہ رسول، عدو

اور صدیق کی طرح یکساں ہوتے ہیں۔ الرِّمُّ: (راء مرسوم) ثروت و مال۔ چنانچہ کہا

اتا ہے کہ جَاءَهُ بِالرِّمِّ وَالرَّمِّ: اس کے پاس بہت سامان آیا۔

بِرْمَرٍ: پہاڑ، شاید بعض نے اسے يَلْمَلَمٌ کہا ہے۔

ر م ن - الرَّمَانُ: انار، اس کا واحد رَمَانَةٌ ہے۔ نیل نخوی کے نزدیک یہ لفظ بطور اسم

غیر منصرف ہے اور انخس کے نزدیک

رنج - تَرَجَّحَ: بے ہوشی یا نشہ کی حالت میں جھک جانا یا جھومنا۔

رنج - الرُّنْدُ: ایک خوشبودار پودا۔ یہ صحرائی پودا ہے۔ شاید بعض لوگوں نے غُور کو رُنْد کہا ہے۔ یہ اصمعی کا قول ہے۔ اس نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ پودا یعنی رند آلاس ہو سکتا ہے۔

رنج - الرُّنْزُ: (راء مضموم) یہ الارزُ بمعنی چاول کی ایک لخت یعنی لہجہ ہے۔ گویا لوگوں نے دوزای میں سے ایک کونون سے بدل دیا۔

رنف - ارْتَفَتِ النَّاقَةُ بِأَذْنَيْهَا: اونٹنی نے تکان کے مارے دونوں کان لٹکا دیئے۔ حدیث شریف میں ہے: تَمَّانٌ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ وَهُوَ عَلَى الْقَصْوَاءِ تَذْرَفُ عَيْنَاهَا وَتُرْفُفُ بِأَذْفِيهَا مِنْ ثِقَلِ الْوَحْيِ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور وہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور وہ اپنے دونوں کان لٹکا دیتی۔

رنق - رَنْقٌ - مَاءٌ رَنْقٌ: (نون ساکن) گدلا پانی۔

الرَّنْقُ: (راء اور نون دونوں مفتوح) رَنْقُ الْمَاءِ کا مصدر ہے۔ اس کا باب طَرِبَ

فرق نہیں ہے۔ سوائے اس فرق کے کہ جو پہلے تَرَفُّنٌ میں بیان ہو چکا ہے۔

الرَّمَاءُ: (راء مفتوح اور الف ممدود) سو۔ اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے: تَرَامَسَى الْجُرْحُ السِّى الْفَسَادُ: زخمِ فساد کی طرف لے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: طَعْنَهُ فَأَرْمَاهُ عَنْ قَرَسِهِ: اس نے اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

ارْمَى الْحَجَرَ مِنْ يَدِهِ: اس نے اپنے ہاتھ سے پتھر نیچے پھینک دیا۔

الرَّمِيَّةُ: شكار، يَوْمِي: مضارع مجہول۔ شكار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بَشَسَ الرَّمِيَّةَ الْأَرْنَابَ: خرگوش بڑا شکار ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ دُعِيَ إِلَى مَرْمَاتَيْنِ لِأَجَابَ وَهُوَ لَا يُجِيبُ إِلَى الصَّلَاةِ: اگر ان میں سے کسی کو دو گھروں یعنی پایوں کے لئے بلایا جائے تو دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نماز کے لئے دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ کہا گیا ہے کہ حدیث شریف میں وارد مَرْمَاةٌ کا معنی ظلف ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ

مَرْمَاةٌ سے ظاہر مراد بکری کے دو پائے یا کھر نہیں۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس لفظ کی یہی تفسیر کی جاتی ہے۔

رن ا- رَنَا إِلَيْهِ: اس نے اس کی طرف نظر

ٹکا دی یا ٹک کر دیکھا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اور اسم فاعل رَانَ ہے۔

رہ ب- رَهَبٌ: وہ خوف زدہ ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَهْبَةٌ: خوف زدہ ہونا۔ (راء مفتوح)۔

رُهْبًا: (راء مضموم) خوفزدہ ہونا۔

رَجُلٌ رَهْبُوتٌ: خوفزدہ اور دہشت کا مارا

ہوا آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ رَهْبُوتٌ خَيْرٌ

من رَحْمُوتٌ: یعنی یہ صورت حال زیادہ

بہتر ہے کہ تجھ کو دہشت زدہ و خوف زدہ کیا

جائے۔ بجائے اس کے تجھ پر ترس کھایا

جائے۔

أَرْهَبَهُ وَأَسْتَرْهَبَهُ: اس نے اسے خوف

زدہ کر دیا۔

الرَّاهِبُ: زاہد و عبادت گزار انسان۔

اس کا مصدر الرَّهْبَةُ اور الرَّهْبَانِيَّةُ ہے۔

دونوں میں راء مفتوح ہے۔

التَّرهُّبُ: عبادت گزاری۔

رہ ج- الرَّهْجُ: (راء اور ہاء دونوں

مفتوح) غبار، گرد۔

رہ ط- رَهْطٌ: آدمی کا قوم اور قبیلہ۔

الرَّهْطُ: دس سے کم آدمیوں کا ٹولہ، جن

میں کوئی عورت نہ ہو۔ قول خداوندی ہے:

كَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ: شہر

میں نو گروہ تھے۔ لفظ ذُوذِی کی طرح اس کا

ہے۔

أَرْنَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے گدلا

کر دیا۔

رَنَّقَهُ: اس نے اسے گدلا کر دیا۔ عَيْشٌ

رَنِقٌ: تلخ زندگی۔ مکدر یا گدلی یعنی

ناخوشگوار زندگی۔

رَوْنَقُ السَّيْفِ: پانی کی آب و تاب۔

اسی لفظ سے رَوْنَقُ الصُّحَى مشتق ہے۔

یعنی چاشت کے وقت کی آب و تاب۔

رن م- الرَّنَمُ: (راء و نون دونوں مفتوح)

آواز۔ قَدْ رَنِمَ: اس نے آواز نکالی۔ اس

کا باب طَرِبَ ہے۔

تَرَنَّمَ: اس نے آواز دہرائی۔ التَّرْنِيمُ کا

معنی بھی یہی ہے۔

تَرَنَّمَ الطَّائِرُ فِي هَدْيِيرِهِ: پرندہ ترنم

سے چپھایا۔

تَرَنَّمَ القوس عند الإنباض: چلہ

کھینچنے وقت کمان سے آواز نکلی۔

رن ن- الرُّنَّةُ: آواز۔ کہا جاتا ہے کہ

رَأَتْ الْمَرْأَةُ تَرْنًا: (راء مکسور) رَيْنًا:

عورت چیخی۔ اَرْتَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

ابو زبید الطائی کا کلام ہے کہ: شَجَرَاءَةٌ

مُغْنَةٌ وَأَطْيَارُهُ مِرْنَةٌ: وہاں کے درخت

گنگناتے ہیں اور پرندے چپھاتے ہیں۔

أَرَّتْ القوسُ: کمان سے آواز پیدا

ہوئی۔

ہو گیا۔ قول خداوندی ہے کہ: لَا يَخَافُ  
بَخْسًا وَلَا رَهَقًا: یعنی جو خدا پر ایمان  
لائے اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف ہوگا نہ  
کسی کے ظلم کا۔ دوسرا قول خداوندی ہے:  
فَزَادُوهُمْ رَهَقًا: تو انہوں نے ان کی  
سرکشی اور حماقت میں اضافہ کیا۔

رَجُلٌ مُرْهَقٌ: بتلائے مصیبت انسان۔  
حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ (صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) صَلَّى امْرَأَةً  
تُرْهَقُ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جس پر  
برے کام کرنے کی تہمت تھی۔

ر ه ل - رَهْلٌ لَحْمَةٌ: اس کا گوشت  
تھر تھرایا اور ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کا باب  
طَرِبَ ہے۔

ر ه م - الْمَرْهَمُ: مرہم جو زخموں پر رکھا  
جاتا ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ر ه ن - الرَّهْنُ: گروی، رہن۔ اس کی جمع  
رِهَانٌ ہے۔ جس طرح حَبْلٌ کی جمع حَبَالٌ  
ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کا کہنا ہے کہ یہ لفظ  
رُهْنٌ (ہاء مضموم) ہے۔ انخش نے کہا کہ  
یہ بات قبیح ہے کہ فَعْلٌ وزن پر کسی اسم کی  
جمع فَعْلٌ کے وزن پر بنے۔ یہ شاذ اور بہت  
کم ہے۔ اس نے مزید کہا کہ لوگ سَقْفٌ  
کی جمع سَقَفٌ بناتے ہیں۔ اس نے کہا کہ  
ہو سکتا ہے کہ رُهْنٌ رِهَانٌ کی جمع ہو۔ جس

بھی لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ البتہ اس کی  
جمع أَرْهَطٌ، ارهاطٌ اور أَرَاهَطٌ ہے۔  
گویا یہ أَرْهَطٌ اور أَرَاهِطٌ کی جمع ہے۔  
ر ه ف - أَرْهَفَ سَيْفَةً: اس نے اپنی  
تلوار کو تیز کیا۔ اس کا اسم فاعل مُرْهِفٌ  
ہوگا۔

ر ه ق - رَهَقَهُ: اس نے اسے ڈھانپ لیا۔  
یا اس پر چھا گیا۔ اس کا باب طَرِبَ  
ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَرْهَقُ  
وُجُوهُهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذَلَّةٌ: اور ان کے  
چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی  
و ذلت اور حدیث شریف میں ہے: إِذَا  
صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى الشَّيْئِ  
فَلْيَرْهَقَهُ: جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی  
طرف نماز پڑھے تو اسے ڈھانپ لے۔  
اور اس سے زیادہ دور نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ  
أَرْهَقَهُ طُغْيَانًا: وہ سرکشی کر کے اس پر چھا  
گیا۔ أَرْهَقَهُ اِثْمًا حَتَّى رَهَيْقَهُ: وہ گناہ  
کرانے کیلئے اس پر چھا گیا۔ یعنی اس نے  
اسے گناہ پر آمادہ یا مجبور کیا تو وہ گناہ کرنے  
پر آمادہ ہو گیا۔

أَرْهَقَهُ عُسْرًا: اس نے اسے تکلیف دہ  
کام پر اُکسایا۔ کہا جاتا ہے: لَا تُرْهَقْنِي  
لَا تُرْهَقِكِ اليه: تو مجھے تکلیف میں مبتلا  
نہ کر، اللہ تجھے تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔  
رَاهِقَ الْغُلَامُ فَهُوَ الْمُرَاهِقُ: لڑکا بالغ

(میرا کہنا یہ ہے کہ اس کا معنی دو گھروں کے

درمیان گھسا پڑا راستہ۔

اور الرُّمُوحُ: پچھواڑے سے گھر کا کنارہ۔

شاید اس کا معنی تعمیر سے بغیر کھلی جگہ یعنی صحن

ہو۔

رَوَا: رَوَا فِي الْأَمْرِ: اس کا مصدر

تَرَوَيْتَ اور تَرَوِينَا (الف ممدود) ہے۔

اس نے معاملہ پر غور کیا اور جلد بازی نہیں

کی۔ اس کا اسم الرُّوِيَّةُ ہے جس سے ہمزہ

کو ترک کر دیا گیا ہے۔

رَوَانَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ رَاي اور بذیل مادہ

رَوِي.

رَوِبَ: الرِّائِبُ: وہی۔ اس سے فعل

رَابَ يَرُوبُ رَوْبًا ہے۔

رُوبَةُ اللَّبَنِ: (راء مضموم) جاگ جو دودھ

سے وہی بنانے کے لئے دودھ میں ڈال

دی جاتی ہے تاکہ دودھ جم کر وہی بن

جائے۔

قَوْمٌ رُوبِيٌّ: زیادہ چلنے کی وجہ سے سُست

طبیعت اور تا سمجھ لوگ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ

رائب سے وہی یا لسی پینے اور اس کے اثر

سے سُست اور کاہل لوگ۔ بشر کا شعر

ہے:

فَأَمَّا تَمِيمٌ تَمِيمٌ ابْنُ مُرٍ

فَالْفَأْهُمُ الْقَوْمُ رَوْبِيٌّ نِيَامًا

”رہے بتویم، یعنی قبیلہ بتویم بن مر کے

طرح فِرَاشٍ کی جمع فُرُوشٌ ہے۔

قَدْ رَهَنْتُ الشَّيْءَ عِنْدَهُ: میں نے

اس کے پاس چیز رہن رکھی اور رَهْنَتُهُ

الشَّيْءِ ہم معنی ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ

ہے۔ أَرَهَنْتُهُ الشَّيْءَ کا بھی یہی معنی

ہے۔

المُرْتَهِنُ: وہ شخص جو رہن لے۔ اور رہن

میں رکھی جانے والی چیز مَرْهُوْنٌ اور

رَهِيْنٌ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَهِيْنَةٌ

ہے۔

رَاهَنْتُهُ عَلَيَّ كَذَا: میں نے اس بات

پر اس سے شرط باندھی یا لگائی۔ الرِّهِيْنَةُ

کی جمع الرِّهَانُ ہے۔

أَرَهَنْتُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ:

میں نے ان کے کھانے پینے کا مستقل ذمہ

لیا۔ ایسے کھانے کو طَعَامٌ رَاهِنٌ کہا جاتا

ہے۔

ر ۵۱- ابو عبيدة: رَهَا بَيْنَ رَجُلَيْنِ:

اس نے اپنے قدم پھیلا دیئے یا کھولے۔

اس کا باب عَدَا ہے۔ اسی سے یہ قول

خداوندی ہے: وَاتَّوَكَّأَ الْبَحْرُ رَهْوًا:

اور سمندر کو کھلا چھوڑ دے۔

الرَّهْوُ: لوگوں کے محلہ میں واقع ایسی ٹیہی

جگہ جہاں سے بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہو۔

رَهَا الْبَحْرُ: سمندر ساکن ہو گیا۔ اس کا

باب عَدَا ہے۔

کہتے ہیں۔

مَكَانٌ رُوْحَانِيٌّ: پاکیزہ جگہ۔

الرِّيْحُ: ہوا۔ اسکی جمع رِيَاخٌ اور اَرْيَاخٌ

ہے۔ اور بعض اوقات اس کی جمع اَرْوَاخٌ

بھی کی جاتی ہے۔ الرِّيْحُ کا معنی غلبہ اور

قوت بھی ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول

خداوندی ہے: "وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ":

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہاری

قوت اور غلبہ کمزور پڑ جائے گا۔

الرَّوْحُ: (راء مفتوح) استراحة سے اور

راحة سے مشتق ہے۔ السَّرْوْحُ اور

الرَّوْحَانُ کا معنی رحمت اور رزق ہے۔

الرَّوْحُ: شراب اور الرَّوْحُ راحة بمعنی

ہتھیلی کی جمع ہے۔ وَجَدْتُ رِيْحَ

السَّيْرِ وَرَاحَتَهُ کا ایک ہی معنی ہے

یعنی میں نے خوشبو پائی۔

الدَّهْنُ المُرْوَحُ: (واو مشدود) خوشبودار

تیل۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّهُ

اَمَرَ بِالْاِئْتِمَادِ المُرْوَحِ عِنْدَ النَّوْمِ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت

خوشبودار سرمد لگانے کا حکم دیا۔

اَرَاخُ اللِّحْمِ: گوشت سڑ گیا۔

اَرَاخَهُ اللّٰهُ فَاَسْتَرَاخَ: خدا نے اسے

راحت دی تو اس نے راحت پائی۔

الرَّوَاحُ-الصَّبَاخُ کی ضد یعنی شام۔ یہ

وقت کا نام ہے۔ جو زوال سورج سے

لوگ تو انہیں لوگوں نے یا قوم نے مدہوش

اور بخواب ہی پایا ہے۔"

روبی کا واحد روبان ہے اور یہ بھی کہا گیا

ہے کہ اس کا واحد رائب ہے جس طرح

هَلَكِي کا واحد هَالِكٌ ہے۔

ر و ث- الرُّوْثَةُ: گوبر یا لید۔ اس کی جمع

الرُّوْثُ اور ارواث ہے۔ قَدْ رَاثَ

الْفَرَسُ: گھوڑے نے لید کر دی۔ اس کا

باب قَالَ ہے۔

ر و ج- رَاَجَ الشَّيْءُ: چیز رائج ہوگی۔

يَرُوْجُ رَوَاَجًا: (راء مفتوح) کسی چیز یا

بات کا رائج ہونا۔

رَوَّجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رواج

دیا یا رائج کر دیا۔ اس کا مصدر التَّرْوِيْجُ

ہے۔

مُرْوِجٌ: رواج دینے والا۔ رائج کرنے

والا۔

ر و ج- الرُّوْحُ: جان۔ مَوْتٌ اور مَذْكُرٌ

دونوں صیغوں کیلئے یکساں۔ اس کی جمع

الرُّوْحُ ہے۔ قرآن کریم میں حضرت

عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ

السلام کو رُوْحُ کا نام دیا جاتا ہے۔ فرشتوں

اور جنوں سے منسوب بات کو بھی رُوْحَانِيٌّ

کہتے ہیں، (راء مضموم)۔ اس کی جمع

رُوْحَانِيُّوْنَ ہے۔ اسی طرح ہر روح والی

یعنی جان دار چیز کو رُوْحَانِيٌّ (راء مضموم)

جنت کی بوتل نہیں پائے گا۔ ابو عبیدہ نے اسے رَاحَ یَروُحُ قرار دیتے ہوئے راء کو مفتوح کر دیا ہے۔ ابو عمرو نے اسے رَاحَ یُروِجُ قرار دیا ہے اور راء کو مکسور کیا ہے۔ الکسانی کا کہنا ہے کہ یہ لَمْ یُروِجُ ہے۔ لہذا اس نے یاء کو مضموم قرار دیا ہے اور راء کو مکسور۔ یوں اس نے اسے رَاحَ کے معنوں میں اَرَاحَ سے مشتق بنایا ہے۔ اسمعی نے کہا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ راح سے مشتق ہے یا اَرَاحَ ہے۔ الأَرْتِيَا ح: آرام و نشاط اور تروتازگی۔ اسْتَرَا ح: راح سے مشتق ہے یعنی اس نے آرام کیا۔

المُسْتَرَا ح: نکلنے کی جگہ، مخرج۔ الاریحی: بااخلاق۔ أَخَذَتْهُ الارِیحیةُ: سخاوت کر کے مطمئن اور خوش ہوا۔

الرَّیْحَانُ: ایک مشہور پودا۔ وہ خوراک بھی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "أَلْوَلَدُ مِنْ رَیْحَانِ اللّٰهِ تَعَالٰی" لڑکا اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے ہے۔ اور قول خداوندی ہے کہ: وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ: اور اناج جس کے ساتھ بکس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ الْعَصْفِ کا معنی پودے کا تنا اور ریحان

شروع ہوتا ہے اور رات تک رہتا ہے۔ یہ لفظ رَاحَ یَروُحُ فعل کا مصدر بھی ہے۔ جو غَدًا یَغْدُوا کی ضد ہے۔

سَرَحَتِ المَاشِیةُ بِالغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالعَشیِّ: مویشی صبح کو چرنے کے لئے نکل گئے اور عشاء کے وقت واپس آئے یا شام کو گھر لوٹے۔ اس فعل کا مصدر وَاخَا ہے۔

المَرَا ح: (میم مضموم) وہ جگہ جہاں رات کو اونٹ اور بھیڑ بکری رہتے ہیں۔

المَرَا ح: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں سے قوم یا لوگ صبح کو نکلتے ہیں۔ یا اس کی طرف آتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح المَغْدَاةُ جو الغَدَاةُ سے مشتق ہے۔ یعنی دوپہر کو نکلنے یا آنے کی جگہ۔

المِرْوَا حةُ: پگھلا، جس سے راحت حاصل کی جاسکے یا ہوا حاصل کی جائے۔ اس کی جمع المَرَاوِ ح ہے۔

أَرُو ح المَاءُ: پانی کی بوبدل گئی۔ تَرُو ح المَاءُ: کسی چیز کے قریب ہونے سے پانی میں اس کی بوداغل ہونا۔

رَاحَ الشَّیْءُ: اس نے چیز کی بو پالی۔ اس کا مضارع یَروِ اُحہ اور یُروِی حہ ہے۔ اس کا ذکر حدیث میں ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُتَعَاهِدَةً لَمْ یَرِیْحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ: جس کسی نے کسی معاہدہ یعنی ذمی کو قتل کیا وہ

پتا۔ یہ الفراء کا قول ہے۔

ر و د - الإِرَادَةُ: ارادہ، مشیت۔

رَاوَدَةُ عَلَى كَذَا مُرَاوِدَةٌ وَرِوَادًا:

(راء مکسور) اس نے اسے بہکایا۔

رَادَ الْكَلْبُ: اس نے چارے کی تلاش

کی۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ رِيَادًا (راء

مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔ اِرْتَادَ -

(ارتیاد) کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: اِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ

فَلْيُرْتَدْ لِيُؤَلِّهِ: تم میں سے جب کسی کو

تقاضے حاجت (پیشاب، پاخانے) کی

ضرورت ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ

تلاش کرے۔ ایسی جگہ وہ جو نرم اور

ڈھلوان ہو۔

الرَّائِدُ: وہ شخص جسے چارہ ڈھونڈنے کیلئے

بھیجا جائے۔

المَرَادُ: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں

انسان آئے جائے۔

المِرْوَدُ: (میم مکسور) میلان، رجحان۔

فُلَانٌ يَمْشِي عَلَى رُودٍ بَرْدَانٍ

عُودٍ: فلان شخص آہستہ چلتا ہے۔ اس کا

اسم تصغیر رُوَيْدٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَرُوْدٌ

فِي السَّيْرِ: وہ چلنے میں دھیمہ ہوا۔ لوگوں

کے یہ کہنے کا کہ: اللّهُمَّ اَرُوْدٌ: کا معنی

ہے کہ زمانہ تغیر پذیر ہے۔ یعنی آہستہ سے

اپنا کام کیے جا رہا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں

چلتا۔ تمہارے اس قول: رُوَيْدُكَ

عَمْرُؤُا کا معنی ہے: اے عمرو! آہستہ

اچل۔ یہ لفظ اِرْوَادٌ سے تَرْخِيمِ كے

ذریعے اسم تصغیر بن گیا۔ جَوَارُودٌ يُرُوْدُ كَا

مصدر ہے۔

ر و ز - رَزَاةٌ: اس نے اسے پرکھا اور

جانچا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔

ر و ض - الرُّوْضَةُ: باغ، ہنری، انگور

اور گھاس وغیرہ کا کھیت۔ اس کی جمع

رُؤُوضٌ ہے۔

رَاحِضُ الْمُهْرَ: اس نے گھوڑے کے

پنچھیرے کو سدھایا۔ اس کا مضارع

يُرُوِّضُ اور مصدر رِيَاضًا اور رِيَاضَةٌ

ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرُوِّضٌ ہے۔ اسی

سے نَاقَةٌ مَرُوِّضَةٌ ہے۔ یعنی سدھائی

ہوئی اونٹنی۔

رَوَّضَةٌ: (واو مشدّد) مبالغہ کا صیغہ، اس

نے اسے اچھی طرح سدھایا۔ قَسُومٌ

رُؤَاضٌ وَرَاضَةٌ: بہت اچھی طرح

سدھانے والے لوگ۔

نَاقَةٌ رَيِّضٌ: (یاء مشدّد) ایسی اونٹنی جو

سدھانے کے ابتدائی مرحلہ میں ہو۔

ابتدائی مرحلے میں اونٹنی کا سدھانا بہت

مشکل ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مذکر و مؤنث دونوں

کے لئے یکساں ہے۔ اسی طرح غُلَامٌ

رَيِّضٌ کہیں گے۔



رَاعَهُ الشَّيْبِيُّ: چیز سے پسند آگئی، اچھی لگی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ الْأُرْوَعُ من الرجال: لوگوں میں خوبصورت ترین شخص۔

ر و ع - رَاعِ النَّعْلَيْبِ: لومڑی ادھر ادھر پھری۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر رَوَّعَانَا بھی ہے جس میں رَاء اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا اسم الرُّوْعُ راء مفتوح ہے۔

أَرَاغُ اور أَرَاغُ: اس نے تلاش کیا اور ڈھونڈا۔ رَاعِ الی كَذَا: وہ اس طرف مائل ہوا اور ایک طرف ہٹا۔ قول خداوندی ہے: فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ: پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (توڑنا) شروع کیا۔ یعنی حضرت آگے بڑھے اور ان بتوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔ الرِّاءُ نے راع کا ترجمہ مَالَ کیا ہے یعنی وہ مائل ہوئے۔

فُلَانٌ يُرَاوِعُ فِي الْأَمْرِ مُرَاوَعَةً: فلاں شخص کام میں درغلٹا اور پھسلاتا ہے۔

ر و ق - الرُّوْفِيُّ والرُّوَاتِي: گھر کے دالان کی چھت۔ سابان الرُّوْفِي خیمہ کو بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرْبُ فُلَانٍ رَوْقَةٌ بِمَوْضِعِ كَذَا: کہ فلاں شخص نے فلاں جگہ اپنا خیمہ نصب کیا۔ یعنی وہاں اترا، یا ٹھہرا۔ حدیث شریف میں

رَوْضُ الْقَرَاخِ: اس نے بے آب و گیاہ زمین کو باغ بنایا۔ اس کا مصدر تَرَوُّيْنَا ہے۔

أَرَاضُ الْمَكَانِ وَأَرَوْضُ: جگہ باغات سے بھر گئی۔ کہا جاتا ہے کہ: أَفْعَلُ ذَلِكَ مَا دَامَتِ النَّفْسُ مُسْتَعْرِضَةً: جب تک جان میں جان ہے اس کام کو کرتے رہو۔

فُلَانٌ يُرَاوِضُ فُلَانًا عَلَيَّ أَمْرٍ: فلاں شخص فلاں کو ایک کام کیلئے آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس کام میں مصروف و مشغول ہو جائے۔

ر و ع - الرُّوْعُ: (راء مفتوح) ڈر اور خوف و ہراس۔ الرُّوْعَةُ: خوف و ہراس۔ الرُّوْعُ: (راء مضموم) دل اور عقل۔ کہا جاتا ہے کہ: وَقَعَ ذَلِكَ فِي رُوْعِي: یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ رُوْحَ الْأَمِينِ نَفْثُ فِي رُوْعِي: روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں پھونک دیا۔

رَاعَهُ: اس نے اس کو ڈرایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ فَارْتَاعَ: تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔ رَوْعَهُ تَرَوُّعًا: اس نے اسے خوب ڈرایا۔ لوگوں کا قول ہے کہ 'لا تُرْع': خوف زدہ نہ ہو۔

کہاں؟

رَامُ هُرْمُزُ: ایک شہری نام۔

الرُّومُ: الروم بن عیسیٰ کی اولاد کی نسل۔ چنانچہ زنج اور زنجی کی طرح ہی روم اور رومی کہا جاتا ہے۔

ر و ی - الإِرْوِيَّةُ: (الف مضموم اور

مکسور) پہاڑی بکری۔ ثلاث اُرْوِيءُ،

یہ جمع اَفَاعِيلُ کے وزن پر ہے۔ تین سے

زائد عدد کے لئے جمع کا صیغہ اَفْعَلُ کے

وزن پر الاروی ہوگا اور یہ جمع خلاف

قیاس ہے۔ اُرْوِيءُ ایک عورت کا نام بھی

ہے۔

الرَّيَّانُ: سیراب، عَطَشَانُ: بمعنی پیاسا،

کی ضد ہے۔

الرَّيَّانُ: سیراب عورت۔ رَيَّانُ: بنی

عامر کے علاقے میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

الرَّوِيَّةُ: رویہ۔ معاملہ میں سوچ بچار۔

عربوں کے کلام اور بول چال میں یہ کلمہ

بغیر ہمزہ مروج ہو گیا ہے۔ رَوِيٌّ مِنْ

الرَّيَّانِ: (واو مکسور) بروزن رضاء،

رَيَّانُ: (راء مکسور و مفتوح)۔ اِرْوِيءُ اور

تَرْوِيءُ سب کلمات کا ایک ہی معنی ہے۔

رَوَى الْحَدِيثَ وَالشَّعْرَ، يَرْوِي:

(واو مکسور) رَوِيَّةُ: اس نے حدیث

روایت کی یا شعر روایت کیا۔ اس کا اسم

فاعل رَاوِيٌّ ہے یعنی رَاوِيٌّ فِي الشَّعْرِ

هـ: حِينَ ضَرَبَ الشَّيْطَانُ رَوْقَهُ

وَمَدَّ اَطْنَابَهُ: جب شیطان نے اپنا خیمہ

یا ساہبان نصب کیا اور اس کی طنابیں

کھینچیں۔ الرُّوقُ کا معنی ایسا پردہ ہے جو

چھت کے ساتھ کھینچا جاتا ہے یا لٹکایا جاتا

ہے۔ اور ایسے گھر کو بَيْتٌ مُرَوَّقٌ کہتے

ہیں۔

رَاقَةُ الشَّيْءِ: اسے چیز پسند آگئی۔ رَاقٌ

الشَّرَابِ: شراب خالص ہوگئی۔ ان

دونوں کا باب قَالٌ ہے۔

الرَّوْؤُقُ: ریفا سڑی۔ وہ برتن جس میں

شراب صاف کی جائے۔ شاید شراب کے

شیشے کے برتن کو بھی الرَّوْؤُقُ کہا گیا

ہے۔

اِرَاقَةُ الْمَاءِ وَنَحْوَهُ: پانی وغیرہ کا بہانا۔

ر و ی - الرَّوَالِي: (راء مضموم) لعاب،

رال۔ کہا جاتا ہے کہ فِلاَنٌ يَسِيلُ

رُؤَالَهُ: فلاں شخص کی رال نکلتی ہے یا نکلتی

رہتی ہے۔

ر و م - رَوْمٌ: وہ حرکت جس کا ذکر سیبویہ

نے اصل سے مشتق کر کے کیا ہے۔

الرَّمَامُ: مطلب و مقصد۔

رَائَةٌ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور اسی

کے بارے میں یہ مثل مشہور ہے کہ

تَسْأَلُنِي بِرَأْمَتَيْنِ سَلَجَمًا: تم مجھے صحرا

میں کنویں کا پوچھتے ہو یعنی صحرا میں کنواں

میرا کہنا ہے کہ مصنف نے الرواء کو بذیل مادہ زَآی بھی درج کیا ہے۔ اسے کسی ایک ہی ذیل میں ہونا چاہیے نہ کہ دو کے تحت۔ رَجُلٌ رَاوِيَةٌ لِشِعْرِ: شعر کا راوی شخص۔ یہاں 'ة' مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ قَوْمٌ رِوَاءٌ مِنَ الْمَاءِ: پانی سے سیراب لوگ۔ (راء مکسور اور الف ممدود)۔

الرَّوِيُّ: حرف قافیہ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ہی حرف قافیہ کے دو قصیدے۔

الرَّوِيَّةُ کا معنی 'بہت گہرا بادل' بھی ہے۔ اس کی مثال السَّفِيُّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَرِبَ شُرْبًا رَوِيًّا: اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔

رَوِيَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ و ی اور بذیل مادہ ر و ا۔

ر ی ب - الرَّيْبُ: شک، اس کا اسم الرَّيْبَةُ ہے۔ اس کا معنی تہمت اور شک ہے۔ رَأَيْتُ فُلَانًا: فلاں شخص نے مجھے شک میں ڈال دیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ جب تمہیں معلوم ہو جو تمہیں شک میں ڈال دے اور تو اسے ناپسند کرے۔ اِسْتَرَبْتُ بِهِ: کا بھی یہی معنی ہے۔ قبیلہ بنو ہذیل اسے اَرَابِيٌّ کہتے ہیں۔ اَرَابُ الرَّجُلِ: آدمی شکی ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُرِيْبٌ ہوگا۔ اَرْتَابُ فِيهِ: اس میں شک پیدا ہو گیا۔ رَيْبُ الْمَنُونِ: حادثات

والماء والحديث مِنْ قَوْمٍ رُوَاةٍ. (شعر کا راوی، پانی کے سیراب کرنے والا۔ اور روایت کرنے والی جماعت یعنی رواة سے حدیث روایت کرنے والا)۔ رَوَاهُ الشَّعْرَ تَرْوِيَةً وَأَرَوَاهُ يَمْحُوهُ اس نے اسے شعر روایت کرنے پر ابھارا یا آمادہ کیا۔

يَسُومُ التَّرْوِيَةَ: نام اس لئے پڑا ہے کہ لوگ اس دن پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ رَوَى فِي الْأَمْرِ: اس نے معاملہ پر غور و فکر اور سوچ بچار کیا۔ اس کلمہ کو مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ تم کسی سے: اَنْشِدِ الْقَصِيدَةَ يَا هَذَا یعنی اے شخص! قصیدہ سناؤ کے بدلے اَرُوْهَا نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر تم اسے قصیدہ روایت کرنے کو یعنی زبانی یاد کئے ہوئے قصیدے کو سنانے کے لئے کہو تو 'اَرُوْ' کہہ سکتے ہو۔

الرَّأْيَةُ: جَمْدًا - الرَّأْيَةُ البعير أو البغل أو الحمار: آب بردار۔ اونٹ، خچر یا گدھا۔ جس پر پانی لا داجائے۔ عام لوگ زاد راہ یعنی راشن اٹھانے والے چوپایوں کو راویۃ کہتے ہیں اور استعارۃ ایسا کہنا جائز ہے۔ لیکن اصل بات وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

رَجُلٌ لَهُ رُوَاةٌ: خوش منظر آدمی۔

زمانہ یا گردش زمانہ۔

ری ث - رَاثَ عَلَيَّ خَبْرَةٌ: اس نے

مجھے اپنی اطلاع دیر سے دی۔ اس کا باب

بَاعَ ہے۔ مثل مشہور ہے: رُبُّ عَجَلَةٍ

وَهَبَتْ رَيْثًا: بہت سی جلد بازیاں مزید

تاخیر کا سبب بن جاتی ہیں۔

رَيْسُ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح:

رَيْحَانُ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح:

ری ش - الرِّيشُ للطائر: پرندے

کے پر۔ اس کا واحد الرِّيشَةُ ہے اور اس کی

جمع اَرِيَاشُ بنائی جاتی ہے۔

رَاشُ السَّهْمِ: اس نے تیر کے ساتھ پر

چمٹا دیا۔ اس کا اسم فاعل مَرِيشُ بروزن

مَبِيعٌ ہوگا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

رَاشٌ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص کے

حالات درست کئے۔ یہ بطور تشبیہ کہا جاتا

ہے۔ الرِّيشُ والرِّيشُ کا ایک ہی معنی

ہے۔ یعنی عمدہ لباس اسے قول خداوندی

ہے: وَرِيثًا وَّلِبَاسُ التَّقْوَى: یہ بھی کہا

گیا ہے کہ الرِّيشُ سے مراد مال، زرخیزی

اور روزی ہے۔

ری ط - الرِّيطَةُ: ایک پاٹ یا پٹی کی

چادر، دو پاٹ کی نہیں۔ اس کی جمع رِيَطٌ اور

رِيَاطٌ ہے۔

ری ع - الرِّيعُ: (راء مفتوح) نشوونما اور

بڑھوتری۔

أَرْضٌ مَرِيْعَةٌ: (میم مفتوح) بروزن

مَبِيْعَةٌ: زرخیز زمین۔

رَيْعَانُ نَحْلٌ شَيْبِيٌّ: ہر چیز کا آغاز و

عنوان۔ اسی سے لفظ رَيْعَانُ الشَّبَابِ

بمعنی عنوان شباب مشتق ہے۔

فَرَسٌ رَائِعٌ: عمدہ گھوڑا۔

الرَّيْعُ: (راء کمسور) اونچی زمین۔ اس کا

معنی پہاڑ بھی بتایا گیا ہے۔ قول خداوندی

ہے: أَتَيْنُونَ بِكُلِّ رَيْعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ:

بھلا تم ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو۔

جن کی تمہیں ضرورت نہیں ہوتی۔ تم ان

سے صرف دل بہلاتے ہو۔

ری ف - الرِّيفُ: ایسی زمین جس میں

کھیتیاں ہوں، سرسبزی اور شادابی ہو۔ اس

کی جمع اَرِيَافُ ہے۔

ری ق - الرِّيقُ: تھوک، اس کی جمع

اَرِيَاقُ ہے۔

ری م - ابو عمرو: مَرِيْمٌ بروزن

مَفْعَلٌ، اس کا فعل رَامَ يَرِيْمُ ہے یعنی وہ

جدا ہوا یا دور ہٹ گیا۔ بطور دعا کہا جاتا ہے

لَا رِيْمَتْ: تو دور نہ ہو، یا خدا تجھے دور نہ

کرے۔ یعنی تو باقی اور سلامت رہے۔

ری ن - الرِّيسُ: شیعہ، چھاپ، میل

کچیل۔ کہا جاتا ہے کہ: زَانَ ذَنْبُهُ عَلَيَّ

قَلْبِيہ: اس کے گناہ نے اس کے دل پر

چھاپ لگا دی۔ یعنی وہ زنگ آلود ہو گیا۔

وہ چیز جس نے تم پر غلبہ پالیا گویا اس نے تم پر اپنی چھاپ ثبت کر دی۔

رین بالرجل: آدمی ایسی جگہ (دل) پھنس گیا جہاں سے نکلنا ممکن نہیں نہ اس میں طاقت ہے کہ نکل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَقِيلَ رِينَ بِهِ: انقطع به: کہ رین کا معنی ہے کہ اس سے تعلق منقطع ہو گیا۔

رئیس: دیکھئے بذیل مادہ ر ا س .  
ریض: دیکھئے بذیل مادہ ر و ض .

اس کا بابت باع ہے۔ اور مصدر رُدُونَا بھی ہے۔ بمعنی وہ غالب آ گیا۔

ابو عبیدہ کا اس قول خداوندی: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَيَّ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ: کے بارے میں کہنا ہے کہ ان کے اعمال ان پر غالب آ گئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ران کا معنی یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کرتے چلے جانا، تا آنکہ دل سیاہ ہو جائے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ: "كُلَّ مَا غَلَبَكَ فَقَدْ رَانَ بِكَ وَرَانَكَ وَرَانَ عَلَيْكَ" ہر

## بَابُ الزُّبْدِ

کی سطح پر جھاگ چڑھ آئی ہو۔  
الزُّبْدُ: مکھن۔

زَبْدَةٌ: اس نے اسے مکھن کھلایا۔

زَبْدَةٌ: اس نے اسکو مال کا عطیہ دیا۔ اس کا  
باب ضَرْبَ ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: اِنَّا لَا نَقْبِلُ زَبْدَ الْمُشْرِكِينَ:  
ہم مشرکوں کے مالی عطیات قبول نہیں  
کرتے۔

زَبِبَ بِرٍ - الزُّبْرَةُ: (زای مضموم) لوہے کا  
تکڑا یا لوہے کی شیٹ یا چادر۔ اس کی جمع  
زُبُرٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاتَوَلَّوْا  
زُبُرَ الْحَدِيدِ: مجھے لوہے کی چادریں لا  
دو۔ زُبْرٌ: (زای مضموم و باء مضموم) کا  
بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے:  
فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبْرًا: تو پھر  
انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق  
کر کے جدا جدا کر دیا۔

الزُّبْرُ: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑک۔ اس کا باب  
نَصَرَ ہے۔

الزُّبْرُ کا معنی لکھائی بھی ہے۔ اس کا باب  
ضَرْبَ اور نَصَرَ ہے۔

الزُّبْرُ: (زای مکسور) کتاب، اس کی جمع  
زُبُورٌ ہے۔ اس کی مثال قَدْرٌ: (ہانڈی)

زَبْرٌ - الزُّبْرِيُّ: بروزن الصِّرِيوُ: شیرکی  
دھاڑ۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔ اس کا  
مصدر زَبْرًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل  
زَابِرٌ ہے۔ باب طَرْبَ سے اس کا ایک  
اور لہجہ یا لغت بھی ہے۔ وہ زَبْرٌ ہے۔  
تَزْبُرَ الْأَسَدُ تَزْوُرًا: شیر خوب  
دھاڑتا ہے یا زور سے دھاڑتا ہے۔

زَابِنٌ - كَلْبٌ زَيْبِيٌّ: (ہمزہ کے ساتھ)  
پست قد کتا۔ اسے صنہی نہیں کہنا چاہیے۔  
الزُّوَانُ: (زاء مضموم) اتاج کا ایک دانہ  
جو گندم کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔

زَبِبَ بِرٍ - زَبَبَ عَيْنَهُ تَزْبِينًا: اس  
نے اپنے انگور خشک کر کے زَبِبَ یعنی منقہ بنا  
لئے۔ کہا جاتا ہے کہ تَكَلَّمَ فُلَانٌ  
حَتَّى زَبَبَ شِدْقَاهُ: فلاں شخص نے اتنی  
باتیں کیں کہ اس کی باجھوں پر جھاگ  
چڑھ گئی۔

زَبِبَ بِرٍ - الزُّبْدُ: جھاگ۔ زَبْدُ الْمَاءِ  
وَالْبَعِيرِ وَالْفِضَّةِ: پانی، اونٹ اور  
چاندی کی جھاگ۔

أَزْبَدَ الشَّرَابُ: مشروب پر جھاگ  
چڑھ آئی۔

بَعَثَ مُزْبَدًا: موچیں مارتا ہوا سمندر جس

الزَّبَقُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اسے  
ہمزہ کا اضافہ کر کے معرب کیا گیا ہے۔  
بعض لوگ اسے باء مکسور کر کے الزَّبَر کے  
ساتھ ملا دیتے ہیں۔

دِرْهَمٌ مُزَابِقٌ: گھسا ہوا درہم۔ عام  
لوگ اسے مُزَابِقُ کہتے ہیں۔

ز ب ل - الزَّبَلُ: گوبر اور لید۔  
المَزْبَلَةُ: (باء مفتوح اور مضموم) گوبر اور  
لید والی جگہ۔

الزَّبِيلُ: ٹوکرا، بھیللا۔ اگر زای کو مکسور  
کریں اور باء کو مشدد تو کہیں گے: الزَّبِيلُ  
یا زَبِيلٌ۔

ز ب ن - الزَّبَانِيَةُ: عربوں کے ہاں اس  
کا معنی میدان جنگ میں اترنے والا پہلا  
سپاہی ہے۔ اسی نسبت سے بعض ملائکہ کو یہ  
نام دیا گیا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم میں  
دھکیلیں گے۔ الزَّبْنُ کا اصل معنی دھکیلنا  
ہے۔ انخس کا کہنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا  
ہے کہ اس کا واحد زَبَانِيٌّ ہے۔ اور بعض  
لوگوں نے اس کا واحد زَبْنَانٌ بتایا ہے۔ اور  
بعض لوگوں نے اس کا واحد زَبْنِيَّةٌ کہا  
ہے۔ اس کی مثال عِفْرِيَّةٌ بتائی ہے۔  
انخس نے کہا کہ عرب تقریباً اسے نہیں  
جانتے اور اسے ایسا جمع قرار دیتے ہیں  
جس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ مثلاً: أَبَابِيئِلُ  
اور عَبَادِيئِدُ۔

کی جمع قُدُورٌ ہے۔ اسی لئے بعض نے  
قرآن کی آیت کو وَآتَيْنَا دَاوُدَ زُبُورًا  
پڑھا ہے۔

الْمِزْبُورُ بِرُوزِنِ الْمِبْضَعِ: قلم۔

الزُّبُورُ: کتاب۔ یہ زَبْرُ فِعْلٍ سے مفعول  
کے معنوں میں فَعُولٌ کے وزن پر ہے۔  
الزُّبُورُ کا معنی حضرت داؤد علیہ السلام کی  
کتاب بھی ہے۔

الزُّبُورُ: (زای مضموم) بھڑ۔ یہ مَوْنَثُ  
ہوتی ہے۔ اس کی جمع الزُّبَابِيْرُ ہے۔

الزُّبَيْرُ: (زای مکسور، باء مکسور، مہموز) نئے  
کپڑے کا باہر کا حصہ یا کپڑے کا رُخ یا  
اس کے روئیں۔ جیسے رِشْمِي كِطْرَةٌ کے  
روئیں۔ اس لفظ کا ایک لہجہ الزُّبَيْرُ: (باء  
مضموم) بھی ہے۔

ز ب ر ج د - الزَّبْرُ جَدُّ: بردن  
السَّفْرُ جَلُّ: مشہور و معروف زبرد  
ہیرا۔

ز ب ع - الزُّوْبَعَةُ: اندھیری، طوفان  
باد۔ کہا جاتا ہے: أَمَّ زَوْبَعَةٌ: یہ تیز ہوا کا  
طوفان جس سے گرد و غبار اٹھتا ہے اور یہ  
گرد و غبار آسمان تک اٹھتا ہے۔ یوں لگتا  
ہے جیسے غبار کا ایک ستون ہو۔

ز ب ق - الزَّبَقُ: وہ داخل ہوا۔ یہ لفظ  
در اصل الزَّقْبِ سے مقلوب ہوا ہے۔

الزَّبَقُ: یاسمین کا تیل/عطر۔

اور مضموم ہے۔

ز ج ر - الزَّجْرُ: روکنا، منع کرنا۔ زَجْرَهُ فَانزَجْرُ: اس نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ وَاذْذَجْرَهُ فَازْذَجْرُ کا بھی یہی معنی ہے۔ الزَّجْرُ کا معنی عیاذ بھی ہے جو فال گیری کی ایک قسم ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ: زَجْرُثُ أَنْ يَكُونَ كَذَا وَكَذَا: میں نے اس بات کی فال نکالی ہے کہ ایسا ویسا ہو جائے گا۔

ز ج ر البَعِيرُ: اس نے اونٹ کو ڈانٹ کر ہانکا۔ تینوں کا باب نَصَرَ ہے۔

ز ج ل - الزَّجَلُ: (زای اور جیم مفتوح) آواز، کڑک، گرج۔ کہا جاتا ہے سَحَابٌ زَجِلٌ: گرجدار بادل۔

الزَّنَجَبِيلُ: اورک۔ شراب کو بھی الزَّنَجَبِيلُ کہتے ہیں۔

ز ج ا - زَجِي الشَّيْءِ تَزْجِيَةً: آہستہ اور نرم طریقے سے دھکیلنا۔ کہا جاتا ہے: كَيْفَ تَزْجِي الْاَيَّامَ: تم وقت کیسے دھکیل رہے ہو، یعنی گزارتے ہو۔ تَزْجِي بَكَدًا: اس نے اس پر، یا اتنے پر کفایت کی۔

أَزْجِي الْاِبِلَ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔

المُسْزَجِي: تھوڑی مقدار۔ بِضَاعَةٌ مُسْزَجَةٌ: کم سر و سامان، کم سرمایہ۔

الرِّيْحُ تُزْجِي السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو

زُبَايَا الْعُقْرَبِ: بچھو کے دو سینگ۔

المُزَابِنَةُ: درختوں پر لگے کچے کھجوروں کی فروخت جو شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ بیع مجازفہ ہے یعنی اندازے اور اٹکل سے قیمت طے کرنا ہے۔ اس میں تول ناپ نہیں ہوتا۔ البتہ بیع عَوَايَا کی رخصت اور اجازت دے دی گئی ہے۔ رہا کند ذہن اور حریف کے معنوں میں لفظ الزبون تو یہ کلمہ اہل بادیہ کے کلام میں رائج نہیں ہے۔

ز ب ا - الزُّبْيَةُ: وہ پشتہ جس پر پانی نہ چڑھے۔ مثل مشہور ہے کہ: قَدْ بَلَغَ السَّيْلُ الزُّبْيَ: سیلاب کا پانی پشتے تک پہنچ گیا ہے۔ الزُّبْيَةُ کا معنی وہ گڑھا بھی ہے جو شکار کے لئے کھودا جاتا ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ گڑھا کسی اونچی جگہ کھودا جاتا تھا۔

ز ج ج - الزُّجُجُ: (زای مضموم) نیزے کے نچلے حصے میں لگا ہوا لوہے کا ٹکڑا۔ اس کی جمع زَجَجَةٌ بروزن عِنَبَةٌ ہے۔ اور زَجَاجٌ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا جمع کا کوئی صیغہ یاد زون نہیں ہے۔

الزُّجَجُجُ: (زای مفتوح اور جیم مفتوح) بھوڑوں کی باریکی اور لمبائی۔

أَزْجُجُ: باریک اور لمبی بھوڑوں والا شخص۔

الزُّجَاجَةُ: بمعنی شیشہ۔ اس کی جمع زُّجَاجٌ ہے جس میں زای مفتوح، کمسور



زج لی لی - الزحمة: الذخيرة کی طرح ہے۔ پھسلنا یا ریگنا۔  
قَدْ تَزَحَلْتُ: وہ پھسل گیا۔

زج م - الزحمة: النوحات: بھیڑ، ہجوم۔ کہا جاتا ہے: زحمة: اس نے اس پر ہجوم کر دیا۔ اسے تنگ جگہ دھکیل دیا۔ اس کا مضارع يَزْحَمُهُ (حاء مفتوح) اور مصدر زَحَمَهُ ہے۔ اَزْحَمَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اَزْدَحَمَ الْقَوْمُ عَلَيَّ كَذَا: فلاں شخص پر لوگوں نے بھیڑ کر دی۔ تَزَاخَمُوا عَلَيْهِ: وہ اس پر بھیڑ کر کے آگے۔

زج ح - زحمة: اس نے اسے گڑھے میں دھکیل دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مَنْ يَتَّبِعِ الْقُرْآنَ يَهْبِطُ بِهِ عَلَى رِیَاضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ يَتَّبِعُهُ الْقُرْآنَ يَزُخُّ فِي قَضَاهُ حَتَّى يَقْدِفَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ: جو قرآن کی پیروی کرے گا تو قرآن اسے جنت کے باغات میں لے جائے گا اور جس کی پیروی قرآن کرے تو قرآن اسے اپنے پیچھے دھکیل دے گا یہاں تک کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

• علامہ اقبال کے اس شعر میں اسی مفہوم کی ترجمانی ہے:  
ہوئے کس دہجہ قیامان حم بے توفیق  
خود بدلے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہاگتی ہے۔  
الْبَقْرَةَ تَزُجِي وَلَدَهَا: گائے اپنے بچھڑے کو ہاگتی ہے۔

زج زح - زَحَزَحَهُ عَنْ كَذَا: اس نے اسے فلاں چیز سے دور کیا۔ تَزَحَّزَحَ: وہ دور ہوا یا ایک طرف ہو گیا۔ کنارے ہو گیا۔

زح ر - الزحير: پچس شکر۔ یہی معنی الزحار کا ہے۔  
الزحير کا معنی سختی یا مشکل سے سانس لینا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَحَرَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الْوِلَادَةِ: بچہ جنمے وقت عورت نے زور زور سے سانس لیے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔

زح زح: دیکھئے بذیل مادہ ز ح ح۔  
زح ف - زَحَفَ إِلَيْهِ: وہ اس کی طرف چلایا گیا۔  
تَزَحَّفَ إِلَيْهِ: وہ اس کی طرف چل کر گیا یا پیدل گیا۔

زح ل - زَحَلَّ عَنْ مَكَاتِبِهِ: وہ اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور دور ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے اور تَزَحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔

زح ل: ایک ستارہ ہے جو سیارگانِ غنس میں سے ایک ہے۔ اور لفظ عُمُرُ کی طرح غیر منصرف ہے۔

ز ر ر - الزَّرُّ: (زای مسور) قمیض کا بٹن یا کاج۔ اس کی جمع اَزْرَارٌ ہے۔

السَّرُّ: (زای مفتوح) مصدر ہے۔ زَرُّ القَمِيضِ: اس نے قمیض کے بٹن بند کئے

یا بٹن ٹانگے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَزْرَرْتُكَ قَمِيضَكَ: اپنی

قمیض کے بٹن بند کر۔ زَرَّهُ، زَرَّهُ اور زَرَّهُ: (راء مفتوح و مضموم و مسور) سب کا

ایک ہی معنی ہے۔ اَزْرَرْتُ القَمِيضَ فَتَزَّرَ: تو نے قمیض کے بٹن بند کئے تو وہ

بند ہو گئے۔ الزَّرُّرُ بروزن ہڈھڈ: ایک پرندہ۔

زَرَّرَ: اس نے زرر کی آواز نکالی۔

ز ر ج ن - الزَّرْبُجُونُ: (راء متحرک) شراب<sup>۱</sup>۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی

انگور ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ بمعنی زرگونہ یعنی

سونے کے رنگ کا۔ الجرمی نے کہا کہ اس کا معنی سرخ رنگ ہے۔

ز ر ع - الزَّرْعُ: فصل۔ اس کی جمع الزَّرُوعُ ہے۔ اور فصل کی جگہ یعنی کھیتی کو

مَزْرَعَةٌ کہتے ہیں اور مَزْرَعٌ بھی کہتے ہیں۔ الزَّرْعُ کا معنی سچ بولنا بھی ہے۔

الزَّرْعُ کا مطلب پیدا کرنا اور بڑھانا اور اگانا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَرَعَهُ

زخ ر - زَخَسَ الوَادِي: وادی بہت زیادہ پھیل گئی اور بلند ہو گئی۔

بَحْرٌ زَاخِرٌ: ٹھائیں مارتا ہوا سمندر۔ اس کا باب خَضَعُ ہے۔

زخ ر ف - الزُّخْرُفُ: سونا، پھر بعد میں ہر نقلی اور سونے کا پانی چڑھائی ہوئی

دھات کو کہنے لگے۔ المَزْرُوفُ: مزین و آراستہ۔

ز ر ب - الزَّرَابِيُّ: مسدیں اور گاؤں کی میرا کہنا ہے کہ النَّمَارِقُ کا معنی گاؤں کی

ہیں جن کا ذکر قرآن میں الزَّرَابِيُّ والی آیت سے پہلے آچکا ہے۔ پھر الزَّرَابِيُّ کا

معنی النمارق کیسے ہو سکتا ہے۔ الزَّرَابِيُّ کا معنی تو صرف مخملی بچھونے اور قالین وغیرہ

ہونا چاہیے۔ ز ر د - زَرِدَ اللُّقْمَةَ: اس نے لقمہ نکل

لیا۔ اس کا باب فہم ہے۔ یہی معنی اَزْدَرَدَ کا ہے۔ الزَّرْدُ: السُّرْدُ باعتبار وزن و

معنی: زرہ، زرہ کی کڑیوں یا ایک دوسرے کے اندر پھنستا۔

الزَّرْدُ: (زای اور راء دونوں مفتوح) کڑیوں والی زرہ۔

الزَّرَادُ: (راء مشدود) زرہ ہیں بنانے والا۔ زَرُوْدٌ بروزن تَمُوْدٌ۔ ایک جگہ کا نام۔

ز ر د م - الزَّرْدَمَةُ: نکلنے کی جگہ، گلے میں ہوا کی تالی۔

نَصْرَہے۔

نَضَلَّ أَرْزَقِي: نیزے کا چکھدار پھل۔

مَاءُ أَرْزَقِي: صاف و شفاف پانی۔

الزُّورَقِي: کشتی کی ایک قسم۔

ز ر م- زَرِمَ البَوْلُ: (راء مکسور) پیشاب

رک گیا۔ أَرْزَمَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اس کا

پیشاب روک دیا۔ حدیث شریف میں

ہے: لَا تَزِرُ مَوْتُهُ: ”کسی پر پیشاب کرنا بند

نہ کرو۔“

ز ر م ق- الزُّرْمَانِقَةُ: اونٹنی جہ۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: أَنْ مُوسَى لَمَّا آتَى

فِرْعَوْنَ أَنَاهُ وَعَلَيْهِ زُرْمَانِقَةٌ: جب

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس

آئے تو اس وقت وہ اونٹنی جہ پہنے ہوئے

تھے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ میری رائے میں

یہ عبرانی الاصل لفظ ہے۔ اس نے کہا کہ اس

کی تفسیر حدیث میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ

لفظ فارسی الاصل ہے اور معرب ہے اور اس

کی اصل اسْتُرِيَانَةٌ یعنی سامانِ جمال و

آرائش ہے۔

ز ر ی- زَرَى عَلَيْهِ فِعْلَةٌ: اس نے اس

کے کام کو معیوب قرار دیا۔ اس کا مضارع

يَزِرِي (راء مکسور) ہے اور مصدر زِرَايَةٌ

بروزن و حکایت ہے۔ تَزْرِي عَلَيْهِ بجا

معنی بھی یہی ہے۔

ابو عمرو نے کہا کہ: الزَّرَايُ عَلَى

اللَّهُ: اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے۔ اسی سے

قول خداوندی ہے: أَلَنْتُمْ تَزْرَعُونَ أَمْ

نَحْنُ الزَّرَاعُونَ: ”کیا تم اگاتے ہو یا

ہم اگانے والے ہیں۔“ ان دونوں کا باب

قَطَعَ ہے۔ اِزْدَرَعَ فُلَانٌ: فلاں شخص

نے کاشت کی۔

المُزَارَعَةُ: کاشتکاری۔

ز ر ف- الزَّرَافَةُ: (زای مضموم و مفتوح،

الف مخفف) ایک مشہور جانور، زرافہ۔

ز ر ق- رَجُلٌ أَرْزَقِي العَيْنِ: نیلی

آنکھوں والا آدمی۔

الزَّرَقِي: زای اور راء دونوں مفتوح۔ نیلا

پن، چمک۔

المِرْأُ زَرْقَاءُ: نیلی آنکھوں والی عورت۔

قَدْ زَرَقَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ نیلی ہوگئی۔

اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم

الزُّرْقَةُ ہے۔ نیزے کے پھلوں کو ان کے

چمکتے رنگوں کی وجہ سے زُرْقًا کہتے ہیں۔

زَرَقَ الطَّائِرُ: پرندہ نے بیٹ کر دی۔ اس

کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

زَرَقَتْ عَيْنُهُ نَحْوِي: اس نے

میری طرف نظر پھیری۔ اور اس کی سفیدی

ظاہر ہوئی۔

المِزْرَاقِي: چھوٹا نیزہ۔ زُرْقَةُ

بالمِزْرَاقِي: اس نے اسے چھوٹے

نیزے سے مارا۔ یادے مارا۔ اس کا باب

<p>اس کی جمع زَعَاذِعُ ہے۔          ز ع ف ر - الزُّعْفَرَانُ: کیمبر، زعفران۔          اس کی جمع زَعَاْفِرُ ہے۔ اس کی مثال          تَرَجُّمَانُ کی جمع تَرَاجِمُ، اور          صحصحان کی جمع صَحَاصِحُ ہے۔          زَعْفَرُ الثُّوبِ: اس نے کپڑے کو          زعفران کے ساتھ رنگا۔</p>	<p>الانسان: کسی انسان کو کچھ نہ سمجھنے والا          اور اسکے کام کا منکر۔          الإزراء: سستی اور کام میں کاہلی۔ کہا          جاتا ہے کہ اَزْرَى بِهِ: اس نے اس کام          میں سستی کی۔          إِزْدْرَاهُ: اس نے اسے حقیر سمجھا۔</p>
<p>ز ع ق - الزُّعْقُ: چیخ۔ قَدْ زَعَقَ بِهِ:          اس نے چیخ ماری۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔          الماء الزُّعْفَانِي: نمکین پانی، کھار پانی۔          ز ع م - زَعَمَ يَزْعُمُ: (عین مضموم)          زَعْمًا: خیال کرنا، گمان کرنا۔ (زای پر          تینوں حرکتیں ہیں) یعنی زَعْمًا۔          زَعَمَ بِهِ: ضمانت دی، کفالت کی۔ اس کا          باب نَصَرَ ہے۔</p>	<p>ز ط ط - الزُّطُّ: جاٹ۔ ایک قوم اس کا          واحد زُطِي ہے۔          ز ع ج - أَرْعَجَهُ: اس نے اسے پریشان          کر دیا۔ اور اسے اس کی جگہ سے اکھاڑ دیا۔          الزُّرْعَجُ: وہ پریشان ہوا۔          ز ع ر - الزُّرْعُ: سر کے بالوں کا کم ہونا۔          اس کا باب طَرِبَ ہے۔          أَرْعُو: کم بالوں والا آدمی۔</p>
<p>الزُّعِيْمُ: کفیل، ضامن، ذمہ دار۔          حدیث شریف میں ہے: الزُّعِيْمُ غَارِمٌ:          کفیل پر تادان ہے۔          الزُّعَامَةُ: سرداری، قیادت، لیڈری۔          زَعِيْمُ الْقَوْمِ سَيِّدُهُمُ: قوم کا لیڈر ان کا          سردار ہوتا ہے۔</p>	<p>الزُّعَارَةُ: (راء مشدود) بدخلتی، ترش          مزاجی۔ اس کا کوئی فعل نہیں۔          الزُّعْرُورُ بردن العصفورُ: بدخلق          انسان۔ عام لوگ کہتے ہیں: زَجَلَّ زِعْرُ:          بدخلق شخص اور فِيهِ زِعَارَةٌ: اس شخص میں          بدخلتی ہے۔          الزُّعْرُورُ: ایک مشہور پھل یا میوہ۔</p>
<p>ز ع ب - الزُّعْبُ: (زای اور عین دونوں          مفتوح) چوڑے کے پروں پر زرد رنگ          کے چھوٹے چھوٹے بال یا روئیں۔          ز ف ت - الزَّفْتُ: تارکول۔          میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ</p>	<p>ز ع ز - الزُّعْزَةُ: کسی چیز کو حرکت دینا          یا ہلانا۔ کہا جاتا ہے کہ: زَعَزَعَهُ          فَتَزَعَزَعَ: اس نے اسے ہلایا تو وہ ال          گیا۔ رِيَسُ زَعَزَعَانَ وَزَعَزَعَ          وَزَعَزَاعٌ: چیزوں کو ہلا دینے والی ہوا۔</p>

ز ق ق - الزَّقِّقُ: مشکیزہ۔ اس کی جمع تلت  
أَزْقَاقٌ ہے اور جمع کثرت زَقَاقٌ اور زُقَانٌ  
ہے۔ اس کی مثال ذَنَابٌ اور ذُؤَبَانٌ  
ہے۔

الزَّقَاقِيُّ: آبنائے، تنگ راستہ۔ مذکر اور  
مؤنث دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی  
جمع ذُقَانٌ اور أَدِيقَةٌ ہے۔ اس کی مثال  
حُورَاءٌ، حُورَانٌ اور أُحُورَةٌ ہے۔

زَقُّ الطَّائِرُ فَرَخُهُ: پرندے نے اپنے  
بچے کو اپنی چونچ سے چوگ کھلا دی۔ اس کا  
باب رَدٌّ ہے۔

الزُّقْرَقَةُ: بچے کو کلیس بھرانا، یا خوشی سے  
نچانا۔ مذمذمانا۔

ز ق م - الزُّقُومُ: ایک کھانے کا نام جس  
میں کھجور کے ساتھ مکھن ملا ہوتا ہے۔

الزُّقْمُ: زقوم کا کھانا۔ اس کا باب نَصْرٌ  
ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ جب یہ قول خداوندی نازل  
ہوا کہ: إِنَّ شَجْرَةَ الزُّقُومِ طَعَامُ

الْأَيْمِمْ: کہ گنہگاروں کا کھانا زقوم کا  
درخت ہوگا تو ابو جہل نے کہا کہ: التَّمْرُ

بِالزُّبْدِ نَتْرَقْمُهُ: یعنی مکھن کے ساتھ  
کھجور اہم تو یہ زقوم کھائیں گے۔ تو اس پر

یہ آیت نازل ہوئی: إِنَّهَا شَجْرَةٌ تَخْرُجُ  
فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ: کہ یہ زقوم تو وہ

درخت ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے۔

الزَّقْفُ: تارکول ہے اور جَوَّةٌ مُزَقَّةٌ:  
تارکول ملا ہوا مٹکا۔ ایسا مٹکا جس پر تارکول  
ملا ہوا ہو۔

ز ف ر - الزَّفِيرُ: گدھے کی پہلا آواز۔  
اس کی آخری آواز کو شہیق کہتے ہیں۔  
کیونکہ الزَّفِيرُ سانس لینے کو کہتے ہیں اور  
اور الشہیق سانس نکالنے کو۔

قَدْ زَفَرَ يَزْفِرُ: (فاء مکسور) زَفِيرًا۔ اس  
نے آواز نکالی۔ اس کا اسم الزَّفِيرَةُ ہوگا۔

اس کی جمع زَفَرَاتٌ ہے۔ (اس میں فاء  
مفتوح) ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے نہ کہ نعت۔

شاید شاعر نے ضرورت شعری کے پیش نظر  
بجائے متحرک کے فاء کو ساکن کر دیا ہے۔

ز ف ف - زَفَّ العَرُوسُ الی زَوْجِهَا:  
اس نے دلہن کو اس کے خاوند سے ملا دیا۔

اس کا باب رَدٌّ ہے۔ اور مصدر زَفَفًا بھی  
ہے۔ (اس میں زای مکسور ہے)۔

أَزَفَّهَا اور أَرَدَفَّهَا دونوں کا ایک ہی معنی  
ہے۔ زَفَّ القَوْمُ فِي مَشِيهِمْ

يَسْرِفُونَ: (زای مکسور) زَفِيفًا: قوم یا  
لوگ تیز چلے یا تیز رفتاری سے چلے یا

جلدی کی۔ اسی سے تول خداوندی ہے:  
فَاقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ: وہ اس کی طرف

تیزی سے آگے بڑھے۔

ز ف ف: دیکھے بذیل مادہ و ز ف، اور  
بذیل مادہ ز ف ف۔

يَزْكُوا زَكَاةً: (زای مفتوح و الف  
ممدود) کھیتی پھلی پھولی۔

عِلَامٌ زَكِيٌّ: پاکیزہ لڑکا۔

قَدْ زَكَا: وہ پاکیزہ ہو گیا۔ اس کا باب  
سَمَاءٌ۔ اور زَكَاةٌ بھی۔

ز ل ج - مَكَانٌ زَلِجٌ وَزَلِجٌ: فَلَسٌ  
اور فَرَسٌ کی طرح۔ پھسلن والی جگہ۔  
التَّزَلُّجُ: پھسلنا۔

ز ل ف - أَرْزَلْفَهُ: اس نے اسے قریب  
کر دیا۔ الزُّلْفَةُ اور الزُّلْفِيُّ: قُرْبٌ

اور منزلت۔ اسی سے قول خداوندی ہے:

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِآيَتِي

تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى: تمہارا مال اور

تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا

مقرب بنا دیں۔ زُلْفَى اسم مصدر ہے گویا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِآيَتِي تُقَرَّبُكُمْ

عِنْدَنَا زُلْفًا. الزُّلْفَةُ کا معنی رات کا پہلا

حصہ بھی ہے۔ اس کی جمع زُلْفَتٌ اور

زُلْفَاتٌ ہے۔ مُزْدَلِفَةٌ: مکہ شریف میں  
ایک جگہ کا نام۔

ز ل ق - مَكَانٌ زَلَقٌ: پھسلن والی جگہ۔

زَلَقٌ کے تینوں حروف متحرک ہیں۔ یہ بھی

در اصل مصدر ہے۔ زَلَقْتُ رَجُلَهُ: اس کا

پاؤں پھسل گیا۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

أَرْزَلَهَا غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پھسلا

دیا۔ لَسَزَلُوا اور المَزْلَقَةُ: ایسی پھسلن

ز ک ر - الزُّكْرَةُ: (زای مضموم) شراب  
کا چھوٹا مشکیزہ۔

تَزْكُرُ بَطْنُ الصَّبِيِّ: بچے کا پیٹ بھر

گیا۔

زَكْرِيَّا: اس کے تین تلفظ یعنی لجج ہیں:

الف ممدود، الف مقصور اور الف مخذوف۔

اگر اسے الف ممدود سے پڑھیں یا الف

مقصور سے پڑھیں تو اس صورت میں غیر

منصرف ہوگا اور اگر اسے الف مخذوف

کر کے پڑھیں تو پھر یہ منصرف ہوگا۔

ز ک م - الزُّكَامُ: زکام اور نزلہ۔ قَدْ

زُكِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو زکام ہو گیا۔ یہ فعل

مجبول ہے۔

أَزَكَمَهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے زکام میں

بتلا کر دیا۔ اس سے اسم مفعول مَزْكُومٌ

ہے جو زُكِمَ فعل سے بنایا گیا ہے۔

ز ک ا - زَكَاةُ الْمَالِ: مال کی زکات۔

معروف فقہی اصطلاح۔ زَكَيْ مَالَهُ

تَزَكِيَةً: اس نے اپنے مال کی زکات ادا

کی۔ زَكَيْ نَفْسَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس

نے اپنی تعریف کی۔ قول خداوندی ہے:

وَتَزَكِّيهِمْ بِهَا: اس کا معنی یہ کیا گیا ہے

کہ آپ ﷺ انہیں زکوٰۃ کے ذریعے

پاک کریں۔ زَكَاةٌ کا معنی یہ بھی ہے کہ:

اس نے اس سے زکات وصول کی۔  
تَزَكَّى: اسے صدقہ دیا۔ زَكَا الزُّرْعُ

والی جگہ جہاں قدم نہ جم سکے۔ قول خداوندی ہے: فَتَضْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا: یعنی ایسی پھسلن والی زمین جس میں کچھ بھی نہ ہو۔ زَلَقٌ رَأْسُهُ: اس نے اپنا سر موٹھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح زَلَقَهُ وَأَزَلَقَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ الزَلَقِيُّ: (زای مضموم اور لام مشدود و مفتوح) نرم و لٹام آڑو۔

زل ل - زَلَّ فِي طِينٍ أَوْ مَنطِقٍ: وہ کچھڑ میں یا منطق یعنی بات کرنے میں پھسل گیا۔ اس کا مضارع يَزِلُّ (زای مکسور) ہے اور مصدر زَلَّ يَزِلُّ ہے۔ الزَّالُّ (زای مکسور) کہتا ہے کہ زَلَّ يَزِلُّ (زای مفتوح) زَلَّ سَلًا ہے۔ اس کا اسم الزَّلَّةُ ہے۔ اسْتَزَلَّهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پھسلا دیا۔ أَزَلَّهُ كَمَا بَعِيَ يَبِي مَعْنَى هُوَ - زَلَّ زَلَّ اللَّهُ الْأَرْضَ زَلَزَلَةً وَزَلَزَالًا: (زای اول مکسور) فَتَزَلَزَتِ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو زلزلے سے ہلادیا تو وہ ہل گئی یا اس میں زلزلہ آگیا۔

الزَّلْزَالُ: (زای مفتوح) زلزلہ، بھونچال۔ اس فعل کا اسم ہے الزَّلْزَالُ: مشکلات اور مصائب۔

الْمَزَلَّةُ: (زای مکسور و مفتوح) پھسلنے کا گڑھ یا جگہ۔

مَاءٌ زَلَالٌ: مٹھاپانی۔ أَزَلَّ إِلَيْهِ نِعْمَةٌ:

اس نے اس کی طرف ایک نعمت بھیجی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ أَزَلَّتْ إِلَيْهِ نِعْمَةٌ فَلْيَشْكُرْهَا: جسے کوئی نعمت بھیجی جائے تو اسے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ الزَّلِيَّةُ كِي جَعِ الزَّلَالِيُّ هُوَ -

زل م - الزَّلْمُ: (زای اور لام دونوں مفتوح) جوئے کے تیر اور اسی طرح الزَّلْمُ (زای مضموم) اس کی جمع الازلام ہے۔ وہ تیر جن سے دور جاہلیت میں لوگ قسمت اور حصے معلوم کرتے تھے۔

زم ر - الزُّمْرَةُ: (زای مضموم) جماعت۔ اس کی جمع الزُّمُرُ بمعنى جماعتیں ہیں۔ المِزْمَارُ: بانسری، نئے۔ اس کی جمع المِزْمَارِيُّ هُوَ -

زَمَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے بانسری بجائی۔ بات پھیلائی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل زَمَّارٌ یعنی نئے نواز، بانسری بجانے والا۔ ان معنوں میں زَمِيرٌ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ عورت کیلئے زَمِيرَةٌ کہا جائے گا اور زَمَارَةٌ نہیں کہا جائے گا۔

زم ر ذ - الزُّمْرُذُ: (راء مشدود و مضموم) قیمتی پتھر، زبرجد۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

زم ع: اَحْلِيلُ كَمَا كَهْنَا هُوَ كَمَا: أَزْمَعُ عَلَيَّ الْأُمُورُ: وہ بات پر ثابت قدم رہا، یا اس نے طے کیا۔ اَلْكَسَائِيُّ نَعَى كَمَا كَهْنَا هُوَ كَمَا: ان معنوں کے

زَامٌ: متکبر۔

الزُّمْرَةُ: کڑک کی آواز۔ یہ تفسیر ابو یزید کی ہے۔ الزُّمْرَةُ: کھاتے وقت مجوس کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔

زَمْرَمٌ: مکہ زمزم کا کنواں۔

ز م ن - الزَّمَنُ وَالزَّمَانُ: کم یا زیادہ وقت کا نام۔ اس کی جمع اَزْمَانٌ، اَزْمِنَةٌ اور اَزْمُنٌ ہے۔ عَامِلَةٌ مُزَامِنَةٌ: اس نے اس کے ساتھ وقت کے حساب سے کام کرنا طے کیا۔ اس کی مثال مُشَاهَرَةٌ ہے یعنی ماہوار اجرت پر کام کرنا ہے۔

الزَّمَامَةُ: چوپایوں کی ایک بیماری۔ رَجُلٌ زَمِنٌ: آنت کی بیماری میں مبتلا آدمی۔ زَمِنٌ: کباب سَلِيمٌ ہے۔

ز م ه ر - الزُّمَّهْرِيُّ: سخت سردی۔

میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے کہا کہ طے قبیلہ کے لہجہ میں الزُّمَّهْرِيُّ چاند کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ثعلب نے یہ شعر پڑھا:

وَلَيْلَةٌ ظَلَامُهَا قَدْ اِغْتَكَّرَ  
قَطَعَتْهَا وَالزُّمَّهْرِيُّ مَا زَهَرَ  
”رات کی تاریکی نے حملہ کر دیا۔ میں نے یہ رات گزار دی جبکہ چاند ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔“

اسی کے مطابق بعض مفسرین نے قرآن کی اس آیت: وَلَا زُمَّهْرِيُّوْا: کی تفسیر یہ کی

● مجوس کھاتے وقت ایک مخصوص آواز نکالتے ہیں۔

لئے اَزْمَعَ الْأُمْرُ کہا جاتا ہے نہ کہ اَزْمَعَ عَلَيْهِ. الْفَرَاءُ نے کہا کہ اَزْمَعَ الْأَمْرُ اور اَزْمَعَ عَلَيْهِ دونوں تعبیریں درست ہیں۔ اس کی مثال اَجْمَعَ الْأُمْرُ اور اَجْمَعَ عَلَيْهِ ہے۔

الزَّمْعُ: (زای اور میم دونوں مفتوح) وحشت۔ قَدْ زَمِعَ: وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ز م ل - الزَّمَالَةُ: ایسا اونٹ جس سے انسان اپنے کام لیتا ہے۔ وہ اس کا ساز و سامان اور بوجھ اٹھاتا ہے۔ یہ اس پر اپنی خوراک یا اناج لا داتا ہے۔

المُزَامَلَةُ: معادلہ، اونٹ کی پشت پر بوجھ کے دونوں حصوں کو برابر کرتا۔

زَمَلَةٌ لِي ثُوبِهِ: اس نے اسے اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا۔

تَزَمَّلَ: اس نے کھیل یا کپڑا اوڑھ لیا۔

ز م م - الزَّمَامُ: وہ دھاگا جو اونٹ کی ناک میں کھیل کے ساتھ بندھی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ اور پھر اس دھاگے کے ساتھ کھیل کو باندھا جاتا ہے۔ بلکہ کھیل کو ہی زمام کہا جاتا ہے۔

زَمَّ البَعِيرُ: اس نے اونٹ کی ناک میں کھیل ڈال دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

زَمَّ: وہ چلنے میں آگے نکل گیا۔

زَمَّ بِأَنْفِهِ: اس نے تکرہ کیا۔



کا کام دیتی ہے۔ اور یہ سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ الزُّنْدَةُ السُّفْلَى: چلی لکڑی جس میں سوراخ ہوتا ہے۔ اسے مَوْنُث سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب تثنیہ ہو تو بھی زُنْدَان کہا جاتا ہے نہ کہ زُنْدَتَان: اس کی جمع زِنَادٌ (زای مکسور)، اَزُنْدٌ اور اَزِنَادٌ ہے۔ ثَوْبٌ مُزْنَدٌ کم عرض یعنی چوڑائی والا کپڑا۔

ز ن د ق - الزُّنْدِيقُ: زندیق، دو خدا ماننے والا انسان۔ یہ لکھ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع زِنَادِقَةٌ ہے<sup>۱</sup>۔ قَدْ تَزْنَدَقُ: وہ زندیق ہو گیا۔ اس کا اسم زُنْدَقَةٌ ہے۔

ز ن ر - الزُّنَارُ: نھرائیوں کا کمر بند، پٹی۔

ز ن ق - الزِّنَاقُ: چمڑے میں ٹھوڑی کے نیچے کا حصہ۔

قَدْ زَنَقَ فَرَسَهُ: اس نے اپنے گھوڑے کے منہ میں لگام ڈال دی یا رسی ڈال دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الزِّنَاقُ: ایک زیور کو بھی کہتے ہیں۔ جسے اردو میں گلوبند کہا جاتا ہے۔

ز ن م: حدیث شریف میں ہے: "الصَّائِنَةُ (الزَّيْنَةُ) یعنی شریف۔"

۱ فارسی میں یہ لفظ زُنْدِيق ہے جس کی اصل معرب ہو کر زندیق ہو گئی ہے۔

ہے کہ وہاں ایسا نور ہوگا اور ایسی روشنی ہوگی کہ جس کے ہوتے ہوئے انہیں نہ سورج کی ضرورت ہوگی اور نہ چاند کی۔

ز ن أ - زِنَاً فِي الْجَبَلِ: پہاڑ پر چڑھا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَصَّعَ ہے۔ الزُّنَاءُ برون القضاء: پیشاب روکنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ زِنَاءٌ. رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ اس شخص کو نماز پڑھنے سے جو پیشاب روکے ہوئے ہو۔ یعنی پیشاب روکے رہنے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ز ن ج - الزَّنَجُ: سوڈان کے لوگوں کی ایک قوم یا نسل جنہیں زنگی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع زُنُوجٌ ہے۔

ابو عمرو نے کہا ہے کہ: زَنْجٌ، زِنَجٌ، زَنْجِيٌّ اور زِنَجِيٌّ: تمام ناموں میں زای مکسور، اور مفتوح ہے۔

ز ن خ - زَنَحَ السُّدْنُ: چربی یا تیل خراب ہو گیا۔ یا بدل گیا۔ ایسا خراب تیل یا چربی زَنْخٌ کہلائے گا۔

ز ن د - الزُّنْدُ: ہتھیلی کا بازو کی طرف والا جوڑ، یعنی کلائی۔ یہ دو ہوتے ہیں ایک کو الكُوْنُغُ اور دوسرے کو كُورُسُوْعُ کہتے ہیں۔ الزُّنْدُ اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ سلگائی جاتی ہے۔ یعنی جو چھتاق

انسان مؤمن مُزہد ہے جس کے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔

زہ د- زَهْرَةُ الدُّنْيَا: (ہاء ساکن) دنیا کی تر و تازگی اور اس کا حسن۔ زَهْرَةُ النَّبْتِ بھی سبزے کا نُور ہے۔ الزَّهْرَةُ: (زای و ہاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

الزَّهْرَةُ: (ہاء مفتوح) ایک ستارے کا نام۔

زَهْرَتِ النَّارِ: آگ روشن ہوئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

أُزْهَرَهَا: کسی اور نے اسے روشن کیا۔

الأُزْهَرُ: روشن، روشن چاند کو الْقَمَرُ الأُزْهَرُ کہا جاتا ہے۔

الأُزْهَرَانِ: سورج اور چاند۔

رَجُلٌ أَزْهَرُ: سفید رنگ اور کھلتا ہوا چہرہ رکھنے والا آدمی۔ المرأة الزَّهْرَاءُ: خوش رنگ و خوش رُو عورت۔

أَظْهَرَ النَّبْتُ: سبزہ اُگ پڑا۔ یا کھلی کھل گئی۔

المِظْهَرُ: (میم کسور) وہ لکڑی جس سے مارا یا گونا جاتا ہے۔

الإِزْدِهَارُ بِالشَّيْءِ: کسی چیز کا محفوظ رکھنا یا محفوظ رہنا۔ حدیث شریف میں ہے

کہ: إِزْدِهَرُ بِهِذَا: اسے سنبھال کے رکھو۔

زہ ق- زَهَقَتْ نَفْسُهُ: اس کی جان نکل

الزَّيْنِمُ: ایسا شخص جو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم میں گیا ہو۔ جس کی دوسری قوم کو ضرورت نہ ہو۔ ایسا شخص اس دوسری قوم میں زَنْمَةٌ ہے۔ زَنْمَةٌ ایسی چیز ہے جو

بکری کے کانوں میں بالی کی طرح ہو۔ اس کا معنی اونٹ کا کان کاٹنے کے بعد لگتا

حصہ بھی ہے۔ قول خداوندی: غُثِلِي بَعْدَ ذَلِكَ زَيْنِمٍ: کے بارے میں عکرمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسا کمینہ شخص ہے جو اپنی کمینگی کے لئے مشہور و معروف

ہو۔ جس طرح کان میں پڑی بالی سے کوئی بکری پہچانی جاتی ہو۔

زہ د- الزُّهْدُ: الرِّغْبَةُ بمعنی دلچسپی کی ضد ہے۔ یعنی بے رغبتی۔ ہم کہتے ہیں:

زَهْدٌ فِيهِ. اسے اس میں دلچسپی نہیں رہی۔ انہیں معنوں میں زَهْدٌ عَنْهُ بھی کہتے ہیں۔

اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر زُهْدًا بھی ہے۔ زَهْدٌ يَزُهْدُ: (ہاء مفتوح)

زُهْدًا وَزَهَادَةً (زای مفتوح) ایک دوسرا لہجہ ہے۔

التَّزُهُّدُ: پرہیزگاری و عبادت گزاری۔ التَّزْهِيبُ: التَّزْهِيبُ کی ضد۔ بیزار کرنا، بے رغبتی دلانا۔

المَزْهِدُ: بروزن المُرْشِدُ: ناچار کم

مال رکھنے والا۔ حدیث شریف میں ہے:

أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُزْهِدٌ: أَفْضَلُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ الزُّهُوُ کا معنی کبر اور فخر بھی ہے۔

قَدْ زُهِيَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر کیا۔

اس کا اسم فاعل/مفعول مَزْهُوٌ ہوگا۔

عربوں کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں

جو صرف بطور مفعول ہی استعمال ہوتے

ہیں۔ اگرچہ یہ فاعل کے معنوں میں

ہوں۔ مثلاً: ان کی یہی بات: زُهِيَ

الرَّجُلُ اور غُنِيَ بِالْأُمْرِ اور نَتَجَبَتِ

النَّاقَةُ وَالشَّاةُ وغیرہ (ان میں فعل مجہول

استعمال ہوا ہے، حالانکہ فاعل کے اعتبار

سے اسے فعل معروف ہونا چاہیے تھا)۔

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ زَهَا يَزُوهُوُ

زَهْوًا بمعنی اس نے تکبر کیا، غیر مجہول ہے

اور اسی نسبت سے وہ کہتے ہیں: اِزْهَاهَا!

بطور صیغہ تعجب، اور فعل مجہول سے تعجب کا

صیغہ نہیں بن سکتا۔ زَهَاةٌ وَاِزْهَاهَاةٌ: اس

نے اسے حقیر اور کمزور جانا۔ انہیں معنوں

میں ان کی یہ بات ہے: فُلَانٌ

لَا يَزْدَهُى بِخَدْيَعَةٍ: یعنی فلاں شخص

دھوکے پر فخر نہیں کرتا۔ اور لوگوں کا یہ کہنا

کہ: هُمْ زَهَاءٌ مَانِيَةٌ: یعنی وہ تقریباً ایک

سو ہیں۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ

الزُّهُوُ کا معنی باطل اور جھوٹ ہے۔

ز و ج - الزُّوْجُ: جوڑا، رُ، بیوی کو بھی

زُوجٌ بمعنی جوڑا کہتے ہیں۔ قول خداوندی

ہے: اسْكُنْ اَنْتَ وَرُؤُجُكَ

گئی۔ قول خداوندی ہے: وَتَزْهَقْ

اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ: ان کی جان

کفر کی حالت میں نکلتی ہے۔ زَهَقَ

الْبَاطِلُ: باطل کمزور ہو گیا۔ ان دونوں کا

باب خَصَّعَ ہے۔ وَزَهَقَتْ نَفْسُهُ بمعنی

اس کی جان نکل گئی (ہاں مکسور اور مصدر

زُهِوْ قًا) بعض کے نزدیک ایک دوسرا لہجہ

یالغت ہے۔

ز ہ م - الزُّهْمَةُ: بدبودار ہونا۔ الزُّهْمُ:

(زای اور ہاء مفتوح) چکناہٹ۔ اس کا

مصدر ہے زَهَمَتْ يَدُهُ: اس کا ہاتھ چکنا

ہو گیا۔ اس کا مصدر الزُّهُومَةُ ہے۔ اور

اسم فاعل زَهْمَةٌ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ

ہے۔

ز ہ ا - الزُّهُوُ: رنگدار بُر کھجور۔ کہا جاتا ہے

کہ جب کھجور کے درخت پر سرنی اور زردی

نمودار ہو تو گویا اس میں زُهو پیدا ہو گیا۔

اہل حجاز اسے الزُّهُوُ (زای مضموم) کہتے

ہیں۔ قَدْ زَهَا النَّخْلُ: کھجور کے درخت

پر زُهو آ گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا

ایک اور لہجہ یالغت اَزْهَى ہے جس کا ذکر

ابوزید نے کیا اور اصمعی کو اس کا علم نہیں۔

الزُّهُوُ کا معنی خوش منظر بھی ہے۔ کہا جاتا

ہے کہ: زُهِيَ شَيْئٌ لِعَيْنَيْكَ: تیری

آنکھوں کو ایک چیز اچھی لگی یا خوبصورت

لگی۔ یہاں صیغہ فعل مجہول کا استعمال ہوا

جوتے کا جوڑا ہے۔ قول خداوندی ہے:  
مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ: اور ثَمَانِيَةً  
أَزْوَاجٍ: اس کی تفسیر میں آٹھ افراد بتائے  
گئے ہیں۔

ز و د - الزَّادُ: زادِ سفر، یا توشہ سفر۔ وہ کھانا  
جو سفر کیلئے ساتھ لیا جائے۔ زَوْدَةٌ  
فَتَزْوَدُ: اس نے اسے زادِ راہ دیا تو اس  
کے پاس زادِ راہ ہو گیا۔

المَزْوُودُ: (میم مکسور) توشہ دان۔ وہ برتن  
یا کپڑا جس میں زادِ راہ رکھا جائے۔ عرب  
عجمیوں کو رِقَابُ المَزْوَادِ کا لقب دیتے  
ہیں۔

ز و ر - الزُّورُ: جھوٹ، غلط بیانی۔

الزُّورُ: سینہ کا بالائی حصہ۔ اسے  
الزَّائِرُونَ بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے  
رَجُلٌ زَائِرٌ اور قَوْمٌ زُورٌ: چوڑے سینے  
والا مرد اور چوڑے سینے رکھنے والی قوم۔  
قَوْمٌ زُورٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی مثال  
سَافِرٌ، سَافِرٌ اور سَفَارَةٌ ہے۔ نِسْوَةٌ  
زُورٌ: چوڑے سینے والی عورتیں، نِسْوَةٌ  
زُورٌ: اس کی مثال نَوْمٌ، نُوحٌ اور  
زَائِرَاتٌ ہے۔

الزُّورَاءُ: بغداد کا دریائے دجلہ۔ قَدْ  
إِزْوَرَ عَنِ الشَّيْءِ إِزْوَارًا: اس نے  
ایک چیز سے پوری طرح منہ پھیر لیا انحراف  
کیا۔ إِزْوَارٌ عَنْهُ إِزْوَارًا اور تَزَاوَرَ

الْجَنَّةُ: تو اور تیری بیوی جنت میں سکونت  
اختیار کرو۔ بیوی کو زَوْجَةٌ بھی کہا جاتا  
ہے۔ یونس نے کہا کہ عربوں کے ہاں  
زَوْجَةٌ بامْرَأَةٍ میں باہ نہیں ہے اور نہ  
تَزْوُجٌ بامْرَأَةٍ میں، بلکہ ان دونوں جملوں  
میں باہ کو حذف کیا گیا ہے۔ قول خداوندی  
ہے: وَزَوْجِنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ: یعنی ہم  
ان کو بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے  
بیاہ دیں گے۔ دوسرا قول خداوندی ہے:  
أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ:  
ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو جمع کرو۔  
الزَّوْجُ کا کہنا ہے کہ تَزْوُجٌ بِامْرَأَةٍ ایک  
لغت یا لہجہ ہے۔

إِمْرَأَةٌ مِزْوَاجٌ: (میم مکسور) بہت زیادہ  
شادیاں کرنے والی عورت۔  
التَّزْوُجُ، المِزْوَاجَةُ اور الْأَزْدَاوُجُ  
تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

التَّزْوُجُ: الفرد کی ضد ہے۔ التَّزْوُجُ یعنی  
جوڑے میں سے ایک کو زَوْجٌ کہتے ہیں۔  
دو کو ہَمَا زَوْجَانِ بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا  
زَوْجٌ کہا جاتا ہے۔ جیسے هُمَا سَيِّانٌ  
بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا سَوَاءٌ بھی کہا  
جاتا ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ: عِنْدِي  
زَوْجَا حَمَامٍ: میرے پاس کبوتروں کا  
جوڑا ہے، یعنی ایک نر اور ایک مادہ کبوتر۔  
اور عِنْدِي زَوْجَانِ لَعْلٍ میرے پاس

ملا کر لوہے پر ڈالا جاتا ہے پھر اسے آگ میں ڈالا جاتا ہے جہاں پارہ ختم ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد ہر منقش چیز کو مُزَوَّق یعنی قلعی شدہ کیا جانے لگا۔ اگرچہ اس میں پارہ کی قلعی نہ بھی کی گئی ہو۔ زَوَّقِ الْكَلَامِ وَالْكِتَابِ: اس نے کلام یا کتاب کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ زَيْقُ الْقَمِيصِ: قمیض کا کالر یعنی گردن کے گرد والا قمیض کا حصہ۔

ز و ل - الإزديال: ازالہ، جگہ سے ہٹانا یا ہٹنا۔ الْمُزَاوَلَةُ، الْمُحَاوَلَةُ اور الْمُعَالَجَةُ کی طرح۔ کام شروع کرنا۔ تَزَامَلُوا: انہوں نے باہم مل کر کام کرنا شروع کیا۔

زَالَ الشَّيْءُ مِنْ مَكَانِهِ: چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اس کا مضارع يَزُولُ اور مصدر زَوَّأَ ہے۔

أَزَّأَهُ: کسی اور اس نے اسے ہٹا دیا۔ زَوَّلَهُ تَزْوِيلاً فَاَنْزَالَ: اس نے اسے ہٹایا تو وہ ہٹ گیا۔

مَا زَالَ فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا: فلاں شخص ہمیشہ ایسا کرتا رہا۔

ز و ن - الزَّوَانُ: (زای مسور) گندم میں ملے ہوئے دانے۔

الزَّوَانُ: (زای مضموم) کا معنی بھی یہی ہے۔ کبھی کبھی مضموم کو ہمزہ لگا دیتے ہیں

عَنْهُ تَزَاوَرًا سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ. تَزَاوَرُ دراصل تَزَاوَرُ سے مدغم ہوا ہے۔

زَارَهُ: اس نے اس کی زیارت کی یا اس سے ملا۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔

زُورَةٌ: (زای مضموم) اور الزُّورَةُ کا معنی ایک دفعہ کی زیارت ہے۔

اسْتَزَارَهُ: اس نے اسے ملاقات کیلئے کہا۔

تَزَاوَرُوا: انہوں نے ایک دوسرے کی زیارت (ملاقات) کی۔

إِزْدَارًا: زَارَ سے التعال کے وزن پر صیغہ ہے۔

التَّزْوِيرُ: فریب اور دھوکا۔ جھوٹی اور بناوٹی آرائش۔

زَوَّرَ الشَّيْءَ تَزْوِيْرًا: اس نے چیز کو جھوٹ گھڑایا اس نے جلسا سازی کی۔

المَزَارُ: زیارت اور جائے زیارت بھی۔ الزَّمْرُ: باریک تانت۔

الزِّيَارُ: دو لکڑیاں جن سے سالوتری گھوڑے کے ہونٹوں کو دبا کر گھوڑے کو قابو

میں لاتا ہے اور اپنے کام پر قادر ہوتا ہے۔ ز و ق - الزَّوَوُّقُ: اہل مدینہ کے لہجہ میں

اسے الزَّيْبِقُ کہتے ہیں۔ پارہ یہ قلعی کرنے کے کام آتا ہے۔ کیونکہ یہ سونے کے ساتھ

رَوْحُنْ كَلَّادِيَا۔ ان دونوں کا باب بَاع ہے۔  
زَيْتُهُمْ تَزْيِيْتًا: میں نے انہیں رَوْحُنْ  
فَرَاهِمُ كِيَا۔ ہُمْ يَسْتَزِيْتُونَ بِرَوْحِنِ  
يَسْتَعِينُونَ: وہ رَوْحُنْ مانگتے ہیں۔

ز ي ح - زَا ح: دُور ہو گیا اور چلا گیا۔ اس  
کا باب بَاع ہے۔ اَزَا حَة: کسی اور نے  
اسے دور کر دیا۔

ز ي د - الزِّيَادَةُ: بڑھوتری، نشوونما۔ اس  
کا باب بَاع ہے اور مصدر زِيَادَةٌ بھی  
ہے۔

زَادَ اللّٰهُ خَيْرًا: اللہ سے اور زیادہ بھلائی  
دے۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زَادَ الشَّيْءُ  
وَزَادَهُ غَيْرُهُ: چیز زیادہ ہو گئی اور کسی نے  
اسے زیادہ کیا۔ گویا یہ فعل لازم بھی اور  
متعدی یہ دو مفعول بھی ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا  
کہ: زَادَ المَالُ دَرَهْمًا وَالبُرُّ مَدًّا:  
یعنی مال بحساب درہم بڑھ گیا اور گہوں  
بہتر مد بڑھ گیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا  
دَرَهْمًا اور مَدًّا تیز ہے۔

المَزِيْدُ: (زای کسور) زیادہ۔

اسْتَزَادَهُ: اس نے اسے کوتاہ قد سمجھا۔  
(اس نے اس سے زیادہ طلب کیا)۔

تَزَيَّدَ السِّعْرُ: نرخ بڑھ گیا۔ حدیث کی  
اصطلاح میں التَزَيَّدُ کا معنی بھٹوٹ ہے۔

المَزَادَةُ: (میم مفتوح) پانی لانے کی

یعنی الزَّوَانِ کہتے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے  
آ گیا ہے۔

ز و ي - الزَّوَايَةُ: کونہ، گوشہ، اس کی جمع  
الزَّوَايَا ہے۔ زَوَى الشَّيْءَ، يَزْوِيهِ  
زَيًّا: اس نے چیز جمع کی اور اس پر قبضہ کیا۔  
حدیث شریف میں ہے: زُوِيَتْ لِي  
الْأَرْضُ فَأَرَيْتُ مَشْرِفَهَا  
وَمَعَارِبَهَا: میرے لئے زمین اکٹھی کی  
گئی اور مجھے اس کے مشرف اور معرب کے  
سارے اطراف دکھائے گئے۔

انزَوَتِ الجِلْدَةُ فِي النَّارِ: کھال  
آگ میں سمٹ یا سکو گئی۔

الزِّيُّ: لباس، شکل و صورت اور ہیئت۔  
زَوَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَزَوَى  
المَالِ عَنْ وَارثِهِ: آدمی کی بھویر غصے  
کے مارے تن گئیں اور مال اپنے وارث  
کے ہاتھوں سے دور ہو گیا۔

الزَّوَى: حرف، اسے الف ممدود سے بھی  
پڑھا جاتا ہے اور الف مقصور سے بھی۔  
لیکن لکھنے میں الف کے بعد ی (یا) لکھنا  
ضروری ہوتا ہے، یعنی الزَّوَى۔

ز ا ت - زَاتِ الطَّعَامِ: اس نے کھانے  
میں تیل ڈالا۔ ایسا کھانا جس میں تیل  
(رَوْحُنْ) ڈالا گیا ہو اسے طَعَامُ مَزِيْتٍ  
اور مَزِيُوْتٌ کہا جاتا ہے۔

زَاتِ القَسْوَمِ: اس نے لوگوں کو یا قوم کو

المُزَايَلَةُ: مفارقه، جدائی۔ الگ الگ ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ زَايِلُهُ مُزَايَلَةُ

وَزَايَلًا: اس نے اسے چھوڑ دیا۔

التَزَايِلُ: ایک دوسرے سے دوری۔

ز ي ن - الزَّيْنَةُ: زینت و آرائش۔

يَوْمُ الزَّيْنَةِ: عید کا دن۔ الزَّيْنُ ضد ہے

الشَّيْنِ کی۔ الشَّيْنُ کا معنی عیب، بدی اور

بد شکل و بد نمائی ہے۔

زَانَةٌ: اس نے اسے زینت بخشی۔ اس کا

باب بَاعٌ ہے۔

زَيْنَةُ تَزِينُنَا: اس نے اسے خوب سجایا۔

تَزَيْنَ اور اِزْدَانَ دونوں کا ایک ہی معنی

ہے۔ کہا جاتا ہے اِزْيَنْتِ الْأَرْضُ

بِعُشْبِهَا: زمین اپنے سبزے کے باعث

رُ رُوِقٌ ہو گئی۔ اِزْيَنْتِ کا بھی یہی معنی

ہے۔ اس کی اصل تَزَيْنَتْ ہے جس میں

ادغام ہوا ہے۔

مَشْكٌ یا مَشْكِيْرٌ۔ اس کی جمع مَزَادٌ اور مَزَايِدٌ ہے۔

ز ي غ - الزَّيْغُ: ٹیڑھ، جھکاؤ۔ اس کا باب

بَاعٌ ہے۔ زَاغَ الْبَصَرُ: آنکھ پھرائی۔

زَاغَتِ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ یہ

وہ وقت ہے جب سایہ ڈھل جائے یعنی

بعد زوال۔

ز ي ف - دِرْهَمٌ زَيْفٌ وَزَائِفٌ: کھوٹا

درہم۔ زَاَفْتُ عَلَيْهِ الدَّرَاهِمَ: کسی نے

اسے کھوٹے درہم دیئے۔

ز ي ل - زِلْتُ الشَّيْءَ مِنْ مَكَانِهِ:

میں نے چیز اس کی جگہ سے ہٹا دی۔ اس کا

باب بَاعٌ ہے۔ اَزَلْتُهُ بھی اس کا ایک لہجہ

ہے۔ زَيْلُهُ فَتَزِيلٌ: اس نے اس کو ہٹا دیا

تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ انہیں معنوں

میں قول خداوندی ہے: فَزَيْلُنَا بَيْنَهُمْ:

ہم نے ان کے درمیان جدائی اور تفرقہ

ڈال دیا۔

## بَابُ السِّينِ

السِّينُ: حروفِ معجمہ میں سے ایک حرف ہے اس اور حروفِ زیادات میں سے ہے۔ اس حرف کے ذریعے فعل، زمانہ مستقبل کیلئے مخصوص کہا جاتا ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں: سَيَفْعَلُ: وہ آدمی کرے گا۔ اور قول خداوندی: 'يُنْسِئُ'، اسی طرح 'الْمِ' و 'حِمْ'، جو سورتوں کی ابتداء میں حروف آتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حروف کا معنی ہے اے انسان، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: کہ آپ بلاشبہ مُرسلوں میں سے ہیں۔

س أ ل - السُّوْرُ: پس خوردہ۔ اس کی جمع اسٹار ہے۔ قَدْ اسار: اس نے پس خوردہ چھوڑ دیا۔ یعنی اس نے کھانا کھانے کے بعد کھانے میں سے کچھ مقدار باقی چھوڑ دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب تم کچھ پیو تو کچھ باقی چھوڑ دو یعنی برتن کی تہ میں کچھ پانی باقی رہنے دو۔ اس سے نعت سَنَاءُ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ از روئے قیاس تو اسے مُسْتَبْرُ ہونا چاہئے۔

اس کی مثال اور نظیر اَجْبَرَةُ سے جَبَّار ہے۔

س أ ل - السُّوْرُ: پس خوردہ۔ اس کی جمع اسٹار ہے۔ قَدْ اسار: اس نے پس خوردہ چھوڑ دیا۔ یعنی اس نے کھانا کھانے کے بعد کھانے میں سے کچھ مقدار باقی چھوڑ دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب تم کچھ پیو تو کچھ باقی چھوڑ دو یعنی برتن کی تہ میں کچھ پانی باقی رہنے دو۔ اس سے نعت سَنَاءُ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ از روئے قیاس تو اسے مُسْتَبْرُ ہونا چاہئے۔



کی جمع اسْبُت اور سُبُوت ہے۔  
السَّبْت کا معنی یہود کے یوم سبت کے حکم  
کی تقیل بھی ہے۔ اسی سے متعلق یہ قول  
خداوندی ہے: "يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا  
وَيَوْمَ لَا يُسْبِتُونَ" چاروں کا باب  
ضَرْب ہے۔

اسْبِتَ الْيَهُودِي: یہودی سبت میں  
داخل ہوا۔

السَّبَات: نیند۔ اس کی اصل راحت و  
آرام ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی:  
وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سَبَاتًا ہے۔ اس کا  
باب نَصْر ہے۔

المَسْبُوت: میت، غشی میں مبتلا شخص۔  
س ب ج - السَّبِيح: (سین اور باء دونوں  
مفتوح)۔ سیاہ مٹکے۔

س ب ح - السَّبَاخَة: (سین کسور)  
تیرنا، پیرنا۔ اس کا فعل سَبَّحَ يَسْبَحُ  
ہوگا۔ (دونوں میں باء مفتوح)۔

السَّبِيح: فراغ۔ خالی جگہ، خلا اور  
فرصت۔

السَّبِيح: معاش میں تصرف بھی۔ ان  
دونوں کا باب قَطْع ہے۔ اس قول  
خداوندی: سَبَّحَا طَوِيلًا کے بارے  
میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایک لمبا وقفہ  
ہے۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا  
معنی ایک طویل متقلب ہے۔ یعنی

نے ایک دوسرے سے سوال کیا۔  
س ا م - سَمِمَ مِنَ الشَّيْءِ: وہ چیز سے یا  
کام سے اکتا گیا۔ اس کا باب طَرْب ہے  
اور مصدر سَامَا (الف ممدود) اور سَامَاة  
ہے۔ رَجُلٌ سُورِمٌ: اکتایا ہوا انسان۔

سَائِبَة: دیکھئے بذیل مادہ س ی ب۔  
سَائِمَة: دیکھئے بذیل مادہ س و م۔  
سَاخَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ح۔  
سَاعَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ع۔  
س ب ا - سَبَأ: ایک شخص کا نام۔ منصرف  
بھی اور غیر منصرف بھی۔

س ب ب - السَّبُّ: گالی گلوچ اور طعن۔  
اس کا باب رَدَّ ہے۔ التَّسَابُّ: باہم گالی  
گلوچ کرنا اور قطع تعلق کرنا۔

هَذَا سُبَّةٌ عَلَيْهِ: یعنی بات اس کے لئے  
باعث عار ہے۔ رَجُلٌ سُبَّةٌ: وہ شخص جسے  
لوگ گالی دیتے ہوں۔ یعنی سراپا گالی۔  
سُبْبَة: ہمزہ کی طرح۔ لوگوں کو گالی  
دینے والا شخص۔

السَّبْبُ: رسی۔ دوسرے تک پہنچنے کا کوئی  
وسیلہ۔

أَسْبَابُ السَّمَاءِ: آسمان کا ارد گرد۔  
س ب ت - السَّبْت: راحت و آرام۔  
دہ روز مانہ۔ سر موٹھنا اور گردن مارنا۔ اسی  
سے یوم السَّبْت، مشتق ہے جس سے  
مزدیختی کے باقی دنوں سے انقطاع۔ اس

نمک۔ اس کی جمع السَّبَاخ ہے۔

أَرْضٌ سَبِيحَةٌ: شور زمین۔

(میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی شور یعنی نمک والی اور کائی والی زمین ہے۔ جس میں سے پانی رستا ہو۔)

کہا جاتا ہے: سَبَخَ اللَّهُ عَنْهُ الْحُمَى

تَسْبِيحًا: اللہ تعالیٰ اس کا بخار ہلکا

کروے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ

لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ

ذَعَتِ عَلِيَّ سَارِقٍ سَرَقَهَا، لَا

تُسَبِّحُنِي عَنْهُ بِذَعَائِكَ عَلَيْهِ: نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے اس وقت فرمایا جب وہ

ایک چور کیلئے بددعا کر رہی تھیں۔ جس نے

ان کی چوری کی تھی کہ: اے عائشہ! چور پر بد

دعا کر کے اس کے گناہوں میں تخفیف نہ

کرنا۔ السَّبِيحُ بوزن الفِلسِ:

فراغت، نیند، بعض لوگوں نے قرآن کی

آیت کو یوں پڑھا ہے: إِنَّ لَكَ فِي

النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا: یہاں سَبْعًا کا

معنی فراغت و فرصت ہے۔

س ب د - مَالَهُ سَبْدٌ وَلَا لَبْدٌ: (باء

مفتوح) اس کے پاس نہ کم ہے نہ زیادہ۔

سَبْدٌ: بال اور لَبْدٌ اُولَى۔

التَّسْبِيْدُ: تیل لگانا ترک کرنا۔ حدیث

الغلاب۔ اور اس کا معنی فرصت اور آنا جانا،

آمد و رفت بھی کہا گیا ہے۔ السَّبِيحَةُ:

تبیح کے دانے، جن پر تبیح پڑھی جاتی

ہے۔ اس کا معنی ذکر و نماز میں مصروفیت

بھی ہے یا دلچسپی بھی ہے۔ اسی سے مشتق

نقحره قَضَيْتُ سَبْحَتِي ہے۔

التَّسْبِيْحُ: پاکیزگی بیان کرنا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ: پاکیزگی اللہ کیلئے ہے۔

یہ لفظ بطور مصدر منصوب ہے۔ گویا کہنے

والے نے کہا کہ اَبْرَأْتُ اللَّهَ مِنَ السُّوْءِ

بِرَاءَةٌ: میں اللہ تعالیٰ کو تمام برائیوں سے

بری قرار دیتا ہوں۔

سُبْحَاتٌ وَجِهَ اللَّهُ تَعَالَى: (سین اور

باء دونوں مضموم) اللہ تعالیٰ کا مقام جلال۔

سُبُوْحٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں

سے ایک نام۔ ثعلب کا قول ہے: فَعُوْلٌ

کے وزن پر ہر اسم مفتوح الاول ہوتا ہے

سوائے السُّبُوْحِ اور القُدُوْسِ کے۔ ان

میں پہلا حرف اکثر مضموم ہے۔ اسی طرح

الدُّرُوْحُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ عربی

کلام میں فَعُوْلٌ کے وزن پر مضموم الفاء

نہیں ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ذ ر ح

میں گزر چکا ہے۔

س ب ح ل - سَبَحَلَ الرَّجُلُ: آدمی

نے سُبْحَانَ اللَّهِ کہا۔

س ب خ - السَّبِيْحَةُ: (باء مفتوح) شور،

سیدھے جسم والا آدمی بھی۔ اسے سَبَطُ  
الجِسْمِ: (یعنی باء ساکن) بھی کہہ سکتے  
ہیں۔ جس طرح فَخِذٌ اور فَخِذٌ کہتے ہیں  
جس کا معنی صحیح القامت ہے۔

السَّبَطُ: پوتا۔ اس کی جمع الأسباطُ ہے۔  
الأسباطُ من بنی إِسْرَائِيلَ: قبائل  
عرب کی طرح بنو اسرائیل کے خاندان۔  
قول خداوندی ہے: وَقَطَّعْنَاهُمْ اِثْنَيْ  
عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا: ہم نے بنو  
اسرائیل کو بارہ قبیلوں یا خاندانوں میں  
اتنی بنا کر تقسیم کر دیا۔ آیت میں اسباطُ  
کیلئے عدد مؤنث استعمال ہوا ہے۔ وہ  
صرف اس لئے کہ اسباط سے مراد فِرْقَةٌ لیا  
گیا ہے۔ اور پھر اطلاع دی گئی کہ یہ فرقے  
اسباط ہیں۔ یہاں اسباط کی تفسیر کرنا  
مقصود نہیں ہے بلکہ یہ اِثْنَيْ عَشْرَةَ کا  
بدل ہے۔ اس لئے کہ تفسیر مفرد اور مکرہ سے  
نہیں ہوتی۔ جس طرح کہیں اِثْنَيْ عَشْرَ  
دِرْهَمًا یہاں دَرَاهِمٌ کہنا درست نہیں  
ہوگا۔

السَّابِاطُ: دو دیواروں کے درمیان واقع  
چوہترہ جس کے نیچے سے راستہ گزر رہا ہو۔  
اس کی جمع سَوَابِيطٌ ہے اور سَابِاطَاتٌ  
ہے۔

السَّبَاطَةُ: (سین مضموم) کوڑا کرکٹ۔  
کنگھی کرنے سے گرے ہوئے بال۔

شریف میں ہے کہ: قَسِدِمَ ابْنِ عَبَّاسٍ  
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَكَّةَ مُسَبِّدًا رَأْسَهُ:  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حالت  
میں مکہ تشریف لائے کہ انہوں نے سر پر  
تیل نہیں لگایا تھا۔

س ب ر - سَبَرَ الْجُرْحَ: اس نے زخم  
کی گہرائی دیکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
المِسْبَارُ: (میم مکسور) جس سلائی سے  
زخم کی گہرائی دیکھی جاسکے۔ السَّبَارُ کا  
معنی بھی یہی ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ زُرَّتْهُ سَبْرَتُهُ: تم نے جو چیز  
یابات دیکھی، اس پر خوب غور کیا ہوگا۔

السَّبْرَةُ: ٹھنڈی صبح۔ حدیث شریف  
میں ہے: اِسْبَاغُ الوُضُوءِ فِي  
السَّبْرَاتِ: جاڑوں میں اچھی طرح وضو  
کرنا۔

السَّبْرُ: (سین مکسور) بیت، شکل و  
صورت۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ حَسَنُ  
الْجَنَبِ وَالسَّبْرِ: فلاں شخص خوبصورت  
اور خوش شکل ہے۔

س ب ط - شَعْرٌ سَبِطٌ: (باء مفتوح و  
مکسور) سیدھے بال جو گھنگھریالے نہ  
ہوں۔ قَدْ سَبِطَ شَعْرُهُ: اس کے بال  
سیدھے ہو گئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔  
رَجُلٌ سَبِطُ الشَّعْرِ: سیدھے بالوں  
والا آدمی۔ اور رَجُلٌ سَبِطُ الْجِسْمِ:

السَّابِغَةُ: بڑی زرہ۔

س ب ق - سَابِقَهُ فَسَبَقَهُ: اس نے

اس کے مقابلے کی دوڑ لگا دی تو اس سے آگے نکل گیا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

اسْتَبَقَا فِي الْعَدْوِ: ان دو آدمیوں نے

دوڑ میں حصہ لیا۔ قول خداوندی: اِنَّا ذَهَبْنَا

نَسْتَبِقُ: کی تفسیر میں مفسرین نے نَسْتَبِقُ

سے مراد نَسْتَبِقُ یعنی ہم یا ہم مقابلہ کرنے

لگے، لیا ہے۔ السَّبِقُ: (سین و باء دونوں

مفتوح) دوڑ میں حصہ لینے والوں میں

آگے نکل جانے والوں کے لئے مقررہ

شرط جو پہلے طے کی جاتی ہے۔

سَبَاقًا: باز کے بچوں میں چننے وغیرہ کے

روکنے کے لئے ڈالی ہوئی زنجیر یا رسی۔

س ب ک - سَبَكَ الْفِضَّةَ وَغَيْرَهَا:

اس نے چاندی وغیرہ کو پگھلا کر اس کی نکلیا

بنالی۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ چاندی کی

اس نکلیا تو سَبَيْكَةً کہتے ہیں۔ اس کی جمع

سَبَائِكٌ ہے۔

السَّنْبِكُ: جانور کے گھر کا اگلا حصہ۔

اس کی جمع سَنَابِكٌ ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: تُخْرِجُكُمْ الرُّومُ

مِنْهَا كَفْرًا كَفْرًا اِلَى سُنْبِكٍ مِّنَ

الْاَرْضِ: رومی تمہیں وہاں ایک ایک

دیہات سے نکال دیں گے اور ناکارہ اور

لاخیر زمین کی طرف دھکیلیں گے۔

سَبَاطٌ: رومی سال کا ایک مہینہ جو فروری میں آتا ہے۔

س ب ع - السُّبُعُ: ساتواں حصہ۔

سَبَعُ الْقَوْمِ: وہ قوم کا ساتواں آدمی بنا، یا

اس نے قوم کے مال کا ساتواں حصہ لیا۔

اس کا باب قَطَعَ ہے۔ السُّبُعُ: (باء

مضموم) درندے۔ اس کا واحد السَّبَاعُ

ہے۔

السُّبُعَةُ: شیرنی۔ اَرْضٌ مَسْبُوعَةٌ

بروزن مَتْرَبَةٌ: سات کونوں یا گوشوں والی

زمین۔

السُّبُوعُ: ساتواں حصہ۔

الْاَسْبُوعُ: سات دنوں کا ہفتہ۔

طَافَ بِالْبَيْتِ اُسْبُوعًا: اس نے سات

مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ ثَلَاثَةُ

اَسَابِيعُ: تین ہفتے۔ سَبَعُ الشَّيْءِ: اس

نے ایک چیز کے سات حصے کیے۔ لوگوں

کے وَزْنٌ سَبْعَةٌ کہنے سے مراد سات

اوزان ہیں۔ یعنی سات باٹ۔

س ب غ - شَيْءٌ سَابِغٌ: پوری اور کانی

چیز۔ سَبَغَتِ النِّعْمَةَ بَعْتٌ وَبِيعَ هُوَ

بِيعٌ یعنی فراوانی ہوگی۔ اس کا باب دَخَلَ

ہے۔ اَسْبَغَ عَلَيْهِ اللّٰهُ النِّعْمَةَ: اللّٰهُ

تعالیٰ نے اس پر نعمت پوری کر دی۔

اِسْبَاغُ الْوَضُوءِ: وضو پوری طرح کرنا۔

ذَنْبٌ سَابِغٌ: لمبی دم۔

گزار۔ راہ چلتے لوگ، مسافر، راستوں پر  
چلنے والے مختلف لوگ۔

السَّبَلَةُ: مونچھ۔ اس کی جمع السَّبَالُ  
ہے۔

السَّبَلَةُ: خوشہ، بالی۔ اس کی جمع سَنَابِلُ  
ہے۔

سَنَابِلُ السَّرْعِ: فصل کی بالیاں یا  
خوشے۔

قَدْ سَنَبَلَ السَّرْعُ: کھیتی نے بالیاں  
نکالیں۔

سَلَسِبَيْلٌ: جنت میں ایک چشمہ۔ قول  
خداوندی ہے: عَيْنًا فِيهَا تُسْمَى

سَلَسِبَيْلًا: جنت میں ایک چشمہ ہوگا  
جس کا نام لسبیل ہے۔ انفس کا قول ہے

کہ یہ اسم معرفہ ہے لیکن جب آیت کے  
آخر میں آئے اور مفتوح ہو تو پھر اس کے

آخر میں الف بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے  
دوسرے قول خداوندی میں ہے: قَوَارِيرًا

قَوَارِيرًا۔

س ب ل - جَاءَ رَجُلٌ يَمْشِي  
سَبْهَلًا: جب کوئی شخص چل کر آیا اور

یوں ہی چلا گیا۔ یعنی بے مقصد آیا اور چلا  
گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں تم میں سے  
کسی شخص کو یونہی بے مقصد دیکھوں، نہ وہ  
دنیا کا کوئی کام کرتا ہو، اور نہ آخرت کا۔

س ب ل - السَّبِيلُ: (تمام حروف متحرک)  
خوشہ۔

قَدْ أَسْبَلَ الزَّرْعُ: فصل میں بالیاں لگ  
گئیں۔

أَسْبَلَ المَطَرُ: موسلا دھار بارش برسی۔  
الذَّمْعُ هَطَلٌ: آنسوؤں کی جھڑی لگ

گئی۔  
أَسْبَلَ إِزَارَةُ: اس نے اپنا پاجامہ ڈھیلا

کر دیا۔  
السَّبِيلُ: ایک بیماری جو آنکھوں کو لگتی

ہے۔ اس میں مریض کو آنکھوں کے سامنے  
مکڑی کے جالے کی طرح پرچھائیں نظر

آتی ہیں۔ اور آنکھ کی رگیں سرخ ہو جاتی  
ہیں۔

السَّبِيلُ: راستہ۔ مذکر و مؤنث دونوں  
کیلئے ایک ہی صیغہ۔ قول خداوندی ہے:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي: کہہ دیجئے کہ یہ ہے  
میرا راستہ۔ دوسرا قول یہ ہے: وَإِنْ يَرَوْا

سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا: اگر  
وہ ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار

نہیں کرتے۔ سَبِيلٌ صَنِيعَةٌ تُسَبِيلًا:  
اس نے اپنی جائداد اللہ کے راستے میں

فروخت کر دی۔ قول خداوندی ہے: يَا  
لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ

سَبِيلًا: کاش میں نے رسول کے ساتھ  
راہ و رسم پیدا کی ہوتی۔ السَّابِلَةُ: راہ

(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ یہ تمام نحویوں کا قول ہے۔ یعنی اس پر نحو کے تمام علماء کا اتفاق ہے)۔

س ت ر - السُّتْرُ: پردہ۔ اس کی جمع سُتُورٌ اور أُسْتَارٌ ہے۔

السُّتْرَةُ: وہ چیز جسے آڑ پر پردہ بنایا جائے۔ وہ جو چیز بھی ہو۔ اسی طرح السُّتَارَةُ جس کی جمع السُّتَاتِرُ ہے یعنی پردے۔

سْتَر الشَّيْءُ: اس نے چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَاسْتَرَّ: پس وہ چیز ڈھک گئی یا ڈھانپی گئی۔

تَسْتَرُ: اُس نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

جَارِيَةٌ مُسْتَرَّةٌ: پردہ میں ڈھکی ہوئی لونڈی۔ قول خداوندی ہے: حَجَابًا مُسْتَوْرًا: یعنی پردہ در پردہ، یا پہلا پردہ دوسرے پردے کے ذریعے ڈھکا ہوا یا چھپا ہوا۔ اس سے مراد گاڑھا پردہ ہے، کیونکہ خدا نے ان کے دلوں میں پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں بوجھ۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اَكِنَّةٌ كَوْمَفْعُولٍ بمعنی فاعل استعمال کیا گیا ہے، جس طرح اس قول خداوندی میں ہے: اِنَّهُ سَمَّانٌ وَعَدَّةٌ مَّائِيًّا: یہاں مَّائِيًّا سے مراد آتیا ہے۔ رَجُلٌ مُسْتَوْرٌ وَسَتِيْرٌ: باعفت و پاکباز مرد۔

س ب ا - السَّبِيُّ والسَّبَاءُ: قید۔

قَدْ سَبَيْتُ الْعَدُوَّ: میں دشمن کو قید کر لیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ سَبَاءٌ (سین مکسور اور الف ممدود) بھی اور اسْتَبَيْتُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّابِیَاءُ: گلہ بانی۔ حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةُ عَشْرَةَ الْبَرَكَاتِ فِي التَّجَارَةِ وَعَشْرٌ فِي السَّابِیَاءِ: ”نوے فیصد برکت تو تجارت میں ہے اور دس فیصد برکت گلہ بانی میں ہے۔“

س ت ت: تم کہتے ہو کہ عِنْدِي سِتَّةٌ رِجَالٍ وَنِسْوَةٌ: میرے پاس چھ مرد اور عورتیں ہیں۔ نِسْوَةٌ میں تاء مجرور ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تین مرد ہیں اور تین عورتیں۔ اگر تم نِسْوَةٌ کو مرفوع کہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ تمہارے پاس چھ مرد تھے اور عورتیں تھیں۔ اسی طرح ہر عدد جس سے دو جمع کے سینے شامل ہوں جو چھ سے زائد ہوں تو اس میں تمہارے لئے کہنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب عدد ایسا ہو جس میں سے جمع کے دو سینے الگ الگ کرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر صرف رفع دیں گے۔ ایسی حالت میں تم کہو گے کہ عِنْدِي خَمْسَةٌ رِجَالٍ وَنِسْوَةٌ: ایسی حالت میں نِسْوَةٌ کو جر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

سے سلا ہوا ہوتا ہے۔

المَسْجِدُ: (جیم مکسور و مفتوح) مسجد، مسلمانوں کی عبادت گاہ۔ الفراء کا قول ہے کہ جو اسم فَعْلُ یَفْعُلُ کے وزن پر ہو مثلاً: دَخَلَ یَدْخُلُ تو اس کا اسم ظرف مَفْعَلُ کے وزن پر مفتوح العین ہوتا ہے خواہ یہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ مثلاً: دَخَلَ یَدْخُلُ کا اسم ظرف المَدْخَلُ ہوگا اور کہیں گے کہ ہَذَا مَدْخَلُهُ: یہ اس کا مدخل ہے۔ لیکن کچھ اسمائے ظرف ایسے ہیں جن کے لئے مکسور العین ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے وہ اسماء یہ ہیں:

المَسْجِدُ - المَطْلَعُ - المَغْرِبُ -  
المَشْرِقُ - المَسْقِطُ - المَفْرِقُ -  
المَجْزِرُ - المَسْكِنُ - المَرْفِقُ - جو  
رَفِقَ یَرْفِقُ سے مشتق ہے۔ المَنْبِثُ  
جو نَبَتْ یَنْبِثُ سے مشتق ہے۔  
المَنْسِکُ جو نَسَكَ یَنْسُکُ سے  
مشتق ہے۔ علماء نے کسر کو اسم کی علامت  
قرار دیا ہے۔ ممکن ہے بعض عربوں نے ان  
کلمات کو بطور اسم مفتوح کہا ہو۔ مَسْكِنٌ  
اور مَسْكَنٌ دونوں تلفظ روایت کئے گئے  
ہیں۔ اور ہم نے المَسْجِدُ اور  
المَسْجِدُ نیز المَطْلَعُ اور المَطْلَعُ  
دونوں تلفظ سنے ہیں۔ ان تمام کلمات میں  
عین کلمہ کو مفتوح پڑھنا بھی جائز ہے،

اَمْرًا سَتِيْرَةً: پاکباز عورت۔

الإِسْتَارُ: (الف مکسور) عدد میں چوکا اور  
وزن میں ساڑھے چار مثقال۔

س ت ق - دِرْهَمٌ سَتُوْقٌ: (سین  
مفتوح اور مضموم) کھوٹا، جعلی درہم۔ اسی  
طرح کے سارے اسم مفتوح الاول ہوتے  
ہیں۔ البتہ چار اسم ایسے ہیں جو شاید سمجھے  
جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) سُبُوْحٌ.

(۲) قُدُوْسٌ.

(۳) دُرُوْحٌ اور؛

(۴) سَتُوْقٌ.

یہ چار اسم مفتوح الاول بھی ہیں اور مضموم  
الاول بھی۔

س ج د - سَجْدٌ: اس نے سجدہ کیا یا وہ  
جھکا۔ اسی سے سجود الصلوٰۃ: نماز  
کے سجدے ماخوذ ہیں۔ نماز کے سجدے کی  
کیفیت یہ ہے کہ پیشانی زمین پر رکھی  
جائے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اس کا  
اسم السَّجْدَةُ (سین مکسور) ہے۔ البتہ  
سورة السَّجْدَةِ میں سین مفتوح ہے۔  
السَّجَادَةُ: سجادہ، جائے نماز، چھوٹی سی  
چادر، قالین۔

میرا کہنا ہے کہ الخُمْْرَةُ ایک چھوٹا سا  
جائے نماز ہوتا ہے جو کھجور کی شاخوں سے  
چٹائی کی شکل میں بنا ہوتا ہے اور دھاگوں

جَعْفَرُو: ایسا معتدل موسم والا دن جس دن نہ گرمی ہو اور نہ سردی۔ حدیث شریف میں ہے: الْجَنَّةُ سَجْسَجٌ: جنت معتدل مقام ہے وہاں نہ گرمی ہے نہ سردی۔

س ج ع - السَّجْعُ: مقشی کلام۔ اس کی جمع السَّجَاعُ اور اَسَاجِيعُ ہے۔ قَدْ سَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے مقشی کلام کہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

سَجَعَ کہنا بھی درست ہے اس کا مصدر تَسَجَّعًا ہے۔

كَلَامٌ مُسَجَّعٌ: مقشی گفتگو۔

سَجَّعَتِ الْحَمَامَةُ: کبوتری چچھائی۔ سَجَّعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے اپنی طرف اور مستی بھری اور لمبی آواز نکالی۔

س ج ل - السَّجْلُ: پانی بھرا ڈول۔ یہ مذکر ہے۔ اس میں پانی کم ہو یا زیادہ۔ البتہ خالی ڈول کو سَجْلٌ نہیں کہا جاتا نہ ہی اسے ذُنُوبٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع سِجَالٌ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری، الفارابی اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ السَّجْلُ پانی سے پُر ڈول کو کہتے ہیں)۔

السَّجْلُ: دستاویز کو بھی کہتے ہیں۔ سَجَّلَ الْحَاكِمُ تَسْجِيلًا: حاکم نے ایک دستاویز رجسٹرڈ کی۔ قول خداوندی ہے: حِجَارَةٌ مِنْ سِجِّيلٍ: علماء نے کہا

اگرچہ ہم نے لوگوں کو ایسا کہتے نہیں سنا ہے۔ اور جو اسم ظرف فَعْلٌ يَفْعَلُ سے مشتق کے وزن پر ہو مثلاً: جَلَسَ يَجْلِسُ تو ان کا اسم ظرف کمسور العین ہوگا اور مصدر مفتوح العین ہوگا، تاکہ ان میں فرق واضح ہو۔ تم کہہ سکتے ہو نَزَلَ فَنَزَلَ: (زای مفتوح) یعنی نَزُولًا اور هَذَا مَنْزِلُهُ: یہ اس کی منزل ہے یعنی یہ اس کا گھر ہے۔ یہ باب اس فرق کو واضح کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ ان سے مصدر اور اسم دونوں مفتوح العین ہوتے ہیں، سوائے ان کے جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

المَسْجِدُ: (جیم مفتوح) انسان کی پیشانی جہاں اس پر سجدے کا نشان لگتا ہے۔ انسانی جسم کے سات اعضاء ایسے ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔

س ج ر - سَجَرُ التَّنُّورِ: اس نے تنور گرم کیا۔

سَجَرُ النَّهْرِ: اس نے نہر بھری۔ اسی لفظ سے البحر المسجور مشتق ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

السَّجُورُ: جس سے تنور گرم کیا جاتا ہے۔ السَّاجِرُ: وہ لکڑی جو کتے کی گردن میں لٹکائی جاتی ہے۔ ایسے کتے کو كَلْبٌ مُسَوِّجٌ کہا جاتا ہے۔

س ج س ج - يَوْمٌ سَجْسَجٌ: بروزن



ریکارڈ ان تجار کے دیوان ہوں گے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ یہ لفظ السَّجْنُ سے فِعِيلُ کے وزن میں اسم مبالغہ ہے۔

س ج ا - السَّجِيَّةُ: خُلُقٌ اور طَبِيعَةٌ و مَزَاجٌ۔

قَدْ سَجَا الشَّيْءُ: (از باب سَمَا) چیز ٹھہر گئی اور نک گئی۔ قول خداوندی ہے:

وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَلِي: قسم ہے رات کی جب وہ سکون پذیر ہوگئی۔ اسی سے لفظ الْبَحْرُ السَّاجِيُّ بنا ہے۔ یعنی پُر سکون سمندر۔

طَرَفٌ سَاجٍ: ٹھہری ہوئی نظر۔

سَجِي الْمَيِّتِ: اس نے میت پر کپڑا تان دیا۔

س ح ب - السَّحَابَةُ: بادل، اس کی جمع سَحَابٌ اور سُحُبٌ (سین اور حاء مضموم) اور سَحَابٌ ہے۔

س ح ت - السُّحُتُ: (حاء ساکن اور مضموم) حرام۔

أَسْحَتْ فِي تِجَارَتِهِ: اس نے اپنی تجارت یا اپنے کاروبار میں حرام کمایا۔ سَحْتُهُ: تو نے اس سے حرام کمایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

أَسْحَتْهُ كَمَا مَعْنَى يَهْمِي بِهِ كَمَا تَوْنَهُ اسے جُز سے اکھاڑ دیا۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: فَيَسْحَتُكُمْ بَعْدَ اب: (یاء مضموم)

ہے کہ سَجِيْلٌ سے مراد مٹی کے ایسے ڈھیلے ہیں جنہیں دوزخ کی آگ میں پکایا گیا ہے۔ اور قول خداوندی کے مطابق ان ڈھیلوں پر اس قوم کے نام تحریر ہیں۔ آیت یہ ہے: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ: تاکہ ہم ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر بھیجیں یا ماریں۔

السَّجَنَجَلُ: آئینہ۔ یہ رومی زبان سے معرب لکھ ہے۔

س ج م - سَجَمَ الدَّمْعُ: آنسو بہا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر سَجَمًا (سین کمور)۔ اَنْسَجَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔ سَجَمَتِ الْعَيْنُ دَمْعَهَا: آنکھ نے اپنا آنسو بہایا۔

عَيْنٌ سَجُومٌ: چشم اٹکلبار۔ آنسو بہاتی آنکھ۔

س ج ن - السَّجْنُ: قید خانہ۔ قَدْ سَجَنَهُ: اس نے اسے قید کر لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زبان سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھی زیادہ سے زیادہ قید کی مستحق نہیں۔ یہ قول الفارابی نے نقل کیا ہے)۔

سَجِيْنٌ: ایک مقام ہے جہاں فاجروں کا اعمال نامہ یعنی ریکارڈ رکھا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ

بغیر اضافت اور الف لام داخل ہونے کے  
معرفہ ہونے کا غلبہ ہے۔ اور اگر تم اسے  
بطور اسم نکرہ استعمال کرو تو اس حالت میں  
یہ منصرف ہوگا اور اس کی تصریف ہوگی۔  
قول خداوندی ہے: **إِلَّا آل لُّوْطٍ  
نَّجَّيْنَاهُمْ بِسِحْرِ:** (یہاں سحر  
کی تصریف کی گئی ہے)۔ **السُّحْرَةُ:**  
(سین مضموم) علی الصبح۔ ہم کہتے ہیں:  
**آتَيْتُهُ بِسِحْرِ وَبِسُّحْرَةٍ:** میں علی الصبح  
اس کے پاس گیا۔

**السُّحْرَانَا:** ہم سحری کے وقت چل پڑے۔  
اور **السُّحْرَانَا:** ہمیں سحر ہوگئی۔ **السُّحْرَ**  
**الدَّيْكَ:** مرغ نے صبح کی اذان دی۔  
**السُّحْرُ:** (سین مفتوح) سحری کا کھانا۔  
**السُّحْرُ:** جادو، پکڑ۔ ہر وہ چیز جس کی  
گرفت لطیف ہو اور باریک ہو۔ یعنی جو  
چیز اپنی طرف پکڑ کرے اور متاثر کرے وہ  
سحر ہے۔

**قَدْ سَحَرَهُ:** اس نے اس پر جادو کیا۔ اس  
کا مضارع **يَسْحَرُهُ:** (حاء مفتوح) ہے  
اور مصدر **سَحَرًا** ہے (سین مکسور)۔  
**السَّاحِرُ:** جادوگر، عالم۔

**سَحْرَةٌ:** کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے  
دھوکہ دیا اور اسی طرح اس کا معنی یہ بھی ہے  
کہ اس نے اسے بیمار کر دیا۔ **سَحْرَةٌ**  
**سُّحَيْرًا** کا بھی یہی معنی ہے۔ قول

تو خدا تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر فنا کر دے  
گا۔

**س ح ج - سَحَجٌ جَلْدَةٌ:** اس نے اس  
کی کھال چھیل دی تو بچھل گئی۔ اس کا باب  
**قَطَعَ** ہے۔ **بَوَّجِهَهُ سَحَجٌ** بروزن  
**فَلَسٌ:** اس کے چہرے پر چھال یا چھلکا  
ہے۔

**س ح ح - سَحَّ الْمَاءُ:** اس نے پانی  
بہایا یا ڈالا۔ **سَحَّ الْمَاءُ** بنفسہ: پانی  
خود بخود لبریز ہو گیا۔ اسی طرح **سَحَّ**  
**المَطَرُ وَالدَّمْعُ:** بارش برسی اور آنسو  
چھلک پڑے۔ ان دونوں کا باب رذ ہے۔

**س ح ر - السُّحْرُ:** (سین مضموم)  
پھینچنا۔ اس کی جمع اسحار ہے جس طرح  
**بُرْدٌ** کی جمع **أَبْرَاد** ہے۔ اسی طرح  
**السُّحْرُ** (سین مفتوح) صبح۔ اس کی جمع  
**سُحُورٌ** ہے۔ اس کی مثال **فَلَسٌ** کی جمع  
**فَلُوسٌ** ہے۔ **حاء** کو حلقی حرف ہونے کی وجہ  
سے حرکت بھی دی جاتی ہے، چنانچہ **سَحْرٌ**  
بھی بولا جاتا ہے اور **سَحْرٌ** بھی۔ جس  
طرح **نَهْرٌ** اور **نَهْرٌ** کہا جاتا ہے۔

**السُّحْرُ:** صبح سے تھوڑی دیر پہلے کا  
وقت۔ تم کہتے ہو: **لَقَيْتُهُ سَحْرًا:** میں  
اسے گزشتہ رات کی سحری کے وقت ملا۔ تم  
اس کی تصریف نہیں کرو گے، کیونکہ یہ الف  
لام سے معدول ہے اور معرفہ ہے۔ اس پر

(سفر نے اسے بہت دور کر دیا) سے اس کا مصدر مراد لیں تو پھر یہ منصرف ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

السَّمْحَاقُ: کھوپڑی پر جمی ہوئی باریک سگری یا خشکی۔ اس زخم کو بھی یہ نام دیا گیا ہے جس پر یہ سگری کھرند کی طرح بیٹھ جائے۔

س ح ل - السَّخْلُ: یعنی سوتی کپڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تین کپڑوں میں کنن دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یمن میں سحول نام کی ایک جگہ ہے اور کپڑے کا نام اس جگہ کی نسبت سے ہے۔

السُّحَالَةُ: (سین مضموم) سونے اور چاندی وغیرہ میں سے برادے کی شکل میں جو چیز جھرتی ہے۔

السَّاحِلُ: سمندر کا کنارہ۔ ابن ذرید کا قول ہے کہ یہ نام منقلب ہے، یعنی اپنے معانی کے برعکس ہے۔ کیونکہ سمندر کے پانی نے کنارے کو چھایا ہے یا کھال اتاری ہے۔

س ح م - السُّحْمَةُ: سیاہی، کالک۔  
الْأَسْحَمُ: سیاہ، کالا۔

س ح ن - السَّحْنَةُ: (سین اور حاء دونوں مفتوح) بیت۔ اس لفظ میں حاء کو ساکن بھی کیا جاتا ہے۔

س ح ا - الْمِسْحَاةُ: بیچنے کی طرح کا

خداوندی ہے: اِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسْحَرِينَ: تم تو صرف ایک سحر زدہ انسان ہو۔ کہا گیا ہے کہ الْمُسْحَرُ: سحر والی یعنی پھینچ پڑے والی مخلوق کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بیمار کو کہتے ہیں۔

س ح ق - سَحَقَ الشَّيْءُ فَانْسَحَقَ: اس نے چیز کو پیس دیا تو وہ پس گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

السَّحَقُ: پرانے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔ السُّحُقُ: (سین مضموم) دوری کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سَحَقًا لَهُ: وہ دور دفع ہو۔ السُّحُقُ: (سین اور حاء دونوں مضموم) کا بھی یہی مطلب ہے۔ قَدْ سَحَقَ الشَّيْءُ: (حاء مضموم) چیز پس گئی یا دور ہوگئی۔ سَحَقٌ، بَعْدَ كَيْ دَرْنٍ پَر ہے۔ اس کا اسم فاعل سَحِيقٌ یعنی بعید ہے۔

أَسْحَقَهُ اللَّهُ: اللہ سے دور دفع کرے۔  
أَسْحَقَ الثُّوبُ: کپڑا پرانا ہو گیا یا پھٹ گیا۔

إِسْحَاقُ: آدمی کا نام۔ اگر اس سے تمہاری مراد عجمی نام ہو تو معرف کی صورت میں غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ اپنی جہت سے بدل کر عربی کلام میں داخل ہوا اور صرفی عمل کے طریق کار میں غیر معروف ہے۔ اگر تم اپنے قول أَسْحَقَهُ السَّفَرُ اسْحَاقًا:

التَسْخِيرُ: دوسروں کو ذلیل کرنا، اپنے  
سامنے جھکانا۔ اپنا غلام اور فرمانبردار بنانا۔  
رَجُلٌ سُخْرَةٌ بَرِّوْزَنٍ سُفْرَةٌ: جس کا  
تمسخر اڑایا جائے۔ سُخْرَةٌ: هُمْزَةٌ کی  
طرح۔ وہ جو لوگوں کا تمسخر اڑائیں۔

س خ ط- السَّخَطُ: (سین اور خاء  
مفتوح) ناراضگی۔

السَّخَطُ بِرِوْزَنِ الْقَفْلِ: الرِّضَاكِي  
ضد۔ ناراضگی۔

قَدْ سَخِطَ: وہ ناراض یا غضبناک ہوا۔  
اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل  
سَاخِطٌ ہے۔ أَسَخِطُهُ: اس نے اسے  
ناراض کر دیا۔ تَسَخِطُ عَطَاءً: اس  
نے اس کی بخشش کو ناپسند کیا یا کم جانا۔

س خ ف- السُّخْفُ: بِرِوْزَنِ الْقَفْلِ:  
لم عقلی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا  
اسم فاعل سَخِيفٌ ہے۔

س خ ل- السُّخْلَةُ: بھیڑ بکری کے بچے  
کو کہتے ہیں جسے ابھی ابھی ماں نے جنا ہو  
چاہے زہو یا مادہ۔ اس کی جمع سُخْلٌ ہے۔  
جو فُلْسُ کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع  
سُخَالٌ ہے۔ اس میں سین مکسور ہے۔

س خ م- السُّخْمَةُ: سیاہی، کالک۔  
الْأَسْحَمُ: کالا یا سیاہ۔

السُّخَامُ: ہانڈی کی کالک۔ سَخِمَ  
اللَّهُ وَجْهَهُ تَسْخِيمًا: اللہ اس کا منہ کالا

اوزار، پھاوڑا۔ البتہ پہلے لوہے کا ہوتا ہے اور  
پھاوڑا لکڑی کا۔

س خ ت- السُّخْتُ: (خاء ساکن)  
سخت، یہ لفظ عربی میں عام مستعمل ہے۔

عربوں نے شاید بعض ایسے عجمی الفاظ  
اختیار کر لئے جو دونوں زبانوں میں  
مشترک تھے۔ اس کی دوسری مثالیں یہ  
ہیں: الْمِلْحُ كَالْمِسْحِ: اس کی دوسری مثالیں یہ  
ثاٹ کو بلاس اور صحرا کیلئے دشت کا لفظ۔

س خ ر- سَخِرَ مِنْهُ: اس نے اس کا  
مذاق اڑایا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور  
مصدر سُخِرًا (سین اور خاء دونوں  
مضموم) اور مَسْخَرًا بِرِوْزَنِ مَذْهَبٍ:  
ابوزید نے بتایا کہ سَخِرَ بِهِ زیادہ

ردی تعبیر ہے۔ انفس کا قول ہے کہ: سَخِرَ  
مِنْهُ وَبِهِ، ضَحِكَ مِنْهُ وَبِهِ.  
اور هَزِيءٌ مِنْهُ وَبِهِ، تمام الفاظ یعنی

دونوں صلوں سے بولے جاتے ہیں۔ اس  
کا اسم السُّخْرِيَّةُ ہے جو العُشْرِيَّةُ کے  
وزن پر ہے۔ السُّخْرِيُّ: (سین مضموم  
اور کمور) تمسخر۔ قول خداوندی ہے۔  
لِيَسْتَحْدَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا:

ان کے بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کا  
مذاق اور تمسخر اڑائیں گے۔ سَخِرَهُ  
تَسْخِيرًا: اس نے اس سے بغیر معاوضہ  
کے کام کرایا۔ یہی معنی تَسَخَّرَهُ کا ہے۔

کرے۔

س خ ن - السُّخْنُ: گرم۔

سَخْنُ يَسَخْنُ: (خاء مضموم) سُخُونَةٌ اور سَخْنُ بھی۔ اسے گرم کیا۔ وہ گرم ہوا۔ اس کا باب سَهْلٌ ہے۔

تَسَخِينُ الْمَاءِ: پانی گرم کرنا۔ اور اِسْخَانُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَاءٌ مُسَخَّنٌ وَسَخِينٌ: گرم پانی، دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ تائید میں ابن الاعرابی نے یہ شعر پڑھا:

مُسْعَشَعَةٌ كَأَنَّ الْخَصَّ فِيهَا

اِذَا مَا الْمَاءِ خَالَطَهَا سَخِينًا

”جب شراب میں گرم پانی ملا ہو تو پانی ملی

شراب ایسی ہے گویا اس میں زعفران ڈالا

گیا ہے یا زعفران پڑا ہے۔“

ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے سَخِينًا کا معنی جَدْنَا بامو الناعی یعنی ہم نے اپنے احوال سخاوت میں خیرات کر دیئے، کہا اس کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ مصنف کتاب رحمہ اللہ نے س خ م کے مادہ کے ذیل میں اس کے الٹ معانی لکھے ہیں)۔

مَاءٌ سُخَاخِينٌ بَرْدٌ زَنْ فُعَاعِيلٌ: (مضموم الفاء)، عربی کلام میں اس کے سوا اور کوئی وزن نہیں ہے۔

يَوْمٌ سُخْنٌ وَسَاخِنٌ وَسُخْنَانٌ: گرم دن۔

لَيْلَةٌ سُخْنَةٌ وَسُخْنَانَةٌ: گرم رات۔ سُخْنَةُ الْعَيْنِ - قُرْتُهَا کی ضد۔ آنکھ کا گرمی یا حرارت سے جلنا۔ قَدْ سَخِنَتْ عَيْنُهُ تَسَخْنُ: اس کی آنکھ گرمی کے باعث تکلیف میں مبتلا ہوئی۔ اس کی مثال طَرِبَ يَطْرَبُ ہے۔ سُخْنَةٌ: آنکھ کا گرمی سے جلنا۔ سَخِينُ الْعَيْنِ: آنکھ کی جلن۔ اَسَخَنَ اللَّهُ عَيْنَهُ: اللہ تعالیٰ اسے رُلا دے۔

التَّسَاخِينُ: پاؤں میں پہننے والے موزے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرَهُمْ اَنْ يَمْسُحُوا عَلٰى الْمَشَاوِذَةِ وَالتَّسَاخِينِ: نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کریں۔ التَّعَاشِيْبُ کی طرح التَّسَاخِينِ کا بھی واحد کا صیغہ نہیں ہے۔

میرا کہنا ہے کہ التعاشيب کا معنی بکھری ہوئی گھاس ہے۔

س خ ا - السُّخَاءُ: سخاوت۔

قَدْ سَخَا يَسْخُو سَخْوًا وَسَخِيًّا، (خاء مکسور)، سَخَاءٌ: اس نے سخاوت کی۔

عمر و بن کثوم کا شعر ہے:

مُسْعَشَعَةٌ كَأَنَّ الْخَصَّ فِيهَا

سَدُّ قَوْلُهُ يَسِدُّ: اس کی بات درست ہوگی۔ اس میں سین کمور ہے اور اس کا مصدر سَدَّ اَدَا ہے۔ یہاں سین مفتوح ہے۔

اَمْرٌ سَدِيدٌ: درست کام۔

اَسَدٌ: میانہ رو۔

اَسْتَدَّ الشَّيْبِيُّ: چیز سیدھی ہوگی۔ شاعر کا قول ہے:

اَعْلَمُهُ الرِّمَامَةَ كُلَّ يَوْمٍ

فَلَمَّا اسْتَعَدَّ سَاعِدَهُ رَمَانِي

”میں اسے ہر روز تیر اندازی سکھاتا رہا۔

جب اس کا بازو سیدھا ہو گیا تو اس نے

مجھے ہی نشانہ بنایا۔“

اس کا فارسی ترجمہ یہ ہے:

دکس نیا موخت علم تیر از من

کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کر د

اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ اشْتَدَّ

(شین کے ساتھ) کہنا درست نہیں ہے۔

السَّدُّ: (سین اور دال مفتوح)

استقامت اور درست۔ یہ لفظ السَّدَّادُ کا

ہم معنی ہے۔

سَدَّادُ القَارُورَةِ وَالثَّغْرِ: خوف اور

خطرے کی جگہ (سین کمور)۔ ایک شعر کا

مصرعہ ہے:

لِيَوْمٍ كَرِيهَةٍ وَسَدَادِ ثَغْرِ

”جنگ اور خوف کے دن۔“

اذا ماء الماء خالطها سخينا  
”گرم پانی ملی شراب ایسی ہے گویا اس  
میں زعفران پڑا ہو۔ جب اس میں پانی  
ملایا ہو تو ہم نے سخاوت کی۔“

یہاں سَخِينًا بطور فعل استعمال ہوا ہے۔

یعنی ہم نے اپنے مال و دولت سے سخاوت

کی۔ جس نے اس شعر میں سَخِينًا کو

السَّخُونَةَ سے مشتق کہا ہے اور اسے حال

قراردے کر منصوب مانا ہے تو اس کی کوئی

اصل اور اہمیت نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے

مادہ س خ ن میں اس کے برعکس بات

کہی ہے۔

سَخُوَ الرَّجُلُ: آدمی سخی ہو گیا۔ اس کا

باب ظَرْفٌ ہے اور فُلَانٌ يَتَسَخَى

علیٰ اَصْحَابِهِ: یعنی فلاں آدمی اپنے

ساتھیوں سے رحمت جتاتا ہے۔

س د د- التَّسْدِيدُ: التَّوْفِيقُ لِلسَّدَادِ:

(سین مفتوح) راہ راست پر چلنے کی

توفیق۔ اس کا معنی قول و عمل سے درست

اور میانہ روی کے کام کرنا ہے۔

المُسْدِدُ: وہ شخص جو درست اور میانہ

روی کے کام کرتا ہے۔ نیز سیدھا چلنے والا۔

راست باز۔

سَدُّ رُمَحَةٍ: اس نے اپنا نیزہ سیدھا کیا۔

اس کی ضد عَرَضَةٌ ہے۔

سِدْرَات: (دال مفتوح اور کسور) اور  
سِدْرٌ (دال مفتوح) ہے۔

السِّدْرُ: نہر اور گل بھی۔

السَّادِر: متحیر اور حیران و ششدر

انسان۔ اور اس سے مراد ایسا شخص بھی ہے

جسے اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا

ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

أَكْبَلُكُمْ بِالسِّيفِ كَيْلِ السُّنْدَرَةِ:

میں تمہیں وسیع پیمانے پر قتل کروں گا۔ کہا

گیا ہے کہ السُّنْدَرَةُ: بہت بڑا پیمانہ ہے

یا قول ہے۔

س ۳۳-س ۳۴: سُدُسٌ: چھٹا حصہ، سُدُسٌ

الشَّيْءِ: کسی چیز کا چھٹا حصہ۔ اس میں

دال ساکن بھی ہے اور مضموم بھی۔ بعض

لوگ سُدُس کی جگہ سِدْيَس کہتے ہیں

جس طرح العُشْرُ کو عَشِيرُ کہتے ہیں۔

أَسْدَسَ الْقَوْمِ: قوم چھ چھ ہو کر بٹ گئی۔

سَدَسَ الْقَوْمِ: اس نے قوم کے مال کا

چھٹا حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَدَسَهُمْ کا باب ضَرَبَ ہے اور معنی وہ

اس کا چھٹا آدمی بنا۔

السُّنْدُسُ: سندس نام کا ریشمی کپڑا۔

باریک اور لمبے۔

س ۳۴-س ۳۵: سَدَلٌ قُبُوبَةٌ: اس نے اپنا کپڑا

لٹکایا ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ

ہے۔ شَعْرٌ مُنْسَدَلٌ: لٹکے ہوئے یا لٹکے

اس کا معنی سرحد کا سواروں اور پیدل لوگوں

کے ذریعے روکنا اور بسر کرنا ہے۔ لوگوں کا

یہ کہنا کہ: فِيهِ سِدَادٌ مِنْ عَوِزٍ وَسِدَادٌ

مِنْ عَيْشٍ: یعنی خلاء کو پر کیا جائے تو ان

معنوں میں سین کسور بھی اور مفتوح بھی

ہوگا۔ لیکن کسور زیادہ فصیح ہے۔

سَدُّ الثُّلَمَةِ وَنَحْوَهَا: اس نے رخنے

وغیرہ کو بند کیا تو اس کا باب رَدٌّ ہے اور معنی

یہ ہے کہ اس نے رخنے کی مرمت کی اور

اسے پکا کیا۔

السُّدُّ: (سین مضموم اور مفتوح) پہاڑ،

روک، بند، ڈیم۔

میرا کہنا ہے کہ الذیوان میں ہے اور بعض

لوگوں کا قول ہے کہ السُّدُّ (سین مضموم)

تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور سین مفتوح

السُّدَّ انسانی کام ہوگا۔

اسْتَدَّتْ عُيُونُ الْعُجْرَزِ وَانْسَدَّتْ:

دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی منکوں یا

گلیوں کے سوراخ سیدھے ہو گئے۔

السُّدَّةُ: (سین مضموم) گھر کا دروازہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ: الشُّعْفُ

الرُّؤُوسِ الدِّينِ لَا تُفْتَحُ لَهُمْ

السُّدُذُ: پرانگندہ بالوں والے وہ سرہوں

گے کہ جن کی بالوں کی گرہیں نہ کھلی ہوں۔

س ۳۵-س ۳۶: السِّدْرُ: بیری کا درخت۔ اس کا

واحد سِدْرَةٌ ہے اور اس کی جمع سِدْرَات

وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ: یعنی ظاہر و نمایاں۔  
اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّرْبُ: (سین مکسور) نفس۔ کہا جاتا ہے کہ فلان آمِنٌ فِي سِرْبِهِ: فلاں شخص اپنے نفس میں یعنی اپنے اندر سے مطمئن ہے۔ اس کا معنی بھٹ، تیتروں، ہرنوں، نیل گائے، گھوڑوں اور گدھوں اور عورتوں کی ایک ٹکڑی یا چھوٹا گروہ بھی ہے۔

السَّرْبُ: (سین اور راء مفتوح) زمین کے اندر گھریا یا زمین دوز مکان یا سُرنگ۔  
انْسَرَبَ الحَيَوَانُ وَتَسَرَّبَ: حیوان زمین دوز بل میں گھس گیا۔

(میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ قول خداوندی: فَاخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا میں ہے)۔

السَّرَابُ: سراب، چلچلاتی دھوپ میں پانی نظر آنے والی ریگستانی ریت۔

س ر ب ل - السَّرْبَالُ: قمیض<sup>۱</sup>۔  
سَرَبَلَهُ فَتَسَرَّبَلُ: اس نے اسے قمیض پہنائی تو اس نے پہن لی۔

س ر ج - السَّرَجُ: زمین کجاوہ۔  
قَدْ أَسْرَجْتُ الدَّابَّةَ: میں نے سواری پر زین ڈال لی یا کجاوہ کس لیا۔  
السَّرَاجُ: چراغ، دیا۔

۱ صاحب کتاب نے سروال یعنی شلوار کو نہ جانے کیسے معنی کس طرح لکھ دیے ہیں۔ (مزجم)

چھوڑے ہوئے بال۔

س د م - السَّدْمُ: (سین اور دال دونوں مفتوح) ندامت، حزن و غم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔  
رَجُلٌ سَادِمٌ: نادم و پشیمان آدمی۔  
سَدْمَانٌ اور نَدْمَانٌ دونوں کا یہی معنی ہے۔ اور دونوں سَدَمٌ کا اتباع ہیں۔

س د ن - السَّادِنُ: کعبہ کا خادم اور بُت کدے کا خادم یا پرہت۔ اس کی جمع السَّدَنَةُ ہے۔

قَدْ سَدَنَ: وہ خادم بنا۔ اس کا باب نَصَرَ اور كَتَبَ ہے۔

س د ی - السَّدَى: (سین مفتوح) تانا۔  
اللُّحْمَةُ: بانا کی ضد۔ السَّدَاةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو: اسْدَى الثَّوْبُ: اس نے کپڑے کا تانا تانا۔

السَّدَى: (سین مضموم) بیکار، مہمل، مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: إِبِلٌ سُدَى: بیکار اونٹ، تانکارہ اونٹ۔ بعض لوگ اسے سَدَى (سین مفتوح) کہتے ہیں۔

أَسَدَاهَا: اس نے اسے نظر انداز کیا یا تانکارہ سمجھا۔

السادى: چھٹا۔ اس میں السادس کے سین کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

س ر ب - السَّارِبُ: زمین میں سیدھے منہ چلنے والا۔ قول خداوندی ہے:



معنی بڑے لمبے درخت بھی ہے۔ اس کا واحد الشرحۃ ہے۔

السَّرْحَانُ: بھیڑیا۔ اس کی جمع سَرَا حین ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ سِرْحَانَةٌ ہے۔

س ر د - دَرْعٌ مَسْرُودَةٌ وَمُسْرُودَةٌ:

(راء مشدّد) کڑیوں میں بُنی ہوئی زرہ۔ کہا گیا ہے کہ السَّرْدُ کا معنی سوراخ یا بیل ہے۔ اور المَسْرُودَةُ کا معنی جس میں سوراخ کیا گیا ہو۔

فُلَانٌ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ: فلاں شخص کو حدیث میں مہارت حاصل ہے۔

سَرَدَ الصَّوْمَ: فلاں شخص نے متواتر اور مسلسل روزے رکھے۔ حُرْمَتِ وَالِ مہینوں کو لوگوں کا یہ کہنا کہ فَسَلَاةٌ سَرْدٌ: ان حرمت والے مہینوں میں سے تین مسلسل مہینے ہیں اور وہ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ وَوَاحِدَةٌ فَرْدٌ اور ایک مہینہ اکیلا ہے یعنی رجب کا مہینہ۔

سَرْدُ الدَّرْعِ وَالْحَدِيثِ وَالصَّوْمِ ① یعنی زرہ۔ حدیث اور صوم کے بارے میں سرد کا لفظ باب نصر سے ہے۔

س ر د ق - السَّرَادِقُ: اس کی جمع السَّرَادِقَاتُ: گھر کے گھن کے اوپر تاجا ہوا

المَسْرُوجَةُ: بروزن المَتْرَبَةُ: چراغ جس میں تیلی ڈلی ہوئی ہو اور تیل ہو۔

س ر ج ن - السِّرَجِيْنُ: (سین) کمور) یہ لفظ معرب ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں فَغْلِيْلٌ (فاء مفتوح) کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اسے سَرَقِيْنٌ بھی کہا گیا ہے۔ بمعنی گوبر یا لید۔

س ر ح - السَّرْحُ: بروزن السَّرْحُ: چرانے والے مویشی۔ سَرَخَ المَاشِيَةَ:

مال مویشی چرانے چلے گئے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ سَرَخَتْ بِنَفْسِهَا: مال

مویشی خود چرانے چلے گئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَرَخَتْ

بِالغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعِشِيِّ: مال مویشی صبح کو چرانے چلے گئے۔ اس کا باب

خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَرَخَتْ بِالغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعِشِيِّ: مال

مویشی صبح کو چرانے چلے گئے اور رات کو واپس لوٹے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَسَأَةُ

سَارِحَةٍ وَلَا زَانِحَةٍ: اس کے آگے پیچھے یا والی وارث کوئی نہیں ہے۔

تَسْرِيْحُ المَرْوَةِ: بیوی/عورت کو طلاق دے کر فارغ کر دینا۔ اس کا اسم السَّرَاخُ

ہے (سین مفتوح) ہے۔ تَسْرِيْحُ الشَّعْرِ: بالوں میں کنگھی کرنے سے پہلے انہیں کھلا چھوڑ دینا۔ السَّرْحُ: کا

① زرہ۔ حدیث اور صوم کے سَرْدُ کے لفظ کا باب نصر ہے۔

سوار مجنون اور سُرر کے درمیان تھے۔“  
اس شعر میں السُرر سے مراد وہ جگہ ہے  
جہاں انبیاء علیہ السلام کی ناف کا ٹی گئی۔ یہ  
جگہ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔  
اور بعض احادیث میں یہ جگہ منیٰ سے  
مأ زمین کے مقام پر واقع ہے۔ وہاں ایک  
باغ تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول  
ہے کہ اس جگہ ستر انبیاء علیہم السلام کی ناف  
کا ٹی گئی ہیں۔

السُرِّيَّةُ: گھر کی لونڈی۔ وہ لونڈی جسے تم  
رہنے کو گھر بنا کے دو اور اسے راز دار بناؤ۔  
یعنی گھر کی راز دار لونڈی۔ لوگ بالعموم اپنی  
لونڈی سے بہت باتیں پوشیدہ اور چھپائے  
رکھتے ہیں۔ لفظ السُرِّيَّةُ کی سین کو اس  
لئے مضموم کیا گیا ہے کہ منیٰ اسماء میں صفت  
نسبتی بننے کی صورت میں تبدیلی واقع ہوتی  
ہے۔ مثلاً: ذَهْرٌ سے ذَهْرِيٌّ اور الارض  
السَّهْلَةُ (یعنی نرم زمین) سے سَهْلِيٌّ  
(مضموم الاوّل) اس کی جمع السُرَارِيُّ  
ہے۔ انخس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ  
سُرور سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس لونڈی  
سے انسان خوش ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
تَسْرُرٌ جَارِيَةٌ: لونڈی خوش ہوئی اور  
تَسْرِيٌّ بھی کہتے ہیں۔ جیسے: تَطْنُنْ اور  
تَطْنِيٌّ کہتے ہیں۔  
السُرورُ: حزن کی ضد ہے۔ بمعنی خوشی۔

سائبان یا روٹی اور اُون سے بنا ہوا ہر گھر  
سُرَادِقُ کہلاتا ہے۔ ایسے گھر کو بَيْتُ  
مُسْرَدَقِيٌّ کہا جاتا ہے۔  
س ر ر - المِسْرُ: سُر، راز بھید جو چھپایا  
جاتا ہے۔ اس کی جمع اسْرَارٌ ہے۔

السُرِّيَّةُ کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس کی  
جمع سُرَارٌ ہے۔ السُرُّ (سین مضموم)  
بچے کی ناف جو پیدا ہوتے وقت دائی کاٹ  
دیتی ہے۔ محاورہ ہے کہ عَرَفْتُ ذَلِكَ  
قَبْلَ أَنْ يُقَطَّعَ سُرُّكَ: مجھے تیری ناف  
کاٹے جانے سے پہلے اس بات کا علم یا پتہ  
تھا۔ اسے سُرُّک کی بجائے سُرُّتُک  
نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ سُرَّةٌ یعنی ناف کی  
جگہ تو نہیں کاٹی جاتی۔

المِسْرُ: (سین مفتوح وکسور) السُرُّک  
ایک اور لغت یا لہجہ ہے۔ چنانچہ یوں بھی کہا  
جاتا ہے کہ قَطَّعَ سِرْرُ الصَّبِيِّ  
وَسِرْرَةٌ: بچے کی ناف کا ٹی گئی۔ اس کی  
جمع اَسِرَّةٌ ہے اور السُرَّةُ کی جمع سُرُرٌ اور  
سُرَاتٌ ہے۔

سُرُّ الصَّبِيِّ: اس نے بچے کی ناف کاٹی۔  
اس کا باب رذ ہے۔ رہا ابو ذؤبیب کا یہ قول  
کہ:

بِأَيِّ مَآ وَقَفْتُ وَالرَّكَا  
بَيْنَ الْحَجَّوْنَ وَبَيْنَ السُّرورِ  
”وہ کسی نشان پر نہ ٹھہری یاڑ کی جب کہ

السَّرُّ: نقش جس کی جمع اسرارُ الكفِّ  
والجبهة یعنی تھیلی اور ماتھے پر لکیروں  
کے نشانات ہیں۔ اس کی جمع الجح اساریو  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَبْرُقُ  
اساریو وَجْهہ: اس کے چہرے کے  
نشانات چمکتے ہیں۔

السَّرَّاءُ، السَّرَّاءُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے  
جس کی جمع اسیرۃ ہے۔ اس کی مثال  
جَمَّار کی جمع اَحْمِرۃ ہے۔

سَرَّةٌ: اس نے اسے ناف میں نیزہ مارا۔  
السَّرَّاءُ: خوشی اور خوشحالی۔ یہ لفظ  
الضَّرَّاء کی ضد ہے۔

أَسْرُ الشَّيْءِ: اس نے اسے چھپایا، اس  
نے اس کا اعلان کیا۔ ان دونوں معانی کی  
تائید کے لئے قرآن کی آیت: وَأَسْرُوا  
النَّدَامَةَ: انہوں نے پشیمانی کو چھپایا۔  
أَسْرٌ إِلَيْهِ الْمَوَدَّةُ وَالْمَوَدَّةُ: اس  
نے اس کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا۔

سَارَةٌ فِي أَذْنِبِهِ: اس نے اس کے کان  
میں سرگوشی کی۔ اس کا مصدر مَسَارَةٌ اور  
سِرار (سین کسور) ہے۔

تَسَارُوا: انہوں نے آپس میں سرگوشی کی۔  
سُرِّيَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س ر د' اور  
'س ر ا'۔

س ر ط - سَرَطٌ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو  
نکل لیا۔ ضَرْبُ المثل ہے کہ: لَا تَكُنْ

سَرَّةٌ: اسے یہ بات اچھی لگی یا پسند آئی۔  
اس کا مضارع يَسْرُرُ (راء مضموم) اور  
مصدر سُرُورًا اور مَسْرُورَةٌ ہے۔ اس کی  
مثال مَبْرُورَةٌ ہے۔  
سَرُّ الرَّجُلِ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اس  
کا اسم مفعول مَسْرُورٌ ہے۔

السَّرِيْرُ بمعنى تحت، چارپائی۔ اسکی جمع  
أَسِيرَةٌ اور سُرُورٌ (سین وراء مضموم) ہے۔  
لبعض کے نزدیک یہ لفظ سُرُورٌ (راء  
مفتوح) ہے۔ کیونکہ تضعیف کے ساتھ دو  
مضموم حرف اکٹھے ہونے سے تلفظ میں ثقل  
پیدا ہوتا ہے۔ یہی تبدیلی جمع کے ایسے  
صیغوں میں ہوتی ہے جو اس کے مشابہ  
ہوں مثلاً: ذَلِيْلٌ کی جمع ذُلُلٌ۔

السَّرِيْرُ سے مراد حکومت اور نعمت و خوشحالی  
بھی ہے۔

سَرَّرَ الشَّهْرُ: (سین اور راء مفتوح)  
مہینے کی آخری رات اسی طرح سِرَارَةٌ  
(سین مفتوح اور کسور) یہ لفظ لوگوں کے  
قول اسْتَسَرَّ القَمَرُ (چاند مہینے کی آخری  
رات میں چھپا رہا) سے مشتق ہے۔ چاند  
کی یہ صورت شاید ایک رات رہتی ہے یا دو  
راتیں۔

السَّرْرُجُ العَنْبُ: (سین کسور) کی طرح۔  
کھمبی یا کھچی پر جو چھلکا یا مٹی لگی ہوتی  
ہے۔ اس کی جمع اسرارٌ ہے۔

نکل جانا۔

تَسْرَعُ إِلَى الشَّرِّ: اس نے شر کی طرف تیز قدمی کی۔

سَارَعُوا إِلَى كَذَا: وہ فلاں کام کی طرف آگے دوڑے۔ تَسَارَعُوا کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔

س ر ف - السَّرْفُ: (سین اور راء دونوں مفتوح) اسراف کرتا۔ یہ الْقَصْدُ: میانہ روی اور اعتدال کی ضد ہے۔

السَّرْفُ کا معنی ضَرَاوَةٌ بھی ہے یعنی کسی چیز کا بے حد دلدادہ ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللَّحْمَ سَرَفًا كَسَرَفِ الْخَمْرِ: گوشت خوری میں شراب خوری جیسا اسراف ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں سَرَفُ سے مراد اسراف ہے۔

الاسْرَافُ فِي النِّفْقَةِ: خرچ میں اسراف یعنی فضول خرچی۔ اِسْرَافِيْلُ، عجمی نام۔ گویا یہ لفظ اہل کی طرف مضاف ہے۔ اِسْرَافِيْنُ، اِسْرَافِيْلُ کا ایک دوسرا لقب ہے۔ جس طرح جِبْرِيْنُ، اِسْمَاعِيْلُ اور اِسْرَاعِيْلُ الفاظ ہیں۔

س ر ق - سَرَقَ بِنْتُهُ مَالًا: اس نے اس کا مال چوری کر لیا۔ اس کا مضارع يُسْرِقُ اور مصدر سَرَقًا (سین اور راء دونوں مفتوح) اس کا اسم السَّرِقِ اور السَّرِيقَةُ بمعنی چوری ہے۔ دونوں اسموں میں راء

حُلُوا فَتُسْرَطَ وَلَا مُرًا فَتُعْقَى:

”نہ اتنے بیٹھے بنو کہ لنگے جاؤ اور نہ اتنے کڑوے اور تلخ بنو کہ تھو کے جاؤ“۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ اَلْأَخْذُ سُرِّيظِي وَالْقَضَاءُ ضُرِّيظِي: قرض لینا تو بڑا خوش کن اور خوش گوار ہوتا ہے لیکن واپس ادا کرنا بڑا تکلیف دہ۔ یعنی قرض لینے والا قرض تو نکل لیتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرض کی واپس ادا نہ لے سکیں تو سخت ناراض ہوتا ہے۔ یہاں قرض لینے کو سُرِّيظًا اور واپس ادا نہ لے سکیں کو ضُرِّيظًا بتایا گیا ہے۔

السَّرِيظَاتُ: فالودہ۔ السَّرَاطُ، الصِّرَاطُ کا ایک دوسرا لقب ہے۔

السَّرَطَانُ: کیکڑا یا آبی کیکڑا۔

س ر ع - السَّرْعَةُ: تیزی، یہ البُطءُ کی ضد ہے۔ تم کہتے ہو سُرْعٌ (راء مضموم)

سِرْعًا بَرَوْنِ عِنَبَ: اس نے تیزی کی، اس کا اسم فاعل سَرِيْعٌ بمعنی تیز ہے۔

عَجِبْتُ مِنْ سُرْعَتِهِ وَمِنْ سِرْعِهِ: مجھے اس کی تیزی سے تعجب ہوا۔ یا میں خوش

ہوا۔ اُسْرَعُ فِي السَّيْرِ: اس نے چلنے میں جلدی کی۔ ایسا شخص دراصل مُتَعَدِّدٌ کہلاتا ہے یعنی آگے بڑھنے والا۔

المُسَارَعَةُ إِلَى الشَّيْءِ: کسی چیز کی طرف ایک دوسرے سے تیزی سے آگے

زیادہ حروف پر مشتمل مؤنث کا صیغہ ہے۔  
 علمائے نحو میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نکرہ  
 کی صورت میں بھی اسے غیر منصرف قرار  
 دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سِرْوَال  
 اور سِرْوَالِہ کی جمع ہے۔ بطور دلیل وہ یہ  
 مصرعہ پڑھتے ہیں: عَلِيهِ مِنَ اللَّوْمِ  
 سِرْوَالِہ: اس کے لئے سروال ہی باعث  
 ملامت ہے یا اس پر ملامت کی سروال  
 ہے۔ یہ لوگ اسکے غیر منصرف ہونے پر  
 ابن عقیل کے اس قول کو بطور دلیل وجہت  
 پیش کرتے ہیں:

فَتَسِرْوَالِہ فَمِي سِرْوَالِہ رَامِعُ  
 ”ایک فارسی نوجوان سروال پہنے نیزہ  
 بازی کرتا ہے۔“

عمل پہلے قول پر ہے لیکن دوسرا قول زیادہ  
 قوی ہے۔

سِرْوَالِہ: اس نے اسے سروال پہنادی،  
 فَتَسِرْوَالِہ: تو اس نے سروال پہن لی۔  
 حَمَامَةَ مَسِرْوَالِہ: سروال والی کبوتری  
 یعنی جس کے پنجوں پر ہڈ نکلے ہوئے ہیں  
 گویا اس نے سروال پہنی ہو۔

س ر ا - السِّرْوُ: سرو، ایک مشہور  
 درخت۔ اس کا واحد سِرْوَةٌ ہے۔ السِّرْوُ  
 کا معنی مروٹ اور خدات بھی ہے۔

قَدْ سَرَايَسِرْوُ وَسِرْي: (راء مکسور)  
 سِرْوَا اور سِرْوَا کا باب ظرف ہے یعنی وہ

مکسور ہے۔ شاید لوگوں نے سِرْوَةٌ مَالًا  
 بھی ان معنوں میں کہا ہے کہ اس نے مال  
 چرایا۔

سِرْوَةٌ تَسِرْوُفًا اس نے چوری کا الزام  
 دیا، یا چور ٹھہرایا۔ اور قرآن کی آیت کو یوں  
 بھی پڑھا گیا کہ: إِنَّ ابْنَكَ سِرْوِقٌ  
 یعنی آپ کے بیٹے پر چوری کا الزام لگایا گیا۔

اسْتَرَقَ السَّمْعُ: اس نے چپکے سے کان  
 لگا کر سنا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ هُوَ يُسَارِقُ  
 النظر الیہ: یعنی وہ موقع غیبت جان کر یا  
 موقع پا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ یا وہ اس  
 کی طرف چوری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

س ر م د - السِّرْمَذُ: دائم، ہمیشہ۔

س ر و ل - السِّرَاوِيلُ: شلوار، مشہور

پہناوا۔ بطور مذکر مؤنث یکساں۔ اس کی  
 جمع السِّرَاوِيلَاتُ ہے۔ سیبویہ کا قول  
 ہے: سِرَاوِيلُ: عجمی نام ہے اور واحد  
 ہے۔ اسے عربی میں اپنایا گیا ہے۔ اور ان  
 عربی الفاظ سے مشابہ ہو گیا ہے جو معرفہ اور  
 نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہوتے  
 ہیں لیکن یہ نکرہ ہونے کی صورت میں  
 منصرف ہے۔ سیبویہ نے مزید کہا کہ اگر تم  
 کسی شخص کا یہ نام رکھو تو پھر یہ غیر منصرف  
 ہوگا اور اسی طرح اگر تم نے کسی شخص کا بطور  
 حقارت یہ نام رکھا تو بھی یہ غیر منصرف ہوگا  
 کیونکہ یہ عَنَاقِ کی طرح تین حروف سے

والے بادل۔ سَرَى يَسْرِي (راء كمور)  
سَرَى (سين مضموم) و سَرَى (ميم  
مفتوح) اور اَسْرَى: اس نے رات کو سفر  
کیا۔ ان معنوں میں الف کے ساتھ اَسْرَا  
اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ قرآن میں دونوں صیغے  
آئے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کے حوالے سے  
صاحب کتاب کی مراد قول خداوندی:  
سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ: اور  
دوسرا قول خداوندی: وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِرُّ  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سَرَيْنَا سَرِيَّةً  
وَاحِدَةً: ہم نے رات کا ایک سفر کیا یا ہم  
ایک سرے میں گئے۔ اس کا اسم السَّرِيَّةُ  
(سين مضموم) اور السُّرَى بھی ہے۔  
أَسْرَاهُ اور أَسْرَى بِهِ، أَخَذَ الْخِطَامَ  
اور اخذ بالخيطة کی طرح دونوں ہم معنی  
ہیں۔ جس کا مطلب رات کو سفر پر لے جانا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: سُبْحَانَ الَّذِي  
أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا: پاک ہے وہ ذات  
جو رات کو اپنے بندے کو سفر پر لے گئی۔  
اگرچہ السُّرَى کا معنی بذات خود رات کو  
چلنا اور سفر کرنا۔ آیت میں صرف تاکید معنی  
کے لئے لَيْلًا آیا ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے  
ہیں کہ سَرْتُ أَمْسَ نَهَارًا وَالْبَارِحَةَ  
لَيْلًا: گزشتہ کل میں دن کو چلا اور کل  
رات کو چلا۔

سُحَى بن گیا۔ السُّرَى کی جمع سَرَاةٌ ہے۔  
یہ فعلیل سے فَعْلَةٌ کے وزن پر جمع ہے اس  
کے علاوہ اس کی اور کوئی جمع معلوم نہیں۔  
تَسْرَى: وہ بناوٹی طور پر سخت بن گیا۔  
تَسْرَى الْجَارِيَّةُ: اس نے لونڈی کو راز  
دار بنایا۔ یہ کلمہ السُّرِيَّةُ سے مشتق ہے۔  
يعقوب کا قول ہے کہ اس کی اصل تَسْرَرٌ  
ہے جو السُّرُور سے مشتق ہے۔ ان میں  
ایک راء کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔ یہ اسی  
طرح ہے جس طرح تَقْضُضٌ سے  
تَقْضَى بنایا گیا ہے۔ السُّرَى کا معنی  
چھوٹی نہریا جداول بھی ہے۔

السُّرِيَّةُ: فوجی دستہ۔ کہا جاتا ہے کہ  
بہترین فوجی دستہ چار سو آدمیوں پر مشتمل  
ہوتا ہے۔

إِنْسَرَى عَنْهُ الْهَمُّ: اس سے غم دور ہوا۔  
سُرَى عَنْهُ كَأَنَّمَا يَبْغِي مَطْلَبٌ هُوَ  
سَرَاةٌ كُلُّ شَيْءٍ هَرَجَزٍ كَابَالِائِي حَصَّةٌ  
سَرَاةٌ الْفَرَسِ: گھوڑے کی پیٹھ اور  
درمیانی حصہ۔ اس کی جمع سَرَوَاتٌ ہے۔  
حدیث شریف میں ہے کہ: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ  
سَرَوَاتُ الطَّرِيقِ: عورتوں کے لئے  
راستے کی پیٹھ اور بیچ میں چلنا جائز نہیں ہے  
انہیں راستے کے کناروں سے چلنا چاہیئے۔  
السَّارِيَّةُ: سٹون۔

وَالسَّارِيَّةُ السَّحَابَةُ: رات کو آنے

وَعَرَبِيْنَ سَطْرًا لِحْنِي اس نے ایک صف  
یا لائن بنائی اور ایک لائن پودے لگائے۔  
السَّطْرُ کا معنی خط اور لکھنا بھی ہے۔ اور  
یہ دراصل مصدر ہے۔ اس کا باب نَصْرَ  
ہے۔ سَطْرًا (سین اور طاء دونوں  
مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع  
أَسْطَارٌ ہے جیسے سبب کی جمع اسباب  
ہے۔ اس کی جمع الجمع أَسَاطِيرُ ہے۔  
سَطْرُ کی جمع أَسْطُورٌ اور سُطُورٌ بھی  
ہے جیسے فَلَسٌ کی جمع فُلُوسٌ ہے۔

الْأَسَاطِيرُ: خرافات۔ قصے کہانیاں۔  
اس کا واحد أَسْطُورَةٌ (الف مضموم) اور  
إِسْطَارَةٌ (الف مکسور) ہے۔

اسْتَطَرَ - سَطَرَ: کی طرح ہے یعنی اس  
نے لکھا۔ الْمُسَيْطِرُ وَالْمُضَيْطِرُ:  
مسلط اور قابض۔ دوسرے کی نگرانی اور اس  
کے حالات کی دیکھ بھال اور اس کا کام تحریر  
کرنے پر مقرر شخص۔ قول خداوندی ہے:  
لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ: آپ ﷺ  
ان پر ان کی نگرانی کے لئے مسلط نہیں کئے  
گئے۔

الْمِسْطَارُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک  
قسم جس میں کھٹاس یعنی ٹرشی ہو۔

س ط ع - سَطَعَ الْغُبَارُ وَالرَّائِحَةُ  
وَالصُّبْحُ: غبار اٹھا۔ خوشبو پھیلی اور صبح  
نمودار ہوئی۔ اس کا باب خَصَّعَ ہے۔

السِّرَايَةُ: (سین مکسور) کا معنی ہے رات  
کے وقت چلنا۔ یہ ایسا مصدر ہے جس کی  
نظیر بہت کم ملتی ہے۔

إِسْرَائِيلُ: اسم ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایل  
کی طرف مضاف ہے۔ الاغش کا قول ہے  
کہ یہ نام ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور  
ہمزہ کے بغیر بھی۔ اس نے مزید کہا کہ اس  
نام کو اسرائیلین نون کے ساتھ بھی بیان کیا  
گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں جِبْرِيْنُ  
اور إِسْمَاعِيْنُ ہیں۔ جو جبریل اور  
اسماعیل کا بدل ہیں۔

س ط ح - سَطَّحَ كُلَّ شَيْءٍ: ہر چیز کا  
بالائی حصہ۔

سَطَّحَ اللَّهُ الْأَرْضَ: اللہ تعالیٰ نے  
زمین کو بچھایا۔ اس کا باب قَطَّعَ ہے۔  
تَسْطِيْحُ الْقَبْرِ: (قبر کا برابر کر دینا)  
تسنیم کی ضد ہے جس کا معنی قبر کو اونٹ  
کی کوہان کی شکل میں بنانا ہے۔

السَّطِيْحُ اور السَّطِيْحَةُ: (دونوں میں  
طاء مکسور) دونوں صیغوں میں زائد حروف  
ہیں اور ان کا معنی ہموار زمین ہے۔

الْمِسْطَحُ: (میم مفتوح اور مکسور) وہ جگہ  
جہاں کھجور سکھانے کے لئے پھیلائے  
جائیں۔ اور خشک کئے جائیں۔

س ط ر - السَّطْرُ: لائن۔ کسی چیز کی  
تظار۔ کہا جاتا ہے کہ: بَنَى سَطْرًا

بدبختی کی ضد۔ چنانچہ تم کہتے ہو کہ سَعِدَ الرَّجُلُ: آدمی نیک بخت ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور اسم فاعل سَعِيدٌ ہے۔

سَعِدَ: (سین مضموم) اس کا اسم مفعول مَسْعُودٌ ہے۔ الکسائی نے اس آیت کو یوں پڑھا: وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا: (سین مضموم)۔

أَسْعَدَهُ اللَّهُ: اللہ اسے نیک بخت اور سعادت مند کرے۔ اس کا اسم مفعول مَسْعُودٌ ہے۔ اسے مُسْعِدٌ نہیں کہتے۔

الإِسْعَادُ: مدد کرنا۔

المُسَاعَدَةُ: معاونت، تعاون۔ لوگوں کا یہ قول: لَبِيْكَ وَسَعْدِيْكَ کا مطلب ہے تمہارے لئے مدد دردد۔

السَّعْدَانُ: بروزن المرجان ایک پودا۔ جو اونٹ کی بہترین اور پسندیدہ خوراک ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مَرْعَى وَلَا كَالسَّعْدَانِ یعنی سَعْدَانِ جیسا چارہ کہاں۔

سَاعِدًا الْإِنْسَانَ: انسان کے دو بازو۔ سَاعِدًا الطَّيْرَ: پرندے کے دو پر۔

س ع ر - سَعَرُ النَّارِ: اس نے آگ لگا لی۔ سَعَرُ الْحَرْبِ: اس نے جنگ

کی آگ کو اور تیز کیا یا بھڑکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِرَتْ: جب

س ط ل - السُّطْلُ: ڈول، بالٹی یا اس قسم کا برتن۔ السُّيْطَلُ کا مطلب بھی یہی ہے۔

س ط م - السُّطَامُ: تلوار کی دھار۔ حدیث شریف میں ہے: الْعَرَبُ سَطَامٌ النَّاسِ: عرب لوگوں کے لئے تلوار کی دھار ہیں۔

س ط ن - الاسطوانَةُ: ستون۔

س ط ا - السُّطُو: جاہلانہ گرفت۔ پکڑ۔ قَدْ سَطَبَہ: اس نے اسے جاہلانہ گرفت میں لیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

السُّطُوَةُ: ایک دفعہ ایک بار۔ اس کی جمع سَطَوَاتٌ ہے۔

س ع ر - السَّعْتَرُ: ایک بوٹی یا پودا۔ بعض لوگ اسے طب کی کتابوں میں صاد کے ساتھ الصَّعْتَرُ لکھتے ہیں تاکہ اس لفظ میں اور الشَّعْبِیْرُ میں التباس پیدا نہ ہو۔

س ع د - السَّعْدُ: برکت، سعادت۔ تم کہتے ہو کہ سَعِدَ يَوْمُنَا: ہمارا دن

با برکت ہوا۔ اس کا باب خَصَّعَ ہے۔ السُّوْدَةُ: نحوست کی ضد۔ خوش بختی۔

اسْتَدَّ بِرُؤْيَةِ فَلَانٍ: اس نے فلاں شخص کو سعادت مند شمار کیا۔

السَّعَادَةُ: خوش بختی الشَّقَاوَةُ بمعنی

① قاتبا اسی کو اردو کی طب کی کتابوں میں 'سُتْرَا' یا صرف 'سُتْر' لکھتے ہیں۔



جہنم کی آگ بھڑکائی اور دھکائی جائے گی۔  
اسے سَعَدَت بھی کہا گیا ہے اور تشدید  
مبالغہ کے لئے ہے۔

جائے۔ (نوار کی ڈبیا)۔ یہ ان اسمائے  
نظر میں سے ایک ہے جو مضموم الاوّل  
ہیں۔

س ع ف - السَّعْفَةُ: (سین اور عین دونوں  
مفتوح) کھجور کے درخت کی ٹہنیاں۔ اس  
کی جمع سَعَفٌ ہے۔ اَسْعَفُهُ بِحَاجَتِهِ:  
اس نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔  
المُسَاعَفَةُ: مساعدت، باہم مدد کرنا،  
معاونت۔

اسْتَعْرَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔  
تَسَعَّرَتْ كَمَا يَبْهِي بِهِيَ مَعْنَى هِيَ۔

السَّعِيرُ: آگ۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ  
الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ: بلا  
شبہ مجرم لوگ گمراہی اور آگ میں ہوں  
گے۔ القراء کا قول ہے کہ ضلال اور سُعُر  
کا معنی تکلیف اور عذاب ہے۔

س ع ل - سَعَلَ يَسْعُلُ: (عین مضموم)  
سُعَالًا: وہ کھانسا۔

السُّعْرُ کا معنی جنون اور پاگل پن بھی  
ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ  
سَعِيرًا: آنحضرت کا قول ہے کہ اس کی مثال  
ذہین اور صریح کی سی ہے۔ کیونکہ تم  
کہتے ہو کہ سَعْرَتْ سے اسم مفعول  
مَسْعُورَةٌ ہے۔

السَّعْلَاءُ: غول بیابانی۔ یہی معنی  
السَّعْلَاءِ کا ہے۔ اس میں الف ممدود بھی  
ہے اور مقصور بھی۔ اس کی جمع السَّعَالِي  
ہے۔

سَعَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س ع'۔

س ع ی - سَعَى: يَسْعَى سَعْيًا: وہ  
دوڑا۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے کام  
کیا اور اس نے کمایا۔ سَاع: ہر وہ شخص جو  
قوم پر کسی چیز کا ذمہ دار بنایا جائے۔ اور  
ڈاکیا۔ عام طور پر یہ اصطلاح زکوٰۃ وصول  
کرنے والوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔  
سَعَى عَلَيْهَا: وہ زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر  
ہوا۔ یا اس نے زکوٰۃ وصول کی۔ ان  
لوگوں کو السَّعَاءُ کہتے ہیں۔

السُّعْرُ: نرغ، بھاؤ۔ اس کی جمع اَسْعَارُ  
الطَّعَامِ ہے یعنی خوراک یا اتاج کا بھاؤ۔  
التَّسْعِيرُ: نرغ مقرر کرنا یا بھاؤ چکانا۔

س ع ط - السَّعُوطُ: (سین مفتوح)  
دواء جو ناک میں ڈالی جاتی ہے۔

أَسْعَطَهُ فَاسْتَعَطَّ: اس نے اس کی ناک  
میں دوا ڈالی تو اس نے اپنی ناک میں خود  
دوا لے لی۔

المُسْعَطُ: (میم مضموم عین مضموم) وہ ڈبیا  
جس میں ناک میں ڈالنے والی دوا ڈالی

المُسْعَاءَةُ: اس کی جمع المَسَاعِي ہے۔

س ف ر - السَّفَرُ: فاصلہ طے کرنا۔ اس کی جمع اسْفَار ہے۔

السَّفَرَةُ: لکھنے والے۔ قول خداوندی ہے: يَا أَيُّدِي سَفَرَةٍ: انْخَشْ كَا قَوْلِ هَيْ كَه سَفَرَةٌ كَا وَاحِدًا سَافِرٌ هَيْ جَيْسَ: كَفَرَةٌ كَا وَاحِدٌ كَافِرٌ هَيْ۔

السَّفَرُ: (سین مکسور) کتاب۔ اس کی جمع اسْفَار ہے۔ قول خداوندی ہے: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اسْفَارًا: ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

السَّفَرَةُ: (سین مضموم) وہ کھانا جو مسافر کے لئے بنایا جائے۔ مسافر کی نسبت سے ہی اس کھانے کا نام السَّفَرَةُ پڑا ہے۔ جو بعد میں دسترخوان ہو گیا۔

المِسْفَرَةُ: (میم مکسور) جھاڑو۔ السَّفِيرُ: قوم میں مصالحت کرنے یا کرانے والا ایلچی۔ اس کی جمع سُفَرَاءُ ہے جس طرح فُقَيْهٍ کی جمع فُقَهَاءُ ہے۔

سَفَرٌ بَيْنَ الْقَوْمِ يَسْفَرُ: (فاء مکسور) سَفَرَةٌ (سین مکسور) یعنی اس نے قوم میں مصالحت کرائی۔

سَفَرُ الْكِتَابِ: اس نے کتاب لکھی۔

سَفَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنے چہرے سے نقاب یا پردہ ہٹا لیا۔ اسے سَافِرٌ کہتے ہیں۔

سَخَاوَتٍ أَوْ رَادِّ شَيْءٍ فِي جِدْوَجِهِدْ كَرْتَا۔

سَعَى بِهِ إِلَى الْوَالِي سِعَايَةً: اس نے حاکم سے اس کی پہنچائی کھائی۔

سَعَى الْمُكَاتِبُ فِي عَيْتِ رَقَبَتِهِ سِعَايَةً: مشروط آزادی حاصل کرنے والے غلام نے اپنی گردن چھڑانے کی مقدور بھرکوشش کی۔

اسْتَسَعَيْتُ الْعَبْدَ فِي قِيَمَتِهِ: میں نے غلام کو آزادی دینے کے لئے قیمت مقرر کی۔ جس کی ادائیگی پر وہ آزاد ہو سکتا ہے۔

س غ ب - السَّغْبُ: بھوک، گڑبگڑ۔ اس کا باب طَرْبُ ہے۔ اور اس کا اسم فاعل سَاغِبٌ اور سَغْبَانٌ ہے۔

إِمْرَأَةٌ سَغْبِيٌّ: بھوکی عورت۔ الْمَسْغَبَةُ: قحط۔

س ف ح - سَفْحُ الْجَبَلِ: بروزن فَلْسٌ: پہاڑ کا دامن یا نچلا حصہ۔

سَفْحَ الْمَاءِ: اس نے پانی بہایا۔ یا گرایا۔ سَفْحَ دَمَهُ: اس نے اس کا خون بہایا۔ یا خوریزی کی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

رَجُلٌ سَفَّاحٌ: بہت سخت خوریز شخص۔

س ف د - السَّفُودُ: بروزن التَّنُورُ: لوہے کا ٹکڑا جس سے گوشت بھونا جاتا ہے۔

اسے پیشانی سے پکڑا۔

سَفَعْتَهُ النَّارَ وَالسَّمُومَ إِذَا لَفَّتَهُ  
لَفْحًا يَسِيرًا فَغَيَّرَتْ لَوْنُ الْبُسْرَةِ:

اسے آگ اور گرم ہوا لگی جب اسے آگ  
اور گرمی کی بجلی سی لپیٹ لگ گئی۔ تو بُسرہ  
کھجور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ ان دونوں  
فعلوں کا باب قَطَعَ ہے۔

س ف ف - سَفَّ الدَّوَاءَ: يَسْفُهُ:

(سین مضموم) سَفًّا. اسْتَفَّهُ كَمَا يَبْهِي  
معنی ہے یعنی اس نے دوا پھاٹک لی۔ اسی  
طرح سَفَّ السُّوَيْقِ: اس نے سَتُو  
پھانکے یعنی بغیر گھولے کھائے۔ ہر دوا جو  
مجنون بنا کر نہ کھائی جائے سَفُوف کہلاتی  
ہے۔ اس میں سین مفتوح ہے۔

سَفَّةٌ مِنَ السُّوَيْقِ: مَثْهِي بَحْرَسَتْو۔

أَسْفَ وَجْهَهُ التَّوْرَ إِذَا ذَرَعَلَيْهِ:

جب اس پر کا جل چھڑ کا گیا تو اس کے  
چہرے کا رنگ پلٹ گیا۔ حدیث شریف  
میں ہے: وَكَأَنَّمَا أُسْفَ وَجْهُهُ: گویا  
اس کے چہرے کا رنگ پلٹ گیا یوں لگتا کہ  
اس پر کوئی چیز چھڑک دی گئی۔

الإسْفَافُ: نظر کی تیزی اور گرمی۔

كسبوں میں ہے: أَنَّ الشَّعْبِيَّ

كُرِّهَ أَنْ يُسْفَ الرَّجُلَ النَّظْرَ إِلَى

أَقْبِهِ وَابْتِنَيْهِ وَأَخْتَبَهُ: امام شعبي رحمہ اللہ

اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص

سَفَرَ الْبَيْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو

پھیری۔ یا جھاڑو سے صفائی کی۔ ان تینوں  
کا باب ضَرَبَ ہے۔

سَفَرٌ: وہ سفر پر نکلا۔ اس کا باب جَلَسَ

ہے۔ اس کا اسم فاعل سَافِرٌ ہے۔ قَوْمٌ

سَفَرٌ: اس کی مثال صَاحِبٌ وَصَحْبٌ

ہے۔

سَفَّازٌ: اس کی مثال رَاكِبٌ اور

رُكَّابٌ ہے بمعنی سفر کرنے والی قوم۔

السَّافِرَةُ: مسافر لوگ۔ سَافِرٌ مُسَافِرَةٌ

وَسِيفَارًا: اس نے سفر اختیار کر لیا۔

أَسْفَرَ الصُّبْحُ: صبح روشن ہو گئی۔ حدیث

شریف میں ہے: أَسْفَرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ

أَعْظَمَ لِلْأَجْرِ: فجر کی نماز سویرے ادا کیا

کر دو کیونکہ اس کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کو صبح

روشن تک لمبا کیا کرو۔

أَسْفَرَ وَجْهَهُ حُسْنًا: اس کا چہرہ

خوبصورتی سے دکھ اٹھا۔

س ف ر ج ل - السَّفَرُ جُلُّ: ایک

پھل، یہی۔ اس کی جمع سَفَارِجُ ہے۔

س ف ط - السَّفْطُ: مشروبات کی ایک

قسم۔ اس کی جمع الأسفط ہے۔ یہ کلمہ

فارسی سے معرب ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا

کہنا ہے کہ یہ رومی زبان کا لفظ ہے۔

س ف ع - سَفَعَ بِنَاصِيَةِ: اس نے

اور گفتگو پر قدرت رکھنے والا یعنی قادر  
الکلام۔

س ف ل - السُّفْلُ: (سین مضموم اور  
مکسور) نشیب۔

السُّفُولُ (سین مضموم) السُّفَالُ (سین  
مفتوح) اور السُّفَالَةُ (سین مضموم)

العُلُوُّ (عین مضموم و مکسور) اور العُلُوُّ  
(عین مضموم و واو مشدّد) اور العَلَاءُ (عین

مفتوح اور الف ممدود) بمعنی بلندی کی ضد  
یعنی نشیب، نچان۔ کہا جاتا ہے کہ قَعَدَ

بِسُفَالَةِ الرِّيحِ وَعَلَاوَتَيْهَا: وہ ہوا کی  
بلندی اور نشیب دونوں پر بیٹھا۔ بلندی پر

ہوا چلتی ہے اور نشیب اس کے اُلٹ ہے۔

السُّافِلُ: (نشیبی، نشیب میں واقع)  
العالی بمعنی بلند و بالا کی ضد۔ اس کا باب

دَخَلَ ہے۔

السُّفَالَةُ: (سین مفتوح) کمینگی یا کمینہ  
پن۔

قَدْ سَفِلَ: اس نے کمینہ پن کیا۔ اس کا  
باب ظَرَفَ ہے۔

السُّفِلَةُ: (سین مفتوح اور فاء مکسور)  
رذیل گھٹیا لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ مِنْ

السُّفِلَةِ: وہ کمینے اور رذیل لوگوں میں  
سے ہے۔ سَفِلَةٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ یہ  
صیغہ جمع کا ہے۔ البتہ عام لوگ کہتے ہیں  
هُوَ رَجُلٌ سَفِلَةٌ مِنْ قَوْمٍ سَفِيلٍ:

اپنی ماں، بیٹی اور بہن کی طرف تیز یعنی  
گستاخ اور غصیلی نظروں سے دیکھے۔

السُّفْسَافُ: رذی اور نا کارہ چیز اور حقیر  
بات۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللَّهَ

تَعَالَى يُحِبُّ مَعَآلَى الْأُمُورِ وَيَكْرَهُ  
سَفْسَافَهَا: بے شک اللہ تعالیٰ بلند و بالا

یعنی اونچی باتوں کو پسند فرماتا ہے اور گھٹیا  
اور حقیر باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ بھی

روایت ہے کہ حدیث میں يَكْرَهُ كَے  
بدلے يُبْغِضُ کا لفظ آیا ہے۔

س ف ق - سَفَقَ البَابُ: اس نے  
دروازہ پھیر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَسْفَقَهُ فَانْسَفَقَتْ: اس نے اسے پھیر دیا  
تو وہ پھر گیا۔ یعنی اس نے اسے لوٹا دیا تو وہ

لوٹ گیا۔ ثَوْبٌ سَفِيقٌ (صَفِيقٌ): گف  
کپڑا۔ جس کپڑے کی بنائی گف ہو یعنی

موٹی اور بھاری بھر کم یا بھدی۔

قَدْ سَفَقَ: وہ بے شرم ہو گیا۔ اس کا باب  
ظَرَفَ ہے۔

رَجُلٌ سَفِيقٌ الوَجْهِ: بد رو، بے  
شرم انسان۔

س ف ك - سَفَكَ الدَّمُ: اس نے  
خون گرایا یا خونریزی کی۔

سَفَكَ الدَّمُ: اس نے آنسو گرائے۔  
یا اشک باری کی۔  
السَّفَاكُ: (سخت خونریزی انسان) زبان

بطنۃ، وَفَقَ أَمْرُهُ اور رَشَدَ أَمْرُهُ۔  
 دراصل سَفِهَتْ نَفْسُ زَيْدٍ اور رَشَدَ  
 أَمْرُهُ تھا۔ لیکن جب فعل آدمی کی طرف  
 پھیرا گیا تو ما بعد کو نصب دی گئی کیونکہ اس پر  
 فعل واقع ہوا۔ لہذا وہ اب سَفَهَ نَفْسَهُ  
 (سَفَهَ كَأَفَاءِ مَشْدَدٍ) کے معنوں میں تبدیل  
 ہو گیا۔ یہ بصریوں کا قول اور الکسانی کا قول  
 ہے۔ ان کے نزدیک منصوب کو مقدم کرنا  
 جائز ہے۔ جس طرح یہ کہنا جائز ہے کہ  
 غُلَامَهُ ضَرَبَ زَيْدٌ: الغراء کا قول  
 ہے کہ جب فعل اپنی ذات سے اپنے مالک  
 یا فاعل کی طرف لوٹ گیا تو اس کا ما بعد  
 مفسر ہو گیا تاکہ وہ اس پر دلالت کرے  
 کہ اس میں سفاہت موجود ہے۔ اس کا  
 حکم یہ ہے کہ اسے سَفَهَ زَيْدٌ نَفْسًا ہونا  
 چاہئے تھا۔ کیونکہ مفسر کو ہمیشہ نکرہ ہونا  
 چاہئے۔ لیکن اسے اس کی اضافت کی وجہ  
 سے ترک کر دیا گیا۔ اور اسے تشبیہ کے طور  
 پر نکرہ کی طرف نصب دی گئی۔ اس کے  
 نزدیک یعنی الغراء کے نزدیک اس کی تقدیم  
 جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مفسر کو مقدم نہیں  
 کیا جاتا۔ یہی صورت لوگوں کے اس قول  
 کی ہے کہ: ضَيْقْتُ بِهِ ذَرْعًا وَطَبْتُ  
 بِهِ نَفْسًا: اس کا معنی یہ ہے کہ ضَاقَ  
 ذَرْعِيْ اور طَبَّأْتُ نَفْسِيْ بہ: میری  
 حالت تنگ ہو گئی اور اس سے میری طبیعت

وہ کمین اور ذیل قوم کا رذیل انسان ہے۔  
 اور بعض عرب اسے حرکت کے بغیر تلفظ  
 کرتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں: فُلَانٌ مِّنْ  
 سَفَلَةِ النَّاسِ: یعنی وہ رذیل اور گھنیا  
 لوگوں میں سے ہے۔ وہ فاء کی کسرہ کو 'س'  
 پر منتقل کر دیتے ہیں۔

س ف ن - سَفِيْنَةٌ: کشتی۔

السُّفَانُ: کشتی والا، یا کشتی بان۔ سفینة  
 کی جمع السَّفِيْنُ ہے۔ ابن درید کا قول  
 ہے: سَفِيْنَةٌ بَرْدَانٌ فَعِيْلَةٌ بِمَعْنَى فَاعِلَةٌ  
 ہے۔ گویا وہ پانی کا چھلکا اُتارتی ہے۔

س ف ہ - السَّفَهُ: الحِلْمُ کی ضد بمعنی  
 بے صبری اور بیوقوفی۔ اس کی اصل نَحْتٌ  
 اور حرکت ہے۔ یعنی یہ حرف اصلاً متحرک  
 اور مخفف ہے۔

تَسَفَّهُ عَلَيْهِ: اس نے اسے سنا دیا۔ اس  
 کے سامنے دانستہ بے وقوف بنا۔  
 سَفَهَهُ تَسْفِيْهُهَا: اس نے اسے بیوقوف  
 ٹھہرایا۔

مُسَافِهَةٌ مُسَافِهَةٌ: اس نے اس سے گالی  
 گلوچ کی۔ کہا جاتا ہے: سَفِيْنَةٌ لَا يَجِدُ  
 مُسَافِهًا: بیوقوف انسان کو اسے بیوقوف  
 کہنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی  
 اس کی حرکتیں ہی اسے بیوقوف ظاہر کرنے  
 کو کافی ہوتی ہیں۔ لوگوں کا یہ قول: سَفِهَ  
 نَفْسَهُ، عَيْنَ رَأْيِهِ، بَطْرًا، عَيْشُهُ، اِلْمَ

اچھی ہوگئی۔

سَفَهَ الرَّجُلُ: آدمی بیوقوف ہو گیا۔ یعنی اس کی عقل ماری گئی۔ اس کا باب ظَرْف ہے۔

سَفَاهَا: (فاء مفتوح) اور سَفِهَ رَايَهُ تو وہ سَفِهَ کے فاء کو لازماً کمسور کہتے ہیں۔

کیونکہ فَعَلَ کا وزن متعدی نہیں ہوتا۔

س ف ی - سَفَتِ الرِّيحُ التُّرَابَ:

ہوا مٹی اڑا لے گئی۔ اس کا اسم فاعل صَفِيٌّ

کی طرح سَفِيٌّ ہے۔ اور اس کا باب رَمَى

ہے۔ سَفِيَانٌ (سین اور قاف کمسور) آدمی

کا نام۔

س ق ب - السَّقْبُ: (سین اور قاف

دونوں مفتوح) قرب، نزدیکی۔ اس کا

باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے

کہ: الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقْبِهِ: ہمسایہ قربت

دار یا رشتہ دار کے مقابلے میں زیادہ حق دار

ہے۔ ایک روایت کے مطابق سقب صاد

مہملہ کے ساتھ صَقَبْتُ بھی منقول ہے۔

معنی وہی ہے۔

س ق ر - سَقَرُوا: جہنم کے ناموں میں سے

ایک نام ہے۔

س ق ط - سَقَطَ الشَّيْءُ مِنْ يَدِهِ:

اس کے ہاتھ سے چیز گر گئی۔ اس کا باب

دَخَلَ ہے۔ اسَقَطَهُ هُوَ: اس نے خود گرا

دیا یا گرا دی۔

المَسْقُطُ بروزن مَقْعَدُ بمعنى سَقُوطُ

یعنی گرنا۔ هذا الفِعْلُ مَسْقُطَةٌ

لِلْإِنْسَانِ مِنْ أَعْيُنِ النَّاسِ: انسان

کے لئے یہ فعل لوگوں کی نظروں میں

گراؤٹ کا باعث ہے۔

المَسْقُطَةُ بروزن المَتْرَبَةُ ہے۔

المَسْقُطُ بروزن المَجْلِسِ: جگہ۔ کہا

جاتا ہے کہ: هذا مَسْقُطُ رَأْسِهِ: یہ اس

کی جائے پیدائش یا جنم بھومی ہے۔ یعنی

جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ ساقِطَةٌ: اس نے

اسے گرا دیا۔ الخلیل کا قول ہے کہ کہا جاتا

ہے کہ سَقَطَ الْوَالِدُ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ: بچہ

ماں کے پیٹ سے نیچے گرا۔ اس موقع پر

سَقَطَ کی جگہ وَقَعَ نہیں کہتے۔

سُقِطَ فِي يَدِهِ: وہ پشیمان ہوا۔ یا اسے

ندامت ہوئی۔ قول خداوندی ہے کہ: وَلَمَّا

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ: انخس رحمہ اللہ کا

قول ہے کہ بعض نے اسے سَقَطَ (سین

اور قاف دونوں مفتوح) پڑھا ہے۔ گویا

انہوں نے اس فعل میں نَدَمَ کو مضمّر کر دیا

ہے۔ انخس رحمہ اللہ نے اسَقِطَ فِي

يَدَيْهِ کہاں جائز قرار دیا ہے۔ ابو عمر کا قول

ہے کہ اسَقِطَ (باضافہ الف) فعل مجہول

بنا نا درست نہیں ہے۔

السَّاقِطُ اور السَّاقِطَةُ: اپنے حسب و

نسب میں گرا ہوا مرد یا گری ہوئی عورت۔

السَّقَطُ: کتابت میں غلطی کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ أَسْقَطَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام میں غلطی کی۔ وَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَمَا سَقَطَ بِهِ حَرْفٌ: اس نے ایسی باتیں کہیں کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔ وَمَا اسْقَطَ حَرْفًا مِنْ يَعْقُوبَ: اس نے یعقوب سے روایت کرنے میں ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔ الْفَرَاءُ نے کہا کہ اس کی مثال دَخَلَ بِهِ وَأَدْخَلَ وَأَخْرَجَ بِهِ وَأَخْرَجَ اور علا بہ و اعلاہ ہے یعنی دونوں معنوں کا ایک ہی معنی ہے۔ السَّقِيطُ: برف، قدرتی اور مصنوعی دونوں۔ تَسَقَطَةُ: اس نے اس کے گرنے کی خواہش کی۔ السَّقَاطُ: (سین مفتوح اور قاف مشدّد) جو ردی اور گری پڑی چیزیں فروخت کرتا ہے یعنی کباڑی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِسَقَاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ: نبی کریم ﷺ کسی بھی ردی فروش یعنی کباڑی یا دکان دار کے پاس سے اُسے سلام کیے بغیر نہ گزرتے تھے۔ البَيْعَةُ البَيْعُ سے مشتق ہے جیسے الرُّكْبَةُ اور الجُلْسَةُ، الرُّكُوبُ اور الجُلُوسُ سے مشتق ہے۔

قَوْمٌ سَقَطِي بَرْدِزْنِ مَرَضِي اور سَقَاطٌ (سین مضموم اور قاف مشدّد) گری ہوئی قوم۔ بے وقار اور بے عزت قوم۔ تَسَاقَطَ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے اپنے آپ کو کسی چیز پر گرا دیا۔ السَّقَطَةُ: (سین مفتوح) ٹھوکر اور لغزش۔ یعنی جو معنی السَّقَاطُ کا ہے جس میں سین مکسور ہے۔

سَقَطُ الرَّمْلِ: ریت کا منقطع، وہ جگہ جہاں ایک حصہ دوسرے حصے سے کٹا ہو۔ سَقَطُ الْوَالِدِ: بچے کا مادرِ شکم سے اپنی ساخت پوری کرنے سے پہلے گرجانا۔ سَقَطُ النَّارِ: آگ کی چنگاریاں۔ جو آگ سگاتے وقت نکلتی ہیں۔ (یہ تصور چقماق یا درختوں کی شاخوں کے ذریعے آگ جھاڑنے کے دور کا ہے)۔ ان تینوں لفظوں میں تین لہجے یعنی تَلْفِظُ ہیں۔ یعنی ایک میں سین مکسور، دوسرے میں سین مضموم اور تیسرے میں سین مفتوح ہے۔ الْفَرَاءُ کا قول ہے کہ سَقَطُ النَّارِ مَوْثٌ وَمَذْكَرٌ دُونَ يَكْسَاؤِ: اسقَطُ النَّاقَةِ وَعَيْرُهَا: اونٹنی یا کسی دوسری مادہ چوپائے نے اپنا بچہ گرا دیا۔ یعنی مکمل ہونے سے پہلے۔ السَّقَطُ: (سین اور قاف دونوں مفتوح) ردی سامان، ناکارہ سامان۔

س ق ع - السَّقْعُ: بروزن القفل،

حَزْنٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

قَدْ سَقِمَ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل سَقِيمٌ یعنی بیمار۔

المِسْقَامُ: بہت زیادہ بیمار رہنے والا۔

س ق ی - السَّقَاءُ: پینا، نوش کرنا۔ پانی

اور دودھ دونوں کے لئے۔

القِرْبَةُ: مشک، مشکیزہ۔ یہ صرف پانی کے لئے مخصوص ہے۔

سَقَاءٌ: اس نے اسے پانی پلایا یا اسے

سیراب کیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

أَسْقَأَهُ: اس نے اسے سقیا کہا۔

سَقَاهُ اللَّهُ الْغَيْثَ: اللہ تعالیٰ نے اسے

بارش سے نوازا یا سیراب کیا۔

وَأَسْقَأَهُ: اس نے اسے سیراب کیا۔ اس کا

اسم السَّقِيَاءُ (سین مضموم) ہے۔ کہا گیا

ہے کہ سَقَاهُ لِسَفْتِهِ: اس نے اسے پانی

پلا کر سیر کر دیا۔

أَسْقَاهُ لِمَاشِيَتِهِ وَأَرْضِهِ: اس

نے اپنے چوپایوں اور زمین کو سیراب کیا۔

المُسْقَوِيُّ مِنَ الزَّرْعِ: پوت کی کھیتی

یعنی دریا کے بہتے پانی سے سیراب ہونے

والی کھیتی۔ اس لفظ کو فاء کے ساتھ لکھنا غلطی

یا تحیف ہے۔

المَظْمِيِيُّ: بارانی زمین۔ بارش سے

سیراب ہونے والی زمین۔

المَسْقَاةُ: (میم مفتوح) پانی پینے

الصُّفْعُ کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔

حَطِيبٌ مُسْقَعٌ بلند بانگ یا بلند آواز

خطیب، یہ مُصْقَعُ کی طرح ہے۔

س ق ف - السَّقْفُ لِلْبَيْتِ: گھر کی

چھت۔ اس کی جمع سُقُوفٌ اور سُفُفٌ

(سین اور قاف دونوں مضموم) ہے۔ یہ

أَخْشَ رَحِمَ اللَّهِ کے قول کے مطابق ہے۔

اس کی مثال رَهْنٌ اور اس کی جمع رُهْنٌ

ہے۔ یہ لفظ آیت میں: سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ

پڑھا گیا ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ سُقُفٌ

سَقِيفٌ کی جمع ہے جس طرح كَتِيبٌ کی

جمع كُتُبٌ ہے۔

قَدْ سَقَفَ الْبَيْتَ: اس نے گھر یا مکان

پر چھت ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

السَّقْفُ: آسمان۔ السَّقْفُ (سین اور

قاف دونوں مفتوح) تختی لبائی / فروتنی کہا

جاتا ہے۔

رَجُلٌ أَسْقَفٌ: جھکا ہوا یا خمیدہ آدمی۔

ابن السکیت کا قول ہے اسی لفظ سے

نصاری کا پیشوا أَسْقَفٌ مشتق ہے۔

کیونکہ وہ عبادت الہی میں جھکا رہتا ہے۔

یعنی خشوع و خضوع اور فروتنی کرنے والا

ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے مذہبی پیشواؤں

میں سے ایک ہے۔

س ق م - السَّقَامُ: بیماری۔ اسی طرح

السَّقْمُ اور السَّقْمُ بروزن حُزْنٌ اور



اَسْتَسْقَى مِنَ الْبِئْرِ: اس نے کنوئیں سے پانی پیا یا لیا۔ اَسْتَسْقَى فِي الْقِرْبَةِ وَسَقَى فِيهَا: اس نے مشکیزے میں سے پانی لیا۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے اس نے مشکیزے میں پانی ڈالا۔ سِقَايَةُ الْمَاءِ: پانی پلانا۔ سِقَايَةُ: جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے وہ یہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے جو پانی کا برتن حضرت بن یامین کے بوجھ میں چھپا کر رکھ دیا تھا وہ شاہی آبخورہ تھا۔

س ک ب - سَكَبَ الْمَاءُ: اس نے پانی اُنڈیلا یا ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَاءٌ مَسْكُوبٌ: جاری پانی۔ آب رواں۔ کسی گڑھے کے بغیر زمین کی سطح پر جاری پانی۔ سَكَبَ الْمَاءُ بِنَفْسِهِ وَانْسَكَبَ: پانی خود بخود گرا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر تَسَكَبًا ہے۔ اَنْسَكَبَ کا معنی بھی یہی ہے۔ مَاءٌ اُسْكُوبٌ (ہمزہ مضموم) اور مَاءٌ سَكَبٌ یعنی مَسْكُوبٌ اپنے مصدری معنوں میں بیان کیا گیا ہے جیسے: مَاءٌ صَبٌّ اور مَاءٌ غَوْرٌ: بمعنی بہتا پانی اور گہرا پانی۔

س ک ت - سَكَّتْ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور نَصَرَ ہے۔ اور مصدر سَكَّاتًا (سین مضموم) بھی ہے۔

کی جگہ۔ جس نے اسے میم مکسور کر کے یعنی الْمِسْقَاةَ پڑھا اس نے اس سے آگے شُرْبُ مراد لیا۔ مثلاً: مرغ کو پانی پلانے کا برتن۔

سَقَى بَطْنُهُ: اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا۔ یعنی بیماری۔ اس کا باب رَمَسَى ہے۔

اَسْتَسْقَى: اس کے پیٹ میں زرد پانی جمع ہو گیا۔

میرا کہنا ہے کہ استسقی کا معنی پانی طلب کرنا بھی ہے۔

السَّقِيُّ: (سین مکسور) پانی کا حصہ یا باری۔ چنانچہ کہا جاتا ہے كُنْمَ سِقْيٍ اَرْضِيكَ: تمہاری زمین کے پانی کا حصہ کتنا ہے۔ سَقَاءُ الْمَاءِ: اس نے اسے خوب سیراب کیا۔ قاف مشدوم بالفتح کے لئے ہے۔

سَقَاءُ: اس نے اسے خوب پلایا۔ سَقَاكَ اللَّهُ: اللہ تجھے خوب سیراب کرے۔ اسی طرح اَسْقَاءُ کا معنی ہے کہ وہ اسے سیراب کرے۔

المُسَاقَاةُ: غلہ بنائی پر کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو کھجور کے یا انگور کے باغ میں کام کرنے پر لگانا۔

تَسَاقَى الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو پلایا۔

دکھائی دینا اور اصل میں نشہ میں نہ ہونا۔  
 السُّكْرُ: کھجور کی ٹہیڈ۔ (سین اور کاف  
 دونوں مفتوح)۔ قول خداوندی ہے:  
 تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكْرًا: تم اس سے سکر  
 حاصل کرتے ہو یا بناتے ہو۔

سَكْرَةُ الْمَوْتِ: موت کی سختی۔  
 سَكْرُ النَّهْرِ: اس نے نہر کو بند کر دیا۔ اس  
 کا باب نَصْر ہے۔

السُّكْرُ: (سین مکسور) پشتہ بند اور  
 سیلاب۔ قول خداوندی ہے: سَكْرُثْ  
 أَبْصَارُنَا: ہماری نظریں دہشت زدہ کر دی  
 گئیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ:  
 ہماری نظروں پر پردہ ڈالا گیا یا اُن پر غشی  
 طاری ہو گئی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ  
 نے اسے بغیر تشدید پڑھا ہے۔ یعنی  
 سُكْرَت اور انہوں نے اس کی تفسیر کی ہے  
 کہ ہماری نظروں پر جا دو کر دیا گیا۔

السُّكْرُ: فارسی سے معرب کلمہ بمعنی شکر،  
 چینی، یا کھانڈ۔ اس کا واحد کا صیغہ سُكْرَةٌ  
 ہے۔

س ک ف - الاسکاف: موچی،  
 بخت ساز۔ اس کی جمع الاساکفہ ہے۔  
 الاسکوف اس کا ایک اور لہجہ یا لغت  
 ہے۔ کہنے والے کا یہ قول کہ عربوں کے  
 ہاں ہر کاری گر کو اسکاف کہتے ہیں، غیر  
 معروف قول ہے۔ الشَّمَاخ کا قول ہے:  
 وَشُعْبَتَا مَيْسٍ بَرَاهَا اسْكَافٌ

سَكَّتِ الْغَضَبُ: غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔  
 السُّكْتَةُ: (سین مضموم) ہر وہ چیز جس  
 سے بچے وغیرہ کو خاموش کرایا جائے۔ اور  
 سین مفتوح یعنی السُّكْتَةُ: مرض سکتہ۔  
 غشی اور بیہوشی۔

السِّيَكِيْتُ اور السَّاكُوْتُ: ہمیشہ خاموش  
 رہنے والا شخص۔

السُّكَيْتُ بروزن كُمَيْتُ: گھر دوڑ کا  
 آخری گھوڑا۔ بعض اوقات اس لفظ کا کاف  
 مشدّد کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے سُّكَيْتُ  
 بنایا جاتا ہے۔

س ک ر - السُّكْرَانُ: نشہ میں دھت۔  
 یہ الصُّعْمِيُّ بمعنی بیدار کی ضد ہے۔ اس  
 کی جمع سُّكْرَى اور سُّكَارَى ہے (سین  
 مفتوح اور مضموم)۔

الْمَرْأَةُ السُّكْرَى نشہ میں دھت  
 عورت۔ بنی اسد کے قبیلے کے ہاں اس لفظ  
 کا ایک دوسرا لہجہ سَخْرَانَةٌ ہے۔

سَكْرٌ: وہ مدہوش ہو گیا۔ اس کا باب  
 طرب ہے۔ اس کا اسم السُّكْرُ ہے یعنی  
 نشہ و مدہوشی۔ اس میں سین مضموم ہے۔

أَسْكُرُهُ الشَّرَابُ: شراب نے اسے نشہ  
 چڑھا دیا۔

المِسْكِيُّوُ: بہت زیادہ نشہ کرنے والا۔ یا  
 بہت زیادہ نشہ آور۔

السِّيَكِيُّوُ: (کاف مشدّد) ہمیشہ نشہ میں  
 دھت رہنے والا۔ التَّسَاكُورُ: نشہ میں

میں آیا ہے۔ اصمعی کہا کرتا تھا کہ یہاں السَّكَّةُ سے مراد لوہے کا وہ ٹکڑا ہے جس سے زمین میں بل جوتا جاتا ہے اور ماہورہ سے مراد درست کیا ہوا یعنی تیز کیا ہوا ہے۔ جوہری کا قول ہے کہ اس سارے کلام کا مطلب ہے کہ بہترین مال گلہ بانی اور زراعت ہے۔ السَّكَّةُ کا معنی گلی اور تنگ راستہ بھی ہے اور سَكَّةُ الدَّرَاهِم سے مراد نقش شدہ دراہم ہیں۔

السُّكُّ مِنَ الطَّيِّبِ: عربی خوشبو یا عطر کی ایک خاص قسم۔

س ک ن - سَكَنَ الشَّيْءُ: چیز ٹھہر گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّكِينَةُ: تسکین اور وقار۔ سَكَنَ ذَارَةٌ يَسْكُنُهَا: (کاف مضموم) وہ گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کا اسم سَكْنَى ہے۔

أَسْكَنَهَا غَيْرُهُ: اس نے کسی اور کو گھر میں بسایا۔ اس کا مصدر اسْكَانًا ہے۔ اس کا اسم السُّكْنُ ہے جس طرح الإغْتَابُ سے اسم الغُتْبَى ہے۔

السُّكَّانُ: رہائش پذیر لوگ۔ اس کا واحد سَاكِنٌ ہے۔

السُّكَّانُ: کشش کے پھلے حصے یعنی ذم کو بھی کہتے ہیں۔

المَسْكِينُ: (کاف مسور) گھر اور

”یعنی شعبے کی کجاہ سازی کے اور اس میں مہارت موچی کو۔“

(کس قدر انہونی بات ہے) یہ محض تو ہم کی بناء پر ہے جیسے یہ قول کہ لَمْ يَذُقْ مِنَ الْبُقُولِ فُسْتَقًا: اس نے سبزیوں میں فسق یعنی پستہ کبھی نہیں چکھا۔

السُّكُّ: کیل، میخ۔

اسْتَكَّتْ مَسَامِعُهُ: اس کے کان بہرے ہو گئے اور تنگ ہو گئے۔ یعنی قوت شنوائی کم ہو گئی۔

السَّكَّةُ: لوہے کا وہ اوزار جس سے زمین یا کھیتی جوتی جاتی ہے۔ السَّكَّةُ کا معنی ایسا راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے درخت ہوں انہیں معنوں میں لوگوں کا یہ قول ہے کہ: بہترین مال سدھائی ہوئی پچھیری ہے یا وہ راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے ایسے درخت ہوں جن پر پھل لانے کے لئے پوند کاری کی گئی ہو۔

میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث ہے جس کا ذکر محدثین نے کیا ہے۔ اور ائمہ لغت نے نبی کریم ﷺ سے اسے روایت کیا ہے۔ امام جوہری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ’ام ر‘ کے مادہ کے ذیل میں درج کیا ہے۔ امام جوہری نے اس حدیث کا ذکر یوں کیا ہے کہ وفی الحدیث یعنی حدیث شریف

در کی ٹھو کریں کھاتا ہو بلکہ مسکین وہ ہے جو نہ تو مانگتا ہو نہ اس کی بیعت کڈائی سے پتہ چلتا ہو کہ وہ مسکین اور نادار ہے تاکہ اسے کچھ دیا جائے۔

وَالْمَرْأَةُ مَسْكِينَةٌ وَمَسْكِينٌ أَيْضًا:  
عورت کو مسکینہ اور مسکین بھی کہتے ہیں۔  
یعنی مسکین کا لفظ مؤنث کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن مؤنث کے لئے 'ة' کے ساتھ ہی کہا گیا ہے۔ مفعیل اور مفعال کے وزن پر آنے والے اسماء میں مذکر اور مؤنث کی تفریق نہیں ہوتی۔ اور یہ الفقیرۃ کے ساتھ مشابہت کے پیش نظر ہے۔

قَوْمٌ مَسَاكِينٌ: مسکین لوگ، انہیں مَسْكِينُونَ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ بات محض اس لئے کہی گئی ہے کہ مؤنث یعنی عورتوں کے لئے مَسْكِينَاتٌ کہا گیا ہے۔ اور یہ 'ة' تانیث کے داخل ہونے کے باعث ہے۔ حدیث شریف میں ہے:  
اسْتَقْرُوا عَلٰی سَكَنَاتِكُمْ فَقَدْ انْقَطَعَتِ الْهَجْرَةُ: اپنے اپنے گھروں بیٹھے رہو۔ بلاشبہ ہجرت منقطع ہو گئی ہے۔  
یعنی اپنے اپنے ٹھکانوں میں رہو۔

السَّكِينُ: چھری۔ مذکر اور مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ البتہ یہ زیادہ تر مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مکان۔ اہل حجاز اس لفظ میں کاف کو مفتوح پڑھتے ہیں۔

السُّكْنُ بوزن الجَفْنُ: گھر والے، اہل خانہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَتَّىٰ اِنَّ الرُّمَانَةَ تُشْبِعُ السُّكْنَ: یہاں تک ایک انار سارے گھر والوں کو سیر کر دے گا۔ السُّكْنُ: (سین اور کاف مفتوح) آگ۔

السُّكْنُ: ہر وہ چیز یا بات جس سے تمہیں سکون ملے۔

المَسْكِينُ: فقیر محتاج۔ مادہ 'ف ق ر' کے ذیل میں اس کی پوری تفصیل و تفسیر درج ہے۔ مسکین کا معنی ذلت اور کمزوری بھی ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے تَسْكُنُ اس نے سکون حاصل کیا اور تَمَسْكُنُ وہ مسکین ہو گیا۔ اس کی مثال تَمَدْرَعُ: اس نے زرہ پہن لی اور تَمَنَدَلُ اس نے منديل یعنی رومال ہاتھ میں لیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ ازروئے قیاس تَسْكُنُ و تَمَدْرَعُ اور تَمَنَدَلُ ہونا چاہئے جس طرح تَشْبَعُ اور تَحَلَّمَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ الْمَسْكِينُ الَّذِي تَرَدُّهُ اللَّقْمَةُ اَوْ لِقْمَتَانِ وَاِنَّمَا الْمَسْكِينُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُعْطَى: مسکین وہ نہیں جو ایک یا دو لقمہ کے لئے در

سیغہ ہے۔ کیونکہ اس کی جمع اَسْلِحَةٌ ہے۔  
یہ بناء جمع مذکر کے ساتھ مخصوص ہے اس کی  
مثال جِمار سے اَحْمِرَةٌ اور رِداء سے  
اَزْدِيَّةٌ ہے۔ اسے مؤنث بنانا بھی جائز  
ہے۔

تَسْلُحُ الرُّجُلُ: آدمی مسلح ہو گیا یا آدمی  
نے ہتھیار سجائے۔

رَجُلٌ سَالِحٌ: آدمی کے پاس اسلحہ ہے۔  
المَسْلُحَتُ بروزن المَصْلُحَةُ:  
ہتھیار بند قوم یا ہتھیار رکھنے والی قوم یا  
لوگ۔

المَسْلُحَةُ کا معنی سرحد اور نگرانی کی جگہ  
بھی ہے یا پہرہ دینے کی جگہ۔ حدیث  
شریف میں ہے: كَانَ اَذْنَى مَسَالِحِ  
فَارِسٍ اِلَى الْعَرَبِ الْعَدِيْبِ.  
العَدِيْبُ: فارس کی عرب کے ساتھ لگنے  
والی قریب ترین نگرانی کی پوسٹ تھی۔

السَّلَاحُ: پاخانہ، اسہال، یا دست۔  
اس کا باب قَطْعٌ ہے۔

قَدْ سَلَحَ: اسے دست لگے ہیں۔

س ل ح ف - السُّلْحَفَاءُ: کچھوا (لام  
مفتوح) اس کی جمع السَّلَاحِفُ ہے۔  
اس کا ایک اور لہجہ يالْتِ السُّلْحَفِيَّةُ بھی  
ہے۔

س ل خ - سَلَخَ جِلْدَ الشَّاةِ: اس نے  
بکری کی کھال اتاری۔ اس کا باب قَطْعٌ

س ل ا - سَأَلَا السَّمْنَ: اس نے گھی کو  
پکا کر صاف کیا یعنی گرم کیا۔ اس کا باب  
قَطْعٌ ہے۔ اِسْتَأَلَا: اس نے اسے پکایا۔  
اور اس نے اس کا علاج کیا۔ اس کا اسم  
السِّيَالُ ہے بروزن الكِسَاءُ۔

س ل ب - سَلَبَ الشَّيْءُ: اس نے چیز  
چھین لی یا سلب کر لی۔

الإِسْتِلابُ: چھیننا۔ اچک کر لے جانا۔  
السُّلْبُ (لام مفتوح) وَالْمَسْلُوبُ:  
چھینی ہوئی چیز اور یہی معنی السُّلْبِ کا  
ہے۔

الأسلوبُ: فن، طریقہ کار۔

س ل ت - السُّلْتُ: بروزن القُفْلُ: جو  
کی ایک قسم جس پر چھلکا نہیں ہوتا۔ ایسے لگتا  
ہے جیسے: گیہوں ہو۔ رَأْسُ مَسْلُوتٍ:  
مَحْلُوتٌ وَمَسْبُوتٌ وَمَحْلُوقٌ سب  
کا ایک ہی معنی مُنْذَحا ہوا سر ہے۔

س ل ج - سَلَجَ اللَّقْمَةَ: اس نے لقمہ  
نگل لیا۔ اس کا باب فَهَمَ ہے۔ اس کا

مصدر سَلَجَانًا بھی ہے۔ اسی سے یہ محاورہ  
بنا ہے کہ: الأَخْذُ سَلْجَانٌ والقَضَاءُ  
لِيَانٌ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی  
آدمی قرض لیتا ہے تو اسے بڑے مزے  
سے کھاتا ہے لیکن ادائیگی میں ٹال مٹول  
کرتا ہے۔

س ل ح - السَّلَاحُ: ہتھیار۔ مذکر کا

اور نَصَرَ ہے۔  
المَسْلُوخُ: جس بکری یا جانور کی کھال اتاری گئی ہو۔

سَلَخْتُ الشَّهْرَ: میں نے پورا مہینہ گزار دیا۔

رَجُلٌ سَلِيْطٌ: زباں آور مرد۔ (مرد کے لئے صفت اور عورت کے لئے عیب)۔

انْسَلَخَ الشَّهْرُ مِنْ سَنَتِهِ: سال کا مہینہ ختم ہوا۔

السَّلْوَطَةُ: زبان درازی اور زبان آوری۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ اسَلَطَهُمْ: وہ ان میں سے سب سے زیادہ زبان آور شخص ہے۔

انْسَلَخَ الرَّجُلُ مِنْ ثِيَابِهِ: آدمی نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ انْسَلَخَ الْحَيَّةُ مِنْ قِشْرِهَا: سانپ نے اپنی کچھلی اتار دی۔

السَّلِيْطُ بَرُوْزَنُ البَيْسِيْطُ: عام عرب لوگوں کے نزدیک روغن و تیل اور اہل یمن کے ہاں سَمْسَم یعنی تیل کا تیل۔

انْسَلَخَ النَّهَارُ مِنَ اللَّيْلِ: دن رات سے باہر نکل آیا۔

س ل ع - السَّلْعَةُ: ساز و سامان۔ جسم میں کسی چیز کا بڑھ جانا بھی۔ مثلاً: عُدَّةٌ جب اسے ہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ یہ چنے کے دانے سے لے کر تر بوز تک کے حجم کا ہوتا ہے۔

س ل س - شَيْئٌ سَلِسٌ: نرم و ملائم چیز۔

س ل ف - سَلَفَ الأَرْضِ: اس نے زمین کو ہموار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَوَّأَهَا بالمِسْلَفَةِ: اس نے اسے یعنی زمین کو سینکے سے ہموار کر دیا یا برابر کر دیا۔ المِسْلَفَةُ کاشتکاری کا وہ آلہ ہے جس سے زمین کو برابر کیا جاتا ہے۔ اردو میں اسے ہینگا کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں

رَجُلٌ سَلِسٌ: نرم خو آدمی۔ فرماں بردار اور مطیع۔ اس کا اسم السَّلَاسَةُ ہے۔

فُلَانٌ سَلِسٌ البَوْلُ: فلاں شخص کو مسلسل پیشاب آنے کی بیماری ہے۔ جب کسی کو پیشاب پرقا پورا اور کثرت دل نہ ہو۔

س ل ط - السَّلَاطَةُ: تہر و جبر اور ظلم و زیادتی۔ سَلَطَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِم تَسْلِيْطًا: اللہ ان پر قحط مسلط کرے۔

السُّلْطَانُ: والی۔ حکمران بادشاہ۔ بروزن فُعْلَانٌ مذکور اور مَوْنٌ دونوں کے لئے یکساں۔ اس کی جمع السَّلَاطِيْنُ

السُّلَافُ: نچوڑنے سے پہلے انگور کا جو رس بہہ نکلتا ہے۔ شراب کو بھی سُلَاف کہا جاتا ہے۔

سُلَافَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کے نچوڑ کا پہلا رس۔

س ل ق - سَلَقَهُ بِالْكَلَامِ: اس نے

اسے اپنے کلام سے اذیت دی۔ یا زبان سے تیز کلامی اور بد کلامی کرتا ہے۔ قول خداوندی ہے: سَلَقُواكُمْ بِالْسِنَةِ

حَدَادٍ: انہوں نے تمہیں اپنی بد کلامی سے

اذیت دی۔ سَلَقَ الْبَقْلَ أَوْ الْبَيْضَ

اعلاه بالنار إِغْلَانَةً خفيفةً: اس نے

آگ پر رکھ کر ہلکی آنچ پر سبزی یا انڈا بالایا

پکایا۔ ان تمام کا باب ضَرْبٌ ہے۔

السُّلُقُ: ایک پودا جو بطور سلاخ کھایا جاتا

ہے۔

تَسَلَّقَ الْجِدَارَ: وہ دیوار پر لٹک کر

چڑھا۔

سَلُوقٌ: یمن میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

جہاں کی زر ہیں مشہور ہیں۔ اور سَلُوقِي كَتَنَ

مشہور ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سَلُوقِي كَتَنٌ

شہر کا نام ہے جہاں کے سَلُوقِي كَتَنٌ مشہور

ہیں۔

س ل ک - السِّلْكُ: (سین مسور)

دھاگا اور تار۔

السُّلْكُ: (سین مفتوح) مصدر۔

ہے کہ: أَرْضُ الْجَنَّةِ مَسْلُوقَةٌ: جنت کی زمین ہموار اور برابر ہوگی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسی زمین کو مُسْتَوِيَةٌ یا مُسَوَاةٌ کہیں گے۔

سَلَفَ يَسْلِفُ سَلْفًا: (سین

اور لام دونوں مفتوح) گزر گیا۔ الْقَوْمُ

السُّلَافُ: ترقی یافتہ لوگ۔ سَلَفَ

الرَّجُلُ: آدمی کے اسلاف، آباؤ اجداد،

اس کی جمع اَسْلَافٌ اور سُلَافٌ ہے۔

السَّلْفُ: (سین اور لام دونوں مفتوح)

پیشگی لین دین۔ اس میں قیمت کی ادائیگی

مستعمل ہوتی ہے اور مال کا قبضہ ایک مقررہ

مدت کے بعد ہوتا ہے۔ قَدْ أَسْلَفَ فِي

كَذَا: اس نے فلاں معاملے میں رقم پیشگی

ادا کر دی ہے۔

اسْتَسْلَفَ مِنْهُ الدَّرَاهِمَ: اس نے اس

سے درہم ادھار مانگ لئے۔ تَسْلَفَ

وَأَسْلَفَهُ: اس نے اسے ادھار دے دیئے۔

سَلِيفُ الرَّجُلِ: کسی شخص کی بیوی

کی بہن یعنی سالی کا خاوند۔ اُردو میں ہم

زُلف۔ اسی طرح سَلِيفُهُ اس کی مثال کَبِدُ

اور کَبِدُ ہے۔ یعنی لام متحرک بالکسرہ بھی

ہے اور ساکن بھی۔

السَّالِفَةُ: گردن کے اگلے حصے کی جانب

جہاں بالیاں ہنسی کی ہڈی کے گڑھے کی

طرف لٹکائی جاتی ہیں۔

پرونا۔ سَلَكَ الشَّيْءُ فِي الشَّيْءِ:  
اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں پرویا  
فَانَسَلَكَ: تو وہ پروئی گئی۔ اس کا باب  
نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: كَذَلِكَ  
سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ: اسی  
طرح ہم نے اسے مجرموں کے دلوں میں  
ڈال دیا۔ اَسْلَكُهُ فِيهِ بِحَسْبِ اس میں ایک  
لجہ یا لغت ہے۔ اصل کتاب میں سَلَكَ  
الطَّرِيقَ بمعنی وہ راستہ پر چلا، کا ذکر نہیں  
ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ میرا خیال  
ہے کہ صاحب کتاب اس کا ذکر کرنا بھول  
گئے۔ کیونکہ اس کو قصد اور ارادہ نہیں چھوڑا  
جاسکتا۔

س ل ل - سَلَّ الشَّيْءُ: اس نے کسی چیز  
کو کھینچا یا سوتا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ سَلَّ  
السَّيْفِ وَأَسَلَّهُ دُونِ كَايِكَ هِيَ مَعْنَى  
ہے یعنی اُس نے تلوار سونت لی۔  
سَلَّةُ الخُبْزِ: روٹیوں کی ٹوکری۔  
المِسَلَّةُ: بڑی سوئی (میم کسور) اس کی  
جمع مسال ہے یعنی سوائے۔  
السَّلِيلُ: لڑکا۔  
السَّلِيلَةُ: لڑکی۔  
السَّلَالُ: (سین مضموم) تپ دق، ریل۔  
کہا جاتا ہے: أَسَلَهُ اللَّهُ: اللہ اسے تپ  
دق میں مبتلا کرے۔ اس کا اسم مفعول  
مَسْلُوقٌ ہے یعنی دق زدہ شخص لیکن یہ شاذ

ہے۔  
سَلَالَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا نچوڑ۔ جیسے:  
نظفنا انسان کا سلالہ یعنی نچوڑ ہے۔  
انْسَلَّ مِنْ بَيْنِهِمْ: وہ ان کے درمیان  
میں سے کھسک گیا۔ تَسَلَّلَ كَمَا بَعِيَ بِبِي مَعْنَى  
ہے۔ تَسَلَّسَلَ الْمَاءُ فِي الْحَلْقِ:  
پانی حلق میں ٹپکایا جاری ہوا۔  
سَلْسَلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے پانی  
ڈالا، ٹپکایا، یا جاری کیا۔ مَاءٌ سَلْسَلٌ  
وَسَلْسَالٌ وَسُلَّاسِلٌ (سین مضموم)  
مثلاً اور صاف ہونے کے سبب سے حلق  
میں با آسانی ڈھلنے والا پانی۔ کہا گیا ہے کہ  
يَتَسَلَّسَلُ كَمَا مَعْنَى يَهْ كَمَا بَعِيَ بِبِي مَعْنَى  
لگے یا ہوا سے حرکت کرنے لگے تو یوں  
محسوس ہو جیسے وہ رسی ہے۔  
شَيْءٌ مُسَلَّسَلٌ: کڑیوں میں جڑی ہوئی  
چیز اسی سے سَلْسَلَةُ الْحَدِيدِ: لوہے کی  
زنجیر یا کڑی ماخوذ ہے۔  
س ل م - سَلَّمَ: مرد کا نام۔  
سَلَّمَى: عورت کا نام۔  
سَلْمَانٌ: پہاڑ اور مرد کا نام۔  
سَالِمٌ: مرد کا نام۔  
السَّلْمُ کا معنی استسلام یعنی ہتھیار ڈال  
دینا بھی ہے۔ اور السَّلْمُ ایک بڑا درخت  
بھی ہے جو خاردار ہوتا ہے۔ اس کا واحد  
سَلْمَةٌ ہے۔



یہ واحد اور جمع دونوں صیغوں کے لئے اسم بھی ہے۔

السَّلِيمُ: مارگزیدہ۔ سانپ کا ڈسا ہوا آدمی۔ یہ نام رکھنے میں ایسے مریض کے لئے نیک شگونی ہے کہ خدا سے سلامت رکھے اور بچائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ السَّلِيمُ اس لئے کہتے ہیں کہ ایسے آدمی نے اپنی صورت حال کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا ہوتا ہے یعنی اس کے بچنے کی امید کم ہوتی ہے۔ قَلْبٌ سَلِيمٌ: دُرست حالت میں دل۔

سَلِمَ (لام مکسور) فُلَانٌ مِنَ الْآفَاتِ: فلاں فحُص آفات سے بچا رہا۔ اس کا اسم سَلَامَةٌ ہے۔

سَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهَا: اللہ سے اس سے بچائے۔

سَلَّمَ إِلَيْهِ الشَّيْءُ: اس نے چیز اس کے حوالے کر دی۔ فَتَسَلَّمَهُ: تو اس نے لے لی یا وصول کر لی۔ التَّسْلِيمُ: خوشی سے حکم مان لینا۔ اور کسی کے حوالے کرنا۔

التسليم کا معنی سلام اور سلام کرنا بھی ہے۔ اَسْلَمَ فِي الطَّعَامِ: اس نے ادھار کھانا کھایا۔ اَسْلَمَ أَمْرَهُ إِلَى اللّٰهِ: اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔ اَسْلَمَ: وہ سلامتی میں داخل ہوا۔ یعنی اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

سَلَمَةٌ: ایک مرد کا نام بھی ہے۔

السَّلْمُ: (لام مفتوح) سڑھی۔ اس کی جمع السَّلَالِيمُ ہے۔

السَّلْمُ: سلام۔ السلام علیکم کہنا۔ ابو عمرو نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: اَدْخُلُوا فِي السَّلْمِ كَافَّةً: اور السَّلْمُ سے مراد اسلام لیا ہے۔

السَّلْمُ: صَلْح، امن، سلامتی (سین مفتوح اور مکسور) مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں کے لئے۔

السَّلْمُ وَالمَسَالِمُ: تابع مصالحت کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَا سَلِمْتُ لِمَنْ سَأَلَنِي: جو مجھ سے مصالحت کرے گا میں اس کے تابع ہوں یا سراپا امن و سلامتی ہوں۔

السَّلَام، السَّلَامَةُ: امن و سلامتی۔ السَّلَامُ: ہتھیار ڈال دینا۔ تابع و فرماں بردار بننا۔

السَّلَامُ مصدر تَسْلِيمٍ کا اسم بھی ہے۔ اور السَّلَامُ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے ایک نام بھی ہے اور السَّلَامُ کا معنی عیبوں سے بری اور پاک ہونا بھی ہے بقول اَمِيَّةٌ - قول خداوندی کو: وَرَجُلًا سَلَمًا پڑھا گیا ہے۔

السَّلَامِيَّاتُ: (میم مفتوح) انگلیوں کی ہڈیاں یا جوڑے۔ اس کا واحد سَلَامِيٌّ ہے۔

ہے۔ تو اس کی بقتاری میں کمی آتی ہے یا اسے تسلی ہو جاتی ہے۔ اس پانی کا نام السُّلْوَان ہے۔ (سین مضموم)۔ نیز لوگ کہتے ہیں کہ السُّلْوَان ایک دوا ہے جس کے پینے سے کسی غمزہ اور دکھی انسان کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ اطباء اسے المَفْرُوح کہتے ہیں۔

س م ت - السَّمْتُ: راستہ۔ اہل خیر کی تنظیم یا ادارے کو بھی السَّمْتُ کہتے ہیں۔ التَّسْمِيْتُ بوزن التَّشْمِيْتُ: کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر پڑھنا۔ تَسْمِيْتُ العَاطِس (س اورش دونوں حروف کے ساتھ مقول ہے) کسی چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے يَزْحَمُك اللہ کہنا۔ ثعلب کا قول ہے کہ یہ لفظ سین کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ شین، عربوں کے کلام میں زیادہ اعلیٰ اور کثیر الاستعمال ہے۔

س م ج - سَمَّج: قبیح یعنی برا ہوا۔ اس کا باب ظَرْف ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمَّج (میم ساکن) ہے۔ جیسے: ضَمَّج سے اس کا اسم فاعل ضَمَّج ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمَّج بھی ہے۔ جس کی مثال خَشِن سے خَشِن ہے بمعنی کھر در۔ نیز اس کا اسم فاعل سَمَّج بھی ہے جس کی مثال قَبَّح سے قَبَّح ہے۔

أَسْلَمَ: وہ اسلام میں داخل ہوا۔ یعنی مسلمان ہو گیا۔ أَسْلَمَهُ: اس نے اسے ذلیل و بے عزت کیا۔

التَّسَالُم: باہم مصالحت کرنا۔ التَّمْسَالِمَةُ: مصالحت کرنا۔

اسْتَلَمَ الحَجَرَ: اس نے حجر اسود کا استلام کیا۔ خواہ بوسہ دے کر یا ہاتھ سے چھو کر۔ اسے ہمزہ سے نہیں لکھتے لیکن بعض لوگ اسے الف کی بجائے ہمزہ سے لکھتے اور بولتے ہیں۔

اسْتَسَلَمَ: وہ مطیع و فرماں بردار بن گیا۔

س ل ا - سَلَاغَنُهُ: وہ اس سے بے غم اور بے فکر ہو گیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ سَلَى عَنْهُ (لام کمسور) سَلِيًّا کا معنی بھی یہی ہے۔ السُّلْوَى: ایک پرندے کا نام ہے۔ انفس رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا واحد کا صیغہ نہیں سنا۔ ان کا کہنا ہے کہ لگتا ایسا ہے کہ اس کا واحد کا صیغہ بھی سلوی ہی ہونا چاہئے جس طرح لفظ دِفْلَى واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں ہے۔ السُّلْوَى کا معنی شہد بھی ہے۔

سَلَاةٌ مِنْ هَمِّهِ: اس نے اسے غم اور دکھ میں تسلی دی یا اس کا دکھ دور کیا یا ڈکھ دور دباننا۔ السُّلْوَانَةُ: (سین مضموم) ایک قیمتی پتھر جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس پر بارش کا پانی پڑے اور یہ پانی عاشق

کے وقت باتیں کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ  
 ہے۔ اس کا مصدر سَمَرًا (سین اور میم  
 دونوں مفتوح)۔ اس کا اسم فاعل سَامِرٌ  
 ہے۔ السامر اور السُمَارُ بھی۔ راتوں کو  
 باتیں کرنے والے لوگ۔ اس کی مثال  
 حاجیوں کو حُجَّاج اور حَاجِ کہنے کی ہے۔  
 التَّسْمِيرُ بمعنی التَّشْمِيرُ: چھوڑ دینا۔  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے  
 کہ: مَا يُقِرُّ رَجُلٌ أَنَّهُ كَانَ يَطَأُ  
 جَارِيَتَهُ إِلَّا أَلْحَقْتُ بِهِ وَلَدَهَا فَمَنْ  
 شَاءَ فَلْيُمْسِكْهَا وَمَنْ شَاءَ  
 فَلْيَسْمِرْهَا: جو شخص اس بات کا اقرار  
 کرے کہ وہ اپنی لونڈی سے مباشرت کرتا  
 رہا تو میں اس لونڈی کے بیٹے کو اس شخص  
 کے ساتھ ملا دوں گا۔ اب جو چاہے اسے  
 رکھ لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔  
 اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی  
 اللہ عنہ کی مراد اس سے التَّسْمِيرُ (شین  
 منقوٹ کے ساتھ) تھی، تو انہوں نے شین کو  
 سین میں بدل دیا۔  
 السُّمْرَةُ: گندمی رنگ۔ تم کہتے ہو سَمِرٌ  
 (میم مضموم اور مکسور) اس کا رنگ گندمی ہو  
 گیا۔ اس کا مصدر سُمِرَةٌ ہے۔  
 اسْمَارٌ، اسْمِيرًا کا بھی یہی معنی  
 ہے۔  
 السُّمَرَاءُ: (الف ممدود) گیبوں یا

قَوْمٌ سِمَاحٌ: بڑے لوگ۔ اس کے وزن  
 کی مثال ضِحَامٌ ہے۔  
 س م ح - السَّمَاحُ: اور السَّمَاحَةُ:  
 سخاوت اور جود۔ سَمَحَ بِهِ، يَسْمَحُ  
 (دونوں سینوں میں میم مفتوح)۔  
 سَمَاحًا وَسَمَاحَةً: اس نے سخاوت  
 کی۔ سَمَحَ لَهُ: اس نے اسے عطا کیا،  
 اجازت دی۔ سَمَحَ (میم ساکن) وہ سخی  
 بن گیا یا ہو گیا۔ قَوْمٌ سَمَحَاءٌ: سخی قوم یا  
 سخی لوگ برونز فقہاء۔  
 امْرَأَةٌ سَمَحَةٌ: (میم ساکن) سخی عورت  
 اور نِسْوَةٌ سِمَاحٌ سخی عورتیں۔ (سِمَاحٌ  
 کا سین مکسور)۔  
 المُسَامِحَةُ: ایک دوسرے کو سہولت دینا۔  
 تَسَامَحُوا: انہوں نے ایک دوسرے  
 سے مسامحت کی یعنی درگزر کی اور معاف کر  
 دیا۔  
 س م د - السَّامِدُ: لاپرواہ۔ تکبر سے سر  
 اونچا کیا ہوا انسان۔ اس کا باب دَخَلَ  
 ہے۔ تَسْمِيدُ الْأَرْضِ: زمین میں کھاد  
 ڈالنا۔  
 السِّمَادُ: کھاد، گوبر اور راکھ۔  
 س م د ع - السَّمِيدُ ع: (سین مفتوح)  
 فیاض سردار نرم خو۔ اسے السَّمِيدُ ع  
 (سین مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔  
 س م ر - السَّمْرُ: المُسَامِرَةُ: رات

قصیدے کو مُسَمَّطَةٌ یا شِمْطِيَه کہتے ہیں۔ مثلاً: شاعر کا قول:

وَشَيْبَةٌ كَالْقَيْمِ  
غَيْرُ سُودِ اللَّوْمِ  
ذَاؤْتِيهَا بِالْكَسَمِ  
زَوْراً وَبُهْتَانًا

امری القیس کے دو قصیدے سمطیہ ہیں جن میں ایک قصیدہ درج ذیل ہے:

وَمُسْتَلِيمٌ كَشَفْتُ بِالرُّمْحِ ذَبَلَهُ  
أَقَمْتُ بَعْضُ ذِي سَفَاسِقٍ مِثْلَهُ  
فَجَعْتُ بِهِ فِي مُلْتَقَى الْحَيِّ خَيْلَهُ  
تَرَكَتُ عِتَاقَ الطَّيْرِ تَعْجُلُ حَوْلَهُ  
كَأَنَّ عَلَى سِرْبَالِهِ تَضَحُّ جِرْيَالُ

السَّمَاطَانِ مِنَ النُّخْلِ وَالنَّاسِ:  
درختوں اور لوگوں کی دونوں اطراف۔ کہا جاتا ہے کہ مَشَى بَيْنَ السَّمَاطَيْنِ:  
وہ دو اطراف کے درمیان چلا۔

سَمَطَ الْجَدْيَ: اس نے بکری کے بچے کے جسم کے بال اتارے یا کاٹے اور اسے گرم پانی سے صاف کیا تاکہ اسے بھونے۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔ اور اسم فاعل سَمِطٌ اور اسم مفعول مَسْمُوطٌ ہے۔

س م ع - السَّمْعُ: سَمْعُ الْإِنْسَانِ:  
انسان کا سنتا۔ یہ واحد بھی ہو سکتا اور جمع

گندم۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی گندم اور ہوا ہے۔

السَّمْرَةُ: (میم مضموم) بیول کے درخت کا رنگ یا درخت اس کی جمع سَمْرٌ بروزن رَجُلٌ، سَمْرَاتٌ اور جمع قَلَّتْ أَسْمُرٌ ہے۔

المِسْمَارُ: کیل میخ۔

سَمَرَ الشَّيْءُ: اس نے کسی چیز میں کیل ٹھونکی۔ یا کیل لگا کر مضبوط کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَمْرَةٌ تَسْمِيرٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

السَّمِيرِيَّةُ: کشتی کی ایک قسم۔ سُحْرِي كَشْتِي۔

س م ط - السَّمُطُ: دھاگا جس میں ٹکے یا دانے پروئے ہوئے ہوں۔ ورنہ اسے سلک کہیں گے۔

السَّمُطُ: جس کی جمع السَّمُوطُ ہے کا معنی وہ ڈوریاں ہیں جو زمین کے ساتھ لٹکائی جاتی ہیں۔ سَمَطَ الشَّيْءُ (تَسْمِيطًا) اس نے ڈوریوں کے ساتھ کوئی چیز لٹکادی یا باندھ دی۔

المُسْمَطُ: ایسا شعر جو عروضی اجزاء پر منقسم ہو یا ایسی رباعی جس کا چوتھا مصرعہ دوسری رباعی کے چوتھے مصرع کے ہم

قافیہ ہو۔ سَمَطَ فِي قَافِيَةٍ مَخَالِفَةٍ:  
شعر جو مخالف قافیہ پر کہے گئے۔ ایسے

اس کی تفسیر انخفش رحمہ اللہ نے یوں کی ہے کہ تو نہ سنے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: **اسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ**: ازراہ تعجب کہ قیامت میں خدا کے حضور پیشی کے وقت وہ کیسے سننے والے اور کہنے اور دیکھنے والے ہوں گے یعنی ان کی حالت دیدنی ہوگی۔ **المُسْمِعَةُ**: مُغْنِيَةٌ، گانے والی عورت۔

**سَمِعَ بِهِ تَسْمِيْعًا**: اس نے اُسے مشہور کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے: **مَنْ فَعَلَ كَذَا سَمِعَ اللَّهُ بِهِ أَسْمَاعَ خَلْقِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ**: جس نے ایسا فعل کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کو لوگوں کے کانوں تک پہنچادیں گے۔

**سَمِعَهُ الصَّوْتُ تَسْمِيْعًا** اور **أَسْمَعُهُ**: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اسے آواز سنادی۔

**السَّامِعَةُ، السَّامِعُ**، کا ایک ہی معنی ہے یعنی سننے والا۔

**السَّمْعُ**: گانے والا مرد۔

**س م ق - السَّمَاقُ**: (میم مشدّد) ایک درخت جس کے پتوں سے چمڑا رنگا جاتا ہے اور جس کے بیج خوشی بنانے کے کام آتے ہیں۔

**س م ک - سَمَكَ اللَّهُ السَّمَاءَ**: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا۔ اس کا باب **نَصَرَ** ہے۔

بھی۔ مثلاً: قول خداوندی: **خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ**: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔ کیونکہ یہ اصلاً **سَمِعَ** کا مصدر ہے۔ اس کی جمع **أَسْمَاعٌ** بنائی جاتی ہے اور جمع الجمع **أَسْمَاعُ** ہے۔ **فَعَلَهُ رِبَاءً وَسَمْعَةً**: اس نے یہ کام ریاکاری اور شہرت کے لئے کیا۔ **إِسْمَعُ لَهُ**: اس نے اس کی بات پر کان دھرا۔ یعنی غور سے سنا۔ یہی معنی **تَسْمَعُ إِلَيْهِ** اور **أَسْمَعُ إِلَيْهِ** کا ہے جس میں ادغام ہوا ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: **لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى**۔ اور کہا جاتا ہے **تَسْمَعُ إِلَيْهِ سَمِعَ إِلَيْهِ** اور **سَمِعَ لَهُ** کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: **لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ**: اس قرآن کی طرف دھیان نہ دو، اور یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: **لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى**: یہاں **يَسْمَعُونَ** کا میم مشدّد نہیں ہے۔

**تَسَامَعُ بِهِ النَّاسُ**: لوگوں نے یہ بات ایک دوسرے کو سنادی۔

**أَسْمَعَهُ الْحَدِيثُ**: اس نے اسے بات سنادی۔

**سَمِعَهُ**: اس نے اسے گالی دی۔ قول خداوندی ہے: **وَأَسْمَعُ غَيْرَ مُسْمِعٍ**

السَّامَةُ: زہریلی۔  
سَامٌ: کوڑھ۔ سَامٌ اَبْرَصٌ: چھپکلی،  
سب سے بڑی چھپکلی۔

السُّمُومُ: گرم ہوا۔ مَوْنُثٌ ہے۔ اس  
کی جمع سَمَائِمٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے:  
السُّمُومُ بِالنَّهَارِ وَقَدْ تَكُونُ بِاللَّيْلِ  
وَالْحَرُورُ بِاللَّيْلِ وَقَدْ تَكُونُ  
بِالنَّهَارِ: کہ یادِ موسم تو بالعموم دن کو چلتی  
ہے لیکن کبھی کبھی رات کو بھی چلتی ہے اسی  
طرح یادِ حر و رات کو چلتی ہے اور کبھی کبھی  
دن کو بھی چلتی ہے۔

السَّمِيمُ: تیل کے دانے۔

س م ن - السَّمْنُ: گھی، اس کی جمع  
سُمْنَانٌ ہے جس طرح عُبْدٌ کی جمع  
عُبْدَانٌ ہے۔

سَمْنُ الرَّجُلِ الطَّعَامُ: آدمی نے  
کھانے میں گھی ڈال دیا۔ اس کا باب  
نَصْرٌ ہے۔

طَعَامٌ مُسْمُونٌ وَسَمِينٌ: گھی دار  
کھانا۔

السَّمْنَانُ: اگر اسے گھی فروش کے معنوں  
میں لیا جائے تو یہ منصرف ہوگا اور اسے  
السَّمُّ یعنی زہر سے مشتق قرار دیا جائے تو  
معرفہ ہونے کی حیثیت سے غیر منصرف ہو  
گا۔

سَمْنُ الْقَوْمِ تَسْمِينًا: اس نے قوم کو گھی

سَمَكُ الشَّيْبِيِّ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا  
باب دَخَلَ ہے۔ سَمَكُ الْبَيْتِ:  
(سین مفتوح) گھر کی چھت۔

السَّمَكُ: چھپکلی۔ اس کا واحد اور جمع  
الْبَحْجُ سِمَاكٌ اور سُمُوكٌ ہے۔

س م ل - السَّمَلُ: الْخَلْقُ مِنْ  
الْيَسَابِ: پچھے پرانے کپڑے۔ سَمَلُ  
الشُّوْبِ: کپڑا پھٹ گیا۔ اس کا باب  
دَخَلَ ہے۔ اَسْمَلُ: اس نے پرانا کر  
دیا۔

سَمَلُ الْعَيْنِ بِحَدِيدَةٍ مُحَمَّاةٍ: گرم  
لوہے کے ساتھ آنکھ پھوڑنا۔

س م م - السَّمُّ: سوراخ، اسی سے سُمُّ  
الْخِيَاطِ (سین مفتوح و مضموم) سوئی کا ناکہ  
ماخوذ ہے۔ السَّمُّ (سین مفتوح و مضموم) اسی طرح اس سے  
السَّمُّ الْقَاتِلُ: (قاتل زہر) ماخوذ ہے۔  
اس میں بھی السَّمُّ کا میم مفتوح بھی ہے اور  
مضموم بھی۔ اور اس کی جمع سُمُومٌ، اس  
سے سِمَامٌ اور مَسَامُ الْجَسَدِ، جسم کے  
سوراخ بھی ماخوذ ہے۔ سَمَّةٌ: زہر نے  
اسے بیمار کر دیا۔

سَمَّ الطَّعَامِ: اس نے کھانے میں زہر ملا  
دیا۔ ان دونوں کا باب رَدٌّ ہے۔

السَّامَةُ: خواص۔ کہا جاتا ہے کہ:  
كَيْفَ السَّامَةُ وَالْعَامَةُ: عوام و خواص

کا کیا حال ہے۔

فراہم کیا۔

التَّسْمِينُ: اہل طائف اور اہل یمن کی لغت یا لہجے میں ٹھنڈا کرنا۔

السَّمِينُ: فریب، یہ المہزول کمزور کی ضد ہے۔

قَدْ سَمِنَ: وہ فریب ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمِينٌ:

فریب شخص ہے۔ تَسْمِنَ کا بھی یہی معنی ہے۔

سَمْنُهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے فریب کیا۔ مثل ہے کہ سَمِنَ كَلْبِكَ

يَا كَلْبُكُ: اپنے کتے کو گھی کھلا کر فریب کرو وہ تم ہی کو کاٹ کھائے گا۔

السُّمْنَةُ: (سین مضموم) ایک دو جس سے عورتیں فریب ہوتی ہیں۔

اسْتَسْمَنَتْ: اس نے اسے فریب خیال کیا یا سمجھا۔ نیز اسْتَسْمَنَتْ: اس نے اس سے

گھی مانگا۔ السُّمَانِيُّ: ایک پرندہ۔ اسے مشد ذکر کے السُّمَانِيُّ نہیں کہنا چاہئے۔

اس کا واحد کا صیغہ سُمَانَاةٌ ہے اور جمع سُمَانِيَاتٌ ہے۔

السُّمِّيَّةُ: (سین مضموم اور میم مفتوح) بت پرستوں کا ایک فرقہ جو تاسخ کا قائل

ہے اور غیب کی خبروں کے واقع ہونے کے منکر بھی ہیں۔ غالباً ہندو جو آدوگون کے

قائل ہیں۔ اور آخرت کی باز پرس کے

منکر۔

س م ہ ر - السَّمْهَرِيَّةُ: سخت نیزہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ نیزے سَمْهَرَانِيٌّ ایک شخص

کی طرف منسوب ہیں جو نیزے اور بھانے سیدھے کرتا تھا۔ اسی کی نسبت سے

رُمَحٌ سَمْهَرِيٌّ اور رِمَاحٌ سَمْهَرِيَّةٌ مشہور ہوا۔

س م ا - السَّمَاءُ: آسمان۔ مذکر مؤنث دونوں صیغے یکساں۔ اس کی جمع اَسْمِيَّةٌ اور

سَمَوَاتٌ ہے۔ وہ چیز جو تمہارے اوپر سایہ لگن ہو السَّمَاءُ کہلاتی ہے۔

السَّمَاءُ بَارِشٌ کے لئے بھی استعارہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَا زِلْنَا نَطَأُ حَتَّى

أَتَيْنَاكُمْ: ہم بارش میں بھیگتے تمہارے پاس آ گئے یا ہم برستی بارش میں بھی

تمہارے پاس آ گئے۔ السُّمُوُّ: بلندی، اونچائی۔ اسی سے سَمَوْتُ اور سَمَيْتُ

مشتق ہے بمعنی میں اوپر چڑھا۔ اس کی مثال عُلُوْتُ وَعَلَيْتُ اور سَلَوْتُ و

سَلَيْتُ ہے۔ یہ ثعلب کے قول کے مطابق ہے۔

وَقُلَانٌ لَا يُسَامِي وَيَقْدُ عَلا مِنْ سَامَاةٍ: فلاں شخص سے کوئی آدمی اور نہیں

جاسکتا لیکن جو اس سے اوپر چلا گیا وہ بلندی پر پہنچا۔

تَسَامَوْا: بلندی پر جانے میں انہوں نے

صیغے کے ادراک کا دارو مدار سماع پر ہے۔ اس میں چار لغات یا لہجے ہیں:  
(۲۱) اِسْمٌ: (ہمزہ مکسورہ و مضموم)۔  
(۲۲) اِسْمٌ: (سین مکسورہ و مضموم)۔  
اِسْمًا: (سین مضموم اور الف مقصور) پانچواں لہجہ ہے۔

اسم کا الف الف وصل ہے۔ شاعر نے شاید ضرورت شعری کے پیش نظر اسے حذف کر دیا ہے۔ اَسْمَاءُ کی جمع اَسْمَاءُ ہے۔ الفراء نے بتایا کہ اُعِيدُكَ بِاَسْمَوَاتِ اللّٰهِ تعالیٰ: میں تمہیں خدا تعالیٰ کے ناموں کی پناہ میں دیتا ہوں۔

س ن ح- سَنَحٌ: میری یوں رائے ہے یعنی مجھے یہ سوجھا ہے۔ اس کی باب خَضَعٌ ہے۔

س ن د- فُلَانٌ سَنَدٌ: فلاں آدمی سند یعنی با اعتماد ہے۔

سَنَدٌ اِلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز پر تکیہ لگایا یا تکیہ لگائی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اِسْتَنَدَ اِلَيْهِ کا معنی بھی یہی ہے۔ اِسْنَدٌ غَيْرَةٌ: اس نے کسی اور پر اعتماد کیا۔ اِلِاِسْنَادُ فِي الْحَدِيثِ کا معنی ہے کہ حدیث کو اپنے بیان کرنے والے تک پہنچانا۔

خُشِبٌ مُسْنَدَةٌ: کثرت کے باعث گڑھی ہوئی یا نصب کی ہوئی لکڑیاں۔

ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔  
السَّمَاوَةُ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے جو بڑے شہروں کی طرف واقع ہے۔  
سَمِيْتُ فُلَانًا زَيْدًا وَسَمِيْتُهُ بِزَيْدٍ:  
دونوں کا ایک معنی ہے۔

اَسْمِيْتُهُ فَتَسْمِي بِهِ: میں نے اس کا نام رکھا تو وہ اس نام سے مشہور ہوا یا اس کا یہ نام پڑ گیا۔ هُوَ سَمِيٌّ فُلَانٌ: وہ فلاں شخص کا ہم نام ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہتے ہیں کہ هُوَ كَتَبْتُهُ یعنی وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ قول خداوندی ہے: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا: کیا تم اس کا کوئی ہم نام جانتے ہو، یعنی اس کی نظیر جو اس جیسا نام رکھنے کا حقدار ہو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی مُسَامِيًّا يُسَامِيهِ ہے یعنی ایسا نام والا جس کا نام اُس جیسا ہو۔

اِلِاِسْمِ، سَمَوْتُ سے مشتق کلمہ۔ اس کا معنی بلند آواز اور بلندی ہے۔ اور اس کی تقدیر اَفْعُ بمعنی بلندی ہے۔ اس سے واو ہٹ گئی۔ کیونکہ اس کی جمع اَسْمَاءُ ہے۔ اور اس کی تصغیر سُمِيٌّ ہے۔ البتہ اس کی تقدیر کی اصل میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی تقدیر کی اصل فِعْلٌ ہے اور بعض نے کہا کہ فِعْلٌ ہے۔ دونوں کی جمع اَسْمَاءُ ہے جس طرح جِدْعٌ کی جمع اَجْدَاعٌ اور قِفْلٌ کی اِقْفَالٌ ہے۔ اس کے



سَنِيك و سُنِيك: تم اپنے راستے پر چلو۔ یا اپنی سیدھ میں اپنے رُخ پر چلو۔ تَنْحُ عَلٰی سَنِ الطَّرِيقِ: راستے کے کنارے سے چلو۔ اس لفظ کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:

(۱) سَنَّ.

(۲) سِنَنَّ.

(۳) سُنَنَّ.

السُّنَّةُ: سیرت۔ کردار اور طرز عمل۔

العَمَّا الْمَسْنُونُ: بدبودار کچڑ۔

سَنُّ السَّيِّئِ: اس نے چھری تیز

کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المِسْنُ: وہ پتھر جس پر چھری چاقو تیز

کرتے ہیں۔ یہی معنی السَّنَانِ اور

السِّنَانِ کا ہے۔

سِنَانُ الرُّمْحِ: نیزے کا پھل۔

اگلاو ہے والا حصہ۔ اس کی جمع اِسِنَّةٌ ہے۔

السِّنُونُ: دانت صاف کرنے کا منجن۔

اسْتَنَّ الرَّجُلُ: آدمی نے منجن سے

دانت صاف کئے۔

السِّنُّ: دانت۔ اس کی جمع الأَسْنَانُ ہے

اور أَسْنَانُ کی جمع اِسِنَّةٌ ہے۔ اس کی مثال

قِنِّ كِي جمع أَقْنَانِ اور أَقْنَانِ كِي جمع أَقِنَّةٌ

ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَإِذْ

سَافَرْتُمْ فِي الخَصْبِ فَأَعْطُوا

الرُّكْبَ اِسْتَنْتَهَا: جب تم سرسبز اور

سِنَّةٌ: (سندھ) ایک ملک یا علاقے کا نام۔ سندھ پاکستان کا ایک صوبہ۔ واحد کے لئے سِنَّةٌ اور جمع کے لئے سِنَّةٌ اس کی مثال زَنْجِيٌّ اور زَنْجٌ ہے۔

س ن ر - سِنَّوْرٌ: بلی۔

اس کی جمع سَنَّائِبُرٌ ہے۔

س ن ط - السِّنَاطُ: (سین کمور) کھودا

شخص جس کے داڑھی مونچھ بالکل نہ ہو۔

یہی معنی السِّنُوْطِ اور السِّنُوْطِي کا ہے۔

س ن م - السَّنَامُ: کوہان۔ اس کی جمع

أَسِنَّةٌ ہے۔

تَسَنَّمَ: اس نے اسے اونچا کیا۔ قول

خداوندی ہے: وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ:

اس میں تسنیم کے پانی کی ملاوٹ ہوگی۔

مفسرین کا قول ہے کہ تَسْنِيمٌ جنت کے

ایک چشمے یا پانی کا نام ہے۔ اس کا یہ نام

تسنیم اس لئے پڑا ہے کہ یہ جنت کے

کمروں اور محلات کے اوپر بلندی پر بہتا

ہے۔

تَسْنِيمُ القَبْرِ: قبر کا کوہان کی طرح بنانا۔

اس کی ضد تَسْطِيحُ القَبْرِ ہے۔ یعنی قبر کو

اوپر سے برابر اور ہموار کر دینا۔

س ن ن - السَّنَنُ: راستہ۔ کہا جاتا ہے کہ

اسْتَقَامَ فَلَانٌ عَلٰی سَنَنِ وَاَحِدٌ يَعْنِي

فَلَانٌ آدَمِيٌّ اِيكٌ بِي طَرِيْقَةٍ بِرَجْمِ رَايَا ذُنَا

رہا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِمْضِ عَلٰی

وَمُسَانَهَةٌ اس نے اسے سالوں کے حساب سے کرائے پر لیا یا ملازم رکھ لیا۔ جب تم اس کی جمع بناؤ تو سین کو کمسور کر دو بعض لوگ اسے مضموم کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کی جمع مِسِينٌ اور مَسَّةٌ کی جمع مِيسِيْنٌ بناتے ہیں، یعنی اسے مرفوع کرتے ہیں اور آخر میں تخوین دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب واحد کی طرح کرتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ شعر میں یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے اور وہاں یاہ لازمًا لکھی اور بولی جاتی ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: ثَلَاثٌ مَائَةٌ سِينِيْنَ: انفسِ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ یعنی سِينِيْنَ ثلاث اور مائۃ کا بدل ہے۔ یعنی اصل عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ لَبِثُوا ثَلَاثًا مِنَ السِّنِيْنَ: اس نے مزید کہا کہ اگر السِّنُونِ کو المائۃ کی تفسیر سمجھا جائے تو مجرور ہے اور اگر یہ ثلاث کی تفسیر ہے تو یہ مَضُوب ہے۔ قول خداوندی ہے: لَمْ يَتَسَنَّةً یعنی برسوں نے اس میں تبدیلی اور تغیر پیدا نہیں کیا۔

التَّسَنُّةُ: باسی پن جوروئی اور پانی وغیرہ میں واقع ہوتا ہے یا آتا ہے۔ مثلاً: باسی روئی کو خُبَيْرٌ مَتَسَّنَةٌ کہا جاتا ہے۔ سِنَنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و سن ن'۔ مَسَنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س ن ہ' اور بذیل مادہ 'س ن ا'۔

شاداب زمین اور کھیتوں میں سفر کر رہے ہو تو اپنی سواریوں کے منہ بند رکھو۔ یعنی ان کو لوگوں کی کھیتیاں چرنے سے روکو۔ میرا کہنا ہے کہ الوَثْبُ جمع ہے الوَثْبُوبُ کی۔ جس طرح زُبُوْرٌ زبور کی اور عُمْدَةٌ عمود کی جمع ہے۔

السِّنُّ مَوْتٌ ہے اور اس کی تصغیر سِنِيْنَةٌ ہے۔ اور السِّنُّ سے عمر مراد لی جاتی ہے۔ سِنَةٌ مِنَ الثَّوْمِ: لہسن کی ایک کڈی یا کٹہ۔

سِنُّ الْقَلَمِ: قلم کی ب۔ یعنی قلم کا وہ حصہ جو گھڑا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: أَطْلُ سِنِّ قَلَمِكَ اپنے قلم کی تراش لے لی بناؤ۔ وَسَمِنَهَا اور اس کو موٹا یعنی چوڑا بناؤ۔ وَحَرَفٌ قَطَعْتَكَ اور اپنے قلم کا قط حیز رکھو وَايْمِنَهَا اور اسے دائیں رخ رکھو۔ اَسَنَّ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ یا عمر رسیدہ ہو گیا۔

المَسَانُ مِنَ الْإِبِلِ: بوڑھے اونٹ۔ اس کی ضد اَفْتَاءٌ یعنی جوان اونٹ ہے۔

س ن ہ - المَسَنَةُ: سال۔ اس کی جمع السِّنِيْنَ ہے۔ اس لفظ کے ناقص ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک قول 'واو' ہے اور دوسرا قول 'ة' ہے۔ اس کی اصل السَّنْهَةُ ہے بروزن الجبْهَةُ اور اس کی تصغیر سِنِيْنَةٌ اور سِنِيْهَةٌ ہے۔ اسْتَجَرَهُ مُسَانَاةً

س ۱ - السَّنَا: (الف مقصور) روشنی۔  
 آسانی بجلی کی روشنی یا چمک۔  
 السَّنَانُ: ایک جڑی یا بوٹی بھی ہے جس کو  
 بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ درصغیر میں  
 اسے بڑگ سنا کہتے ہیں۔  
 السَّنَاءُ: بلندی۔ اس میں الف ممدود  
 ہے۔  
 السَّنِيُّ: بلند والا۔  
 السَّنَاءُ: اس نے اسے اونچا کیا۔ بلندی پر  
 لے گیا۔ وَسَنَاءُ تَسْنِيَةٌ: اس نے اسے  
 کھولا اور آسان بنا یا ہموار کیا۔ القرام کے  
 بقول: تَسْنَى كَأَمْنِي تَغْيِيرٌ لِحْنِي بَدَلٌ غِيَا۔  
 ابو عمرو کا قول ہے کہ لَمْ يَتَسَنَّ كَأَمْنِي ہے  
 کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قول  
 خداوندی: مِمَّنْ حَمَاءٌ مَمْسُونُونَ:  
 میں مَسْمُون سے مراد متغیر ہے۔ یہاں  
 ایک نون یاء میں تبدیل ہو گیا جس طرح  
 تَقْضُضٌ میں ایک ضاد کوئی میں بدل دیا  
 گیا ہے۔  
 المُسْنَأَةُ: پشت۔  
 المُسَانِيَةُ: آب برداری کے لئے استعمال  
 ہونے والی اونٹنی۔ اس سے ایک ضرب  
 اللش مشہور ہے کہ سَمِيرُ السُّوَالِي سَفَرٌ  
 لَا يَنْقَطِعُ: آب برداری کا چلنا ایسا سفر  
 ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔  
 السَّنَةُ: جب تم اسے سے پڑھو تو گویا

تم نے اس میں 'واو' کم کر دیا۔ اس صورت  
 میں اس کا یہ باب ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ  
 أَسْنَى الْقَوْمُ یعنی لوگوں نے کسی ایک  
 مقام پر ایک سال گزارا۔  
 س ۲ - السُّهْبُ: اس نے زیادہ باتیں  
 کیں۔ ایسے شخص کو مُسْهَبٌ کہیں  
 گئے۔ (حماہ مفتوح ہے) اسے حماہ کمزور کر  
 کے مُسْهَبٌ نہیں کہنا چاہئے۔ ایسا کہنا  
 بہت تادیر ہے۔  
 س ۳ - السُّهَادُ: بیداری، جاگنا۔  
 اس کا باب طرب ہے۔  
 السُّهْدَةُ تَسْهَدُ: اس نے اسے جگایا  
 جگائے رکھا۔ اس کا اسم مفعول مُسْهَدًا  
 ہوگا یعنی بیدار، جاگتے رہنے والا۔  
 س ۴ - السُّهْرُ: بیداری، جاگنا۔ اس کا  
 باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل سَاهِرٌ  
 یعنی بیدار ہے اور دوسرا اسم فاعل سُهْرَانٌ  
 ہے۔ اسْهَرَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے  
 بیدار کیا یا بیدار رکھا۔  
 رَجُلٌ سُهْرَةٌ بِرُوزِنِ هَمْزَةٍ: بہت زیادہ  
 جاگنے والا۔  
 السُّهْرَةُ: روئے زمین۔  
 س ۵ - السُّهْلُ: میدان، ہموار جگہ،  
 الجبل: پہاڑ کی ضد۔  
 أَرْضٌ سُهْلَةٌ: ہموار میدانی زمین۔  
 السُّهْلُ: السُّهْلُ کے ساتھ صفت نسبتی سُهْلِيٌّ

ہے۔ (س مضموم خلاف قیاس ہے)۔

س ۱۰۔ السُّهْلُ الْقَوْمُ: قوم میدانی علاقہ بن گئی۔ س ۱۱۔ السُّهْلَانُ بِلْکَا سِتَارَهُ۔ لوگ اس کے

ذریعے اپنی آنکھیں یا قوت بصیرت چاہتے ہیں یا چیک کرتے ہیں۔

س ۱۲۔ السُّهُوْلَةُ: سہولت۔ زمین کی نرمی۔

س ۱۳۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۴۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۵۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۶۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۷۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۸۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۱۹۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۲۰۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۲۱۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

س ۲۲۔ السُّهُوْلَةُ: زمین کی نرمی۔

(دال معنوں) کہو گے۔

السَّوَادُ: سیاہ رنگ۔ ان معنوں میں تم کہتے ہو: اِسْوَدُ الشَّيْءِ: چیز سیاہ ہوگئی یا چیز کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اس کا مصدر اِسْوَدَا اِسْوَدًا اِسْوَادًا یعنی (اِسْوَادُ اِسْوَادًا اِسْوَادًا) اِسْوَادُ کا صیغہ تصغیر اِسْوَدًا اور اِسْوَادُ ہے جس کا معنی ہے کہ اس کا رنگ سیاہ رنگ کے قریب ہے۔ اس کی تصغیر ترجمیم سُوَيْدٌ ہے۔

الْأَسْوَدُ: سانپوں میں سے سب سے بڑا سانپ جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع الْأَسْوَادُ ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے۔ اور اگر یہ صفت ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر ہوگی۔ السَّيِّدُ مِنَ الْمَعْرِ: بڑی عمر کی بکری۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَبِيُّ الضَّانِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْرِ: اگلے دو دانت گری ہوئی بھیر عمر رسیدہ بوڑھی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔

السَّوَادُ: کا معنی شخص یا شخصیت بھی ہے۔ سَوَادُ الْأَمِيرِ: امیر کا عہدہ یا ساز و سامان۔ سَوَادُ الْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ: بصرہ اور کوفہ کے دیہات۔

سَوَادُ الْقَلْبِ: دل کا دانہ۔ اسی طرح اِسْوَدُهُ، سَوْدَاءُهُ اور سُوَيْدَاؤُهُ سب کا معنی ایک ہی ہے۔

سَوَادُ النَّاسِ: عام لوگ، پبلک۔

ہے۔ اور آیت میں اس کا معنی آگ ہے۔ السَّيِّئَةُ دَرَامِلٌ سَيِّئَةٌ ہے وَاذْ يَاءٌ میں تبدیل ہوگئی اور پہلی یاء میں اس کا اِدْقَامٌ ہو گیا۔ قول خداوندی میں کہا گیا: مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ: یعنی بغیر برص کی بیماری۔

س و ج - السَّاجُ: ایک قسم کا درخت۔ اس کا معنی سبز رنگ کا ریشم بھی ہے۔ اس کی جمع سَيْبَجَانٌ بروزن تیبجان ہے۔

س و ح - سَاحَةُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔ اس کی جمع سَاحٌ، سَاحَاتٌ اور سُوْحٌ بروزن رُوْحٌ ہے۔

س و د - سَادٌ قَوْمِهِ: اس نے اپنی قوم کی سرداری یا قیادت کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔ اس کا مصدر سَوَدًا اِسْوَدًا ہے۔ (اس میں سین مضموم ہے) اور سَيِّدٌ وُذَّةٌ (سین مفتوح) ہے اور اسم فاعل سَيِّدٌ ہے۔ سَيِّدٌ كِي جمع سَادَةٌ ہے۔

سَوْدَةٌ قَوْمُهُ: (وَاوْ مَشَدَدٌ ہے) اس کی قوم نے اسے سردار بنایا۔

هُوَ اَسْوَدٌ مِنْ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے زیادہ بڑا سردار ہے۔ تم کہتے ہو کہ هُوَ سَيِّدٌ قَوْمِهِ: وہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس سے تمہاری مراد زمانہ حال ہے یعنی زمانہ حال میں اپنی قوم کا سردار ہے۔ لیکن اگر تم مستقبل کے لئے کہنا چاہو تو پھر تم هُوَ سَائِدٌ قَوْمِهِ کہو گے یا سَائِدٌ قَوْمُهُ

سُوْرَةُ الْفَضْبِ: غضب اور غصے کا حملہ۔  
سُوْرَةُ الشَّرَابِ: شراب کا سراور دماغ  
پر حملہ اور غلبہ۔

سُوْرَةُ الْحُمَةِ: ڈنک کی شدت۔  
سُوْرَةُ السُّلْطَانِ: بادشاہ کی شان و  
شوکت و دبدبہ اور زیادتی۔

س و س - سَاسِ الرَّعِيَّةِ: اس نے  
رعایا کی سیاست کی۔ اس کا مصدر سَيَّاسَةٌ  
(سین مکور) ہے۔

السُّوسُ: کیرا جو اون اور اناج میں  
پڑ جاتا ہے۔ سَاسِ الطَّعَامِ يَسَاسُ  
(سوسا) اناج میں کیرے پیدا ہو گئے۔  
اسی طرح اَسَاسِ الطَّعَامِ اور سَوَسَ  
تَسْوِيْسًا کا بھی یہی معنی ہے۔

س و ط - السُّوْطُ: کوڑا۔ جس سے مارا  
جاتا ہے۔ اس کی جمع اَسْوَاطٌ اور سِيَاطٌ  
ہے۔

سَاطِئُ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔  
اس کا باب قَالٌ ہے۔ قول خداوندی ہے:  
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطًا  
عَذَابٍ: پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب  
کا کوڑا برسایا۔ یہاں سَوْطٌ عَذَابٍ سے  
مراد عذاب کا حصہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے  
کہ اس سے مراد عذاب کی شدت ہے۔  
کیونکہ عذاب کوڑے کے ذریعے دیا جاتا  
ہے۔

س و ر - السُّوْرُ: شہر کی فصیل۔ اس کی  
جمع اَسْوَارٌ اور سِيْرَانٌ ہے۔

السُّوْرُ: سورۃ کی جمع بھی ہے۔ جیسے  
بُسْرَةٌ کی جمع بُسْرٌ ہے۔ اور یہ بناء  
(عمارت) کی ہر منزل ہے۔ اسی سے  
قرآن کی سورۃ بھی ماخوذ ہے کیونکہ یہ  
مرحلہ وار نازل ہوئی ہے اور یہ سورتیں ایک  
دوسرے سے الگ اور کٹی ہوئی ہیں۔ اس  
کی جمع سُورٌ ہے۔ اسی میں وَاوُ مفتوح  
ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کی جمع  
سُوْرَاتٌ بنائی جائے۔ اس میں وَاوُ کی  
ساکن اور مفتوح دونوں صورتیں ہوں گی۔  
السُّوْرُ بمعنی ننگن کی جمع اَسْوِرَةٌ ہے۔ اور  
اس کی جمع الجمع اَسَاوِرَةٌ ہے۔ قرآن کی یہ  
آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَلَوْلَا اَلْقِيَ  
عَلَيْهِ اَسَاوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ: اس پر سونے  
کے ننگن کیوں نازل نہیں کئے گئے۔ ہو سکتا ہے  
کہ یہ یعنی اَسَاوِرَةٌ اَسَاوِرٌ کی جمع ہو۔  
قول خداوندی ہے: يُحْلَوْنَ فِيْهَا مِنْ  
اَسَاوِرٍ مِّنْ ذَهَبٍ: جنت میں اہل جنت  
کو سونے کے ننگن پہنائے جائیں گے۔ ابو  
عمر کا قول ہے کہ اس کا واحد اَسْوَارٌ ہے۔  
سُوْرُهُ تَسْوِيْرًا: اس نے اسے ننگن  
پہنایا۔

فَتَسْوِرَةٌ: تو اس نے ننگن پہن لیا۔  
وَتَسْوِرُ الْحَائِطِ: وہ دیوار پر چڑھا۔

۱۔ اذندى ہے: يشجر صخلاً اولاً، يهكاه  
يسيفه: وہ دوڑنے کے مشروب یعنی پانی  
کے گھونٹ تو بھرتے گا لیکن اسے طلق اسے  
۲۔ نہیں اتار کے گا۔ سب سے  
۳۔ سماع به صاعاً فعل ناس سے جو کچھ کیا  
۴۔ وہ جانتا تھا۔  
۵۔ سماع به غيرة تسموياً: کسی اور نے  
۶۔ اس کے لئے جانتا کر دیا۔  
۷۔ س ۳۰۰ من و صنف من الصنافة: صنافت، دوری،  
۸۔ قاصداً اس لفظ کی اصل السنوف ہے  
۹۔ جس کا معنی سو گھنٹا ہے۔  
۱۰۔ جب کوئی راہبر یعنی راستہ دکھانے والا کسی  
۱۱۔ جنگل یا بوشت میں سفر کر رہا ہوتا تو مسافر اٹھا  
۱۲۔ کر لے لیتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ  
۱۳۔ جہاں آگ میں سفر کر رہا ہے یا جہاں آگ  
۱۴۔ میں اس کے بعد اس لفظ کا استعمال  
۱۵۔ لکھتے ہوئے لگا یہاں تک کہ  
۱۶۔ قاصداً کا یہی کام پڑا ہے۔  
۱۷۔ الصنافة: ویو ابوی چٹائی کا ہر دوڑا۔  
۱۸۔ قول ہے کہ سواق کلہ تفسیر ہے جس کا  
۱۹۔ بعد میں وقوع ہوا۔  
۲۰۔ تم کہتے ہو کہ المشوقہ میں لے آئے بار بار  
۲۱۔ سواق کہا یعنی میں یہ کام عقرب کراؤں  
۲۲۔ گا۔ اس فعل سے الگ نہیں کیا جاتا کیونکہ  
۲۳۔ یہ حرف سین کی جگہ ہے جو مشوقہ فعل میں  
۲۴۔ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس کا یہ قول ہے کہ

۱۔ السواق کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز  
۲۔ میں ملانا بھی ہے۔ اسی سے المشواق  
۳۔ ماخوذ ہے یعنی وہ لکڑی جس لئے ایک چیز کو  
۴۔ دوسری چیز میں ملانا چاہئے۔  
۵۔ ان السواق: اس لئے اسے ملایا اور اس عمل  
۶۔ کو کثرت سے کیا۔  
۷۔ س ۳۰۰ من و صنف من الصنافة: موجودہ وقت میں  
۸۔ اس کی جمع السماع اور الصناعات ہے۔  
۹۔ عاملاً مساوغة: اس لئے اس کے  
۱۰۔ ساتھ گھنٹوں کے حساب سے کام کرنا طے  
۱۱۔ کیا۔ یا کام کیا۔ یہ اسی طرح جس طرح  
۱۲۔ ميا و مية کہتے ہیں یعنی دہاڑی دہاڑی کے  
۱۳۔ حساب سے کام کرنا یا روزانہ اجرت کے  
۱۴۔ حساب سے کام کرنا۔ یہ لفظ صرف انہیں  
۱۵۔ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔  
۱۶۔ الصنافة: اقامت۔  
۱۷۔ سواق: (سین مضموم) ایک بے کا نام  
۱۸۔ ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی  
۱۹۔ تھی۔  
۲۰۔ سواق المشوقہ اب نپانی یا  
۲۱۔ اشراق غیر تکلیف سے طلق سے واصل۔ اس  
۲۲۔ کا باب قال ہے۔  
۲۳۔ سماعه عجزه: کسی اور نے اسے پلایا  
۲۴۔ گیا پلائی۔ اس کا باب قال اور بئاع ہے۔ یہ  
۲۵۔ بتعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ عمدہ اور بہتر  
۲۶۔ تعبیر یہ ہے کہ: اساعه غیرہ: قول

فَلَا يَنْتَفِئَاتُ التَّسْوِيقُ يَعْنِي وَه  
 نَ خَوَاشِئَاتٍ يَرُدُّونَهَا إِلَى رِجْلِ  
 التَّسْوِيقِ : مَا لَمْ يَنْتَهِ إِسْوَالٌ كَرْتَابُ  
 سَلْ عَوَاقِبُ التَّسْوِيقِ : لِتُطْلَقُ فِيهِ اسْمُ كِي الْجَمْعِ  
 تَسْوِيقٌ يَوْمٌ أَوْ رَأْسٌ كِي إِسْوَالٌ أَوْ رَأْسٌ  
 يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ  
 سَاقُ الشَّجَرَةِ : دَرَجَتُهَا كَمَا تَلَى سَاقِي  
 خَرِبٌ قَرْنِي كَأَنَّ رَأْسَ خَدَّيْهِ يَوْمٌ  
 يُكْشَفُ عَنْ سَاقِي : يَوْمٌ دَلَّ الْعَدُوَّاتِ  
 أَبُوكِي : جِسْمٌ طَرِحَ كَمَا جَاءَتْ فِيهِ : قَامَتْ  
 حَرْبُ عَلِيٍّ سَاقِي : الْوَأَلِيُّ فِي حَرْبِ  
 نَ الْأَرْبَعِيَّةِ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ  
 سَاقَةُ الْجَيْشِ : فُجُوعٌ كَمَا يَجْعَلُ حَصْرُ  
 التَّسْوِيقِ : بِأَرْبَعِيَّةٍ مُتَوَسِّطَةٍ وَتُكْرَرُ  
 كَيْسَ كِي : جَاءَتْ فِيهِ  
 تَسْوِيقٌ الْقَوْمُ : لِوُجُوهِهِ خَيْرٌ مِنْ خَيْرٍ  
 نَ الْأَرْبَعِيَّةِ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ  
 سَاقُ الْمَاشِيَةِ : اسْمٌ لِمَا يَنْتَهِ فِيهَا  
 الْهَامِ كِي : اسْمٌ كَابَابُ قَالٍ أَوْ قَامٌ هُوَ اسْمُ  
 اسْمٌ فَاعِلٌ سَاقِيٌّ أَوْ تَسْوِيقٌ هُوَ اسْمٌ  
 تَهْدِيَةٌ بِأَرْبَعِيَّةٍ كَيْسَ كِي : يَوْمٌ يَوْمٌ  
 سَاقِيٌّ فَاسْمٌ : اسْمٌ لِمَا يَنْتَهِ فِيهَا

تو وہ چل پڑی۔ ساق یعنی اہتر اہتر  
 صد اہتر : اس نے اپنی بیوی کو حق مہر ادا  
 کیا۔ السباق : جان وکالبت  
 السويق : ساق  
 سواک : السواک  
 سواک کا قول ہے کہ اس کی جمع سواک ہے۔  
 سواک مضموم ہے۔ اس کی مثال کتاب کی جمع  
 کتاب ہے۔  
 السواک فساہ تَسْوِيقًا : اس نے  
 اپنے منہ کو سواک کر کے طاف کیا۔ اگر  
 السواک اور تَسْوِيقُ کہیں تو پھر بعد میں  
 جہم یعنی منہ کا ذکر ضروری نہیں۔  
 سواک سَوَّيْتُ لِي نَفْسِي : اس کے  
 لیے نفس نے اس کے لیے بات پڑھوئی اور  
 خوش بنائی۔  
 سواک = السَّوْمِيَّةُ (جس مضموم) علامت،  
 لاشعانی نشان۔ تو وہ علامت جو بکری کے گلے  
 میں ڈال جاتی ہے۔ اور جنگ میں بھی۔  
 اس سے تَسْوِمٌ ماخوذ ہے۔ حدیث شریف  
 میں ہے : تَسْوَمُوا فَسَانُ الْعَلِينِ  
 لَقَدْ تَسْوَمَتْ الْإِنْسَانُ بِالْعَلَامَةِ كَالِ  
 أَرَدِيَّةِ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ يَوْمٌ  
 الخيلُ المَسْوومةُ : پہلے ہونے گھوڑے۔  
 السَّوْمِيَّةُ : بطور علامت والے  
 ہوئے گھوڑے۔ قول خداوندی ہے :  
 مَسْوَمِيْنَ : بخشش کا قول ہے کہ اس کا معنی



اس کے مالک نے چراگاہ کی طرف ہانک دیا۔ قول خداوندی ہے: فِيهِ تُسَيَّمُونَ:

(تم اس میں مویشیوں کو پرتاتے ہو) السُّومُ فِي الْمُبَايَعَةِ: خرید و فروخت یا لین دین میں بھاؤ چکانا۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں: سَاوَمَةَ سِوَامًا (سین کمور) اس نے اس کے ساتھ بھاؤ چکا کیا۔

اسْتَعَامَ عَلِيٌّ: اس نے مجھ سے بڑھ کر بھاؤ یا زرخ پیش کیا۔

السِّيَمَى: (یا مقصور بدل واؤ) علامت، آثار، نشان۔ قول خداوندی ہے: سَيِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ: ان کے چہرے ان کا نشان یا علامت ہے۔ السِّيَمَاءُ اور السِّيَمِيَاءُ میں الف ممدود بھی آتا ہے۔

س و ا - السَّوَاءُ: برابری۔ قول خداوندی ہے: فَاَنْبِذْ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ سَوَاءً: تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو اور برابری کا جواب دو۔

سَوَاءُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا وسط۔ قول خداوندی ہے: فِئِ سَوَاءِ الْجَحِيمِ: دوزخ کے وسط میں۔

سَوَاءُ الشَّيْءِ: کسی چیز کے سوا، علاوہ اور غیر۔ الْأَعْيَاءُ كَالشَّعْرِ: یہاں سَوَاءُ بغیر کے معنوں میں استعمال

وَمَا عَدَلْتُ عَنْ أَهْلِهَا لِسَوَائِكَا

یہاں سَوَاءُ بغیر کے معنوں میں استعمال

نشان زد ہے۔ اور مُرْسَلِينَ یعنی بھیجے ہوئے۔

سَوْمٌ فِيهَا الْغَيْلُ: اس نے اس میں گھوڑوں کو چرنے کے لئے گھلا چھوڑ دیا۔ اسی سے لَفْظُ السَّاعَةِ مشتق ہے۔ یعنی چرنے والے چوپائے۔ مَسْوَمِينَ میں یاء اور نون ہونے کی وجہ ہے کہ اس میں شامل گھوڑے اور ان کے سوار ہیں۔ یعنی گھوڑے نشان زد ہیں جبکہ ان گھوڑوں پر ان کے سوار بھی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری رحمہ اللہ نے جس اشکال کا ذکر کیا ہے وہ محل نظر ہے۔

قول خداوندی ہے: حَبَارَةٌ مِنْ طِينِ مَسْوَمَةٍ: یعنی ان مٹی کے پتھروں پر گویا مہر لگی ہوئی ہیں۔ السَّامُ: موت، مرگ

سَامٌ: حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام، وہی عربوں کا مورث اعلیٰ ہے۔

السَّوَامُ اور السَّائِمُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور وہ چرنے والا مال ہے۔

سَامَتِ الْمَاشِيَةَ: مویشی نے چر لیا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ اور چرنے والے چوپائے کو سَائِمَةٌ کہیں گے۔

السَّائِمُ اور السَّائِمَةُ کی جمع سَوَائِمٌ ہے۔

أَسْمَاهَا صَاحِبُهَا: مویشی یعنی جانور کو

قَسَمَ الشَّيْءُ بَيْنَهُمْ بِالسُّوِيَّةِ: اس نے ان دو کے درمیان چیز برابر تقسیم کر دی۔

رَجُلٌ سَرِيٌّ الْخَلْقِ: برابر ساخت کا آدمی، یعنی راست قامت شخص یعنی سیدھا۔ اسْتَوَى مِنْ اَعْوَجَاجٍ: وہ ٹیڑھے پن سے سیدھا ہو گیا۔ اسْتَوَى عَلٰی ظَهْرِ ذَابْتِهَ: وہ اپنی سواری پر ٹھیک طرح بیٹھ گیا۔ اسْتَوَى اِلَى السَّمَاءِ: اس نے آسمان کی طرف قصد کیا یا توجہ کی۔

اسْتَوَى: قابض ہو گیا اور غلبہ پالیا۔ شاعر کا قول ہے:

قَدْ اسْتَوَى بِشَرِّ عَلِي الْعِرَاقِ  
مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَدَمٍ مُهْرَاقِ  
”عراق پر بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے قابض ہو گیا۔“

اسْتَوَى الرَّجُلُ: آدمی کی جوانی ڈھل گئی۔ قَصَدَ سِوَى فُلَانٍ: اس نے فلاں شخص کے بغیر قصد کیا۔ یعنی فلاں کے سوا کسی اور کا قصد یا ارادہ کیا۔ شاعر کا قول ہے:

وَلَا ضَرْفَنَ سِوَى حُدَيْفَةَ مَذْحَجِي  
”میں حذیفہ کے سوا ہرگز کسی کی مدح اور تعریف نہیں کروں گا۔“

اسْتَوَى الشَّيْءُ: چیز برابر ہو گئی یعنی معتدل ہو گئی۔ اس کا اسم السَّوَاءُ ہے۔ کہا

ہوا ہے۔ انْفَضَّ رَحْمَةُ اللّٰهِ كَا قَوْلٍ هُوَ كَه لَفْظِ سِوَى جَبْ غَيْرِ كَعْمَعُونَ فِي اسْتِعْمَالِ هُوَ يَاعْدِلُ كَعْمَعُونَ فِي اسْتِعْمَالِ هُوَ تُوَ اس كَع تَمِنَ لِحْجٍ هُوَ۔ سِينِ كُو مَضْمُونِ يَا كَسُورِ هُوَ نِي كِي صُورَتِ فِي اٰخِرِ فِي يَاءِ مَقْصُورِ اٰتَى كَا۔ اُوْرَا كَرِ سِيْنِ مَفْتُوحِ هُوَ تُوَ اٰخِرِ فِي الْفِ مَمْدُودِ هُوَ كَا۔ چِنَا نَجْحَةٍ كَبِيْرٍ كَعِ مَكَانٍ سُوَى وَ سِوَى اُوْرِ سَوَاءٍ اَعْنِي دُو فَرِيقُوْنَ كَعِ دَرْمِيَانِ۔ مِيْرَا كَبِنَا هُوَ كَرَا سِيْ سَعِ قَوْلِ خَدَا نَدِيْ هُوَ: مَكَانًا سُوَى اُوْرِ تَهَارَا يِه كَبِنَا كَه مَرُوْرُثٍ بِرَجُلٍ سُوَاكٍ وَ سِوَاكٍ اُوْرِ سِوَاكٍ اَعْنِي تَهَارَا رِيْ عِلَاوَهْ يَا تَهَارَا رِيْ بَغِيْرِ۔ هُمَا فِي هٰذَا الْاُمْرِ سَوَاءٌ: وَ هِ اس مَعَا طِيْ فِي مِ بَرَابِرِ هِيْ۔ اَكْرَمُ چَا هُوَ تُو كَبَرُ سَكْتِيْ هُوَ كَه هُمَا سَوَاءٌ اِن، وَ هُمُ سَوَاءٌ سَبْ كَعِ لَعِيْ هُمُ اَسْوَاءٌ اُوْرِ هُمُ سَوَا سِيَّةٌ بَرُوْرِنِ قَمَائِيَّةٌ: لِيْ كِنِ يِه خِلَافِ قِيَاسِ هُوَ۔ بِقَوْلِ الْفَرَّاءِ: هٰذَا الشَّيْءُ لَا يُسَاوِيْ كَلْدًا: يِه چِيْزِيْ بَرَابِرِ نِيْشِيْ هُوَ تُو۔ لَمَّ يَغْرِفِ هٰذَا لَا يُسَوَى كَلْدًا: اِسِيْ پَتِيْ نِيْشِيْ كَرِيْ يُوْ بَرَابِرِ نِيْشِيْ هُوَ تُو۔ اُوْرِ هٰذَا لَا يُسَاوِيْهُ: يِه چِيْزَا اس كَعِ بَرَابِرِ نِيْشِيْ هُوَ: سَوِيْثُ الشَّيْءِ تَسْوِيَّةٌ فَا سْتَوَى: مِيْ نِيْ اِيْ كِ چِيْزُو كُو بَرَابِرِ كَرِيْ اَعْنِي اِجْمَاعِيْ طَرَحِ سِنُوَارَا تُو وَ هُوَ بَرَابِرِ هُوَ تُو يَا سِنُوَارِ هُوَ تُو۔

جاتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ام  
البحیرہ ہے۔ جب کوئی اونٹنی دس  
اونٹیاں چلتی تو اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا  
یعنی اس سے بار برداری کا کام نہ لیا جاتا  
تھا۔ نہ اس پر سواری کی جاتی تھی نہ اس کا  
دودھ پیا جاتا تھا۔ صرف اس کا بچہ اس  
کا دودھ پیتا تھا یا پھر مہمان کو دیا جاتا تھا۔  
موتے دم تک اس اونٹنی کو اسی حالت میں  
رکھا جاتا تھا۔ اور جب وہ مر جاتی تو اس کا  
گوشت مرد عورتیں سب کھاتے تھے۔ اور  
اس کی سب سے آخری بچی اونٹنی کا کان  
کٹ دیا جاتا تھا۔ اسے البحیرہ کہا جاتا  
تھا۔ اور مرنے والی اونٹنی جو اس کی مال کے  
درجے کی ہوتی اسے سائبہ کہتے تھے۔ اس  
کی جمع سائبہ ہے۔ اس کی مثال ناصحۃ  
کی جمع نوح اور ناصحۃ کی جمع نوح ہے۔  
السائبۃ غلام کو بھی کہتے ہیں۔ جب  
کوئی شخص اپنے غلام کو کہہ دیتا کہ انت  
سائبۃ، تو وہ غلام آزاد ہو جاتا تھا۔ اور اس  
کے بعد اس غلام کا اپنے اس آقا کے ساتھ  
ولاء کا کوئی تعلق باقی نہ رہتا تھا۔ بلکہ وہ  
اپنا مال جہاں چاہتا رکھ سکتا تھا۔ اس سے  
جماعت آئی ہے۔ السائبۃ غلام  
السائبۃ غلام اور السائبۃ غلامی کھور  
کا ایک لفظ ہے۔ السائبۃ غلامی کھور  
س ی ح السائبۃ غلامی کھور

جاتا ہے کہ السوائۃ علی أقبضت أم  
أقعدت: خیر نے لئے برابر یعنی ایک جیسا  
ہے کہ تم کھڑے رہو یا بیٹھے رہو۔ حدیث  
شریف میں ہے کہ: إِذَا تَسَاوَرَا  
هَلَكُوا: جب انہوں نے برابری کی تو  
ہلاک ہو گئے۔ السوائۃ غلامی کھور  
میرا کہتا ہے کہ امام الاثر ہری نے ان کا یہ  
قول ذہرایا کہ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ  
مَا تَبَانُوا فَاذَا تَسَاوَرَا هَلَكُوا:  
ترجمہ: جب تک لوگوں کے درمیان  
دوری اور فرق رہے گا تب تک لوگ خیر و  
عافیت میں رہیں گے لیکن جب ایک  
دوسرے کی برابری کرنے لگیں گے تو ہلاک  
ہوں گے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ لوگوں  
میں بھلائی تاد رہے لیکن برائی میں سب  
برابر ہو گئے اور ان میں بھلائی والا کوئی شخص  
ذرا ہے تو کھو وہ ہلاک ہو گئے۔ امام نے  
یہ نہیں بتایا کہ کیا یہ حدیث ہے۔ اسی طرح  
الھرادی نے بھی شرح الغریبین میں  
اس کا ذکر نہیں کیا۔ قول خداوندی ہے: لَوْ  
تَسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ: اگر خدا ان کے  
اوپر زمین برابر کر دیتا یعنی زمین کو ان کے  
اوپر تموار کر کے برابر کر دیتا اور وہ زمین  
کے تلے دب جاتے۔ السائبۃ غلامی کھور  
س ی ح السائبۃ غلامی کھور اور جابلیت میں  
س ی ح السائبۃ غلامی کھور



الْمِسِيْعَةُ: محابرة۔

س ی ف - السَّيْفُ: تلوار۔ اس کی جمع

أَسْيَافٌ اور سُيُوفٌ ہے۔

رَجُلٌ سَائِفٌ: صاحب تلوار شخص۔

سَيَافٌ: تلوار والا۔

الْمُسَايِفَةُ: آپس میں تلوار سے لڑنا۔

تلوار بازی۔

تَسَايَفُوا: وہ آپس میں تلواروں سے

لڑے۔

س ی ل - السَّيْلُ: سیلاب۔ اس کی جمع

سُيُولٌ ہے۔

سَالَ الْمَاءُ وَغَيْرُهُ: پانی وغیرہ بہا۔ اس

کا باب بَاعٌ ہے اور سَيَلَانًا بھی۔ مَسِيْلٌ

الماء: پانی کے بہنے کی جگہ۔ اس کی جمع

مَسَايِلٌ ہے۔ اس کی جمع مُسَلٌّ (سیم اور

سین مضموم) بھی بنتی ہے۔ نیز اَمْسِلَةٌ اور

مُسَلَّانٌ بھی اس کی جمع ہے لیکن یہ خلاف

قیاس ہیں۔

السَّيْلَانُ: (سین کسور) خنجر یا تلوار کا وہ

حصہ جو میان کے اندر داخل کیا جاتا ہے یا

رہتا ہے۔

سِيْمَى، سِيْمِيَا اور سِيْمَةَ: دیکھئے

بذیل مادہ 'س و م'۔

س ی ن - طُوْرٌ سَيْنَاءٌ: شام میں ایک

پہاڑ۔ طور بمعنی پہاڑ، کو سَيْنَانَام کے ساتھ

اضافت دی گئی ہے یعنی کوہ سَيْنَا۔

سَيْنَا: ایک درخت ہے۔ اسی طرح طُوْرٌ

سَيْنِينٌ ہے۔ بقول اخفش رحمہ اللہ سَيْنِينٌ

کا معنی درخت ہیں۔ اور اس کا واحد

سَيْنِيْنَةٌ ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

قرآن میں وارد لفظ کو طُوْرٌ سَيْنَاءٌ پڑھا

گیا ہے۔

سَيْنَا کا لفظ سین مفتوح و کسور دونوں کے

ساتھ ہے لیکن نحو کے قواعد کی رُو سے سین

مفتوح زیادہ عمدہ اور اچھا ہے۔ ابولعلی کا قول

ہے کہ اسے صرف اس لئے منصرف نہیں بنایا

گیا کہ اس کو قَعْدَةٌ نُوْرٌ کا اسم بنایا گیا۔

س ی ا - السَّيْتَانُ: ایک جیسی دو چیزیں۔

ہم مثل دو باتیں۔ اس کا واحد سَيْتٌ ہے۔

ولا سَيْمًا: یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو استثناء

کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے

مشققی ہے جو مرفوع بھی ہوتا ہے اور مجرور

بھی۔ اس کی مثال رفع کی: يُعْجِبُنِي

الرَّبِيعُ لَا سَيْمًا أَزْهَارُهُ اور جر کی

مثال: يُعْجِبُنِي الرَّبِيعُ السَّمَا

ازھارہ۔

سَيْئَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و ا'۔

سَيْئَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و د'۔

سَيْمًا: دیکھئے بذیل مادہ 'س ی ا'۔

## باب الشیر

منحوس آدمی یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: مَا  
اشَامَ فُلَانٌ: فلاں آدمی کس قدر منحوس  
ہے۔ عام زبان میں کہا جاتا ہے مَا اِثْمَمَهُ  
وَقَدْ تَشَاءَمَ بِهِ (الف ممدود) اس نے  
اس سے بدقال لی۔

تَشَامَ الرَّجُلُ: آدمی کی نسبت شام  
سے ہوگئی یعنی وہ شامی بن گیا، جس طرح  
تَكُوْفٌ وہ کوئی بن گیا کہتے ہیں۔

اشَامَ: وہ شام آیا۔

شَارٌ وَشَارَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ش و ر۔

شَاةٌ وَشَاهَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ش و ہ۔

شَآنٌ - الشَّانُ: کام اور حال۔ الشَّانُ

جس کی جمع الشُّوْنُ ہے جس کا معنی

کھوپڑی سے نکلنے والی آنسوؤں کی رگوں

کے جوڑ بھی ہیں، جن سے آنسو آتے ہیں۔

شَاوٌ - الشَّالُو: غایت، مدت عدا

شَاوًا: وہ ایک دوڑ دوڑا، الشَّأُو: دوڑ

لگانے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے

كَبَّرَ شَاهُمُ شَاوًا: وہ دوڑ میں ان سے

آگے نکل گیا۔

شَبَابٌ - الشَّبَابُ: جوان یا نوجوان۔

اس کی جمع شَبَابٌ اور الشَّبَابُ ہے۔

الشَّبَابُ: نوجوانی یا جوانی کو بھی کہتے

الشَّيْنُ: حروف مجملہ میں سے ایک حرف۔

شَافٌ - الشَّافَةُ: ایک پھنسی یا آبلہ جو

پاؤں کے تلوے میں نمودار ہوتی ہے، اسے

دانا جاتا ہے جس سے یہ تکلیف جاتی رہتی

ہے۔ بطور مثل کہا جاتا ہے کہ اسْتَاَصَلَ

اللَّهُ شَافَتَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو

جڑ سے اکھاڑ دے جس طرح پاؤں کے

تلوے کا آبلہ داغنے سے ختم ہوتا ہے۔

شَامٌ - الشَّامُ: ملک کا نام۔ مذکر مؤنث

دونوں طرح بولا جاتا ہے، رَجُلٌ شَامِيٌّ

وَشَامٌ بَرُوزٌ فَعَالٌ اور شَامِيٌّ بھی یعنی

شام کارہنے والا یا شام سے نسبت رکھنے

والا۔ یہ بقول سیبویہ ہے۔ ان معنوں میں

شَامٌ نہیں کہنا چاہئے۔ ضرورت مندی

کے پیش نظر شَامٌ کہنے کا جہاں تک تعلق

ہے تو یہ ملک کے نسبت کو مختصراً بیان کرتا

ہے۔

امْرَأَةٌ شَامِيَّةٌ: شامی عورت اسے

شَامِيَّةٌ بھی کہہ سکتے ہیں جس میں یا کو

بغیر تشدید بولتے ہیں۔

المَشَامَةُ: بائیں طرف، الشَّمُومُ:

نحوست، الیَمْنُ یعنی برکت کی ضد کہا

جاتا ہے کہ رَجُلٌ مَشُومٌ اور مَشُومٌ،

ہیں۔ اسی طرح نوجوانی کو التَّبِيْبَةُ بھی

کہتے ہیں، جو الشَّيْبُ کی ضد ہے۔

جاتا ہے کہ شَبُّ الْغُلَامِ: لڑکا جوان ہو

گیا اس کا مضارع يَشْبُ (شبن مسور)

اور مصدر شَبَّانًا اور شَبِيْبَةً ہے۔

امْرَأَةٌ شَابَتْ اور شَبَتْ کا ایک ہی معنی ہے

یعنی جوان عورت۔ (۱۱) وَهَذَا مَقْعَدُ

الشَّبَابِ: (شبن مسور) گھوڑے کا نشاط

یا ترنگ میں ہونا اور اگلی ٹانگیں اٹھانا۔ کہا

جاتا ہے کہ: شَبُّ الْفَرَسِ يَشْبُ:

(شبن مسور) گھوڑے نے ترنگ میں آکر

یا نشاط میں اپنی دونوں ٹانگیں اٹھائیں اور

کودنا شروع کیا۔ (۱۲) وَهَذَا مَقْعَدُ

شَبِّ النَّارِ وَالْحَرْبِ: اَبْطَلَقَتْ كَيْدَهُ

اور جنگ کو بھڑکایا۔ اس کا بَشْبَلَةٌ ہے۔

اس کا مصدر شَبَّوْا ہے اس میں شبن

مضموم ہے۔ (۱۳) وَهَذَا مَقْعَدُ

الشَّبُوبِ: (شبن مفتوح) جس سے

آگ جلائی یا بھڑکائی جائے۔ (۱۴) وَهَذَا

مَقْعَدُ

شَبِّ الْبَلْبَلِ: الْمُشْبَبُ بِالْمَشْبِيْنِ: نَجْرٌ

کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (۱۵) وَهَذَا مَقْعَدُ

الشَّبِيْبَةِ: تعلق، علاقہ ہے۔ (۱۶) وَهَذَا مَقْعَدُ

ش ب ح - الشَّبْحُ: (شبن اور باء دونوں

مفتوح) شخص اس میں اَلْمَشَاكِنُ بھی ہو سکتی ہے

یعنی لَبْسَاءُ ابْنُ سَعْدٍ

ش ب ر - الشَّبْرُ: (شبن مسور) بابت،

اس کی جمع اشْبَارُ ہے۔

الشَّبْرُ: (شبن مفتوح) مصدر ہے، شَبَّرَ

الثَّوْبَ کا معنی اس نے بابت سے کپڑا

ناپا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ (۱۷)

يَوْمَ الشَّبْرِ: مَا خَرَزَ نَجْدًا لَمْ يَخْرُجْ مَخْلُطًا

بِأَعْيَانِ مَا خَرَزَ يَشْتَقِقُ ہے۔ (۱۸) وَهَذَا مَقْعَدُ

ش ب ط - الشَّبُوْطُ: بَرْدٌ

التَّبْرُ: مَجْلَى كَيْفِيَّةٍ

ش ب ع - الشَّبِيْعُ: يَرْتَجِي فِي الْجُوعِ

بمعنی بھوک کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

شَبِعَ خَبْرًا وَلَحْمًا وَمِنْ خَبْرٍ

وَلَحْمٍ وَهُ رَوْنِيٌّ أَوْ كُوشْتٌ كَهَذَا لِيَا بَدُوِيٌّ

اور گوشت سے یہ ہو گیا۔ اس کا باب

طَوَّبَ ہے۔ (۱۹) وَهَذَا مَقْعَدُ

الشَّبْعِ بَرْدٌ الدَّرْعُ: اِسْمٌ مِنْ شَيْءٍ

سے یہ ہونے کا رَجُلٌ شَبْعَانٌ یہ اسم

شخص ہے۔ (۲۰) وَهَذَا مَقْعَدُ

امْرَأَةٍ شَبِيْحِيَّةٍ: يَرْتَجِي عِنْدَ عَوْرَتِهَا

بِأَشْبَعَةٍ مِنْ جُوعٍ: اِسْمٌ لِيَا بَدُوِيٍّ

سے یہ اسم کر دیا۔ (۲۱)

أَشْبَعُ الثَّوْبِ مِنَ الصَّبْعِ: اِسْمٌ مِنْ

بِأَشْبَعَةٍ كَوَجْهِ رَجُلٍ

الْمُتَشَبِّعُ: اِسْمٌ مِنْ أَصْلِ مَقْدُورٍ سَعْدٍ

نَمَائِشُ كَرْنَةُ وَاللَّاحِ جَمُوِيٌّ نَمَائِشُ

كَأَنْظَارِ كَرْنَةُ وَاللَّاحِ حَدِيْثُ شَرِيْفٍ

مِنْ

بِأَشْبَعَةٍ كَوَجْهِ رَجُلٍ

ش ب ہ - شِبَّةٌ وَشِبَّةٌ: ادووں کپڑوں کا ایک ہی معنی ہے۔ صورت یا تصویر کہا جاتا ہے کہ هَذَا شِبْهُهُ: یہ اس کی تصویر ہے۔ بَيْنَهُمَا شِبْهُ: ان دونوں کے درمیان مشابہت ہے۔ شِبَّةٌ مِثْلُ بَاءٍ: متحرک ہے۔ اس کی جمع مَشَابِهُہُ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ اسی کی دوسری مثالیں مَحَاسِنُ اور مَلَذَاتٌ ہیں۔ الشُّبُهَةُ: شبہ، شک، التباس۔ المُمَشِّهَاتُ مِنَ الْأُمُورِ: مشکل معاملات۔

المُمَشِّهَاتُ: ایک دوسرے سے مماثلت اور مشابہت رکھنے والی۔

تَشْبِيهُةٌ فَلَانٌ بِكَذَا: فلاں کی فلاں شخص سے مشابہت ہے یعنی شکل ملتی ہے۔

التَّشْبِيهُةُ: تشبیہ دینا۔ کسی کو کسی اور کی طرح قرار دینا۔

أَشْبَهُةٌ فَلَانًا: وہ فلاں شخص کے مشابہ ہے۔

اشْتَبَهَهُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ: اس پر بات مشتبہ ہوئی۔

الشَّبِيهُةُ وَالشَّبِيهُةُ: تانے کی ایک قسم۔ کہا جاتا ہے كُوزٌ شَبِيهُةٌ يَأْسِيهِ: تانے کا پیالہ۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

ش ب ا - شِبَاةٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي شَيْءٍ: کسی چیز کے کنارے کی دھار۔ اس کی جمع الشَّبَاةُ اور الشَّبَاوَاتُ ہے۔

كَلَامٌ لَيْسَ ثَوْبِي: زُورًا! اسے مقدورین سے بڑھ کر نمائش کرنے والا ایسا ہے جیسا دو چھوٹے کپڑے پہننے والا ہو۔

عِنْدِي شِبْعَةٌ مِنْ طَعَامٍ: میرے ایک وقت پیر کرنے کے لئے کھانا ہے یعنی ایک وقت کا کھانا ہے۔

ش ب ق - الشَّبِيقُ: غلبہ، شہوت۔ اس کا باب طُوبِہُ ہے۔

ش ب ک: ملانا۔ ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا اسی سے لفظ تَشْبِيكٌ

الْإِصْبَاعِ مُشْتَقٌّ بِعَيْنِي الْكَلِمَاتِ كَالِإِصْبَعِ دُورِہُ مِثْلِ دَاخِلِہُ كَرْنَا۔

الشُّبَاكَةُ: کھڑکی یا روشندان۔ اس کی جمع شِبَاكِيكٌ ہے۔

الشَّبْكَةُ مِنَ الْحَدِيدِ: لوہے کا جال۔ الشَّبْكَةُ: شکاری کا جال۔ اس کی جمع شِبَاكٌ ہے۔

اشْتَبَكَ الظَّلَامُ: تار کی گہری اورتہ پر تہ ہو گئی۔

ش ب ل - الشَّبِيلُ: شیر کا بچہ۔ اس کی جمع اشْبَالٌ اور اشْبَالٌ ہے۔

ش ب م - الشَّبِيمُ: (شین اور باغ دونوں متفرق) سردی۔ شَبْتٌ۔

قَدْ شَبِمَ الْمَاءُ: پانی ٹھنڈا ہوا اس کا باب طُوبِہُ ہے۔ اسم فاعل شَبِمَہُ ہے۔

جمعنی ٹھنڈا اور سرد۔



ش ت ت - اَمْوُ شَمَّتْ: (شین مفتوح) ش ت ر - الشَّتْرُ: (شین اور تاء مفتوح) بکھرا ہوا معاملہ کہتے ہیں۔  
التَّنَائِلَاتُ۔

ش ت ت - شَمَّتْ الْأَمْوُ يَشِثُّ: (شین مکسور) قَدْ شَتِرَ الرَّجُلُ: آدمی نے پلک کو اٹھایا،  
شَتَا وَشَتَاتًا: (شین مفتوح) یعنی (باب طرب)۔ اسم فاعل اَشْتَرَهْ۔  
ش ت م - الشَّتْمُ: گالی دینا۔ اس کا باب معاملہ بکھریا۔ یا تخر بخر ہو گیا۔

ش ت م - ضَرَبَ شَتْمًا اور اس کا اسم الشَّتِيْمَةُ اسْتَشْتَّ اور تَشَتَّتْ: دلوں کا ایک  
نئی معنی ہے۔

ش ت م - التَّشَاتُمُ: ایک دوسرے کو گالی دینا۔ شَعَثَةُ تَشْتِيَةٌ: اس نے اسے خوب بکھیر دیا۔  
ش ت م - التَّشَاتُمُ: ایک دوسرے کو گالی دینا۔ قَوْمٌ شَتِيٌّ: بکھری ہوئی یا منتشر قوم۔

ش ت م - التَّشَاتُمُ: یا ہم گالی گلوں۔ اَشْيَاءٌ شَتِيٌّ: بکھری ہوئی، منتشر یا مختلف چیزیں۔

ش ت ا - الشِّتَاءُ: سردی کا موسم۔ جَاءُوا أَشْتَاتًا: وہ الگ الگ ہو کر آ گئے۔  
المُبْرَدُ كَقَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ اس کا واحد شَمَّتْ (شین مفتوح) ہے۔

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی جمع اشْتِيَةٌ شَتَانٌ مَاهِمًا: ان کے درمیان کتنا فرق ہے۔  
ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا شَاعِرًا قَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا شَاعِرًا قَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا شَاعِرًا قَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا شَاعِرًا قَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ

ش ت ا - الشِّتَاءُ: جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی صفت شَتَوِيٌّ شَتَانٌ مَاهِمَرُوْ وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اسمعی کا قول ہے کہ: شَتَانٌ مَا بَيْنَهُمَا شَاعِرًا قَوْلِ هَيْبَةَ الشِّتَاءِ، شَتْوَةٌ

کی جمع ہے۔

المَشَجَرُ: بروزن مَذْهَب: درختوں کی جگہ۔

أَرْضُ مَشَجَرَةٍ: بروزن مَتْرَبَةٌ، درختوں کی جگہ والی زمین۔

هَذِهِ الْأَرْضُ أَشْجَرُ مِنْ هَذِهِ: یہ زمین اس زمین سے زیادہ درختوں والی ہے۔

شَجَرَ بَيْنَ الْقَوْمِ: قوم کے درمیان معاملہ میں اختلاف پڑ گیا۔ اس کا باب نَصْرًا دَخَلَ ہے۔

اسْتَجَرَ الْقَوْمُ وَتَشَاجَرُوا: قوم میں جھگڑا پڑ گیا اور وہ جھگڑ پڑے۔

المُشَاجِرَةُ: منازعہ، تنازعہ، جھگڑا۔

ش ج ع - الشُّجَاعَةُ: بہادری، جنگ کے موقع پر دل کی مضبوطی، دلاوری۔

قَدْ شَجِعَ الرَّجُلُ: آدمی بہادر بن گیا، اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل شُجَاعٌ ہے۔

قَوْمٌ شِجَعَةٌ وَشِجَعَانٌ: بہادر قوم اس کی مثال غُلَامٌ وَعَلَمَةٌ اور غُلَمَانٌ ہے۔

رَجُلٌ شَجِيعٌ وَقَوْمٌ شِجَعَانٌ: بہادر آدمی اور بہادر قوم۔ اس کی مثال جَرُوبٌ اور جَرُوبَانٌ ہے۔ نیز شُجَعَاءٌ، اس کی

مثال فُقَيْةٌ اور فُقَهَاءٌ ہے۔

ش ت ث - الشُّكُّ: (شین مفتوح) خوشبودار پودا لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ یہ رنگائی کے کام آتا ہے۔

ش ج ح - الشُّجَاجُ: (شین مکسور) اس کا واحد شُجْعَةٌ ہے۔ کہتے ہیں شُجْعَةٌ يَشُجُّهُ (شین مضموم و مکسور) شُجَعًا: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مَشْجُوجٌ ہے یعنی زخمی نیز شُجِيعٌ: زخم خوردہ اور مُشْجِيعٌ: بخت زخمی، جب زخمی زیادہ شدید ہو۔

رَجُلٌ أَشْجٌ: زخمی شخص، خاص کر جب اس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہو۔

ش ج ر - الشُّجْرُ وَالشُّجْرَةُ: درخت ہر وہ زمینی پودا جو اپنے تنے پر کھڑا ہو۔

أَرْضٌ شُجَيْرَةٌ وَشُجَرَاءٌ: درختوں والی زمین۔ شُجْرًا ووزن صُجْرَاءٌ، بہت زیادہ درختوں والی زمین۔

وَادٍ شُجَيْرٌ: درختوں والی وادی، ان معنوں میں وادِ أَشْجَرٌ نہیں کہا جاتا۔

الشُّجْرَاءُ کا واحد شُجْرَةٌ ہے۔ سوائے چند الفاظ کے اس وزن پر جمع کا صیغہ نہیں ہے، مثلاً: شُجْرَةٌ وَشُجْرَاءٌ، قَصَبَةٌ وَقَصَبَاءٌ، طَرْفَةٌ وَطَرْفَاءٌ اور حَلْفَةٌ وَحَلْفَاءٌ: اصمعی کا کہنا ہے کہ الحَلْفَاءُ کا واحد حَلْفَةٌ (لام مکسور) سیویہ نے کہا ہے کہ ان چاروں میں ہر ایک واحد اور اس

ذو شُجُون: بات سے بات تکلی ہے۔  
 الشُّجْنَةُ: (شین مکسور و مضموم)  
 درخت کی گٹھی ہوئی شاخیں یا باہم پیوست  
 شاخیں۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنِي وَبَيْنَهُ  
 شُجْنَةٌ رَحِمٍ: میرے اور اس کے  
 درمیان رشتہ در رشتہ قربت داری ہے۔  
 حدیث شریف میں ہے: الرَّحِمُ شُجْنَةٌ  
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى: یعنی رحمِ رحمن سے  
 مشلق ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شُجْنَةٌ  
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی باہم پیوستہ  
 قربت داری جیسے رگیں ہوتی ہیں۔

ش ج ا - الشُّجُونُ: غم اور دکھ۔ قَدْ

شَجَاهُ: اس نے اسے دکھ دیا، اس کا باب  
 عَدَا ہے۔

أَشَجَاهُ: اس نے اس کا گلا گھٹوایا یا پھندا  
 لگوایا۔ دونوں معنوں میں اس کا فعل لازم  
 ہوگا۔

شَجِي: وہ دکھی ہوا۔ اس کا باب صَدَى  
 ہے۔

الشُّجَا: حلق میں ہڈی وغیرہ کا پھنس جانا یا  
 انک جانا۔

رَجُلٌ شَجٍ: دکھی آدمی۔

إِمْرَأَةٌ شَجْبَةٌ: دکھی عورت، اس کا وزن  
 فَعْلَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وَيَلُّ لِلشَّجِي  
 مِنَ الخَلِي: غمزوں کے لئے بے  
 فکروں کی وجہ سے دکھ اور ویل و انفسوس

أَمْرَأَةٌ شَجَاعَةٌ: بہادر عورت، ابو زید کا  
 کہنا ہے کہ عورت کو اس صفت سے  
 موصوف نہیں کہا جاتا۔

رَجُلٌ شَجَاعٌ: (شین مکسور) وَقَوْمٌ  
 شَجَعَةٌ: (شین مفتوح) اور شَجَعَةٌ  
 (شین اور جیم دونوں مفتوح) بہادر آدمی  
 اور بہادر قوم۔

الأشْجَعُ مِنَ الرِّجَالِ اور الشُّجَاعُ  
 ایک ہی طرح کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ  
 الأشْجَعُ وہ شخص ہے جس میں پُھر تیل پین  
 یا جلد بازی ہو جس سے اس کی قوت ظاہر  
 ہو۔

شَجَعَةٌ تَشْجِيْعًا: اس نے اس کی  
 حوصلہ افزائی کی۔

تَشْجَعُ: اس نے بہادری کا تکلف  
 کیا۔ جھوٹ موٹ بہادر بنا، یا اس کی حوصلہ  
 افزائی ہوئی۔

ش ج ن - الشُّجْنُ: حزن اور غم۔ اس کی  
 جمع أَشْجَانٌ ہے۔

قَدْ شَجِنَ: وہ دکھی یا غمزہ ہوا۔ اس کا  
 باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل شَجِرٌ  
 (دکھی اور غمزہ) ہے۔

شَجْنَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دکھی کر  
 دیا۔ الشُّجْنُ بروزن فَلْسٌ، دکھ، اس  
 کی جمع شُجُونٌ الأذوية: علاج معالج  
 کے طریقے۔ کہا جاتا ہے کہ الحَدِيثُ

ش ح ذ- شَحَدَ السَّيِّئِينَ: اس نے چھری تیز کی، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ش ح ط- الشَّحَطُ: بعد، دُوری۔ اس کا باب قَطَعَ اور خضع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَحَطَ المَزَارُ: ملاقات دُور ہوگئی۔

ش ح م- الشَّحْمُ: چربی۔ الشَّحْمَةُ الشَّحْمُ سے زیادہ خاص نام ہے۔

شَحْمَطُ الأذُنِ: مُعَلَّقُ القُرْطِ کان کی لو، جس کے ساتھ بالی لنگی یا لنگائی ہوتی ہے۔

رَجُلٌ مُشْحَرٌ: چربی والا شخص، جس کے گھر میں بہت چربی پڑی ہو۔

شَحِيمٌ: موٹا آدمی۔

قَدْ شَحِمَ: وہ آدمی موٹا ہو گیا۔ اس کا باب ظَرَفَ ہے۔

شَحَمَ فُلَانٌ أَصْحَابَهُ: فلاں شخص نے اپنے دوستوں کو چربی کھلائی۔ اس کا باب قطع ہے۔ اس کا اسم فاعل شَاحِمٌ ہوگا۔

الشَّحَامُ: چربی فروش۔

رَجُلٌ شَحِمٌ: چربی کھانے کا شوقین اور دلدادہ انسان۔ اس کا باب طَرَبَ ہے۔

ش ح ن- شَحَنَ السَّفِينَةَ: اس نے جہاز میں سامان لدوا دیا یا لدا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: فسی

ہے۔ المبرد کا کہنا ہے کہ الشَّحِي كِي ياء بغیر تشدید ہے اور الخَلِي كِي ياء مشدّد ہے اس نے مزید کہا کہ الشَّحِي كِي ياء شعر میں مشدّد کہی گئی ہے چنانچہ اس نے یہ شعر پڑھا:

نَامَ الخَلِيُونُ عَن لَيْلِ الشَّحِينَا  
”فارغ بے فکر لوگ غمزدہ اور دکھی لوگوں سے بے فکر ہو کر سو گئے۔“

اگر تم اشَّحِي كُو فَعْل کے وزن پر بناؤ اور کہو کہ شَجَاهُ الحُزْنُ: اسے دکھ نے دکھی اور غمزدہ کر دیا، تو پھر اس سے صرف مَشْجُو اور شَجِي ياء مشدّد مشتق ہوگا۔ یعنی کوئی اور صیغہ مشتق نہ ہوگا۔

ش ح ح- الشَّحُّ: بخل اور حرص۔

قَدْ شَحِحَتْ: (حاء اول کسور) تَشَّحٌ اور تَشَّحٌ (شین مضموم اور کسور) تم نے بخل اور طمع کیا۔

رَجُلٌ شَحِيحٌ: بخیل شخص۔

قوم شَحَاحٌ وَ أَشْحَةٌ: (شین کسور) بخیل لوگ۔

تَشَاحَ الرَّجُلَانِ عَلَي الأهد

لأبْرِيْدَانِ أَنْ يَفْوَتْهُمَا: دو آدمیوں نے کسی معاملے پر ایک دوسرے سے بخل کیا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ فائدہ اٹھانے کا موقع ضائع ہونے دے۔

اس کا باب بھی خَضَعَ ہے۔

أَشْخَصَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے بھیجا۔

ش د خ - الشَّدْحُ: اندر سے خالی چیز کا

توڑنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

شَدَّخَ رَأْسَهُ: اس نے اس کا سر پھوڑ دیا۔

فَأَنْشَدَخَ: تو وہ ٹوٹ گیا، یا پھٹ گیا۔

ش د د - شَيْءٌ شَدِيدٌ: (دال مکسور)

سخت چیز۔

قَدْ اشْتَدَّ: وہ سخت ہو گیا ہے۔

الْقُلُوبِ الْمَشْحُونِ: لدی ہوئی کشتی

میں۔

الشُّخْنَاءُ: دشمنی، اسی طرح الشُّبْحَنَةُ

(شین مکسور) عَدُوٌّ مُشَاحِنٌ: سخت

دشمن۔

ش خ ب - الشُّحْبُ: دوہتے وقت

دو دھ کا برتن میں گرنا۔ اس کا باب قَطَعَ

اور نَصَرَ ہے۔ لوگوں کا قول: غُرُوقُهُ

تَنْشِجِبُ دَمًا: اس کی رگوں سے خون

ٹپکتا ہے۔

ش خ ر - الشُّخَيْرُ: ڈھکنے کی آواز نکلنا۔

شَخَرِ الْجَمَازُ: گدھے نے ڈھینچوں

ڈھینچوں کی آواز نکالی اس کا مضارع يَشْخِرُ

(خاء مکسور) ہے۔ اور مصدر شَخِيرًا ہے۔

ش خ ص - الشُّخْصُ: انسان کی

پرچھائیں، (سیاہ ہیولا) وغیرہ جو دور سے

نظر آتا ہے۔ اس کی جمع قلت أشْخِصُ

ہے اور جمع کثرت شُخُوصٌ اور

اشْخَاصٌ ہے۔

شَخِصَ بَصْرُهُ: اس کی نظر پتھرائی گئی۔

اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل

شَاخِصٌ ہے یعنی جس نے اپنی دونوں

آنکھیں کھولی ہوں اور وہ انہیں جھپکتانہ

ہو۔

شَخِصَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ: وہ ایک

ملک یا شہر سے دوسرے ملک یا شہر چلا گیا۔

اشْتَدَّ: وہ سخت ہوا۔

شَدَّ عَضُدَهُ: اس نے اپنا بازو مضبوط

بنایا۔

شَدَّهُ: اس نے اسے باندھا۔ اس کا

مضارع يَشُدُّ (شین مضموم اور مکسور)

مصدر شَدًّا ہے۔ قول خداوندی ہے۔

حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ: تا آنکہ وہ اپنی

طاقت و قوت یعنی بلوغت کو پہنچے۔ یہ عمر

اٹھارہ سال سے لے کر تیس سال تک کی عمر

کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا واحد ہے جو جمع کی

بنا پر آیا ہے، اس کی مثال آنک ہے جس

کا معنی سبسہ ہے۔ ان دونوں کی اور کوئی

مثال نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسی

جمع ہے جس کا لفظاً واحد نہیں ہوتا مثلاً:

اپنی ماں سے بے نیاز ہو جائے۔  
الشَّدَنِيَّاتُ مِنَ التُّوقِ: یمن میں ایک  
جگہ کے نام سے منسوب اونٹنیاں۔

ش د ہ - شُدَّةُ الرَّجُلِ شُدَّهُا:  
آدی دہشت زدہ ہوا۔ اس کا اسم مفعول  
مُشْدُوَةٌ ہے یعنی دہشت زدہ انسان۔  
اس کا اسم الشُّدَّةُ اور الشُّدَّةُ ہے۔ اس  
کی مثال البَحْلُ اور البُحْلُ ہے۔ ابو  
زید کا کہنا ہے کہ شُدَّةُ الرَّجُلِ: آدی  
مشغول ہو گیا ہے، یعنی کام میں لگ گیا اور  
کچھ نہیں۔

ش د ا - الشَّادِي: گانے والا۔

قَدْ شَدَا شَعْرًا أَوْ غَنَاءً: اس نے  
ایک شعر یا ایک گانا ترنم یعنی سریلی آواز  
سے گایا، اس کا باب عَدَا ہے۔

ش ذ ذ - شَدَّ: وہ جمہور سے الگ ہو گیا اور  
تباہ ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِدُّ (شین  
مضموم و مکسور) ہے۔ اس کا مصدر شَدَّوْذَا  
ہے، اور اسم فاعل شَادَّ ہے۔

أَشَدُّهُ غَيْرَةٌ: اسے کسی اور نے جمہور  
سے الگ اور تباہ کر دیا۔

ش ذ ر - الشُّدْرُ مِنَ الذَّهَبِ: بروزن  
البَحْرُ: سونے کا وہ ٹکڑا جو پتھر کو پگھلائے  
بغیر حاصل ہو۔ اس کے ایک ایک ٹکڑے کو  
شُدْرَةٌ کہتے ہیں۔

الشُّدْرُ: چھوٹے چھوٹے موتی بھی اس

أَسَالٍ، أَبَابِيلٌ، عَنَادِيذٌ اور مَدَاكِبِيرٌ  
سیویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد شُدَّةُ  
(شین مکسور) ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے

یہ اچھا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ بَلَغَ  
الغَلَامُ شِدَّتَهُ لِيَكُنْ فِعْلَةً بروزن کوئی  
لفظ أَفْعَلُ کے وزن پر جمع نہیں بن سکتا۔

الْبِتَّةُ أَنْعَمُ کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کا  
واحد نَعَمٌ ہے جیسا کہ عربوں کا قول ہے:

يَوْمٌ بؤسٍ: سختی کا دن اور يَوْمٌ  
نُعْمٍ: آرام اور نعمت کا دن۔ یہ بھی کہا گیا  
ہے کہ اس کا واحد شُدَّ ہے۔ اس کی مثال

كَلْبٌ ہے، جس کی جمع أَكْلَبٌ ہے اور کہا  
گیا ہے کہ اس کا واحد شُدَّ ہے جس کی  
مثال ذَنْبٌ ہے جس کی جمع أَذْوَابٌ ہے۔

یہ دونوں مثالیں مَعْنَى بِرِ قِيَاسٍ ہیں۔ جس  
طرح کہا گیا ہے کہ أَبَابِيلٌ کا واحد أَبْوَلٌ  
ہے۔ اسے عَجْوَلٌ پر قیاس کیا گیا ہے۔  
لیکن یہ باتیں ایسی ہیں جو عربوں سے نہیں  
سنی گئیں۔

ش د ق - الشُّدْقُ: باجھ، جہڑا۔ اس کی  
جمع أَشْدَاقٌ ہے۔

ش د ن - شَدَنَ الْغَزَالَ: ہرنی کا بچہ بڑا  
ہو کر ماں سے بے نیاز ہو گیا۔ اس کا باب  
دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَادِنٌ  
ہے۔ یہ ہرن کا وہ مرحلہ عمر ہے جب وہ توانا  
ہو جائے اور اس کے سینگ نکل آئیں۔ وہ

کا معنی ہے۔

ش ذ ا - اَشْدَا: خوشبو کے محسوس کرنے کی تیزی۔

ش ر ب - شَرِبَ الْمَاءَ وَغَيْرَهُ: اس نے پانی وغیرہ پیا۔ شَرِبَ میں راء مکسور ہے۔ اس کا مصدر شَرَبًا مفتوح اور مکسور تینوں حرکات سے ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی گئی ہے: فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ: اس آیت میں تین وجوہ سے الشرب کو تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ الشرب (شین مفتوح) مصدر ہے۔ اور شین مضموم و مکسور حالت میں دو اسم ہیں۔

الشَّرْبَةُ مِنَ الْمَاءِ: ایک دفعہ میں پیا جانے والا پانی کا پینا۔ اسے مَرَّةَ الشَّرْبِ کہیں گے۔ الشَّرْبُ: (شین مکسور) کا معنی پانی کی لذت ہے۔

الشَّرْبُ: (شین مفتوح) شَارِبُ کی جمع ہے یعنی پینے والے اس کی مثال صَاحِبِ كَيْ جَمْعِ صَعْبٍ ہے۔

المِشْرَبَةُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں پانی پیا جاتا ہے، یعنی آنخورہ۔

المِشْرَبَةُ: (میم مفتوح) کا معنی گھاٹ۔ حدیث شریف میں ہے: مَلْعُونٌ مَنْ أَحَاطَ عَلَى مِشْرَبَةٍ: وہ شخص لعنتی

ہے یا اس شخص پر لعنت جو کسی گھاٹ کے گرد دیوار بنا کر اسے محصور کر دے۔

المِشْرَبُ: مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔

أَشْرِبَ فِي قَلْبِهِ حُبَّةً: اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی گئی۔ قول خداوندی میں بھی یہ معنی ہے: وَأَشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلُ: ان یعنی یہودیوں کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔

رَجُلٌ أَكَلَتْهُ وَشُرْبَتُهُ: بروزن ہُمَزَةٌ کا معنی بہت زیادہ کھانے والا اور پینے والا۔

وَتَشْرَبُ الشُّوبُ الْفَرَقُ: کپڑے نے پسینے کو جذب کر لیا۔

ش ر ح - الشُّرْحُ: کھولنا، ظاہر کرنا، کہا

جاتا ہے کہ شَرَحَ النَّاصِئِش: اس نے غامض اور مبہم بات کی تفسیر بیان کی۔ اس کا باب قَطْعٌ ہے۔ اسی سے تَشْرِيعٌ لِلْحِمِّ: گوشت کے ٹکڑے کا ثنا متفق ہے۔ گوشت کے ایک ٹکڑے کو شَرِيْعَةٌ کہتے ہیں۔ گوشت سے مونا ہونے والا ہر مونا انسان شَرِيْعَةٌ اور شَرِيْعٌ ہے۔

شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ: اللہ نے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ کھل گیا۔ اس کا باب بھی

قَطَعُ ہے۔

ش ر خ - الشَّارِخُ: جوان آدمی، اس کی جمع شَرِخٌ ہے جس کی طرح صاحب کی صحبت جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَفْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَمِعُوا شُرَحَّهُمْ: مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کرو اور ان کے جوانوں کو زندہ چھوڑ دو۔ شَرِخُ الْأُمْرِ وَالشَّبَابُ: کسی معاملہ کا آغاز اور عنوان شباب بروزن فلس۔

ش ر د - شَرَدَ الْبَعِيرُ: اونٹ بدگیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اور مصدر شَرَاذَا بھی ہے۔ جس میں شین مکسور ہے۔ اس کا اسم فاعل شَارِدٌ اور شَرُودٌ ہے۔ شَادِرٌ کی جمع شَرَدٌ اور اس کی مثال خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے اور شَرُودٌ کی جمع شُرُودٌ ہے۔ اس کی مثال زبور کی جمع زُبُرٌ ہے۔

التَّشْرِيدُ: دھکانا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: "فَشَرِدَ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ" یعنی ان کی جمعیت اور اکٹھے کو تر بتر کر دیجئے۔

الشَّرِيدُ: دھکارا ہوا شخص۔

ش ر ذ م - الشَّرِذْمَةُ: لوگوں کی جماعت، گروہ، کسی چیز کا ٹکڑا۔

ش ر ر - الشَّرُّ: برائی۔ الخَيْرُ بمعنی

بھلائی کی ضد۔ کہا جاتا ہے شَرَوْتُ يَا رَجُلُ: اے شخص تو نے برائی کی ہے، اس میں راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی، یہ دو لہجے ہیں، اس کا مصدر شَرَّ اور شَرَّارًا اور شَرَارَةٌ ہے۔ ان میں شین مفتوح ہے۔

فُلَانٌ شَرُّ النَّاسِ: فلاں لوگوں میں بدترین شخص ہے، اے اَشْرُّ النَّاسِ نہیں کہا جاتا، سوائے ردی اور ناکارہ زبان یعنی طرز گفتگو میں۔

قَوْمٌ أَشْرَارٌ: اور أَشْرَاءُ: برے لوگ، اس کی مثال أَشِدَاءُ ہے۔ یونس کا قول ہے: الْأَشْرَارُ كَأَوَّادٍ يَنْجَلُ شَرًّا ہے۔ اس کی مثال زَنْدٌ کی جمع أَزْنَادٌ ہے۔ انخس کا قول ہے کہ اس کا واحد شَرِيرٌ ہے اور اس کی مثال یتیم کی جمع اَيْتَامٌ ہے۔ رَجُلٌ شَرِيدٌ بروزن سَكِيَّتٌ بہت ہی بد۔

شِرَّةُ الشَّبَابِ: جوانی کی حرص اور جوش۔ الشِّرَّةُ، الشَّرُّ کا مصدر بھی ہے۔ الشَّرَارَةُ: چنگاری جو آگ سے اٹھتی ہے، یہی معنی الشَّرَرَةُ کا ہے، اس کی جمع شَرَرٌ ہے۔

المُشَارَةُ: دشمنی۔

ش ر س - رَجُلٌ شَرِسٌ: بدخلق انسان، اس کا باب طرب اور سَلِيمٌ ہے۔



المِشْرُطُ: وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے المِشْرُطُ کی طرح جس کا معنی چاقو/نثر ہے۔ المِشْرُطُ کا بھی یہی معنی ہے۔

شَرَطَ العَاجِمُ: سرجن نے نثر لگایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نصر ہے۔

ش ر ع - الشَّرِيعَةُ مَشْرَعَةُ المَاءِ: پانی کا گھاٹ، بنگھٹ۔ الشَّرِيعَةُ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نظام زندگی۔

قَدْ شَرَعَ لَهُمْ: اس نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

الشَّارِعُ: شاہراہ۔

شَرَعَ فِي الأَمْرِ: اس نے معاملے پر غور و خوض کیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

شَرَعَتِ السَّوَابِ فِي المَاءِ: چوپائے پانی میں گھس گئے، اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ انہیں شُرُوعٌ، شُرُوعٌ کہتے ہیں۔ شَرَعَهَا صَاحِبُهَا: صاحب شریعت نے اسے مقرر کر دیا۔

لوگوں کا یہ قول ہے کہ "النَّاسُ فِي هَذَا لَامِرٌ شُرُوعٌ" کا معنی ہوگا کہ لوگ اس معاملے میں یکساں ہیں یا یکساں اور برابر رائے رکھتے ہیں، شُرُوعٌ میں راء ساکن بھی ہے اور متحرک بھی، اس میں واحد و جمع اور مذکر مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔

ش ر ط - الشَّرْطُ: شرط، اس کی جمع شُرُوطٌ ہے، یعنی معنی شَرِئَطَةٌ کا ہے جس کی جمع شَرَائِطُ ہے۔ قَدْ شَرِطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر شرط لگا دی ہے۔

اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اشْتَرَطَ کا معنی بھی یہی ہے۔ الشَّرْطُ: (شین اور راء مفتوح) تعلق، ربط، علاقہ، واسطہ۔

أَشْرَاطُ السَّاعَةِ: قیامت کی نشانیاں۔ وَأَشْرَطَ فُلَانٌ نَفْسَهُ لِأَمْرٍ: فلاں آدمی نے اپنے آپ کو کسی کام کا پابند کر دیا۔ اصمعی کا قول ہے: پولیس کو اسی لئے اس نام سے پکارا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے ایک خاص علامت مقرر کر رکھی ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

الشَّرْطُ: بمعنی پولیس کا واحد شُرْطَةٌ یا شُرْطِيٌّ ہے۔ ان دونوں ناموں میں راء ساکن ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ شُرْطٌ یعنی پولیس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ انہیں لوگوں کے اس قول کے مطابق: "أَشْرَطَ مِنْ إِبِلِهِ وَغَنَمِهِ" (کہ اس نے اپنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں سے کچھ تعداد فروخت کے لئے تیار کی) انہیں بھی ایک مخصوص کام کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

الشَّرِيطُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی رسی۔

ہے۔  
 شُرْفَةُ الْقَصْرِ: محل کا بالا خانہ (جھروکا)  
 اس کی جمع شُرُف ہے، اور اس کی مثال  
 غُرْفَةُ كِي غُرْفَتِ ہے۔  
 تَشْرُفْتُ بِكَذَا: اس نے فلاں چیز کو  
 شرف سمجھا، شرف حاصل کیا۔  
 أَشْرَفَ الْمَكَانَ: اس نے جگہ اونچی  
 کی۔  
 أَشْرَفَ عَلَيْهِ: اس نے اوپر سے جھانکا۔  
 ذَلِكَ الْمَوْضِعُ مُشْرِفٌ: یہ جگہ  
 اونچی ہے۔  
 الْمَشْرِفِيَّةُ: مَشَارِفُ سے منسوب  
 یادہاں کی بنی ہوئی تلواریں۔  
 مَشَارِفُ: عرب سرزمین کے وہ دیہات  
 جو سرسبز زمینوں کے قریب ہوں۔ کہا جاتا  
 ہے: سَيْفٌ مَشْرِفِيٌّ: مشرفی تلوار، لیکن  
 سَيْفٌ مَشَارِفِيٌّ نہیں کہا جاتا، کیونکہ  
 اس وزن پر جمع کے صیغے کی اس علاقہ سے  
 نسبت نہیں دی جاتی۔  
 شَارَفَ الشَّيْءَ: اس نے اس چیز کی  
 گمرانی کی۔  
 شَارَفَ الرَّجُلُ غَيْرَهُ: آدمی نے  
 شرف میں دوسرے پر اپنا فخر جتایا۔  
 ش ر ق - الشَّرْقُ: مشرق، اس کا معنی  
 سورج بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ  
 طَلَعَ الشَّرْقُ: سورج طلوع ہوا۔

الشَّرْعَةُ: شریعت، یہی لفظ اس قول  
 خداوندی میں ہے: لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ  
 شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا: ”ہم نے تم سب  
 کے لئے ایک شریعت اور منہاج مقرر کی  
 ہے۔“

الشِّتَاغُ: (شین کسور) کشتی کے بادبان۔  
 أَشْرَعُ أَبَا إِلَى الطَّرِيقِ: اس نے  
 راستہ کی طرف ایک دروازہ کھولا۔

حَيْتَانِ شُرْعٌ: گہرے پانی سے  
 کنارے تک آنے والی مچھلیاں۔

ش ر ف - الشَّرْفُ: بلندی، اونچی جگہ۔  
 جَبَلٌ مُشْرِفٌ: بلند و بالا پہاڑ۔

رَجُلٌ شَرِيفٌ: بلند اخلاق انسان، اس  
 کی جمع شُرَفَاءُ اور أَشْرَافٌ ہے۔  
 اس کی مثال يَتِيمٌ کی جمع اَيْتَامٌ ہے۔

قَدْ شَرِفَ: وہ شریف ہوا، یا بلند مرتبہ  
 ہوا۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے، اور اسم فاعل  
 شَرِيفٌ ہے، یعنی وہ آج یا ابی الحال ہے اور

شَارَفَ: عنقریب شریف ہونے والا۔  
 یہ الفراء کا قول ہے: شَرَّفَهُ اللَّهُ  
 تَشْرِيفًا: اللہ تعالیٰ نے اسے شرف بخشا۔

شَرَّفَهُ: اس نے اسے غلبہ عطا کیا۔ اس کا  
 اسم مفعول مَشْرُوفٌ ہوگا، اس کا باب  
 نَصَرَ ہے۔

فُلَانٌ أَشْرَفُ مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص  
 فلاں شخص سے زیادہ شریف یا شرافت والا

أَشْرَقَ شَبِيرٌ لَيْمًا نَغِيرٌ: بعض کا یہ کہنا ہے کہ ان ایام کو ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے قربانی نہیں کی جاتی۔

التَشْرِيقُ: کا معنی شرق کی جانب لینا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شَتَانٌ بَيْنَ مُشْرِقٍ وَمُغْرِبٍ: مشرق والے اور مغرب والے میں کس قدر بعد اور دوری ہے۔

ش ر ک - شَرِيكَ: شریک، ساتھی، اس کی جمع شُرَكَاء اور أَشْرَاكُ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْفٍ کی جمع شُرَفَاء اور أَشْرَافُ ہے۔

الْمَرْأَةُ شَرِيكَةٌ وَالنِّسَاءُ شَرَايِكُ شَارِكَةٌ: وہ اس کا شریک بن گیا۔ اشْتَرَكَا فِي كَذَا: وہ دو آدمی فلاں کام میں شریک ہو گئے۔ تَشَارَكَا: وہ باہم شریک بن گئے۔

شَرِيكُهُ فِي الْبَيْعِ وَالْمِيرَاثِ يَشْرِكُهُ: وہ بیع اور میراث میں اس کے شریک ہو گیا۔ اس کی مثال عَلِيْمَةٌ يَعْلَمُهُ ہے۔ اس کا مصدر شَرِكَةٌ ہے۔ اس کا اسم الشَّرِكُ ہے، جس کی جمع أَشْرَاكُ ہے۔ اس کی مثال شَبِيرٌ اور أَشْبَارٌ ہے۔ الشَّرِكُ کا معنی کفر بھی ہے۔

قَدْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ: اس نے خدا کے

الْمَشْرِقَانِ: موسم سرما اور گرما میں بدلنے والے دو شرق۔

الْمَشْرِقَةُ: دھوپ میں بیٹھنے کی جگہ۔ اس میں راء مفتوح اور مضموم ہے۔

تَشْرُقُ: وہ دھوپ میں بیٹھا۔ شَرَقَتِ الشَّمْسُ: سورج طلوع ہوا۔

اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔ أَشْرَقَتْ: روشن ہوئی۔

أَشْرَقَ وَجْهُ الرَّجُلِ: آدمی کا چہرہ دک اٹھا۔ الشَّرْقُ: شین اور راء دونوں مفتوح، دکھ اور گلا گھٹنا۔

قَدْ شَرِقَ: اس کا گلا گھٹ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يُؤَخَّرُونَ الصَّلَاةَ إِلَى شَرْقِ الْمَوْتِي: ”تھوک سے گلا گھٹنے کے بعد مرنے تک کے وقت کی مقدار کے برابر سورج غروب ہونے سے پہلے تک نماز کو مؤخر کریں۔“

تَشْرِيقُ اللَّحْمِ: گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں خشک کرنا۔ اس سے ایام تشریق کی اصطلاح ماخوذ ہے۔ یہ قربانی کے بعد تین دن ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان تین دنوں میں قربانی کے گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں رکھ کر خشک کئے جاتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان دنوں کا نام لوگوں کے اس قول کے پیش نظر پڑا کہ

”اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان فروخت کرتے ہیں۔“ دوسرا قول خداوندی ہے: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ: ”اور انہوں نے اسے کم قیمت پر فروخت کر دیا۔“ الشوری کی جمع اشوریۃ ہے جو شاذ ہے کیونکہ فعل کے وزن پر کوئی اسم افعیلہ کے وزن پر جمع نہیں بنایا جاسکتا۔

شری جلدہ: اس کی جلد پر پت نکل آئی ہے۔ اس کا باب صدی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گرمی کے سرخ دانے ہوتے ہیں، جو سخت چھتے ہیں۔ انہیں فعل کے وزن پر شری کہتے ہیں۔

الشریان: (شین مفتوح اور کسور دونوں) ایک رگ، اس کی جمع الشرائین ہے۔ یہ نبض کی رگیں ہوتی ہیں۔ اور ان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

المشتري: ایک سیارے کا نام ہے۔

ش زر - شزر: اس نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا مصدر شزرا ہے۔ اس کا معنی غضبناک شخص کا کسی کو ترچھی نظروں سے دیکھنا ہے۔

ش س ع - الشسع: جوتا جو تسمے کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔

الشنايع: بعید، دور۔

الشسوع: دور، بعید (شین مفتوح)۔

ساتھ شرک کیا۔ اس کا اسم فاعل مشرک ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَشْرِكُهُ فِي أُمْرِي، اسے میرا شریک کا بنادے۔

أشْرَكَ نَعْلَهُ: اس نے اپنے جوتے میں تسمے ڈالے۔

شْرَكَهَا تَشْرِيكًا: اس نے اس کے لئے تسمے بنائے۔

الشْرَكُ: شین اور راء دونوں مفتوح۔ شکاری کی رسی یا جال اس کا واحد شْرَكَةٌ ہے۔

ش ر م - التَّشْرِيْمُ: تشفیق بمعنی پھاڑنا۔ اس کا ذکر حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

ش ر ه - الشَّرْهُ: حرص اور لالچ کا غلبہ۔ قَدْ شَرِهَ: اس پر لالچ کا غلبہ ہوا۔ اس کا باب طرب اور اسم فاعل شریہ ہے۔

ش ر ی - الشِّرَاءُ: (الف ممدود اور مقصور)۔

قَدْ شَرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز خریدی۔ اس کا مضارع يَشْرِيہ اور مصدر شری اور شراء ہے۔ اور معنی، اس نے فروخت کیا اور خریدنا بھی۔ یہ لفظ افراد

میں سے ہے یعنی اس لفظ کے دو متضاد معنی ہیں، خریدنا بھی اور فروخت کرنا بھی۔ قول

خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ:

گھر دور ہو گیا۔ اَشْطَطَ فِي الْقَضِيَّةِ اس نے قضیہ مقدمہ کے فیصلے کرنے میں ظلم کیا۔

اَشْطَطَ فِي السُّومِ وَاشْتَطَطَ: اس نے دور کر دیا۔

الشُّطُّ: دریا کا کنارہ۔

الشُّطُّطُ: شین اور طاء دونوں مفتوح۔ ہر چیز کی مقدار میں زیادتی۔ حدیث شریف میں ہے: "لَهَا مَهْرٌ مِثْلُهَا لَا وَكَسَّ وَلَا شَطَطًا" اسے مہر مثل کا حق ہے نہ کم نہ زیادہ۔

ش ط ن - الشُّطْنُ: شین اور طاء دونوں مفتوح، رتسی، خلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی لمبی رتسی ہے۔ اس کی جمع: اَشْطَانٌ ہے۔ الشَّيْطَانُ: معروف اور جانی پہچانی شخصیت شیطان، انسان، جن اور حیوانات میں ہر سرکش شیطان ہے۔ عرب لوگ سانپ کو شیطان کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: طَلَعَهَا كَأَنَّهُ رُؤْمُسُ الشَّيَاطِينِ: اس درخت کے تنے شیطانوں کے سر کی طرح ہیں۔ الفراء نے اس تشبیہ کی تین وجوہات بیان کی ہیں: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان درختوں کے تنوں کو شیطانوں کے سروں کے ساتھ بدشکلی اور بد صورتی کی بناء پر تشبیہ دی ہے، تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب سانپوں کو

ش ظ ا - شَطَاءُ الزَّرْعِ وَالنَّبَاتِ: فصل یا پودوں کی پیڑی یعنی کوٹلیں۔ اخفش نے کہا کہ اس کا معنی پودے کی ایک جانب ہے۔

قَدْ اَشْطَا الزَّرْعُ: فصل یا پودوں کی کوٹلیں نکل آئیں۔

شاطنی الوادی: وادی کا کنارہ کہا جاتا ہے کہ: شاطِئِي الْاودية لَا يُجْمَعُ: وادیوں کے کنارے جمع یا اکٹھے نہیں کئے جاتے۔

ش ط ر - شَطْرُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا نصف، اس کی جمع اَشْطُرٌ ہے۔ شاطِرَةٌ مَالُهُ: اس نے اپنے مال کو نصف نصف کر دیا۔

قَصَدَ شَطْرَهُ: اس نے اس کی طرف (جانے کا) قصد کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: قَوْلُوا وُجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ: تو تم اسی طرف اپنے منہ پھیر لو۔

الشَّاطِرُ: وہ شخص جس نے اپنی خباثت سے اپنے گھر والوں کو پریشان کر رکھا ہو۔

قَدْ شَطَرَ، يَشْطُرُ: (طاء مضموم) شَطَارَةٌ اور شَطْرٌ، یعنی وہ خبیث و چالاک بن گیا۔ شَطْرٌ كَابَابِ ظَرْفٍ ہے۔

ش ط ط - شَطَبَتِ الدَّارُ، تَشَطَّبُ: (شین مضموم و مکسور) شَطَاً وَشَطُوْطاً:

عرب و عجم کے مختلف قبیلوں کے گروہ اس کی  
کی جمع شُعُوبٌ ہے۔ اس کا معنی ایک  
بہت بڑا قبیلہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب  
سے بڑے گروہ کو الشُّعْبُ کہتے ہیں پھر  
اس سے چھوٹے گروہ کو القَبِيْلَةُ کہتے  
ہیں۔ اس سے چھوٹے گروہ کو الفَصِيْلَةُ اور  
اس سے چھوٹے گروہ کو العِمَارَةُ (میں  
مکسور) پھر البطن اور پھر سب سے  
چھوٹے گروہ کو الفَتْحُ کہتے ہیں۔  
شُعْبُ الشَّيْءِ: اس نے ایک چیز کو  
شعبوں میں تقسیم کر دیا، یا الگ الگ کر دیا۔  
شُعْبَةٌ کا معنی جَمَعَةٌ بھی ہے یعنی اس  
نے اسے اکٹھا کیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
یہ کلمہ بھی کلمات أَضْدَادٍ میں سے ہے،  
یعنی ایسا کلمہ کہ جس کے دو متضاد معنی ہوتے  
ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ”مَا هَذِهِ  
الْفَتْيَا الَّتِي شَعَبَتْ بِهَا النَّاسُ“ یہ کیا  
فتوے ہیں جنہوں نے لوگوں کو گروہوں  
میں بانٹ دیا ہے۔

الشُّعْبَةُ: شعبہ، اس کی جمع الشُّعْبُ  
ہے، اور اس کا معنی نہیں ہے۔

شُعْبَانٌ کی جمع شُعْبَانَاتٌ ہے۔ قمری  
ہجری سال کا آٹھواں مہینہ۔

ش ع ث - الشُّعْثُ: (شین اور عین  
دونوں مفتوح) معاطلے کا انتشار،

کہا جاتا ہے: لَمَّ اللَّهُ شُعْثَكَ:

شیطان کہتے ہیں۔ اور وہ اپنی بدی کے لئے  
مشہور ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک  
فتیح اور بد شکل پودا ہے جسے لوگ رُؤْسُ  
الشَّيَاطِينِ کہتے ہیں۔ شیطان کا ’نون‘  
اصلی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ نون  
حرف زائد ہے۔ اگر لوگوں کے قول  
تَشْيِطَنَّ الرَّجُلُ سے فیعال کے وزن پر  
مشتق شَيْطَانٌ بنائیں تو یہ منصرف ہوگا اور  
اگر تم اسے تَشْيِطُ فَعْلٍ سے فَعْلَانُ کے  
وزن پر مشتق بنا لو تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا۔

ش ط ا - شَطَا: مصر کے نواح میں ایک  
گاؤں کا نام جہاں کے کپڑے مشہور ہیں  
جنہیں الشُّطُوِيَّةُ کہتے ہیں یعنی شطا  
کے بنے ہوئے کپڑے۔

ش ظ ظ - الشُّطَاظُ: (شین مکسور) وہ  
لکڑی جو اون یا بالوں کی گون میں ڈالی  
جاتی ہے۔

شَطَّ الجَوَالِقُ: اس نے گون پر لکڑی  
ڈالی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

أَشْطَظَ: اس نے گون کے لئے لکڑی تیار  
کی۔

ش ظ ی - الشُّطِيَّةُ: لاشی وغیرہ سے ٹوٹا  
ہوا حصہ۔ اس کی جمع شَطَايَا ہے، کہا جاتا  
ہے کہا تَشْطَى الشَّيْءُ: چیز کے ٹکڑے  
اُزْگئے۔

ش ع ب - الشُّعْبُ: بروزن کَعْبُ

المَشْعَرُ الحَرَامُ: مشعر حرام، مشاعر حج میں سے ایک مقام۔ اسے میم مکسور کر کے پڑھنا یعنی الشَّعْرُ الحَرَامُ بھی ایک لغت یا لہجہ ہے۔

المَشَاعِرُ کا معنی حواس بھی ہے۔

الشَّعَارُ: (شین مکسور) جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا۔

شِعَارُ القَوْمِ فِي الحَرْبِ: جنگ میں قوم کا مخصوص نشان جس سے اپنے آدمی پہچانے جاتے ہیں۔

أشْعَرَ الهَدِي: اس نے قربانی کے جانور اونٹ کی کوہان کی دائیں طرف نیزہ مارا تاکہ اس سے خون بہ نکلے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ قربانی کا جانور ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أشْعَرَ أمير المؤمنين: امیر المؤمنین کو اطلاع دے دی گئی۔

شَعَرَ بالشَّيْءِ: (شین مفتوح) يشْعُرُ شِعْرًا: اس نے چیز کو محسوس کر لیا یا اس بات کا پتہ چل گیا۔ یہی لفظ لوگوں کے اس محاورے میں استعمال ہوتا ہے کہ: لَيْتَ شِعْرِي: یعنی کاش میں جانتا۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اصل میں یہ لفظ شِعْرَةٌ ہے، لیکن لوگوں نے 'ة' کو حذف کر دیا جس طرح انہوں نے اپنے قول 'ذَهَبَ بِعَدْرَهَا' وهو ابو عدر ہا' میں حذف کیا ہے۔ الشِّعْرُ: بیت، اس کی جمع أشْعَارٌ ہے

اللہ تعالیٰ تمہارے منتشر امر یعنی بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر دے۔

الشَّعْتُ، أَشَعْتُ کا مصدر بھی ہے۔ جس کا معنی سر کے غبار آلود بالوں والا شخص۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

ش ع ر - الشُّعْرُ: انسانوں اور دوسرے جانداروں کے بال۔ شَعْرٌ یعنی بال کی جمع شُعُورٌ اور أَشْعَارٌ ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ یعنی ایک بال کو شَعْرَةٌ کہتے ہیں۔

رَجُلٌ أَشْعَرٌ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والا آدمی۔

قَوْمٌ شُعْرٌ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والی قوم۔

الشَّعِيرُ: جو، اس کا واحد شَعِيرَةٌ یعنی جو کا ایک دانہ۔

شَعِيرَةٌ السِّكِّينِ: چھری یا خنجر کا پھل جو نیام یا میان میں داخل کیا جاتا ہے، تاکہ وہ پھل کے لئے ڈھال بن سکے۔

الشَّعِيرَةُ کا معنی قربانی کا جانور بھی ہے۔

الشَّعَائِرُ: حج کے اعمال و رسوم، ہر وہ چیز جو عبادت اور اطاعت الہی کے لئے بطور علامت اختیار کی جائے۔ اصمعی نے کہا کہ لوگوں میں سے بعض نے اس کا واحد شِعَارَةٌ بتایا ہے۔

المَشَاعِرُ: مناسک حج ادا کرنے کے مقامات۔

کائی ہے۔

الشُّعْرَاءُ بَرُوزُن الصُّحْرَاءِ: بہت زیادہ درخت۔

الشُّعْرَى: سیارہ، کہا جاتا ہے کہ یہ دو ہیں ایک نام العیوڑ ہے، اور دوسرے کا نام الغمیضاء عربوں کے خیال کے مطابق یہ دونوں سیارے سہیل سیارے کی بہنیں ہیں۔

ش ش ع - شُعَاعُ الشَّمْسِ: سورج کی کرن، جو اس کی روشنی سے ٹہنیوں یعنی خطوط کی چمکتی نظر آتی ہیں۔

قَدْ أَشَعَّتِ الشَّمْسُ: سورج کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ یہی معنی لیلۃ القدر کی حدیث میں ہے۔ لیلۃ القدر کی صبح کو سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کرنیں نہیں ہوتیں۔ اس کا واحد شُعَاعَةٌ ہے۔

شُعَسَعُ الشَّرَابِ: اس نے شراب ملا دی۔

ش ع ف - شَعْفَةُ الحُبِّ، بِشَعْفَةٍ:

(عین مفتوح) شَعْفًا (شین اور عین دونوں مفتوح) محبت نے اس کا دل جلا دیا۔ کہا گیا ہے کہ محبت نے اسے بیمار کر دیا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کو ”قَدْ شَعَفَهَا حُبًّا“ پڑھا ہے، جس کا معنی ہے کہ محبت نے اسے اندر سے

اور الشاعری کی جمع شعراء ہے جو خلاف قیاس ہے۔ انکس کا قول ہے کہ الشاعِرُ لَابِنٌ اور تاسر کی طرح ہے۔ یعنی شاعر کا معنی صاحب شعر ہے، اور وہ شاعر اپنی ذکاوت اور فطانت و شعور کی وجہ سے کہلایا، اسے پہلے شعور نہیں تھا پھر اسے شعور حاصل ہوا اور وہ شاعر بن گیا، اس کا باب ظُكُوف ہے۔

المُتَشَاعِرُ: جو دوسرے شعراء کے اشعار سنانا ہے۔

شَاعِرُهُ فَشَعْرَهُ: اس نے اس کے ساتھ شعر گوئی میں مقابلہ کیا تو دوسرے نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

اسْتَشَعَرَ خَوْفًا: اس نے پوشیدہ خوف کا احساس کر لیا۔

أَشَعْرَهُ فَشَعَرَ: اس نے اسے احساس دلایا تو اسے احساس ہو گیا۔

أَشَعْرَهُ: اس نے اسے شعرا یعنی علامت پہنائی۔

أَشَعَرَ الجَنِينَ: شکم مادر میں بچے کے بال اُگ آئے۔

تَشَعَّرَ: اس کے بال اُگ آئے۔ حدیث شریف میں ہے: ذَكَاتُ الجَنِينِ ذَكَاتُ أُمِّهِ إِذَا أَشَعَرَ: ”جب جنین کے جسم پر بال اُگ آئے ہوں تو اس کی ماں یعنی مادہ جانور کا ذبح کرنا جنین کے ذبح کے لئے



ساز و سامان ہوگا۔ گویا اس طرح وہ حق مہر کی ادائیگی کو ختم کر دیتے تھے۔ اور ساز و سامان سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا شَغَارَ فِي الْإِسْلَامِ: اسلام میں شغار کا طریق نکاح جائز نہیں ہے۔

ش غ ف - الشَّغَاغُ: (شین مفتوح) دل کا غلاف۔ یہ ایک جھلی کی طرح ہوتی ہے جس میں دل لپٹا ہوتا ہے اور یہ جھلی پردے کی طرح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَغْفَةُ الْحُبِّ: محبت اس کے دل کے شغاف تک پہنچ گئی۔ یعنی محبت نے اسے اندھا کر دیا۔ اس کا باب شغف ہے۔ ابن عباسؓ نے قرآنی آیت کو یوں پڑھا ہے۔ "قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" محبت اس کے دل کی جھلی کے اندر تک پہنچ گئی ہے۔

ش غ ل - شُغْلٌ: (غین ساکن، مضموم) شُغْلٌ: (شین مفتوح اور غین ساکن) اور شین وغین مفتوح۔ اس طرح اس کے چار لہجے بن گئے اور ان چاروں کی جمع اشغال ہے، بمعنی کام۔

شُغْلُهُ: اس نے اسے مشغول رکھا۔ یا کام پر لگایا، اس کا باب قطع ہے۔ اسم فاعل شَاغِلٌ ہے۔ ان معنوں میں اشغَلَهُ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ رودی اور ناکارہ زبان یا لہجہ ہے۔

شُغْلٌ شَاغِلٌ کہنا تا کید معنی کے لئے

جلادیا۔

قَدْ شُعِفَ بكذا: وہ فلاں کی محبت میں دیوانہ ہو گیا، یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَشْعُوفٌ ہے۔

ش ع ل - الشُّعْلَةُ مِنَ النَّارِ: آگ کا شعلہ، اس کی جمع شُعَلٌ ہے۔

المَشْعَلَةُ: مشعل، اس کی جمع المَشَاعِلُ ہے۔

أَشْعَلَ النَّارَ فِي الْحَطَبِ: اس نے ایندھن میں آگ سلگائی، فَاشْتَعَلَتْ تُوهُ بجزءٍ أَثْمِي يَأْتَلِكُ غِيٌّ وَاشْتَعَلَ رَأْسُهُ شَيْبًا: بڑھاپے کے باعث اس کا سر۔

ش ع ا - عَارَةٌ شَعْوَاءُ: دور تک پھیلی ہوئی غارت۔

ش غ ب - الشُّغْبُ: غین ساکن، شتر کا بجزر کاٹا۔

شُغِبَ بِالتَّحْرِيكِ نہیں کہا جاتا۔

ش غ ر - شَغَرَ الْبَلَدُ مِنَ النَّاسِ: شہر لوگوں سے خالی ہو گیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

الشِّغَارُ: (شین کسور) اسلام سے دور جاہلیت میں نکاح کا یہ طریقہ کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو اس شرط پر اپنی بیٹی یا بہن مجھ سے بیاہ دے کہ اس کے بدلے میں اپنی بیٹی یا بہن تمہارے ساتھ بیاہ دوں، یوں ان کا حق مہر ایک دوسرے کا

کہا جاتا ہے، ہر چیز کے کنارے کو شَفْرُوہ اور شَفِيرُوہ کہتے ہیں، اس کی مثال وادی وغیرہ کی ہے۔

المَشْفَرُ مِنَ البَعِيرِ بَرُوزِنٍ مَغْفَرٍ بِمَعْنَى اَوْنِثٍ كَا هَوْنِثٍ اَوْرِغُوْرُءِ كَمَا هَوْنِثٍ كُو الْحَجْفَلَةَ كَبْتَةَ هِيَ۔

ش ف ع - الشَّفْعُ: جفت، یہ السُّوْتَرُ بمعنی طاق کی ضد ہے، کہا جاتا ہے کہ كَانَ وَتَرًا فَشَفَعَهُ. وہ طاق تھا تو اس نے اسے جفت کر دیا، یعنی اس کا جوڑا پیدا کیا، اس کا باب قطع ہے۔

الشَّفْعَةُ فِي الدَّارِ وَالْأَرْضِ: گھر اور زمین میں حق شفعہ۔

الشَّفِيعُ: صاحب شفعہ اور صاحب شفاعت یعنی شفعہ اور شفاعت کرنے والا۔ الشَّافِعُ: وہ بکری جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ "أَنَّ بَعَثَ مُصَدِّقًا فَاتَاهُ بِشَاةٍ شَافِعٍ فَلَمْ يَأْخُذْهَا فَقَالَ إِنِّي بِمُعْتَاظٍ" کہ آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ کے وصول کے لئے ایک شخص کو بھیجا تو وہ زکوٰۃ میں ایک ایسی بکری لائے جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا، اور فرمایا کہ ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

اسْتَشْفَعَهُ إِلَى فُلَانٍ: اس نے فلاں

ہے، جس طرح لَيْلٌ لَانِلٌ کہا جاتا ہے کہ شُعِلْتُ عَنْكَ بِكَذَا میں فلاں کام میں مشغول ہو کر تجھ سے غافل یا بے نیاز ہو گیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔

اشْتَعَلْتُ: میں مشغول یا مصروف ہو گیا۔ کام میں لگ گیا۔

میرا کہنا ہے کہ تعلیل سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جب فاعل معلوم ہو تو تعلیل جائز ہے۔ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تم کہو کہ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا: اور تم یہ کہو کہ مَا أَضْرَبَ عَمْرًا: بصیغہ تعجب تو یہ جائز نہیں کیونکہ تعجب صرف فاعل کے صیغے سے ہوتا ہے نہ کہ مفعول کے صیغے سے۔

ش غ ا - السِّنُّ الشَّاعِيَّةُ: زائد دانت، یہ ایسا دانت ہے جو دوسرے دانتوں کے اگنے والی جگہ سے مخالف جگہ پر آگ آتا ہے، کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَشْفَى لِعِنِي دَانِتٌ وَالْأَفْخَصُ اَوْرِامْرَاةٌ شَفْعًا. زائد دانت والی عورت۔

قَدْ شَفِيَ: اس کے زائد دانت آگ آیا، اس کا باب صدی ہے۔

ش ف ر - الشَّفْرَةُ: (فاء مفتوح) بڑی مٹھری یا مٹھرا۔

الشُّفْرُ: (شین مضموم) کی جمع أَشْفَارُ العَيْنِ. بمعنی پتھوں کے کنارے جس پر بال اُگتے ہیں، انہیں الھُدْبُ. یعنی پلکیں

ہے کہ ”علیہ ثوبٌ کأنَّہ شفقٌ وکان  
أمرٌ: اس پر ایسا کپڑا تھا جیسے شفق ہو، اور وہ  
کپڑا سرخ تھا۔

الشفقة الإشفاق: مصدر سے اسم ہے۔  
اشفق علیہ: اسے اس پر ترس آیا، اس کا  
اسم فاعل مُشْفِقٌ اور شَفِیقٌ ہے۔

أشْفَقَ مِنْهُ: وہ اس سے ڈرا، ان دونوں  
فعلوں کی اصل ایک ہے، أَشْفَقَ کی بجائے  
شفق نہیں کہا جاتا، ابن دُرید کا قول ہے  
کہ شَفَقٌ اور أَشْفَقَ دونوں کا ایک ہی  
معنی ہے، لیکن اہل لغت نے اس سے انکار  
کیا ہے۔

ش ف ہ - الشفة: دراصل شَفْهَةٌ ہے  
کیونکہ اس سے اسم تصغیر شَفِیْهَةٌ ہے، اور  
اس کی جمع شِفَاہُ ہاء کے ساتھ ہے، بعض  
کا خیال ہے کہ الشفة میں واہ ناقص ہے  
کیونکہ اس کی جمع شَفَوَاتٌ ہے، لیکن اس  
کی صحت یعنی اس کے صحیح ہونے پر کوئی  
دلیل نہیں ہے۔

المُشَافَهَةُ: رُو در رُو کُفْتُو۔

ش ف ی: کسی انسان کی موت کے موقع پر  
چاند کی آخری راتوں میں اور سورج کے  
غروب ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ  
مَا بَقِيَ مِنْهُ إِلَّا شَفَا: یعنی اس میں اب  
تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ یوں ہر چیز کے  
آخری کنارے یا آخری حد کو شَفَا کہتے

فخص کو سفارش کرنے کو کہا وَتَشَفَّعَ إِلَيْهِ  
فِي فُلَانٍ فَشَفَّعَهُ فِيهِ تَشْفِيعًا. اس  
نے فلاں شخص کے بارے میں اس سے  
سفارش کی تو اس نے اس کی سفارش سُن  
لی۔

ش ف ف - شَفَّ عَلَيْهِ ثَوْبُهُ: اس کا  
مضارع يَشْفُ (شین کمسور) اور مصدر  
شَفِيفًا ہے، اس کے سر پر ایسا شفاف کپڑا  
ہے، جس کے اندر سے سب کچھ نظر آتا  
ہے۔

ثَوْبٌ شِفٌّ: صاف وشفاف کپڑا، اس  
میں شین مفتوح بھی ہے، اور کمسور بھی۔

اسْتِشَافٌ: برتن میں موجود سارا پانی پی  
جانا، اس کا ذکر ام ذُرْع کی حدیث میں  
ہے۔

شَفُّهُ الْهَمُّ: دکھ نے اسے لاغر کر دیا،  
اس کا باب رَذَّة ہے۔

ش ف ق - الشَّفَقُ: سورج کی روشنی کا  
باقاعدہ حصہ اور اس کی سرخی جو ابتدائے  
رات سے لے کر تقریباً اندھیرا چھانے تک  
رہتی ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ شفق غروب  
آفتاب سے لے کر نماز عشاء کے آخر وقت  
تک رہنے والی سرخی ہے۔ جب یہ سرخی ختم  
ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ذَهَبَ  
الشَّفَقُ یعنی شفق غائب ہوگئی۔ القراء کا  
کہنا ہے کہ میں نے بعض عربوں کو کہتے سنا

کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کے ساتھ ہی گردن یعنی بال اور دم کے سرخ بال۔ اگر بال اور دم کے بال سیاہ ہوں تو اسے گھوڑے کو کُمیت کہتے ہیں۔ اور بَعِیْزُ اَشْقَرُ سے مراد گلے سرخ رنگ کا اونٹ۔

ش ق ص - الشَّقِصُ: زمین کا ٹکڑا، چیزوں کا مجموعہ۔

ش ق ق - الشَّقُ: شکاف، رخنہ، چاق اس کی جمع الشَّقُوْقُ یہ دراصل مصدر ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ بِيَدِ فُلَانٍ وَبِرَجْلِهِ شَقُوْقٌ. فلاں شخص کے ہاتھ اور پاؤں میں چاق پڑے ہیں یا ہاتھ پاؤں پھٹے ہوئے ہیں۔ شَقُوْقُ کے بدلے شَقَاقٌ نہیں کہنا چاہئے۔

الشَّقَاقُ ایک بیماری ہے جو چوپایوں کو لگتی ہے۔ اور وہ بیماری چاق پڑنے یعنی جلد پھٹنے کی ہوتی ہے، جو ٹخنوں اور کھانسیوں میں لگ جاتی ہے۔ شاید یہ بیماری بڑھ کر چوپایوں کی پنڈلیوں تک پہنچتی ہے۔

الشَّقُ: چیز کا نصف حصہ، اور اس کا معنی پہاڑ کا کنارہ بھی ہے۔ اُم زرع کی حدیث ہے کہ: "وَجَدْنِي فِي أَهْلِ غَنِيْمَةَ بِشِقٍ" اس نے مجھے اہل غنیمہ کے ہاں پہاڑ کے ایک کنارے میں پایا۔ ابو عبید کا قول ہے کہ الشَّقُ ایک جگہ کا نام ہے۔

ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ: "تم گڑھے کے دہانے پر تھے۔"

شَفَاہُ اللّٰہِ مِنْ مَرَضِهِ: اللہ تعالیٰ اسے بیماری سے شفا بخشنے۔

اَشْفَى عَلٰى شَيْءٍ: اس نے کسی چیز پر نگرانی کی۔

اَشْفَى الْمَرِيضَ عَلٰى الْمَوْتِ: مرض موت کے قریب پہنچا۔

استشفی: اس نے شفا طلب کی۔

تَشْفَى مِنْ غَلِيْظِهِ. اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

الإشْفَى: ستالی، ابن السکیت کا کہنا ہے کہ الإسفی یعنی ستالی پانی کا ڈول اور توشہ دان وغیرہ سینے اور جوتوں کے سینے کے لئے ہوتی ہے۔ اسے ستالی کے علاوہ آر بھی کہتے ہیں۔

ش ق ح - أَشْقَحَ النَّخْلُ وَشَقَّحَ تَشْقِيْحًا: کھجور کے درخت پر پھل

گدرا یا۔ کھجور اس حالت سے پہلے یعنی پھل کے گدرا نے یا رنگ پکڑنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ش ق ر - الشَّقْرَةُ: گہرا سرخ اور زرد رنگ۔ اس کا باب طرب ہے۔ شَقْرَةٌ.

انسان کا کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کا چہرہ سفیدی مائل۔ اور گھوڑے کے رنگ میں

مَشَقَّةٌ: مشقت، اس کا اسم الشَّقُّ (شین کمور) ہے۔

اشْتَقَاقٌ: ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا۔  
شَقُّ الحَطَبِ: اس نے ایندھن وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

تَشَقُّقٌ: تو لکڑی چرگئی یا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

العُضْفُورُ يُشَقِّقُ فِي صَوْتِهِ: چڑیا چڑیاتی ہے۔

الشَّقَاءُ وَالشَّقَاوَةُ: (شین مفتوح) بدبختی، السَّعَادَةُ یعنی نیک بختی کی ضد۔

قنادہ نے قرآن مجید میں اور آیت میں اس لفظ کو شِقَاوَتًا پڑھا ہے، یعنی شین کو کمور کر کے یہ ایک اور لہجہ ہے۔

قَدْ شَقِيَّ شَقَاءً اور شِقَاوَةً بھی (شین کمور) وہ بدبخت ہو گیا۔

أَشَقَاهُ اللَّهُ فَهُوَ شَقِيٌّ: خدا نے اسے بدبخت کر دیا، تو وہ بدبخت ہو گیا۔

الشَّقْوَةُ: میں شین کمور ہے لیکن مفتوح اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

ش ک ر - الشُّكْرُ: ثناء، محسن کی اس بات پر تعریف و ثناء کہ اس نے اس سے نیکی یا بھلائی کی ہے۔

قَدْ شَكَرَهُ، يَشْكُرُهُ: (کاف مضموم) شُكْرًا اور شُكْرًا. اس نے اس کا شکر ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شُكْرُهُ اور

الشَّقُّ: کا معنی مشقت اور تکلیف بھی ہے، قول خداوندی ہے: "أَلَا بِشَقِّ الْإِنْفُسِ" سوائے جانوں کی تکلیف اور مشقت کے۔ آیت میں بِشَقِّ كَوْشِ مفتوح کر کے بھی پڑھا گیا ہے۔

الشُّقَّةُ: کپڑے کا ٹکڑا، یا تھئی۔

الشُّقَّةُ: کا معنی لمبا اور طویل سفر بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے: شُقَّةٌ شَاقَّةٌ: تکلیف وہ یا مشقت والا لمبا سفر، شاید اسے شین کمور سے بھی کہتے ہیں۔

الشَّقِيْقِيُّ: سگا بھائی۔

شَقَاتِقِ النُّعْمَانِ: کلی، غنچہ، واحد اور جمع کے صیغے دونوں ایک ہیں۔ النُّعْمَانِ کے ساتھ اس کی اضافت کا سبب یہ ہے کہ النُّعْمَانِ ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں یہ کلیاں بہت ہوتی ہیں۔

الشَّقِيْقَةُ: دردِ شقیقہ، یہ درد نصف سر اور چہرے میں ہوتی ہے۔

شَقَّ الشَّيْءَ فَانْشَقَّ: اس نے چیز کو پھاڑا تو وہ پھٹ گئی، اس کا باب رَدَّ ہے۔

شَقِيَ فُلَانٌ العَصَا: محاورہ ہے کہ اس نے جماعت چھوڑ دی۔

المُشَاقَّةُ وَالشِّقَاقُ: دشمنی، عداوت، مخالفت۔

شَقَّ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس پر بات گراں یا شاق گزری، اس کا باب رَدَّ ہے۔

**ش ک ل - الشُّكْلُ:** مانند، مثل، اس کی جمع اشْکَالُ اور شُكُوْلُ ہے، کہا جاتا ہے: هَذَا اشْکَلُ بَکْذَا۔ یہ فلاں کے مانند ہے۔ قول خداوندی ہے: "قُلْ كُلُّ يَعْمَلُ عَمَلًا شَاكِلَتِهِ" ہر شخص اپنے طور طریقے اور سمت و جہت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

**الشِّكَالُ - عقال:** اونٹوں کا مخصوص طریقے سے زانو سے باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "سُكْرَةُ الشِّكَالِ فِي الخَيْلِ" آپ ﷺ نے گھوڑوں کو اونٹوں کی طرح زانوں سے باندھنے کو ناپسند فرمایا۔ وہ یوں کہ گھوڑے کی تین ٹانگیں باندھی جاتیں اور ایک کھلی چھوڑ دی جائے یا تین ٹانگیں کھلی چھوڑ دی جائیں اور ایک باندھی جائے۔

**شِکَال:** صرف زانویا پاؤں میں ہی ہوتی ہے۔ ایسے بندھے ہوئے گھوڑے کو مَشْكُوْلُ کہتے ہیں، اور ایسا کرنا مکروہ ہے۔

**أَشْکَلُ الأَمْرِ:** معاملے میں التباس پیدا ہو گیا۔

**شِکْلُ الفَرَسِ وَ الطَّائِرِ بِالشِّکَالِ:** اس نے گھوڑے اور پرندے کو پاؤں سے باندھا۔ اور اسی طرح سے۔

**شِکْلُ الْکِتَابِ:** اس نے کتاب کی

**شُكْرَ لَهٗ:** اس نے اس کا شکر یہ ادا کیا، ان معنوں میں شُكْرَ لَهٗ کہنا زیادہ فصیح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا شُكُوْرًا مُمْکِنٌ هٗءَ کَ شُكُوْرًا مَصْدَرٌ هٗءَ هٗءَ هٗءَ قَعْدًا کَ قَعُوْدًا مَصْدَرٌ هٗءَ یَا مُمْکِنٌ هٗءَ کَ جَمْعٌ کَا صِنْفٍ هٗءَ هٗءَ هٗءَ وَهٗءَ وَهٗءَ، کُفْرًا وَ کُفُوْرًا۔  
**الشُّکْرَانُ:** شکرگزاری کُفْرَانُ:  
شاکری کی ضد۔

**تَشْکِرَ لَهٗ:** اور شُکْرَ لَهٗ کا ایک ہی معنی ہے۔

**ش ک س - رَجُلٌ شُكْسٌ:** بروزن فُلْسٌ: سخت و ترش مزاج والا شخص۔ قَوْمٌ شُكْسٌ بروزن قَهْلٌ: سخت مزاج قوم، اس کا باب سَلِمٌ ہے۔ الفراء نے بتایا کہ رَجُلٌ شِکْش (کاف مسور) یہ قیاس ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی "شُرْکَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ" یعنی باہم مختلف اور سخت مزاج۔

**ش ک ک - الشُّکُّ:** شک شبہ، الیقین کی ضد۔

**قَدْ شُکَّ فِی کَذَا:** اس نے فلاں معاملے میں شک کیا، اس کا باب رَدٌّ ہے۔ تَشْکُکٌ: اسے شک ہوا۔

**شُکَّکَ فِیْهِ غَیْرُهٗ:** کسی اور نے اسے اس کے بارے میں شک میں ڈال دیا۔

اطلاع دی۔ جس کی شکایت کی جائے وہ مَشْكُوٌّ اور مَشْكِيٌّ ہے۔ اس کا اسم الشُّكْوَى ہے۔ اَشْكَاهُ: اس نے اسے شکایت کا موقع دیا۔ اَشْكَاهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی شکایت پر اسے عتاب یا سرزنش کی۔ اور شکایت دور کی۔ یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے، جن کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ اَشْتَكَاهُ کا معنی بھی وہی ہے جو شکاہ کا ہے۔

اَشْتَكِي عَفْوًا مِنْ اَعْضَائِهِ: اس کے جسم کے اعضاء میں سے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوئی۔ تَشْكِيٌّ کا معنی بھی یہی ہے۔

المَشْكَاةُ: چراغ دان۔

الشُّكْوَةُ: شیر خوار بچے کی دودھ کی بوتل یا فیڈر جو بچے کو دودھ پلانے کے لئے ہوتا ہے۔

اَشْتَكِي: بچے نے فیڈر لے لیا۔

ش ل ج م - السَّلْجَمُ: شانم بھری جو پکا کر کھائی جاتی ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: تَسَالَيْبِي بَرَامَتَيْنِ سَلْجَمًا: تم راتین میں مجھ سے شانم کے بارے میں پوچھتے ہو۔

ش ل ل - شل الثوب: اس نے کپڑے کی ہلکی سلائی کی۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔ السَّلْلُ: ہاتھ شل ہونا۔

عبارت پر حرکات اور اعراب لگا دیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: اَشْكَالُ الْكِتَابِ: اس نے کتاب کے اشکال و التباس کو رفع کیا۔

المُشَاكَلَةُ: ہم شکل ہونا۔ ایک دوسرے کے موافق ہونا، اور التَشَاكُلُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ش ک م - السُّكْمُ: (شین مضموم) جزاء، بدلہ۔

قَدْ شَكَمَهُ يَشْكُمُهُ: (کاف مضموم) شُكْمًا (شین مضموم) اس نے اسے بدلہ دیا۔ معاوضہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ ثُمَّ قَالَ اَشْكُمُوهُ" نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اس کے بعد فرمایا کہ اسے اُجرت دے دو۔

السُّكَيْمُ وَالشُّكَيْمَةُ: لگام کا لوہے والا حصہ جو گھوڑے کے منہ میں دیا جاتا ہے، اس کی جمع شَكَايِمُ ہے۔

فُلَانٌ شَدِيدُ الشُّكَيْمَةِ: فلاں آدمی سخت خوددار متکبر اور خود سر ہے۔

ش ک ا - شُكَاةُ: اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا مصدر شُكَاةٌ (شین مکسور) شُكِيَّةٌ اور شُكَاةٌ (شین مفتوح) ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی شکایت کی، یعنی اس کے برے کام کی

قول ہے: "أَتَيْنَا أَبَا عَمْرٍو فَأَشْلَى كِلَابَهُ عَلَيْنَا فَكِدْنَا بَيْنَ بَيْتَيْهِ نُؤَكِّلُ" ہم ابو عمرو کے پاس آئے تو اس نے ہم پر اپنے کتوں کو اکسایا، تو قریب تھا کہ ہم اس کے دو گھروں کے درمیان کھا لئے جائیں۔ روایت کی جاتی ہے کہ فاشلی کے بدلے اُغْرَى لفظ ہے۔

ش م ت - الشَّمَاتَةُ: دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ تَشْمِئْتُ الْعَاطِسُ: چھینکنے والے شخص کو یُرْحَمُكَ اللَّهُ کہہ کر دُعا دینا۔ دُعا دینے والا مُشِيَّتْ ہے۔ اسے مُسَيِّتٌ بھی کہتے ہیں، یعنی سین کے ساتھ۔

ش م خ - الْجِبَالُ الشَّوَامِخُ: بلند و بالا پہاڑ۔

قَدْ شَمَخَ الْجَبَلُ: پہاڑ اونچا ہے۔ اس کا باب خَضَعُ ہے۔

قَدْ شَمَخَ الرَّجُلُ بِأَنْفِهِ: آدمی نے ناک اونچی کی یعنی تکبر کیا۔

ش م ر - الشَّسْمُرُ: چلنے میں اترانا یا اترتے ہوئے چلنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الشَّسْمُرُ إِزَارَةٌ تَشْمِيرًا: اس نے اپنا ازار اونچا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَمَّرَ فِي أَمْرِهِ: وہ اپنے معاملے میں ہلکا ہوا۔

إِنْشَمَّرَ لِلْأَمْرِ وَتَشَمَّرَ: اس نے تیار

قَدْ شَلَّتْ يَمِينُهُ شَلًّا: اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا۔

أَشْلَهَا اللَّهُ تَعَالَى: اللہ تعالیٰ اس کا دایاں ہاتھ شل کرے۔ لوگ یوں دعا دیتے ہیں کہ: لَا تَشَلِّ يَدَكَ وَلَا تَحْكَلْ: خدا کرے تمہارا ہاتھ نہ شل ہو، اور نہ بیکار ہو۔

قَدْ شَلَلْتُ يَارْجُلُ: اے شخص تو تو شل ہو گیا ہے۔ شَلَلْتُ میں لام مکسور ہے۔

الْمَرْأَةُ شَلَاءٌ: عورت کو شل ہوا ہے۔

ش ل ا - الشَّلْوُ: گوشت کے اعضاء میں

سے ایک عضو۔ حدیث شریف میں ہے: إِنْتَبِي بِشَلْوِهَا الْإِيْمَنُ: مجھے اس کے دائیں عضو کا گوشت دے دو۔

أَشْلَاءُ الْإِنْسَانِ: بوسیدہ اور پراگندہ ہونے کے بعد انسانی جسم کے اعضاء۔

ثَعْلَبٌ كَقَوْلِ هَيْبَةَ: لوگوں کا کہنا ہے کہ أَشْلَيْتُ الْكَلْبَ عَلَى الصَّيْدِ خَطَأً:

میں نے غلطی سے کتے کو شکار پر ہانکا یا دوڑایا، ابو زید کا قول ہے کہ أَشْلَيْتُ الْكَلْبَ: میں نے کتے کو بلایا۔ ابن

سکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: "أَوْ سَدَّتْ الْكَلْبَ بِالصَّيْدِ وَأَسَدَّتْهُ"

میں نے کتے کو شکار پر اکسایا۔ ان معنوں میں أَشْلَيْتُهُ نہیں کہتے۔ الإشلاء صرف

دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زیاد الاعمام کا



ش م ط - الشَّمَطُ: شین اور میم دونوں

مفتوح۔ سر کے بالوں کی سفیدی جس میں کالے بال بھی ہوں۔

الرَّجُلُ أَشْمَطُ: سیاہ و سفید بالوں والا شخص یا کھجڑی بالوں والا۔

قَوْمٌ شُمْطَانٌ: سیاہ اور سفید کھجڑی بالوں والے لوگ، اس کی مثال اَسْوَدٌ کی جمع سُودَانٌ ہے۔

وَقَدْ شَمِطَ: وہ سیاہ و سفید بالوں والا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الْمَرْأَةُ شَمِطَاءٌ: بروزن حَمْرَاءٌ: بوڑھی عورت۔

ش م ع - الشَّمْعُ: شین اور میم دونوں

مفتوح۔ القراء کا قول ہے: یہ عربوں کا کلام ہے لیکن مولدا سے میم ساکن کر کے بولتے ہیں۔

الشَّمْعَةُ الشَّمْعُ سے زیادہ مشہور اور خاص ہے۔

المَشْمَعَةُ بروزن المَتْرَبَةُ: بمعنی کھیل اور مزاح۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ

تَتَبَعَ المَشْمَعَةَ: یعنی جس نے لوگوں کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیا یا تمسخر اڑایا تو،

”أَصَارَهُ اللّٰهُ إِلَىٰ حَالَةٍ يُعْبَثُ بِهَٰ فِيهَا“ اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت میں پھیر دے گا کہ اس کا تمسخر اڑا دیا جائے گا۔

ش م ل - شَمِلْتُمُ الْأُمْرَ: (میم کسور)

کر لی یا تہیہ کیا۔

تَشْمِيرٌ: بھیجنا، روانہ کرنا، لوگ کہتے ہیں کہ:

شَمَّرَ السَّفِينَةَ: اس نے جہاز روانہ کیا۔

شَمَّرَ السَّهْمَ: اس نے تیر چلایا۔

ش م ز - اشْمَأَزَّ الرَّجُلُ اشْمِئزَازًا:

آدی کبیدہ خاطر ہوا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے، وہ ڈر گیا۔

ش م س - الشَّمْسُ: سورج، اس کی

جمع شَمُوسٌ ہے۔ اس سے مراد سورج کے ارد گرد کا سارا ماحول روشن ہوتا ہے۔

گویا سورج کی ہر ایک طرف ایک شَمْسٌ ہے۔ جطر ح مفرق بمعنی پیشانی کو لے لیند

جمع مَفَارِقٌ کہتے ہیں، اس کا اسم تَصْغِيرٌ شَمِيسَةٌ ہے۔

شَمْسٌ يَوْمَنَا: آج ہمارے ہاں دھوپ نکلی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَشْمَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔ شَمْسَ الفَرَسِ: گھوڑے نے پیٹھ پر

بٹھانے سے روک دیا، یعنی سوار نہ ہونے دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر

شِمَاسًا ہے۔ اس میں شین کسور ہے۔ ایسے گھوڑے کو شَمُوسٌ یعنی منہ زور گھوڑا

کہیں گے۔ رَجُلٌ شَمُوسٌ: سخت مزاج آدمی، اسے شَمُوسٌ نہیں کہنا چاہئے۔

شَيْءٌ مُشْمَسٌ: دھوپ میں بنالی گئی چیز۔

حَمَالَةٌ كِي حَمَائِلُ جَمْعُ هِيَ -  
 غَدِيرٌ مَشْمُولٌ تَضْرِبُهُ الرِّيحُ  
 الشِّمَالِ حَتَّى يَبْرُدَ: ہر طرح کی  
 نباتات کا قطعے شمالی ہوا میں آ کر ٹکراتی  
 ہیں، تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اسی نسبت  
 سے شراب کو مَشْمُولَةٌ کہتے ہیں کہ اس  
 میں ٹھنڈک کا ذائقہ ہوتا ہے۔

الشَّمُولُ: شراب۔

الْيَدِ الشِّمَالُ: بائیں ہاتھ جو الْيَدِ الْيَمِينِ کے  
 خلاف ہے، اس کی جمع أَشْمُلٌ ہے۔ اس  
 کی مثال أَغْنَقُ اور أَذْرُعُ ہے کیونکہ یہ  
 مؤنث ہیں۔ شَمَائِلُ کا جمع کا صیغہ بھی  
 خلاف قیاس ہے۔ قول خداوندی ہے:  
 ”عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ“ الشِّمَالُ  
 کا معنی غلط بھی ہے۔ اس کی جمع الشَّمَائِلُ  
 ہے۔

شَمَلَتِ الرِّيحُ: ہوانے شمال کا رخ  
 اختیار کیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَشْمَلَ الْقَوْمُ: قوم بادشمالی میں داخل  
 ہو گئی۔ اگر تمہاری مراد یہ ہو وہ بادشمالی میں  
 گھر گئے تو شَمِلُوا کہیں گے اور گھرنے  
 والوں کو مَشْمُولُونَ کہا جائے گا۔

أَشْتَمَلَ بِثَوْبِهِ: وہ اپنے کپڑے میں  
 لپٹ گیا۔

أَشْتَمَلَ الصَّمَاءُ: کوئی آدمی اپنے جسم کو  
 پوری طرح چادر یا ازار میں لپیٹ لے۔

شَمُولًا: حکم ان سب کے لئے عام  
 ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے جس کا باب  
 دَخَلَ يَدْخُلُ ہے۔ جس کی اصمعی کو خبر  
 نہیں۔

أَمْرٌ شَائِلٌ: عام حکم جو سب کے لئے ہو،  
 جس میں سب شامل ہوں۔

جَمَعَ اللَّهُ شَمْلَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے  
 معاملے کو پراگندہ نہ کرے۔

فَرَّقَ اللَّهُ شَمْلَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے  
 معاملات کو پراگندہ کر دے۔

الشَّمْلُ: (شین اور میم دونوں مفتوح)  
 شَمْلٌ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الشَّمْلَةُ: کھیل یا چادر جو بدن کو ڈھانپ  
 لے۔

الشَّمَالُ: قُطْب (شمالی) سے چلنے والی  
 ہوا۔ اس کے پانچ لہجے ہیں:

- (۱) شَمْلٌ (میم ساکن)۔
- (۲) شَمَلٌ (شین اور میم مفتوح)۔
- (۳) شَمَالٌ۔
- (۴) شَمَّالٌ اور
- (۵) شَامِلٌ۔

شَامِلٌ شَمَالٌ سے مغلوب ہے، شاید یہ  
 ایک لہجہ شَمَالٌ (لام مُشَدَّد) بھی ہو۔  
 الشَّمَالُ کی جمع شَمَالَاتٌ اور شَمَائِلُ  
 بھی ہے جو خلاف قیاس ہے گویا لوگوں نے  
 یہ شِمَالَةٌ کی جمع بنائی ہے جس طرح

مَعْلَمٌ ہے، نیز اس کا مصدر شَنَّانٌ (نون ساکن اور مفتوح) ہے۔ اسے دونوں حرکتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔  
ش ن ب - الشَّنْبُ: دانتوں میں گرمی، کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ٹھنڈک اور مٹھاس ہے۔

إِمْرَأَةٌ شَبُوءٌ: ٹھنڈی اور شیریں عورت۔  
ش ن خ ف - رَجُلٌ شِنْخَفٌ: بروزن جبرڈ حَلٌّ: طویل القامت انسان۔  
حدیث شریف میں ہے: "إِنَّكَ مِنْ قَوْمٍ شِنْخَفِيْنَ" تم طویل القامت لوگوں میں سے ہو۔

ش ن ر - الشَّنَارُ: (شین مفتوح) عیب اور عار۔

ش ن ع - الشَّنَاعَةُ: برائی، بدی، فظاعت۔

قَدْ شَنَّعَ الشَّيْءُ: چیز قبیح ہوگئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اسم فاعل شَنِيعٌ اور أَشْنَعُ ہے، بمعنی قبیح۔ اس کا اسم الشَّنْعَةُ (شین مضموم) ہے۔

شَنَّعَ عَلَيْهِ تَشْنِيْعًا: اس نے اسے بُرا بھلا کہا، یا گالی دی۔

میرا کہنا ہے کہ امام الازہری نے کہا کہ شَنَّعَ عَلَيَّ فُلَانٌ: اس نے فلاں شخص کے کام یا معاملے پر طعن و تشنیع کیا۔

ش ن ف - الشَّنْفُ: کان کی بالی، اس

ش م م - شَمُّ الشَّيْءِ يَشْمُهُ: (شین مفتوح) شَمٌّ و شَمِيمًا: اس نے چیز کو سونگھا۔ شَمٌّ کا باب رَدْ بھی ایک لہجہ ہے۔  
أَشْمَةُ الطَّيِّبِ: اس نے اسے خوشبو سونگھائی۔

فَشْمَةٌ: تو اس نے اسے سونگھ لیا۔  
أَشْتَمُهُ: کا معنی بھی یہی ہے۔

تَشَمَّمِ الشَّيْءَ: اس نے کسی چیز کو وقتوں میں سونگھا۔

الشَّمَمُ: ناک کی نالی میں اونچائی اور اوپر والے حصے کی ہمواری۔

رَجُلٌ أَشْمًا الْأَنْفِ: ستواں ناک والا آدمی۔

جَبَلٌ أَشْمٌ: بلند چوٹی والا پہاڑ جس میں دونوں اونچائی نمایاں ہو۔ یعنی ناک اور پہاڑ۔

إِشْمَامُ الْحَرْفِ: کسی حرف کا آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے سے اس حرف کا اظہار کرنا۔

المَشْمُومُ: خوشبو، عطر۔  
ش ن أ - الشَّانِيَةُ: بغض کرنے یا رکھنے والا۔

قَدْ شَنَيْتُهُ: اس نے اس سے بغض رکھا۔

اس میں نون مکسور ہے، اس کا مصدر شِنَأٌ (نون ساکن اور شین مفتوح، مکسور اور مضموم) اور مَشْنَأٌ ہے۔ اس کی مثال

شَنُّ طَبَقَةً: شَنُّ نے طبقہ سے موافقت کر لی۔

الشَّنْشِنَةُ: حُلُق، مزاج، طبیعت۔

ش ہ ب - الشُّهْبَةُ فِي الْأَلْوَانِ: رنگوں میں سیاہ رنگ پر سفید رنگ کا غلبہ۔

الشَّهَابُ: آگ کا چمکتا شعلہ۔ اس کی جمع شُهَبٌ ہے جس میں شین اور ہاء دونوں مضموم ہیں۔ اور جمع کے دوسرے وزن فُعْلَانِ پر شُهَيْبَانٌ ہے۔ اس کی مثال حساب کی جمع حُسْبَانٌ ہے۔

ش ہ د - الشَّهَادَةُ: قطعی خبر، کہتے ہیں کہ شَهِدَ عَلِيٌّ كَذَا: اس نے فلاں بات کی شہادت دی یعنی صحیح، درست اور قطعی اطلاع دی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے، شاید ہاء میں تخفیف کر کے شَهِدَ الرَّجُلُ بَعْضِي کہا گیا ہو، جس میں ہاء ساکن ہے۔ لوگ کہتے ہیں:

أَشْهَدُ بِكَذَا: میں فلاں بات کی گواہی دیتا ہوں یعنی حلف اٹھاتا ہوں۔

الشَّاهِدَةُ: معاینہ آنکھوں سے دیکھنا۔

شَهِدَهُ (ہاء مسور) شُهِودًا: وہ وہاں حاضر ہوا۔ اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ ہے۔

قَوْمٌ شُهِودٌ: موقع پر موجود اور حاضر لوگ۔ یہ دراصل مصدر ہے شُهِودٌ کی بجائے شَهِدٌ بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی

مثال زَاكِعٌ كِي جَمْعٌ رُكَّعٌ ہے۔

کی جمع شُنُوفٌ بمعنی کان کی بالیاں ہے۔ اس کی مثال فُلُسٌ کی جمع فُلُوسٌ ہے۔

شَنَّفَ الْمَرْأَةَ فَتَشَنَّيْفَتْ: اس نے

عورت کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ اس کی مثال قَرَطَهَا فَتَقَرَّرَتْ ہے۔

ش ن ق - الشَّنْقُ فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ

میں دو نصابوں کو ملا کر ایک نصاب بنانا، یعنی زکوٰۃ کی وصولی اور وجوب کیلئے دو نامکمل

نصابوں کی جنسوں کو ملا کر ایک نصاب پورا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: "لَا شِنَاقَ"

شِنَاقٍ پَرِ زَكَاةٍ نَيْسٍ، یعنی جب تک ایک جنس کا نصاب پورا نہ ہو اسے دوسری جنس کے ساتھ

ملا کر نصاب پورا کر کے زکوٰۃ نہ لی جائے۔ تا وقتیکہ ایک جنس کا نامکمل نصاب پورا نہ ہو۔

ش ن ن - شَنَّ عَلَيْهِمُ الْغَارَةُ: اس نے

اس پر ڈاکہ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ أَشْنَهَا كَمَا بَعْضِي بِمَعْنَى هِيَ۔

الشَّنُّ وَالشَّنَّةُ: پرانی مشک یا پرانا مشکیزہ۔ الشَّنُّ کی جمع شِنَانٌ ہے۔ مثل

مشہور ہے کہ: لَا يُفَعَّقُ لِي بِالشِّنَانِ: پرانے مشکیزے کی سرسراہٹ یعنی معمولی حرکتوں سے مجھے نہیں ڈرایا جاسکتا۔ یعنی

میں معمولی باتوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ الشَّنَانُ (شین مفتوح) الشَّنَانُ بمعنی

بخس و حسد کا ایک لہجہ ہے۔ شَنَّ: بنوعبد القیس کا ایک قبیلہ۔ مثل مشہور ہے: وَافَقَ

زیادہ غالب ہے۔ اس کا ذکر ہم ع س ل کے تحت کریں گے۔

**ش ۵ ر - الشَّهْرُ:** مہینہ، ماہ، اس کی جمع الشُّهُورُ ہے۔

أَشْهَرْنَا: ہم پر مہینہ آیا۔ ابن السکیت کا قول ہے۔

أَشْهَرْنَا فِي هَذَا الْمَكَانِ: ہم اس مکان میں ایک ماہ رہے۔ ثعلب نے کہا کہ أَشْهَرْنَا کا معنی ہے کہ ہم ماہ میں داخل ہوئے۔

الْمَشَاهِرَةُ: ماہانہ، جس طرح الْمُعَاوَمَةُ بمعنی سالانہ ہے۔

الشُّهُرَةُ: شہرت، مشہوری۔ کہتے ہیں کہ شَهْرُثُ الْأَمْرِ: میں نے بات مشہور کر دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

شُهْرَةٌ: شہرت اور مشہوری۔ اَشْتَهَرَ: وہ مشہور ہو گیا۔

أَشْهَرْتُهُ: میں نے اسے مشہور کر دیا۔ فَاشْتَهَرَ: تو وہ مشہور ہو گیا۔

شَهْرَتُهُ تَشْهِيْرًا: میں نے اس کی خوب تشہیر کی۔ لِفُلَانٍ فَضِيْلَةٌ اَشْتَهَرَ النَّاسُ: فلاں شخص میں ایک فضیلت ہے، جسے لوگوں نے مشہور کر دیا۔ شَهْرَ سَيْفُهُ: اس نے اپنی تلوار لہرائی یا سوتی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

**ش ۵ ق - الشَّاهِقُ:** بلند پہاڑ۔

شَهِدَ لَهُ بَکْذَا: اس نے اس کے حق میں فلاں بات کی گواہی دی، اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ، اس کی جمع شَهَدٌ ہے۔

اس کی مثال صَاحِبٌ كِي جَمْعِ صَحْبٍ ہے۔ نِيْزَ سَافِرٌ كِي جَمْعِ سَفَرٍ ہے۔ بَعْضُ لَوْغُوْنَ كُو اَسْ سِ اَنْكَارٍ ہے۔ وَهَ الشَّهِيْدُ كِي جَمْعِ شُهُوْدٍ اَوْرَ اَشْهَادٌ بِنَاتِيْ هِيْنَ۔

الشَّهِيدُ: گواہ اس کی جمع الشَّهَدَاءُ ہے۔

الشَّهْدَةُ عَلَيَّ كَذَا: اس نے فلاں شخص کو فلاں بات پر گواہ بنایا۔ فَشَهِدْتُ وَوَهُ اُوَاہ بِنَ كِيَا۔

اسْتَشْهَدُ: اس نے اسے گواہی دینے کو کہا۔ الشَّهِيدُ: اللہ کی راہ میں جان دینے والا، اس کی جمع شَهِدَاءُ ہے۔

قَدْ اَسْتَشْهَدُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم الشَّهَادَةُ ہے۔

التَّشَهُدُ فِي الصَّلَاةِ: نماز میں تشہد، دو رکعتوں کے بعد دو زانو بیٹھنا۔

الشَّهْدُ: شہد، غسل، موم سمیت شہد۔ اس میں شین مضموم اور مفتوح ہے۔ اس کی جمع شِهَادٌ ہے۔

میرا کہنا ہے، صاحب کتاب نے شَهِدُ کے ساتھ فِي شَمْعِيْهَا: کہہ کر اسے مَوْنِثُ بِنَايَا كِيُوْنَكِ الْعَسَلُ نَذْرٌ اَوْرَ مَوْنِثُ وَوَلُوْنَ طَرَحٌ مُسْتَعْمَلٌ هِيْ، لیکن اس کا مَوْنِثُ ہونا

رَجُلٌ شَهْوَانٌ لِلشَّيْءِ: کسی چیز کا  
رِیاضِش۔

شَهِيْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کی  
شدید خواہش کی۔ (ہاء مکسور) (أَشْهَاهُ  
شَهْوَةً) اَشْتَهَيْتُهُ: میں نے اس کی  
خواہش کی۔ تَشَهَّى عَلَيْهِ کا بھی یہی معنی  
ہے۔

هَذَا شَيْءٌ يُشَهِي الطَّعَامَ: یہ ایسی  
چیز ہے جو کھانے کی خواہش کراتی ہے۔

ش و ب - الشَّوْبُ: ملاوٹ کرنا، اس کا  
باب قال ہے۔

الشَّائِبَةُ: ملاوٹ، اس کی جمع الشَّوَابِ  
ہے۔ اس کا معنی گندگی اور غلاظت ہے۔

ش و ذ - المَشْوُودُ: المقود کی طرح۔  
پگڑی، حدیث شریف میں ہے: أَمْرُهُمْ  
أَنْ يَمَسُّوهُ عَلَى المَشَاوِذِ  
التَّسَاخِينِ: آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا  
کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مس کریں۔

ش و ر - أَشَارَ إِلَيْهِ بِالْيَدِ: اس نے اس  
کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

أَوْ مَا وَأَشَارَ إِلَيْهِ بِالرَّأْيِ: اس نے  
اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

شَارَ العَسَلَ: اس نے شہد کو چھتے سے  
نکالا، اس کا باب قال ہے۔ اَشْتَارَ هَا بَعِي  
اور اَشَارَ هَا بَعِي اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے  
ابو عمرو نے نقل کیا ہے، لیکن اصمعی نے اس

شَهِيْتُ الحِمَارِ: گدھے کی آواز  
کا آخری حصہ اور زَفِيرَةُ اس کی آواز کا  
ابتدائی حصہ۔

شَهَقَ: (ہاء مفتوح) يَشْهَقُ: (ہاء  
مفتوح اور مکسور دونوں)۔

شَهِيْقًا: وہ ریگا، کہا گیا ہے کہ الشَّهِيْقُ  
کا معنی سانس لینا اور الزَّفِيرُ کا معنی سانس  
چھوڑنا ہے۔

الشُّهْقَةُ: چیخ، کہا جاتا ہے کہ: شَهَقَ  
فُلَانٌ شَهْقَةً فَمَاتَ. فلاں شخص نے  
ایک چیخ ماری یا بچگی یا سکی لی اور مر گیا۔

ش و ل - الشُّهْلَةُ فِي العَيْنِ: سیاہی  
میں نیلا پن آنا۔

عَيْنٌ شُهْلَاءُ: نیلی آنکھ۔  
رَجُلٌ أَشْهَلُ العَيْنِ: نیلی آنکھوں والا  
آدمی۔

شَهُمٌ: وہ بہادر ہوا۔ اس کا باب ظرف  
ہے، اس کا اسم فاعل شَهُمٌ ہے یعنی  
شہادت اور بہادری والا، یا مضبوط دل  
والا ذہین شخص۔

ش و ا - الشُّهُوَةُ: شہوت، خواہش۔  
طَعَامٌ شَهِيٌّ: مزیدار کھانا۔ اس کا اسم

مفعول مُشْتَهِيٌّ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ  
صِنْدُ نَعْلٍ بمعنی مفعول ہے۔ یہ شَهِيْتُ  
الشَّيْءِ: تم نے کسی چیز کی خواہش سے  
مشتق ہے۔

ش و ط - عَدَا شَوَطًا: اس نے ایک

چکر کی دوڑ لگائی۔

طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ: اس

نے بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر

لگائے۔

مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ شَوَطًا:

حجر سے شروع کر کے دوبارہ حجر اسود تک

ایک چکر ہوتا ہے۔

ش و ظ - الشَّوَاظُ: (شین مضموم اور

مکسور) ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

ش و ف - شَافَ الشَّيْءَ: اس نے چیز

کو روشن کیا، اس کا باب قال ہے۔

دِينَارٌ مَشُوفٌ: روشن و چمکتا دینار۔

تَشَوَّفَتِ الْجَارِيَةُ: لونڈی نے بناؤ

سنگھار کیا۔

بَشِيفَتْ تَشَافٌ شَوْفًا: اسے سنوارا گیا

یا اس کا سنگھار کیا گیا۔

تَشَوَّفَ إِلَى الشَّيْءِ: وہ کسی چیز کی

طرف نمایاں یا نمودار ہوا۔

ش و ق - الشُّوقُ: شوق، چاہت، کہا

جاتا ہے کہ شَاقَهُ الشَّيْءُ: اسے چیز پسند

آگئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا اسم

فَاعِلٌ شَائِقٌ شَوِّقٌ ہے۔ اور اسم مفعول

مَشُوقٌ ہے یعنی پسندیدہ چیز۔

شَوْقَهُ تَشَوَّقٌ: اس نے اسے شوق دلایا

تو اس میں شوق پیدا ہوا۔

سے انکار کیا ہے۔

الشَّوَارُ: (شین مفتوح) گھر اور سفریا

سواری کا ساز و سامان۔ الرَّحْلُ حاء کے

ساتھ ہے۔

الشَّارَةُ: لباس اور وضو قطع۔

الشَّوَارُ: (میم مکسور) منڈی مویشیاں۔

وہ جگہ جہاں مویشی فروخت کرنے کے

لئے لائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ:

إِيَّاكَ وَالْخُطْبَ فَإِنَّهَا مِشَوَارٌ

كثِيرُ الْعِشَارِ: زیادہ باتیں کرنے سے

بچو! کیونکہ یہ ایسی منڈی ہے جہاں بہت

زیادہ ٹھوکریں لگتی ہیں۔

المَشُورَةُ: مشورہ، رائے یا تجویز دینا۔

یہی معنی المَشُورَةُ کا ہے، اس میں شین

مضموم ہے۔ کہتے ہیں کہ شَاوَرَةُ فِي

الْأَمْرِ: اس نے معاملے میں اس سے

مشورہ کیا یا مشورہ لیا۔ اسْتَشَارَةَ كَابِغِي

یہی معنی ہے۔

ش و ش - التَّشْوِيشُ: گڑبڑ، فکر

مندی۔ باتوں میں الجھاؤ پیدا ہونا۔

قَدْ تَشَوَّشَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس کے لئے

معاملہ میں گڑبڑ پیدا ہوگئی۔

ش و ص - الشُّوْصُ: دھونا اور صاف

کرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے، کہا جاتا ہے

كَ: هُوَ يَشُوصُ بِالسَّوَاكِ: وہ

سواک کے ساتھ اپنا منہ صاف کرتا ہے۔

فَانْشَأَتْ هِيَ: یعنی میں نے گھڑا اٹھایا تو وہ اٹھ گیا۔ شَالُ الْمِيزَانِ: ترازو کا پلڑا اور اٹھ گیا۔ شَوْلٌ: حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ۔ اس کی جمع شَوَالَاتٌ اور شَوَائِلٌ ہے۔

ش و ہ - شَاهَتِ الرَّجُلُ: چہرے مسخ بد شکل ہو گئے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ شَوْهَةٌ اللّٰهُ تَشْوِيْنَهَا: اللہ تعالیٰ اس کا خوب منہ کالا کرے۔ اس کا اسم فاعل مُشْوَةٌ ہے۔

فَرَسٌ شَوْهَاءٌ: گھوڑے کا کسی اچھی صورت کا ہونا۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اس کے وسیع جڑے ہیں، نژ گھوڑے کے لئے اَشْوَةٌ نہیں کہتے۔

الشَّاةُ: بکری۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

فَلَانٌ كَثِيرُ الشَّاةِ وَالْبَعِيرِ: اس کے پاس بہت زیادہ بکریاں اور اونٹ ہیں۔ یہاں مفرد صیغے سے مراد جمع ہے کیونکہ ان پر آل جنس کا داخل ہے۔ الشَّاةُ کی اصل شَاهَةٌ ہے، کیونکہ اس کا اسم تصغیر شَوِيْهَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع شِيَاءٌ ہے۔

کہا جاتا ہے فَلَانٌ شِيَاءٌ بمعنی تین بکریاں، دس تک لفظ شِيَاءٌ ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تعداد کے لئے شَاةٌ کہتے ہیں۔ اور جب بہت کثرت

ش و ک - الشُّوكَةُ: کانٹا، خار۔ یہ الشُّوكُ کا واحد کا صیغہ ہے۔ شَجَرٌ شَائِكٌ: خاردار درخت۔ شَجَرَةٌ شَائِكَةٌ: بہت زیادہ کانٹے دار درخت۔

شَاكْتُهُ الشُّوكَةُ: اس کے جسم میں کانٹا چبھ گیا۔ شَاكُ الرَّجُلِ غَيْرَةٌ: آدمی نے کسی اور کے کانٹا چبھو دیا۔ ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔

شَيْكُ الرَّجُلِ: آدمی کے کانٹا چبھا، یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مضارع يُشَاكُ ہے۔ اور مصدر شَوَّكَ ہے۔

الشُّوكَةُ: شدت جنگ، اور اسلحے کی دھار۔ شَوَّكَ الْحَائِطَ تَشْوِيْكًَا: اس نے دیوار کے اوپر کانٹے لگا دیئے۔

شَجَرَةٌ مُشْوِكَةٌ: بہت زیادہ کانٹوں والا درخت۔

أَرْضٌ مُشْوِكَةٌ: بہت زیادہ کانٹوں والی زمین۔

شَوَّكَةُ الْعَقْرَبِ: بچھو کا ڈنک۔

ش و ل - شَلْتُ بِالْجَرَّةِ، أَشَوْلُ بِهَا: (شین مضموم) میں نے گھڑا اٹھایا اور اٹھاتا ہوں۔ اس کا مصدر شَوْلًا ہے۔ اسے شِلْتُ نہیں کہنا چاہئے یعنی شین کسور نہیں ہے۔ الشَّلْتُ الْجَرَّةُ بھی کہا جاتا ہے



الأشْيَبُ: سفید سر آدمی، اس کی جمع شَيْبٌ ہے۔

ش ی ح - الشَّيْخُ: ایک پودا۔

المَشْيُوحَاءُ: (الف ممدود اور شین ساکن) ایسی زمین جہاں الشَّحُّ پودا اگتا ہو۔

ش ی خ - الشَّيْخُ: بوڑھا شخص، اس کی جمع شَيْوُخٌ، أَسْيَاحٌ اور شَيْخَةٌ

بروزن عِنَبَةٌ. شَيْخَانُ بروزن غُلْمَانُ اور مَشَيْخَةٌ (میم مفتوح یاہ مفتوح)

بروزن مَقْرَبَةٌ، مَشَايِخُ، مَشْيُوحَاءُ (الف ممدود) اور شین ساکن ہے۔

الْمَرْأَةُ شَيْخَةٌ: بوڑھی یا بزرگ عورت۔

قَدْ شَاخَ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِيخُ اور مصدر

شَيْخُوخَةٌ اور شَيْخَا ہے۔ اس میں یاہ مفتوح ہے۔ الشَّيْخُ کا اسم تصغیر شَيْخٌ

(شین مضموم اور مکسور) اسے شُوَيْخٌ نہیں کہنا چاہیے۔

ش ی د - الشَّيْءُ: (شین مکسور) ہر وہ مواد جس سے دیوار کو لپٹا جائے یعنی جس

سے دیوار کی لپائی کی جائے، وہ چونا ہو یا نائل ہو۔

شَادَةٌ: اس نے اس پر پلستر کیا یا چونے کا پلستر کیا، اس کا باب بَسَاعٌ ہے۔

المَشْيِيدُ: یاہ مخفف، گچ چونا کیا ہوا۔ پختہ کیا ہوا۔ الکسائی کا قول ہے کہ:

ہو جائے تو کہا جاتا ہے: هَذِهِ شَاءٌ كَثِيرَةٌ. الشَّاءُ کی جمع شَوِيٌّ ہے۔

ش و ی - شَوَى اللَّحْمَ يَشْوِيهِ شَيًّا:

اس نے گوشت بھونا، اسے بھونتا ہے۔ اس کا اسم الشَّوَاءُ ہے، اور بھونے ہوئے

گوشت کے ایک ٹکرے کو یا ایک بوٹی کو شَوَانَةٌ کہتے ہیں۔

أَنْشَوَى اللَّحْمُ: گوشت بھن گیا، اس کے بدلے ہمیں اَشْتَوَى نہیں کہنا

چاہئے۔ اَشْوَيْتُ الْقَوْمَ: میں نے قوم کو بھنا ہوا

گوشت کھلایا۔ الشَّوَى، شَوَاةٌ کی جمع ہے جس کا معنی

سر کی جلد ہے۔ ش ی ا - المَشْيِيئَةُ: ارادہ، اس کا نفل

شَاءَ يَشَاءُ مَشْيِيئَةً ہوگا۔ میں نے کہا ہے کہ دِيَوَانُ الادب میں ہے کہ

المَشْيِيئَةُ الارادة سے معنی کے لحاظ سے زیادہ قریب المفہوم ہے۔

ش ی ب - الشَّيْبُ وَالمَشْيِبُ: ہم معنی ہیں، اس کا باب بَاعٌ ہے۔ اور مصدر

مَشَيْبًا ہے۔ اس کا اسم فاعل شَائِبٌ ہے۔ اَصْمَعِي کا قول ہے کہ الشَّيْبُ کا

معنی سر کی سفیدی ہے۔ اور المَشْيِبُ: مرد کا بڑھا پے کے مرحلے میں داخل ہونا

ہے۔

کا باب باع ہے۔

ش ی ع - شَاعَ النَّخْبَرُ: خبر پھیل گئی۔  
اس کا مضارع يَشِيْعُ اور مصدر شَيْعُوْعَةٌ  
ہے۔

سَهْمٌ مُشَاعٌ وَشَانِعٌ: غیر تقسیم شدہ  
حصہ۔

أَشَاعَ النَّخْبَرُ: اس نے خبر پھیلادی۔  
شَيْعَهُ عِنْدَ رَجُلِهِ تَشْيِيْعًا: اس  
نے جاتے وقت اس کی اچھی مشابہت کی۔  
شَيْعَةُ الرَّجُلِ: آدمی نے شیعہ ہونے کا  
دعویٰ کیا۔ ہر وہ قوم جن کا معاملہ مشترک  
یعنی ایک ہو۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی  
رائے پر چلتا ہو تو ایسے لوگوں کو شَيْعٌ  
کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: "كَمَا فَعَلَ  
بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلِ" یعنی گزشتہ قوموں  
میں سے ان جیسے لوگوں کے ساتھ جس  
طرح کا سلوک کیا گیا۔

ش ی م - الشَّامُ: شامہ کی جمع ہے بمعنی  
تل یا خال۔ یہ مصدر یانی سے مشتق  
ہے۔

رَجُلٌ مَشِيْمٌ أَوْ مَشِيْمٌ: اس کی مثال  
مَكِيْلٌ أَوْ مَكِيْمٌ ہے۔

الأشْيِمُ: وہ شخص جس پر تل ہو۔ اس کی  
جمع تَشِيْمٌ ہے یعنی تل والے لوگ۔

المَشِيْمَةُ: وہ جھلی جس میں بچہ شکم مادر  
میں لپٹا ہوتا ہے، جو ولادت کے بعد بچے

المَشِيْدُ واحد کا صیغہ ہے۔ یہی لفظ  
قول خداوندی میں قَصْرِ المَشِيْدِ:  
مضبوط محل میں آیا ہے۔ اور المَشِيْدُ  
جمع کے صیغہ کے لئے استعمال ہوتا ہے،  
مثلاً: قول خداوندی ہے: "فِي بُرُوجٍ  
مُشِيْدَةٍ"۔

ش ی ز - الشَّيْزُ: شین کمسور۔  
الشَّيْزِيُّ: شین کمسور یا مقصور، سیاہ رنگ  
کی لکڑی جس سے پیالے بنتے ہیں۔  
ش ی ح - الشَّيْصُ: شین کمسور اور  
الشَّيْصَاءُ شین کمسور اور الف ممدود، کھجور  
جس کی گٹھلی سخت نہیں ہوتی۔

يَعَشِيصُ إِذَا لَمْ تُلْفَحِ النَّخْلُ: اگر  
کھجور کے درخت کو بار آور کرنے کے لئے  
پوند نہ کیا جائے تو وہ ردی کھجور پیدا ہوتی  
ہے۔

ش ی ط - شَاطُ: وہ ہلاک ہوا۔ اس کا  
باب باع ہے۔  
أَشَاطَةٌ غَيْرَةٌ: کسی اور نے اسے  
ہلاک کر دیا۔

شَاطُ الشَّمْنِ وَالزَّيْتِ: اتا پک گیا  
کہ پک کر جل گیا۔

شَاطَتِ القِدْرُ: ہانڈی جل گئی۔  
وَيَصِيْقُ بِهَا الشَّيْءُ: اور اس میں  
موجود چیز چٹ گئی۔

أَشَاطَهَا هُوَ: اسی نے اسے جلا دیا۔ تمام

الشَّيْمَةُ: حُلُقٌ اور مزاج۔  
 ش ی ن - الشَّيْنُ الدِّينِ: خوبصورتی اور  
 خوبی کی ضد۔  
 قَدْ شَانَهُ: اس نے اسے عیب لگایا۔ اس کا  
 باب بَاعَ ہے۔

کے ساتھ ہی نکل آتی ہے، اس کی جمع  
 مَشَايِمُ ہے۔ اس کی مثال مَعَايِشُ ہے۔  
 شَامَ مَخَايِلَ الشَّيْءِ: وہ نظریں  
 اٹھائے اس کا انتظار کرتا رہا۔  
 شَامَ الْبَرَقَ: وہ بادلوں کی طرف دیکھتا رہا  
 کہ کہاں سے گا، دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

## بَابُ الْكَلَامِ

الصَّبِيحَةُ: تم کہتے ہو اَصْبَحَ الرَّجُلُ:  
آدی نے صبح کی۔

صَبَّحَهُ اللَّهُ تَصْبِيحًا. خدا اس کی صبح  
اچھی کرے۔

صَبَّحْتُهُ: میں نے اسے صبح بخیر کہا۔ یعنی  
اسے عَمَّ (عین مکسور) صباحًا کہا۔

صَبَّحْتُهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ میں اس کے  
پاس صبح کے وقت گیا۔

أَصْبَحَ فُلَانٌ عَالِمًا: فلاں شخص عالم  
بن گیا۔ فُلَانٌ يَنَامُ الصُّبْحَةَ: فلاں  
شخص صبح کو سوتا ہے۔ اس میں صاد مفتوح

بھی ہے اور مضموم بھی اور باء ساکن ہے۔  
یعنی وہ صبح کے وقت سوتا ہے۔ ان معنوں

میں ہم کہتے ہیں کہ تَصَبَّحَ الرَّجُلُ آدی  
صبح کو سویا۔

المَصْبُوحُ بروزن المَذْهَبُ: صبح ہونے  
یا کرنے کا وقت، میں کہتا ہوں کہ:

المُصْبِحُ: (میم مضموم) کا ذکر بذیل  
مادہ 'م' سے 'ا' ہے۔

الصُّبُوحُ: صبح کے وقت شراب پینا۔ یہ  
الغَبُوقُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے

شام کی شراب۔ اسی لفظ کو تم یوں کہتے ہو کہ:  
صَبَّحَهُ: اس نے اسے صبحی پلائی۔ اس

ص ا ب - الصُّوَابَةُ: (ہمزہ کے ساتھ)  
لیکھ، بچوں کے بچے۔ اس کی جمع صُوبَاتٌ

اور صَبَاتَانٌ ہے۔  
قَدْ صَبَبَ رَأْسُهُ: اس کے سر میں

لیکھیں پڑیں۔ اس کا باب طرب ہے۔  
أَضَابَ بھی اسی کا ہم معنی ہے یعنی اس کی

لیکھیں بہت زیادہ ہو گئیں۔  
ص ب ا - صَبَا: وہ ایک دین سے نکل کر

دوسرے دین میں داخل ہوا۔ اس کا باب  
خَضَعَ ہے۔ صَبَا کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ

صَابِي ہو گیا۔  
الصَّابِئُونَ: اہل کتاب کی ایک جنس یا قسم۔

ص ب ب - صَبَّ الْمَاءُ فَأَنْصَبَ:  
اس نے پانی بہایا تو وہ بہ گیا یا اس نے پانی

گرایا، تو وہ گر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔  
الصُّبَابَةُ: ذوق و شوق۔ والہانہ شوق، اور

اس کی سوزش۔  
الصُّبَابَةُ: برتن میں بچا کھچا پانی۔

ص ب ح - الصُّبْحُ صَبَّحَ، فجر، سویرا۔ میں کہتا  
ہوں کہ یہ الاضباح یعنی صبح کرنے کا اسم بھی

ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'م' سے 'ا' میں ہے۔  
الصَّبَاخُ = المسَاءُ: یعنی شام کی ضد،

یعنی صبح۔

ﷺ نے فرمایا کہ: **أَقْتُلُوا الْقَاتِلَ**  
**وَأَصْبِرُوا الصَّابِرِينَ**: کہ قاتل کو تو قتل کر  
 دو اور دوسرے روکنے والے کو مرتے دم  
 تک قید میں رکھو جس نے اسے مروانے  
 کے لئے پکڑ رکھا تھا۔

**التَّصَبُّرُ**: صبر کا دکھلاوا۔ تم لوگوں کو کہتے  
 ہو کہ **أَصْطَبِرُ**: بمعنی صبر کر۔ اور **أَصْبِرُ**  
 بمعنی اس نے بڑا صبر کیا۔ اس کی جگہ **أَطْبِرُ**  
 نہیں کہنا چاہئے۔

**الصَّبْرُ**: (باء مکسور) ایک تلخ دواء۔  
 ضرورت شعری کے سوا اس لفظ میں باء کو  
 ساکن نہیں کیا جاتا۔

**الصُّبْرَةُ**: اناج کا ڈھیر، اس کی جمع  
**الصُّبُرُ** ہے۔

**اشْتَرَى الشَّيْءَ صَبْرَةً**: اس نے  
 تاپے تو لے بغیر چیز خرید لی۔

**الصَّنَوْبِيُّ**: بردزن **السَّفْرَجَلُ**: ایک  
 درخت۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اس  
 درخت کا پھل۔

**الصِّنْبُرُ**: (ضاد مکسور، نون مشدود و مفتوح  
 و باء ساکن) سردی کے آخری سات دنوں  
 میں دوسرا دن۔

ص ب ع - **الإِضْبَعُ**: انگلی۔ مذکر و  
 مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس  
 میں پانچ لہجے ہیں:

(۱) **إِضْبَعٌ**

کا باب قطع ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے  
 کہ وہ اس کے پاس صبح کے وقت گیا۔

**اِضْطَبَعَ الرَّجُلُ**: آدمی نے صبحی پی،  
 اس کا اسم فاعل **مُضْطَبِعٌ** اور **صَبْحَانٌ**  
 ہے۔

**الْمَرْأَةُ صَبْحِي**: صبحی پی ہوئی  
 عورت۔ اس کی مثال **سَكْرَانٌ** اور  
**سَكْرِي** ہے۔

**المِضْبَاخُ**: چراغ۔

**قَدْ اسْتَضَبَعَ بِهِ**: اس نے چراغ جلایا۔  
**الشَّمْعُ**: وہ جس سے چراغ جلایا جاتا  
 ہے۔

**الصَّبَاخَةُ**: جمال اور خوبصورتی۔ اس  
 کا باب **ظَرْفٌ** ہے۔ اس کا اسم فاعل  
**صَبِيحٌ** اور **صَبَاخٌ** ہے۔ اس میں صاد  
 مضموم ہے۔

ص ب ر - **الصَّبْرُ**: رونے پینے سے  
 سانس روک لینا۔ اس کا باب **حَضْرَبَ**  
 ہے۔

**صَبْرَةٌ**: اس نے اس کو روک لیا۔ قول  
 خداوندی ہے: **وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ**: یعنی  
 اپنے نفس کو بے قراری اور بے صبری کے  
 اظہار سے روک لے۔ نبی کریم ﷺ کی  
 حدیث شریف اس شخص کے بارے میں  
 ہے کہ جس نے ایک شخص کو روک رکھا اور  
 دوسرے شخص نے اسے قتل کر دیا۔ آپ

ص ب ن - الصَّبَابُونَ صابن۔  
 ص ب ا - الصَّبِي: بچہ، لڑکا۔ اس کی جمع  
 صِبْيَةٌ: ہے اور صَبِيَان ہے۔  
 الصَّبِي: صبا سے مشتق ہے۔ اور الصَّبَا  
 میں اگر تم صاد کو مفتوح پڑھو تو آخر میں الف  
 ممدود ہوگا اور اگر صاد کو مکسور پڑھو تو الف  
 مقصور ہوگا۔

الْبَجَارِيَةُ صَبِيَّةٌ: لونڈی، لڑکی ہے۔ اس  
 کی جمع صَبَايَا ہے۔ اس کی مثال مَطِيَّة کی  
 جمع مَطَايَا بمعنی سواریاں ہے۔ الصَّبَا کی  
 معنی شوق بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ اسی لفظ  
 سے تصابا مشتق ہے۔

صَبَا يَصْبُو صَبْوَةً وَصُبُوا کا معنی ہے  
 کر وہ جہل اور قوت کی طرف مائل ہوا۔  
 صَبِي صَبَاءٌ: جس کی مثال سَمِعَ  
 سَمَاعًا ہے کا معنی ہے: وہ لڑکوں کے  
 ساتھ کھیلا۔

الصَّبَا: بادِ صبا۔ یہ مشرق سے چلتی ہے،  
 جب رات دن برابر ہوں اور اس کے  
 مقابل کی ہوا کو دُور کہتے ہیں، جس کا ذکر  
 مادہ د ب ر میں گزر چکا ہے۔ اس سے  
 فعل صَبَّتَ ہے، جس کا معنی ہے بادِ صبا  
 چلی اس کا باب سَمَا ہے۔

ص ح ب - صَحْبَةٌ: وہ اس کے ساتھ ہو  
 لیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر  
 صَحَابَةٌ ہے اور صَحْبَةٌ بھی ہے جس

(۲) أَصْبَعٌ: (ہمزہ مضموم و مفتوح اور  
 باء مفتوح)،

(۳) إِصْبَعٌ: (ہمزہ اور باء مکسور)،

(۴) أَصْبَعٌ: (ہمزہ اور باء مضموم)۔

(۵) أَصْبِعٌ: (ہمزہ مفتوح اور باء  
 مکسور)۔

ص ب غ - الصَّبِغُ وَالصَّبِغُ اور  
 الصَّبِغَةُ: رنگ جس سے ملبوسات  
 رنگے جاتے ہیں یا دوسری چیزوں کو رنگا  
 جاتا ہے۔

الصَّبِغُ کی جمع أَصْبَاغُ ہے۔

الصَّبِغُ سے مراد کھانے والا رنگ یعنی  
 سالن میں ڈالنے والا رنگ بھی ہے۔ یہی  
 لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَصَبِغُ  
 لِلْأَكْلِيلِينَ: اسکی جمع صَبَاغُ ہے۔ الرابز  
 کا شعر ہے:

تَزَجُّ مَنْ دُنْيَاكَ بِالْبَلَاغِ

وَبَاكَرِ الْبَغْدَةَ بِالْبَلْبَاغِ

بِكِسْرَةِ لَيْتَةِ الْمَضَاغِ

بِالْمِلْحِ أَوْ مَا خَفَّ مِنْ صَبَاغِ

صَبِغِ الثُّوبِ: اس نے کپڑا رنگا۔ اس کا

باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔

صَبِغْتُ اللَّهَ: اللہ کا دین۔ کہا گیا ہے کہ

اس اصطلاح کی اصل عیسائیوں کا اصطلاح

ہے۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو ایک پانی

سے رنگتے ہیں۔

میں صاد مضموم ہے۔

صَاحِبٌ کی جمع صُحُبٌ ہے۔ اس کی مثال رَاكِبٌ سے رَاكِبٌ ہے۔ اور صُحْبَةٌ ہے، جس کی مثال قَارَةٌ اور فُرْهَةٌ ہے اور صِحَابٌ ہے جس کی مثال جَنَاعٌ اور جِيَاعٌ ہے، نیز صُحْبَانٌ ہے، جس کی مثال شَابٌ اور شُبَانٌ ہے۔

الْأَصْحَابُ: ساتھی اور دوست، اس کا واحد صُحْبٌ ہے۔ اس کی مثال فَرُخٌ اور أَفْرَاخٌ ہے۔

الصُّحَابَةُ: (صاد مفتوح) کا معنی اصحاب، صحابی اور ساتھی ہے، یہ دراصل مصدر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے سوا اور کوئی لفظ فاعل سے فَعَالَةٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتا۔

أَصْحَابٌ کی جمع أَصْحَابِيَّتٌ ہے۔ ندا کے موقع پلوگوں کا یہ قول يَا صَاحِبِ یعنی يَا صَاحِبِي: اے میرے دوست یا ساتھی! صرف اس ایک مقام کے علاوہ اور کسی جگہ مضاف کی ترخیم یعنی اس کے آخری حرف کا حذف جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ عربوں سے اسی طرح ترخیم کی صورت میں سنا گیا ہے۔

أَصْحَابَةُ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کو اس کا ساتھی بنایا۔

اسْتَصْحَبَهُ الْكِتَابُ وَغَيْرُهُ: اس نے کتاب وغیرہ اپنے ساتھ رکھ لی۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے ساتھ مناسبت یا ملائمت رکھے اسے فَقَدْ اسْتَصْحَبَهُ کہیں گے۔

ص ح ح - الصَّحَّةُ: صحت و تندرستی۔ یہ السُّقْمُ بمعنی بیماری کی ضد ہے۔

قَدْ صَحَّ يَصْحُ: (صاد مکسور) وہ صحت مند ہوا۔ اسْتَصَحَّ کا معنی بھی صَحَّ کا ہے۔

صَحَّحَهُ اللَّهُ تَصْحِيحًا: اللہ نے اسے اچھی یا مکمل صحت عطا کی۔ اس کا اسم فاعل صَحِّحٌ اور صَحَّاحٌ (صاد مفتوح) ہے۔

صَحِّحُ الْأَدِيمِ اور صَحَّاحُهُ دلوں ہم معنی ہیں یعنی غیر مقطوع۔ أَصْحُ الْقَوْمِ فَهْمٌ مُصْحُونٌ: قوم کے مال و اسباب پر کوئی آفت نازل ہوئی اور پھر رفع ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُؤْرَدَنَّ ذُو عَاهَةِ عَلَيَّ مِصْحٌ: اور کہا جاتا ہے کہ السَّفَرُ مُصْحَةٌ: (میم اور صاد مفتوح) یعنی سفر صحت کی جگہ ہے یا تندرستی و صحت کا باعث ہے۔

ص ح ر - الصَّحْرَاءُ: ریگستان۔ یہ غیر منصرف ہے اگر یہ تانیث کی صفت نہ ہو اور اس میں لزوم تانیث نہ ہو مثلاً: بُشْرَى تَو

ہوتی ہے۔

الصَّحِيفَةُ: کتاب، اس کی جمع  
صُحُفٌ اور صَحَائِفٌ ہے۔

المِصْحَفُ: (میم مضموم اور مکسور) اصلاً  
میم مضموم ہے۔ کیونکہ وہ أَصْحَفُ سے  
مشتق یا ماخوذ ہے یعنی جس میں صحیفے جمع  
کئے گئے۔

ص ح ن - صَحْنُ الدَّارِ: گھر کا وسط۔  
الصَّحْنَاءُ (صاد مکسور) مچھلی کا سالن،  
اس لفظ میں الف ممدود بھی ہے اور مقصور  
بھی، البتہ الصَّحْنَاءُ زیادہ مخصوص  
ہے۔

ص ح ا - صَحَامِنُ سُكْرٍ: وہ نشے کی  
حالت میں سے ہوش میں آیا۔ اس کا باب  
عدا ہے اور اسم فاعل صَاحٍ ہے۔  
الصُّحُو: کا معنی بادلوں کا چھٹ جانا بھی  
ہے۔

اليَوْمُ صَاحٍ: آج کا موسم صاف ہے۔  
أَصْحَبَتِ السَّمَاءُ: آسمان پر سے بادل  
چھٹ گئے۔ صاف آسمان کو مُصْحِيَةً  
کہتے ہیں۔ الکسائی کا قول ہے کہ ان  
معنوں میں یہ لفظ صُحُو ہے، اسے  
مُصْحِيَةً نہیں کہنا چاہئے۔  
أَصْحَيْنَا: آسمان ہمارے لئے صاف  
ہو گیا۔

ص خ خ - الصَّاعَةُ: حج، جس کی

کہہ سکتے ہیں کہ صَحْرَاءٌ وَاسِعَةٌ یعنی  
ریگستان بڑا وسیع ہے۔ لیکن صَحْرَاءَةٌ  
نہیں کہہ سکتے۔ اس طرح سے یہ تانیث در  
تانیث والا معاملہ ہو جائے گا۔ اس کی جمع  
الصَّحَارَى: جس میں راء مثزوح ہے، اور  
الصَّحْرَاوَاتُ ہے۔ اور اسی طرح فعلاء  
کے وزن پر ہر اسم کی جمع ہوگی جب کہ وہ  
أَفْعَلٌ کی تانیث نہ ہو، مثلاً: عَذْرَاءٌ،  
خَبْرَاءٌ اور ورقاء جو کسی مرد کا نام ہے۔ اور  
بعض عرب اسے الصَّحَارِي (راء مکسور)  
کہتے ہیں اور یہ دراصل صَحَارٍ ہے۔ اس  
کی مثال جَوَارٍ ہے۔

أَصْحَرَ الرَّجُلُ: آدمی صحرا کی طرف  
چلا گیا۔

ص ح ف - الصَّخْفَةُ، الْقَصْعَةُ کی  
طرح۔ اس کی جمع صِخَاقٍ ہے۔ بمعنی  
پیالہ، کاب، الکسائی کا قول  
ہے کہ سب سے بڑا پیالہ الجَفْنَةُ ہے اس  
کے بعد یعنی اس سے چھوٹا الْقَصْعَةُ ہے۔  
جس میں دس آدمی سیر ہو کر کھانا کھائیں۔  
اس سے چھوٹا الصَّخْفَةُ ہے، جس سے  
پانچ آدمی پیٹ بھر کے کھائیں۔ پھر اس  
سے چھوٹا الیَنْكَلَةُ ہے جس میں دو یا تین  
آدمی سیر ہو کر کھانا کھا سکیں۔ پھر اس سے  
چھوٹا پیالہ الصَّخِيفَةُ ہے جس میں صرف  
ایک آدمی کے سیر ہو کر کھانے کی گنجائش



ممدود) بیٹھے پانی کے ایک کنویں کا نام۔  
 مثل مشہور ہے: مَاءٌ وَلَا يَصْدَأُ:  
 صداء کنویں جیسا بیٹھا پانی کہاں، میں  
 نے ابوعلی النخوی سے کہا کہ کیا مضاعف  
 سے فَعْلَاءُ کا وزن ہے، تو اس نے کہا کہ  
 ہاں، بعض لوگ اسے صَدَاءُ ہمزہ کے  
 ساتھ بروزن حَمْرَاءُ بولتے ہیں۔ میں  
 نے اس کے متعلق بادیہ میں رہنے والے  
 ایک شخص سے پوچھا جو قبیلہ بنی سَلِيمُ کا  
 آدمی تھا، تو اس نے اس لفظ کا ہمزہ سے  
 تلفظ نہیں کیا۔

صَدِيدُ الْجُرْحِ: زخم کی پیپ۔ جس  
 میں خون کی آمیزش ہو۔ پیشتر اس کے  
 پیپ جم جائے یا گاڑھی ہو جائے۔

أَصْدُ الْجُرْحِ: زخم میں پیپ پڑگئی۔

صَدَاءُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ص د د'۔

ص د ر - الصَّدْرُ: سینہ، چھاتی۔ اس کی  
 جمع الصُّدُورُ ہے، یہ مذکر ہے البتہ اُشی  
 نے کہا ہے کہ: "كَمَا شَرَقَتْ صَدْرُ  
 القنائة من الدَّم" اس نے لفظ کے معنی پر  
 محمول کر کے اسے مؤنث استعمال کیا ہے۔  
 کیونکہ صدر القنائة سے مراد اصل  
 القنائة ہے اور وہ مؤنث ہے۔ اس کی  
 مثال لوگوں کا یہ قول یا محاورہ ہے کہ  
 ذَهَبَتْ بَعْضُ أَصَابِعِهِ: کیونکہ لوگ  
 مضاف کے اسم کو مؤنث استعمال کرتے

شدت آواز نے کان بہرے کر دیئے۔ اس  
 کا باب رَد ہے۔ اس وجہ سے قیامت کا نام  
 الصَّاحَةُ رکھا گیا ہے۔

ص خ ر - الصُّخْرُ: بڑے پتھر۔  
 چٹانیں۔ انہیں الصُّخُورُ کہتے ہیں۔  
 صَخْرٌ: خاء ساکن اور مفتوح) کہا جاتا  
 ہے۔ اس کا واحد صَخْرَةٌ ہے، جس میں  
 خاء ساکن اور مفتوح بھی ہے۔

ص د أ - صَدَّ الْحَدِيدُ: بوجے کا زنگ،  
 اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل  
 صَدِيٌّ: زنگ آلود بروزن کھٹیف۔

ص د ح - صَدَحَ الدِّيكُ: مرغ نے  
 اذان دی۔ والغَرَابُ صَاحٌ یعنی کوا  
 بولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ص د د - صَدَّ عَنهُ: اس نے اس سے  
 منہ موڑا۔ يَصْدُ (صاد مضموم) صُدُودًا  
 صَدَّهُ: اس نے اسے روکا اور اس سے  
 ہٹایا۔ اس کا باب رَد ہے۔ اس میں أَصَدَّهُ  
 بھی ایک لہجہ ہے۔

صَدَّ، يَصْدُ وَيَصْدُ: (صاد مضموم)  
 وکسور) صَدِيدًا: اس نے شور مچایا۔

الصَّدْدُ: قرب و نزدیکی۔ کہا جاتا ہے کہ  
 دَارِي صَدْدٌ دَارِي: یعنی میرا گھر اس  
 کے گھر کے نزدیک ہے۔ یہ لفظ اسم ظرف  
 ہونے کے باعث منصوب ہے۔

صَدَاءُ: (دال مفتوح اور مشدو، الف

زمین کی قسم۔

صَدَعَ بِالْحَقِّ: اس نے حق بات بلند آواز سے کہی۔ قول خداوندی ہے:

فَاَصْدَعُ بِمَا تَوْمَرُ: آپ ﷺ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے علی الاعلان اور بلند آواز سے کہیے۔ القراء کا قول ہے کہ: فَاَصْدَعُ بِمَا تَوْمَرُ سے مراد یہ ہے کہ اپنے دین کو ظاہر کیجئے۔

تَصَدَّعَ الْقَوْمُ: قوم منتشر ہو گئی یا بکھر گئی۔

الصُّدَاعُ: درد سر۔

صُدِعَ الرَّجُلُ: آدمی کے سر میں درد ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

تَصْدِيْعًا: اس کا مصدر ہے۔

ص د غ - الصُّدْعُ: کن پٹی۔ کن پٹی پر لٹکتے بالوں کو بھی صُدْعُ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ صُدْعُ مُعْقَرَبٌ: خمیدہ بال جو کن پٹی پر لٹکتے ہوں۔

ص د ف - صَدَفَ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ اس کا باب صَرَبَ ہے۔

أَصْدَفَهُ عَنْهُ: اس نے اسے اس سے موڑا۔

صَدَفَ الدُّرَّةَ: پتلی۔ اس کا واحد صَدْفَةٌ ہے۔

الصُّدْفُ: (صاد اور وال مفتوح اور مضموم بھی) پہاڑ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی

ہیں۔

صَدْرُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اول ابتداء یا شروع۔

المَصْدُورُ: سینہ کی درد کا مریض۔

الصُّدْرُ: (دال مفتوح) تمہارے اس قول کا اسم کہ: "صَدْرٌ عَنِ الْمَاءِ وَعَنِ الْبِلَادِ: بمعنی صدور یعنی صادر ہونا۔ اس کا باب نَصْرٌ اور دَخَلَ ہے۔

أَصْدَرَهُ فَصَدْرَهُ: یعنی اس نے لوٹایا تو وہ لوٹ گیا۔

هَضْدَرٌ: صادر ہونے کی جگہ، اس سے افعال کے مصادر کی اصطلاح ماخوذ ہے۔

صَادِرَةٌ عَلَى كَذَا: اس نے اس سے فلاں چیز پر اصرار کیا۔

صَدْرٌ كِتَابَةٌ تَصْدِيْعًا: اس نے اپنی کتاب کا دیا چہ لکھا۔

صَدْرٌ كَامُوجُودَةٍ مَعْنَى بَرَأْمَدٍ كَمَا يَكُونُ: صَدْرُهُ فِي الْمَجْلِسِ: اس نے اسے صدر مجلس بنایا۔

فَتَصَدَّرَ: تو اس نے صدارت کی۔

ص د ع - الصُّدْعُ: پھٹنا، رخنہ پڑنا، چاق ہونا۔

قَدْ صَدَعَهُ فَانْصَدَعَ: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصُّدْعِ: چاق دار

وَالْمُصَدِّقَاتِ: (صاوشد) یہ لفظ اصل میں الْمُتَصِّدِّقِينَ ہے۔ تاء صاد میں بدل گئی اور دوسرے حرف صاد میں اس کا ادغام ہو گیا۔

الصَّدَاقَةُ وَالْمُصَادَقَةُ: دوستی۔ دوست مرد کو صدیق کہتے ہیں اور عورت کو صدیقہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اصدقاء ہے۔ جمع مذکر ومؤنث کے لئے صَدِيقٌ کہتے ہیں۔

الصِّدِّيقُ: بر وزن السِّكِّيتِ: ہمیشہ تصدیق کرنے والا۔ اس کا معنی وہ شخص بھی ہے جو اپنے عمل اپنے قول کی تصدیق کرتا ہو۔ ہذا مُصَدِّقٌ ہذا کا معنی ہے کہ یہ بات دوسری بات کی تصدیق کرتی ہے۔

الصَّدَقَةُ: صدقہ خیرات جو فقراء اور مساکین کو دی جاتی ہے۔

الصِّدَاقُ: (ضاد مفتوح اور مکسور) عورت کا حق مہر۔ یہی معنی الصَّدَقَةُ کا بھی ہے۔

یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ نِحْلَةً: عورتوں کو ان کے حق مہر برضا و رغبت دے دو۔

الصَّدَقَةُ: بر وزن الفَرْقَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

أَصْدَقُ الْمَرْأَةِ: اس نے عورت کے لئے حق مہر مقرر کیا۔

الصُّنُوقُ: اس کی جمع صُنَادِيقٌ ہے۔

بلند جگہ۔ قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: بَيْنَ الصَّدِّقِينَ صَادِقٌ فَلَانًا: وہ اچانک فلاں آدمی سے ملا، یا اُس نے اسے پالیا۔

ص د ق - الصَّدَقُ: سچ، الكَذِبُ بمعنی جھوٹ کی ضد۔

قَدْ صَدَّقَ فِي الْحَدِيثِ، يَصْدُقُ: اس نے سچ بات کہی اور کہتا ہے۔ يَصْدُقُ میں دال مضموم ہے۔ اس کا مصدر صَدَقًا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: صَدَقَهُ الْحَدِيثُ: اس نے اس سے سچی بات کہی۔

تَصَادَقَا فِي الْحَدِيثِ وَفِي الْمَوَدَّةِ: وہ دونوں بات کے سچے اور دوستی میں مخلص اور سچے ہیں۔

الْمُصَدِّقُ: وہ شخص جو تمہاری بات کی تصدیق کرے اور وہ جو مال موسیقی کی زکوٰۃ جمع اور وصول کرتا ہو۔

الْمُتَصِّدِّقُ: وہ شخص جو صدقہ دیتا ہو۔

مَرَزْتُ بِرَجُلٍ يَسْأَلُ: میں ایک سوالی یعنی گداگر کے پاس سے گزرا، ان معنوں میں یعنی مانگنے کے معنوں میں يَتَصَدَّقُ نہیں کہیں گے، اگرچہ عام لوگ اسی طرح کہتے ہیں۔ مُتَصِّدِّقٌ تو بلاشبہ وہ شخص ہے جو صدقہ خیرات دیتا ہو، نہ کہ لیتا یا مانگتا ہو۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ

میں سے ایک دال بدل کر یاء بن گئی یا باء  
میں مقلوب ہوگئی، جس طرح تَقْضُضْ اور  
تَظْنُنْ سے تَقْضَى اور تَظْنَى بن گیا۔

الصَّدَى کا معنی پیاس بھی ہے۔  
قَدْ صَدَى: اسے پیاس لگی (دال کسور)  
صَدَى: اس کا اسم فاعل صَدِ، صَادِ اور  
صَدِيَانُ ہے۔

اِمْرَاةٌ صَدِيَا: پیاسی عورت۔  
ص ر ح - الصَّرْحُ: محل اور ہر بلند و بالا  
عمارت۔ اس کی جمع صُرُوح ہے۔

الصَّرِيحُ: واضح اور خالص۔  
التَّصْرِيحُ: التعرض یعنی آڑے آنے کی  
ضد ہے یعنی راستہ دینا۔ جانے دینا۔ دل  
کی بات واضح کرنا۔

صَرَخَ مَا فِي نَفْسِهِ تَصْرِيحًا: اس  
نے اپنے دل کی بات پوری طرح ظاہر  
کردی۔

ص ر ح - الصَّرَاخُ: (صاد مضموم) آواز  
چیخ۔

قَدْ صَرَخَ يَصْرُخُ صَرْخَةً: وہ چیخا۔  
يَصْرُخُ میں راء مہموم ہے۔ اضطَرَخَ کا  
بھی یہی معنی ہے۔

التَّصْرُخُ: جھوٹ موٹ چیخ مارنا۔ کہا جاتا  
ہے:

التَّصْرُخُ بِالْعَطَاسِ حُمُقٌ: چھینک  
کے ساتھ چیخ مارنے کا تکلف کرنا حماقت

صندوق اور کس جس میں چیزیں محفوظ رکھی  
جاتی ہیں۔

ص د م - صَدَمَةٌ: اس نے اسے اپنے  
جسم سے دھکا مارا، یا ٹکرایا۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

صَادَمَةٌ، تَصَادَمًا اور اضْطَدَمًا: سب  
کا یہی معنی ہے۔ یعنی وہ دوسرے سے  
ٹکرایا۔ باہم ٹکرائے اور ٹکر لگ گئی۔ حدیث  
شریف میں ہے: الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدَمَةِ  
الأُولَى: بلاشبہ ہر مصیبت اور مشکل کی  
آخری حد تو صبر ہوتی ہے، لیکن مصیبت کی  
شدت میں صبر کرنا زیادہ قابل تعریف و  
ستائش ہوتا ہے۔

ص د ن - الصَّيْدَانِيُّ: صیدی۔ دوا  
فروش (فارمیٹ) دوا ساز۔

ص د ی - الصَّدَى: آلو کا عضو خاص،  
صدائے بازگشت۔ گونج۔

قَدْ أَصَدَى الْجَبَلُ: وہ پہاڑ سے  
صدائے بازگشت آئی ہے یا پہاڑ گونجا ہے۔

التَّصْدِيَةُ: تالی بجانا۔

تَصَدَى لَهْ: اس نے تعرض کیا۔ وہ  
آڑے آیا۔ اور وہ شخص جو دوسرے کی طرف  
دیکھتے ہوئے اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ میں  
کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا اصل  
تَصَدَّدَ ہے جو الصَّدْدُ سے مشتق ہے۔

اس کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ دالوں

رَجُلٌ صَرُورَةٌ: (صا مفتوح)  
صَارُورَةٌ اور صَرُورِيّ ايسا شخص جس  
نے ابھی حج نہ کیا ہو۔

امْرَأَةٌ صَرُورَةٌ: ایسی عورت جس نے  
ابھی حج نہ کیا ہو۔

أَصْرٌ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز  
پايات پر اصرار کیا۔

صَرَّازُ اللَّيْلِ: (راء مشدود اور مفتوح)  
جھینگر جو ٹڈی سے تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے۔  
اور بعض عرب اسے الصدى کا نام دیتے  
ہیں۔

صَرَّ الْقَلَمُ وَالْبَابُ: قلم کے چلانے  
اور دروازے کے سرسرنے کی آواز جسے  
صریر خامہ اور صریر دروازہ کہتے ہیں۔ اس کا  
مضارع يَصِرُّ (صا مکسور) ہے اور مصدر  
صَرَّوْا ہے۔

صَرَّ الْجُنْدُبُ: ٹڈی نے آواز نکالی۔  
صَرَّ صَرَ الْأَخْطَبُ: شکرے نے آواز  
نکالی۔ اس کا اسم صرصرہ ہے۔ گویا  
انہوں نے ٹڈی کی آواز میں لمبی تان کا  
اندازہ لگایا۔ اور شکرے کی آواز میں ترجیع  
یعنی آواز بار بار دھراتا۔ اس لئے انہوں  
نے صَرَّوْا کا لفظ استعمال کیا۔ اسی طرح  
صَرَّوْا الْبَازِيّیُّ کا معنی ہے 'باز نے  
آواز نکالی'۔

رِيحٌ صَرَّوْا: سرد ہوا۔ کہا گیا ہے کہ

ہے۔  
المُصْرِخُ بِرُوزِنِ الْمُخْرِجِ: فریادری  
کرنے والا۔

المُسْتَصْرِخُ: مستغیث۔ کہتے ہیں۔  
استصْرَخَهُ فَاصْرَخَهُ: اس نے  
اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔  
الصَّرِيخُ: چیخ و پکار کرنے والے کی  
آواز۔

الصَّارِخُ کا معنی بھی چیخ و پکار کرنے والا  
ہے، اور مغیث بھی یعنی فریاد سننے والا بھی۔  
یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے۔

ص ر خ د - صَرَّخْتُ: ایک جگہ کا نام  
ہے، اشعار میں اس جگہ کی طرف شراب کی  
نسبت کا ذکر آتا ہے۔

ص ر ر - الصَّرَّةُ: (صا مفتوح) چیخ و  
پکار۔

الصَّرَّةُ: (صا مضموم) درہم رکھنے کے  
لئے تھیلی۔

صَرَّ الصَّرَّةُ: اس نے تھیلی باندھ لی  
یا تھیلی کا منہ باندھ لیا۔

صَرَّ النَّاقَةَ، شَدَّ عَلَيْهَا الصَّرَّارَ:  
(صا مکسور) اس نے اونٹنی کے تھن باندھ  
دیئے تاکہ اس کا بچہ دودھ نہ پی جائے۔ ان  
دونوں صیغوں کا باب رد ہے۔

الصَّرُّ: (صا مکسور)۔ ایسی سردی یا کورا جو  
پودوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

قول ہے کہ الصَّرْفُ الْحَيْلَةُ: کہ صرف حیلہ ہے۔ اسی لفظ سے لوگوں کا یہ قول مشتق یا اخذ ہے کہ إِنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ: اور قول خداوندی ہے: فَمَا يَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا: صَرْفُ الدَّهْرِ: حوادث۔

شَرَابٌ صِرْفٌ: خالص شراب۔ بغیر کسی ملاوٹ کے۔

صَرِيْفُ الْبِكْرَةِ: پانی کھینچنے وقت چرخی سے جو آواز نکلتی ہے۔

وَقَدْ صَرَفْتُ: چرخی میں سے آواز نکلی۔

اس کا مضارع تَصْرِفٌ ہے (راء کسور)

اور مصدر صَرِيْفًا ہے۔ اسی طرح

صَرِيْفُ الْبَابِ دروازے کے کھولنے

اور بند کرنے کے وقت کی آواز اور نَابِ

الْبَعِيْرِ: اونٹ کے بلبلانے کی آواز۔

الصَّيْرِ فِي الصَّرَافِ: صراف، کرنسی

کی تجارت کرنے والا۔

قَوْمٌ صَيَارِفَةٌ: کرنسی کا کاروبار کرنے

والے لوگ۔ صيارفة کی نسبت ہے۔

الصَّيَارِيفُ کا لفظ اشعار میں بھی

استعمال ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صَرَفْتُ

الدَّرَاهِمَ: بِالْذَّنَائِيْرِ: میں نے درہموں

کے بدلے دینار لئے۔

بَيْنَ الدَّرَاهِمِ صَرْفٌ: دو درہموں

کے درمیان میں تبادلہ ہوتا ہے کیونکہ بعض

اس کی اصل صَرَوْرٌ ہے جس کا معنی سرد ہے۔ اور یہ الصَّرُّ سے مشتق ہے۔ پھر درمیانی راء کو الفعل کے فاء سے بدل دیا۔ اس کی مثال لوگوں کا قول كَبَّجُوا ہے۔ جس کی اصل كَبَّجُوا ہے۔ اور دوسری مثال تَجَفَّجَتِ التَّوْبُ ہے۔ جس کی اصل تَجَفَّفَتْ ہے۔

ص ر ط - الصِّرَاطُ السِّرَاطُ اور الزَّرَاطُ: راستہ۔

ص ر ع - صَارَعَهُ فَصْرَعَهُ: اس نے

اس کے ساتھ مقابلہ کیا تو اسے پچھاڑ دیا۔

اس کا باب تمیم کی لغت یا لُجَّجٌ میں قَطَعَ

ہے، اور بنوقیس کی لغت میں الْمُجْمَعُ

مقابلہ یا لڑائی کی جگہ یا میدان۔

رَجُلٌ صُرَعَةٌ بَرُوْزَنُ هُمَزَةٌ: لوگوں

سے لڑنے جھگڑنے والا آدمی۔

الصُّرْعُ: مشہور بیماری مرگی۔

التَّصْرِيعُ فِي الشِّعْرِ: شعر کی تانیہ

بندی یا مصرعہ بندی۔

المِصْرَاعُ الْاَوَّلُ: پہلا مصرعہ، یہ

مِصْرَاعُ الْبَابِ: دروازے، کواڑ سے

مشتق ہے جو دو ہوتے ہیں۔

ص ر ف - الصَّرْفُ: توبہ، کہا جاتا ہے

کہ: لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ:

نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس سے

تادان یا عوض قبول کیا جائے گا۔ یونس کا

کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ ان تینوں کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

أَصْرَمَ النَّخْلُ: کھجور کے درخت کو  
اکھاڑنے کا وقت آ گیا۔

الْأَيْصْرَامُ: انقطاع۔

التَّصَارُمُ: ایک دوسرے تعلق توڑنا۔

التَّصْرُمُ: باہم تعلق کا ٹوٹ جانا۔

الصَّرْمُ: فارسی کے لفظ حرم کا معرب بمعنی  
کھال۔

الصَّرَامُ: (صاد مفتوح اور مکسور) کھجور  
کے درخت کا اکھاڑنا۔

الصَّارِمُ: تلوار۔ کاٹنے والی تلوار۔

رَجُلٌ صَارِمٌ: بہادر انسان۔

قَدْ صَرُمَ: وہ بہادر بن گیا۔ اس کا باب  
ظرف ہے۔

الصَّرِيمُ: تاریک رات۔ الصَّرِيمُ کا  
معنی صبح بھی ہے۔ یہ لفظ بھی کلمات اضداد

میں سے ہے۔

الصَّرِيمُ کا معنی اکھیرا ہوا اور کٹا ہوا بھی  
ہے۔ قول خداوندی ہے: فَأَصْبَحَتْ

كَالصَّرِيمِ: یعنی جل کر سیاہ ہو گئیں۔  
الصَّرِيمَةُ: کسی چیز پر عزیمت کرنا۔

ص ر ی - صَرَى الشَّاةُ: اس نے کئی  
روز تک بکری کا دودھ نہیں دہا تا کہ اس

کے تھنوں میں دودھ جمع رہے۔ ایسی بکری  
کو مُصْرَا کہتے ہیں۔

درہم دوسروں سے چاندی میں زیادہ قیمتی  
ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ

طَلَبَ صَرْفَ الْحَدِيثِ: ابو عبید  
نے کہا کہ صرف حدیث بات کو بات بڑھا

کرزینت دینا ہے۔

صَرْفَتِ الرَّجُلُ عَنِّي: میں نے آدمی کو  
اپنی طرف سے ٹال دیا یا بنا دیا۔

فَأَنْصَرَفَ: تو وہ چلا گیا۔ الْمُنْصَرَفُ کا  
معنی مکان اور مصدر و ماخذ بھی ہے۔

صَرْفَ الصِّيَانِ: اس نے بچوں کی کایا  
پلٹ دی۔

صَرْفَ اللَّهُ عَنكَ الْإِذْيَ: اللہ تعالیٰ  
تمہاری تکلیف دور کر دے، پانچوں صیغوں

کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَرْفَهُ فِي أَمْرِهِ: اس نے اسے اس کے  
معا ملے میں اختیار دے دیا۔

فَتَصَرَّفَ: تو اس نے اختیار استعمال  
کر لیا۔

استصرفتُ الله المكاره: میں نے  
اللہ تعالیٰ سے تکلیفوں کو ہٹانے کی دعا کی۔

ص ر م - صَرَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
کاٹ دیا۔

صَرَمَ الرَّجُلُ: اس نے آدمی سے بات  
چیت ختم کر دی۔ اس کا اسم الصَّرْمُ (صاد

مضموم) ہے۔

صَرَمَ النَّخْلُ: اس نے کھجور کے درخت

الصَّارِي: مَلَّحٌ -

ص ع ب - الصَّعْبُ بَحْتٌ - الزُّلُولُ:  
نِزْمٌ، مُطِيعٌ وَفِرْمَانٌ بَرْدَارٌ - اَمْرَاةٌ صَعْبَةٌ:  
سَخْتٌ عَمُورَةٌ - الْمُضْعَبُ: سَائِدٌ -  
أَصْعَبْتُ الْجَمَلَ فَهُوَ مُضْعَبٌ:  
جَبْتُمُ اَوْنْتٌ كَوِ يُونَهِي جُحُوْثٌ رَكُوْنَةٌ اِسْ پَرِ  
سَوَارِي كَرُو اَوْر نَهِي اَسَ رِي جُحُوْثٌ تُو  
اِيَسَ اَوْنْتٌ كُو مُضْعَبٌ كَتَبَ هِي -  
صَعَبُ الْاَمْرِ: مَعَالِمُهُ مُشْكَلٌ هُوَ كِيَا - اِسْ  
كَا بَابٌ سَهْلٌ هُوَ - اِسْتَصْعَبَ كَا بِي  
مَعْنَى بِي كِي هُوَ -

ص ع د - صَعَدَ فِي السَّلْمِ (عَيْنٌ كَسُورٌ)  
بِيْزِيْ بِرُجْحَا - اِسْ كَا مَصْدَرٌ صُعُوْدًا هُوَ -  
صَعَدَ فِي الْجَبَلِ اَوْ عَلٰى الْجَبَلِ  
تَصْعِيْدًا: وَهُوَ بِهَازٍ بِرُجْحَا - اَلْبُوْزِيْدُ كَا قَوْلُ  
هُوَ كَهْ لُوْكَ اِن مَعْنُوْنَ مِيْن صَعِدَ بَغِيْر عِيْنِ  
كِي تَشْدِيْدُ كَهْ نِيْسٌ جَانْتَهْ تَهْ - اَوْر اَخْفَشُ كَا  
قَوْلُ هُوَ كَهْ اَصْعَدَ فِي الْاَرْضِ كَا مَعْنَى  
هُوَ كَهْ وَهُوَ كِيَا اَوْر جَلَا -

أَصْعَدَ فِي الْوَادِيْ اَوْر صَعَدَ فِيْهِ  
تَصْعِيْدًا كَا مَعْنَى هُوَ وَهُوَ وَاْدِيْ مِيْن دَاخِلٌ هُوَا  
يَا وَاْدِيْ مِيْن اَتْرَا -

عَذَابٌ صَعَدٌ: (صَادٌ اَوْر عِيْنٌ دُوْنُوْنَ  
مَفْتُوحٌ) سَخْتٌ عَذَابٌ -

الصُّعُوْدُ: جُرْهَنَا - اَلْهَبُوْطُ بِمَعْنَى نِيْجَةٌ  
اَتْرَنَ كِي ضَدُّ هُوَ -

الصَّعِيْدُ: مِثْلُ - ثَعْلَبٌ كَا قَوْلُ هُوَ كَهْ اِسْ كَا  
مَعْنَى زَمِيْنٌ كِي سَطْحٌ هُوَ - بِقَوْلِ خَدَاوَنْدِيْ:  
فَتُصْبِحُ صَعِيْدًا زَلَقًا.

صَعِيْدٌ مَضْرُوبٌ: مِصْرٌ كِي اِيَكٌ جَلْدٌ كَا تَامٌ -  
الصُّعْدَةُ: سِيْدَا نِيْزِهِ، جُوْ سِيْدَا نِيْ اِيَا كَا هُوَا  
هُوَ اَوْر جَسِيْدَا كَرْنِيْ كِي ضَرُوْرَتٌ نَهْ هُوَا -  
الصُّعْدَاءُ: (صَادٌ مَضْمُوْمٌ اَوْر اَلْفٌ مَمْدُوْدٌ)  
لِبَسَائِسٍ كَهِيْجَا -

ص ع ر - الصَّعْرُ: (صَادٌ اَوْر عِيْنٌ دُوْنُوْنَ  
مَفْتُوحٌ) كَلْبٌ يَمْلَأُ نَايَا يَمْلُوْنَا -

قَدْ صَعَرَ خَدَهُ: اِسْ نَ اَسَ كَلْبٌ يَمْلَأُ  
دِيَسَ - اِسْ كَا مَصْدَرٌ تَصْعِيْرًا هُوَ -  
صَاعِرَةٌ: اِسْ نَ اَسَ لِيْثِيْ كَلْبٌ كُوْ كَبِيْرٌ  
نَحُوْتٌ سَ نِيْزِهَا كِيَا يَمْلَأُ يَا، يَهِيْ لَفْظٌ قَوْلُ  
خَدَاوَنْدِيْ مِيْن اِيَا هُوَ: وَ لَا تُصْعِرْ  
خَدَكَ لِلنَّاسِ: لُوْكَوْنَ كِيْلَيْ اَسَ نَ كَلْبٌ  
نَهْ يَمْلَأُ وَ -

ص ع ق - الصَّاعِقَةُ: بَجَلِيٌّ - شَدِيْدٌ كَرِيْكٌ  
كَهْ سَا تَهْ آسْمَانٌ سَ اَتْرَنَ وَاَلِيْ آكٌ كَهَا  
جَاتَا هُوَ كَهْ صَعَقْتَهُمُ السَّمَاءُ: اِنْ پَرِ  
آسْمَانٌ سَ بَجَلِيْ كَرِيْ - اِسْ كَا بَابٌ قَطْعٌ  
هُوَ - الصَّاعِقَةُ كَا مَعْنَى عَذَابٌ كِي جِيْجٌ اَوْر  
كَرْحَتٌ آوَا زَبِيْ هُوَ -

صَعِقَ الرَّجُلُ: (عِيْنٌ كَسُورٌ) صَعَقًا:  
آوَدِيْ پَرِ عَشِيْ طَارِيْ هُوْ كِي - اِسْ كَا مَصْدَرٌ  
تَصْعَاقًا بِيْ هُوَ - قَوْلُ خَدَاوَنْدِيْ هُوَ:



ہو۔

الصَّفَارُ: ذلت ورسوائی۔ اسی طرح  
الصَّفُورُ کا معنی ہے۔

قَدْ صَفِرَ الرَّجُلُ: آدمی بے عزت ہو

گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم

فَاعِل صَاغِرٌ یعنی ذلیل ہے۔ الصَّاغِرُ کا

معنی بھی وہ شخص ہے جو ذلت اور رسوائی پر

راضی ہو گیا ہو۔

ص غ ا - صغاً: وہ جھکا۔ اس کا باب عَدَا

سَمَاءَ رَقِي صَدِيٌّ اور صُغِيًّا بھی

ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں

یہی لفظ آیا ہے: "فَلَقَدْ صَغَتْ

قُلُوبُنَا" تو تمہارے دونوں کے دل

جھک گئے۔ دوسرا قول خداوندی ہے:

"وَلَتَصْفِي إِلَيْهِ أَفْنِدَةُ الَّذِينَ لَا

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ."

أَصْفَى إِلَيْهِ: اس نے اس کی طرف کان

دھرا۔

أَصْفَى الْإِنَاءَ: اس نے برتن جھکایا۔

ص ف ح - صَفَحَ الشَّيْءُ: چیز کا کنارہ

یا طرف۔

صَفْحُ الْجَبَلِ: سُلْحُ کی طرح ہے۔ بمعنی

پہاڑ کی جانب۔

صَفْحَةٌ كَلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارہ۔

صَفَائِحُ الْبَابِ: دروازے کی چادریں۔

شہینیں یا تختے۔

"فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ

فِي الْأَرْضِ" آسمانوں اور زمینوں میں

جو کچھ ہے اس پر غشی طاری ہو جائے گی۔

یعنی ہر چیز مرجائے گی۔

ص ع ل ک - الصَّغْلُوكُ: فقیر و

نادار۔

الصَّغْلُوكُ: ناداری و فقیری۔

ص ع ا - الصَّغْوُ: پرندہ مولا۔ اس کی

جمع صَغْوٌ اور صِغَاءٌ ہے۔

ص غ ر - الصَّغْرُ: چھوٹا پن۔

الْكِبَرُ: بمعنی بڑائی کی ضد۔

قَدْ صَغُرَ: (غین مضموم) وہ چھوٹا ہو گیا۔

اس کا اسم فاعِل صَغِيرٌ اور صَغَارٌ (صاد

مضموم) ہے۔

أَصْغَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے چھوٹا

بنادیا یا اسے حقیر بنا دیا۔

اسْتَصْغَرَهُ: اس نے اسے چھوٹا یا حقیر جانا

یا سمجھا۔ شعر میں الصَّغِيرُ کی جمع صُغَرَاءُ

کے وزن پر بنائی گئی ہے۔

الصُّغْرَى: چھوٹی۔ أَصْغَرُ کی مؤنث۔

اس کی جمع الصُّغُرُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے

کہ نِسْوَةٌ صُغْرٌ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی

قَوْمٌ أَصَاغِرُ کہا جاتا ہے۔ صرف الف

لام کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ اس نے مزید

کہا کہ ہم نے عربوں کو الْأَصَاغِرُ کہتے سنا

ہے۔ اگر تم چاہو تو الْأَصْغُرُونَ کہہ سکتے

بیڑی جس سے قیدی کو باندھا جاتا ہے۔  
الأصفاد: بیڑیاں۔ اس کا واحد صَفْدٌ  
ہے۔  
ص ف ر - الصُّفْرَةُ: زرد رنگ۔

قَدْ اصْفَرَّ الشَّيْءُ: چیز کا رنگ زرد ہو گیا  
یا پیلا پڑ گیا۔  
إِصْفَارٌ وَصَفْرَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے  
اسے پیلا کر دیا۔ اس کا مصدر تَصْفِيرًا  
ہے۔

أَهْلَكَ النِّسَاءُ الْأَصْفَرَانَ،  
الدَّهْبُ وَالزُّعْفَرَانَ عَوْرَتُونَ كَوَدُو  
زرد چیزوں نے ہلاک کر دیا۔ ایک سونے  
نے اور دوسرا زعفران نے۔ کہا گیا ہے کہ  
الْوَرْسُ وَالزُّعْفَرَانُ: یعنی سونے کے  
بدلے ورس نے۔ ورس ایک گھاس  
ہے جس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔

بَنُوا الْأَصْفَرَ: رومی لوگ۔ عربوں نے  
سیاہ رنگ کے لوگوں کو بھی اَصْفَرَ کہا ہے۔  
الصُّفْرُ: (صاد مضموم) تانبہ جس سے  
برتن بنائے جاتے ہیں۔ ابو عبید نے اسے  
صاد کمور سے کہا ہے۔

الصُّفْرُ: صفر (صاد کمور) خالی۔ کہا جاتا  
ہے کہ بَيْتٌ صِفْرٌ مِنَ الْمَتَاعِ بِمَا  
سے خالی گھر اور رَجُلٌ صِفْرٌ الْيَدَيْنِ:  
خالی ہاتھ آدمی۔ حدیث شریف میں ہے:  
إِنَّ أَصْفَرَ الْبُيُوتِ مِنَ الْخَيْرِ

صَفَحَ عَنْهُ: اس نے اپنے جرم یا گناہ  
سے منہ موڑ لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا: اس نے اس سے  
منہ موڑا اور اسے چھوڑ دیا۔

تَصَفَّحَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو خوب غور  
سے دیکھا۔ الْمُصَافِحَةُ: ایک دوسرے  
سے مصافحہ کرنا، یعنی ہاتھ ملانا۔  
التَّصَافِحُ: ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا۔

المُصَفِّحُ: بروزن المُصَحِّفُ: جھکا ہوا۔  
حدیث شریف میں ہے: "قَلْبُ الْمُؤْمِنِ  
مُصَفِّحٌ عَلَى الْحَقِّ" مومن کا دل حق پر  
جھکا ہوتا ہے۔

التَّصْفِيحُ: مثل التَّصْفِينُ: تالی بجانا۔  
ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ حدیث شریف میں ہے  
کہ: "التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ  
النِّسَاءِ" نماز میں امام کی غلطی پر اسے متنبہ  
کرنے کے لئے مردوں کے لئے سبحان  
اللہ کہنا ہے اور عورتوں کیلئے تالی یعنی ہاتھ پر  
ہاتھ مارنا۔ روایت ہے کہ التصفیح کی  
جائے التصفیق کا لفظ بھی آیا ہے۔

ص ف د - صَفْدَةٌ: اس نے اسے باندھ  
لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اسی  
طرح صَفْدَةٌ تَصْفِيدًا اس نے اسے  
اچھی طرح باندھ لیا۔

الصَّفْدُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح) اور  
الصِّفَادُ: (صاد کمور) جھکڑی۔ زنجیر،

ص ف ع - الصَّفْعُ: تھڑیا دھپا۔  
نود خیل: انجلی گم۔  
الرَّجُلُ صَفْعَانُ: جسے بہت زیادہ تھپڑ  
مارے جائیں۔

ص ف ف - الصَّفْفُ: صف، قطار۔ اس  
کی جمع الصَّفُوفُ ہے۔  
صَافُوهُمْ فِي الْقِتَالِ: انہوں نے لڑائی  
میں صف بندی کی۔

المَصْفُ: لڑائی کی جگہ، اس کی جمع  
المَصَافُ ہے۔  
صُفَّةُ الدَّارِ: گھر کا چبوترہ۔ اس کی جمع  
الصُّفُفُ ہے۔

صَفَّ الْقَوْمَ: اس نے قوم کی صف بندی  
کی۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔  
فَاصْطَفُوا: تو قوم یا لوگ صف بند ہو  
گئے۔

صَفَّتِ الْإِبِلُ قَوَانِمَهَا: اونٹ نے اپنی  
ٹانگیں ایک قطار میں کیں۔  
فَهِيَ صَافَةٌ رِصَوَاتٌ: تو وہ ایک  
قطار میں ہو گئیں۔

الصَّفْصَفُ: ہموار زمین۔  
الصَّفْصَافُ: اختلاف پیدا ہونا۔

ص ف ق - الصَّفْقُ: دھپا، دھول جس  
کی آواز سنائی دے۔ اسی طرح تصْفِيقُ:  
آواز پیدا کرنا۔ اسی سے التصْفِيقُ  
بالید: تالی بجانا مشتق ہے۔ یعنی ہاتھ

الْبَيْتُ الصَّفْرُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ: بے  
شک خیر سے خالی وہ گھر ہے جو گھر قرآن  
کریم سے خالی ہو۔ یعنی جس گھر میں  
قرآن نہ ہو۔

قَدْ صَفِرَ: وہ خالی ہو گیا۔ اس کا باب  
طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل صَفِرَ ہے۔  
أَصْفَرَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہو گیا۔  
مُصْفِرٌ: نادار و فقیر۔

صَفْرٌ: حرم کے بعد کا قمری اسلامی مہینہ۔  
اس کی جمع أَصْفَارٌ ہے۔ ابن درید کا قول  
ہے: الصُّفْرَانُ: سال کے دو مہینے۔  
اسلام میں ان دو مہینوں میں سے ایک کا نام  
حرم رکھا گیا۔

الصُّفْرُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح)  
عربوں کا خیال ہے کہ یہ ایک سانپ ہے  
جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ جو بھوک  
کے باعث انسان کو کاٹتا ہے۔

الْمَرْغُ: یعنی ڈس، جو سانپ کے بھوک کی  
وجہ سے کانٹے سے انسان محسوس کرتا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: "لَا صَفْرَ وَلَا  
هَامَةَ" نہ صفّر کی کوئی حقیقت و اہمیت  
ہے نہ ہامہ کی۔

صَفْرَ الطَّائِرُ: پرندہ چھپھاتا ہے۔ اس  
کا مصدر صَفِيرٌ ہے۔  
الصُّفَارِيَّةُ: بروزن الغرَابِيَّةُ: ایک  
پرندہ۔

قَدْ صَفَنَ الْفَرَسُ: گھوڑے تین  
ٹانگوں پر کھڑا ہو۔ اس کا باب جَلَسَ  
ہے۔

الصَّافِنُ: جو دو ٹانگیں اٹھائے۔ اس کی جمع  
صُفُونٌ ہے۔ اس کا ذکر حدیث شریف  
میں آیا ہے۔

صَفِينٌ: ایک مقام جہلم مشہور جنگ  
صَفِينِ واقع ہوئی۔

صِفَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ص ف'۔

ص ف ا - الصَّفَاءُ: (الف ممدود)  
صفاً۔

الكَدْرُ: غلاظت کی ضد۔

قَدْ صَفَا الشَّرَابُ: شراب خالص اور  
صاف ہے۔ اس کا مضارع يَصْفُو اور  
مصدر صَفَاءُ ہے۔ صَفَاءٌ غَيْرُهُ: اسے  
کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر  
تَصْفِيَةٌ ہے۔

صَفْوَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا خالص ہونا۔  
کہا جاتا ہے کہ مُحَمَّدٌ صَفْوَةُ اللَّهِ مِنْ  
خَلْقِهِ: محمد ﷺ مخلوق خدا میں سے اللہ  
کے خالص بندے ہیں۔

مَصْفُوفَةٌ: اس کے پئے ہوئے خالص  
بندے۔ بقول ابو عبیدہ: کہا جاتا ہے کہ لَهْ  
صِفْوَةٌ مَالِي: (صِفْوَةٌ کی تین حرکات  
کے ساتھ) اس کے لئے میرا خالص مال  
ہے۔ جب صِفْوَةٌ سے کو ہٹا لیا جائے تو

پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرتا۔

صَفَقَ لَهُ بِالْبَيْعِ وَالْبَيْعَةَ: اس نے لین  
دین اور بیعت کے لئے اس کے ہاتھ پر  
ہاتھ مارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا  
جاتا ہے کہ: زَبَحْتُ صَفْقَكَ: تیرا  
سودا کرتا یعنی لین دین یا خریداری کا میاب  
رہی۔

صَفْقَةٌ رَابِحَةٌ: نفع بخش سودا۔ یا لین  
دین۔ خرید و فروخت۔

صَفْقَةٌ خَاسِرَةٌ: گھائے کا سودا۔

صَفَقَ الْبَابُ: اس نے دروازہ بند کیا۔  
اصفقه کا بھی یہی معنی ہے۔

الرِّيْحُ تَصْفِقُ الْأَشْجَارَ فَتَصْطَفِقُ:  
ہوا درختوں کو ہلادیتی ہے تو وہ ہلتے ہیں۔

ثَوْبٌ صَفِيْقٌ وَوَجْهٌ صَفِيْقٌ: موٹا  
کپڑا اور بے حیا انسان۔

الصَّفَاقَةُ: بھدا پن۔ بے شرمی۔

تَصْفِيْقُ الشَّرَابِ: شراب کا ایک برتن  
سے دوسرے میں اٹھیلنا۔

ص ف ن - الصَّفْنُ: (صاد مضموم)

چرواہے کا تھیلا، جس میں اس کا کھانا،  
چھتاق اور دوسری ضرورت کی چیزیں ہوتی  
ہیں۔

الصَّافِنُ مِنَ الْخَيْلِ: تین ٹانگوں پر کھڑا  
ہونے والا گھوڑا یعنی چوتھی ٹانگ اوپر اٹھا  
کر۔

پکائے ہوئے گاڑھے شیرے کو بھی کہتے ہیں۔

ص ق ع - الصَّقْعُ: (ساد مضموم) جانب، کنارہ۔

الصَّقِيعُ: کورا جو برف کی طرح آسمان سے رات کو گرتا ہے۔

قَدْ صُقِعَتِ الْأَرْضُ: زمین پر کورا پڑا ہے۔ زمین کو ایسی حالت میں قَصْقُوعَةً کورازدہ زمین کہتے ہیں۔

ص ق ل - صَقَلُ السَّيْفُ: اس نے تلوار کو صیقل کیا یا پالش کیا۔ یا جلا دی۔

سَقَلَ كَمَا مَعْنَى بَعِي يَبِي هِيَ - اس کا مصدر صَقَلًا ہے یعنی جلا دینا، پالش کرنا یا صیقل کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر

صَقَلًا (ساد مکسور) بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل صَاقِلٌ ہے یعنی صیقل گر۔ جلا دینے والا اور پالش کرنے والا۔ اس کی جمع

صَقَلَةٌ ہے۔ اس میں صاد اور قاف دونوں منفتح ہیں۔ بنانے والے کو صَيَّقِلٌ کہتے ہیں جس کی جمع الصَيِّقَلَةُ ہے۔

الصَّيْقَلُ: تلوار۔

المِصْقَلَةُ: جس سے تلوار وغیرہ کو صیقل کیا جاتا ہے۔

ص ک ک - صَكَّةٌ: اس نے اسے مارا۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: "فَصَكَّتْ وَجْهَهَا"

باقی صرف صَفُو المال رہ جاتا ہے۔ اس میں صاد مفتوح ہے۔

الصَّفَاةُ: ملائم چٹان۔ اس کی جمع صفَا (الف مضموم) ہے۔

أَصْفَاءٌ اور صُفْيٌ بروزن فُعُولٌ ہے۔ الصَّفَوَاءُ: پتھر۔ اسی طرح الصَّفَوَانُ ہے۔ اس کا واحد صَفْوَانَةٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے:

كَمَثَلِ صَفْوَانَ عَلَيْهِ تَرَابٌ: اس کی مثال چٹان یا پتھر کی سی ہے جس پر مٹی ہو۔

الصَّفَا: مکہ شریف میں مشہور عام جگہ۔

الصَّفَاةُ: شراب صاف کرنے کا پیالہ۔ موجودہ دور میں ریفا نزی الصَّفِيُّ

المَصْفِيُّ کا بھی یہی معنی ہے۔

الصَّفِيُّ: تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے رئیس جو حصہ اپنے لئے مخصوص کرے

اسے الصَّفِيَّةُ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع صَفَايَا ہے۔

أَصْفَاءُ الْوُدِّ: اس نے اس کے لئے محبت خالص کر دی۔ یعنی وہ اس کا مخلص دوست

بنا۔ صَافَاةٌ اور تَصَافِيَا: وہ ایک دوسرے کے مخلص دوست بنے۔

أَصْطَفَاةٌ: اس نے اسے چن لیا۔

ص ق ر - الصَّقْرُ: شکار، جسکے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ اہل مدینہ کے الصَّقْرُ

هَذَا يَصْلُحُ لَكَ: یہ تمہارے حسب حال ہے۔

الصَّلَاح: (صاد مکسور) الْمُصَالِحَةُ کا مصدر ہے۔ اور اس کا اسم الصُّلْحُ ہے۔ یہ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔

قَدْ اضْطَلَحَا تَصَالَحَا اور اصْالَحَا: (صاد مشدود) سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی انہوں نے صلح کی۔ الإِصْلَاحُ: دوستی کرنا، بناؤ کرنا۔ یہ الإِفْسَادُ: بگاڑ پیدا کرنا کی ضد ہے۔

المُصْلِحَةُ: مصلحت۔ اس کی جمع المَصَالِحُ ہے۔

الاسْتِصْلَاحُ: الاستفساد کی ضد ہے۔ یعنی صلح جوئی۔

ص ل د - حَجَرَ صَلْدًا: سخت چکنا پتھر۔

صَلَدَ الزُّنْدُ: چھماق کا پتھر سخت ہوا یعنی ضرب تو لگی لیکن آگ کی چنگاری پیدا نہ ہوئی۔ اس کا باب بَجَلَسَ ہے۔ أَصْلَدَ الرَّجُلُ: آدمی کے چھماق کا پتھر سخت ہوا یعنی آدمی ناکام ہوا۔ یا ناکارہ ہو گیا۔ یا آدمی سخت یعنی بخیل اور کنجوس بن گیا۔ یا بے فیض ہو گیا۔

ص ل ع - رَجُلٌ اصْلَعُ: گنجا آدمی جس کے ماتھے کی طرف سے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ اس کا باب طرب ہے۔ گنج والی

اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ محاورۃً اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

الصُّكُ: دستاویز۔ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع اَصْكَ، صِكَكَ اور صُكُوكُ ہے۔

ص ل ب - الصُّلْبُ وَالصَّلِيبُ: سخت۔ اس کا باب ظرف ہے۔

الصُّلْبُ: کمر میں ریڑھ کی ہڈی۔

صَلْبَةٌ: لام پر تشدید کثرت کے اظہار کیلئے ہے۔ قول خداوندی ہے: "وَلَا صَلْبَيْنَكُم فِي جُدُوعِ النَّخْلِ" میں ضرور تمہیں درختوں کے تنوں سے پاندھ کر مار ڈالوں گا۔

الصَّلِيبُ کی جمع صُلْبٌ: (صاد اور لام مضموم)۔ اور صُلْبَانٌ ہے۔

ص ل ج - الصُّوَلَجَانُ: (لام مفتوح) فارسی سے معرب ہے، اس کا معنی ہاکی یا ٹیڑھے سروالی لائٹی۔ بطور قاعدہ، کلام

عرب میں صاد اور جیم کسی ایک کلمہ میں اکٹھے نہیں آتے، لہذا ہر ایسا کلمہ معرب ہوگا۔ اس کی جمع الصُّوَالِجَةُ ہے۔ جس میں لام مکسور ہے۔

ص ل ح - الصَّلَاحُ: بناؤ۔ یہ الفَسَادُ یعنی بگاڑ کی ضد ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

الفراء نے اس کا ماضی کا مینہ صَلَّحَ (لام مضموم) بھی نقل کیا ہے۔

گے اور جب اسے بھٹی میں ڈال کر پکایا جائے تو اسے الفَحَاڑُ کہتے ہیں۔

صَلْصَلَةُ اللَّجَامِ: لگام کی آواز۔ جب یہ دوہری ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آواز دوہری ہو جائے الا زہری کا کہنا ہے کہ لیث نے کہا کہ کہا جاتا ہے صَلِّ اللَّجَامِ: یعنی لگام سے صَلن کی آواز آئی۔ یا جب تمہیں اس آواز کے آنے کا وہم یا اندازہ ہو۔ اور جب آواز صل دوبارہ آئے تو تم اسے صَلْصَلُ کہتے ہو۔

تَصَلَّصَلُ الْحَلْيُ: زیورات کے چھٹکنے کی آواز آئی۔

صَلَّ اللَّحْمُ يَصِلُّ: (صادکسور) صَلُولًا: گوشت بدبودار ہو گیا چاہے پکا ہوا ہو یا پکا۔ اَصْلُ کا بھی یہی معنی ہے۔

طِينٌ صَلَّالٌ وَ مِصْلَالٌ: کھٹکناتی مٹی۔ بھٹی میں پکائی ہوئی نئی مٹی کی طرح کی آواز۔

ص ل م - الاصطلام: جڑ سے اکھاڑنا۔ قلع قمع کرنا۔

ص ل ا - الصَّلَاةُ: دعا۔ الصلاة من

اللہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ اس کی جمع الصلوات ہے۔ یعنی فرض نماز میں یہ ایسا اسم ہے جو مصدر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے صَلَّى صَلَاةً

جگہ کو الصَّلْعَةُ (لام مفتوح) اور الصَّلْعَةُ بھی کہتے ہیں۔ جو الجُرْعَةُ کے وزن پر ہے۔

ص ل ف - صَلِفَتِ الْمَرْأَةُ: عورت

خاوند سے ناخوش ہوگی اور خاوند نے اسے ناپسند کیا۔ ایسی عورت کو صَلِفَةٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ الخلیل کا خیال ہے کہ الصِّلْفُ کا معنی اپنی حیثیت سے آگے بڑھنا اور ڈینگیں مارنا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تکبر کرنا ہے، ایسے شخص کو رَجُلٌ صَلِفٌ کہتے ہیں اور اس کے فعل کو قَدْ تَصَلَّفَ کہتے ہیں۔

ص ل ق - الصِّلْقُ: سخت آواز۔ حدیث

شریف میں ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ صَلَّقَ أَوْ حَلَّقَ" "طلق اور صلق کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو اپنی آواز اونچی کرے یا معائب کے وقت حلق یعنی سر کے بال منڈا دے۔ اسے بدراؤ کہتے ہیں۔ الفراء نے کہا کہ سَلَّقُواكُمْ بِالسِّنَةِ میں صَلَّقُواكُمْ دو لہجے ہیں۔

الصَّلَائِقُ: تپلی روٹیاں۔

ص ل ل - الصِّل: (صادکسور) سانپ،

جس کے ڈسے پر منتر کام نہیں کرتا۔

الصِّلْصَالُ: مٹی ریت ملا کر گوندھی گئی ہو پھر اسے خشک ہونے پر يَتَصَلَّصَلُ کہیں

یوں پڑھی گئی ہے: ”وَيُصَلِّي سَعِيرًا“ جس نے اسے مشدّد نہیں پڑھا تو گویا اس نے لوگوں کی طرح اسے صَلِّي فلان النَّارِ: (لام مکسور) يَصَلِّي صَلِيًّا پڑھا جس کا معنی ہے کہ وہ جل گیا۔ قول خداوندی ہے: هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صَلِيًّا: وہ اس میں جلنے کے لائق ہیں۔ اصْطَلَىٰ بِالنَّارِ اور تَصَلَّىٰ بَهَا کا بھی یہی معنی ہے۔

فُلَانٌ لَا يُصْطَلَىٰ بِنَارِهِ: فلاں شخص اس کی آگ میں نہیں ڈالے گا۔ اگر وہ بہادر ہوگا تو کوئی اس پر قدرت حاصل نہیں کریگا۔

المَصَالِي: وہ جال جو پرندوں کے شکار کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ لِلشَّيْطَانِ فَنَحْوَنَا وَمَصَالِي: شیطان میں بہت سے جال اور پھندے ہیں، اس کا واحد کا صیغہ مِصْلَاةٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَيَبِيعُ وَصَلَوَاتٍ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ یہود کے کہنے ہیں جو ان کے عبادت خانے ہیں۔

ص م ت - صَمَّتْ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے، اس کا مصدر صَمَاتًا (صاد مضموم) ہے۔ اصَمَّتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

اس نے نماز ادا کی۔ صلاة کی بجائے تَصَلِيَّةٌ نہیں کہا جاتا۔

صَلَّى عَلَيَّ عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس نے نبی اکرم ﷺ پر رُودو سلام پڑھا۔

صَلَّى الْعَصَا بِالنَّارِ: اس نے لٹھی کو آگ میں ڈال کر زرم کر کے سیدھا کیا۔

المُصَلِّي: پہلے کے بعد آنے والا۔ کہا جاتا ہے کہ صَلَّى الْفَرَسُ: گھوڑا دوڑ میں دوسرے نمبر پر آیا کیونکہ اس کا سراول آنے والے کی دم کی جگہ ہوتا ہے۔

الصَّلَاةُ: سَل بٹا۔ جس پر دواء یا اور چیز کوٹتے ہیں۔ اس میں لام مشدّد نہیں ہے۔

الصَّلَاةُ: (ہمزہ کے ساتھ) کا معنی بھی یہی ہے۔ صَلَّيْتُ اللَّحْمَ وَغَيْرَهُ: میں نے گوشت وغیرہ پکایا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”أَنَّهُ

أَبَى بِشَاةٍ مِصْلِيَّةٍ“ روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک کچی ہوئی یا بجھی ہوئی بکری لائی گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

صَلَّيْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو آگ میں داخل کیا اور اسے آگ بھڑکانے دیا۔

اگر تم نے اسے اس طرح آگ میں ڈالا کہ تم اسے جلانا چاہتے ہو تو تم اصْلَيْتَهُ بُو

گے (شروع میں الف زائد کے ساتھ) اور صَلَّيْتَهُ تَصَلِيَّةً کہو گے۔ قرآن کی آیت

صَلَّيْتَهُ تَصَلِيَّةً کہو گے۔ قرآن کی آیت



کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کان کئی بکری کی قربانی میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے۔ یعنی ان کے نزدیک ایسے جانور کی قربانی درست تھی۔

ثَرِيدَةٌ مُضْمَعَةٌ: کوٹا ہوا اور باریک ٹرید۔

صَوْمَعَةُ النَّصَارَى: نصاریٰ کا گرجا گھر۔ یہ اس مادے سے فوغلے کے وزن پر ہے کیونکہ یہ باریک سریا کلس والا ہوتا ہے۔

ص م غ - الصَّمْعُ: اس کی جمع صُمُوعٌ ہے۔ اور معنی درخت اور درخت کی بہت سی انواع و اقسام۔

الصَّمْعُ الْعَرَبِيُّ: درخت کی گوند یا اس کا ایک ٹکڑا یعنی صَمْعَةٌ۔

ص م ل - رَجُلٌ صُمْلٌ: (صاد اور میم دونوں مضموم اور لام مشدّد۔ مضبوط جسمانی ساخت کا آدمی۔

ص م م - صِمَامٌ الْقَارُورَةُ: بوتل کا ڈھکن۔ صمائم میں صادم سور ہے۔

حَجَرٌ أَصَمٌ: بہت زیادہ سخت پتھر۔ الصَّمَاءُ: بنا۔

فِتْنَةٌ صَمَاءٌ: سخت فتنہ۔ رَجُلٌ أَصَمٌ: کانوں سے بالکل بہرا آدمی۔

وَرَجَبٌ شَهْرُ اللَّهِ الْأَصَمِّ: رجب، اللہ تعالیٰ کا بہرا مہینہ۔ خلیل کا قول ہے کہ

التَّصْمِيْتُ: خاموش کرنا اور شوشی بھی۔

رَجُلٌ صَمِيْتُ، سَكِيْتُ کا ہم وزن اور ہم معنی ہے۔ یعنی خاموش شخص یا خاموش پسند انسان۔ کہا جاتا ہے کہ مَالُهُ صَامِتٌ وَلَا نَاطِقٌ: نہ اس کے پاس صامت ہے اور نہ ناطق۔ صامت سے مراد سوتا چاندی ہے اور ناطق سے مراد اونٹ بکری ہے۔ محاورے کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کے پاس نہ نقد ہے نہ جنس یعنی کچھ بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مادہ 'ن ط ق' کی ذیل میں بیان کردہ تفسیر سے یہ زیادہ بہتر اور خصوصی تفسیر ہے۔

ص م خ - الصَّمَاخُ: (صاء کسور) کان چھیدنے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خود کان ہے۔ سین کے ساتھ سماخ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

ص م د - الصَّمْدُ: سید، سردار کیونکہ ضرورتوں کے وقت اس کی طرف رجوع

کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صَمْدُهُ اس نے اس کی طرف رجوع کیا۔ اس کا باب

نَصَرَ ہے۔ یعنی اس نے اس کا قصد کیا۔

ص م ع - الْأَضْمَعُ: چھوٹے کانوں والا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ صَمْعَاءُ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يَسْرِي بَأْسًا بَأَنَّ يُضْحَمِي بِالصَّمْعَاءِ: روایت ہے

چادر میں لپیٹ لیا۔ کیونکہ الصَّمَاءُ بذات  
خود اشمال کی ایک قسم ہے۔

صَمِيمُ الشَّيْءِ: خالص چیز۔

صَمِيمُ الْحَرِّ وَصَمِيمُ الْبَرْدِ:  
سخت گرمی اور سخت سردی۔

الصَّمْصَامُ وَالصَّمْصَامَةُ: مضبوط  
تلوار جو دوہری نہ ہوتی ہو۔

صَمَمَ فِي السَّيْرِ: وہ چل پڑا۔

أَصَمَّهُ اللَّهُ فَصَمَّ: (اللہ اسے بہرہ کر

دے یا اللہ نے اسے بہرا کیا تو وہ بہرا

ہو گیا۔ اس کا مضارع يَصِمُّ (صاد مفتوح)

اور مصدر صَمَمًا ہے۔ اصم کا معنی صم

بھی ہے یعنی وہ بہرا ہو گیا۔

تَصَامَ: وہ بہرا بن گیا۔ یعنی وہ بہرا دکھائی

دیتا ہے لیکن بہرا ہے نہیں۔

ص م ی - أَصْمَيْتَ الصَّيْدَ: جب تم

نے تیر مار کر شکار کو ہلاک کر دیا اور وہ

تمہاری نظروں کے سامنے مرا۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: "كُلُّ مَا أَصْمَيْتَ

وَذَعُ مَا أَنْمَيْتَ" اس شکار کو کھا جسے تم

نے تیر مار کر اپنی نظروں کے سامنے مرتے

دیکھا ہو اور اس شکار کو چھوڑ دو جو تیر لگنے

کے بعد تمہاری نظروں سے اوجھل کسی

اوٹ میں چامرا ہو۔

ص ن ج - صَنْجَعَةٌ: ترازو۔ یہ کلمہ فارسی

سے معرب ہے۔ اسے سَنْجَعَةٌ نہیں کہنا

چاہیے۔ (فارسی لفظ سنجدین بمعنی تولنا

اس مہینہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس

ماہ میں نہ کسی فریادی کی آواز سنی جاتی تھی نہ

جنگ کی کوئی حرکت دیکھی جاتی تھی، نہ کسی

اسلحے کی کوئی جھنکار سنی جاتی تھی، کیونکہ یہ

حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ

ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ استمّال

الصَّمَاءِ یعنی پوری طرح لپٹنا یہ ہے کہ

انسان اپنے جسم کو اپنے کپڑے سے اس

طرح ڈھانپ لے کہ جس طرح بڈو اعرابی

لوگ اپنے آپ کو اپنے کپڑوں سے

ڈھانپ لیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آدمی

اپنی چادر کو دائیں طرف سے بائیں بازو پر

موڑ لے اور بائیں کندھے پر ڈالے، پھر

دوبارہ اپنی پیٹھ کی طرف سے دائیں بازو کی

طرف پھیر لے اور دائیں کندھے پر چادر کو

ڈال لے۔ اور دائیں بازو اور کندھے کو

ڈھانپ لے۔ ابو عبید نے بیان کیا کہ فقہاء

کا قول ہے کہ آدمی اپنے آپ کو صرف ایک

کپڑے میں ڈھانپ لے۔ اس کے بغیر

اس کے پاس کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ پھر وہ اس

کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھا کر اپنے

کندھے پر ڈالے تو اس کی شرم گاہ ظاہر

ہو۔ جب تم یہ کہو کہ اسْتَمَلَّ فُلَانٌ

الصَّمَاءَ کہ فلاں شخص نے اپنے کو پوری

طرح ڈھانپ لیا تو گو یا تم نے یہ کہا کہ اس

شخص نے اپنے آپ کو اشمال صمّا کے

مشہور و معروف طریقے سے اپنے آپ کو

التَّصْنَعُ: بناوٹ، تکلف۔  
تَصْنَعَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنا بناؤ  
سنگار کیا۔

المُصَانَعَةُ: رشوت۔ مثل مشہور ہے کہ:  
مَنْ صَانَعَ بِالْمَالِ لَمْ يَحْتَشِمْ مِنْ  
طَلَبِ الْحَاجَةِ: جس نے مال کی رشوت  
دی وہ اپنی حاجت طلبی پر کبھی شرمندہ نہ ہوا۔  
المَصْنَعَةُ: (میم مفتوح، نون مضموم و  
مفتوح) حوض کی طرح جس میں بارش کا  
پانی جمع ہوتا ہے۔

المَصَانِعُ: قلعے۔ کارخانے۔ صنغاء:  
مین کا ایک شہر۔ اس سے صفت نسبتی  
صناعی ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔  
ص ن ف - الصِّنْفُ: قسم، نوع۔ صاد  
مفتوح بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

تَصْنِيفُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو دو حصوں  
میں تقسیم کر دینا۔ ایک سے دوسری چیز میں  
تمیز کرنا۔ (موجودہ دور میں لکھنا)۔

ص ن م - الصَّنَمُ: بت، مورتی۔ اس کی  
جمع اصنام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ شن کا  
معرب ہے۔ جس کا معنی بت ہے۔

ص ن ن - الصِّنُّ: مینے کے آخری سات  
دلوں میں سے پہلا دن۔  
الصَّنَانُ: بغل گند۔

قَدْ أَصَنَ الرَّجُلُ: آدمی کو بغل گند  
ہوئی ہے۔

ص ن د - الصَّنْدِيدُ: بروزن القنديل:  
(صاد مفتوح)

سردار، بہادر۔ الصَّنَادِيدُ: (صاد مفتوح)  
بلا۔ حسن بصری کا قول ہے کہ نَعُوذُ بِاللَّهِ  
مِنْ صَّنَادِيدِ الْقَدْرِ: تقدیر کی بلاؤں  
سے خدا کی پناہ۔

ص ن د ل - الصَّنْدَلُ: ایک خوشبودار  
درخت۔

الصَّنْدَلَانِي، الصَّيْدِلَانِي: بمعنی  
دوساز کا ایک لہجہ ہے۔

ص ن ر - الصَّنَارَةُ: (صاد مکسور و نون  
مشدّد) نکلے کا سراپ۔

ص ن ع - الصَّنَعُ: (صاد مضموم) بنانا  
اور کرنا۔ تمہارے اس قول کا مصدر ہے  
صَنَعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفًا: اس نے اس کے  
ساتھ بھلائی کی۔ صَنَعَ بِهِ صَنِيعًا  
قَبِيحًا أَيْ فَعَلَ: اس نے اس کے ساتھ  
بڑا سلوک کیا۔

الصِّنَاعَةُ: (صاد مکسور) کاریگری، کاریگر  
کا کام اور پیشہ۔

الصَّنْعَةُ: (صاد مفتوح) کاریگری۔ ہنر۔  
اضْطَنَعَ عِنْدَهُ صَنِيعَةً: اس نے اس  
کے پاس کاریگری کا کام کیا۔

اضْطَنَعَ لِنَفْسِهِ: اس نے اپنی ذات  
کے لئے کام کیا، تیار کیا یا بنایا۔  
الصَّنِيعَةُ: احسان، حسن سلوک۔

ہنہانے کی آواز۔

قَدْ صَهَلَّ يَصْهَلُّ: (ہاء مکسور)  
صَهِيلاً وَصَهَالاً (صاد مضموم) فَرَسٌ  
صَهَالٌ: ہنہانے والا گھوڑا۔

ص ہ - صَهٌ: جہن برسکون۔ فعل امر کا اسم  
ہے جس کا معنی ہے 'خاموش رہ'۔ جب تم  
کسی کو چپ کرانا چاہو تو یہ کہتے ہو کہ صَهْ  
یعنی چپ ہو۔ اگر تم نے یہ کلمہ دہرانا ہو تو  
اس کے آخر میں تنوین لگائیں گے اور کہیں  
گے صِهْ صَهْ۔ المبرّد نے کہا کہ جب تم  
صِهْ يَارْ جُلْ تنوین کے ساتھ کہیں گے تو  
تمہاری مراد صرف تعریف اور تنکیر میں فرق  
کرنا ہوگا، کیونکہ تنوین تنکیر کی علامت  
ہے۔

ص و ب - الصَّوْبُ: بارش کا برسا۔ اس  
کا باب قَالَ ہے۔  
الصَّيْبُ: بارش والے بادل۔  
صَابَةُ المَطَرُ: اس پر بارش برسی۔  
صَابَ السَّهْمُ: تیر نشانے پر لگ گیا۔  
اس کا باب بَاعَ ہے، جو اَصَابَ کا ایک لہجہ  
ہے۔ مثل ہے کہ: مَعَ الخواطِطِ  
سَهْمٌ صَائِبٌ: نشانہ چوکنے والے  
تیروں میں سے کوئی نشانہ پر لگنے والا بھی  
ہوتا ہے۔  
الصَّوْبُ - الصَّوَابُ: بمعنی درست کا  
ایک لہجہ ہے۔

صِنْبَرٌ: دیکھنے بذیل مادہ ص ب ر۔

ص ن ا: جب کسی ایک جڑ سے دو یا تین  
کھجور کے درخت اُگ آئیں۔ تو ان میں  
ہر درخت صِنْوٌ ہوگا اور دو صِنْوَانٌ ہوں  
گے اور اس کی جمع صِنْوَانٌ اور أَصْنَاءٌ  
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ اس قول  
خداوندی میں ہے: صِنْوَانٌ وَغَيْرُ  
صِنْوَانٌ: حدیث شریف میں ہے: عَمُّ  
الرَّجُلِ صِنْوَانِيَّةٌ: کسی شخص کا چچا اس  
کے باپ کی ضمہ ہوتا ہے۔

ص ہ ر - الأَصْهَارُ: سرال۔ بقول  
خلیل۔ بعض عرب سر اور بیوی کی  
دو بہنوں کو بھی سرال میں شامل کرتے  
ہیں۔

صَهْرَ الشَّيْءِ فَانْصَهَرَ: اس نے کوئی  
چیز بھی میں ڈال کر پگھلا دی تو وہ پگھل  
گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم  
فَاعِلٌ صَهِيْرٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ  
قول خداوندی میں ہے: يَصْهَرُ بِهِ مَا فِي  
بُطُونِهِمْ: ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے  
اسے بھی میں ڈال کر پگھلا دیا جائے گا۔

ص ہ ر ج - الصَّهْرِيْجُ: (صاد مکسور)  
حوض جس میں پانی جمع ہوتا ہے۔ پانی کا  
ٹینک۔ اس کی جمع صَهَارِيْجٌ (صاد  
منفوح) ہے۔

ص ہ ل - الصَّهِيْلُ: گھوڑے کے

رَجُلٌ صَيِّتٌ: (یاء مکسور اور مشدّد)  
وَصَاتٌ: سخت آواز والا آدمی۔ بلند آواز  
شخص۔

الصَّيِّتُ: (صاد مکسور) شہرت۔ شہرہ۔  
مشہوری۔ ذکر خیر، جو لوگوں میں پھیل  
جائے۔ اس میں کوئی بری بات یا برائی  
شامل نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَهَبَ صَيِّتُهُ  
فِي النَّاسِ: لوگوں میں اس کی اچھی  
شہرت پھیل گئی۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ  
انْتَسَرَ صَوْتُهُ فِي النَّاسِ: اس میں  
صَوْتُ، صَيِّتُ کے معنوں میں استعمال  
ہوا ہے۔

ص و خ - اصَاخُ لَهٗ: اس نے سنا، یا  
کان دھرا۔

ص و ر - الصُّورُ: ہارن، زسنگا، بگل۔  
یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے۔ يَوْمَ  
يُنْفَخُ فِي الصُّورِ: جس روز صور پھونکا  
جائے گا۔ النكسُ کا قول ہے کہ: لَا اَذْرِي  
مَا الصُّورُ: میں نہیں جانتا کہ صور کیا  
ہے۔ کہا گیا ہے کہ صُورٌ صُورَةٌ کی جمع  
ہے۔ اس کی مثال بُسْرَةٌ اور بُسْرٌ ہے۔  
یعنی قیامت کے دن مردہ رُوحوں کی  
صورتوں میں پھونکا جائے گا۔ حضرت حسن  
بصری نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے: يَوْمَ  
يُنْفَخُ فِي الصُّورِ: اس میں واؤ مفتوح  
ہے۔

اور الصُّوَابُ، الخَطَاءُ یعنی غلطی کی ضد  
ہے۔

المُصَابُ: مصیبت زدہ۔ یہ اصَابَتْهُ  
مُصِيبَةٌ کا مفعول ہے۔

المُصَابُ زخم کو بھی کہتے ہیں۔  
رَجُلٌ مُصَابٌ: یعنی ایسا شخص جسے جنون  
کی شکایت رہی ہو۔

صَوْبَةٌ: اس نے اسے اَصَابَتْ کہا یعنی، تم  
نے ٹھیک کیا۔

اِسْتَوْصَبَ فِعْلُهُ اور اِسْتَصَابَ کا ایک  
ہی معنی ہے، یعنی اس نے اس کے کام کو  
ٹھیک قرار دیا۔

المُصِيبَةُ: مصیبت، دکھ۔ اس کی جمع  
المَصَائِبُ: اس کی اصل دُؤ ہے۔ اس لحاظ  
سے اس کی جمع المَصَابِوِبُ ہوگی، اور  
اصل یہی ہے۔

المَصُوبَةُ بَرْدٌ المَثُوبَةُ، المَصِيبَةُ  
کا ایک اور لہجہ ہے۔

الصَّابُ: (باء مخفف) تلخ درخت کی گوند  
یا نچوڑ۔

ص و ت - الصُّوتُ: آواز۔ صَاتٌ  
الشَّيْءُ: چیز سے آواز پیدا ہوئی۔ اس کا  
باب قَالٌ ہے۔

صَوْتُ تَصْوِيْتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الصَّائِتُ: چیخنے والا۔ آواز نکالنے والا یا  
صرف آواز والا۔

الصَّوَّاعُ الصَّاعُ کا ایک اور لہجہ ہے۔  
کہا گیا ہے کہ یہ پانی پینے کا ایک برتن  
ہے۔

ص و غ - صَاعُ الشَّيْءِ: اس نے چیز  
کو گھڑ لیا۔ اس سے اسم فاعل صَانِعٌ ہے  
بمعنی سٹار۔ زرگر۔

صَوَّاعٌ اور صَيَّاعٌ کا معنی بھی یہی ہے۔  
صَاعٌ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ اس عمل یا پیشے کو  
الصِّيَاغَةُ یعنی زرگری کہتے ہیں۔

فُلَانٌ يَصْوُغُ الكَذِبَ: فلاں شخص  
جھوٹ گھڑتا ہے۔ یہ بطور استعارہ ہے۔  
حدیث شریف میں ہے کہ: "كَيْدُ بَنِي  
كَذَا بَهَا الصَّاعُونَ" یہ ایک جھوٹ ہے  
جسے جھوٹ والوں نے گھڑ لیا ہے۔

ص و ف - الصَّوْفُ: بھیڑ بکری کی  
اول۔

الصَّوْفَةُ: ان معنوں کے لئے زیادہ  
مناسب لفظ ہے۔

ص و ل - صَالٌ عَلَيْهِ: اس نے اس پر  
دست درازی کی یا حملہ کیا۔ اس کا باب قَالَ  
ہے۔ اس کا مصدر صَوْلَةٌ ہے۔ محاورہ ہے  
کہ "رُبُّ قَوْلٍ أَشَدُّ مِنْ صَوْلٍ"  
زبان کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ گہرا  
اور سخت ہوتا ہے۔

المُصَاوَلَةُ: ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔  
یہی معنی الصِّيَالِ اور الصِّيَالَةِ کا ہے۔

الصَّوْرُ: (سادکسور) الصَّوْرُ کا ایک لہجہ  
ہے جو صورت کی جمع ہے۔

صَوْرَةٌ تَصَوِّرُهَا تَصَوَّرَ: اس نے اس  
کا ایک تصور باندھا تو وہ تصور بندھ گیا۔  
تَصَوَّرْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کا  
خیال یا تصور قائم کیا۔

تَصَوَّرْتُ صَوْرَتَهُ فَتَصَوَّرْتَنِي: میں  
نے اس کا تصور باندھا تو میرے سامنے  
اس کا تصور قائم ہو گیا۔

التَّصَاوِيرُ: تصویریں۔ مجسمے۔ صَارَةٌ:  
اس نے اس کو مائل کیا یا جھکا یا۔ اس کا باب  
قَالَ اور بَاعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں  
پڑھی گئی ہے: فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ: (ساد  
مضموم اور کسور دونوں طرح) انہیں کا قول  
ہے کہ اس کا معنی وَجَّهْنَهُنَّ ہے یعنی انہیں  
اپنی طرف متوجہ کر۔

صَارَ الشَّيْءُ: کا معنی دو بابوں کے تحت  
قَطَعَهُ اور فَصَلَهُ بھی ہے۔ یعنی اس نے  
کاٹا اور اس نے جدا کیا۔ جس نے اس لفظ  
کی یہ تفسیر کی تو انہوں نے آیت میں اس کی  
تقدیم و تاخیر کو مقدر مانا یعنی فَخَذَ أَرْبَعَةً  
مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ۔

ص و ع - الصَّاعُ: صاع پیمانہ جو چار  
مُد کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع أَصْوَاعٌ  
ہے۔ تم چاہو تو واو مضموم کو ہمزہ میں بدل  
سکتے ہو۔

مصدر صَيَانًا اور صَيَانَةٌ ہے۔ اس کی صفت مفعولی مَصُونٌ ہے۔ اسے مَصَانٌ نہیں کہنا چاہئے۔

ثُبْتُ مَصُونٌ عَلَى النُّقْصِ: کپڑا کسی خرابی سے محفوظ ہے۔

وَمَصُونٌ عَلَى التَّمَامِ: پوری طرح محفوظ۔  
جَعَلَ الثُّوبَ فِي صَوَانِهِ: اس نے کپڑے کو محفوظ رکھا۔ اس میں صاد مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ صَوَانٌ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کپڑا محفوظ رکھا جاتا ہے۔

الصَّوَانُ: صاد مفتوح اور واو مشدّد۔ ایک قسم کا پتھر۔ اس کا واحد صَوَانَةٌ ہے۔

الصَّيْنُ: چین، ایک ملک کا نام ہے۔  
الصَّوَانِي: چینی برتن۔

ص و ی - الصُّوَى: سنگ میل۔ اس کا واحد صُوقَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: إِنَّ لِلْإِسْلَامِ صُوَى وَمَنَارًا كَمَنَارِ الطَّرِيقِ: بے شک اسلام کے سنگ میل اور روشنی کے مینار ہیں۔ جس طرح راستوں میں روشنی کے منارے ہوتے ہیں۔

ص ي ح - الصِّيَاخُ: آواز۔ قَدْ صَاخَ يَصِيحُ صَيْحًا وَصَيْحَةً وَصَيَاخًا اور صَيَاخًا (صاد مضموم و مکسور) صَيْحَانًا (یاء مفتوح) اس نے آواز نکالی۔

المُصَابِحَةُ وَالتَّصَايُحُ: لوگوں کا باہم آوازیں نکالنا۔

صَوُولُ البَعِيْثِ: اونٹ نے حملہ کر دیا۔ (اس کا باب ظرف ہے) یعنی اونٹ لوگوں کو مارنے اور ان پر حملہ آور ہونے لگا۔ ایسے اونٹ کو جَمَلٌ صَوُوْلٌ کہتے ہیں۔

دیکھئے بذیل مادہ ص ل ج۔  
ص و ی - ص و ی ح: صوم کا معنی بغیر نفل کے قیام ہے۔ اور الصوم کھانے سے رُکنا ہے۔

قَدْ صَامَ الرَّجُلُ: آدمی نے روزہ رکھا۔ اس کا باب قَالٌ ہے، اور مصدر صِيَامًا بھی ہے۔

قَوْمٌ صَوْمٌ: روزہ دار لوگ۔ صَوْمٌ میں واو مشدّد ہے۔ اسے صِيْمٌ بھی کہتے ہیں۔  
رَجُلٌ صَوْمَانٌ: آدمی روزے سے ہے یعنی روزہ رکھے ہوئے ہے۔

صَامَ الفَرَسُ: گھوڑا بغیر چارہ کھائے کھڑا رہا۔

صَامَ النَّهَارُ: دوپہر ہوگئی اور برابر ہوگئی۔  
الصَّوْمُ کا معنی ہوا کا رُکنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: "إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا" حضرت ابن عباسؓ نے اسے صَمْتًا پڑھا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ہر شخص جو کھانے سے، بات کرنے سے اور چلنے سے رک جائے وہ صائم ہے۔

ص و ن - صَانَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کی حفاظت کی۔ اس کا باب قَالٌ ہے، اور

الصَّيْرُ: (صاد مسور) نمک لگی چھوٹی  
چھلی۔

الصَّيْرُ کا معنی دروازے کی دراڑ بھی ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: "مَنْ نَظَرَ مِنْ  
صَيْرٍ بَابٍ فَفَقِنَتْ عَيْنُهُ: جو  
دروازے کی درز سے دیکھے تو اس کی آنکھ  
پھوڑ دی جائے، تو اس کا کوئی تاوان نہ  
ہوگا۔ بقول ابو عبید، اس حدیث شریف  
کے سوا یہ لفظ ان معنوں میں کہیں نہیں سنا  
گیا۔

ص ی ص - الصَّيَاصِي: قلع۔

ص ی ف - الصَّيْفُ: موسم گرما۔ سال

کے موسموں میں ایک موسم۔ یہ موسم ربیع  
الاول کے بعد آتا ہے اور سخت گرمی کا ہوتا  
ہے۔ کہا جاتا ہے: صَيْفٌ صَانِفٌ دوسرا  
لفظ تاکید معنی کے لئے ہے۔ یعنی سخت گرم  
موسم۔ اس کی مثال لَيْلٌ لَانِلٌ ہے۔

شَيْئٌ صَيْفِيٌّ: موسم گرما کی چیز۔

يَوْمٌ صَانِفٌ: گرم دن۔

لَيْلَةٌ صَانِفَةٌ: گرم رات۔

عَامَلَةٌ مَصَافِقَةٌ: اس نے اس کو موسم گرما  
کیلئے کام پر رکھا۔ اس کی مثال الْمُعَاوِمَةُ  
اور الْمُشَاهِرَةُ اور الْمُيَاوِمَةُ ہے  
جس کا معنی سالانہ ماہانہ اور روزانہ بنیاد پر  
ہے۔

صَافٍ بِالْمَكَانِ: اس نے مکان میں

الصَّيْحَةُ: عذاب۔

الصَّيْحَانِيُّ: صاد مفتوح اور یاء مشدّد۔  
مدینہ شریف کی کھجوروں کی ایک قسم۔

ص ی د - صَادَةٌ يَصِيدُهُ وَيَصَادُهُ:  
(صَيْدًا اصْطَادَهُ) الصَّيْدُ بھی  
المَصِيدُ: اس نے شکار کیا۔

خَرَجَ فُلَانٌ يَتَصَيْدُ: فلاں آدمی شکار  
کرنے نکلا۔

المِصِيدُ و المِصِيدَةُ: (میم مسور)  
آلہ شکار۔

كَلَبٌ صَيْوُدٌ: شکاری کتا (صاد  
مفتوح)۔

كِلَابٌ صَيْدٌ: (صاد و یاء دونوں مضموم)  
شکاری کتے۔ صَيْدٌ کے ساتھ صَيْدٌ کا بھی  
یہی معنی ہے۔ صَيْدَاءُ (صاد مفتوح اور  
الف مدد) ایک ملک کا نام۔

ص ی ر - صَارَ الشَّيْءُ كَذَا: چیز  
ایسے ہوگئی۔ یا یوں ہوگئی۔ اس کا باب بَاعَ  
ہے۔ اس کا مصدر صَيْرُوزَةٌ بھی ہے۔

صَارَ إِلَى فُلَانٍ مَصِيرًا: وہ اس شخص کی  
طرف گیا۔ اس کی مثال قول خداوندی  
ہے۔ "وَالَّذِي اللَّهُ الْمَصِيرُ" اللہ ہی کی  
طرف جائے بازگشت ہے، لیکن یہ شاذ  
ہے۔ قیاس کے مطابق اسے مَعَاشٍ کی  
طرح مَصَارٌ ہونا چاہئے۔ صَيْرَةٌ كَذَا  
تَصْيِيرًا: اس نے اسے ایسا بنا دیا۔



الصَّيْفِ سے مشتق ہے۔ اس کی مثال

الْشِّتَاءِ سے تَشْتِي ہے۔

صَيَّبَ: دیکھئے بذیل مادہ ص و ب۔

صَيَّتَ: دیکھئے بذیل مادہ ص و ت۔

موسم گرما میں قیام کیا۔

أَصْطَافَ کا معنی بھی یہی ہے یعنی گرمیاں

گزاریں۔ گرمائی مقام کو مَصِيفٌ اور

مُصْطَافَ کہتے ہیں۔ تَصْنَفَ،

## باب الضاد

ضَنْزَى: دیکھئے بذیل مادہ ض ی ز۔

ض ا ل - رَجُلٌ ضَنْبِيلٌ: کزور شخص۔ جو کوتاہ جسم اور لاغر ہو۔

قَدْ ضَسَّلَ: وہ لاغر ہو گیا۔ (فعل مجہول ہے) اس کا باب ظرف ہے۔

ض ا ن - الضَّائِنُ: معزز یعنی بکری کی ضد بھیڑ۔ اس کی جمع الضَّائِنُ ہے۔ اور

الماعز کی جمع المَعْزُ ہے۔ اس کی مثال رَاكِبٌ کی جمع رَاكِبَةٌ ہے۔ مسافر کی جمع سَفَرٌ ہے۔ ضائِنٌ کی مثال حَارِسٌ کی جمع حَرَسٌ بھی ہے۔ اس کی جمع ضَيْبِینٌ ہے

اور اس کی مثال غَازِیٌ سے غَزَیٌّ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ ضَائِنَةٌ ہے۔ جس کی جمع ضَوَائِنٌ ہے۔

أضَانُ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس بہت بھیڑیں ہو گئیں۔

ض ب ب - الضُّبَابُ: اس کا واحد ضَبَابَةٌ ہے۔ دھوئیں کی طرح زمین پر چھا جانے والے بادل۔ کہا جاتا ہے: أَضْبَبَ يَوْمُنَا: ہمارے لئے آج بادلوں نے زمین ڈھانپ لی۔ أَضْبَبَ كِيَاءٌ مَشَدَّدٌ ہے۔

ض ب ث - ضَبَبْتُ بِالشَّمْسِ: ہتھیلی سے کوئی چیز پکڑ لینا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

مَضَابُثُ الْأَسَدِ: شیر کے بچے۔ حدیث

شریف میں ہے:

الْخَطَايَا بَيْنَ أَضْبَائِهِمْ: غلطیاں ان کی مٹھیوں میں ہیں۔

ض ب ح: بقول ابو عبید: ضَبَبَتْ الخَصِيلُ: گھوڑوں نے چلنے، اپنی ٹانگیں یعنی قدم لہے کئے۔ ابو عبید کے علاوہ

دوسروں نے کہا کہ الضَّبْحُ کا معنی دوڑتے وقت سانس لینا ہے۔ یعنی ہانپنا۔

ض ب ط - ضَبَطَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

رَجُلٌ ضَابِطٌ: محتاط آدمی۔

ض ب ع - الضَّبْعُ: بچو۔ اس کی جمع أَضْبَاعٌ ہے۔ اس کی مثال فَرْخٌ کی جمع افْوَاخٌ ہے۔

الضَّبْعُ مِنَ السَّبَاعِ: درندوں میں سے بچو۔ اسے ضَبْعَةٌ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ نر بچو کو ضَبْعَانٌ کہتے ہیں۔ جس کی جمع ضَبَاعِیْنٌ ہے۔ اس کی مثال

بِسْرَحَانٍ کی جمع سَرَاحِیْنٌ ہے۔ اور

کمل متن حدیث یہ ہے: "لَا يَدْغُوْنِي وَالْخَطَايَا بَيْنَ أَضْبَائِهِمْ" مجھے اس حالت میں نہ پکاریں کہ ان کے ہاتھ گناہ آلود ہوں۔ یہ وہی حضرت دلاؤ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کہ یہ بات نبی اسرائیل سے کہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تنگ کیا۔ اسم مفعول مُضَجِرٌ ہوگا۔  
 قَوْمٌ مَضَاجِيرٌ وَمَضَاجِرٌ: دل تنگ  
 لوگ۔ پریشان لوگ۔  
 ض ج ع - ضَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے  
 لیٹنے کے لئے اپنا پہلو زمین پر ٹکایا۔ اس کا  
 باب قطع اور خضع ہے۔ اسم فاعل  
 ضَاجِعٌ ہے۔ اضْطَجَعَ کا بھی یہی معنی  
 ہے۔

أَضَجَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے  
 پہلو کے بل لٹایا۔

ضَجِيعُكَ السَّدَى يَضَاجِعُكَ:  
 تمہارا ضَجِيعٌ یعنی ساتھ لیٹنے والا وہ ہے  
 جو تمہیں ساتھ لٹائے۔

التَّضَجِيعُ فِي الْأَمْرِ: کام میں کوتاہی۔

ض ح ح - مَاءٌ ضَحَضَاحٌ: بردوزن  
 خَلْخَالٌ: پایاب پانی۔ تھوڑا پانی۔

الضُّحُ: (ضاد کسور اور حاء مشدّد) سورج

یا دھوپ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا

يَقْعُدَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ الضُّحِ وَالظَّلِيِّ

فَأِنَّهُ مَقْعَدُ الشَّيْطَانِ: تم میں ہرگز کوئی

شخص دھوپ اور چھاؤں کے بیچ نہ بیٹھے

کیونکہ وہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

ضَحَضَاحٌ: دیکھئے بذیل مادہ ض ح ح.

ض ح ک - ضَحِكٌ: (حاء کسور) وہ

ہنسا۔ ضَحِكًا: بردوزن عَلِيمٌ وَفِيهِمْ

وَلَعِبٌ، ضَحِكًا بھی اس کا مصدر ہے۔

مَوْنٌ كَامِيْنٌ ضِبْعَانَةٌ ہے اور اس کی جمع  
 ضِبْعَانَاتٌ ہے۔ ضِبَاعٌ مذکر و مَوْنٌ  
 دونوں کی مشترک جمع ہے۔

الاضْطِبَاعُ: بیت اللہ شریف کا طواف

کرنے والے کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ

اپنی چادر یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل

کے نیچے سے پھیر کر بائیں کندھے پر

ڈالے اس طرح کہ اس کا دایاں کندھا تو

ننگا رہے لیکن بایاں کندھا ڈھکا رہے۔ اس

فعل کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ چادر کو

دو بغلوں میں سے ایک بغل کے نیچے سے

گزارنے سے اس فعل کی ابتداء کی جاتی

ہے۔ اسمی کے نزدیک اس کا معنی کسی چیز

کا بغل میں لینا ہے۔

ض ج ج - أَضْجُ القَوْمُ اضْجَاجًا:

لوگوں نے شور مچایا اور چیخے۔ اگر انہوں

نے کچھ جزع فزع کی اور مغلوب ہو گئے تو

کہا جائے گا کہ: ضَجُّوا يَضْجُونَ:

(جیم کسور) ضَجِجًا.

الضُّجَّةُ: شور و غوغا، چیخ و پکار۔

ض ج ر - الضُّجْرُ: غم کے مارے تعلق۔

اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل

ہے ضَجْرٌ

رَجُلٌ ضَجْرٌ: رنج و غم کے مارے تعلق زدہ

شخص۔

أَضَجْرَةُ فُلَانٍ: فلاں شخص نے اسے

کی مثال صُرْدَةٌ اور نَعْرَةٌ ہے۔ اور یہ طرف غیر ممکن ہے۔ جیسے سَحْرٌ ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو کہ لَقَيْتُهُ ضَحًا میں اس سے ضحا یعنی چاشت کے وقت ملا۔ اگر تمہاری مراد اس دن کے چاشت کا وقت ہو تو اس حالت میں تم اسے تنوین سے نہ پڑھو گے۔ اس کے بعد کا وقت الضحَاء ہے جس میں ضاد مفتوح اور الف ممدود ہے۔ یہ مذکر کا صیغہ ہے۔ یہ کافی دن چڑھے کا وقت ہوتا ہے۔ تم اسے یوں استعمال کر کے کہتے ہو کہ أَقَامَ بِالنَّهَارِ حَتَّى أَضْحَى وہ دن کو کھڑا ہوا یہاں تک کافی دن چڑھا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح الصَّبَاح سے أَصْبَحَ فَعَلَ بنائیں۔ یہ لفظ حضرت عمرؓ کے قول میں ہے، آپؓ نے فرمایا: يَا عِبَادَ اللَّهِ اضْحُوا بِصَلَاةِ الضُّحَا یعنی لَا تُصَلُّوْهُا إِلَى ارْتِفَاعِ الضُّحَا: اے لوگو! نماز کو چاشت کے وقت پر پڑھا کر یعنی تب تک نہ پڑھو جب تک دن کافی نہ چڑھے۔

ضَاحِيَةٌ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارہ۔ کہا جاتا ہے کہ هُمْ يَنْزِلُونَ الضَّوَّاحِي یعنی وہ آبادی سے باہر ظاہر کناروں پر اترتے ہیں۔ یعنی نواحی علاقوں میں اترتے ہیں۔

مَكَانٌ ضَاحٍ: ظاہر کھلی جگہ مکان۔

ضَحِيٌّ لِلشَّمْسِ: (حاء مکسور) ضَحَاءٌ

جس میں ضاد اور حاء دونوں مکسور ہیں۔

الضُّحْكَةُ: ایک بار کا ہنسا۔

ضَحِكٌ بِهِ وَمِنْهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے مذاق اڑایا۔

تَضَاحَكَ الرَّجُلُ وَاسْتَضَحَكَ:

دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی آدمی بہ تکلف ہنسا۔

أَضْحَكَهُ اللَّهُ: اللہ اسے ہنسائے۔

رَجُلٌ ضُحْكَةٌ: بے حد اور بہت زیادہ

ہنسنے والا۔ ہنسوڑا اس میں حار مفتوح ہے۔

ضُحْكَةٌ: (حاء ساکن) جس کا تمسخر اڑایا

جائے۔

الاضْحُوْكَةُ: لطیفہ ہنسانے والی بات۔

ض ح ل - اَضْمَحَلَ الشَّيْءُ: چیز

گئی، اِمْضَحَلَ بَنُو كَلْبٍ كَيْ هَا

أَضْمَحَلَ كَايَك لِبَجَّةٍ۔ جس میں میم کو

مقدم کیا گیا ہے۔

ض ح ا - ضُحُوَّةُ النَّهَارِ: سورج طلوع

ہونے کے بعد کا وقت پھر اس کے بعد کا

وقت الضُّحَا: سورج کے طلوع ہونے کا

وقت ہے۔ اس میں الف مصدر ہے اور

صیغہ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے مستعمل

ہے۔ جس نے اسے مؤنث مانا وہ اس

طرف گیا کہ یہ ضُحُوَّةٌ کی جمع ہے اور

جس نے اسے مذکر سمجھا تو وہ اس طرف

گیا کہ یہ فَعْلٌ کے وزن پر اسم ہے۔ اس

دن بکری ذبح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے  
أَضْحِيَّةٌ (ہمزہ مضمومہ اور مکسور) بمعنی  
قربانی۔ اس کی جمع أَضْحِيَّةٌ اور ضَحِيَّةٌ  
بروزن فَعِيلَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع ضَحَايَا  
اور أَضْحَاةٌ ہے۔ اور اس کی جمع أَضْحِي  
ہے جس کی مثال أَرْطَاةٌ کی جمع أَرْطَى  
ہے۔ اسی نسبت اس کا نام یوم الأضْحی پڑا۔  
الغزاة کا قول ہے کہ الأضْحی مذکر اور مؤنث  
دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ البتہ جس  
نے اسے مذکر سمجھا اس نے یوم کو پیش نظر  
رکھا۔

ض خ م - الضَّخْمُ: بھاری، بڑا، دبیز۔  
ہر چیز سے بھاری اور موٹا۔ اس کا مؤنث کا  
صیغہ ضَخْمَةٌ ہے اور جمع ضَخْمَاتٌ ہے  
جس میں خاء ساکن ہے۔ کیونکہ وہ صفت  
ہے۔ اگر وہ اسم ہو تو اس صورت میں خاء  
متحرک ہوگا۔ مثلاً: جَفَنَاتٌ اور نَمْرَاتٌ.  
قَدْ ضَخْمٌ: وہ بڑا بھاری یا موٹا ہو گیا۔  
اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا مصدر  
ضَخِمًا بھی ہے جو عَنَبٌ کے وزن پر  
ہے۔ اس کا اسم فاعل ضَخِمْتُ اور ضَخِمْتُ  
(ضاد مضموم) ہے۔

قَوْمٌ ضِخَامٌ: بھاری بھر کم لوگ۔ موٹے  
لوگ۔ اس میں ضاد مکسور ہے۔

ض د د - الضِّدُّ وَالضُّدِيذُ: اس کی  
جمع أَضْدَادٌ ہے بمعنی مخالف، الٹ کبھی لفظ

(ضاد مفتوح اور الف ممدود) وہ سورج کے  
سامنے ہوا۔ ضَحِي يَضْحِي بروزن  
سَعَى يَسْعَى ضَحَاءً (ضاد مفتوح اور  
الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَأَى  
رَجُلًا مُخْرِمًا قَدْ اسْتَظَلَ فَقَالَ  
أَضْحٍ لِمَنْ أَحْرَمْتُ لَهُ: روایت ہے  
کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو احرام کی  
حالت میں سامنے میں بیٹھ دیکھا تو فرمایا  
کہ جس کے لئے تم نے احرام باندھا ہے  
اس کے سامنے ہو جا۔ محدثین اسی طرح  
اسے ہمزہ مفتوح اور خاء مکسور کے ساتھ  
روایت کرتے ہیں۔ اور یہ اَضْحِي سے  
مشتق ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ یہ لفظ تو  
إَضْحٍ ہے جس میں ہمزہ مکسور ہے اور خاء  
مفتوح۔ اور یہ ضَحِي سے مشتق ہے۔  
کیونکہ ابن عمرؓ نے اس شخص کو سامنے سے  
نکل کر باہر کھلی جگہ دھوپ میں آنے کو کہا۔  
یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: وَأَنْتَ  
لَا تَنْظُمُ فِيهَا وَلَا تَضْحِي وَأَضْحِي  
فَلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا: فلاں شخص ایسا  
کرنے لگا۔ یہاں یہ بطور فعل ناقص  
استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ  
ظَلَّ يَفْعَلُ كَذَا: وہ ایسا کرنے لگا۔

ضَحِي بِشَاةٍ مِنَ الْأَضْحِيَّةِ: اس نے  
ایک بکری کی قربانی دی۔ یعنی قربانی کے

اضْطَرَبُ: حرکت، پریشانی۔  
اضْطَرَبَ امْرُؤٌ: اس کا معاملہ دگرگوں  
ہو گیا۔

ضَارِبَةٌ فِي الْمَالِ: اس نے اس کے  
ساتھ مال کی مضاربت یعنی شراکت و  
تجارت کی۔ اور یہ قرض دینا ہے۔  
الضَّرْبُ: قسم۔

دِرْهَمٌ ضَرْبٌ: درہم سکہ ہے۔ اپنے  
مصدری معنوں میں بیان ہوا ہے۔  
ض ر ج - تَضْرَجُ بِالْدَمِ: خون میں  
لت پت ہو گیا۔

ضَرْبَةٌ أَنْفُهُ بِدَمٍ: اس نے اس کی ناک  
کو خون آلود کر دیا۔ اس کا مصدر تَضْرِيحًا  
ہے یعنی دوسرے کا خون نکالنا۔

ض ر ح - الضَّرْحُ: کنارے کرنا، دور  
کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔

هُوَ شَيْءٌ مُضْطَرَّحٌ: وہ ایک کنارے  
پھینکی ہوئی چیز ہے۔

الضَّرِيحُ: دور اور قبر کے وسط میں دراڑ یا  
رخند۔

اور اللحد: قبر کے کنارے پر دراڑ۔

ضَرَحَ الْقَبْرُ: اس نے قبر کھودی۔ اس کا  
باب بھی قطع ہے۔

ض ر ر - الضَّرُّ: نقصان۔

النَّفْعُ: (فائدے) کی ضد ہے۔ اس کا  
باب رَدٌّ ہے۔

ضد جمع کے صیغے کے طور پر استعمال ہوتا ہے  
مثلاً: قَوْلُ خَدَاوَدَى هِيَ: يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ  
ضِدًّا وَقَدْ ضَادَّهُ مُضَادَّةً وَهَمَّا  
مُضَادَانِ. کہا جاتا ہے کہ لا ضِدَّ لَهُ  
وَلَا ضِدِّيْدٌ لَهُ یعنی لا نظر له ولا  
كُفَّء له: ذات باری کی نہ تو نظیر ہے اور  
نہ ہی اس کا کوئی ہمسرا اور برابر۔

ض ر ب - ضَرْبُهُ يَضْرِبُهُ ضَرْبًا: اس  
نے اسے مارا۔ ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ: وہ  
روئے زمین پر تلاش معاش کے لئے چلا، یا  
سز کیا۔ اس کا مصدر ضَرَبْنَا اور مَضْرَبْنَا  
(راء مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ إِنَّ فِي  
الْفِ دِرْهَمٍ مَضْرَبًا: بے شک ہزار  
درہم پر جزیہ ہے۔

ضَرْبُ اللَّهِ مَثَلًا: اللہ تعالیٰ نے ایک  
مثال بیان کی۔

ضَرْبُ الْجُرْحِ ضَرْبَانَا: (راء  
مفتوح) زخم نے مار ماری یا حوادث زمانہ  
میں مبتلا کر دیا۔

أَضْرَبَ عَنُقَهُ: اس نے اس سے منہ موڑ  
لیا۔

تَضَارَبَا: ان دو آدمیوں نے ایک  
دوسرے کو مارا۔ اضْطَرَبَا کا بھی یہی معنی  
ہے۔

السَّوْجُ يَضْطَرِبُ: لہرس باہم ٹکراتی  
ہیں۔

مؤنث ہیں۔ شاید اس کی جمع ضروروس بھی بتائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول ہے جو اپنے اشعار میں چیچڑی کا وصف بیان کرتا ہے:

وَمَا ذَكَرَ فَنانِ يَكْبِرُ فَنانِي  
شَدِيدُ الْأَزْمِ لَيْسَ لَهُ ضُرُوسُ  
”اب کوئی نہیں جو عمر میں بڑا ہونے کے باعث مؤنث بن جائے۔“

(یعنی چیچڑی جس کا نام قُرَاد ہے اور جو مذکر نام ہے لیکن جب یہ کیڑا بڑا ہوتا ہے تو حَلَمَة کہلاتا ہے جو مؤنث ہے)۔ باوجود داڑھیں نہ ہونے کے یہ بری طرح کا ثنا ہے۔

الضَّرْسُ (راء مفتوح) الكلال في الأسنان: دانتوں کا آم آنا یعنی کھٹا ہو جانا۔

ض ر ط - الضَّرَاطُ: (ضاد مضموم) گوز۔ باؤشکم کا اخراج۔ قَدْ ضَرَطَ يَضْرِبُ ضَرِطًا: (راء مكسور)۔ اس نے ہوا خارج کی، گوز مارا۔

أَضْرَطَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس سے گوز مروایا۔

ضَرَطَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: الْأَخْذُ سُرَيْطٌ وَالْقَضَاءُ ضَرِيطٌ: شاید اس مثل کے الفاظ یوں بھی ہیں: الْأَخْذُ سُرَيْطِي وَالْقَضَاءُ ضَرِيطِي: قرض لینا تو بڑا خوشگوار ہوتا ہے

ضَارَةٌ: (راء مشدود) اس نے اسے نقصان دیا۔

ضَرَّةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم الضَّرْرُ ہے۔

ضَرَّةُ الْمَرْأَةِ: عورت کی سوکن۔ یعنی خاوند کی دو بیویوں کا آپس کا رشتہ۔

البأساء والضراء: سختی۔ یہ دونوں صیغے بغیر مذکر کے مؤنث ہیں۔ یعنی ان کا مذکر کا صیغہ نہیں ہے۔

الضَّرُّ: (ضاد مضموم) کمزوری و بد حالی۔ الْمَضْرَّةُ، المنفعة کی ضد۔ نقصان وہ ہوتا۔

الضَّرَارُ الْمُضَارَّةُ: سخت نقصان وہ۔ رَجُلٌ ذُو ضَارُورَةٍ وَضَرُورَةٍ: صاحب حاجت۔ یا حاجت مند شخص۔

اضْطَرَّ إِلَى الشَّيْءِ: وہ کسی چیز کا محتاج و مجبور ہوا۔

رَجُلٌ ضَرِيْبٌ بَيْنَ الضَّرَارَةِ: اندھا آدمی۔ (ضاد مفتوح ہے)۔

الضَّرَانْدُ: محتاج لوگ۔ ضرور تند لوگ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَضَارُونَ فِي رُؤَيْتِهِ: بعض اسے لَا تَضَارُونَ پڑھتے یا کہتے ہیں۔ یعنی کسی کا حق نہ مارو۔

ض ر س - الضَّرْسُ: داڑھ۔ یہ مذکر ہے، جب تک وہ اس نام سے رہے۔ کیونکہ داڑھوں اور کچلیوں کے سوا باقی سب دانت

فورا آگ لگ جاتی ہے۔ (یہ لکڑی عام طور پر کھیل یا چیل کی لکڑی ہوتی ہے جس کی چپٹیوں سے مشعل تیار کی جاتی ہے)۔

الضَّرْمَةُ: (ض اور ر دونوں مفتوح) کھجور کی شاخیں یا گھاس پھوس جس کے ایک طرف آگ لگی ہو۔

ضَرَمَتِ النَّارِ: آگ بھڑک اٹھی۔ یہی معنی تَضَرَمَتْ اور اضْطَرَمَتْ کا ہے۔

أَضْرَمَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔

ضَرَمَهَا: (تشدید مبالغہ کے لئے ہے) یعنی اس نے خوب آگ بھڑکائی۔

ض ر ا - ضَرَى الْكَلْبُ بِالصَّيْدِ: (راء مکسور) ضَرَاوَةٌ: کتا شکار کا عادی ہو گیا۔

كَلْبٌ ضَارٌ: سدھایا ہوا کتا اور کلبۃ ضارۃ: سدھائی ہوئی کتیا۔

أَضْرَاهُ صَاحِبُهُ: کتے کے مالک نے اسے سدھایا یعنی شکار کا عادی کیا۔

أَضْرَاهُ بِهِ: اس نے اسے اکسایا۔ ضَرَاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَضَرِيَةٌ: اس کا مصدر ہے یعنی اکسانا۔ عادی کرنا۔

قَدْ ضَرَى الرَّجُلُ بِكَذَا: آدمی کو اس کی لت پڑ گئی۔

ضَرَاوَةٌ: لت، عادت، نشہ۔ یہی لفظ

اور اس کا واپس ادا کرنا ناگوار۔ اَضْرَطَ بِهِ اور ضَرَطَ بِهِ تَضْرِيَةً دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی اس نے اس کا مذاق یا تمسخر اڑایا۔ اور گوز مارنے والے کے فعل کو یعنی اس کی آواز اپنے منہ نکالی۔ اس مثل سے مراد یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض لے کر تو خوش ہوتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

ض ر ع - الضَّرْعُ: تھن۔ تمام کھر والے جانوروں کے تھن ہوتے ہیں۔

الضَّرِيْعُ: ایک خاردار جھاڑ جو دوزخ میں دوزخیوں کی خوراک ہوگا۔

ضَرَعَ الرَّجُلُ يَضْرَعُ: (دونوں میں راء مفتوح) ضَرَاعَةٌ: جھکنا اور ذلیل ہونا۔

أَضْرَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے جھکا دیا۔ مثل ہے کہ: الحُمَّى أَضْرَعَتْنِي إِلَيْكَ: بخار نے مجھے تیرا محتاج کر دیا۔

تَضَرَعَ إِلَى اللَّهِ: اس نے اللہ کے حضور گریہ و زاری اور عاجزی کی۔

المُضَارَعَةُ: مشابہت۔

ض ر غ م - الضَّرْعَامُ: شیر۔

ض ر م - الضَّرَامُ: (ضاد مکسور) حلقاء وغیرہ بوٹی میں آگ کا بھڑکنا۔ اس کا معنی

ایسی لکڑی کے ایندھن کی چپٹیاں جن میں



کمزور لوگ۔

ضَعْفَاءٌ وَضَعْفَةٌ: (ضاد اور عین مفتوح اور بغیر تشدید) کا معنی بھی یہی ہے۔ اسْتَضَعْفَةُ: اس نے اسے کمزور خیال کیا۔ خلیل نے بیان کیا کہ تَضَعِيفُ کا معنی یہ ہے کہ اصل پر کچھ اضافہ کیا جائے۔ اور اضافہ کر کے اسے دگنا یا اس سے زیادہ بنا دیا جائے۔ یہی مفہوم اضعاف اور مضاعفہ کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضَعْفُ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو دگنا کر دیا۔ اس کا مصدر تَضَعِيفًا ہے۔ اَضَعَفُهُ وَضَاعَفَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ضِعْفُ الشَّيْءِ: چیز کا مثل یعنی اس کے برابر اور۔ ضِعْفَاؤُ: چیز کا دو گنا۔ اَضْعَافُهُ: چیز کا کئی گنا۔ قول خداوندی ہے: إِذَا لَأَذْقَنَّكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ: یعنی تب تو ہم تجھے زندگی اور موت کا دگنا عذاب چکھائیں گے۔ فرمان خدا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب دگنا کر رکھا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: وَقَعَ فُلَانٌ فِي اَضْعَافٍ كِتَابِهِ: اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سطروں کے درمیان اور حاشیوں پر دستخط کئے۔

اَضْعِيفُ الْقَوْمِ: قوم کو دگنا کر دیا گیا۔

اَضْعَفْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو دگنا کر

حضرت عمرؓ کے اس قول میں ہے: اَيُّكُمْ

وَهَذِهِ الْمَجَازِرُ فَإِنَّ لَهَا ضَرَاوَةَ

كَضَرَاوَةِ الْحَمْرِ: ان ذبیحوں یعنی

کثرت سے گوشت کھانے سے بچو، بے

شک اس میں شراب کا سا نشہ یا لت ہے۔

اس کا ذکر مادہ ج زر کے تحت ہو چکا ہے۔

ض ع ع - ضَعْفَعَةُ: اس نے اسے منہدم

کر دیا۔ گردایا یا زمین بوس کر دیا۔

تَضَعَفْتُ اَرْكَانَهُ: اس کے ستون

زمین بوس ہو گئے۔

ضَعْفَعَةُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے مار

گرایا۔ فَتَضَعَفُ: تو وہ زمین بوس ہو

گیا۔ یعنی تباہ ہو گیا، یا ذلیل و خوار ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے: مَا تَضَعَفُ عَمْرُو

اَلْاٰخِرُ لآخِرٍ يُرِيْدُ بِهِ عَرْضَ الدُّنْيَا

اِلَّا ذَهَبَ ثَلَاثًا دِيْنَةً: جب کوئی شخص کسی

دوسرے کے سامنے کسی دنیاوی فائدے

کے لئے عاجزی و انکساری کرتا ہے تو اس کا

دو تہائی دین جاتا رہا۔

ض ع ف - الصُّعْفُ: (ضاد مفتوح و

مضموم) کمزوری۔ لاغری، یہ قوت کی ضد

ہے۔

قَدْ ضَعِفَ فَهُوَ ضَعِيفٌ: وہ آدمی کمزور

ہو گیا تو ایسا شخص ضعیف ہے۔

اَضْعَفَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے

کمزور کر دیا۔ قَوْمٌ ضِعَافٌ: کمزور قوم یا

نے اسے فلاں شخص پر نگران مقرر کر کے بھیجا۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا تاکہ یہ کام کرنے والے پر کام کے لئے دباؤ ڈالے بقول معاذ: كَانَ عَلَيَّ ضَاعِطًا: مجھ پر ایک نگران تھا۔

ض غ م - الضَّيْعَمُ: شير۔  
ض غ ن - الضَّغْنُ وَالضَّغِينَةُ: حد اور کینہ۔

قَدْ ضَغِنَ عَلَيْهِ: اس نے اس سے حد کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔  
تَضَاعَنَ الْقَوْمُ: قوم یعنی لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ حد کیا۔

وَاضْطَغَنُوا: اور انہوں نے ایک دوسرے سے حد کیا۔  
ض ف د ع - الضَّفِيدُ: مینڈک۔

بروزن الخنصر: اس کی جمع الضَّفَادِعُ ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ ضَفْدِعَةٌ ہے۔ بعض لوگ اسے ضاد مفتوح کر کے پڑھتے ہیں یا بولتے ہیں۔ خلیل نے اس سے انکار کیا ہے یعنی اس کے درست ہونے سے۔

ض ف ر - الضَّفَرُ: بالوں کا گوندھنا یعنی مینڈھیاں بنانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ التَّضْفِيرُ کا معنی بھی یہی ہے۔  
الضَّفِيرَةُ العَقِيصَةُ: مڑی ہوئی مینڈھی یعنی بالوں کی چوٹی یا چٹیا۔

دیا۔ اس دگنی کی ہوئی چیز کو مَضْعُوفٌ کہتے ہیں۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔

ض غ ب س - الضَّغْيُوسُ: بروزن العُضْفُورُ اور الضَّغَابِيْسُ: چھوٹے چھوٹے کھیرے یا گلڑی کے چھوٹے چھوٹے دانے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَهْدَى بِرَسُولِ اللَّهِ ضَغَابِيْسُ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چھوٹے چھوٹے کھیرے یا گلڑی کے دانے بطور ہدیہ و تحفہ پیش کئے گئے۔

ض غ ث - الضَّغْتُ: مٹھی بھر سوکھے گیلے ملے جلے تینکے۔

اضْغَاثُ أَخْلَامٍ: ایسے خواب جن کے گڈمڈ ہونے کے باعث ان کی درست تعبیر نہ ہو سکے۔

ض غ ط - ضَغَطَةٌ: اس نے اسے دکھیل کر دیوار وغیرہ کے ساتھ لگا دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اسی سے ضَعَطَةُ الْقَبْرِ کی اصطلاح مشتق ہے۔ یعنی قبر کا دباؤ۔ اس میں ضاد مفتوح ہے۔ البتہ الضُّغَطَةُ (ضاد مضموم) کا معنی سختی اور مشقت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللَّهُمَّ اِرْفَعْ عَنَّا هَذِهِ الضُّغَطَةَ: اے اللہ ہم سے یہ مشقت اور تکلیف سختی و سختی التاؤدے۔ یعنی دور کر دے۔

الضَّاعِطُ: نگران اور امین۔ کہا جاتا ہے کہ: أَرْسَلَهُ ضَاعِطًا عَلَيَّ فُلَانٍ: اس

بن گئی۔ اس کا باب عَدَّ اور سَمَّا ہے۔

تَوْبُ ضَافٍ: کھلا، یا فراخ کپڑا۔

ض ل ع - الضِّلَعُ: بروزن عِنَبُ:

پہلی۔ اس کی جمع الضِّلُوعُ اور

الاضْلَاعُ ہے۔ مفرد لفظ میں لام کو ساکن

کرنا جائز ہے یعنی الضِّلَعُ کہنا بھی جائز

ہے۔

الضِّلَعُ بروزن الضَّرْعُ: میلان ورجحان،

جھکاؤ۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رسول اللہ

ﷺ کا فرمان ہے: اَعُوذُ بِكَ مِنْ

ضَلْعِ الدِّينِ: میں تجھ سے قرض کے

بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ:

ضَلَعَكَ مَعَ فُلَانٍ: تیرا میلان اور

خواہش فلاں شخص کی طرف ہے۔ مثل

مشہور ہے کہ: لَا تَنْقِشِ الشُّوْكَةَ

بِالشُّوْكَةِ فَإِنَّ ضَلْعُهَا مَعَهَا: (حجے

ہوئے) کانٹے کو کانٹے سے نکالنے کی

کوشش نہ کرو کیونکہ اس کانٹے کا میلان

اس کانٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ مثال اس

شخص کے بارے میں دی جاتی ہے جو

دوسرے شخص سے لڑتا جھگڑتا ہو تو وہ اسی

سے کہے کہ اپنے اور میرے درمیان اس

شخص کو واسطہ بناؤ تو فریق مخالف کا ہم

خیال ہو۔

تَضَلَّعَ الرَّجُلُ: آدمی نے خوب کھایا

پیا۔

تَضَافَرُوا عَلَى الشَّيْءِ: انہوں نے

ایک بات پر تعاون یا اتفاق کیا۔

ض ف ف - الضَّفْفُ: (ضاد اور فاء

دونوں مفتوح) کثرت عیال۔ عیالدار۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُبْزٍ وَلَحْمٍ إِلَّا

عَلَى ضَفْفٍ: رسول اکرم ﷺ نے

صرف لوگوں کے ساتھ مل کر ہی سیر ہو کر

روٹی اور گوشت تناول فرمایا۔ یعنی اکیلے میں

کبھی پیٹ بھر کے گوشت اور روٹی نہیں

کھائی۔ خلیل کا قول ہے کہ الضَّفْفُ کا معنی

کھانے پر ہاتھوں کی بہتات ہے۔ ابو زید

اور ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی

تنگی اور شدت ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ

مال کم ہو اور کھانے والے بہت۔ القراء نے

کہا کہ اس لفظ کا معنی حاجت اور ضرورت

ہے۔

الضَّفَّةُ: (ضاد مکسور) کا معنی دریا یا نہر کا

کنارا ہے۔

ض ف ن - الضَّيْفُنُ: ضَيْفٌ: بمعنی

مہمان کے ساتھ تاکید کے لئے بیان کیا گیا

ہے۔

ض ف ا - الضَّفْوُ: خوشگوااری، دل

پسندی، آسودہ حالی۔

قَدْ ضَفَا الشَّيْءُ: چیز دل پسند یا پسندیدہ

کہ تم نے اسے ضائع کر دیا یا ہلاک کر دیا۔  
 ضَلَّتِ الْمَسْجِدَ وَالْدَّارَ إِذَا لَمْ  
 تَعْرِفْ لَوْضَعَهُمَا: جب تمہیں مسجد اور  
 گھر کی جگہ یا موقع کا پتہ نہیں تو تم نے مسجد  
 اور گھر دونوں کو ضائع کر دیا۔ اور اسی ہر مہتمم  
 جگہ کا پتہ معلوم نہ ہونے کے باعث وہاں  
 تک راہ نہیں پاسکتا۔ حدیث شریف میں  
 ہے کہ: لَعَلِّي أَضِلُّ اللَّهُ: اس سے مراد  
 یہ ہے کہ سب کہیں خدا سے اوجھل نہ ہو  
 جاؤں۔ قول خداوندی ہے: إِذَا ضَلَلْنَا  
 فِي الْأَرْضِ: کیا جب ہم زمین میں  
 پوشیدہ ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ  
 اصل حدیث شریف یہ ہے کہ: إِنَّ بَعْضَ  
 الْعَصَاةِ الْخَائِفِينَ قَالَ لَاهِلَهُ  
 إِذَا فَاخِرُ قَوْمِي ثُمَّ ذُرُونِي فِي  
 الرِّيحِ لَعَلِّي أَضِلُّ اللَّهُ تَعَالَى: کہ  
 کسی سرکش شخص نے جو خوفزدہ لوگوں میں  
 سے تھا۔ اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب  
 میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور مجھے یعنی  
 میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اس طرح شاید  
 میں اللہ کی نظروں سے بچھپ جاؤں یا  
 بچھپ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ  
 تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا اور وہ گمراہ ہو  
 گیا۔ تم کہتے ہو کہ: إِنَّكَ تَهْدِي  
 الضَّالَّ وَلَا تَهْدِي الْمُتَضَالَّ: آپ  
 کسی راستے سے بھٹکے شخص کو تو راہ دکھا سکتے  
 ہیں، لیکن جان بوجھ کر بھٹکنے والوں یا ایسا

ض ل ل - ضَلَّ الشَّيْءُ: چیز گم ہوگئی یا  
 ضائع ہوگئی۔ اس کا مضارع يَضِلُّ  
 الضَّالَّةُ: گم شدہ چوپایہ زہو یا مادہ۔  
 أَرْضٌ مَضِلَّةٌ: (ضاد مفتوح اور کسور اور  
 میم مفتوح) ایسی زمین یا علاقہ جہاں  
 انسان راہ بھٹک جائے۔ محاورہ ہے: فُلَانٌ  
 يَلُؤُ مَنِيَّ ضَلَّةً إِذَا لَمْ يُؤَوِّقْ لِلرَّشَادِ  
 فِي عَذَلِهِ: جب وہ میرے سر ہدایت  
 ہونے پر مجھے لعنت ملامت کرنے میں  
 کامیاب نہ ہوا تو وہ اب میرے راہ بھٹکنے پر  
 مجھے ملامت کرتا ہے۔  
 رَجُلٌ ضَلِيلٌ وَمُضَلَّلٌ: سخت گمراہ اور  
 بھٹکا ہوا شخص۔  
 الضَّالُّ: گمراہی۔

الرَّشَادُ: ہدایت کی ضد ہے۔  
 قَدْ ضَلَّ يَضِلُّ ضَلَالًا وَضَلَالَةً: وہ  
 راہ سے بھٹک گیا۔ قول خداوندی ہے: قُلْ  
 إِنْ ضَلَلْتُ فَأَنَّمَا أَضِلُّ عَلَى  
 نَفْسِي: (اے نبی ﷺ لوگوں سے)  
 فرمائیے کہ اگر میں بھٹک گیا تو لازماً اس کا  
 نقصان میری ہی جان کو ہوگا۔ یہ نجد والوں  
 کا لہجہ ہے اور یہ فصیح لغت ہے۔ اہل عالیہ  
 (بالائی علاقے کے لوگ) ضَلِلْتُ سے  
 أَضِلُّ (ضاد دونوں میں کسور ہے) أَضَلُّهُ  
 اس نے اسے ضائع اور ہلاک کر دیا۔ بقول  
 ابن السکیت: أَضَلَّتْ بَعِيرِي: جب  
 میرا اونٹ تیرے ہاتھوں سے نکل گیا تو سمجھ

أَضْمَرَهُ: مالک نے اسے لاغریا چھیرا بنا دیا۔

ضَمْرَهُ تَضْمِيْرًا فَاضْطَمَرَهُو: اس نے اسے اچھی طرح لاغر کر دیا تو وہ لاغر ہو گیا۔

نَاقَةٌ ضَامِرٌ وَضَامِرَةٌ: لاغر و کمزور اونٹنی۔

تَضْمِيْرُ الْفَرَسِ کا یہ معنی بھی ہے کہ اسے چارہ کھلائیں تاکہ وہ فربہ ہو جائے۔ یہ عمل چالیس دن جاری رہتا ہے۔ اس مدت کو المِضْمَار کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد قوت بحال ہوتی ہے۔ جہاں گھوڑوں کا یہ عمل کیا جاتا ہے۔ اس جگہ کو بھی المِضْمَار کہتے ہیں۔

أَضْمَرَ فِي نَفْسِهِ شَيْئًا: اس نے اپنے نفس میں کوئی بات چھپا رکھی۔ اس کا اسم الضْمِيْرُ ہے۔ جس کی جمع ضَمَانُو ہے۔ المِضْمَرُ: جگہ اور چھپائے رکھنے والی بات۔

الضَّمَارُ: جس قرض کی وصولی کی کوئی امید نہ ہو اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں وثوق نہ ہو۔

ض م م - مَضْمٌ الشَّيْءُ إِلَى الشَّيْءِ

فَانضَمَّ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں ملا دیا، تو وہ اس کے ساتھ مل گئی۔ ضَامَةٌ: اس نے اسے ملا دیا۔

ظاہر کرنے والے کو راہ نہیں دکھا سکتے۔

تَضْلِيْلُ الرَّجُلِ: کسی شخص کو گمراہی کی طرف منسوب کرنا۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعْرٍ أَيْ فِي هَلَاكٍ: بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دوزخ کی آگ میں ہیں یعنی ہلاکت میں ہیں۔

ض م خ - تَضَمَّخَ بِالطَّيْبِ: اس نے اپنے پر عطر یا خوشبو تھوپ دی یعنی وہ عطر میں لت پت ہو گیا۔

ضَمَّخَةَ عَرْدَةً: کسی اور نے اسے عطر مل دیا۔ اس کا مصدر تَضْمِيْخًا ہے۔

ض م د - ضَمَدَ الْجُرْحَ: اس نے زخم پر مرہم پٹی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الضَّمَادَةُ: (ضاد کسور) پٹی۔ مرہم پٹی۔ ضَمَدَ رَأْسَهُ تَضْمِيْدًا: اس نے سر کی اچھی طرح سے مرہم پٹی کی۔ یعنی پگڑی کے علاوہ اس نے سر کو پٹی سے یا کسی کپڑے سے باندھ دیا۔

ض م ر - الضَّمْرُ: (میم ساکن و مضموم) لاغری اور جسم پر کم گوشت۔

قَدْ ضَمَرَ الْفَرَسَ: گھوڑا لاغر بدن یا چھیرا ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ضَمْرٌ: (میم مفتوح) ضَمْرًا بروزن قُضِلَ کا بھی یہی معنی ہے۔ اسم فاعل ضَامِرٌ ہے۔

بَعَثَهُ اللَّهُ صَمِنًا: جو شخص مجاہدین کی فہرست میں اپنے آپ کو معذور لکھوائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اسی حال میں اٹھائیں گے۔

الصَّامِنَةُ مِنَ النَّحِيلِ: کھجور کا وہ درخت جو کسی دیہات میں ہو یا گھر کے اندر ہو۔<sup>۱</sup> اس کا ذکر حدیث حارث میں ہے۔  
الْمَصَامِينُ: نرجانداروں کے صلہوں میں جو کچھ ہوتا ہے۔

ض ن ک - الضَّنْكَ: تنگ۔  
ض ن ن - ضَنَّ بِالشَّيْءِ يَضِنُّ: ضِنًا (ضاد مکسور) اور ضِنَانَةٌ (ضاد مفتوح) اس نے چیز میں بخل کیا۔ ایسے شخص کو ضَعِينٌ بہ یعنی بخیل کہتے ہیں۔ الفراء کا قول ہے کہ: ضَنَّ يَضِنُّ (ضاد مکسور) ضِنًا: ایک لہجہ ہے۔

فُلَانٌ ضِنِيٌّ مِّنْ بَيْتِنِ إِخْوَانِيٌّ: میرے بھائیوں میں سے فلاں شخص بخیل ہے۔ یہ نیم اختصاں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ لِلَّهِ ضِنًّا مِّنْ خَلْقِهِ يُحِبُّهُمْ فِي عَافِيَةٍ وَيُمِيتُهُمْ فِي عَافِيَةٍ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی مخلوق کے لئے بخل کی حد تک لگاؤ ہے وہ انہیں عافیت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور عافیت میں مارتا

۱ ایسے درخت جو بیٹیوں یعنی بھلوں یا گھروں کے اندر ہوں تو ان پر کوئی لینے والوں کو کوئی دخل یا اعتبار نہیں ہے۔

تَصَامَ الْقَوْمُ: قوم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی۔

اضْطَمَّتْ عَلَيْهِ الضُّلُوعُ اى اشْتَمَلَتْ: اس کی پسلیاں اس پر جڑ گئیں یعنی اکٹھی ہو گئیں۔

ض م ن - ضَمِنَ الشَّيْءُ: (میم مکسور) ضَمَانًا: اس نے چیز کی ضمانت دی، ایسے شخص کو ضَامِنٌ اور ضَمِينٌ کہتے ہیں۔ ضَمْنَةُ الشَّيْءِ تَضْمِينًا فَتَضْمَنُهُ عنه: اس نے اسے کسی چیز کا ضامن بنا دیا تو وہ اس کی طرف سے ضامن بن گیا۔ مثلاً: غَرَمَةٌ: اس نے اس پر تاوان ڈالا۔ ہر وہ چیز جسے آپ برتن میں ڈالیں گویا آپ نے اس کی ضمانت حاصل کی۔

المُضْمَنُ مِنَ الْبَيْتِ: شعر کا وہ صیغہ جس کے معنی تب تک مکمل نہ ہوں جب تک اس کے بعد والا حصہ ساتھ نہ ملے۔

فَهَمَّتْهُ مَا تَضْمَنَهُ كِتَابُكَ: جو کچھ آپ کی کتاب یا خط میں درج ہے میں نے اسے سمجھ لیا۔ اور میں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کر لیا۔

الضَّمَانَةُ: پرانا ہو جانا۔ قَدْ ضَمِنَ الرَّجُلُ: آدمی پرانا ہو گیا۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ ایسا شخص ضَمِينٌ یعنی پرانا روگی کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اِكْتَتَبَ نَفْسَهُ ضَمِنًا

ہے۔  
 ض و ر - ضَارَةٌ: اس نے اسے نقصان پہنچایا، یا تکلیف دی۔  
 ض و ر - ضَرَّةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔  
 الضُّوْرُ: مارکھاتے وقت کسی کا چہنچا چلانا اور لوٹ پوٹ ہونا، بیچ و تاب کھانا۔  
 ض و ع - ضَاعَ المِسْكُ: خوشبو پھیل گئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔  
 تَضَوَّعَ کا معنی بھی یہی ہے اور تَضَيَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔  
 ض و ی - الضُّوْیُ: کمزوری، دہلا پن۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔  
 غَلَامٌ ضَاوِيٌّ: لڑکا کم وزن اور دبلا ولاغر ہے۔  
 فِيْهِ ضَاوِيَّةٌ: اس میں کمزوری ہے۔  
 جَارِيَةٌ ضَاوِيَّةٌ: نحیف ولاغر لونڈی۔  
 حدیث شریف میں ہے کہ: اغْتَرِبُوا لَا تَضُؤُوا: اجنبی عورتوں سے شادی کرو، چچا زادوں سے شادی نہ کرو، یوں تم لاغراور دبے نہیں ہو گے۔ یعنی نسل کمزور اور لاغر نہیں ہوگی۔ یہ اس لئے کہ عربوں کا خیال یہ ہے کہ آدمی کی اپنی قرابت دار بیوی کے بطن سے کمزور اور لاغر اولاد پیدا ہوگی۔  
 معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی قرابت دار بیوی سے اولاد شریف اور اپنی قوم کی

ہے۔  
 هَذَا عَلَقٌ مَضْنَةٌ: (ضاد مشروح اور کمسور) یہ ایسی قیمتی چیز ہے جس میں بخل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جو کسی کو دینے کے لئے جی نہیں چاہتا۔  
 ض ن ی - الضَّنَى: مرض، بیماری۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ ایسے مریض کو رَجُلٌ ضَنِيٌّ اور رَجُلٌ ضَنِيٌّ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: تَرَكَتُهُ ضَنِيٌّ وَضَنِيْنَا: میں نے اسے بیماری کی حالت میں چھوڑا۔  
 اَضْنَاهُ المَرَضُ: بیماری نے اسے گراں بار کر دیا۔ بیماری اس پر بوجھ بن گئی۔  
 ض ه ا - المَضَاهَاةُ: ہم شکل ہونا۔ یہ لفظ حرف ہمزہ کیساتھ اور حرف لین دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی ہاء کو بغیر ہمزہ سے پڑھا جاتا ہے۔  
 ض ه ی - المَضَاهَاةُ: مشابہ یا ہم شکل ہونا۔ اسے ہمزہ اور حرف لین سے دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔  
 ض و ا - الضُّوْءُ وَ الضُّوْءُ: (ضاد مضموم) الضِّيَاءُ: روشنی۔  
 ضَاءَتِ النَّارُ تَضُوْءُ ضَوْعًا وَ ضَوْءًا: آگ روشن ہوئی۔  
 اَضَاءَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔  
 اَضَاءَتْ غَيْرُهَا: کسی اور نے اسے روشن کیا۔ یہ فعل لازم و متعدی دونوں

کہنا چاہئے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الضیعة سے مراد شہری لوگوں کے نزدیک کھجور، انگور اور زمین ہے۔ اور عرب الضیعة سے صنعت و حرفت کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تَضَيَعُ الْمِسْكُ تَضَوُّعًا: بمعنی خوشبو پھیل گئی، ایک لہجہ ہے۔

ضیفن: دیکھیے بذیل ض ف ن اور ض ی ف۔

ض ی ف - الضیف: مہمان، واحد اور جمع دونوں کے لئے مشترک۔ لیکن اس کی جمع الأضياف، الضیوف اور الضیفان بنائی جاتی ہے۔

المرأة ضیفة: مہمان عورت۔

أَضَافَ الرَّجُلُ وَضَيْفَهُ تَضْيِيفًا: اس نے کسی شخص کو بطور مہمان بلایا اور اس کی مہمان درازی یا خاطر تواضع کی۔ یہی معنی تَضْيِيفُهُ کا ہے۔

تَضَيَّفَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہونے کے قریب ہوا۔

أَضَافَ الشَّيْءُ إِلَى الشَّيْءِ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں جمع کیا۔

المُضَافُ: قوم کے ساتھ چمٹا ہوا یا جڑا ہوا شخص۔

الضیفان: مہمان کے ساتھ آنے والا

طبیعت اور مزاج پر پیدا ہوتی ہے۔

ض ی ز - ضَاذٌ فِي الْحُكْمِ: اس نے فیصلہ دینے میں زیادتی کی یا ظلم کیا۔

ضَاذَةٌ حَقَّةٌ: اس نے اس کا حق مارا۔ ان دونوں کا باب بَاعٌ ہے۔ قول خداوندی

ہے: قِسْمَةٌ ضِيْزِيٌّ ظَالِمَانَةٌ اور بے انصاف تقسیم۔ یہ فُعْلَى کا وزن ہے۔ اس کی مثال طُوبَى اور حُبْلَى ہے۔ حرف

اول کے نیچے کسرہ محض اس لئے ہے کہ یاء سلامت رہے۔ کیونکہ عربی زبان میں

فِعْلَى کے وزن پر صفت نہیں آتی۔ یہ وزن تو صرف مبنی اسماء کے لئے ہے مثلاً:

الشُّعْرَى اور الدِّفْلَى عربوں میں ایسے بھی ہیں جو ضِعْزَى کو ہمزہ کے ساتھ تلفظ

کرتے ہیں۔

ض ی ع - ضَاعَ الشَّيْءُ يَضِيعُ ضِيَاعًا وَضِيَاعًا: (ضاد مفتوح اور

کسور) چیز ضائع ہوگئی۔

فُلَانٌ يَدَارُ مَضِيعَةً بِرُوزَانِ مَعِيشَةٍ: فلاں شخص جائے ہلاکت میں ہے۔

الاضاعة والتضييع کا ایک ہی معنی ہے۔

الضیعة: جائیداد۔ زمین و مکان وغیرہ۔ اس کی جمع ضیاع اور ضیع ہے۔ اس کی

مثال بَدْرَةٌ کی جمع بَدَرٌ اور الضیعة کا اسم تصغیر ضیعة ہے اسے ضویعة نہیں



ضَيِّقٌ عَلَيْهِ الْمَوْضِعُ: لوگوں کے قول:

ضَاقَ بِهِ ذُرْعًا: کا معنی ہے کہ وہ لاچار

اور بیزار ہو گیا۔

تَضَاقَ الْقَوْمُ: لوگ ایک دوسرے سے

بیزار ہو گئے یا دل تنگ ہو گئے اور ان میں

اخلاق و جگہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کو

برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔

ض ی م - الضَّيْمُ: ظلم۔

قَدْ ضَامَهُ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا

باب بَاعٌ ہے۔ اسم فاعل مُضَيِّمٌ ہے یعنی

ظلم کرنے والا۔ اِسْتَضَامَهُ کا بھی یہی معنی

ہے۔ اسم مفعول مُسْتَضَامٌ ہے۔ بمعنی

مظلوم۔

قَدْ ضَمْتُ: (ضاد مضموم) مجھ پر ظلم ہوا۔

یہ فعل مجہول ہے۔ اس میں تین لہجے ہیں:

(۱) ضَيِّمَ الرَّجُلُ،

(۲) ضَيِّمَ الرَّجُلُ: (ضاد کی ضمہ کا

اظہار اشام سے ہوگا) اور

(۳) ضَمُّومٌ۔

اس کی شرح مادہ ب ی ع میں گزر چکی

ہے۔ ان تینوں لہجوں میں اس لفظ کے معنی

ہے کہ آدمی پر ظلم کیا گیا۔

والأخص۔ اس میں نون زائدہ ہے۔

إِضَافَةُ الْأِسْمِ إِلَى الْأِسْمِ: ایک اسم کو

دوسرے اسم کے ساتھ اضافت دینا اس

سے غرض اسے معرفہ بنانا اور خاص کرنا ہوتا

ہے۔ لہذا کسی چیز کو خود اپنے ساتھ ہی

اضافت نہیں دی جاسکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو

ایک کو دوسرے کے ساتھ اضافت دینے کی

ضرورت نہ ہوتی۔

ض ی ق - ضَاقَ الشَّيْءُ: چیز تنگ

ہوگی۔ اس کا باب بَاعٌ ہے۔ اور مصدر

ضَيِّقًا بھی ہے۔

الضَّيِّقُ - الضَّيِّقُ کی مخفف صورت۔

قَدْ ضَاقَ عَنْهُ الشَّيْءُ: اس سے کوئی

چیز تنگ ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ: لَا يَسْعُنِي

شَيْءٌ وَيَضِيقُ عَنكَ: جو چیز تم سے

تنگ ہو وہ میرے ہاں بھی وسعت نہیں

پاسکتی۔ بلکہ جب میرے لئے کشائش ہوگی

تو تمہارے لئے بھی کشائش ہوگی۔ صاحب

کتاب نے بذیل مادہ و س ع اسی طرح

اس کی تفسیر کی ہے۔

ضَاقَ الرَّجُلُ: آدمی بخیل ہوا۔

أَضَاقَ: اس کا مال جاتا رہا۔

## بَاب الطَّاءِ

اور بھوننا دونوں ہے۔ تم کہتے ہو کہ: ہذہ  
خُبْزَةٌ جَيِّدَةُ الطَّبِيخِ: اور یہ اچھی طرح  
پکی ہوئی اینٹ ہے۔ نیز تم کہتے ہو کہ ہذا  
مُطْبَخُ القَوْمِ: (طام مشد) و ہذا  
مُشْتَوَاهِمُ: یہ قوم کی بھی ہے اور یہ ان  
کے گوشت بھوننے کی جگہ ہے۔

ط ب ع - الطَّبْعُ: مزارع عادت و  
خصلت جو انسان کی گھٹی میں پڑتا ہو۔ یہ  
لفظ دراصل مصدر ہے۔

الطَّبِيعَةُ کا معنی بھی وہی ہے۔

الطَّبِيعُ: مٹی وغیرہ کی تاثیر۔

الطَّبَاعُ: کا (باء مفتوح) بمعنی مہر اور بقاء  
مکور بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

طَبَعَ عَلَى الكِتَابِ: اس نے خط پر مہر  
لگادی۔

طَبَعَ السَّيْفِ وَالدَّرْهَمِ: اس نے نوار  
اور درہم ڈھالے یا بنائے۔

طَبَعَ مِنَ الطَّيْنِ جَرَّةً: اس نے مٹی سے  
گھڑا بنایا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔

ط ب ق - الطَّبَقُ: طبقہ، مرتبہ۔ اس  
جمع طبقات اور مرتبے۔

السَّمَوَاتِ طَبَاقٌ: آسمان طبقات کا  
منقسم ہیں یعنی ایک کے اوپر ایک۔

طَامِنٌ: دیکھئے بذیل مادہ ط م ن۔

طَائِفَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ط و ف۔

ط ب ب - الطَّبِيبُ: علم طب کا جاننے  
والا۔ اس کی جمع قَلَّتْ أَطِبَّةٌ اور جمع  
کثرت أَطِبَاءٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ طَبِيبٌ  
يَا رَجُلُ (باء مکسور) طَبِيبًا: یعنی اے شخص تو  
طیب بن گیا۔

المُتَطَبَّبُ: طیب نما، جعلی طیب۔

الطَّبُّ: (طام مفتوح اور مضموم) اس کے

تلفظ کے دو لہجے ہیں۔ عربوں کے ہاں ہر

ماہر اور تجربہ کار شخص کو طیب کہتے ہیں۔

ط ب ر ز ذ: بقول اصمعی طبرزد چینی یا

مصری۔ سفید رنگ کی سخت چینی اسے

سُكَّرٌ طَبْرَزْلٌ اور طَبْرَزْنٌ کہتے ہیں۔

طَبْرَزْلٌ اور طَبْرَزْنٌ: دیکھئے بذیل مادہ

ط ب ر ز ذ۔

ط ب خ - طَبَخَ القِدْرَ وَاللَّحْمَ: اس

نے ہانڈی (سالن) اور گوشت پکایا۔

فَأَنْطَبَخَ تو وہ پک گیا۔ اس کا باب أَنْصَرَ

ہے۔ پکانے کی جگہ یعنی کچن کو مُطْبَخٌ کہتے

ہیں۔ (میم مفتوح) اِطْبَخَ (طام مشد)

اس نے پکوان تیار کرایا۔ ابن السکیت کا

قول ہے کہ: اِطْبَاخٌ کا معنی ہانڈی میں پکانا

معرب کلمہ۔

ط ب ل - الطَّبْلُ: بجانے والا ڈھول یا دف۔

طَبْلُ الدَّرَاهِمِ: جس پر درہم گئے جاتے ہیں۔

ط ج ن - الطَّيِّجُنُ اور الطَّاجِنُ: (جیم مفتوح) کڑاھی۔ دیگ جس میں کوئی چیز

اُپالی جائے۔ یہ دونوں لفظ معرب ہیں۔ کیونکہ اصل عربی کلام میں طاء اور جیم دونوں حرف اکٹھے نہیں آتے۔

ط ح ل - الطِّحَالُ: تلی۔ سیاہ رنگ کا گوشت کا ٹکڑا۔

ط ح ل ب - الطُّحَلْبُ: (طاء مضموم، لام مضموم و مفتوح) وہ سبز رنگ کی کائی جو کھڑے پانی کی سطح پر جم جاتی ہے۔

قَدْ طَحَلَبَ الْمَاءُ: پانی پر کائی جم گئی ہے۔ یہ لفظ دَخْرَج کے وزن پر ہے۔

عَيْنٌ مَطْحَلِبَةٌ: (لام مکسور) ایسا چشمہ جس پر کائی جمی ہوئی ہو۔

ط ح ن - طَحَنَتِ الرَّحَى الْبُرُّ: چکی نے گندم کو پیسا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الطِّحْنُ: (طاء مکسور) آٹا۔

الطَّاحُونَةُ الرَّحَى: چکی کی پائی۔

الصَّوَّاحِنُ: داڑھیں۔

الطَّحَّانُ: اگر اسے طَحَنَ بمعنی پیسا سے مشتق بنائیں تو پھر فعل حال جاری ہوگا۔

الطَّبَقُ: حال، حالت۔ قول خداوندی ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ: تم

قیامت کے دن ضرور ایک حالت سے دوسری حالت میں لائے جاؤ گے۔

التَّطَبُّقُ فِي الصَّلَاةِ: نماز کے دوران رکوع میں دونوں رانوں کے درمیان رکھنا۔

المُطَابَقَةُ: موافقت۔

التَّطَابُقُ: اتفاق۔

طَابِقٌ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان مطابقت پیدا کی یعنی دو

چیزوں کو ایک ہی رخ پر رکھا اور انہیں جوڑ دیا۔

أَطْبَقُوا عَلَى الْأُمْرِ: انہوں نے بات پر اتفاق کر لیا۔

أَطْبَقَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو ڈھانپ دیا۔

جَعَلَهُ مُطَبَّقًا فَتَطَبَّقَ: اس نے اسے تہ تہ رکھ دیا تو وہ ایسا ہو گیا۔ اور یہ الفاظ

لوگوں کے قول میں ہیں کہ لَوْ تَطَبَّقَتِ السَّمَاءُ عَلَى الْأَرْضِ مَا فَعَلْتُ كَذَا: اگر آسمان بھی زمین پر تہ تہ رکھے

جاتے تو میں تب بھی ایسا نہ کرتا۔

الْحَمَى الْمُطَبَّقَةُ: (باء مکسور) مستقل رہنے والا بخار جو نہ رات کو مریض کو چھوڑتا

نہ دن کو۔

الطَّابِقُ: بڑی پختہ اینٹ۔ فارسی سے

مقابلہ کرنا۔ میں کہتا ہوں کہ المُطَارَحَةُ  
کا معنی ہے قوم کا ایک دوسرے کے سامنے  
مسائل کا پیش کرنا۔ تم کہتے ہو: طَارَحَهُ  
الكلام: اس نے بات اس کے سامنے  
پیش کی۔ یہ فعل متعدی بہ و مفعول ہے۔

طَرَّ جہارہ: دیکھئے بذیل مادہ ط ر ج ہ ل۔  
ط ر ج ہ ل - الطَّرَّ جہالۃً: چھوٹا پیالہ۔  
شاید اسے لوگوں نے الطَّرَّ جہارہ بھی کہا  
ہے یعنی بجائے لام کے راء کے ساتھ۔

ط ر د - طَرَدَهُ: اس نے اسے دور کر دیا۔  
یا ہٹا دیا یا دھتکارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
اس کا مصدر طَرَدًا (طاء اور دال مفتوح)  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَرَدَهُ کا معنی پس وہ  
چلا گیا۔ اس مادہ سے اَنْفَعَلَ اور اَفْعَلَ کے  
وزن پر فعل نہیں آتا۔ صرف گھٹیا گفتگو میں  
ہی ان ابواب کے وزن پر اس مادہ سے فعل  
کا صیغہ بنتا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَطْرُودٌ  
بمعنی دھتکارا ہوا ہے۔

طَرَيْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔  
أَطْرَدَهُ السُّلْطَانُ: حاکم نے اسے شہر  
بدر کر دیا۔ یہ صیغہ الف زائدہ کے ساتھ  
ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ أَطْرَدَ  
الرَّجُلُ غَيْرَهُ: آدمی نے کسی دوسرے کو  
دھتکار دیا۔

اِرْطَرَدَهُ: اس نے اسے جلا وطن کر دیا  
دوسرے سے کہا کہ اِذْهَبْ عَنَّا: ہم سے

اور اگر اسے الطَّحُّ اور الطَّحَا سے مشتق  
بنالیں تو پھر فعل حال جاری نہ ہوگا تو اس کا  
معنی پھیلی ہوئی زمین ہے۔

ط ح ا - طَحَاهُ: اس نے اسے پھیلا دیا۔  
اس کی مثال ذَحَاهُ ہے۔ اس کا باب عَدَا  
ہے۔

ط ر ا - طَرَأَ عَلَيْهِ: کسی دوسرے شہریا  
علاقے سے اس کے پاس اچانک آیا۔ اس  
کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ط ر ب - التَّطْرِبُ فِي الصَّوْتِ:  
آواز کو لمبا اور خوبصورت بنانا۔

طَرَّطَبَ الْحَالِبُ لِلْمَعْرِ: گوالے  
نے بکری کو بلایا یا آواز دی۔

الطَّرْطُوبُ: (باء مشدود) لمبی چھاتی۔  
الطَّرْبُ: شدت غم یا شدت خوشی سے  
انسان پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔

قَدْ طَرِبَ: (راء کسور) وہ جھوم گیا۔ اس  
کا مصدر طَرَبًا أَطْرَبَهُ غَيْرُهُ  
وَتَطْرِبُهُ: اسے کوئی طرب ووجد میں لایا۔  
دونوں الفاظ کے معانی ایک ہیں۔

ط ر ح - طَرَحَ الشَّيْءُ وَبِالشَّيْءِ:  
اس نے پھینک دیا یا تفریق کیا۔ اس کا  
باب قَطَعَ ہے۔

إِطْرَحَهُ: طاء مشدود۔ اس نے اسے دور  
کر دیا۔

مُطَارَحَةُ الْكَلَامِ: شعریا کلام میں

بٹ جاو یا چلے جاو۔

إِطْرَدَ الشَّيْءُ إِطْرَادًا: چیزیں ایک

دوسرے کے پیچھے لگ کر دوڑیں۔ تم کہتے

ہو کہ إِطْرَادُ الْأُمْرِ: معاملہ سیدھا ہو گیا۔

الْأَنْهَارُ تَطْرُدُ: نہریں بہتی ہیں۔

ط ر ر - الطَّرْفَةُ: کپڑے کی گوٹ۔ یہ وہ

جانب ہے جس جانب جھا لگی ہو۔

طَّرْفَةُ النَّهْرِ: دریا کا کنارہ۔

طَّرْفَةُ الْوَادِي: وادی کا کنارہ۔

طَّرْفَةُ كَلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارہ۔ اس کی

جمع طَّرَفٌ ہے۔

الطَّرْفَةُ: پیشانی۔ جَاءَ وَاطْرًا: وہ سب

کے سب لوگ آ گئے۔

طَّرَ النَّبْتُ: پودا اُگا یا سبزہ اُگا۔ اس کا

باب رد ہے۔ اسی سے لفظ الطَّرَاؤُ اور

الطَّرَطُورُ مشتق ہیں۔ اس میں طاء مضموم

ہے۔ بمعنی اعراب یعنی بدوؤں کی لمبی اور

باریک سروالی ٹوپی۔

ط ر ز - الطَّرَازُ: کپڑے کا علم۔ فارسی

سے معرب ہے۔

قَدْ طَرَّرَ الشُّوبَ تَطْرِيرًا: اس نے

کپڑے کو کاٹا۔

الطَّرُّ وَالطَّرَازُ: کٹائی، سائل، شکل،

ڈیزائن۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر

ہے:

بَيْضُ الْوَجْهِ كَرِيمَةَ أَحْسَابِهِمْ

شُمُّ الْأَثُوفِ مِنَ الطَّرَازِ الْوَأُولُ

”یہ سفید رُو اور شریف الحسب اور شریف

النسب لوگ ہیں ان میں پہلے لوگوں کی

طرز کی خود داری موجود ہے۔ (یعنی یہ

پہلے لوگوں کے ڈھب کے لوگ ہیں)۔“

میرا کہنا ہے کہ الطرز کا معنی شکل ہے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ هذا طِرْزٌ لهذا: یہ

اس شکل کا ہے۔

ط ر س - الطَّرْسُ: (طاء مکسور) تختی جسے

مٹایا جاتا ہے پھر لکھا جاتا ہے۔

الطَّلْسُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی جمع

أَطْرَاسٌ ہے۔

طَرَسُ سَوْسٍ: (طاء اور راء مفتوح) ایک شہر

کا نام۔ اسے ضرورت شعری کے علاوہ

مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا یعنی راء ساکن

کر کے، کیونکہ فَعْلُولُ کا وزن عربی

بناوٹ میں نہیں ہے۔

ط ر ش - الطَّرَشُ: (طاء اور راء مفتوح)

ہلکا بہرہ پن۔

ط ر ف - الطَّرْفُ الْعَيْنُ: آنکھ کا

جھپکنا۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں بنتا کیونکہ یہ

لفظ دراصل مصدر ہے، لہذا یہ واحد اور جمع

دونوں کے لئے مشترک ہے۔ قول

خداوندی ہے: لَا يَرْقُدُ إِلَيْهِمْ طَرَفُهُمْ

وَأَفْنِدَتْهُمْ هَوَاءٌ: ان کی آنکھیں ان کی

طرف لوٹ نہ سکیں گی اور خوف کے مارے

ایک پلک کو دوسری پلک پر صرف ایک بار رکھنا ہے۔ اور جھپک یعنی ایک دفعہ کے جھپکنے کو طَرُوحَةٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اَشْرَعُ مِنْ طَرُوفَةِ الْعَيْنِ: آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی اور تیز۔

طَرَفٌ عَيْنُهُ: آنکھ میں کوئی چیز پڑی جس سے آنسو نپکا۔ اس کا باب بھی ضَرْب ہے۔

قَدْ طَرَفَتْ عَيْنُهُ فَهِيَ مَطْرُوفَةٌ: اس کی آنکھ کو چوٹ لگی لہذا ایسی چوٹ لگی آنکھ کو مطروفة کہیں گے۔

الطَّرْفَةُ کا معنی خون کا وہ سرخ دھبہ بھی ہوتا ہے جو آنکھ میں چوٹ لگنے سے پڑ جاتا ہے۔

ط ر ق - الطَّرِيقُ: راستہ۔ مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے مثلاً: الطَّرِيقُ الْأَعْظَمُ وَالطَّرِيقُ الْعَظْمِيُّ: اس کی جمع اَطْرَاقٌ اور طَرِيقٌ ہے۔ طَرِيقَةُ الْقَوْمِ: قوم کے بڑے بزرگ لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ هَذَا طَرِيقَةُ قَوْمِهِ: وہ اپنی قوم کا بڑا بزرگ ہے۔

هَؤُلَاءِ طَرِيقَةُ قَوْمِهِمْ: وہ لوگ اپنی قوم کے نیک لوگ ہیں اس لفظ کا معنی شریف یا شرفاء بھی ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: كُنَّا طَرِيقًا قَدَدًا: ہمارے کئی طرح کے مذہب تھے۔

ان کے دل ہوا ہو رہے ہو گئے۔ اَصْمَعِي کا قول ہے کہ الطَّرْفُ کا معنی اصل گھوڑا ہے۔ ابو زید نے کہا کہ یہ لفظ صرف مذکر صیغوں کی نعت ہے۔

الطَّرْفُ کا معنی ناجیہ اور چیزوں کا گروپ یا مجموعہ ہے۔ مثلاً: فُلَانٌ كَرِيمٌ الطَّرْفَيْنِ: یعنی فلاں آدمی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے شریف ہے۔ اس سے مراد ماں اور باپ کی نسبت ہے۔

الطَّرْفَاءُ: درخت اس کا واحد طَرْفَةٌ ہے۔ اسی نسبت طَرَفَهُ بن العبد کا نام طَرْفَةٌ رکھا گیا ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ: الطَّرْفَاءُ واحد اور جمع دونوں کیلئے مشترک صیغہ ہے۔

المُطَّرَفُ: (میم مضموم اور کمسور) ریشمی چادر جس پر خانے نقش کئے ہوئے ہوں۔ اس کی جمع المَطَارِفُ ہے۔ اصل میں لفظ میم مضموم کے ساتھ ہے۔ اسِطَرْفُهُ اس نے اسے نیا سمجھایا پایا۔ یہ لفظ التَّالِدُ اور التَّلِيدُ کی ضد ہے جس کا معنی جدی اور موروثی جائداد ہے۔ اس کا اسم الطَّرْفَةُ ہے۔

أَطْرَفَ الرَّجُلُ بِطَرَفِهِ: آدمی نے کوئی نئی بات پیش کی۔

طَرَفٌ بَصْرَةٌ: اس نے اپنی آنکھ چمکی۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ اس سے مراد

سے فال نکالنے والی عورتیں جانتی ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ کیا کرنے والے ہیں۔“

مِطْرَقَةٌ الْحَدَادُ: لوہار کا ہتھوڑا۔

أَطْرَقَ الرَّجُلُ: آدمی چپ ہو گیا، اور

اس نے بات نہ کی اور أَطْرَقَ کا معنی یہ بھی

ہے کہ اس نے نظریں نیچی کیں اور زمین کی

طرف دیکھا یاد کیے گا۔

طَرَّقَ لَهُ تَطْرِيقًا: اس نے اپنے لئے

راستہ بنایا۔

ط ر م - طَارِمَةٌ: لکڑی کا گھر۔ فارسی سے

مغرب۔

ط ر م ث - الطَّرْمُوثُ: بھوبھل (گرم

راکھ) میں پکی ہوئی روٹی۔

ط ر م س - الطَّرْمُوسُ: بروزن

عُضْفُورُ: تھرموس۔ بوتل۔

ط ر ا - شَيْءٌ طَرِيٌّ: تازہ چیز۔ ترد تازہ۔

طَرْدُ يَطْرُدُ و طَرَاوَةٌ اور طَرِيٌّ يَطْرِيٌّ

طَرَاوَةٌ یا طَرَاءَةٌ میں کچھ فرق نہیں۔

طَرِيْبُ الثَّوْبِ تَطْرِيْبٌ: میں نے

کپڑے کو نرم کیا۔

أَطْرَأَهُ: اس نے اس کی تعریف کی۔

الإِطْرِيَّةُ: ایک قسم کا کھانا۔

ط س ت - الطُّسْتُ: طشت۔ قبیلہ بنو طی

کے لہجے میں اسے الطُّسُّ کہتے ہیں۔

ط س ج - الطُّسُوجُ: بروزن الفُرُوحُ:

دوداگ کا وزن۔ ایک داگ۔ چارچ کے

طَرِيقَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا مذہب۔ کہا  
جاتا ہے: مَا زَالَ فُلَانٌ عَلَى طَرِيقَةٍ  
وَاحِدَةٍ: وہ ابھی تک ایک ہی حالت پر  
ہے۔

الطَّرِيقُ: (طاء مفتوح) اور المَطْرُوقُ:

بارش کا پانی جس میں اور پیشاب کرتے

ہیں اور بیگنیاں کر دیتا ہے۔ ابراہیم نخعی کا

قول ہے: الوُضُوءُ بِالطَّرِيقِ أَحَبُّ

إِلَيَّ مِنَ التَّيْمُمِ: مجھے بارش کے کھلے

تالاب سے پانی سے وضو کرنا، تیمم کرنے

سے زیادہ پسند ہے۔

طَرَّقَ: وہ رات کو آیا۔ اس کا باب دَخَلَ

ہے۔ اسم فاعل طَارِقٌ ہے۔ یعنی رات کا

مسافر یا رات کو آنے والا۔

الطَّارِقُ کا معنی وہ ستارہ بھی ہے جسے صبح کا

ستارہ کہتے ہیں۔

الطَّرِيقُ کا معنی کنکر پھینکنا بھی ہے جو

کہانت کی ایک صورت ہے۔

الطَّرَاقُ: کہانت کرنے والے مرد یا

فال گیر مرد۔

الطَّوَارِقُ: کہانت کرنے والی عورتیں یا

فال گیر عورتیں۔ لبید کا شعر ہے:

لَعَمْرُكَ مَا تَدْرِي الطَّوَارِقُ بِالْحَصَى

وَلَا زَا جَوَاتِ الطَّيْرِ مَا اللَّهُ صَانِعٌ

”تیری جان کی قسم، نہ کنکر پھینکنے والی فال

گیر عورتیں اور نہ ہی پرندوں کے اڑنے

اس کا کھانے کو دل نہیں چاہتا۔  
وَمَا فَلَانٌ بِزِي طَعْمٍ: فلاں آدمی  
نجیف اور لاغر ہوا۔

الطَّعْمُ: (طاء مضموم) کھانا۔ طعام۔

قَدْ طَعِمَ طَعْمًا: (طاء مضموم) اس نے

کھانا کھایا یا چکھا، اس کا اسم فاعل طَاعِمٌ

ہے۔ قول خداوندی ہے: اِذَا طَعَمْتُمْ

فَأَنْتُمْ شُرُؤًا: جب کھانا کھا چکو، تو منتشر

ہو جاؤ۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَمَنْ لَمْ

يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي: اور جو اسے نہ چکھے گا

تو وہ مجھ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فَلَانٌ

قَلَّ طَعْمُهُ: فلاں شخص کی خوراک کم

ہوگئی۔

الطَّعْمَةُ: کھانا۔ کہا جاتا ہے: جَعَلْتُ

هَذِهِ الصُّيْعَةَ فَلَانٌ: میں نے یہ جائیداد

یا زمین فلاں شخص کی گزر اوقات یعنی

کھانے پینے کے لئے بنائی۔

الطَّعْمَةُ كَمَا مَعْنَى كَمَا يَحْتَمِلُ: کہا

جاتا ہے کہ: فَلَانٌ غَفِيثُ الطَّعْمَةِ:

فلاں شخص کی کماٹی پاکیزہ ہے۔

اسْتَطْعَمَهُ: اس نے کھانا مانگا۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: اِذَا اسْتَطْعَمْتُكُمْ

الْإِمَامُ فَأَطْعَمُوهُ: جب امام دورانِ قراءت

لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔ اَطْعَمَتِ

النَّخْلَةَ: کھجور کے درخت پر پھل آ گیا۔

اَطْعَمَتِ الْبُسْرَةَ: (طاء مشدود) برہ

برابر ہوتا ہے۔ دونوں لفظ معرب ہیں۔

ط س س - الطَّسُّ اور الطَّسَّةُ:

الطَّسُّ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ اس کی

جمع طَسَّاسٌ اور طَسُّوسٌ ہے۔ اور

طَسَّاتٌ بھی۔

ط س م - الطَّوَّاسِيْمُ اور الطَّوَّاسِيْنُ:

قرآن کی سورتیں۔ جن کی جمع غیر قیاس

ہے۔ درست اور صحیح یہ ہے کہ ایسے اسماء کی

جمع ذوات لگا کر اور واحد کے صیغے کے

ساتھ اسے مضاف کر دیا جائے۔ مثلاً:

ذَوَاتٌ طَسْمٌ اور ذَوَاتٌ حَمٌ.

ط ع م - الطَّعَامُ: کھانا۔ شاید گندم کے

کھانے کا مخصوص ہو۔ یعنی خاص کر گندم کی

خوراک کھانا۔ حدیث شریف میں ہے، جو

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے: كُنَّا

نُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَصَاعًا مِنْ شَعِيرٍ:

ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں

صدقہ فطر ایک صاع گندم اور ایک صاع جو

دیا کرتے تھے۔

الطَّعْمُ: ذائقہ، مثلاً: کہا جاتا ہے: طَعْمُهُ

مُرٌّ: اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔

الطَّعْمُ کا معنی وہ چیز بھی ہے جسے کھانے کو

دل چاہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ

طَعْمٌ: اسے کھانے کی خواہش نہیں ہے یا



میں فرق ہو سکے۔ الکسانی کا کہنا ہے کہ میں نے اس فعل کے تمام صیغوں میں عین کلمہ پر جزم کے سوا کچھ نہیں سنا۔ الفراء کا کہنا ہے کہ میں نے یَطْعَنُ بالرمح میں مضارع کے عین کلمہ کو مفتوح سنا ہے۔

الدیوان میں صاحب کتاب نے الطَّعْنُ بالرمح و اللسان میں طعن کا باب نَصْرَ تَیَا ہے، اور پھر اس کا باب قطع کہا ہے۔ اور طَّعَنَ یَطْعَنُ اور طَعَنَ یَطْعَنُ کو دو مختلف بابوں سے مشتق کیا ہے۔

المِطْعَانُ: شدید نیزہ باز۔ دشمن پر شدید نیزہ بازی کرنے والا۔

قَوْمٌ مَطَاعِینُ: نیزہ باز قوم یا نیزہ باز لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا یُکُونُ الْمُؤْمِنُ طَعَانًا: مومن لوگوں کی عزت و آبرو سے کھینے والا نہیں ہوتا۔

الطَّاعُونَ: وبائی موت۔ اس کی جمع طوامین ہے۔

ط غ م - الطَّغَامُ: کینے لوگ۔ اس میں صیغہ واحد اور جمع یکساں ہے۔

ط غ ا - طَغَا یَطْغَى: دونوں (غین مفتوح) یطغو طغیاناً و طُغْوَانًا: حد سے تجاوز کرنا۔

طَاغٍ اور طِغْی: (غین مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

أَطْفَاءُ الْمَالِ: مال و دولت نے اسے

کھجور میں ذائقہ پڑ گیا۔ یہ فعل طعم کے باب اتعال سے ہے۔ اس کی مثال طلب سے اَطْلَبْ ہے۔

رَجُلٌ مِطْعَمٌ: (میم مضموم) وہ شخص جسے کھلایا جائے۔ رَجُلٌ مِطْعَامٌ: بہت زیادہ کھانے کھلانے والا۔ مہمان نواز۔ لوگوں کے اس قول: تَطْعَمُ تَطْعَمُ کا معنی ہے کہ کھانا چکھو تاکہ تمہاری بھوک چکے یعنی کھانے کی خواہش پیدا ہو اور تم کھاؤ۔

ط ع ن - طَعَنَهُ بِالرُّمْحِ: اس نے اسے نیزہ مارا۔ اور طَعَنَ فِی السَّيْنِ: وہ عمر رسیدہ ہو گیا۔ دونوں کا باب نصر ہے۔

طَعَنَ فِيهِ: اس نے اس پر طعن کیا۔ اس کا باب بھی نصر ہے۔ اس کا مصدر طَعَنَانًا بھی ہے یعنی مفتوح العین۔

الصحاح میں یہی درج ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ: ”الفراء اس لفظ کو ہر جگہ مفتوح العین پڑھنا جائز قرار دیتا ہے“۔

امام الازہری نے اپنی کتاب التہذیب میں لکھا ہے کہ اَطْعَنَانُ لیث کا قول ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کے نزدیک تمام افعال میں مصدر صرف الطَّعْنُ ہے۔

لیث کے نزدیک یہ فعل تمام مضارع صیغوں میں مضموم العین ہے۔ البتہ بعض الطعن کے مضارع کے صیغے میں عین کلمہ کو مفتوح کرتے ہیں تاکہ مصدر اور مضارع

مُصْطَفِيُّ الْجَمْرِ: سخت سردی کے دنوں

میں سے ایک دن۔

ط ف ح - طَفَحَ الْإِنَاءُ: برتن بھر گیا اور

لبریز ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

أَطْفَحَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بھر

دیا۔

طَفَحَهُ تَطْفِيحًا: وہ خوب بھر گیا۔

طَفَحَ السُّكْرَانُ: شرابی نشے میں مست

ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل طَافِحٌ ہے، یعنی

شراب سے بخمور۔

ط ف ر - الطَّفْرَةُ: حملہ، جھپٹ، جھپٹنا۔

گرفت۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

ط ف ف - الطَّفِيفُ: تھوڑا۔ معمولی۔

طَفُّ الْمَكْوُكِ: پیالے کو بھر کر لبریز

کر دینا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

كُلُّكُمْ بَنُو آدَمَ طَفُّ الصَّاعِ لَمْ

تَمْلَأُوهُ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور پانی

بھرے پیالے کی طرح ہو، جو لبریز ہونے

کے قریب ہے یہ لبریز نہ ہونے پائے۔

التَّطْفِيفُ: ناپ میں کمی کرنا وہ یہ کہ تم

پیالہ بھر کر نہیں ناپتے۔ طَفَّفَ بِهِ

الْفَرَسُ: گھوڑا بدم گیا یا جھپٹ پڑا۔

اس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا

ہے۔

ط ف ق - طَفِقَ يَفْعَلُ كَذَا: وہ ایسا

کرنے لگا۔ اس کا باب طَرَبَ ہے۔ یہی

سرکش بنا دیا۔

طَفَى الْبَحْرُ: سمندر میں طوفان اٹھا۔

اور لہریں اٹھیں۔

طَفَى السَّيْلُ: پانی کا سیلاب آ گیا۔

الطَّفْوَى: (طاء مفتوح) طغیان۔

الطَّاعِيَّةُ: کڑک۔ قول خداوندی ہے:

فَأَمَّا ثَمُودُ فَاهْلِكُوا بالطَّاعِيَّةِ: قوم

ثمود عذاب کی کڑک سے ہلاک کی گئی۔

الطَّاعُوتُ: کاہن۔ غیب کی خبریں

سنانے والے اور شیطان۔ نیز گمراہی کا ہر

سرغنہ، یہ لفظ صیغہ واحد کے لئے بھی مستعمل

ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: يُؤَيَّدُونَ أَنْ

يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاعُوتِ وَقَدْ

أَمَرُوا أَنْ يَكْفُسُوا به: یہ لوگ طاغوت

سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے ہیں

حالانکہ انہیں طاغوت کی نافرمانی اور حکم

عدولی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور صیغہ جمع کے لئے

مستعمل ہے مثلاً: قول خداوندی ہے:

أُولَئِكَ هُمُ الطَّاعُوتُ يُخْرَجُونَ لَهُمْ:

ان کے دوست اور سرپرست طاغوت ہیں۔

جو انہیں (روشنی و ہدایت) سے نکالتے ہیں۔

اس کی جمع الطَّوَاعِيَةُ ہے۔

ط ف ا - طَفَيْتِ النَّارُ: (فاء مکسور)

طُفُوًا اور انطفاآت کا ایک ہی معنی ہے،

یعنی آگ بجھ گئی۔ أَطْفَاها غَيْرُها: اسے

کسی اور نے بجھایا ہے۔

کہ یہ طفیہ والا ہوتا ہے۔

طَفَى الشَّيْءُ: کوئی چیز پانی کی سطح پر تیری یا ابھر آئی اور ڈوبی نہیں۔ اس کا باب غَدَاً اور سَمًا۔

ط ل ب - طلبہ يَطْلُبُهُ: (لام مضموم) طَلَبًا (طاء اور لام دونوں مفتوح) اس نے اسے تلاش کیا یا طلب کیا۔

اِطْلَبَهُ: (طاء مشدد) اس نے اسے تلاش کیا۔

الطَّلَبُ: طالب کی جمع بھی ہے۔

الطَّلَبُ: بار بار طلب کرنا۔

الطَّلِبَةُ: (لام مسور) مطلوبہ چیز۔

اَطْلَبَهُ بَرُوزًا اَبْطَلَهُ: اس نے اس کی ضرورت یا حاجت روائی کی۔ اَطْلَبَهُ كَا مَعْنَى يَهِي هِي كِه اِس نِي اَسِي طَلْب كَا حَاجَتْنِد كَر دِيَا۔

ط ل ح - الطَّلْحُ: بروزن الطَّلْعُ: ببول کا بڑا درخت۔ اس کا واحد طَلْحَةٌ:

الطَّلْحُ، الطَّلْعُ كَا اِيك لِهِي هِي هِي۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن میں مذکور لفظ الطلح کا معنی جمہور مفسرین نے کیلا بتایا ہے۔

ط ل م - طَلَسَ الْكِتَابَ: اس نے خط کو یا تحریر کو مٹا دیا۔

لَتَطْلَسَ: تو تحریر مٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ هِي۔

الْاَطْلَسُ: پرانا اور بوسیدہ۔ اسی طرح

لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَطَفِقًا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا: وہ (آدم وحواء) اپنے اوپر (جنت کے پتے) چپکانے لگے۔ بعض نے اس کا باب جَلَسَ بتایا ہے۔

ط ف ل - الطِّفْلُ: بچہ۔ ہر وحش یعنی جنگلی جانور کا بچہ الطِّفْلُ ہے۔ اس کی جمع اَطْفَالٌ ہے۔

الطِّفْلُ: واحد اور جمع دونوں بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال جُزْبٌ ہے۔ قول

خداوندی ہے: اَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا: کہا جاتا ہے کہ اسی مادہ سے اَطْفَلَتِ الْمَرْأَةُ مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ عورت بچے والی ہو گئی۔

الطِّفْلُ: طاء اور فاء مفتوح۔ بارش۔ الطُّفَيْلِيُّ: بنِ بِلَا يَا مِهْمَانَ۔ عرب اسے

الْوَارِثُ کہتے ہیں۔ ط ف ا - الطُّفِيُّ: (طاء مضموم) مُفْلٍ درخت کے پتے۔ اس کا واحد طُفِيَّةٌ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اُقْتُلُوا مِنْ الْحَيَاتِ ذَا الطُّفَيْتَيْنِ: سانپوں میں سے دو دھاری زہریلے سانپ اور دم بریدہ

سانپ کو مار ڈالو۔ اس سانپ کی پیٹھ پر نقش دھاریاں دو طفیوں کی طرح لگتی ہیں۔ شاید

اس سانپ کو طفیہ اس لئے نام دیا گیا ہے

○ مکمل حدیث یہ ہے: اُقْتُلُوا ذَا الطُّفَيْتَيْنِ وَالْاَيْمَنُ: ”دو دھاری والے سانپ اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو۔“

ہے۔

طَالَعَهُ: اس نے اس کا مطالعہ کیا۔

طَالَعَهُ بِكُتُبِهِ: اس نے اپنی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

طَالَعَ الشَّيْءَ: وہ چیز سے باخبر ہوا۔

تَطَّلَعَ إِلَى وَرُودِ كِتَابِهِ: اسے کتاب کے پتے کا شدید انتظار رہا۔

الطَّلَعَةُ: رویت دیکھنا۔

میرا کہنا ہے کہ لوگوں کا اَنَا مُشْتَقِ إِلَى طَلَعْتِكَ: میں تمہیں دیکھنے کا مشتاق ہوں، اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔

الطَّلَعُ: کھجور کے درخت کا تنا۔

أَطْلَعَ النَّخْلُ: کھجور کا درخت تناور ہو گیا۔

أَطْلَعَهُ عَلَى سِرِّهِ: اس نے اسے اپنے راز سے باخبر کر دیا۔

اسْتَطْلَعَ رَأْيَهُ: اس نے اس کی رائے پوچھی۔

المُطَّلَعُ: آنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ أَيْنَ مُطَّلَعُ هَذَا الْأَمْرِ: یہ معاملہ کہاں جا پہنچے گا۔ اس کا معنی کسی اونچی جگہ سے ڈھلوان پر دیکھنے کی جگہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ هَوْلِ الْمُطَّلَعِ:

آنے والے ہول یعنی دہشت سے۔ اس حدیث میں آخرت کے ہول سے مراد پر آنے والی دہشت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الطَّلَسُ (طاء مسور) کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ أَطْلَسُ الثُّوبِ: پھٹے پرانے کپڑوں والا شخص۔

ذُنْبُ أَطْلَسٍ: بھورے رنگ کا بھیڑیا جس پر سیاہ رنگ غالب ہو۔ اس رنگ کی ہر چیز أَطْلَسٌ ہے۔

الطَّلِيْسَانُ: (لام مفتوح) اس کا صیغہ جمع الطَّلِيْسَةُ ہے۔ جمع کے صیغے میں ة عجمہ کی علامت ہے کیونکہ یہ فارسی سے عربی لفظ ہے۔ عام لوگ اسے لام مسور کر کے الطَّلِيْسَانِ پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی بزر چادر ہے۔

طالِعَ - طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَالْكَوَاكِبُ:

سورج اور ستارہ طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر مَطَّلَعًا بھی ہے۔

المَطَّلَعُ: (لام مسور و مفتوح) طلوع ہونے کی جگہ۔

طَلَعَ الْجَبَلُ: وہ پہاڑ پر چڑھا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَهَيِّدُكُمْ الطَّلَعُ: تمہیں صبح کا ذب ہرگز گھبراہٹ میں نہ ڈال دے۔

میرا کہنا ہے کہ صبح کا ذب کی پرواہ نہ کرو یا اس کی طرف دھیان کرنے سے سحری میں کھانے پینے سے نہ روکو۔

إِطْلَعَ عَلَيَّ بَاطِنِ أَمْرِهِ: وہ اس کے بھید سے باخبر ہو گیا۔ اس کا باب افتعال

لے ہاتھ کھول دیا۔

طَلَّقَهَا: بغیر الف زائد و تشدید لام کا بھی یہی معنی ہے۔

الطَّلِيقُ: آزاد شدہ قیدی یا رہا کیا ہوا قیدی۔

الطَّلُوقُ: (طاء مکسور) حلال اور جائز۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ لَكَ طَلِّقًا وہ تیرے لئے حلال ہے۔

الانْبِطَاقُ: چلے جانا۔ چل پڑنا۔

اِسْتِطْلَاقُ البَطْنِ: پیٹ کا رواں ہونا۔ دست لگ جانا۔

طَلَّقَ امْرَأَتَهُ: اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔

طَلَّقَتْ هِيَ: اسے طلاق ہو گئی۔ اس کا مضارع تَطَلَّقَ (لام مضموم) ہے اور مصدر طَلَّقًا اس کا اسم فاعل طَالِقٌ ہے اور

طَالِقَةٌ بھی۔ انخس کا قول ہے: لَا يُقَالُ طَلَّقَتْ كَوَانِ مَعْنَوْں مِیں طَلَّقَتْ (لام مضموم) نہیں کہا جاتا۔

ط ل ل - الطَّلُّ: ہلکی بارش۔ پھوار۔ اس کا جمع کا صیغہ طَلَالٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ

طَلَّتِ الأَرْضُ: زمین نم آلود ہو گئی۔

طَلَّهَا النَّدَى: زمین کو شبنم نے گیلایا

نمدار کر دیا۔ اسی زمین کو مَطْلُوَّةٌ کہتے ہیں۔

الطَّلُّ: گھروں کے کھنڈرات کے

طَوَّلِعَ: بنی تمیم کے کنویں کا اسم تفسیر ہے۔

ط ل ق - رَجُلٌ طَلَّقَ الوَجْهَ وَطَلِّقُ الوَجْهَ: کشادہ کھلتا ہوا چہرہ۔

قَدْ طَلَّقَ: وہ فصیح زبان ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

رَجُلٌ طَلَّقُ اليَدَيْنِ: سخی و فیاض شخص۔

امْرَأَةٌ طَلَّقُ اليَدَيْنِ: سخی عورت ہے۔

رَجُلٌ طَلَّقَ اللِّسَانَ: فصیح اردو زبان آور شخص۔

طَلِّقُ اللِّسَانِ: تیز زبان۔

طَلِّقُ كَمَعْنَى يَبِيءُ: بچر جننے کی تکلیف۔

قَدْ طَلَّقَتْ: فعل ماضی مجہول ہے۔ اس عورت کو طلاق دی گئی یا اسے چھوڑ دیا گیا۔

اس کا مضارع تَطَلَّقَ اور مصدر طَلَّقًا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: عَدَّ الفَرَسُ طَلَّقًا أَوْ طَلَّقَيْنِ: گھوڑا ایک چکر یا دو چکر دوڑا۔

أَطْلَقَ الأَسِيرَ: اس نے قیدی کو آزاد کر دیا۔

أَطْلَقَ النَّاقَةَ مِنْ عِقَالِهَا: اس نے اونٹنی کا عقال کھول دیا۔

فَطَلَّقَتْ: تو وہ چل پڑی۔ اس میں طاء مفتوح ہے۔

أَطْلَقَ يَدَهُ بِالْخَيْرِ: اس نے بھلائی کے

پاس سے ہوا جو اپنے ساتھیوں کے لئے روٹی بنا رہا تھا اور پسینے میں شراب اور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کبھی بھی جہنم کی آگ نہ لگے گی۔

ط ل ا - الطَّلَا: کھردار جانوروں کا نوزائیدہ بچہ۔

الطَّلَى: گردنیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ اس کا واحد طَلِيَةٌ ہے۔ ابو عمرو اور القراء کا کہنا ہے کہ اس کا واحد طَّلَاةٌ ہے۔

الطَّلَاةُ: (طاء مضموم و مفتوح) خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا عَلِيهِ طَّلَاةٌ: اس کے چہرے پر رونق اور حسن نہیں ہے۔

الطَّلَاءُ: انگوڑے رس کا شیرا جو پکا کر دو تہائی باقی رہ جائے۔ اسے عجمی لوگ میبختج (می پختہ) کہتے ہیں اور بعض عرب شراب کو الطَّلَاءُ کہتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد صرف اس کا نام خوبصورت بنا ہوتا ہے نہ اس لئے یہ واقعی الطَّلَاءُ ہوتا ہے۔

الطَّلَاءُ کا معنی قطر ان بھی ہے۔ لیپ یا لپائی کرنے والی ہر چیز کو بھی طَّلَاہُ کہتے ہیں۔

طَّلَاهُ بِالذُّهْنِ: اس نے اس کی تیل سے مالش کی۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

تَطَلَّى بِالذُّهْنِ: اس کی تیل سے مالش

نشانات۔ اس کی جمع أَطْلَالٌ ہے اور طُلُولٌ ہے۔ بقول ابو زید: طُلٌّ دَمَةٌ: اس کا خون رائیگاں گیا۔ اس کا اسم مفعول مَطْلُوقٌ ہے۔

أَطْلٌ دَمَةٌ: اس کا خون رائیگاں گیا۔

طَلَّهُ اللَّهُ تَعَالَى وَأَطَلَّهُ: اللہ نے اس کا خون رائیگاں کر دیا۔ ابو زید نے مزید کہا کہ ان معنوں میں طُلٌّ دَمَةٌ نہیں کہا جاتا۔ ابو عبیدہ اور الکسانی کہتے ہیں کہ ایسا کہنا درست ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس لفظ کے تین لہجے ہیں:

(۱) طُلٌّ دَمَةٌ.

(۲) طُلٌّ دَمَةٌ.

(۳) أَطْلٌ دَمَةٌ.

أَطْلٌ عَلِيهِ: اس نے اوپر سے جھانکا، گمرانی کی۔

ط ل م - الطَّلْمَةُ: (طاء مضموم) روٹی۔ یہ

وہ روٹی ہے جسے لوگ المَلَّةُ یعنی بھوبھل میں پکی ہوئی روٹی کہتے ہیں۔ م م ل کے ذیل میں ہم جس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ اس سے مختلف ہے۔ حدیث شریف میں ہے

کہ: أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَرَّ بِرَجُلٍ يُعَالِجُ طَلْمَةً لِأَصْحَابِهِ فِي

سَفَرٍ وَقَدْ عَرِقَ فَقَالَ لَا يَصِيْبُهُ حَرٌّ جَهَنَّمَ أَبَدًا: روایت ہے کہ حضور علیہ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کا گزر ایک ایسے آدمی کے

گئی، بوسیدہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے:

رَبَّنَا الطُّمَسُ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ: اے

ہمارے رب! ان کے اموال کو بدل

دے۔ اسی طرح دوسرا قول ہے: مِنْ قَبْلِ

أَنْ نَطْمَسَ وَجُوهًا: بیشتر اس کے کہ

ہم چہرے بدل دیں۔

ط م ع - طَمِعَ فِيهِ: اس نے اس میں لالچ

کیا۔ اس کا باب طرب اور سلیم ہے۔ اس

کا مصدر طَمَاعِيَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل

طَمِيعٌ (میم مضموم اور مکسور) ہے۔

أَطْمَعَهُ فِيهِ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے

اس میں لالچ دلایا۔

ط م م - جَاءَ السَّيْلُ فَطَمَّ الرِّكْبَةَ:

سیلاب آیا اور اس نے کنویں کے پاٹ کو

زمین کے برابر کر دیا۔ اور ہر چیز کی بہتات

ہوگئی، یہاں تک وہ بلند ہوئی اور دوسری

چیزوں پر غالب آگئی۔

طَمَّ: وہ بھر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ فَوْقَ

كَلِّ طَامِيَةٌ طَامَةٌ: ہر مصیبت پر ایک اور

بڑھ کر مصیبت آتی ہے۔ اسی نام سے

قیامت کا نام الطَّامَةُ پڑا ہے۔

الطَّمُّ: (طاء مکسور) سمندر۔ کہا جاتا ہے کہ

جَاءَ بِالطَّمِّ وَالِدِيمَ: وہ بہت سال و

دولت لے کر آیا۔

ط م ن - اَطْمَأَنَّ الرَّجُلُ اَطْمَأْنًا:

وَطْمَأْنِيَّةً: آدمی کو پوری تسلی ہوگئی۔

ہوئی۔

اِطْلَىٰ بِهِ: اس نے اپنی ماش کی۔ یہ

افتعال کے باب سے ہے۔

ط م ح - طَمَحَ بَصْرُهُ: اس کی نظر کی

بلند چیز پر پڑی۔ اس کا باب خَضَعَ

ہے۔ اس کا مصدر طَمَّاحٌ بھی ہے۔ اس

میں طاء مکسور ہے۔ ہر بلند چیز کو طامیح

کہتے ہیں۔

رَجُلٌ طَمَّاحٌ: طاء مفتوح میم مشدود۔

حریص اور لالچی۔

ط م ر - الطَّمْرُ: چیتھرا۔ پھل پرانا کپڑا۔

اس کی جمع اَطْمَارٌ ہے۔

الطُّومَارُ: اس کی جمع الطُّومَائِرُ ہے۔

طویل اور لمبا چوڑا خط۔

المَطْمُورَةُ: گڑھا جس میں خوراک

چھپا کر یاد باکر رکھی جاتی ہے۔

قَدْ طَمَّرَهَا: اس نے گڑھے کو بھر دیا ہے۔

ط م س - الطَّمُّوسُ: مٹ جانا اور

نشانات کا محو ہو جانا۔

قَدْ طَمَسَ الطَّرِيقَ: راستے کے

نشانات مٹ گئے۔ اس کا باب دَخَلَ اور

جَلَسَ ہے۔

طَمَسَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے مٹا

دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ فعل

متعدی بھی ہے اور فعل لازم ہے۔

تَطْمَسَ الشَّيْءُ وَانطَمَسَ: چیز مٹ

طشت اور بطخ کی آوازیں۔ تم کہتے ہو طَنْ  
يَطْنُ (طاء مکسور) طنينًا: بجنجانا۔  
الطنُّ: (طاء مضموم) گنے کا مٹھا۔ مٹھے میں  
سے ایک گنے کو طنَّة کہیں گے۔

ط ه ر - طَهَّرَ الشَّيْءُ: (حاء مضموم و  
منفوح) يَطْهَرُ (حاء مضموم) طَهَّارَةٌ چیز  
پاک ہوگی۔ اس کا اسم الطَّهْرُ ہے بمعنی  
پاکیزگی۔ اس میں حاء مضموم ہے۔  
طَهَّرَهُ تَطْهِيرًا: اس نے اسے خوب  
پاک کیا۔

تَطَهَّرَ بِالمَاءِ: اس نے پانی سے پاکیزگی  
حاصل کی۔

وَهُمْ قَوْمٌ يَتَطَهَّرُونَ: وہ لوگ تاپاکی  
اور نجاست سے پاک رہنے والے لوگ  
ہیں۔

رَجُلٌ طَاهِرٌ الثِّيَابِ: وہ پاک و صاف  
کپڑے پہننے والا شخص ہے۔

ثِيَابٌ طَهَّارِيٌّ: پاک و صاف کپڑے یہ  
بروزن حَيَارِيٌّ ہے، لیکن خلاف قیاس  
ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے طَهْرَانِ کی جمع ہو۔  
الطَّهْرُ: حیض کا متضاد لفظ بمعنی حیض کے  
بعد کی پاکیزگی۔

المَرْأَةُ طَاهِرَةٌ: کا معنی ہوگا کہ وہ حیض سے  
پاک ہے۔ اور طَاهِرَةٌ کا معنی ہے کہ وہ  
نجاست اور عیوب سے پاک ہے۔

الطَّهْرُ: (طاء منفوح) جس کے ذریعہ

هُوَ مُطْمَئِنٌّ إِلَى كَذَا: وہ فلاں پر  
مطمئن ہے۔

وَذَاتٌ مُطْمَئِنٌّ إِلَيْهِ: اور اسے اس  
سے تسلی ہے۔

طَمَّانٌ ظَهْرُهُ وَطَامَنَةٌ: اس نے اپنی  
پیٹھ جھکالی۔ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے  
اور دونوں الفاظ میں قلب ہو گیا ہے۔

ط م ا - طَمَّاءُ المَاءِ: پانی چڑھ گیا۔ بلند  
ہوا۔ اس کا باب سَمَاءُ ہے۔

طَمَّيْ يَطْمِي: (میم مکسور) طَمِيًّا  
بروزن مُصَيٌّ: اس کا اسم فاعل طَامٍ: پانی  
بلند ہوا اور دریا پانی سے بھر گیا۔

ط ن ب - الطَّنْبُ: نون اور باء (دونوں  
مضموم) خیمہ کی رسی۔

ط ن ب ز - الطَّنْبُورُ: (طاء مضموم)  
طنبورہ: فارسی سے معرب ہے۔ الطَّنْبَارُ  
اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

ط ن ز - الطَّنْزُ: طنز، تمسخر اور مزاق۔ اس  
کا باب نَصْرٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل طَنَّازٌ  
ہے اس میں نون مشدود ہے۔ میرا خیال  
ہے کہ یہ لفظ یا تو ذخیل لفظ ہے یا معرب  
ہے۔

ط ن ف س - الطَّنْفِيسَةُ: (طاء منفوح)  
اور مکسور) اس کی جمع طَنَّافِيسٌ ہے۔ اور  
معنی بد شکل و بد خلق انسان۔

ط ن ن - الطَّنِينُ: کبھی کی بجنجانا ہٹ۔



کہتے ہیں اور مسنون الوجہ کا معنی جس کے چہرے اور ناک میں لمبائی ہو۔

ط ۵ ا - الطَّهُوُ: گوشت پکانا۔ اس کا باب عدا ہے۔

مَطْهَاه طَهْيًا: بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَمَا تَهْوِي اِذْنُ: اگر میں نے اس کو مضبوطی سے نہ کیا تو پھر میرا کام یا عمل کیا ہے۔

الطَّاهِي: پکانے والا۔ باورچی۔

طُوبِي: دیکھئے بذیل ط ی ب۔

ط و ح - طَاح: ہلاک ہوا۔ اور گر گیا یا گر پڑا۔ اس کا باب قَالَ اور بَاع ہے۔ اور

اسی طرح اِذَا تَأَه فِى الْاَرْضِ کا معنی ہے کہ وہ سرزمین پر حیران و پریشان یا در بدر پھرا۔

طَوَّحَهُ تَطْوِيْحًا: اس نے اسے در بدر کیا تو وہ در بدر ہوا۔

طَوَّحَتْهُ الطَّوَائِحُ: اسے گردشوں نے در بدر کر دیا۔ اس کی بجائے الْمُطْوِيْحَاتُ

نہیں کہا جاتا۔ یہ نادر کلمات میں سے ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: وَارْسَلْنَا

الرِّيَّاحَ لَوَاقِحَ: ”ہم نے ہواؤں کو درختوں پر بار آور کرنے کے لئے بھیجا

ہے“۔ ان کی تفسیر دونوں تاویلوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہے۔

ط و د - الطَّوْدُ: بڑا پہاڑ۔ کوہِ گران۔

پاکیزگی حاصل کی جائے۔ اس کی مثال الْقَطُوْرُ، السُّحُوْرُ اور الْوَقُوْدُ ہے۔

قول خداوندی ہے: وَانزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا: ہم نے آسمان سے پانی

برسایا جس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ الْمُطْرُوْرِي نے الْمُغْرِب

میں نقل کیا ہے کہ الطَّهُوْرُ (طاء مفتوح) مصدر ہے جس کا معنی تَطَهَّرَ ہے اور جس

کے ذریعے پاکیزگی حاصل کی جائے اس کا اسم ہے۔ اور قول خداوندی میں بطور صفت

آیا ہے یعنی وَانزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا۔ الْمُطَهَّرَةُ: (میم مفتوح اور

مکسور) آلہ پاکیزگی و صفائی۔ میم مفتوح زیادہ اچھا ہے۔ اس کی جمع الْمُطَاهِرُ ہے

کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی مسواک ہے جس سے منہ صاف کیا جاتا ہے۔ یہ بروزن

مَتْرَبَةٌ ہے۔ ط ۵ م - وَجْهٌ مُطَهَّمٌ: گٹھا ہوا گول منہ۔

یہی لفظ حدیث شریف میں ہے کہ: لَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلَّمِ: آپ

ﷺ کا دہان مبارک نہ تو گٹھا ہوا تنگ اور گول تھا اور ابھرے ہوئے رخساروں

والا تھا بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ کتابی اور ناک ستواں تھی۔

میرا کہنا ہے کہ الْمُوَجِّن کا معنی بڑے بڑے رخساروں والا اور اسی کو المتكلثم

المُطَوَّعَةُ: رضا کار لوگ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَوَّعِينَ: جو لوگ رضا کارانہ جہاد کرنے والوں پر طنز کرتے ہیں، دراصل یہ لفظ المتطوعین ہے۔ اس میں ادغام ہوا ہے۔

المطَاوَعَةُ: موافقت۔ شاید نحویوں نے فعل لازم کو مطاوع کا نام دیا ہے۔

ط و ف - طَافَ حَوْلَ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کے گرد طواف کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور طَوَّفَانَا بھی طاء اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔

تَطَوَّفَ اور اسْتَطَافَ کا معنی بھی یہی ہے۔ الطَّوْفُ کا معنی وہ کہائیں بھی ہیں جن میں ہوا بھر کر ان کے منہ کو باندھ کر بند کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرح کی کشتی کی سطح بن جاتی ہے جس پر سوار ہو کر پانی میں سفر کیا جاتا ہے اور اس پر سامان بھی لادا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس قسم کا ڈولاکٹری کا بھی بنایا جاتا ہے۔

الطَّائِفُ: کوتوال۔ چوکیدار۔ نیز بنو ثقیف کا علاقہ طائف۔

الطائفة من الشیء: چیزوں کا مجموعہ یا گروپ۔ قول خداوندی ہے: وَلْيُشْهَدْ عَدَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ: مومنوں میں سے ایک گروہ یا طائفہ ان کی

ط و ر - ۶ اطْوَرَةُ: وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔

الطَّوْرُ: مرتبہ، بار، دفعہ، درجہ۔ قول خداوندی ہے: وَخَلَقْنَاكُمْ أَطْوَارًا: ہم نے تمہیں درجہ بدرجہ پیدا کیا۔ انفس نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ ہم نے کبھی تو تم کو علقہ کی شکل دی اور پھر مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بنایا۔

النَّاسُ اطْوَارًا: لوگ طرح طرح کے ہوتے ہیں اور اس اختلاف کا انحصار مختلف حالت پر ہوتا ہے۔ الطَّوْرُ: پہاڑ، کوہ۔

ط و ع - هُوَ طَوْعٌ يَدَّيْهِ: وہ اس کا مطیع اور فرمان بردار ہے۔

الاسْتِطَاعَةُ: طاقت۔ بعض اوقات صرف اسطاع يَسْتَطِيعُ کہتے ہیں اور 'ت' کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور ایسا نقل کے پیش نظر کرتے ہیں جو 'ت' اور 'ط' کے یکجا ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض عرب استاع يَسْتِيعُ ہمزہ قطعی کے ساتھ اس کا تلفظ کرتے ہیں۔

التَّطَوُّعُ بِالشَّيْءِ: کوئی چیز بطور ثواب دے دینا۔ یعنی خیرات کرنا۔

وَطَوَّعَتْ لَهَا نَفْسُ قَتْلِ أَخِيهِ: اس کے نفس نے اس کے لئے بھائی کا قتل گوارا اور آسان بنا دیا۔

کے ذمے لگا دیا۔

الطَّاق: طاق۔ طاقیہ محراب، جو رکبانوں میں بنائے جاتے ہیں۔ اس کی جمع الطاقات اور الطَّيْقَان ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ کہا جاتا ہے: طاق نعل: جوتے کا تھلا اور طاقۃ ریحان: ریحان کا گلہستہ۔

ط و ل - الطَّوْلُ لِبَأْسٍ - العرض بمعنی چوڑائی کی ضد۔

طَالَ الشَّيْءُ يَطْوُلُ طَوْلًا: چیز یا بات لمبی ہوگئی۔ بڑھ گئی یا پھیل گئی۔

طَوَّلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے لمبا کیا۔ أَطَالَهُ كَمَا مَنَى بِهِ: کسی اور نے اسے لمبا کیا۔

طَاوَلَنِي فُلَانٌ فَطَلْتُهُ: فلاں شخص نے میرے ساتھ دراز قدمی ہونے میں مقابلہ کیا تو میں اس سے زیادہ لمبا تھا۔ یہ کلمہ الطول اور الطول دونوں سے مشتق ہے۔ اور اس کا باب قَالَ ہے۔

الطَّوْلُ بَرُوزِ الْعَنْبِ: وہ لمبی رسی جس سے چوپائے کو باندھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بندھی چرتا رہے۔ ایسی رسی کو الطَّوِيلَةُ بھی کہتے ہیں۔

الطَّوَالُ: (طاء مضموم) بہت زیادہ لمبا شخص ایسے شخص کو الطَّوَالُ (واو مشدود) بھی کہتے ہیں۔

الطَّوَالُ: (طاء مکسور) طویل کی جمع لمبے لوگ۔

سزا کا مشاہدہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک اور ایک کے زائد عدد پر بھی الطائفۃ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

الطُّوفَانُ: سخت بارش۔ اور پانی کا ایسا ریلا کہ ہر چیز کو بہا لے جائے۔ یا ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ قول خداوندی ہے: فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ: پس طوفان نے انہیں گھیر لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ آنحضرتؐ کا قول ہے کہ ازراہ قیاس اس کا واحد کا صیغہ طُوفَانَةٌ ہونا چاہئے۔

طَوَّفَ الرَّجُلُ: آدمی نے بہت طواف کئے۔

أَطَافَ بِهِ: وہ اس سے چمٹ گیا اور اس کے قریب ہوا۔

ط و ق - الطُّوْقُ ہار۔ اس کی جمع أَطْوَاقٌ ہے۔

طَوَّقَهُ فَتَطَوَّقَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔

المُطَوَّقَةُ: کبوتر جس کے گلے میں طوق ہو۔

الطُّوْقُ كَمَا مَنَى بِهِ: طاق کا معنی طاق بھی ہے۔

أَطَاقَ الشَّيْءُ: وہ کوئی کام کر سکا۔ اس کا مصدر أَطَاقَةٌ ہے۔

هُوَ فِي طَوَّقِهِ: یہ بات اس کے بس میں ہے۔

طَوَّقَهُ الشَّيْءُ: اس نے ایک کام اس

الطَوِيُّ: بھوک۔ اس کا باب صَدِي  
ہے۔ اسم فاعل طَاو ہے اور طَيَّان ہے۔  
طَوِي يَطْوِي (داؤ مکسور) طَيًّا: کسی  
بات کا پختہ ارادہ کرنا۔

فَلَانَ طَوِي كَشْحَهُ: فلاں شخص نے  
اس کی دوستی سے منہ پھیر لیا۔

تَطَوَّتِ الْحَيَّةُ: سانپ نے گنڈ لی مار لی۔  
طَوِي: طاء مضموم اور مکسور۔ شام میں ایک  
جگہ کا نام۔ یہ لفظ منصرف بھی ہے اور غیر  
منصرف بھی۔ جس نے اسے منصرف مانا  
اس نے اسے ایک وادی یا جگہ کا نام سمجھ کر  
ایسا کیا اور اس کو اسم نکرہ قرار دیا۔ اور جس  
نے اسے غیر منصرف مانا اس نے اسے ایک  
شہر یا دلدل یا قطعہ زمین سمجھ کر ایسا کیا۔ اور  
اسے اسم معرفہ سمجھ کر اسے غیر منصرف  
قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ  
طَوِي: مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

الطَوِيَّةُ: ضمیر۔

ط ی ب - الطَّيْبُ نَاطِكِيْرُهُ - الخبيث  
بمعنی نجس کی ضد ہے۔

طَابَ يَطِيْبُ طَيْبَةً: (طاء مکسور) اور  
تَطِيْبًا: (طاء مفتوح) وہ پاکیزہ ہو گیا۔  
خوشگوار ہو گیا۔ یا اچھا ہو گیا۔

الإِسْتِطَابَةُ: استنجاء۔ لوگوں کے اس قول  
مَا أَطْيَبَهُ اور مَا أَيَطَّبَهُ: وہ کس قدر یا  
کتنا اچھا ہے۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الطَّوَلُ - أَطْوَلُ: بمعنی درازتر کی جمع۔  
الطُّوَلِيُّ - الأَطْوَلُ کا صیغہ تانیث۔ اس  
کی جمع کا صیغہ الطُّوَلُ ہے۔ اس کی مثال  
الْكُبْرَى کی جمع الكُبْرُ ہے۔ کہا جاتا ہے  
کہ هذا أَمْرٌ لَا طَوائِلَ فِيهِ: یہ کام ایسا  
ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہا جاتا  
ہے کہ یہ کلمہ تذکیر تانیث دونوں کے لئے  
یکساں ہے۔ اور یہ کلمہ منفی صورت کے بغیر  
استعمال نہیں ہوتا۔

الطُّوَلُ: (طاء مفتوح) منت اور احسان۔  
کہا جاتا ہے کہ: طَالٌ عَلَيْهِ اس نے اس  
پرا احسان کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

تَطَوَّنَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر بہت زیادہ  
احسان کیا یا مسلسل احسان کرتا رہا۔  
طَاوَلَهُ فِي الأَمْرِ: وہ اسے معاملے میں  
ثاثر رہا۔

أَطَالَتِ المَرْأَةُ: عورت نے درازتد بچہ  
پیدا کیا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ  
القَصِيْرَةَ قَدْ تُطِيلُ: ممکن ہے کوتاہ قد  
عورت درازتد بچہ جنے۔

طَوَّلَ لَهُ تَطْوِيْلًا: اس نے اسے مہلت دی۔  
اسْتَطَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔  
یا زیادتی کی۔ ممکن ہے کہ اسْتَطَالَ کا  
معنی طَال یعنی لمبا ہوا ہو۔

ط و ی - طَوَّاهُ يَطْوِيهِ طَيًّا  
فَانطَوِي: اس نے اسے لپیٹا تو لپیٹ گیا۔

ہے۔

طَائِرُ الْإِنْسَانِ: انسان کا نامہ اعمال جو انسان پہنے ہوتا ہے۔

الطَّيْرُ، فعل التَّطْيِيرُ کا اسم بھی ہے۔

مثلاً: لوگوں کا یہ قول ہے کہ: لَا طَيْرَ إِلَّا

طَيْرُ اللَّهِ: شگون صرف اللہ ہی کا شگون

ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: لَا أَمْرَ إِلَّا

أَمْرُ اللَّهِ: امر صرف اللہ ہی کا ہے۔ ابن

السکیت نے کہا کہ: کہا جاتا ہے کہ طَائِرُ

اللَّهِ وَلَا طَائِرُكَ: شگون اللہ ہی

کا ہے، تمہارا نہیں۔ اس کے بدلے یعنی

طَائِرُ اللَّهِ کے بدلے طیرِ اللہ نہیں کہا

چاہئے۔

أَرْضٌ مَطَّارَةٌ: بہت زیادہ پرندوں والی

زمین یا خطہ ارضی۔ اس میں مسم مفتوح

ہے۔ لوگوں کا یہ قول: كَأَنَّ عَلِيَّ

رُؤُوسَهُمُ الطَّيْرُ: بیت کے مارے وہ

ایسے گم صم ہیں گوان کے سروں پر پرندے

بیٹھے ہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ کوا اونٹ

کے سر پر بیٹھتا ہے اور اس کے سر کے بالوں

میں سے جوئیں اور لیکھیں چن کر کھاتا ہے

اور اونٹ اپنا سر نہیں ہلاتا تاکہ کوا ڈر کر نہ اڑ

جائے۔

طَارَ يَطِيرُ طَيْرُورَةً وَطَيْرَانًا: وہ اڑایا

اڑ گیا۔

أَطَارَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے اڑایا۔

دوسرا لفظ پہلے لفظ سے مقلوب ہے۔

مَا بِهِ مِنَ الطَّيْبِ شَيْءٌ: اس میں

اچھائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ان معنوں

میں مِنَ الطَّيْبَةِ نہیں کہنا چاہئے۔ اسی

طرح تم لوگ کہتے ہو: أَطَايِبُ الْأَطْعَمَةِ:

اچھے اچھے کھانے، ان معنوں میں مَطَايِبُهَا

نہیں کہنا چاہئے۔

طَائِيَةٌ: اس نے اس کے ساتھ خوش گپی یا

مزاح کیا۔

طُوْبَى الطَّيْبُ سے فَعْلَى کا وزن۔ اس

میں یاء کو واؤ میں تبدیل کیا گیا کیونکہ ما قبل

ضمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طُوْبَى لک:

تمہیں مبارک ہو، یا طُوْبَاک بھی تمہیں

نصیب ہو یا مبارک ہو، کہتے ہیں۔

طُوْبَى: جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔

سَبَى طَيْبَةً: صحیح قیدی۔ جو بغیر کسی

عداری یا عہد شکنی کے ذریعے قید کئے گئے

ہوں۔

ط ی ر - الطَّائِرُ: پرندہ۔ اس کی جمع

الطَّيْرُ: اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبٌ

کی ہے اور الطَّيْرُ کی جمع طَيْرُورٌ اور أَطْيَارٌ

ہے۔ اس کی مثال فَرُخٌ، فُرُوحٌ اور

الْفَرَاحُ ہے۔ فَطْرُبٌ اور ابو عبیدہ کا کہنا ہے

کہ الطَّيْرُ کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے، اور

اس آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: فَيَكُونُ

طَيْرًا بِأَذْنِ اللَّهِ: تو پھر وہ پرندہ بن جاتا

الْهَدَفِ: تیر نشانے سے چوک گیا۔  
أَطَاشَهُ الرَّامِي: تیر انداز سے تیر نشانے  
پر لگنے سے چوک گیا۔ یا تیر انداز نے نشانہ  
خطا کیا۔

الطَّيْشُ: کا معنی غصہ اور غصے میں بے قابو  
ہونا بھی ہے۔

الرَّجُلُ الطَّيَّاشُ: طیش والا شخص۔ غصہ  
والا شخص۔ ان دونوں کا باب باع ہے۔

ط ی ف - طَيْفٌ: جھونکا آنا۔ طَيْفٌ  
الخيال: نیند میں خیالات کا ذہن میں آنا  
تم کہتے ہو کہ طاف الخيال: میرے  
دل میں خیال آیا۔ اس کا باب باع ہے اور  
اس کا مصدر مَطَافًا بھی ہے۔ لوگوں کا قول  
ہے: طَيْفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: کا معنی  
شیطانی خیال یا وسوسہ ہے۔ اسی طرح لَمَمٌ  
مِنَ الشَّيْطَانِ کا معنی بھی یہی ہے۔  
قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: إِذَا مَسَّهُمْ  
طَيْفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: جب ان کے دل  
میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے، اور طائف  
مِنَ الشَّيْطَانِ: دونوں کا ایک ہی معنی  
ہے۔

ط ی ن - الطَّيْنُ: گارا، کچھڑ۔  
الطَّيْنَةُ: ان معنوں میں زیادہ مخصوص لفظ  
ہے۔ طَيْنَ السُّطْحِ تَطِينًا: اس نے  
اچھی طرح چھت کی لپائی کی۔ بعض لوگ  
اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس کے

طَيْرٌ اور طَايِرٌ کا بھی یہی معنی ہے۔  
تَطَايَرَ الشَّيْءُ: چیز اڑ کر تتر بتر ہوگئی یا  
منتشر ہوگئی۔ تَطَايَرَ كَمَا مَعْنَى طَالَ لَمَّا هَوَا،  
بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: خُذْ  
مَا تَطَايَرَ مِنْ شَعْرِكَ: اپنے بالوں  
میں سے جو منتشر ہو گئے انہیں پکڑو۔

اسْتَطَارَ الفَجْرُ عَشْرَةٌ: صبح کی روشنی  
پھیل گئی۔ پو پھٹ گئی۔

اسْتَطِيرَ الشَّيْءُ: چیز اڑائی گئی۔ تَطَيَّرَ  
مِنَ الشَّيْءِ وَبِالشَّيْءِ: کسی چیز سے  
نیک یا بد شگون لینا۔ اس کا اسم الطَّيْرَةُ:  
شگون لینا ہے اس کا وزن العِنْبَةُ ہے۔ اس  
سے بد شگون لی جاتی ہے۔ حدیث شریف  
میں ہے: أَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الفَالَ  
وَيَكْرَهُ الطَّيْرَةَ: آپ ﷺ نیک فال  
لینا پسند فرماتے اور بد شگون لینا نا پسند  
فرماتے تھے۔ قول خداوندی ہے: قَالُوا  
أَطْيَرْنَا بِكَ: انہوں نے کہا کہ ہم نے تم  
سے بد شگون لیا ہے۔ اصل لفظ تَطَيَّرْنَا ہے  
جس میں ادغام کیا گیا۔

ط ی س - الطَّاسُ: تھال یا بڑا پیالہ جس  
میں پینے کا کام لیا جاتا ہے۔

الطَّائِرُوسُ: مور۔ اس کا اسم تغیر طَوِيْسٌ  
ہے۔ زائد حروف حذف کرنے کے بعد یہ  
صورت بن گئی۔

ط ی ش - طَاشَ السَّهْمُ عَنِ

ثبت کی اس کا باب بَسَّعَ ہے۔ اس کا اسم  
 فاعل بھی مَطِیْنٌ ہے۔  
 فلسطین: فاء کسور۔ ایک ملک یا علاقے  
 کا نام۔

بدلے طَانَةٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب باع  
 ہے۔ اسم فاعل مَطِیْنٌ ہے۔  
 الطَّيْنَةُ: فطرت اور سرشت۔ طَانٌ  
 كِتَابَةٌ: اس نے اپنی کتاب پر مٹی کی مہر

## بَابُ الظَّالِمِ

ظ ا ر - الظَّنْرُ: (ظاء مسور، مہوز) دائیہ انا، ستون، اس کی جمع ظَنُوَار (ظاء مضموم) اس کی مثال فُعَال، ظَنُوْر فُلُوْس اور اَظْنَار ہے جس کی مثال اَحْمَال ہے۔

ظ ب ی - الظَّبِيُّ: ہرن۔ ثَلَاثَةُ اَظْبٍ، تین ہرن۔ اس سے زیادہ ہوں تو ظِبَاءٌ: ظَبِيٌّ بَرْدَن فُعُول، اس کی مثال ثَبَدِيٌّ اور ظَبِيَّات (باء مفتوح) ہے۔

ظ ر ف - الظَّرْفُ: برتن اسی لفظ سے ظُرُوفُ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ مشتق ہے۔ یعنی زمان و مکان کے حالات۔ یہ تادیل نحویوں کے نزدیک ہے۔

الظَّرْفُ کا معنی کیاست یعنی دانائی یا ظرافت بھی ہے۔

ظ ف ر - ظَفْرٌ: ناخن۔ اس کی جمع اَظْفَارٌ ہے اور اَظْفُورٌ (الف مضموم) اور اَظْفَافِيرٌ ہے۔

ظ ر ج - الظَّفْرُ: لہے ناخن والا آدمی۔ یہ لفظ الظَّفْرُ (ظاء و فاء مفتوح) سے مشتق ہے۔ اس کی مثال رَجُلٌ اَشْعَرٌ: لہے بالوں والا آدمی ہے۔

الظَّفْرَةُ: (ظاء اور فاء مفتوح) ناخن۔ آنکھ کی ایک بیماری جو آنکھ کو ڈھانپ لیتی ہے۔

قَدْ ظَرَفَ الرَّجُلُ: (راء مضموم) آدمی عَظْمَدٌ یا ظریف ہو گیا۔ اس کا مصدر ظَرَفَةٌ ہے۔ اسم فاعل ظَرِيفٌ ہے۔ قَوْمٌ ظَرَفَاءٌ وَظَرَاةٌ: ظریف و ہوشیار لوگ۔ علماء نے زائد حروف حذف کرنے کے بعد ظَرَفٌ کی جمع ظُرُوفٌ بنائی ہے۔ خلیل کا خیال ہے کہ یہ لفظ بمنزلہ مَدَاكِيْر ہے جو ذکر سے جمع مکر نہیں بنایا گیا۔ تَظْرَفٌ: وہ تکلفاً ظریف بن گیا۔



ظِلُّ اللَّيْلِ: رات کی تاریکی۔ یہ بھی استعارہ ہے۔ کیونکہ سایہ حقیقت میں شعاع کا عکس یا روشنی بغیر شعاع کے ہوتا ہے۔ اور جب اس میں روشنی نہ ہوگی تو تاریکی ہوگی، سایہ نہ ہوگا۔

ظِلُّ ظَلِيلٍ: گھنا سایہ۔

مَكَانٌ ظَلِيلٌ: سایہ دار مکان۔ فُلَانٌ يَعِيشُ فِي ظِلِّ فُلَانٍ: فلاں آدمی فلاں آدمی کے زیر سایہ رہتا ہے۔

الظَّلَّةُ: (ظاء مضموم) چہوترے کی طرح کا سا بن۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی

ہے۔ فِي ظِلِّ عَلِيٍّ الْأَرَانِكِ مُتَكِنُونَ: جنتی لوگ صوفوں پر تکیے لگائے سایہ میں ہوں گے۔ الظَّلَّةُ: (ظاء مضموم)

کا معنی وہ پہلا بادل ہے جو سایہ کرے۔ وَعَدَابٌ يَوْمَ الظَّلَّةِ کا معنی بتایا گیا ہے کہ ایسے بادل جن کے نیچے گرم ہوا ہوگی۔

المِظْلَةُ (میم مکسور) بالوں سے بنا ہوا بڑا گھر۔ عَرْشٌ مُظَلَّلٌ: ڈھکا ہوا سایہ دار عرش۔

أظَلَّتِي الشَّجَرَةَ وَغَيْرُهُ: مجھے درخت وغیرہ نے سایہ دیا۔

أظَلَّكَ فُلَانٌ إِذَا دَنَا مِنْكَ: فلاں نے تم پر سایہ کیا جب وہ تمہارے قریب ہوا۔ گویا اس نے تجھ پر اپنا سایہ ڈالا پھر یہ محاورہ بن گیا۔ أظَلَّكَ أَمْرًا يَأْظَلُّكَ

اسے ظَفَرٌ بروزن قُفْلٌ کہا جاتا ہے۔

قَدْ ظَفِرَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ میں ناخن ہو گیا ہے۔ اس کا باب طرب ہے۔

الظَّفَرُ کا معنی کامیابی اور فتح بھی ہے۔ قَدْ ظَفِرَ بَعْدَ وَاوٍ: اس نے اپنے دشمن پر

غلبہ پالیا ہے۔ اس کا باب طرب ہے۔ ظَفِيرَةٌ کا معنی لِحِقٌ بہ یعنی اس سے جا ملا

بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل ظَفِيرٌ ہے جو کَيْفَ کے وزن پر ہے۔ ظَفِرَ عَلَيْهِ اور

ظَفِرَ بِهِ کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس پر غالب آ گیا۔

إظْفَرَ: (ظاء مشدود) کا معنی بھی ظَفِرَ ہے۔ أظْفَرَهُ اللَّهُ بَعْدَ وَاوٍ: اللہ نے

اسے اس کے دشمن پر غلبہ دیا۔ ظَفْرَةٌ تَظْفِيرًا: اس نے اسے بڑی

بھاری کامیابی دی۔ رَجُلٌ مُظْفَرٌ: فتح میں فتح پانے والا۔

التَّظْفِيرُ: سبب وغیرہ میں ناخن چھوٹنا۔

ظ ل ف - الظَّلْفُ: گائے، بکری اور ہرن کے پائے جس طرح دوسرے

چوپایوں کے کھڑ ہوتے ہیں۔ بطور استعارہ اس کا معنی گھوڑا ہے۔

ظ ل ل - الظِّلُّ: سایہ۔ اس کی جمع ظلال ہے۔ سایہ بھی وہ جو بادلوں کی طرح تم پر

سایہ لگن ہو۔

تَظَلَّمَ مِنْهُ: اس نے اس کے ظلم کی شکایت کی۔

تَظَالَّمَ الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا۔

ظَلَمَهُ تَظْلِيمًا: اس نے اسے ظالم قرار دیا۔ تَظَلَّمَ وَانْظَلَّمَ: اس نے ظلم برداشت کیا یا وہ ظلم کا شکار ہوا۔

الظَّلِيمُ: برون سبب السَّيِّئِ: سخت ظالم۔

الظُّلْمَةُ: تاریکی۔ النور بمعنی روشنی کی ضد۔ لام مضموم یعنی الظُّلْمَةُ: بھی اس کا

ایک لہجہ ہے۔ الظُّلْمَةُ کی جمع ظُلْمٌ ظُلُمَاتٌ وَظُلُمَاتٌ اور ظُلُمَاتٌ (ان

میں لام مضموم، مفتوح اور سکون تینوں ہیں۔) أَظْلَمَ اللَّيْلُ: رات کی تاریکی

چھا گئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ مَا أَظْلَمَهُ وَمَا أَضْوَأَهُ: کس قدر تاریکی ہے اور کس

قدر روشنی ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ الظُّلَامُ: ابتدائے شب۔

الظُّلُمَاءُ: تاریکی بعض اوقات یہ بطور صفت میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: لَيْلَةٌ

ظُلُمَاءُ: اندھیری رات۔ ظَلِمَ اللَّيْلُ (لام مکسور) ظُلُمًا، أَظْلَمَ بمعنی تاریک

ہوئی، کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ أَظْلَمَ الْقَوْمُ: لوگ اندھیرے میں داخل

ہوئے یعنی ان پر اندھیرا چھا گیا۔ قول

شَهَرَ كَذَا: یعنی فلاں کام یا مہینہ تمہارے قریب آن لگا۔

اسْتَظَلَّ بِالشَّجَرَةِ: وہ درخت کے سائے تلے بیٹھا۔ ظَلَّ يَفْعَلُ كَذَا: وہ

سارا دن ایسا کرتا رہا۔ ظَلِلْتُ: (لام مکسور) ظُلُولًا: (ظاء مضموم) رہنا یا رہ

جانا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ: تو تم باتیں بناتے رہ

جاؤ۔ یہاں لام بغیر تشدید کے شاذ مثالوں میں سے ہے۔

ظ ل م - ظَلَمَهُ يَظْلِمُهُ: (لام مکسور) ظُلْمًا وَمَظْلَمَةً (لام مکسور) اس نے اس

پر ظلم کیا۔ ظلم کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا اپنی مخصوص جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا۔

کہا جاتا ہے کہ: مَنْ أَشْبَهَ أَبَاهُ فَمَا ظَلَمَ: جس نے اپنے باپ سے مشابہت

کی اس نے ظلم نہیں کیا۔ ضرب المثل ہے کہ مَنْ اسْتَرَعَى الدَّئِبَ فَقَدْ ظَلَمَ:

جس نے بھیڑیے کے ساتھ رعایت کی اس نے ظلم کیا۔ الظُّلَامَةُ وَالْمَظْلَمَةُ: (لام

مفتوح) وہ بات جو تم کسی ظالم شخص کے پاس پاؤ۔ یہ اس فعل کا اسم ہے جو کچھ اس

نے تم سے لیا ہے۔ یعنی ظلم سے لی ہوئی چیز۔

تَظَلَّمَ: اس نے اس کے مال کو کم کیا یا اس پر ظلم کیا۔

ساتھ) اس نے اس پر تہمت لگا دی۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: لَمْ يَكُنْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُظَنُّ فِي قَتْلِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قتل عثمان کی تہمت نہیں تھی۔ یہ لفظ يُظَنُّ يُفْتَعَلُ کے وزن پر يُظَنُّنُ تھا جو ادغام کے بعد يُظَنُّ بن گیا۔ مِظْنَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کے بارے میں گمان کرنے کی جگہ یعنی گمان کا موقع۔ اس کی جمع المِظَانُ ہے۔

ظ ن ی - تَظَنَّى: یہ لفظ الظَّن سے مشتق ہے۔ متعدد نونات میں سے ایک نون کو یاء میں بدل دیا گیا ہے۔ اس کی مثال تَقَضُّضٌ سے تَقَضُّضِيٌّ کی سی ہے۔

ظ و ر - الظُّهْرُ: ظاہر۔ باطن کی ضد۔ اس کا معنی سواری بھی ہے اور خشکی کا راستہ بھی۔ کہا جاتا ہے: هُوَ نَازِلٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنِهِمْ (راء مفتوح) وَظَهْرَانِيْمٌ (نون مفتوح) وہ ان کے درمیان آتا۔

اسے ظَهْرَانِيْمٌ نہیں کہنا چاہئے، یعنی نون کو کسور نہیں کرنا چاہئے۔

الظُّهْرُ: (ظاء مضموم) بعد زوال یا بعد دوپہر کا وقت اسی سے صَلَاةُ الظُّهْرِ: ظہر کی نماز ماخوذ ہے۔

الظُّهَيْرَةُ: کرکتی دوپہر۔

الظُّهَيْرُ: معاون و مددگار۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالْمَلِيكَةُ بَعْدَ

خداوندی ہے: فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ: تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں ہیں، یعنی ان پر اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ الظَّلِيمُ: زرتھر مرغ۔ الظَّلْمُ: (ظاء مفتوح) دانتوں کا پانی اور لعاب۔ یہ دانت کی ہڈی کے اندر دانت کی شدید سفیدی کے باعث سیاہ رنگ کا لگتا ہے۔ اس کی مثال جوہر تلوار کی طرح ہے یعنی تلوار کے نقش و نگار۔ اس کی جمع ظُلُومٌ ہے۔

ظ م أ - الظَّمَا: پیاس۔ پانی کی طلب۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے اور اسم الظَّمُ: (ظاء مکسور) ہے۔ اور اسم فاعل ظَمَّانٌ اور اس کا مؤنث ظَمَامِيٌّ ہے اور اس کی جمع ظَمَاءٌ (ظاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔

ظ م ی - المِظْمِي: بارانی زمین۔ اس کے مقابل نہرگی یا چاہی زمین کو المَسْقُوِيٌّ کہتے ہیں۔ اس کا ذکر بذیل مادہ (س ق ی) گزر چکا ہے۔

ظ ن ن - الظَّنُّ: گمان۔ کسی چیز کے متعلق غیر یقینی علم۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ جیسے تم کہو: كَرَّ ظَنُّكَ زَيْدًا: میں نے گمان کیا کہ تم زید ہو اور ظَنَنْتُ زَيْدًا اِيَّاكَ: میں نے خیال کیا کہ زید تم ہی ہو۔ اس میں ضمیر مُفَصَّلٌ کو متصل ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

الظَّنِّينَ: متہم شخص۔ الظَّنَّةُ: تہمت۔ الزام۔ اَطْنَةُ اور اَطْنَةُ: (ظاء اور ظاء کے

التَّظَاهِرُ: (ظاہر داری) تعاون۔  
 اسْتَظْهَرَ بِهِ: اس نے اس سے مدد مانگی۔  
 الظَّهَارَةُ: ابراہ، دوہرے کپڑے کا بیرونی  
 کپڑا۔ یہ البطانۃ کی ضد ہے جس کا معنی  
 اندر سے یا اندرونی کپڑا ہے۔

الظَّهَارُ: مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا اور  
 اسے اپنے اوپر حرام قرار دینا۔ اور یہ الفاظ  
 کہہ دینا کہ أَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي:  
 یعنی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح  
 ہے۔

ظَاهِرٌ مِنْ أَمْرٍ: اس نے اپنی بیوی  
 سے ظہار کر لیا۔

تَظَهَّرَ: کا بھی یہی معنی ہے۔ میں کہتا ہوں  
 کہ صاحب کتاب نے تَظَاهَرُ، کا ذکر  
 چھوڑ دیا حالانکہ یہ قرآن کی ساتوں قراءتوں  
 میں پڑھا گیا ہے۔ اور انہوں نے تَظَهَّرَ کا  
 ذکر کر دیا حالانکہ یہ غریب ہے۔ اسے کسی  
 شاذ قرأت میں بھی نہیں پڑھا گیا۔ اصمعی  
 رحمہ اللہ نے کہا کہ: أَتَانَا فَلَانَ مُظَهَّرًا  
 (ہام مشدّد) یعنی فلاں شخص ہمارے پاس  
 ظہر کے وقت آیا۔ ابو عبید نے کہا اور کسی  
 دوسرے نے بھی کہا کہ: أَتَانَا فَلَانَ  
 مُظَهَّرًا: (بغیر تشدید) اور یہ درست ہے۔

ذَلِكَ ظَهِيرٌ: البتہ اس کا جمع کا معنی نہیں  
 بنایا گیا جب کہ ہم نے قَعِيدٌ کے سلسلے میں  
 ذکر کیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:  
 إِنَّ الْعَوَاذِلَ لَسَنَ لِي بِأَمِيرٍ  
 ”یعنی نوحہ گر عورتیں مجھ پر حکمران نہیں  
 ہیں۔“

یہاں شاعر نے امراء کی بجائے مفرد  
 أَمِيرٌ استعمال کیا ہے۔

الظَّهْرِيُّ: پیٹھ پیچھے۔ یعنی فراموش یا  
 بھلا دیا ہوا شخص از یاد رفتہ۔ قول خداوندی  
 ہے: وَاتَّخَذَ تَمُوهَ وَرَاءَ كُمُ ظَهْرِيًّا:  
 تم نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔

الظَّاهِرُ: ظاہر، نمایاں۔ یہ الباطن یعنی  
 پوشیدہ کی ضد ہے۔

ظَهَرَ الشَّيْءُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

ظَهَرَ عَلَيَّ فُلَانٌ: وہ فلاں شخص پر غالب  
 آگیا۔ ان دونوں کا باب خَصَّصَ ہے۔

أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيَّ عَدُوَّهُ: اللہ نے  
 اسے اس کے دشمن پر فتح دی۔

أَظْهَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز یا بات کو  
 ظاہر کر دیا۔ أَظْهَرَ كَمَا مَعْنَى، اس نے دوپہر

کردی، بھی ہے یعنی وہ دوپہر کو چلا۔  
 الْمُظَاهَرَةُ: ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

## باب الثمین

کلب سے کَلِيبُ: یہ نادر جمع ہے۔ اس کی دوسری جمع اُعْبُدُ، عِبَادٌ اور عُبْدَانٌ (عین مضموم) جس کی مثال تُمُرٌ کی جمع تُمْرَانٌ، اور عِبْدَانٌ (عین مکسور) جس کی مثال جَحْشٌ سے جَحْشَانٌ ہے۔

عِبْدَانٌ: (عین مکسور اور وال مشدود)، عِبْدَى (عین مکسور اور وال مشدود اور یائے مقصور و ممدود)، مَعْبُودَاءُ (الف ممدود) اور عُبْدٌ (عین اور باء مضموم) ہے جس کی

مثال سَقْفٌ سے سَقْفٌ ہے۔ بعض نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: وَعِبْدُ الطَّاغُوتِ: یہ ترکیب اضافی ہے۔ اور بعض نے عِبْدُ الطَّاغُوتِ بروزن عَضُدٌ

اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی ہے: ”طاغوت کے خادم“۔ انفس نے کہا کہ یہ جمع نہیں ہے کیونکہ فَعْلٌ کے وزن پر کسی اسم کی جمع فَعْلٌ کے وزن پر نہیں بن سکتی، بلکہ یہ صرف اسم ہے جو فَعْلٌ کے وزن پر بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال حَذْرٌ اور نَدَسٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ عِبْدٌ جو العِبُودَةُ اور العِبُودِيَّة سے مشتق ہے۔

العِبُودِيَّة کا اصل معنی جھکتا اور ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ التَّعْبِيْدُ کا معنی تذلیل ہے۔ کہا

العین: عربی حروف ہجاء کا ایک حرف۔ عَاذَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و د۔ عَارِيَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ر۔ عَامٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و م۔ عَاهَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ہ۔

ع ب ا— عِبَا الطَّيِّبِ وَالْمَتَاعِ: اس نے ساز و سامان اور مال و متاع تیار کر لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ عَبَاةٌ تَعْبِيَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

العِبَاءُ: (عین مکسور) بوجھ۔ اس کی جمع اَعْبَاءٌ ہے۔

مَا عَبَايَه: اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ع ب ب— العَبُّ: چکھے یا چوسے بغیر یا گھونٹ لئے بغیر پانی پینا جس طرح کبوتر اور چوپائے پانی پیتے ہیں۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”الْكِبَادُ مِنَ الْعَبِّ“: جگر درد بغیر سانس لئے پانی پینے سے ہوتا ہے۔

ع ب ث— العَبْتُ: کھیل، بے کار مشغلہ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ع ب د— العَبْدُ: غلام۔ الحُرُّ (آزاد) کی ضد۔ اس کی جمع عَبِيدٌ جس کی مثال

ہے۔ وہ اس کے خلاف جو یہاں بیان ہوا ہے۔

ع ب ر - العِبْرَةُ: (عین مکسور) اعتبار کا اسم ہے۔ اور عین مفتوح ہو تو آنسو کا قطرہ گرتا ہے۔

عِبْرُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَالْعَيْنُ: آدمی، عورت یا آنکھ نے آنسو بہائے۔ اس کا باب طَوْبٌ ہے۔ اور بطور نعت، تینوں کے لئے عَابِرٌ ہوگا۔

اِسْتَعْبَرْتُ عَيْنَهُ: اس کی آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبائی بھی اس کا معنی ہے۔

العَبْرَانُ: رونے والا۔ گریان۔

عَبْرُ النَّهْرِ بَرْدٌ وَعَذْرٌ نَهْرٌ كَانَارِهِ۔

عَبْرَةٌ: اس کی جانب، اس کی طرف۔ اس کا کنارہ۔

العِبْرِيُّ: بروزن المِصْرِيُّ: عبرانی۔ یہ یہودی زبان ہے۔

المِعْبَرُ: بروزن المِبْضَعُ: پل جس پر سے گزرا جائے۔ وہ پل ہو یا کشتی ہو۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسی سواری ہے کہ جس میں بیٹھ کر پانی وغیرہ عبور کیا جاسکے۔

رَجُلٌ عَابِرٌ: راہ گزار، مسافر۔

عَبَسَ: وہ گزر گیا یعنی فوت ہو گیا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

عَبْرًا لِّلنَّهْرِ وَغَيْرَهُ: اس نے دریا عبور کر لیا۔ اس کا باب نَصْرٌ اور دَخَلَ ہے۔

جاتا ہے کہ طَوْرِيْقٌ مُّعْبَدٌ: پختہ کی ہوئی سڑک۔

التَّعْبِيدُ کا معنی الاستعباد بھی ہے یعنی کسی شخص کو غلام بنانا۔ اور یہی معنی الاِغْتِبَادُ کا ہے۔ حدیث میں ہے: رَجُلٌ اِغْتَبَدَ مُحَرَّرًا: یہی معنی الاِغْتِبَادُ اور التَّعْبِيدُ کا ہے۔ کہا جاتا ہے: تَعْبَدُهُ: اس نے اسے غلام بنایا۔

العِبَادَةُ: عبادت و طاعت الہی۔

التَّعْبُدُ: عبادت گزاری و پرہیزگاری۔

عَبِدٌ: اس کا باب طَرِبٌ ہے یعنی وہ

غضبناک ہوا اور اس نے ناک بھوں

چڑھائی۔ اس کا اسم العَبْدَةُ (عین اور باء

دونوں مفتوح) ہے۔

الفرزدق کا شعر ہے:

وَاعْبُدْ اِنْ اَهْجُوْ كَلِيْبًا بِدَارِمِ

ابو عمرو نے کہا کہ قول خداوندی ہے: "فَاَنَا

اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" میں یہی مفہوم ہے۔

قول خداوندی ہے: "فَاذْخُلِيْ فِى

عِبَادِيْ:" میری جماعت میں داخل

ہو جاؤ۔ العِبَادَةُ سے مراد حضرت عبد اللہ

بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ

عنہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب

رحمہ اللہ نے العِبَادَةُ کا ذکر باب اَلْفِ

لَيْسَنَ میں ہاء کی اقسام کے ضمن میں کیا

میں مر گیا۔

العَبِيْطُ مِنَ الرِّوْمِ: خالص اور تازہ خون۔

ع ب ق - العَبَقُ بِه عَبَقَ كَمَا مَصَدْر هُوَ۔

اس کا معنی ہے وہ چمٹ گیا یا چپک گیا۔ لگ

جانا۔

عَبَقَ بِه الطَّيْبُ: خوشبو یا عطر اس کے

ساتھ لگ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور

عَبَاقِيَةٌ بھی اس کا مصدر ہے۔

ع ب ق ر - العَبْقُرُ: بروزن العَنْبُرُ:

ایسی جگہ جس کے بارے میں عربوں کا

خیال ہے کہ وہ جنوں کی سرزمین ہے۔ پھر

لوگوں نے اس کے ساتھ ہر اس چیز کی

نسبت کری جس پر انہیں اس چیز کی عمدگی

اور حسن کا گیری کی وجہ سے حیرانی ہوئی۔ تو

انہوں نے اس کو عَبْقَرِيٌّ کہا شروع کر

دیا۔ یہ واحد کا صیغہ ہے اس کی جمع اور

مؤنث کا صیغہ عَبْقَرِيَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے:

فِيَابَ عَبْقَرِيَّةٍ: لاجواب عمدہ کپڑے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّهُ كَانَ

يَسْجُدُ عَلٰى عَبْقَرِيٍّ: اس سے مراد ایسا

کپڑا ہے جس میں طرح طرح کے رنگ

اور نقش و نگار ہوں۔ حتیٰ کہ لوگوں نے

ظَلَمَ عَبْقَرِيٍّ کہا یعنی بے مثال اور انوکھا

ظلم۔ اور لوگوں نے مضبوط اور طاقتور آدمی

کو عَبْقَرِيٌّ قوم کہہ دیا۔ حدیث شریف

میں ہے: "فَلَمَّ اَر عَبْقَرِيًّا يَفْرِي

عَبْرَ الرُّوْمِ: اس نے خواب کی تعبیر

بتائی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

عَبْرَهَا اَيْضًا تَعْبِيرًا: اس کا معنی یہ بھی

ہے کہ اس نے تفسیر بیان کی۔

عَبْرَ عَنْ فُلَانٍ اَيْضًا: اس کا معنی یہ بھی

ہے کہ اس نے فُلَانٍ شخص کی طرف سے

بات کی۔

اللِّسَانُ يُعَبِّرُ مَا فِي الضَّمِيرِ: دل

میں جو بات ہوتی ہے زبان اسے بیان کر

دیتی ہے۔

العَبِيرُ: بروزن البعير: اصمعی کے قول

کے مطابق مختلف چیزوں کا زعفران میں

ملانا۔ ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اس کا

معنی صرف زعفران ہے۔ حدیث شریف

میں ہے: "اَتَعَجِرُ اِحْدَاكُنَّ اَنْ

تَتَّخَذَ تَوَمِيْنًا لِّمَنْ تَلَطَّحْتُهُمَا بِعَبِيْرٍ

اَوْ زَعْفَرَانٍ:" اس سے معلوم ہوتا ہے

عَبِيْرٍ زعفران کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

ع ب س - عَبَسَ الرَّجُلُ: آدمی ترش

رُوہوا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

عَبَسَ وَجْهَهُ: میں عبس کو مبالغہ کے

لئے مشدّد کیا گیا۔

التَّعْبُسُ: سخت ترش رو ہونا۔

يَوْمٌ عَبُوسٌ: سخت مشکل دن۔

ع ب ط - مَاتَ فُلَانٌ عَبْطَةً: فلاں

شخص بھر پور جوانی میں اور تندرستی کی حالت

کے پتوں کو نہ تو کیڑے لگتے ہیں، نہ پتے جھڑتے ہیں یا جھاڑے جاتے ہیں اور نہ انہیں ٹڈی کھاتی ہے یا نہ اس درخت کو چھیل کر ننگا کیا جاتا ہے۔ یعنی اس درخت میں کیڑا لگتا ہے نہ پتے جھڑتے ہیں اور نہ ہی اسے ٹڈی کھاتی ہے۔

ع ب ا - العَبَاءَةُ وَالْعَبَائَةُ هَبَا يَأْتِي -  
چوغہ (ایک پہناوا) اس کی جمع العَبَاءَات ہے۔

ع ت ب - عَتَبَ عَلَيْهِ اس نے پایا۔

اس کا باب نَصَرَ ہے اور طرب ہے۔ اور

مَعْتَبًا بھی۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔

العَتَبُ: (تاء مفتوح) العَتَبُ (تاء

ساکن) کی طرح ہے۔ اس کا اسم المَعْتَبَةُ

(تاء مفتوح اور مکسور) ہے۔ التَّلِيلُ کا قول

ہے: العِتَابُ کا معنی مخاطب ادلال

ہے یا مذاكرة المَوْجِدِہ ہے یعنی

عَتَابِ اظہار ناراضگی اور تنبیہ ہے۔

عَاتِبَةٌ مُعَاتِبَةٌ وَاِعْتَابًا: اس نے اس پر

عتاب کیا۔

أَعْتَبَهُ: اس نے اس پر عتاب کرنے کے

بعد اسے خوش کیا۔ اس کا اسم العُتْبِيُّ ہے۔

اسْتَعْتَبَ اور أَعْتَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔

یعنی اس نے اسے رضامند کر لیا۔

اسْتَعْتَبَ کا معنی اس نے اسے رضامند

کرنا چاہا بھی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسْتَعْتَبَهُ

فَرِيئَةٌ: "میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو اپنے حیرت انگیز کام پر تعجب کرتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو باہم تعارف کے باعث مخاطب کر کے کہا کہ عَبْقَرِي حَسَنَان: وہ لوگ انوکھی قسم کی مندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بعض نے اس آیت کو وَعَبَا قِرِي پڑھا ہے جو غلط ہے، کیونکہ منسوب اپنی نسبت کے اعتبار سے جمع نہیں بنایا جاتا۔

ع ب ل - رَجُلٌ عَبْلٌ الذَّرَاعِينَ ذُو مَوْتِ تَارِے بازوؤں والا شخص۔

فَرَسٌ عَبْلٌ الشَّوِي: موٹی اور فریہ

ٹانگوں والا گھوڑا۔

قَدْ عَبْلٌ: وہ موٹا ہو گیا یا فریہ ہو گیا۔ اس کا

باب ظرف ہے۔

إِمْرَأَةٌ عَبْلَةٌ: کامل ساخت کی عورت یا

فریہ عورت۔ اس کی جمع عَبْلَات ہے اور

عِبَالٌ ہے۔ اس کی مثال ضُخْمَات اور

ضِحَامٌ ہے۔

عَبَلَ الشَّجْرَةَ: اس نے درخت کے

پتے جھاڑے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "فِي شَجْرَةٍ

سُرَّ تَحْتَهَا سَبْعُونَ نَبِيًّا فِيهَا لَا

تُسْرَفُ وَلَا تُعْبَلُ وَلَا تُجْرَدُ:" اس

درخت کے بارے میں جس کے نیچے ستر

انبیاء کی تافیں کاٹیں گئیں، اس درخت



سے علاج کرانے میں کوئی گناہ نہیں۔  
عِشْرَةُ الرَّجُلِ: انسان کی نسل اور قرہبی  
خاندان یا رشتہ دار۔

العِشْرُ اور العِشْرَةُ بروزن الزَّيْبِ حَتَّى: اس  
بکری کو بھی کہتے ہیں جو مشرکین رجب  
کے مہینے میں اپنے بتوں پر چڑھاوے کے  
لئے ذبح کرتے تھے۔

ع ت ر س - العِشْرَسَةُ بروزن  
الْهِنْدَسَةِ: سختی اور جبر کے ساتھ  
کوئی چیز لینا۔ غصب کرنا۔ چھیننا۔  
العِشْرَيْسُ بروزن العِشْرَيْثِ: چابر۔  
غضبناک۔

ع ت ق - العِثْقُ: کرم، مہربانی۔ اس کا  
معنی خوبصورتی بھی ہے۔ اور اس کا معنی  
آزادی اور حریت بھی ہے۔ اسی طرح  
العِثَاقُ (عین مفتوح) اور العِثَاقَةُ: اسی  
سے مشتق اور ماخوذ الفاظ ہیں۔ اسی سے  
مشتق لفظ ہے: عِثَقَ الْعَبْدُ يَعِثِقُ (تاء  
مکسور) عِثَقًا اور عِثَاقًا بھی۔ غلام آزاد ہو  
گیا۔ اس کا اسم فاعل عِثِيقٌ اور عِثَاقٌ  
ہے۔

أَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ: اس کے آقا نے اسے آزاد  
کر دیا۔

فُلَانٌ مَوْلَى عِتَاقِيٍّ وَمَوْلَى عِثِيقٍ  
وَمَوْلَاةٌ عِثِيقَةٌ وَمَوَالٍ عِتْقَاءُ  
وِنِسَاءٌ عِتَاقِيٌّ: بمعنی آزاد شدہ غلام،

فَأَعْتَبَهُ: اس نے اسے رضامند کرنا چاہا تو  
اسے رضامند کر لیا۔

العِتَبُ: دہلیز۔ ہریٹھی یا پائے کو عِتَبَةٌ  
کہتے ہیں۔ اس کی جمع عتبات ہے اور  
عِتَبٌ بھی ہے۔

العِتَبَةُ: چوکھٹ کو بھی کہتے ہیں۔ میرا کہنا  
ہے کہ الا زہری نے اس کا ذکر ع ت ب  
کی ذیل میں کیا ہے۔ اور ابن شہیل نے  
اسے دروازے کی بالائی چوکھٹ کہا ہے۔  
اور زریں چوکھٹ کو الْأَسْكُفَةُ کہا ہے۔  
اور اس کا ذکر س ک ف کے ذیل میں  
کیا ہے۔ اللیث کا قول ہے کہ الْأَسْكُفَةُ  
الباب زیریں چوکھٹ ہے جس پر دروازہ  
نصب ہوتا ہے۔

ع ت د - أَلْعَيْدُ: حاضر، موجود، میسر۔  
قَدْ عَتَدَهُ تَعْتِيدًا: اور اَعْتَدَهُ اعتادًا:  
اس نے ایک دن کے لئے اسے تیار کیا۔  
یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے:  
وَاعْتَدْت لَهُنَّ مُتَّكِّئًا: اس نے زنان  
مصر کیلئے گاؤں کیلئے لگا دیئے۔ یعنی ان کے  
بٹھنے کا عمدہ انتظام کیا۔

ع ت ر - العِشْرُ بروزن التَّيْبِ: مرزنجوش  
طرح کی ایک بوٹی ہے۔ جو بطور دوا  
استعمال ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: "لَا بَأْسَ لِلْمَحْرَمِ أَنْ يَتَدَاوَى  
بِالسَّنَا وَالْعِشْرِ:" محرم کو برگ سنا اور عتر

عَتِيقُ کہلانے کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ”أَنْتَ عَتِيقٌ مِّنَ النَّارِ“ فرمایا تھا یعنی تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو۔ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا۔

فَنَطْرَةٌ عَتِيقَةٌ: کوہ اور فَنَطْرَةٌ جدید میں صفت کو بغیر ’ہ‘ لکھنے کا سبب یہ ہے کہ العتیقة الفاعلة کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور الجدید المفعولة کے معنوں میں۔ اس سے مراد فاعل اور مفعول میں تمیز کرنا ہے۔

ع ت ل - عَتَلُ الرَّجُلُ: اس نے آدمی کو سختی سے پکڑا اور کھینچا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

العُتْلُ: غلیظ گندہ شخص۔ شیخی خورہ۔ قول خداوندی ہے: عَتَلْتُ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْنِمَ.

ع ت م - العتمة: نمازِ عشاء کا وقت۔ اکتلیل کا قول ہے کہ العتمة رات کی پہلی تہائی ہے۔ اور یہ شفق کے غائب ہونے کے وقت سے لے کر تہائی حصے رات تک ہے۔

قَدْ عَتَمَ اللَّيْلُ: رات چھا گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَتَمَتُهُ: اس کی تاریکی۔ اَعْتَمْنَا: ہمیں رات پڑ گئی۔ اس کی مثال اَصْبَحْنَا: ہمیں صبح ہوئی۔

اسی مادہ سے ماخوذ کلمات ہیں۔

عَتَقَ الشَّيْءُ: چیز آزاد ہو گئی۔ عَتَقَ يَعْتَقُ بروزن ذَخَلَ يَدْخُلُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاتِقٌ ہے۔

ذَنَابِيْرٌ عَتَقٌ: پرانے دینار۔

عَتَقَهُ تَعْتِيقًا: اس نے اسے بہت پرانا کر دیا۔

المُعْتَقَةُ: پرانی شراب۔ شراب گہنہ۔ جس شراب کو بہت عرصے رکھے رہنے دیا جائے تا آنکہ گہنہ ہو جائے۔

العَاتِقُ: پرانی شراب۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی سر بمہر شراب ہے۔

جَارِيَةٌ عَاتِقٌ: ایسی خوبصورت نوجوان کینیز جو ابھی کنواری ہو۔

العَاتِقُ: کندھا۔ اوڑھنی رکھنے کی جگہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

العَتِيقُ: قدیم ترین۔ یہاں تک لوگوں نے رَجُلٌ قَدِيمٌ کہا یعنی پرانا آدمی۔ اس

کا معنی آزاد کردہ غلام بھی ہے، اس کا معنی کریم اور شریف ترین آدمی بھی ہے۔

فَرَسٌ عَتِيقٌ: خوبصورت اور عمدہ گھوڑا۔ اس کی جمع عَتَاقٌ ہے۔

عِتَاقُ الطَّيْرِ: پرندے کے اعضاء۔

الْبَيْتُ الْعَتِيقُ: خانہ کعبہ۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے جمال کے باعث عَتِيقٌ کہا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے

پڑھتے ہیں۔

ع ث ا - العُثَّةُ: بروزن الحُقَّةُ:

گھسن۔ اون چاٹنے والا کیڑا۔ اس کی جمع عُثٌّ ہے اس میں عین مضموم ہے۔

قَدْ عَثَّتِ الصُّوفُ: اون کو گھسن لگ گیا۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔

ع ث ر - العَثْرَةُ: ٹھوکر۔

قَدْ عَثَرَ فِي ثَوْبِهِ، يَعْثُرُ: (ثاء مضموم) عِثَارًا (عین مکسور) اس کا پاؤں کپڑے

میں اٹک گیا اور اسے ٹھوکر لگی۔ کہا جاتا ہے: عَثَرَ بِهِ فَرَسَهُ: اس کے گھوڑے نے اسے ٹھوکر کھا کر گرادیا۔

عَثَرَ عَلَيْهِ: اسے اس کا پتہ چلا۔ اس کا باب نصر اور دخل ہے۔

أَعَثَرَهُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس کا پتہ بتایا۔ قول خداوندی ہے: "وَكَذَلِكَ أَعَثَرْنَا عَلَيْهِمْ:" اور ہمیں اسی طرح ان کا پتہ چلا یا ہم نے اسی طرح ان کا پتہ چلا لیا۔

العِثِيرُ بروزن الجِنْبَرُ: گرد و غبار۔

ع ث ا - عَثَافِي الْأَرْضِ: اس نے

زمین پر فساد پھیلادیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

عَشِي: (ثاء مکسور) عَشْوًا بھی اور عَشِي (عین اور ثاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

قول خداوندی ہے: "وَلَا تَعْشُوا لِي

عَتَمَ تَعْتِيْمًا: اسے نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔

ع ت ه - المَعْتُوهُ: معذور، ناقص العقل۔ قَدْ عَعَيْتَهُ: وہ معذور ہو گیا۔ ایسے مریض کو مَعْتُوهُ کہتے ہیں۔

ع ت ا - عَتَا: اس نے سرکش کی۔ اس کا باب سَمَا ہے اور عَيْتًا بھی۔ اس میں عین مضموم اور مکسور۔ اس کا اسم فاعل عَاتٍ ہے۔

قَوْمٌ عَيْتِي: سرکش قوم۔

تَعْتِي کا معنی بھی عَتَى کی طرح ہے۔ اس فعل سے عَعَيْتٌ نہیں کہا جاتا۔ میں کہتا

ہوں کہ العاتِي کا معنی تکبر میں سے گزرنے والا شخص ہے۔ اور العَاتِي کا معنی جبار اور

زور آور بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العَاتِي کا معنی سرکش اور گناہوں کے ارتکاب میں مبالغہ کرنے والا شخص ہے۔

اس شخص پر پند و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ علامہ الجوهري نے اس کی کوئی تفسیر بیان

نہیں کی۔

عَتَا الشَّيْخُ يَعْتُو عَيْتًا: (عین مضموم و مکسور) شیخ بوڑھا ہو گیا اور اس نے پیٹھ

پھیر لی۔

عَتَى: اسی لفظ کا ہذیل اور ثقیف قبیلوں کا تلفظ ہے، وہ یہ لفظ حَتَى کے بدلے بولتے

ہیں۔ وہ آیت حَتَى حِينٍ كَوَعْتَى حِينٍ

تَعَجَّبِيًّا ہے۔

أُعْجِبَ بِنَفْسِهِ وَبِرَأْيِهِ: وہ اپنی ذات اور رائے پر مغرور ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُعْجَبٌ ہے۔ اس میں جیم مفتوح ہے۔ اس کا اسم العُجْبُ یعنی غرور اور تکبر ہے۔

العُجْبُ: (عین مفتوح) ذم کی جڑ۔ یہ لفظ العُجُوبُ کا سینغ واحد بھی ہے جس کا معنی ریت کا آخری حصہ ہے۔

ع ج ج- العَجُّ: شور و غوغا۔ چیخ و پکار۔ قَدْ عَجَّ يَعُجُّ: (عین کسور) عَجِجْنَا: اس نے شور مچایا۔

عَجَّعَجَّ: اس نے یکے بعد دیگرے آواز نکالی۔

العَجَّاجُ: (عین مفتوح) غبار اور گرد۔ اور دھواں بھی۔ اس کے لئے لفظ العَجَّاجَةُ زیادہ مخصوص ہے۔

عَجَّجَتِ الرِّيحُ: ہوانے گرد و غبار اُڑایا۔ وَأَعَجَّجَتْ اور ہوا یا آندھی اور تیز ہو گئی۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہوانے دھواں اور گرد و غبار اُڑایا۔

يَوْمَ مُعِجٍ (عین کسور) اور عَجَّاجُ: (جیم مشد) آندھی والادن۔

عَجَّجْتُ الْبَيْتَ دُخَانًا فَتَعَجَّجْتُ: میں نے دھوئیں سے گھر بھر دیا تو وہ بھر گیا۔ نَهَرُ عَجَّاجٍ: دریائے پرشور (جیم مشد)

الأرض مُفْسِدِينَ: "زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یا فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ الازہری نے کہا کہ تمام قاری اس بات پر متفق ہیں کہ اس لفظ میں ثاء مفتوح ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف دوسرے لہجے یا لغت میں نازل ہوا ہے۔

ع ج ب- العَجَبُ وَالعُجَابُ: (عین مضموم) قابل تعجب و حیرت بات۔ اسی طرح العُجَابُ (جیم مشد) یہ زیادہ مستعمل ہے۔ اسی طرح الأَعْجُوبَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّعْجِيبُ: عجاب۔ انوکھی باتیں۔ عَجَبٌ اور عَجِيبٌ دونوں کی جمع نہیں بنتی۔ اس کی مثال أَفِيلٌ اور أَفَائِلٌ ہے۔ نیز تَبِيعٌ اور تَبَائِعٌ ہے۔ لوگوں کا قول "أَعْجَابٌ" لفظ أَعْجُوبَةُ کی جمع لگتا ہے۔ اس کی مثال أُحْدُوثَةٌ اور أَحَادِيثٌ کی ہے۔

عَجَبٌ مِنْهُ: اسے اس پر تعجب ہوا یا وہ اس پر حیرت زدہ ہوا۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَعَجَّبَ اور اسْتَعَجَبَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

عَجَبٌ غَيْرُهُ: اس نے کسی اور کو تعجب میں ڈال دیا یعنی حیران کر دیا۔ اس کا مصدر

مَعْجِزَةٌ: (جیم مکسور) عاجز ہو جانا، قادر نہ ہونا، وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُلْتَوُوا بِدَارِ مَعْجِزَةٍ: ایسی جگہ رہائش نہ رکھو جہاں روزی کمانے سے عاجز رہو۔

عَجِزَتِ الْمَرْأَةُ: عورت بوڑھی ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی طرح عَجِزَتْ تَعْجِزًا: اس نے عاجز کر دیا۔ عَجِزَتْ: وہ عاجز اور لاچار ہو گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا مصدر عَجَزَ ہے بروزن قُفِّلَ۔

عَظُمَتْ عَجِيزٌ تُهًا: اس عورت کے سرین بڑے ہو گئے۔

إِمْرَأَةٌ عَجِزَاءٌ: بڑے سرینوں والی عورت۔ بروزن حُمُرَاءُ۔

أَعَجَزَهُ الشَّيْءُ: اس کے ہاتھوں سے چیز چلی گئی۔

عَجِزَةٌ تَعْجِزًا: اس نے اسے سخت عاجز کر دیا۔ یا اسے عاجز قرار دیا۔

المُعْجِزَةُ: معجزہ۔ اس کی جمع مُعْجِزَاتٌ ہے یعنی مُعْجِزَاتُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ: انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔

العَجُوزُ: بوڑھی عورت۔ اسے عَجُوزَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ عام لوگ ایسے کہتے ہیں۔ اس کی جمع عَجَائِزٌ ہے اور عَجُزٌ ہے۔

أَيَّامُ الْعَجُوزِ: عربوں کے ہاں سخت

اسی طرح آواز پیدا کرنے والی چیز مثلاً: کمان اور ہوا وغیرہ کی آواز۔

ع ج ر - المِعْجَرُ: (میم مکسور) ایسا کپڑا وغیرہ جس سے عورتیں اپنا سر باندھتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اعْتَجَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنا سر باندھ لیا۔

الاغْتَجَارُ: سر پر پگڑی لپیٹنا یا باندھنا بھی اس کا مطلب ہے۔

ع ج ر ف - فُلَانٌ يَتَعَجَّرَفُ عَلَيَّ فُلَانٍ: فُلَانٌ فَخْصٌ فُلَانٌ فَخْصٌ کے ساتھ اکھڑپن سے پیش آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری کا کہنا ہے کہ العَجْرَفَةُ کا معنی گفتگو میں اکھڑپن اور کام میں سستی اور کھر دراپن ظاہر کرنا۔

تَعَجَّرَفَ فُلَانٌ عَلَيْنَا: فُلَانٌ آدِی ہمارے ساتھ اکھڑپن سے پیش آیا۔

رَجُلٌ فِيهِ تَعَجَّرَفٌ: فُلَانٌ فَخْصٌ میں تکبر اور اکھڑپن ہے۔

ع ج ز - العَجُزُ: (جیم مضموم) کسی چیز کا پچھلا حصہ، مذکر اور مؤنث دونوں یکساں اس کی جمع اغْعَازٌ ہے۔

العَجِيزَةُ: عورت کا سرین۔ عورت کے لئے مخصوص ہے۔

العَجُزُ: ضعف اور کمزوری۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَعْجِزًا: (جیم مفتوح اور مکسور) اور

عَجْفَاءُ ہے۔ عَجْفٌ (جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی جمع عَجَافٌ ہے۔ اس میں عین مکسور ہے اور یہ خلاف قیاس ہے۔ اس لئے کہ اَفْعَلٌ اور فَعْلَاءُ کے وزن پر اسم فِعْعَالٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتے۔ لیکن لوگوں نے اسے بِسْمَانِ کے وزن پر جمع بنا لیا ہے۔ عرب کبھی کبھی کسی چیز کو اس کی ضد پر مبنی بنا لیتے ہیں۔ اس کی مثال عَدْوَةٌ کی بھی ہے جو صِدْقَةٌ پر مبنی بنا لیا گیا ہے۔ اور فَعُولٌ کے وزن پر مبنی بنا لیا گیا بشرطیکہ فَعُولٌ فاعل کے معنوں میں ہو۔

اشرہ آخر میں 'ہ' داخل نہیں ہوتی۔

أَعَجَفَهُ: اس نے اسے دبلا کر دیا۔

ع ج ل - الْعَجَلُ: بچھڑا اسی طرح الْعَجُولُ کا معنی بھی بچھڑا ہے۔ اس کی جمع الْعَجَاجِيلُ ہے۔ اور اس کی مؤنث عَجَلَةٌ ہے۔

بَقْرَةٌ مُعْجَلٌ: بچھڑے والی گائے۔

(ذات العَجَلَةِ میں عین اور جیم دونوں

مفتوح ہیں)۔

العَجَلَةُ: چھڑا یا گڈا جسے دو تیل کھینچتے

ہیں۔ اس کی جمع عَجَلٌ ہے اور أَعْجَالٌ

ہے۔

العَجَلُ اور العَجَلَةُ: بجلت۔ جلد بازی۔

یہ البُطءُ کی ضد ہے۔ قَدْ عَجِلَ اس

نے جلدی کی۔ اس کا باب طرب ہے اور

سر دیوں کے پانچ دن ہوتے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) صِنٌّ.

(۲) صِنْبُرٌ اور ان کے دو چھوٹے بھائی۔

(۳) وَبْرٌ.

(۴) مُطْفِئَةُ الْجَمْرِ اور

(۵) مُكْفِيَةُ الظَّنِّ.

ابو الفوت کا قول ہے: یہ سات دن ہوتے

ہیں۔ بطور دلیل ابن احمد کا شعر سنایا:

كُسِعَ الشِّتَاءُ بِسَبْعَةِ غُبْرِ

أَيَّامٍ شَهَلْتَنَا مِنَ الشَّهْرِ

فَإِذَا انْقَضَتْ أَيَّامُهَا وَمَضَتْ

صِنٌّ وَصِنْبُرٌ مَعَ الْوَبْرِ

وَبِأَمْرِ وَأَخِيهِ مُزْتَمِرٌ

وَمُعَلَّلٌ بِمُطْفِئَةِ الْجَمْرِ

ذَهَبَ الشِّتَاءُ مُوَلِّيًا عَجَلًا

وَأَتَتْكَ وَاقِدَةٌ مِنَ النَّجْرِ

میں کہتا ہوں کہ ان اشعار میں ان ایام کی

ترتیب تو وہی ہے البتہ مطفئی الجمر

چھٹا دن ہے اور مکفئی الظن ساتواں

دن ہے۔ اس کی جگہ پہلے مُعَلَّلٌ کا ذکر ہوا

ہے۔

أَعْجَازُ النَّعْلِ: درخت کی جڑیں۔

ع ج و - الْعَجْفُ: کمزوری اور لاغری۔

دُبْلَانٌ۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا

اسم فاعل أَعَجَفٌ ہے اور اس کی مؤنث

گتھلی۔ اور ہر وہ شیخ جو کسی کھانے والی چیز  
مثلاً: انگور یا منقہ وغیرہ کے اندر ہو۔ اس کا  
واحد کا صیغہ عَجْمَةٌ ہے۔ اس کی مثال  
قَصْبَةٌ اور قَصَبٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
لَيْسَ لِهَذَا الرَّمَّانِ عَجْمٌ: اس انار  
کے اندر تو ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ عام لوگ  
اسے عَجْمٌ (جیم ساکن) بولتے ہیں۔  
الْعَجْمُ کا معنی غیر عرب بھی ہے۔ اس کا  
واحد کا صیغہ عَجْمِيٌّ ہے اور الْعَجْمُ  
(عین مضموم) ہے یہ الْعَرَبُ کی ضد ہے۔  
فِي لِسَانِهِ کا معنی ہوگا کہ اس کی زبان  
میں لکنت ہے۔

الْعَجْمَاءُ: درندگی و بھیمیت، حدیث  
شریف میں ہے: "جُرْحُ الْعَجْمَاءِ  
جُبَارٌ": درندوں کے زخموں کا قصاص  
نہیں۔ اس زخم کو عَجْمَاءُ اس لئے کہا جاتا  
ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ہر وہ شخص جو  
بالکل نہ بول سکے اسے اعجم کہا جاتا ہے  
یعنی گونگا۔ اسے مُسْتَعْجِمٌ بھی کہتے  
ہیں۔ الْأَعْجِمُ کا معنی وہ شخص بھی ہے جو  
اپنی بات وضاحت اور فصاحت نہ کر سکے۔  
اگرچہ وہ عربی النسل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی  
عورت کو أَلْعَجْمَاءُ کہیں گے۔ الْأَعْجِمُ  
اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی زبان میں  
لکنت ہو اگرچہ اپنی عجمی زبان میں صاف  
بات کر سکتا ہو۔

عَجَلَةٌ بھی ہے۔ رَجَلٌ عَجَلٌ  
وَعَجَلٌ: (اس میں جیم مکسور اور مضموم  
ہے) وَعَجُولٌ وَعَجَلَانٌ: جلد باز مرد،  
پھر تیلامرد۔

إِمْرَأَةٌ عَجَلِيٌّ: جلد باز عورت، یا پھر تیلی  
عورت۔

نِسْوَةٌ عَجَالِيٌّ اور عَجَالٌ بھی۔ جلد باز  
یا پھر تیلی عورتیں۔

العَاجِلُ اور العَاجِلَةُ: فوری۔ اس کی  
ضد الآجِلُ اور الآجِلَةُ ہے جس کا معنی  
ہے وقت گزرنے پر۔

عَاجِلُهُ بِذَنْبِهِ: اس نے اسے اس کے  
گناہ پر پکڑ لیا اور مہلت نہیں دی۔ قول  
خداوندی ہے: أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ: کیا  
تم نے اللہ کے امر میں جلدی مچادی یعنی  
پہل کی۔ تم کہتے ہو: أَعَجَلَهُ وَعَجَلَهُ  
تَعَجَّلُوا: اس نے اسے جلدی میں ڈال  
دیا۔ یعنی اسے اُکسایا یا جلدی کرنے کو کہا۔  
وَتَعَجَّلَ مِنَ الْكِرَاءِ كَذَا: اس نے  
کرائے یا مزدوری میں جلدی کی یا جلد  
بازی کی، یعنی پیٹنگی کرایہ لے لیا۔

عَجَلٌ لَهُ مِنَ الثَّمَنِ كَذَا تَعَجَّلًا:  
یعنی اس نے قیمت پیٹنگی ادا کر دی۔

أُسْتَفْجَلَهُ: اس نے اس سے اس کا چھکڑا  
یا گڈا مانگا۔

ع ج م- الْعَجْمُ: (عین اور جیم مفتوح)

ہے یا سخت۔

العَجْمُ: سیاہ نقطے ڈالنا مثلاً: تاء کے اوپر دو نقطے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَعَجِمَ الحَرْفُ: اس نے حرف پر نقطہ ڈالا۔ عَجَمَهُ تَعَجِيمًا کا بھی یہی معنی ہے۔ ان معنوں کے لئے عَجَمَهُ نہیں کہتے۔ انہیں معنوں میں حروف مُعْجَمٌ ہیں۔ یہ حروف مقطعہ ہیں جو کسی اسم کے تمام حروف میں سے اکثر حروف نقطوں والے ہوں۔ اور اس کا معنی ہے خطِ عجم کے حروف مثلاً: لوگوں کا یہ قول مسجد الجامع اور صلاة الأُولَى: یعنی مَسْجِدُ اليَوْمِ الجامع اور صلاة السَّاعَةِ الأُولَى: بعض لوگ المُعْجَمِ کو الاعجام کے معنوں میں مصدر سمجھتے ہیں مثلاً: المُخْرَجِ اور المُدْخَلِ یعنی ان حروف کا تقاضا ہے کہ ان کو بوجہ بنایا جائے۔ اَعَجِمَ الكتاب: بمعنی اس نے کتاب کے اعراب نہیں دیئے یہ اعراب کی ضد ہے۔

اَسْتَعْجَمَ عَلَيْهِ الكَلَامُ: اس کے لئے بات مبہم یعنی غیر واضح ہو گئی۔

ع ج ن- العَجِينُ: گندھا ہوا آٹا۔ اس کا

باب ضَرْبٌ ہے۔

اَعْتَجَنَ کا بھی یہی معنی ہے۔

عَجَنَ الرَّجُلُ کا معنی یہ بھی ہے کہ آدمی

رَجُلَانِ اَعْجَمَانِ: دو گونگے آدمی۔ دو عجمی آدمی۔

قَوْمٌ اَعْجَمُونَ: گونگے لوگ، انہیں اَعْجَمٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی عجمی لوگ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ: اگر ہم یہ (قرآن) کسی عجمی شخص پر نازل کرتے، پھر اس لفظ کو نسبت دے کر اَعْجَمِيٌّ بن گیا۔ چنانچہ لِسَانٌ اِعْجَمِيٌّ اور كِتَابٌ اِعْجَمِيٌّ کا معنی عجمی زبان اور عجمی کتاب ہوگا۔ انسان کے لئے رَجُلٌ اِعْجَمِيٌّ نہیں کہا جائے گا۔ اسے اپنی ذات کے ساتھ نسبت نہیں دی جاسکتی۔ سوائے اس کے کہ اَعْجَمٌ اور اِعْجَمِيٌّ کو ہم معنی قرار دیا جائے۔ اس کی مثال دَوَّارٌ اور دَوَّارِيٌّ ہے۔ اور جَمَلٌ قَعْسَوٌ اور قَعْسَوِيٌّ ہے جس کا معنی ہے مضبوط اور موٹا اونٹ۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی ایسی ضرورت پیش آئے جسے ٹالنا نہ جاسکے۔

صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ: دن کی نمازیں عجماء ہوتی ہیں کیونکہ ان میں قراءت بلند آواز سے نہیں پڑھی جاتی۔

العَجْمُ: دانت سے کاٹنا۔

قَدْ عَجِمَ الْعُودُ: اس نے لکڑی کو دانت سے کاٹا اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس نے لکڑی کو اس لئے کاٹا تاکہ دیکھے لکڑی نرم



پورے کر لئے۔

أَنْفَذَ عِدَّةً مُكْتَبٍ: اس نے کچھ کتابیں بھیجیں۔

العِدَّةُ: (عین مضموم) تیاری۔ سازو سامان۔ کہا جاتا ہے۔ كُونُوا عَلَى عِدَّةٍ اپنا سازو سامان درست کر لو، نیز مَا اعْدَدْتُمْ لِحَوَادِثِ الدَّهْرِ المال والصلاح: تم نے زمانے کے حوادث کے مقابلے کی مالی اور دفاعی کیا تیاری کی ہے۔ انفس کا قول ہے کہ یہ لفظ خداوندی میں ہے: ”جَمَعَ مَالًا وَعِدَّةً“: اس نے مال جمع کیا اور اس کو گنتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جَعَلَهُ ذَامِلًا: اس نے اسے مال دار بنا دیا۔

مُعَدَّة: معد بن عدنان، عربوں کا مورث اعلیٰ۔

تَمَعَّدَ الرَّجُلُ تَزْيَاً بِنِيهِمْ: آدمی وضع قطع میں پوری طرح ان جیسا ہو گیا یا انتسب إليهم: ان کی طرف منسوب ہوا یا ان کی طرز زندگی اختیار کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اِخْشَوْ شَنَاؤًا وَتَمَعَّدُوا“: سخت جان بنو اور بھرپور تیاری کرو۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد جسمانی کھردرا پن اور سخت جانی ہے۔ لڑکے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

بڑھاپے کے باعث زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ شاعر کا قول ہے:

فَأَصْبَحْتُ كُنْتِيًا وَأَصْبَحْتُ عَاجِنًا  
وَشَرُّ خِصَالِ الْمَرْءِ كُنْتُ وَعَاجِنُ  
”میں عمر رسیدہ یعنی بوڑھا اور زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنے والا ہو گیا ہوں۔ کسی انسان کی بدترین خصالتیں یہی دو ہیں کہ وہ بوڑھا ہو اور ٹیک لگا کر زمین سے اٹھتا ہو۔“

ع ج ۱ - العَجْوَةُ: بہترین کھجور کی ایک قسم جو مدینہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کھجور کے درختوں کو لَيْئِنَةٌ کہتے ہیں۔

ع د د - عِدَّة: اس نے اس کا شمار کیا۔ اس کا باب رد ہے اور اس کا اسم العِدَد اور العِدِيدُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ”هُم عِدِيدُ الْحَصَى“ یعنی گنتی یا شمار کے عدد ہیں۔

عِدَّةٌ فَاعْتَدَ: اس نے اسے گنا تو وہ گنا گیا۔

اَعْتَدَ بِهِ كَمَا بَعِيَ بِي مَعْنَى اِدْرٍ مَفْهُومٌ هُوَ۔

الْاَيَامُ الْعُدُودَاتُ: گنے چنے دن۔ اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اَعَدَّهُ لِأَمْرٍ كَذَا: اس نے فلاں کے حق میں تیار کیا۔

الاسْتِعْدَادُ لِلْأَمْرِ: کسی کام کی تیاری۔

عِدَّةُ الْمَرْأَةِ: عورت کی عدت کے دن۔

اَعْتَدَتْ: اس عورت نے عدت کے دن

مقدمہ میں اس کے ساتھ انصاف کیا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَادِلٌ ہے۔

بَسَطَ الْوَالِي عَدْلَهُ وَمَعْدَلْتَهُ: (دال کسور و مفتوح) والی یا حاکم نے اپنا انصاف پھیلا دیا یعنی عام کر دیا۔

فُلَانٌ مِنْ أَهْلِ الْمَعْدَلَةِ: فلاں شخص انصاف والا ہے۔

المعدلة: میں دال مفتوح ہے اور کسور بھی۔

رَجُلٌ عَدْلٌ: گواہی میں سچا اور قابل اعتماد شخص۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

قَوْمٌ عَدْلٌ اور عَدْوَلٌ: (جو عدل کی جمع ہے) انصاف پسند قوم یا لوگ۔

قَدْ عَدَلَ الرَّجُلُ: آدمی گواہی کے قابل ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ الاغش نے کہا کہ العَدْلُ (عین کسور) کا معنی مثل ہے۔ اور العَدْلُ: (عین مفتوح) دراصل مصدر ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ عَدَلْتُ: (عین کسور) کا معنی مثل ہے، چنانچہ کہیں گے:

عِنْدِي عَدْلٌ بِهَذَا عَدْلًا حَسَنًا: میں نے اس شخص کے ساتھ اچھا انصاف کیا۔ اور مثل کے لئے اسے اسم بنا لیں گے تاکہ عَدَلٌ اور عَدَلٌ میں فرق کیا جاسکے۔ القراء کا کہنا ہے کہ العَدْلُ (عین مفتوح) کا معنی ہے وہ چیز جو غیر جنس چیز

جب وہ جوان ہو جائے اور سخت جان ہو جائے تو گویا وہ بھرپور تیار ہو گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے یعنی معدی کی طرز زندگی کی مشابہت پیدا کر لو۔ کیونکہ وہ زندگی کے معاملات میں سخت جان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ کہ تم انہیں جیسے بن جاؤ۔ اور عیش و عشرت و آرام طلبی کی زندگی چھوڑ دو، نیز عجمیوں کی وضع قطع کو ترک کر دو۔ اسی طرح ان کی ایک اور حدیث ہے: علیکم باللبسة المعدية: تمہیں معدی لباس اور وضع قطع اپنانا چاہئے۔

عَادَتْهُ اللَّسْعَةُ: اسے ڈس کا وقت آن پہنچا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَا زَالَتْ أَكْلَةُ خَيْبَرَ تُعَادِنِي فَهَذَا أَوَانٌ قَطَعْتُ أَبْهَرِي: خيبر میں، میں نے جو زہر کا لقمہ کھایا تھا وہ اپنا اثر بار بار دکھاتا رہا اور اب تو اس زہر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی۔

فُلَانٌ فِي عِدَادِ أَهْلِ الْخَيْرِ: عداد کا عین کسور۔ یعنی وہ اہل خیر میں شمار ہوتا ہے۔

ع د س - العَدَسُ: مسور کی دال۔

ع د ل - العَدْلُ: انصاف۔ الجَوْرُ بمعنی ظلم کی ضد، کہا جاتا ہے۔

عَدَلٌ عَلَيْهِ فِي الْقَضِيَةِ: اس نے

تَعْدِيلُ الشُّهُودِ: گواہوں کو عادل قرار دینا۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ: اس سے نہ تو توبہ اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ یہی الفاظ قول خداوندی میں ہیں: وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا: اگر وہ روئے زمین کی ہر چیز فدیہ میں دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ دوسرا قول خداوندی ہے: أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا: یا اس کے برابر روزے رکھے۔

العَادِلُ: مشرک جو اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتا ہے۔ یہی الفاظ حجاج بن یوسف سے ایک بڑھیا نے کہے تھے: إِنَّكَ لَقَائِسٌ عَادِلٌ: یعنی تو مشرک اور حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

ع د م - عَدِمْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز گم کر دی۔ اس کا باب طَرَبَ ہے۔ اور خلاف قیاس ہے۔

العَدْمُ کا معنی نقر اور ناداری بھی ہے۔ اسی طرح العَدْمُ بروزن القفل کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی مثال الجَحْدُ اور الجَحْدُ، الصُّلْبُ اور الصُّلْبُ، الرُّشْدُ اور الرُّشْدُ: اور العَزْنُ اور العَزْنُ ہے۔ أَعْدَمَهُ اللَّهُ: خدا سے نیست و نابود کر دے۔ أَعْدَمَهُ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُعْدِمٌ اور عَدِيمٌ

کے برابر ہو۔ اور العَدْلُ غُلَامِكُ وَعَدْلُ شَاتِكُ: میرے تیرے غلام جیسا غلام اور تیری بکری جیسی بکری ہے۔ جبکہ ایک غلام دوسرے غلام جیسا نہیں ہوتا اور بکری دوسری بکری جیسی ہوتی ہے۔ اگر تمہاری مراد ان میں قیمت کا موازنہ اور مقابلہ ہو تو عدل کو عین مفتوح پڑھیں گے۔ ممکن ہے بعض اسے مکسور العین بھی کہتے ہوں۔ لیکن یہ غلط لگتا ہے۔ انخش نے مزید کہا کہ لوگوں نے اس کی جمع کا صیغہ الاَعْدَالُ بنایا ہے۔ جس کا واحد عَدْلُ (عین مکسور) ہے۔

العَدِيلُ: ہم وزن عَدْلٍ عَنِ الطَّرِيقِ: وہ راستے سے ہٹ گیا۔ یعنی اس نے ظلم کیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اِنْعَدَلْ عَنَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ عَادَلْتُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: میں نے دو چیزوں میں برابری کی۔ عَدَلْتُ فُلَانًا بِفُلَانٍ: میں نے فلاں شخص کا فلاں شخص کے ساتھ معادلہ کیا۔ یعنی ان کو برابر قرار دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَعْدِيلُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو سیدھا کرنا۔ کہا جاتا ہے: عَدَلْتُهُ تَعْدِيلًا فَأَعْتَدَلْتُ: اس نے اسے سیدھا کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ كُلُّ مُتَّقِفٍ مَعْدَلٌ: ہر مہذب انسان راست باز ہوتا ہے۔

العِدَاءُ: (عین مکسور) دشمن بصیغہ جمع۔

اس جمع کی دوسری مثال نہیں ہے۔ ابن

السکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: قَوْمٌ

عَدَاؤُا: (عین مضموم اور مکسور) دشمن لوگ۔

ثعلب کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: قَوْمٌ

أَعْدَاءٌ وَعِدَاؤٌ (عین مکسور) اگر اس پر 'ہ'

کا اضافہ کریں تو پھر یہ عَدَاةٌ (عین مضموم)

ہو جائے گا۔

العَادِي: دشمن۔ تَعَادَى الْقَوْمُ: قوم

آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہو گئی۔

العَدَاؤُا: (عین مفتوح اور الف ممدود) ظلم

کرنے میں حد سے گزرتا۔ کہا جاتا ہے:

عَدَا عَلَيْهِ: اس نے اس پر سخت ظلم کیا۔

اس کا باب سَمَا ہے۔

عَدَاءُ: (الف ممدود) اور عَدْوًا: بھی

ازراہ عداوت و دشمنی۔ یہ لفظ قول خداوندی

میں ہے: فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ

عِلْمٍ! تو وہ لوگ بغیر علم کے ازراہ دشمنی و

عداوت اللہ کو گالیاں دیں گے۔ حضرت

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اسے عَدْوًا

کی بجائے عَدْوًا پڑھا ہے۔ اس کی مثال

سُمُو ہے۔

عَدَا: فعل استثناء اس سے پہلے کہیں 'ما'

لگتا ہے اور کہیں نہیں لگتا مثلاً: جَاءَنِي

الْقَوْمُ عَدَا زَيْدًا وَمَا عَدَا زَيْدًا: اس

کے بعد کا اسم منصوب ہوتا ہے۔

ہے۔

العَنْدَمُ: دم الأ خون۔ ایک قسم کی لکڑی جو

رنگنے کے کام آتی ہے۔

ع د ن - عَدَنْتُ بِالْبَلَدِ: میں نے شہریت

اختیار کر لی۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

عَدَنْتِ الْاَيْلُ بِمَكَانٍ: اونٹ نے کسی

جگہ کو اپنا ٹھکانہ بنالیا اور وہاں سے ہلتا نہیں

ہے۔

جَنَاتُ عَدْنٍ: رہائش کے باغات۔ اسی

سے لفظ مَعْدِنٌ مشتق ہے۔ جس میں دال

مکسور ہے کیونکہ لوگ گرمیوں سردیوں میں

وہاں رہائش پذیر رہتے ہیں۔ ہر چیز کے

مرکز کو اس کا مَعْدِنٌ کہا جاتا ہے۔ عَدْنُ:

ایک شہر کا نام۔

ع د ا - العَدْوُ: دشمن۔ دوست (ولی) کی

ضد۔ اس کی جمع الَاعْدَاءُ ہے۔ کہا جاتا

ہے عَدْوٌ: عداوت اور معاوَاة کرنے

والا۔ یعنی دشمنی کرنے والا۔ اس کا مؤنث

کا صیغہ بغیر 'ہ' تانیث کے ہوتا ہے مثلاً:

رَجُلٌ صَبُورٌ، اِمْرَاةٌ صَبُورٌ: صابر مرد

اور صابر عورت۔ سوائے ایک کلمہ کے جو

شاذ اور نادر ہے اور یہ کلمہ عَدْوُهُ اللّٰهُ

ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ اس لفظ میں صرف

'ہ' محض صدیقہ کے ساتھ مشابہت کے

لئے داخل کیا گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی

اسم کو اس کی ضد پر مبنی بنایا جاتا ہے۔



یعنی اس نے شرم و حیا کو خیر باد کہہ دیا ہے۔  
 عَذَرَ الرَّجُلُ: آدمی عیوب میں دھنس گیا۔ اس کا باب ضرب اور نصر ہے۔  
 أَعَذَرَ كَأَيْمُنِي مَعْنَى هُوَ - حَدِيثُ شَرِيفٍ  
 فِيهِ: لَنْ يَهْلِكَ النَّاسُ حَتَّى  
 يُعَذِرُوا مِنْ أَنْفُسِهِمْ: تب تک لوگ  
 ہلاک و تباہ اور برباد نہ ہوں گے جب تک  
 گناہوں اور عیوب کی کثرت نہ ہو جائے۔  
 ابوعبیدہ کا قول ہے: میں حدیث میں مذکور  
 لفظ کو صرف عذر سے مشتق سمجھتا ہوں۔ یعنی  
 جب تک لوگ سزا کے مستوجب نہ قرار  
 پائیں۔ پھر جنہیں وہ عذاب دے گا، ان  
 کے لئے عذر ہوگا۔ أَعَذَرَ كَأَيْمُنِي مَعْنَى هُوَ  
 وَاللَّهِ هُوَ - مَثَلٌ مَشْهُورٌ: أَعَذَرَ مَنْ  
 أَنْذَرَ: جس نے ڈرایا وہ صاحب عذر  
 ہو گیا۔ یعنی جس نے برائیوں کے انجام  
 سے لوگوں کو ڈرایا وہ خدا کے ہاں صاحب  
 عذر ہو گیا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ أَعَذَرَ  
 كَأَيْمُنِي مَعْنَى هُوَ لِيَعْنَى اس نے اسے معذور  
 جانا۔

تَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر معاملہ دشوار  
 ہو گیا۔ تَعَذَّرَ كَأَيْمُنِي مَعْنَى هُوَ كَمَا  
 مَعْنَى هُوَ لِيَعْنَى اس نے اسے معذور  
 کی اور اپنے دفاع میں حجت اور  
 دلیل پیش کی۔

جَاءَ الْمُعَذَّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ: میں  
 المعذرون کو ذال مشدد اور مخفف

الْعَذْرَاءُ: (الف ممدود) کنواری عورت۔  
 اس کی جمع العذارى ہے اس میں عین  
 مفتوح اور کسور ہے۔

الْعَذْرَاءُ: اس کی تفصیل الصُّحْرَاءُ  
 کے تحت گزر چکی ہے۔  
 فُلَانٌ أَبُو عَذْرٍهَا: وہ شخص اس کا زمدار  
 ہے۔

الْعِذْرَةُ: گھر کا صحن۔ یہ نام اس لئے پڑا  
 کہ کوڑا کرکٹ اور غلاظت کو صحنوں میں ڈالا  
 یا پھینکا جاتا تھا۔

عَذْرَةٌ فِي فِعْلِهِ: اس نے اسے اس کے  
 اس کام میں معذور سمجھا۔ اس کا مضارع  
 يُعَذِّرُ ہے یعنی ذال کسور ہے۔ اور اس کا  
 مصدر عَذَّرَ ہے۔ اور اسم المَعَذْرَةُ  
 بوزن المَغْفِرَةِ ہے۔

العذرى بوزن البسرى اور العذرة  
 بوزن العبرة دونوں کا یہی معنی ہے۔ مجاہد  
 رحمہ اللہ نے اس قول خداوندی کے بارے  
 میں کہا ہے: وَلَوْ أَلْفَى مَعَاذِيرَهُ: اگرچہ  
 وہ اپنے دفاع میں جھگڑا کرے۔

عِذَارُ السَّابَةِ: چوپائے کے نرم بال  
 یا روئیں اس کی جمع عِذْرٌ (عین اور ذال  
 مضموم ہے۔

عِذَارُ الرَّجُلِ: مرد کے رخساروں پر اگنے  
 والے بال۔ چنانچہ گمراہی میں دھنسے ہوئے  
 انسانوں کو کہا جاتا ہے: خَلَعَ عِذَارَهُ:

المُعْذِرُ (ذال غیر مشدّد) معقول عذر والا  
شخص ہے۔

ع ذ ق - العَدْقُ: (عین مفتوح) کھجور کا  
درخت پھل سمیت ہے۔ اور العِدْقُ  
(عین کسور) کا معنی ذہانت ہے۔

ع ذ ل - العَدْلُ: ملامت و لعن طعن۔

قَدْ عَدَلَهُ: اس نے اسے ملامت

کی۔ اس کا باب نصر ہے اور اس کا اسم

العَدْلُ ہے یعنی عین اور ذال دونوں مفتوح

ہیں کہا جاتا ہے کہ عَدَلَهُ فَاعْتَدَلَ اس

نے اپنے نفس کو ملامت کی اور عتاب کیا۔

رَجُلٌ عَدَلَهُ: بروزن ہمزہ: لوگوں

کو بہت زیادہ ملامت کرنے والا ہنسی مذاق

کرنے والے شخص کی طرح العَاذِلُ: وہ

رگ جس سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا

ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذلک العَاذِلُ

يَعْدُو: اس رگ سے خون بہتا رہتا ہے۔

ع ذ ا - العِدْيُ: (عین کسور اور ذال

ساکن) بارانی زمین۔

ع ر ب - العَرَبُ: لوگوں کی ایک قوم۔

اس قوم کا منسوب شخص عَسْرَبِي: یہ شہری

لوگ ہیں۔ اس کے برعکس الأعراب یعنی

اعرابی بادیہ میں رہتے ہیں۔ ان سے

منسوب شخص اعرابی کہلائے گا۔

الأعرابُ: عرب لوگوں کے جمع کا صیغہ

دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ لہذا

المُعْذِرُ (ذال مشدّد) بمعنی عذر خواہ یا

معذرت خواہ ہو سکتا ہے سچا ہو اور ہو سکتا ہے

کہ جھوٹا ہو۔ سچا ہو تو ان معنوں میں اس لفظ

کا معنی الْمُعْذِرُ یعنی معذرت خواہ ہوگا

کیونکہ اس کا عذر معقول ہوگا۔ کیونکہ تاہ ذال

میں بدل گئی اور پہلے سے موجود ذال میں

اس کا ادغام ہو گیا۔ اور اس کی حرکت عین پر

منتقل ہو گئی اور یوں یہ لفظ الْمُعْذِرُونَ

بن گیا۔ جس طرح يَخْصَمُونَ پڑھا گیا

ہے۔ جس میں خاء مفتوح ہے۔ البتہ جو سچا

نہ ہو یعنی جس کا عذر معقول نہ ہو تو اس

صورت میں اسے الْمُعْذِرُ بروزن

المَفْعِلُ سمجھا جائے گا کیونکہ اس کا عذر

معقول نہ ہوگا اور وہ بغیر عذر کے معذرت

خواہی یا بالفاظ بہانہ سازی کر رہا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس

آیت کو وَجَاءَ الْمُعْذِرُونَ: ذال کی

تشدید کے بغیر پڑھا ہے جو أَعْدَرَ فَعَلَ سے

مشتمق ہے۔ یعنی عذر بنانے والے۔ انہوں

نے فرمایا کہ قسم بخدا! یہ آیت اسی طرح

نازل ہوئی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ

لَعَنَ اللَّهُ الْمُعْذِرِينَ یعنی خدا عذر بنانے

والے پر لعنت کرے۔ گویا ان کے نزدیک

المُعْذِرُ (ذال مشدّد) بغیر معقول عذر کے

عذر یا بہانہ یا حسد کرنے والے ہیں اور

ہے۔

ع ر ب د - العَرَبُ بَدَةٌ: بد اخلاق - رَجُلٌ مُعَرَّبٌ: بد خلق شخص۔ اس میں باء مکسور ہے۔ ایسا شخص جو نئے کی حالت میں اپنے ساتھی کو ازیت دیتا ہے۔

ع ر ب ن - العَرَبُونَ: بروزن العَرَبُونَ اور العَرَبُونَ (عین اور راء دونوں مفتوح) اور العَرَبَانُ بروزن القَرَبَانُ: زربعاندہ۔ پیٹنگی رقم۔ عام لوگ اسے اَرَبُونَ کہتے ہیں۔

عَرَبَنَةٌ: اس نے اسے پیٹنگی دے دی۔ یا زربعاندہ دیا۔

ع ر ج - عَرَجَ فِي السَّلْمِ: وہ میڑھی پر چڑھا۔ عَرَجَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کے پاؤں میں کوئی تکلیف ہوگئی اور وہ لنگڑا کر چلا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اگر یہ تکلیف فطری یعنی پیدائشی ہو تو اس کا باب طَوَّبَ ہوگا۔ اور اسم فاعل أَعْرَجَ یعنی لنگڑا ہوگا۔ اس کی جمع عُرُجٌ اور عُرُجَانٌ ہے۔ أَعْرَجَهُ اللَّهُ: اللہ سے لنگڑا کر دے۔ اس کی جگہ مَا أَعْرَجَهُ نَبِيٌّ کہیں گے۔ کیونکہ رنگ اور جسمانی عیب کے لئے تعجب کا صیغہ مَا أَعْلَمَهُ کے وزن پر نہیں آتا۔ اس کے ساتھ أَشَدُّ وَغَيْرُهُ کا اضافی لفظ لگانا ضروری ہوتا ہے۔

العَرَجَانُ: (عین اور راء دونوں مفتوح)

نہیں ہے بلکہ یہ اسم جنس ہے۔ ان میں سے خالص عربوں کو العَرَبُ العَارِبَةُ کہتے ہیں۔ دوسرا لفظ تاکید لفظی ہے جس کی مثال لَيْلٌ لَانِلٌ ہے۔ شاید انہیں العَرَبُ العَرَبَاءُ بھی کہا گیا ہے۔

تَعَرَّبَ: وہ عربوں کے مشابہ ہو گیا۔

العَرَبُ المُسْتَعْرَبَةُ: (راء مکسور) جو خالص عرب نہیں ہیں۔ اسی طرح مُتَعَرَّبَةٌ ہیں جس میں راء مکسور اور مشدہ د ہے۔

العَرَبِيَّةُ: عربی زبان۔

العَرَبُ وَالعَرَبُ: واحد کا صیغہ ہے جس طرح العَجَمُ اور العُجَمُ ہے۔

الايِلُ العَرَابُ: (عین مکسور) سختی اونٹوں کے علاوہ دوسرے اونٹ۔

العَيْلُ العَرَابُ: البراذین گھوڑوں کے علاوہ دوسرے گھوڑے۔

أَعْرَبَ بِحُجَّتِهِ: اس نے دلیل دے کر اپنی بات واضح کی۔ اور کسی سے نہیں ڈرا۔

حدیث شریف میں ہے: الفَيْبُ تُعْرَبُ عَن نَفْسِهَا: شوہر دیدہ عورت اپنے ضمیر یا مرضی کا برملا اظہار کر سکتی ہے۔ عَرَبَ عَلَيْهِ تَعْرِيْبًا: اس نے اسے برا بھلا کہا۔

حدیث شریف میں ہے: عَرَبُوا عَلَيْهِ: یعنی اس کا انکار میں جواب دو۔ العَرُوبُ بروزن العَرُوسُ: خاوند کی چہیتی بیوی۔

اس کی جمع عَرُوبٌ (عین اور راء مضموم)



لکڑی خشک ہو کر باقی رہ جاتی ہے۔

ع د ر - فَلَانٌ عُرَّةٌ: (عین مضموم اور راء

مشدّد) و عَارُورٌ اور عَارُورَةٌ بمعنی غلیظ

اور گندہ یا میلا پھیلا۔ فلاں آدمی غلیظ ہے۔

هُوَ يُعَرُّ قَوْمَهُ: وہ قوم کو گندہ کرتا ہے۔

اس کا باب ردّ ہے۔ یعنی وہ اپنی قوم پر کوئی

مصیبت لے آتا ہے اور پوری قوم کو اس

میں ملوث کر دیتا ہے۔

المَعْرَةُ بَرُوزَانِ الْمَمْرُةُ: گناہ۔ العَرَاؤُ:

(عین مفتوح) خشکی کا مسالے کا پودا۔ یہ

ایک خوشبودار پودا ہوتا ہے۔ اس کا واحد کا

صیغہ عرارة ہے۔

العَسْرِيُّ بَرُوزَانِ الْحَدِيدُ: اجنبی۔ اس کا

ذکر حدیث شریف میں ہے۔

المُعْتَرُ: سفید پوش۔ وہ شخص جو مانگنے پر تو

مجبور ہو جاتا ہے لیکن مانگتا نہیں ہے۔

ع د س - العَرُوسُ: ذہین ذلہا۔ یہ صفت/

نعت ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں

برابر ہیں۔ جب تک وہ اپنی عروسی حالت

میں ہوں۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ عَرُوسٌ:

ذولہا اور رَجَالٌ عَرُوسٌ: دولہے۔ اس

میں عین اور راء دونوں مضموم ہیں۔ اِمْرَاةٌ

عَرُوسٌ: ذہین اور نِسَاءٌ عَرَائِسٌ:

ذہنیں۔

العَرَسُ: (عین کسور) مرد کی عورت/ بیوی۔

اس کی جمع اعراس ہے۔ شاید مرد اور

لکڑے کی چال۔

التَّعْرِيْجُ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر

اقامت پذیر رہنا یا ٹھہرنا۔ کہا جاتا ہے

عَرَجَ فُلَانٌ عَلَى الْمَنْزِلِ تَعْرِيْجًا:

فلاں شخص نے اس جگہ اپنی سواری روک لی

اور اقامت گزین ہوا۔ یہی معنی التَّعْرِيْجُ کا

ہے۔ تم کہتے ہو: مَا لِي عَلَيْهِ عُرْجَةٌ

بروزن جسرعة۔ یہ لفظ عُرْجَةٌ بروزن

رَجْعَةٌ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ لفظ تَعْرِيْجٌ

ہے اور نہ ہی تَعْرُجٌ: اس کا معنی ہے۔ میرا

وہاں قیام نہیں ہے۔

انْفَرَجَ الشَّيْءُ: چیز مڑ گئی۔

مُنْعَرَجُ الْوَادِي: وادی کا موڑ۔ اس میں

راء مفتوح ہے۔

مُنْعَطْفَةٌ: اس کا منعطف یعنی دایاں اور

بایاں۔ المَعْرَاجُ: سڑھی۔ اسی سے لیلۃ

المعراج ماخوذ ہے۔ اس کی جمع مَعَارِجُ

ہے اور مَعَارِيْجٌ ہے۔ انْفَشَّ كَقَوْلِ هَيْكَلِ

تَمَّ جَاهُوتَا سَ مَعْرَجٍ اَوْر مَعْرَجٌ دَوْنُوں

طَرَحَ كَبْرَ سَكْتُو۔ اس کی مثال مِرْقَاةٌ اَوْر

مَرْقَاةٌ ہے یعنی میم کو کسور کر دیا مفتوح

دَوْنُوں طَرَحَ جَا تَز ہے۔ المَعَارِجُ کا معنی

سڑھیاں۔

ع د ج ن - العُرْجُونُ: کھجور کے خوشے

کی جڑ جو ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس سے کھجور

کے خوشے اتار لئے جاتے ہیں اور جڑ کی

کتاب کا مضاربت کے لئے بنی بہا کا لفظ کہنا بھی عام لوگوں کا کہنا ہے جو غلط ہے۔ اس کا ذکر صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ب ن ی' میں بیان کیا ہے۔

التَّعْرِيسُ: قوم کا رات کے آخری حصے میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا اور آرام کرنا۔ پھر آرام کرنے کے بعد سفر پر روانہ ہونا۔ اَعْرَسُوا ان معنوں میں ایک مختصر یا چھوٹا سا لہجہ ہے۔ جائے عرس یعنی ولیمہ کی جگہ کو مُعْرَس (راء مشدّد) کہتے ہیں۔ اور اسے مُعْرَس (راء غیر مشدّد) بھی کہتے ہیں جو بروزن مُعْرَج ہے۔

العَرِيْسُ وَالْعَرِيْسَةُ: (راء دونوں میں مکسور) کا معنی شیر کی کچھار ہے۔

ع ر ش - العَرُشُ: تختِ شاهی۔

عَرَشُ الْبَيْتِ: گھر کی چھت۔ لوگوں کا قول ثَلَّ عَرَشُهُ (فعل مجہول) اس کا معاملہ کمزور ہو گیا اور اس کی عزت جاتی رہی۔

عَرَشَ: اس نے لکڑی کا گھر بنایا یا چھتر بنایا۔ اس کا باب ضَرْبَ اور نصر ہے۔

كُرُومٌ مَعْرُوشَاتٌ: چھجوں پر چڑھی ہوئی انگور کی بیلین۔

العَرِيْسُ الْكَرِيْمُ: انگور کی تیل کا چھتر۔

اس کا معنی لکڑی اور گھاس کا خیمہ بھی ہے۔

اس کی جمع عَرُوشٌ ہے۔ اس میں 'ع' اور

عورت دونوں کو عَرُوسِيْنِ کہتے ہیں۔

اِبْنُ عَرَسٍ: نیولا۔ اس کی جمع بَنَاتٌ عَرَسٍ ہے۔ اسی طرح ابنِ آوٰی بمعنی گیدڑ۔

اِبْنُ مَحَاضٍ: اونٹنی کا مکمل ایک سال کا بچہ جو دوسرے سال میں ہو۔

اِبْنُ لَبُونٍ: اونٹنی کا دوسال کا بچہ جو تیسرے سال میں ہو۔

اِبْنُ مَاءٍ: خالص عربی النسل انسان۔ اس کی جمع بھی ابن سے بنات لگا کر بناتِ آوٰی: بناتِ محاض، بناتِ لَبُونٍ اور بناتِ مَاءٍ ہے۔ الاغش نے حکایت بیان کی کہ بناتِ عَرَسٍ، بنو عَرَسٍ، بناتِ نَعَشٍ اور بنو نَعَشٍ بھی جمع کی صورتیں ہیں۔

العَرَسُ بروزن القُلُ: ولیمہ کا کھانا۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَعْرَاسٌ ہے۔ اور عَرُوسَاتٌ ہے۔ جس میں راء مضموم ہے۔

قَدْ اَعْرَسَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے ولیمہ کیا۔

اَعْرَسَ بِاَهْلِيْهِ: اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت کی۔ ان معنوں میں عَرَسٌ نہیں کہنا چاہئے اگرچہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب

کوئی گھر نہ بنا ہو۔ اس کی جمع العِوَاص ہے اور العَرَصَات ہے۔

ع رض - عَرْضٌ لَهُ كَذَا: اسے فلاں بات پیش آئی۔

عَرْضَتُهُ لَهُ: میں نے اسے وہ پیش کیا یا ظاہر کیا۔ کہا جاتا ہے: عَرْضَتُهُ لَهُ فُؤَابًا مَكَانَ حَقِّهِ أَوْ مِنْ حَقِّهِ: میں نے اسے اس کے حق کے بدلے ایک کپڑا دے دیا۔ اس میں مَكَانَ حَقِّهِ اور مِنْ حَقِّهِ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

عَرْضُ الْبَيْعِ عَلَى الْحَوْضِ: وہ اونٹ کو پانی پر لے گیا۔ یہ عبارت الٹ دی گئی ہے۔ اس سے مراد ہے عَرْضُ الْحَوْضِ عَلَى الْبَيْعِ: پانی اونٹ کے سامنے رکھا گیا۔

عَرْضُ الْجَارِيَةِ عَلَى الْبَيْعِ: اس نے لونڈی کو فروخت کے لئے پیش کیا۔ عَرْضُ الْكِتَابِ: اس نے کتاب پیش کی یا خط پیش کیا۔

عَرْضُ الْجُنْدِ إِذَا أَمَرَهُمْ عَلَيْهِ وَنَظَرَ مَا خَالَهُمْ: اس نے فوج کو پیش کیا جب انہیں اپنے پاس سے گزارا اور دیکھا کہ ان کی کیا حالت ہے۔

اعْتَرَضَهُمْ: وہ ان کے سامنے ہوا۔

عَرْضَةُ عَارِضٍ: اسے بخار وغیرہ کی بیماری لگ گئی۔

رُ' دونوں مضموم ہیں۔ اس کی مثال قَلِيْبٌ اور قَلْبٌ ہے۔ اسی نسبت سے مکہ کے گھروں کو العُرُشُ کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ گھر لکڑیاں گاڑھ کر ان پر سایہ کے لئے لگھاس وغیرہ کی چھت ڈالی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَمْتَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ وَفُلَانٌ كَافِرٌ بِالْعُرُشِ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزر اوقات کر رہے تھے جب فلاں کافر عرش قسم کے مکانوں میں رہائش پذیر تھا۔ جس نے عُرُشُ کے بدلے عُرُوشُ کہا تو اس کا واحد کا صیغہ عَرْضٌ ہے جس کی مثال فَلَسٌ اور فُلُوسٌ ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ إِذَا نَظَرَ إِلَى عُرُوشِ مَكَّةَ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر جب مکہ کے مکانوں کی چھتوں پر پڑتی تو وہ تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے۔

عَرْضُ الْكُرْمِ بِالْعُرُوشِ تَعْرِيشًا: اس نے انگور کی تیل کو چھپروں پر چڑھایا۔

اعْتَرَشَ الْعَنْبُ إِذَا عَلَا عَلَى الْعِرَاشِ: انگور کی تیل چھپروں پر پھیل گئی جب وہ چھت تک بلند ہوئی۔

ع رض - العَرْضَةُ: بروزن الضَّرْبَةُ: مکانوں کے درمیان ایسا وسیع میدان جہاں

(عین اور راء دونوں مفتوح) انسان کو جو بیماری وغیرہ یا مرض لگ جائے۔

عَرْضُ الدُّنْيَا: دنیاوی مال و متاع، زیادہ ہو یا کم۔

الإِعْرَاضُ عَنِ الشَّيْءِ: کسی چیز سے منہ موڑنا۔

أَعْرَضَ الشَّيْءُ: اس نے اس چیز کو چوڑا کر دیا۔

عَرْضُ الشَّيْءِ فَأَعْرَضَ: اس نے چیز کو ظاہر کیا تو وہ ظاہر ہو گئی۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: كَبَّهُ فَأَكْبَ: لیکن یہ نادر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ: ہم اس روز کافروں کے آگے جہنم پیش کریں گے۔ تاکہ وہ اسے دیکھیں۔

فَأَعْرَضَتْ: تو وہ سامنے آ گئی۔ یا نمودار ہوئی۔ اِذَانَ فُلَانٍ مُّعْرَضًا (راء مسور) اس نے جس کسی سے ممکن ہو اقرض لیا بغیر اس بات کی پرواہ کئے کہ بعد میں کیا ہوگا۔

اعْتَرَضَ الشَّيْءُ: چیز آڑے آئی۔ مثلاً: دریا میں رک کر آڑے آنے والی لکڑی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اعْتَرَضَ الشَّيْءُ دُونَ الشَّيْءِ: یعنی وہ دو چیزوں کے درمیان حائل ہو گئی یا ہو گیا۔

اعْتَرَضَ فُلَانٌ فُلَانًا: فلاں نے فلاں کے معاملے میں ناگ اڑائی۔

عَرَضَهُمْ عَلَى السَّيْفِ قِتْلًا: اس نے انہیں تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ان تمام کا باب ضَرْبَ ہے۔

عَرْضُ الْعُودِ عَلَى الْإِنَاءِ وَالسَّيْفِ عَلَى كَعْبِهِ: اس نے لکڑی برتن پر رکھی اور تلوار اپنی ران پر۔ اس کا باب ضَرْبَ

أَوْ نَصَرَ ہے۔ الْمُعْرَضُ بَرْدُونَ الْمُبْضَعُ کپڑے لباس جن میں لونڈیوں

کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ الْمُعْرَاضُ: ایسا تیر جس پر پرنہ لگے ہوں۔ الْأَعْرَاضُ

بَرْدُونَ الْفَلَسِ: ساز و سامان۔ نقدی کے علاوہ باقی سارا کچھ عرض ہے۔ اور

نقدی کو عین کہا جاتا ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ الْعُرُوضُ وَهِيَ سَازُ وَسَامَانٌ هِيَ جَس

كِي يَبِئِشُ أَوْ رِزْنٌ نَهْ هَوَاتَا هُوَ أَوْ رِزْنٌ هِيَ وَهِيَ وَهِيَ جَانِدَارٌ مَالٌ مَوْشِيٌّ هُوَ۔ اور نہ سکوئی جائیداد

ہو۔ الْعَرْضِيُّ: راء ساکن۔ کپڑوں کی ایک قسم۔

الْعَرْضُ: چوڑائی، الطُولُ یعنی لمبائی کی ضد۔

قَدْ عَرَضَ الشَّيْءُ: چیز چوڑی ہو گئی۔

اس کا باب ظَرْفَ ہے۔ عَرْضًا بَرْدُونَ عِنَبَ: چوڑائی کے رُخ۔

اس کا اسم فاعل عَرِيضٌ ہے بمعنی چوڑا۔ عَرَاضٌ (عین مضموم) اور الْعَرْضُ:

ہے کہ فلاں شخص کے دونوں رخساروں پر  
داڑھی کے بال خفیف یعنی ہلکے اور کم ہیں۔  
عَارِضَةٌ فِي الْمَسِيرِ: وہ اس کے گرد ہو  
گیا۔

عَارِضَةٌ بِمِثْلِ مَا صَنَعَ: اس نے جو  
کچھ کیا، اسے پیش آیا۔ یا اس نے جیسے چاہا  
اسے پیش آیا۔

عَارِضُ الْكِتَابِ بِالْكِتَابِ: اس نے  
کتاب کا کتاب کے ساتھ مقابلہ کیا۔  
التَّعْرِيفُ: اشاروں کنایوں میں بات  
کرنا۔ یہ التَّصْرِیح کی ضد ہے۔ کہا جاتا  
ہے کہ عَرَضَ لِفُلَانٍ وَبِفُلَانٍ: اس  
نے فلاں شخص پر تعریف کی۔ اسی سے  
المَعَارِضُ فِي الْكَلَامِ ماخوڑ ہے جس  
کا معنی تو یہ ہے۔ مثل ہے کہ إِنَّ فِي  
المَعَارِضِ لَمَنْدُوحَةً عَنِ  
الْكَذِبِ: بلاشبہ تعریف اور تو یہ میں  
جھوٹ کی گنجائش ہوتی ہے۔ یعنی دروغ  
مصلحت آمیز۔

عَرِضَةٌ لِكَذَا فَتَعَرَّضَ لَهُ: اس نے  
اسے فلاں کے آگے کیا تو وہ ہو گیا۔

تَعَرَّضَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص کے آڑے  
آ گیا۔ کہا جاتا ہے: تَعَرَّضْتُ أَسْأَلُهُمْ:

میں ان سے پوچھنے کے لئے سامنے ہو گیا۔

العَرُوضُ: شعر کے اوزان۔ کیونکہ شعر

کے اوزان کو ان اوزان پر رکھا جاتا ہے۔

عَارِضَةٌ: اس نے اسے کنارے کر دیا اور  
اس سے منہ موڑا۔

العَارِضُ: بادل جو افق پر نمودار ہوتے  
ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے:

هَذَا عَارِضٌ مُّطِرٌ نَا: افق پر نمودار  
ہونے والا بادل ہم پر بارش برسائے گا۔

یعنی مُّطِرٌ لَنَا: ہمارے لئے بارش  
برسائے گا۔ چونکہ یہ لفظ معرفہ ہے۔ اس

لئے یہ عارض کی صفت نہیں ہو سکتا کیونکہ  
عارض نکرہ ہے۔ عرب صرف افعال

کے اسمائے مشفقہ میں ایسا کرتے ہیں۔  
اس لئے یہ کہنا جائز نہیں ہو گا کہ: هَذَا

رَجُلٌ غُلَامٌ: یعنی یہ شخص ہمارا غلام  
ہے۔ کے معنوں میں۔ غیر فطر کے بعد

ایک اعرابی نے یہ کہا کہ رَبُّ صَانِمِهِ  
لَنْ يَصُومَهُ وَقَانِمِهِ لَنْ يَقُومَهُ: کتنے

ہی ایسے رمضان کے روزے دار ہیں  
جنہوں نے درحقیقت روزہ نہیں رکھا، اور

کتنے ہی رمضان میں تراویح پڑھنے والے  
ایسے ہیں جنہوں نے درحقیقت قیام لیل

نہیں کیا۔ گویا اعرابی نے صائم اور قائم کو  
نکرہ بنایا۔ اور پھر اس کی اضافت معرفہ

کے ساتھ کی۔

عَارِضْنَا الْانْسَانَ: انسان کے دور رخسار  
یا گال۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ: فُلَانٌ  
خَفِيفُ العَارِضَيْنِ: اس سے مراد یہ لی

پاس ہے، اسے سامنے کرنے کو کہا۔

العَرْضُ: (عین مکسور) جسم وغیرہ کی بو

خوشبو ہو یا بدبو۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ

طَيِّبُ العَرْضِ: اس سے خوشبو آتی ہے

اور فُلَانٌ مُنْتِنُ العَرْضِ: اور فلاں شخص

سے بدبو آتی ہے۔ العَرْضُ کا معنی جسم

بھی ہے۔ اہل جنت کو صفت میں بیان کیا

گیا ہے کہ: اِنَّمَا هُوَ عَرَقٌ يَسِيلُ مِنْ

أَعْرَاضِهِمْ: ان کے جسموں سے پسینہ

بہہ رہا ہوگا۔ العَرْضُ کا معنی نفس بھی ہے

کہا جاتا ہے کہ اَكْرَمْتُ عَنْهُ عَرْضِي:

میں نے اس سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔

فُلَانٌ نَقِيُّ العَرْضِ: وہ اس بات سے

پاک ہے کہ کوئی اسے گالی دے یا اس پر

عیب لگائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عَرْضُ

الرَّجُلِ کا معنی انسان کا حسب و نسب

ہے۔

ع ر ط ز - عَرُطَزٌ: یہ لفظ عَرُطَسٌ کا

لہجہ ہے اس کا معنی ہے: وہ کنارے ہوایا

الگ ہو گیا۔

ع ر ف - عَرَفَهُ يَعْرِفُهُ: (راء مکسور)

مَعْرِفَةً وَعِرْفَانًا: (راء مکسور) اس نے

اسے پہچان لیا۔

العِرْفُ: بو، خوشبو ہو یا بدبو۔

المَعْرِوْفُ: نیکی۔ المُنْكَوْرُ: ضد۔

العِرْفُ: اقرار۔ النُّكُوْرُ: ضد۔ کہا جاتا

یہ لفظ مؤنث ہے اور اس کی جمع نہیں ہوتی

کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔

العَرُوضُ: شعر کے نصف اول کے

آخری جز کے اسم کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی

جمع أَعَارِيضٌ ہے۔ اور یہ خلاف قیاس

ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ جمع بنانے والوں

نے اِعْرِيضٌ کی جمع بنائی ہو۔ تم چاہو تو اس

کی جمع أَعَارِضٌ بنا سکتے ہو۔

عَرُوضُ الشَّيْءِ بِرُوزْنِ قُفْلٍ: کسی چیز

کا کنارہ۔ یعنی تم جس طرف سے بھی اسے

دیکھو۔ رَأَهُ فِي عَرْضِ النَّاسِ کا معنی

اس نے اسے لوگوں کے درمیان دیکھا، بھی

ہے۔

فُلَانٌ مِنْ عَرْضِ النَّاسِ: فلاں شخص

عام لوگوں میں سے ہے۔

فُلَانٌ عَرْضَةٌ لِلنَّاسِ: فلاں شخص

لوگوں کا نشانہ ہے۔

جَعَلْتُ فُلَانًا عَرْضَةً لِكَذَا: میں

نے فلاں شخص کو اس کام کا نشانہ بنایا۔ قول

خداوندی ہے: لَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عَرْضَةً

لَا يَمَانِكُمْ: اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنی

قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

نَظَرُ إِلَيْهِ عَنْ عَرُوضٍ وَعَرُوضِ بِرُوزْنِ

عُسْرٍ اور عُسْرٌ: اس نے اس کی طرف

ایک طرف سے ہو کر دیکھا۔

اسْتَعْرَضَهُ: اس نے اسے جو کچھ اس کے

خالص عربی اسلوب نہیں ہے۔ یہ معرّفہ ہے اگرچہ جمع ہے کیونکہ جگہ میں اپنی موقعیت کو نہیں بدلتیں تو گویا یہ جمع کی صورت میں گویا شے واحد کی طرح ہوتی ہیں۔ زیود نے اس نظریے کی مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: هُوَ لَا عَرَفَاتٍ حَسَنَةً (نعت منصوب) کیونکہ وہ نکرہ ہے۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ قول خداوندی ہے: فَاِذَا اَفْضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ: انْحَشْ كَا قَوْلِ هٖ كَ يَه لِي لَفْظِ اس لِي مَنْرَفِ بِنَ گِیَا كَه اس مِی تَا مَسْلَمِیْنِ اُور مُسْلِمُوْنَ مِی یَا اُور وَاوَا كَه مَقَابِلِ هُوْیَا۔ کیونکہ یہ تذکیر کی علامت ہیں۔ اور تنوین نون جمع کے درجہ میں آگئی۔ جب اسے یعنی عَرَفَاتِ کو اسم بنایا گیا تو اسے اپنی حالت پر رہنے دیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مسلمون کو اگر اسم بنا دیا جائے اور یہ اپنی حالت پر برقرار رہے۔ یہی نظریہ آذِرِ عَآتِ، عَانَآتِ اُور عُرُیْتِنَاتِ پَر لَا گُو ہوتا ہے۔

العَارِفَةُ: نیک۔

العَرِیْفِ اُور العَارِیْفِ كَا اَیْکِ ہِی مَعْنٰی ہِی جَس طَرَحِ العَلِیْمِ اُور العَالِمِ كَا اَیْکِ ہِی مَعْنٰی ہِی۔

العَرِیْفِ: اسے نقیب بھی کہتے ہیں۔ فوجی منصب جو پکتان یا کرنل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ رئیس سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

ہے: اَوْ لَاہُ عُرْفَا اس نے اسے معروف طریقے سے ولی بنایا۔

العُرْفُ: اعتراف فعل کا اسم بھی ہے۔

العُرْفُ: گھوڑے کی ایال کو بھی کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَ الْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا: ان ہواؤں کی قسم! جو زم زم چلتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں یہ لفظ عُرْفُ الفَرَسِ بمعنی گھوڑے کی ایال سے مستعار کیا گیا ہے۔ یہ ہوائیں گھوڑے کی ایال کے بالوں کی طرح لگا تار چلتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی ہوائیں جنہیں معروف کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

المَعْرِفَةُ: (راء مفتوح) ایسی جگہ جہاں العُرْفُ یعنی کُفٰی اُبھرتی ہے۔

الأَعْرَافُ: اعراف جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یہ مقام جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔

یَوْمَ عَرَفَةَ: یوم عرفہ عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کہ عَرَفَةَ پَر تنوین نہیں آتی اور نہ ہی اس پر الف لام داخل ہوتا ہے۔

عَرَفَاتِ: یعنی (مکہ) میں ایک جگہ کا نام۔ یہ خود اسم جمع ہے۔ اس کی جمع نہیں بنتی۔

الفرء کا قول ہے کہ اس کا واحد کا صحیح صیغہ نہیں ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ نَزَلْنَا عَرَفَةَ یعنی ہم عرفہ میں اترے، مولد لگتا ہے۔ یہ

ع ر ق - العَرَقُ: پسینہ جو بہتا ہے۔  
 قَدْ عَرِقَ: اسے پسینہ آ گیا۔ اس کا باب  
 طرب ہے۔ اس کا معنی زنبیل بھی ہے۔  
 عِرْقُ الشَّجَرَةِ: درخت کی جڑ۔ تا۔ اس  
 کی جمع عُرُوقُ ہے۔ حدیث شریف میں  
 ہے: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ  
 وَ لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ: جس کسی نے  
 بخر زمین کو آباد کیا تو اس کی ملکیت ہے۔  
 اور کسی عِرْقِ ظالم کا اس میں کوئی حق  
 نہیں۔ عِرْقِ ظالم کا معنی یہ ہے کہ کوئی  
 شخص ایسی زمین پر آئے جسے کسی اور نے  
 آباد کیا ہو اور وہاں کوئی پودا لگا دے یا فصل  
 بودے تاکہ وہ اس زمین کا حقدار بنے تو  
 ایسے ظالم شخص کا اس زمین کی ملکیت پر کوئی  
 حق نہیں۔  
 ذَاتُ عِرْقٍ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام  
 ہے۔  
 العِرَاقُ: ایک ملک کا نام ہے۔ مذکر اور  
 مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہا گیا  
 ہے کہ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔  
 العِرَاقَانِ: کوفہ اور بصرہ دو شہروں کا  
 مجموعی نام۔  
 أَعْرَقَ الرَّجُلُ: آدمی عراق گیا۔  
 ع ر ک - عَرَكَ الشَّمْسُ: اس نے  
 پاؤں سے کسی چیز کو مٹلایا یا گڑا۔ اس کا باب  
 نصر ہے۔

اس کی جمع عُرُقَاءُ ہے۔ اس کا باب ظرف  
 ہے۔  
 عَرَفَ: وہ عریف بن گیا۔ جب کوئی شخص  
 کافی دیر تک اس منصب پر رہے تو اسے  
 کہیں گے کہ عَرَفَ: وہ عریف ہے۔  
 اس کی مثال كَتَبَ ہے۔  
 التَّعْرِيفُ: اطلاع دینا۔ مشہر کرنا۔  
 التَّعْرِيفُ کا معنی گم شدہ چیز کا اعلان کرنا  
 بھی ہے۔  
 التَّعْرِيفُ: لفظ العَرَفَ سے مشتق کے  
 طور پر خوشبو یا عطر لگانا بھی ہے۔ قول  
 خداوندی ہے: عَرَفْهَا لَهُمُ: اللہ نے اہل  
 جنت کے لئے جنت کو سنوار کر رکھا ہے۔  
 التَّعْرِيفُ کا معنی عَرَافَات میں وقوف  
 کرنا بھی ہے۔  
 المَعْرِفُ: موقوف۔ وقوف کی جگہ۔  
 الاغْتِرَافُ بِالذَّنْبِ: جرم یا گناہ کا  
 اقرار۔ ممکن ہے اہل زبان نے اغْتِرَفَ کو  
 عَرَفَ کی جگہ یا اس کے برعکس عَرَفَ  
 کو اغْتِرَفَ کی جگہ وضع کیا ہو یا استعمال کیا  
 ہو۔  
 تَعَرَّفَ: شناخت کرنا۔ اس نے فلاں شخص  
 سے اپنا تعارف کرایا۔  
 تَعَارَفَ الْقَوْمُ: قوم یا لوگوں نے ایک  
 دوسرے سے تعارف کیا یا ایک دوسرے کو  
 پہچانا۔



اتاج کا ڈھیر جو بھوسہ الگ کرنے کے لئے اکٹھا کیا جائے۔

العَرْمَرْمُ: لشکر جزار۔

ع ر ن - عَرْنَيْنٌ: دو بھوؤں کے نیچے والا

ناک کا حصہ۔ وہ ناک کا شروع کا حصہ ہوتا ہے جس میں سونگھنے کی قوت ہوتی ہے۔

العَرْنِيَّةُ: (عین مضموم) ایک قبیلے کا نام ہے جس نام سے عَرْنِيُون لوگ منسوب ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے قول کے مطابق بَطْنُ عَرْنَةَ میدان عرفات کے بالمقابل ایک وادی کا نام ہے۔

العَرِينُ اور العَرِينَةُ: شیر کی کچھار جہاں شیر رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے لَيْثُ عَرِينَةَ: کچھار کا شیر۔ العَرِين کا اصل معنی درختوں کا جھنڈ ہے۔

ع ر ا - العَوَاءُ: (الف ممدود) کھلی فضا۔

قول خداوندی ہے: لَنْبِذَ بِالْعَوَاءِ: اسے کھلی فضا میں چھوڑ دیا گیا۔

عُرْوَةُ الْقَمِيصِ: قمیض کا کاج، بشن داخل کرنے کا سوراخ۔

عَرَاةٌ: اس نے کاج بنایا، یا اسے پیش آیا۔ لاحق ہوا۔

اغْتَرَاةٌ: اسے درپیش ہوا۔ اس نے اسے ڈھانپ لیا۔ اسے لگ گیا۔

العَرِيَّةُ: ایسا درخت جسے مالک جھاڑ کر

المُعْتَرَكُ: جائے کارزار۔ معرکہ کا

میدان۔ یہی معنی المَعْرَكُ اور المَعْرَكَةُ کا ہے۔ اسے راء مضموم کے

ساتھ المَعْرَكَةُ بھی کہتے ہیں۔

العَرِيكَةُ: طبیعت اور مزاج۔ فُلَانٌ لَيْنُ العَرِيكَةِ: فلاں شخص نرم مزاج ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: لَانَتْ عَرِيكَتُهُ: اس کا مزاج نرم ہو گیا۔ یا اس کی نخوت ختم ہو گئی۔

ع ر ک س - عَرَكَسَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو اوپر تلے ڈھیر کر دیا۔

ع ر م - العَرْمُ: وادی کا پشتہ یا پستے۔ لفظاً اس کا واحد نہیں کہا گیا ہے کہ اس کا واحد

عَرِقَةٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم سَيْلَ العَرْمِ:

ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیجا۔ اس کے بارے میں التہذیب میں درج

اقوال میں سے ایک قول ہے کہ العَرْمُ سے زبردست سیلاب ہے جس کی روک تھام

ممکن نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العَرْمُ العَرِمَةُ کی جمع ہے۔ جس کا معنی دریا کا بند

یا پشتہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک وادی کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا

معنی چوہا ہے جس نے بند یا پشتے کو لوگوں کے اوپر شکاف کر کے پھاڑ دیا۔ یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اس کا معنی شدید بارش ہے۔ العَرْمَةُ: (عین اور راء دونوں مفتوح)

عُزَيَانٌ ہے بمعنی برہنہ یا ننگا۔ اور عورت کے لئے عُزَيَانَةٌ کہا جائے گا۔ جو اسم فاعل فُعْلَانٌ کے وزن پر ہوتا ہے۔ اس کی مؤنث 'ة' کا اضافہ سے منفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یوں یہ لفظ اسمائے اعداد میں سے بن گیا مثلاً: النُّطْبِيْحَةُ اور الأَكْبِيْلَةُ: اگر اس لفظ کو النُّخْلَةَ کی خبر بنا کر لائیں تو پھر یوں کہیں گے کہ النُّخْلَةُ عُزَيٌّ: حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ رَخِصٌ فِي الْعَرَايَا بَعْدَ نَهْيِهِ عَنِ الْمُزَابِنَةِ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے مزابنہ (اندازہ لگا کر پھل بیچنے) سے منع فرمانے کے بعد عرایا کی رخصت دے دی۔<sup>۱</sup> شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پھل لینے والا وہاں داخل ہونے میں ازیت محسوس کرتا ہو۔ اس صورت میں اسے بقیمت کھجور خریدنے کی ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ نے اس کے خریدنے کی اجازت دے دی۔ کہ وہ اپنے پاس موجود خشک کھجور کے بدلے تازہ کھجور لے۔

عُرِيٌّ مِنْ زِيَابِه: وہ اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو گیا۔ اس کا مصدر عُرِيَاً (عین مضموم) ہے اور اسم فاعل عَارٍ ہے۔ اور

أَعْرَاهُ وَعَرَاهُ تَعْرِيَةٌ فتعری: اس نے اسے برہنہ کر دیا تو وہ برہنہ ہو گیا۔ فَرَسٌ عُزِيٌّ: بغیر زین کے گھوڑا۔

ع ز ب - العُزَاب: (زاء مضموم اور مشدّد)

ایسے مرد جن کی بیویاں نہ ہوں اور ایسی عورتیں جن کے خاوند نہ ہوں۔ الکسائی کا قول ہے کہ الرَّجُلُ أَعَزَبٌ یعنی مرد کو تو أَعَزَبٌ کہیں گے اور المَرْأَةُ عَزَبَةٌ: اور عورت کو عَزَبَةٌ کہیں گے۔ اور اس کا اسم العُزْبَةُ: بے خاوند یا بے بیوی ہونا۔ اس لفظ کا وزن العُزْبَةُ ہے۔ اور دوسرا اسم العُزُوبَةُ بھی ہے۔

عَزَبٌ: وہ دور ہو اور غائب یا نظروں سے دور ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ عَزَبَ: (زای مشدّد) جس شخص نے چالیس رات میں قرآن ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔

ع ز ر - العُزْرِيُّو: توقیر و تعظیم، اس کا

معنی تادیب اور سزا دینا بھی ہے۔ اسی سے تعزیر کی شرعی اصطلاح ماخوذ ہے۔ جس سے مراد حد سے کم مارتا ہے۔

① مزابنہ سے مراد ہے درخت پر موجود کھجور کے اندازے کے مطابق اس کے بدلے میں اتنی ہوتی کھجور لی جائے۔ اور عرایا سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس موجود خشک کھجور کے عوض تازہ کھجور لے۔

أَعَزَّ عَلِيٌّ بِمَا أَصَبَتْ: جو کچھ تم پر گزری وہ مجھ پر گراں ہے یعنی ناگوار ہے۔

أَعَزَّزْتُ بِمَا أَصَابَكَ: اس کا فعل مجھول ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف مجھ پر گراں گزری۔ العزیزُ کی جمع عِزَّازٌ: جس طرح کَرِيمٌ کی جمع کِرَامٌ ہے۔ قَوْمٌ عِزَّةٌ وَعِزَّاءٌ: باعزت قوم یا باعزت لوگ۔

عَزَّةٌ: وہ اس پر غالب ہوا۔ بھاری پڑا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ مثلاً: مشہور ہے کہ مَنْ عَزَّيْنَا: جو غالب ہوا، اس نے لوٹا۔ اس کا اسم العِزَّةُ ہے جس کا معنی قُوَّتٌ اور غلبہ ہے۔ عَزَّةٌ فِي الْخِطَابِ: بات کرنے میں وہ اس پر غالب ہوا۔ عَزَّاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

أَسْتَعِزُّ بِالْعَلِيلِ: بیمار کی تکلیف بڑھ گئی اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اسم فعل مجھول ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَسْتَعِزُّ بِكُلِّئِثْمٍ۔

العُزَّى: الأَعْرُ کی تانیث ہے۔ الأَعْرُ العزیر کے معنوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ العُزَّى کا معنی العزیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

العُزَّى: ایک بت کا نام بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ العُزَّى بول کا ایک درخت تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کرتے تھے۔ انہوں

عُزْيُو: اسم۔ بغیر تشدید ہونے کے سبب یہ منصرف ہے اگرچہ یہ نوح اور لوط کی طرح نجی نام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ عَزْرُ کا اسم تصغیر ہے۔ اس لئے منصرف ہوگا۔

ع ز ز - العِزُّ: عزت۔ أَلْوَلُّ: ذلت کی ضد ہے۔ ہم اس کی تعریف عَزَّ يَعَزُّ عِزًّا (عین کسور) وَعِزَّازَةٌ (عین مفتوح) کرتے ہیں۔ اس کا اسم فاعل عَزَّيْنَا یعنی ذلت کے بعد قوی اور مضبوط اور غلبے والا ہے۔

أَعَزَّهُ اللَّهُ: اللہ سے عزت دے۔ غالب کرے۔ عَزَّ الشَّيْءُ: چیز کم ہوگئی بلکہ ناپید ہوگئی۔ عَزَّزْتُ عَلَيْهِ: میں اس پر بھاری ہو گیا۔ قول خداوندی ہے: "فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ": پھر ہم نے انہیں تیسرے کے ذریعے تقویت دی۔ فَعَزَّزْنَا میں 'زای' مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح ہے۔ تَعَزَّزَ الرَّجُلُ: آدمی باعزت ہو گیا۔ هُوَ يَعْتَزُّ بِفُلَانٍ: اسے فلاں پر نخر اور ناز ہے۔

عَزَّ عَلِيٌّ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا: مجھے تیرا ایسا کرنا گراں گزرا۔

عَزَّ عَلِيٌّ ذَاكَ: وہ مجھ پر سخت اور شدید ہو گیا۔ مثل ہے: عَزَّ عَلِيٌّ ذَاكَ فَهَنْ: جب تیرا بھائی سخت ہو جائے تو تُوْزِي اختیار کر۔

عَزَلَهُ عَنِ الْعَمَلِ: اس نے اسے کام سے الگ کر دیا یا معزول کر دیا۔

عَزَلَ عَنْ أُمَّتِهِ: وہ اپنی امت سے الگ ہو گیا۔ تینوں کا باب ضَرْب ہے۔

ع ز م - عَزَمَ عَلَيَّ كَذَا: اس نے فلاں کام کا عزم کیا یا ارادہ کیا۔ اور وہ کام کرنے کا قطعی فیصلہ کیا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ اور عَزَمَ مَا بَرَزَ قُفْلٌ وَعَزِيمًا اور عَزِيمَةٌ بھی ہے یعنی کسی کام کے کرنے کا حتمی اور قطعی فیصلہ کرنا۔

اعْتَزَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

عَزَمْتُ عَلَيْكَ: مجھے تیری قسم ہے۔

العَزَائِمُ: تعویذ یا منتر اور ٹوٹے وغیرہ۔

ع ز ا - عَزَاهُ إِلَى أَبِيهِ: اس نے اس کے باپ کی طرف منسوب کیا۔ اس کا باب

عَدَا اور رَمَى ہے۔ اِعْتَزَى وَتَعَزَى: دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ منسوب ہوا۔ اس کا اسم العزاء ہے۔ العزاء کا معنی

صبر بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: عَزَاهُ تَعَزِيَةً فَتَعَزَى: اس نے اسے تسلی دی تو اسے تسلی ہوئی۔

العِزَّةُ: لوگوں کا ایک فرقہ۔ اس کی جمع العِزُونَ ہے۔ اس میں عین مکسور اور مضمون

ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزَّتَيْنِ: دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ ہو کر جمع ہو

نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی تھی اور اس کے پر وہت مقرر کر رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اس عمارت کو منہدم کر دیا اور بول کے درخت کو جلا دیا۔

ع ز ف - عَزَفْتُ نَفْسَهُ عَنِ الشَّيْءِ: اس کا جی کسی چیز سے بھر گیا۔ یعنی بے رغبت ہو گیا۔ اور وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جلس ہے۔

العَزِيفُ: جن کی آواز۔ عَزَفْتُ العَجِينَ: جنوں نے آواز نکالی۔ اس کا مضارع تَعَزَفُ (زای مکسور) اور اس کا مصدر عَزَفًا ہے۔

المَعَازِفُ: کھیل کود۔ باجے۔ العَازِفُ: باجا بجانے والا۔ قَدْ عَزَفَ: اس نے باجا بجایا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

ع ز ل - اِعْتَزَلَهُ وَتَعَزَّلَهُ: دونوں ہم معنی ہیں یعنی وہ اس سے الگ ہوا۔ اس کا اسم العِزْلَةُ بمعنی تہائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ العِزْلَةُ عِبَادَةٌ: تہائی عبادت ہے۔

عَزَلَهُ: اس نے اسے الگ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَسَا عَنْ هَذَا الْأَمْرِ بِمَعْزَلٍ: میں اس کام سے الگ ہوں۔ یعنی نیر اس کام سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

عَسْرَ غَرِيْمَةً: اس نے اپنے مقروض سے قرض کا اس کی غربت اور تنگدستی کے باوجود مطالبہ کیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔

رَجُلٌ اَعْسَرُ: بایں ہاتھ سے کام کرنے والا البتہ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتے والے آدمی کو اَعْسَرُ یَسْرٌ کہتے ہیں۔ اسے اَعْسَرُ اَیْسَرٌ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتے تھے۔

اَعْسَرَ الرَّجُلُ: آدمی تنگ دست ہو گیا۔ الْمُعَاسِرَةُ: تنگدستی و سختی۔ یہ الْمُیَاسِرَةُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی آسانی اور خوش گزرائی ہے۔

التَّعَاسِرُ: باہم تنگی کا معاملہ کرنا۔ یہ التَّیَاسِرُ کی ضد ہے۔

المعسور: تنگ حال و بد حال۔ اس کی ضد المیسور ہے۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ سیبویہ کا قول ہے کہ دونوں صفت ہیں۔ اس کے نزدیک مَفْعُولٌ کے وزن پر ہرگز مصدر نہیں آتا۔

العسری: تنگی سختی اس کی ضد الیسری بمعنی آسانی ہے۔

ع س س - عَسْ: رات کو پہرہ دینا یا چوکیداری کرنا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ اس کا مصدر عَسَا بھی ہے اور اس کا معنی

جاتے ہیں۔

ع س ب - العسبُ: بروزن العذب: نر جانور سے نسل کشی کرانے کا کرایہ یا اجرت۔

عَسْبُ الفحل: نر جانور کی نسل کشی یا جنسی کرنے کا عمل۔ نر جانور کا مادہ بھی اس کا معنی بتایا گیا ہے۔

اليَعْسُوبُ: بروزن الیعقوب: شہد کی مکھیوں کی ملکہ، رانی مکھی۔

ع س ج د - العسجدُ: سونا، زر۔

ع س ر - العسْرُ: (سین ساکن و مضموم) سختی و تنگی، الیسْرُ عُنًی ضد۔ عیسیٰ بن عمر کا قول ہے کہ تین حروف پر مشتمل کوئی اسم جن کا پہلا حرف مضموم ہو اور درمیانی حرف ساکن ہو تو عربوں میں بعض لوگ اسے خفیف کر کے یعنی بغیر حرکت کے پڑھتے ہیں اور بعض اسے ثقیل کر کے یعنی متحرک کر کے پڑھتے یا بولتے ہیں اس کی مثال عَسْرٌ اور عُسْرٌ ہے۔ رُحْمٌ اور رُحْمٌ اور حُلْمٌ اور حُلْمٌ ہے۔

قَدْ عَسَرَ الْأَمْرُ: کام مشکل ہو گیا۔ (سین مضموم) اس کا مصدر عَسْرٌ ہے۔ اور اسم فاعل عَسِيْرٌ ہے۔

عَسِرَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر کام دشوار ہو گیا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ اور اسم فاعل عَسِيْرٌ ہے۔

ع س ک ر - العسگر: لشکر، فوج۔  
عسگر الرجل: آدمی نے فوج تیار  
کی۔ اس کا اسم فاعل معسکر (کاف  
کسور) ہے۔ فوجی چھاؤنی کو معسکر  
کہتے ہیں۔ اس میں کاف مفتوح ہے۔

ع س ل - العسل: شہد۔ مذکر اور مؤنث  
دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہتے ہیں کہ:  
عسل الطعام: اس نے شہد سے کھانا  
تیار کیا۔ اس کا باب ضرب اور نصر  
ہے۔

زنجبیل معسل: شہد میں ڈلی ہوئی  
ادرک یعنی ادرک کا مرتبہ۔

العاسل: چھتے سے شہد نکالنے والا۔ اور  
شہد کی مکھی کو عسالة کہتے ہیں۔

استعسل: اس نے شہد مانگا۔  
عسله تعسلا: اس نے اسے شہد فراہم  
کیا۔

العسل کا معنی دوڑنا بھی ہے۔ چنانچہ  
کہا جاتا ہے کہ: عسل الذئب يعسل  
(سین کسور) عسلا وعسلانا: (عین  
اور سین دونوں مفتوح) بھیڑیا دوڑا اور تیز  
بھاگا۔ اور اسی طرح ہے۔ عسل  
الإنسان: انسان تیز دوڑا اور تیز بھاگا۔

حدیث شریف میں ہے: كَذَبَ عَلَيْكَ  
العسل: تم تیز بھاگو۔ اسی بات سے:

عسل الرمح: اس نے نیزہ لہرایا۔ نیزہ

رات کو مشکوک لوگوں کی جانچ پڑتال کرنا  
ہے اور ان کی روک تھام کرنا ہے۔ اس کا  
اسم فاعل عاس بمعنی کوتوال یا چوکیدار  
ہے۔ قوم عسس: پہرہ دینے والی قوم یا  
لوگ۔ اسی طرح واحد سے جمع بنانے کی  
دوسری مثال خادِم سے خَدَم ہے۔ اور  
طالِب کی جمع طَلَب ہے۔ اغتَس،  
عَس ہی کی طرح ہے۔

عسّس الليل: رات کی تاریکی  
چھاگئی۔ قول خداوندی ہے: "وَاللَّيْلِ إِذَا  
عَسّسَ:" قسم ہے رات کی جب وہ چھا  
جائے۔ الغراء کے قول کے مطابق مفسرین

کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عسّس کا  
معنی اذْبَر ہے۔ الغراء نے کہا کہ ہمارے  
بعض ساتھیوں نے اس لفظ کا معنی یہ کیا ہے

کہ رات کا ابتدائی حصہ قریب ہوا اور  
تاریکی چھاگئی۔

ع س ف - العسف: غلط طریقے سے  
زبردستی چیز لینا۔ اس کا باب ضرب ہے۔  
اسی طرح العسف، الإغساف اور  
العسوف کا معنی زیادتی اور ظلم کرنا ہے۔

العسيف: مزدور۔  
عسفان: ایک جگہ کا نام ہے۔

ع س ق ل - عسقلان: ایک شہر کا نام  
ہے۔ اور عروس الشام یعنی شام کی  
ڈہن، کھلاتا ہے۔

لہرانے والے کو عَسَال کہتے ہیں۔

ع س ا - عَسَا الشَّيْءُ: اس کا باب

نَسَمًا اور عَسَاءً (الف ممدود) چیز خشک

ہوگئی اور سخت ہوگئی۔ عَسَا الشَّيْخُ

يَعْسُو عُسِيًّا: بوزھا ہو گیا۔ پیٹھ پھیر لی۔

اس کی مثال عَتَا ہے۔ اَلْكَئِيلُ کا قول ہے کہ

اس کا ایک لہجہ عَسِيٌّ (سین مکسور) ہے۔

عَسِيٌّ: افعال مقاربہ میں سے ہے اس

میں خواہش اور خوف کے معنی مضمر ہیں۔ یہ

منصرف نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ ماضی کی شکل

میں واقع ہوا ہے اور حال کے معنوں میں

ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ عَسَى زَيْدٌ أَنْ

يَخْرُجَ وَعَسَتْ هِنْدٌ أَنْ تَقُومَ: اس

میں زَيْدٌ عَسَى کا فاعل ہے اور أَنْ

يَخْرُجَ اس کا مفعول ہے جو الخُرُوجِ

کے معنوں میں ہے۔ لَّا یہ کہ اس کی خبر اِسْم

نہیں ہو سکتی اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ

عَسَى زَيْدٌ مُنْطَلِقًا: رہا لوگوں کا یہ قول

عَسَى الْغَوِيْرُ اَبُو سَا: تو یہ شاہ اور

نادر ہے۔ یہ خبر کا قائم مقام ہے۔ اس قسم کی

ترکیب صرف ضرب الامثال میں آتی ہے۔

عام استعمال میں نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس

مثال میں عَسَى کو تکاد کے مشابہ قرار دیا

گیا ہو۔ اور اس کے بعد أَنْ کے بغیر فعل

استعمال کیا گیا ہو۔ اور یوں کہا گیا ہو کہ

عَسَى زَيْدٌ يَنْطَلِقُ: کہا جاتا ہے کہ

عَسَيْتُ أَنْ أَفْعَلَ ذَاكَ (سین مفتوح

اور مکسور) اور قول خداوندی میں یہ لفظ

دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے: فَهَلْ

عَسَيْتُمْ کہتے ہیں۔ اس کے بعد يَفْعَلُ يَا

فَاعِلٌ نہیں کہا جاتا جیسے ہم نے کہا کہ۔

تمام قرآن میں عَسَى کا لفظ اللہ تعالیٰ کی

طرف واجب کے معنوں میں آیا ہے۔

سوائے اس قول کے: عَسَى رَبُّهُ أَنْ

طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ: بقول ابو عبیدہ کلام

عرب میں عَسَى کا لفظ امید اور یقین کے

اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہ لفظ یقین کے

معنوں میں عرب کے دو لہجوں میں ایک

لہجے میں بیان ہوا ہے۔

ع ش ب - العُشْبُ: گھاس، تازہ چارہ۔

اسے خشک ہونے سے پہلے حَشِيشٌ نہیں

کہتے۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ عَاشِبٌ چارے

والا ملک یا علاقہ اس کا فعل ماضی صرف

أَعَشَبَ ہے یعنی چارہ اُگ آیا یا چارہ

اُگایا۔

أَرْضٌ مُعْشِبَةٌ وَعَشْبَةٌ: چارہ اگانے

والی زمین۔

مَكَانٌ عَشِيبٌ: چارے والی جگہ۔

أَعَشَوْ شَبَتِ الْأَرْضُ: زمین میں

بہت زیادہ چارہ اُگ آیا۔ یہ مبالغہ کا صیغہ

ہے اور اس کی مثال أَخْشَوْشَنٌ ہے۔

ع ش ر - عَشْرَةٌ رِجَالٍ: دس آدمی۔

(شین مفتوح)۔

عَشْرَ نِسْوَةٍ: دس عورتیں۔ (شین ساکن) بعض عرب عین کلمہ یعنی شین کو ساکن کہتے ہیں تاکہ حرکات کی طوالت سے بچیں اور اسم کی طوالت بھی بچیں۔ چنانچہ وہ أَحَدَ عَشْرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشْرَ کہتے ہیں۔ ان اعداد میں سے انٹی عَشْرَ میں شین کو ساکن نہیں کرتے کیونکہ اس سے پہلے 'الف' اور 'ی' ساکن آئے ہیں۔ تم کہتے ہو اِخْدَى عَشْرَةَ اِمْرَاةً: اس میں شین کسور ہے۔ چاہو تو اسے ساکن بھی کر سکتے ہو۔ اور تِسْعَ عَشْرَةَ ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اہل نجد شین کو کسور کرتے ہیں۔ اور اہل حجاز اسے ساکن کرتے ہیں۔ البتہ مذکر کے لئے أَحَدَ عَشْرَ میں شین کو صرف مفتوح کہتے ہیں۔ اس پر کوئی اور حرکت نہیں آتی۔ عَشْرُونَ: بیس کے عدد کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یہ عَشْرَ کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔ اور اگر تم اسے اضافت دو، تو نون ساقط ہو جائے گا، مثلاً کہیں گے: هَذِهِ عَشْرُونَ وَعَشْرُونَ: یہ میرے بیس ہیں اور یہ تمہارے بیس ہیں۔

العشور: دسواں حصہ۔ اسی طرح العیسیر بروزن الشعیر کا بھی یہی معنی ہے اور اس کی جمع اَعِشِرَاءُ ہے۔ اس کی مثال نصب اور اس کی جمع انصِبَاءُ کی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةَ اَعْشِرَاءِ الرِّزْقِ فِي التِّجَارَةِ: رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے۔

مِعْشَارُ الشَّيْءِ: چیز کا دسواں حصہ۔ عَشْرُ کے سوا کسی اور عدد سے مفعول کے وزن پر کوئی جز مشتق نہیں ہوتا۔ عَشْرَهُمْ يَعْشُرُهُمْ: (شین مضموم) عَشْرًا (عین مضموم) کا معنی ہے اس نے ان کے مال کا دسواں حصہ لیا۔ اسی سے لفظ العاشِرُ (عدد ترتیبی) اور العَشَارُ (شین مشدود) مشتق ہیں۔ جس کا معنی دسواں ہے۔

عَشْرَهُمْ: وہ ان کا دسواں آدمی بن گیا۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔ اَعْشَرَ الْقَوْمِ: قوم یا لوگ دس ہو گئے۔ الْمُعَاشِرَةُ وَالتَّعَاشُرُ: گھل مل جانا۔ اس کا اسم العِشْرَةُ (عین کسور) ہے۔

يَوْمٌ عَاشُورَاءُ اور عَشُورَاءُ: دونوں میں الف ممدود ہے۔

المعاشِر: لوگوں کی جماعتیں۔ اس کا واحد کا صیغہ المعشِرُ ہے۔

العِشِيرَةُ: کنبہ خاندان۔ قبیلہ۔ العِشِيرُ: شریک حیات۔ خاندان یا بیوی۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّكَ تَكْفُرُنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرُنَ العِشِيرَ: تم عورتیں بہت زیادہ لعنت کرتی ہو اور اپنے خاندانوں کی ناشکری کرتی ہو۔ قول خداوندی ہے:



مُعَشَّشُ الطَّيُورِ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری لیث نے کہا ہے کہ العُشُّ بمعنی گھونسلہ کوڑے کیلئے مخصوص ہے جو وہ درخت پر بناتا ہے۔ اور جب یہ بڑا اور ضخیم ہو جاتا ہے تو اسے العُشُّ کہتے ہیں۔ الجوهری نے بذیل مادہ و ک ر الوکر کی جو تفسیر کی ہے وہ یہاں اس جگہ مذکور تفسیر کے خلاف ہے۔

ع ش ا - العِشِيَّ وَالْعِشِيَّةُ: نماز مغرب سے لے کر تارکی چھا جانے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ العِشَاءُ (عین مکسور اور الف ممدود) کا معنی بھی یہی ہے۔

العِشَاءُ ان: مغرب اور تارکی چھا جانے کا وقت۔ لوگوں کا خیال ہے کہ العِشَاءُ زوال شمس سے لے کر طلوع فجر تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری العِشِيَّ زوال آفتاب اور غروب آفتاب کے درمیانی وقت کا نام ہے۔

صَلَاتَا الْعِشِيَّ: نماز ظہر اور عصر۔ اور جب سورج غروب ہو جائے تو العِشَاءُ کا وقت ہے۔

العِشَاءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) رات کا کھانا جو الغداء: دوپہر کے کھانے کی ضد ہے۔

العِشَاءُ: (الف مقصور) الاغشِيَّ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے وہ شخص جسے رات کو نظر نہ آتا ہو، وہ صرف دن کو دیکھ سکتا

وَلَبَسَ الْعِشِيرُ: اور بہت بُرا ساھی۔  
عُشَارُ: (عین مضموم) عَشْرَه سے معدول لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جَاءَ الْقَوْمُ عُشَارَ عُشَارٍ: قوم یا لوگ دس دس کر کے آئے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ احاد، ثناء، ثلاث اور رُبَاع کے علاوہ سوائے گمیت کے اشعار میں اور کسی عدد سے معدول عدد نہیں سنا گیا ہے۔ گمیت نے عُشَارَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

العِشَارُ (عین مکسور) عُشْرَاءُ کی جمع بروزن فُقَهَاءُ ہے۔ اور اس کا معنی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ہے۔ اس کی جمع عُشْرَاوَاتٌ بھی بنائی جاتی ہے جس میں عین مضموم ہے اور شین مفتوح ہے۔ قَدْ عَشْرَتِ النَّاقَةُ تَعَشِيرًا: اونٹنی عُشْرَاءُ ہوگئی۔ یعنی اسے حاملہ ہوئے دس ماہ گزر گئے۔

ع ش ش - عَشُّ الطَّائِرُ: پرندے کا گھونسلہ۔ جمع عِشَشَةٌ بروزن عِنْبَةٌ اور عِشَاشُ (عین مکسور) ہے۔ یہ گھونسلے درختوں کی ٹہنیوں پر ہوتے ہیں۔ اگر یہ گھونسلے کسی پہاڑ یا دیوار وغیرہ کے اندر ہوں تو انہیں وَكْرٌ اور وَكْنٌ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہیں زمین میں ہوں تو انہیں أَفْحُوصٌ اور أَذْحِيٌّ کہا جاتا ہے۔

قَدْ عَشَّ الطَّائِرُ تَعَشِيرًا: پرندے نے گھونسلہ بنایا۔ اور گھونسلے کی جگہ کو

کی بینائی کمزور ہوگئی۔

عَشَاهُ: (شین مخفف) اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔ ان چھ افعال کا باب عدا ہے۔

عَشَاهُ تَعْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔

ع ص ب - عَصَبَ رَأْسَهُ: (بالعصَابَةِ تَعْصِيبًا): اس نے اس کے سر پر پٹی باندھی۔ اس کا اٹھائی باب ضَرْبَ ہے۔

عَصَبَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے بیٹے اور باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو عصبہ کہتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسے اپنے احاطے میں لیا ہوتا ہے۔ ان طرف والد بیٹا طرف کہلاتے ہیں اور چچا اور بھائی جانب کہلاتے ہیں۔

العَصْبَةُ: لوگوں کا گروہ جس کی تعداد دس سے لے کر چالیس تک ہوتی ہے۔

العَصَابَةُ: لوگوں (یعین کمسور) لوگوں۔ گھوڑوں اور پرندوں کی جماعت۔

يَوْمٌ عَصِيبٌ وَعَصْبُصَبٌ: سخت دن۔ مشکل دن یا وقت۔

اغْصُوصَبَ الْيَوْمُ: آج کا دن سخت دُشوار ہو گیا۔

ع ص ر - العَصْرُ: زمانہ۔ یہی معنی العَصْرُ اور العَصْرُ کا ہے جو عُسْر اور عُسْرُ کی طرح ہیں۔ امرؤ القیس کا شعر ہے:

ہو۔ عورت کے لئے العَشَوَاءُ کہیں گے۔  
أَعَشَاهُ اللَّهُ فَعَشِي: اللہ نے اسے آعشسی یعنی رتوندہ کر دیا، تو وہ رتوندہ ہو گیا۔

فَعَشِي میں شین مسور ہے۔ اس کا مضارع يَعْشِي (شین مفتوح) ہے اور اس کا مصدر عَشَاهُ ہے۔

العَشَوَاءُ: وہ اونٹنی جسے اپنے سامنے کچھ نظر نہ آتا ہو اور وہ اپنے گھروں سے ہر چیز کو مستی چلی جاتی ہے۔

رَكِبَ فُلَانٌ الْعَشَوَاءُ: فلاں شخص اندھا دھن بے سوچے سمجھے چلتا ہے یا کام کرتا ہے۔

عَشَا: اس نے رات کا کھانا کھایا۔

عَشَاهُ: وہ اس کے پاس رات کو گیا۔ اصل تو یہ ہے، اس کے بعد یہ لفظ ہر قاصد کے لئے بطور عَاشِي استعمال ہوتا گیا۔

عَشَا إِلَى النَّارِ: وہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے آگ پر لٹک کر جھک گیا۔

عَشَا عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ: جو شخص رَحْمَن کے ذکر سے منہ پھیرے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اس آیت میں مذکور لفظ يَعْشُ کا ترجمہ ضعف بصارت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے عَشَا يَعْشُو: اس

اَعْتَصَرَ فَانْعَصَرَ: اس نے اسے نچوڑا تو وہ نچوڑ گیا۔ تَعَصَّرَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَعْتَصَرَ عَصِيْرًا: اس نے اسے تیار کیا۔  
العَصَارَةُ: اسے جو نچوڑ کر حاصل ہوا اور  
نچوڑنے کے بعد جو تلچھٹ بچی رہی۔

المُعَصَّرَةُ: (میم کسور) جس میں انگور کا  
رس نچوڑا جائے۔

المُعَصِّرَاتُ: وہ بادل جس میں سے  
بارش ٹپکتی ہو یا برستی ہو۔

عَصِيرَ الْقَوْمِ: لوگوں پر بارش برسی۔ یہ  
فعل مجہول ہے۔ اسی سے بعض لوگوں نے  
قرآن کی آیت کو وَفِيْهِ يُعَصَّرُونَ پڑھا  
ہے۔ یعنی جب ان پر بارش برے گی۔

الاعْصَارُ: اندھیری جس سے اٹھنے والا  
غبار آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ یوں معلوم

ہوتا ہے کہ غبار کا ایک ستون ہے۔ یہی لفظ  
قول خداوندی میں ہے: فَاصْصَابْهَا

اِعْصَارًا: تو اس پر اندھیری پھر گئی۔ کہا  
گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی تندھوا ہے جو

کڑک اور بجلی والے بادلوں کو ہانکتی ہے اور  
ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔

العُنْصُرُ: (صاد مضموم و مفتوح) اصل۔  
جز۔ بنیادی حصہ۔

ع ص ع ص - العُنْصُصُ: (عین  
مضموم) دم کی ہڈی۔ کہا جاتا ہے کہ حیوانی

جسمانی ڈھانچے میں پہلے یہی حصہ بنتا ہے

وَهَلْ يَعْمَنُ مَنْ كَانَ فِي الْعَصْرِ الْخَالِي  
”کیا بے فیض زمانے میں رہنے والا کہیں  
خوش باش ہو سکتا ہے۔“

بالفاظ دیگر دریں دینا کسے بے غم نہ باشد۔  
اس کی جمع عُصُورٌ ہے۔

العَصْرَانُ: رات اور دن۔ اس کا معنی صبح  
اور شام بھی ہے۔ اسی سے صلاة العصر

عصر کے وقت کی نماز ماخوذ ہے۔  
العَصْرُ: (عین اور صاد دونوں مفتوح)

گرد و غبار اس کا ذکر حدیث شریف میں  
ہے: الْمُعْتَصِرُ وَالْعَاصِرُ: جسے کوئی چیز

ملے اور وہ اس سے کچھ لے لے۔ ابو عبیدہ  
نے کہا کہ قول خداوندی ہے: وَفِيْهِ

يُعَصَّرُونَ: اور لوگ اس میں خوب رس  
نچوڑیں گے۔

يَنْجُوْنَ مِنَ الْعَصْرِ بِرُوزِنِ النُّصْرَةِ:  
وہ پناہ گاہ سے بچ نکلتے ہیں۔

العَصْرَةُ: پناہ گاہ۔ ابوالغوث کا کہنا ہے کہ  
يَسْتَعْلَوْنَ کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ انگور کا رس

نچوڑتے ہیں۔  
اَعْتَصَرَ مَا لَهٗ: اس نے اپنے ہاتھ سے

اپنا مال نکالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:  
يَعْتَصِرُ الْوَالِدُ عَلٰى وَّلَدِهِ فِي مَالِهِ:

باپ اپنے بیٹے سے مال بچا کر رکھتا ہے۔  
عَصَرَ الْعِنَبَ: اس نے انگور کا رس

نچوڑا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

مضموم) رنگ۔

قَدْ عَصَفَرَ الثُّوبُ: اس نے کپڑا رنگا

فَتَعَصَفَرَ تَوَكُّفًا رَنُوكًا گیا۔

العُصْفُورُ: چڑیا اس کی تانیث

عُصْفُورَةٌ ہے۔

عُصْفُورُ الْقَتَبِ: کجاوے کی چار لکڑی

کی کیلوں میں سے ایک کیل۔ حدیث

شریف میں ہے: قَدْ حُرِّمَتْ أَنْ

تُعَصَّدَ او تَخْبَطَ إِلَّا لِعُصْفُورٍ قَتَبٍ

او مسد محالہ او عصا جدیدہ:

یہ بات حرام کی گئی ہے کہ مدینہ کا کوئی

درخت سوائے ہودے یا کجاوے کی لکڑی

کے چرخی کی رسی اور کھاڑی یا کدال کے

دستے کے کسی اور مقصد کے لئے کاٹا یا اکھیڑا

جائے۔

ع ص ل - العُنْصَلُ: جنگلی پیاز۔

ع ص م - العِصْمَةُ: روکنا، بچانا، دفاع

کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عِصْمَةُ الطَّعَامِ

اسے کھانے سے بھوک سے بچالیا۔

العِصْمَةُ کا معنی حفاظت بھی ہے۔ قَدْ

عِصْمَةُ يَعْصِمُهُ (صادکسور) عِصْمَةُ

فَأَنْعَصَمَ اس نے اسے بچایا تو وہ بچ گیا۔

اِغْتَصَمَ بِاللَّهِ: وہ خدا کے فضل سے

گناہوں سے محفوظ رہا۔ قول خداوندی

ہے: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ:

آج کے دن امر الہی سے کوئی بھی بچانے

اور یہی حصے سب سے آخر میں بوسیدہ ہو کر

فنا ہو جاتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری ابن الأعرابی

نے کہا کہ العَصْفُورُ بھی اس لفظ کا ایک

تلفظ یا لہجہ ہے۔

ع ص ف - العَصْفُ: بقول القراء زراعت

کی سبزی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے

اس قول خداوندی: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

مَأْكُولٍ کے بارے میں کہا ہے کہ اس

سے مراد اناج کا بھوسہ ہے جس میں سے

اناج کے دانے تو الگ کر لئے جاتے ہیں

اور اس کا بھوسہ باقی رہ جاتا ہے۔

عَصَفَتِ الرِّيحُ: تیز ہوا چلی۔ اس کا

باب ضَرْبٌ اور جَلَسَ ہے۔ ایسی سخت

تند ہوا کو رِيحٌ عَاصِفٌ کہتے ہیں یا رِيحٌ

عُصُوفٌ کہتے ہیں۔

يَوْمٌ عَاصِفٌ: ایسا دن جس دن سخت تندو

تیز ہوا میں چلتی ہوں۔ لفظ عَاصِفٌ فاعل

کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس کی مثال

لوگوں کا یہ قول ہے کہ لَيْلٌ نَائِمٌ وَهَمٌّ

نَاصِبٌ: سوتی رات اور تکلیف دہ دکھ۔

أَعَصَفَتِ الرِّيحُ: تندو تیز ہوائیں

چلیں۔ یہ قبیلہ اسد کے ہاں عَصَفَتْ

کا ایک اور لفظ یا لہجہ ہے۔ اس کا اسم فاعل

مُعَصِفٌ اور مُعَصِفَةٌ ہے۔

ع ص ر - العُصْفُورُ: (عین اور فاء

هَذِهِ عَصَايَ: یہ رہی میری لاشھی۔ یعنی اب میں سفر پر جانے سے رہا۔ القراء کے قول کے مطابق عراق میں عربی زبان میں پہلا کُن ہذہ عَصَايَ بنا گیا۔ خوارج کے بارے میں مشہور ہے کہ: قَدْ شَقُّوا عَصَا الْمَسْلَمِينَ: انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ اَنْشَقَّتِ الْعَصَا: لاشھی ٹوٹ گئی۔ یعنی اتحاد ختم ہو گیا۔ لوگوں کا یہ قول: لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ: اپنے اہل و عیال سے لاشھی اٹھا کے نہ رکھ، یعنی ان کی تادیب اور تربیت سے ہاتھ نہ اٹھا۔

عَصَاةُ: اس نے اسے لاشھی سے مارا۔ اس کا باب عدا ہے۔ الْعِصْيَانُ: نافرمانی۔ الطَّاعَةُ بِمَعْنَى فِرْمَانِ بَرْدَارِي كِي ضِدِّهٖ۔ قَدْ عَصَاةُ: اس کا باب رَمَى ہے۔ اس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس کا مصدر مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانًا بھي ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاصٍ اور عِصِيٌّ بِمَعْنَى نَافِرْمَانِ ہے۔

عَاصَاةٌ كَا مَعْنَى وَهِيَ هِيَ جَوْعَاصَاةٌ كَا هِيَ۔ اسْتَعْصَى عَلَيْهِ: اس پر دشوار ہو گیا یا مشکل ہو گیا۔

ع ض ب - نَاقَةٌ عَضْبَاءُ: کان کنی اونٹنی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا لقب بھی ہے۔

والا نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اس عَصَايَ سے مراد معصوم ہو یعنی یہ فاعل بمعنی مفعول واقع ہوا ہو۔

المِعْصَمُ: کلائی، پونچھا، ساعد۔

اعْتَمِدْ بِكَذَا: وہ اس طرح یا فلاں ذریعے سے بچ گیا یا اس نے فلاں چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کیا۔

اسْتَعْصَمَ: وہ محفوظ رہا۔ مثل ہے: كُنْ عِصَامِيًّا وَلَا تَكُنْ عِظَامِيًّا: ”شاہ حیرہ نعمان بن منذر کے حاجب عصام کی طرح ذاتی شرافت پیدا کرو۔ پدرم سلطان بود کہہ کر آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو۔“ اس مثل کا مضمون اس شعر میں بیان ہوا ہے:

نَفْسُ عِصَامٍ سَوَّدَتْ عِصَامًا  
وَعَلِمَتْهُ الْكَرَّ وَالْاِقْدَامًا  
”ذاتی شرافتِ نفس نے عصام کو سردار بنا دیا۔ اور اسے حملہ آور ہونا اور پیش قدمی کرنا سکھایا۔“

ع ص ا - الْعَصَا: چٹری۔ ہاتھ میں مینے کی لاشھی۔ یہ مونث ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عصاً عَصَوَانٌ (شنیہ) اور جمع عِصِيٌّ (عین مکسور اور مضموم) اور اُعْصِي: بروزن زُمنٍ وَازْمِنِ: لوگوں کا یہ قول اَلْقَى عَصَاةً: اس نے لاشھی رکھ دی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سفر ختم کر کے ایک جگہ اقامت اختیار کر لی۔ یہ مثل ہے کہ

أَغْضَلْنِي أَمْرُهُ: مجھے اس کے معاملے یا کام نے عاجز کر دیا، یا تھکا دیا۔  
أَغْضَلُ الْأَمْرُ: معاملہ یا کام دشوار ہو گیا۔ أَمْرٌ مُغْضِلٌ: ایسا کام یا مشکل جس کا کوئی حل نہ سوچتا ہو۔

المُغْضِلَاتُ: مشکلات۔ دشواریاں۔  
عَضَلُ أَيْمَةٌ: اسے شادی سے روک دیا۔  
اس کا باب ضَرْبٌ ہے اور نَصْرٌ ہے۔

ع ض و ۵- العِصَاةُ: ہر وہ درخت جو بڑا ہو کر کانٹے دار ہو جاتا ہے، اس کا واحد عِصَاهَةٌ، عِصَاهَةٌ اور عِصَةٌ ہے۔ عِصَةٌ میں سے ہاء اصلی کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی مثال شَفَاةٌ بمعنی ہونٹ جو اصل میں شَفْهَةٌ ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ اس میں سے ہاء کو کم کیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ہاء کے بدلے واؤ کو کم کیا گیا ہے۔ الکسائی نے کہا کہ العِصَةُ کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے۔ اس کی جمع عِصُونٌ ہے جس کی مثال عِزَّةٌ اور عِزُونٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ: جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں سے واؤ کم ہوا ہے اور وہ عِصُونَةٌ بمعنی فَرْقَتُهُ: میں نے منتشر کر دیا، میں موجود ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مشرکین نے قرآن کریم کے بارے میں مختلف اور طرح

ع ض د- العَضُدُ: بازو۔ یہ کہنی سے ہتھیلی تک ہے۔ اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) عَضُدٌ (ضاد مضموم)

(۲) عَضِدٌ (ضاد کسور)

(۳) عَضْدٌ (ضاد ساکن) اور

(۴) عَضْدٌ بِرُوزِنٍ قُفْلٌ۔

عَضْدَةٌ: اس نے اس کی مدد کی۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔ عَضِدَ الشَّجَرُ: اس نے درخت کاٹا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

المُعَاذِضَةُ: باہم مدد اور معاونت کرنا۔

اعْتَضَدَ بِهِ: اس نے اس سے مدد لی۔

المِعْضُدُ: درانتی یا کلباڑی۔

ع ض و ۶- عَضٌ: عَضٌ بِهِ وَعَضُّ

عَلَيْهِ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے دانت سے کاٹا۔ عَضُهُ يَعَضُّهُ

(عین منثوح) عَضًا: ایک دوسرے لہجے

میں اس کا باب رَدٌّ ہے۔

أَعَضَّهُ الشَّيْءُ فَعَضَّهُ: اس نے چیز کو

دانت سے پکڑا پھر دانتوں سے کاٹا۔

ع ض ل- العِضْلُ: اس کا واحد عِضْلَةٌ

ہے۔ معنی پنڈلی و ہٹھ، ہر جگہ کا گٹھا ہوا

بھرواں اور اکٹھا ہوا گوشت عِضْلَةٌ یعنی

پٹھا کہلاتا ہے۔

ذَاءٌ عِضَالٌ اور أَمْرٌ عِضَالٌ:

سخت لا علاج مرض اور نہایت مشکل کام۔

مادہ 'ع ض ہ' میں کر دیا ہے۔

ع ط ب - الْعَطْبُ: ہلاکت، موت۔ اس کا باب طرب ہے۔

الْمَعَاطِبُ: ہلاکتیں۔ اس کا واحد

مَعَطْبٌ بروزن مَذْهَبٌ ہے۔

الْعُطْبُ وَالْعُطْبُ: روئی۔

الْعُطْبَةُ: روئی کا ٹکڑا۔

ع ط ر - الْعِطْرُ: خوشبو، عطر۔ کہا جاتا ہے:

عَطَّرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے خوشبو دیا

عطر استعمال کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

اس کا اسم فاعل عَطَّرَةٌ: خوشبو یا عطر ملی

عورت یا مُتَعَطِّرَةٌ: عطر ملی ہوئی عورت

ہے۔ رَجُلٌ مِعْطِيزٌ وَمِعْطَارٌ: عطر

ملا ہوا آدمی۔ امْرَأَةٌ مِعْطِيزٌ وَمِعْطَارٌ بھی

کہہ سکتے ہیں۔

ع ط ر د - عَطَّارِدٌ: عطار دسیارہ۔ خنس سیاروں

میں سے ایک سیارہ۔ باقی سیارے یہ ہیں:

(۱) زحل

(۲) مشتری

(۳) مریخ

(۴) زہرہ

ع ط س - الْعُطَّاسُ: (عین مضموم)

الْعُطَّاسَةُ: چھینک۔ قَدْ عَطَّسَ

يَعْطِسُ (طاء مضموم اور کسور) وہ چھینکتا

ہے۔ شاید لوگوں نے صبح طلوع ہونے کے

لئے عَطَّسَ الصُّبْحُ بھی کہا ہے۔

طرح کی باتیں بتائیں انہوں نے اس

قرآن کو کذب (جھوٹ) سحر (جادو)

کہانت اور شعر قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس لفظ سے حاء کم ہوا ہے کیونکہ اصل میں

یہ لفظ عِضَّةٌ کا معنی سحر اور جادو ہے وہ

جادوگر کو عاضة کہتے ہیں۔

عِضَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ض ہ' اور

'ع ض ا'۔

ع ض ا - الْعَضْوُ: (عین مضموم و کسور)

اس کی جمع اعضاء ہے۔ اور معنی جسم کا بڑیا

حصہ ہے۔ عَضَى الشَّاةُ تَعْضِيهِ: اس

نے بکری کے ٹکڑے بنا دیئے۔

عَضَى الشَّيْءُ کا معنی بھی اس نے چیز کو

الگ الگ کر دیا۔ لَا تَعْضِيَةَ فِي

مِيْرَاثٍ إِلَّا لِيْمَا حَمَلَ الْقِسْمَ: یعنی

ترکے یا میراث کا وہ مال ٹکڑے ٹکڑے نہیں

ہو سکتا یعنی اسے توڑنے سے نقصان ہوتا

ہے مثلاً: ہیرے جواہرات وغیرہ، تو انہیں

ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی حصہ

دار اسے توڑنے کا مطالبہ کرے تو کیونکہ

اس میں انہیں یا بعض کو نقصان پہنچتا ہے تو

اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کو تقسیم کیا

جایگا۔ قول خداوندی ہے: الَّذِينَ جَعَلُوا

الْقُرْآنَ عِضِينَ: عِضِينَ کا واحد

عِضَةٌ، اصل لفظ میں سے واؤ اور حاء کم کر

دیئے گئے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل

نے اس سے رقم کی اپیل کی یا ہمدردی و شفقت طلب کی تو اس نے اس پر مہربانی اور شفقت کی۔

عِطْفًا الرَّجُلُ: مرد کے دو پہلو۔ سر سے لے کر دونوں سرینوں تک اسی طرح عِطْفًا کل شئیء: ہر چیز کے دو کنارے یا دو پہلو۔

تَنَسَى عِطْفَهُ: اس نے کندھا موڑا۔ یعنی منہ پھیر لیا۔

مُنْعَطِفٌ الْوَادِي: وادی کا موڑ۔ (طاء مفتوح ہے)۔

ع ط ل - عَطَلْتُ الْمَرْأَةَ: عورت کی گردن ہار سے برہند ہوگئی۔ ایسی عورت کو عَطَلْتُ (عین اور طاء دونوں مضموم) کہتے

ہیں۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ اسے عَاطِلٌ اور مِعْطَالٌ بھی کہتے ہیں۔

الْعَطَلُ: کسی چیز کے خالی ہونے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عَطَلُ

الرَّجُلُ مِنَ الصَّالِ: آدمی تلاش ہو گیا۔ یعنی مال اور ادب دونوں سے کمال ہو گیا۔

ایسے شخص کو عَطَلُ (طاء مضموم اور ساکن) کہتے ہیں۔

تَعَطَّلَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس کرنے کو کام نہیں رہا۔ اس کا اسم العَطَلَةُ بمعنی

چھٹی ہے۔ التَّعْطِيلُ: خالی کرنا۔ بِشْرٌ مُعْطَلَةٌ: اندھا

الْمُعْطِطُ بَرُوزِنِ الْمَجْلِسِ: تاک۔ شاید اس لفظ میں طاء مفتوح ہے۔

ع ط ش - عَطِشٌ: وہ پیاسا ہوا۔ اس کی ضد رَوِيَ ہے یعنی وہ سیراب ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ اس کا اسم فاعل عَطِشَانٌ ہے۔

قَوْمٌ عَطِشِي: بروزن سگوری پیاسی قوم۔

عَطَّاشِي بَرُوزِنِ حَبَالِي: پیاسی تیشہ۔ عَطَّاشٌ: تیشہ۔ پیاسے۔

إِمْرَأَةٌ عَطِشِي: پیاسی عورت۔ نِسْوَةٌ عَطَّاشٌ: پیاسی عورتیں۔

مَكَانٌ عَطِشٌ: (طاء مکسور اور مضموم) کم پانی والی جگہ۔

ع ط ف - عَطَفَ: مائل ہوا۔ جھکا۔ مائل کیا اور جھکایا۔ موڑا عَطَفَ الْعُودَ: اس نے لکڑی کو موڑا تو وہ مڑ گئی۔ عَطَفَ

الْوِسَادَةَ: اس نے تکیے کو دوہرا کیا۔ عَطَفَ عَلَيْهِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔ ان

تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔ الْمِعْطَفُ (میم مکسور) گلو بند، چادر، کبل اور الْعِطَافُ

کا معنی بھی یہی ہے۔ تَعَطَّفَ عَلَيْهِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔

تَعَاطَفُوا: وہ ایک دوسرے پر مہربان ہوئے۔

اسْتَعَطَفَهُ عَلَيْهِ فَعَطَفَ: اس



کرنے کا کس قدر دلدادہ ہے۔ اور مَا  
اَكْرَمَهُ لِي وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔  
بھی شاذ ہے۔ کیونکہ تعجب کا صیغہ اَفْعَل کے  
وزن پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ عربوں سے  
سنی بات تو جائز ہو سکتی ہے لیکن اس پر قیاس  
نہیں ہو سکتا۔

المُعَاطَاةُ: سخاوت و فیاض میں ایک  
دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ فَلَان تَتَعَاطَى  
تَكْذَابًا: فلاں شخص کسی معاملہ میں اس طرح  
منہمک ہو جاتا ہے۔ اس قول خداوندی  
کے بارے میں کہا گیا ہے: فَتَعَاطَى  
فَقَعْرًا: کہ وہ اپنے بچوں کے بل کھڑا ہوا۔  
پھر اس نے ہاتھ اٹھائے اور اونٹنی کو مارا۔  
اگر تم زید سے کوئی چیز لینا چاہو تو تم کہو گے  
کہ: هَلْ اَنْتَ مُعْطِيَةٌ (یا مفتوح اور  
مشدد) تم اسی طرح کسی جماعت سے بھی  
ایسے موقع پر یوں کہو گے کہ: هَلْ اَنْتُمْ  
مُعْطِيَةٌ: اس میں نون اضافت کی وجہ سے  
ساقط ہو گئی اور واو مقلوب ہو کر یاء ہو گئی اور  
اس کا یاء میں ادغام ہو گیا۔ تم نے اس کی یاء  
کو مفتوح کر دیا کیونکہ اس کا ماقبل ساکن  
ہے۔ تثنیہ کے لئے کہو گے: هَلْ اَنْتُمْ  
مُعْطِيَاةٌ: (یا مفتوح)۔

ع ظ م - عَظْمُ الشَّيْءِ: (ظاء مضموم)  
يَعْظُمُ عَظْمًا بَرِّوزًا عِنَبٌ: چیز بڑی  
ہو گئی۔ اس کا اسم فاعل عَظِيْمٌ ہے اور

کنواں۔ مُرْدُوں کو ڈالنے کے لئے۔  
حدیث شریف میں ہے کہ: حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت  
فوت ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
نے فرمایا: عَظَلُوْهَا اس کے زیور اتار لو۔

المُعْطَلُ: غیر آباد زمین۔ اِبِلٌ مُعْطَلٌ:  
ایسا اونٹ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

ع ط ن - الأَعْطَانُ وَالْمُعَاطِنُ: پانی  
کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور بھیڑ  
بکریوں کے پاڑے بھی۔ اس کا واحد  
عَطْنٌ اور مُعْطَنٌ ہے۔

ع ط ا - أَعْطَاهُ مَالًا: اس نے اسے  
مال عطا کیا۔ اس کا اسم العطاء یعنی بخشش  
ہے۔ اسْتَعْطَى وَتَعَطَّى: اس نے  
بخشش یا عطیہ طلب کیا۔ رَجُلٌ مِعْطَاءٌ:  
بہت زیادہ سخاوت فیاض اور بخشش کرنے  
والا۔ امرأة مِعْطَاءٌ: فیاض عورت بھی  
اس کا معنی ہے۔ مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم  
میں مذکر و مؤنث دونوں مشترک ہوتے  
ہیں۔ العَطِيَّةُ: عطیہ۔ بخشش میں دی جانی  
والی چیز۔ اس کی جمع العَطَايَا ہے۔ لوگوں  
کا تعجب کے اظہار کے لئے یہ کہنا کہ مَا  
أَعْطَاهُ لِلْمَالِ یعنی: وہ مال خرچ کرنے  
میں کس قدر فیاض ہے، شاذ ہے۔ اسی  
طرح لوگوں کا اظہار تعجب کے طور پر یہ کہنا  
کہ مَا أَوْلَاهُ لِلْمَعْرُوفِ کہ وہ نیکی

وَسَلَّمَ أَنْ مَالَهَا لَا يَزُكُّوْهُ، فَقَالَتْ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَلَوْنَهَا؟ فَقَالَتْ: سُودٌ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَفْرَى: ”ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کا مال یعنی بھیڑ بکریوں کی نسل میں اضافہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیرے مال مویشی کا کیا رنگ ہے؟ عورت نے عرض کیا کہ ان کا رنگ سیاہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سفید رنگ کا مال یعنی بھیڑ بکریاں شامل کر دو، یعنی آپ ﷺ نے اسے بتایا سفید بکریاں رکھ۔ ان میں برکت ہوگی۔

الْأَعْفَرُ: سرخ رنگ کی ریت۔ الْأَعْفَرُ مَعْنَى سَفِيدٍ بَعْدَ سَفِيدٍ قَدْ نَبِئَسَ۔

العفار: ایک مخصوص گڑی جس سے آگ جھاڑی جاتی ہے۔ اس کا مکمل ذکر بذیل ’م ر خ‘ میں گزر چکا ہے۔

العِفْرُ: (عین کسور) نر خنزیر۔ اس کا معنی خبیث اور بدکار مرد بھی ہے اس کا صیغہ تانیث عِفْرَةٌ ہے۔

الْمَرْأَةُ عِفْرَةٌ: عورت خبیث اور بد ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ العِفْرِيْتُ: ہر چیز اور معاملہ میں مبالغہ کی حد کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ عِفْرِيْتُ نِفْرِيْتُ وَعِفْرِيَّةٌ وَنِفْرِيَّةٌ: فلاں آدمی بڑی بلا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ

عُظَامَ بَعْضِ جَسْمِ مِثْلِ عَيْنٍ مُمْسُومٍ هِيَ۔  
عُظْمُ الشَّيْءِ: بروزن قُفْلُ كَيْسٍ حِزْبٍ كَبِيرٍ حَصْرٌ۔ اور مُعْظَمُهُ كَمَا بَعْضُ يَهِي مَعْنَى هِيَ۔  
أَعْظَمَ الْأَمْرَ، عَظَمَهُ تَعْظِيمًا: اس نے اسے بڑا بنا دیا یا اس کی تعظیم کی۔  
التَّعْظِيمُ: تعریف و تجلیل۔ کسی کی بزرگی کا بیان کرنا۔

اسْتَعْظَمَهُ: اس نے اسے بڑا خیال یا شمار کیا۔ اسْتَعْظَمَ وَتَعْظَمَ: اس نے تکبر کیا۔ اس کا اسم العُظْمُ بروزن القُفْلُ هِيَ۔ تَعَاظَمَهُ أَمْرٌ كَذَا: کہتے ہیں أَصَابَنَا مَطَرٌ لَا يَتَعَاضَمُهُ شَيْءٌ: ہمارے ہاں ایسی بارش برسی کہ اس کے برابر کچھ نہیں۔ الْعَظِيمَةُ وَالْمُعْظَمَةُ (ظاء مفتوح) سخت مصیبت۔

العَظْمَةُ: (عین اور ظاء دونوں مفتوح) عظمت اور بڑائی۔

العَظْمُ: ہڈی اس کی جمع عِظَامٌ ہے۔  
ع ف ر - العِفْرُ: (عین اور ظاء دونوں مفتوح) مٹی۔

عَفْرَةٌ فِي التُّرَابِ: اس نے اسے مٹی میں دھنسا دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ عَفْرَةٌ تَعْفِيرٌ: اس نے اسے مٹی سے لٹ پت کر دیا۔ التَّعْفِيرُ: سفید بنانا۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّ امْرَأَةً سَكَّتْ إِلَيْهِ، (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

عَفِيفٌ ہے۔ اور عورت عَفَّةٌ اور عَفِيفَةٌ ہے۔

اعْفُ اللّٰه: اللہ سے بچائے رکھے۔  
اسْتَعْفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: وہ گداگری سے بچا رہا۔

تَعَفَّفَ: اس نے اپنے آپ کو عقیف ظاہر کیا۔

ع ف ن - شَيْءٌ عَفِيفٌ، الْعَفْوَنَةُ: بدبودار چیز۔

قَدْ عَفِنَ اس میں بدبو پیدا ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے اور عَفْوَنَةٌ بھی۔

قَدْ عَفِنَ الْحَبْلُ: رسی ٹھی یا پانی پڑنے سے بوسیدہ ہوگئی۔

ع ف ا - الْعَفَاءُ: (عین مفتوح و الف

ممدود) مٹی۔ صفوان بن محرز کا قول ہے کہ

اِذَا دَخَلْتُ بَيْتِي فَأَكَلْتُ رَغِيْفًا  
وَسَرِبْتُ عَلَيْهِ مَاءً فَعَلَى الدُّنْيَا

الْعَفَاءُ: جب میں گھر میں داخل ہوں پھر ایک روٹی کھا لوں اور اس پر پانی پی لوں تو دنیا بھر کا غم میری بلا سے۔

عَفْوُ الْمَالِ: فاضل مال، ضرورت سے زیادہ بچا ہوا مال۔ میرا کہنا ہے کہ قول

خداوندی ہے: وَيَسْتَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ، قُلِ الْعَفْوُ: اے پیغمبر! لوگ

آپ سے پوچھتے کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی ضرورت سے زائد۔

الْعَفْرِیَّةُ النَّفْرِیَّةُ الْاَلْدٰی يُرْزَا فِی  
اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ: اللہ تعالیٰ ایسے خبیث اور  
بدکار شخص سے نفرت کرتا ہے کہ جس کے  
اہل و مال میں کمی نہ ہوتی ہو۔ یعنی وہ خرچ  
نہ کرتا ہو۔

الْعَفْرِیَّةُ: تصحیح شدہ۔  
النَّفْرِیَّةُ: بیروی کرنا، پیچھا کرنا۔ الْعَفْرِیَّةُ

کا معنی بڑی بلا بھی ہے۔

مَعَاوِرُ: (میم مفتوح) ہمدان کا ایک  
قبیلہ ہے۔ معرفہ اور کمرہ دونوں صورتوں

میں مَسَاجِدِ کی طرح غیر منصرف ہے۔  
یہ لوگ مَعَاوِرِی کپڑا تیار کرنے کے

لئے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: تَسُوْبُ  
مَعَاوِرِی: اس صورت میں یہ منصرف

ہے۔

ع ف ص - الْعِفَاصُ: (عین کسور)  
کارک، ڈاٹ، بوتل کا سر بند۔

الْعِفْصُ: جس سے سیاہی بنتی ہے۔ یہ  
نیا کلمہ ہے۔ اہل بادیہ کے کلام میں یہ لفظ

موجود نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: طَعَامٌ  
عَفِصٌّ وَفِیْهِ عَفْوَصَةٌ: کڑوا سیلا کھانا

یا جس کھانے میں سیلا پن ہو۔

ع ف ف - عَفٌّ عَنِ الْحَرَامِ:  
يَعِيفُ (عین کسور) عِفَّةٌ وَعِفَاٌ

وَعِفَافَةٌ: اس نے حرام سے پرہیز کیا یا  
وہ حرام سے بچا رہا ایسا شخص عَفٌّ اور

باب عَدَا ہے۔

العَفْوُ بروزن فَعُوْلُ: بہت زیادہ عفو اور درگزر کرنے والا۔

عَفَا الشَّعْرُ وَالنَّبْتُ وَغَيْرُهُمَا: بال اور پودے کثرت سے اُگے۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتَّىٰ عَفْوُ: وغیرہ میں آیا ہے یعنی یہاں تک کہ ان کی کثرت ہوگئی۔

عَفَا غَيْرُهُ: (فاء بغیر ہذ) وَأَعْفَاهُ: اس نے بہت کثرت کر دی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: أَمَرَ أَنْ تُخْفِيَ الشُّوَارِبَ وَتُعْفِيَ اللَّحَى: آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ مونچھیں ترشادی جائیں اور داڑھیاں بڑھائی جائیں۔

عَفَاةٌ: (از باب عَدَا) وَاغْتَفَاةٌ بھی، وہ اس سے بھلائی اور نیکی یعنی خیرات کی طلب میں آیا۔

العَفَاةُ: خیرات مانگنے والے لوگ اس کا واحد عَافٍ ہے۔

ع ق ب - عَاقِبَةٌ كُلِّ شَيْءٍ: ہر بات یا ہر چیز کا انجام۔

العَاقِبُ: السَّيِّدُ كَانَايِبُ، ایک دینی منصب۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَا الْعَاقِبُ أَنَا السَّيِّدُ: میں انبیاء علیہم السلام کا آخری نبی ہوں۔

العَقِبُ: ایزھی، (تاف کسور) اس کی جمع

میں کہتا ہوں کہ اس قول خداوندی کہ: خُلِدِ العَفْوُ: سے مراد لوگوں سے ان کی مرضی سے ہسانی جو مال وہ دیں اسے لیجئے، اور پوچھ گچھ نہ کیجئے اور کرید نہ کیجئے۔ کہا جاتا ہے کہ أَعْطَاهُ عَفْوًا مَالِهِ: یعنی اس نے اسے بن مانگے اپنی ضرورت سے زائد مال دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ إِغْفِنِي مِنَ الْخُرُوجِ مَعَكَ: یعنی مجھے اپنے ساتھ نکلنے دیجئے۔ اسْتَعْفَاهُ مِنَ الْخُرُوجِ مَعَهُ: اس نے اس سے اس کے ساتھ جانے سے معذرت کی۔

عَافَاهُ اللَّهُ: اللہ تعالیٰ اسے عافیت سے رکھے۔ وَأَعْفَاهُ كَمَا مَعْنَىٰ يَهِي بِهِ: اس کا اسم العَافِيَةُ ہے۔ اور اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت ہے۔ اسے مصدر کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: عَافَاهُ اللَّهُ عَافِيَةً.

عَفَا الْمَنْزِلُ: گھر بوسیدہ ہو گیا۔ عَفْتُهُ الرِّيحُ: ہواؤں نے مکان کو بوسیدہ کر دیا۔ یہ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ عَفْتُهُ الرِّيحُ: فاء کو مبالغہ کے لئے مشدّد کیا گیا ہے۔

تَعَفَى الْمَنْزِلُ كَمَا مَعْنَىٰ عَفَا كِي طَرَحَ: عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ: اس نے گناہ ترک کر دیا اور دوبارہ اس کا ارتکاب نہیں کیا۔ اس کا

أَعْقَابٌ هـ۔ یہ مؤنث ہے۔

عَقِبُ الرَّجُلِ: آدمی کا بیٹا اور اس کا پوتا۔ اسی طرح عَقْبَةُ (قاف ساکن) کا بھی یہی معنی ہے اور یہ بھی مؤنث ہے اور یہ انغش رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔

العُقْبُ وَالْمُعْبُ: انجام اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسْرٌ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: خَيْرٌ لَّوَابِنًا وَخَيْرٌ عُقْبًا: اور تم یہ کہتے ہو کہ جِئْتُ فِي عَقْبِ وَفِي عُقْبَانِهِ: شہر رمضان یعنی میں رمضان کے آخر میں آیا۔ عُقْبَانِهِ میں عین مضموم ہے اور قاف ساکن۔ اس سے مراد ہے کہ تم رمضان کا سارا مہینہ ختم ہونے کے بعد آئے ہو۔ جِئْتُ فِي عَقْبِيہ (عین مفتوح اور قاف مسور) تم رمضان کے کچھ دن باقی رہتے میں آئے ہو یا تم رمضان کے آخری دنوں میں آئے ہو۔

المُعْبَةُ بِرُوزِنِ الْعُقْبَةِ کا معنی ہے نوبت، باری۔

عَاقِبَتُهُ فِي الرَّاحِلَةِ: میں اس کے ساتھ سواری پر باری باری سوار ہوا۔ أَعْقَبْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ هُمَا يَتَعَاقَبَانِ: وہ رات دن کی طرح ایک دوسرے کے تعاقب میں آتے ہیں۔

العَقْبَةُ: گھائی پہاڑ۔ اس کی جمع

عَقَبَاتٌ: مراد مشکلات ہے۔

العِقَابُ: سزا۔ عقوبت۔

عَاقِبَةُ بَدَلِيہ: اس نے اسے گناہ کی سزا دی۔ قول خداوندی ہے: فَعَاقَبْتُمْ: پھر تم سے بدلہ لے لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

عَاقِبَةُ کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ اس کے پیچھے آیا۔ اس کا اسم فاعل مُعَاقِبٌ ہوگا اور عَقِيبٌ بھی۔

التَّعْقِيبُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پیچھا کرنا۔ اسی سے الْمُعَقَّبَاتُ مشتق ہے۔ جس میں قاف مشدّد اور مسور ہے۔ اس سے مراد رات دن کے فرشتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ الْمُعَقَّبَاتُ کو کثرت تعداد کی وجہ سے جمع مؤنث بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال عَلَّامَةٌ اور نَسَابَةٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ وَلِيٌّ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقَّبْ: وہ الٹا پھر اور پیچھے نہیں مڑا (اس میں قاف مشدّد اور مسور ہے)۔

التَّعْقِيبُ فِي الصَّلَاةِ: نماز ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے بیٹھے رہنے کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ عَقَّبَ فِي صَلَاةٍ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ: جو نماز ختم کرنے کے بعد بیٹھا رہا تو گویا وہ ابھی نماز میں ہے۔

یا بعد دوڑتا ہے۔ مجھے یہ فقرہ الصحاح میں نہیں ملا اور نہ ہی التہذیب میں ملا ہے تاکہ لوگوں کے اس قول کی صحت پر حجت بن سکے کہ جَاءَ فُلَانٌ عَقِبَ فُلَانٍ: یعنی فلاں آدمی فلاں شخص کے بعد آیا۔ مجھے صرف یہی ایک قول ملا ہے۔ البتہ لوگوں کا یہ قول کہ جَاءَ عَقِيبُهُ: یعنی وہ اس کے بعد میں آیا، تو اس قول کا جواز مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں نہیں ہے۔ میں نے ان دو کتابوں میں عَقِيبًا کو بطور اسم ظرف نہیں دیکھا بلکہ صرف مُعَاقِبُ کے معنوں میں پایا ہے جس سے مُرَادِرَات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہے اور کچھ نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے: عَقِبَ الْحَاكِمُ عَلَى حُكْمٍ مَنْ قَبْلَهُ إِذَا حَكَمَ بَعْدَ حُكْمِهِ بغيره: حاکم نے اپنے سے پہلے حاکم کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہی معنی قول خداوندی میں ہے: لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ: کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف کوئی فیصلہ دینے والا نہیں ہے۔ یعنی اللہ کے فیصلے کو نہ کوئی توڑنے والا ہے نہ اس میں کسی قسم کا رد و بدل کرنے والا ہے۔

ع ق د - عَقَدَ الْحَبْلَ وَالْبَيْعَ وَالْعَهْدَ: اس نے رسی میں کرہ لگالی۔ بیچ طے کی اور عہد باندھا۔ فَأَنْعَقَدَ تو وہ بندھ گیا یا

أَعْقَبَهُ بَطَاعَتِهِ: اس نے اسے فرماں برداری کا صلہ دیا۔

العُقْبِيُّ: معاملات کا بدلہ اور صلہ۔  
أَعَقَبَ الرَّجُلُ: آدمی اپنے پیچھے وارث یا بیٹا چھوڑ مرا۔ أَكَلَ الْكَلَةَ أَعَقَبَتْهُ سُقْمًا: اس نے ایسا کھانا کھایا جس کے بعد اسے ایک بیماری لگ گئی۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے: فَأَعَقَبَهُمْ نِفَاقًا: یعنی ان کے بخل نے بعد میں ان میں نفاق پیدا کیا۔ أَعَقَبَهُمُ اللَّهُ: اللہ نے انہیں بدلے میں نفاق دیا۔ تَعَقَّبَهُ بِدَنِيهِ: اس نے اس کے گناہ یا جرم کا پیچھا کیا۔

اعْتَقَبَ الْبَسَائِعَ السِّلْعَةَ: بائع نے سامان روک لیا۔ تاکہ خریدار سے قیمت وصول کرے۔ یعنی مال فروخت کرنے والے مشتری سے مال کی قیمت وصول کرنے تک مال روک لیا۔ حدیث شریف میں ہے: الْمُعْتَقَبُ ضَامِنٌ: قیمت کی وصولی تک سامان روکنے والا بائع اس دوران مال تلف ہونے کا ذمہ دار اور ضامن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے مادہ 'ع ق ب' کے آخر میں یہ لکھا ہے

کہ: قَالَ ابْنُ السَّكَيْتِ: یعنی ابن السکیت نے کہا کہ فُلَانٌ يَسْعَى عَقِبَ آلِ فُلَانٍ: فلاں شخص آل فلاں کے پیچھے

العِنْقَاذُ: اس کی ایک دوسری لغت ہے یا دوسرا الجہ ہے۔

ع ق ر - عَقْرُوهُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔

اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ زخمی کرنے والا

عَقِيرٌ ہے۔ اس کی جمع عَقْرَى ہے۔

اس کی مثال جَسْرِيْعٌ اور جَسْرُ حَى ہے۔

كَلْبٌ عَقُوْرٌ: پھاڑ کھانے والا کتا۔

التَّعْقِيْرُ: عقر سے زیادہ شدید زخمی کرنا۔

العَقَاقِيْرُ: جڑی بوٹیاں۔ اس کا واحد

عَقَّارٌ بروزن عَطَّارٌ ہے۔

العَقَّارُ: (عین مفتوح اور قاف مخفف بغیر

تشدید) زمین، جائیداد اور کھجور کے درخت

یا نخلستان۔ کہا جاتا ہے کہ: فِي السَّيْتِ

عَقَّارٌ حَسَنٌ: گھر میں اچھا خاصا سازو

سامان ہے۔

المُعَقِّرُ بروزن المُعَسِّرُ: بہت زیادہ

جائیداد والا۔ قَدْ أَعْقَرَ: اس نے بڑی

جائیداد بنالی ہے۔

العَقَّارُ: (عین مضموم) شراب۔ اسے یہ نام

اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ عقل کو زخمی کر دیتی

ہے۔ یا شراب خور آدمی شور و غل مچاتا ہے۔

المُعَاقِرَةُ: شراب کا عادی ہونا۔ ہمیشہ

شراب پینا۔ عَقَرَ البَعِيْرَ وَالْفَرَسَ

بِالسَّيْفِ فَانَعَقَرَ: اس نے تلوار کے

ساتھ اونٹ اور گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ

دیں، تو اس کی ٹانگیں کٹ گئیں۔ اس کا

قرار پایا۔

عَقَدَ الرُّبُّ: شیرہ وغیرہ گاڑھا ہو گیا۔

اسے عَقِيْدٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرْبٌ

ہے۔

أَعْقَدَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے

باندھا۔

عَقَدَهُ تَعْقِيْدًا: اس نے اسے اچھی طرح

باندھا یا گرہ لگا دی۔

العُقْدَةُ: گرہ گانٹھ۔ گرہ لگانے کی جگہ۔

اس میں عین مضموم ہے۔

العُقْدَةُ كَامَعْنَى جَائِدَادٍ هِيَ۔

العِقْدُ: ہار مالا۔

كَلَامٌ مُعَقَّدٌ: گرہ دار۔ مشکل بات

(قاف مشدوہ ہے)۔

أَعْتَقَدَ كَذَا بِقَلْبِهِ: اس نے دل سے یہ

اعتقاد کر لیا۔

لَيْسَ لَهُ مَعْقُوْدٌ: اس میں رائے قائم

کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

المُعَاقِدَةُ: معاہدہ۔ تَعَاقَدَ القَوْمُ

فِيْمَا بَيْنَهُمْ: قوم نے باہم معاہدہ کر لیا۔

المُعَاقِدُ: معاہدہ کرنے کی جگہیں۔

العَقِيْدُ: معاہدہ کرنے والا، ایک فوجی

منصب۔

العُقْسُوْدُ: خوشہ گچھا۔ (عین مضموم) اس

کی جمع عَنَاقِيْدٌ ہے۔

عَنَاقِيْدُ العِنْبِ: انگور کے گچھے۔

اور عَقْرُ بَاء (عین مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ اس کا مذکر کا صیغہ عَقْرُبَانُ (عین اور راء دونوں مضموم) ہے۔ مَكَانٌ مُعَقَّرِبٌ: (راء مکسور) بچھوؤں والی جگہ۔

أَرْضٌ مُعَقَّرِبَةٌ: بچھوؤں والی زمین بھی اس کا معنی ہے۔ بعض لوگ اسے أَرْضٌ مُعَقَّرَةٌ (راء مفتوح) کہتے ہیں۔ اس کی مثال أَرْضٌ مُشْجَرَةٌ ہے یعنی درختوں والی زمین۔ صُدَّعٌ مُعَقَّرِبٌ: مڑی ہوئی کپٹی۔ اس میں راء مفتوح ہے۔

ع ق ص - العَقِيصَةُ: بالوں کی لٹ یا گت۔ کہا جاتا ہے کہ: لَفْلَانِ عَقِيصَتَانِ: فلاں کی دو گتیں ہیں یا دو لٹیں ہیں۔

عَقْصُ الشُّعْرِ: بالوں کی لٹ اور اس کا سر پر لپیٹنا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ لوگوں کا قول ہے: لَهَا عَقْصَةٌ اس عورت کی چوٹی ہے۔ اس کی جمع عَقْصٌ اور عَقْصَاصٌ (عین مکسور) ہے۔ اس کی مثال زَهْمَةٌ أَوْرِيهِمْ أَوْرِيهِمْ ہے۔

ع ق ف - التَّعْقِيفُ: ٹیڑھا کرنا۔

ع ق ق - العَقِيْقُ وَالْعَقِيْقَةُ وَالْعَقَّةُ: (عین مکسور) انسانی اور حیوانی نوزائیدہ بچوں کے سر کے بال۔ اسی لئے اس بکری کو عَقِيْقَةٌ کہا جاتا ہے جو بچے کے پیدا ہونے کے بعد ذبح کی جاتی ہے۔ یہ نوزائیدہ بچے

باب ضَرْبٌ ہے ایسے ٹانگ کئے اونٹ کو عَقِيْقٌ اور گھوڑے کو عَقْرِي کہتے ہیں۔

عَقْرٌ ظَهْرُ الْبَعِيْرِ: اس نے اونٹ کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ عَقْرَةُ السَّرْجِ: لَانْعَقَرَ: زمین نے (گھوڑے کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ تو وہ زخمی ہو گئی۔ اَعْتَقَرَ: کا معنی بھی یہی ہے۔ ان دونوں کا باب ضَرْبٌ ہے۔ العَقْرُ: (عین اور قاف دونوں مفتوح) کا معنی یہ ہے کہ تم کسی شخص کی ٹانگیں نیچے گرا دو یعنی باندھ دو کہ وہ ڈر جائے اور دہشت کے مارے لڑ نہ سکے۔

اس کا باب طرب ہے۔ یہی الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائے کہ: فَعَقَرْتُ حَتَّى خَرَزْتُ إِلَى الْأَرْضِ: (جب میں نے حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنی) تو دہشت زدہ ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ میں زمین پر آن گرا۔

أَعْقَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دہشت زدہ کر دیا۔

العَاقِرُ: بانجھ عورت جس کے ہاں بچہ نہ ہوتا ہو۔

العَقْرُ: بانجھ پن۔ (عین مضموم) قَدُّ عَقْرَتِ الْمَرْأَةِ تَعْقُرُ: (قاف مضموم) عَقْرًا (عین مضموم) عورت بانجھ ہو گئی۔

ع ق ر ب - العَقْرُبُ: بچھو۔ مَوْتٌ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا صیغہ تَانِيثُ عَقْرُبَةٌ



اس کا باب ضَرْب ہے اور معقولاً بھی، اور یہ مصدر ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ صفت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا مصدر کسی طرح بھی مفعول کے وزن پر نہیں آیا۔

عَقْلُ کا معنی دیت یعنی خون بہا بھی ہے۔  
العُقُولُ: عین مفتوح۔ ایسی دو اوجدستوں کو بند کر دے۔

المَعْقِلُ: پناہ گاہ۔ ٹھکانا۔ یہ آدمیوں کا نام بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ یعقل بن یسار رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی کا نام ہے جن کے نام سے بصرہ میں ایک ز منسوب ہے۔

الرُّطْبُ المَعْقَلِي: معقلی کھجوریں۔  
المَعْقِلَةُ: (تاف مضموم) دیت۔ خون بہا۔ اس کی جمع مَعَاقِلُ ہے۔

العَقِيْلَةُ كَرِيْمَةُ الْحَيِّ: قبیلے کی شریف پردہ دار عورت۔

كَرِيْمَةُ الْاِبْلِ: عمدہ اونٹ۔  
عَقِيْلَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز میں سے عمدہ چیز۔

الدُّرَّةُ عَقِيْلَةُ الْبَحْرِ: موتی سمندر کی طرح عمدہ ترین چیز ہے۔

العُقَالُ: ایک سال کی زکوٰۃ۔ شاعر ایک زکوٰۃ وصول کرنے والے کی بھوکرتے ہوئے کہتا ہے:

سَعَى عَقَالًا فَلَمْ يَتْرُكْ لَنَا سَيْدًا

کی ولادت کے باعث ذبح کی جاتی ہے۔  
العَقِيْقُ: گینوں کی ایک قسم۔ مدینہ کے باہر اس نام کی ایک وادی بھی ہے جسے وادی عقیق کہا جاتا ہے۔

عَقَّ عَنْ وُلْدِهِ: اس نے اپنے بچے کا عقیقہ کیا، جو ولادت کے ساتویں دن کیا جاتا ہے اسی طرح سر کے بال اتارنے کی رسم کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے۔

عَقَّ وَالِدُهُ يَعْقُ (عین مضموم) عَقُوْقًا وَمَعَقَّةً بروزن مَشَقَّةً: اسم فاعل عاقق: اس نے اپنے والد کی نافرمانی کی۔

عَقَّقَ بروزن عَمْرٌ بھی اس کا اسم فاعل ہے۔

عاقق کی جمع عَقَقَّةٌ ہے۔ اس کی مثال کَافِرٌ اور كُفْرَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ذُقْ عَقَقٌ: اے نافرمان! اپنی نافرمانی کا مزہ چکھ یعنی نافرمانی کے وبال کا مزہ چکھ۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے ابن السکیت سے نقل کیا ہے: عَقَّ وَالِدُهُ: اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

العَقَقُ: ایک پرندہ، اس کی آواز عققعہ کی طرح ہوتی ہے۔

ع ق ل - العَقْلُ: منع کرنا، روکنا۔ رَجُلٌ عَاقِلٌ وَعَقُوْلٌ: عقلمند انسان۔

قَدْ عَقَلَ: وہ عقلمند ہو گیا یا سمجھدار ہو گیا۔

رشتہ دار قتل عہد کی دیت نہ دیں اور نہ ہی قاتل کے کہنے والے دیت دیں گے (بلکہ قاتل خود ہی دیت دینے کا ذمہ دار ہوگا) اسی طرح اگر غلام ارتکاب جنایت کرے تو مالک پر اس کی طرف سے دیت ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: **أَنْ يَجْنِيَ الْعَبْدُ عَلَى حُرٍّ**: غلام کسی آزاد کے خلاف جنایت کا خود ذمہ دار ہوگا اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی غلام کے خلاف جنایت کرنے کی صورت میں آزاد جنایت کا ذمہ دار ہوگا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کا وہ مطلب ہوتا جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہے تو حدیث کے الفاظ یوں ہوتے کہ **لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةَ عَنْ عَبْدٍ**: کہ غلام کی طرف سے دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری اس کے مالک پر نہ ہوگی۔ اور اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے **عَقْلُهُ وَعَقْلُ عَنْهُ** کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی یہاں تک کہ میں نے اُن کے درمیان فرق انہیں سمجھایا۔ **عَقْلُ الْبَعِيْرٍ**: اس نے اونٹ کو باندھا۔ اس کا باب **ضَرْبٍ** ہے۔ باندھنے کا

**فَكَيْفَ لَوْ قَدْ سَعَى عِقَالَيْنِ** ”ہم سے زکوٰۃ وصول کرنے والے نے سال بھر کی زکوٰۃ وصول کر لی اور اس نے ہمارے لئے ایک ٹوکری تک نہیں چھوڑی۔ بھلا اگر عمرو دو سال کی زکوٰۃ وصول کرتا تو (ہمارا) کیا حال ہوتا۔“ یہ بات قبل ذکر ہے کہ زکوٰۃ سے وصولی سے پہلے مال کا خریدنا معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ **حَتَّى يَقْبِضَهَا** یعنی جب تک زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ کا مال اپنے قبضہ میں نہ کرے اس کا خریدنا ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ الا زہری نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ **عَقْلُ الْقَيْلِ**: اس نے مقتول کی دیت ادا کر دی۔ **عَقَلَ لَهُ دَمٌ** فلان اذا تَرَكَ الْقَسْوَدَ لِلدِّيَّةِ: اس نے فلاں شخص کے خون کی دیت ادا کر دی جب اس نے دیت کے بدلے قصاص لینا چھوڑ دیا۔ **عَقَلَ عَنْ فُلَانٍ**: اس نے اس کی طرف سے ارتکاب جرم کا جرمانہ یا تادان ادا کر دیا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس پر دیت ادا کرنا لازم ہو تو وہ اس کی طرف سے ادا کر دے۔ لہذا یہ فرق ہے۔ **عَقْلُهُ، عَقَلَ لَهُ** اور **عَقَلَ عَنْهُ** میں۔ حدیث شریف میں ہے: **لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةَ عَمْدًا وَلَا عَبْدًا**: دودھیالی

تَعَاقَلُ: اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا  
حالانکہ اس میں عقل نہیں۔

ع ق م - الْعَقَامُ: (عین مفتوح) بانجھ۔ یہ

ایک مرض یعنی بانجھ کا نام بھی ہے۔ جو  
لا علاج ہے۔ قیاساً تو اسے مضموم العین

ہونا چاہئے لیکن سماعی طور پر مفتوح العین  
ہے۔ اَعْقَمَ اللّٰهُ رَحْمَهَا: اللہ نے اس

کے رحم کو بانجھ کر دیا۔ فَعَقِمْتُ تُوْدَهُ بَانِجْهً  
ہوگئی (یہ فعل مجہول ہے) یعنی وہ بچہ جننے

کے قابل نہیں ہے۔ بقول الکسائی: رَحِمٌ  
مَعْقُومَةٌ: بانجھ رحم، اس کا مصدر العقم اور

العقم ہے۔ اس میں عین مفتوح بھی ہے  
اور مضموم بھی، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ:

عَقِمْتُ مَفَاصِلُ يَدَيْهِ وَرَجْلَيْهِ: اس

کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں سوکھ  
گئی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: تَعَقَّمُ

أَصْلَابُ الْمُشْرِكِينَ: اور مشرکوں  
کے اصلا ب کو بانجھ کر دے یا مشرکوں کے

اصلا ب بانجھ ہو جائیں۔  
رَجُلٌ عَقِيمٌ: بانجھ مرد جس سے عورت کو

بچہ پیدا نہ ہو۔  
الْمَلِكُ عَقِيمٌ: ملک بانجھ ہے یعنی

مردم خیز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی شخص  
ملک پر ناگہانی حالات آنے پر اپنے بیٹے کو

قتل کر دے یا جب اسے بیٹے کے ملک  
دشمن ہونے کا خطرہ درپیش ہو۔

طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کی پنڈلیوں  
والے حصے کو ٹانگ کے پچھلے حصے کے ساتھ

باندھ لیتے ہیں۔ جب رسی سے اسے باندھا  
جاتا ہے اسے عَقَالُ کہتے ہیں۔ اس کی جمع

عَقَلٌ ہے۔  
عَاقِلَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے قریبی رشتہ دار،

دودھیالی رشتہ دار، یہ رشتہ دار قتل خطا کی  
صورت میں قاتل کی طرف سے دیت ادا

کرتے ہیں۔ اہل عراق کا کہنا ہے کہ یہ  
اصحاب الدوا دین ہیں۔ دیت کی تہائی حد

تک میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ البتہ  
جن زخموں میں ٹکٹ یعنی تہائی دیت سے

زیادہ دینا لازم ہے اس میں عورت کی  
دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

عَقَلَ الدَّوَاءَ بَطْنُهُ: دوانے اس کے  
پیٹ کو روک لیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

عَاقِلَةٌ فَعَقَلَتْ: وہ اس پر عقل کے ذریعے  
غلبہ پا گیا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

اَعْتَقَلَ رُمْحَهُ: نیزے کو اپنی پنڈلی اور  
رکاب کے درمیان میں رکھنا۔ اَعْتَقِلَ

الرَّجُلُ: آدمی قید کر لیا گیا۔ اَعْتَقِلَ

لسانَهُ: اس کی زبان رک گئی۔ وہ ہکلا  
گیا یعنی بات نہ کر سکا۔ دونوں میں مضموم

التاء ہیں۔  
تَعَقَّلَ: اس نے مصنوعی عقلمندی کا اظہار

کیا۔ اس کی مثال تَحَلَّمَ اور تَكَسَّقَ اور

سے فرار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ ہم مسلمان جماعت ہیں۔

اَعْتَكِرَ الظَّلَامُ: اندھیر گھل مل گیا۔

العَكْرُ: (عین اور کاف مفتوح) تیل کی تہ میں رسنے والا مواد تلچھٹ وغیرہ۔

عَكَرَتِ الْمَسْرَجَةُ: چراغ دان تلچھٹ سے بھر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

عَكَرَ الشَّرَابُ وَالْمَاءُ وَالذُّهْنُ:

شراب، پانی اور تیل کا آخری حصہ جو برتن کی تہ میں جمع رہ جاتا ہے۔ قَدْ عَكَرَ: جو بطور تلچھٹ رہ جائے فَهُوَ عَكَرًا سے تلچھٹ کہتے ہیں۔ اَعَكَرَهُ غَيْرُهُ وَعَكَرَهُ تَعَكِيرًا: اس میں کسی نے تلچھٹ ڈال دی۔ حدیث شریف میں ہے

كَلِمَاتٌ نَزَلَتْ قَوْلَهُ تَعَالَى: اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ: تَنَاهَى أَهْلَ الضَّلَالَةِ فَلَيْلًا ثُمَّ عَادُوا إِلَى عَارِهِمْ: جب قرآن کریم کی آیت

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ لَوْگوں کے حساب کا وقت قریب آن لگا ہے، نازل ہوئی تو گمراہ قدرے اپنی سرگرمیوں سے باز رہے لیکن پھر اپنے اصل ردی مذہب اور بد اعمالیوں کی طرف لوٹ گئے۔

ع ک ز - العُكَاظَةُ: (عین مضموم کاف

مشد)۔ ایسی لاش جس کے نیچے کنارے

رِيحٌ عَقِيمٌ: بانجھ ہوا کہ جس سے بادل بارش برساتے ہوں اور نہ درختوں میں پھل پتے لگتے ہوں۔ قیامت کے دن كُوْيَوْمٌ عَقِيمٌ کہا جاتا ہے۔

نِسْوَةٌ عُقْمٌ: بانجھ عورتیں (عین اور قاف دونوں مضموم) اس میں قاف ساکن بھی ہوتا ہے۔

ع ق ۱ - العِقْيَانُ: خالص سونا۔ کہتے ہیں کہ یہ معدنی سونا ہے اور وہ نہیں ہے جو ریت اور پتھروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

أَعْقَيْتَ الشَّيْءَ: تو نے کڑواہٹ کی وجہ سے اپنے منہ سے کوئی چیز تھوک دی۔ مثل ہے کہ: لَا تَكُنْ حُلُومًا فَتُسْتَرْطَ وَلَا مُرًّا فَتُعْقَى: نہ اتنا کڑوا بن کہ ہڑپ کیا جائے اور نہ اتنا کڑوا بن کہ تھوک دیا جائے۔

ع ک ب - العَنْكَبُوتُ: بکری۔ اکثر اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کی جمع عَنَابِكُ

ع ک ر - العَكْرَةُ: بروزن الضَّرْبَةُ: حملہ۔ لوٹ کر حملہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَحْنُ الْفَرَارُونَ فَقَالَ أَنْتُمْ الْعَكَارُونَ إِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ: صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ

(ﷺ) ہم بھاگنے والے ہیں۔ یعنی جنگ

ع ک ز - العُكَاظَةُ: (عین مضموم کاف

مشد)۔ ایسی لاش جس کے نیچے کنارے

ع ک ز - العُكَاظَةُ: (عین مضموم کاف

مشد)۔ ایسی لاش جس کے نیچے کنارے

ع ک ب - العَنْكَبُوتُ: بکری۔ اکثر اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کی جمع عَنَابِكُ

ع ک ر - العَكْرَةُ: بروزن الضَّرْبَةُ: حملہ۔ لوٹ کر حملہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَحْنُ الْفَرَارُونَ فَقَالَ أَنْتُمْ الْعَكَارُونَ إِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ: صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ

(ﷺ) ہم بھاگنے والے ہیں۔ یعنی جنگ

ع ک ز - العُكَاظَةُ: (عین مضموم کاف

مشد)۔ ایسی لاش جس کے نیچے کنارے

عَكَّةُ: شام کے ایک سرحدی علاقہ کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: طوبی لِسَنَ رَاى عَكَّةَ: اسے مبارک ہو جس نے عکہ دیکھا۔

ع ک ل - الْعِکَالُ: الْعِقَالُ کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔

ع ک م - أَلْعِکْمُ: (عین مکسور) گھڑی۔ گٹھ۔ گانٹھ۔ عَکَمَ الْمَتَاعُ: اس نے ساز و سامان گھڑی میں باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْعِکَامُ: (عین مکسور) دھاگا جس سے گانٹھ باندھی جاتی ہے۔

ع ک ن - الْعُكْنَةُ: پیٹ کی سلوٹ جو مٹاپے کے باعث بن جاتی ہے۔ اس کی جمع عُکْنٌ اور أَعْکَانٌ ہے۔

ع ل ج - الْعِلْجُ: بروزن الْعِجْلُ: کفار عجم کا ایک فرد۔ اس کی جمع غُلُوجٌ اور أَعْلَاجٌ اور عَلِجَةٌ ہے جو بروزن عِنْبَةٌ اور مَعْلُوجَاءُ بروزن مَحْمُورَاءُ ہے۔ عَالِجُ الشَّيْءِ فَعَالِجَةٌ وَعِلَاجًا: اس نے کام کی مشق کی۔ عَالِجٌ بَادِيَةٌ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں ریت ہے۔

ع ل س - الْعَلْسُ: (عین اور لام دونوں مفتوح) ایک قسم کی گندم۔ ایک خوشہ میں دو دانے ہوتے ہیں۔ یہ اہل صنعا کی خوراک ہے۔

پر پھل لگا ہو۔ اس کی جمع عَکَاکِيزٌ ہے۔ ع ک س - الْعَكْسُ: تمہارا کسی چیز کو اپنی پہلی حالت پر لوٹانا۔

ع ک ش - عُكَّاشَةُ بِنِ مُحْصِنٍ: صحابی۔ بقول ثعلب یہ عُكَّاشَةُ (کاف مخفف) ہے۔

ع ک ظ - عُكَاظٌ: عرب کی ایک منڈی۔ مارکیٹ یا بازار کا نام ہے۔ یہ مکہ شریف کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ یہاں لوگ ہر سال جمع ہوتے تھے، خرید و فروخت کرتے، شعر پڑھتے سنتے اور ایک دوسرے پر اپنا فخر بیان کرتے۔ جب اسلام آیا تو یہ منڈی اور میلہ ختم ہو گیا۔

ع ک ف - عَكْفَةٌ: اس نے اسے روکایا ٹھہرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا: اسی سے الاعتکاف مشتق ہے۔ جس کا مطلب مسجد میں اعتکاف کرنا ہے۔ عَكْفَ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر پابندی سے آنا یا کرنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ ہے۔ قول خداوندی ہے: يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامِ لَهُمْ: وہ اپنے بتوں کا اعتکاف کرتے ہیں۔

ع ک ک - الْعُكَّةُ: (عین مضموم) آٹھی کا برتن۔ اس کی جمع عُكَّكٌ، عِکَاكٌ ہے۔

اس کی جمع اَعْلَاق ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **أَزْوَاخُ الشَّهْدَاءِ فِي حَوَاصِلِ طَيْرِ خُضْرٍ تَعْلُقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ**: شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی۔ جو پرندے جنت کے درختوں کے پھل کھاتے ہوں گے۔

**تَعْلُوقٌ**: میں لام مضموم ہے۔ **المِعْلَاقُ** وَ **المَعْلُوقُ**: جس کے ساتھ گوشت اور انگور وغیرہ لٹکائے جاتے ہوں۔ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کچھ لٹکایا جائے، **مِعْلَاقَةٌ** کہلاتا ہے۔

**العِلاقَةُ**: عین مکسور۔ کمان یا کوڑے وغیرہ کی تانت۔

**العِلاقَةُ**: عین مفتوح۔ دشمنی کا تعلق۔

**العُلَيْقُ** بروزن القَبَيْطُ: ایک پودا جو درخت کے ساتھ چٹ جاتا ہے۔ **أَعْلَقَ** أَظْفَارَهُ فِي الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز میں نیچے گاڑ دیئے۔

**الأِعْلَاقُ**: جو تک کا کسی جگہ لگانا جہاں سے وہ خون چوسے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: **اللَّدْوْدُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الإِعْلَاقِ**: یعنی منہ کے ذریعے دوا کھانا یا کھلانا مجھے اعلاق سے زیادہ پسند ہے۔ اعلاق سے مراد یہاں گلے کی بیماری کے علاج کے طور پر گلے کی گٹھیاں دبانا ہے۔ یا

**ع ل ف - العَلْفُ**: چارہ، مویشی کے لئے چارہ۔ اس کی جمع **عِلَاق** ہے۔ اس کی مثال **جَبَلٌ** اور **جِبَالٌ** ہے۔

**عَلَفَ الدَّابَّةَ**: اس نے مویشی کو چارہ ڈالا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔

**مِعْلَفٌ**: چارے کی جگہ۔ گھری وغیرہ۔ (اس میں میم مکسور ہے)۔

**العَلِيفَةُ**: اونٹنی یا بکری جنہیں تم چارہ ڈالتے ہو اور چرنے کے لئے باہر بھی ہانک دیتے ہو۔

**ع ل ق - العَلْقُ**: گاڑھا خون۔ یا خون کا لوتھڑا جسے **عَلَقَةٌ** کہتے ہیں۔

**العَلَقَةُ**: ایک آبی کیڑا۔ جو تک بھی ہے جو خون چوستا ہے۔ اس کی جمع **عَلَقٌ** ہے۔

**عَلَقَتِ المَرْأَةُ**: عورت حاملہ ہوگئی۔

**عَلِقَ الطَّبِيُّ فِي الجِبَالِ**: ہرن جال میں پھنس گیا۔

**عَلِقَتِ الدَّابَّةُ**: چوپائے نے جب پانی پیا تو اسے جو تک چٹ گئی۔ ان تمام کا باب **طَرِبَ** ہے۔

**عَلِقَ بِهِ (لام مکسور) عُلُوقًا**: اس کا اس سے تعلق ہو گیا یا اس سے جڑ گیا۔

**عَلِقَ يَفْعَلُ كَذَا**: وہ یوں کرنے لگا۔ اس کی مثال **طَفِقَ** ہے۔ اور معنی بھی وہی ہے۔

**العِلْقُ**: (عین مکسور) نفیس اور عمدہ چیز۔

پیتا ہے یعنی لطف لیتا ہے۔

العَلَلُ: دوبارہ پینا۔ کہا جاتا ہے: ایک دفعہ سیر ہونے کے بعد دوبارہ پینا۔

عَلَّه: اس نے اسے دوبارہ پلایا۔

عَلَّ هُوَ: اس نے خود دوبارہ پیا۔ یہ فعل

لازم بھی ہے اور متعدی بھی، اسے دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عَلَّ يَعْلُ: (عین مضموم اور کسور) عَلَّا۔

العِلَّةُ: بیماری، مرض، علت۔ یا ایسا کوئی واقعہ یا حادثہ جو انسان کو مصروف و مشغول

کردے یوں گویا دوسرا واقعہ اس آدمی کی دوسری مصروفیت بن گئی جس نے اسے پہلی

مصروفیت سے روک لیا۔

اعْتَلَّ: وہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کو عَلِيلٌ کہتے ہیں۔

لَا أَعْلِكَ اللَّهُ: اللہ تجھے بیمار نہ کرے یعنی خدا کرے تو بیمار نہ ہو۔

اعْتَلَّ عَلَيْهِ بَعْلَةٌ: اس نے اس پر بہتان لگایا۔

اعْتَلَّهُ: اس نے اسے کام سے روک دیا۔

عَلَّلَهُ: اس نے اسے بہلایا۔ جس طرح بچے کو دودھ چھڑانے کے لئے روٹی دے کر

بہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: فَسَلَّانَ يُعَلِّلُ نَفْسَهُ يَتَعَلَّلُ: فلاں شخص اپنے

آپ کو بہلاتا ہے۔ تَعَلَّلَ بِهِ: وہ بہل گیا۔

پھر جو تک لگانا ہے۔

عَلَّقَ الشَّيْءَ تَعْلِيْقًا: اس نے کوئی چیز لٹکائی۔ اَعْتَلَقَهُ: اس نے اس کو پسند کیا یا اس سے محبت کی۔

المُعَلَّقَةُ مِنَ النِّسَاءِ: وہ عورت جن کے خاوند گم ہوں، یا جن کے خاوندان سے بے تعلق ہو جائیں۔ قول خداوندی ہے:

فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ: تو تم انہیں لٹکتی چھوڑو۔ تَعَلَّقَهُ اور تَعَلَّقَ بہ کا ایک ہی معنی ہے۔ تَعَلَّقَهُ کا معنی بھی عَقَّبَهُ تَعْلِيْقًا ہے۔

ع ل ق م - العَلَقُمُ: کڑو اور رخت الیوے (حظل) رخت اور ہر کڑوے رخت کو عَلَقُمُ کہتے ہیں۔

ع ل ک - العِلْكُ: چیونگ گم۔ چبانے والی چیز۔

قَدْ عَلَّكَ: اس نے اسے چبایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عَلَّكَ الْفَرَسُ اللَّجَامَ: گھوڑے نے لگام چبالی۔ شَيْءٌ عَلَّكَ: چپکتی یا چٹتی چیز۔

ع ل ل - بَنُو الْعَلَاتِ: آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد۔ انہیں اس نام سے اس

لئے پکارا جاتا ہے کہ آدمی نے ایک سے اوپر دوسری بیوی کی ہوتی ہے جس سے پہلے وہ سیر ہوا ہوتا ہے، پھر دوسری بیوی سے دوبارہ

پہاڑ بھی ہے۔

عَلِمَ الثَّوْبِ وَالرَّايَةَ: کپڑے یا جھنڈے کی علامت۔

عَلِمَ الشَّيْءَ: (لام مکسور) يَعْلَمُهُ عَلِمًا: اس نے چیز کو جان لیا۔

رَجُلٌ عَلِيمٌ: بہت بڑا عالم۔ اس میں 'ة' مبالغہ کے لئے ہے۔ اسْتَعْلَمَهُ الْخَبَرُ فَأَعْلَمَهُ آيَاهُ: اس نے اس سے خبر پوچھی تو اس نے اسے وہ خبر بتادی۔

أَعْلَمَ الْقَضَارَ الثَّوْبَ: دھوبی نے کپڑے پر نشان لگایا۔ نشان لگانے والا مُعْلِمٌ ہے اور کپڑا مُعْلَمٌ۔

أَعْلَمَ الْفَارِسُ: شہسوار نے اپنے لئے ایک نشان شجاعت مقرر کیا۔

عَلِمَهُ الشَّيْءُ: اس نے اسے کچھ سکھا دیا۔

فَتَعْلَمَ: تو اس نے سیکھ لیا۔ یہاں لام پر تشدید مبالغہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اسے متعدی بنانے کے لئے ہے۔ فَعَلِمَ كَوَاعِلِمَ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

تَعْلَمَ إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ طُرًا

قتيل بين أحجار الكلاب

”خوب جان لو کہ تمام لوگوں میں سب

سے بہتر وہ شخص ہے جو کلاب کے پتھروں

کے درمیان معرکے میں قتل ہوا۔“

ابن السکیت کا قول ہے کہ تَعْلَمْتُ أَنَّ

اور پہلے کام یا مصروفیت سے چھوٹ گیا۔

المُعَلَّلُ: سخت سردیوں کا ایک دن جو لوگوں کو قدرے بیمار کر دیتا ہے۔

العَلَالَةُ: (عین مضموم) بہلاوا۔

العَلِيَّةُ: (عین مکسور) کمرہ۔ اس کی جمع

العَلَالِيُّ ہے۔ اس کا ذکر متعل کے تحت

بھی کیا گیا ہے۔

عَلٌّ اور لَعْلٌ بمعنی شاید ایک ہی معنی کے

لئے دو لہجے بیان کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا

ہے: عَلُّكَ تَفَعَّلُ: شاید تو یہ کام

کر لے۔ عَلِيٌّ أَفْعَلُ: شاید میں یہ کام

کروں۔ اور لَعْلِيٌّ أَفْعَلُ: شاید میں یہ کام

کروں۔ لوگوں نے ان معنوں میں عَلِيٌّ

اور تَعَلَّنِي بھی کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس

کی اصل عَلٌّ ہے۔ لام کا اضافہ صرف

تاکید کیلئے کیا گیا ہے۔ اس کا معنی متوقع

بات کی توقع ہے یا اندیشہ تاک بات کا

اندیشہ ہے۔ یا طمع اور خوف کا اظہار ہے۔

یہ اِنَّ وَاخِوَاتِهَا کی طرح ہے۔ بعض

لوگ تو اس کے مابعد کو کسرہ دیتے ہیں وہ

یوں کہتے ہیں: لَعْلٌ زَيْدٌ قَائِمٌ: شاید زید

کھڑا ہے۔ اور عَلٌّ زَيْدٌ قَائِمٌ کا بھی یہی

معنی اور مقصد ہے۔

الْيَعَالِيْلُ: پانی کی سطح پر بلبلے۔

عَلِيَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل م'۔

ع ل م - العَلْمُ: (عین اور لام دونوں

منفوخ) علامت، نشان جھنڈا۔ اس کا معنی



بلند ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔  
 عَلِيٌّ فِي الشَّرْفِ: (لام مکسور) عَلَاءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) وہ شرف اور شرافت و بزرگی میں بلند ہوا۔ اس میں ایک اور لہجہ عَلَا يَعْلَى ہے۔ فَلَانٌ مِنْ عَلِيَّةِ النَّاسِ: فلاں شخص شریف لوگوں میں سے ہے۔ عَلِيَّةٌ عَلِيٌّ كِي جع ہے جس کا معنی شریف، بلند مرتبہ ہے۔ اس کی مثال صَبِيٌّ اور صَبِيَّةٌ ہے۔  
 عَلَاءُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔  
 عَلَاءُ بِالسَّيْفِ: اس نے اس پر تلوار ماری۔  
 عَلَا فِي الْأَرْضِ: اس نے روئے زمین پر تکبر کیا۔ تینوں کا باب سَمَا ہے۔  
 عَلُوُّ الدَّارِ: (عین مضموم اور مکسور) مکان کا بالائی حصہ اس کی ضد سُفْلٌ ہے جس کا معنی زیریں ہے۔ اس میں سین مضموم اور مکسور ہے۔  
 الْعَلِيَاءُ: ہر بلند مکان یا جگہ۔  
 الْعَلَاءُ وَالْعَلَاءُ: بلندی رفعت، شرف و بزرگی۔ یہی معنی الْمَعَالَاةِ کا ہے جس کی جمع الْمَعَالِي ہے۔  
 الْعَالِيَّةُ: نجد کے بالائی حصے کے کراڑے تہامہ تک ماروائے مکہ تک کا علاقہ جس میں حجاز اور اس کے نواحی علاقے شامل ہیں۔  
 الْعَلِيَّةُ: (عین مضموم) کمرہ۔ اس کی جمع

فَلَانًا خَارِجٌ: مجھے پتہ چلا کہ فلاں باہر ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ تم سے کوئی کہے کہ اَعْلَمُ اِنْ زَيْدًا خَارِجًا، تو تم جواب دو کہ قَدْ عَلِمْتُ: مجھے پتہ ہے۔ اور جب یہ کہا کہ تَعْلَمُ اَنْ زَيْدًا خَارِجًا یعنی خوب جان لو کہ زید باہر ہے۔ تو اس کا جواب: قَدْ تَعْلَمْتُ: میں نے خوب جان لیا، نہیں ہوگا۔  
 تَعَالَمَةُ الْجَمِيعِ: سب لوگوں نے یہ جان لیا۔  
 الْاَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ: ذی الحجہ کے دس دن۔  
 الْمَعْلَمُ: سنگ میل۔ وہ نشان جس سے راستے کی مسافت کا پتہ چلے۔  
 الْعَالَمُونَ: خلق یا مخلوق کی اقسام۔  
 ع ل ن - الْعَلَانِيَّةُ: ظاہر۔ اس کی ضد السِّرُّ (پوشیدہ) ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلِنَ الْأَمْرُ: وہ معاملہ ظاہر ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور طَوَّبَ ہے۔  
 عَلْوَانُ الْكِتَابِ: کتاب کا عنوان۔ سرنامہ۔  
 قَدْ عَلَوْنَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب کا عنوان بتایا۔  
 عَلْوَانٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ن' اور 'ع ل ا'۔  
 ع ل ا - عَلَا فِي الْمَكَانِ: اس کا مرتبہ

اَتَعَالَى: میں اوپر آیا ہوں یا میں اوپر کہاں جاؤں۔ لوگوں کا یہ قول کہ: عَلَيكَ زَيْدًا: یعنی زید کو پکڑ لو کے معنوں میں ہے۔

عَلَى: حرف جر، یہ اسم فعل اور حرف پر آسکتا ہے۔ مثلاً: عَلَى زَيْدٍ ثَوْبٌ: زید کے اوپر کپڑا ہے اور عَلَا زَيْدًا ثَوْبٌ: اس کا الف ضمیر 'ی' میں تبدیل ہو گیا تو عَلَيكَ اور عَلَيْهِ بن گیا۔ بعض عرب اسے اپنی اصل حالت پر ہی رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عَلَاكَ اور عَلَاةٌ بجائے عَلَيكَ اور عَلَيْهِ۔ شاعر کا قول ہے:

غَدَثَ مِنْ عَلَيْهِ تَنْفُضُ الطَّلِّ بَعْدَ مَا

یہاں عَلَيْهِ سے مراد مِنْ فَوْقِهِ ہے۔ یہاں یہ حرف جر نہیں ہے کیونکہ حرف جر پر صرف جر داخل نہیں ہوتا۔ لوگوں کے اس قول: كَمَا نَكَّذَا عَلَيَّ عَهْدِ فُلَانٍ: فلاں کے دور میں ایسا ہوا۔ میں علی بمعنی فسی آیا ہے۔ کبھی علی کو من کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی: اِذَا اِكْتَالُوا عَلَيَّ النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ: جب وہ لوگوں سے تول کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ یہاں علی بمعنی من استعمال ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علی کو کبھی باء کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ذکر صاحب

العَلَالِي ہے۔ بعض نے اسے الْعِلِّيَّة (لام مکسور) کہا ہے۔

المُعَلَّى: (لام مفتوح) جوئے کے تیروں میں سے ساتواں تیر۔

اسْتَعْلَى الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر۔

اسْتَعْلَاهُ: وہ اس پر غالب آگیا۔

اَعْتَلَاهُ كَمَا مَعْنَى يَبِي هِيَ۔

تَعَلَّى: وہ بتدریج بلند ہوا۔ آہستہ آہستہ چڑھا۔

تَعَلَّتِ الْمَرْأَةُ مِنْ نَفَاسِهَا: عورت نفاس سے پاک ہوگئی۔

تَعَلَّى الرَّجُلُ مِنْ عِلَّةٍ: آدمی بیماری سے شفا یاب ہوا۔

العَلِيُّ: بلند و بزرگ۔

أَعْلَاهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے بلند کیا یا کرے (بطور دعا) عَلَاةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّعَالَى: بلندی۔ اسی سے تَعَال كَا لَفْظِ شَتَقَ ہے۔ جو بلانے کے موقع پر بولا جاتا ہے کہ: تَعَال يَارَ جُلُ: آدمی آؤ، اس میں لام مفتوح ہے۔ اور عورت کے لئے

تَعَالَى، دو عورتوں کے لئے تَعَالِيَا اور زیادہ عورتوں کے لئے تَعَالَيْنَ کہا جاتا ہے۔ اس فعل سے تَعَالَيْتُ ان معنوں میں کہنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے نہی کا صیغہ

بنانا جائز ہے یعنی لَا تَعَالِ نہیں کہہ سکتے۔ کہا جاتا ہے: قَدْ تَعَالَيْتُ وَالِي اِي شَيْءٍ

عَمَدَ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کو ٹیک دی  
یا ستون کھڑا کیا۔

فَانْعَمَدَ: تو ٹیک لگ گئی یا ستون کھڑا  
ہو گیا۔ ان کا باب ضَرْب ہے۔

عَمُوذُ الْقَوْمِ: قوم کا سربراہ۔ سردار۔  
عَمِيذُهُمْ: ان کا سربراہ۔

الْعَمْدَةُ: (عین مضموم) معتد یعنی باعتبار  
فخص۔

اِعْتَمَدَ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز  
پر تکیہ کیا یا بھروسہ کیا۔ اِعْتَمَدَ عَلَيْهِ فِي  
كَذَا: اس نے اس پر فلاں معاملہ میں  
اعتماد کیا۔ یعنی کام اس کے سپرد کیا۔

ع م ر - عَمَرَ الرَّجُلُ: اس کا باب فِهَم  
ہے۔ عَمُرًا (عین مضموم) وہ ایک لمبی عمر  
جیا۔ یعنی اس نے طویل عمر پائی۔ اسی لفظ  
سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ: اَطَالَ  
اللَّهُ عُمُرَكَ: خدا تیری عمر دراز  
کرے۔ اس میں عین مضموم اور مفتوح  
ہے۔ قسم کے لئے عین مفتوح کے سواء اور  
کسی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً: لَعَمْرُ  
اللَّهِ: خدا کی قسم! اس میں لام مبتدا کی  
تاکید کے لئے ہے اور خبر مخدوف ہے۔  
اس کی تقدیر ہے: لَعَمْرُ اللَّهِ قَسَمِي  
يَا لَعَمْرُ اللَّهِ مَا أَقْسَمُ بِهِ: اگر تم اس پر  
لام داخل نہ کرو تو اس پر مصدر کی حیثیت  
سے نصب آئے گی اور کہیں گے: عَمَرَ

کتاب نے مثال سمیت کتاب الباء  
کے آخری باب میں بیان کیا ہے۔ تم کہتے  
ہو: عَلِيٌّ زَيْدٌ اور عَلِيٌّ بِنُزَيْدٍ اس کا معنی  
ہے کہ زید مجھے دے دو۔

عُلُوَانُ الْكِتَابِ: کتاب کا عنوان یا  
سرنامہ۔

العِلَاوَةُ: (عین مکسور) وہ چیزیں جو اونٹ  
پر بوجھ برابر کرنے کے بعد رکھو، مثلاً: پانی  
پینے کا برتن اور گوشت بھوننے کی لوہے کی  
تسخ وغیرہ۔ اس کی جمع العِلَاوَى (داو  
مفتوح) ہے۔ اس کی مثال اِدْوَةٌ اور  
اداوٰی ہے۔

عِمَّ صِبَاخًا: دیکھئے بذیل مادہ 'ن ع م'۔  
ع م د - الْعَمُوذُ: گھر کا ستون۔ اس کی جمع  
قِلَّتْ اَعْمِدَةٌ ہے اور جمع کثرت عَمَدٌ  
ہے۔ جس میں عین اور میم دونوں مفتوح  
ہیں اور عَمَدٌ (عین اور میم دونوں مضموم)  
ہے۔ قول خداوندی میں دونوں پڑھے گئے  
ہیں: "فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ": سَطَعَ  
عَمُوذُ الصُّبْحِ: صبح روشن ہوئی۔  
الْعِمَادُ: (عین مکسور) بلند و بالا عمارتیں۔  
مذکر و مؤنث دونوں یکساں اس کا واحد کا  
صیغہ عِمَادَةٌ ہے۔  
عَمَدَ لِلشَّيْءِ: اس نے چیز کا قصد کیا۔  
یعنی تَعَمَّدَ اس نے جان بوجھ کر قصد کیا۔  
اس کی ضد العَطَا ہے۔

اس نے تمہیں اس میں بسایا۔  
عَمْرَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر دراز  
کی یا بطور عا دراز کرے۔

عَمَّارُ البَيْتِ: گھروں میں رہنے  
والے جن۔

العَمْرَانِ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر  
رضی اللہ عنہما۔ قتادہ رحمہ اللہ کے بقول اس  
سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
اور حضرت عمر رحمہ اللہ بن عبد العزیز ہیں۔

ع م ش - العَمَشُ فِي العَيْنِ:  
آنسو زیادہ بہنے کی وجہ سے نظر کی کمزوری۔  
ایسے آدمی کو اعْمَش اور عورت کو عَمَشَاء  
کہتے ہیں۔

ع م ق - العَمَقُ: (عین مضموم و مفتوح)  
کنویں کی گہرائی، گھاٹی کی گہرائی اور وادی  
کی گہرائی۔ تَعْمِيقُ البِرِّ وَاِعْمَاقُهَا:  
کنویں کو گہرا کرنا۔

عَمَقَ الرَّكْبِيُّ: پانی کا برتن۔ اس کا باب  
ظرف ہے۔ عَمَقَ النَّظْرَ فِي الْأُمُورِ  
تَعْمِيقًا: اس نے معاملات کا گہری نظر  
سے جائزہ لیا۔

تَعَمَّقَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنی بات  
بڑی چرب زبانی سے کی۔

ع م ل - عَمَلٌ: اس نے کام کیا۔ اس کا  
باب طرب ہے۔ أَعْمَلَهُ غَيْرُهُ اور  
اسْتَعْمَلَهُ كَأَيْكِ، ہی معنی ہے یعنی اس نے

اللّٰهُ مَا فَعَلْتُ كَذَا عَمْرَكَ اللّٰهُ  
یعنی بِتَعْمِيرِكَ اللّٰهُ: یعنی تیرا بشرط  
زندگی کا اقرار کرتا۔

العُمْرَةُ: حج کے دوران عمرہ کی ادا ہوگی۔  
اس کی اصل زیارت کرنا ہے اس کی جمع عَمْرُ  
ہے۔

عَمْرُثُ الخَرَابِ: میں نے بنجر زمین  
آباد کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ اس کا  
اسم فاعل عَامِرٌ بمعنی معمور یعنی آباد  
ہے۔ اس کی مثال ماءٍ دَافِقٍ اور عَيْشِيَّةٍ  
راضیہ ہے۔ العِمَارَةُ کا معنی قبیلہ اور  
خاندان بھی ہے۔

مَكَانٌ عَمِيرٌ: آباد مکان یا آباد جگہ۔  
أَعْمَرَهُ دَارًا أَوْ أَرْضًا أَوْ إِبِلًا: اس  
نے اسے ایک گھر، یا زمین یا ایک اونٹ  
بخش دیا یا عطا کیا۔ اور کہا کہ یہ میری عمر بھر  
کے لئے تمہاری عمر تک یعنی مرتے دم تک  
تمہاری ہے۔ اور جب میں مر جاؤں تو  
اسے لوٹالوں گا تب تمہیں اسے واپس کرنا  
ہوگا۔ اس کا اسم العُمَرَى ہے۔

إِعْتَمَرَهُ: اس نے اس کی زیارت کی یا  
ملاقات کی۔

أَعْتَمَرَ فِي الْحَجِّ: اس نے حج کے  
دوران عمرہ کیا۔

أَعْتَمَرَ: اس نے سر پر پگڑی باندھ لی۔  
قول خداوندی ہے: وَاسْتَعْمَرَ كُمْ فِيهَا:

ع م ل ق - الْعَمَالِقُ وَالْعَمَالِقَةُ:

عَمَلِقُ بْنُ لَاقِظِ بْنِ أَرَمِ بْنِ سَامِ بْنِ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي أَوْلَادِهِ اِن كِي مُخْتَلَفِ جَمَاعَتِيْنَ شَهْرُوْنَ فِيْ مِشْرِ هُو كِي بَحِيْلٌ كُنِيْ -

ع م م - الْعَمُّ: چچا۔ والد کا بھائی۔ اس کی جمع اعمام ہے۔ عُمُوْمَةٌ: عم کا مصدر یعنی

چچا ہونا۔ اس کی مثال بُعُوْلَةٌ ہے۔ دوسری

مثالیں اَلْبُوَّةُ اور اَلخُوْلَةُ ہیں۔ کہا جاتا

ہے کہ يَابُنْ عَمِّي (اے میرے چچا کے

بیٹے) يَا بِنِ عَمِّ (اے میرے چچا کے

بیٹے) اور يَابُنْ عَمِّ: (اے میرے چچا

کے بیٹے) اس کے یہ تین لہجے ہیں:

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ: وہ کس بات کے بارے

میں باہم پوچھتے ہیں؟ عَمَّ دَرَّ اَصْلُ عَمَّا

تھا۔ استفہام کے باعث الف حذف

ہو گیا۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ: هُمَا ابْنَا

عَمِّ: وہ چچا کے دو بیٹے ہیں، لیکن ہما ابنا

خال: نہیں کہہ سکتے، جس کا معنی ہے وہ

ماموں کے دو بیٹے ہیں۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو

کہ هُمَا ابْنَا خَالِيْ: کہ وہ خالہ کے دو

بیٹے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ هُمَا ابْنَا

عَمِّيْ: وہ بھوپھی کے دو بیٹے

ہیں۔

اسْتَعَمَّهُ: اس نے اسے اپنا چچا بنایا۔

تَعَمَّهُ: اس نے اسے عم یعنی چچا کہہ

کر پکارا۔

اس کو استعمال کیا یا اس سے کام لیا، یا اس سے کام مانگا۔

اَعْتَمَلَ: وہ کام میں سخت پریشان اور مضطرب ہوا۔

رَجُلٌ عَمِلٌ: (میم مکسور) وہ شخص جس کی گھنٹی میں کام پڑا ہو۔

رَجُلٌ عَمُوْلٌ: بہت زیادہ کام کرنے والا۔ عَامِلُ الرُّمْحِ نیزے کے پھل کے

قریب کا حصہ۔ یہ ثعلب سے الگ حصہ ہے۔ اور ثُعْلَبٌ نیزے کا وہ سرا ہے جو

پھل میں لگایا جاتا ہے۔ تَعَمَّلَ فُلَانٌ لِكُلِّ فُلَانٍ فَخَصَّ اِيَّاهُ كَامِ كَرْنِيْ كُوْتِيَارٍ هُو كِيَا -

التَّعْمِيْلُ: عامل یا حاکم مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عَمَلُهُ عَلَيَّ اَلْبَصْرَةَ: اس نے اسے بصرہ کا حاکم یا گورنر مقرر کر دیا۔

اَلْعَمَالَةُ: (عین مضموم) مزدور کی مزدوری۔ میں نے کہا کہ بقول الازہری

کہا جاتا ہے کہ اسْتَعْمَلَ فُلَانٌ اَللَّبْنَ اِذَا بَنِيَ بِنَاءً: فلاں آدمی نے جب

مکان بنایا تو اس میں اینٹ کا استعمال کیا۔

میرا کہنا ہے کہ فقہاء کا قول ہے: مَاءٌ مُسْتَعْمَلٌ: استعمال شدہ پانی، اسی

پر قیاس ہے۔ ورنہ اس قیاس کے برعکس دوسرے کسی قیاس کے لئے کوئی وجہ نہیں

ہے۔

ہوتا۔ قَدْ عَمِيَ: وہ اندھا ہو گیا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَعْمَى ہے۔

قَوْمٌ عُمِيٌّ: اندھی قوم۔

أَعْمَاهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے اندھا کر دیا۔ یا کرے۔

تَعَامَى الرَّجُلُ: خود اندھا دکھائی دیتا ہے، خود اندھا ظاہر کرتا۔

عَمِيَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر معاملہ مشتتبہ یا غلط ملط ہو گیا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: فَعُمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبِيَاءُ: تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہو جائیں گے۔

رَجُلٌ عَمِيَ الْقَلْبُ: دل کا اندھا آدمی۔ جاہل۔

أَمْرًا عَمِيَةً عَنِ الصَّوَابِ وَعَمِيَّةُ الْقَلْبِ: سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی عورت، اور جاہل۔ دونوں میں عمیة فَعَلَهُ کے وزن پر ہے۔

قَوْمٌ عَمُونَ: جاہل لوگ۔ فَيهِمُ عَمِيَّتُهُمْ: ان میں ان کی جہالت موجود ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ میم مشدّد اور باء کے ساتھ لکھا ہے۔ جس کا پتہ التہذیب سے چلتا ہے۔ عَمِيْتُ مَعْنَى الْبَيْتِ: میں نے بیت یا شعر کا معنی اور مفہوم پوشیدہ رکھا۔

تَعْمِيَةٌ: معنی چھپانا یا پوشیدہ رکھنا۔ اس سے

الْعِمَامَةُ: پگڑی۔ اس کی جمع العمامات ہے۔ عَمَمَهُ تَعْمِيمًا اس نے اسے پگڑی پہنائی۔

عَمَمَ الرَّجُلُ: آدمی کو سردار بنایا گیا۔ کیونکہ پگڑیاں عربوں کے ہاں تاج ہیں۔ اس مفہوم کے لئے عجمیوں کے ہاں نَوْج استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے تاج پہنایا گیا۔

اَعْتَمَّ بِالْعِمَامَةِ اور تَعَمَّمَ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے پگڑی پہنی۔ فَلَانٌ حَسَنُ الْعِمَّةِ: فلاں شخص اچھی پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ الْعَامَةُ: عوام اس کی ضد الْخَاصَّةُ: (یعنی خواص) ہے۔

عَمَّ الشَّيْءُ يَعْمُ: (عین مضموم) عَمُومًا: چیز عام ہوگئی۔ کہا جاتا ہے: عَمَّهُمُ بِالْعَطِيَّةِ: اس نے سب کو شامل کر لیا۔

ع م ن - عَمَانُ: (میم مخفف) ایک شہر کا نام۔ شام میں اسی نام کا شہر عَمَّان (میم مفتوح اور میم مشدّد) ہے۔

ع م ہ - الْعَمَّةُ: حیرت، حیرانگی اور ترّد، شش و پنج میں پڑنا۔ قَدْ عَمِمْتُ: وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَمِمْتُ اور عَمِمْتُ ہے اس کی جمع عَمَمَةٌ ہے۔

ع م ی - الْعَمَى: بینائی جاتی رہنا۔ اندھا

معنی: اس نے مخالفت کی۔ اور حق کو جان بوجھ کر ٹھکرایا۔ اس کا اسم فاعل عَيْنٌ ہے اور عَانِدٌ ہے۔ عَانِدٌ مُعَانِدَةٌ وَعِنَادًا (عین مکسور) اس نے اس کا مقابلہ کیا۔ عِنْدٌ: پاس ہونا۔ قریب ہونا۔ اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) عین مکسور یعنی عِنْدٌ

(۲) عین مفتوح یعنی عِنْدٌ اور

(۳) عین مضموم یعنی عُنْدٌ

یہ ظرف مکان و زمان دونوں ہے۔ مثلاً: عِنْدَ الْحَائِطِ: دیوارِ بیاباغ کے پاس اور

عِنْدَ اللَّيْلِ: رات کے وقت۔ البتہ

یہ ظرف غیر متمکن ہے۔ یعنی عِنْدَكَ

واسع نہیں کہہ سکتے۔ یعنی عِنْدَكَ كَوْمَرُوع

عِنْدُ نَحْمِيسَ کہہ سکتے۔ اس پر صرف ایک جگہ

حرف جرد داخل کیا گیا جس طرح لَدُنْكَ پر

داخل کیا گیا۔ مثلاً: قول خداوندی ہے:

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا: ہماری طرف سے

رحمت، اور دوسرا قول: مِّنْ لَّدُنَّا ہمارے

پاس ہے۔ لیکن مَضِيَّتْ اِلَىٰ عِنْدِكَ

نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی اِلَىٰ لَدُنْكَ کہہ

سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے کسی نام پر اِکْسَايَا

جاسکتا ہے مثلاً: عِنْدَكَ زَيْدٌ یعنی زید کو

پکڑ لو۔

ع ن دل - العِنْدُ لِلْبَلْبَلِ -

یعنی بدل چھپھکتا ہے۔

شعر کا معنا مشتق ہے۔ قرآن کی آیت: فَعَمِيَّتْ عَلَيْهِمْ: میں عمیت کو میم مشدود کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ لوگوں کا یہ قول مَا اَعْمَاهُ وہ کس قدر اندھا کا مقصد ہے مَا اَعْمَى قَلْبُهُ کہ اس کا دل کس قدر اندھا ہے۔ اس اسلوب سے اس شخص کی طرف گمراہی کی شدت و کثرت منسوب ہوتی ہے۔ آنکھوں کے اندھے کے لئے مَا اَعْمَاهُ نہیں کہا جاتا کیونکہ جس چیز میں زیادتی نہ ہوتی ہو اس سے کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔

ع ن ب - العِنْبَاءُ: العِنْب کی ایک دوسری لغت یعنی لہجہ۔ اس میں عین مکسور، نون مفتوح اور الف ممدود ہے۔

ع ن ب ر - العَنْبِرُ: عذیر و عطر۔

ع ن ت - العَنْثُ: (عین اور نون دونوں

مفتوح) گناہ۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

قول خداوندی میں یہی لفظ اس آیت میں

آیا ہے: عَزَّيْزٌ عَلَيْنَكُمْ مَا عَنِتُّمْ:

تمہاری تکلیف انہیں گراں معلوم ہوتی

ہے۔ العَنْثُ کا معنی سخت دشوار اور ناگوار

بات یا معاملہ بھی ہے۔ اس کا باب بھی

طَرَبٌ ہے۔

والمْتَعِنْتُ: لغزش کا طالب۔ دوسروں

کی لغزش کی جستجو کرنے والا۔

ع ن د - عِنْدَ اِسْ كَا بَابِ جَلَسَ ہے اور

ہیں۔ اس کی جمع۔ بَاوِلٌ بُووِلٌ اور بُووِلٌ ہے۔ ابو زید کا قول ہے کہ عَنَّسَتْ الجارية کا مصدر تَعْنِسْتُ بھی ہے۔ بقول اصمعی رحمہ اللہ عَنَّسَتْ کہنا درست نہیں، عَنَّسَتْ بصیغہ مجہول کہہ سکتے ہیں یا عَنَّسَهَا أَهْلَهَا کہہ سکتے ہیں۔

ع ن ف - العُنْفُ: (عین مضموم) درشتی و سختی۔ یہ الرِّفْقُ بمعنی ملائی اور نرمی کی ضد ہے۔ مثلاً: عَنَفَ عَلَيْهِ عُنْفًا اور عَنَفَ بِهِ بھی۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس پر سختی کی۔ التَّعْنِيفُ: عار دلانا اور ملامت کرنا۔ عُنْفُوَانُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا آغاز۔

ع ن ق - العُنُقُ: عین مضموم، نون مضموم اور ساکن۔ مذکر اور مؤنث یکساں۔ بمعنی گردن۔ اس کی جمع اَعْنَاقُ۔

الأعْنَاقُ: گردن دراز شخص۔ اس کی مؤنث عُنْقَاءُ ہے۔

العِنَاقُ: معانقہ، گلے ملنا۔ قَدْ عَانَقَهُ: وہ اس سے بنگلگیر ہوا۔ یا اس نے اس کی گردن میں بائیں ڈال دیں اور اسے اپنے گلے لگایا۔

تَعَانَقًا: انہوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔ اَعْتَقًا: کا معنی بھی یہی ہے۔

العِنَاقُ: (عین مفتوح) بکروٹی۔ بکری کا مادہ بچہ۔ اس کی جمع اَعْنَاقُ اور عُنُقُ ہے۔ العِنْقَاءُ: بلا، انتہائی ذہین، اصل العِنْقَاءُ

العِنْدَلِيْبُ: ایک پرندہ جسے ہزار کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ العِنْدَلِيْبُ کی جگہ باب البساء میں ہے۔ وہاں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا ذکر بے ضرورت ہے۔

ع ن د ل ب - العِنْدَلِيْبُ: بروزن الزُّنْبَيْلُ: ایک پرندہ ہے جسے ہزار کہا جاتا ہے۔ الھزار میں 'ھ' مفتوح ہے۔ اس کی جمع عِنْدَالٌ ہے۔

البُّبْلُ يُعْنِدُ: بلبل چہچہاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ يُعْنِدُ کا مقام باب اللام بذیل 'ع ن د ل' ہے۔

عندلیب: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن د ل' اور 'ع ن د ل ب'۔

ع ن ز - العَنْزُ: بکری۔

العَنْزَةُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) لاشی سے قدرے لمبی اور نیزہ سے قدرے کم لاشی جس کے سر پر نیزہ کی طرح کالوہا لگا ہو۔

ع ن س - عَنَّسَتْ الجارية: اس کا باب دَخَلَ ہے۔ مصدر عَنَّسَا (عین مکسور) اسم فاعل عَنَّسَ: لونڈی کا بالغ ہونے کے بعد بغیر شادی کے مالک کے گھر رہنا۔ اگر ایک دفعہ بھی اس کی شادی ہو جائے تو پھر اسے عَنَّسَتْ نہیں کہیں گے۔ اسی طرح ایسے مرد و غلام کو بھی عَنَّسَ کہتے



الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْوَنَ الْكِتَابِ يُعْنَوْنُهُ: اس نے

کتاب کا عنوان طے کیا۔ عَنَّهٗ کا معنی بھی

یہی ہے۔

عَنَّاهُ میں اصل لفظ کا ایک نون بدل کر یاء

بصورت الف کر دیا گیا ہے۔

العَنَّانُ: (عین مفتوح) بادل۔ اس کا واحد

کاصینہ عَنَّانَةٌ ہے۔

أَعْنَانُ السَّمَاءِ: آسمان کی بلندیاں اور

آسمان سے کناروں میں ظاہر ہونے والے

مظاہر۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ لفظ عَنَّانِ کی جمع

ہو۔ یونس کا قول ہے کہ لَيْسَ لِمَنْقُوصِ

الْبَيَانِ بَهَاءٌ وَلَوْ حَكَ بَيًّا فَوُجِبَ

أَعْنَانَ السَّمَاءِ: ناقص بیان شخص کی کوئی

قدرو قیمت نہیں ہوتی وہ چاہے اپنے تالو کی

چینوں سے آسمان کو سر پر اٹھالے۔

عَنْ حَرْفٍ، اس کا معنی ہے علاوہ یا باہر ہے مثلاً:

رَمَى عَنِ الْقَوَسِ: اس نے تیر کمان

سے باہر نکال دیا۔ کیونکہ اس نے کمان کے

ذریعے ہی کمان سے تیر پھینکا۔ عَنَّ کے

استعمال کی دوسری مثال: أَطْعَمَهُ مِنْ

جُوعٍ: اس میں جُوع کو بھوکے سے

منصرف اور تارک اور اس سے تجاوز کرنے

والا ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی اس نے اسے

بھوک سے نکالنے کے لئے کھانا کھلایا۔

بامحاورہ ترجمہ ہوگا کہ اس نے اسے بھوک

ایک بہت بڑا پرندہ ہے جس کا نام تو مشہور و

معروف ہے لیکن اس کا وجود نہیں۔

ع ن م - العَنَمُ: (عین اور نون دونوں

مفتوح) نرم و نازک ٹہنیوں والا درخت۔

لڑکیوں کی انگلیوں کو نزاکت میں ان

شاخوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ ابو

عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی شامی خرلوب

درخت کی اطراف ہیں۔ نابضہ کا یہ شعر:

عَنَّمْ عَلَيَّ أَغْصَانِهِ لَمْ يَعْقِدْ

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عَنَّمْ کیڑا

نہیں بلکہ پودا ہے۔

ع ن ن - عَنْ لَهُ كَذَا يَعْنُ: (عین مکسور

اور مضموم) عَنَّا: پیش کیا یا پیش ہوا۔

العَنَّانُ: لگام۔ باگ۔ اس کی جمع أَعْنَنَةٌ

ہے۔ شَرَكَةُ العَنَّانِ: ایسی کمپنی یا

شرکت جس میں باقی جائیداد اور مال کو

چھوڑ کر کسی خاص مد میں دو فریق

شریک ہوں۔ گویا ان دونوں کو کوئی چیز

سامنے دکھائی دی تو انہوں نے مل کر وہ

خرید لی۔

عَنْ الفَرَسِ: اس نے احتیاط سے

گھوڑے کو باندھا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

عَنْوَانُ الْكِتَابِ: کتاب کا عنوان، یا

سرنامہ۔ (عین مضموم) یہ فصیح زبان کا لفظ

ہے۔ اسے عین مکسور سے بھی بولا جاتا ہے

یعنی عَنْوَانُ الْكِتَابِ اور عَنِانُ

العائنی: قیدی۔ کہا جاتا ہے کہ: عَنَا  
فُلَانٌ فِيهِمْ أَسِيرًا: فلاں شخص ان کے  
ہاتھوں یا ان میں گرفتار یا قیدی ہو گیا۔

عَان: قیدی اور گرفتار شخص۔

قَوْمٌ عُنَاةٌ: قیدی لوگ۔ یا قیدی قوم۔

نِسْوَةٌ عَوَانٍ: قیدی و گرفتار عورتیں۔

عَنَى بِقَوْلِهِ كَذَا: اس نے اپنے قول  
سے یہ مراد لی۔ مَعْنَى الْكَلَامِ: بات یا  
کلام کا مفہوم۔

مَعْنَاةٌ وَاحِدَةٌ: اس کا معنی ایک ہے۔  
کہتے ہیں کہ عَرَفْتُ ذَلِكَ فِي مَعْنَى  
كَلَامِهِ: مجھے اس کے کلام کے مفہوم سے  
یہ پتہ چلا۔

فِي مَعْنَاةٍ كَلَامِهِ اور فِي مَعْنَى كَلَامِهِ  
کا بھی یہی مفہوم ہے۔

عَنَى (نون مکسور) عَنَاةٌ: وہ تھک گیا اور  
ہار گیا۔ عَنَاةٌ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے تھکا  
دیا۔ اس کا مصدر تَعْنَيْتُهُ ہے۔

تَعْنَاهُ، فَتَعْنَى: اس نے اسے تھکا دیا تو وہ  
تھک گیا۔

عُنَى بِحَاجَتِهِ، يُعْنَى بِهِ: اس نے اپنی  
ضرورت کا دھیان کیا یا اہتمام کیا۔ یہ فعل  
مجہول ہے۔ اس کا مصدر عِنَايَةٌ ہے بمعنی  
توجہ اور دھیان، اور اہتمام کرنا۔

فَهُوَ بِهَا مَعْنَى (بروزن مفعول) یہ اس کا  
معنی و مفہوم ہے۔ جب تم اس سے امر بنانا

کے مارے کھانا کھلایا۔ اس کی جگہ میں بھی  
استعمال ہوتا ہے لیکن عَنَ کبھی تو اسم بنتا ہے  
جس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، مثلاً: جُنْتُ  
مِنْ عَنٍ يَمِينِهِ میں اس کی دائیں طرف  
سے ہو کر آیا۔ اور بعض اوقات عَنُ كُوْبَعْدَ  
کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس نے  
کہا: لَقِيتُ حَرْبًا وَاثِلًا عَنْ حِبَالٍ:  
کئی سالوں کے بعد وائل کی جنگ حائلہ  
ہوئی۔ ممکن ہے عَنُ کو بعض اوقات عَلَى کی  
جگہ بھی استعمال کرتے ہوں۔ مثلاً: شعر  
ہے:

لَا هَ ابْنَ عِمَّكَ لِأَفْضَلَتْ فِي حَسَبٍ

عُنَى وَلَا أَنْتَ ذِيَانِي فَتَحْزُونِي

”تیرا پچازاد بھائی لا پرواہ اور بے نیاز

ہے۔ تو نہ تو مجھ پر حسب میں فضیلت رکھتا

ہے اور نہ ہی تو کوئی صاحب اختیار حاکم

ہے جو مجھے رسوا کرے۔“

اس شعر میں عَنُ عَلَى کے معنوں میں یا  
علیٰ جگہ استعمال ہوا ہے۔

عُنَوَانٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن ن' اور  
'ع ن ا'۔

ع ن ا-عَنَا: جھک گیا اور ذلیل و مطیع ہو گیا۔

اس کا باب سَمَا ہے۔ انہیں معنوں میں

قول خداوندی ہے: وَعَسَتْ الْوُجُوهُ

لِللَّحَى الْقَيْئُومِ: اور چہرے اس حتیٰ

وقیوم کے سامنے جھک جائیں گے۔

تاوان ہے۔

العَهْدُ وَالْمَعْهَدُ: وہ جگہ جہاں سے قوم اگر دور چلی بھی جائے لیکن پھر ہمیشہ اسی جگہ کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

الْمَعْهَدُ کا معنی وہ جگہ بھی ہے جس کے ساتھ تمہاری کوئی وابستگی ہو۔

الْمَعْهُودُ: وہ چیز جس کا عہد کیا گیا ہو۔ جانی پہچانی چیز۔ عَهْدَهُ بِمَكَانٍ كَذَا: وہ اسے فلاں جگہ ملا۔ اس کا باب فہم ہے۔

عَهْدِي بِهِ قَرِيبٌ: مجھے اسے ملے تھوڑی دیر ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ كَرَمَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ: وندت اور عہد کا پاس کرنا ایمان کی علامت و خصوصیت ہے۔

التَّعَهُدُ: کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ اور تجدید عہد۔ تَعَهُدَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص کی ذمہ داری اٹھائی۔ تَعَهَّدَ ضَيْعَتَهُ: اس نے اس کی جائیداد کی حفاظت کی یا ذمہ اٹھایا۔ یہ لفظ تعاہد کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔ کیونکہ تعاہد تو صرف دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔

المُعَاهَدُ: ذمی، غیر مسلم رعایا۔

ع ۵ ن - الْعِهْنُ وَن -

ع و ج - عَوِجٌ جَنُّ كَابَابٍ طَرِبٌ بَ -

معنی وہ ٹیڑھا ہوا۔ اس کی صفت أَعْوَجُ

چاہو تو کہو گے کہ: لَتُغْنَنَّ بِحَاجَتِي: تم میری ضرورت کا دھیان کرو۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ: کسی کے اچھے اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو ترک کرتا ہے جن سے اس کا واسطہ نہ ہو یا جو اس کے مطلب کی نہ ہوں۔

عَنْوَنَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب کا عنوان بنایا یا رکھا۔ عَلَوْنَهُ كَأَيْ بَعِي مَعْنَى

ہے۔ اس کا اسم العنوان ہے۔

المُعَانَاةُ: کوشش۔ جدوجہد۔ تکلیف اٹھانا۔ کہا جاتا ہے کہ عَانَاهُ فَتَعْنَاهُ: اس نے تکلیف برداشت کی۔ تَعْنَى هُوَ: اسے تکلیف پہنچی۔

ع ۵ د - الْعَهْدُ ثَمَانٌ، قَسْمٌ، وَعَدَةٌ، ذِمَّةٌ - حفاظت اور وصیت۔ عَهْدٌ إِلَيْهِ: اس کے ذمہ لگایا یا اس کے سپرد کیا۔ اس کا باب فہم ہے معنی اس نے اسے وصیت کی۔ اسی سے وہ عہد نامہ مشتق ہے جو ولی عہد بنانے کے لئے لکھا جاتا ہے یا گورنروں کے تقرر کے وقت لکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: عَلَى عَهْدِ اللَّهِ لَا فَعْلَنَ كَذَا: میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور اور لازماً ایسا کروں گا۔

الْعَهْدَةُ: بیج نامہ۔ ضمان۔ کفالت۔ اس

کا معنی الدُّرُكُ بھی ہے۔ جس کا معنی

واؤ مشدّد ہے۔

ع و د - عَادَ إِلَيْهِنَّ اس طرف لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور عَوْدَةٌ بھی۔ مثل ہے: الْعَوْدُ أَحْمَدُ: احسان دہرانا قابل تعریف ہے۔ یعنی دوبارہ احسان کرنا زیادہ قابل تعریف ہے۔ دراصل یہ مثل ایک شعر کا ایک لکڑا ہے۔ پورا شعر یہ ہے:

وَ أَحْسَنَ عَمْرٍو فِي الذِّى كَانَ بَيْنَنَا

وَ إِنْ عَادَ بِالْأَحْسَانِ فَالْعَوْدُ أَحْمَدُ

الْمَعَادُ: (میم مفتوح) لوٹنے کی جگہ۔

لوگوں کی لوٹنے کی جگہ آخرت ہے۔

عُدْتُ الْمَرِيضَ أَعْوَدُهُ: میں نے

مریض کی عیادت کی۔

الْعِبَادَةُ: تہجداری۔ بیمار پر سی۔ (عین

مکسور ہے)۔

الْعَادَةُ: عادت، صفت، خصلت، معمول۔

اس کی جمع عَادَاتُ ہے۔ اور عَادَاتُ ہے۔

معاورہ ہے عَادَ فُلَانٌ كَذَا: فلاں شخص کی

یہ عادت ہے۔ اِعْتَادُهُ وَتَعَوُّدُهُ: یہ اس

کی عادت بن گئی۔

عَوْدُ كَلْبَةِ الصَّيْدِ: اس نے کتے کو شکار

کا عادی بنا دیا۔

فَتَعَوَّدَهُ: تو وہ اس کا عادی ہو گیا۔

اِسْتَعَادَهُ فَأَعَادَهُ: اس نے اس سے

بات یا کام دہرانے کو کہا تو اس نے اسے

دہرایا۔

ہے۔ اور اس کا اسم الْعَوَجُ (عین مکسور)

ہے۔ دیوار یا لکڑی میں جو کجی یا ٹیڑھ ہوتا

ہے اسے عَوَجٌ کہتے ہیں۔ اس میں عین

مفتوح ہے۔ اور اگر یہ ٹیڑھ اور کجی زمین

میں یا دین و مذہب یا معاش و روزی میں

ہو تو اسے عَوَجٌ کہتے ہیں۔ اس میں عین

مکسور ہے۔

أَعْوَجَ: ایک گھوڑے کا نام ہے جس کی

طرف الاغوجیّات اور بنات اغوج

منسوب ہیں۔ عرب میں نسل کشی اور نسل کی

ترقی کے لئے اس گھوڑے سے اور کوئی

گھوڑا بہتر نہیں ہے۔

عَاجٍ بِالْمَكَانِ: وہ جگہ میں ٹھہر گیا۔ اس

کا باب قَالَ ہے۔

عَاجٍ غَيْرُهُ بِهِ: اس نے مکان میں کسی

اور کو ٹھہرایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم

بھی ہے۔

إِعْوَجَ الشَّيْءُ: چیز ٹیڑھی ہو گئی اس

کا مصدر اَعْوَجَ جَا جَا ہے۔ اور ٹیڑھی چیز کو

مُعَوَّجٌ کہتے ہیں یہ بروزن مُحَمَّرٌ ہے۔

عَصَا مُعَوَّجَةٌ: ٹیڑھی لاشی۔ عَوَّجَهُ

فَتَعَوَّجَ: اس نے اسے ٹیڑھا کیا تو وہ

ٹیڑھا ہو گیا۔

العَاجُ: ہاتھی دانت۔ اس کا واحد کاصینہ

عَاجَةٌ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ ہاتھی

دانت والے کو عَوَّاجٌ کہتے ہیں۔ اس میں

هُوَ عِيَادَةٌ: وہ اس کی پناہ گاہ ہے۔ اَعَاذُ  
عَيْرُهُ بِه: اس نے کسی اور کو پناہ دی۔

عَوَّذَہ بِه: کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا  
قول: مَعَاذَ اللّٰهِ مَعَاذًا كَامِعْنِيْ ہے خدا کی  
پناہ یا خدا بچائے۔

العُوْذَةُ، المَعَاذَةُ اور التَّعْوِيْذُ: تینوں کا  
ایک ہی معنی ہے۔

قَرَأَتْ المَعْوِذَتَيْنِ: (واو کسور) میں  
نے معوذتین پڑھیں یعنی دو سورتیں قُلْ  
اَعُوْذُ بِرَبِّ الفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ  
بِرَبِّ النَّاسِ.

ع و ر - العَوْرَةُ: انسان کی شرمگاہ۔ نیز ہر  
وہ چیز جس کے ننگا ہونے یا ظاہر ہونے  
سے انسان شرم محسوس کرتا ہے۔ اس کی جمع  
عَوْرَاتٌ وَاوْاَسَاكِنُ ہے۔

عورات میں واو کو اسماء جمع میں متحرک کیا  
جاتا ہے، جب وہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہوں  
اور واوی یا یائی اسماء نہ ہوں۔ بعض لوگوں  
نے قرآن کی آیت میں: عَوْرَاتِ  
النِّسَاءِ: واو کو متحرک پڑھا ہے۔

رَجُلٌ اَعْوَرٌ: کا نا انسان۔ ایک آنکھ سے  
تا بیٹا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کی جمع  
عَوْرَانٌ ہے۔ اور اسم العَوْرَةُ ہے۔ اس  
میں واو ساکن ہے۔

عَارَبِ العَيْنِ: آنکھ کا بی ہوگی۔ تَعَارُ اور  
عَوْرَتِ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں واو

فَلَانَ مُعِيْدًا لِهَذَا الامر: فلاں آدمی  
یہ کام کر سکتا ہے۔

المُعَاوِذَةُ: پہلے کام کی طرف لوٹنا۔  
عَاوَذْتُهُ الحُمَى: اسے باری کا بخار  
ہو گیا۔

العَائِدَةُ: آمدنی۔ مہربانی اور منفعت کہا  
جاتا ہے کہ هَذَا شَيْءٌ اَعُوْذُ عَلَيْكَ  
مِنْ كَذَا: یہ بات تمہاری فلاں بات سے  
زیادہ سود مند ہے۔

فَلَانَ ذُو صَفْحٍ وَعَائِدَةٍ: فلاں آدمی  
درگزر کرنے والا شخص ہے اور مہربانی کرنے  
والا ہے۔

العُوْذُ: لکڑی۔ تیلی۔ اس کی جمع العِيْدَانُ  
ہے۔

العُوْذُ: ڈنڈا جس سے مارا یا کوٹا جاتا ہے۔  
العُوْذُ: وہ لکڑی جس سے دھواں دیا جاتا  
ہے۔

عَاذٌ: ایک مشہور تاریخی قبیلہ۔ یہ حضرت  
بُودِ عَلِيٍّ السَّلَامِ کی قوم تھی۔

شَيْءٌ عَاذِيٌّ: پرانی چیز گویا وہ قوم عاد  
کے وقت کی ہو۔

العِيْدُ: خوشی۔ اسلامی تہوار۔ اس کی جمع  
الأَعْيَادُ ہے۔

قَدْ تَعِيْدُوا: انہوں نے عید منائی۔

ع و ذ - عَاذِيْہ: اس کا باب قَالَ ہے۔  
وَاسْتَعَاذَ: اس نے پناہ مانگی۔

الإِعْوَازُ: فقير، نادار، محتاجی۔  
 الْمُعْوِزُ: نادار۔ فقير۔ عَوَزَ الشَّيْءُ:  
 چیز تباہ ہوگئی۔  
 عَوَزَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہو گیا۔  
 أَعْوَزَهُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے محتاج و  
 نادار کر دیا۔

ع و ص - العَوِيضُ مِنَ الشَّعْرِ: ایسا  
 شعر جس کے معنی معلوم کرنا مشکل ہوں۔  
 قَدْ أَعْوَصَ الرَّجُلُ: آدمی ناقابل فہم  
 ہو گیا۔

ع و ض - العَوَاضُ: معاوضہ، مقابل۔  
 اس کی جمع الأَعْوَاضُ ہے۔ ہم کہتے ہیں  
 عَاضَهُ وَأَعَاضُهُ وَعَوَاضُهُ تَعْوِيضًا:  
 اس نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔ اِعْتَاضَ  
 وَتَعَوَّضَ: اس نے بدلہ یا معاوضہ لے  
 لیا۔  
 اسْتَعَاضَ: اس نے معاوضہ مانگا۔

ع و ط - اِعْتَاطَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی کئی  
 سال تک حاملہ نہیں ہوئی۔ حدیث شریف  
 میں ہے: أَنَّهُ بَعَثَ مُصَدِّقًا فَاتِي  
 بِشَاةٍ شَافِعٍ فَلَمْ يَأْخُذْهَا وَقَالَ  
 التَّنْبِيُّ بِمَعْتَاطٍ: رسول کریم ﷺ نے  
 زکوٰۃ وصول کرنے والے ایک شخص کو  
 (زکوٰۃ کی وصولی پر) روانہ فرمایا تو (زکوٰۃ  
 کی مدد میں) آپ ﷺ کے پاس ایک بکری  
 لائی گئی۔ آپ ﷺ نے قبول نہ فرمائی اور

مکسور ہے۔ عُرِثَ عَيْنُهُ أَعْوَرَهَا  
 وَأَعْوَرْتُهَا بھی ہم معنی ہیں یعنی میں نے  
 اس کی آنکھ پھوڑ دی، اسے ایک آنکھ سے  
 کانا بنا دیا۔  
 عَوَزْتُهَا تَعْوِيْرًا: کا بھی یہی معنی ہے کہ  
 میں نے اسے کانا کر دیا۔

العَوْرَاءُ: بروزن العَوْرَاءُ: کانا۔ یک چشم  
 گل۔ یہ گالی ہے۔  
 العَوَارُ: (عين مفتوح) عیب۔ نقص۔ کہا  
 جاتا ہے: سَلَعَةُ ذَاتِ عَوَارٍ: عیب اور  
 نقص والا سامان۔

العَارِيَّةُ: (ياء مشددة) گویا یہ عار کی طرف  
 منسوب ہے کیونکہ اس کا طلب کرنا عار اور  
 عیب ہے۔ العَارَةُ کا معنی العَارِيَّةُ بھی  
 ہے یعنی آپس میں لین دین کرنا۔ هُمْ  
 يَتَعَوَّرُونَ: وہ آپس میں لین دین کرتے  
 ہیں۔ اس کا مصدر تَعَوَّرَ ہے۔

اسْتَعَارَهُ ثَوْبًا: اس نے ادھار کپڑا مانگا۔  
 فَأَعَارَهُ إِيَّاهُ: اس نے اسے یہ کپڑا ادھار  
 دے دیا۔ عَاوَرَ المَكَايِلَ، عَايَرَهَا  
 ایک لہجہ ہے یعنی اس نے پیالوں کا اندازہ  
 کر لیا۔ اِعْتَوَرُوا الشَّيْءَ: انہوں نے  
 آپس میں چیزوں کا باہم تبادلہ یا لین دین  
 کر لیا۔ یہی معنی تَعَوَّرُوهُ تَعَوَّرَ اكا ہے۔

ع و ز - أَعْوَزَهُ الشَّيْءُ: اسے کسی کے  
 حصول نے مجبور اور لاچار کر دیا۔

میں یا لوگوں میں اس کا کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔

عَالَ عِيَالَهُ وَانْفَقَ عَلَيْهِمْ: اس نے اپنے کنبے کو روٹی کھلائی۔ یعنی کھانا دیا، اور ان پر خرچ کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

عَالَهُ مَشْهُرًا: اس نے مہینہ بھر اس کا خرچ برداشت کیا۔

عَالَ الْمِيزَانَ: ترازو جھک گیا۔ کم تلا۔ اس کا اسم فاعل عَائِلٌ ہے یعنی دبا ہوا یا جھکا ہوا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے:

ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ لَا تَعُولُوا: اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لَا تَمِيلُوا کا معنی ہے

'بے انصافی نہ کرو۔' کہا جاتا ہے کہ عَالَ فِي الْحُكْمِ: اس نے فیصلے میں ظلم کیا اور بے انصافی کی۔ عَالَهُ الشَّيْءُ: کسی چیز

نے اس پر غلبہ کر دیا اور اس پر بھاری پڑ گیا۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ عَيْلَ صَبْرِي: میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یعنی اب مجھ میں صبر کرنے کی طاقت

باقی نہ رہی۔ عَالَ الْأَمْرُ: معاملہ سخت دشوار ہو گیا۔ اور زیادہ گھمبیر ہو گیا۔ عَالَتِ الْفَسْرِ بِيضَةُ: دراشت کے حصے بڑھ گئے۔

اس سے کمی اور نقصان کو اہل فرائض حصہ دار وارثوں پر ڈالا جاتا ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ: میرا خیال ہے کہ یہ لفظ مَالٌ سے

فرمایا کہ میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

ع و ق - عَاقَهُ عَنْ كَذَا: اس نے اسے

ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ یہی معنی اَعْتَقَهُ کا ہے۔ عَوَائِقُ الدَّهْرِ: زمانے کی رکاوٹیں۔ مشکلات۔ التَّعْوِيقُ: بددلی، حوصلہ شکنی۔

التَّعْوِيقُ: ایک بت کا نام ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

الْيَعُوقُ: سرخ رنگ کا چمکدار ستارہ جو کہکشاں کی دائیں طرف ہوتا ہے۔ یہ ثریا کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس سے آگے نہیں ہوتا۔

ع و ل - النُّوْلُ وَالْعَوْلَةُ الِاعْوِيلُ:

دھاڑیں مار کر روتا۔ ہم کہتے ہیں: اَعْوَلَ دھاڑیں مار مار کر روتا۔ حدیث شریف میں ہے: الْمُعْوَلُ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ: جس میت پر دھاڑیں مار مار کر رویا جائے۔ اسے عذاب دیا جاتا ہے۔

عَوَلَ عَلَيْهِ تَعْوِيلًا: اس نے اس پر بوجھ ڈالا، اس پر بھروسہ اور انحصار کیا۔ کہا جاتا ہے: عَوَلَ عَلَيَّ بِمَا شِئْتُ: مجھ پر جتنی تمہاری مرضی اور خواہش ہے ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا یعنی جتنی مرضی ہے

مدد مانگ۔

وَمَالَةٌ فِي الْقَوْمِ مِنْ مُعْوَلٍ: قوم

بَقْرَةٌ عَوَانٌ: ایسی گائے جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا یعنی چھوٹی عمر کی۔

العَوْنُ: کام میں مددگار و معاون۔ اس کی جمع الاعْوَان ہے۔

المَعْوَنَةُ: اعانت، مدد، کمک۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا عِنْدَهُ مَعْوَنَةٌ وَلَا مُعَانَةٌ وَلَا عَوْنٌ: اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

الکسائی کا قول ہے کہ المَعْوَنُ، کا معنی بھی المَعْوَنَةُ ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ المَعْوَنُ، مَعْوَنَةُ کی جمع ہے۔ کہا جاتا

ہے کہ: مَا أَخْلَانِي فُلَانٌ مَعَاوِنِهِ: فلاں شخص نے مجھے اس کی مدد نہ کرنے دی۔ اس فقرے میں بھی مَعَاوِنُ، مَعْوَنَةُ کی جمع ہے۔

رَجُلٌ مِعْوَانٌ: لوگوں کی بہت زیادہ مدد کرنے والا۔

اسْتَعَانَ بِهِ فَأَعَانَهُ: اس نے اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔ عَاوَنَةٌ

کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اس کی مدد کی۔ دعا میں کہا جاتا ہے: رَبِّ اَعِنِّي

وَلَا تُعِنُّ عَلَيَّ: اے میرے رب! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمنوں کی) مدد

نہ کر۔ تَعَاوَنَ الْقَوْمُ: قوم یا لوگوں نے ایک دوسرے کی مدد کی۔

اَعْتَوْنُوا کا معنی بھی یہی ہے۔ العَانَةُ: جنگلی گدھوں کا ریوڑ یا غول۔ اس کی جمع

ماخوذ ہے کیونکہ جب حصص بڑھ جائیں تو پھر یہ سب اہل فرائض کی طرف جھکتے ہیں،

اور انہیں حصہ کم ملتا ہے۔ عَالٌ زَيْدٌ القِرَانِضُ اور اَعَالُهَا دونوں کا ایک ہی

معنی ہے۔ لہذا عَالٌ فَعْلٌ لازم بھی ہے اور فَعْلٌ متعدی بھی۔ عَالٌ المِيزَانُ سے

لے کر بعد تک کے تمام صیغوں کا باب قَالَ ہے۔ المِعْوَلُ: بڑی کلباڑی یا پھاوڑا

جس سے چٹانیں توڑی جاتی ہیں۔ اس کی جمع العَاوِلُ ہے۔

ع و م - العَوْمُ: تیرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ العَوْمُ لَا يَنْسَى: تیرنا

بھلایا نہیں جاسکتا۔ اونٹ اور کشتی کے چلنے کو بھی عَوْمٌ کہتے ہیں۔

العَامُ: سال۔

عَاوَمَةٌ مَعَاوِمَةٌ: سالانہ معاوضے پر ملازم رکھنا۔ جیسے مُشَاهَرَةٌ: ماہانہ اجرت

پر کام کرانا ہے۔ نَبَتْ عَامِيٌّ: خشک پودا جس پر سال گزر چکا ہو۔ کہا گیا ہے کہ مَعَاوِمَةٌ مُنْعَوَجٌ

ہے یعنی یہ منوع ہے کہ تم اپنے سال بھر کی فصل فروخت کر دو۔

ع و ن - العَوَانُ: ہر چیز کی عمر کا درمیان یا وسط۔ اس کی جمع عَوْنٌ ہے۔

العَوَانُ: ایسی جنگ جس میں بار بار قتال ہو گویا لوگ ہر بار از سر نوازا ئی شروع کریں۔



کی جگہ نہیں ہے۔ المَعْيَبُ مَعَاب کی طرح ہے۔ اس کی جمع المَعَايِب اور المَعْيُوبُ ہے۔ عَيْبَةٌ تَعْيِيْبًا: اس نے اسے عیب دار قرار دیا یا کہا۔ عَيْبَةُ كَا مَعْنَى بَعِيْبِي هِيَ هِيَ۔

ع ی ث - العَيْثُ: فسادُ النِّبْتِ تَبَاهِي بِمَاجَانَا۔ عَاثُ الدَّنْبِ فِي الغَنَمِ: بھینٹنے کے بکریوں میں تباہی مچادی۔ اس کا باب بَاع ہے۔

ع ی ر - العَيْرُ: جنگلی اور پالتو گدھا۔ اس کی تانیث العَيْرَةُ ہے۔

عَيْرٌ: مدینہ شریف کے پاس ایک پہاڑ کا نام۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ وَنَوْرٍ: نبی کریم ﷺ نے کوہِ عیر سے لے کر جبلِ نورا تک کا علاقہ حرام قرار دیا ہے۔

فُلَانٌ عَيْرٌ وَحَدِيْهُ: (عین مضموم وکسور) فلاں شخص خود پسند ہے۔ اور یہ ذم قابلِ مذمت بات ہے۔ ان معنوں میں عَوِيْرٌ وَوَحْدِيْهُ نہیں کہنا چاہئے۔

عَاَزَ الفَرَسُ: گھوڑا بدکا اور مستی میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔

اَعَاَزَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے عاریت دے دیا۔ عاریت پر دی ہوئی چیز کو مُعَاَزٌ کہتے ہیں۔ طرماح شاعر کا قول اسی سے ماخوذ ہے:

عَوْنٌ هِيَ۔

عَاْنَةٌ: دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے جہاں کی شراب مشہور ہے۔

ع و ہ - العَاَهَةُ: آفت، مصیبت۔ کہا جاتا ہے: كَرِهِيْ عِيْنَةَ الزَّرْعِ: فصل آفت زدہ ہوگئی ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ع و ی - عَوَى الكَلْبُ وَالدَّبُّ وَابْنِ آوَى، يَعْوِي: (واو کسور) عَوَاءٌ: عین مضموم الف ممدود۔ کتا۔ بھینٹریا۔ گیدڑ ہر ایک نے اپنی اپنی آواز نکالی۔ یعنی بھونکا یا چیخا۔

هُوَ يُعَاوِي الكِلَابَ: وہ کتوں کو بھونکواتا ہے۔

العَوَاءُ: (واو مشدّد اور الف ممدود) بہت زیادہ بھونکنے والا۔

ع ی ب - العَيْبُ: اور العَيْبَةُ بھی۔ اور العَابُ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔

عَابَ المَتَاعِ، عَيْبَةٌ وَعَابًا: سامان میں عیب پیدا ہو گیا۔ اس کا باب بَاع ہے عَابَةُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے عیب دار بنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ عیب دار چیز کو مَعْيَبٌ اور مَعْيُوبٌ کہتے ہیں۔

وَمَا فِيْهِ مَعَابَةٌ وَمَعَابٌ: (دونوں میں میم مفتوح ہے) اس میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی عیب

هِيَ كِرَائِمُ الْاِبِلِ: یہ عمدہ اور اعلیٰ اونٹ  
ہیں۔ عیسٰی بن مریم عبرانی یا سریانی  
نام۔ اس کی جمع الْعِيسُونَ ہے۔ اس میں  
سین مفتوح ہے۔ رَأَيْتُ الْعِيسِيْنَ  
وَمَرَرْتُ بِعِيسِيْنَ: علماء کوفہ نے واؤ سے  
پہلے سین کو مضموم کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔  
اسی طرح پہلے سین کو مکسور کرنا بھی جائز قرار  
دیا ہے۔ علماء بصرہ نے اسے جائز قرار نہیں  
دیا۔ مؤسیٰ کے بارے میں بھی یہی قول یا حکم  
ہے۔ اس سے صفت نسبتی عَيْسَوِيٌّ اور  
مُؤَسَوِيٌّ یا عَيْسِيٌّ اور مُؤَيْسِيٌّ ہے۔  
ع ی ش - الْعَيْشُ: زندگی۔

قَدْ عَاشَ يَعِيشُ مَعَاشًا (میم مفتوح)  
اور مَعِيشًا بَرَزَنَ مَعِيبٌ: وہ زندہ رہا۔  
اس نے زندگی گزاری۔ ان دو میں سے ہر  
ایک مَعَابٌ اور مَعِيبٌ اور مَمَالٌ اور  
مَمِیلٌ کی طرح مصدر بھی ہو سکتا ہے اور  
اسم بھی۔

أَعَاشَهُ اللَّهُ عَيْشَةً رَاضِيَةً: اللہ نے  
پسندیدہ زندگی گزارنا نصیب کرے۔

المَعِيشَةُ: گزر اوقات۔ ذریعہ معاش  
اس کی جمع مَعَايشٌ ہے۔ جمع کے سینے میں  
ہمزہ نہیں ہے۔ دراصل مَعِيشَةٌ اور  
مَفْعَلَةٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس میں یاء  
متحرک اصلی ہے۔ اسے جمع بناتے وقت  
ہمزہ میں مقلوب نہیں کیا جاتا۔ یہی مثال

أَحَقُّ الْعَيْلِ بِالرُّكُضِ الْمَعَارُ  
”عاریت پر لیا ہوا گھوڑا کودنے کا زیادہ  
حقدار ہے۔“

ابو عبیدہ کا قول ہے: لوگ اس لفظ کو  
الْعَارِيَّة سے ماخوذ یا مشتق سمجھتے ہیں۔ یہ  
غلط ہے۔ فَرَسٌ عَيْارٌ: مستی میں ادھر ادھر  
کودنے بھاگنے والا گھوڑا۔ شیر کو شکار کے  
لئے آنے جانے کی وجہ سے عَيْار کہتے  
ہیں۔ رَجُلٌ عَيْارٌ: بہت زیادہ گھومنے  
پھرنے والا ہوشیار شخص۔

عَيْرَةٌ كَذَا: (تغییر سے مشتق) اس  
نے اسے ڈانٹا، عار دلائی۔ عام لوگ اسے  
عَيْرَةٌ بَكْدًا کہتے ہیں۔

الْعَارُ: عار، گالی، دشنام اور عیب۔

عَايَرَ الْمَكَايِلَ وَالْمَوَازِينَ عِيَارًا:  
اس نے ناپ تول کے پیمانوں کا اندازہ  
لگایا یا معیار مقرر کیا۔ ان معنوں میں عَايَرَ  
کی جگہ عَيْرٌ نہیں کہنا چاہئے۔

المَعْيَارُ: (میم مکسور) معیار، کسوٹی۔

العَيْسُ: (عین مکسور) اتانج سے لدے  
ہوئے اونٹ یا اونٹوں کا کارواں۔

ع ی س - الْعَيْسُ: (عین مکسور) سفید  
رنگ کا اونٹ، جس کے سفید رنگ میں سرخ  
اور زرد رنگ کی آمیزش ہو۔ اس کا واحد  
أَعْيَسٌ ہے۔ اور مَوْنَسٌ کا صیغہ عَيْسَاءُ  
ہے۔ الْعَيْسُ: بھورا رنگ۔ کہا جاتا ہے:

مثال جَيَّائِدُ ہے۔

أَعَالُ الرَّجُلِ: آدمی بہت عیالدار ہو گیا۔ ایسے شخص کو مُعَيْلٌ کہتے ہیں۔ اور عورت کو مُعَيْلَةٌ کہتے ہیں۔ انھیں رحمہ اللہ کا کہنا کہ اس کا معنی ہے: وہ صاحب عیال ہو گیا۔

ع ی م - العَيْمَةُ: دودھ کی خواہش۔

ابن السکیت کا قول ہے کہ اس کا معنی خواہش کی شدت ہے یعنی تڑپ۔

قَدْ عَامَ الرَّجُلُ يِعْمُ وَيَعَامُ عَيْمَةً: آدمی دودھ کا سخت خواہشمند ہوا۔ ایسے شخص کو عَيْمَانٌ کہتے ہیں۔ اور ایسی عورت کو عَيْمَاءٌ کہتے ہیں۔

أَعَامَهُ اللَّهُ: خدا سے دودھ بنا چھوڑ دے۔  
ع ی ن - العَيْنُ: آنکھ۔ بینائی کی حس۔ یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع اَعْيُنٌ، عَيْوُنٌ اور اَعْيَانٌ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر عَيْنَةٌ ہے۔

العَيْنُ: پانی کے چشمے کو بھی کہتے ہیں۔  
عَيْنُ الرَّكْبَةِ: گھنٹے کا گڑھا۔ ہر گھنٹے کے دو گڑھے ہوتے ہیں اور پنڈلی کی طرف گھنٹے کے آگے ہوتے ہیں۔  
العَيْنُ: چشمہ آفتاب۔

العَيْنُ الدِّينَارُ: نقد دینار۔  
العَيْنُ: نقد جو مال و سامان کا مقابل یا ضد ہے۔

مَكَايِلُ اور مَبَايِعُ وغیرہ کی ہے۔ اگر اسے اصل کی بجائے فرع کی بنیاد پر جمع بنائیں تو پھر ہمزہ لکھیں گے۔ اس صورت میں مَفْعِلَةٌ کو فَعِيلَةٌ کے مشابہہ قرار دیں گے اس کی مثال مَصَانِبُ ہے، کیونکہ اس کے واحد کے صیغہ یعنی مَصِيْبَةٌ میں یاء ساکن ہے۔ نحو یوں میں سے بعض نے ہمزہ کو لُحْنٌ قرار دیا ہے۔

التَّعْيِشُ: وسائل معیشت میں تکلف۔ یا پر تکلف زندگی۔ عَائِشَةُ ہمزہ سے ہے اسے بغیر ہمزہ کے عَائِشَةُ نہیں کہنا چاہیے۔

ع ی ف - عَافَ الرَّجُلُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ، يِعَافُهُ: آدمی نے کھانا پینا ناپسند کیا۔ یا کھانے پینے سے نفرت کی۔ ایسے شخص کو عَائِفٌ کہیں گے۔ یعنی کھانے پینے سے متنفر۔

ع ی ل - العَيْلَةُ وَالْعَائِلَةُ: فقر و فاقہ۔ بھوکے رہنا۔ کہا جاتا ہے: عَالٌ يِعْمِلُ عَيْلَةً وَعَيْوُلًا: وہ نادار اور فقیر ہوا۔ عَائِلٌ: نادار اور مسکین و فقیر۔ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةَ: اگر تمہیں فقر و فاقے کا ڈر ہو۔

عِيَالُ الرَّجُلِ: آدمی کا زیر کفالت کنبہ۔ اس کا واحد کا صیغہ عَيْلٌ ہے۔ اس کی مثال جَيْدٌ ہے۔ اس کی جمع عِيَالٌ ہے۔ اس کی

الْعَيْنُ: دید بان یا جاسوس۔

عَيْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا بہترین حصہ۔

عَيْنُ الشَّيْءِ: چیز بذات خود۔ کہا جاتا ہے کہ ہُوَ هُوَ بَعَيْنِهِ: وہ بالکل وہی ہے۔

وَلَا آخِذُ إِلَّا دِرْهَمِي بَعَيْنِهِ:

میں اپنے ہی درہم کے سوا اور کوئی درہم نہ

لوں گا۔ یعنی میں بچینہ اپنا ہی درہم لوں گا۔

وَلَا أَطْلُبُ آثَرًا بَعْدَ مَعَايِنَةٍ: میں خود

معاینہ کرنے کے بعد کوئی نشان بطور ثبوت

طلب نہیں کروں گا۔

رَأْسُ عَيْنٍ: ایک شہر کا نام ہے۔

عَيْنُ البَقْرِ: انگور کی ایک قسم جو شام میں

پائی جاتی ہے۔

أَعْيَانُ القَوْمِ: قوم کے اشراف اور

سزبر آردہ لوگ۔

بَنُو الأَعْيَانِ: ایک ماں سے دو باپوں

کی طرف سے بھائی۔ حدیث شریف میں

ہے: أَعْيَانُ بَنِي الأَمِّ يَتَوَارَثُونَ ذَوْنَ

بَنِي العَلَاتِ: سگے بھائی وارث ہوتے

ہیں۔ سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا۔

فِي المِيزَانِ عَيْنٌ: ترازو برابر نہیں

ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَنْتَ عَلَى عَيْنِي

فِي الأَكْرَامِ وَالْحَفِظُ جَمِيعًا: چشم

ماروٹن دول ماشاد۔ آپ کے احترام میں

آنکھیں فرش راہ۔ قول خداوندی ہے:

وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي تَعَيْنَ الرَّجُلِ

المَالِ: آدمی نے مال کو نظر بد لگا دی۔

تَعَيْنَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس نے اس

پر ایک چیز مقرر یا لازم کر دی۔

حَفَرَ حَتَّى عَانَ: اس نے کھدائی کی حتیٰ

کہ پانی یا چشمہ نکل آیا۔ اس کا باب بَاعَ

ہے۔

المَاءِ مَعِينٌ وَمَعْيُونٌ: پانی جاری ہے۔

یا رواں ہے۔ اَعْيِنْتُ المَاءَ کا معنی بھی

یہی ہے یعنی میں نے پانی کا چشمہ نکالا۔

عَانَ المَاءُ وَالدَّمْعُ يَعِينُ عَيْنَانَا:

(عین اور یاہ دونوں مفتوح) چشمہ یا آنسو

بہہ نکلے۔

عَانَهُ: اسے نظر بد لگ گئی۔ اس کا باب بَاعَ

ہے۔ اور اسم فاعل عَانَتْ ہے اور اسم مفعول

مَعِينٌ ہے۔ یہ ناقص ہے اور کامل مَعْيُونٌ

ہے۔

تَعْيِينُ الشَّيْءِ: مقرر و متعین کرنا۔ مجموعی

چیزوں سے کچھ کو خالص کرنا۔

عَيْنَ اللؤلؤة: اس نے موتی میں سوراخ

کیا۔

عَايَنَ الشَّيْءَ عَيَانًا: اس نے چیز کا

معائنہ کیا۔

رَجُلٌ أَعْيِنُ: (یاء مضموم وکسور) وسیع

النظر شخص۔ اس کی جمع عَيْنٌ ہے اور اس

کی تانیث عَيْنَاءُ ہے۔

الْعَيْنَةُ: (عین مکسور) قرض۔

طرح حَيَوًا کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس لفظ کو عَيَوًا (یاء مشدد) بھی کہا جاتا ہے۔  
 اَعْيَا الرَّجُلُ فِي الْمَشْيِ: آدمی چلنے میں عاجز آ گیا۔ ایسے شخص کو مُعْيٍ یعنی لاچار اور چلنے سے عاجز شخص کہتے ہیں۔  
 ایسے شخص کو عَيَانٌ نہیں کہتے۔  
 اَعْيَاهُ اللَّهُ: خدا کرے وہ عاجز ہو جائے۔  
 دونوں فعل الف کے ساتھ ہیں۔  
 اَعْيَا عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر کام مشکل ہو گیا۔ تَعْيًا اور تَعَايَا کا بھی یہی معنی ہے۔  
 دَاءٌ عَيَْاءٌ: پیچیدہ اور سخت بیماری جس کا کوئی علاج نہیں۔ گویا اس بیماری نے معالجوں کو علاج سے عاجز کر دیا۔  
 الْمُعَايَاةُ: لا علاج چیز، بے مداو بات۔

اَعْتَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے ادھار چیز خریدی۔  
 ع ی ا - العَيَّ: لگت، تلاہٹ، ہکلا پن۔  
 اس کی ضد البیان ہے۔ قَدْ عَيَّ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے میں ہکلا پن کیا۔  
 اس کا اسم فاعل فَعْلٌ کے وزن پر عَيٌّ ہے۔ عَيْبِي يَعْيبَا: بروزن رَضِي يَرْضِي: اس کا اسم فاعل عَيٌّ بروزن فَعِيلٌ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عَيٌّ بِأَمْرِهِ وَعَيْبِي: وہ اپنا کام درست طریقے سے نہ کر سکا۔ اس فعل میں زیادہ تر ادغام ہو جاتا ہے۔ اَعْيَاهُ أَمْرُهُ: اس کے کام نے اس کو عاجز اور لاچار کر دیا۔ اس کی جمع کی صورت ہوگی عَيَوًا (یاء مخفف) جس

## باب الغیب

اغْبِرُ الشَّيْءُ اغْبِرًا: چیز غبار آلود ہوگی۔

الغُبْرَاءُ: زمین۔

الغُبَيْرَاءُ: بروزن الحُمَيْرَاءُ: عتاب کی طرح ایک مشہور و معروف پھل۔

الغُبَيْرَاءُ: ایک شراب بھی ہے جسے حبشی لوگ جو اسے کشید کرتے ہیں۔ اور وہ نشہ لاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَيُّكُمْ وَالغُبَيْرَاءُ فَانَهَا خَمْرُ الْعَالَمِ: غیر شراب پینے سے بچو، بلاشبہ وہ جہان کی شراب ہے۔

عَبَّرَ الشَّيْءُ: چیز باقی رہ گئی یا بچ گئی۔ عَبْرَ کا معنی 'وہ گیا' بھی ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اور اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَعْبَرُ وَعَبْرٌ تَغْبِيرًا: گردوغبار اڑا یا اٹھا۔

غ ب ش - الغَبَشُ: (غین اور باء دونوں مفتوح) رات کا آخری حصہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی آخری رات کی تاریکی ہے۔

غ ب ط - الغِبْطَةُ: (غین مکسور) خوشی میں مسرور شخص کی حالت کی آرزو یا تمنا کرنا بغیر جذبہ حسد کے کہ اس کی خوشی کو زوال

الغسین: حروف مجم کا ایک حرف۔

غَابَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ ی ب'۔

غ ب ب - الغِبُّ: (غین مکسور) وقفہ۔

اونٹ کو ایک دن چھوڑ کر ایک دن پانی پلانے کا وقفہ۔

الغِبُّ فِي الزِّيَارَةِ: ملاقات میں وقفے کے بارے میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ملاقات ہفتہ میں ایک بار ہونا چاہئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: زُرْ غَبًّا تَزُدُّ وَحُبًّا: وقفہ کے ساتھ ملاقات کرنا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول حضور رسول اللہ ﷺ سے روایت حدیث ہے۔

غِبُّ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا انجام۔ اَعْبَنَا فَلَانَ: فلاں شخص ہمارے پاس وقفے سے آیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَعْبُوا فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَارْبُعُوا: مریض کی عیادت ایک دن چھوڑ کر یا دو دن چھوڑ کر تیسرے دن کرو۔

غ ب ر - الغُبَارُ وَالغَبْرَةُ: (غین اور باء دونوں مفتوح) گردوغبار۔

الغَبْرَةُ: گرد رنگ جو غبار سے ملتا جلتا ہو۔



ہے۔ گالی یا دشنام دیتے وقت دوسرا لفظ یعنی  
عُدْرُ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا  
جاتا ہے کہ: یَا عُدْرُ! اے غدا! یا اے بے  
وقا!

عَادِرَةٌ: اس نے اسے ترک کر دیا۔

العَدِيرُ: پانی کا تالاب جس میں سیلاب  
پانی چھوڑ دیتا ہے، یہ اسم مُفَاعِلٌ کے  
معنوں میں فَعِيلٌ کے وزن پر ہے۔ اور  
عَادِرَةٌ سے مشتق ہے۔ یا پھر یہ لُزْزَا  
أَعْدَرَةٌ سے مُفَعِّلٌ کے وزن پر مشتق  
ہے۔

أَعْدَرَةٌ کا معنی ہے اس نے اسے چھوڑ  
دیا یا ترک کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لُزْزَا  
بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ اپنے  
گھر والوں کو سخت ضرورت کے وقت قطع  
تعلق کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی جمع  
عُدْرَانٌ اور عُدْرٌ (نہیں اور دال دونوں  
مضموم) ہے۔

العَدِيرَةُ: واحد ہے اور اس کی جمع  
العَدَاثُ ہے۔ اور اس کا معنی عورتوں کی  
گندھی ہوئی چوٹیاں ہیں۔

غ د ف - العَدَاثُ پھانسی کو کہتے ہیں۔

أَعْدَفُ الصَّيَادُ الشَّبِكَةُ سَلْسِي  
الصَّيْدِ: شکاری نے شکار کے لئے جال  
بچھایا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ نَتْبَ  
المُؤْمِنِ أَشَدُّ ارْتِكَاضًا مِنَ النَّتْبِ

زَجَلٍ عُتْمِيٍّ: ایسا شخص جو بات واضح  
طور پر بیان نہ کر سکے۔

غ ث ث - العَثِيثُ والعَثْنِينِ

(مشتوح) کمزور اور ڈبلا گوشت۔ اس کا معنی  
رذی اور فاسد بات بھی ہے۔ اس کا نفل  
عَثَّ يَعِثُ (نہیں کمزور) غَثَانَةٌ اور  
عَثْوَةٌ ہے اور اسم فاعل عَثَّ ہے۔

غ ث ر - العَيْشَرَةُ حَمَقٌ اور بے وقوف

لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: رَعَا عِ  
عَشْرَةَ هَكَذَا يُرْوَى: کہتے بے وقوف  
جاہل لوگ۔ روایت اسی طرح ہے۔ ہم  
دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل غَيْشَرَةٌ ہے۔  
جس سے یاء کو حذف کر دیا گیا۔

غ ث ا - العَثَاثُ مَضْمُومٌ، الف ممدود  
جھاگ، چیتھڑے جنہیں سیلاب بہا کر لاتا  
ہے۔ اسی العَثَاءُ (ثاء مشدّد) کا معنی بھی  
یہی ہے۔

العَثِيَانُ: خباث نفس یا جثِ باطن۔ قَدْ

عَثَّتْ نَفْسُهُ: اس کا نفس خبیث ہو گیا۔

اس کا باب رَمَى ہے اور عَثِيَانًا (نہیں) اور  
ثاء دونوں مشتوح) بھی۔

غ د د - العَدُّ كُثُوفٌ میں موجود عُدٌّ و د۔  
اس کا واحد عُدَّةٌ اور عُدَّةٌ ہے۔

غ د ر - العَدْرُنْبُ وفالٌ۔ اس کا باب

ضَرَبَ ہے اور اسم فاعل عَادِرٌ ہے اور  
عُدْرٌ بھی ہے جو عَمْرٌ کے وزن پر



الْغُدُوُّ بِمَعْنَى صَبْحِ الرَّوَّاحِ بِمَعْنَى شَامِ كِي ضِدِّ  
ہے۔ قَدْ غَدَا: اس نے صبح کی۔ اس کی  
باب سَمَا ہے۔ قول خداوندی ہے:  
بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ: صبحوں اور شاموں  
کے وقت اس سے مقصود وقت سے نفل کا  
اخذ ہے، جیسے کہا جاتا ہے: آتَاهُ طُلُوعُ  
الشَّمْسِ: وہ اس کے پاس طلوع آفتاب  
کے وقت آیا۔

الْغِدَاءُ: دوپہر کا کھانا۔ اس کی ضد  
العِشَاءُ بِمَعْنَى رَاتٍ كَا كَهَانَا۔  
الْغَادِيَةُ: ایسے بادل جو صبح کو نمودار ہوتے  
ہوں۔

الإِغْتِدَاءُ: صبح کرنا۔

غَدَاةُ فَتَعَدَى: اس نے اسے دوپہر کا  
کھانا کھلایا تو اس نے کھایا۔

الْغِدَاءُ: غذا، خوراک، کھانا پینا۔ کہا جاتا  
ہے: غَدُوْتُ الصَّبِيِّ بِاللَّبَنِ: اس کا  
باب عَدَا ہے اور اس کا معنی میں نے اسے  
دودھ پلا کر پالا۔ اس معنی کو غَدَيْتُهُ  
(یا مخفف) سے ادا نہیں کریں گے۔ البتہ  
غَدَيْتُهُ (ذال مشدد) کر کے کہتے ہیں۔

غ ر ب - الْغُرْبَةُ الْإِغْتِرَابُ: پردیس  
بے وطنی۔ تَغْرِبٌ أَوْ إِغْتِرَابٌ دُونِ  
كَأَيْکِ هِيَ مَعْنَى هِيَ لَعْنَةُ وَهِيَ پَرْدِيسٌ جَلَا  
بِطَرْنِ هُوَ كَمَا۔

عَرِبٌ أَوْ عَرُبٌ: (نہیں اور راء دونوں

يُصِيبُهُ مِنَ الْعُصْفُورِ حِينَ يُغْدَفُ  
بہ: بے شک مومن کا دل اس گناہ پر جو اس  
سے سرزد ہو، اس چڑیا سے بھی زیادہ بے  
قرار ہوتا ہے جس پر جال ڈالا گیا ہو۔

غ د ق - الْمَاءُ الْغَدَقُ: وافر اور بھاری  
مقدار میں پانی۔ الْغَدَقُ فِي عَيْنٍ أَوْ دَالٍ  
دُونِ مَفْتُوحٍ هِيَ۔

قَدْ غَدَقْتُ عَيْنُ الْمَاءِ: پانی کا چشمہ  
اہل پڑا۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ د ا - الْغَدَّ: دراصل یہ لفظ غَدَّ وَتَحَا۔ اس  
میں واو کو بلا عوض حذف کیا گیا۔ بمعنی کل  
(آئندہ)۔

الْغُدُوَّةُ: (فجر کی نماز اور طلوع آفتاب کا  
درمیانی وقت کہا جاتا ہے: آتَيْتُهُ غُدُوَّةً:  
میں اس کے پاس صبح کے وقت آیا۔ یہ غیر  
منصرف ہے، کیونکہ یہ لفظ سحر کی طرح معرّف  
ہے البتہ یہ ظروف ممکنہ میں سے ہے۔ اس  
کی جمع غُدَا ہے۔ کہا جاتا ہے: اِتَّيكَ  
غِدَاةُ غَدٍ: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں  
گا۔ اس کی جمع الْغَدَاةُ ہے۔ لوگوں کا یہ  
قول: اِنِّي لِآتِيهِ الْغَدَايَا وَالْعِشَايَا: میں  
اس کے پاس صبح و شام آتا رہوں گا، یا آؤں  
گا۔ یہ ازدواج کلام ہے۔ اس کی مثال  
هَنَانِي الطَّعَامُ مَرَانِي: یہ لفظ دراصل  
أَمْرَانِي ہے۔ یعنی مجھے کھانا بہت اچھا  
خوشگوار لگا۔

الغَارِبُ: اونٹ کی کوہان سے کرگردن تک کا حصہ، اسی سے یہ قول ماخوذ ہے کہ: حَبْلُكَ عَلِيٍّ غَارِبُكَ: تیری رسی تیری کوہان پر ہے۔ یعنی تو آزاد ہے جہاں تمہارا دل چاہے، چلی جاؤ، یہ طلاق کا کنایہ بھی ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اونٹنی جب چرتی ہے تو تکمیل اس کی کوہان پر ڈال دی جاتی ہے تو وہ اسے دیکھتی ہے تو اسے کوئی اور چیز اچھی نہیں لگتی۔ آزادی سے چرتی ہے۔

غ ر ب ل - الغَرِبَالُ: چھلنی۔

غَرِبَلُ الدَّقِيقِ: اس نے آنا چھانا۔

غ ر ث - الغَرَثَانُ: بروزن العطشان: بھوکا مرد۔

الغَرَثِيُّ: بھوکے عورت۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ ر د - الغَرْدُ: چچھانا، (غین اور راء دونوں مفتوح)۔

غَرِدَ الطَّائِرُ: پرندہ چچھایا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل غَرْدٌ ہے۔ غَرْدٌ تَغْرِيدٌ اور تَغَرْدٌ تَغَرْدٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

غ ر ر - الغُرَّةُ: (غین مضموم) گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی جو درہم کی گولائی سے زیادہ ہو۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ أَعْرُ الإِعْرُ کا معنی سفید بھی ہے۔

مضموم) بے وطن، اجنبی، غیر مانوس۔ اس کی جمع الغُرَبَاءُ ہے۔

الغُرَبَاءُ کا معنی دور کے رشتہ دار بھی ہیں۔ اَعْتَرَبَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے غیر رشتہ داروں میں شادی کی۔ حدیث شریف میں ہے: اَعْتَرَبُوا لَا تَضُؤُوا: غیروں میں شادیاں کرو، اپنی اولاد کو نانا تو اس نہ کرو۔ اس حدیث کی تشریح اور تفسیر بذیل مادہ 'ض و ی' میں بیان کی گئی ہے۔

التَّغْرِيبُ: جلا وطن یا ملک بدر کر دینا۔

اَغْرَبَ: اس نے ایک عجیب بات کی، یا

کہی۔ اَغْرَبَ کا معنی وہ غریب اور بے وطن ہو گیا، بھی ہے۔ اَسْوَدُ غَرِيبٌ بروزن قندیل: کالا سیاہ۔ جب تم یہ کہو کہ

غَرَابِيْبُ سُودٌ: تو اس صورت میں سود، غرابیب کا بدل ہوگا کیونکہ رنگوں کی تاکید مومکد سے پہلے نہیں آتی۔

الغَرِبُ وَالْمَغْرِبُ: دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

غَرَبَ: وہ دور چلا گیا۔ کہا جاتا ہے: اَغْرُبُ عَنِّي مجھ سے دور ہو جا۔

غَرَبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہو گیا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔

الغَرْبُ بروزن الضَّرْبُ: بڑا ڈول۔

غَرُبَ كُلُّ شَيْءٍ کا معنی ہر چیز کی حد بھی ہے۔

الغُرُورُ: کا معنی دوائی کے غرارے کرنا بھی ہے۔

الغُرُورُ: (غین مضموم) مال و متاع دنیا کے ذریعے غفلت اور دھوکے کا شکار ہونا ہے۔

الغِرَارُ: (غین مکسور) اونٹنی کے دودھ میں کمی واقع ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا

غِرَارَ فِي الصَّلَاةِ: نماز میں رکوع و سجود میں کمی کرنا نہیں ہے، یعنی نامکمل سجدہ

یا رکوع کرنا نہیں ہے۔ الغِرَارَةُ (غین مکسور) اس کی جمع غِرَارَاتُ ہے۔ بمعنی

چارہ، بھوسہ۔ میرا خیال ہے کہ یہ معرب ہے۔

غَرَّةٌ يَغْرُهُ (غین مضموم) غُرُورًا: اس نے اسے دھوکا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا

غَرَّكَ بِفُلَانٍ: تم نے اسے دھوکا دینے کی جرأت کیسے کی۔

التَّغْرِيرُ: دھوکہ دینے کی خواہش رکھنا۔ غَرَّرَ بِنَفْسِهِ تَغْرِيرًا وَتَغْرِيرَةً: (غین مکسور) اس نے اپنے آپ کو خطرے میں

ڈال دیا۔

الغُرُغُورَةُ: روح کا حلق میں انک جانا۔

غ ر ز - غَرَزَ الشَّيْءُ بِالْأَبْرَةِ: اس نے کسی چیز کو سوئی کے ساتھ چھویا۔ اس کا

باب حَضْرَبَ ہے۔ الغَرِيضَةُ بَرُوزِن الغَرِيْبَةُ: مزاج اور طبیعت۔

غ ر س - غَرَسَ الشَّجَرُ: اس نے پودا

قَوْمٌ غُرَانٌ أَوْ رَجُلٌ أَعْرُ: شریف لوگ اور شریف شخص بھی۔

فُلَانٌ غُرَّةٌ قَوْمِهِ: فلاں شخص اپنی قوم کا سردار ہے۔ غُرَّةٌ كُلُّ شَيْءٍ: ہر چیز کا

اول اور اشرف۔ الغُرَّةُ: غلام اور لونڈی۔ حدیث شریف میں ہے: فِي الْجَنِينِ

بِغُرَّةٍ: گویا آپ ﷺ نے سارے جسم کو بغرَّة قرار دیا ہے۔

رَجُلٌ غِرٌّ: نا تجربہ کار آدمی۔ جَارِيَةٌ غِرَّةٌ وَغِرِّيْرَةٌ اور غِرٌّ بھی۔ نا تجربہ کار

لونڈی۔

الغِرَارَةُ: نوعمری۔ لا ابالی پن (غین مفتوح) اس کا اسم الغِرَّةُ (غین مکسور)

نوعمری و نا تجربہ کاری۔ الغِرَّةُ: کا معنی غفلت بھی ہے۔

الغَارُ: (راء مشدّد) غافل۔ اغْتَرَّ الرَّجُلُ وَاغْتَرَّ بِالشَّيْءِ: آدمی کو دھوکا لگا۔

الغَرَرُ: (غین اور راء دونوں مفتوح) خطر، ڈر۔ پیغمبر علیہ السلام نے بیع غور سے منع فرمایا۔ اس کی مثال پانی کے اندر کی

مچھلیوں کی اور فضا میں اڑتے پرندوں کی خرید و فروخت ہے۔

الغُرُورُ: شیطان۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَغْرُنْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ: اللہ کے معاملے میں شیطان تمہیں دھوکا نہ دے۔

أَعْرَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ڈبو دیا۔  
عَرَقَهُ کا معنی بھی یہی ہے، اس کا اسم  
مفعول مُعْرَقٌ ہے، اور غَرِيقٌ ہے۔  
لِجَمَامٍ مُعْرَقٍ بِالْفَضِيَّةِ: چاندی کا جزاء  
کی ہوئی لگام۔

التَّغْرِيقُ کا معنی مطلق قتل بھی ہے۔  
أَعْرَقَ النَّازِعُ فِي الْقُوسِ: تیر انداز  
نے کمان کا چلہ چڑھایا۔ میرا کہنا ہے کہ یہی  
لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالنَّازِعَاتُ  
عَرِقَاتٌ: ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ  
لیتے ہیں۔

الاسْتِغْرَاقُ: استیعاب، مکمل اشہاک۔  
پوری طرح احاطہ کرنا۔ الْغَرْنِيقُ (غین  
مضموم، نون مفتوح) لمبی گردن والا آبی  
جانور، سارس سے مشابہہ پرندہ۔

غ ر ق أ - الْغَرِيقِيُّ: انڈے کی سفیدی  
کی جھلی۔

غ ر ق د - الْغَرِيقُ: بروزن الْفَرِيقُ:  
ایک درخت۔ بقیع الْغَرِيقُ: مدینہ  
شریف میں قبرستان کا نام۔ اسے جنت  
البتح کہتے ہیں۔

غ ر م - الْغَرَامُ: دائمی شر اور دائمی دکھ اور  
عذاب۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ عَذَابَ أَهْلِهَا  
كَأَنَّ عَرَامًا: بے شک اس کا عذاب بڑی  
تکلیف دہ چیز ہے۔ ابو عبیدہ نے اس کا معنی  
بتایا ہے کہ ان کے لئے ہلاکت اور مستقل  
طور پر ساتھ رہنے والا دکھ۔

لگایا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

الْغِرَاسُ: کھجور کے درخت کی شجر کاری  
یا چھوٹا پودا جو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری  
جگہ لگایا جاتا ہے۔ اس کا معنی شجر کاری کا  
وقت بھی ہے۔

غ ر ض - الْغَرَضُ: نشانہ جس پر تیر اندازی  
کی جاتی ہے۔ فَهَيْمٌ غَرَضَةٌ: اس نے اس  
کا مقصد سمجھ لیا یا بوجھ لیا۔

غ ر ف - عَرَفَ الْمَاءَ بَيِّدَهُ: اس نے  
چلو سے پانی پیا۔ باب ضَرْبٌ.

أَعْتَرَفَ مِنْهُ: اس نے اس سے چلو بھر  
پانی پیا۔

الْغَرَفَةُ: (غین مفتوح) ایک دفعہ کا پینا۔  
اسی لفظ کو غین مضموم کے ساتھ کہیں تو یہ اسم  
مفعول ہے کیونکہ جب تک چلو بھر پانی پیا  
نہ جائے تب تک اسے غَرَفَةٌ نہیں کہہ  
سکتے۔ اس کی جمع غِرَافٌ ہے۔ اس کی  
مثال نَطْفَةٌ کی جمع نَطَافٌ ہے۔

الْمِغْرَفَةُ: (میم مکسور) جس سے چلو  
بھرا جائے۔

الْغُرْفَةُ الْعِلْيَةُ: بالا خانہ۔ اس کی جمع  
غُرَفَاتٌ (راء مضموم، مفتوح اور ساکن)  
اور غُرُقٌ ہے۔

غ ر ق - عَرِقَ فِي الْمَاءِ: وہ پانی میں  
غرق ہو گیا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ اس  
کا اسم فاعل غَرِيقٌ اور غَارِيقٌ ہے۔  
أَعْرَقَهُ: اس نے اسے ڈبو دیا۔

پھوٹ ڈال دی۔ اس کا اسم الغرارة ہے۔  
غَرَى یہ: وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا  
باب صَدَى ہے۔ اور اس کا اسم الغراء  
ہے۔ (غین مفتوح اور مضموم)۔

الغَرُو: تعجب۔  
قَدْ غَرَا: اسے تعجب ہوا۔ اس کا باب عَدَا  
ہے۔ لوگوں کا قول ہے: لَا غَرُو: تعجب کی  
بات نہیں ہے۔

غ ز ر - الغَزَارَةُ: کثرت۔ اس کا باب  
ظرف ہے، اور اسم فاعل غَزِيرٌ ہے۔  
غَزَّة: شام کی پہاڑیوں پر واقع جگہ جہاں  
نبی کریم ﷺ کے جد ہاشم کی قبر ہے۔

غ ز ذ - الغَز: ترکوں کی ایک قوم یا نسل۔  
غ ز ل - الغَزَال: ہرن جس وقت کلیں  
بھرتا ہے۔ اس کی جمع غَزَلَةٌ اور غَزْلَانٌ  
ہے۔ اور اس کی مثال غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ  
ہے۔

غَزَالَةُ الضَّحَى: دن کا پہلا حصہ۔  
الغَزَالَةُ کا معنی سورج بھی ہے۔  
غَزَلَتِ الْمَرْأَةُ الْقَطْنَ: عورت نے  
روئی کا تلی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔  
اغْتَزَلْتُهُ: اس عورت نے اسے کاتا۔  
الغَزْلُ: کاتی ہوئی روئی وغیرہ۔

المُغْزَلُ: (میم مضموم اور کسور) چرخا جس  
پر روئی اور اون کاتتے ہیں۔ الغَزَاءُ کا قول  
ہے کہ یہ لفظ دراصل مضموم کہیم ہے کیونکہ یہ

رُجُلٌ مَغْرَمٌ: قرض اور تاوان تلے دیا ہوا  
شخص۔ اُغْرِمَ بِالشَّيْءِ: وہ کسی چیز پر  
فریفتہ ہو گیا۔

الغَرِيمُ: مقروض۔ کہا جاتا ہے: خُذْ مِنْ  
غَرِيمِ السُّوءِ مَا سَنَحَ: نادر ہندہ  
یا بڑے مقروض جو مل سکے لے لو، غَرِيمٌ کا  
معنی قرض خواہ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ  
كَثِيرٌ کا قول ہے:

قَضَى كُلَّ ذِي دَيْنٍ فَوَفَّى غَرِيمَهُ  
وَعَزَّةٌ مَمْطُولٌ مُعْنَى غَرِيمِهَا  
أَغْرَمَهُ اور غَرَمَهُ تَغْرِيمًا: کا ایک ہی معنی  
ہے۔

الغَرَامَةُ: تاوان یا جرمانہ۔ جس کی ادائیگی  
لازمی ہوتی ہے۔ المَغْرَمُ اور الغَرْمُ  
دونوں کا معنی بھی یہی ہے۔  
قَدْ غَرِمَ الرَّجُلُ الدِّيَةَ: (وال کسور)  
غَرَمًا آدِی پر تاوان ڈالا گیا۔

غ ر ا - الغَرَاءُ: گوند جس سے کاغذ وغیرہ  
چپکاتے ہیں، اگر غین کو مفتوح کریں تو الف  
مقصور ہوگا اور اگر غین کو کسور کریں تو الف  
مدود ہوگا۔ یعنی الغَرَى اور الغَرَاءُ مثلاً:  
کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً: غَرَوْتُ الْجِلْدَ  
بِالغَرَاءِ: میں نے جلد کو گوند کے ساتھ  
چپکایا۔ اور اُغْرَيْتُ الْكَلْبَ بِالصَّيْدِ:  
میں نے کتے کو شکار پر ابھارا۔  
أَغْرَيْتُ بَيْنَهُمْ: میں نے ان کے درمیان

أُغْزِلُ سے مشتق ہے یعنی اُدْبِرَ وَفُتِلَ: غ س ق - الْغَسَقُ: رات کی ابتدائی تاریکی۔  
(اسے پھیرا گیا اور بٹا گیا)۔

أُغْزِلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے چرخا چلایا۔  
رَجُلٌ غَزِلٌ: عورتوں سے اظہار محبت کرنے والا آدمی۔

قَدْ غَزِلَ: اس نے عورتوں سے اظہار محبت کیا یا غزل کہی۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ ز ا - غَزَوْتُ الْعَدُوَّ: میں نے دشمن سے جنگ کی۔ اس کا باب عدا ہے۔ اور اس کا اسم الْغَزَاةُ ہے۔

رَجُلٌ غَازٍ: غازی مرد۔ جنگجو مرد۔ اس کی جمع غَزَاةُ ہے۔ اس کی مثال قاضی کی جمع قُضَاةُ ہے۔ دوسری مثال سَابِقُ کی جمع سُبُقُ ہے۔ اس کی ایک جمع غَزِيَّةُ ہے۔

جس کی مثال حَاجٌّ کی جمع حَجِيجٌ ہے اور قَاطِنٌ کی جمع قَطِيْنٌ ہے۔ ایک اور جمع غَزَاءٌ ہے جس کی مثال فَاسِقٌ کی جمع فُسَاقٌ ہے۔

أُغْزَاهُ: اس نے اسے جنگ کے لئے تیار کیا یا آمادہ کیا۔

مَغْزَى الْكَلَامِ: بات کا مغز یا خلاصہ یا لب لباب۔ اس میں میم مفتوح اور زای مفتوح۔ عَرَفْتُ مَا يُغْزَى مِنْ هَذَا الْكَلَامِ: میں سمجھ گیا کہ اس کلام کا مقصد کیا ہے۔

الغاسق: شفق غائب ہونے کے بعد کا رات کا وقت۔ قول خداوندی ہے: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ: اور شب تاریک کے شر سے جب اس کا اندھیرا اچھا جائے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: جب رات داخل ہو جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چاند ہے۔

الغساق: ٹھنڈا اور بدبودار۔ اسے مخفف اور مشدّد دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی میں یہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی: إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا وَغَسَاقًا.

غ س ل - غَسَلَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو دھویا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم الْغُسْلُ ہے، (سین مضموم بھی اور ساکن بھی)۔

الغسل: (غین کسور) برگِ عظمیٰ وغیرہ جس سے سردھویا جاتا ہے۔ الأخفش کا قول ہے: اسی سے الْغُسْلِيْنُ کا لفظ مشتق ہے۔ اس کا معنی اہل دوزخ کے گوشت اور خون کا دھوون ہے۔ اس میں صرف یاء اور نون کا

اضافہ کیا گیا ہے۔

اغتَسَلَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی کے ساتھ غسل کیا۔ الْعَسُولُ: وہ پانی جس سے غسل کیا جائے۔ الْمُغْتَسَلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ: یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی اور مشروب یعنی پینے کا پانی ہے۔

غ ش م - الْعَشْمُ: ظلم، زیادتی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

غ ش ا - الْعِشَاءُ: ڈھکن، پردہ۔

جَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ عَشْوَةً: (غین مفتوح مضموم اور کسور) اس نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

عِشَاوَةٌ: پردہ۔ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے۔ فَأَعَشَيْنَاهُمْ فَهَمْ لَا يُبْصِرُونَ: پس ہم نے ان پر پردہ ڈال دیا تو انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

الْعَاشِيَةُ: قیامت جو اپنی ہولناکیوں کے ذریعے چھا جائے گی۔

الْعَاشِيَةُ: زمین کا غلاف۔

عِشَاءُ تَغْشِيَةُ: اس نے اسے ڈھانپ لیا یا ڈھک دیا۔

عَشِيَهُ بالسَّوْطِ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔

عَشِيَهُ عِشْيَانًا: وہ اس کے پاس آیا۔

أَعَشَاهُ إِسَاءً غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے ڈھانپ دیا یا اسے کسی اور نے اکسایا یا بھڑکایا۔

عُشِيَ عَلَيْهِ: اس پر غشی آگئی۔ (غین مضموم) عَشِيَةً وَعِشْيَانًا وَعِشْيَانًا:

مردوں کے نہانے کی جگہ۔ اس کی جمع مَغَاسِلُ ہے۔

الْمَغْسِلُ: (سین مفتوح اور کسور) مردوں کے نہانے کی جگہ۔ اس کی جمع مَغَاسِلُ ہے۔

الْفَسَالَةُ: جس سے کوئی چیز دھوئی جائے۔

وَشَيْءٌ عَسِيْلٌ وَمَغْسُوْلٌ: دھلی ہوئی چیز۔

مِلْحَفَةٌ عَسِيْلٌ: ڈھلا ہوا لحاف۔ شاید عَسِيْلَةٌ پر لغت کا حکم لاگو ہوتا ہے مثلاً: النِّطِيْحَةُ: یعنی ٹکروں سے مرا ہوا جانور بطور مفعول۔ حضرت حنظلہ بن الراحب رضی اللہ عنہ کو عَسِيْلُ الملائكة کہا جاتا ہے۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور انہیں فرشتوں نے غسل میت دیا تھا۔

غ ش ش - عَشِيَهُ يَعْشُوهُ: (غین مضموم) عِشَاءً: (غین کسور) اس نے اسے دھوکا دیا۔

شَيْءٌ مَغْسُوْسٌ: ملاوٹ والی یاد دھوکے والی چیز۔

کی جمع اَغْصَان، غُصُون، غِصْنَة۔  
اس کی مثال قُرْطٌ اور قِرْطَة ہے۔ غِصْن  
الغُصْن: اس نے درخت کی ٹہنی کاٹ  
دی۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ اَبُو  
الغُصْن: تجا کی کنیت ہے۔ تجا شیخ حلی کی  
طرح ایک فرضی مزاحیہ کردار ہے۔

غ ض ب - غَضِبَ عَلَیْهِ: وہ اس پر  
ناراض ہوا۔ اس کا باب طَرْب ہے۔  
مَغْضَبَةٌ: غصہ اور ناراضگی۔ اس کی مثال  
اور وزن مَسْرَبَةٌ ہے۔

رَجُلٌ غَضْبَانٌ: ناراض اور غضب بھرا  
شخص۔

امْرَأَةٌ غَضْبِيٌّ: غضبناک عورت۔ قبیلہ  
بنی اسد کے لہجے میں ایسی عورت کو غَضْبَانَةٌ  
کہتے ہیں۔ وہ اسی طرح دوسرے الفاظ  
مِلَانَةٌ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ بولتے  
ہیں۔

قَوْمٌ غَضْبِيٌّ وَغَضَابِيٌّ: غضبناک قوم۔  
اس کی مثال سَكْرِيٌّ اور سُكَّارِيٌّ ہے۔  
رَجُلٌ غَضْبَةٌ: (غین اور صاد دونوں مضموم اور  
باء مشدّد) سر لُج الغضب آدمی۔

غَضِبَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے  
ناراض ہوا۔ اگر فلاں شخص زندہ ہو اور اگر وہ  
مر گیا ہو تو غَضِبَ بہ کہتے ہیں۔

غَاظِبَةٌ: اس نے اسے ناراض کر دیا۔ قول  
خداوندی ہے: "مُغَاظِبًا" اپنی قوم سے  
ناراض ہو کر۔

(غین اور شین دونوں مفتوح) اس کا اسم  
مفعول مَغْشِيٌّ عَلَيْهِ: جسے غشی آگئی ہو۔  
اسْتَعْشَى بِثَوْبِهِ: اس نے کپڑا اوڑھ  
لیا۔

وَاعْشَى بِهِ كَابِئِي مَعْنَى هِيَ - یعنی اس  
نے اپنا آپ ڈھانپ لیا۔

غ ض ب - النَّضْبُ: جبر و ظلم سے کسی کی  
کوئی چیز لے لینا۔ اس کا باب ضَرْب  
ہے۔ کہتے ہیں: غَضِبَهُ مِنْهُ: اس  
نے چیز اس سے چھین لی، یا جبراً لے لی۔  
الإغْتِصَابُ کا بھی یہی معنی ہے۔ جبراً  
چھینی ہوئی چیز کو غصب یا مَغْصُوبُ کہتے  
ہیں۔

غ ض ص - النُّصَّةُ: گلا گھٹنا۔ پھندا  
لگنا۔ اندوہ۔ غم اس کی جمع غُصَصٌ ہے۔  
الغُصَصُ: (غین اور صاد دونوں مفتوح)  
اس کا مصدر غَصِصْتُ بِالطَّعَامِ: مجھے  
کھانے سے گلے میں پھندا لگ گیا۔  
أَغْصُ غُصَصًا: مجھے گلے میں پھندا لگتا  
ہے۔

غَاضُّ بِهِ: جس سے گلے میں پھندا لگے۔  
غَضَّانٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

أَغْصِنِي غَيْرِي: مجھے کسی دوسرے نے  
پھندا لگوا دیا۔

الْمَنْزَلُ غَاضٌّ بِالْقَوْمِ: گھر لوگوں  
سے بھرا پڑا ہے۔

غ ض ن - الغُصْنُ: درخت کی ٹہنی۔ اس



غ ض ف ر - الغَضْنَفْرُ: شیر۔

غ ض ی - الغَضْيُ: درخت۔

الْإِغْضَاءُ: بھوسوں کا قریب قریب کرنا۔

غ ط س - الْغَطْسُ فِي الْمَاءِ: پانی

میں ڈبکی لگانا۔ غوطہ دینا۔

قَدْ غَطَسَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے اسے

پانی میں غوطہ دیا۔ الْمِغْنَطِيسُ: مقناطیس

بروزن الزنجبیل۔ ایک خاص پتھر جو

لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ کلمہ معرب

ہے۔

غ ط س: أَعْطَشَ اللَّهُ اللَّيْلَ: اللہ نے

رات کو تاریک کیا۔ أَعْطَشَ اللَّيْلَ: رات

تاریک ہوگئی۔

غ ط ط - غَطَّطَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے

اسے پانی میں غوطہ دیا۔ اس کا باب رَدَّ

ہے۔ اِنْغَطَّ فِي الْمَاءِ: اسے پانی

میں غوطہ لگ گیا۔ یا اس نے پانی میں غوطہ

کھایا۔ غَطِيطُ النَّائِمِ وَالْمَخْنُوقِ

نَخِيْرَةٌ: سوتے میں خراٹے لینا اور گلا گھٹنے

سے نکلنے والی خرخراہٹ کی آواز۔

غ ط ی - الْبِنْتَاءُ: پردہ، ڈھکن۔ جس

سے کچھ ڈھانکا یا ڈھانپا جائے۔ غَطَّاهُ

تَغْطِيَةٌ: اس نے اسے ڈھک دیا یا

ڈھانپا۔ یہ کلمہ بغیر طاء مشدّد کے صرف

غطاہ بھی ہے اور اس کا معنی بھی یہی

ہے۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

غ ف ر - الْغَفْرُ: ڈھلنا۔ اس کا باب

ضَرَبَ ہے۔

الْمِغْفَرُ: بروزن الْمِبْضَعُ: خود،

ہیلٹ۔ سُرْ کی گولائی کے مطابق جالی دار

إِمْرَأَةٌ غَضُوبٌ: چڑچڑی عورت۔

الْغَضْبُ الْأَحْمَرُ: شدید غضب۔ کہا

جاتا ہے: أَحْمَرُ غَضْبٌ: یعنی شدید

غضب۔

غ ض ض - غَضَّ طَرْفَهُ: اس نے اپنی

نظر جھکا لی۔

غَضٌّ مِنْ صَوْتِهِ: اس نے اپنی آواز

دھیمی کر دی۔

كُلُّ شَيْءٍ كَفَفْتَهُ فَقَدْ غَضَّضْتَهُ: ہر

وہ چیز جسے تو روکے گویا تم نے اسے چھپا

لیا۔ ان تمام افعال کا باب رَدَّ ہے۔ اہل حجاز

کے لہجے میں اس سے فعل امر اَغْضَضْ

مِنْ صَوْتِكَ ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے

میں غَضَّ طَرْفَكَ یعنی اپنی نظریں نیچی

کرو۔ اس کا امر ہے۔ وہ ضاد کا ادغام

کرتے ہیں۔

ظَبْيِي غَضِيضُ الطَّرْفِ: ناقص نظر

ہرن۔ یا کمزور نظر ہرن۔

غَضُّ الطَّرْفِ: تکلیف یا آزار کا

احتمال۔ شَيْءٌ غَضٌّ: تروتازہ چیز۔ اس

لفظ کو یوں استعمال کیا جاتا ہے: غَضَّضْتُ

(ضاد مکسور اور مفتوح) غَضَّاضَةً

وَعَضُوضَةً: تم تروتازہ ہو۔ ہر تروتازہ

چیز غَضٌّ کہلاتی ہے۔ مثلاً: شباب یعنی

جوانی وغیرہ۔

غَضٌّ مِنْهُ: اس نے اس کی قدر و منزلت کم

کر دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے

كَرَّ لَيْسَ عَلَيْهِ فِي هَذَا الْأَمْرِ

غَضَّاضَةً: اس معاملہ میں اس پر کوئی

ذلت رسوائی نہیں ہے۔

سے غافل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور  
غَفْلَةٌ ہے۔

أَغْفَلَهُ عَنْهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے  
اس سے غافل کر دیا۔

أَغْفَلَ الشَّيْءُ: کسی چیز کا یاد سے اتر  
جانا۔

تَغَافَلَ عَنْهُ: اس نے اس سے غفلت یا  
لا پرواہی کی۔

تَغَفَّلَهُ: اس نے اس سے غفلت کا بہانہ  
کیا۔ ان جان بن جانا۔

المَغْفَلَةُ فِي الْحَدِيثِ: نچلے ہونٹ اور  
تھوڑی کا درمیانی حصہ۔ (حدیث شریف

میں اس لفظ کا یہ معنی ہے)۔

غ ف ا - أَعْفَى: وہ سو گیا۔ ابن السکیت کا  
قول ہے کہ اسے غَفَا نہیں کہنا چاہئے۔

غ ل ب - عَلَبَ: اس کا باب ضَرَبَ  
ہے۔ مصدر عَلَبَةٌ اور عَلَبًا ہے۔ (دونوں

لام مفتوح) اس نے اس پر غلبہ پالیا۔

غَالِبَةٌ مُغَالِبَةٌ وَغَلَابًا: (غین مکسور) کا  
معنی بھی یہی ہے۔

تَغَلَّبَ عَلَى الْبَلَدِ: وہ ملک پر جبراً  
قابض ہو گیا۔

الغَلَابُ: شدید غلبہ والا۔

المُغْلَبُ: بار بار مغلوب ہونے والا۔

تَغْلِبُ: (لام مکسور) ایک قبیلہ کا مورث  
اعلیٰ۔ اس کی صفت نسبتی التَّغْلِبِيُّ لام

مُتَّي ہوئی زَرَّه جو قلنسوة کے نیچے سر پر  
پہنی جاتی ہے۔

اسْتَغْفَرَ اللَّهُ لِذَنْبِهِ وَمِنْ ذَنْبِهِ:  
اس نے اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت

مانگی۔

فَغَفَّرَ لَهُ: تو اللہ نے اس کی مغفرت کر  
دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ غَفَّرَ أَنَا

اور مغفِرَةٌ بھی ہے۔ اغْتَفَرَ ذَنْبَهُ کا معنی  
بھی یہی ہے۔ اس کا اسم فاعل غَفُورٌ

ہے۔ اس کی جمع غَفُورٌ ہے۔ اس میں غین  
اور فاء دونوں مضموم ہیں۔ لوگوں کا یہ قول

ہے کہ:

جَاءُوا جَمَاءَ غَفِيرًا: (الف ممدود)  
اور الجَمَاءُ الغَفِيرُ: وہ اپنی سب

جماعت لے کر آگئے جس میں ہر شریف  
اور رذیل شامل تھا۔ ان میں سے کوئی بھی

چھوٹا نہ تھا۔ اور وہ بڑی تعداد میں تھے۔

الجَمَاءُ الغَفِيرُ کو مصدر ہونے کے لحاظ  
سے نصب دی گئی۔ مثلاً: تمہارا یہ قول کہ

جَاءُوا جَمِيعًا وَطَرًا وَقَاطِبَةً  
و كَافَّةً: یعنی وہ سب کے سب آگئے۔ اور

الف لام کی مثال أَوْرَدَهَا الْعِرَاقَ کی  
کا ہے۔

غ ف ص - غَافِصَةٌ: اس نے اسے اچانک  
جالیا۔ یا اسے بے خبری میں جا پکڑا۔

غ ف ل - غَفَلَ عَنِ الشَّيْءِ: وہ چیز

بِغَلَسٍ کہتے ہیں۔

غ ل ص م - الْغُلُصَّةُ: حلقوم کا سرا۔ یہ گلے میں سب سے زیادہ ابھری ہوئی جگہ ہے۔

غ ل ط - غَلَطَ فِي الْأَمْرِ: اس سے کام میں غلطی ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

أَغْلَطَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس سے غلطی کرا دی۔ عرب کہتے ہیں کہ غَلِطَ

فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے میں غلطی کی، اور غَلِطَ: اس نے حساب میں غلطی کی۔

اور بعض اسے ایک ہی معنی و مفہوم کے دو مختلف لہجے کہتے ہیں۔

غَالِطَةُ: اس نے اسے مغالطہ دیا۔ یاد ہوگا دیا۔ غَلَطَهُ تَغْلِيْطًا: اس نے اسے کہا کہ

تم نے غلطی کی ہے۔

الْأَغْلُوْطَةُ: الف مضموم۔ مسائل میں جسے غلط قرار دیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ

نے اغلوطات سے منع فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ نے غلطی میں ڈالنے والے سوالات

کرنے سے منع فرمایا۔

غ ل ظ - غَلَطَ الشَّيْءُ: (غین مضموم) غِلَطًا: چیز گاڑھی ہوگئی۔ غِلَطًا بروزن

عِنْبًا. اسْتَغْلَطَ کا معنی بھی یہی ہے۔ رَجُلٌ فِيْهِ غِلْطَةٌ: ایک شخص جس کے

اندر درستی اور کھٹکی ہو۔ غِلْطَةٌ کا غین مکسور، مضموم اور مفتوح تینوں حرکتوں کے

ساتھ ہے۔

مفتوح ہے۔ (یاء کے ساتھ آگے پیچھے

ایک ہی جگہ دو کسریں باء زریں آنے سے بنتے ہوئے) شاید اسے اس لیے مکسور کیا

گیا کہ اس میں دو حرف غیر مکسور ہیں۔ لہذا نَمِرٌ کی صفت نسبتی میں اس میں فرق ہو

گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب ہے کہ نَمِرٌ میں صرف ایک حرف غیر مکسور ہے،

لہذا اس کی صفت نسبتی کسرہ سے نہیں بلکہ فتح سے بنائی گئی۔ صاحب کتاب نے کہا کہ

حَدِيثُ قَتْلِ عُلْبَاءِ بَرْزَنْ حَمْرَاءُ یعنی درختوں لپٹا ہوا باغ۔ یاد رختوں بھرا باغیچہ۔

حَدَائِقُ غُلْبٍ: درختوں بھرے باغ۔ الْعُلْبَةُ أَوْ الْعُلْبَةُ: جبر اور قہر۔

غ ل ت - غَلِطَ: اس کی مثال غَلِطَ وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے یعنی اس سے

غلطی ہوگئی۔ یا بھول ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ ابو عمرو کا قول ہے: الْغَلِطُ:

حساب میں غلطی کرنا ہے۔ اور الْغَلْطُ: بات کرنے میں غلطی کرنا ہے۔

غ ل س - الْفَلَسُ: غین اور لام دونوں مفتوح) آخری رات یعنی رات کے آخری

حصے کی تاریکی۔

التَّغْلِيْسُ: منہ اندھیرے چل پڑنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: غَلَسْنَا الْمَاءَ: یعنی

ہم منہ اندھیرے پانی کے گھاٹ پر گئے۔ اس طرح منہ اندھیرے نماز پڑھنے کو بھی

چڑھ گیا ہو اور اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی ہو۔ قول خداوندی ہے: وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ:

انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔

رَجُلٌ أَعْلَفٌ: غیر محتون شخص۔ ہر وہ چیز جو غلاف میں لپٹی ہو، اَعْلَفٌ کہلاتی ہے۔

غ ل ق - أَعْلَقَ الْبَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ اس کا اسم مفعول مُعْلَقٌ ہے اور اسم الغلق ہے۔

غَلَقَهُ: ان معنوں میں یہ لفظ رومی اور متروک ہے۔ غَلَقَ الْأَبْوَابَ: اس نے سارے دروازے بند کئے۔ غلق پر تشدید کثرت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے لوگوں نے اسے اَعْلَقَ ہی کہا ہو۔

الغلقُ (غین اور لام دونوں مفتوح)۔

المغلقُ: وہ چیز جس سے دروازہ بند کیا جائے۔ غَلَقَ الرَّهْنُ: اس کا باب طرب ہے معنی رہن بند ہو گیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب مشروط وقت کے اندر اندر تک رہن نہ ہو تو پھر رہن یعنی جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی گئی ہو وہ اس چیز کا مالک اور حقدار ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ: رہن کو روکا نہیں جاسکتا۔ اسْتَعْلَقَ عَلَيْهِ الْكَلَامُ: اسے بات کرنا مشکل ہو گیا۔

غِلَاطَةٌ: (غین مکسور) کھردار پن۔ موٹاپا۔

أَعْلَطَ لَهُ فِي الْقَوْلِ: اس نے اس سے کزنگی سے بات کی۔

غَلَطَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ تَغْلِيظًا: اس نے اس پر چیز سخت کر دی۔ اللَّيْثَةُ الْمُغْلَطَةُ: دیت مغلظہ اور اللَّيْمِينُ الْمُغْلَطَةُ: تاکیدی قسم۔

أَعْلَطَ الثُّوبَ: اس نے کھردرا اور موٹا کپڑا خریدا۔

اسْتَعْلَطَهُ: کھردرے پن کی وجہ سے اس نے کپڑا خریدا ناچھوڑ دیا۔

غ ل ف - الْغِلَافُ: غلاف۔

غِلَافُ السَّيْفِ: تلوار کی ڈھال۔ غِلَافُ الْغَارِ وَرَوَّةٌ: بوتل کا غلاف۔

غَلَفَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو تھیلے یا لفافہ میں رکھ دیا یا چیز پر غلاف چڑھا دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

أَغْلَفَهُ: اس نے اس کے لئے غلاف بنایا۔ أَعْلَفَهُ: اس کا معنی غلاف میں ڈالنا بھی ہے۔

تَغْلَفَ الرَّجُلُ بِالْغَالِيَةِ: آدمی نے عالیہ خوشبو لگائی۔

غَلَفَ بِهَا لِحَيْتَهُ: اس نے اپنی داڑھی میں عالیہ خوشبو لگائی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

قَلْبٌ أَعْلَفٌ: ایسا دل جس پر غلاف

کی اس آیت: وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُغْلَبَ  
میں یُغْلَبَ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں دونوں  
معانی کا احتمال ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ  
ہے کہ آپ ﷺ کے مال غنیمت میں  
خیانت کی جائے۔ یعنی مال غنیمت سے  
مال لیا جائے۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ  
خیانت کی تہمت دھری جائے یا آپ ﷺ  
سے خیانت منسوب کی جائے۔ ابو عبیدہ کا  
قول ہے کہ: الْغُلُولُ كَالْمَعْنَى خَاصٌّ كَرَمَالِ  
غَنِيمَةٍ سَهْوًا كَمَا لِيْنَا خِيَانَتِ كَرَمَالِ  
أُورِئِهِ اس کا معنی حد ہے۔ کیونکہ  
خیانت کے لئے لفظ اَغْلَبُ يُغْلَبُ استعمال  
ہوتا ہے۔ اور حد کے معنوں میں غَلَّ  
يُغْلَبُ (غین مکسور) کہا جاتا ہے۔ اور غُلُولُ  
غَلَّ يُغْلَبُ کا مصدر ہے۔  
اور اَغْلَبُ الرَّجُلُ: آدمی نے خیانت کی۔  
حدیث شریف میں ہے: وَلَا اَغْلَالُ  
وَلَا اَسْلَالُ: نہ خیانت اور نہ چوری، یہ  
بھی کہا گیا کہ اس کے ساتھ لَارِشْوَةِ اور  
نَدْرَشَوْتِ۔ امام شریح رحمہ اللہ کا قول ہے:  
لَيْسَ عَلَيَّ الْمُسْتَعْبِرِ غَيْرِ الْمَغْلَبِ  
ضَمَانًا: خیانت کار کے سوا کسی مستعبر  
یعنی کرایہ پر لینے والے پر کوئی تاوان نہیں  
ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ثَلَاثٌ  
لَا يُغْلَبُ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: مومن کا  
دل تین معاملات یا تین باتوں میں خیانت

كَلَامٍ غَلِقَ: مشکل کلام۔

غ ل ل - الْغَلَّةُ: غلہ، اناج۔ اس کی جمع  
الغَلَاتُ ہے۔

الغَلَالَةُ: ایک مخصوص کپڑا شلوکہ جو قمیض  
یا زرہ کے نیچے بھی پہنا جاتا ہے۔

الغِلُّ: غین مکسور۔ دھوکہ دینا اور حد کرنا  
بھی۔

قَدْ غَلَّ صَدْرُهُ يُغْلَبُ: (غین مکسور)  
غَلًا: وہ حد اور بغض سے بھر گیا۔

الغُلُّ: (غین مضموم) اس کی جمع الاغْلَالُ  
ہے، طوق، بیڑی، قلابہ۔ کہا جاتا ہے کہ:

فِي رَقَبَتِهِ غُلٌّ مِنْ حَدِيدٍ: اس  
کی گردن میں لوہے کا طوق پڑا ہے۔ اسی

سے مشتق لفظ غُلٌّ قَمَلٌ بَدْرُكَرَارٍ اور بَدْحَلِقُ  
کو کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ ہے عرب

لوگ قیدی کو چڑے کے تے سے باندھتے  
تھے جس پر بال موجود ہوتے۔ جب وہ

سوکھ جاتا تو اس میں جوئیں پڑ جاتیں اس  
طرح قیدی کو دودھری تکلیف ہوتی تھی۔

غَلَّ يَدُهُ إِلَىٰ عُنُقِهِ: اس نے اپنے ہاتھ  
اپنی گردن میں حائل کر دیئے۔

قَدْ غُلَّ: اسے بیڑی پڑ گئی ایسے شخص کو  
مَعْلُولٌ کہتے ہیں۔

الغُلُّ، الْغَلَّةُ اور الْغَلِيلُ: پیاس کی تپش۔  
غَلَّ مِنَ الْمَغْنَمِ يُغْلَبُ: (غین مضموم)

اس نے مال غنیمت میں خیانت کی۔ قرآن

آگیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ اور غَلِيَانًا بھی ہے جس میں غین اور لام دونوں مفتوح ہیں۔ اس کے بدلے غَلِيَيْت نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہتے۔

ابو الاسود الذنلی کا شعر ہے:

وَلَا أَقُولُ بِقَدْرِ الْقَوْمِ قَدْ غَلِيَيْتَ  
وَلَا أَقُولُ لِبَابِ الدَّارِ مَغْلُوقُ

”میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ قوم کی ہانڈی میں ابال آگیا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ گھر کا دروازہ بند ہے۔“

یعنی میں فصیح زبان بولنے والا ہوں۔ میری زبان میں لُحْن نہیں ہے۔

غَلَا فِي الْأَمْرِ: اس نے معاملے میں حد سے تجاوز کیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

غَلَا السَّعْرُ: زرخ گراں ہو گیا۔ اس کا مضارع يَغْلُوْا اور مصدر غَلَاءُ ہے۔

غَلَا بِالسَّهْمِ: اس نے حتی الامکان فاصلے پر تیر مارا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الغَلْوَةُ: تیر کا فاصلہ یعنی چھٹی دور تیر جاسکتا ہے۔

غَالِي بِاللَّحْمِ: اس نے قیمتاً گوشت خریدا۔

غَالٍ اور أَعْلَى بہ بھی: گراں۔ مہنگا۔ الغَالِيَةُ مِنَ الطَّيْبِ: ایک خاص عطریا خوشبو۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے اس کا یہ نام رکھا وہ سلیمان بن عبد

نہیں کرتا۔ اور جس نے اس حدیث میں يُغْلُ کی جگہ يَغْلُ روایت کیا ہے۔ تو اس کا معنی حد ہے۔ یعنی مومن کا دل تین باتوں میں کسی سے حد نہیں کرتا۔

أَغْلَتِ الضِّيَاعُ: زمین غلہ والی ہوگئی یعنی زمین سے غلہ پیدا ہونے لگا۔ أَغْلٌ غلہ سے مشتق ہے۔

أَغْلُ الْقَوْمِ: قوم کے پاس غلہ پہنچ گیا۔ فُلَانٌ يَغْلُ عَلَيَّ عِيَالِهِ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لاتا ہے۔

اسْتَعْلَلْتُ عَبْدَهُ: اس نے اپنے غلام سے کام لیا۔

اسْتِغْلَالُ الْمُسْتَعْلَلَاتِ: غلہ حاصل کرنا۔

میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری تَغْلَعْلَلٌ فِيهِ کا معنی ہے اس نے اس معاملے میں دخل دیا یا مداخلت کی۔

غ ل م - الغَلَامُ: لڑکا، خادم۔ اس کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔ اس کی مؤنث غُلَامَةٌ ہے۔ کسی نے گھوڑے کی تعریف میں کہا ہے: تَهَانٌ لَهَا الْغُلَامَةُ

والغَلَامُ: یہ گھوڑی ایسی ہے کہ اس کی خدمت میں کوتاہی کے لئے غلام اور لوٹڈی کو ڈانٹا جاسکتا ہے یا ان کی توہین بھی کی جاسکتی ہے۔

غ ل ی - غَلَّتِ الْقِدْرُ: ہانڈی میں ابال

سے بنایا جاتا ہے۔

قَدْ غَمَّرَتِ الْمَرْأَةُ وَجْهَهَا  
تَغْمِيرًا: عورت نے اپنے چہرے پر درس  
کا پلاؤ ملا تاکہ اس کے چہرے کا رنگ  
نکھرے۔ تَغْمَرْتُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الغَامِرُ مِنَ الْأَرْضِ: زمین کو خراب  
کرنے والا۔ اس کی ضد الغَامِرُ ہے۔ کہا  
گیا ہے کہ غَامِرٌ وہ شخص ہے جو زمین کی  
صلاحیت کے مطابق اس میں کاشت نہ  
کر سکے۔ غَامِرٌ اسے اس لئے کہا گیا ہے  
کہ پانی اس تک پہنچتا اور اسے بھردیتا ہے۔  
غَامِرٌ اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔ اس کی  
مثال سِرٌّ كَاتِمٌ چھپا ہوا بھید اور ماءٌ  
ذَائِقٌ بہتا ہوا پانی ہے۔ اسے اسم فاعل  
کے وزن پر اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ غَامِرٌ  
کے بالقابل ہو سکے۔ چنانچہ زمینوں کو پانی  
نہیں پہنچتا انہیں غَامِرٌ نہیں کہا جاتا۔

الْإِنْعِمَارُ: پانی میں ڈوب جانا۔

غ م ز - غَمَمَرْتُ الشَّيْءَ بِيَدِهِ وَغَمَمَرَهُ  
بِعَيْنِهِ: اس نے کسی چیز کی طرف ہاتھ سے  
اشارہ کیا اور اس کی طرف آنکھ سے اشارہ  
کیا۔ قول خداوندی ہے: وَإِذَا مَرُّوا بِنَهْمٍ  
يَتَغَامَرُونَ: جب وہ ان کے پاس سے  
گزرتے ہیں تو اشارے کنائے کرتے  
ہیں۔ اسی سے الغَمَمَرُ بالنَّاسِ مشتق ہے۔  
غَمَمَرْتُ الدَّابَّةَ مِنْ رَجُلِهَا: چوپایہ  
لنگڑا ہو گیا۔ تینوں فعلوں کا باب ضَرْبٌ

الملك ہے۔ ہم کہتے ہیں: تَغَلَّى بِالْغَالِيَةِ:  
اس نے عالیہ خوشبو لگائی۔

الغَلْوَاءُ الغَلْوُ: حد سے گزرنا۔ مبالغہ  
کرنا۔ اس کلمہ کا معنی جوانی کا آغاز اور نشاط  
بھی ہے۔

غ م د - غَمَدَ السَّيْفُ: اس نے تلوار  
نیام میں رکھ دی اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔  
مَغْمُودٌ: نیام میں رکھی ہوئی تلوار۔ غمد کا  
اسم مفعول ہے۔

أَغَمَدَهُ: اس نے تلوار نیام میں رکھی۔ اس  
کا اسم مفعول مُغْمَدٌ ہے۔ دونوں تلفظ فصیح  
ہیں۔

تَغَمَّدَهُ اللهُ بِرَحْمَتِهِ: اللہ اسے اپنی  
رحمت سے نوازے۔

غ م ر - الغَمْرُ: بروزن الجمر: بہت  
زیادہ۔ غَمَرَ الْمَاءُ: پانی زیادہ آگیا یا  
بلند ہوا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

الغَمْرَةُ بروزن الجَمْرَةِ: شدت اور  
تختی۔ اس کی جمع غُمَرٌ (میم مفتوح)  
ہے۔ اس کی مثال نَوْبَةٌ کی جمع نُوبٌ ہے۔  
غَمَرَاتُ الْمَوْتِ: موت یا جان کنی کی  
سختیاں۔

رَجُلٌ غَمْرٌ: (میم ساکن اور مضموم)  
نا تجربہ کار آدمی۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔  
اور اس کی مؤنث غَمْرَةٌ ہے بروزن  
غَمْرَةٌ۔

الغَمْرَةُ: ایک پلاؤ بھی ہے جو درس پودے

کیا، یعنی اس نے لین دین میں اس کے ساتھ تساہل برتا۔ اَعْمَصَّ کا بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلَا اَنْ تَعْمِضُوا فِيْهِ: بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو، کہا جاتا ہے کہ اَعْمَضُ اِلَيَّ فِيمَ بَعْتَنِي: تم نے جو مال مجھے فروخت کیا ہے۔ اس مال کے ناکارہ ہونے کے پیش نظر یا تو مجھے مال زیادہ دو یا قیمت میں سے کچھ کمی کرو۔

انغماض الطرف: نظر بچالینا۔

غ م ط - غَمِطَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کی ناشکری کی۔ اس کا باب فِهْمٌ اور ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غَمِطَ عَيْشُهُ: اس نے اپنی زندگی کو حقیر جانا۔ غَمِطَ النَّاسَ: لوگوں سے نفرت کرنا۔ ان کو حقیر جاننا اور نفرت کی نظر سے دیکھنا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْ سَفَهِ الْحَقِّ وَغَمِطِ النَّاسِ: یہ تو اس کا کام ہے جو حق بات سے چشم پوشی کرے اور بندگان خدا کو حقیر جانے۔

غ م م - الغم: دکھ، غم، اس کی جمع الغموم ہے۔ غَمَّةٌ فَاَنْغَمَ: اس نے اسے غمگین کر دیا تو وہ غمگین ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غَمَّةٌ فَاَنْغَمَ: اس نے اسے ڈھا تک دیا تو وہ ڈھا تکا گیا۔

الغمة: دکھ اور کرب، کہا جاتا ہے کہ اَمْرٌ

ہے۔

وَلَيْسَ فِي فُلَانٍ عَمِيْرَةٌ: فلاں شخص میں طعن کی کوئی بات نہیں ہے۔

غ م س - عَمَسَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے اسے پانی میں ڈبو دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الغَمَسَ اور اَعْتَمَسَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ: ارادہ جموٹی قسم جس سے گناہ لازم آتا ہو۔

غ م ص - غَمِضَهُ: اس نے اسے جموٹا سمجھا اور اسے وہ صحیح نظر آیا۔

غَمِضَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان دونوں کا باب فِهْمٌ ہے۔

الغَمِضُ: (غین اور میم دونوں مفتوح) آنکھ کا کچڑ یا چپڑ۔

قَدْ غَمِضْتُ عَيْنَهُ: اس کی آنکھوں میں کچڑ آیا ہے یا اس کی آنکھ آئی ہے۔ اس کا

باب طرب ہے۔

غ م ض - الغامِضُ من الكلام: غیر واضح اور مبہم کلام اس کی ضد الواضِحُ ہے۔ اس کا باب سہل ہے۔

غَمِضَةُ الْمُتَكَلِّمِ تَعْمِيْضًا: بات کرنے والے نے مبہم بات کی۔ تَعْمِيْضُ الْعَيْنِ:

صرف نظر کرنا۔ نظر بچانا۔ توجہ نہ کرنا۔ غَمِضَ عَنْهُ: اس نے اس سے صرف نظر



مفعول مُغْمِي عَلَيْهِ ہے۔ یعنی اس پر غمی چھاگئی۔

أُغْمِي عَلَيْهِ الْخَبْرُ: خبر سن کر اس پر غمی طاری ہوگئی۔ اور اس کی زبان بند ہوگئی۔

اس کی مثال غَمَّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صُمْنَا لِلْغَمِّ (غین مضموم و مفتوح) جب لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور رات ابر آلود ہو۔

غ ن م - الْغَنَمُ: بھیڑ بکری۔ اسم مؤنث ہے اور جنس پر بولا جاتا ہے اور مذکر و مؤنث

دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب اس سے اسم تصغیر بنانا چاہیں تو اس کے آخر میں 'ة' کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور غُنَيْمَةٌ

کہتے ہیں کیونکہ ایسے اسماء جمع جن سے لفظاً واحد کا صیغہ نہیں آتا جب یہ انسانوں کے علاوہ اسماء ہوں تو ان کے آخر میں 'ة'

تانیث کا اضافہ لازمی ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جائے گا: خَمْسٌ مِنَ الْغَنَمِ ذَكُورٌ:

بھیڑوں میں سے پانچ نر ہیں۔ ایسی صورت میں عدد مؤنث ہوگا۔ اگر مراد مینڈھے ہوں۔ کیونکہ تانیث اور تذكیر میں تو عدد لفظ

کے پیش نظر مذکر یا مؤنث آتا ہے نہ کہ معنی کے پیش نظر، یہی حکم ایل کا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

الْمَغْنَمُ اور الْغَنَيْمَةُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قَدْ غَنِمَ (نون مکسور) غَنَمًا: اس

غُمَّةً: مبہم بات۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً: پھر وہ

کام تم پر پوشیدہ اور مبہم نہ رہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا مجازی معنی تاریکی تنگی اور دکھ ہے۔

غَمَّ يَوْمُنَا: ہمیں آج گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔ ایسے دن کو يَوْمٌ

غَمٌّ: گرمی کا دن یا گرم کہتے ہیں۔ جس میں انسان کا دم گھٹتا ہو۔ اَعْمَمَ يَوْمُنَا كَمَا مَعْنَى بھی یہی ہے۔

لَيْلَةَ غَمٍّ: بھی گرم رات کو کہتے ہیں۔ اس میں رات کی صفت بطور مصدر استعمال کی گئی ہے۔ اس کی مثال مَاءٌ عَوْرَةٌ ہے۔

غَمَّ عَلَيْهِ الْخَبْرُ: بطور فعل مجہول۔ خبر اس پر دکھ بن کر ٹوٹ پڑی۔ اور وہ گنگ ہو کر رہ گیا۔ جیسے اس پر غمی طاری ہوگئی۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ غَمَّ الْهَيْلَالُ عَلَيَّ النَّاسِ: پہلی کا چاند بادلوں وغیرہ نے لوگوں سے چھپا دیا اور وہ نظر نہ آیا۔

الْغَمَامُ: بادل۔ اس کا واحد غَمَامَةٌ ہے۔ قَدْ اَغْمَتِ السَّمَاءُ: آسمان پر بادل چھا گیا یا چھا گئے۔

غ م ی - اُغْمِي عَلَيْهِ: (ہمزہ مضموم) اس پر غمی چھاگئی۔ ایسے شخص کو مُغْمِي عَلَيَّ کہتے ہیں۔

غُمِي عَلَيْهِ: (غین مضموم) اس کا اسم

گزارى بھی ہے ان کا باب صَدَى ہے۔  
 اَغْنَيْتُ عَنْكَ مُعْنَى فَلَانٍ وَفُعْنَاةُ  
 فَلَانٍ: (ميم مضموم و مفتوح) میں نے تیری  
 طرف فلاں شخص کو بدلہ دے دیا۔  
 وَمَا يُغْنِي عَنْكَ هَذَا: تجھے یہ کوئی  
 فائدہ نہیں دے گا۔

الغائبة بزوجهها: اپنے خاوند کے ساتھ  
 خوش اور مطمئن لڑکی۔ یا اپنے حسن و جمال  
 کے باعث آرائش و زیبائش سے بے نیاز  
 لڑکی۔

الأغنية: نغمہ، گانا، گیت۔ یہ لفظ الأحجية  
 کی طرح ہے۔ اس کی جمع آغانی ہے۔  
 غنى اور تغنى دونوں کا ایک ہی معنی ہے  
 یعنی اس نے گیت گایا۔

الفناء: (فین مفتوح اور الف ممدود)  
 مالدارى و امارت۔ اس کا معنی سماع  
 گیت سننا ہے۔ اور اگر فین مکسور ہو اور  
 الف مقصور یعنی الغنى تو اس کا معنی فراخ  
 دستی ہے۔ اس کا فعل غنيت (نون مکسور)  
 غنى: فراخ دستی و آسودہ حالی۔ اس کا اسم  
 فاعل غني ہوگا۔

تغنى کا معنی بھی استغنى یعنی وہ بے نیاز  
 ہوا ہے۔

تغائوا: وہ ایک دوسرے سے بے نیاز  
 ہو گئے۔

المغنى: (یاے مقصور) اس کی جمع

نے مال غنیمت حاصل کیا۔

غَنِمَهُ تَغْنِيمًا: اس نے اسے حصے سے  
 زائد دیا۔ اَغْتَنِمَهُ اور تَغْنِمَهُ: اس نے  
 اسے غنیمت جانا۔

غ ن ن - الغنة: ناک سے غنہ کی آواز  
 نکالنا۔

الأغن: ناک سے بات کرنے والا۔ کہا  
 جاتا ہے طَبْرُ اَعْنُ: زیادہ چہچہانے والا  
 پرندہ اور وَاِدِ اَعْنُ زیادہ گھاس والی  
 وادی۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہاں کھیاں  
 بہت ہوتی ہیں جو گنگنائی یعنی بھنسناتی رہتی  
 ہیں۔ اسی کے پیش نظر ایسی بستی کو جہاں  
 آبادی اور گھاس زیادہ ہو۔

غشاء: بالامال کہتے ہیں۔ البتہ لوگوں کا یہ  
 قول: وَاِدِ مِغْنٌ تو اس سے مراد ایسی  
 وادی ہے جہاں کھیلوں کی بہت زیادہ  
 بھنسنات ہو، اور کھیاں وہیں ہوتی ہیں  
 جہاں گھاس اور بزرہ ہو۔

غ ن ی - غنى به عنه: (نون مکسور) غنية  
 (فین مضموم) وہ اس سے بے نیاز ہوا۔

غَنِيَتِ الْمَرْأَةُ بِزَوْجِهَا غُنِيَانًا:  
 عورت اپنے خاوند کے ساتھ اپنی خوبصورتی  
 کے باعث آرائش و زینت سے بے نیاز  
 ہو گئی۔

غنى بالمكان: وہ مکان میں مقیم ہو گیا۔  
 غنى کا معنی عايش یعنی اس نے زندگی

ہیں۔ مثلاً: النَّدَاءُ اور الصَّبَاحُ۔  
 اسْتَعَاثَهُ: اس نے اس سے فریاد کی۔  
 فَاَعَاثَهُ: تو اس نے اس کی فریاد سن لی۔  
 اس کا اسم الفِیَاثُ (غین مکسور) ہے۔  
 یَعُوْثُ: قوم نوح علیہ السلام کا ایک بت۔  
 اس کا ذکر بذیل مادہ 'ن' میں رہا ہے۔  
 غ و ر - غَوْرٌ کُلُّ شَیْءٍ نَهَرَ حِیْزَیْهِ گہرائی  
 یا تہہ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ بَعِیْذُ  
 الْغَوْرِ: فلاں شخص بہت گہرا ہے۔ دور  
 بین شخص۔ الْغَوْرُ: ہموار زمین کو بھی کہتے  
 ہیں۔

الْغَوْرُ: تہامہ اور یمن کے ساتھ ملنے والے  
 علاقے کو بھی کہتے ہیں۔  
 مَاءٌ غَوْرٌ: گہرا پانی۔ اسے دِرْهَمٌ  
 صَنْزَبٌ اور مَاءٌ سَكْبٌ کی طرح بطور  
 مصدر بیان کیا گیا ہے۔

الْغَارُ: غار کھوہ۔ الْغَارُ اور الْمَغَارَةُ: پہاڑ  
 کے اندر غار یا گچھا۔ غَارٌ کی جمع غِیْرَانٌ  
 ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر غَوْرٌ ہے۔  
 الْغَارُ: درخت کی ایک قسم بھی ہے۔  
 الْغَارَةُ: دشمن پر حملہ کرنا۔ لَوْثًا۔ غَارَتِ، یہ  
 الْإِغَارَةُ کا اسم ہے۔

غَارٌ: وہ تہہ تک پہنچا۔ اسے غَانُوْہُ کہتے ہیں  
 یعنی تہ تک پہنچنے والا۔ اس کا باب قَالَ  
 ہے۔ غَارٌ کی جگہ اَغَارٌ نہیں کہنا چاہئے یا  
 نہیں کہتے۔ الْغَارُ کا خیال ہے کہ اَغَارٌ

الْمَغَانِیُّ ہے، ایسی جگہیں جہاں ان میں  
 بسنے والے لوگ رہتے تھے۔  
 غ و ہ ب - الْغِيْهَبُ تار کی۔ اس کی جمع  
 الْغِيَاهِبُ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ  
 غَبْهَبٌ: شدید سیاہ رنگ کا گھوڑا۔  
 الْغَهْبُ: (غین اور ہاء دونوں مفتوح)  
 غفلت۔ حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ  
 عَطَاءٌ عَنْ رَجُلٍ أَصَابَ صَيْدًا  
 غَهْبًا قَالَ عَلَيْهِ الْحِزَاءُ: عطاء سے  
 پوچھا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے  
 غفلت اور بے خبری میں (دورانِ احرام)  
 شکار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس پر  
 تاوان ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے  
 مراد غفلت بلا ارادہ ہے۔

غ و ث - غَوْتُ الرَّجُلِ تَغْوِيْثًا:  
 آدمی مدد کے لئے چلایا اور چینا۔ یعنی اس  
 نے کہا 'وَاعُوْثَاهُ' میری مدد کرو۔ اس کا  
 اسم الْغَوْتُ (غین مفتوح) ہے۔ اور  
 الْغَوَاثُ: غین مفتوح اور مضموم) ہے۔  
 الْغَرَاءُ کا قول ہے: کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی  
 ہے: اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ وَغَوَّائَهُ  
 وَغَوَّائَهُ: اللہ نے اس کی دعایا فریاد سن لی  
 اور قبول کر لی۔ اصوات میں اس لفظ کے سوا  
 اور کوئی لفظ مفتوح الاول نہیں آتا ہے بلکہ  
 سب مضموم الاول ہوتے ہیں، مثلاً:  
 الْبُكَاءُ. الدُّعَاءُ یا مکسور الاول ہوتے

کو قضاے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ ایسی جگہ آجاتا اور قضاے حاجت سے فارغ ہو جاتا۔ اس لئے ہر اس آدمی کے لئے جو قضاے حاجت کے لئے آتا، یہ کہا جاتا کہ: "قَدْ آتَى الْغَائِطَ" اس سے کنایہ پاخانہ ہوتا۔

قَدْ تَغَوَّطَ وَبَالَ: اس نے پاخانہ کیا اور پیشاب کیا۔

الْغُوطَةُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں پانی اور درخت باافراط پائے جاتے ہیں۔ اسے غُوطَةٌ دِمَشْقُ کہا جاتا ہے۔ غ و ل - غَالَةُ الشَّيْءِ اسے کسی چیز نے اچانک دبوچ لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اغْتَالَهُ: اس نے وہاں سے پکڑا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ قول خداوندی ہے: لَا فِيهَا غَوْلٌ: اس میں سر درد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک دوسرے مقام پر قول خداوندی ہے: لَا يُصَدِّعُونَ عَنْهَا: اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا..... ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ الْغَوْلُ کا معنی ہے کہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔

الْغُؤْلُ: (غین مضموم) غول بیابانی۔ بھوت۔ اس کی جمع اغْوَالٌ اور غِيَالَانٌ ہے۔ ہر وہ بلا جو انسان کو اچانک حملہ کر کے ہلاک کر دیتی ہے غُؤْلُ ہے۔ غضب اور غصہ بردباری کے لئے غُؤْلُ ہے کیونکہ وہ

ایک لہجہ ہے۔

غَارَ الْمَاءِ: پانی نیچے چلا گیا زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور دَخَلَ ہے۔ اسی طرح غَارَتْ کا معنی ہوگا کہ اس کی آنکھ اس کے سر میں دھنس گئی۔ غَارَتْ عَيْنُهُ تَغَارَ اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

أَغَارَ عَلَى الْعَدُوِّ: اس نے دشمن پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس کا مصدر اغارة اور مُغَارَا (میم مضموم) ہے۔ یہی معنی غَاوَرَهُمْ مُغَاوَرَةً کا ہے۔

مُغَيِّرَةٌ: ایک شخص کا نام۔ اس کی میم کہیں کمزور بھی ہوئی ہے۔

التَّغْوِيرُ: تہہ میں اترنا۔ کہا جاتا ہے: غَوَّرَ وَغَارَ، ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ پستی کی طرف گیا۔

غ و ص - الْغَوْصُ پانی کی تہہ میں اترنا۔ قَدْ غَاصَ فِي الْمَاءِ: وہ پانی کے نیچے اتر گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

الْغَوَّاصُ: (واو مشدود) سمندر میں غوطہ لگانے والا یا غوطہ خور جو سمندر کی تہہ سے موتی لاتے ہیں۔ اس فعل یعنی غوطہ خوری کے کام یا پیشے کو الغیاصۃ کہتے ہیں۔

غ و ط لوگوں کا یہ قول کہ اُنْی فُلَانٌ الْغَائِطُ: کا معنی ہے کہ فلاں آدمی پاخانہ کی جگہ آیا۔ دراصل الْغَائِطُ کھلی زمین میں کسی نشیبی یا پست جگہ کو کہتے ہیں۔ جب کسی شخص

غَيْبٌ (غین اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔ اس میں تشدید نہیں ہے۔

غَيْابَةُ الْجَبِّ: کنویں کی تہ۔

غَابَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہو گیا۔

اس کا مصدر غيابة ہے۔

المُغَايَبَةُ: اس کی ضد المُنْحَابَةُ:

غائبانہ بات کرنا۔

اغْتَابَهُ، اغْتَابًا: اس نے اس کی غیبت

کی۔ اس کا اسم الغيبة غین مکسور ہے۔ یہ

وہ فعل ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

ایسی بات کہی جائے کہ اگر متعلقہ آدمی نے

تو اسے دکھ ہو۔ اگر تو ایسا ذکر سچ ہو تو یہ

غیبت ہے اور اگر یہ جھوٹی غیبت ہو تو اسے

بہتان کہا جاتا ہے۔

الغابة: جنگل جو گنجان ہو۔ اس کی جمع

غَابٌ ہے۔ تَغَيَّبَ عَنِّي فُلَانٌ: فلاں

شخص میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جَاءَ فِي الشَّعْرِ تَغْيِيبِي: شعر میں

آیا ہے جو مجھے یاد نہیں آ رہا۔

غ ی ث - الغَيْثُ: بارش۔

غَاثُ الْغَيْثِ الْأَرْضَ: زمین پر بارش

بری۔ غَاثَ اللَّهُ الْبِلَادَ: اللہ تعالیٰ نے

ملک میں بارش برسادی۔ ان کا باب بَاعَ

ہے۔ غَيِّثَ الْأَرْضَ تَغَاثَ غَيْثًا:

زمین پر بارش برسی۔ ایسی زمین کو مغیثة

کہتے ہیں اور مغیوثۃ بھی کہتے ہیں۔ ممکن

بردباری کو اچانک اچک لے جاتا ہے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: آيَةُ غَوْلٍ أَغْوُلُ

مِنَ الْغَضَبِ: غصہ سے بڑھ کر کون سا

بھوت ہو سکتا ہے۔

اغْتَالَهُ: اس نے اسے اچانک حملہ کر کے

قتل کر دیا۔ اس کی اصل واؤ ہے یعنی غول

سے مشتق ہے۔

غ و ی - العَسَى: گمراہی۔ نامرادی اور

ناکامی بھی۔

قَدْ غَوَى، يَغْوِي: (واؤ مکسور) غیثاً

و غَوَايَةً (غین مفتوح) وہ گمراہ ہوا۔ اس کا

اسم فاعل غَوِيٌّ ہے (بمعنی گمراہ) بروزن

فَعِيلٌ.

الغورغاءُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں کی بھیڑ

اور شور و غل۔

غياث: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ث'.

غياضة: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ص'.

غياض: دیکھئے بذیل مادہ 'غ ی ض'.

غ ی ب - الغَيْبُ: جو نظروں سے اوجھل

ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ غَابَ عَنْهُ: وہ اس کی

نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کا باب بَاعَ

اور غَيْبَةٌ بھی ہے۔ نیز اس کا مصدر

غَيَّبُوهُ غَيُّبًا اور غَيَّبًا (غین مفتوح)

اور مَغَيَّبًا ہے۔

الغائبُ کی جمع غَيْبٌ اور غَيْبَاتٌ (غین

مضموم اور یاء مشدّدہ) اس کے علاوہ

غَيْرٌ کا معنی مِسْوٰی بھی ہے۔ اس کی جمع اَعْيَارٌ ہے۔ یہ کلمہ بطور صفت اور بطور استثناء

استعمال ہوتا ہے۔ اگر اسے بطور صفت استعمال کریں تو اس کے بعد کاعراب اس

سے ما قبل لفظ کے اعراب کا ہوگا۔ اور اگر اسے بطور حرف استثناء استعمال کریں تو پھر

اس کا اعراب اِلا کے بعد میں آنے والے اسم کا ہوگا۔ کیونکہ لفظ غَيْرٌ تو اصلاً صفت

ہے۔ استثناء تو اس کی عارضی حالت ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ بنی اسد اور قُضَاع کے

بعض لوگ اسے منصوب یعنی غَيْرٌ کہتے ہیں جب یہ اِلا کے معنوں میں آئے، بات اس

سے پہلے مکمل ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ وہ لوگ کہتے ہیں: ”مَسَا جَاءَنِي غَيْرُكَ“ اور مَنَّا

جَاءَنَا نَبِيٌّ أَحَدٌ غَيْرُكَ: اور بعض اوقات تَوْغَيْرٌ کے معنوں میں استعمال ہوتا

ہے۔ اس صورت میں اسے بطور حال نصب دیں گے۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے:

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ: فَمَنْ

اضْطُرَّ جَانِعًا لَا بَاغِيًا: اسی طرح دوسرا قول خداوندی ہے: غَيْرَ نَاطِرِينَ اِنَاةً،

اور غَيْرٌ مُجَلِّي الصَّيْدِ۔ غ ی ض - غَاضُ الْمَاءِ: پانی کم ہوا

اور خشک ہو گیا یا زمین میں جذب ہو گیا۔ اس کا باب بَاغٌ ہے۔

ہے کہ بادل اور نباتات کو بھی غَيْشًا کہتے ہوں۔

غ ی د - الْغَيْدُ: (شین اور دال دونوں مفتوح) ملائم۔

امْرَأَةٌ غَيْدَاءٌ وَغَاذَةٌ: ملائم و نازک اندام عورت۔

الْأَغْيَدُ: جھکی ہوئی گردن والا اونگھنے والا شخص۔

غ ی ر - الْغَيْرُ: بروزن الْعَنْبُ: تبدیلی۔ اس فعل کا اسم ہے کہ غَيْرٌ فَتَغَيَّرَ: میں

نے بدلا تو وہ بدل گیا۔ میرا کہنا ہے کہ اسی سے غَيْرُ الزَّمَانِ ماخوذ ہے جس کا معنی

گردش زمانہ ہے۔ بقول الازہری الکسائی نے کہا کہ یہ مفرد اور مذکر اسم ہے۔ اور اس

کی جمع اَعْيَارٌ ہے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الْغَيْرَةُ کی جمع ہے۔ اور الْغَيْرَةُ کا معنی

غیرت ہے۔ اس میں غین مفتوح ہے۔ یہ غَارُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ: (آدمی نے

اپنے اہل خانہ پر غیرت کھائی) کا مصدر ہے۔ اس کا نفل غَارٌ يَغَارُ غَيْرًا وَغَيْرَةً

اور غَيْرًا ہے۔ رَجُلٌ غَيُورٌ وَغَيْرَانٌ: غیرت مند

شخص۔ امْرَأَةٌ غَيُورٌ وَغَيْرِيٌّ: غیرت مند عورت۔

تَفْسِيرُ الْأَشْيَاءِ: چیزیں آپس میں ادل بدل گئیں۔

غَيْلَةٌ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ دے کر کسی جگہ لے جائے اور اسے وہاں قتل کر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اضْرَبْتُ الْغَيْلَةَ بِوَلَدِ فُلَانٍ: فلاں شخص کے بچے کو حمل کی حالت میں دودھ پلانے سے نقصان پہنچایا۔ جب دودھ پلانے کی حالت میں اس کے ساتھ جماع کیا گیا۔ اور اسی طرح سے یہ کہ جب وہ حاملہ ہو تو بچے کو دودھ پلائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهِيَ عَنِ الْغَيْلَةِ: میں نے قصد کیا کہ میں بچے کو دودھ پلانے کی حالت میں بیویوں کے ساتھ جماع سے منع کر دوں۔

الغَيْلُ: حاملہ کے دودھ کا نام ہے۔ قَدْ أَغَالَتِ الْمَرْأَةُ وَوَلَدَهَا: عورت کی حمل کی حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس حالت میں عورت کو مُغْيِلٌ کہتے ہیں۔ اُغْيِلْتُ کا معنی یہ بھی ہے کہ عورت نے حاملہ ہونے کی حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس عورت کو مُغْيِلٌ کہتے ہیں۔ اُغَالُ فُلَانٌ وَوَلَدَهُ: فلاں شخص نے اپنے بچے کے دودھ پینے کی حالت میں بیوی سے جماع کیا۔

لغَيْلٌ: کا معنی وہ پانی بھی ہے جو روئے زمین پر بہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا سَقَى بِالغَيْلِ فَسَيْدِ الدُّشْرِ وَمَا

انْغَاصَ کا معنی بھی یہی ہے۔ غِيضُ الْمَاءِ: پانی جذب کیا گیا۔ غَاصَهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے جذب کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ قول خداوندی ہے: وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ: اور رحم جو سکتے ہیں۔

غَيْضُ الدَّمْعِ تَغْيِيضًا: اس نے آنسو روک لئے۔ کہا جاتا ہے کہ: غَاصُ الْكِرَامُ: شریف لوگ کم ہو گئے۔ اور فَاصُ اللَّيْنَامُ اور کینے لوگوں کی کثرت ہو گئی۔ الْغَيْضَةُ: پانی کے جمع ہونے کی جگہ جہاں درخت اُگتے ہیں۔

غ ی ظ - الْغَيْظُ: غصہ اور غضب۔ جو کسی بے بس اور لاچار کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے غَاطَهُ اس نے غصہ دلایا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَغِيظٌ ہے، بمعنی غضبناک۔ ان معنوں میں اُغَاطَهُ نہیں کہا جاتا۔

غَايَظَهُ فَاغْتَاطَ: اس نے اسے غصہ دلایا تو اسے غصہ آیا۔ تَغْيِظُ کا معنی بھی یہی ہے۔

غ ی ل - الْغَيْلُ: (غین مکسور) کچھار۔ شیر کی جگہ۔ اس کی جمع غَيْوُلٌ ہے۔ اسمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الْغَيْسُ کا معنی پتوں سے لپٹا ہوا درخت ہے۔ اور الْغَيْلَةُ (غین مکسور) کا معنی اغتیاں۔ کہا جاتا ہے: قَتَلَهُ

الْأَعْيُنُ: بزر۔

شَجَرَةٌ غَيْنَاءُ: سبز درخت جس پر بہت زیادہ پتے اور شاخیں ہوں۔ یعنی سرسبز درخت۔ اس کی جمع غَيْنٌ ہے۔

الغَيْنَةُ: درختوں کا جھنڈ جہاں پانی نہ ہو اور پانی ہوتو اسے الْفَيْضَةُ کہیں گے۔

غ ی ا - غَيَايَةُ الْبَيْتِ: کنویں کی تہہ۔ اس

کی مثال غَيَابَةٌ ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو بادل، غبار اور تاریکی کی

طرح تمہارے سر پر سایہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے: تَجِسُّهُ الْبَقْرَةُ وَآلِ

عِمْرَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَنَّا فَتَانَ أَوْ غَيَايَتَانِ: قیامت کے دن

سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دو بادلوں یا دو سایوں کی طرح آئیں گی۔

الغَايَةُ: کسی چیز کی حد، اس کی جمع غَايٌ ہے۔ اس کی مثال سَاعَةٌ کی جمع سَاعٍ ہے۔

غی: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ی'۔

سُقِي بِالذَّلْوِ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ:

جو زمین قدرتی بہتے پانی سے سیراب ہوتی ہو اس کی پیداوار پر دو سو سال حصہ زکوٰۃ ہے اور

جو زمین کنویں کے ڈولوں سے سیراب ہوتی ہو اس پر نصف عُشْر ہے۔

فَلَانٌ قَلِيلٌ الْغَائِلَةِ وَالْمَغَالَةِ: (میم مفتوح) فلاں آدمی کم شریک ہے۔

الغَوَائِلُ: بلیات و آفات۔ أمُّ غَيْلَانَ: بول کا درخت۔

غ ی م - الغَمُّ: بادل۔ غَامَتِ السَّمَاءُ تَغِيْمُ غَيْوْمَةً: آسمان پر بادل چھا گئے۔

أَغَامَتْ، أُغِيْمَتْ اور تَغِيْمَتْ تمام کا ایک ہی معنی ہے۔

أَغِيْمَ الْقَوْمُ: لوگوں پر بادل چھا گئے۔

غ ی ن - غَيْنٌ عَلَيَّ كَذَا: فلاں چیز کو ڈھانپ لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: إِنَّهُ لِيَغَانُ عَلَيَّ قَلْبِي: میرے دل

پر چھائیں آتی رہتی ہیں یعنی تفکرات و خیالات۔



## باب الفاء

(۶) عرض کے بعد استعمال کرو گے۔

اتنی بات ضرور ہے کہ تم ان چھ چیزوں میں  
فاء کے مابعد پر ان لگا کر نصب دو گے مثلاً:  
رُزْنِي فَأَحْسِنُ إِلَيْكَ: اس صورت  
میں تم نے زیارۃ کو احسان کی علت نہیں  
بنایا۔ بلکہ تم نے یہ کہا یہ بات میرے شایان  
شان ہے کہ میں ہر حال میں تم پر احسان  
کروں۔

ف أ ت - اَفْتَاتٌ بِرَأِيهِ: اس نے خود

پسندی کی، اپنی رائے میں منفرد ہوا اور اپنی  
رائے پر ڈٹا رہا۔ اس کلمہ کو مہموز بنا گیا ہے  
اور ثقہ لوگوں نے اسے اسی طرح نقل کیا  
ہے۔

ف أ د - الفَوَادُ: دل اس کی جمع اَفْوَادَةٌ  
ہے۔

ف أ ر - الفَارُ: (مہموز) اس کا واحد فَارَةٌ  
ہے بمعنی چوہا۔

الفَارَةُ: مشک ناند۔

ف أ س - الفَاسُ: مہموز، اس کی جمع  
فُؤُوسٌ ہے۔ کلبازی۔

فَاسُ اللَّحَامِ: لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے  
کے منہ میں ہوتا ہے۔<sup>۸</sup>

ف أ ل - الفَالُ: فال، خوش شگون۔ کوئی

الفاء: حرف عطف۔ تین موقعوں پر بطور

حرف عطف استعمال ہوتا ہے۔ اور ترتیب  
و تعقیب پر دلالت بالاشتراک کرتا ہے۔

پہلا موقع: ضَرَبْتُ زَيْدًا فَعَمْرًا.

دوسرا موقع: اس سے ما قبل اس کے مابعد  
کی علت ہو، اور اشتراک کے بغیر ترتیب

اور تعقیب کا فائدہ دے مثلاً: ضَرَبْتُ

فَبَكِي وَضَرَبْتُ فَأَوْجَعُهُ اس صورت

میں ضرب بکاء کی علت ہوگی اور درد کی  
علت ہوگی۔

تیسرا موقع: ابتدا کا ہے اور یہ موقع جواب

شرط کا ہوگا مثلاً: إِنْ تَزْرِنِي فَأَنْتَ

مُحْسِنٌ: اس فاء کے بعد از سر نو شروع

ہونے والا کوئی کلام نہیں ہے جس کا ایک

دوسرے پر کوئی عمل واقع ہو۔ کیونکہ اس

قول میں أَنْتَ مبتدا اور مُحْسِنٌ اس کی خبر

ہوگی۔ اور جملہ جواب بالفاء بن گیا، اور یہی

صورت اس وقت ہوگی جب تم اسے:

(۱) امر،

(۲) نہی،

(۳) استفہام،

(۴) نفی،

(۵) تمنی اور

ف ت ت - فْتَّةٌ: اس نے اسے توڑ دیا یا

توڑ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّفْتُّتُ: ٹوٹ پھوٹ ہو جانا۔

الْإِنْفَاتُ: انکسار۔ ٹوٹ جانا۔

فَتَاثُ الشَّيْءِ: کسی کے ٹکڑے یا

ریزے۔

الْفُتُوثُ وَالْفَتَيْتُ مِنَ الْخُبْرِ: روٹی

کے ٹکڑے یا ریزے۔

ف ت ح - فَتَحَ الْبَابَ: اس نے دروازہ

کھولا، فانْفَتَحَ تو وہ کھل گیا۔ اس کا باب

قَطَعَ ہے۔

فَتَحَ الْبَابَ فَتَفْتَحَتْ: فَتَحَ میں تاء

کو کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔ اس نے

دروازے کو کھولا تو وہ کھل گیا۔

اسْتَفْتَحَ الشَّيْءَ وَأَفْتَحَهُ: دونوں کا

ایک ہی معنی ہے۔ الاستِفْتَاخُ: دوسرے

سے مدد و نصرت مانگنا۔

المِفْتَاخُ: چابی۔ مِفْتَاخُ الْبَابِ:

دروازے کی چابی۔

المِفْتَاخُ كُلُّ مُسْتَفْتَلِقٍ: بند کی ہوئی

چیز کی چابی۔ اس کی جمع مَفَاتِيحُ ہے۔ اور

مَفَاتِيحُ بھی۔

فَاتِحَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا اول و آغاز۔

الْفَتْاحُ: حاکم۔ کہا جاتا ہے: اِفْتَسَخَ

بَيْنَنَا: ہمارے درمیان فیصلہ کر۔

الْفَتْحُ: مدد، نصرت، ان دونوں کا باب بھی

فُضِّصَ بیمار ہو اور کسی دوسرے کو کہتے سنے کہ

اے سالم! یعنی اے تندرست و صحیح و سالم! یا

کوئی فُضِّصَ کسی چیز کا طلبگار ہو اور کسی کو کہتے

سنے کہ اے پانے والے، اور ان باتوں

سے اچھی فال لے۔ یعنی اچھا شگون لے۔

کہا جاتا ہے کہ تَفَأَلَ: اس نے فال لی۔

اس میں ہمزہ مشدّد ہے۔ حدیث شریف

میں ہے: اِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْفَالَ

وَيَكْرَهُ الطَّيْرَةَ: آپ ﷺ فال یعنی

خوش شگونی کو پسند فرماتے تھے اور بد شگونی

کو ناپسند فرماتے تھے۔

فَيْتَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی ا' اور

'ف ای'۔

ف ای - الْفَيْتَةُ: جماعت، گروہ، جتھہ، اس

کی جمع فَيْتُونَ ہے۔

فَائِدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی د'۔

فَائِقَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی ق'۔

فَالْوُدُجُ اور فَالْوُدُجُ: دیکھئے بذیل مادہ

'ف ل ذ'۔

فَاهٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی و ہ'۔

ف ت آ - مَا أَفْتَا يَذْكَرُهُ: وہ اسے

ہمیشہ یاد کرتا رہا۔ مَا فَيْتِيءٌ اور مَا فَيْتِيءٌ کا

ایک ہی معنی ہے۔ اور یہ کلمات مختص بالجمد

ہیں۔ قول خداوندی ہے: تَاللّٰهِ تَفْتَاءٌ

تَذْكَرُ يُوسُفُ: تم ہمیشہ یوسف کو یاد

کرتے رہو گے۔

اللِّسَانُ: تیز زبان آدمی۔ زبان آدر  
انسان۔

ف ت ک - الْفَاتِكُ: جری، جرات مند و بہادر۔

الْفِتْكَ: دھوکے سے یا بے خبری میں قتل کر دینا۔ اس میں فاء پر فتح، ضمہ اور کسرہ تینوں حرکتیں ہیں۔

قَدْ فَتَكَ بِهِ يَفْتِكُ وَيَفْتِكُ: (۳۱) مضموم و کسور) اس نے قتل کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے: قَيْدُ الْاِيْمَانِ الْاِنْتِكُ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ: ایمان نے غفلت میں اور دھوکے سے قتل کرنا روک دیا۔ مؤمن کسی کو غافل پا کر دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔

ف ت ل - الْفَيْتِلَةُ: تہی۔

الْفَيْتِلُ: کھنڈی کے شکاف میں باریک سی تہی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی دو انگلیوں کے درمیان جو میل جمع ہوتی ہے۔

فَتَلَ الْحَبْلُ: اس نے رسی تہی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

ف ت ن - الْفِتْنَةُ: آزمائش اور امتحان۔

ہم کہتے ہیں کہ فتن الذہب یفتنہ (۳۲) کسور) فتنہ اور مفتوناً بھی۔ سونے کو بھٹی میں ڈال کھونا اور کھرا کی پہچان کرنا۔ دینار مفتون: پرکھا ہوا یا جانچا ہوا دینار۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ الدِّينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ: بے شک جن

قَطَعَ ہے۔

ف ت ی - الْفِطْرَةُ: انکساری، کمزوری، کھنڈی۔

قَدْ فَتَرَ الْحَرُّ: گرمی کم ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

فِطْرَهُ اللَّهُ تَفْتِيْرًا: اللہ نے اسے کمزور کر دیا یا کر دے۔

الْفِطْرَةُ: وقفہ، بین الرسولین من رُسُلِ اللّٰهِ: اللہ کے رسولوں میں سے دو رسولوں کی بعثت کے درمیان کا وقفہ۔

طَرَفٌ فَاتِرٌ: کمزور نظر۔ جو تیز نہ ہو۔ الْفِطْرُ بَرَزَانِ الْفِطْرُ: انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان کا فاصلہ جب ہاتھ کھلا ہوا ہو۔

ف ت ش - فَتَشَ الشَّيْءُ فَتَشًا: اس نے چیز تلاش کی۔

فَتَشَهُ تَفْتِيْشًا کا معنی بھی یہی ہے۔

ف ت ق - فَتَقَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو پھاڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَتَقَهُ تَفْتِيْقًا کا معنی بھی یہی ہے۔

فَانْتَفَقَ وَتَفَقَّقَ: پس وہ چیز پھٹ گئی، یا پھاڑ دی گئی۔ یا کٹنے کٹے ہو گئی۔

فَتَّقَ الْمِسْكُ بَغِيْرِهِ: مشک کی کسی دوسری چیز کے ذریعے خوشبو نکالنا۔

شاعر کا قول ہے: كَمَا فَتَقَ الْكَافُوْرُ بِالْمِسْكِ فَاتَّقَهُ رَجُلٌ فَتِيْقُ

لازم تھی۔

فَتَنَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اسے فتنہ میں ڈالا، معنی گرفتار محبت کر دیا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے افتنتہ میں الف کا انکار کیا ہے۔

الْفَاتِنُ: راہ حق سے بھکانے والا۔ القراء کا قول ہے کہ اہل حجاز کا کہنا ہے کہ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ: اسے اہل نجد بمقتنین کہتے ہیں۔ اور اسے اَفْتَنْتُ سے ماخوذ

قرار دیتے ہیں۔ البتہ بِأَيْكُمْ الْمَفْتُونُ: میں باء زائد ہے وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا: میں باء زائد ہے۔ الْمَفْتُونُ کا معنی بطور

صدر فتنہ ہے، اس کی مثال المعقول اور المَحْلُوفُ ہے۔ لِهَذَا أَيْكُمْ مبتدا ہوگا اور الْمَفْتُونُ اس کی خبر ہے۔ الْمَازِنِي

نے کہا ہے کہ الْفَتُونُ مبتدا ہونے کے لحاظ سے مرفوع ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے:

بِمَنْ مَرُورُكَ وَعَلَى أَيْسِهِمْ نَزُولُكَ: کیونکہ پہلا طرف کے معنوں میں ہے۔ فَتَنَهُ تَفْتِينًا: اس نے اسے سخت فتنے میں مبتلا کیا۔ اس کا اسم فاعل مُفْتِنٌ ہے یعنی سخت فتنہ پرداز شخص۔

فتی - الفتی: نوجوان۔

اور الفتاة: نوجوان لڑکی۔ دو شیزہ۔

قَدِ قَتِي: (تاء کسور) قَتَاءُ: وہ جوان

ہوا (تاء مفتوح اور الف ممدود) اس کا اسم

لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا۔ یعنی ان کو جلا دیا۔ اسی نسبت سے سنار کو فتنان کہتے ہیں۔ اور شیطان کو بھی اسی طرح فتنان کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: الْمُؤْمِنُ أَخْوَا الْمُؤْمِنِ يَسْعُهُمَا الْمَاءُ وَالشَّجَرُ وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفِتَانِ: ”ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔

پانی اور درختوں میں ان دونوں کی گنجائش ہوتی ہے اور شیطان کے فتنے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے

ہیں۔“ الْفِتَانُ کا فاء مفتوح باعتبار واحد ہے اور مضموم باعتبار جمع ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ: الْفِتْنُ کا معنی جلاتا ہے۔ قول

خداوندی ہے: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ: اس دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ دوزخ کی آگ میں آزمائے جائیں

گے۔ اَفْتَتَنَ الرَّجُلُ وَفُتِنَ فَهُوَ مَفْتُونٌ: جس آدمی کو بتلائے آزمائش کیا گیا ہو وہ مَفْتُونٌ ہے یعنی وہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا مال و عقل سب کچھ جاتا رہا۔ یہی مفہوم اُخْتَبِرَ کا ہے۔ قول

خداوندی ہے: وَفَتْنَاكَ فَتُونًا: ہم نے تمہیں بتلائے آزمائش کیا۔

الْفُتُونُ کا معنی اِنتَانِ یعنی فتنہ میں پڑنا بھی ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل

تربوز یا دوسرے پھل ابھی کچے ہوں انہیں  
فیج (فاء مکسور) کہتے ہیں۔

ف ج ر - فَجَرَ الْمَاءَ فَأَنْفَجَرَ: اس  
نے پانی بہایا تو بہہ پڑا یعنی جاری کیا تو پانی  
پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

فَجَرَهُ تَفْجِيرًا فَتَفَجَّرَ: جیم کو اظہار  
کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔

الْفَجْرُ: رات کے آخری حصہ اور شفق  
پھوٹنے کا ابتدائی حصہ۔

قَدْ أَفْجَرْنَا: ہم نے فجر کی۔ اس کی مثال  
أَصْبَحْنَا مِنَ الصَّبْحِ ہے بمعنی ہم نے  
صبح کی۔ فَجَرَ: اس نے نسق کیا۔ یعنی گالی  
گلوچ کی۔ فَجَرَ کا معنی اس نے جھوٹ  
بولا بھی ہے۔ ان کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا  
اصل معنی ہے جھکا ہوا۔

ف ج ع - الْفَجِيعَةُ: تکلیف۔ قَسَدٌ  
فَجَعَتُهُ الْمُصِيبَةُ: مصیبت نے اسے  
تکلیف پہنچائی۔ اس کا باب قَنَطَحَ ہے۔  
فَجَعَتُهُ تَفْجِينًا کا معنی بھی یہی ہے۔  
تَفْجَعُ لَهُ: اس نے دکھ محسوس کیا۔ یا وہ  
اس کے لئے درد سر ہوا۔

ف ج ل - الْفُجْلُ: شلغم۔ اس کا واحد  
فُجْلَةٌ ہے۔

ف ج ا - الْفَجْوَةُ: شگاف، دراڑ، درز، دو  
چیزوں کے درمیان کا خلا۔ میرا کہنا ہے کہ  
قرآن کریم کی اس آیت میں یہ لفظ ہے:

فَاعِلٌ فَتِيٌّ ہے یعنی فتی السِّنِّ بمعنی جوان  
عمر۔

الْفَتَى کا معنی جوان مرد، سخی اور شریف بھی  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہو فَتَى: وہ صاحب  
فتوۃ یعنی جوان مرد ہے۔

قَدْ تَفَتَّى وَتَفَاتَى: اس نے جوانمردی  
دکھائی۔ فَتَى کی جمع فَتَيَانٌ اور فَتِيَّةٌ ہے۔  
فُتُوٌّ بَرْدٌ مَفْعُولٌ اور فَتِيٌّ بَرْدٌ  
عُصِيٌّ ہے۔ اس میں عین مضموم ہے۔

اسْتَفْتَاهُ فِي مَسْأَلَةٍ: اس نے ایک مسئلے  
میں اس سے فتویٰ پوچھا۔

فَأَفْتَاهُ: تو اس نے فتویٰ دے دیا۔ اس  
کا اسم الفتویٰ اور الفتیاء ہے۔

تَفَاتَوْا إِلَيْهِ: انہوں نے فتویٰ کے لئے  
معاملہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

ف ج ا - فَاجَاهُ مَفَاجَاةً وَفِجَاءً:  
(فاء مکسور اور الف ممدود) اس نے اسے  
اچانک جا لیا۔ یا حیرت میں ڈال دیا۔  
فَفِجْنَةٌ: (جیم مکسور) فِجَاءَةٌ: (فاء مضموم  
اور الف ممدود اور فِجَاءَةٌ (فاء مفتوح) کا  
بھی یہی معنی ہے۔

ف ج ج - الْفُجْجُ: (فاء مفتوح) دو  
پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ۔ اس کی  
جمع فِجْجَاجٌ ہے۔ (فاء مکسور) ہے۔

الْفُجْجُ: (فاء مکسور) شامی تربوز جسے ایرانی  
لوگ تربوز ہندی (یا ہندوانہ) کہتے ہیں۔

ہوتے ہیں اور کناروں کے بال رکھے ہوتے ہیں۔

ف ح ل: حیوانات میں مضبوط اور طاقتور

حیوان۔ اس کی جمع فُحُول اور فُحَال ہے۔ الفُحْلُ چٹائی کو کہتے ہیں جو کھجور (کی چھال) سے بنائی جاتی ہے۔ یہ زرد رخت مادہ درخت کے لئے بطور نخل (بار آور) ہوتا

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٍ

مِنَ الْإِنصَارِ وَفِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ مِنْ تِلْكَ الْفُحُولِ فَأَمَرَ بِنَاحِيَةِ مِنْهُ

فَرُشْتُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ: حضور نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہاں گھر کے ایک کونے میں یہی

چٹائیاں پڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایک چٹائی الگ کرنے کو فرمایا۔ اس پر پانی

چھڑکا، یا بہایا گیا، آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا کی۔ اسْتَفْحَلَ الْأُمْرُ: بات بڑھ گئی۔

یعنی معاملہ سنگین ہو گیا۔ اِمْرَاةٌ فَحْلَةٌ: تیز زبان یا تیز طرزِ ارعورت۔

ف ح م - الفُحْمُ: کونکہ، ایک دانہ کو فُحْمَةٌ کہتے ہیں یعنی ایک کونکہ یا انگارہ۔

اس میں حرف 'ح' کو کبھی حرکت بھی دی جاتی ہے جیسے نَهْرٌ كَوْ نَهْرٌ کہہ دیتے ہیں،

کہنے والے نے کہا: قَدْ قَاتَلُوا لَوْ يَنْفُخُونَ فِي فُحْمٍ: اگر وہ کونٹے بھی

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ.

ف ح ش - فَاحِشٌ: ہرہ چیز جو اپنی حد

سے تجاوز کرے۔ قَدْ فَحِشَ الْأُمْرُ (ہاء مضموم) فَحِشًا وَتَفَاحِشَ: بات

حد سے بڑھ گئی۔ أَفْحَشَ عَلَيْهِ فِي الْمَنْطِقِ: اس نے فحش بات کہی۔ ایسے

شخص کو فَاحِشٌ کہتے ہیں۔ تَفَحَّشَ فِي كَلَامِهِ: اس نے گفتگو میں

فحش گوئی کی۔ ف ح ص - الْفُحْصُ: کسی چیز کی تحقیق

و پڑتال کرنا۔ پوچھ گچھ، باز پرس۔ قَدْ فَحِصَ عَنْهُ: اس نے اس کے

بارے میں پوچھ گچھ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ تَفَحَّصَ اور افْتَحَّصَ دونوں کا معنی

بھی یہی ہے۔ الْأَفْحُوصُ: بروزن العُصْفُورُ: سنگ

خوار کا گڑھا کیونکہ وہ کھود کرید کر بناتا ہے۔ الْمَفْحَصُ: بروزن الْمَذْهَبُ کا معنی

بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ مَفْحَصٌ قَطَاةٍ: اس کے پاس سنگ خوار

کے بیٹھنے کی جگہ تک نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَحِصُوا عَن

رؤسِهِم: انہوں نے اپنی چندیا (وسط سر) کے بال نکال دیئے ہوتے ہیں۔ یعنی

انہوں نے سنگ خوار کے گڑھوں کی طرح سر کے درمیان کے بال منڈھا دیئے

ش ع ب میں گزر چکا ہے۔  
التفخيز، المُفَاخِذَةُ: جدا جدا کرنا۔  
میں کہتا ہوں کہ اپنی ماخذ کی کتب میں لفظ  
المُفَاخِذَةُ نہیں ملا۔ البتہ حدیث شریف  
میں ہے: بَاتَ يُفَخِّذُ عَشِيرَتَهُ: یعنی  
جب آیت: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ  
الْأَقْرَبِينَ: نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے  
اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کو دعوت  
دی، نام لے کر۔ نہایہ میں خاندان کے  
عددی تقسیم کے حصے یہ لکھے ہیں: شَعْب،  
قبیلہ، فَصِيلَةٌ، عَمَّارَةٌ، بَنَانٌ اور  
پھر آخر میں فُخْذٌ۔

ف خ ر - الفُخْرُ (خاء ساکن اور مفتوح)  
فخر کرنا۔ بڑائی جتانا۔

الإفْتِخَارُ: فخر کرنا۔ پرانے لوگوں کی  
بڑائی کا شمار کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔  
اس کا مصدر فُخِرَ ہے جس میں فاء اور  
خاء دونوں مفتوح ہیں۔  
تَفَاخَرُ الْقَوْمِ: قوم نے ایک دوسرے پر  
اپنا فخر جتایا۔

الفِخْرِيُّ، المُفَاخِرُ: فخر کرنے یا جتانے  
والا۔ اس کی مثال الْخَصِيمُ اور  
المُخَاصِمُ ہے۔

الفِخْرِيُّ بَرُوزِن السَّكِيَّتِ: بہت زیادہ  
فخر جتانے والا ہے۔ فَخْرَةٌ، فَخْرَةٌ  
فُخْرًا (فاء اور خاء دونوں مفتوح) وہ اس  
سے ماں اور باپ دونوں کے لحاظ سے یعنی

پھونکتے ہوں تب بھی جنگ کریں گے۔  
الْفَحِيمُ بھی الفُحْمُ کی طرح کونکہ ہے۔  
فُحْمَةُ الْعِشَاءِ: عشاء کے وقت یعنی  
شروع رات کی تاریکی۔  
شَعْرٌ فَاحِمٌ: سیاہ بال۔  
فُحْمٌ وَجْهَةٌ تَفْحِيمًا: اس نے اپنا چہرہ  
سیاہ کر دیا۔

أَفْحَمَةٌ: اس نے اسے جھگڑے یا بحث  
وغیرہ میں چپ کر دیا یعنی لاجواب کر دیا۔  
ف ح ا - فُحْوَى الْقَوْلِ: قول کا معنی  
اور لُحْنٌ (طرز گفتگو)۔ کہا جاتا ہے: عَرَفْتُ  
ذَلِكَ فِي فُحْوَى كَلَامِهِ: میں نے  
یہ بات اس کے فوائے کلام سے معلوم کر لی  
یا جان لی۔

فحواء: کلام، الف ممدود اور الف مقصور،  
دونوں سے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: مَنْ أَكَلَ فِخَا أَرْضِ  
لَمْ يَصْرَهُ مَاؤَهَا: جس نے کسی علاقے  
کے پیاز کھائے تو اسے پھر وہاں کا پانی  
نقصان نہیں دے گا۔

ف خ خ - الفُخُّ شُكْرًا كَالْجَالِ - اس کی جمع  
فِخَاخٌ ہے (فاء مکسور) ہے۔ اور فُخُوخٌ  
(فاء مضموم) ہے۔

ف خ ذ - فُخِذَ رَانَ، یہ كَيْفٌ یعنی دسی  
کی طرح ہے۔ فُخِذَ بَرُوزِن فَلَسٌ  
وَفُخِذَ بَرُوزِن عَرُوقٌ۔

الفِخِذُ فِي الْعَشَائِرِ كَالذِّكْرِ بَدِيلٌ مَادَهُ

ہونے کا وثوق مجروح ہوا۔  
ف د د - الفَدِيدُ: آواز، صوت۔

فَدَّ الرَّجُلُ يَفْدُو (فاء مَكسور) فَدِيدًا:  
آدمی نے آواز نکالی۔

رَجُلٌ فِدَاؤٌ: بلند آواز آدمی۔ (فاء مفتوح)  
اور دال مشدّد) حدیث شریف میں ہے:  
إِنَّ الْجَفَاءَ وَالْقَسْوَةَ فِي الْفِدَائِينَ:  
بلند آواز میں بولنے والوں میں درستی اور  
سنگدلی ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو  
اپنے کھیتوں اور مال مویشی میں بلند آوازیں  
نکالتے ہیں۔

ف د م - الْفِدَامُ (فاء مَكسور) ابرق لوٹے  
یا پانی کے برتن کے منہ پر چھلنی یا بندھا ہوا  
کپڑا جس سے پانی وغیرہ صاف ہو کر باہر  
آتا ہے۔

الْفِدَامُ: (فاء مفتوح اور دال مشدّد) کا  
معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ فِدَامٌ: ہکلا آدمی جو ٹھیک سے بات  
نہ کر سکے۔

ف د ن - الْفِدَانُ: ہل جسے دو بیل چلاتے  
ہیں اور کھیت میں ہل چلایا جاتا ہے۔ ابو عمرو  
کا قول ہے کہ الْفِدَانُ وہ بیل ہے جو ہل  
میں جوڑا جاتا ہو۔ اس کی جمع فِدَائِنُ ہے  
لیکن اس میں دال مخفف ہے۔

ف د ی - الْفِدَاءُ (فاء مَكسور، الف ممدود  
اور مَكسور) قصر صرف فتح سے ہوتی ہے۔

حسب و نسب میں زیادہ باعزت ہے۔  
الْمَفْخَرَةُ: برتری۔ الْفَخَارُ: مٹی کے  
برتن۔ الْفَاخِرُ: عمدہ چیز۔

ف خ م - رَجُلٌ فَخِيمٌ: بڑی قدر و منزلت  
والا آدمی یا بڑی شخصیت۔ التَّفْخِيمُ:  
تعظیم، قدر کرنا۔ تَفْخِيمُ الْحَرْفِ:  
حرف کو منہ بھر کر آواز سے ادا کرنا اسی کی  
ضد امالہ ہے۔

ف د ح - فَدَحَهُ الدَّيْنُ قَرْضَ نِ  
اسے زیر بار کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ابن جرّج رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: أَنْ  
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ  
أَلَّا يَتْرُكُوا مَفْدُوْحًا فِي فِدَاءٍ  
أَوْ عَقْلٍ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا  
کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کسی مسلمان کو  
فدیہ یا خون بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں  
زیر بار نہ رہنے دیں۔ ایک اور حدیث  
شریف میں مَفْدُوْحًا کی جگہ مُفْرَحًا:  
راء کے ساتھ ہے جس کا معنی محتاج اور نادار  
ہے۔ یعنی اسلام میں کوئی شخص قرضوں اور  
جرمانوں کے بوجھ میں دبا ہوا محتاج و نادار  
نہ چھوڑا جائے۔

فَادِحٌ: عیالدار اور زیر بار انسان۔ جس کی  
کوئی شنوائی نہ ہو۔

أَفْدَحَهُ الدَّيْنُ مِمَّنْ يُؤْتَقُ بِعَرَبِيَّتِهِ:  
قرض نے اسے زیر بار کر دیا جس سے عربی



پیٹ میں۔ اصل مثل یہ ہے کہ تین شکاری  
شکار کو گئے۔ ایک نے خرگوش اور دوسرے  
نے ہرن کا شکار کیا اور اپنے اپنے شکار پر فخر  
کرنے لگے۔ تیسرے نے گورخر کا شکار کیا  
تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ تمہارے شکار تو  
میرے گورخر کے پیٹ میں سما سکتے ہیں۔  
ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ الفَرَاکِ جَمْعُ  
فِرَاءٍ ہے اور اس کی مثال جَبَلٌ سے  
جِبَالٌ ہے۔ فَرَاکِ جَمْعُ بَنَانٍ میں الف کو  
ہمزہ سے بدلا گیا ہے۔ لوگوں کا قول ہے  
کہ: اَنْكَحْنَا الْفَرَا فَسَنَرَى.

فَرَا: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ر ا'.

ف ر ت - الفَرَات: آبِ شیریں، میٹھا  
پانی۔ اسے مَاءُ فَرَاتٍ بھی کہا جاتا ہے،  
اور مِیَاةُ فَرَاتٍ بھی۔

الفَرَات: کوفہ میں واقع دریائے فرات۔  
الفَرَاتَان: دریائے فرات اور دریائے  
ذُجَیْل (دجلہ)۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری ذُجَیْل  
دریائے دجلہ سے نکلنے والی ایک چھوٹی سی  
نہر ہے۔

ف ر ث - الفَرَث: بروزن الفَلَس: گوبر  
جو ابھی جانور کے پیٹ (اوجھ) میں ہی  
ہو۔ اس کی جمع فَرُوث ہے۔ اس کی مثال  
فَلُوسٌ ہے۔

أَفْرَثُ الْبِکْرَش: اس نے اوجھ چاک کر

فَدَاهُ وَفَادَاهُ: اس نے اس کا فدیہ دیا اور  
اسے چھڑا لیا۔

فَدَاهُ بِنَفْسِهِ: اس نے اس پر جان قربان  
کر دی۔ فَدَاهُ تَفْدِيَةً: اس نے جُعِلْتُ  
فِدَاک کہا یعنی میں تیرے صدقے  
جاؤں کہا۔

تَفَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو  
جُعِلْتُ فِدَاک کہا۔

أَفْتَدَى مِنْهُ بَكْدًا: اس نے اس سے  
اس قدر فدیہ دے کر جان چھڑالی۔

تَفَادَى فُلَانٌ كَذَا: اس نے اس سے  
پرہیز کیا اور اس سے کنارہ کش ہوا۔

الْفِدْيَةُ، الْفِدَى اور الْفِدَاء: سب کا  
ایک ہی معنی ہے۔

ف ذ ذ - الْفَذُّ: فرد۔

الْفَذُّ: کا معنی جوئے کا پہلا تیز بھی ہے۔ یہ  
تیز تعداد میں دس ہوتے ہیں۔ پہلا الْفَذُّ  
ہوتا ہے۔ دوسرا التَّوَمُّ، تیسرا الرَّقِيبُ،  
چوتھا حِلْسٌ، پانچواں النَّافِسُ، چھٹا  
المُسْبِلُ، ساتواں الْمُعْلَى: اس کے  
بعد تین تیروں کا کوئی نصاب نہیں ہے۔ ان  
کے نام السَّفِيحُ، المَبْنِيحُ اور الوَعْدُ  
ہیں۔

ف ر ا - الْفَرَا: بروزن الْکَلَا: گورخر،  
جنگلی گدھا۔ مثل ہے: کُلُّ الصَّيْدِ فِي  
جَوْفِ الْفَرَاء: سارے شکار گورخر کے

جائے، جو کسی آبادی کے قریب نہ ہو۔ ان کا قول ہے کہ ایسے مقتول کی بیت المال کے خرچ پر تجھیز و تدفین ہوگی۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ ایسا شخص ہے جس کا کوئی والی وارث نہ ہو اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو تو اس کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، کیونکہ اس کا کوئی عاقلہ یعنی تاوان ادا کرنے والا نہیں ہوتا۔

الفَرُوجَةُ: چوزہ، مرغی کا چوزہ۔ اس کی جمع الفَرَارِيحُ ہے۔

ذِجَاجَةُ مُفْرِجٍ: چوزوں والی مرغی۔

ف ر ح - فَرِحَ بِهِ: وہ خوش ہوا۔ الفَرِيحُ کا معنی اترانا بھی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ: اللہ تعالیٰ اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ ان کا باب طَرَبٌ ہے۔

أَفْرَحَهُ اور فَرَحَهُ تَفْرِيحًا: اس نے اسے خوش کر دیا۔ کہا جاتا ہے: مَا يَسُرُّنِيْ بِهَذَا الْأَمْرِ مُفْرِحٌ (راء کسور) وَمَفْرُوحٌ بِهِ: مجھے اس کام پر کوئی خوش کرنے والا یا خوش انسان خوش نہیں کرتا، یعنی میں اس کام سے کسی طرح بھی خوش نہیں ہوں۔

مَفْرُوحٌ بِهِ کے بدلے صرف مَفْرُوحٌ کہنا درست نہیں ہے۔

أَفْرَحَهُ الدِّئِيْنُ: قرض نے اسے زیر بار کر

کے غلاظت نکال کر پھینک دی۔  
ف ر ح - الْفَرُجُ مِنَ الْغَمِّ: دکھ سے آرام ہونا۔ کشائش اور فراخی۔ کہا جاتا ہے: فَرَجَ اللّٰهُ غَمَّهُ تَفْرِيحًا: اللہ اس کے دکھ کو دور کرے۔

فَرَجَةٌ كَامَعْنٰی یٰحٰی یٰہٰی ہے۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

الْفَرَجَةُ (فاء مفتوح) مِنَ الْغَمِّ: دکھ اور غم سے آرام۔ شاعر کا قول ہے:

رُبَّمَا تَكَرَّرَ النَّفْسُ مِنَ الْاَمِّ

رِفْرَجَةٍ تَحَلَّ الْعَقَالِ

”بعض کاموں کو نفس تاپسند کرتا ہے لیکن ان میں اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی قید سے

چھوٹ جانے کی۔“

الْفَرَجَةُ: (فاء مضموم) دیوار میں سوراخ وغیرہ۔ کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا فَرَجَةٌ اِنْ دُوخْتَوْنَ کے درمیان رخنہ ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: لَا يُشْرِكُ فِی الْاِسْلَامِ مُفْرِجٌ: اسلام میں کوئی رخنہ چھوڑا جائے گا۔ اسمعی رحمہ اللہ کا قول ہے

کہ یہ لفظ حاء کے ساتھ ہے۔ اس نے اس کے جیم سے ہونے انکار کیا ہے۔ ابو عبید کے بقول محمد بن حسن نے کہا ہے کہ

اس لفظ کو جیم اور حاء دونوں کے ساتھ روایت کیا جاتا ہے، اور جیم کے ساتھ اس کا

معنی ایسا مقتول ہے جو کسی جنگل میں پایا

دیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُتْرَكُ  
فِي الْإِسْلَامِ مُفْرَحٌ: اسلام میں کسی کو  
زیر بار نہیں چھوڑا جائے گا۔

الازہری کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَفْرُوحٌ  
ہے۔ اور بقول اصمعی رحمہ اللہ یہ وہ شخص  
ہے جس کو قرض نے زیر بار کر دیا ہو۔ اصمعی  
رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس شخص کا قرض بیت  
المال کی طرف سے ادا کیا جائیگا، اور اسے  
مقروض نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اصمعی  
رحمہ اللہ نے لوگوں کے اس لفظ کو مَفْرُوحٌ  
(جیم کے ساتھ) کہنے سے انکار کیا ہے۔  
المِفْرَاحُ: (میم کمور) سازگار حالات پر  
بہت زیادہ خوش ہونے والا۔  
المُفْرِحُ: فرحت بخش دواء۔

ف ر خ - الفُرُخُ: چوزہ۔ پرندے کا بچہ،  
مادہ بچے کو فُرُخَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع  
قلت أفرُخٌ اور أفرُاخٌ ہے اور جمع کثرت  
فِرَاحٌ ہے۔  
أَفْرَخَ الطَّائِرُ: پرندے نے انڈوں سے  
بچے نکالے۔

فَرُخٌ تَفْرِيحًا کا معنی بھی یہی ہے۔ میرا  
کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: پرندہ بچوں والا  
ہو گیا۔

ف ر د - الفَرْدُ: وتر، طاق۔ اس کی جمع  
أَفْرَادٌ ہے اور فُرَادَى (فاء مضموم) خلاف  
قیاس جمع ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے فَرْدَانٌ کی

جمع ہو۔

الفَرِيدُ الدَّرُّ: گوہر ایک دانہ۔

فَرَانِدُ الدَّرُّ: بڑے موتی۔ کہا جاتا ہے:

جَاءَ وَافْرَادًا وَفُرَادَى (متون اور غیر  
متون) وہ ایک ایک کر کے آئے۔

فَرَدٌ، انْفَرَدَ يَفْرُدُ (راء مضموم) فَرَادَةٌ:

(فاء مفتوح) وہ اکیلا ہو گیا۔ یا وہ تنہا ہو گیا۔

تَفَرَّدَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اسْتَفْرَدَهُ: وہ اس کے ساتھ تنہا ہو گیا، یعنی

اس کے ساتھ الگ ہو گیا۔

ف ر د س - الفِرْدَوْسُ: باغ، القراء کا

قول ہے: یہ عربی لفظ ہے۔

الفردوس: جنت میں ایک باغچے کا نام

بھی ہے۔

فِرْدَوْسٌ، الیَمَامَةُ کے علاوہ ایک اور

باغ کا نام ہے۔

الفَرَادِيسُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ف ر ر - فَرٌّ، يَقْفُو، فَرَارًا: وہ بھاگ گیا۔

أَفْرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بھگا دیا۔

رَجُلٌ فَرٌّ بَرُوزِنٌ: بھگوزا، بھاگنے والا۔

یہ لفظ تثنیہ جمع اور مؤنث تینوں میں یکساں

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هَذَا إِنْ

فَرُّ قَرَيْشٍ أَفْلَا أَرْدُ عَلَى الْقَرَيْشِ

فَرَهَا: ”یہ دونوں قریش کے بھاگے

ہوئے ہیں۔ کیا میں قریش کو ان کے

بھاگے ہوئے نہ لوں دوں“۔ یہ الفاظ سُرَاتِ

اس کا اصل نام ہمام ہے۔

فرس - الفرس: گھوڑا، گھوڑی، نر اور مادہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گھوڑی کے لئے فرسۃ نہیں کہا جاتا۔ الفرس کا اسم تصغیر فریس ہے۔ اگر مادہ کے لئے خاص طور پر نام لینا ہو تو فریسۃ ہی کہتے ہیں، یعنی 'ۃ' کا اضافہ کرتے ہیں۔

الفرس کی جمع افراس ہے۔ گھڑسوار یا شہسوار کو فراس کہتے ہیں۔ اس کی مثال

لابن اور قامر کی سی ہے۔ گھوڑے کے مالک کو بھی فراس کہتے ہیں۔ اس کی جمع فراس بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہ جمع شاذ

ہے اور قیاسی نہیں، کیونکہ فواعل کا وزن فاعلۃ کے لئے مقرر ہے مثلاً: ضاربۃ کی

جمع ضوارب یا پھر یہ فاعل کی جمع کا وزن ہے جو مؤنث کی صفت ہو مثلاً: حائض کی

حوائض ہے۔ یا پھر آدمی کے سوا دوسری صفت اور اسم کی جمع ہے مثلاً: بازل کی جمع

بوازل اور حائط کی جمع حوائط ہے۔ رهازی عقل مذکر تو فراس ہوا لک

اور نوالس کے علاوہ اور کوئی جمع اس وزن پر نہیں آتی۔ ابن السکیت رحمہ اللہ کا قول

ہے کہ: اذا كان الرجل علی حافر بردوناً كان أو فرساً أو بغلاً أو

حصاراً قلت مر بنا فراس: ”یعنی جب کوئی کسی چوپائے پر سوار ہو، وہ خواہ شو

بن عثم نے اس وقت حضرت محمد ﷺ اور

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے جب آپ ہجرت کر

کے مدینہ شریف جا رہے تھے۔ الفرو، فار کی جمع ہو سکتی ہے۔ جس کی مثال راکب

کی جمع راکب ہے اور صاحب کی صحب ہے۔

افتر صاحبکما: اس نے ہنسی میں اپنے دانت نمایاں کئے۔

فرس مفر: (میم مکسور) تیز بھاگنے والا گھوڑا اور بھاگتے وقت کام آئے یعنی ایسا

گھوڑا جس پر سوار ہو کر بھاگا جاسکے۔ المفر: فرار۔ قول خداوندی ہے: اینن

المفر: فرار کہاں۔ المفر: جائے فرار۔

فرز - فرز الشیء: ایک چیز کو دوسری

چیز سے الگ کرنا۔ اس کا باب ضرب ہے۔ افرزۃ کا معنی بھی یہی ہے۔ فارز

شریک: اس نے اپنے شریک کو اپنے سے دور کر دیا اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔

افریز: چار دیواری۔ یہ لفظ معرب ہے۔ اسی سے لفظ ثوب مفروز ہے۔ جس کا

معنی چیدہ پٹڑا ہے۔ فرزدق - الفرزدق: گندھے

ہوئے آنے کا پٹڑا۔ اس کا واحد فرزدقۃ اسی سے فرزدق شاعر کا نام پڑا ہے۔ ورنہ

فَارِسُ النُّظْرُ: تیز نگاہ انسان۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ: مومن کی فراست سے بچو یا محتاط رہو۔

الْفِرَاسَةُ (فاء مفتوح)، الْفَرُوسَةُ اور الْفَرُوسِيَّةُ: سب کا معنی شہسواری یا گھڑ سواری ہے۔

قَدْ فَرَسَ: (راء مضموم) اس کا باب سَهْلٌ اور ظَرْفٌ ہے۔ اور معنی ہے کہ وہ گھوڑوں کے بارے میں ماہر اور تجربہ کار شخص ہے۔

ف ر س خ - الْفَرَسُخُ: فرسنگ، کوس کا فاصلہ۔ اس کی جمع فَرَسِخٌ ہے۔ یہ لفظ فارسی فرسنگ سے عرب ہے۔

ف ر ش - الْفِرَاشُ: اس کی جمع الْفُرُشُ ہے اور معنی بستر۔ بطور کنایہ عورت کو کہتے ہیں۔

فَرَشَ الشَّيْءَ، يَفْرُشُهُ: (راء مضموم) فِرَاشًا: (فاء مكسور) اس نے بچھایا۔

الْفَرَشُ بروزن العرش، الْفَرُوشُ: گھر کا فرنیچر۔ اونٹ کے بچوں کو بھی اس نام سے پکارتے ہیں۔ قول خداوندی ہے:

حَمُولَةٌ وَفَرَشًا: بار بردار بڑے بڑے چوپائے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے۔ الْفَرَاءُ کا کہنا ہے کہ میں نے ان معنوں میں اس لفظ کی جمع کا صیغہ نہیں سنا۔

پر سوار ہو یا گھوڑے پر، یا خچر پر سوار ہو یا گدھے پر، تو تم کہو گے کہ ہمارے پاس ایک خچر سوار گزرایا ہمارے پاس سے گدھا سوار گزرا۔ "عُمارہ کا کہنا ہے۔ خچر والے کو بَعَالٌ کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔ گدھے والے کو حَمَارٌ کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔

فَرَسَ الْاَسَدُ فَرِيَسَتَهُ: شیر نے اپنے شکار کو پھاڑ کھایا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے اور معنی ہے کہ اس نے اس کی گردن توڑ دی۔

اَفْتَرَسَهَا کا معنی بھی یہی ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ فَرَسَ الدِّبَّ الشَّاةَ: بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ کھایا۔ نضر بن شَمِيلٌ نے کہا کہ ان معنوں میں اَكَلَ الدِّبَّ الشَّاةَ: یعنی بھیڑیے نے بکری کو کھایا کہتے ہیں، اَفْتَرَسَهَا نہیں کہتے۔

أَبُو فِرَاسٍ: شیر کی کنیت ہے۔ فَارِسٌ: فارس یعنی ایران کے رہنے والے فارسی لوگ۔ اس کی جمع فُرُوسٌ ہے۔ الْفُرُوسَانُ: شہسواری لوگ۔

الْفِرَاسَةُ: (فاء مكسور) تَفَرَسْتُ: فعل کا اسم ہے۔ اس کا معنی بھلائی بھانپ لینا ہے۔ هُوَ يَتَفَرَسُ: وہ دیکھتا بھالتا ہے۔ یعنی سوچتا سمجھتا ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ

المَضْرَاضُ: چاندی کاٹنے والی چینی۔

الْفَرِيضَةُ: پہلو اور شانے کے درمیان کا گوشت۔ چوپایوں کا گوشت ہمیشہ پھڑکتا رہتا ہے۔ اس کی جمع فَرِيضٌ اور فَرَايِضٌ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ: أَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَا كُفْرَةَ أَنْ أَرَى الرَّجُلَ ثَائِرًا فَرِيضٌ رَقَبَتِهِ قَائِمًا عَلَى مُرْبَتِهِ يَضْرِبُهَا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کو برا جانتا ہوں کہ آدمی کی گردن کی رگیں مارے غصے کے پھولی ہوئی دیکھوں کہ وہ کھڑا اپنی چھوٹی عورت کو مار رہا ہو۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے مراد گردن کے پٹھے اور رگیں ہیں کیونکہ غصے کے وقت یہی پٹھے تننے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

ف ر ص د-الْفَرِضَادُ: (فاء مکسور) سُرخ توت بالخصوص۔

ف ر ض-الْفَرَضُ: کسی چیز میں شکاف ڈالنا۔ الْفَرَضُ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ ادا امر اور احکام بھی ہے۔ انہیں یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ فرض امر کے علامات اور حدود متعین ہیں۔ قول خداوندی ہے: لَا تَجِدُنْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا: میں ضرور تمہارے بندوں میں ایک متعین تعداد کو اپنے قبضے

اس نے کہا کہ ہو سکتا ہے یہ مصدر ہو جو بطور اسم استعمال ہوا ہو۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے کہ فَرَسَهَا اللَّهُ فَرَسًا: یعنی اس نے بچھونا بچھایا۔

الْفَتْرَشُ الشَّيْءُ: چیز بچھائی۔ الْفَتْرَشَةُ: اس نے اسے روندنا۔ پامال کیا۔ الْفَتْرَشُ ذِرَاعِيهِ: اس نے اپنے دونوں بازو زمین پر بچھائے۔

تَفْرِيشُ الدَّارِ: گھر میں ٹائلیں لگوانا۔ یا پختہ فرش کرنا۔

فَرَأَشَةُ الْقُفْلِ: راء مخفف۔ قفل کے جھڑ یاہ۔ جو قفل میں ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ أَقْفَلُ فَأَقْرَشُ: اس نے قفل لگا دیا اور اس میں جھڑ ڈال دیا۔

الْفَرَشَةُ: پروانہ، پتنگا۔ جو شمع کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ مَثَلٌ هُوَ: أَطْيِشُ مِنْ فِرَاشَةِ: پروانے سے زیادہ بے قرار۔ اس کی جمع فِرَاشٌ ہے۔

ف ر ص-الْفَرِصَةُ: فرصت، مہلت۔ کہا جاتا ہے کہ: وَجَدَ فُلَانٌ فَرِصَةً وَانْتَهَرَ فُلَانٌ الْفَرِصَةَ: فلاں شخص کو موقع ملا اور فلاں شخص نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔

الْفَتْرَصَهَا: کا معنی بھی فرصت کو غنیمت جانا ہے۔

الْفَرَضُ: کاٹنا۔

میں کر لوں گا۔  
التَّفْرِیضُ: شَكَافٌ وَذَالِنَا- كَانَا- قرآن کی  
آیت: سُورَةُ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا:  
میں فرضنا میں راء کو مشدّد کر کے پڑھا  
گیا ہے، یعنی ہم نے اس سورت کو تفضیلاً  
بیان کیا ہے۔  
فُرُضَةُ النَّهْرِ: دریا کا دہانہ۔ فُرُضَةُ كَا  
فَاءٌ مضموم ہے، جہاں سے سیرابی کے لئے  
پانی لیا جاتا ہے۔  
فُرُضَةُ الْبَحْرِ: بندرگاہ۔  
فَرَضَ لَهُ فِي الْعَطَاءِ: اس نے اس کی  
پیشن مقرر کی۔  
فَرَجَ لَهُ فِي الدِّيْوَانِ: اس نے  
رجسٹر میں اس کا اندراج کر دیا۔ اس کا باب  
صَرَبٌ ہے۔  
فَرَضَتِ الْبَقْرَةَ: گائے بوڑھی ہو گئی۔  
قَوْلُ خَدَاوَنْدِي فِي هِيَ لَفْظٌ آيَا هِيَ: لَا  
فَارِضٌ وَلَا بَكْرٌ: وہ گائے نہ تو بوڑھی  
ہے اور نہ ہی بچھیا ہے۔ اس کا باب جَلَسَ  
اور ظَرْفٌ ہے۔  
الْفَارِضُ وَالْفَرَضِيُّ: علم و فرائض  
(وراثت کے حصول کی تقسیم) کا علم جاننے  
والا۔  
فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْنَا كَذَا: اللہ تعالیٰ نے  
ہم پر یہ کچھ واجب کیا ہے۔  
افترضَ كَمَا مَعْنَى هِيَ هِيَ: اس کا اسم

ف ر ط - فَرَطٌ فِي الْأَمْرِ: اس نے  
معاملے میں کوتاہی کی اور معاملے کو ضائع  
کر دیا حتیٰ کہ وہ ختم ہو گیا یا ہاتھوں سے جاتا  
رہا۔

فَرَطٌ فِيهِ تَفْرِيطًا كَمَا مَعْنَى هِيَ هِيَ۔  
فَرَطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جلد بازی اور  
زیادتی کی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں  
ہے: أَنْ يَفْرَطَ عَلَيْنَا: ہمیں ڈر ہے کہ وہ  
ہم پر زیادتی کرے گا۔

فَرَطَ إِلَيْهِ كَمَا مَعْنَى هِيَ هِيَ۔  
فَرَطَ الْقَوْمَ: وہ پانی کے گھاٹ پر  
دوسروں سے پہلے پہنچ گیا۔ ایسے شخص کو  
فَارِطٌ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع فَرَاطٌ  
(فَاءٌ مضموم) ہے۔ اس کا وزن كُتِّبَتْ  
ہے۔ تمام کا باب نَصَرَ ہے۔

أَفْرَطَهُ: اس نے اسے چھوڑ دیا یا ترک کر  
دیا۔ قول خداوندی میں ہے: وَأَنْتَهُمْ  
مُفْرَطُونَ: وہ لوگ آگ میں چھوڑ دیئے  
جائیں گے۔ یعنی وہ از یاد رفتہ لوگ ہیں۔  
أَفْرَطَ فِي الْأَمْرِ: اس نے کام یا معاملے

ف ر ع - فَرَعُ كَلَّ شَيْءٌ بِهَرَجٍ كَأَدْرِ  
والاحصر۔

الْفَرَعُ کا معنی پورے بال بھی ہے۔  
الْفَرَعُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) اودھنی  
پہلو ٹالی یعنی پہلا بچہ جسے وہ بتوں کے نام ذبح  
کرتے ہیں اور اسے بابرکت سمجھتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے: لَا فَرَعَ وَلَا  
عَتِيْرَةَ: اسلام میں فَرَعُ یا عَتِيْرَةَ نہیں  
ہے۔ فَرَع سے مراد اودھنی کے پہلو ٹے  
بچے کی قربانی اور عَتِيْرَةَ ماہِ رَجَب کی  
قربانی ہے۔ جو دور جاہلیت میں مردّذیح تھی  
اور اسلام میں ممنوع ہوگی۔

الْأَفْرَعُ: زیادہ بالوں والا، الْأَصْلَعُ یعنی  
گنچے کی ضد ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ أَفْرَعُ: نبی کریم ﷺ کے  
سر پر بہت بال تھے۔ تَفَرَعَتْ أَغْصَانُ  
الْأَشْجَارِ: درختوں کی ٹہنیاں بہت زیادہ  
ہو گئیں یا زیادہ پھیل گئیں۔

ف ر ع ن - فِرْعَوْنُ: شاہ مصر ولید ابن  
مصعب کا لقب۔ ہر سرکش کو فرعون کہتے  
ہیں۔ اور باغیوں کو فِرْعَانَةَ کہا جاتا ہے۔

قَدْ تَفَرَعَنَ: وہ فرعون بن گیا۔  
هُوَ ذُو فِرْعَانَةٍ: وہ انتہائی کمزور و فریب اور  
نخوت کا مالک ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: أَخَذْنَا فِرْعَوْنَ هَلْذِهِ الْأُمَّةِ: ہم  
نے اس امت کے فرعون کو پکڑ لیا۔

میں زیادتی کی یعنی حد سے تجاوز کیا۔ اس کا  
اسم الْفَرَطُ ہے۔ اس میں راء ساکن  
ہے۔ کہا جاتا ہے: أَيَّاكَ وَالْفَرَطُ فِي  
الْأَمْرِ: کام میں حد سے تجاوز کرنے سے  
بچو۔

الْفَرَطُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) وہ  
شخص جو سب سے پہلے پانی پر پہنچتا ہے اور  
ری ڈول تیار کرتا ہے اور حوض کا بندوبست  
کرتا ہے۔ اور دوسروں کو پانی پلاتا ہے۔ یہ  
اسم فَعْل کے وزن پر فاعل کے معنوں میں  
ہے۔ اس کی مثال تَبِعَ بِمَعْنَى تَابِعَ ہے۔ کہا

جاتا ہے: رَجُلٌ فَرَطٌ وَقَوْمٌ فَرَطٌ  
بھی۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَا فَرَطُكُمْ

عَلَى الْحَوْضِ: میں قیامت کے دن  
حوض کوثر پر تمہارا فَرَطُ ہوں گا۔ یعنی تمہیں  
سیراب کرنے والا اور پانی پلانے والا۔ اسی  
نسبت سے بچے کی نماز جنازہ کی دعا میں یہ  
کہا جاتا ہے: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا:

یعنی اے خدا! ہمارے اس بچے کو ہمارے  
لئے تو شہ آخرت اور اجر بنا جو ہم سے پہلے  
جائے اور ہم پھر اس کے پاس جاؤں۔

أَمْرٌ فَرَطٌ: حد سے بڑھا ہوا کام یا  
معاملہ۔ فاء اور راء مضموم، قول خداوندی  
میں یہ لفظ آیا ہے: وَكَانَ أَمْرُهُ فَرَطًا.

ف ر ط س - فَرَطُوسَةُ الْخَنْزِيرِ:  
سور کی تھوٹی، (فاء مضموم)۔



کہتا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم نے اسے مختلف ایام و اوقات میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔

الفَرْقُ: مدینہ شریف میں ناپ کا ایک مشہور پیمانہ جو سولہ رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اسے راء کی حرکت سے یعنی الفَرْقُ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع فُرُقَانٌ ہے۔ اور یہ جمع کا صیغہ دونوں کی جمع ہے۔ اس کی مثال بطن کی جمع بَطْنَانٌ اور حَمَلٌ کی جمع حُمَلَانٌ ہے۔

الفُرْقَانُ: قرآن کریم۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہر چیز فُرْقَانٌ ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ: ”ہم نے موسیٰ اور ہارون کو الفرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز دے دی۔“

الفُرْقَةُ اس قول کا اسم ہے کہ فَارَقَهُ مُفَارَقَةً: اس نے اس کے درمیان جدائی ڈال دی۔ اس کا اسم فِرَاقًا بھی ہے۔ الفَارُوقُ: ایک نام جس سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موسوم ہوئے۔

المَفْرُوقُ: (راء مکسور و مفتوح) وسط سر۔ یہ سر کی وہ جگہ ہے جہاں سے بال الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ مَفْرُوقٌ الطَّرِيقُ وَمَفْرُوقَةٌ: اس کا جمع کا صیغہ نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک راستے سے دوسرا راستہ

ف ر غ - فَرَعٌ مِنَ الشُّغْلِ فَرَاغًا: وہ کام سے فارغ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

تَفَرَّغَ لِكَذَا: اسے فلاں کام کے لئے فراغت مل گئی۔ اسْتَفْرَغَ مَجْهُودَةً: اس نے بھرپور کوشش کی۔

فَرَعُ الْمَاءِ (راء مکسور) فَرَاغًا: پانی ختم ہو گیا یا جذب ہو گیا۔ أَفْرَعُهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے فارغ کر دیا۔

حَلَقَةٌ مُفْرَعَةٌ: ہر طرف سے خاموشی چھایا ہوا حلقہ۔

تَفْرِيقُ الظُّرُوفِ: برتنوں کو خالی کر دینا۔ ف ر ف خ - الفَرْفِخُ: ایک بیزی، خرنہ کا ساگ۔ اسے بَرَبَهَنٌ کہا جاتا ہے۔

ف ر ق - فَرَقَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان فرق کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور فُرُقَانًا بھی۔

فَرَّقَ الشَّيْءَ تَفْرِيقًا وَتَفَرَّقَ فَانْفَرَقَ وَتَفَرَّقَ وَافْتَرَقَ: اس نے کسی چیز میں سے اپنا حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے لے لیا، یا بار بار

بار لیا۔ قول خداوندی ہے: وَقَسْرَانَا فَرَقْنَا: اور قرآن کو جسے ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ جس نے اسے راء مخفف

کے ساتھ پڑھا۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم نے فَرَّقَ يَفْرُقُ میں بیان کر دیا ہے اور جس نے اس میں راء کو مشدود کر کے پڑھا اس کا

کے کرتے۔ اَفَارِيقُ، اَفْرَاقُ کی جمع ہے۔  
اور اَفْرَاقُ، فِرْقَةُ کی جمع ہے۔

اَفْرَقَ الْمَرِيضُ مِنْ مَرَضِهِ  
وَالْمَحْمُومُ مِنْ حُمَاةٍ: مریض کو مرض  
سے افاقہ ہوا اور بخار والے آدمی کو بخار  
سے آرام آیا۔

اِفْرِيقِيَّةٌ: ایک اسلامی ملک کا نام۔

ف ر ق د - اَلْفِرْقَةُ: چھڑا۔

اَلْفِرْقَدَانُ: قطب کے قریب دو ستارے۔

ف ر ق ع - اَلْفِرْقَعَةُ: انگلیوں کا چٹخانا۔  
فَرَقَعَهَا فَتَفَرَّقَتْ: اس نے انگلیوں کو  
چٹخایا تو وہ جھج گئیں۔

ف ر ك - فَرَكَ الثَّوْبَ وَالسُّنْبُلَ  
بِيَدِهِ: اس نے اپنے ہاتھ سے پڑے کو  
رگڑا اور بالی کو تھیلی سے سلا۔

اَفْرَكَ السُّنْبُلُ: بالی یا خوشہ رگڑا یا سلا  
گیا یعنی فریک بن کر اس کے دانے الگ  
الگ اور صاف ہو گئے اور دانے کھانے  
کے قابل ہو گئے۔

ف ر ن - اَلْفِرْنُ: تھور۔ جس میں روٹی  
پکاتے ہیں۔

اَلْفِرْنِيُّ: موٹی روٹی جو اس جگہ سے  
منسوب ہے۔ یہ تھور کے علاوہ ہے۔

ف ر ن د - فِرْنَدُ: (فاء اور راء دونوں  
مکسور) تلوار۔

اِفْرِنْدَةٌ: (ہمزہ اور راء مکسور) تلوار کا

الگ ہوتا ہو۔ لوگوں کا قول ہے کہ:  
لِلْمَفْرِقِ مَفَارِقُ: یعنی ایک راستے سے  
کئی اور راستے نکلتے ہیں گویا انہوں نے ہر  
جگہ سے ایک راستہ نکالا ہے اور ان کی جمع  
بنالی ہے۔

اَلْفِرْقُ: خوف اور ڈر۔

قَدْ فَرِقَ مِنْهُ: وہ اس سے ڈر گیا۔ اس کا  
باب طرب ہے۔ ان معنوں میں فِرْقَةُ  
کہنا درست نہیں ہے۔

اِمْرَاةٌ فَرُوْقَةٌ: خوف زدہ عورت۔ مرد  
کے لئے بھی رَجُلٌ فَرُوْقَةٌ بھی کہتے  
ہیں۔ اس کی جمع نہیں ہے۔

دِيْكٌ اَفْرُقِيٌّ: کفنی والا مرغ۔

رَجُلٌ اَفْرُقِيٌّ: مانگ والا مرد۔ جس کے  
بالوں یا داڑھی میں مانگ ہو۔ کہا جاتا ہے  
کہ: هُوَ اَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ (فاء  
اور راء دونوں مفتوح) وہ ابتدائے صبح سے  
بھی زیادہ نمایاں اور روشن ہے۔

اَلْفِرْقُ مِنَ الشَّيْءِ: کسی چیز سے

پھوٹ نکلنا۔ یہیں سے قول خداوندی ہے:  
فَاَنْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ  
الْعَظِيْمِ: تو سمندر پھٹ پڑا اور ہر ٹکڑا گویا  
ایک بڑا پہاڑ بن گیا۔

اَلْفِرْقَةُ: لوگوں کا فرقہ، جماعت۔

اَلْفَرِيقِيُّ: لوگوں میں سے اکثر۔ حدیث  
شریف میں ہے: اَفَارِيقُ الْعَرَبِ: عرب

بَطِيءٌ ہے۔ جس کا معنی ہے وہ بد اور شریر ہوا اور متکبر اور اترانے والا بنا۔ قول خداوندی ہے: وَتَنْجِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَرِهِيْنَ: اور تم بہ تکلف اتراتے ہوئے پہاڑوں اور چٹانوں کو تراش تراش کر مکانات تعمیر کرتے ہو۔ جس نے آیت میں فَرِهِيْنَ پڑھا تو وہ فَرِيَةٌ سے مشتق ہے اور جس نے اس فَارِهِيْنَ پڑھا تو وہ فَرُوَةٌ (راء مضموم) سے مشتق ہے۔

ف ر ا - الْفَرُوُّ: فَرٌ۔ اس کی جمع الْفِرَاءُ ہے۔ اَفْتَرَى الْفَرُوُّ: اس نے فر کا لباس پہنا۔

فَرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز کو مرمت کرنے کی یاد دہانی کرنے کے لئے کانا، اس کا باب رَمَى ہے۔ فَرَى كَذِبًا: اس نے ایک جھوٹ گھڑا۔ اَفْتَرَاهُ: اس نے اس پر افتراء کیا یا بہتان باندھا۔ اس کا اسم الْفَرِيَّةُ: تہمت اور بہتان ہے۔ قول خداوندی ہے: شَيْنًا فَرِيًّا: کا معنی گھڑی ہوئی یا بنائی ہوئی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی عظیم یعنی بہت بڑی بات ہے۔

اَفْرَى الْاَوْذَاجَ: اس نے گردن کی رگیں کاٹ دیں۔

اَفْرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز میں شکاف ڈال دیا۔ یا پھاڑ دیا۔

جوہر۔ اس کے نقش و نگار۔

ف ر ہ - الْفَارِيَةُ: حَازِقٌ، تجربہ کار۔

قَدْ فَرُوَ: وہ تجربہ کار ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفٌ اور سَهْلٌ ہے اور فَرَاهِيَةٌ بھی۔ اس کا اسم فاعل فَارِيَةٌ ہے۔ جو نادر یا شاذ ہے۔ اور اس کی مثال حَامِضٌ ہے۔ از روئے قیاس تو اس کا اسم فاعل فَرِيَّةٌ ہونا چاہئے۔ اور اس کی مثال حَمِيضٌ ہے۔ مثلاً: صَغُرُ كَاسْمِ فَاعِلٍ صَغِيْرٍ اور عَظُمُ كَاسْمِ عَظِيْمٍ ہے۔

میرا کہتا ہے کہ الازہری نے قول خداوندی: فَارِهِيْنَ کا معنی تجربہ کار اور فَرِهِيْنَ کا معنی شریر اور متکبر بتایا ہے۔ نیز الْفَارِيَةُ مِنَ النَّاسِ کا معنی خوش شکل اور الْفَارِيَةُ مِنَ الْاَدْوَابِ: کا معنی تیز رو بتایا ہے۔ دوسروں نے الْفَارِيَةَ کا معنی خوب رو بتایا ہے۔ الجوہری کا قول ہے کہ ثُو، فُجْر اور گدھے کے لئے تُوْفَارِيَةٌ کہا جاتا ہے جو الْفَرُوْهَةُ، الْفَرَاهَةُ اور الْفَرِهِيَّةُ سے مشتق ہے۔ مثلاً: بَرَاذِيْنٌ فَرِهَةٌ: عمدہ اور تیز رو ٹو۔ اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبَةٌ ہے۔ اور بَرَاذِيْنٌ فَرُوَةٌ میں فَرُوَةٌ کی مثال بَازِلٌ اور بُزْلٌ ہے۔ البتہ گھوڑے کے لئے فَرَسٌ فَارِيَةٌ نہیں کہتے بلکہ گھوڑے کے لئے رَافِعٌ اور جَوَادٌ کہتے ہیں۔ فَرِيَةٌ کا باب ظَرِبٌ ہے۔ اس کی مثال اَشْرٌ اور

الْمَفْرُوعُ بَرُوزِنِ الْمَجْمَعِ: پناہ۔ پناہ گاہ۔  
پناہ۔ پناہ گاہ۔

فَلَانٌ مَفْرَعٌ لِلنَّاسِ: فلاں  
فحص لوگوں کے لئے پناہ گاہ ہے۔ اس میں  
واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ اسی طرح  
مَوْنِثٌ اور مذکر بھی دونوں یکساں ہیں۔  
اِذَا ذَهَبَهُمْ أَمْرٌ فَرَعُوا إِلَيْهِ: جب  
انہیں کوئی خطرہ لاحق ہوا تو وہ اس کے پاس  
پناہ لینے گئے۔

الْفِرْعُ: کا معنی فریاد بھی ہے۔ نبی اکرم  
ﷺ نے انصار سے فرمایا: اِنْكُمْ  
لَتَكْثُرُونَ عِنْدَ الْفِرْعِ وَتَقْلُونَ عِنْدَ  
الطَّمْعِ: (اے مشرک انصار!) تم فریاد رسی  
یعنی دوسروں کی فریاد رسی کے لئے تو زیادہ  
سے زیادہ جوش و جذبہ اور کام کرتے ہو اور  
طمع اور لالچ کے موقعوں پر بہت کم دلچسپی  
لیتے ہو۔

الْإِفْرَاعُ: ڈرانا اور فریاد رسی کرنا بھی۔ کہا  
جاتا ہے: فَرِعَ إِلَيْهِ فَأَفْرَعَهُ: وہ اس کے  
پاس فریاد لے کر گیا تو اس نے اس کی فریاد  
رسی کی۔ یا اس نے اس سے پناہ مانگی تو اس  
نے اسے پناہ دے دی۔

التَّفْرِيعُ: کلمات اضداد میں سے ہے یعنی  
اس کے متضاد معانی ہیں۔ کہا جاتا ہے:  
فَرِعَ عَنْهُ: اس نے اسے خوف زدہ کر دیا اور  
فَرِعَ عَنْهُ: اس نے اس کا خوف دور کر

فَأَفْرَى وَتَفْرَى: وہ چیز پھٹ گئی۔ کہا  
جاتا ہے: تَفْرَى اللَّيْلُ عَن صُبْحِهِ:  
رات پھٹ کر صبح روشن ہوئی۔ أَفْرَى  
الذُّبُ بَطْنِ الشَّاةِ: بھیڑیے  
نے بکری کا پیٹ پھاڑ دیا۔ بقول الکسائی:  
أَفْرَى الْأُدَيْمِ: اس نے خراب کرنے  
کے لئے چمڑے کو کاٹ دیا اور فَرَاهُ کا معنی  
ہے اس نے مرمت اور اصلاح کے لئے  
چمڑے کو کاٹا۔

ف ز ر - الْفَزْرُ: (فاء مفتوح) کپڑے  
میں سوراخ ہونا یا پھٹن، شکاف۔  
قَدْ تَفَزَّرَ الشَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا اور  
بوسیدہ ہو گیا۔

فَزَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو پھاڑ دیا یا اس  
میں شکاف ڈال دیا۔ اس کا باب نَصَرَ  
ہے۔

ف ز ز - اسْتَفَزَّهُ الْعَوْفُ: اسے خوف  
نے دہلا اور کمزور کر دیا۔

قَعَدَ مُسْتَفْزِئًا: وہ بے چین بیٹھا رہا۔

ف ز ع - الْفِرْعُ: خوف اور دہشت اور  
گھبراہٹ۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ ممکن  
ہے کہ اس کی جمع أَفْرَاعُ کے وزن پر بنائی  
گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ فَرِعَ إِلَيْهِ: اس نے  
اس سے فریاد کی اور فَرِعَ مِنْهُ: وہ اس  
سے گھبرایا۔ دونوں کا باب طَرِبَ ہے۔  
ان معنوں میں فَرِعَهُ نہیں کہنا چاہئے۔

المَفْسَدَةُ، المَصْلَحَةُ کی ضد۔ اس کا  
معنی خرابی ہے۔

ف س ر - الفُسْرُ: بیان۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

التفسیر کا معنی بھی یہی ہے۔

اسْتَفْسَرَهُ: اس نے اس سے پوچھا۔  
استفسار کیا۔

ف س ط - الفُسْطَاطُ: بالوں کا گھریا خیر۔  
اس کے بہت سے لہجے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) فُسْطَاطُ،

(۲) فُسْتَاطٌ اور

(۳) فُسَاطٌ (سین مشدّد)

ان میں الفِئْسَطَاطُ: (فاء مکسور) بھی  
ایک لہجہ ہے۔ اس طرح یہ چھ لہجے ہوتے  
ہیں۔

فُسْطَاطُ: مصر کا ایک شہر۔

ف س ق - فَسَقَطَتِ الرُّطْبَةُ: تازہ  
کھجور اپنے پتھکے سے باہر نکل آئی۔ فَسَقَ

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ: اس نے اپنے رب کے  
حکم کی نافرمانی کی۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا

قول ہے: فاسیق کا لفظ جاہلی کلام یا جاہلی  
شعر و نظم میں قطعاً نہیں سنا گیا۔ اس کا کہنا

ہے کہ یہ عجیب بات ہے۔ حالانکہ یہ لفظ  
عربی ہے۔ الفِئْسِيقُ: ہمیشہ۔ دائمی طور پر

فسق کرنے والا۔

الفَوَيْسِقَةُ: چوبیا۔

دیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے:  
حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ: تا آنکہ

ان کے دلوں میں ڈر اور خوف دور ہو گیا۔  
ف س ح - الفُسْحَةُ: (فاء مضموم)

گنجائش۔ فراخی و وسعت۔

مَكَانٌ فَيْسِيحٌ: کشادہ مکان۔  
فَسَحَ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ: اس نے مجلس

میں اسے جگہ دے دی۔ اس کا باب قطع  
ہے۔

انْفَسَحَ صَدْرُهُ: اس کا سینہ کشادہ ہوا۔  
تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ: مجلس میں

کھلے کھلے ہو کر بیٹھو۔

ف س خ - الفَسْحُ: توڑنا۔ اس کا باب  
قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: فَسَخَ الْبَيْعَ

وَالْعَزْمُ: اس نے بیچ اور عزم خراب کر دیا۔  
فَانْفَسَخَ: تو وہ فسخ ہو گئے۔

تَفَسَّخَتِ الْفَارَةُ فِي الْمَاءِ: چوہا پانی  
میں پھول کر پھٹ گیا۔

ف س د - فَسَدَ الشَّيْءُ يَفْسُدُ: (سین  
مضموم) فَسَادًا: چیز خراب ہو گئی۔ اسی چیز

کو فاسد کہتے ہیں۔

فُسِدَ (سین مضموم) فَسَادًا کا بھی یہی  
معنی ہے اس کا اسم فاعل فَيْسِدٌ ہے۔

أَفْسَدَهُ فَفَسَدَ: اس نے اسے خراب کیا  
تو وہ خراب ہوا۔ خراب ہونے کے معنوں

کے لئے اِنْفَسَدَ نہیں کہنا چاہئے۔

ف ش ش - فَشَّ الذَّقَ الرِّيَاحُ: اس نے دھونکی سے ساری ہوا خارج کر دی یا ڈکاری، (باب رَدُّ).

انْفَشَّتْ: مشک وغیرہ کے کھل جانے سے ساری ہوا خارج ہوگئی۔

ف ش ل - الفَشِيلُ: کمزور اور بزدل آدمی۔ اس کی جمع أَفْشَالٌ ہے۔

قَدَّ فَشِيلٌ: وہ بزدل ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

ف ش ا - فَشَا الخَبْرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا باب سَمَاءٌ ہے۔

الفَوَاشِي: بھیڑ بکری اور اونٹ وغیرہ قسم کی ہر منتشر اور پھیلی ہوئی چیز۔ خذیث شریف میں ہے: ضَمُّوا فَوَاشِيَكُمْ حَتَّى تَذَهَبَ فَحَمَةُ العِشَاءِ: اپنے چوپایوں کو عشاء کی تاریکی چلے جانے تک اپنے پاس روکے رکھو۔

ف ص ح - رَجُلٌ فَصِيحٌ وَكَلَامٌ فَصِيحٌ: فصیح انسان اور فصیح کلام۔ یعنی بلیغ انسان اور بلیغ کلام۔ لِسَانٌ فَصِيحٌ: تیز زبان۔ کہا جاتا ہے: كَلَّمُ نَاطِقٌ فَصِيحٌ وَمَالًا يَنْطِقُ فَهُوَ أَعْجَمٌ: ہر بولنے والا فصیح ہے۔ اور جو بولتا نہیں وہ گونگا ہے۔

فَصْحَ العَجْمِي: عجمی کی زبان فصیح ہوگئی۔ اس کی زبان میں لحن باقی نہ رہا۔ ان کا باب ظرف ہے۔

تَفَصَّحَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام

ف س ک ل - الفَسِيكِلُ: (فاء مسور) کاف مسور) گھڑ دوڑ میں آخر میں آنے والا گھوڑا۔ یعنی بھسڈی۔ اسی سے کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فَسِيكِلٌ: رزیل اور کینہ

آدمی۔ عام زبان میں اسے فَسْكُلٌ کہتے ہیں، جس میں فاء مضموم ہے۔ ابو الغوث کا قول ہے کہ گھڑ دوڑ میں پہلے یعنی اول آنے والے کو الْمُجَلِّي کہتے ہیں۔ دوم کو الْمُصَلِّي، سوم کو الْمُسَيْلِي چہارم کو التَّالِي، پنجم کو العَاطِف، ششم کو المُرْتَاح، ہفتم کو المُوْمَل، ہشتم کو الخَطِي، اور نهم کو اللُّطِيْم، اور دہم کو السُّكِيْث کہتے ہیں۔ یہی آخر میں آنے والا الفَسِيكِلُ ہے۔ اسے القَاشور بھی کہتے ہیں۔

ف س ل - الفَسْلُ مِنَ الرِّجَالِ: رزیل اور کینہ لوگ۔

المَفْسُوْلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ظَرْفٌ اور سَهْلٌ ہے۔ اور اسم فاعل فَسْلٌ ہے۔

ف س ا - فَسَا: اس نے بغیر آواز ترح خارج کی یا گوز کیا۔ اس کا باب عَدَا ہے اور اسم الفَسُو، فَعُوْلُ کے وزن پر اسم مبالغہ، بمعنی بہت زیادہ گوز کرنے والا۔ مثل ہے: مَا أَقْرَبَ مَحْسَاةٍ مِنْ مَفْسَاةٍ: اس سے گھونٹ بھرنے کی آواز اس کے گوز کی آواز کے کس قدر قریب ہے۔

امہ: دووہ پیتے بچے کو ماں سے چھڑا دیا۔  
اس کا مضارع یَفْصِلُهُ (صادکسور) ہے۔  
اور اسم فصلاً۔

اِفْتَصَمَهُ: اس نے اس کا دووہ چھڑا دیا۔  
فَاصِلٌ شَرِيكُهُ: اس نے اپنے شریک  
کا رو بار کو الگ کر دیا۔

المَفْصِلُ بروزن المجلس، اس کی جمع  
مَفَاصِلُ ہے۔ معنی اعضائے بدن کے  
جوڑ۔

المِفْصَلُ بروزن المَبْضَعُ: کا معنی زبان  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ انْفَقَ  
نَفَقَةً فَاصِلَةً فَلَهُ مِنَ الاجْرِ كَذَا:  
جس نے ایسا خرچ کیا جس سے اس کے  
کفر اور ایمان میں جدائی پڑ گئی تو اسے اس  
قدر اجر ملے گا۔

الفَصِيْلُ: اونٹنی کا بچہ، جب اسے ماں سے  
جدا کر دیا جائے۔ اس کی جمع الفُصْلَانُ  
اور فِصَالٌ ہے۔

فَصِيْلَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا خاندان۔  
قریبی رشتہ دار۔ کہا جاتا ہے کہ:

جَاءَ بِفَصِيْلَتِهِمْ: وہ سب کے سب  
آگئے۔ عَقْدٌ مُفْصَلٌ: ایسا ہار جس  
میں دو، دو موتیوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہو۔  
التَّفْصِيْلُ کا معنی تفصیل اور وضاحت کے  
ساتھ بیان کرنا بھی ہے۔

فُصِّلَ الْقَضَابُ الشَّاةَ: قصاب نے

میں فصاحت کا تکلف کیا۔

تَفَاصَحَ: اس نے فصاحت کا تکلف کیا۔  
اَفْصَحَ الْعَجْمِيُّ: عجمی نے عربی زبان  
میں بات کی۔

ف ص د - الفَصْدُ: رگ کاٹ کر نضد  
لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قَدْ فَصَدَ  
وَالْفَتَصَدَ: اس نے نضد کھلوائی یا نضد لی۔  
ف ص ص - فِصْ: (فاء مفتوح) انگوشی۔

یا انگوشی کا گھین۔ عوامی زبان میں اسے کسور  
الفاء فِصٌّ بولتے ہیں۔ اس کی جمع  
فُصُوْصٌ ہے۔ فِصٌّ الامر کا معنی  
حقیقت الامر بھی ہے۔ یعنی اصل بات۔  
الفِصْفِصَةُ: (دونوں فاء کسور) تازہ کھجور۔  
فارسی میں اس کا اصل لفظ اسفست ہے۔

ف ص ع - فَصَعُ الرُّطْبَةِ: اس نے کھجور  
کا رس نچوڑا تا کہ چھلکا اتر جائے۔ حدیث  
شریف میں ہے: اِنَّهُ نَهَى عَنْ فَصِيْعِ  
الرُّطْبَةِ: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کا رس  
نکالنے یا پوست اتارنے سے منع فرمایا۔

ف ص ل - الفُصْلُ: اس کی جمع الفُصُوْلُ  
ہے بمعنی کاشا۔

فُصِّلَ الشَّيْءُ فَاَنْفُصِلَ: اس نے چیز کو  
کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ  
ہے۔

فُصِّلَ مِنَ النَّاحِيَةِ: وہ باہر نکلا۔ اس کا  
باب جَلَسَ ہے۔ فُصِّلَ الرُّضِيْعَ عَنْ

بکری کے اعضاء کاٹے۔ **الْفَيْصَلُ**: **ف ض ض** - **الْفَضُّ**: توڑنا۔ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حاکم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔

**ف ص م** - **فَصَمَ الشَّيْءُ**: اس نے چیز کو غیر محسوس طریقے سے توڑا، کہتے ہیں کہ

**فَصَمَهُ**: اس نے اسے توڑ دیا۔ اس کا باب

**صَرَبَ** ہے۔ **فَانَصَمَ** تو وہ ٹوٹ گیا۔ قول

خداوندی ہے: **لَا نَفْصَامَ لَهَا**: اللہ کی رسی

میں ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے۔

**تَفَصَّمَ** کا معنی بھی **انْفَصَمَ** کا ہے۔

**ف ص ا** - **تَفَصَّى**: وہ تنگی اور مصیبت سے

چھوٹ گیا۔ اس کا اسم **الْفَصِيَّةُ** (فاء مفتوح

اور صاد ساکن) ہے۔ اس کا ذکر حدیث

قیلہ میں ہے: **وَمَا كِدْتُ اتَفَصَّى مِنْ**

**فُلَانٍ**: فلاں شخص سے ابھی تک میری جان

نہیں چھوٹی۔ **تَفَصَّى مِنَ الدُّيُونِ**: وہ

قرضوں سے سبکدوش ہو گیا۔

**ف ض ح** - **فَضَحَهُ فَانْتَضَحَ**: اس

نے اس کی فضیحت کی تو اس کی فضیحت

ہو گئی۔ یعنی اس نے اسے برا بھلا کہا اور اس

کی برائیاں شمار کیں۔ اس کا باب قطع

ہے۔ اور اس کا اسم **الْفَضِيحَةُ** ہے۔ اور

**الْفَضُوْحُ** بھی ہے جس میں فاء اور ضاد

دونوں مضموم ہیں۔

**ف ض خ** - **الْفَضِيخُ**: صرف بُر کھجور

سے بغیر آگ چھوٹانے کشید کی ہوئی شراب۔

**ف ض ل** - **الْفَضْلُ وَالْفَضِيلَةُ**:

النقيصة اور النقص کی ضد ہے اور معنی

زیادہ دینا اور فضیلت ہے۔

**الْأَفْضَالُ**: احسان کرنا۔

**رَجُلٌ مِفْضَالَةٌ عَلَى فَوْقِهَا**: اپنی قوم

پر بہت زیادہ احسان کرنے والی فیاض



عورت -

أَفْضَلَ عَلَيْهِ وَتَفْضَلُ دُلوں کا ایک ہی  
معنی ہے۔الْمُتَفَضِّلُ: دوسروں پر اپنی فضیلت  
جتانے والا شخص۔ قول خداوندی ہے:  
يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ: وہ تم پر اپنی  
فضیلت جتانا چاہتا ہے۔ أَفْضَلَ مِنْهُ اور  
اسْتَفْضَلَ کا ایک ہی معنی ہے۔فَضْلُهُ عَلَى غَيْرِهِ: اس نے اسے  
دوسروں پر ترجیح دی۔ اس کا مصدر تَفَضَّلًا  
ہے۔ اور معنی اس نے اسے دوسروں سے  
افضل قرار دیا۔فَاضِلُهُ فَضْلُهُ: اس کا باب نَصْر ہے  
اور معنی وہ فضیلت میں دوسرے پر غالب  
آگیا۔الْفَضْلَةُ وَالْفَضَالَةُ: بچی ہوئی چیز، پس  
خوردہ و پس ماندہ۔فَضْلٌ مِنْهُ شَيْءٌ: اس میں سے کچھ چیز  
بچ گئی۔ اس کا باب نَصْر ہے۔ اس کا ایک  
دوسرا لہجہ فَهْم کے باب میں سے ہے۔ اور  
ایک تیسرا لہجہ بھی ہے: فَضِلٌ يَفْضُلُ  
(ضاد مضموم) لیکن وہ شاذ ہے اور اس کی  
کوئی نظیر نہیں ہے۔

ف ض ا - الفضاء: فضا - کشادہ جگہ۔

قَدْ أَفْضَى: وہ کھلے میدان میں نکلا۔  
أَفْضَى إِلَيْهِ بَسْرُهُ: اس نے اسے

راز دار بنایا یا اپنا راز بتایا۔

أَفْضَى بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ فِي  
سُجُودِهِ: اپنے سجدوں میں اس نے اپنی  
ہتھیلی سے زمین کو ہتھوا۔

ف ط ر - أَفْطَرَ الصَّائِمُ: روزہ دار نے

انفار کیا۔ اس کا اسم الْفِطْرُ ہے۔  
فَطْرَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے روزہ

انفار کر لیا۔ اس کا مصدر تَفْطِيرًا ہے۔

رَجُلٌ مُفْطِرٌ: انفار کیا ہوا مرد۔ یعنی بے  
روزہ۔

قَوْمٌ مَفْطِيرٌ: بے روزہ قوم۔ انفار کی

ہوئی قوم۔ اس کی مثال سُوسِرٌ کی جمع

مِيَاسِيرٌ ہے۔ رَجُلٌ فِطْرٌ اور قَوْمٌ فِطْرٌ  
کا معنی مُفْطِرُونَ ہے۔ یہ دراصل مصدر

ہے۔

الْفَطُورُ: (فاء مفتوح) ناشتہ یعنی معنی

الْفَطُورِيّ کا ہے۔ گویا یہ الفطور سے

صفت نسبتی ہے۔

فَطَرَتِ الْمَرْأَةُ الْعَجِينَ: عورت نے

آٹا خمیر ہونے سے پہلے پکایا۔

الْفِطْرَةُ: فطرت، خصلت اور عادت۔

الْفِطْرُ: پھاڑنا، شکاف ڈالنا۔ کہا جاتا ہے

كَه فَطْرَةٌ فَانْفَطَرَ: اس نے اسے پھاڑا

تو وہ پھٹ گیا۔

تَفْطَرَ الشَّيْءُ: چیز پھٹ گئی یا اس میں

شکاف پڑ گیا۔ الْفِطْرُ کا معنی ابتداء اور

ہے۔

فَطَسَ: وہ مر گیا۔ اس کا باب جَلَسَ

ہے۔

ف ط م - فِطَامَ الصَّبِيَّ: بچے کا دودھ

چھڑانا۔ یعنی ماں سے الگ کر دینا۔ کہا جاتا

ہے: فَطَمَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا. تَفَطِمُهُ

(طاء مکسور) فِطَامًا: ماں نے اپنے بچے کا

دودھ چھڑا دیا۔ ایسے بچے کو فَطِيمٌ کہتے

ہیں۔

فَطَمْتُ الرَّجُلَ مِنْ عَادَتِهِ: میں نے

آدمی کی عادت چھڑا دی۔

ف ط ن - الْفِطْنَةُ: فہم اور سمجھ۔ کہا جاتا

ہے: فَطَنَ لِلشَّيْءِ، يَفْطِنُ (طاء

مضموم) فِطْنَةً وَفَطِنَ (طاء مکسور) فِطْنَةً

بھی اور فِطَانَةً وَفِطَانِيَّةً (دونوں میں فاء

مفتوح) اس نے چیز کو سمجھ لیا۔

رَجُلٌ فِطِنٌ: (طاء مکسور و مضموم) سمجھدار

آدمی۔

ف ظ ظ - الْفَظُّ مِنَ الرِّجَالِ: بد خلق

اور غلیظ انسان۔ فَظًّا يَفْظُ (فاء مفتوح)

فَظَاظَةً (فاء مفتوح) جنگلوں میں اونٹ کی

اوجھ کا پانی نچوڑنا اور پینا۔

ف ظ ع - فَطَعَ الْأَمْرُ: بات حد سے

بڑھ گئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اسم

فاعل فَطَيْعٌ یعنی بہت برا ہے۔ یہی معنی

افطَعَ الْأَمْرُ کا ہے۔ اس کا اسم فاعل

اختراع بھی ہے۔ ان چاروں فعلوں کا باب

نَصَرَ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

ہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ: فَاطِرُ

السَّمَوَاتِ کا معنی کیا ہے؟ یہاں تک

کہ میرے پاس دو (اعرابی و بدو) آئے جو

ایک کنویں کے بارے میں آپس میں جھگڑ

رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اِنَا

فَطَرْتُهَا کہ اس کنویں کو میں نے کھودا ہے

یعنی اسے شروع سے میں نے کھودا ہے۔

الْفَطِيرُ: فطیر، یہ خمیر کی ضد ہے۔ تازہ

گندھا ہوا آٹا جو خمیر نہ ہوا ہو۔ ہر وہ چیز

جسے پکنے سے پہلے لے لیا جائے فَطِيرٌ

ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اِيْسَاكُ وَالرَّايُ

الْفَطِيرُ: بدیہی رائے یعنی سوچے سمجھے بغیر

دل میں آنے والی رائے سے محتاط رہو۔ اور

کہا جاتا ہے: عِنْدِي خُبْرٌ خَمِيرٌ

وَحَيْسٌ فَطِيرٌ: میرے پاس خمیری روٹی

اور تازہ تیار کیا ہوا حیس کھانا ہے۔

ف ط س - الْفَطْسُ: (فاء اور طاء دونوں

مفتوح) ناک کی نالی کا چپٹا اور پھولا ہوا

ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، ایسے شخص کو

أَفْطَسَ چوڑی یا چھٹی ناک والا شخص۔ اس

کا اسم الْفَطْسَةُ ہے۔ اس میں فاء اور طاء

دونوں مفتوح ہیں کیونکہ یہ لفظ عَاهَاة کی

طرح ہے۔ یعنی جسمانی عیب ہے۔ اس

لئے اس کی صفت الفعل کے وزن أْفَطَسُ

فَقَّأَهَا تَفْقِئَةً كَمَعْنَى بَحَى بِحَى يَبْحَى - تَفَقَّأَ  
الدُّمْلُ وَالْقَرُوحُ: پھوڑا یا زخم، پھوٹ پڑا  
اور اس سے مواد بہہ نکلا۔

ف ق د - فَقَدَهُ: اس نے اسے کھویا یا ضائع  
کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور  
فَقَدْنَا بھی ہے۔

اَفْتَقَدَهُ كَمَعْنَى بَحَى بِحَى يَبْحَى - تَفَقَّدَهُ: چیز  
کے گم ہونے پر اس نے اسے تلاش کیا۔

ف ق ر - ذُو الْفَقَارِ: نبی کریم ﷺ کی  
تلوار کا نام۔

الْفَاقِرَةُ: مصیبت اور بلا۔ کہا جاتا ہے کہ:  
فَقَرَّتْهُ الْفَاقِرَةُ: مصیبت نے اس کی کمر

(ریڑھ کی ہڈی) توڑ دی۔ ابن السکیت  
رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الْفَقِيرُ وہ ہے

جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ کچھ ہو، اور  
الْمَسْكِينُ وہ ہے جس کے پاس کھانے کو

کچھ بھی نہ ہو۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ  
مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر حالت

میں ہوتا ہے۔ یونس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ  
فقیر، مسکین سے زیادہ خوشحال ہوتا ہے۔

اس نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے کہا:  
اَفْقِيرُ اَنْتَ؟ کہا تو فقیر ہے؟ تو اس نے

کہا کہ: لَا وَاللّٰهِ! بَلْ مَسْكِينٌ: نہیں،  
بلکہ میں تو مسکین ہوں۔ ابن الاعرابی رحمہ

اللہ کا قول ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس  
کچھ بھی نہ ہو اور مسکین کا بھی یہی حال

مُفْطِطِعٌ ہے۔ اَفْطَعَ الشَّيْءَ  
اسْتَفْطَعَهُ: اس نے چیز کو بہت برا پایا۔

ف ع ل - الْفَعْلُ: (فاء مفتوح) فَعَلَ بمعنی  
اس نے کیا، کا مصدر ہے۔ اس کا مضارع

يَفْعَلُ ہے۔ بعض نے اس آیت کو:  
وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ:

پڑھا ہے۔  
الفعل: (فاء مکسور) اسم ہے اور اس کی جمع

الفِعال ہے۔ اس کی مثال فِدْحٌ کی جمع  
فِدْحَاتٌ ہے۔ الفِعال: (فاء مفتوح) کرم

اور نیاض۔ الفِعالُ، فَعَلَ کا مصدر بھی  
ہے اور اس کی مثال الدَّهَابُ ہے۔ اسی

سے فَعْلَةٌ حَسَنَةٌ يَأْتِي بِحَسَنَةٍ شَتَّى ہے۔  
فَعَلَ الشَّيْءَ فَاَنْفَعَلَ: اس نے کوئی کام

کیا تو وہ ہو گیا۔ اس کی مثال كَسَّرَهُ  
فَاَنْكَسَرَ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ

گیا ہے۔  
ف ع م - اَفْعَمَ الْاِنَاءَ: اس نے برتن کو

بھردیا۔  
ف ع ا - الْاَفْعَى: سانپ۔ یہ اَفْعَلُ کے

وزن پر اَفْعَى (متون) ہے۔ اس کی مثال  
اَرْوَى ہے۔ اس کی جمع اَفَاعٍ ہے۔

الْاَفْعَوَانُ: نر سانپ۔  
اَرْضٌ مَفْعَاةٌ: سانپوں والی زمین۔

ف ق ا - فَقَّأَ عَيْنَهُ: اس نے اس کی آنکھ  
پھوڑی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الْفَقَائِعُ: شے کی طرح پانی پر بننے والے  
بلبلے۔

فَقَعَ أَصَابِعَهُ: اس نے اپنی انگلیوں کو چٹخایا  
اس کا مصدر تَفَقَّيْعُ ہے۔

ف ق م - الْفُقْمُ: (فاء مضموم) جڑا۔  
حدیث شریف میں ہے: مَنْ حَفِظَ مَا  
بَيْنَ فُقْمَيْهِ: جس نے دو جڑوں کے  
درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کی.....  
تَفَقَّمَ الْأَمْرُ: بات بڑھ گئی۔ یا معاملہ  
سنگین ہو گیا۔

ف ق ه - الْفِقَّةُ: فہم۔ قَدْ فِقَّةَ الرَّجُلُ:  
(تاف مسور) فِقَّهَا: آدمی سمجھدار ہوا۔  
فُلَانٌ لَا يَفْقَهُ وَلَا يَنْقَهُ: فلاں شخص کونہ  
سمجھ ہے اور نہ شعور۔

أَفْقَهُتُهُ: میں نے اسے سمجھایا۔ اس لفظ کا  
اصل معنی تو یہ ہے بعد میں اس کا اطلاق علم  
شریعت پر ہوا، اور یہ شرعی اصطلاح بن  
گیا۔

الْفَقِيَّةُ: علم فقہ کا عالم۔ قَدْ فِقَّةَ: وہ فقیہ  
بن گیا۔ اس کا باب ظَرْفُ ہے۔

فَقَّهَهُ اللَّهُ تَفْقِيْهًا: اللہ تعالیٰ نے اسے علم  
فقہ عطا کیا۔ فَاقَّهَهُ: اس نے اس سے علم  
کے بارے میں بحث کی۔

ف ک ر - التَّفَكُّرُ: سوچ و بچار کرنا۔  
اس کا اسم الْفِكْرُ اور الْفِكْرَةُ ہے اور  
مصدر الْفِكْرُ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا

ہے۔  
الْفَقْرُ: (فاء مضموم) فقر کا ایک لہجہ  
ہے جس کی مثال الضَّعْفُ اور الضَّعْفُ  
ہے۔

أَفْقَرَهُ اللَّهُ فَافْتَقَرُ: اللہ نے اسے فقیر  
کر دیا تو وہ فقیر ہو گیا۔

الْفَقِيرُ: کا معنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹا ہوا شخص  
بھی ہے۔ سَدَّ اللَّهُ مَفَاقِرَهُ: اللہ تعالیٰ  
اس کی بدحالوں کو بہتر کرے، یعنی اس کو  
مال دار بنادے اور اس کے فقر کے اسباب  
کو ختم کر دے۔ لوگوں کا یہ قول: مَا أَغْنَاهُ  
وَمَا أَفْقَرَهُ: (وہ کس قدر مال دار ہے اور  
وہ کس قدر فقیر ہے)، شاذ ہے کیونکہ ان  
معنوں کے لئے اِفْتَضَوْا اور اسْتغْنَى کے  
الفاظ آتے ہیں۔ لہذا اس مادے سے تعجب  
کا صیغہ بنانا درست نہیں ہے۔

ف ق س - فَفَقَسَ الطَّائِرُ بَيْضَهُ:  
پرندے نے اپنا انڈا گندہ کر دیا۔ اس کا باب  
ضَرْبُ ہے۔

ف ق ع - الْفُقُوعُ: أَصْفَرُ فَاقِعٌ: گہرا  
پیلا یا زرد۔ اس کا اسم ہے قَدْ فَقَعَ لَوْنُهُ:  
اس کا رنگ گہرا ہو گیا۔ اس کا باب خَصَّعُ  
ہے اور دَخَلَ ہے۔

بَقْرَةٌ صَفْرَاءٌ لَوْنُهَا: ایک ایسی گائے  
جس کا رنگ گہرا زرد ہو۔  
الْفُقَاعُ: جھاگ والی شراب۔

سَقَطَ فَلَانٌ وَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ أَوْ  
إِضْبَعُهُ: وہ گر گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا  
یا اس کی انگلی اپنی جگہ سے ڈھل گئی۔

ف ک ہ - الفَاكِهَةُ: پھل، میوہ۔ اس  
کی مختلف قسموں کو الْفَوَاكِهُ کہتے ہیں۔  
الفَاكِهَانِي: پھل فروش۔

الفَاكِهَةُ: مزاج، خوش مزاجی۔ گپ  
شپ۔ (فاء مضموم) فاء مفتوح ہو تو فِكَةٌ  
الرَّجُلِ کا مصدر ہے۔ اس کا باب سَلِمَ  
ہے۔ اس کا اسم فاعل فِكَةٌ ہے۔ معنی خوش  
طبع آدمی ہے۔

الفِكَةُ کا معنی اترانے والا۔ خود پسند اور  
بد شرارتی آدمی بھی ہے۔ قرآن کی آیت:  
وَنِعْمَةً كَانُوا فِيهَا فِكِهَيْنَ: وہ  
نعمتوں یعنی آرام و آسائش میں بدست  
تھے۔

فَاكِهَيْنَ: عیش و آرام کرنے والے۔  
خوش حال اور فارغ البال لوگ۔

المُفَاكِهَةُ: باہم خوش طبعی اور مزاح کرنا۔  
تَفَكُّهُ: اسے تعجب ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ  
اس کا معنی ہے وہ نادب ہوا۔ قول خداوندی  
ہے: فَظَلَمْتُمْ تَفَكُّهُونَ: تم ہاتھ ملتے رہ  
گئے یعنی نادب و پشیمان ہو کر رہ گئے۔

تَفَكُّهُ بِالشَّيْءِ: اس نے کسی چیز سے  
فائدہ اٹھایا۔

ف ل ت - أَفَلَّتْ الشَّيْءُ: چیز چھوٹ

باب نَصَرَ - أَفَكَرَ فِي شَيْءٍ،  
فَكَرَ فِيهِ: (کاف مشدّد) اور تَفَكَّرَ:  
تینوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے سوچا  
یا غور و فکر اور سوچ بچار کیا۔

رَجُلٌ فِكِيْرٌ: بہت سوچ و بچار کرنے والا  
آدمی۔

ف ک ک - فَكَّ الشَّيْءَ: اس نے  
اس کو آزاد کر دیا۔ كُلُّ مُشْتَبَلَيْنِ  
فَصْلَهُمَا فَقَدْ فَكَّهُمَا: اس نے دو  
جڑی ہوئی چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا  
کیا۔

فَكَّهُ تَفْلِيْكًا کا بھی یہی معنی ہے۔  
الفَكُّ: جڑا۔ کہا جاتا ہے: مَقْتَلُ  
الرَّجُلِ بَيْنَ فَكِّيهِ: آدمی کی ہلاکت  
دو جڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان  
کے غلط استعمال میں ہے۔

فَكَّ الرَّهْنُ: اس نے رہن چھڑوا لیا۔  
افْتَكَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فِكَاكُ الرَّهْنِ: (فاء مفتوح اور مسور)  
گردی یا رہن چیز کو واگزار کرانا۔ فَكُّ  
الرَّقَبَةِ: گردن یعنی غلام کا آزاد کرنا۔ ان  
تینوں کا باب رَدُّ ہے۔

انْفَكَّتْ رَقَبَتُهُ مِنَ الرَّقْ: اس کی  
گردن غلامی سے آزاد ہو گئی۔

مَا انفَكَ فَلَانٌ قَائِمًا: فلاں شخص  
ابھی تک کھڑا ہے۔

کہتے ہیں۔

ف ل ح - الفَّلَاحُ: کامیابی، بقاء اور نجات۔

یہ اسم ہے۔ اس کا مصدر الافْلَاحُ ہے۔

خاوند بیوی سے کہتا ہے: اسْتَغْفِرْ لِحَيِّ

بِأَمْرِكَ: اپنے معاملہ کی بھلائی کی فکر

کر لے۔ یہ طلاق کا کنایہ ہے یعنی اپنی راہ

لے۔ شاعر کا قول ہے:

وَلَكِنْ لَيْسَ الدُّنْيَا فَلَاحٌ

”لیکن اس دنیا کے لئے کامیابی کہاں؟“

یعنی اسے بقاء کہاں حاصل ہے۔“

الفَّلَاحُ کا معنی سحری بھی ہے۔ (جس کا

اہتمام رمضان میں کیا جاتا ہے) حدیث

شریف میں ہے: حَتَّىٰ خِفْنَا أَنْ يَفُوتَنَا

الفَّلَاحُ: یہاں تک کہ ہمیں سحری کے

چھوٹ جانے یا فوت کا خوف لاحق ہوا، کہا

گیا ہے کہ سحری کو یہ نام اس لئے دیا ہے کہ

اس سے روزے کی بقاء متعلق اور منحصر

ہے۔

حَتَّىٰ عَلَى الفَّلَاحِ کا معنی ہے۔ کامیابی

اور نجات کی طرف آؤ۔ فَلَاحِ الأَرْضِ:

اس نے کھیتی میں زراعت کے لئے ہل

چلایا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اسی نسبت

سے کاشت کار کو فَلَاحِ اور کاشتکاری کو

الفَلَاحَةُ کہتے ہیں۔ مثل ہے: الحَدِيدُ

بالحَدِيدِ يُفْلَحُ: لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔

ف ل ذ - الفَالُوذُ: الفَالُوذِيُّ: فالودہ

گئی۔ تَفَلَّتْ اور انْفَلَّتْ کا معنی بھی یہی

ہے۔

أَفْلَتَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے چھڑایا۔

ف ل ج - الفَلَجُ: بروزن الفَلَسُ:

کامیابی۔ فتح مندی۔

فَلَجَ عَلَى خَصِيمِهِ: وہ اپنے دشمن پر

فتح مند ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مثل

ہے: مَنْ يَأْتِ الحَكْمَ وَحَدَهُ يَفْلَجُ:

جو شخص کسی مقدمے میں حاکم یا قاضی کے

پاس اکیلا آئے گا وہ جیت جائے گا۔

أَفْلَجَهُ اللهُ عَلَيْهِ: اللہ اسے اس پر فتح مند

کرے۔ اس کا اسم الفَلَجُ (فاء مضموم)

ہے۔ أَفْلَجَ اللهُ حُجَّتَهُ: اللہ تعالیٰ اس

کی حجّت اور دلیل کو مضبوط کرے اور غالب

کرے۔

الفَلَجُ فِي الأَسْنَانِ: (فاء اور لام

دونوں مفتوح) دانتوں کے درمیان فاصلہ،

اس کا باب طرب ہے۔

رَجُلٌ أَفْلَجَ الأَسْنَانَ: دانتوں کے

درمیان فاصلے والا آدمی۔

امْرَأَةٌ فُلَجَاءُ الأَسْنَانَ: دانتوں کے

درمیان فاصلے والی عورت۔ ابن درید رحمہ

اللہ کا قول ہے کہ دانتوں کا ذکر کرنا ضروری

ہے۔

الفَالَجُ: رت، ہوا۔ فَدُ فُلَجِ الرُّجُلِ:

آدمی کو فوج ہو گیا۔ ایسے شخص کو مفلوج

نے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ فسی رَجُلِهِ  
 فُلُوقٌ: اس کے پاؤں میں چاک پڑے  
 گئے یعنی پاؤں پھٹ گئے ہے کہا جاتا ہے  
 کہ كَلَّمَنِي مِنْ فُلُقٍ (لام ساکن) اس  
 نے مجھ سے سوراخ یا شکاف میں سے بات  
 کی۔ یا اس نے مجھ سے عجیب بات کی۔  
 الْفَلَقُ: (فاء اور لام دونوں مفتوح) پو  
 پھٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَلَاقَ الصُّبْحُ  
 فَالْقَهْ: فالق (پھاڑنے والے) نے صبح کو  
 پھاڑ نکالا، قول خداوندی ہے: قُلْ اَعُوذُ  
 بِرَبِّ الْفَلَقِ: میں پو پھٹانے والے  
 پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ  
 فلق سے مراد صبح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ  
 اس سے مراد ساری تخلیق ہے۔

الْفَلَقُ بِرِزْنِ الرَّزْقِ: بلا، مصیبت اور  
 عجیب دلچسپ بات۔ اسی سے اَفْلَقَ  
 الرَّجُلُ وَاَفْتَلَقَ: آدمی نے عجیب  
 و غریب بات کی۔

شَاعِرٌ مُفْلِقٌ: انوکھا کلام کہنے والا شاعر۔  
 الْفِلْقَةُ: (فاء مکسور) بمعنی ٹکڑا۔ کہا جاتا  
 ہے: اَعْطِنِي فِلْقَةَ الْحَفْنَةِ: مجھے نصف  
 پیالہ دے دو۔ الْفَلَيْقُ (فاء مضموم و لام  
 مشدود) ایک قسم کا آڑو جو اپنی گتھلی سے  
 الگ ہو جاتا ہے۔

الْفَتْلِقُ: فوجی دستہ۔ اس کی جمع فَتَالِقُ  
 ہے۔

دونوں معرب کلمے ہیں۔ یعقوب کا کہنا  
 ہے کہ اسے الْفَالُوذُ ج نہیں کہا چاہئے۔  
 ف ل س - الْفَلْسُ: سب سے چھوٹا سکہ،  
 پیسہ۔ اس کی جمع قَلْتِ اَفْلَسِ اور جمع  
 كَثْرَتِ فُلُوسٍ ہے۔

قَدْ اَفْلَسَ الرَّجُلُ: آدمی مفلس  
 اور قَلَّاش ہو گیا۔ یعنی اس کے درہم (زیادہ  
 قیمت کے سکے) فلوس۔ (کم قیمت کے  
 سکے) بن گئے یا کھوٹے ہو گئے۔ اس کی  
 مثال یوں ہے کہ اُنْحَبْتُ الرَّجُلُ: آدمی  
 خبیث بن گیا یعنی اس کے ساتھی خبیث  
 ہو گئے۔ اور دوسری مثال اَقْطَفَ ہے یعنی  
 اس کی سواری ست ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ  
 اَفْلَسَ کہنے سے مراد یہ ہو کہ آدمی کی  
 حالت ایسی ہو گئی کہ اس کے پاس ایک  
 فلس (پیسہ) بھی نہ رہا۔ اس کی مثال  
 ہے: اَقْفَرَ الرَّجُلُ: یعنی آدمی کی  
 حالت ایسی ہو گئی کہ اس پر قہر اور جبر کیا  
 جاسکے۔ اور اَذَلَّ الرَّجُلُ: آدمی کا حال یہ  
 ہو گیا کہ وہ ذلیل ہو۔

فَلَسَهُ الْقَاضِيُ: عدالت نے اسے  
 دیوالیہ قرار دیا۔

ف ل ع - فَلَغَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
 توڑا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔  
 فَلَّقَهُ تَفْلِيْقًا کا معنی بھی یہی ہے۔ چنانچہ  
 کہا جاتا کہ فَلَّقَهُ فَاَنْفَلَقَ وَتَفَلَّقَ: اس

پر جمع بنایا جاسکے۔ مثلاً: اُسْدُ کی اُسْدُ، تو یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ فِعْلٌ کو فُعْلٌ کے ہی وزن پر جمع بنایا جائے۔

الفَلْکُ: اس کی جمع اَفْلاکٌ ہے۔ اور معنی سیارے۔ اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر بنانا جائز ہے، مثلاً: اُسْدُ کی اُسْدُ اور خَشَبٌ کی جمع خُشْبٌ۔

فل ل - تَفَلَّلْتُ مضارِبُ السَّيْفِ: تلوار کی دھار میں دندانے پڑ گئے۔

فَلَّ الْجَحِيشُ: اس نے فوج کو شکست دے دی۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَلَّهُ فَأَنْفَلُ: اس نے اسے شکست دے دی۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے:

فَلَّهُ فَأَنْفَلُ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ محاورہ ہے: مَنْ قَلَّ ذَلَّ وَمَنْ أَمَرَ فَلَّ: جو تعداد میں کم ہوا۔ وہ ذلیل ہوا اور جن کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے فتح پائی۔

الفُلْفُلُ: سرخ مرچ۔ شَرَابٌ مُفْلَفَلٌ: تیز شراب جو مرچ کی طرح منہ کو جلا دے۔

فل ن - فُلَانٌ: فُلَانٌ، یہ کنایہ ہے۔ اور اشارہ ہر اس شخص کی طرف ہوتا ہے جو موضوع کلام ہو۔ لوگوں کے علاوہ دوسروں کے بارے میں (الف لام شامل کر کے) الفُلَانُ اور الفُلَانَةُ کہا جاتا ہے۔

فل ک - فَلَکَةُ المِغْزَلِ: چرخے کا دنگرا۔ (فاء مفتوح) اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے یہ چرخے کو گھماتا ہے۔

الفَلْکُ: کشتی، سمندری جہاز۔ واحد و جمع اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہے۔

قول خداوندی ہے: فِی الفَلْکِ المِشْحُونِ: اس میں الفَلْکِ مذکر اور جمع کے صیغے کے طور پر آیا ہے۔ اور دوسرے قول: وَالفَلْکِ الَّتِی تَجْرِی فِی البَحْرِ: میں مؤنث اور واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور تیسرا قول خداوندی ہے: حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الفَلْکِ وَجَرَّیْنِ بِهِمَّ: اس آیت میں

الفَلْکِ جمع کے طور پر آیا ہے۔ گویا یہ ایک مرکب کے معنوں میں ہو تو مذکر ہے اور اگر سفینہ کے معنوں میں ہو تو مؤنث ہے۔ سیبویہ کہا کرتے تھے کہ: اَلْفَلْکُ الَّتِی فِی الفَلْکِ صیغہ واحد الفَلْکِ کی جمع مکتسر ہے۔ اور یہ جُنُبٌ کی طرح نہیں ہے جو واحد اور جمع کے صیغوں میں یکساں ہو۔ اور نہ ہی الطفل اور اس قسم کے اسماء کی طرح ہے، کیونکہ فُعْلٌ اور فَعْلٌ کے اوزان کسی ایک چیز پر مشترک ہوتے ہیں

مثلاً: العَرْبُ العَرَبُ اور العُجْمُ اور العُجْمُ، نیز الرُّهْبُ اور الرُّهْبُ۔ پس جب یہ جائز ہے کہ فَعْلٌ کو فُعْلٌ کے وزن



کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہَذَا فَمَّ رَايْتُ فَمَا أَوْ مَرَزْتُ بِفَمِّ. البتہ ضرورت شعری کے پیش نظر میم کو مشدّد کیا جاسکتا ہے۔

ف ن د - الفَنْدُ: (فاء اور نون دونوں مفتوح) جھوٹ۔ اس کا معنی بڑھاپے کے باعث کمزوری بھی ہے۔ اس سے فعل أَفْنَدَ ہے۔ عَجُوزٌ مُفْنِدَةٌ: کمزور رائے بڑھیا کہنا جائز نہیں، کیونکہ بڑھیا تو جوانی میں بھی صائب الرای نہیں ہوتی۔  
التَّفْنِيدُ: ملامت۔ کسی کو ضعیف الرای قرار دینا۔

ف ن ک - الفَنَكُ: لومڑی سے قدرے چھوٹا جانور جس کی کھال سے پوتین بنتا ہے۔

الفَنِيكُ: دو جبرڑوں کے ملنے کی جگہ یا کنارہ۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَلَا تَنْسُ الْفَنِيكَيْنِ: جب تم وضو کرنے لگو تو جبرڑوں کے ملنے والی جگہوں کو نہ بھولنا۔ یہ دونوں بھولنے کی جگہیں ہیں۔

ف ن ن - الفَنُّ: فن اس کی جمع الفَنُونُ ہے، یعنی انواع و اقسام کے فنون اور دوسری جمع الافَانِينُ ہے جس کا معنی اسالیب ہے۔ اس سے مراد کلام کی مختلف جنس اور اسلوب و طریقے ہیں۔

ف ل ا - الفَلَاةُ: جنگل۔ اس کی جمع الفَلَا اور الفَلَاوَاتُ ہے۔

الفَلُو: (واو مشدّد) پچھیر اور مَوْنُث کے لئے فَلُوَةٌ: پچھیری۔

الفَلُو بِرِوْزَنِ الْجِرْوُ: الفَلُو کا ہم معنی ہے۔

فَلِي رَأْسُهُ مِنَ الْقَمَلِ: اس نے اپنے سر سے جوئیں نکالیں، اس کا باب رَمَى ہے۔ تَفَالَى هُوَ: اس نے کسی سے سرکی جوئیں نکالنے کو کہا۔

اسْتَفَلَى: اس نے چاہا کہ اس کے سر سے کوئی جوئیں نکالے۔

فَلَى الشِّعْرَ: اس نے شعر میں غور و فکر کر کے اس کے غریب معانی نکالے، اس کا باب بھی رَمَى ہے۔

ف م - فَمَّ: اس کی اصل فُؤة ہے۔ اس سے 'ہ' ساقط ہونے کے بعد میم کا بطور تعویض

اضافہ کیا گیا تاکہ اس کا اعراب کیا جاسکے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ف و ہ' بتایا ہے کہ میم کا 'ہ' کے عوض

اضافہ کیا گیا ہے نہ کہ واو کے عوض۔ یہاں

بیان کردہ بات اس کے الٹ ہے۔ اس لفظ کے کئی لہجے ہیں۔ لیکن فاء ہر حالت میں

مفتوح ہے اور مضموم بھی ہر حالت میں ہے۔ اسی طرح فاء ہر حالت میں کمسور

ہوگا۔ کچھ لوگ اس کا اعراب دو جگہوں میں

سجھا دیا۔ تَفْهَمَ الْكَلَامَ: اس نے  
بتدرتج بات سمجھ لی۔

فَهْمٌ: ایک قبیلے کا نام ہے۔

ف ہ ہ - الْفَهْمَةُ: سقطہ، درماندگی، بات نہ  
کر سکتا۔ غلطی، چوک، خطا، لغزش۔ اس کا  
ذکر حدیث شریف میں بھی ہے۔

ف و ت - فَاتَهُ الشَّيْءُ: اس کی چیز گم  
ہو گئی، چوک گئی، ضائع ہو گئی۔ اس کا باب  
قَالَ اور فَوَاتَا (فاء مفتوح) ہے۔

أَفْلَهُ يَأَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس سے وہ چیز  
ضائع کرادی یا گنوا دی۔

الْإِفْتِيَاثُ: دوسروں سے مشورہ کئے  
بغیر اپنی رائے سے کام کرنا۔ محاورہ ہے:

أَفَاتَتْ عَلَيْهِ بِأَمْرٍ كَذَا: اس سے فلاں  
بات ضائع ہو گئی یا چوک گئی۔

فُلَانٌ لَا يُفْتَاتُ عَلَيْهِ: فلاں شخص کی  
مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

تَفَاوَتْ الشَّيْئَانُ تَفَاوُتًا: دو چیزوں  
میں فرق پڑ گیا۔ تَفَاوُتًا میں واو مضموم ہے  
لیکن خلاف قیاس اسے مفتوح اور مکسور بھی  
کیا گیا ہے۔

ف و ج - الْفَوُجُ: لوگوں کی ایک جماعت۔  
اس کی جمع افواج ہے اور فُلُوس کے وزن  
پر فَوُوج بھی ہے۔

ف و ح - فَاحَتْ رِيْحُ الْمَسْكِ:  
مسک (عطر) کی خوشبو پھیل گئی۔ اس کا

كَبْلٌ مُتَفَنِّينَ: صاحب فن شخص۔ افْتَنَّ الرَّجُلُ  
فِي حَدِيثِهِ وَفِي خُطْبَتِهِ: اس نے اپنی  
بات اور اپنے خطبے میں فن پیدا کیا۔ اس  
کا وزن اشْتَقُّ ہے۔  
الْفَتْنُ: ٹہنی۔ اس کی جمع الافْتَانُ ہے اور  
اس کی جمع أَفَانِينُ ہے۔

ف ن ی - فَنِي الشَّيْءُ فَنَاءً: چیز فنا  
ہو گئی۔ تباہ ہو گئی۔ تَفَانُوا: انہوں نے  
جنگ میں ایک دوسرے کو فنا کر دیا۔ فَنَاءُ  
الْدَّارِ: گھر کا گھن۔ اس کی جمع أَفْنِيَّةٌ  
ہے۔

ف ہ د - الْفَهْدُ: چیتا۔ اس کی جمع فُهُودٌ  
ہے۔

فَهْدَ الرَّجُلُ: آدمی زیادہ سونے اور لیٹے  
رہنے میں چیتے کی طرح ہو گیا۔ حدیث  
شریف میں ہے: إِذَا دَخَلَ فَهْدٌ وَإِذَا  
خَرَجَ أَسَدٌ: جب وہ داخل ہوتا ہے تو  
چیتے کی طرح اور جب گھر سے نکلتا ہے تو  
شیر کی طرح۔

ف ہ م - فَهَمَ الشَّيْءُ: اس نے بات کو  
سجھا۔ (حاء مکسور ہے) اس کا مصدر فَهَمًا  
اور فَهَامَةً ہے۔

فُلَانٌ فَهَمٌ: فلاں شخص سمجھدار ہے۔  
اسْتَفْهَمَهُ الشَّيْءُ فَافْهَمَهُ: اس نے

اس سے کچھ پوچھا تو اس نے بتا دیا۔  
فَهَمَهُ تَفْهِيمًا: اس نے اسے اچھی طرح

الْقِدْرُ: ہانڈی کا ابال (فاء مضموم اور واو مخفف)۔

ف و ز - الْفَوْزُ: نجات، کامیابی۔ اس کا معنی ہلاکت بھی ہے۔ ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔ أَفَاذَهُ اللَّهُ بَكْدًا ففاز: اللہ نے اسے فلاں کام میں کامیابی عطا کی تو وہ کامیاب ہوا۔ یا اللہ نے اسے فلاں بات سے نجات دی تو وہ بچ گیا۔ قول خداوندی ہے: بِمَفَاذِهِ مِنَ الْعَذَابِ عذاب سے نجات پانے والا۔

الْمَفَاذَةُ: جنگل، اس کی جمع الْمَفَاوِزُ ہے۔ ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ جنگل کا نام اس لئے مَفَاوِزَةٌ پڑا ہے کہ یہ جائے ہلاکت ہے، اور فَوْزٌ تَفْوِيزًا: بمعنی وہ ہلاک ہوا، سے ماخوذ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ نام بطور تفاعل یعنی نیک شگون کے طور پر لکھا گیا ہے اور فوز و سلامتی سے ماخوذ ہے۔

ف و ض - فَوْضٌ اليه الأمر تَفْوِيضًا: اس نے کام اس کے حوالے کر دیا۔ قَوْمٌ فَوْضِيٌّ بوزن سَكْرِيٍّ: غیر منظم قوم، جس کا کوئی سربراہ نہ ہو۔ تَفَاوَضَ الشَّرِيكَانِ فِي الْمَالِ: دو شریک کاروبار آدمیوں نے مالی معاملات میں باہم مذاکرات کئے۔ ایسی شرکت کو شَرِيكَةُ الْمَفَاوِضَةِ کہتے ہیں۔ فَاوَضَهُ فِي

بَابِ قَالَ اور بَاعَ ہے اور فَوُّوْ حَاجِبِي ہے اور فَوُّوْ حَانَا بھی اور فَيَحَانَا بھی ہے۔ ان میں فاء مفتوح ہے۔ کہا جاتا ہے: فَاحَ الطَّيْبُ: خوشبو پھیل گئی۔ لیکن فَاحَتْ رِيحٌ خَبِيْثَةٌ (یعنی بدبو پھیل گئی) نہیں کہتے۔

ف و خ - فَاحَتْ الرِّيْحُ: ریح خارج ہوئی جب اس میں آواز ہو۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ أَفَاخَ الْاِنْسَانُ الْاِفَاخَةَ: انسان نے آواز کے ساتھ ریح خارج کی یعنی اس نے گوز مارا۔ حدیث شریف میں ہے: كَلُّ بَائِلَةٍ تُفِيخُ: میرا کہنا ہے کہ پیشاب کرنے والا ہر جاندار جب پیشاب کرتا ہے تو اس سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوتی ہے۔

ف و د - فَوْدُ الرَّأْسِ: سر کی دو جانبیں یا طرفیں۔

ف و ر - فَارَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی میں جوش آیا یا ابال آیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور فَوْرَانًا بھی۔ اس میں واو مفتوح ہے۔ لوگوں کا قول ہے: ذَهَبْتُ فِي حَاجَةِ ثُمَّ آتَيْتُ فُلَانًا مِنْ فُورِيٍّ: میں کسی کام سے یا ضرورت سے گیا تھا پھر میں فوراً ہی فلاں شخص کے پاس آیا۔ یعنی بغیر سکون کئے یا بغیر ٹھہرے۔

فَوْرَةُ الْحَرِّ: گرمی کی لپک۔ فَوَارَةٌ

دوران جانور کا بچہ دودھ پیتا ہے اور تھنوں میں مزید دودھ اتر آتا ہے۔ پھر دوبارہ دودھ دوہا جاتا ہے۔ اس درمیانی وقفہ کو فُواق کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: مَا أَقَامَ عِنْدَهُ الْإِفْوَاقًا: وہ اس کے پاس صرف ایک فُواق بھر رہا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: الْعِيَادَةُ قَدْرُ فُواقِ نَاقَةٍ: بیمار پرسی اتنی دیر ہو سکتی ہے جتنی دیر اونٹنی کے دوسرے بار دوہنے میں کرتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: مَا لَهَا مِنْ فُواقِ نَواقِ كَوْفَاءٍ مَمْضُومٍ أَوْ مَفْتُوحٍ وَدَلُولٍ طَرَحٍ يَرْحَاهَا جَاتَا بِهٖ۔ یعنی اس زوردار چیخ کے بعد کوئی نواق بھر وقفہ بھی نہ ہوگا۔ ابو موسیٰ رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے جس میں وہ اپنی قراءت کا حال بیان کرتے ہیں: أَمَا أَنَا فَاتْفَوْقُهُ تَفْوُوقِ اللَّقُوحِ: میں اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے وقفوں کے ساتھ قرآن پڑھتا ہوں۔ یعنی میں دن رات میں ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پڑھتا ہوں۔ الْفَاقَةُ: فاقہ، گرسلی، فقر و ناداری۔ اِفْتِاقِ الرَّجُلِ: آدمی فاقہ زدہ ہو گیا۔ ان معنوں میں فَاقِ الرَّجُلِ نہیں کہتے۔ اسْتَفَاقٍ مِنْ مَرَضِهِ: اسے بیماری سے افاقہ ہوا۔ اسْتَفَاقٍ مِنْ سُكْرِهِ: اسے نشے سے یا بیہوشی سے افاقہ ہوا۔ اَفَاقٍ كَامَعْنَى بَعْدٍ يَكُونُ بِهٖ۔

أَمْرِهِ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات چیت کی۔ تَفَاقُضُ الْقَوْمِ: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے سے بات چیت کی۔ ف و ف - بُرْدٌ مُنْفُوقٌ: سفید دھاری والی چادر۔ اس کا معنی باریک چادر بھی ہے۔ ف و ق - فُوقٌ: اوپر، اس کی ضد تَحْتٌ: نیچے ہے۔ قول خداوندی ہے: بَعُوْضَةٌ فَمَا فُوقَهَا: مچھر یا اس بڑھ کر۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کا معنی 'یا اس سے کتر' ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے محاورہ کہتے ہیں: فُلَانٌ صَغِيرٌ هُوَ فُوقَ ذَلِكُ، یعنی فلاں چھوٹا ہے وہ تو اور بھی چھوٹا ہے۔ الْفَرَاءُ كَالْبَهَاءِ كَمَا فُوقَهَا كَامَعْنَى اَعْظَمُ مِنْهَا: اس سے بڑا ہے۔ یعنی کبھی اور کڑی۔ فَاقِ الرَّجُلِ اَصْحَابَهُ: آدمی کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کا باب قَالَ هٖ۔ فَاقِ الرَّجُلِ يَفُوقُ فُواقًا (فاء مضموم) آدمی کے سینے میں ہوا کی یعنی ہلکی لگ گئی یا سینے میں ہوا کی خرخراہٹ ہوئی۔ الْفُواقِ: (فاء مضموم اور مفتوح) دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔ کیونکہ ایک بار دودھ دوہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے جانور کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اس

فُوَهَّةٌ ہے جس میں واو مشدّد ہے۔ اس کا معنی گلیوں یا دریاؤں کے دہانے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: أَقْعُدْ عَلَي فُوَهَةِ الطَّرِيقِ: میں راستے کے دہانے پر بیٹھا ہوں۔ فَاةٌ بِالْكَلامِ: اس نے بات کی۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ تَفْوَةٌ بِهٖ كَمَعْنِي بِهِيَ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا فَهْتُ بِكَلِمَةٍ وَمَا تَفَوَّهْتُ: میں نے ایک بات تک نہ کی۔ یا میں نے بات کرنے کے لئے اپنا منہ نہیں کھولا۔

ف و ا - الفُوَّةُ: درختوں کی جڑیں جن کے ذریعے دوسری چیزوں کو رنگا جاتا ہے۔ قُوْبٌ مَقْوَى: رنگا ہوا کپڑا۔ اس کی مثال قَوَّةٌ سے مَقْوَى ہے۔

ف و ا - فَاءٌ: وہ لوٹا۔ واپس ہوا۔ اس کا باب بَاعٌ ہے۔

الفِئَةُ: طائفہ، گروہ، اس کی جمع فِئُونَ اور فِئَاتٌ ہے اس کی مثال لِدَاتٌ ہے۔

الفِئُ: مال فئے، خراج اور غنیمت کا مال۔ کہا جاتا ہے: أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْنَا مَالَ الْكُفَّارِ: اللہ نے ہمیں کافروں کا مال بطور مالِ فئے عطا کیا۔ أَفَاءٌ: مالِ الفِئِ ممدود ہے۔ اس کا مضارع يُفِئُ اور مصدر إِفَاءَةٌ ہے۔

الفِئُ کا معنی زوال آفتاب کے بعد سایہ کا ڈھلنا ہے۔ اسے اس لئے فِئُ کہا جاتا ہے

ف و م - الفُومُ: تھوم، لہسن۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'وْثُومِهَا' ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفُومُ کا معنی گندم ہے۔ اور شامی لہجے میں اس کا معنی پُتّا ہے۔

فُوْمُوا لَنَا: ہمارے لئے روٹی پکاؤ۔ الفراء کا قول ہے کہ یہ پرانا اور قدیمی لہجہ ہے۔

الفِئُومُ: مصر کی سرزمین کا علاقہ جہاں بنو امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد قتل کیا گیا۔

ف و ہ - فُوَّةٌ: ایک گھاس یا مخصوص درخت کی چھال جس کے ذریعے عطر کی اصلاح کی جاتی ہے جس طرح مصالحہ جات سے کھانوں کو مزیدار اور زود ہضم کرنے کے لئے اصلاح کی جاتی۔ فُوَّةٌ کی جمع أَفْوَاةٌ ہے اور اس کی مثال سُوقٌ کی جمع أَسْوَاقٌ ہے۔ اس کی جمع أَفَاوِيَةٌ ہے۔ الفُوَّةُ:

جو ہمارے قول کا اصل لفظ فَمٌ ہے۔ اس کی جمع بھی أَفْوَاهٌ ہے۔

كَلَمَتُهُ فَاةٌ الٰی فِی: میں نے اس سے رو بردوات کی۔ فُوَّةٌ میں 'حَا' میم کا عوض ہے نہ کہ واؤ کا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب بذیل مادہ فَمٌ میں کہا کہ اس لفظ کی میم کا عوض 'حَا' واؤ کا عوض ہے نہ کہ 'حَا' کا۔ لہذا یہاں یہ ذکر سابقہ بیان کی نقیض ہے۔

أَفْوَاهُ الْأَرْزِقَةِ وَالْأَنْهَارِ: اس کا واحد

وَمَا عَنْهُ مَحِيضٌ وَلَا مَفِيضٌ:  
اس سے کوئی فرا نہیں۔ ما اسْتَطَعْتُ أَنْ  
أَفِيضَ مِنْهُ: میں اس سے دور نہ ہو سکا یا  
دور نہ ہٹ سکا۔

ف ی ض - فَاضَ الْخَبْرُ، يَفِيضُ  
وَالسُّقَاظُ: خبر پھیل گئی۔

وَهُوَ حَدِيثٌ مُسْتَفِيضٌ اور وہ لوگوں  
میں منتشر و مشتہر عام حدیث ہے۔ ان  
معنوں میں مُسْتَفَاظٌ نہیں کہنا چاہئے۔

المُسْتَفِيضُ: پانی بہانے کا سوال کرنے  
والا یا پانی مانگنے والا۔

فَاضَ الْمَاءُ: پانی کی کثرت ہو گئی یا پانی  
زیادہ ہو کر ندی کے کناروں تک بہا۔ اس کا  
باب بَاعَ ہے اور فَيضُ وَضْعَةٌ بھی۔

فَاضَ اللَّيْثُ: لَيم اور کینے لوگوں کی  
کثرت ہو گئی۔

فَاضَ الرَّجُلُ: آدمی مر گیا۔ اس کا باب  
بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔ فَاضَتْ نَفْسُهُ:  
اس کی روح نکل گئی یا جان نکل گئی۔ ابو عبیدہ،

ابوزید، القراء اور اصمعی رحمہم اللہ کا کہنا ہے  
فَاضَ الرَّجُلُ اور فَاضَتْ نَفْسُهُ نہیں

کہا جاتا البتہ يَفِيضُ الدَّمْعُ وَالْمَاءُ:  
آنسو اور پانی بہتے ہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ

أَفَاضَ إِذَا نَهَى حَتَّى فَاضَ: اس نے اپنا  
برتن بھر لیا حتی کہ وہ لبریز ہو گیا۔ اور أَفَاضَ

دُمُوعَهُ: اس نے اپنے آنسو بہائے۔

کہ اس وقت سایہ ایک طرف سے ہٹ  
کر دوسری طرف پھر جاتا ہے۔ ابن السکیت کا  
قول ہے کہ: الظِّلُّ مَا نَسَخَتْهُ  
الشَّمْسُ وَالْفَيْءُ مَا نَسَخَ  
الشَّمْسُ: یعنی ظلِ سایہ وہ ہے جس کے  
پیچھے سورج ہو، اور فَيْءٌ وہ ہے جس کے  
آگے سورج ہو۔ زُؤْبَةٌ کا قول ہے کہ ہر وہ  
چیز جس پر دھوپ پڑ کر ڈھل گئی ہو اسے  
فَيْءٌ کہتے ہیں اور جس پر ابھی دھوپ نہ  
پڑی ہو تو وہ ظل ہے۔

فَيْءٌ كِي جَعَّ أَفْيَاءٌ اور فَيْءُءٌ بروزن  
فُلُوسٍ ہے۔

فَيَاتِ الشَّجَرَةَ تَفِيئَةً: درخت سایہ  
دار ہو گیا۔ تَفِيَّاتٌ أَنْ فِي فَيْئِهَا: میں

اس کے سائے میں بیٹھا۔ تَفِيَّاتٍ  
الظَّلَالِ: سایہ ڈھل گیا۔

ف ی د - الْفَائِدَةُ: علمی یا مالی منفعت جس  
سے تم استفادہ کرتے رہو۔

فَادَتْ لَهُ فَائِدَةٌ: اسے فائدہ پہنچا۔ اس کا  
باب بَاعَ ہے۔ اسی طرح فَادَلَهُ مَالٌ:

اس کے لئے مال ثابت ہو گیا۔  
أَفَدْتُ الْمَالَ: میں نے اسے مال دیا۔

أَفَدْتُهُ بھی اور اسْتَفَدْتُهُ کا معنی بھی یہی  
ہے۔

ف ی ص: کہا جاتا ہے: وَاللَّهِ مَا فَاصَ:  
قسم بخدا وہ نہیں ہٹا۔

ف ی ن - الفیناٹ: گھریاں - کہا جاتا ہے: لَقَيْتُهُ الْفَيْئَةَ بَعْدَ الْفَيْئَةِ: میں اس سے وقفوں وقفوں کے ساتھ ملا۔ یا میں اس سے بار بار ملا۔  
رَجُلٌ فَيِّنَانٌ: خوبصورت لمبے بالوں والا۔

ف ی ا - فَيٌّ: حرف جر۔ یہ صرف برتن، جگہ اور سما جانے والی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: کہیں گے فَيٌّ الاناء: برتن میں۔ زَيْدٌ فِي الدَّارِ: زید گھر میں ہے۔

الشُّكُّ فِي الْخَبْرِ: خبر میں شبہ ہے۔ بعض اوقات حرف فَيٌّ عَلِيُّ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: وَلَا صَلَبْنَاكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ: میں تمہیں کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکا دوں گا۔ یونس کا خیال ہے کہ عرب لوگ نَزَلْتُ فِي ابْنِكَ کہہ کر اس سے مراد نزلت عَلِيُّ ابیک لیتے ہیں یعنی فسی کہہ کر علی مراد لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فسی کہیں باء کی جگہ بھی استعمال ہوا ہو۔

أَفَاضَ الْمَاءَ عَلَى نَفْسِهِ: اس نے اپنے آپ پر پانی گرایا یا بہایا۔ أَفَاضَ النَّاسُ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلَى مِئِيٍّ: لوگ عرفات سے مئی کو چل پڑے۔ ہر بار کو افاضة کہتے ہیں۔ أَفَاضُوا فِي الْحَدِيثِ: وہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ الْفَيْضُ: مصر کا دریائے نیل اور دریائے بصرہ بھی۔ نَهْرٌ فَيَّاضٌ: (یاء مشدود) ٹھاٹھیں یا موجیں مارتا دریا۔ رَجُلٌ فَيَّاضٌ: بہت زیادہ سخاوت کرنے والا شخص۔

ف ی ف - الْفَيْفَاءُ: چٹیل صحراء۔ اس کی جمع الْفَيَّافِي ہے۔  
ف ی ل - الْفَيْلُ: ہاتھی۔ اس کی جمع أَفْيَالٌ ہے اور فَيْوَلٌ وَفَيْلَةٌ بَرُوزَن عِبْنَةَ: اسے أَفَيْلَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔  
فَيَّالٌ: ہاتھی بان، مہاوت۔

ف ل م - الْفَيْلَمُ: لوگوں میں سے بڑا قد آور آدمی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بڑے بچے والا اور موٹا آدمی ہے۔ دجال کے ذکر میں آیا ہے کہ رَأَيْتُهُ فَيْلَمَانِيَا: میں نے اسے عظیم الجثہ دیکھا۔

## باب القاف

ظاہر کی۔

ق ب ر۔ القَبْرُ: قبر، اس کی جمع المقَابِرُ ہے۔ شعر میں المَقْبَرُ (ة) کے بغیر استعمال ہوا ہے۔ قَبْرَ المَيِّتِ: اس نے میت کو دفن کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

أَقْبَرَةُ: اس نے اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ ابن السكيت کا کہنا ہے کہ أَقْبَرَةُ کا معنی ہے۔ اس نے دفن کرنے کے لئے اس کی قبر تیار کی۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرُوهُ: پھر اس نے اسے موت دی اور اسے دفن کر دیا۔ اسے کتوں کے آگے ڈالنے کے لئے نہیں چھوڑا۔ لہذا قبر بنی نوع انسان کی تکریم ہے۔

القُبْرَةُ کی جمع القُبُرُ ہے۔ یہ ایک طرح کا پرندہ ہے۔ القُنْبُرَاءُ: (قاف اور باء مضموم، الف ممدود) القُبْرَةُ کا ایک لہجہ ہے۔ اس میں بھی قاف اور باء مضموم ہیں اور الف ممدود ہے۔ اس کی جمع القَنَابِرُ ہے۔ عامی لہجہ میں اسے القُنْبُرَةُ کہتے ہیں۔ یہ لفظ رجسریہ اشعار میں استعمال ہوا ہے۔

ق ب س۔ القَبْسُ: قاف اور باء دونوں

ق ب ب۔ قَبَّ الجلد و التَّمْرُ: جلدا کھال اور کھجور کا پانی سوکھ گیا یعنی خشک ہوا۔ الأَقْبُ: پتلے پیٹ والا آدمی۔ القَبْبَةُ: گھوڑے کے پیٹ سے نکلنے والی آواز۔

القَابَةُ: قطرہ۔ کڑک کی آواز۔ القِبُّ: (قاف مسور) ہر دو سرینوں کے درمیان اٹھی ہوئی ہڈی۔

القُبَّةُ: قَبْر۔ گنبد (قاف مضموم)۔ قَبَّ فُلَانٌ يَدَ فُلَانٍ: فلاں شخص نے فلاں شخص کا ہاتھ کاٹ دیا۔ القُبُقْبُ: بروزن الثعلبُ: پیٹ، شکم۔

ق ب ح۔ القُبْحُ: برائی، خرابی۔ اس کی ضد الحسنُ یعنی خوبی ہے۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل قَبِيحٌ ہے۔ قَبَّحَهُ اللهُ: اللہ اس کو بھلائی اور خیر سے دور کرے۔ یعنی اللہ اس کا برا کرے۔ اس کا باب قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: قَبَّحَالِه: اس کا برا ہو۔ (قاف مضموم اور مفتوح)۔ الاستِقْبَاخُ: کسی کو قبیح اور برا سمجھنا اور جاننا۔ اس کی ضد الاستِحْسَانُ: قَبَّحَ عَلَيْهِ فَعَلَهُ تَقْبِيحًا: اس نے اس کے فعل کی سخت برائی کی یا اس کے کام کی خرابی



وَقَبَضَتِكَ: یہ چیز تمہاری ملکیت ہوگئی۔  
الانقباض: گھٹن۔ اس کی ضد الانبساط  
ہے یعنی فرحت۔

انقبض الشيء: چیز پر قبضہ ہو گیا۔  
القبضة: (قاف مضموم) مٹھی بھر چیز۔ کہا  
جاتا ہے: أعطاه قبضة من سويق أو  
تمر: اسے اس نے مٹھی بھر سوتو دیے یا مٹھی  
بھر کھجوریں دیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قبضة  
(قاف مفتوح) بھی ہو۔ المقبض  
(بروزن المجلس) من القوس  
والسيف: کمان یا تلوار وغیرہ کا دستہ  
جسے انسان ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ تقبضت  
الجلدة في النار: کھال آگ میں  
جھلس گئی۔

قبض الشيء تقبضاً: اس نے چیز  
کو اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

قبضة المال: اس نے مال اس کے قبضے  
میں دے دیا۔ قبض فلان: فلاں شخص کی  
روح قبض کی گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا  
اسم مفعول مقبوض یعنی مردہ ہے۔  
القبض: تیز رفتاری۔ اسی سے قول  
خداوندی ہے: صافات ويقبضن: یعنی  
پرندے فضا میں پر پھیلاتے اور سیکڑتے  
ہیں یعنی پھر پھڑپھڑاتے ہوئے اڑتے ہیں۔  
ق ب ط - القبط: بروزن السبط: اہل  
مصر جو وہاں کے اصل باشندے ہیں۔

مفتوح۔ آگ کا شعلہ۔ چنگاری۔ المقباس  
کا معنی بھی یہی ہے۔ قبس منه ناراً: اس  
نے اس سے آگ لے لی۔ اس کا باب  
ضرب ہے۔

فأقبسه: اس نے اسے آگ دے دی۔  
أقبس منه ناراً وعلما کا معنی ہے۔  
اس نے اس سے آگ لے لی۔ اور اس  
سے علم کا استفادہ کیا۔ ایزیدی کا کہنا ہے  
کہ أقبسه علماً: اس نے اسے علم دیا۔  
اور قبسه ناراً: وہ کسی کے واسطے آگ  
لایا۔ اور اگر اپنے لئے آگ لانے کو کہنا ہو تو  
أقبسه کہتے ہیں۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ  
أقبسه علماً وناراً: دونوں کا یکساں  
معنی ہے۔ اور قبسه بھی دونوں میں  
یکساں مشترک ہے۔ أبو قبس: مکہ  
شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ق ب ص - القبض: انگلیوں کے پوروں  
سے کوئی چیز لینا یا پکڑنا۔ اسی نسبت سے  
حضرت حسن بصریؒ نے فقبطت قبضة  
من أثر الرسول پڑھا ہے۔  
ق ب ض - قبض الشيء: اس نے چیز  
لے لی۔

القبض: بند کرنا۔ اس کی ضد البسط یعنی  
کھولنا ہے۔ (یا بند ہونا اور کھلنا ہے) ان  
دونوں کا باب ضرب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
صار الشيء في قبضك

تَقَبَّلَ الشَّيْءَ وَقَبَلَهُ، يَقْبَلُهُ: اس نے چیز قبول کر لی۔ اس کا مصدر قَبُولًا (قاف مفتوح) ہے جو شاذ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مصدر کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ہم نے اس کا ذکر وضوء کے تحت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَلِيٌّ فَلَانَ قَبُولًا: یعنی دل نے اسے پسند کیا یا قبول کیا۔ الْقَبُولُ: باد صبا کو بھی کہتے ہیں جو ذُبُور کے مقابل ہے۔ قَدَّ قَبَلَتِ الرِّيحُ: باد صبا چلی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم مفتوح القاف ہے یعنی الْقَبُولُ اور مصدر مضموم القاف یعنی الْقَبُولُ ہے۔ وَرَأَاهُ قَبَلًا: (قاف اور باء دونوں مفتوح) وَقَبَلًا (قاف اور باء دونوں مضموم) وَقَبَلًا (قاف مکسور و باء مفتوح) اس نے اسے آنے سامنے دیکھا۔ قول خداوندی ہے: أَوْسَاتِيهِمُ الْعَذَابُ قَبَلًا: یا انہیں آگے سے یا سامنے سے عذاب آئے۔ وَلِي قَبَلٌ فَلَانَ حَقٌّ: فلاں شخص کے ذمے میرا کچھ حق ہے۔ وَمَالِي بِهِ قَبَلٌ: مجھے اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ الْقَابِلَةُ: دال/دایہ۔ بچے کی ولادت کے وقت عورت کی مددگار خاتون۔ کہا جاتا ہے کہ: قَبَلَتِ الْقَابِلَةُ الْمَرَاهُ تَقْبَلُهَا: دال یا دایہ نے عورت کی دایہ گیری کی۔ الْقَبِيلُ: کفیل۔ ایک فوجی منصب۔

رَجُلٌ قَبِطِيٌّ: قبلی آدمی۔ الْقَبَاطُ: (قاف مضموم اور باء مشدّد) مثنائی کی ایک قسم۔ اسی طرح الْقَبِيْطُ بردزن الْعَلِيْقُ کا معنی بھی یہی ہے اور الْقَبِيْطِيُّ وَالْقَبِيْطَاءُ (اگر باء کو مشدّد پڑھیں تو الف مقصور ہوگا اور اگر باء مخفف ہو تو پھر الف ممدود ہوگا) کا بھی یہی معنی ہے۔

الْقَبِيْطُ: (قاف مضموم اور نون مشدّد و مفتوح) ایک سبزی۔

قَبِيْعَةُ السَّيْفِ: تلوار کے دستے پر چاندی یا لوہا۔

قَبْلٌ: پہلے۔ اس کی ضد بَعْدٌ ہے۔ یعنی پیچھے الْقَبْلُ، الدُّبُرُ اور الدُّبُرُ کی ضد۔ یعنی اگلا حصہ قَدْ قَمِيْضُهُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ دُبُرٍ: اس کی قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف سے پھٹی ہوئی ہے۔

القُبْلَةُ: بوسہ۔

القِبْلَةُ: قبلہ جس طرف نماز ادا کرتے ہیں۔ جَلَسَ قِبَالَتَهُ: (قاف مضموم) وہ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا، یہ اسم ہے اور بطور ظرف بھی استعمال ہوتا ہے۔

القَابِلَةُ: آنے والی رات۔

قَبْلٌ اور اَقْبَلٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ آگے بڑھا کہا جاتا ہے: عَامٌ قَابِلٌ: آنے والا سال۔

العِراقِ: جب حضرت حسن بصری عراق سے آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هِنَا. اَقْبَلْ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ: وہ اس کے روبرو ہوا۔  
المُقَابِلَةُ: آمنے سامنے ہونا۔

التَّقَابِلُ: کا معنی بھی یہی ہے۔  
الاستقبال: استقبال کرنا۔ اس کی ضد الاستدبار ہے۔ مُقَابِلَةُ الْكِتَابِ: کتاب کا معارضہ کرنا۔

ق ب ن - القَبَانُ: ترازویہ معرب کلمہ ہے۔

ق ب ا - القَبَاءُ: قباء یا بَجْہ جو پہنا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأَقْبِيَّةُ ہے۔

تَقْبِيٌّ: اس نے قباء پہن لی۔ القَبَاءُ:

(الف ممدود) حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔

جسے مذکر و مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

ق ت ت - القَتُّ: پختلی۔ اس کا باب رَدُّ

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

القَتُّ: ایک دانہ (جسے صحرائی لوگ کوٹ کر اور پکا کر کھاتے ہیں) اس کا واحد قَتَّةٌ ہے۔ اس کی مثال تَمْرَةٌ اور تَمْرٌ ہے۔

ق ت د - القَتْدُ: (قاف اور تاء دونوں

متنوع) رحل کی لکڑی۔ اس کی جمع أَقْتَادُ

قَدْ قَبِلَ بِهِ يَقْبِلُ: (باء مضموم اور کسور) قَبَالَةٌ: (قاف مفتوح) وہ اس کا قبیل یا ضامن بن گیا۔ نَحْنُ فِي قَبَالَتِهِ: ہم اس کی کفالت میں ہیں یا نگرانی میں ہیں۔

القَبِيلُ: جماعت۔ جو تین سے لے کر زائد افراد پر مشتمل ہو۔ اور مختلف قوموں مثلاً: رومی، زنگی اور عرب وغیرہ میں سے ہو۔ اس کی جمع قُبُلٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَسْرَتْنَا عَلَيْهِمْ كُلُّ شَيْءٍ

قُبُلًا: اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے۔ اس کی تفسیر کے

بارے میں الاغش کا کہنا ہے کہ قُبُلًا سے مراد قَبِيلًا ہے۔ حسن بصری کا قول ہے کہ

اس سے مراد عینا ہے۔  
القَبِيلَةُ: قبیلہ، خاندان۔ اس کی جمع قَبَائِلُ

ہے۔ دار قبائل عرب ہے جو ایک ہی جدِ اعلیٰ کی نسل ہوں۔ القَبِيلُ: کاتے وقت

عورت کے سامنے جو کچھ آتا ہے یا ہوتا ہے۔ اسی سے محاورہ بنا ہے۔ مَا يَعْرِفُ

قَبِيلًا مِنْ ذَبِيرٍ: اس کو آگے پیچھے کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

أَقْبَلُ: وہ آگے بڑھا۔ اس کی ضد ہے أَدْبَرَ

وہ پیچھے ہٹا۔ کہا جاتا ہے: أَقْبَلُ مُقْبَلًا: وہ آگے بڑھا۔ اس کی مثال ہے: أَدْخَلْنِي

مُدْخَلَ صِدْقٍ: حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ الْحَسَنُ عَنْ مُقْبَلِهِ مِنْ

قتل نہیں کیا۔ یعنی انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔

المُقَاتِلَةُ: باہم لڑائی۔ قَاتَلَهُ قِتَالًا وَقِتَالًا: اس نے اس سے لڑائی کی، یا جنگ کی۔

المُقَاتِلَةُ: (تاہم سور) جنگ کرنے کے قابل لوگ۔ اُقْتَلَهُ: اس نے اسے قتل

کروادیا۔ یا قتل کے لئے پیش کیا۔ قَتِلُوا تَقْتِيلًا: انہیں کثرت سے قتل کیا گیا۔

اُسْتُقْتِلَ: اس نے بہادری کے باعث قتل ہونے یا مرنے کی پروا نہیں کی۔ رَجُلٌ قَتِيلٌ: مقتول شخص۔ اِمْرَاةٌ قَتِيلَةٌ: مقتول

عورت۔ رِجَالٌ وَنِسْوَةٌ قَتَلَى: مقتول مرد اور عورتیں۔ اِگر اِمْرَاةٌ كَالْفِظِ اسْتَعْمَالَ

نہ کریں تو پھر مونث کے لئے: هَذِهِ قَتِيلَةٌ

بنی فُلان: یہ بنو فلان قبیلہ کی مقتول عورت ہے۔ اِسی طرح مَسْرُوتٌ بِقَتِيلَةٍ

کہتے ہیں یعنی مقتول عورت کے پاس سے گزرا۔

اِمْرَاةٌ قَتُولٌ: قاتل عورت۔

تَقَاتَلِ الْقَوْمُ: قوم نے آپس میں لڑائی کی۔ اِقْتَلُوا كَا مَعْنَى بَعْضِهَا

ق ت م - الْقِتَامُ: غبار۔

الْقِطْمَةُ: ایسا رنگ جس میں مٹی رنگ اور سرخ رنگ شامل ہو۔ اَلْاَقْتَمُ: جس پر سرخ

مٹی کا رنگ غالب ہو۔

اور قُتُوذٌ ہے۔

الْقَتَادُ: ایک خاردار درخت۔

ق ت ر - الْقَتْرُ: اس کا واحد قَتْرَةٌ ہے۔

معنی غبار۔ یہ قول خداوندی میں ہے: تَرَاهُهَا قَتْرَةٌ: (ان کے چہروں پر) غبار

چھایا ہوگا۔ الْقَتْرُ: جانب، کنارہ، طرف۔ یہ القطر کا ایک لہجہ ہے۔ قَتَرَ عَلَيَّ

عِيَالِي: اس نے اپنی بیوی بچوں پر روزی کی سختی اور تنگی کی۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور

دَخَلَ ہے۔ قَتَرَ تَقْتِيرًا اُقْتَرْتُمُن لِهَجْءِ

ہیں۔ اُقْتَرِ الرَّجُلُ: آدمی تلاش و مفلس ہو گیا۔

ق ت ل - الْقَتْلُ: جان سے مار دینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور مصدر تَقْتَلًا ہے۔

قَتَلَهُ قِتْلَةً سَوْءًا: اس نے اسے بری طرح قتل کیا۔

مَقَاتِلُ الْإِنْسَانِ: وہ مقامات اور اسباب جب پیدا ہوں تو انسان کو قتل کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فُكَيْهِ:

انسان کا مثل یعنی قتل ہونے کی جگہ اس کے دو جہزوں کے درمیان ہے۔ یعنی زبان کا غلط استعمال انسان کے لئے باعث

ہلاکت ہے۔

قَتَلَ الشَّيْءُ خُبْرًا: اس نے اسے غیر یقینی طور پر قتل کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا: انہوں نے اسے یقینی طور پر

ہوگئی۔ شَيْخُ قَحْلٍ: (حاء ساکن) اور  
القَحْلُ: بہت عمر رسیدہ بوڑھا۔

ق ح م- قَحَمَ فِي الْأَمْرِ: اس نے اپنے  
آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں جھونک دیا یا ڈال  
دیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

أَقْحَمَ فَرَسَهُ النَّهْرُ: اس نے دریا میں  
اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ فَأَنْقَحَمَ تُوهُ دریا میں  
کوڈ پڑا۔ حدیث شریف میں ہے: أَقْحَمَ  
يَا بْنَ سَيْفِ اللَّهِ: اے سیف اللہ کے  
بیٹے! کوڈ پڑو۔

أَقْحَمَ الْفَرَسَ النَّهْرُ: گھوڑا دریا میں  
کوڈ پڑا۔

تَقْحِمُ النَّفْسَ فِي الشَّيْءِ: اپنے  
آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں ڈال دینا۔  
قَحَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ح'۔

ق ح ا- الْأَقْحَوَانُ: گل بابوند۔ بروزن  
أَفْعْلَانُ: ایک خوشبودار پودا جس کے گرد  
دو طرف سفید رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں اور  
درمیان میں زرد رنگ کی۔ اس کی جمع  
الأقاجیٰ اور آقاج ہے۔

ق د- قَدَّ: (دال مخفف) سوائے افعال کے  
اور کسی پر داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ تمہارے  
اس سوال کا جواب ہے کہ لَمَّا تَفَعَّلَ:<sup>۱</sup>  
خلیل کا خیال ہے کہ قد کا استعمال اس  
فہم شخص کے جواب کے لئے ہے کہ جسے خبر

۱ لَمَّا تَفَعَّلَ کی بجائے أَمَّا تَفَعَّلَ زیادہ واضح ہے۔ (مترجم)

ق ث ا- الْقَثَاءُ: کھیرا۔ اس کا واحد قِثَاءَةٌ  
ہے۔

المَقْتَاةُ اور المَقْتُوَّةُ: کھیرے والی جگہ۔

ق ث د- الْقَهْدُ: (قاف اور ثاء دونوں  
مفتوح) کھیرے سے ملتا جلتا پودا۔

ق ح ح- الْقَشْحُ: (قاف مضموم اور حاء  
مشدّد)۔ ملاحظت میں یا کرم و سخاوت میں  
خالص شخص۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ  
قُشٌّ: گنوار، اکھڑ، خشک اور غیر مہذب۔  
عَرَبِيٌّ قُشٌّ: خالص عربی۔

ق ح ط- الْقَحْطُ: قَط، خشک سالی۔  
قَحَطَ الْمَطَرُ: بارشیں رک گئیں۔ اس کا  
باب خَضَعَ اور طَرَبَ ہے۔

أَقْحَطَ الْقَوْمُ: قوم پر قحط نازل ہوا۔  
قَحِطُوا قَحْطًا: فعل مجہول۔ وہ قحط کا  
شکار ہو گئے۔

ق ح ف- الْقِحْفُ: کھوپڑی کی ہڈی جو  
دماغ کے اوپر ہوتی ہے۔ الْقِحْفُ: بکڑی  
کے ایک برتن کو بھی کہتے ہیں جو نصف قدح  
ہوتا ہے۔

ق ح ل- قَحَلَ الشَّيْءُ: چیز خشک  
ہوگئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم  
فاعل قَاحِلٌ ہے۔

قَحَلَ جَسٌ: اس کا باب طَرَبَ ہے۔ اس کا  
ایک اور لہجہ ہے۔ قَحَلَى الشَّيْخُ  
قَحْلًا: بوڑھے کی ہڈیوں کی جلد خشک

قَدْحٌ فِي نَسَبِهِ: اس نے اس کے نسب میں طعن کیا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔  
اِقْتَدَحَ الزُّنْدُ: اس نے چھتاق سے آگ نکالی۔

ق د د - القُدُّ: پھاڑنا، کاٹنا۔ لِبَائِي كَرِخَ چیرنا۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔ اَلْقُدُّ کا معنی قد و قامت بھی ہے اور کٹائی بھی۔ اَلْقُدُّ (قاف مکسور) طریقہ۔ لوگوں کا فرقہ یا گروہ جو ایک دوسرے سے الگ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: كُنَّا طَرَائِقَ قِدْدًا: ہم الگ الگ راستوں پر ہیں۔ یا ہمارے مختلف مذہب ہیں۔ اَلْقَدِيدُ: کٹا ہوا یا خشک کیا ہوا گوشت یا خشک گوشت کے ٹکڑے۔

ق د ر - قَدَّرُ الشَّيْءَ: چیز کی مقدار۔ میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ ساکن الدال اور مفتوح الدال ہے جس کا ذکر التہذیب اور الْمُجْمَل میں ہے۔ قَدَّرُ اللّٰهُ وَقَدْرُهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اللہ کی تقدیر یا اس کی تقدیر، یہ دراصل مصدر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ: یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تعظیم اور قدر نہیں کی۔

اَلْقَدْرُ اور اَلْقَدْرُ کا معنی تقدیر الہی بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَالِي عَلَيَّهِ مَقْدِرَةٌ: (دال مکسور و مفتوح) اس میں مقدرہ کا معنی قدرت و استطاعت ہے۔

سننے کا انتظار ہو، مثلاً: قَدْ مَاتَ فُلَانٌ: فلاں آدمی مر گیا ہے۔ اگر سامع کو خبر کا انتظار نہ ہوتا تو کہنے والا قَدْ مَاتَ نہ کہتا بلکہ صرف اتنا کہتا کہ ”مَاتَ فُلَانٌ“ فلاں شخص مر گیا۔ بعض اوقات قَدْ رُبَّمَا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بقول شاعر:  
قَدْ اَتْرُكُ الْقِرْنَ مُصْفَرًّا اَنَا مِلَّةُ  
كَانَ اَنْوَابُهُ مُجْبَثٌ بِفِرْصَادِ  
اگر قَدْ کو اسم بنا لیں تو اسے مشدّد کرنا ہوگا اور پھر یوں کہیں گے: كَتَبْتُ قَدْأ حَسَنَةً: میں نے ایک اچھی مقدار لکھی ہے۔ قَدْكَ: حَسْبُكَ اسم: تمہیں نام کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں قَدِيدِي اور قَدِينِي بھی جس میں نون خلاف قیاس بڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نون صرف افعال میں نون وقایہ کے طور پر ہی بڑھایا جاتا ہے مثلاً: ضَرَبَنِي وَغَيْرِهِ، اس نے مجھے مارا۔ لہذا قَدِيدِي اور قَدِينِي کا معنی ہوگا میرے لئے کافی ہے۔

ق د ح - اَلْقَدْحُ: پیالہ۔ جس میں پانی یا کوئی اور مشروب پیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَقْدَاخُ ہے۔

اَلْمِقْدَحَةُ: جس چیز سے آگ جلائی جاتی ہے۔ چھتاق۔ لائٹر۔

اَلْقَدَاخُ اور اَلْقَدَاخَةُ: لائٹر۔ چھتاق پتھر۔ (قاف مفتوح اور دال مشدّد)۔

کا اچھی طرح اندازہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ:  
 اسْتَقْدِرَ اللّٰهُ خَيْرًا: اللہ سے بھلائی  
 کی قدرت یعنی توفیق مانگو۔ تَقْدَرُ لَهُ  
 الشَّيْءُ: اس کے لئے چیز تیار ہوگئی، یا اس  
 کے مقدر ہوگئی۔ الاِقْتِدَارُ عَلَى  
 الشَّيْءِ: کسی چیز پر اختیار اور قدرت۔  
 الْقِدْرُ: (قاف مکسور) ہانڈی۔ مَوْنِثُ  
 ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر قَدِيرٌ (بغیرۃ)  
 خلاف قیاس ہے۔

ق دس - الْقُدْسُ: (دال ساکن و مضموم)  
 پاکیزگی۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ اسی  
 لفظ سے ماخوذ جنت کو حَظِيْرَةُ الْقُدْسِ  
 کہا گیا ہے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام  
 کو رُوْحُ الْقُدْسِ کہا گیا ہے۔  
 التَّقْدِيْسُ: پاک کرنا۔ پاکیزگی بیان  
 کرنا۔

تَقْدَسَ: وہ پاکیزہ ہو گیا۔ یا مَقْدَسٌ ہوا۔  
 الْاَرْضُ الْمُقَدَّسَةُ: پاک سرزمین۔  
 بَيْتُ الْمُقَدَّسِ: (دال مشدّد بھی اور  
 مخفف بھی) بیت المقدس، اس سے اسم  
 نسبتی مُقَدَّسِيٌّ ہے۔ بروزن مَجْدِيسِيٌّ  
 اور مُقَدَّسِيٌّ بروزن مُحَمَّدِيٌّ ہے۔ کہا  
 جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے  
 قَادِسِيَّہ کو الْقُدْسِ کہا تھا اور دعا کی تھی  
 کہ یہ حاجیوں کی جگہ ہے۔

قُدُوْسٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں

اسی لفظ سے یہ محاورہ بنا ہے کہ: الْمَقْدَرَةُ  
 تُذْهِبُ الْحَفِيْظَةَ: قدرت پاناغمہ  
 کو زائل کر دیتا ہے۔ رَجُلٌ ذُوْ مَقْدَرَةٍ:  
 (دال مضموم) فراخ دست و خوشحال شخص۔  
 البتہ قَضَا وَقَدْرٌ کے معنی میں یہ لفظ  
 الْمَقْدَرَةُ (دال مفتوح) ہے۔

قَدَرَ عَلَى الشَّيْءِ قُدْرَةً: اسے چیز پر  
 قدرت حاصل ہوگئی۔ قُدْرَةُ کے علاوہ اس  
 کا مصدر قَدَرْنَا بھی ہے۔ جس میں قاف  
 مضموم ہے۔ قَدِرَ يَقْدِرُ قُدْرَةً: اسی لفظ  
 کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال عَلِمَ يَعْلَمُ  
 ہے۔ رَجُلٌ ذُوْ قُدْرَةٍ کا معنی خوشحال  
 شخص ہے۔

قَدَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کا اندازہ کیا۔  
 اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ حدیث  
 شریف میں ہے: اِذَا غَمَّ عَلَيْكُمْ  
 الْمَالُ فَاقْدُرُوْا لَهٗ: جب بادلوں کی  
 وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس روزے  
 پورے کرلو۔

قَدَرْتُ عَلَيْهِ الثُّوْبَ (دال مخفف)  
 فَاثْقَدَرْتُ: میں نے اس پر کپڑے کا ناپ لیا  
 تو پورا نکلا۔ قَدَرَ عَلَيَّ عِيَالِيْہ: (دال  
 مخفف) اس نے اپنے اہل و عیال پر کنجوسی  
 کی۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ قَدَرَ عَلَيْهِ  
 رِزْقُهُ: اور جس کی روزی میں تنگی آجائے۔  
 قَدَرَ الشَّيْءُ تَقْدِيْرًا: اس نے چیز

سفر سے آیا۔ قَدَمٌ يَقْدُمُ: بروزن نَصْرُ  
يَنْصُرُ قَدَمًا بروزن قُضِلُ: وہ آگے  
بڑھا۔ قول خداوندی ہے: يَقْدُمُ قَوْمَهُ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ: وہ قیامت کے دن اپنی قوم  
کے آگے ہوگا۔

قَدَمَ الشَّيْءُ (دال مضموم) قَدَمًا بروزن  
عِنَبٌ: چیز پرانی ہوگی۔ اس کا اسم فاعل  
قَدِيمٌ ہے۔ تَقَادَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔  
أَقْدَمَ عَلَى الْأَمْرِ: اس نے کام کرنے  
کا اقدام کیا یا کام کرنے کے لئے قدم  
بڑھایا۔ الإِقْدَامُ: بہادری۔ کہا جاتا ہے:  
أَقْدَمَ آگے بڑھ۔ یہ کلمہ گھوڑے کو تیز چلنے  
کے لئے بولا جاتا ہے۔ غزوات کی حدیث  
میں ہے: إِقْدِمَ حَيْزُومُ: حیزوم آگے  
بڑھو۔ إِقْدِمُ میں ہمزہ کسور ہے، اسے صحیح  
اور درست مفتوح ہونا چاہئے۔ أَقْدَمَهُ  
وَقَدَمَهُ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی  
اس نے اسے آگے بڑھایا۔ قَدَمَ بَيْنَ  
يَدَيْهِ: وہ آگے بڑھا۔ قول خداوندی ہے:  
لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ:  
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے نہ  
بڑھو۔ یعنی اے مومنو! کسی بات کے جواب  
میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے  
نہ بول اٹھا کرو۔

الْقَدَمُ: قدیم ہونا۔ اس کی ضد الحَدُوثُ  
ہے یعنی جدید ہونا از سر نو پیدا ہونا۔ کہا جاتا

سے ایک نام ہے۔ یہ القُدس سے فُعُولٌ  
کے وزن پر مشتق ہے۔ القُدس کا معنی  
پاکیزگی ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ قَدُوسٌ  
اور سَبُوحٌ دونوں مفتوح الاول، کا ذکر  
بذیل مادہ (ذ ر ح) میں گزر چکا ہے۔  
ثعلب کا قول ہے کہ فُعُولٌ کے وزن پر ہر  
اسم مفتوح الاول ہوتا ہے۔ اس کی مثال  
سَفُودٌ، كَلُوبٌ سَمُودٌ شُبُوطٌ اور  
تَنُورٌ ہیں۔ البتہ السَّبُوحُ اور القُدُوسُ  
میں اکثر ضمہ ہے لیکن فتح بھی آتی ہے۔  
ثعلب کا کہنا ہے کہ یہی معاملہ الدَّرُوحُ کا  
ہے۔ جو ذال مضموم سے ہے لیکن بعض  
اوقات ذال مفتوح بھی ہوتا ہے۔

ق د ع - التَّقَادُعُ: کسی چیز میں ایک  
دوسرے پر گرنا۔ گویا ہر ایک دوسرے کو  
اپنے آگے دھکیلتا ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَتَقَادِعُ بِهِمْ جَنَبَتَا  
الصِّرَاطِ تَقَادِعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ:  
قیامت کے دن جب لوگ پل صراط سے  
گزریں گے تو پل کے دونوں کنارے ان  
کو اس طرح ایک دوسرے پر گرائیں گے  
جیسے پتنگے آگ میں ایک دوسرے پر گرتے  
ہیں۔

ق د م - قَدِمَ مِنْ نَسْفَرِهِ: (دال کسور)  
قُدُومًا اور مَقْدَمًا (میم مفتوح) بھی، وہ



اگلے حصے پر مارا۔  
مُقَدِّمَةُ الْجَيْشِ: فوج کا ہراول دستہ۔  
اس میں دال مسور ہے۔

قُدَامٌ: آگے۔ اس کی ضد وِرَاءٌ ہے بمعنی پیچھے۔

القُدُومُ: (دال مخفف) تیشہ جس سے پتھر تراشے جاتے ہیں۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کو قُدُومٌ (دال مشدّد) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع قُدُومٌ ہے۔ قاف اور دال دونوں مضموم ہیں۔

ق د ا - القِدْوَةُ: نمونہ، کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ قِدْوَةٌ: فلاں شخص نمونہ ہے۔ يُقْتَدَى بِهِ: جس کی اقتداء کی جاتی ہے یا نقل کی جاتی ہے، اس لفظ کو قاف مضموم کر کے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ لَبِي بَكَ قِدْوَةٌ: تم تو میرے لئے نمونہ ہو۔ اس لفظ کو قِدْوَةٌ اور قِدَّةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

ق ذ ر - القَدْرُ: غلاظت، گندگی۔ اس کی ضد النِّظَافَةُ ہے۔

شَيْءٌ قَلْبَرٌ: گندگی اور غلیظ چیز۔ قَلْبَرُ الشَّيْءِ: میں نے چیز گندی کر دی۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَقَدَّرَتْهُ وَاسْتَقَدَّرَتْهُ: اس نے مجھے اس چیز سے نفرت ہے۔

ق ذ ع - قَدَعَهُ وَأَقْدَعَهُ: اس نے اسے گالی دی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ

ہے کہ قَدَمًا كَانَ كَذَا: یہ بات قدیم سے ایسی ہے۔ یہ قَدَمٌ کا اسم ہے جو اسمائے ظرفِ زماں میں سے ہے۔

القَدَمُ: پاؤں اس کی جمع الاقْدَامُ ہے۔ القَدَمُ کا معنی درجہ اثر و نشان بھی ہے۔ مثلاً:

كُتِبَ لِفُلَانٍ قَدَمٌ نَبِيٍّ: یعنی فلاں آدمی کا اچھا درجہ اور اثر ہے۔ انخس کا کہنا ہے کہ اس کا معنی تقدیم ہے۔ یعنی گویا اس نے بھلائی پیش کی ہے۔ اور اسے بھلائی میں تقدم یعنی پہل حاصل ہے۔ المِقْدَامُ وَالمِقْدَامَةُ: دشمن کے خلاف بہت زیادہ پیش قدمی کرنے والا۔

اسْتَقَدَّمَ: اور تَقَدَّمَ دونوں کا معنی ایک ہے۔ اس کی مثال اجاب اور اسْتَجَابَ ہے۔

مُقَدِّمُ الْعَيْنِ: (دال مسور) آنکھ کا اگلا حصہ جو ناک کے ساتھ ملتا ہے۔ اَطْرَاحُ مَوْخَرَهَا: اس کا پچھلا حصہ جو کن پٹی کے ساتھ ملتا ہے۔

قَوَادِمُ الطَّيْرِ: پرندے کے پروں کا اگلا حصہ۔ ان کی تعداد ہر پر میں دس ہوتی ہے۔ اس کا واحد قَادِمَةٌ ہے۔ اور قُدَامِي بھی ہے۔

المُقَدَّمُ: اگلا حصہ۔ اس کی ضد المَوْخَرُ ہے بمعنی پچھلا حصہ۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَ مُقَدِّمَ وَجْهِهِ: اس نے اسے چہرے کے

پَرَقْدِي الْعَيْنِ، سے ماخوذ ہے۔  
 قَدَّتْ عَيْنُهُ: آنکھ نے تنکا باہر پھینک دیا۔  
 اس کا باب رَمَى ہے۔  
 أَقْدَاهَا: اس نے آنکھ میں تنکا ڈال دیا۔  
 قَدَّاهَا تَقْدِيَةً: اس نے اس کی آنکھ سے  
 تنکا نکال دیا۔

ق ر ا - الْقُرْءُ: (قاف مفتوح) حیض۔ اس  
 کی جمع أَقْرَاءُ اس کی مثال أَفْرَاحٌ ہے اور  
 قُرُوءٌ ہے اور اس کی مثال فُلُوسٌ ہے۔  
 الْقُرْءُ کا معنی طہر بھی ہے یعنی حیض کے بعد  
 پاکیزگی کے ایام۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں  
 سے ہے۔ قَرَأَ الْكِتَابَ قِرَاءَةً  
 وَقَرَأْنَا: (قاف مضموم) بھی اس کا معنی  
 ہے، اس کتاب کو جمع کیا اور اکٹھا کیا۔ قرآن  
 کو اس لئے یہ نام دیا گیا ہے کہ یہ سورتوں کو  
 اکٹھا کئے ہوئے ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ  
 عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ: یہاں قرآن سے  
 مراد اس کی قراءت ہے:

فُلَانٌ قَرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ: فلان  
 نے تجھے سلام بھیجا ہے۔ أَقْرَأَكَ  
 السَّلَامَ کا بھی یہی معنی ہے۔ الْقَارِي کی  
 جمع قَرَاةٌ ہے۔ اور اس کی مثال كَافِرٌ کی  
 جمع كَفْرَةٌ ہے۔ دوسری جمع الْقُرَاءُ ہے۔  
 (قاف مضموم اور الف ممدود) اس کا معنی  
 عبادت گزار ہے۔ اور یہ قاری کی جمع بھی  
 ہو سکتی ہے۔

قَالَ فِي الْإِسْلَامِ شِعْرًا مُقَدِّعًا  
 فِلِسَانَهُ هَذَرٌ: جو شخص مسلمان ہو کر نقش  
 اشعار کہے اس کی زبان کی ندویت ہے نہ  
 قصاص، یعنی اگر اس کی کوئی زبان کاٹ  
 لے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

ق ذ ف - الْقَذْفَةُ: کنگورہ یا کنگرہ۔ اس کی  
 جمع قَذَفٌ اور قَذَفَاتٌ ہے۔ اس کی مثال  
 عُرْفَةٌ کی جمع عُرُوفٌ اور عُرُوفَاتٌ ہے۔  
 اس کا معنی کنگرہ ہے۔ حدیث شریف میں  
 ہے: أَنَّ ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا  
 يُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ فِيهِ قَذَفَاتٌ:  
 حضرت ابن عمرؓ ایسی مسجد میں نماز نہیں  
 پڑھتے تھے جس میں کنگرے ہوں۔ لوگ  
 اس حدیث کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔  
 اصمعی کا قول ہے کہ بے شک قَذَفٌ سے  
 مراد کنگرے ہیں۔ الْقَذْفُ بِالْحِجَارَةِ:  
 پتھر پھینکنا۔ قَذَفَ الرَّجُلُ: آدمی نے تے  
 کی۔ قَذَفَ الْمُحْصَنَةَ: اس نے محض  
 عورت پر تہمت لگائی۔ ان تمام افعال کا  
 باب ضَرْبٌ ہے۔

ق ذ ل - الْقَذَالُ: گدی۔ اس کی جمع  
 أَقْدِلَةٌ اور قُدْلٌ ہے۔

ق ذ ی - الْقَدَى: تنکا جو پانی میں یا شراب  
 میں گرے۔

قَدَيْتَ عَيْنَهُ: اس کی آنکھ میں تنکا گرا۔  
 اس کا باب صَدَى ہے۔ یہ فَعِلٌ کے وزن

چیز کے درمیانی چیز۔ اور اسی طرح سستی چیز کے لئے بھی یہی کہتے ہیں۔ ان معنوں میں راء مفتوح کر کے مُقَارَبٌ نہیں کہنا چاہئے۔

القَرَابَةُ اور القُرْبُ: رشتے کی قرابت داری۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا قَرَابَةٌ: ان دو کے درمیان قرابت داری ہے۔ قَرَابَةٌ کے ساتھ قُرْبٌ، قُرْبِي اور مَقْرَبَةٌ (راء مضموم بھی) ہے۔ قُرْبَةٌ (راء ساکن) اور قُرْبَةٌ (راء مضموم) بھی اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ هُوَ قَرِيبِي: وہ میرا قرابت دار ہے۔ هُمْ أَقْرَبَاءِي وَأَقْرَابِي: وہ میرے رشتہ دار یا قرابت دار ہیں۔ عوامی لہجے میں لوگ قَرَابَتِي اور قَرَابَتِي کہتے ہیں۔

ق ر ب س - القَرَبُوسُ: (قاف اور راء دونوں مفتوح) زین کا اگلا یا پچھلا کوہان نما ابھرا ہوا حصہ۔ سوائے ضرورت شعری کے اسے مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا ہے یعنی القَرَبُوسُ صرف شعری ضرورت کے پیش نظر کہا جائے گا۔

ق ر ح - القَرْحَةُ: زخم، اس کی جمع القَرْحُ ہے جو الفلُس کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع القَرْوُحُ ہے۔

القَرْحُ (قاف مفتوح) اور القَرْحُ: (قاف مضموم) اس لفظ کے دو لہجے ہیں۔

ق ر ب - قَرِبٌ: (راء مضموم) قُرْبًا (قاف مضموم) وہ قریب ہوا۔ قول خداوندی ہے کہ: إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ: اللہ کی رحمت بے شک محسنوں کے قریب ہے۔ قرآن میں قَرِيبٌ کی بجائے قَرِيبَةٌ نہیں کہا گیا۔ جو رحمة کی رعایت سے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکور رحمة سے مراد احسان ہے جو مذکر ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ القَرِيبُ مسافت کے معنوں میں آیا ہے۔ جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ نسب اور قرابت کے معنوں میں تو یہ مؤنث استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: هَذِهِ الْمَرْأَةُ قَرِيبِي: یعنی یہ عورت میری قرابت دار ہے۔

قَرِيبَةٌ: (راء مسور) قَرِيبَانَا: (قاف مسور) وہ اس کے قریب ہوا۔

القَرِيبَانُ: (قاف مضموم) اللہ تعالیٰ تک ذریعہ رسائی یا قرابت۔ یہ کہا جاتا ہے کہ قَرِيبْتُ لِلَّهِ قَرِيبَانَا: میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ تَقَرَّبَ إِلَى اللَّهِ بِشَيْءٍ: اس نے کسی ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کیا۔ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ وَتَقَارَبَ: وعدہ کا وقت قریب آ گیا۔

شَيْءٌ مُّقَارِبٌ: (راء مسور) عمدہ اور ردی

ہے لیکن یہ تلفظ اور لہجہ متروک ہے۔

قَرَحُ الْحَافِرُ: پھڑے کے مکمل دانت

نکل آئے۔ اس کا باب خَضَع ہے۔ واضح

رہے کہ پھڑے کے دانت پانچ برسوں

میں پورے نکل آتے ہیں۔ پہلے سال کے

پھڑے کو حَوْلِي كِتَبْتِہِیں۔ پھر جَدَع

پھر ثِنْبِي پھر دُبَاع اور پھر پانچویں سال کے

پھڑے کو قَارِح كِتَبْتِہِیں۔ کہا جاتا ہے کہ:

أَجْدَعُ الْمُهْرُ وَالثَّنِي وَأَرْبَعُ

وَقَرَحُ: یعنی پچھرا دو سال کا ہو گیا، تین

سال کا ہو گیا۔ چار سال کا ہو گیا اور پھر پانچ

سال کا ہو گیا۔ پانچویں سال کی عمر کے

پچھیرے کو قَرَحُ بغير الف كِتَبْتِہِیں۔

الْفَرَسُ قَارِحٌ: گھوڑا پانچ سال کا ہے۔

اس کی جمع قُرُحُ بروزن سُوْگُرُہے۔ یہ لفظ

ابو ذؤبیب نے اپنے شعر میں استعمال کیا

ہے۔

وَالْقَبُ الْمَقَارِيحُ: گھوڑیوں کے لئے

قَوَارِحُ کہا جاتا ہے۔

الْقَرَاخُ: (قاف مفتوح) ایسا کھیت

جس میں کوئی تعمیر نہ ہو اور نہ درخت ہوں۔

اس کی جمع أَقْرِحَةٌہے۔

المَاءُ الْقَرَاخُ: ایسا پانی جس میں کسی

اور چیز کا شائبہ نہ ہو۔

الْقَرِيحَةُ: کنویں سے نکلنے والا پہلا

پانی۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے کہ لِفْلَانِ

اس کی مثال الضَّعْفُ اور الضَّعْفُہے۔

میرا کہنا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ الْقَرُحُ

(قاف مفتوح) کا معنی زخم ہے اور الْقَرُحُ

(قاف مضموم) کا معنی زخم کی تکلیف ہے۔

الأزہری نے بھی الفراء سے یہی نقل کیا

ہے۔

تَرْحَةٌ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس

کا باب قَطَعَہے۔ اور اس کا اسم فاعل بمعنی

مفعول قَرِيحٌہے، یعنی زخمی اور اس کی جمع

قَرَحِيہے۔ قَرَحُ جِلْدُهُ: اس کی جلد پر

پھنسی پھوڑے نکل آئے۔ اس کا باب

طَرَبَہے۔ پھنسی پھوڑے نکلے ہوئے

شخص کو قَرَحٌ كِتَبْتِہِیں۔ اس میں (راء

مکسور)ہے۔

أَقْرِحَهُ اللَّهُ: اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کے

جسم پر پھوڑے نکل آئیں۔

بَعِيرٌ قَرَحَانٌ بروزن رُجْحَانٌ: ایسا

اونٹ جسے کبھی خارش نہ ہوئی ہو۔

صَبِيٌّ قَرَحَانٌ: ایسا بچہ جسے کبھی چیچک

نہ نکلی ہو۔ حدیث شریف میں ہے: أَنْ

أَصْحَابَ النَّبِيِّ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ

وَهُمْ قَرَحَانٌ: نبی کریم ﷺ کے

صحابہ رضی اللہ عنہم جب مدینے آئے تو اس

سے پہلے انہیں کوئی بیماری نہیں لگی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کسی

دوسرے کے حوالے سے یہ لفظ قَرَحَانُونَ

القَارُورَةُ: اس کی جمع القَوَارِيرُ ہے اور  
معنی شیشہ۔

قَرَقَرٌ بَطْنَةٌ: اس کے پیٹ میں سے گڑگڑ  
کی آواز آئی۔

قَرَّ الْيَوْمُ يَقِرُّ قَرًّا: (قاف مضموم) آج  
دن سرد ہے۔

يَوْمٌ قَارٌّ اور قَرٌّ سرد اور ٹھنڈا دن۔

لَيْلَةٌ قَارَةٌ وَقَرَةٌ: (قاف مفتوح)  
ٹھنڈی اور سرد رات۔

القَرَارُ فِي الْمَكَانِ: مکان کے اندر  
ٹھہرنا۔ کہا جاتا ہے کہ قَرَرْتُ بِالْمَكَانِ

(راء مکسور) أَقَرُّ قَرَارًا وَقَرَرْتُ الصِّنَا  
(قاف مفتوح) أَقَرُّ قَرَارًا وَقَرُورًا:

میں مکان میں ٹھہرا۔

قَرَّبَهُ عَيْنًا يَقِرُّ: اس نے اس سے  
آنکھ ٹھنڈی کی۔ اس کی مثال ضَرْبٌ

يَضْرِبُ اور عِلْمٌ يَعْلَمُ ہے۔ ان کا مصدر  
قَرَّةٌ اور قَرُورًا ہے۔

رَجُلٌ قَرِيرٌ الْعَيْنِ: مطمئن شخص اپنا  
مطلوب پانے کے بعد آنکھوں میں ٹھنڈک

پانے والا انسان۔

قَرَّتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی  
یعنی اسے سکون ملا۔ اس کا مضارع تَقَرَّرُ

(قاف مکسور اور مفتوح) ہے۔ اس کی ضد  
سَخِثَتْ ہے۔ یعنی گرم ہوئی۔

أَقَرَّ اللَّهُ عَيْنَهُ: اللہ اس کی آنکھ ٹھنڈی

قَسْرِيحَةً جَيِّدَةً: فلاں شخص کی طبیعت  
اور قدرت و استعداد نہایت عمدہ ہے، اس

سے مراد حصول علم کے لئے اعلیٰ استعداد یا  
جوہت طبع ہے۔

اِقْتَرَحَ عَلَيْهِ شَيْئًا: اس نے کوئی چیز بے  
تکلف مانگ لی۔

اِقْتِرَاحُ الْكَلَامِ: فی البدیہہ بات یا شعر  
کہنا۔

ق ر د - القَرَادُ: (قاف مضموم) چچری،  
اس کی جمع القِرْدَانُ: (قاف مکسور) ہے۔

التَّقْرِيدُ: دھوکہ۔

قَرَدٌ بَعِيرَةٌ تَقْرِيدًا: اس نے اپنے  
اونٹ کی چچری دور کی۔

القِرْدُ: بندر۔ اس کی جمع قِرْوَدٌ اور قِرْوَدَةٌ  
ہے۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اس کی

مثال فَيْلٌ کی جمع فَيْلَةٌ ہے۔ قِرْدٌ کی مَوْنِثٌ  
قِرْوَدَةٌ بندر یا ہے۔ اور اس کی جمع قِرْوَدٌ

ہے۔ اس کی مثال قِرْبَةٌ کی جمع قِرْبٌ  
ہے۔

ق ر ر - القِرَارُ: زمین میں ٹھکانہ۔ يَوْمٌ  
القَرِي: (قاف مفتوح) یوم النحر کے

بعد والا دن۔ کیونکہ لوگ اس دن گھروں  
میں قربانی کرتے ہیں۔

القِرْقُورُ بَرْدُ الْعُصْفُورِ: بڑی لمبی  
کشتی یا جہاز۔ القِرَّةُ: (قاف مکسور)

سردی۔

ٹھکانے پر رکھا۔ قَرَزَ عِنْدَهُ الْخَبْرُ  
حَتَّى اسْتَقَرَّ: اس نے اس کو خبر کا یقین  
دلا دیا تا آنکہ اسے یقین ہوا۔

فَلَانٌ مَا يَتَقَارُ فِي مَكَانِهِ: فلاں شخص  
اپنے مکان میں نہیں رہتا۔

ق ر س - قَرَسَ الْمَاءَ: پانی جم گیا۔ اس  
کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل  
قَرِيسٌ اور قَارِسٌ ہے۔ اسی سے  
سَمَكٌ قَرِيسٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی پہلے  
مچھلی کو پکایا جاتا ہے پھر اس کے لئے ایک  
مخصوص مصالحہ تیار کیا جاتا ہے اور مچھلی کو  
اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جس میں مچھلی  
جم جاتی ہے۔

ق ر ش - الْقَرُوشُ: کمانا اور جمع کرنا یا  
جوڑنا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ قریش کا  
نام اسی لفظ سے ماخوذ ہے جو ایک مشہور قبیلہ  
کا نام ہے۔

رَجُلٌ قَرِيشِيٌّ: شاید اسے قَرِيشِيٌّ بھی کہا  
گیا ہے جو مبنی بر قیاس ہے۔

قَرِيشٌ سے اگر مراد محلہ ہے تو یہ منصرف  
ہوگا اور اگر اس سے مراد قبیلہ لیا جائے تو پھر  
یہ غیر منصرف ہوگا۔

ق ر ص - الْقَرُصُ: دو انگلیوں سے چنگی  
بھرنایا لینا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

قَرَصُ الْبَرَاغِيثِ: مچھروں کا  
کاٹنا۔ الْقَرَصُ وَالْقَرِصَةُ:  
روٹی کی ٹکیہ۔ الْقَرِصَةُ کی جمع قُرَصٌ

کرے یعنی اسے سکون بخشنے۔ یعنی اسے اتنا  
کچھ عطا کرے کہ اسے اپنے سے برتر لوگوں  
سے حسد کرنے کی نوبت نہ آئے۔ کہا جاتا  
ہے کہ: حَتَّى تَبْرُدَ وَلَا تَسْخَنَ: تا آنکہ  
آنکھ ٹھنڈی ہو اور گرم نہ ہو، کیونکہ خوشی کے  
موقع پر ٹھنڈے آنسو نکلتے ہیں اور دکھ اور  
حزن و غم کے موقع پر گرم آنسو نکلتے ہیں۔

قَارَاهُ مَقَارَةً: اس نے اس کے ساتھ  
رہائش اختیار کی۔ حدیث شریف میں ہے:  
قَارُوا الصَّلَاةَ: نماز سکون سے اور قرار  
سے ادا کرو۔ یہ لفظ قرار سے مشتق ہے نہ کہ  
وقار سے۔

أَقْرَ بِالْحَقِّ: اس نے حق کا اقرار و  
اعتراف کر لیا۔

قَرَّرَهُ غَيْرُهُ بِالْحَقِّ حَتَّى أَقْرَبَهُ: کسی  
اور نے اس سے حق کا اعتراف کرایا تا آنکہ  
اس نے حق کا اقرار کیا۔

أَقْرَهُ فِي مَكَانِهِ فَاسْتَقَرَّ: اس نے اسے  
اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ لہذا وہ وہاں ٹھہر  
گیا۔

أَقْرَهُ اللَّهُ: اللہ تعالیٰ اسے سکون و قرار  
دے۔ یہ الْقُدُّ سے مشتق ہے۔ اس کا اسم  
مفعول خلاف قیاس مَقْرُورٌ ہے۔ گویا یہی  
برقُر ہے۔

قَرَّرَهُ بِالشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز  
کے اقرار کرنے پر آمادہ کیا۔

قَرَّرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو اس کے

سے کترا کر نکل جائے۔

الْقَرَضُ: قرض۔ وہ مال جو تم کسی کو اس کی واپسی کی شرط پر دو۔ قاف مکسور یعنی الْقَرَضُ اس کا ایک لہجہ ہے۔

اسْتَقْرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض مانگا۔ فَأَقْرَضَهُ: تو اس نے اس کو قرض دیدیا۔

اِقْتَرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض لیا۔ الْقَرَضُ: وہ مال جو تم کسی کو بطور نیکی دو۔ یا بطور بدی سے دو، یہ بطور تشبیہ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا: اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔

المُقَارَضَةُ: مضاربہ یعنی شراکت کے کاروبار میں رقم دینا۔

قَارَضَهُ قِرَاضًا: اس نے اس کو مقررہ شرائط اور وضع پر رقم دی۔

ق ر ط - القُرْطُ: بالی جو کانوں میں پہنی جاتی ہے۔ اس کی جمع قِرْطَةٌ بروزن عینہ اور قِرَاطٌ بروزن رُمَحٌ وِرمَاحٌ ہے۔ قَرَطَ الْجَارِيَةَ تَقْرِيطًا فَتَقْرَطُتْ هِيَ: اس نے لونڈی کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔

القِيسِرَاطُ: نصف دانگ وزن۔ البتہ حدیث شریف میں قیراط کا ذکر آیا ہے۔ اس کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کوہ احد کی طرح ہے۔

ہے۔ اس کی مثال صُبْرَةٌ کی جمع صُبْرٌ ہے۔

قَرَوَصَ الْعَجِينُ: اس نے گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے بنائے۔ قَرَضَهُ كَابِهِي بھی معنی ہے اور تشدید کثرت کے معانی کے لئے ہے۔

قَرَضَ الشَّمْسِ: چشمہ آفتاب۔ سورج کی نمکیہ۔

ق ر ض - قَرَضَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو کاٹا۔

قَرَضَتِ الْفَارَةُ التُّوبَ: چوہیا نے کپڑے کو کترا۔

قَرَضَ الرَّجُلُ الشَّعْرَ: آدمی نے شعر کہا اور شعر کو قَرِيضٌ کہتے ہیں۔ ان سب کا باب ضَرَبٌ ہے۔

القَرَاضَةُ: (قاف مضموم) کاٹنے سے جو کترن وغیرہ بچتی ہے۔ اسی سے قَرَاضَةُ السَّهْبِ ماخوذ ہے جس کا معنی سونے کا ریزے یا ذرات ہیں۔

المِقْرَاضُ: تپنچی۔ اس کی جمع المَقَارِيضُ ہے۔

قَرَضَ فُلَانٌ: فلاں شخص فوت ہو گیا۔

انْقَرَضَ الْقَوْمُ: پوری قوم ختم ہو گئی اور ان میں کوئی نہیں بچا۔ قول خداوندی ہے: تَقْرِيضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ: اور جب سورج غروب ہو تو ان کی بائیں جانب

کے سبب جھڑ گئے ہوں۔

وَقَدْ قَرِعَ: اس کے سر کے بال جھڑ گئے۔

اس کا باب طرب ہے۔ ایسے شخص کو

أَقْرَعُ کہتے ہیں۔ اور سر کے جس جگہ سے

بال جھڑ گئے ہوں اسے الْقَرَعَةُ (راء

مفتوح) کہتے ہیں۔

الْقَوْمُ قُرِعَ وَقُرْعَانٌ: گنجی قوم۔ ایسے

لوگ جن کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ یہ

لفظ مصدر بھی ہے مثلاً: یہ کہنا کہ قَرِعَ

الْفِنَاءُ: موشیوں کے باڑے کا خالی

ہونا۔ محاورہ ہے کہ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ قَرِعِ

الْفِنَاءِ وَصَفْرِ الْإِنَاءِ: ہم باڑے کے

خالی ہونے اور برتن کے خالی ہونے یا

رہنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

ثعلب کا کہنا ہے کہ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ

قَرِعِ الْفِنَاءِ: (راء ساکن) خلاف قیاس

ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسری

حدیث میں ہے: قَرِعَ حَبْجُكُمْ:

تمہارے حج کے ایام لوگوں سے خالی ہو

گئے۔ یعنی حج کی چہل پہل ختم ہو گئی۔

الْمَقْرَعَةُ: (میم مکسور) موشی ہانکنے کی

لاٹھی۔

الْقَارِعَةُ: زمانے کی سختیوں میں سے ایک

سختی اور یہ آفت ہے۔

قَارِعَةُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔ قَارِعَةُ

الطَّرِيقِ: راستے کا اوپر کا حصہ۔

ق ر ط س - الْقُرْطَاسُ: (قاف

مکسور و مضموم) کاغذ جس پر لکھا جاتا ہے۔

الْقُرْطُسُ بروزن المذهب کا معنی

بھی یہی ہے۔ نشانے کو بھی قُرْطَاسُ کہتے

ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ رَمَى فُقْرُطُسًا:

اس نے تیر چلایا تو وہ نشانے پر لگ گیا۔

ق ر ط ل - الْقِرْطَالَةُ: اس کی جمع

الْقِرْطَالُ ہے اور معنی ٹوکری ہے۔

میرا کہنا ہے کہ لازہ بری نے اس کا معنی جانور

کی پینچہ پر ڈالا جانے والا کپڑا بتایا ہے۔ جسے

عرق گیر کہتے ہیں۔

ق ر ط م - الْقُرْطُمُ: گڑ کے بیج۔ خم

مُصْفَر۔

الْقِرْطُمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ق ر ظ - الْقِرَاطُ: درخت قرظ کے پتے

جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بلوط درخت

کی چھال ہے۔

قُرَيْظَةُ: بنو قریظہ اور بنو نصیر وادی خیبر کے

دو یہودی قبیلے۔

ق ر ع - قَرِعَ الباب: اس نے دروازہ

کھٹکھٹایا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الْقَرْعُ: کدو کی تیل۔ اس کا واحد قَرْعَةٌ

ہے۔

الْقَرَعَةُ: (قاف مضموم) قرعہ، قال۔

الْأَقْرَعُ: جس کے سر کے بال کسی بیماری



اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ ان کی سرزمین یعنی علاقہ میں وباء پھوٹ پڑی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ۔ کیونکہ بیماری کے قریب ہونا ہلاکت ہے۔

قَارَفَ الخَطِيئَةَ: اس سے غلطی ہوئی یا گناہ سرزد ہوا۔

ق ر ف ص - القَرْفَاءُ: (قاف اور فاء مضموم) بیٹھنے کا ایک انداز، اکڑوں بیٹھنا۔ یہ لفظ الف محدود اور الف مقصور دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ جب تم یہ کہو کہ قَعَدَ فُلَانٌ القَرْفَاءَ: تو گویا تم نے یہ کہا کہ وہ ایک مخصوص انداز سے بیٹھا اور وہ انداز یہ کہ وہ اپنی دوسریوں کے بل بیٹھا اور اس کی دونوں رانیں اس کے پیٹ سے لگ گئیں۔ اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی پنڈلیوں پر رکھے۔ جس طرح انسان کپڑا لیتا ہے۔ اس طرح گویا اس کے دونوں ہاتھ کپڑے کا بدل ہو گئے۔ یہ قول ابو عبید کا ہے۔ ابو الہدی کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے گھٹنوں کے بل اکڑوں بیٹھے اور اپنا پیٹ دونوں رانوں کے ساتھ جوڑے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں بغلوں میں رکھے۔ اسی کو اعرابی بیٹھک کہتے ہیں۔

ق ر ق ف - القَرْقَفُ: شراب۔

قَوَارِعُ القُرْآن: قرآن کی وہ آیات جو انسان جن وغیرہ کے خوف کے مارے یا اس سے بچنے کے لئے پڑھتا ہے مثلاً: آیت الکرسی۔ گویا یہ آیتیں جنات کو بھگا دیتی ہیں۔

أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ: اس نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

إِقْتَرَعُوا وَتَقَارَعُوا کا ایک ہی معنی ہے یعنی انہوں نے باہم قرعہ ڈالا۔

التَقْرِيعُ: کسی کے ساتھ سختی اور دشمنی سے پیش آنا۔

المُقَارَعَةُ: حصے ڈالنا۔ باہم حصہ دار بننا۔ کہا جاتا ہے: قَارَعَهُ فَقَرَعَهُ: اس نے اس کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اس کا قرعہ نکل آیا یعنی وہ قرعہ اندازی میں جیت گیا۔

ق ر ف - القَرْفَةُ: ایک دواء۔ چھلکا۔ المُقْرِفُ: دوغلا۔ وہ شخص جس کی ماں عربی ہو اور باپ غیر عرب ہو۔

الاقْرَافُ: باپ کی طرف سے دوغلا ہونا۔ اور الھُجْنَةُ ماں کی طرف سے دوغلا ہونا۔

إِقْتِرَافٌ: کمانا۔ ارتکاب کرنا۔ القَرْفُ: بیماری کے قریب ہونا۔ اس کا

باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنْ قَوْمًا شَكُوا إِلَيْهِ وَبَاءَ أَرْضِهِمْ فَقَالَ تَحَوَّلُوا فَإِنَّ مِنْ

القَرْفِ التَّلْفُ: ایک جماعت نے نبی

ہے کہ تیس سال کا وقفہ۔

الْقَرْنُ: ہم عمر۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ عَلِيٌّ

قَرْنِي: وہ میرا ہم عمر ہے۔

الْقَرْنُ فِي النَّاسِ: ہم عمر لوگ۔ بقول

شاعر:

اِذَا ذَهَبَ الْقَرْنُ الَّذِي اَنْتَ فِيهِمْ

وَحَلِيفَتُ فِي قَرْنِ اَنْتَ غَرِيْبٌ

”جب تمہارے ہم عمر لوگ گزر جائیں

یعنی دنیا سے اٹھ جائیں تو تم پیچھے ایسے

لوگوں یا ایسے زمانے میں رہ جاؤ گے

جہاں تم اجنبی ہو گے۔“

الْقَرْنُ: کجاوے کا قرن۔ اس سے مراد

کجاوے کے سر کی طرف کا حصہ ہے۔ کہا

گیا ہے کہ ذوالقرنین کو اس لئے ذوالقرنین

کہا گیا ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف

دعوت دی تو لوگوں نے اس کے سینگوں یعنی

سر کے دو اطراف پر مارا۔

قَرْنُ الشَّمْسِ: طلوع ہوتے وقت

سورج کا اوپر والا حصہ۔ الْقَرْنُ: (راء

متحرک) ایک جگہ کا نام جو اہل نجد کے لئے

میقات ہے۔ حضرت اویس قرنیؓ کا اسی

جگہ سے تعلق تھا۔

میرا کہنا ہے کہ التہذیب میں یہ لفظ راء

ساکن کے ساتھ ہے۔ جو صاحب کتاب

نے اصمعی سے نقل کیا ہے۔ اس نے بطور

دلیل ایک شعر بھی لکھا ہے اور اس کی تحقیق

ق ر م - الْمُقَرَّمُ: حَبْرُک اونٹ۔ اس پر

بوجھ نہیں لادا جاتا۔ نہ اسے کسی اور کام میں

جو تا جاتا ہے۔ بلکہ اسے صرف نسل کشی کے

لئے رکھا جاتا ہے۔ یہی معنی الْقَرْمُ کا ہے۔

اسی نسبت سے اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ

دیتے ہوئے سردار کو قَرْمٌ اور مُقَرَّمٌ کہا جاتا

ہے۔ البتہ حدیث شریف میں جو ذکر ہے

کہ: كَالْبَعِيرِ الْأَقْسَوْمِ: یہ ایک نام معلوم

لہجہ ہے۔

الْقَرْمُ: (قاف اور راء مفتوح) گوشت

کھانے کی شدید خواہش۔

قَدْ قَرِمَ إِلَى اللَّحْمِ: اس نے گوشت

کھانے کی شدید خواہش کی۔ اس کا باب

طرب ہے۔

الْقِرَامُ: ایسا پردہ جس پر لکھائی اور نقش و

نگار ہوں۔ یہی معنی الْمُقَرَّمُ اور الْمُقَرَّمَةُ

کا ہے۔

ق ر م ط - الْقَرْمَطَةُ: لکھائی میں سطروں

کا قریب قریب ہونا۔

ق ر ن - الْقَرْنُ: سینگ۔ بیل وغیرہ کے

سینگ۔

الْقَرْنُ: بالوں کے جوڑے کو بھی کہتے

ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: لِلرَّجُلِ قَرْنَانِ:

آدمی کی دو مینڈھیاں یا ٹیٹھیں ہوتی ہیں۔

ذُو الْقَرْنَيْنِ: سکندر رومی کا لقب۔

الْقَرْنُ: اسی برس کا دورانیہ۔ بعض نے کہا

ہے۔ یعنی بیک وقت ستاروں کا طلوع ہوتا۔

الْقِرَانُ: دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھانا۔ اس کا باب قِرَانُ الْحَجَّ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

أَقْرَنَ لَهُ: وہ اس پر غالب آیا۔ قابو کرنا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا كُنَّا لَكُمْ مُقْرِنِينَ: اور ہم میں یہ طاقت نہ تھی کہ ان کو بس میں کر لیتے۔

الْقَرِينُ: ساتھی، ہم نشین۔

قَرِينَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

الْقَرُونُ: وہ شخص جو دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَبَوْمَا قَرُونًا: بخیل اور لالچی۔

قَارُونُ: ایک شخص کا نام جو اپنی دولت مندی کے لئے مشہور تھا۔ عجمی نام اور معروف ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔

ق ر ن ص - بَاؤُ مُقْرِنُصٌ: آنکھوں پر پٹی بندھا باز۔

قَدْ قَرُنُصُهُ: اس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔

قِرَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ر'۔

ق ر ا - الْقِرَاءُ: دو پہر۔

الْقَرِيَّةُ: گاؤں۔ اس کی جمع الْقَرِيَّاتُ ہے۔ از روئے قیاس اسے قِرَاءٌ ہونا چاہئے اس کی مثال ظَبْيَةٌ کی جمع ظَبَاءٌ ہے۔ الْقَرِيَّةُ

الْمُغْرَبُ مِثْلُ هِيَ -

الْقَرْنُ: اس قول: رَبُّجَلِّ أَقْرَنُ كَامِصِدْرٍ بَعْجِي ہے۔ ایسے شخص کو مَقْرُونُ الْحَاجِبِينَ: ایسا

شخص جس کے دونوں ابرو جڑے ہوئے ہوں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الْقِرْنُ

(قاف مکسور) بہادری میں تمہارے مقابل۔

الْقُرْنَةُ: (قاف مضموم) ہر چیز کی ابھری ہوئی دھار، مثلاً کہا جاتا ہے: قُرْنَةُ

الْجَبَلِ: پہاڑ کی دھار۔ اور قُرْنَةُ التَّصْلِ: نیزے کی دھار۔

قَرَنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: اس نے حج اور عمرہ کو ملا دیا۔ اس کا مضارع يَقْرُنُ

(راء مضموم) اور يَقْرِنُ (راء مکسور) ہے۔

قَرَنَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ: اس نے ایک چیز کا دوسری چیز سے مقابلہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

قُرْنَتِ الْأَسَارَى بِالْحَبَالِ: قیدیوں کو رسیوں میں جکڑا گیا۔ تشدید بیان کثرت

کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ قول خداوندی ہے: مُقْرِنِينَ فِي الْأَصْفَادِ: ہتھکڑیوں

میں جکڑے ہوئے۔

أَقْتَرَنَ الشَّيْءُ بغيرِهِ: چیز دوسری چیز کے ساتھ مل گئی یا جڑ گئی۔

قَارَنَتْهُ قِرَانًا: وہ اس کے ساتھ رہی۔ اسی سے قِرَانُ الْكُؤَاكِبِ کی اصطلاح ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب سیاروں کا اتران

ق ز ز - اتَّقَزُّ: غلاظت اور پلیدی سے دور رہنا۔

قَدْ تَقَزَّزَ مِنْ كَذَا: وہ فلاں چیز سے دور رہا۔

فَهُوَ رَجُلٌ قَزٌّ: لہذا وہ شخص غلاظت سے بچنے والا ہے۔ اس میں قاف مفتوح، مضموم اور کسور تینوں حرکتوں والا ہے۔

القَزُّ: ریشم، معرب کلمہ ہے۔

القَاوُزَةُ: پینے کا پیالہ۔ اسے قَدْ ح بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح القَاوُزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اسے قَاوُزَةُ نہیں کہنا چاہئے۔ القَاوُزَةُ کی جمع نَوَاقِيزُ ہے۔

ق ز ع - القَزْعُ: (قاف اور زای دونوں

مفتوح) بدلی۔ بادلوں کا ایک ٹکڑا۔ اس کا واحد القَزْعَةُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَهُمْ قَزْعُ الْخَرِيفِ: گویا موسم

خریف میں آسمان پر بادل کے ٹکڑے ہوں۔ جو جدا جدا ہوتے ہیں اور پھر اکٹھے

ہو جاتے ہیں۔ القَزْعُ کا معنی یہ بھی ہے کہ بچے کے سر کے بال اس طرح مونڈھے

جائیں کہ سر پر کہیں کہیں بالوں کی چوٹیاں رہنے دی جائیں۔ ایسا کرنا منع ہے۔

القَنْزُعَةُ: (قاف مضموم زای مضموم) اس کی جمع قَنَازِعُ ہے۔ یہ سر کے گرد کے بال

ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: غَطِيْنَا قَنَازِعِنَا أَمْ أَيْمَنَ: اے ام ایمن!

(قاف کسور) القَرِيَّةُ کا یعنی لہجہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ذِرْوَةَ کی جمع ذُرَّ اور

لِحْيَةَ کی جمع لُحَى کی بناء پر ایسا کیا ہو۔ اس سے صفت نسبتی قَرَوِيٌّ ہے۔

القَرِيَّتَيْنِ کا لفظ قرآن میں اس آیت میں آیا ہے: عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرِيَّتَيْنِ

عَظِيمٍ: یعنی قرآن دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل

ہوا۔

اسْتَقْرَى السَّلَادَ: وہ طلب ضیافت میں جگہ جگہ پھرا۔

قَرَى الضَّيْفَ يَقْرِيهِ: اس نے اس کی مہمان نوازی کی۔ اس کا مصدر قَرَى

(قاف کسور) اور قَرَاءٍ (قاف مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ القَرَى کا معنی مہمان

نوازی اور ضیافت بھی ہے۔

القَيْرَوَانُ: (راء مضموم) کاروان۔ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا معنی قافلہ ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے: يَغْدُو الشَّيْطَانُ بِقَيْرَوَانِهِ

إِلَى السُّوقِ: شیطان صبح کو اپنے لہ لہ و لشکر سمیت مارکیٹ اور بازار میں پہنچ جاتا

ہے۔

ق ز ح - قَوْسُنُ قُزْحٍ: دھنک۔ یہ غیر منصرف ہے۔ قُزْحُ نام کا مزدلفہ میں ایک

پہاڑ بھی ہے۔

اسے قاف بکسور کر کے پڑھتے اور بولتے ہیں اور اہل مصر اسے قاف مفتوح کہتے ہیں۔ قُسُ بن سَاعِدَةَ الْاِيَادِي: بحر ان کا پادری اُسقف۔ یہ شخص عرب کے حکماء میں سے ہوگزار ہے۔

ق س ط - الْقُسُوطُ: ظلم و جور اور حق سے روگردانی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں اس طرح ہے: وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: رہے راہ حق سے ہٹنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

القِسْطُ: عدل و انصاف۔ (قاف مکسور)۔

أَقْسَطَ الرَّجُلُ: آدمی نے عدل کیا۔ عدل کرنے والے کو مُقْسِطٌ کہتے ہیں۔ اسی پر قول خداوندی ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ: بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

القِسْطُ کا معنی حصہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: تَقَسَّطًا الشَّيْءُ بَيْنَنَا: ہم نے چیز آپس میں تقسیم کر لی۔ یعنی اس کے حصے کر لئے۔

ق س ط س - الْقِسْطَاسُ: (قاف مفتوح) مضموم اور مکسور) ترازو۔

ق س م - الْقِسْمُ: (قاف مفتوح) قِسْمَ الشَّيْءِ: اس نے چیز تقسیم کی تو وہ تقسیم ہوگئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اپنے سر کے گرد بال ہم سے ڈھانپ لے۔ ق س ب - الْقَسْبُ: پیٹھ۔

الْقَسْبُ: خشک کھجور جو گٹھلی کی طرح منہ میں ٹوٹی ہے۔

الْقَسِيْبُ: نہایت دراز و طویل۔ رَجُلٌ قَسِيْبٌ: بہادر اور جری آدمی۔

ق س ر - قَسْرَهُ عَلَى الْأُمْرِ: اس نے اس کو کام پر مجبور کیا اور اس پر قہر کیا۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے۔ اِقْتَسَرَهُ كَأَبْحَىٰ: یہی معنی ہے۔ الْقَسُورُ اور الْقَسُورَةُ: شیر۔ یہی

لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَارْتَمِ مِنْ قَسُورَةٍ: جو شیر کو دیکھ کر بھاگا ہو۔ کہا گیا

ہے کہ اس کا معنی تیر انداز شکاری ہیں۔ قِنْسَرُونَ (قاف مکسور اور نون مشدود و

مفتوح) شام میں ایک علاقہ اس سے مشتق اسم صفت کا ذکر بذیل مادہ ن ص ب

میں ہے۔ ق س س - الْقَسُّ: نصاریٰ کا دینی علمی اور

نذہبی سردار و رہنما۔ یہی معنی الْقَسِيْسُ کا ہے۔ یہ بھی قاف مکسور کے ساتھ ہے۔

الْقَسِيْسِيُّ: ایک کپڑا جو مصر سے لایا جاتا ہے۔ اس میں ریشم کی آمیزش ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ نَهَىٰ عَنِ لُبْسِ الْقَسِيْسِيِّ: نبی کریم ﷺ نے قَسِيْسِي

کپڑا پہننے سے منع فرمایا۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ یہ کپڑا اس علاقے سے منسوب ہے

جس کا نام قَمَسٌ ہے۔ اصحاب حدیث

أَقْسَاهُ الدَّنْبُ: گناہ کے ارتکاب نے اسے سنگدل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ الدَّنْبُ مَقْسَاةٌ لِلْقَلْبِ: گناہ کرنے سے دل سخت ہوتا ہے۔ حَجَرٌ قَاسٍ: سخت پتھر۔ قَاسَى الأَمْرَ: اس نے کام میں تکلیف اور سختی برداشت کی۔

دِرْهَمٌ قِيسِيٌّ: کھوٹا درہم۔ جس کی چاندی سخت اور خراب ہوتی ہے۔ اس کی جمع قِيسِيَّانٌ ہے۔ اس کی مثال صَبِيٌّ کی جمع صَبِيَّانٌ ہے۔ دَرَاهِمٌ قِيسِيَّةٌ وَقِيسِيَّاتٌ: کھوٹے درہم۔

ق ش ر - القِشْرُ: چھلکا، چھال۔ اس کی جمع القُشُورُ ہے۔ القِشْرَةُ زیادہ عام اور مستعمل ہے۔

قَشَرَ العُودَ: اس نے لکڑی کو چھیل دیا یا چھال اتار لی۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔

قَشْرَةٌ تَقْشِيرٌ: اس نے اس کا چھلکا اتار لیا۔

انْقَشَرَ العُودُ: لکڑی کی چھال اتر گئی۔ تَقْشَرٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَاشِرَةُ: ہلکی رگڑ یا زخم جو کھال اتار دے۔

لِبَاسُ الرَّجُلِ قِشْرُهُ: انسان کا لباس تو اس کی کھال ہے۔ (یعنی لباس تو ظاہری دکھاوے ہے۔ اصل انسان تو اندر کا ہے)۔

مَجْلِسٌ كى طرَحِ اس كا اسم ظرف مَقْسِمٌ ہے۔ القِسمُ (قاف مَكسور) قسمت، خوش نصیبی۔ اس كى مثال طَحَنَ طَحْنًا ہے۔ اور الطَّحْنُ (طاء مَكسور) كا معنى آتا ہے۔ اَقْسَمَ: اس نے قسم اٹھائى يا كھائى۔ اس كى اصل القِسَامَةُ ہے۔ يہ وہ حلف ہيں جو خون كے اولياء كو ديئے جاتے ہيں۔ القِسمُ: (قاف اور سين دونوں مفتوح) حلف، قسم۔ اسی طرح المَقْسَمُ ہے۔ يہ المُنْعَرَجُ كى طرح مصدر ہے۔ المَقْسَمُ كا معنى قسم كى جگہ كى بھى ہے۔ قَاسَمَةٌ: اس نے اسے قسم دلاى۔

قَاسَمَةُ المَالِ، تَقَاسَمَاهُ وَاقْسَمَاهُ: تيوں كا معنى ہے انہوں نے آپس ميں مال تقسيم كيا۔

القِسمَةُ: تقسيم كرنا۔ يہ مؤنث ہے۔ البتہ صرف قول خداوندى ميں: وَاَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ آيا ہے جو اذا حَضَرَ القِسمَةَ كَ فُوزِا بعد آيا ہے۔ يعنى مال اور ميراث كے معنوں ميں آيا ہے جو مذكر ہيں۔

اسْتَقْسَمَ: اس نے تيوں كے ذريعے قسمت معلوم كى۔

ق س ا - قَسَا قَلْبُهُ: اس كا دل سخت ہو گیا۔ اس كا مضارع يَقْسُو ہے۔ مصدر قَسَاءٌ (قاف مفتوح اور الف ممدود) اور قَسُوَةٌ اور قَسَاوَةٌ بھى ہے۔

کی زندگی تلخ اور دشوار ہوگئی۔

المُقَشَّفُ: بھوک کا مارا ہوا اور جیتھڑے پہنے آدمی۔

ق ش م - القَشْمُ: بہت کھانا۔ دھانستا، بری طرح کھانا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔ القَشْمُ کا معنی اچھے کھانے سے بُرے اور رزوی کھانے کو صاف کرنا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا أَصَابَتْ الْإِبِلُ مَقْشَمًا: اونٹ کو چرنے کی جگہ نہ ملی۔

ق ش ا - المَقْشُو: چھلکا اتر ا ہوا۔ تراشا ہوا۔ اس کا ذکر حدیث قبیلہ میں ہے۔

ق ص ب - القَصْبُ: کٹا اور سر کنڈا۔ القَصْبَاءُ بروزن الحَمْرَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا واحد القَصْبَةُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ القَصْبَاءُ مَا الْحَلْفَاءُ اور الطَّرْفَاءُ واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

القَصْطُ: خول دار موتی۔ حدیث شریف میں ہے: بَشِيرٌ خَدِيدِجَةٌ بَيْبَتْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ: خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دو جو پھولدار جواہر اور موتیوں سے بنا ہوگا۔

قَصْبَةُ الْأَنْفِ: ناک کا بانسہ یعنی ناک کی نرم ہڈی۔

قَصْبَةُ الْقَرْيَةِ: بستی کا وسط۔

قَصْبَةُ السَّوَادِ: شاداب علاقے کا شہر۔

اس کا ذکر حدیث قبیلہ میں ہے: تَمَرٌ قَشْرٌ: (شین کسور) بہت زیادہ چھلکے والی کھجور۔

ق ش ع - القَشْعُ: بروزن العِنَبُ: سُوكِي كَهَالِيں۔ اس کا واحد قَشْعٌ ہے بروزن فَلْسٌ۔ اس کا ذکر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ حدیث یہ ہے: لَوْ حَدَّثْتُكُمْ بِكُلِّ مَا أَعْلَمُ لَرَمَيْتُمُونِي بِالْقَشْعِ: اگر میں تمہیں وہ سب باتیں بتا دوں جو میں جانتا ہوں تو تم مجھے ڈھیلے پتھروں سے مارو گے۔

ق ش ع ر - أَقْشَعْرٌ جِلْدُهُ أَقْشَعْرَانٌ: اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایسے شخص کو مُقْشَعْرٌ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع قَشَاعِرٌ ہے۔

أَخَذَتْهُ قَشَعْرِيْرَةٌ: اس پر چکی طاری ہو گئی۔ اس میں قاف مضموم اور شین مفتوح ہے۔

ق ش ع م - القَشْعَمُ: بوڑھا گدھ اور عمر رسیدہ آدمی۔

ق ش ف - رَجُلٌ قَشِيفٌ: سورج کی تمازت سے جھلسا ہوا انسان یا بھوک کا مارا ہوا آدمی۔ اس کا باب طرب ہے۔ کہا جاتا ہے: أَصَابَهُمْ مِنَ الْعَيْشِ قَشِفٌ: ان

وَقَصَّارُكَ: (قاف مفتوح) اور  
قُصَّارَاكَ: (قاف مضموم) تمہاری  
غرض و غایت یہی ہے۔ اور کام کی انتہا یہی  
ہے۔ مَا اقْتَصَرْتَ عَلَيْهِ كَمَا مَعْنَىٰ بِهِيَ  
ہے۔

القَوَصْرَةُ: (راء مشدّد) وہ چٹائی کی  
بوریاں جن میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔ یا  
اسٹور کی جاتی ہیں۔ اس لفظ کو مخفف بھی  
پڑھایا بولا جاتا ہے۔ القَصْرَةُ: (قاف  
اور صاد دونوں مفتوح) گردن کی جڑ یعنی  
شروع کا حصہ۔ اس کی جمع قَصْرٌ ہے۔  
حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت:  
إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ: میں  
القَصْر کا صاد مفتوح پڑھا ہے اور اس کی  
تفسیر درختوں کے تنے کی ہے یعنی درختوں  
کی گردنیں۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الابرہوی حضرت ابن  
عباسؓ نے اس لفظ کی تفسیر اونٹ کی گردنیں  
کی ہے۔ اور بقول زمخشری اس آیت  
کی تفسیر میں القصر کا معنی اونٹوں  
کی گردنیں اور درختوں کے تنے، کیا گیا  
ہے۔

قَصَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو روک لیا۔  
اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ  
مَقْصُورَةٌ بمعنی جامع مشتق ہے۔  
قَصَرَ عَنِ الشَّيْءِ: وہ کام سے عاجز رہا

القَصْبُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرْبُ  
ہے۔ اسی سے لفظ قصاب مشتق ہے جس  
کا معنی گوشت کاٹنے والا ہے۔

ق ص د - القَصْدُ: کسی چیز تک پہنچنا۔  
ارادہ کرنا۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔ کہتے  
ہیں: قَصَدَهُ وَقَصَدَ لَهُ اور قَصَدَ إِلَيْهِ  
سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس کے  
پاس آیا۔  
قَصَدَ قَصْدَهُ: وہ اس کی طرف آیا۔

القَصِيدُ: شعری قصیدہ کی جمع۔ اس کی  
مثال سَفِينٌ اور سَفِينَةٌ ہے۔

القَاصِدُ: قریب۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَنَا  
وَبَيْنَ الْمَاءِ لُبْلَةٌ قَاصِدَةٌ: ہمارے اور  
پانی کے درمیان بہت آسان فاصلہ ہے نہ  
اس میں تکلیف ہوتی ہے اور نہ دیر لگتی ہے۔

القَصْدُ: اسراف اور کجی کے درمیان  
میانروی اور اعتدال۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں  
مُقْتَصِدٌ فِي النِّفْقَةِ: فلاں شخص خرچ  
کرنے میں میانرو آدمی ہے۔

اقْصِدْ فِي مَشِيكَ: اپنی چال میں  
میانروی اختیار کر۔

اقْصِدْ بِذَرْعِكَ: ٹھہرو، توقف کرو۔  
القَصْدُ: عدل و انصاف۔

ق ص ر - القَصْرُ: محل۔ اس کی جمع  
القُصُورُ ہے۔ لوگ کہتے ہیں یا محاورہ ہے  
کہ: قَصْرُكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا



الْقَصِيرُ: روم کے بادشاہوں کا لقب۔  
الْأَقْتِصَارُ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز  
پر اکتفا کرنا۔

أَقْصَرَ عَنْهُ: قدرت و طاقت کے باوجود  
وہ اس کام سے رُک گیا۔ اگر یہ کہنا ہو کہ وہ  
اس کام سے عاجز رہ گیا تو کہیں گے قَصَرَ  
عَنْهُ: (قاف مفتوح)۔ قَصَرَ كَ شَرُوع  
میں الف داخل کئے بغیر۔ أَقْصَرَ فِي  
الصَّلَاةِ: (اس نے نماز میں قصر کی)  
قَصَرَ كَ ایک لہجہ ہے۔

أَقْصَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے کوتاہ قد  
اولاد پیدا کی۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ  
الطَّعِيلَ قَدْ نَقَصِرُ وَإِنَّ الْقَصِيرَةَ  
قَدْ نُطِيلُ: بسا اوقات قد آور لوگوں کی  
اولاد کوتاہ قد ہوتی ہے اور کوتاہ قد لوگوں کی  
قد آور۔

إِسْتَقْصَرَهُ: اس نے اسے قصر (کوتاہ  
قد) سمجھایا معذور جانا۔

ق ص ص - قَصَّ أَثَرُهُ: اس نے اس کی  
پیروی کی۔ اس کا باب رَدُّ ہے اور مصدر  
قَصَّصًا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں  
ہے: فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا:  
وہ دونوں اپنے نقش پاء پر لوٹ آئے۔ اور  
یہی معنی أَقْتَصَّ أَثَرَهُ کا ہے اور تَقَصَّصَ  
أَثَرَهُ کا ہے۔ یعنی اس نے اپنے نقش پاء کی  
پیروی کی۔ یعنی پاؤں کے نشانات دیکھتے

یا قاصر رہا۔ اور اسے کر نہ سکا۔ یا وہ کسی چیز  
سے قاصر رہا یعنی اسے پانہ سکا۔ اس کا باب  
دَخَلَ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قَصَرَ  
السُّهْمُ تِيرَانًا پَر لَگنے سے رہ گیا۔ یعنی  
نشانے پر نہ لگ سکا۔  
قَصَرَ الشَّيْءُ: چیز چھوٹی رہ گئی۔ یہ طَالَ  
کی ضد ہے۔ اس میں صاد مضموم ہے۔ اور  
اس کا مضارع يَقْصُرُ ہے۔ اور مصدر  
قَصُرًا اِبْرُوزًا عِنْبًا ہے۔

قَصَرَ مِنَ الصَّلَاةِ: اس نے نماز میں  
قصر کی۔ اسی طرح قَصَرَ الشَّيْءُ: چیز کو  
کسی اور تک نہ بڑھنے دیا۔ ان دونوں کا  
باب نَصَرَ ہے۔

إِمْرَأَةٌ قَاصِرَةٌ الطَّرْفِ: خاوند کے  
بغیر کسی غیر مرد کی طرف نہ دیکھنے والی  
عورت۔

قَصَرَ الثُّوبُ: اس نے کپڑے کو لوٹا  
(جیسے دھوبی دھوتے وقت کپڑے کو کوٹتے  
ہیں) اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی سے  
الْقَصَارُ بمعنی دھوبی مشتق ہے۔ قَصْرَهُ  
تَقْصِيرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

التقصير مِنَ الصَّلَاةِ وَالشَّعْرِ: نماز  
میں قصر کرنا اور بالوں میں قصر کرنا یا انہیں  
چھوٹا کرنا بھی القصر کی طرح ہے  
التَّقْصِيرُ فِي الْأَمْرِ: کام میں کوتاہی  
کرنا۔

کے تین لہجے ہیں:

(۱) قاف مضموم۔

(۲) قاف مفتوح اور

(۳) قاف مکسور۔

قاف مضموم فصیح ترین اور سب سے زیادہ اعلیٰ تلفظ یا لہجہ ہے۔

القَصُّ: (قاف مفتوح) سینے کا اُبھرا ہوا حصہ۔ اسی طرح القَصَصُ: بکری وغیرہ کے سینے کی ہڈی۔ القِصَّةُ (قاف مفتوح) گچ، چوغہ۔ یہ ججازی لہجہ ہے۔

القِصَّةُ: ماتھے کے بال۔

ق ص ع - القِصْعَةُ: (قاف مفتوح) بڑا پیالہ۔ اس کی جمع قِصَعٌ اور قِصَاعٌ۔ القِصْعُ بروزن الفَلْسُ: پانی کے گھونٹ حلق سے اتارنا یا جگالی کرنا۔

قَصَعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے جگالی کی۔ اور جگالی کو واپس پیٹ میں لوٹا دیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: اونٹنی نے جگالی نکال

کر اپنا منہ بھر لیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ خَطَبَهُمْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَاَنَّهَا لَتَقْصَعُ بِجَوْرَتِهَا: یہ کہ نبی کریم ﷺ اپنے سواری، اونٹنی پر سوار لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ قِصْعُ الْحِجْرَةِ کا معنی زور سے چپانا ہے۔ اور دانتوں کو ایک دوسرے پر ملانا یا رکھنا ہے۔

انہیں نشانات پر واپس آئے۔

القِصَّةُ: قصہ کہانی، معاملہ۔

اَقْصَصَ الْحَدِيثَ: اس نے اس کے منہ پر بات کی۔

قَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ قَصَصًا: اس نے اسے خبر سنائی۔ اس کا اسم بھی القِصَصُ ہے جس میں قاف مفتوح ہے جو قائم مقام مصدر ہے۔ القِصَصُ (قاف مکسور) اس کا واحد قصہ ہے جو لکھا جاتا ہے۔

القِصَاصُ: خون کا بدلہ۔ قَدْ اَقْصَى الْاَمِيرُ فَلَانًا مِنْ فَلَانٍ: امیر نے فلان شخص سے فلان شخص کا قصاص لیا۔ یعنی زخم کا بدلہ زخم سے یا قتل کے بدلے قتل کے ذریعے۔

اِسْتَقْصَا: اس نے اس سے قصاص کا مطالبہ کیا۔

تَقَاصَ الْقَوْمُ: قوم نے باہم ایک دوسرے سے قصاص لیا۔

قَصَّ الشَّعْرَ: اس نے بال کترے۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

المِقْصُ: قینچی۔

هُمَا مِقْصَانٌ: یہ دو قینچیاں ہیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ قِصَاصُ الشَّعْرِ یعنی کاٹنا یا کترنا سے مراد ماتھے کی طرف سے جہاں سے بال شروع ہوتے ہیں اور پیچھے گردن کی طرف سے بال کترنا ہے۔ اور اس لفظ

القَصَالَةُ: بھوسے سے الگ کیا ہوا گیہوں  
جسے دوسری مرتبہ صاف کیا جاتا ہے۔

ق ص م - قَصَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
توڑ ڈالا یا اچھی طرح توڑ دیا۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

قَصَمَهُ فَنَقَصَمَ: اس نے اسے توڑ ڈالا  
تو وہ ٹوٹ گیا۔ تَقَصَّمَ كَمَا بَغِيَ بِهِيَ مَعْنَى  
کہ وہ ٹوٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے:  
اسْتَعْنُوا عَنِ النَّاسِ وَلَوْ عَنْ قِصْمَةِ  
لاِسْوَاك: لوگوں کی محتاجی سے بے نیاز  
ہو جاؤ۔ اگرچہ وہ مسواک توڑ کر لادینے  
میں ہی ہو۔ یعنی معمولی سے معمولی کام کے  
لئے بھی کسی کو زحمت نہ دو۔

القَيْصُومُ: ایک پودے کا نام ہے۔

ق ص ا - قَصَا الْمَكَانُ: جگہ دور ہوگئی۔  
یا جگہ دور مسافت پر ہے۔ اس کا باب سَمَا  
ہے۔ اس کا اسم فاعل قَاصٍ اور قَاصِيٌّ  
ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: مَكَانًا  
قَصِيًّا دُورِيْ پَر وَاَقْرَبُ جگہ۔  
اَرْضٌ قَاصِيَّةٌ اَوْ قَصِيَّةٌ: دور کی  
سرزمین۔

قَصَا عَنِ الْقَوْمِ: وہ قوم سے دور ہو گیا۔  
اسم فاعل قَاصٍ اور قَاصِيٌّ ہے۔ اس کا  
باب بھی سَمَا ہے۔ قَصِيٌّ كَابَابِ صَدِيٍّ  
ہے۔ اور معنی وہی ہے۔

ق ص ف - الْقَصْفُ: توڑنا، اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔

رِيْحٌ قَاصِفٌ: تند و تیز ہوا۔  
رَعْدٌ قَاصِفٌ: کرخت آواز کڑک۔  
التَّقْصُفُ: ٹوٹنا، ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

القَصْفُ: کھیل کود۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ  
ذخیل یعنی نیا ہے۔

قَصْفَةُ الْقَوْمِ: آکا اپنی مدافعت کرنا اور  
تنگھا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّا  
وَالسَّيُّوْنَ فُرَاطٌ لِّقَاصِفِيْنَ: میں اور  
دوسرے انبیاء ہجوم کرنے والوں کے پیش  
خیمہ ہوں گے۔ یعنی اپنی اپنی اتوں کو  
نجات دلانے کے لئے آگے بڑھیں گے۔  
فُرَاطٌ، فَاْرَطٌ كِي جَعَّ هٓ۔ اور یہ صورت  
حال جنت کے دروازے پر ہوگی۔

ق ص ل - الْقَصْلُ: کاٹنا۔ اس کا باب  
ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ الْقَصِيْلُ مشتق  
ہے جس سے مراد بھوسے سے الگ کیا ہوا  
گیہوں ہے۔

قَصَلَ الدَّابَّةَ: اس نے چوپائے کو چارہ  
کھلایا۔

قَصِيْلًا اس کا مصدر ہے۔ اس کا باب بھی  
ضَرَبَ ہے۔

الْقَصْلُ (قاف اور صاد دونوں مفتوح)  
فِي الطَّعَامِ: جانوروں کی خوراک۔ چارہ

وغیرہ۔

مسکے کی تہہ کو پہنچا۔

ق ض ب - الْقَضْبُ: کاٹنا۔ اس کا باب

ضَرَبَ ہے۔

اَقْتَضَبَهُ: اس نے اسے کاٹ کر ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا۔

اِقْتَضَابُ الْكَلَامِ: فی البدیہہ کلام کہنا۔

الْقَضْبُ وَالْقَضْبَةُ: گھاس جو بطور

چارہ استعمال ہوتی ہے اسے فارسی میں

اسفست کہتے ہیں۔ اس کے اگنے کی جگہ کو

مَقْضَبَةٌ کہتے ہیں۔ جو بروزن مِتْرَبَةٌ

ہے۔

الْقَضْبُ: ٹہنی، اس کی جمع قَضْبَان

(قاف مضموم اور کسور) ہے۔ یہ دونوں تلفظ

الازہری نے نقل کئے ہیں۔

قَضَبْتُ النَّاقَةَ: میں اونٹنی پر سوار ہوا۔

ق ض ض - اِنْقَضُ الْحَائِطُ: دیوار گر

گئی۔

اِنْقَضُ الطَّائِرُ: پرندہ پرواز کے دوران گر

پڑا، اسی سے اِنْقِضَاضُ الْكُؤَاكِبِ:

ستاروں یا تاروں کا گرنا ماخوذ ہے۔

اَقْضُ عَلَيْهِ الْمَضْجَعُ: اس کی خواب

گاہ خاک آلود اور سخت کھردری ہوگئی۔

اَقْضُ اللَّهُ عَلَيْهِ الْمَضْجَعُ: خدا اس کا

بچھونا خاک آلود اور سخت کرے۔ یہ فعل لازم

بھی ہے اور متعدی بھی۔

اِسْتَقْضُ مَضْجَعَهُ: اس نے اپنا بچھونا

اَقْصَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دور کر

دیا۔ اس کا اسم مفعول مَقْصِي ہے، اسے

مَقْصِي نہیں کہنا چاہیے۔

قَصَا الْبَعِيرُ وَالشَّاةُ: اس نے اونٹ

اور بکری کے کان کا کنارہ کاٹ دیا۔ اس کا

باب عَدَا ہے۔ ایسی بکری کو شَاةٌ قَصُوءٌ

یعنی کن کنی بکری کہیں گے۔ اور نَاقَةٌ

قَصُوءٌ کن کنی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ البتہ

ان معنوں میں جَمَلٌ اَقْصِي نہیں کہتے

بلکہ جَمَلٌ مَقْصُوءٌ اور مَقْصِي کہتے ہیں

یعنی کن کننا اونٹ۔ اس کی مثال امْرَاةٌ

حَسَنَاءُ: خوبصورت عورت لیکن مرد کے

لئے رَجُلٌ اَحْسَنُ نہیں کہتے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اونٹنی تھی اس کا

نام قَصُوءٌ تھا۔ لیکن وہ کان کٹی نہ تھی۔

قَصِي اَطْفَارُهُ: اس نے اپنے ناخن

کاٹے۔ اس کا مصدر تَقْصِيَةٌ بمعنی قَصَّ

ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ اس لفظ کا معنی

ہے: اَخَذَ مِنْ اَقْاصِيهَا: اس نے اسے

اس کے کناروں سے پکڑا۔

فُلَانٌ بِالْمَكَانِ الْاَقْصَى: فلاں شخص

دور جگہ پر ہے۔

النَّاحِيَةُ الْقُصُورِي وَالْقُصِيَا: پَرَلَا

کنارہ یعنی دور کا کنارہ یا دور والی جانب۔

ان دونوں میں قاف مضموم ہے۔

اُسْتَقْصِي فِي الْمَسْأَلَةِ وَتَقْصِي: وہ

”پرانے کپڑوں سے بھی تو نئے کپڑوں کے پہننے کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے نوالوں سے بھی تو بڑے بڑے نوالے لینے کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔“

القَضِيمُ: جانوروں کے لئے چارہ۔ جُو۔ اَقْضَمَهَا: اس نے جانوروں کو جُو کا چارہ کھلایا۔ فَقَضَمْتُهُ تو مویشیوں نے وہ چارہ کھلایا۔ اس کا باب فِهْم ہے۔

ق ض ی - القَضَاءُ: حکم، فیصلہ۔ اس کی جمع اَقْضِيَّةٌ ہے۔ القَضِيَّةُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی مقدمہ اور اس کا فیصلہ کرنا۔ اس کی جمع القَضَايَا ہے۔

قَضَى يَقْضِي قَضَاءً: (ضاد کسور) اس نے فیصلہ کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کا معنی قضاے حاجت سے فراغت بھی ہوتا ہے۔ یعنی قَضَى حَسَابَتَهُ وہ قضاے حاجت سے فارغ ہوا۔

ضَرَبَهُ فَقَضَى عَلَيْهِ: اس نے اسے مارا تو وہ مر گیا۔ گویا وہ اس سے فارغ ہوا۔ قَضَى نَجْبَهُ کا معنی بھی وہ مر گیا ہے۔ اس کا معنی ذمہ داری پورا کرنا اور کام مکمل کرنا بھی ہے مثلاً: دَيْنُهُ: اس نے قرض ادا کر دیا اور قول خداوندی: وَقَضَيْنَا إِلَىٰ

خَاكٍ آلُودَهُ اور سخت پایا۔

ض ف - الْقَضْفُ: پتلا ہونا۔ باریک ہونا۔ قَدْ قَضَفَ: وہ کمزور اور لاغر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرْفُ ہے۔ اور اسم فاعل قَضِيفٌ بمعنی لاغر اور نحیف ہے۔ اس کی جمع قِضَافٌ ہے۔

ض م - الْقَضْمُ: دانتوں کے کناروں سے کھانا یا کاٹ کھانا۔ اس کا باب فِهْم ہے۔ ایک اعرابی یعنی بدو مکہ میں اپنے ایک چچا زاد بھائی کے پاس آیا اور کہا کہ: إِنَّ هَذِهِ بِلَادٌ مُّقْتَضِمٌ وَتَسِيَتْ بِبِلَادٍ مَخْضَمٍ: یہ شہر تو شہر مقتضم ہے نہ شہر مخضم یعنی یہاں لوگ منہ بھر کے کھانا نہیں کھاتے بلکہ دانتوں کے کناروں سے کھاتے ہیں۔ قضم کے بدلے کھانے کے لئے خضم یعنی منہ بھر کے کھانے کا استعمال مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ منہ بھر بھر کے نہ کھانے کے بدلے صرف منہ کے اطراف سے کھانے سے بھی سیر شکمی حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا ایک بڑا مقصد نرمی اور متانت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ (یعنی چھوٹے چھوٹے نوالے لینے سے بھی تو پیٹ بھر سکتا ہے۔ اس کے لئے منہ بھر بھر کے بڑے بڑے نوالے لینا کیا ضروری ہے۔) بقول شاعر:

تَبَلَّغَ بِاخْتِلاَقِ الثِّيَابِ جَدِيدِهَا  
وَبِالْقَضْمِ حَتَّى تُلْدِرِكَ الْخَضْمُ بِالْقَضْمِ

وَقَضَاهَا كَأَيْك هِي مَعْنَى هِيَ وَهِيَ كَمَا فِي  
فِي مَعْنَى هِيَ وَهِيَ كَمَا فِي

تَقْضَى الْبَازِي: بَازِغْرٌ بِرِزَا - اس کی اصل  
تَقْضُضٌ تَحِي - ضَادِ كِ تَعْدَادِ كِ كَثْرَتِ  
كِي پُشِنِ نَظَرِ اَيْكِ ضَادِ كِ وَاِيَاءِ فِي تَبْدِيلِ كِ  
رِزَا -

ق ط ب - قَطْبُ: (قَافِ مَضْمُومِ، مَفْتُوحِ  
اور كَسُورِ) چَكِّي - الْقَطْبُ: قَطْبِ سِتَارِهِ جُو  
جَلْدِي اور فَرَقْدِينِ كِي درمیانِ وَاَقِيعِ هِي -  
اور حَسِ پَرِ آسَمَانِ كَرُوشِ كَرِتَا هِي -

مِیرَا كِهِنَا كِه بِقَوْلِ الْاَزْهَرِي وَهِيَ سَفِيدِ رَنَگِ كَا  
اَيْكِ چھوٹا سِتَارہ ہي۔ جو كِه كِي بھي اِپْنِي جِگہ  
سِي نِيسِ ہِلَتَا۔ اَلْبَتَّہِ وَہِي چَكِي كِي اِهْنِي مِیخِ لَعْنِي  
دُھَرِي سِي مِشَابِہْتِ رَكھْتَا هِي۔ جو چَكِي  
كِي دُو پَاٹُوں فِي سِي سِي نِچَلِي پَاٹِ فِي لِگَا ہوتا  
ہي۔ جِسِ كِي ذَرِيعِي چَكِي كَا اور پَرِ وَاِلَا پَاٹِ چَلْتَا  
ہي۔ اِسی طَرَحِ دُوسَرِي سِيَارِي اِسِ سِتَارِي  
پَرِ گھومتے ہي۔ اِسی لِي اِسِي قَطْبِ كِهِنَا جَاتَا  
ہي۔

مِیرَا كِهِنَا هِي كِه الْاَزْهَرِي كِي بَاتِ سِي ظَاہِرِ  
ہوتا ہي كِه اِسِ لَفْظِ كِي تَمِينِ لِجِي ہيں اِگَرِ چہ  
مِجھِي اِسِ كِي كوئی نِصِ نِيسِ مِلِي۔

قَطْبُ الْقَوْمِ: قَوْمِ كَا سَرْدَارِ جِسِ كِي سِرِ پَرِ  
قَوْمِ كَا سَارِ اِدَارِ وَاِدَارِ ہوتا ہي۔ صَاَحِبِ  
الْجِيشِ قَطْبِ رَحِي الْحَرَبِ:  
فُوجِي كَمَا نِذَرِ جَنَگِ كِي چَكِي كَا قَطْبِ لَعْنِي دُھَرِي

بِنِي اِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ: ہم نے  
كُتَابِ فِي سِي اِسْرَائِيلِ كِي حَوَالِي كَرُودِيَا۔

اور دُوسَرَا قَوْلِ خُدَاوندِي: وَقَضَيْنَا اِلَيْهِ  
ذَلِكَ الْاَمْرَ: ہم نے يِي كَامِ اِسِ كِي  
حَوَالِي يَا سِرِ كَرُودِيَا۔ الْقَرَاءُ كَا قَوْلِ هِي كِه  
قَوْلِ خُدَاوندِي: ثُمَّ اَقْضُوا اِلَيْ كَا مَعْنَى  
پھر مِیرِي سَرِ طَرَفِ چَلِي آؤ۔ كِهِنَا جَاتَا هِي كِه  
قَضَى فُلَانٌ: فُلَانِ اِدْمِي چَلِ بَسَا۔ كِهِيں  
اِسِ كَا مَعْنَى بِنَا نَا اور اِنْدَا زہ كَرِتَا بھي ہوتا ہي۔

چِنَا نِچِي كِهِنَا جَاتَا هِي: قَضَاهُ لَعْنِي اِسِ نِي  
اِسِي بِنَا وَاَقْدَرَةُ: اور اِسِ كَا اِنْدَا زہ لِگَا  
يَا جَانِچَا۔ يِهِي مَعْنَى اِسِ قَوْلِ خُدَاوندِي فِي  
هِي: فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي  
يَوْمَيْنِ: اللّٰهُ تَعَالَى نِي دُو دُنُوں فِي سَاتِ  
آسَمَانِ بِنَا يِي لَفْظِ قَضَاءِ قَدَرِ اور تَقْدِيرِ  
كِي مَعْنُوں فِي اِسْتِعْمَالِ ہوتا ہي۔ اِنِ سَبِ  
كَا بَابِ وِئِي هِي جُو ہم نے پِہلِي بِيَانِ كَرُودِيَا  
ہي۔ كِهِنَا جَاتَا هِي اِسْتَقْضَى: وَہِي قَاضِيِ بِنِ  
گِيَا اور قَضَى الْاَمِيرِ قَاضِيَا: (ضَادِ  
مِشَدِدِ) اَمِيرِ يَا حَاكِمِ نِي اَيْكِ قَاضِيِ مَقْرَرِ كَرِ  
دِيَا۔ اِسِ كِي مِثَالِ اَمْرٍ اَمِيرًا: اِسِ نِي  
اَيْكِ اور اَمِيرِ مَقْرَرِ كِيَا۔

انْقَضَى الشَّيْءُ: وَتَقْضَى كَا اَيْكِ هِي  
مَعْنَى هِي لَعْنِي چِي زَخْمِ ہوگي۔ اِنْقَضَى ذَيْنَهُ  
وَتَقْضَاهُ كَا بھي يِهِي مَعْنَى هِي۔ لَعْنِي اِسِ  
نِي قَرْضِ كَا تَقْضَا كِيَا۔ قَضَى لُبَانَتَهُ

ان کے کرتے یعنی لباس تانے کے ہوں گے۔ بعض قاری حضرات کی قراءت میں یہ لفظ قَطْرَ آن ہے۔

القِطَارُ: (قاف مکسور) اونٹوں کی قطار۔ اس کی جمع قُطُرٌ (قاف اور طاء دونوں مضموم) بھی ہیں۔

القِطَارَةُ: (قاف مضموم) منگے وغیرہ سے ٹپکا ہوا منگنے والا پانی کا قطرہ۔

تَقْطِيرُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا قطرہ قطرہ کر کے ٹپکانا۔

القَنْطَرَةُ: پل۔

القِنْطَارُ: وزن، تول، کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہزار دو سو اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور

کچھ کے قول کے مطابق ایک سو بیس رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اور بعض کے قول کے

مطابق یہ تیل کی کھال بھر کے سونے کے برابر۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

(واللہ اعلم)۔ اسی سے قِنَاطِيرٌ مَقْنَطَرَةٌ: ڈھیروں کے ڈھیر کا لفظ مشتق ہے۔

ق ط ط - قَطُّ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو چوڑائی کی طرف سے کاٹا یا چوڑائی کے رخ کاٹا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔ اسی سے قَطُّ القَلَمِ مشتق ہے یعنی اس نے قلم کو قِطًّا لگایا۔

المِقْطَةُ: جس لکڑی پر قلم کو قِطًّا لگایا جائے۔

ہوتا ہے۔

جَاءَ القَوْمُ قَاطِبَةً: قوم ساری کی ساری آئی۔ یہ اسم ہے اور عموم پر دلالت کرتا ہے۔

قَطَبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: اس نے دونوں آنکھوں کو سکیر لیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور

جَلَسَ ہے۔ ایسے شخص کو قُطُوبٌ کہتے ہیں بمعنی خُشُّ رُوحِش۔

قَطَبٌ وَجْهَهُ تَقْطِيبًا: اس نے منہ بسورا۔

ق ط ر - القَطْرُ: بارش۔ یہ قَطْرَةٌ کی جمع بھی ہے۔

قَطَرَ المَاءُ: پانی برسا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

قَطْرَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے برسایا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

قَطْرَانُ المَاءِ: پانی کا ٹپکنا (طاء مفتوح)۔

القِطْرَانُ (طاء مکسور) تارکول۔

قَطَرَ البَعِيرُ: اس نے اونٹ پر تارکول مل دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم

مفعول مَقْطُورٌ ہے۔ شاید اسے مَقْطُورٌ بھی کہتے ہیں۔ القِطْرُ: (قاف مضموم)

کنارہ، طرف اور جانب۔ اس کی جمع اقْطَارٌ ہے۔

القِطْرُ بروزن القِطْرُ: تانبہ۔ قول خداوندی ہے: سَرَّابِلُهُمْ مِنْ قِطْرَانٍ:

قَطُّ: کا معنی زمانہ ماضی ہے۔ بمعنی کبھی۔  
مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ: میں نے اسے کبھی نہیں  
دیکھا یا پہلے نہیں دیکھا۔ قَطُّ فَعْلٌ مُسْتَقْبَلٌ  
پُرٍ وَاخْلُ نَبِيٌّ هُوَ تَا۔ چنانچہ مَا اِفَارَقُهُ قَطُّ:  
یعنی میں اسے کبھی اپنے سے الگ نہیں  
کروں گا، نہیں کہتے۔ صاحب کتاب نے  
اس کا ذکر عَوْضٌ میں کیا ہے۔ یعنی مستقبل  
کے لئے قَطُّ کی بجائے ان معنوں میں  
عَوْضٌ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مَا  
اِفَارَقُكَ عَوْضٌ کہیں گے۔ قَطُّ:  
(طاء مخفف قاف مفتوح و مضموم) ایک لہجہ  
ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی الدَّهْرُ  
یعنی زمانہ ہوگا لیکن اگر قَطُّ بمعنی حَسَبٌ  
ہو تو قاف صرف مفتوح ہوگا اور طاء ساکن۔

چنانچہ کہیں گے: رَأَيْتُهُ مَرَّةً وَاحِدَةً  
فَقَطُّ: میں نے اسے صرف ایک مرتبہ  
دیکھا۔

القِطُّ: (قاف مکسور) بِلَا۔ اس کی جمع  
قِطَاطٌ۔

القِطَّةُ: بِلِي۔ القِطُّ کا معنی تحریر، اور انعام کی  
دستاویز ہے۔ قول خداوندی ہے: عَجَلُ  
لَنَا قِطَّنًا: اے خدا ہمیں ہمارا حصہ پہلے  
ہی دے دے۔

ق ط ع - قَطَعَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
کاٹا۔

يَقْطَعُهُ قَطْعًا، قَطَعَ النَّهْرُ: اس نے

دریا عبور کیا۔ اس کا باب خَصَعَ ہے۔  
قَطَعَ رَحِمَةً: اس نے قطع رحمی کی۔  
قَطِيعَةٌ رَجُلٌ قُطِعَ: قطع رحمی کرنے والا  
آدمی۔ یہ بروزن عُمَرُ ہے۔ اور قَطِيعَةٌ  
بروزن هُمَزَةٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ  
لَيَقْطَعَنَّ لَوْكُورِمْ نِيَّ اس کا ترجمہ یا معنی یہ  
کیا ہے کہ: پھر وہ اپنا گلا گھونٹ دے۔  
کیونکہ گلا گھونٹنے والا چھت کے ساتھ رہی  
لٹکا تا یا باندھتا ہے۔ پھر زمین سے اپنا رابطہ  
کاٹ ڈالتا ہے تاکہ اس کا گلا گھٹ جائے  
اور اسے پھانسی لگے۔ چنانچہ ایسے موقع  
پر کہتے ہیں: قَطَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے  
کاٹ دیا، یعنی زمین سے اپنا رابطہ کاٹ  
دیا۔

لَبَنٌ قَاطِعٌ: کھنایا اثرن دودھ۔  
الْأَقْطَعُ: آخر رات کی تاریکی۔ یہی لفظ  
آیت خداوندی میں ہے: فَاسْرِ بِأَهْلِكَ  
بِقِطْعِ مِنَ اللَّيْلِ: رات کے آخر حصے کی  
تاریکی میں چل پڑا۔ انخس کا قول ہے کہ  
اس کا معنی رات کی تاریکی ہے۔

القِطْعَةُ: گروہ، مجموعہ۔  
المِيقَاتُ: وہ اوزار جس سے کوئی چیز کاٹی  
جائے۔

القِطِيعُ: گایوں کا گلہ یا بھیڑ بکریوں کا  
ریوڑ۔ اس کی جمع أَقَاطِيعُ، أَقْطَاعُ اور  
قُطْعَانٌ ہے۔



الْقَطْفُ: (قاف مسور) خوشہ۔ انگور کا گچھا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بیضہ جمع یوں آیا ہے: قُطُوفُهَا ذَانِبَةٌ: اس کے گچھے لٹکتے ہوں گے۔ الْقِطَافُ: (قاف مسور) پھل چُٹنے کا وقت۔ (قاف مفتوح اور مسور) ہے۔ أَقْطَفَ الْكُرْمُ: انگور کے گچھے لگنے کا وقت آ گیا۔

الْقَطِيفَةُ: محلی خَلَّہ یا چادر یا کبیل۔ اس کی قریب جمع قَطَائِفُ اور قُطِفَتْ بھی ہے۔ اس کی مثال صَحِيفَةٌ کی جمع صُحُفٌ ہے۔ اسی سے لفظ قَطَائِفِ مشتق ہے یہ ایک کھانا ہے جو آٹے میں پانی ملا کر بنایا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔

ق ط م - الْقَطْمُ: (قاف اور طاء دونوں مفتوح) گوشت کھانے کی شدید خواہش۔ رَجُلٌ قَطِمٌ: گوشت کھانے کا شوقین شخص۔ اس کا باب طَسْرَبُ ہے۔ الْمُقَطَّمُ: (طاء مشدّد) مصر میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔

قَطَامٌ: ایک عورت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے مبنی پر کسرہ قرار دیتے ہیں۔ اہل نجد اسے مجرور اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔

ق ط م ر - الْقَطْمِيرُ: کھجور کی گٹھلی پر جو خفیف سی خشک جھلی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک سفید نکتہ ہوتا ہے جو گٹھلی کی پشت پہ ہوتا ہے اور اسی سے کھجور کا درخت

الْقَطِيعَةُ: دُورِي، جدائی، علیحدگی۔ الْقَطَاعَةُ (قاف مضموم) کانٹے سے جو ریزے یا ذرات گرتے ہیں۔

مُنْقَطِعُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا موڑ۔ جہاں راستہ ختم ہوتا ہو اور آگے موڑ آتا ہو۔ مثلاً: مُنْقَطِعُ الْوَادِي وَالذَّمَلِ وَالطَّرِيقِ: وادی، ریت اور راستے کا موڑ۔

انْقَطَعَ الْحَبْلُ: رسی کٹ گئی۔ قَطَعَ الشَّيْءُ فَتَقَطَعَ: اس نے چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ طاء کو اظہار کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔

تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: انہوں نے اپنا معاملہ باہم تقسیم کر لیا۔

تَقَطَّيْعُ الشَّعْرِ: شعر کا اوزان کے مطابق تقطیع کرنا۔

أَقْطَعَهُ قَطِيعَةً: اس نے اس کے لئے خراج کی زمین کا ایک قطعہ مقرر کیا۔

قَاطِعُهُ عَلَى كَذَا: اس نے اس کے ساتھ اس شرط پر معاملہ طے کیا۔

التَّقَاطُعُ: ایک دوسرے سے کٹ جانا۔ اس کی ضد التَّوَاضُّعُ ہے۔

اِقْتَطَعَ مِنَ الشَّيْءِ قِطْعَةً: چیز میں سے اپنے لئے کچھ حصہ لینا یا کسی چیز سے ایک ٹکڑا کاٹ لینا۔

ق ط ف - قَطَفَ الْعِنَبَ: اس نے انگور اُتار لیا۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔

رِيَاضُ الْقَطَا: ایک جگہ کا نام ہے۔

كِسَاءٌ قَطَوَانِيٌّ: سوتلی کبل۔

قَطَوَانٌ: کوفہ میں ایک جگہ کا نام۔

ق ع د - قَعَدٌ: وہ بیٹھا۔

مَقْعَدًا: اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ

بھی۔

الْقَعْدَةُ: ایک دفعہ کا بیٹھنا۔ یا نماز کے

دوران قعدہ کرنا۔

الْمَقْعَدَةُ: (میسم مفتوح) سیٹ، ٹھپلا یا ٹھپلی

جگہ۔

ذَوُ الْقَعْدَةِ: قمری گیارہواں مہینہ۔ اس

کی جمع ذوات القعدہ ہے۔

الْقَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ: بچے کی پیدائش

اور حیض سے نا اُمید عورت۔ اس کی جمع

الْقَوَاعِدُ ہے۔

قَوَاعِدُ الْبَيْتِ: گھر کی بنیادیں۔

تَقَعَّدَ فُلَانٌ عَنِ الْأَمْرِ: فلاں آدمی

معالے سے دستبردار ہو گیا۔ تَقَعَّدَهُ

غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس کی ضرورت

سے روک دیا۔ اور اسے عاق کر دیا۔

تَقَاعَدَنِي عَنْكَ شُغْلٌ: ایک کام

نے مجھے تم سے روک دیا۔ الْقَعُودُ (قاف

مفتوح) بَغِيْرُ یعنی سواری کے قابل اونٹ

یعنی اس کی پیٹھ اتنی مضبوط ہو چکی ہو کہ وہ

سواری کے کام آسکے۔ اس کی عمر کم از کم دو

سال سے لیکر تیسرے سال تک کی ہو۔ اور

پھوٹا ہے۔

ق ط ن - قَطْنٌ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں

رہائش پذیر ہو گیا۔ رہائش پذیر کو قاطِنٌ

کہتے ہیں۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کی

جمع قَطَانٌ اور قَاظِنَةٌ اور قَطِيْنٌ ہے۔ اس

کی مثال غَسَا، غَسَرِيٌّ، اور غَسَايِبٌ و

غَرِيْبَةٌ ہے۔

الْقَطْنُ: تمام حروف متحرک۔ دوسریوں

کے درمیان پرندے کی ذم کی جڑ۔

الْقَطْنُ: (قاف مضموم) رُوئی، کپاس۔

الْقَطْنَةُ: رُوئی، رُوئی کے لئے یہ لفظ زیادہ

مخصوص ہے۔ الْقَطْنُ (طاء مضموم) بھی

ایک لہجہ ہے۔

الْمَقْنَةُ: کپاس کے کھیت۔

الْقَطْنِيَّةُ: مسور وغیرہ کی طرح کے

دانے جنہیں پکا کر کھایا جاتا ہے۔

الْيَقِطِيْنُ: بیل جس کا تان نہیں ہوتا مثلاً:

کدو کی بیل وغیرہ۔

الْيَقِطِيْنَةُ: تازہ کدو۔

الْقَيْطُونُ: ال مصر کے لہجہ میں بچکے یا

برائے کو کہتے ہیں۔

ق ط ا - الْقَطَا: اس کا واحد قَطَاةٌ ہے اور

جمع قَطَوَاتٌ بھی ہے۔ معنی بھٹ بھڑ۔

شاید اس کی جمع قَطِيَّاتٌ بھی ہے۔ مثل

ہے: لَيْسَ الْقَطَا مِثْلَ قَطِيٍّ لِيَعْنِي بُرْءٌ

لوگ چھوٹے لوگوں جیسے نہیں ہوتے۔

قَعْرَتِ الشَّجَرَةِ: میں نے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ فَأَنْقَعَرَتْ تو وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ: جڑ سے اکھڑے ہوئے درختوں کے تنے۔

ق ع ص - مَاتَ فَلَانٌ قَعُصًا: فلاں شخص چوٹ لگنے یا تیر لگنے سے مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قُتِلَ قَعُصًا فَقَدْ اسْتَوْجِبَ الْمَأْب: جو کسی چوٹ لگنے سے فورا مر جائے۔ اس کی آخرت کی عمدگی واجب ہوگی۔

القَعَاصُ: (قاف مضموم) ایک بیماری ہے جو بکریوں کو لگی ہے جس سے وہ فورا ہی مر جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مُوتَانٌ يَكُونُ فِي النَّاسِ كَقَعَاصِ الْغَنَمِ: قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی کہ لوگوں میں ایسی موت پڑے گی جیسے بکریوں میں قعاص کی بیماری پڑتی ہے یعنی موتیں جلدی جلدی واقع ہوں گی۔

ق ع ط - الإِقْتِعَاطُ: ٹھوڑی کے نیچے سے شملہ لپیٹے بغیر سر پر پگڑی باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ نَهَى عَنِ الإِقْتِعَاطِ وَأَمَرَ بِالتَّلْحِي: یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اقتعاط سے منع فرمایا اور تَلْحِي کا حکم دیا۔ یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی کا پھیر ڈالے بغیر پگڑی باندھنے سے

جب وہ تیسرے سال میں ہو تو اسے جَمَلٌ کہتے ہیں۔ اونٹ کے بچے کو قَعُودٌ نہیں کہتے بلکہ اسے قَلُوصٌ کہتے ہیں۔ ابو عبید کا قول ہے کہ القَعُودُ وہ اونٹ ہے جسے چرواہے ہر ضرورت سے فارغ کر کے بٹھا رکھتے ہیں۔

المَقَاعِدُ: بیٹھنے کی جگہیں۔ اس کا واحد مَقْعِدٌ ہے۔ بروزن مَذْهَبُ الْقَعِيدُ: ہم نشین۔ قول خداوندی ہے: عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ: دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے۔ اصولاً تَوْقَعِيدَانِ ہونا چاہئے۔ لیکن فَعِيلٌ اور فَعُولٌ کے وزن پر آنے والے اسماء واحد اور ثنویہ اور جمع میں یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: اَنَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَالْمَلَكُةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرٌ: یہاں جمع کے لئے ظہیر واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

قَعِيْدَةُ الرَّجُلِ وَقَعَاذُهُ: آدمی کی بیوی (قاف کسور)۔

المُقْعَدُ: لنگڑا۔ چنانچہ کہتے ہیں: أَقْعَدَ الرَّجُلُ: آدمی لنگڑا ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ق ع ر - قَعْرُ الْبَيْتِ: کنویں کی تہ یا گہرائی۔

أَقْفَرَتِ الدَّارُ: گھر خالی ہو گیا۔  
 أَقْفَرَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس سالن نہ  
 رہا۔ حدیث شریف میں ہے: مَا أَقْفَرَ  
 بَيْتَ فِيهِ خَلٌّ: جس گھر میں سرکہ ہو وہ  
 بے سالن گھر نہیں ہے۔

ق ف ز - قَفَسَ: وہ چھٹا۔ اس کا باب  
 ضَرَبَ ہے اور قَفَزَ اَنَا بھی (تاف اور فاء  
 دونوں مفتوح)۔

القَفِيزُ: پیانا۔ جو آٹھ ملوک کا ہوتا ہے اور  
 ایک ملوک ڈیڑھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔  
 اس کی جمع القَفِيزَةُ اور قَفَزَانٌ ہے۔

القَفَّازُ: بردزن العُكَّاز: دستانہ جس کے  
 اندر روئی بھری ہو۔ اس کے ساتھ بٹن لگے  
 ہوں تاکہ اسے کلائی کے ساتھ بند کیا  
 جاسکے اور سردی سے بچا جاسکے۔ عورتیں یہ  
 دستانیں پہنتی ہیں اور یہ جوڑے ہوتے  
 ہیں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کے لئے۔

ق ف ص - القَفْصُ: پرندوں کا بچرہ۔  
 اس کی جمع أَقْفَاصٌ ہے۔

ق ف ع - القَفْعَةُ: بردزن القَصْعَةُ:  
 زنبیل کی قسم کا ایک ٹوکرا جس کو بند کرنے  
 کے لئے کوئی کاج نہیں ہوتا۔ اسے کھجور کی  
 ٹہنیوں سے بنایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بڑا  
 نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْتَ  
 عِنْدَنَا مِنْهُ قَفْعَةٌ أَوْ قَفْعَتَيْنِ: کاش  
 ہمارے پاس ان ٹڈیوں کا ایک ٹوکرا یا دو

منح کیا ہے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی  
 کا ایک پھیر دے کر پگڑی باندھنے کا حکم دیا  
 ہے۔

ق ع ع - القَعْقَعَةُ: اسلحہ وغیرہ کی جھنکار  
 کی کہانی یا حکایت۔

ق ع ا - أَقْفَى الكَلْبُ: کتا اپنی پچھلی  
 پھیلا کر اور اگلی ٹانگیں کھڑی کر کے پشت  
 کے بل بیٹھا۔ نماز میں اقعاء سے منح کیا گیا  
 ہے۔ اقعاء یہ ہے کہ انسان نماز میں دو  
 سجدوں کے درمیان دونوں سرین اپنی  
 ایزھیوں پر رکھ کر بیٹھے۔ فقہاء نے اقعاء  
 کی یہی تفسیر کی ہے۔ البتہ اہل لغت کے  
 نزدیک اقعاء کی تفسیر یہ ہے کہ انسان اپنے  
 دونوں سرین زمین پر چپکا دے اور اپنی  
 دونوں پنڈلیاں کھڑی رکھے اور پیٹھ کے بل  
 ٹیک لگائے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ  
 أَكَلَ مَقْعِيًّا: کہ آپ ﷺ نے اقعاء کی  
 صورت میں کھانا کھایا۔ یعنی اکڑوں بیٹھ کر  
 کھانا کھایا۔

ق ف ر - القَفْرُ: بے آب و گیاہ جنگل۔  
 اس کی جمع قَفَارٌ ہے۔ کہا جاتا ہے اَرْضٌ  
 قَفْرٌ وَمَقَارَةٌ قَفْرٌ وَقَفْرَةٌ اور مَقْفَارٌ:  
 بے آب و گیاہ بجز زمین۔ القَفْسَارُ (فاء  
 مفتوح) بے سالن کے روٹی۔ کہا جاتا ہے  
 کہ: أَكَلَ خُبْزَهُ قَفْسَارًا: اس نے بغیر  
 سالن کے روٹی کھائی۔

ق ف ن - الْقَفِينَةُ: بکری جسے گردن کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ابراہیم نخعی کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: اِنِّى اسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ الْفَاجِرَ لِاسْتَعِينُ بِقُوَّتِهِ ثُمَّ اَكُوْنُ عَلٰى قَفَالِهِ: میں کسی فاجر شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں تاکہ اس کی قوت اور صلاحیت سے استعانت کروں پھر اس کی گردن پر سوار رہتا ہوں یعنی سخت نگرانی کرتا ہوں۔ قَفَانِهِ میں نون زائد ہے۔ یہ اصل میں 'قَفَاه' ہے۔ ابو عبید کے قول کے مطابق یہ لفظ قَبَان سے معرب ہے، جس سے وزن کیا جاتا ہے۔

ق ف ا - الْقَفَا: (الف مقصور) گردن کا پچھلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس کی جمع قَفَاسِيٌّ (تاف مضموم) أَقْفَاءُ اور أَقْفِيَّةٌ ہے جو خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ ممدود قَفَاء کی جمع ہے۔ اس کی مثال كِسَاء کی جمع اَكْسِيَّةٌ ہے۔ قَفَا اَثْرَهُ: وہ اس کے نقش پاء پر چلا۔ یعنی اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔ قَفَى عَلٰى اَثْرِهِ بِفُلَانٍ: اس نے فلاں کو اس کے پیچھے چلا دیا۔ قَوْلٌ خَدَا وَنَدَى مِثْلَ يَهْبِي لَفْظِ يَوْمٍ هُوَ: ثُمَّ قَفَيْنَا مِثْلَ اَنَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ہم

ٹوکرے ہوتے۔  
ق ف ف - قَفَفَ شَعْرُهُ: يَقِفُ (تاف مسکور) قَفَوُفًا: خوف کے مارے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔  
القَفَّةُ: زمین کی سطح سے ابھری ہوئی جگہ۔ اس کا معنی خشک اور پرانا درخت بھی ہے۔ اسی نسبت سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ كَبِيرٌ حَتَّى صَارَ كَأَنَّهُ قَفَّةٌ: وہ بڑا ہو گیا۔ گویا وہ سطح زمین سے ابھرا ہوا ٹیلہ بن گیا۔ اس کا معنی خشک کدو بھی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھجور وغیرہ کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی خشک کدو کی طرح کی ٹوکری جس میں عورتیں رُوئی رکھتی ہیں۔ اس کی جمع قَفَافٌ ہے۔  
قَفَقَفَ الرَّجُلُ: آدمی پرسردی کے مارے کپکپی طاری ہو گئی۔

ق ف ل - الْقَفْلُ: تالہ۔ الْقَفُولُ: سفر سے لوٹنا۔ واپس ہونا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی لفظ سے الْقَافِلَةُ مشتق ہے۔ جس کا معنی سفر سے لوٹنے والی جماعت ہے۔  
أَقْفَلَ الْبَابَ: اس نے دروازے کو تالہ لگا دیا۔  
قَفَسَ الْاِبْوَابَ تَفْقِيْلًا: اس نے دروازے بند کئے۔  
الْقَيْفَالُ: ہاتھ یا بازو کی ایک رگ جس سے نصدلی جاتی ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

قَلْبَ الْقَوْمِ: اس نے قوم کو بدل دیا یا پھیر دیا۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔  
قَلْبُ النَّخْلَةِ: میں نے کھجور کے پودے کو اکھاڑ دیا۔

قَلْبُ النَّخْلَةِ: (قاف مفتوح، مضموم اور کسور) کھجور کے درخت کا اندرونی نرم حصہ۔

الْقَلْبُ مِنَ السَّوَارِ: عورت کا ایک کنگن۔ جوڑے میں سے ایک کنگن۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الْقَلْبُ کا معنی اکہرا کنگن ہے، دوہرا نہیں جس میں صرف ایک پھیر ہو۔

فُلَانٌ حَوْلَ قَلْبِ: (بروزن سُكْرَ) فلاں شخص بہت ہوشیار اور کاریگر اور دور اندیش ہے۔ حالات کے مطابق اپنی وضع بدلتا ہے اور مناسب طریق کار اختیار کرتا ہے۔

الْقَالِبُ: (قاف مفتوح) موزے وغیرہ کا سانچہ۔

الْقَلْبِيُّ: پرانا کنواں۔ جس کے گرد دیوار نہ ہو۔ مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں۔ ابو عبیدہ کا قول ہے الْقَلْبِيُّ سے مراد پرانا عام کنواں ہے۔

ق ل ت - الْقَلْتُ: ہلاکت (قاف اور لام دونوں مفتوح) اس کا باب طَرْبَ ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: إِنَّ الْمُسَافِرَ

نے ان کے پیچھے اپنے پیغمبر بھیجے۔ اسی لفظ سے کلام مُقْفَى مشتق ہے۔ اور اسی سے قوافی شعر ماخوذ ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک قافیہ دوسرے قافیے کے پیچھے آتا ہے۔

الْقَافِيَةُ کا معنی بھی قَفَا: پیچھا اور پیروی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يَغْفِيكَ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ: تم میں کسی کی گدی میں شیطان گرہیں لگاتا ہے (تاکہ وہ صبح دیر تک سوتا رہے)۔

قَفَوْتُ الرَّجُلَ قَفْوًا: میں نے آدمی پر صریحاً ناجر ہونے کی تہمت لگائی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا حَدَّ إِلَّا فِي الْقَفْرِ الْبَيْتِ: واضح اور صریح تہمت کے سوا حد نہیں ہے۔

اِقْتَفَى آثَرَهُ وَتَقَفَاهُ: اس نے اس کی پیروی کی۔

ق ل ب - الْقَلْبُ: دل۔ اس سے بعض اوقات عقل بھی مراد لی جاتی ہے۔ یعنی یہ لفظ عقل کی جگہ بھی بولا جاتا ہے۔ القراء نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہا ہے: لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ: یعنی جو کوئی دل بمعنی عقل رکھتا ہو۔

الْمُنْقَلَبُ: تبدیلی۔ یہ لفظ مکان اور مصدر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثال الْمُنْصَرَفُ ہے۔

لکالی۔

الإقْلِيدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

المِقْلَدُ بروزن المِبْضَعُ: چابی۔ اس کی مثال المِبْخَلُ ہے۔ اس کی جمع المِقْلِيدُ ہے۔

ق ل س - القَلْسُ: بروزن فَلْسُ:

بہتان یا تہمت لگانا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ خلیل کا قول ہے القَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الحَلْقِ مِلءَ الفمِ أَوْ ذُونَهُ وَكَيْسٌ بَقِي: فَلْسٌ کا معنی تے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ تے ہے۔

القَلْسُوةُ: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَائِسُ ہے۔ چاہیں تو قَلَائِسُ اور قَلَائِيسُ یا قَلَائِيسِي بھی کہہ سکتے ہیں۔ قَدْ قَلَسَاهُ فَتَقَلْسِي: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ تَقَلْسَ وَتَقَلْسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص - قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر

اٹھی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہی معنی قَلَصَ تَقْلِيصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔ یعنی وہ جڑ گیا۔ یا سکڑ گیا۔

قَلَصَ الشُّوبُ بعد الغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔

شَفَّةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

وَمَتَاعَهُ عَلَى قَلْبِ إِلا مَا وَفَى اللّٰهُ: مسافر خود اور اس کا مال و متاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اِلا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔ المَقْتَلَةُ: جائے تلف و ہلاکت۔

ق ل ح - القَلْحُ: (قاف اور لام مفتوح)

دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَفْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د - الفِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلْدَهُ، فَتَقَلَّدَهُ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِيدٌ مشتق ہے۔ یعنی التقلید فی الدین: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِيدُ الوَلَاةِ الأَعْمَالِ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔

تَقْلِيدُ البَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں فلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار

ظَلَّ قَالِصٌ: گھٹتا ہوا سایہ۔

الْقَلْوَصُ مِنَ النُّوقِ: نوجوان اونٹنی جو بجز لہ دو شیرہ ہوتی ہے۔ اس کی جمع قَلْوَصٌ ہے۔ (قاف اور لام دونوں مضموم) اور دوسری جمع قَلَاتِصٌ ہے۔ اس کی مثال قَدْوَمٌ قَدَمٌ اور قَدَانَمٌ ہے اور الْقَلْبُصُ کی جمع قِلَاصٌ ہے۔

ق ل ع - قَلَعُ الشُّيْءِ: اس نے چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ انْقَلَعُ: وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔

قَلَعَهُ تَقْلِيْعًا فَتَقَلَعُ: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑا تو وہ اکھڑ گیا۔

الاقْلَاعُ عَنِ الْأَمْرِ: کسی کام سے رک جانا۔ کہا جاتا ہے: أَقْلَعَ عَمَّا كَانَ عَلَيْهِ: اس نے اپنا وطیرہ بدل لیا۔

أَقْلَعَتْ عَنْهُ الْحُمَى: اس کا بخارا تارا گیا۔ الْقَلْعُ بَرُوزِن الْقَطْعُ: ایک معدنی دھات جس سے اچھا سیسہ منسوب ہوتا ہے۔

الْقَلْعَةُ: پہاڑ پر واقع قلعہ۔ الْقَلْعَةُ: بَرُوزِن الْجُرْعَةُ: ادھار لیا ہوا مال۔ مانگے کا مال۔ حدیث شریف میں ہے: بِئْسَ الْمَالُ الْقَلْعَةُ: مانگے کا مال بُرا ہوتا ہے۔

الْمِقْلَاعُ: (میم کسور) فلاخند۔ وہ آلہ جس کے ذریعے پتھر پھینکا جاتا ہے۔

الْقَلَاغُ: (قاف مفتوح لام مشدّد) پولیس کا سپاہی۔ حدیث شریف میں ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَلَاغٌ: سپاہی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ الْقَلَاغُ (قاف مضموم اور لام مخفف) مٹی جس میں سے پانی خشک ہو جانے کے بعد چاق پڑ جائیں یعنی جو مٹی پھٹ جائے۔ اس مٹی کے ایک ٹکڑے کے ڈھیلے کو قَلَاغَةٌ کہتے ہیں۔

الْقَلَاغَةُ: وہ پتھر اور ڈھیلا جو زمین میں سے اکھاڑ لیا جائے۔ اور کسی پر پھینکا جائے، کہا جاتا ہے کہ رَمَاهُ بِقَلَاغَةٍ: اس نے اسے پتھریا ڈھیلا مارا۔

الْقَلِيعُ: (قاف کسور) بادبان۔ اس کی جمع قِلَاغٌ ہے۔

سُفْنٌ مُقْلَعَاتٌ: (لام مفتوح) بادبانوں والی کشتیاں۔

ق ل ف - رَجُلٌ أَقْلَفٌ: ایسا آدمی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔ الْقَلْفَةُ: (قاف مضموم) حشفہ کی کھال۔

قَلَفَهَا النِّخَائِنُ: ختنہ کرنے والے نے (حشفہ کی کھال کو) کاٹ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ عربوں کا یہ خیال ہے یا تھا کہ جو بچے چاندرات میں پیدا ہوں ان کے حشفہ کی کھال سخت ہوتی ہے۔ اور یوں لگتا ہے جیسے اس کا ختنہ ہو چکا ہو۔

ق ل ق - الْقَلِقُ: قلق، بے چینی۔

قَدْ قَلِقَ: وہ بے چین ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اسم فاعل قَلِقٌ ہے بمعنی بے چین اور بے قرار۔ کہا جاتا ہے کہ: بات



ہے اور نہ زیادہ یعنی کچھ بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: الرَّبَّاءُ وَإِنْ كَثُرَ فَهَوَّ إِلَى قُلٍّ: سود کا مال کتنا ہی زیادہ کیوں ہی نہ ہو اس کا انجام گھانا ہے۔

القُلَّةُ: پہاڑ کی چوٹی۔

قُلَّةٌ كُلُّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اوپر کا حصہ یا چوٹی۔

رَأْسُ الْإِنْسَانِ قُلَّةٌ: انسان کا سر اس کا قُلَّةٌ ہے۔ اس کی جمع قُلُلٌ ہے۔

القُلَّةُ: عربوں کے ہاں ایک برتن ہے جو بڑے مٹکے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی جمع قُلُلٌ اور قِلَالٌ ہے۔

اسْتَقْلَهُ: اس نے اسے قلیل یعنی کم خیال کیا۔

اسْتَقْلَ الْقَوْمُ: قوم چلی گئی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی۔

قَلَقَهُ قَلَقَةً وَقَلَقَالًا فَتَقَلَّقَ: اس نے اسے حرکت دی تو اس میں حرکت آگئی یا اس نے حرکت کی۔ اگر اس میں قاف کو کمسور

کریں تو پھر یہ لفظ مصدر بن جائے گا اور اگر اسے مفتوح کریں تو یہ اسم ہوگا۔ اس کی

مثال الزَّلْزَالُ اور الزُّلْزَالُ ہے۔

ق ل م - قَلَمٌ ظُفْرَةٌ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَلَمٌ أَظْفَارَةٌ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ لام کو مشدّد: کثرت کے لئے کیا گیا۔

فَلَانَ قَلَقًا: فلاں رات بھر بے چین رہا۔ أَقْلَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بے چین کر دیا۔

ق ل ل - شَيْءٌ قَلِيلٌ: تھوڑی چیز۔ اس کی جمع قُلُلٌ ہے اس کی مثال سَرِيْرٌ کی جمع سُرُرٌ ہے۔

قَوْمٌ قَلِيلُونَ: (تھوڑے سے لوگ) اور صرف قَلِيلٌ بھی۔ قول خداوندی ہے:

وَإِذْ كُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ: وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑی تعداد میں تھے تو اللہ نے تمہاری تعداد میں کثرت کر

دی۔ قَلَّ الشَّيْءُ يَقِلُّ: (قاف کمسور) چیز کم ہو گئی۔

قِلَّةٌ: کم ہونا۔ أَقْلَهُ غَيْرٌ: کسی اور نے اسے کم کر دیا۔

قَلَّلَهُ كَمَا مَعْنَى يَحِيءُ: اسے وہ کم دکھائی دیا۔ أَقْلٌ: وہ نادار اور فقیر ہو گیا۔

أَقْلُ الْجَرَّةِ: وہ مٹکے کو اٹھاسکا، یا اس نے مٹکا اٹھا لیا۔

الْقُلُّ اور الْقِلَّةُ: قلت اور کمی، اس کی مثال الزُّلُّ اور الدِّلَّةُ ہے۔ کہا جاتا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى الْقُلِّ وَالْكَثْرِ: کسی اور بیشی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

مَسْأَلَةُ قُلٍّ وَلَا كُثْرٍ: اس کے پاس نہ کم

قَالِي قَالًا: ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ دو اسم ہیں جن کو ایک بنا دیا گیا ہے۔ اور دونوں کا آخر ساکن ہے۔

ق م ح - الْقَمْحُ: گیہوں گندم۔

الإقْمَاحُ: سرائٹھانا اور نظر جھکانا۔ کہا جاتا ہے: اقْتَمَحَهُ الْعُلُ: بیڑی کی تنگی کے باعث اس نے سرائٹھا رکھا۔

ق م ر - الْقَمْرُ: چاند۔ قمری مہینے کی تین تاریخ سے لے کر مہینے کے آخر تک چاند کو اس کی سفیدی کی وجہ سے قمر کہتے ہیں۔ الْقَمْرُ کا معنی برف کی وجہ سے آنکھ کا چندھیانا بھی ہے۔

قَدْ قَمِرَ الرَّجُلُ: آدمی کی نظر چندھیان گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ الْقِمَارُ الْمُقَامَرَةُ وَتَقَامَرُوا: جو اھیلنا۔

قَامَرَهُ فَقَمَرَهُ: اس کا باب ضَرْب ہے۔ اور معنی اس نے اس کے ساتھ جو کھیلا تو جیت گیا۔

قَامَرَهُ فَقَمَرَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے جوئے میں اپنا فخر جتایا تو اس نے اس پر غلبہ پایا۔ اس کا باب نَصَوَ ہے۔

عُودُ قَمَارِي: (قاف مفتوح) ہندو سنر کی ایک جگہ قمار سے منسوب لکڑی۔

القَمْرِي: ایک پرندے قمر سے منسوب۔

قَمْرٌ بوزن حَمْرٍ ہے۔ أَقَمْرٌ: زیادہ سفید۔ روٹن۔ یہ لفظ قمری کی جمع بھی

القَامَلَةُ: (قاف مضموم) تراشنے کے ریزے اور ترالٹھے۔

القَلَمُ: قلم جس سے لکھا جاتا ہے۔ القَلَمُ کا معنی زَلَمَ بھی ہے یعنی کم کرنا۔

الإقْلِيمُ: ولایت۔ اس کی جمع أَقَالِيمُ السَّبْعَةُ: ہفت اقلیم ہے۔

المِقْلَمَةُ: قلمدان۔

أَبُو قَلْمُونٍ: رومی پڑے کی ایک خاص قسم جو دیکھنے میں مختلف رنگوں کا نظر آتا ہے۔

ق ل ا - قَلَا السَّوِيقَ وَاللَّحْمَ: اس

نے ستور اور گوشت کو پکایا۔ اس کا اسم مفعول مَقْلِيٌّ اور مَقْلُوٌّ ہے یعنی پکا ہوا۔ اس کا باب زَمِيٌّ اور عَدَا ہے اور پکانے والے کو قَلَاءٌ کہتے ہیں۔

القَلِيَّةُ مِنَ الطَّعَامِ: پکا ہوا کھانا۔ اس کی جمع قَلَايَا ہے۔

المِقْلِيُّ اور المِقْلَاةُ: کڑائی۔ وہ برتن جس میں پکایا جائے۔ ان دونوں کو مِقْلِيَّانِ کہتے ہیں۔ اس کی جمع المَقَالِي ہے۔

القَلِي: بغض۔ کہتے ہیں قَلَاءَهُ يَقْلِيهِ قِلَى وَقَلَاءٌ: (قاف مفتوح اور الف ممدود) اس نے اس سے بغض رکھا۔

بِقَلَاءَةٍ: یہ اسی لفظ کا قبیلہ طے کا لہجہ ہے۔

القَلِيُّ: ترش گھاس کو جلا کر بنائی ہوئی کھار یا بچی۔

جھولے میں بچے کو رسی سے باندھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

القِمَطُ: (قاف مکسور) رسی جس سے جھونپڑے کی کھجور کی ٹہنیاں باندھی جاتی ہیں۔ اسی سے حدیث میں وارد مَعَاقِدُ القِمَطِ کا لفظ ماخوذ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری حدیث شریح نے ایک جھونپڑی کی ملکیت کا فیصلہ اس شخص کے حق میں دیا جس کے مکان کے ساتھ اس جھونپڑی کی رسیاں بندھی تھیں۔ اس حدیث میں وارد مَعَاقِدُ قِمَطٍ قاف اور میم دونوں مضموم ہیں۔ قِمَطُہ کا معنی وہ رسیاں ہیں جن سے کھجور کے پتے اور اس کی ٹہنیاں وغیرہ باندھی جاتی ہیں۔

ق م ط ر - یَوْمٌ قِمَطِرٌ: سخت مشکل دن۔ القِمَطِرُ بروزن الہمز بَرٌ اور القِمَطِرَةُ کتابیں محفوظ رکھنے کا تھیلہ یا بستہ۔ اس لفظ میں تشدید نہیں ہے۔ اس لفظ کی مناسبت سے یہ ایک شعر پڑھا جاتا ہے۔ یا زبان زد ہے۔ لَيْسَ الْعِلْمُ مَا يَعْبَى الْقِمَطِرُ، مَا الْعِلْمُ إِلَّا مَا وَعَاه الصُّدْرُ: علم وہ نہیں ہے جو بستے یا تھیلے میں بند ہو۔ بلکہ علم تو وہ ہے جو سینوں میں سایا ہوا ہو۔

ق م ع - المِقْمَعَةُ: (میم مکسور) اس کی جمع المقامع ہے۔ لوہے کا ہتھوڑا یا ہاتھی

ہے۔ اس کی مثال رُومِی اور رُوم ہے۔ اس کی مؤنث قُمْرِيَّة ہے۔ اور مذکر ساق حِر ہے۔ اس کی جمع قَمَارِيٌّ ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔

لَيْلَةُ قُمْرَاءُ: چاندنی رات۔ اَقْمَرْنَا: ہم پر چاند طلوع ہوا۔

ق م ہ س - قَامُوسٌ: سمندر۔ اس کا وسط اور اس کا اکثر حصہ۔ اس کا ذکر حدیث میں مدو جزیرین ہے

ق م ش - القَمِشُ: ادھر ادھر سے چیزیں اکٹھی کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ذَلِكَ الشَّيْءُ قَمَاشٌ: یہ ادھر ادھر سے اکٹھی کی ہوئی چیز ہے۔

قَمَاشُ الْبَيْتِ: گھر کا ساز و سامان۔

ق م ص - القَمِيصُ: کرتے یا قمیص۔ جسے پہنا جاتا ہے۔ اس کی جمع القَمِصَانُ اور الأَقْمِصَةُ ہے۔ قَمِصَةٌ قَمِيصًا فَتَقَمِصَةُ: اس نے اسے قمیص پہنادی تو اس نے پہن لی۔

ق م ط - القِمَاطُ: (قاف مکسور) وہ رسی جس سے بکری کی ٹانگیں ذبح کرتے وقت باندھی جاتی ہیں۔ نیز جس سے بچے کو پنگھوڑے یا جھولے میں باندھ کر رکھا جاتا ہے۔

قَمَطُ الشَّاةِ وَالصَّبِيِّ بِالْقِمَاطِ: اس نے ذبح کرتے وقت بکری کی ٹانگوں کو اور

الْقَمَامَةُ: کوڑا کرکٹ اس کی جمع قمام ہے۔  
تَقَمَّم: کوڑے کرکٹ میں چیزیں تلاش  
کیں۔ قَمَقَمَ اللّٰهُ عَصَبَهُ: اللہ نے  
اسے لپیٹ لیا۔ جمع کیا اور قبضے میں کر لیا۔  
الْقَمُقَمَةُ: تانے کا ایک برتن جس کے دو  
دستے ہوتے ہیں۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ  
لفظ رومی ہے۔

ق م ن: کہا جاتا ہے: اَنْتَ قَمَنَّ اَنْ  
تَفْعَلَ كَذَا: تو اس بات کا اہل ہے کہ ایسا  
کرے۔ (میم مفتوح) اس کا نہ تشنیہ یا جمع  
کا صیغہ ہے اور نہ مؤنث کا۔ البتہ اگر میم کو  
مکسور کریں یا قَمِیْن بنا لیں تو پھر اس کا  
تشنیہ اور جمع کا صیغہ بن سکتا ہے۔

ق ن ا - اَحْمَرُ قَانِيءٌ: گہرے سرخ  
رنگ کا۔ اس کا باب خَصَّع ہے۔

ق ن ت - الْقُنُوتُ: اس کی اصل طاعت  
اور فرماں برداری ہے۔ چنانچہ قول خداوندی  
ہے: وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ: فرماں  
بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔ بعد میں  
اس کا معنی نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ  
قیام ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَفْضَلُ  
الصَّلَاةِ طَوْلُ الْقُنُوتِ: افضل نماز لمبا  
قنوت ہے۔ اسی سے وتر میں قنوت ماخوذ  
ہے۔ ان تمام کا باب دَخَلَ ہے۔

ق ن د - الْقَنْدُ: چینی، کھانڈ، کہا جاتا ہے  
سَوِيْقٌ مَقْنُوْدٌ وَمَقْنَدٌ: چینی ملے سٹو۔

کے سر پر مارنے والا لوہے کا آنکس ہے۔  
قَمَعَةٌ: اس نے اسے آنکس سے مارا۔  
قَمَعَةٌ اور اَقَمَعَةٌ: اس نے اسے سختی کی اور  
اسے ذلیل کیا۔ فَاَنْقَمَعَ تُوهُ قَابُوْا اَغْيَا يَا  
ذَلِيْلٌ ہوا یا مغلوب ہوا۔

الْقِمْعُ: (میم ساکن اور مفتوح) قیف جس  
کے ذریعے تیل وغیرہ کسی برتن میں ڈالتے  
ہیں۔

الْقَمْعُ بَرُوْزِنُ السَّمْعِ: اس کا ایک لہجہ  
ہے۔  
الْقِمْعُ وَالْقِمِيعُ: نیم پختہ اور پختہ کھجور کی  
ڈنڈی۔

ق م ل - الْقَمْلُ: جو میں۔ اس کا واحد  
الْقَمْلَةُ ہے۔

قَمْلٌ رَأْسُهُ: اس کے سر میں جو میں پڑ  
گئیں۔ اس کا باب طَرَب ہے۔  
الْقَمْلُ: چچڑی جو اونٹ کے کمزور ہونے  
پر اس کے بدن میں لگ جاتی ہے۔

ق م م - الْقِمَّةُ: (قاف مکسور) انسان کا قد  
و قامت۔ کہا جاتا ہے: هُوَ حَسَنُ الْقِمَّةِ  
او لِقَامَةِ: وہ اچھے قد و قامت کا آدمی  
ہے۔

الْقِمَّةُ وَالْقَمَامَةُ: لوگوں کی جماعت یا  
گروہ۔

الْقِمَّةُ: چوٹی۔ سر کی چوٹی یعنی سب سے  
اوپر کا حصہ۔ اسی طرح ہر چیز کی چوٹی۔

ق ن دل - الْقِنْدِيلُ: ایک قسم کا چراغ۔  
اس کا وزن فَعْلِيلٌ ہے۔  
قِنْسُرُونَ: دیکھے بذیل مادہ 'ق ن س ر'۔  
ق ن ص - الْقَانِصُ وَالْقَنِيصُ: اور  
القنص: (قاف مفتوح دونوں مشدّد)  
شکاری۔

القنص: قیت پر راضی اور شاکر رہنا۔  
اس کا باب سَلِمٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِيعٌ  
اور قَنُوعٌ ہے۔

أَقْنَعَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز نے اسے راضی  
کر لیا۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ: إِنَّ  
القنُوعَ قَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى مِرْضَا  
وَالقنَاعِ بِمَعْنَى الرّاضِي، قناعت کا معنی  
رضا بھی ہو سکتا ہے اور قانع کا معنی راضی۔

انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے:  
وَقَالُوا الْقَدْ نُهَيْتَ قُلْتُ كَلَّا  
وَلَكِن أَعَزَّنِي الْقنُوعُ  
”لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تو متکبر ہو گیا  
ہے۔ تو میں نے کہا ہرگز نہیں، ایسا نہیں  
ہے۔ لیکن مجھے قناعت نے عزت بخشی  
ہے۔“

لبید کا شعر ہے:

فَمِنْهُمْ سَعِيدٌ آخِذٌ بِنَصِيْبِهِ  
وَمِنْهُمْ شَقِيٌّ بِالْمَعِشَةِ قَانِعٌ  
”لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو  
خوشحال ہیں اور اپنی قسمت لئے ہوئے  
ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کم نصیب اور  
نادار ہیں لیکن اپنی روزی پہ قانع ہیں۔“

القَنِيصُ: شکار۔ یہی معنی الْقَنَصُ  
(قاف اور نون دونوں مفتوح) کا ہے۔

قَتَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔ اس کا  
باب ضَرَبَ ہے۔

اَقْتَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔

اَتَقَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔

القَانِصَةُ: پونا۔ اس کی جمع قَرَانِصٌ ہے۔  
پرندوں کے علاوہ دوسروں کے لئے اس  
کے بدلے مَصَارِينُ کہا جاتا ہے۔

ق ن ط - القنوط: مایوسی اور ناامیدی۔  
اس کا باب جَلَسَ، دَخَلَ، طَرَبَ اور  
سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِطٌ ہے۔

قَنُوطٌ اور قَانِيطٌ ہے۔ قرآن کی آیت کو: لَا  
تَكُنْ مِنَ الْقَنِيطِينَ بَجَائِ الْقَانِطِينَ  
بھی پڑھا گیا ہے۔ البتہ قَنَطٌ يَقْنِطُ  
(دونوں میں نون مفتوح) اور قَنِيطٌ يَقْنِيطُ  
(دونوں میں نون مکسور) تو یہ جمع بیمن  
الغثیق ہے۔

ق ن ع - القنوع: سوال کرنا۔ عاجزی اور  
انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس

ق ن ع - القنوع: سوال کرنا۔ عاجزی اور  
انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس

ق ن ع - القنوع: سوال کرنا۔ عاجزی اور  
انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس

ق ن ع - القنوع: سوال کرنا۔ عاجزی اور  
انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس

ہوں۔ پھر اس کی جمع اَقْنَةٌ ہوگی۔

القنّة: پہاڑ کی چوٹی (قاف مضموم)۔ اس کی مثال القلّة ہے۔ اور القنّة کی جمع قنّانٌ ہے۔ اس کی مثال بُؤْمَةٌ اور ہِرَامٌ ہے۔ جمع کے دوسرے صیغے قنن اور قنّات ہیں۔

القنّینة: (قاف کسور اور نون مشدّد) بوتل جس میں شراب ڈالی جاتی ہے۔ اس کی جمع قنّانی ہے۔

القَوّالین: قانون اس کا واحد ہے۔ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

ق ن ا - قنّوت الغنم: وغیرہ۔ قنّوة اور قنّیتھا قنّبة بھی۔ (قاف کسور اور مضموم) تم نے بھیڑ بکریاں اپنے لئے رکھیں یا پالیں نہ کہ تجارت کے لئے۔

اقتناء المال: وغیرہ۔ مال و دولت جمع کرنا۔ مثل ہے: لَا تَقْتَنِي مِنْ كَلْبٍ سُوءٍ جَرَوْا: بدسل برے کتے کا پلانہ پال۔

قنّی الرّجل (قاف کسور) قنّی بروزن رضاً: وہ مالدار ہو گیا یا مطمئن اور راضی ہو گیا۔

اَقْنَاهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے اسے مالدار کر دیا۔ اَقْنَاهُ کا معنی یہ بھی ہے: اس نے اسے راضی کر لیا۔

القنّی: رضا۔ عربوں کے ہاں بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَنْ أُعْطِيَ مَانَةً مِنْ

مثل مشہور ہے: خَيْرُ الْغِنَى الْقِنُوعُ منکر افقر الخضوع: بہترین دولت مندی قناعت ہے اور بدترین ناداری عاجزی ہے۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ گداگر کو اس لئے قانع کہا جاتا ہے کہ اسے جو کچھ ملے اس پر راضی ہو جاتا ہے وہ تھوڑا ہوا یا بہت وہ اسے قبول کرتا ہے رد نہیں کرتا۔ لہذا دونوں کلمات کا معنی رضا پر دلالت کرتا ہے المِقْنَعُ اور المِقْنَعَةُ (دونوں میں میم کسور) اوڑھنی جس سے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے۔

القِنَاعُ: پردہ۔ المِقْنَعَةُ سے زیادہ وسیع معانی رکھتا ہے۔

اَقْنَعُ رَأْسَهُ: اس نے اپنا سر اونچا کیا۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: مُقْنِعِي رُؤُوسِهِمْ: وہ سر اٹھائے ہوں گے۔

ق ن ف ذ - القنْفُذُ: (قاف مضموم و مفتوح) اس کی جمع قنْفُذٌ ہے اور معنی خار پشت۔ سیکہ۔

ق ن م - الاقْنَامُ: اصول، بنیادیں۔ اس کا واحد اقْنوم ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رومی زبان کا کلمہ ہے۔

ق ن ن - القِنُّ: غلام۔ جب وہ اور اس کے ماں باپ دونوں غلام ہوں۔ یہ کلمہ تشنیہ، جمع اور تانیث کے صیغوں میں مشترک ہے۔ ممکن ہے عبید بسینہ جمع کو اَقْنَانٌ کہتے

کے دو باب ہوتے تو وہ متنبہ کر دیتے۔ یا کسی اور عالم نے بھی اس معتل کلمات میں بیان کیا ہوتا۔ میں نہیں جانتا کہ صاحب کتاب کے علاوہ کسی اور نے اس کا ذکر کیا ہو، لہذا ممکن ہے کہ یہ سہو قلم ہو۔

القنأ: ناک کا بلند بانسہ چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَقْنَى الْأَنْفِ: بلند بانسہ اور کنگ نتھنوں والا آدمی۔

امْرَأَةٌ قَنَوَاءٌ: بلند بانسے اور تنگ نتھنوں والی عورت۔

ق ہ ر - قَهْرَةٌ: اس نے اسے مغلوب کر لیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

القَهْرِيُّ: واپس لوٹنا۔ پیچھے مڑنا۔

رَجَعَ الْقَهْرِيُّ: اس نے رجعت قہقری کر لی یا پسپائی اختیار کر لی۔ یہ پسپائی ایک مخصوص قسم کی پسپائی ہے۔

ق ہ ق ہ - القَهْقَهَةُ: قہقہہ مار کر ہنسا۔ جس سے تڑقہ کی آواز بلند نکلے۔

قَهَّ اور قَهْقَهَةٌ کا معنی ایک ہی ہے۔

القَهْوَةُ: شراب، قہوہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے بھوک جاتی رہتی ہے یعنی ختم ہو جاتی ہے۔

ق و ب - القَوْبَاءُ: (واو مفتوح اور الف

مدود) ایک مشہور بیماری داد یا چنبل۔ یہ کلمہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ اس کی جمع قَوَاتٌ بروزن غَلَبٌ ہے۔ واو پر

الضَّانَ فَقَدْ أُعْطِيَ الْغَنَى وَمَنْ أُعْطِيَ مَائَةً مِنَ الْإِبِلِ فَقَدْ أُعْطِيَ لَأْمُنَى: جسے ایک سو بکریاں دی گئیں تو گویا اسے اَنْقَنَى یعنی اطمینان و رضا بخشا گیا۔ جسے ایک سو بھیڑ دی گئی اسے غنی یعنی

مالداری دی گئی اور جسے سوا نٹ دیئے گئے تو گویا اس کی آرزو پوری ہو گئی۔ کہا جاتا ہے: اَغْنَاهُ اللَّهُ وَاقْنَاهُ: اللہ نے اسے

مالدار کر دیا اور اسے مطمئن اور راضی کر لیا۔ یعنی اللہ نے اسے وہ کچھ عطا کیا جس سے اسے سکون و اطمینان حاصل ہو۔

القِنُوءُ: انگور یا کھجور کا گچھا یا خوشہ۔ اس کی جمع القِنُوَانُ اور الاَقْنَاءُ ہے۔ القنأ (الف مقصور) القنو کا ہم معنی۔ اس کی جمع اقْنَاءُ بھی ہے۔

القنأ: نیزے۔ اس کا واحد القنأ ہے اور اس کی جمع قنَوَاتٌ اور فَعُولٌ کے وزن پر قِنِيٌّ بھی ہے۔ اور قِنَاءٌ بھی ہے جس کی

مثال جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے۔ اسی طرح القنأ: نہر جو کھودی جاتی ہے۔

أَحْمَرُ قَانٍ: گہرا سرخ۔ میرا کہنا ہے کہ مشہور اور معروف تو أَحْمَرُ قَانِيٌّ (ہمزہ کے ساتھ) ہے جیسا کہ

علمائے لغت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے حتیٰ کہ الجوهری نے بھی اسے الهمزہ کے باب کے تحت لکھا ہے۔ اگر اس کلمے

ہے کہ الْمُقِيْتُ کا معنی ایسا مقتدر ہے جو ہر شخص کو روزی دیتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيِتًا: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو روزی دینے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْمُقِيْتُ کا معنی ہے چیزوں کا حافظ و نگہبان اور شاہد و نگران۔ (واللہ اعلم)

ق و د - قَادَ الْفَرَسَ: اس نے گھوڑے کو چلایا، یا ہانکا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مَقَادَةُ (میم مفتوح) بھی۔ اور قَيْدُ وِدَّةٍ. اقْتَادُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ قَوْدَةٌ کا معنی بھی ہے۔ مشدداظہار کثرت کے لئے کیا گیا۔

الانْصِيَادُ: مطلع ہو جانا۔ کسی کے چلائے چلنا۔ کہا جاتا ہے کہ: قَادَهُ فَانْقَادَ: اس نے اسے چلایا تو وہ چل پڑا۔ اسْتِقَادًا کا معنی بھی یہی ہے۔

الْقَوْدُ: (قاف اور دال دونوں مفتوح) قصاب۔

أَقَادَ الْقَاتِلَ بِالْقَتِيلِ: اس نے مقتول کا قصاب قاتل سے لیا، یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے: أَقَادَهُ السُّلْطَانُ مِنْ أَخِيهِ: سلطان نے اسے اس کے بھائی کے قتل کے بدلے قتل کر دیا۔

اسْتَعَادَ الْحَاكِمُ: اس نے حاکم سے

حرکت کے قتل ہونے کے باعث اسے ساکن بھی کر دیا جاتا ہے۔ اگر اسے ساکن کر دیا جائے تو پھر یہ مذکر ہوگا اور منصرف ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَهُمَا قَابٌ قَوْسٌ: ان دو کے درمیان ایک قوس کا فرق یا فاصلہ ہے۔ یہاں قاب کا معنی مقدار ہے۔

الْقَابُ: کمان کے کونے سے لے کر قبضے تک۔ اس طرح ہر کمان میں دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی قبضے کے دو طرف کی دو طرفیں۔ قول خداوندی ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ: سے مراد کمان کی یہی دو اطراف ہیں۔ یعنی قَابَيْنِ ہیں جسے قلب کر کے قاب قوسین کر دیا گیا ہے۔

ق و ت - قَاتَ أَهْلُهُ: اس نے اپنے اہل و عیال کو خوراک دی یا کھانا دیا۔ اس کا باب قَالَ اور کتب ہے۔ اور اس کا اسم القَوْتُ بمعنی روزی ہے۔ اس سے مراد وہ غذا ہے جس سے انسانی بدن قائم رہتا ہے۔

قَتَهُ فَاقْتَاتَ: میں نے اسے روزی یا خوراک دی تو اس نے کھالی۔

اسْتَقْنَاتُهُ: اس نے خوراک طلب کی۔ هُوَ يَتَقَوَّتُ بِكَذَا: وہ اس طرح روزی پاتا ہے۔

أَقَاتَ عَلَى الشَّيْءِ: وہ اس چیز پر قادر ہوا۔ یا اس نے قدرت پالی۔ الْفَرَاءُ کا قول



قَالَ هُوَ قِيَاسًا بَعْضِي هُوَ۔ ان معنوں میں اَقَاسَةٌ نہیں کہتے۔

الْمِقْيَاسُ: مقدار۔

قَالَيَسَ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ: اس نے دو باتوں کے درمیان قیاس کیا۔ یعنی موازنہ کیا۔

اِقْتِاسَ الشَّيْءِ بِغَيْرِهِ: اس نے ایک چیز کو کسی اور چیز پر قیاس کیا۔

هُوَ يَقْتَأَسُ بِأَبْنَيْهِ: وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

ق و ض - قَوْضُ الْبِنَاءِ تَقْوِيضًا: اس نے عمارت کو توڑے بغیر گرا دیا۔

تَقْوَضَتِ الْحِلَقُ وَالصُّفُوفُ: حلقے اور صفیں بکھر گئیں۔

ق و ع - الْقَاعُ: ہموار اور نرم زمین کا ٹکڑا۔

اس کی جمع أَقْوَعُ، أَقْوَاعٌ اور قَيْعَانُ ہے۔ الْقَيْعَةُ کا معنی بھی وہی ہے جو الْقَاعُ کا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ الْقَيْعَةُ جمع کا

صیغہ ہے۔

قَاعَةُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔

ق و ف - قَافٍ: پہاڑ، جس کے ارد گرد زمینیں ہوتی ہوں یا زمینوں سے گھرا ہوا ہو۔

القَائِفُ: آثار کا جاننے والا۔ قِيَانُهُ شَأْسٌ۔ اس کی جمع الْقَائِفَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: قَافٌ أَثْرُهُ: اس نے اس کا نشان

پہچان لیا اور نشان پر چل پڑا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس سے مراد قَفَا أَثْرَهُ ہے۔

مطابہ کیا کہ مقتول کے بدنے قاتل کو قتل کیا جائے یعنی قاتل سے قصاص لیا جائے۔

الْمِقْسُودُ: (میم مکسور) وہ رسی جو لگام میں باندھی جاتی ہے۔ جس سے جانور ہانکا جاتا ہے۔

القَائِدُ: قائد، لیڈر، سربراہ۔ اس کی جمع القادة اور القواد بروزن التفاح ہے۔

ق و ر - قَوْرَةٌ تَقْوِيرًا: واقتورَةٌ واقتارَةٌ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے پیٹ لیا۔ یا گولائی کے رخ کاٹ لیا۔

اسی سے لفظ قَوَارَةُ الْقَمِيضِ لفظ ماخوذ ہے جس کا معنی تیس کی چندی یعنی درمیان سے کاٹنا ہوا کپڑا۔ اس میں قاف مضموم اور

واؤ مخفف ہے۔

قَوَارَةُ الْبَطِيخِ: تربوز کے درمیان سے کاٹنا ہوا حصہ۔ اَقْتَوْرَةٌ والقَتَارَةُ دونوں کا

معنی ایک ہی ہے۔ یعنی اس نے اسے گولائی کے رخ کاٹا۔

القَارُ: تارکول۔

ق و س - الْقَوْسُ: کمان۔ مذکر ومؤنث ایک جیسے۔ اس کی جمع قَيْسِيٌّ أَقْوَامٌ اور قَيْاسٌ ہے۔

قَاسَ الشَّيْءَ بِغَيْرِهِ وَعَلَى غَيْرِهِ فَاِنْقَاسٌ: اس نے چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا تو وہ قیاس پر پوری اتری، یعنی قیاس کے مطابق نکلی۔ اس کا باب بَاعَ اور

بھی ہے۔ الْقَوْلُ جمع ہے اور اس کا واحد قَائِلٌ ہے اس کی مثال رَايَعَ اور رُشِعَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: قَوْلُهُ مَا لَمْ يَقُلْ تَقْوِيلاً اور أَقْوَلُهُ مَا لَمْ يَقُلْ: اس نے اس سے کچھ کہلویا جو اس نے نہیں کہا۔ یعنی اس پر کہنے کا دعویٰ کیا۔

تَقَوْلٌ عَلَيْهِ: اس پر جھوٹ باندھا۔

إِقْتَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر حکم چلایا۔

قَاوَلُهُ فِي أَمْرِهِ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات کی۔

تَقَاوَلَا: ان دو آدمیوں نے آپس میں گفت و شنید کی۔ بعض اوقات اِقْتَالَ کا معنی قَال بھی کیا گیا ہے۔

ق و م - الْقَوْمُ: لوگ (بغیر عورتوں کے) لفظ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ زُہید کا شعر ہے:

وَمَا أَدْرِي وَلَسْتُ إِخَالُ أَدْرِي

أَقَوْمِ أَلْ حِصْنِ أَمْ نِسَاءِ

”میں نہیں جانتا اور نہ میرا خیال ہے کہ

میں جان سکوں کہ آلِ حِصْنِ مرد ہیں یا

عورتیں ہیں۔“

قول خداوندی ہے: لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ

قَوْمٍ: مرد دوسرے مردوں سے تمسخر نہ

کریں اور اس کے ساتھ ہی فرمایا: وَلَا

نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ: اور نہ عورتیں عورتوں

سے تمسخر کریں۔ (گویا قوم سے مراد صرف

ق و ل - قَالَ يَقُولُ قَوْلًا وَقَوْلُهُ وَمَقَالًا

وَمَقَالَةٌ: اس نے کہا۔ کہا جاتا ہے کہ:

كَثَرَ الْقَيْسُ وَالْقَالَ: قِيلَ وَقَالَ یعنی

بحث مباحث بڑھ گیا یا زیادہ ہو گیا۔ حدیث

شریف میں ہے: نَهَى عَنْ قَيْلٍ وَقَالَ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے قِيلَ وَقَالَ یعنی

معاملات میں کرید کرنے اور مین میخ

نکالنے سے منع فرمایا۔ اس میں قِيلَ اور قَالَ

دو لفظ ہیں۔ اور بقول عبد اللہ: ذَلِكَ

عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ: (قَوْلٌ)

الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ: اور یہ مریم

کے بیٹے عیسیٰ ہیں۔ اور یہ سچی بات ہے

جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اسی

طرح القائلۃ کا معنی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا

ہے کہ كَثُرَتْ قَائِلَةُ النَّاسِ: لوگوں کا

قِيلَ وَقَالَ یا کرید بڑھ گئی۔ قُلْتُ اصل میں

قَوْلْتُ تھا جس میں قاف مفتوح ہے۔ اس

کو مضموم کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل

متعدی ہے۔

رَجُلٌ قَوْلٌ وَقَوْمٌ قَوْلٌ: باتونی شخص

اور باتونی لوگ یعنی زیادہ باتیں کرنے

والے۔ اس کی مثال صَبُورٌ اور صُبُورٌ

ہے۔ چاہیں تو واو کو ساکن کر سکتے ہیں۔

رَجُلٌ مِقْوَلٌ وَمِقْوَالٌ وَقَوْلَةٌ وَقَوَالٌ

اور تَقْوَالَةٌ بقول الکسائی بمعنی بہت زیادہ

باتیں کرنے والا۔ المِقْوَلُ کا معنی زبان

دوسرے کا مقابلہ کیا۔  
 أَقَامَ بِالْمَكَانِ: اس نے مکان میں رہائش  
 اختیار کی۔  
 أَقَامَهُ فِي مَوْضِعِهِ: اس نے اسے اپنی  
 جگہ کھڑا کیا۔  
 أَقَامَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو قائم کیا۔ اسی  
 سے یہ قول خداوندی ہے: وَيَقِيمُونَ  
 الصَّلَاةَ: اور نماز قائم کرتے ہیں۔  
 الْمُقَامَةُ: (میم مضموم) اقامت یعنی  
 رہائش پذیر ہونا۔ اور میم مفتوح ہو تو معنی  
 مجلس ہوگا اور لوگوں کی جماعت مراد ہوگی۔  
 الْبَيْتِ الْمَقَامِ أَوْ الْمَقَامِ: دونوں کا معنی  
 اقامت ہو سکتا ہے یا دونوں کا معنی جائے  
 اقامت کیونکہ اسے قَامَ يَقُومُ سے مشتق  
 بنائیں تو پھر یہ المقام مضموم ہوگا۔ اور قول  
 خداوندی: لَا مَقَامَ لَكُمْ: کا معنی ہوگا کہ  
 تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس  
 آیت کو لا مَقَامَ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس  
 صورت میں اس کا معنی ہوگا۔ تمہارے لئے  
 یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ دوسری آیت:  
 حَسُنْتَ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا: میں مقامًا  
 کا معنی جائے اقامت یعنی جگہ ہے۔  
 الْقِيَمَةُ: قیمت۔ اس کی جمع الْقِيَمُ ہے۔  
 قَوْمَ السِّلْعَةِ تَقْوِيمًا: اس نے سامان  
 درست کیا۔ اہل مکہ کہتے ہیں: اِسْتَقَامَ  
 السِّلْعَةَ: اس نے سامان درست کیا۔ ان

مرد لئے گئے) ممکن ہے کہ اس آیت میں  
 نِسَاءً تتبع کلام کے طور پر داخل ہوا ہو۔  
 کیونکہ کسی نبی کی قوم میں تو مرد اور عورتیں  
 سب شامل ہیں۔ قَوْمُ كِي جَمْعُ اقْوَامٍ ہے  
 اور جمع الجمع اقْوَامٌ اور اقَائِمٌ ہے۔ القَوْمُ  
 مذکر و مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں  
 ہے۔ کیونکہ ایسے اسماء جمع جن کا لفظاً واحد کا  
 صیغہ نہ ہو جب وہ آدمیوں کے لئے  
 استعمال ہو تو مذکر و مؤنث دونوں طرح  
 استعمال ہوتا ہے مثلاً: الرَّهْطُ: خاندان  
 النَّفَرُ: لوگ اور القَوْمُ: قوم۔ قول  
 خداوندی ہے: وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ:  
 اور تیری قوم نے اس کی تکذیب کی۔ دوسرا  
 قول خداوندی ہے: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ:  
 حضرت نوح کی قوم نے تکذیب کی۔  
 قَامَ يَقُومُ قِيَامًا: وہ کھڑا ہوا۔  
 الْقَوْمَةُ: ایک دفعہ کھڑا ہونا۔ قوم۔  
 قَامَ بِأَمْرٍ كَذَا: وہ فلاں کام کے لئے  
 اٹھا۔

قَامَ الْمَاءُ: پانی جم گیا۔  
 قَامَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ رک گیا یا ٹھہر گیا۔  
 قَامَتِ السُّوقُ: بازار یا مارکیٹ تیز ہو گئی  
 یعنی کاروبار تیز ہو گیا۔ ان تمام کا باب ایک  
 ہی ہے۔  
 قَاوِمَةٌ: اس نے کشتی میں اس کا مقابلہ کیا۔  
 تَقَاوَمُوا: انہوں نے جنگ میں ایک

دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الإِسْتِقَامَةُ: اعتدال۔ ٹھہراؤ۔ کہا جاتا ہے: اسْتَقَامَ لَهُ الأَمْرُ: اس کا کام بن گیا۔ یا اعتدال پر آگیا یا کام سیدھا ہوا۔ قول خداوندی ہے: فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ: اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ۔ یعنی جنوں سے توجہ ہٹا کر صرف خدا کی طرف سیدھے متوجہ ہو جاؤ۔

قَوْمٌ الشَّيْءِ تَقْوِيمًا: اس نے چیز کو سیدھا کیا۔ فَهَمُّ قَوْمٍ تَوَدُّهُ سِيدْهُیْ هُوَ: لوگوں کا یہ قول کہ مَا أَقْوَمَةُ: وہ کس قدر سیدھا ہے، شاذ ہے۔ اور قول خداوندی ہے: "ذَلِكَ ذِیْنُ الْقِيَمَةِ"۔ الْقِيَمَةُ کے مونث لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ملت حنیفہ ہے جو مونث ہے۔ الْقَوَامُ: (قاف مفتوح) عدل۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا: دو انتہاؤں کے درمیان یہ اعتدال و عدل کا راستہ ہے۔

قَوَامُ الأَمْرِ: (قاف کسور) معاملہ کا نظام اور اس کا ستون۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ قِوَامٌ أَهْلِ بَيْتِهِ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کا کرتا دھرتا ہے۔ قوام کی جگہ قیام اهل بَيْتِهِ بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو گھر کے معاملات چلاتا ہو۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ

أَمْوَالِكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا: اور نابالغ بچوں کو اپنی وہ جائیدادیں سپرد نہ کرو جن کا ذمہ دار اللہ نے تم کو بنایا ہے یا جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داری بنایا ہے۔ قِوَامُ الأَمْرِ کا معنی الماک یعنی سرمایہ یا سیارا بھی ہے۔ لفظ اقوام مفتوح بھی ہے۔

قَامَةُ الإنْسَانِ: انسان کا قد کاٹھ۔ اس کی جمع قَامَاتٌ اور قِيمَةٌ ہے۔ اس کی مثال تَارَاتٌ اور قِيمَةٌ ہے۔ قَائِمُ السَّيْفِ وَقَائِمَتُهُ: تلوار کا دستہ پکڑنے کی جگہ۔

القَائِمَةُ: ٹانگ۔ اس کی جمع قوائم الدَّابَّةِ: چوپایوں کی ٹانگیں۔ الْقِيُومُ: ذات باری کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ حضرت عمرؓ نے اسے الْحَيُّ الْقَيُّومُ پڑھا ہے۔ یہ بھی الْقِيُومُ کا ایک لہجہ ہے۔

يَوْمُ الْقِيَمَةِ: قیامت کا دن۔ وَهـ الْقُوَهِيُّ: ایک قسم کا سفید کپڑا۔ الْقُوَّةُ: طاقت۔ اس کی ضد الضعف بمعنی کمزوری ہے۔ الْقُوَّةُ: اسی کی مضبوطی۔ اس کی جمع قُوَى ہے۔

رَجُلٌ شَدِيدُ الْقُوَى: لوگوں کی گرفت کرنے میں سخت مضبوط۔

ق ی ا - قَاءَ اِس کا باب بَاعَ ہے۔  
 وَاِسْتَقَاءَ (الف ممدود) وَتَقِيًا: اِس نے  
 تے کی۔ جھوٹ موٹ تے کی یا جان بوجھ  
 کرتے کی۔

ق ح ی - الْقَيْحُ: پیپ یا پَس جس میں  
 خون شامل نہ ہو، کہتے ہیں۔

قَاحُ الْقَرُحُ: زخم میں پیپ پڑگئی۔ اِس کا  
 باب بَاعَ ہے۔

قَيْحٌ تَقِيحًا اور تَقِيحٌ تَقِيحًا: پیپ بہہ  
 نکلی یا پیپ پڑگئی۔

ق ی د - الْقَيْدُ: بیڑی۔ اِس کی جمع الْقَيْوُدُ  
 ہے۔

قَيْدُ الْكِتَابِ: اِس نے لکھائی پر حرکات  
 لگادیں۔

بَيْنَهُمَا قَيْدُ رُمُحٍ: ان دو کے درمیان  
 ایک نیزے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔

قَيْدُ وَدَّةٍ: دیکھئے بذیل مادہ 'ق و د'۔

ق ی ر - الْقَيْرُ: تارکول۔

قَيْرُ السَّفِينَةِ تَقِيرًا: اِس نے کشتی پر  
 تارکول مل دیا۔

ق ی س - قَاسَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ:

اِس نے ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ  
 موازنہ کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَهُمَا

قَيْسُ رُمُحٍ: ان دو آدمیوں کے درمیان  
 ایک نیزے کے برابر فاصلہ ہے۔ قَاسَ

رُمُحٍ بھی کہا جاتا ہے۔

أَقْوَى الرَّجُلُ: وہ شخص جس کی سواری  
 بہت مضبوط ہو۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ  
 قَوِيٌّ مَقْوِيٌّ: فلاں آدمی خود بھی مضبوط ہے  
 اور اِس کی سواری بھی مضبوط ہے۔

الْقِيُّ (قاف مسمور) وَالْقَوَى وَالْقَوَاءُ:  
 (الف مقصور و ممدود) چٹیل میدان۔

مَنْزِلٌ قِوَاءٌ: تنہائی اور وحشت کی جگہ یا  
 مکان۔

قَوِيَّتِ الدَّارُ وَأَقْوَتْ: گھر خالی ہو گیا  
 یا سنا ہو گیا۔

أَقْوَى الْقَوْمُ: لوگ خالی جگہ یا دھشتا تک  
 جگہ میں آگئے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: وَمَتَاعًا  
 لِلْمُقْوِينَ: اور بھوکے لوگوں کے لئے

ساز و سامان ہے۔ کہا گیا ہے کہ الْمُقْوَى  
 کا معنی وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی زاد

راہ نہ ہو۔

قَوَى الضَّعِيفُ: کمزور آدمی قوی اور

ظاہر ہو گیا۔ (واو مسمور) اِس کا مصدر  
 قُوَّةٌ اور اِس م فاعل قَوِيٌّ ہے۔ تَقْوَى کا معنی

بھی یہی ہے۔ قَاوَاهُ فَقَوَاهُ: وہ اِس پر  
 غالب آ گیا۔

قَوَى الْمَطْرُ قَرَى: بارش رک گئی۔

الدَّجَاجَةُ تَقْوِي قَوْقَاةً وَقَيْقَاءً:  
 مرغی کڑکڑ کرتی ہے۔ یہ فَعْلَلٌ، فَعْلَلَةٌ

اور فَيْلَالًا کے ابواب میں سے ہے۔

ق ی ص - انْقَاصَتِ الْبُثْرِ: کنواں گرقی ظ - الْقَيْطُ: موسم گرما کی تپش۔

ق ی ص - اَصْمَعِي کا قول ہے کہ الْمُنْقَاضُ کا معنی الْمُنْقَعِرُ یعنی جڑوں سے کھوکھلا یا کھدا ہوا ہے اور الْمُنْقَاضُ کا معنی لبائی کے رخ پھٹا ہوا ہے اور ابو عمرو کا کہنا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔

ق ی ص - تَقَيِّطُ بِهِ: اس نے اس میں گرمیاں گزرائیں۔ ایسی جگہ کو مَقِيْطٌ کہتے ہیں۔ قَاطِ يَوْمُنَا: ہمارا آج کا دن سخت گرم ہو گیا ہے۔

ق ی ل - الْقَائِلَةُ: دوپہر۔ کہا جاتا ہے کہ:

أَتَانَا عِنْدَ الْقَائِلَةِ: وہ ہمارے پاس دوپہر کے قریب آیا۔ الْقَائِلَةُ کا معنی قیلولہ دوپہر کا آرام کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ قَالُ: اس نے قیلولہ کیا۔ اس کا باب بَاعٌ ہے۔ اور قَيْلُولَةٌ بھی۔ اور مَقِيْلًا بھی۔ اس کا اسم فاعل قَائِلٌ ہے۔

ق ی ض - انْقَاضُ الْجِدَارِ انْقِيَاضًا:

دیوار میں گرے بغیر دراڑ پڑگئی۔ یا دیوار پھٹ گئی۔

ق ی ص - انْقِصُصْ: صاد کے ساتھ اور ضاد کے ساتھ۔ دونوں حرف مخفف ہیں۔ یعنی انہیں الازہری نے نقل کہا ہے۔

ق ی ص - انْقِصُصْ: اس کا ذکر ہم نے بذیل مادہ ق ی ص کر دیا ہے۔ قَائِضَةٌ مُقَائِضَةٌ: اس نے اسے سامان کے بدلے دیا۔ یا سامان کے ساتھ تبدیل کیا۔

ق ی ص - قَيْضُ اللَّهِ تَعَالَى فَلَانًا لِفُلَانٍ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کو فلاں کے مقدر کیا یا اللہ تعالیٰ فلاں کو فلاں کے پاس لایا اور وہ اسے بخش دیا۔ قول خداوندی ہے: وَقَيِّضْنَا لَهُمْ قَرْنَآءَ: ہم نے شیطان کو ان کا ہم نشین بنا دیا۔

ق ی ص - الْقَيْلُ: دوپہر کے وقت کے پینے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: قَيْلُهُ فَتَقَيْلُ: اس نے اسے دوپہر کو پلایا تو اس نے پی لیا۔

ق ی ص - أَقَالَةُ الْبَيْعِ أَقَالَةٌ: اس نے اس کی بیع فسخ کر دی۔ شاید اسے أَقَالَةُ کی بجائے قَالَةٌ بھی کہا گیا ہے۔ اس میں شروع کا الفاظ نہیں ہے۔ لیکن یہ بہت کم مروج ہے۔

ق ی ص - اسْتَقَالَهُ الْبَيْعِ فَأَقَالَهُ آيَاهُ: اس نے

ہے۔ القین کا معنی غلام بھی ہے۔

القینۃ: لونڈی۔ وہ گانے والی ہو یا نہ ہو۔

اس کی جمع قیان ہے۔

اسے بیع فسخ کرنے کو کہا تو اس نے اسے فسخ  
کر دیا۔

قی ن - القین: لوہار۔ اس کی جمع قیون

## بَابُ الْكَافِ

ک ا ب - الْكَابَةُ: (الف ممدود) بدحالی، خستہ حالی، دکھ کے مارے افسار۔  
 قَدْ كَيْبَ: وہ دکھ کے مارے بدحال ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور كَابَةُ بروزن زَهْبَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل كَيْبٌ بمعنی دکھ کا مارا ہوا۔ امْرَأَةٌ كَيْبِيَّةٌ اور كَابَاءُ (الف ممدود) ڈکھیاری۔ اِكْتَابٌ کا بھی یہی معنی ہے۔  
 ک ا د - عَقَبَةٌ كَنُودٌ: بیچیدہ گھائی۔  
 ک ا س - الْكَاسُ: جام پیالہ، مَوْنِث ہے۔ قول خداوندی ہے: بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ بَيِّضَاءُ: شراب لطیف کے جام جو رنگ میں سفید ہوں گے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ پیالے کو تب تک کاس (جام) نہیں کہتے جب تک اس میں شراب نہ ہو۔ اس کی جمع كُؤُوسٌ ہے۔

ک ب ت - الْكَيْتُ: دور کرنا، مغلوب کرنا اور ذلیل کرنا۔ کہا جاتا ہے: كَيْتَ اللَّهُ الْعَدُوَّ: خدا دشمن کو ذلیل و مغلوب کرے اور دور کرے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ كَيْتَهُ لَوْ جِهَهُ: اللہ اسے اوندھے منہ ذلیل کرے اور پچھاڑ دے۔

ک ب ح - كَبَحَ الدَّابَّةُ: جانور کو لگام کھینچ کر روک لینا تا کہ وہ رک جائے اور آگے نہ چلے۔ لگام دینا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
 ک ب د - الْكَيْدُ: اور الْكَيْدُ بروزن كَيْدٌ اور كَيْدٌ: کلیجہ۔ اس کی جمع اَكْبَادٌ ہے۔ اسے باء ساکن کر کے كَيْدٌ بروزن فَلَسٌ بھی کہتے ہیں۔ جس طرح فَحِذٌ كَوْفَحِذٌ کہتے ہیں۔ كَيْدُ السَّمَاءِ: آسمان کا وسط۔ الْكَيْدُ (کاف

ک ب ب - كَبَّ اللَّهُ بِوَجْهِهِ فَأَكْبَّ: ہو علی وَجْهِهِ: خدا نے اسے اوندھا کر دیا تو وہ اوندھا ہو گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہ تادر اور شازبات ہے کہ کوئی فعل فَعَلَ کے وزن پر متعدی ہو اور أَفْعَلَ کے وزن پر لازم ہو۔ كَبَّ كَبَّ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے:

ک ب ب - كَبَّ اللَّهُ بِوَجْهِهِ فَأَكْبَّ: ہو علی وَجْهِهِ: خدا نے اسے اوندھا کر دیا تو وہ اوندھا ہو گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہ تادر اور شازبات ہے کہ کوئی فعل فَعَلَ کے وزن پر متعدی ہو اور أَفْعَلَ کے وزن پر لازم ہو۔ كَبَّ كَبَّ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے:

ک ب ب - كَبَّ اللَّهُ بِوَجْهِهِ فَأَكْبَّ: ہو علی وَجْهِهِ: خدا نے اسے اوندھا کر دیا تو وہ اوندھا ہو گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہ تادر اور شازبات ہے کہ کوئی فعل فَعَلَ کے وزن پر متعدی ہو اور أَفْعَلَ کے وزن پر لازم ہو۔ كَبَّ كَبَّ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے:



یہی معنی ہے الْكِبْرِيَاء (کاف مکسور اور الف ممدود) کا ہے۔ كِبْرُ الشَّيْءِ (کاف مکسور) چیز کا بڑا حصہ۔ اس لفظ کا یہی معنی قول خداوندی: وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ: میں نے لوگوں کے اس قول: هُوَ كَبِيرٌ قَوْمِهِ: (کاف مضموم کا معنی یہ ہے وہ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں جدا علی کے زیادہ قریب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: السَّوْلَاءُ لِلْكَبِيرِ: ترکہ خاندان کے بڑے آدمی کو ملے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی فوت ہو جائے اور ایک بیٹا اور پوتا چھوڑ مرے اس کی وراثت بیٹے کو ملے گی اور پوتے یعنی بیٹے کے بیٹے کو نہیں ملے گی۔

الْكَبِيرُ: (کاف اور باء مفتوح) فارسی سے معرب ہے اور معنی ہے ایک خاردار درخت یا جھاڑی۔

الْكُبْرَى: الْاَكْبَرُ کی مؤنث۔ اس کی جمع كُبْرُ (باء مفتوح) ہے۔ اور الْاَكْبَرُ کی جمع الْاَكْبَابُ اور الْاَكْبُرُونَ ہے۔ اسے كُبْرٌ نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ خاص طور پر صفت کے لئے بنا ہے جس طرح الْاَحْمَرُ اور الْاَسْوَدُ ہے۔ لیکن اَحْمَرُ کی طرح اَكْبَرُ کو بطور صفت استعمال نہیں کر سکتے اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ: هَذَا رَجُلٌ اَكْبَرٌ: تا آنکہ اس کے بعد مِئِنَہ

اور باء دونوں مفتوح) سختی اور مشقت۔ قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ: بے شک ہم نے انسان کو سختی اور مشقت میں پیدا کیا۔

كَبَدُ الْاَمْرِ: اس نے کام کی شدت اور سختی کو جھیلنا۔ الْكَبَادُ: (کاف مضموم) کلیجے کی درد۔ حدیث شریف میں ہے: الْكَبَادُ مِنَ الْعَبِّ: کلیجے کا درد غناغٹ پانی پینے سے ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا قول: تُضْرِبُ اِلَيْهِ الْكَبَادُ الْاَيْلِ: علم وغیرہ کی تلاش میں اس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

ک ب ر - كَبِيرٌ: وہ بڑا ہو گیا۔ یعنی اس کی عمر بڑھ گئی۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے اور مَكْبِرٌ ابروزن مَجْلِسٌ بھی کہا جاتا ہے: عَلَاهُ الْمَكْبِرُ: اس پر بڑے ہونے کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا اسم الْكَبِيرَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَتْهُ كَبِيرَةٌ: اس پر بڑا ہونے کے آثار ظاہر ہیں۔

كَبِيرٌ يَكْبُرُ: وہ بڑا ہو گیا (باء مضموم) كَبِيرٌ ابروزن عِنَبٌ اس کا اسم فاعل كَبِيرٌ ہے اور كُبَارٌ (کاف مضموم) ہے۔ اور جب فعل میں افراط کا اظہار مقصود ہو تو كُبَارًا کہا گیا ہے۔ اس میں باء مشدّد ہے۔

الْكِبْرُ: (کاف مکسور) عظمت، بڑائی،

دوتا کہ کوئی اور شخص اسے خریدے تو پھر تم حق  
شفعہ کا دعویٰ کر کے خرید لو، ایسا کرنا مکروہ  
ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت  
کردہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

ک ب ا - کَبَا لَوْ جِهِيهِ: وہ منہ کے بل  
رگرا۔ اس کا اسم فاعل کَاب ہے۔  
كَبَا الزُّنْدُ: چمقناق نے آگ نہیں دی۔  
ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔

ک ت ب - كَتَبَ: كَتَابًا وَ كِتَابَةً:  
اس نے لکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
الْكِتَابُ کا معنی فرض، حکم اور تقدیر بھی  
ہے۔

الْكَاتِبُ: عربوں کے ہاں اس کا معنی  
عالم ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: أَمَّ  
عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ: یا ان کے  
پاس غیب کا علم ہے جو اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔  
الْكَتَابُ: (کاف مضموم اور تاء مشدّد)  
لکھنے والے لوگ۔

الْمَكْتُبُ: لکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع  
الْكَتَائِبُ اور الْمَكَاتِبُ ہے۔

الْكَيْبَةُ: فوج یا فوجی دستہ۔  
اِكْتَتَبَ: اس نے لکھا۔ اِكْتَتَبَ کا معنی  
یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو سلطان  
کے دیوان میں درج کرایا۔

المُكْتَبُ: بروزن المُخْرِجُ: جو  
کتابت سکھاتا ہو۔

لگایا جائے۔ یا اس پر الف لام نہ داخل کیا  
جائے۔ لوگوں کے اس قول: تَوَارَثُوا  
الْمَجْدَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ: یکے  
بعد دیگرے اپنے بزرگوں سے ورثے میں  
حاصل کی۔ اَكْبَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
بڑا سمجھا، یا کہا۔

التَّكْبِيرُ: تعظیماً کسی کو بڑا سمجھنا یا اس کی  
تعظیم کرنا۔

التَّكْبُرُ وَالْاِسْتِكْبَارُ: بڑائی۔ گھمنڈ۔  
لوگوں کا یہ قول: اَعَزُّ مِنْ الْكِبْرِيَّتِ  
الْاِحْمَرُ: خالص سونے سے زیادہ قیمتی۔  
دوسرے قول: اَعَزُّ مِنْ بَيْضِ الْاُنُوقِ:  
شکرے کے انڈوں سے زیادہ نایاب کی  
طرح ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: ذَهَبٌ  
كِبْرِيَّتٍ: خالص سونا۔

ک ب س - الْكِبَاسَةُ: (کاف مکسور)  
انگور کے گچھے کی طرح کھجور کا گچھا یا خوشہ۔  
الْكَائِيُوسُ: رات کو بے ہوشی کا دورہ۔ کہا  
جاتا ہے کہ انسان پر یہ دورہ مرگی سے پہلے  
پڑتا ہے۔

ک ب ش - الْكَبْشُ: مینڈھا۔ نر بھیڑ۔  
اس کی جمع اَكْبَاشُ اور اَكْبِشُ ہے۔  
كَبْشُ الْقَوْمِ: قوم کا سردار۔

ک ب ل - الْمُكَابِلَةُ: تمہارے پڑوس  
میں کوئی مکان بک رہا ہو اور تمہیں اس مکان  
کی ضرورت ہو۔ تم خود اسے خریدنا مؤخر کر

اس کی جمع الِکْتِافِ ہے۔

کَنْفَهُ بِالِکْتِافِ: اس نے رسی سے اس کے ہاتھ لٹے باندھ لئے۔ یعنی پشت کی طرف۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

ک ت ل - الِکْتَلَةُ: بگڑا۔ گوند وغیرہ کا گھٹا ہوا ٹکڑا۔

الْمِکْتَلُ: زنبیل کی طرح کا تھیلا جس میں پندرہ صاع چیز سمائی ہو۔

الْمِکْتَلُ: (تاء مشدّد) کوتاہ قد۔

التَّکْتَلُ: چلنے کا ایک خاص انداز۔

ک ت م - کَتَمَ الشَّيْءُ: اس نے چیز چھپالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور کَتَمَانًا (کاف کسور) بھی۔

اِکْتَمَمَهُ: اس نے اسے چھپایا۔

سِرٌّ کَاتِمٌ: پوشیدہ راز۔

مُکْتَمٌ: چھپانے میں مبالغہ کرنے والا۔

اسْتِکْتَمَهُ سِرًّا: اس نے اسے اس کا

بھید چھپانے کو کہا۔ کَاتَمَهُ سِرًّا: اس

نے اس کا راز یا بھید چھپایا۔ رَجُلٌ کَتَمَهُ

بروزن هَمْزَةً: اپنا راز چھپانے والا

آدمی۔ اَلْکَتْمُ: ایک پودا یا گھاس جسے

وسمہ کے ساتھ ملا کر خضاب میں استعمال کیا

جاتا ہے۔

ک ت ن - اَلْکِتَانُ: بریشم۔

ک ت ب - اَلْکَثِيبُ مِنَ الرَّمْلِ

الْمُجْتَمَعُ بِدَيْتِ الْاَنْهَادِ هَيْرٍ۔

اِسْتَكْتَبَهُ الشَّيْءُ: اس نے اس سے لکھ کر دیئے کو کہا۔

المُكَاتِبَةُ وَالتَّكَاتِبُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی غلام کا مالک کی شرط پوری کرنے پر آزاد ہونے کا معاہدہ۔

المُكَاتِبُ: وہ غلام جو مالک کو ایک معین قیمت ادا کرنے کی شرط پر آزادی حاصل کرے۔

ک ت ع - کُتِعَ: اس کا واحد کُتْعَاءُ ہے۔ مؤنث کی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: اسْتَرَيْتُ هَذِهِ الدَّارَ جَمْعَاءَ كُتْعَاءَ: میں نے یہ گھر

سارے کا سارا خرید لیا ہے۔ اور زَائِنَةٌ

أَخْوَاتِكَ جُمِعَ كُتْعَ: میں نے تیری

سب کی سب بہنوں کو دیکھا۔ اور زَائِنَةٌ

الْقَوْمَ أَجْمَعِينَ اِکْتَعَيْنَ: میں

نے سب کے سب لوگوں کو دیکھا۔ تاکید

کے لئے لفظ کُتِعَ کو لفظ جُمِعَ سے پہلے

نہیں لایا جاتا اور نہ ہی اس لفظ کُتِعَ کو

اکیلے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جُمِعَ

کے اتباع میں آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ

لوگوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: اَتَى

عَلَيْهِ حَوْلٌ كَثِيعٌ: یعنی اس پر پورا ایک

سال گزر گیا۔

ک ت ف - اَلْکَتِفُ: اور اَلْکِتْفُ:

کندھا۔ اس کی مثال کَبِدَةٌ اور کَبْدَةٌ ہے۔

مال اور زیادہ مال، ہر دو پر اللہ کا شکر ہے۔

یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

القِلُّ والكِثْرُ: (مضموم وکسور) دونوں

تلفظ درست ہیں۔

التَّكَاثُرُ: کثرت میں باہم مقابلہ۔

الْكَوْثَرُ مِنَ الرِّجَالِ: لوگوں میں کثیر

الخیرِ فِخْص۔

الْكَوْثَرُ: بہت زیادہ گردوغبار۔ الْكَوْثَرُ:

جنت میں ایک دریا یا نہر۔

الْكَثْرُ: (کاف اور ثاء دونوں مفتوح)

کھجور کے درخت کا گابھا۔ سفید رنگ کا

سیال مادہ۔ بعض لوگوں نے اس کا معنی کھجور

کے درخت کا تنا کہا ہے۔ حدیث شریف

میں ہے: لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثْرٍ:

پھل کے چرانے اور کھجور کا گابھا چرانے

میں ہاتھ نہیں کاٹنا جائے گا۔

ک ث ف - الْكَثَافَةُ: غلاظت وگندگی۔

اس کا باب ظَرْفُ ہے اور اسم فاعل

كَيْفٌ ہے اور تکائف بھی ہے۔

ک ح ل - الْكُحْلُ: سُرْمہ، کاجل۔

الْأَكْحَلُ: بازو میں ایک رگ جس میں

سے فص لیا جاتی ہے۔ اسے عِسْرَقُ

الْأَكْحَلِ نہیں کہتے۔

رَجُلٌ أَكْحَلٌ: سُرْمہ ڈالے ہوئے

آدی۔ سر میں شخص۔

رَجُلٌ الْكَحْلِ: جس کی پلکیں سُرْمہ

ک ث ٹ - كَثَّ الشَّيْءُ: چیز گاڑھی

ہوگئی یا گھنی ہوگئی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

لِحَيَةِ كُفَّةٍ، وَكَثَاءً: (الف ممدود اور

ثاء مُشَدَّد) گھنی داڑھی۔ رَجُلٌ كَثَّ

الذَّحِيَّةَ: گھنی داڑھی والا آدمی۔

الْكَثْرَةُ: کثرت، زیادہ ہونا۔ اس کی ضد

الْقِلَّةُ ہے۔

الْكَثْرَةُ: (کاف مسور) اس لفظ کا ایک

ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔ قَدْ كَثُرَ يَكْثُرُ

(ثاء مضموم) كَثْرَةٌ: وہ زیادہ ہوا۔ یعنی اس

کی مقدار یا تعداد بڑھ گئی۔ اس کا اسم فاعل

كَثِيرٌ ہے۔

قَوْمٌ كَثِيرٌ: بڑی کثیر التعداد قوم۔

هُمْ كَثِيرُونَ: وہ بہت ہیں۔

أَكْثَرُ الرِّجَالِ: آدمی کثیر المال یعنی مال

دار ہو گیا۔

كَأَثَرُواهُمْ فَكَثَرُواهُمْ: انہوں نے

کثرت میں دوسروں پر غلبہ پالیا۔ اس کا

باب نَصَرَ ہے۔

اسْتَكْثَرَ مِنَ الشَّيْءِ: اس نے چیز زیادہ

طلب کی۔

الْكَثْرُ: (کاف مضموم) بہت زیادہ مال و

دولت۔ کہا جاتا ہے: مَالَهُ قَلٌّ وَلَا كَثْرٌ:

نہ اس کے پاس تھوڑا مال ہے نہ زیادہ یعنی

کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى الْقَلِّ وَالْكَثْرِ: کم

لگائے بغیر سُرمیں ہوں۔

عَيْنٌ كَحَيْلٍ: سرگین آنکھ۔

امْرَأَةٌ كَحَمَلَاءَ: سرگین آنکھوں والی

عورت۔ الْمِكْحَلُ وَالْمِكْحَالُ:

سُرمہ سلائی۔ الْمُكْحَلَةُ: (میم اور

حاء مضموم) سُرمہ دانی۔ آلات میں سے یہ

واحد اسم ہے جو مضموم الاول ہے۔

تَمَكَّحَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے سُرمہ دانی

پکڑی۔ كَحَلَّ عَيْنَهُ: اس نے اپنی

آنکھوں میں سُرمہ ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ

ہے۔ تَكْحَلَّ اور اِكْتَحَلَ دونوں کا یہی

معنی ہے یعنی اس نے سُرمہ ڈالا یا سُرمہ

لگایا۔

ک د ح - الْكَدْحُ: کام کرنا۔ کوشش

کرنا۔ مشقت برداشت کرنا اور کمائی کرنا۔

اس کا معنی کریدنا اور خراش کرنا یا پھیلنا بھی

ہے۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ قول

خداوندی ہے: اِنَّكَ كَادِحٌ اِلَى

رَبِّكَ: تو اپنے پروردگار کی طرف دوڑ کر

آنے والا ہے۔

بِوَجْهِهِ كَدُوْحٌ: اس کے چہرے پر

خراشیں ہیں۔ هُوَ يَكْدُحُ لِعِيَالِهِ: وہ

اپنے کنبے کے لئے جان مار کر روزی کماتا

ہے۔

يَكْدِيْحٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

ک د د - الْكُدُّ: سختی کار، محنت اور مشقت

سے روزی کمانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

كُدَّةٌ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا یا

تھکا دیا یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

ک د ر - الْكَدْرُ: گدلا پن۔ اس کی ضد

الصَّفْوُ ہے۔ اس کا باب طَرَبَ اور

سَهَّلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل كَدِرٌ اور

كَدَّرٌ یعنی گدلا ہے۔ اس کی مثال فَخِذٌ

اور فَخِذَةٌ ہے۔

تَكْدَرُ: گدلا ہو گیا۔

كَدَّرَهُ غَيْرُهُ تَكْدِيرًا: کسی نے اسے

گدلا کیا۔

الْكَدْرُ مصدر بھی ہے۔

الْأَكْدَرُ: ایسا شخص جس کی رنگت میں گدلا

پن ہو۔

الْأَكْدَرِيَّةُ: قانون میراث (فرائض) کا

ایک معروف مسئلہ۔

الْكُنْدَرُ: لوبان۔

إِنْكَدَرَ: وہ تیز چلا۔

إِنْكَدَرَتِ النُّجُومُ: تاروں کی روشنی

ماند پڑ گئی۔

ک د س - الْكُدْسُ: بروزن القفل:

کھانا۔ اس کی جمع أَلْدَاسُ ہے۔

ک د ش: کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَكْدِشُ

لِعِيَالِهِ: وہ اپنے اہل و عیال کے لئے

سخت محنت و مشقت کرتا ہے۔ اس کا باب

ضَرَبَ ہے۔

دیتا ہے۔ مثلاً: عِنْدِي كَذَا وَكَذَا  
دِرْهَمًا: یہ گویا کنایہ اور اشارہ ہے۔

ک ذ ب - كَذَبَ يَكْذِبُ: (ذال  
مکسور) كَذَبًا اور كَذِبًا بروزن عِلْم  
و كَيْفٍ یعنی اس نے جھوٹ کہا۔ اس کا اسم  
فَاعِل كَاذِبٌ ہے۔

كَذَّابٌ، كَذُوبٌ، كَيْدُ بَانَ، (ذال  
مضموم)، مَكْذِبَانٌ (ذال مضموم)،  
مَكْذِبَانَةٌ (ذال مفتوح)، كُذِّبَتْ بَرُوزَن  
هُمَزَةٌ اور كُذِّبْتُ: (کاف مضموم،  
دو نوں ذال مخفف) اور بعض اوقات پہلی  
ذال مُعَدَّةً جیسے كُذِّبْتُ۔

كَاذِبٌ کی جمع الكُذِّبُ ہے اس کی مثال  
رَاكِعٌ اور رُكَّعٌ ہے۔

التَّكَاذُوبُ: ایک دوسرے سے جھوٹ  
بولنا۔ اس کی ضد التَّصَادُقُ ہے۔

الْكُذْبُ: (کاف اور ذال مضموم)  
كَذُوبٌ کی جمع ہے اور اس کی مثال صَبُورٌ  
کی جمع صُبُورٌ ہے۔ بعض نے آیت قرآنی کو  
یوں پڑھا ہے: لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتَكُمُ  
الْكُذْبُ: (اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری  
زبان پر آجائے)۔ یہاں اسے أَلْسِنَةُ کی  
نعت بنایا گیا ہے۔

الْأَكْذُوبَةُ: جھوٹ۔

أَكْذَبَةُ: اس نے اسے جھوٹا کہا۔ كَذَّبَتْهُ:  
اس نے اس سے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا ہے۔  
یعنی اس نے اسے جھٹلایا۔ اَلْكَسَائِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَا

كَذَسُ مِنْ فُلَانٍ عَطَاءً وَاكْتَدَشَ:  
اس نے فلاں شخص سے بخشش یا عطیہ پایا۔  
الْكُنْدُشُ: ایک قسم کی دوا۔

ک د م - الكَذْمُ: اگلے دانٹوں سے کاٹنا  
جس طرح گدھا کاٹتا ہے۔ اس کا باب  
ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ک د ن - الكَوْدُنُ: ٹٹو۔ جس کے ساتھ  
کنڈرہن کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

ک د ی - اَكْدَى الرَّجُلُ: آدمی لاخیر  
ہو گیا۔ آدمی بے فیض ہو گیا۔ قول خداوندی  
ہے: وَاعْطَى قَلِيلًا وَاكْدَى:  
اس نے تھوڑی سی سخاوت کی (پھر) بے  
فیض ہو گیا۔ یعنی تھوڑی سی بھلائی بھی منقطع  
کردی۔

ک ذ ا - كَذَّابِيٌّ، اس طرح۔ کسی چیز  
کی طرف اشارہ کر کے کہنا۔

فَعَلَ كَذَا وَكَذَا: اس نے یوں یوں کام  
کیا۔ اگر کنایہ اور اشارہ عدد کی طرف ہو تو  
اس کا مابعد بطور تمیز منصوب ہوتا ہے مثلاً:

عِنْدِي كَذَا دَرَهْمًا: میرے  
پاس اتنے درہم ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس  
طرح ہم عِنْدِي عِشْرُونَ دَرَهْمًا  
کہیں۔

كَذَا: اسم مبہم ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ  
فَعَلْتُ كَذَا: میں نے ایسا کیا۔ بعض  
اوقات یہ لفظ كَمْ کے معنوں میں آتا ہے تو  
اس صورت میں بطور تمیز اپنے مابعد کو نصب

كَذَّبَ بَعْضَ اَوْقَاتٍ وَجَبَّ كَ مَعْنَى  
میں آسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:  
ثَلَاثَةُ اَسْفَارٍ كَذِبُنْ عَلَيكُمْ: تم  
پر تین سفر واجب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ  
عنه کی روایت میں ہے: كَذَّبَ عَلَيكُمْ  
الصَّحْحُ: تم پر حج واجب ہے۔ اصلاً اس کا  
معنی اس کے بیان کا مکمل کرنا ہے۔

تَكَذَّبَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے اپنے  
آپ کو جھوٹا ظاہر کیا۔ یا وہ جھوٹا بنا۔ كَذَّبَ  
لَبْنُ النَّاقَةِ: اونٹنی کا دودھ سوکھ گیا یا کم ہوا۔  
كَبَّرَ رُبَّ - الكُرْبَةُ: (کاف مضموم) غم،  
ڈکھ۔ جو انسان کا سانس پکڑ لیتا ہے۔ یہی  
معنی الكُرْبُ کا ہے۔

كَرَبَةُ الْعُغْمِ: وہ غم سے نڈھال ہو گیا۔ اس  
کا باب نَصْرٌ ہے۔

كَرَبَ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: وہ ایسا کرنے  
لگا۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اور كَرَبَ  
كاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

كَرَبَ الْحَرْتُ: اس نے کھیت میں ہل  
جوٹا۔ یعنی زمین کی مٹی کو الٹ پلٹ کیا۔  
مَعْدِي كَرِبٌ: اس کے تین لہجے (لغات)  
ہیں:

(۱) مَعْدِي كَرِبٌ: (باء مضموم) غیر  
منصرف۔

(۲) مَعْدِي كَرِبٌ: (باء مفتوح) مضاف  
الیہ غیر منصرف کیونکہ كَرِبٌ اس

انتہا قول ہے کہ اَلْكَذْبَةُ کا معنی ہے کہ اس نے  
اسے خبر کر دی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور:  
كَذْبَةُ: اس نے اسے جھٹلایا ہے یعنی اس  
نے کہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ثَلَبَ رَحِمَهُ اللّٰهُ  
کا قول ہے کہ دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی  
ہے۔ بَعْضَ اَوْقَاتٍ اَلْكَذْبَةُ کا معنی كَذْبَةُ  
ہوتا ہے اور بَعْضَ اَوْقَاتٍ اس کا معنی یہ ہوتا  
ہے کہ اس نے اسے جھوٹ بولنے پر آمادہ  
کیا اور بَعْضَ اَوْقَاتٍ اس نے اسے جھوٹا پایا  
ہوتا ہے۔ قول خداوندی: كِذَّابًا، فَعَلَّ  
(یعین مشدّد) کے مصادر میں سے ایک  
مصدر ہے۔ یہ تفعیل کے وزن پر بھی آتا  
ہے مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بَعْضَ اَوْقَاتٍ تَفْعِلَةٌ  
کے وزن پر آتا ہے مثلاً: التَّوَصِيَّةُ اور بَعْضَ  
اَوْقَاتٍ الْمُفْعَلُ کے وزن پر بھی آتا ہے  
مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بَعْضَ اَوْقَاتٍ تَفْعِلَةٌ کے  
وزن پر بھی آتا ہے، مثلاً: التَّوَصِيَّةُ اور  
بَعْضَ اَوْقَاتٍ تَفْعِلَةٌ کے وزن پر آتا ہے۔  
اس کی مثال قول خداوندی ہے: وَمَرْقَنَاهُمْ  
كُلَّ مُمْزِقٍ. قول خداوندی: لَيْسَ  
لَوْقَعِيهَا كَاذِبَةٌ مِّنْ كَاذِبَةٍ اِسْمٌ هُوَ جِ  
مصدر کی بجائے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی  
مثال العَاقِبَةُ، العَاقِبَةُ اور البَاقِيَّةُ  
ہے۔ صیغہ قول خداوندی ہے: هَلْ تَرَى  
لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ: یعنی کیا تمہیں ان کے لئے  
کوئی بقا نظر آتی ہے۔





کھجور کی ٹہنیوں کو کاٹنے کے بعد تنے کے باقی ماندہ حصے کی جڑیں۔ ٹہنیوں کا ساتھ کٹے ہوئے حصے کو الکرَبُ کہتے ہیں۔ اس کا واحد کِرْبُ نَافِةٌ ہے۔

الکِرْنَاف کی جمع کُرَابِيفُ ہے۔

ک ر ف س - الکرْفَسُ: مشہور سبزی، ترکاری جو بطور سلاڈ استعمال ہوتی ہے۔

ک ر ک - الکرِکِی: ایک پرندہ۔ اس کی جمع الکرِکِی ہے۔

ک ر ک م - الکرِکُم: بزعفران۔

ک ر م - الکرَم: (کاف اور راء دونوں مفتوح) کرم و شرف، اس کی ضد اللثوم یعنی ملامت ہے۔

کرَم: (راء مضموم) کرَمًا: صاحب کرامت ہونا۔ اس کا اسم فاعل کرِیم ہے۔

قَوْمٌ کرَامٌ: شریف قوم یا لوگ۔

کرَمَاءٌ: شریف و کریم اور فیاض لوگ۔

نِسْوَةٌ کرَانِمٌ: شریف و فیاض عورتیں۔

رَجُلٌ کرَمٌ: صاحب کرامت و فیاض

انسان۔ یہ لفظ اسی طرح مؤنث اور جمع کے

لئے استعمال کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ مصدر

ہے۔

الکرَام: (کاف مضموم) حد سے بڑھ کر

کریم اور فیاض اسے کرَامٌ (کاف مضموم)

اور راء مشدّد) بھی کہا گیا ہے۔

جگالی کرنے والے جانور کی اوجھ، جو اُن جانوروں کے لئے انسانی معدے کی طرح ہوتی ہے۔ عربوں کے ہاں یہ مؤنث ہے۔

الکرِش کا معنی لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الْأَنْصَارُ

کرِشِی وَعِیْبِی: انصار میرا پیٹ اور میری گٹھڑی ہیں یعنی وہ میرے رازدار اور میرے معتمد علیہم ہیں۔

ک ر ع - کرَعٌ فی المَاءِ: اس نے پانی کی جگہ سے منہ لگا کر بغیر اوق یا برتن کے پانی پیا۔ اس کا باب خَصَعٌ ہے۔

فہم کے باب سے اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے۔ الکرَاعُ: (کاف مضموم) فی

البقرِ والغنم: گائے یا بکری کے پائے جس طرح گھوڑے اور اونٹ کی پنڈلی ہوتی

ہے۔ یعنی پنڈلی کا باریک اور پتلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

اس کی جمع اکْرَعُ ہے اور اس کی جمع اکْرَاعُ ہے یعنی جمع الجمع۔ مثل ہے کہ

أَعْطَى الْعَبْدُ كُرَاعًا فَطَلَبَ ذِرَاعًا: غلام کو پایہ دیا گیا تو اس نے اس کے بدلے

دستی کا مطالبہ کیا۔ گوشت میں دستی یا دست کا مطالبہ کیا۔

مطالبہ کیا۔

الکرَاعُ: گھوڑوں کے گروہ کے لئے بطور

اسم مستعمل ہے۔

ک ر ف - الکرِنَاف: (کاف مسور)

اس کی مثال العَجَبُ سے الأَعْجُوبَةُ ہے۔

التَّكْرُمُ: اظہار کرم۔

کسی کا قول ہے:

تَكْرُمٌ لِّتَغْنَاذِ الْجَمِيلِ فَلَنْ تَرَى

أَخَا كَرَمٍ إِلَّا بَانَ يَتَكْرَمَا

”اظہار کرم کرتا کہ تجھے احسان و نیکی

کرنے کی عادت پڑے کیونکہ تمہیں بغیر

اظہار کرم کے کوئی شخص صاحب کرم نہیں

ملے گا۔ یعنی جو دوسروں کی تکریم کرے گا

اسی کی تکریم کی جائے گی۔“

أَكْرَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے شریف بچے

پیدا کئے۔

اسْتَكْرَمَ: اس نے ایک نہایت عمدہ چیزنی

پیدا کی، طلب کی اور پائی۔

التَّكْرِيمُ اور الإِكْرَامُ کا ایک ہی معنی

ہے۔ اس کا اسم الکرامۃ ہے۔ کہا جاتا

ہے کہ: حَمَلَ إِلَيْهِ الْكِرَامَةَ: اس نے

اسے بزرگی پیش کی۔ بزرگی سے یہاں

مراد مہمان نوازی ہے۔ (میں نے بادیہ

میں اس محاورہ کے بارے میں لوگوں سے

پوچھا لیکن کسی کو بھی اس محاورے کا پتہ نہیں

تھا)۔

ک ہ ر - كَرِهْتُ الشَّيْءَ: میں نے

چیز کو ناپسند کیا۔ اس کا باب سَلِمَ اور

كُرَاهِيَّةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل كَرِيهٌ

الْكَرِيمُ: دوسروں سے درگزر کرنے والا  
گناہ معاف کرنے والا۔

أَكْرَمَهُ يَكْرُمُهُ: اس نے اس کی تعظیم و

تکریم کی۔ اظہار تعجب کے لئے کہا جاتا

ہے کہ: مَا أَكْرَمَهُ لِي: وہ مجھ پر کس

قدر مہربان ہے۔ یہ شاذ ہے۔ اور اس سے

رباعی صیغہ نہیں بنتا۔ انفخس رحمہ اللہ کا قول

ہے کہ بعض نے قرآنی آیت کو: مَنْ يُهِنِ

اللَّهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرَمٍ (جسے اللہ ذلیل

کرے اس کی عزت و تکریم کرنے والا کوئی

نہیں) پڑھا ہے۔ یعنی مُكْرَمٍ میں راء کو

مفتوح پڑھا ہے۔ جو اِكْرَامٍ سے مشتق

ہے جو مصدر ہے۔ اس کی مثال الْمُخْرَجِ

اور الْمُذْخَلِ ہے۔

الْكَرْمُ: انگور کی تیل۔

الْكَرْمُ کا معنی ہاریا قلابہ بھی ہے۔ کہا جاتا

ہے: زَأَيْتٌ فِي غُنْقِهَا كَرْمًا حَسَنًا

مِنْ لَوْلُوءٍ: میں نے اس کے گلے میں

لؤلؤ موتیوں کا ایک ہار دیکھا۔

الْمَكْرُمَةُ: کرامت و شرافت اس کی جمع

الْمَكَارِمُ (اچھے اخلاق) ہے۔ اَلْكَسَائِيُّ

رحمہ اللہ کے نزدیک الْمَكْرُمَةُ کے لئے

الْمَكْرُمُ ہے۔ اور الفراء رحمہ اللہ کے

ز نزدیک الْمَكْرُمُ، الْمَكْرُمَةُ کی جمع

ہے۔

الْأَكْرُومَةُ: الْكَرْمُ سے مشتق ہے اور

ہے۔

هُوَ شَيْئٌ مَكْرُوءٌ: وہ مکروہ یعنی ناپسندیدہ چیز ہے۔ الْكُرْبِيَّةُ: جنگ کی ہڈت۔ بقول الفراء رحمہ اللہ الْمَكْرُوءُ (کاف مضموم) کا معنی مشقت اور تکلیف ہے۔ اور کاف مفتوح ہو تو اس کا معنی الإِكْرَاهُ یعنی مجبور کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: قَامَ عَلَيَّ كَرْهُ: وہ بڑی مشکل اور مشقت سے کھڑا ہوا اور أَقَامَهُ فُلَانٌ عَلَيَّ كَرْهُ: فلان آدمی نے اسے مجبور کر کے اٹھایا۔ الْكَسَائِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ كَقَوْلِهِ: کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی کے دو مختلف لہجے ہیں۔

أَكْرَهَهُ عَلَيَّ كَذَا: اسے اس نے فلاں کام پر مجبور کیا یا جبراً آمادہ کیا۔ كَرِهْتُ إِلَيْهِ الشَّيْءَ تَكْرِيهًا: میں نے اس کے لئے چیز کو خوش نما بنا دیا۔

اسْتَكْرَهْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو مکروہ سمجھا، یا جانا۔

کدوی - الْكُرْوِيُّ: نیند یا اونگھ۔ قَدْ كُرِيَ: اسے نیند یا اونگھ آگئی۔ اس کا باب صِدْيٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل کُرِيَ ہے۔ اِمْرَاةٌ كُرِيَةٌ: خوابیدہ عورت، اس کا وزن فَعْلَةٌ ہے۔ كُرِيَ النَّهْرُ: اس نے نہر کھودی۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ الْكِرَاءُ: (الف ممدود) کرایہ پر دینا۔ یہ

مصدر ہے۔

رَجُلٌ مَكَارٍ: کرایہ پر دینے والا شخص، کرایہ کش۔ نيز مَفَاعِلٌ کے وزن پر فاعِلٌ سے مشتق ہے۔

المُكَارِي: کرایہ کش (یاء مخفف) اس کی جمع مرفوع المُكَارُونَ اور جمع منصوب و مجرور المُكَارِيْنَ (ایک یاء کے ساتھ) ہوگی۔ اس کو یاء مشدّد کے المُكَارِيَيْنَ نہیں کہنا چاہئے۔ البتہ اسے اپنی طرف یعنی متکلم کی طرف مضاف کر کے هَذَا مُكَارِيٌّ یہ میرا کرایہ کش ہے۔ یعنی مجھے کرایہ دینے والا ہے۔ اسی طرح سے هَؤُلَاءِ مُكَارِيٌّ یہ میرے کرایہ پر دینے والے ہیں۔ اس میں کسی فرق کے بغیر یاء مفتوح اور مشدّد ہے۔

هَذَا مُكَارِيٌّ يَأِي: یہ میرے دو کرایہ لینے والے ہیں۔ اس میں یاء مفتوح ہوگا۔

أَكْرَى الدَّارَ: اس نے مکان کرایہ پر دیا۔ اسی کا اسم مفعول مُكْرَاةٌ ہوگا یعنی کرایہ پر دیا ہوا گھر۔

الْبَيْتُ مُكْرَى: گھر کرائے پر ہے۔

اِكْتَرَى، اسْتَكْرَى اور تَكَرَى تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے کرائے پر لیا۔

الْكُورَةُ: گیند، ہاکی یا بے کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ اس کی جمع كُورِيْنَ کاف مضموم

ک ز م - كَزَمَ الشَّيْءُ بِمُقَدَّمِ فِيهِ:  
اس نے اپنے اگلے دانٹوں سے چیز کو کاٹا یا  
توڑا۔ وَاسْتَخْرَجَ مَا فِيهِ لِيَاكُلَهُ: اور  
اس میں سے جو تھا اسے نکال لیا تاکہ اسے  
کھالے۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔

ک س ب - الكَسْبُ: کمائی کرنا۔  
روزی تلاش کرنا۔ اس کی اصل جمع یعنی اکٹھا  
کرنا ہے۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔  
كَسَبَ اور اِكْتَسَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔  
فُلَانٌ طَيِّبُ الْكَسْبِ: فلاں شخص کا  
معاش اچھا ہے۔

الكَسْبُ، الْمَكْسَبَةُ (سین مکسور) اور  
الِكِسْبَةُ: (کاف مکسور) سب کا ایک ہی  
معنی ہے۔

كَسَبْتُ أَهْلِي خَيْرًا: میں نے اپنے  
اہل کے لئے اچھی روزی کمائی۔

كَسَبْتُهُ مَالًا فَكَسَبْتُهُ: میں نے اسے  
مال حاصل کرایا تو اس نے اسے حاصل کیا۔  
یا میں نے اسے مال دلوایا تو اس نے لے  
لیا۔ یہ فَعَلْتُهُ فَعَّلَهُ کے اُسلوب پر ہے۔

الْكَوَاسِبُ: اعضاء بدن انسان کے ہوں  
یا جانور کے۔

تَكْسَبُ: اس نے تکلف یا تکلیف سے  
کما یا حاصل کیا۔

الْكُسْبُ: تیل کی تلچٹ۔ تہہ میں بچا ہوا  
تیل۔

اور مکسور ہے۔ اور اس کی جمع كُرَاتٍ ہے۔  
الْكِرْوَانُ: (کاف مفتوح) ایک پرندہ۔  
اسے الْحَبَارِيُّ بھی کہا جاتا ہے۔ جسے  
اردو میں سُرخاب کہا جاتا ہے۔ نر پرندے کو  
کُرَا کہتے ہیں۔

الْكِرْوَانُ کی جمع كِرْوَانٌ ہے۔ اس کی  
مثال وَرْشَانٌ اور وَرْشَانٌ ہے۔ اس کی  
جمع كِرَاوِسُنٌ بھی ہے جس کی مثال  
وَرَاشِينٌ ہے۔

ک ز ب ر - الْكُزْبُورَةُ: (باء مضموم)،  
باء مفتوح بھی ہے۔ اور معنی دھنیا ہے۔ میرا  
خیال ہے کہ یہ کلمہ معرَب ہے۔

ک ز ز - الْكُزَاةُ: (کاف مفتوح)  
گھٹن اور خشکی۔ کھر دراپن۔ اس کا فعل  
كُزَّ يَكُزُ (کاف مضموم) كُزَاةٌ ہے۔  
اور اسم فاعل كُزٌّ۔

رَجُلٌ كُزٌّ: گھٹا ہوا ڈرشت انسان  
(کاف مفتوح)۔

قَوْمٌ كُزٌّ: کھٹی ہوئی اور درشت قوم یا  
گھٹے ہوئے اور درشت لوگ۔

الْكُزَاةُ: (کاف مضموم) ایک بیماری  
جو سخت سردی کے باعث لگ جاتی ہے۔

قَدْ كُزَّ الرَّجُلُ: آدمی کو کُزَّ از کی بیماری  
لگ گئی۔ اس کا اسم مفعول رَكُزُوْرٌ ہوگا۔

رَجُلٌ مَكُزُوْرٌ: شدید سردی سے گھٹن کا  
مریض۔

ک س ج - ک س ع

نَاقَةٌ كَسِيرٌ: خستہ و شکستہ اونٹنی۔ اس کی مثال كَفٌّ خَصِيْبٌ (خضاب سے رنگی ہوئی ہتھیلی) ہے۔

الْكِسْرَةُ: کٹڑا، ریزہ۔ توڑی ہوئی چیز کا ریزہ یا کٹڑا۔ اس کی جمع كِسْرٌ ہے اور اس کی مثال قِطْعَةٌ سے قَطْعٌ ہے۔ كِسْرَى: ایرانی بادشاہوں کا لقب۔ (کاف مفتوح بھی ہے اور کسور بھی)۔ اس کا معرب خُسْرُو۔ اس کی صفت نسبتی كِسْرَوِيٌّ اور كِسْرِيٌّ ہے۔ كِسْرَى کی جمع اَكَابِرَةٌ ہے جو خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ از روئے قیاس اس کی جمع كِسْرُوْنَ ہے جس میں راء مفتوح ہے۔ جس کی مثال عَيْسَوْنٌ اور مُوسَوْنٌ (سین مفتوح) ہے۔

ک س ع - الكُسْعَةُ: بروزن الرُّقْعَةُ: گدھا۔ كُسْعٌ: یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یا بنی الكسع کی ایک شاخ ہے۔ لوگوں کے اس قول: نَدَامَةُ الْكُسْعِيِّ: کسعی کی ندامت کی طرح کی تفصیل یا قصہ یہ ہے کہ کسیعہ قبیلے کا ایک شخص تھا۔ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی۔ وہ بڑا ماہر تیر انداز بھی تھا۔ اس نے رات کی تاریکی میں گدھوں کو تیر مارے اور ہر تیر گدھے کے جسم سے پار ہو کر آگے پتھر پر لگا جس کے باعث اس سے آگ نکلتی

ک س ج - الكُوسِيْجُ: (کاف مفتوح) جس شخص کی تھوڑی پر بال ہوں اور رخساروں پر نہ ہوں۔ کم دانتوں والا۔ ست روگھوڑا یا ٹٹو۔ ایک قسم کی مچھلی جس کی ناک آ رہ کی طرح ہو۔ یہ لفظ معرب ہے۔ ک س ح - الأَكْسَحُ: لنگڑا۔ معذور یعنی چلنے پھرنے سے لاچار۔ حدیث شریف میں ہے: الصَّدَقَةُ مَالُ الْكُسخَانِ وَالْعُورَانِ: زکوٰۃ کا مال لنگے اور آنکھوں سے کانے لوگوں کا ہے۔

ک س د - كَسَدَ الشَّيْءُ يَكْسُدُ: (سین مضموم) كَسَادًا: چیزوں کی قیمت گر گئی یا ان میں مندا پڑ گیا۔ اس کا اسم فاعل كَاسِدٌ اور كَسِيْدٌ ہے۔ سِلْعَةٌ كَسِيْدَةٌ: سامان جس کا مندا پڑ گیا۔ کم قیمت اور بے قدر سامان۔ سُوقٌ كَاسِدٌ: مندا بازار۔ کاسد کے آخر میں ة نہیں ہے۔ اَكْسَدَ الرَّجُلُ: آدمی بے قیمت و بے قدر ہو گیا۔ یعنی اس کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی۔

ک س ر - كَسْرَةٌ: اس نے اسے توڑا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اَنْكَسَرَ وَتَكَسَّرَ: وہ ٹوٹ گیا۔ كَسْرَهُ تَكْسِيرًا: اس نے توڑ کر کٹڑے کٹڑے کر دیا۔ شداظہار کثرت کے لئے ہے۔

كَسَفَهَا اللَّهُ: اللہ نے اسے گہنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ شاعر کا قول ہے:

الشَّمْسُ طَالَعَةٌ لَيْسَتْ بِكَاسِفَةٍ  
تَبْكِي عَلَيْكَ نُجُومَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرَا  
”سورج طلوع ہوا ہے اور چاند ستاروں کی روشنی کو ماند نہیں کر رہا جو تم پر ماتم کرتے ہوئے رور ہے ہیں۔“

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ بُ ک ی، اس شعر کا ذکر کیا ہے۔ اور النجوم اور القمر کو تَبْكِي لکھ کر منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں اسے کاسِفَةٌ کے ذریعے منصوب بنایا ہے۔ لہذا مفہوم کے اعتبار سے یہ شعر محل نظر ہے۔ اسی طرح شعر میں كَسَفَ القمر لکھا ہے حالانکہ بہتر اور عمدہ تعبیر کے طور پر خَسَفَ ہونا چاہئے تھا۔ عام لوگ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ کہتے ہیں۔ یعنی سورج کو گہن لگ گیا۔

رَجُلٌ كَاسِفٌ الْوَجْهِ: خشک چہرے والے انسان۔ مثل ہے: اَکْسَفَا وَأَمْسَاكَ: یعنی کیا بخیل بھی اور خرش زو یا بد اخلاق بھی۔

ک س ل - الكَسَلُ: سُستی۔ اس کا باب طرب ہے اور اسم فاعل كَسَلَانٌ ہے۔

رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ تیر نشانے پر نہیں لگے غصے میں آکر اس نے کمان توڑ دی۔ اور اپنی انگلی کاٹ ڈالی۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو کیا دیکتا ہے کہ گدھے سب خون آلود ہو کر مرے پڑے ہیں۔ اور تیران کے جسم سے پار ہو کر خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اسے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی اور تب سے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ کسی کو کُسِيعِي جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ شاعر کا قول اسی مثل کا بیان اور تفصیل ہے:

نَدِمْتُ نَدَامَةَ الْكُسِيِّ لَمَّا  
رَأَتْ عَلَنَاهُ مَا صَنَعَتْ يَدَاهُ  
”مجھے بھی کسعی جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی کہ جب اس کی آنکھوں نے اپنے ہاتھوں کے کرتوت دیکھ لئے تو وہ پشیمان ہو گیا۔“

ک س ف - الكِسْفَةُ: کسی چیز کا کھڑا۔ اس کی جمع الكِسْفُ اور الكِسْفُ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الكِسْفُ اور الكِسْفَةُ واحد ہے۔ انْفَشَ رَحِمَ اللَّهِ كَقَوْلِ هَيْبَةَ كَسَفَا پڑا اس نے اسے واحد سمجھا، یا بنایا اور جس نے كَسَفَا پڑھا تو اس نے اسے جمع بنایا۔

كَسَفَتِ الشَّمْسُ: سورج کو گہن لگ گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

میرا یہ بھی کہنا ہے کہ الفراء کی اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو اپنی جگہ حقیقت ہے۔ البتہ المکتسوء کا معنی مکتسی ہے یعنی لمبوس انسان۔

ک س ا - الكسوة: (کاف مکسور و ک ش ح - الكشخ: بروزن الفلئس کمر سے لیکر پست کی پہلی تک کا حصہ۔

طوى فلان عني كسحه: فلاں شخص نے مجھ سے قطع تعلق کیا۔

الكاشخ: وہ شخص جو تمہارے لئے اپنے اندر دشمنی چھپائے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے: كسح له بالعداوة: اس نے اپنے اندر دشمنی چھپالی ہے۔ (اس کا باب قطع ہے) یہی معنی كاشحه کا ہے۔

ک ش ط - كسَطَ الجُلَّ عَنْ ظَهْرِ الفرس والعطاء عن الشئ: اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے پالان اتارا اور چیز کے اوپر سے ڈھکن اتارا۔ اس کا باب ضرب ہے۔ اس کا ایک لہجہ قسَط ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اذا السماء قشَطت ہے بجائے كَشِطت۔

كسَطَ البعير: اس نے اونٹ کی کھال اتاری۔ اس کی بجائے سلخه نہیں کہیں گے۔ بلکہ كسَطه یا جلدُه تجلیندا کہیں گے۔

ک ش ف - كسَفَ الشئ: اس نے

قَوْمٌ كَسَالِي: (کاف مضموم و مفتوح) چاہیں تو كَسَالِي (لام مکسور) بھی کہہ سکتے ہیں جس طرح ہم نے الصخاري میں واضح کیا ہے۔

ک س ا - الكسوة: (کاف مکسور و ک ش ح - الكشخ: بروزن الفلئس کمر سے لیکر پست کی پہلی تک کا حصہ۔

طوى فلان عني كسحه: فلاں شخص نے مجھ سے قطع تعلق کیا۔

الكاشخ: وہ شخص جو تمہارے لئے اپنے اندر دشمنی چھپائے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے: كسح له بالعداوة: اس نے اپنے اندر دشمنی چھپالی ہے۔ (اس کا باب قطع ہے) یہی معنی كاشحه کا ہے۔

ک ش ط - كسَطَ الجُلَّ عَنْ ظَهْرِ الفرس والعطاء عن الشئ: اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے پالان اتارا اور چیز کے اوپر سے ڈھکن اتارا۔ اس کا باب ضرب ہے۔ اس کا ایک لہجہ قسَط ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اذا السماء قشَطت ہے بجائے كَشِطت۔

كسَطَ البعير: اس نے اونٹ کی کھال اتاری۔ اس کی بجائے سلخه نہیں کہیں گے۔ بلکہ كسَطه یا جلدُه تجلیندا کہیں گے۔

کے باعث اس کا یہ نام پڑا ہے۔

ک ع ت - الكُعَيْتُ: نبلیل۔ یہ اسم

مصر ہے۔ اس کی جمع کِعْتَان ہے۔ جو

بروزن غِلْمَان ہے۔

ک ع ک - الكُعُكُ: یک۔ یہ

معرب کلمہ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الكُعُكُ کا

معنی خشک روٹی ہے۔ الیث کا کہنا ہے کہ

میرا خیال ہے کہ کلمہ معرب ہے۔

ک ع م - المُّكَاعِمَةُ: بوسہ دینا یا لینا۔

اونٹ کے منہ پر تو برہ چڑھانا تاکہ وہ کسی کو

کاٹ نہ سکے اور نہ کچھ چارہ چرسکے۔

ک ف ا - الكُفِيُّ: نظیر۔ یہی معنی کُفَاء

اور کُفُو (فاء ساکن اور مضموم) بروزن

فُعْلٌ وَفُعْلٌ: معنی ہمسر، برابر کا۔

میرا کہنا ہے کہ الصِّحَاح کے اکثر نسخوں

میں اس وزن کے ساتھ فُعُولٌ کا وزن

بھی لکھا ہے جو تحریف ہے۔ جو کاتب کے

ہاتھوں ہوئی ہے یعنی وہ کتابت کی غلطی

ہے۔ اس کا مصدر الكُفَاءَةُ (کاف مفتوح

اور الف ممدود) ہے۔ حدیث شریف میں

ہے جو عقیقہ کے بارے میں ہے: شَاتَان

مُكَافِئَتَان: (فاء مکسور) دو متساوی یعنی

برابر ایک جیسی دو بکریاں۔ محدثین کے قول

کے مطابق یہ لفظ مکافئاتان ہے۔ یعنی فاء

مفتوح ہے۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے

چیز دریافت کی، اس نے کسی چیز کو کھولا۔

اس کا باب ضَرْب ہے۔

فَانْكَشَفَ وَتَكَشَّفَ: تو اس کا انکشاف

ہو گیا۔

كَاشَفَهُ بِالْعَدَاوَةِ: اس نے اس کے

ساتھ دشمنی کا اظہار کیا۔ کہا جاتا ہے: لَو

تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَا فَنْتُمْ: کاش تمہارے

عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں یا اگر

تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں۔

ک ظ م - كَطَمَ غَيْظُهُ: اس نے اپنا

غصہ پی لیا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

رَجُلٌ كَطِيمٌ: غصہ پینے والا آدمی۔ اسم

فاعل ہوگا۔

والغَيْظُ مَكْظُومٌ: اور غصہ پیا گیا۔ اسم

مفعول ہوگا۔

كَاطِمَةٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ک ع ب - الكُعْبُ: ٹخنہ (پنڈلی اور

پاؤں کے درمیان ابھری ہوئی ہڈی)۔

اصمعی رحمہ اللہ نے اس بات سے انکار کیا کہ

لوگوں کے بقول الكعب پاؤں کی پشت پر

ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے۔

كُعْبَبَ الْجَارِيَةِ: نوجوان لڑکی

کی چھاتیاں ابھرنا شروع ہو گئیں۔ انہیں

كُعَابٌ (کاف مفتوح) اور كُعَابٌ کہتے

ہیں۔ اس کی جمع كُعُوعٌ ہے۔

الكُعْبَةُ: خانہ کعبہ۔ مکعب شکل کا ہونے



ہوا۔ آئے سامنے ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنْسِي  
لَا تُكْفِحُهَا وَاَنَا صَائِمٌ: میں منہ سے  
منہ لگا کر بیوی کا بوسہ لیتا ہوں جب کہ روزہ  
رکھے ہوئے ہوتا ہوں۔ یعنی میں روزے  
کی حالت میں منہ سے منہ لگا کر بیوی کا  
بوسہ لیتا ہوں۔ فَلَانٌ يُكَافِحُ الْأُمُورُ:  
وہ خود سارے کام سرانجام دیتا ہے۔

ک ف ر - الْكُفْرُ: کفر۔ اس کی ضد  
الایمان ہے۔

قَدْ كَفَرَ بِاللَّهِ: اس نے اللہ کے ساتھ کفر  
کیا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الكَافِرُ كِي جَعِ كُفَّارٌ، كُفْرَةٌ أَوْ كِفَارٌ  
(کاف کسور اور فاء مخفف) ہے۔ اس کی  
مثال جائع کی جمع جِيَاعٌ اور نائم کی جمع  
نِيَامٌ ہے۔

الكَافِرَةُ كِي جَعِ الْكُؤَافِرُ ہے۔ الْكُفْرُ  
کا معنی کفرانِ نعمت اور ناشکری بھی ہے۔ جو  
شکر کی ضد ہے۔

قَدْ كَفَرَهُ: اس نے اس کی ناشکری کی۔  
اس کا باب دَخَلَ اور كُفِّرَ اَنَا (کاف

مضموم) بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا  
بِكُلِّ كَافِرٍ وَّوْنٍ: ہمیں ہر بات سے انکار

ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: فَأَسْبَى  
الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا: ظالموں

نے کفر اور ناشکری کے علاوہ ہر بات ماننے

مساوی اور برابر ہو یا ایک جیسی ہو اسے  
مُكَافِيٌ لَهُ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے  
اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ تَذْبِخُ  
اِخْتَدَاهُمَا مُقَابِلَةً أُخْرَى: ایک بکری  
دو بکری کے بالمقابل ذبح کی جائے۔

مُكْفِيِي الظُّغَيْنِ: سخت سردی کے دنوں  
میں سے ایک دن۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس کلمہ کو  
بذیل مادہ 'ع ج ز' درج کیا ہے۔ اور لکھا  
ہے کہ: كَافَاةٌ مُكَافَاةٌ وَكِفَاءَةٌ (کاف  
کسور اور الف ممدود) کا معنی اس نے اسے  
انعام دیا۔ التَّكْفُؤُ: برابری، ہمسری،  
یا ہم برابر ہونا۔

ک ف ت - كَفَفْتُهُ: اس نے اسے اپنے  
ساتھ چٹا لیا یا جوڑ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَكْفَفْتُوا  
صِبْيَانَكُمْ بِاللَّيْلِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ  
خَطُفَةٌ: رات کے وقت اپنے بچوں  
کو اپنے پاس رکھا کرو کیونکہ رات کو شیطان  
مختلف شکلوں میں پھلتے رہتے ہیں اور  
چیزیں اُپکتے ہیں۔

الْكِفَاثُ: وہ جگہ جہاں کوئی چیز پاس رکھی  
جائے۔ اس سے یہ قول خداوندی ہے: أَلَمْ  
نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا: کیا ہم نے

زمین کو سینے والا نہیں بنایا۔

ک ف ح - كَفَفَحَهُ: وہ اس کے روبرو

الکَافِرُ کا معنی کاشکار بھی ہے وہ اناج کے بیج کو مٹی کے اندر چھپا دیتا ہے۔

الکَفَّارُ: کاشت کار لوگ۔ زراعت کا کام کرنے والے۔

اَكْفَرُهُ: اس نے اسے کافر کہا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَا تُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ قِبَلَتِكَ: اپنے اہل قبیلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو۔

تَكْفِيرُ الِیْمِینِ: قسم توڑنے کی صورت میں جو واجب ہے اس کا کرنا یعنی قسم توڑنے کی سزا یا تادان بھرتا۔ اس کا اسم الکَفَّارَةُ یعنی کَفَّارَةٌ ہے۔

الکَافُورُ: کافور۔ کھجور کا شگوفہ۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی شگوفے کا غلاف ہے۔ یہی معنی الکُفْرَى (کاف مضموم اور راء مشدود) کا ہے۔

الکَافُورُ: کافور خوشبو، دوا۔

ک ف ف - الکَفُّ: تھیل۔ اس کی جمع الأکْفُ ہے۔

کَفْفَةُ المِیزَانِ: (کاف کسور و مفتوح) ترازو کا پلڑا۔ اس کی جمع کَفَفٌ (کاف کسور) ہے۔

الکَافَّةُ: سارے کے سارے لوگ۔ کہا جاتا ہے: لَقِيتُهُمْ کَافَّةً: میں ان سب سے ملا۔

کَفُّ الشُّوبِ: اس نے کپڑے کا کنارہ

سے انکار کیا۔ انخس رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کُفُورٌ، کفر کی جمع ہے۔ اس کی مثال بردہ کی جمع بُرودٌ ہے۔

الکُفْرُ: (کاف مفتوح) ڈھانپنا یا ڈھانکنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الکُفْرُ کا معنی گاؤں بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يُخَسِرُ جُحْمُ الرُّومِ مِنْهَا كُفْرًا كُفْرًا: رومی تمہیں وہاں ایک ایک گاؤں سے نکال دیں گے۔ مراد شام کے گاؤں سے ہے۔ اور اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے: کُفْرُ تُوْنَا وَنَحْوُهُ:

توٹا وغیرہ کا گاؤں۔ یہ گاؤں لوگوں کے نام سے منسوب ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أَهْلُ الكُفُورِ هُمُ أَهْلُ القُبُورِ: دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ قبروں میں پڑے مردوں کی طرح ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ نہ شہر دیکھتے ہیں اور نہ لوگوں کو دیکھتے ہیں۔

الکَافِرُ: اندھیری رات۔ کیونکہ وہ اپنی تاریکی میں ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب ہر وہ چیز جو دوسری چیزوں کو ڈھانپ لے تو کہیں گے: کَفْرَةٌ۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ انہیں معنوں کے پیش نظر کافر کو کَافِرٌ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

حصہ بھی ہے۔

ذُو الْكِفْلِ: انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی کا نام ہے۔ اور یہ نام الْكِفَالَةُ سے مشتق ہے۔

الْكِفْلُ کا معنی وہ کپڑا ہے جس کو اونٹ کا سوار اونٹ کی کوہان کے گرد لپیٹ کر اس پر بیٹھتا ہے۔ اس کا ذکر حدیث ابراہیم میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ: يُكْرَهُ الشَّرْبُ مِنْ ثَلْمَةٍ لِإِنَاءٍ وَمِنْ غُرْوَيْهِ: برتن کے سوراخ اور اس کے دستے کی طرف سے پانی پینا مکروہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ إِنَّهَا كِفْلُ الشَّيْطَانِ: کیونکہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

الْكَفِيلُ: ضامن۔ كَفَلَ بِهِ، يَكْفُلُ (فَاء مضموم) كَفَالَةٌ: اس نے اس کی ضمانت دی۔

كَفَلَ عَنْهُ بِالْمَالِ لَعْرِيْمِهِ: اس نے اس کی طرف سے اسی کے قرض خواہ کے مال کی ذمہ داری قبول کر لی۔

أَكْفَلَهُ الْمَالُ: وہ اس کے مال کا ضامن ہوا۔ كَفَلَهُ أَيَّاهُ: (فَاء مخفف) اس نے اس کی ذمہ داری لی۔

فَكَفَلَ هُوَ بِهِ: تو وہ اس کی زیر کفالت آ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

كَفَلَهُ أَيَّاهُ تَكْفِيْلًا کا بھی یہی معنی ہے۔ تَكْفَلَ بِدَيْنِهِ: وہ اس کا قرض کا ضامن

ہوا۔ یہ گوٹ کرنے کے بعد دوبارہ سینا ہے۔

الْمَكْفُوفُ: آنکھوں سے معذور۔ اندھا شخص۔ كَفَّ بَصْرَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

كَفَّهُ عَنِ الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا۔

فَكَفَّ: تو وہ رک گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ سب کا باب رَدَّ ہے۔

الْكَفَافُ مِنَ الرِّزْقِ: روزی، خوراک۔ اتنی خوراک جو اسے لوگوں کے سامنے مانگنے یا ان کی محتاجی سے باز رکھے اور بے نیاز کر دے۔ یعنی گزر اوقات یا گزارہ۔ حدیث شریف میں ہے: اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا: اے اللہ! آل محمد کو بقدر کفافی روزی عطا کر۔

اسْتَكْفَفَ اور تَكْفَفَ کا ایک ہی مطلب و معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ يَتَكَفَّفُ النَّاسَ: فلاں شخص لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے یعنی مانگتا ہے۔

ک ف ل - الْكِفْلُ: گنا، چند۔ قول خداوندی ہے: يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ: ”وہ تمہیں اپنی رحمت سے دو گنا یا دو چند عطا کریگا۔“ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی

کَفِيٌّ: کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی مثال

سَالِمٌ اور سَلِيمٌ ہے۔

ک ک ب - الْكُوكَبُ: ستارہ۔ اسے

كُوكَبٌ اور كُوكَبَةٌ کہا جاتا ہے۔ جس طرح بَيَاضٌ اور بَيَاضَةٌ، عَجُوزٌ اور عَجُوزَةٌ کہا جاتا ہے۔

كُوكَبُ الرُّوضَةِ: باغچے کی کھلی یا غنچہ۔

كُوكَبُ الشَّيْبِ: کسی چیز کا بیشتر حصہ۔

ک ل ا - الْكَلَا: گھاس۔ تازہ ہونا خشک۔

كَلَاهُ اللَّهُ يَكْلُو كَلَاءَةً: (کاف

مکسور اور الف ممدود) اللہ اس کی حفاظت کرے۔

الْكَالِيَةُ: ادھار۔ حدیث شریف میں

ہے کہ: أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

نَهَى عَنِ الْكَالِيِ بِالْكَالِيِ:

آنحضرت ﷺ نے ادھار کو ادھار کے بدلے

فروخت کرنے سے منع کیا۔ اصمعی رحمہ اللہ

کے قول کے مطابق الکالی کے آخر میں

ہمزہ نہیں ہے۔

ک ل ب - الْكَلْبُ: کتا۔ شاید اسے

بُرے نام کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں

مثلاً: کہتے ہیں اِمْرَاةٌ كَلْبَةٌ: اس کی جمع

اُكْلَبٌ، كِلَابٌ اور كَلِيْبٌ ہے۔ اس

کی مثال عَبْدٌ كِي جَعِيبٌ ہے۔ اور یہ جمع

عزیز ہے۔

الْاَكْلَابُ: اُكْلَبٌ کی جمع ہے۔

بنا۔

الْكَافِلُ: کفالت کرنے والا۔ کھانے اور

دوسری ضروریات پوری کرنے والا۔ اسی کا

ذکر قول خداوندی میں ہے: وَكَفَّلَهَا

زَكَرِيَّا: اور حضرت زکریا نے اس کی کفالت

کی یعنی انہیں پالا پوسا۔ اسے كَفَّلَهَا (فاء

مکسور) بھی پڑھا گیا ہے۔

الْكَفْلُ: (کاف اور فاء دونوں مفتوح)

جانور کے جسم کا پچھلا حصہ۔

ک ف ن - الْكَفْنُ: کفن، میت کو لپیٹنے کا

کپڑا۔

كَفَنَ الْمَيِّتَ تَكْفِينًا: اس نے میت کو

کفن دیا یا کپڑے میں لپیٹا۔

ک ف ی - كَفَاهُ مَوْتَهُ: تَكْفِيَهُ

كِفَايَةٌ وَكَفَاهُ الشَّيْءُ: اس کے لئے

اس کے گزارے کا سامان کافی ہے۔

اِكْتَفَى بِهِ: اسے یہ کافی ہو گیا۔ یا اس نے

اس پر اکتفا کیا۔

اسْتَكْفَيْتُهُ الشَّيْءَ: میں نے اس سے

بقدر کفایت چیز مانگی۔

فَكَفَانِيهِ: تو اس نے مجھے وہ دیدی۔ یا

پوری دے دی۔

كَفَاهُ مَكْفَاةً: اس نے اسے بدل دے

دیا۔ رَجَا مَكْفَاتَهُ: اس نے اس کی

کفایت یعنی کافی ہونے کی تمنا کی۔

رَجُلٌ كَافٍ: کفایت والا آدمی۔ رَجُلٌ

کَلْفَةُ تَكْلِيْفًا: اس نے کسی کے ذمے کوئی کام لگا دیا جس کا کرنا اسے دشوار یا تکلیف دہ ہے۔ تَكْلَفُ الشَّيْءِ: اس نے کام کی مشقت برداشت کی۔  
الْكُلْفَةُ: کلفت، تکلیف اور مشقت۔  
الْمُتَكَلِّفُ: دوسروں کو بلاوجہ تکلیف دینے والا، تکلیف کرنے والا، بلا ضرورت مشقت یا تکلیف دہ کام کرنے والا۔

ک ل ل - الْكُلُّ: بوجہ، ذمہ داری۔ قول خداوندی ہے: هُوَ كَلٌّ عَلَيَّ مَوْلَاةٌ: وہ اپنے آقا پر بوجہ ہے۔ الْكُلُّ کا معنی یتیم بھی ہے۔ اور الْكُلُّ اسے بھی کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو اور نہ اس کا والد زندہ ہو۔ اسی نسبت سے کہا جاتا ہے: كُلُّ الرَّجُلِ يَكِلُّ (کاف مسور) كَمَالَةَ آدَمِي لادارث ہو گیا۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الْكَمَالَةُ: دور کے چچا زاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْكَمَالَةُ مصدر ہے۔ جس کا فعل تَكَلَّمَهُ النَّسَبُ: دو اطراف یعنی والد اور بیٹے کی طرف لینا۔ یعنی اب اس کا ان دونوں اطراف میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ اور اس کا نام کلمہ کے مصدر پر پڑ گیا۔ عرب کہتے ہیں: هُوَ ابْنُ عَمِّ الْكَمَالَةِ وابن عَمِّ الْكَمَالَةِ وہ قریبی رشتہ دار نہیں ہے بلکہ دور پار کا رشتہ دار ہے لیکن اس کا تعلق خاندان سے ہے۔

الْكَلَابُ: (لام مشدّد) کتے رکھنے والے۔  
سَنَكٌ دَارٍ يَأْتِيهَا بَانٌ۔  
الْمُكَلِّبُ: (لام مشدّد و مسور) شکاری کتوں کو سدھارنے والا۔  
رَجُلٌ كَالْبِ: کتے والا شخص اس کی مثال التَّامِرُ: کھجور والا اور لَابِنٌ: دودھ والا ہے۔

الْمُكَالِبَةُ وَالْتِكَالِبُ: باہم جھگڑا کرنا۔  
تَوْتَكَارٌ: کتوں کی طرح ایک دوسرے کے دست و گریباں ہونا۔  
هُمْ يَتَكَالِبُونَ: وہ ایک دوسرے کے ساتھ کتوں کی طرح جھگڑتے ہیں۔

ک ل ح - الْكُلُوْحُ: تیوری چڑھا کر دانت نکالنا۔ اس کا باب خَصَّعٌ ہے۔  
ک ل س - الْكِلْسُ: گارا۔ مٹی ملا ہوا چونا۔ جس سے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔

ک ل ف - الْكَلْفُ: چھائیاں جو چہرے پر نمودار ہوتی ہے۔ الْكَلْفُ کا معنی سیاہی مائل سرخی یا سرخی مائل سیاہ رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اسے نیالی سرخی کہتے ہیں جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔ اس کا اسم الْكُلْفَةُ ہے۔  
الرَّجُلُ الْكَلْفُ: آدمی کے چہرے پر چھائیاں ابھری ہوئی ہیں۔  
كَلِفٌ بِكَدًا: آدمی یا دہ فلاں چیز پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الیہ استعمال کریں یا نہ کریں۔

الإكْلِيلُ: تاج، جس میں جواہرات جڑے جاتے ہیں۔ الْكَلْكُلُ وَالْكَلْكَالُ: سینہ چھائی۔

أَكَلَ الرَّجُلُ بَعِيْزَهُ: آدمی نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔ أَكَلَ الرَّجُلُ كَمَا مَعْنَى يَهِي هِيَ كَمَا اس کا اونٹ تھک گیا۔

أَصْبَحَ مُكَلًّا: وہ عیالدار ہو گیا۔ یعنی اس پر خاندان یا رشتہ داروں کی کفالت کا بوجھ پڑ گیا۔

كَلَّلَهُ تَكْلِيْلًا: اس نے اسے تاج پہنایا۔ رَوْضَةٌ مُكَلَّلَةٌ: کلیوں اور غنچوں سے بھرا ہوا یا ڈھکا ہوا باغیچہ۔

ک ل ا - كَلًّا: کلمہ زجر و توبیخ۔ اس کا معنی

'رُكَّ جَادٌ، نَهْ كَرُوْا' جیسے قول خداوندی ہے: أَيَطْمَعُ كُلُّ أَمْرِي مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ الْجَنَّةَ كَلًّا: "کیا ہر انسان یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا، ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوگا"۔

كَلًّا كَمَا مَعْنَى حَقًّا بھئی ہوتا ہے یعنی اصل اور حق بات یہ ہے یا سچ سچ۔ مثلاً: قول خداوندی: كَلًّا لَسِنُ لَمْ يَنْتَه لَنْسَفَعًا بِالنَّاصِيَةِ: حق بات یہ ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے یا اپنی روش سے باز رہے تو ہم یقیناً ان کو پیشانی سے پڑیں گے۔

ک ل م - الْكَلَامُ: بات۔ یہ اسم جنس

كُلُّ الرَّجُلِ وَالْبَعِيْرُ الْمَشِي: انسان یا اونٹ چلنے سے رہ گیا۔ اس کا مضارع يَكْلُ اور مصدر كَلَّ لَا ہے اور كَلَّالَةٌ بھی ہے۔

كُلُّ السَّيْفِ وَالرُّمْحِ وَالطَّرْفِ وَاللِّسَانِ يَكْلُ كَلًّا لَا وَكُلُوْلًا وَكِلَّةً وَكَلَّالَةً: تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ نیزہ کند ہو گیا۔ نظر پتھرا گئی اور زبان لڑکھرائی۔ سَيْفٌ كَلِيْلٌ الْحَدِي: کند دھار والی تلوار۔

رَجُلٌ كَلِيْلٌ اللِّسَانِ: لڑکھرائی ہوئی زبان والا آدمی۔

وَكَلِيْلُ الطَّرْفِ: چندھیائی ہوئی یا پتھرائی ہوئی آنکھ والا شخص۔

الْكِلَّةُ: باریک پردہ جسے گھر کی طرح بنا جاتا ہے جو چھروں اور پتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی چھردانی وغیرہ۔

كُلٌّ: لفظاً تو یہ واحد ہے لیکن جمع پر بولا جاتا ہے۔ یعنی یہ اسم جمع ہے مثلاً: کہا جاتا ہے: كُلٌّ حَضَرَ: ہر شخص آیا۔ اور كُلٌّ حَضَرُوا: سب لوگ آئے۔ كُلٌّ اور بَعْضٌ دونوں معرّفہ ہیں۔ عربوں نے اس کے ساتھ الف لام داخل نہیں کیا حالانکہ ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت کا مفہوم اور معنی ہے چاہے اسے بطور مضاف

معنوں میں مُتَكَلِّمٌ (لام مفتوح) لفظ نہیں ملا۔

الِكَلِمَانِي: منطقی۔ علم کلام و منطق جاننے والا۔

الِكَلِم: زخم۔ اس کی جمع كَلُومٌ اور كَلَامٌ ہے۔ قَدْ كَلَمَهُ: اس نے اسے زخمی کر

دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ قرآن کی آیت: ذَابَةٌ مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ:

میں جس نے تَكَلِّمُهُمْ پڑھا ہے۔ اس کی قراءت کا معنی ہوگا کہ ہم زمین میں سے

ایسا جانور نکالیں گے جس کو تم زخمی کرو گے اور داغ دو گے۔

التَّكَلِيمُ: زخمی کرنا۔

عيسى عليه السلام كَلِمَةُ اللَّهِ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لحاظ سے کلمۃ اللہ ہیں کہ جس طرح دین میں ان

کی ذات سے نفع اٹھایا گیا ہے اسی طرح ان کے کلام سے بھی نفع حاصل کیا گیا ہے۔ اس

کی مثال ایسی ہے جیسے کہیں کہ: فُلَانٌ سَيِّفٌ اللَّهِ: فلاں شخص اللہ کی تلوار ہے۔ یا

کہیں فُلَانٌ أَسَدٌ اللَّهِ: فلاں شخص اللہ کا شیر ہے۔

ک ل ا - الْكَلِيَّةُ: اور الْكَلُوءُ: گُردہ،

اسے كَلْسُوَةٌ (کاف مکسور) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع كَلِيَّاتٌ اور كَلِيٌّ

ہے۔ ات لگا کر جمع بنانے کی صورت میں

ہے۔ مقدار کے اعتبار سے کم یا زیادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

الِكَلِمُ: اس کا اطلاق تین کلمات سے کم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ كَلِمَةٌ کی جمع ہے۔

اس کی مثال نَبَقَةٌ اور نَبِقٌ ہے۔ لفظ کلمۃ کے تین تلفظ یعنی لہجے ہیں:

(۱) كَلِمَةٌ.

(۲) كِلِمَةٌ اور

(۳) كَلْمَةٌ.

الِكَلِمَةُ کا معنی پورا قصیدہ بھی ہے۔

الِكَلِيمُ: تم سے کلام یا بات کرنے والا۔

كَلَمَهُ تَكَلِيمًا وَكَلَامًا: اس نے اس سے بات کی۔ اس کی مثال كَذَبَهُ تَكْذِيبًا

وَكَذَابًا ہے۔

تَكَلَّمَ كَلِمَةً أَوْ بِكَلِمَةٍ: اس نے ایک بات کی۔

كَلَمَهُ: اس نے اس کی بات کا جواب دیا۔

تَكَلَّمَ بَعْدَ التَّهَاجُرِ: ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد انہوں نے باہم بات

کی۔

كَانَا مُتَهَاجِرَيْنِ فَاصْبَحَا يَتَكَلَّمَانِ: وہ دو ایک دوسرے سے

پچھڑے ہوئے تھے تو وہ ایک دوسرے سے باہم بات کرنے لگے۔ ایسے موقع پر

يَتَكَلَّمَانِ نہیں کہتے۔ مجھے مقام کلام کے

اس کلمہ کا یا مضموم نہیں ہوگا۔

کِکَلَا اثنین: یعنی تثنیہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ اس کی مثال جمع کے صیغے کی کُلِّل سے تاکید ہے۔ یہ کلمہ اسم مفرد ہے تثنیہ نہیں اس کی مثال معیٰ ہے۔ یہ کلمہ دو پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جس طرح دو یا دو سے زیادہ عدد پر دلالت کرنے کیلئے نَحْنُ وضع کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ خود مفرد ہے۔

کِلْتَا: مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کِکَلَا اور کِلْتَا دونوں کلمے مضاف بنے بغیر استعمال نہیں ہوتے۔ اگر یہ کسی ظاہری اسم کی طرف مضاف ہوں تو فعی، نصی اور جری حالت میں اپنی ایک ہی حالت پر رہتے ہیں مثلاً: کہیں گے جَاءَ نِی کِکَلَا السَّرْجُلَیْنِ: میرے پاس دونوں آدمی آئے۔ اور اسی طرح رَأِیْتُ اور مَرَرْتُ کے بعد یہ کلمے اپنی کِکَلَا کی شکل میں آئیں گے۔ اگر یہ ضمیر کی مضاف ہوں تو پھر نصی اور جری حالت میں ان کا الف یا م میں تبدیل ہو جائے گا مثلاً: کہیں گے رَأِیْتُ کِکَلِیْهِمَا اور مَرَرْتُ بِکِکَلِیْهِمَا: البتہ رَفِی حالت کِکَلَا اور کِلْتَا اپنی حالت پر برقرار رہیں گے۔ القراء کا قول ہے کہ یہ کلمہ مثنیٰ ہے اور اسے بطور واحد استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور اگر کبھی بطور واحد مستعمل ہو تو پھر

یہ کُلُّ اور کِلْتُ کِلَان اور کِلْتَان کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ بطور دلیل کسی شاعر کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

فِی کِلْتِ رَجَلِیْہَا سُلَامِی وَاحِدَہ  
”یعنی اس کے دو پاؤں میں سے ایک پاؤں میں ایک جوڑ ہے۔“

یعنی اہل بصرہ کے نزدیک یہ کمزور دلیل ہے۔ اس شعر میں کِلْتَا کا الف ضرورت شعری کی وجہ سے محذوف ہوا ہے۔ اس کلمہ کے مفرد ہونے پر جریر کا یہ شعر دلیل اور حجت ہے:

کِکَلَا یَوْمِیْ أُمَامَۃَ یَوْمِ صِدِّیْ  
مجھے یہ شعر ابوعلی نے سنایا ہے۔

ک م ث ر - الْکُمَثْرَی: امرود، ایک پھل۔ اس کا واحد کُمَثْرَاۃ ہے۔  
ک م خ - الْکَامِخُ: چٹنی جسے بطور سالن یا سالن کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ک م د - الْکَمْدُ: چھپا ہوا ڈکھ۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل کَمِدٌ اور کَمِیْدٌ ہے۔

الْکَمِیْدَةُ: رنگ کی تبدیلی۔ تَكْمِیْدُ الْعَضْوِ: جسم سے کسی عضو کو کسی کپڑے وغیرہ سے گرم کرنا یا سینکنا۔ یہی معنی الْکِمَادُ (کاف کسور) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الْکِمَادُ أَحَبُّ إِلَیَّ



کمل کرنا یا مکمل کرنے کو کہا۔

ک م م - الکُم: قمیض کی آستین۔ اس کی

جمع اکمام اور کَمَمَة ہے۔

الکُمَّ: گول ٹوپی کیونکہ یہ سر ڈھانپتی

ہے۔

الکِم: (کاف مکسور) اور الکِمَامَة:

غلاف، شگوفہ اور کلی یا غنچہ کا غلاف۔ اس کی

جمع اکمام، اِکَمَة، کِمَام اور اِکَامِم

ہے۔ اَكَمَتِ النَّخْلَةَ وَكَمَمَتْ:

کھجور کے درخت نے شگوفے نکالے۔

اَكَمَّ الْقَمِيصَ: اس نے قمیض کی آستین

بنائیں۔

كَم: اسم ناقص مبہم ہے اور منی بر سکون

ہے۔ یہ دو موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔

اس کا پہلا موقع تو استفہام ہے اور دوسرا

خبر۔ استفہام کی مثال ہے: كَم رَجُلًا

عِنْدَكَ؟ تیرے پاس کتنے لوگ یا آدمی

ہیں۔ بطور تمیز اس کا مابعد منصوب ہوتا

ہے۔ اور خبر کی مثال یہ ہے: كَم دِرْهَم

انْفَقْتُ: تم نے بہت سے درہم خرچ کر

دیئے۔ اس سے مراد مال کی کثرت ظاہر

کرتا ہے۔ اور اس کا مابعد مجرور ہوگا جس

طرح رُب کا مابعد مجرور ہوتا ہے۔ کیونکہ

کم برائے تعبیر رُب برائے لتقلیل کی

ضد ہے۔ چاہیں تو اسے منصوب بھی کر سکتے

ہیں۔ اگر اسے اسم تام بنائیں تو پھر اس کا

مِنَ الْكَمِي: مجھے داغنے سے کپڑے کو گرم

کرتا یا سینکنا پسند ہے۔

ک م ع - كَامَعَة: اس نے اسے اپنے

ساتھ لٹایا یا سٹلایا۔

المُكَامَعَة: دو آدمیوں کا اکٹھے ایک بستر

پر لیٹنا یا سونا۔ جس کی حدیث شریف میں

یوں ممانعت آئی ہے کہ کوئی مرد دوسرے

مرد کے ساتھ درمیان میں کوئی آڑ یا ستر

کے بغیر نہ لیٹے۔

ک م ل - الْكَمَالُ: کامل ہونا، پورا

ہونا۔ قَدْ كَمَلَ يَكْمُلُ (میم مضموم)

كَمَالًا: اس نے مکمل کیا۔

كَمَل اسی لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس

میں میم مضموم ہے۔ كَمِل (میم مکسور) بھی

اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ ردی اور گھنیا

لہجہ ہے۔

تَكَامَلَ الشَّيْءُ: چیز مکمل ہوگئی یا پوری ہو

گئی۔

اَكْمَلَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے مکمل کیا۔

رَجُلٌ كَامِلٌ: کامل شخص۔

قَوْمٌ كَمَلَةٌ: کامل قوم یا صاحب کمال

لوگ۔ اس کی مثال حَافِدَةٌ اور حَفْدَةٌ

ہے۔ کہا جاتا ہے: اعْطِهِ الْمَالَ كَمَالًا:

اسے پورا یعنی سارے کا سارا مال دے

دو۔ التَّكْمِيلُ وَالْاِكْمَالُ: مکمل کرنا،

پورا کرنا۔ اسْتَكْمَلَهُ: اس نے کام پورا یا

ک ن ز - الْكَنْزُ: خزانہ، دینہ۔

قَدْ كَنْزَهُ: اس نے اسے خزانہ بنا کر رکھا۔

اس کا باب ضَرْبَ ہے۔ حدیث شریف

میں ہے: كُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِي تَكَاتُهُ

فَهُوَ كَنْزٌ: ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی

جائے، کنز یعنی خزانہ ہے۔

اَكْتَنَزَ الشَّيْءُ: چیز جمع ہوگئی یا بھرگئی۔

ک ن س - الْكَائِسُ: ہرن کے چھپنے کی

جگہ یعنی پناہ گاہ میں چھپنے والا ہرن۔

الظَّبْيُ يَدْخُلُ فِي كِنَاسِهِ: ہرن

درختوں کے جھنڈ میں چھپ جاتا ہے یا پناہ

لیتا ہے۔ قَدْ كَنَّسَ الظَّبْيُ: ہرن نے

پناہ گاہ میں پناہ لی۔ یعنی درختوں کے جھنڈ

میں چھپ گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

تَكَنَّسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

كَنَّسَ الْبَيْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو

پھیر کر صفائی کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِكْنَسَةُ: جھاڑو۔

الْكِنَاسَةُ: کوڑا کرکٹ، جھاڑ۔

الْكِنِيسَةُ: گر جاگھر۔ عیسائیوں کا عبادت

خانہ۔

الْكُنْسُ: ستارے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے:

کیونکہ ستارہ چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہو جاتا

ہے اس لئے اسے الْخُنْسُ السَّيَّارَةُ

کہتے ہیں۔

ک ن ف - كَنَفَهُ: اس نے اسے گھیر لیا اور

آخری صرف مشدّد ہوگا اور یہ منحرف ہو

گا۔ اس کی مثال ہے: اَكْثَرْتُ مِنْ

الْكَمِّ: یہاں کم سے مراد کمیت یعنی

مقدار ہے۔

ک م ن - كَمَنَ: چھپ گیا، پوشیدہ ہو گیا،

رد پوش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی

لَفْظِ كَمَيْنَ فِي الْحَوْبِ لِذَائِلِ فِي لُغَاتِ دَارِ حُزْنَ

مُكْتَمِينَ (دل کے اندر چھپا ہوا دکھ) ماخوذ

ہے۔

الْكُمُونُ: (میم مشدّد) بادیاں، سونف۔

ک م ہ - الْاَكْمَةُ: مادر زاد اندھا۔ قَدْ

كَمِيَ: وہ مادر زاد اندھا ہے، اس کا باب

طرب ہے۔

ک م ی - الْكَمِيُّ: بہادر، دلاور۔

الْمُتَكَمِّيُّ فِي سِلَاحِهِ: اپنے

تھیاروں میں غرق، ہتھیار بند یعنی ڈھال

اور خود سے لیس۔ اس کی جمع الْكُمَاةُ

ہے۔

الْكِيمِيَاءُ: علم کیمیا جس میں عناصر اور

ان کے باہم عمل اور رد عمل پر بحث کی جاتی

ہے۔ یہ عربی کلمہ ہے۔

كُنْتِي: دیکھئے بذیل مادہ 'ک و ن'۔

ک ن د - كَنَدَ: اس نے کفرانِ نعمت یا

ناشکری کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا

اسم قاعِلْ كَنْوَدٌ ناشکر گزار مرد اور ناشکر

گزار عورت بھی ہے۔

بچالیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
الْكَنْفُ: (کاف اور نون دونوں  
مفتوح) جانب، طرف، پہلو۔ تَكْنَفُوهُ،  
اِكْتَنَفُوهُ اور كَنَفُوهُ تَكْنِيفًا: سب کا  
معنی انہوں نے گھیر لیا ہے، یا احاطہ کر لیا۔  
الْكَنْفُ (کاف مسموع) وہ برتن یا تھیلا جس  
میں چرواہا اپنا سامان رکھتا ہے۔ حدیث  
شریف میں اس کے اسم تصغیر کا ذکر موجود  
ہے۔ كُنَيْفٌ مُلِيٌّ عِلْمًا: چھوٹا سا تھیلا  
علم سے بھر گیا۔ (یہ کلمات حضرت عمر رضی  
اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
کے بارے میں کہے تھے)۔

اَكْنَهُ دُونُوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جس میں  
چھپانا اور دل کے اندر کا مفہوم سب شامل  
ہے۔  
الْكَنَّةُ: بیو، بیٹے کی بیوی۔ اس کی جمع  
كَنَانٌ ہے۔  
الْكَنَانَةُ: خَرَش۔ جس میں تیر ڈالے یا  
رکھے جاتے ہیں۔ اَكْتَنَنَ اور اُسْتَكْنَنَ: وہ  
چھپ گیا۔  
الْكَانُونُ اور الْكَانُونَةُ: چولہا۔ کانون  
الاول اور کانون الآخر: رومی کیلیئرڈ  
کے مطابق سردیوں کے وسط کے دو مہینے۔  
ک ن ہ - كُنْهُ الشَّيْءُ: چیز کی انتہاء۔ کہا  
جاتا ہے: اَعْرِفْهُ كُنْهُ الْمَعْرِفَةِ: میں  
اسے خوب جانتا پہچانتا ہوں۔ لوگوں کا یہ  
قول ہے: لَا يَكْتَنِبُهُ الْوَصْفُ: وہ اس  
کی انتہا کو نہیں پہنچا۔ یہ مولد کلام ہے۔ یعنی  
غیر عربی۔

ک ن ی - الْكِنَايَةُ: بظاہر کوئی بات کہی  
جائے اور اس سے مراد کچھ اور لی جائے۔  
قَدْ كُنَيْتُ بِكَذَا عَنْ كَذَا: میں نے  
کفایہ یہ بات کہی۔

وَ كُنُوْتُ كِنَايَةً كَمَا مَعْنَى بَعِي يَبِي هِيَ۔  
رَجُلٌ كَانَ وَقَوْمٌ كَانُونَ: کفایہ بات  
کرنے والا آدمی اور قوم یا لوگ۔

الْكُنْيَةُ: کنیت (کاف مضموم اور مسموع)  
اس کی جمع کُنَى ہے۔

ک ن ن - الْكِنُّ: سُرَّه، آڑ۔ اس کی جمع  
اَكْنَانٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلَ  
لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا: اور تمہارے  
لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

الْاِكْنَةُ: پردہ۔ قول خداوندی ہے:  
وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ اِكْنَةً: ہم نے  
ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس کا واحد  
كِنَانٌ ہے۔ بقول الکسائی: كَنَّ الشَّيْءُ:  
اس نے چیز کو چھپا لیا اور ڈھوپ سے بچا لیا  
یا محفوظ کر لیا۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔

اَكْنَهُ فِي نَفْسِهِ: اس نے اسے اپنے دل  
میں چھپا لیا۔ ابوزید کا قول ہے: كُنْهُ اور

میں کھدی ہوئی غار۔ اس کی جمع کُھُوف ہے۔ فُلَانٌ كُھُفٌ: فلاں شخص پناہ یا پناہ گاہ ہے۔

ک ہ ل - الكَهْلُ من الرجال: تیس برس سے زائد عمر کا آدمی جس پر بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگیں۔

امْرَأَةٌ كَهْلَةٌ: بوڑھی (ادھیڑ عمر) عورت۔ حدیث شریف میں ہے: هَلْ فِي أَهْلِكَ مِنْ كَاهِلٍ: کیا تمہارے خاندان میں کوئی ادھیڑ عمر شخص ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے: مَنْ كَاهِلٌ كَمَا مَعْنَى هُوَ مَنْ أَسَنَّ جَوْعًا رَسِيدًا هُوَ وَهُوَ ادْهِيْزُ عَمْرًا كَمَا هُوَ - گیا۔

الْكَاهِلُ: دو موٹھوں کے درمیان کی جگہ۔

اَكْتَهَلَ: وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔

ک ہ ن - الكَاهِنُ: کاہن، غیب کی باتیں بتانے والا۔ اس کی جمع کُھَنَانٌ اور كُهَنَةٌ ہے۔

قَدْ كُهِنَ: اس نے کہانت کی، پیش گوئی کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

قَدْ تَكُهَّنَ كَمَا مَعْنَى يَهِيْءُ -

كُهْنٌ: وہ کاہن بن گیا۔ اس کا باب ظَرَفَ ہے۔

ک و ب - الكُوْبُ: (کاف مضموم) ایک پیالہ جس کا دستہ نہ ہو۔ اس کی جمع اکواب

اَكْتَنَى فُلَانٌ بَكْدًا: فلاں شخص نے یہ کنیت اختیار کی۔

هُوَ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔

كَنَاهُ أَبَا زَيْدٍ: اس نے اس کی ابو زید کنیت رکھی۔ اس کا مصدر تَكْنِيَةٌ ہے اور

اس کا اسم فاعل كَنِيٌّ ہے۔ مثلاً: هُوَ كَنِيَّةٌ: وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ اس کی مثال هُوَ سَمِيَّةٌ یعنی وہ اس کا ہم نام ہے۔

میرا کہنا ہے کہ كَنَاهُ كَذَا اور بگذا (نون مخفف) يَكْنِيهِ كَذَا کہ فارابی نے کیا

ہے۔ كُنَى الرَّؤْيَاءُ: خوابوں کی تعبیروں کے اشارات اور کنایات ان اشارات اور

کنایات کو خواب کی تعبیر بتانے والے بیان کرتے ہیں۔ ان خوابوں میں اہم دو

ضروری باتوں کی طرف اشارات ہوتے ہیں۔

ک ہ ر - الكَحْرُ: جھڑکنا، ڈانٹنا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قول خداوندی ہے:

وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَهْجُرْ: اور یتیم تو اسے مت جھڑکو۔ الکسائی کے قول کے مطابق كَهْرَةٌ اور قَهْرَةٌ دونوں کا معنی

ایک ہے۔ ک ہ ف - الكَهْفُ: نماز، گھما، پہاڑ

ہے۔ بعض مفسروں نے قول خداوندی:  
اَكَاذُ اُخْفِيهَا: کا معنی یہ کیا ہے کہ میں  
اسے چھپانا چاہتا ہوں، کیا ہے۔ جس طرح  
اس آیت میں یگاذ کی جگہ یُرِيذُ وضع کیا  
گیا ہے۔ یُرِيذُ اَنْ يَنْقُصَ: دیوار گرا ہی  
چاہتی تھی۔ یعنی گرنے کے قریب تھی۔ لہذا  
پہلی آیت میں اَكَاذُ کو اُرِيذُ کی جگہ  
استعمال کیا گیا ہے۔ انخس رحمہ اللہ نے  
بطور دلیل یہ شعر نقل کیا ہے:

كَادَتْ وَكَذَّتْ وَتَلَكُ خَيْرُ ارَادَةٍ  
لَوْ عَادَ مِنْ لَهْوِ الصَّبَابَةِ مَامَضَى  
کادات اور کدت کے کلمات بہترین  
خواہش کا مظہر ہیں۔ اے کاش! جوانی کی  
بے فکری کے گزرے اور بیتے دن لوٹ  
آتے۔

ک و ر - كَارَ الْعِمَامَةَ عَلَي رَأْسِهِ:  
اس نے اپنے سر پر پگڑی باندھی یعنی اس  
نے اپنے سر پر پگڑی کو لپیٹ لیا۔ اس کا  
باب قَالَ ہے۔ پگڑی کے ہر پھیر یا لپیٹ کو  
کور کہتے ہیں۔

الْكُورُ: (کاف مضموم) اونٹ کا کجاوہ  
ساز و سامان کے سمیت۔ اس کی جمع اَكْوَارُ  
اور كَيْرَانٌ ہے۔

الْكُورُ کا معنی لوہار کی مٹی سے بنی ہوئی  
بھٹی بھی ہے۔

كُوَارَةُ النُّعْلِي: شہد کی کھپوں کا چھتہ

ہے۔

ک و ح - كَاوَحَسَهُ: اس نے اسے گالی  
دی اور جھڑکا۔

تَكَوَحَسَا: ان دو آدمیوں نے ایک  
دوسرے کے ساتھ تو جھڑکا کی اور آپس میں  
دنگنا کیا۔

ک و خ - الْكُوْخُ: (کاف مضموم)  
جھونپڑا یا جھونپڑی۔ جس پر نہ تو ڈنڈوں یا  
سرکنڈوں کی چھت ہو اور نہ روشن دان یا  
کوئی کھڑکی ہو۔ اس کی جمع اَكْوَاخُ ہے۔

ک و د - كَادَ يَفْعَلُ كَذَا: يَغَاذُ،  
كُوْدُ اور مَكَادَةُ بھی۔ وہ ایسا کرنے لگا۔

یعنی وہ ایسا کرنے کے قریب ہوا لیکن ابھی  
کیا نہیں۔ سیبویہ نے کسی عرب کا یہ قول  
روایت کیا ہے: كُذِّتْ اَفْعَلُ كَذَا

(کاف مضموم) میں ایسا کرنے ہی والا تھا۔  
لوگ كَادَ کے بعد عَسَى کے ساتھ تشبیہ  
کے طور پر اَنْ شامل کرتے ہیں۔ بقول  
شاعر:

قَدْ كَادَ مِنْ طَوْلِ الْبَلَى اَنْ يَمْصَحَاهُ  
”یا طویل مصیبتوں کے باعث اس کا نام و  
نشان مٹنے والا ہی تھا۔“

كَادَ کا لفظ مقاربت فعل کے لئے وضع کیا  
گیا ہے۔ اگر یہ لفظ اکیلا آئے تو نفی فعل کا  
مطلب دیتا ہے۔ اور اگر حرف انکار کے  
ساتھ مل کر آئے تو وقوع فعل کا فائدہ دیتا

ک ہ ز - الْكُوْرُ: پیالہ۔ اس کی جمع  
كِيْزَانٌ، اَكْوَاژ اور كُوْرَةٌ ہے۔ جو  
بروزن عِنْبَةَ ہے۔ اس کی مثال عُودَةٌ،  
عِيْدَانٌ، اَعْوَاذ اور عُوْدَةٌ ہے۔

ک و س - كَوْسَةٌ عَلَيَّ رَأْسِيْهِ تَكْوِيْسًا:  
اس نے اسے اپنے سر پر اُلٹایا، یا اُلٹنا۔  
حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهُ لَوْ فَعَلْتَ  
ذٰلِكَ لَكُوَسَكَ اللّٰهُ فِى النَّارِ  
رَأْسَكَ اسْفَلَكَ: خدا کی قسم! اگر تم  
ایسا کرتے تو خدا تمہیں دوزخ میں تمہارا سر  
الٹا کر کے پھینک دیتا۔ (یہ کلمات سالم بن  
عبداللہ بن عمر نے حجاج سے کہے تھے جب  
حجاج نے عبداللہ بن عمر کو قتل نہ کرنے پر  
افسوس کا اظہار کیا تھا)۔

الْكُوْسُ: نقارہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ  
رب ہے۔

ک و ع - الْكُوْعُ: اور الْكَاعُ: کلائی  
کا وہ حصہ جو ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف رکھا  
جاتا ہے۔

كَاعٌ عَنِ الشَّيْءِ: وہ کسی چیز سے ڈر کر  
دور ہٹ گیا۔ اس کا باب بَسَاعٌ ہے۔ كَعٌّ  
سے يَكْعُ کے بدلے يَكَاعُ بھی ایک لہجہ  
ہے۔ اور معنی ڈرنا اور ڈر کر بزدلی کے مارے  
پچھے ہٹنا ہے۔

ک و ف - الْكُوْفَةُ: سرخ رنگ کی  
ریت۔ اسی نسبت سے کوفہ نام پڑا ہے۔

جس کی موسم میں شہد ہوتا ہے۔

میرا کہتا ہے کہ بقول الازہری الْكُوْرُ اور  
الْكُوْرَةُ شاخوں سے بنی ہوئی ٹوکری قسم  
کی کوئی چیز جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے، جسے  
شہد کی کھینوں کے لئے بنایا جاتا ہے۔  
المُغْرِبُ میں لکھا ہے کہ الْكُوْرَةُ شہد کا  
چھتہ ہوتا ہے اگر وہ مٹی کا بنا ہو۔ الْكُوْرَةُ  
بروزن الصُّورَةُ کا معنی شہر اور علاقہ ہے۔  
اور اس کی جمع كُوْرٌ ہے۔ الْكَارَةُ: پیٹھ پر  
اٹھایا جانے والا کپڑوں کا گٹھڑ۔

تَكْوِيْرُ الْمَتَاعِ: سامان اٹھا کر نانا اور اس  
کو گٹھڑی میں باندھنا۔

تَكْوِيْرُ الْعِمَامَةِ: پگڑی کا لپیٹنا۔  
تَكْوِيْرُ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ: رات کا  
دن پر چھاجانا یا دن کو ڈھانپنا ہے۔ کہا گیا  
ہے کہ اس کا معنی رات کا دن سے زیادہ ہونا

ہے۔ قول خداوندی ہے: اِذَا الشَّمْسُ  
كُوْرَتْ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ  
نے كُوْرَتْ کا معنی غُوْرَتْ کیا ہے۔ جس  
کا معنی لپیٹے جانے کی بجائے ڈوبنے کے  
ہوتے ہیں۔ اور بقول قتادہ اس کا معنی یہ  
ہے کہ سورج کی روشنی زائل ہو جائے گی۔

اور ابو نعیم نے کہا کہ: كُوْرَتْ کا معنی  
تَكْوِيْرُ الْعِمَامَةِ پگڑی باندھنے کی طرح  
ہے جسے سر پر لپیٹا جاتا ہے تو وہ لپٹ کر ختم  
ہو جاتی ہے۔

الکیمیاء: علم کیمیا جس میں عناصر کے باہمی عمل اور رد عمل کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

ک و ن - کان: فعل ناقص ہے۔ اسے خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے فعل تام قرار دیا جائے تو اس کا معنی حَدَث اور وَقَعَ بمعنی کوئی فعل سرزد ہوا ہے۔ اس صورت میں اسے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مثلاً: اَنَا أَعْرِفُهُ مُدَّ كَانٍ: میں اسے شروع سے جانتا ہوں۔ یہاں مُدَّ كَانٍ سے مراد مُدَّ خَلْقٍ ہے۔ بعض اوقات كَانٍ تاکید کیلئے بطور حرف زائد استعمال ہوتا ہے مثلاً:

كَانَ زَيْدٌ مُنْطَلِقًا: اس معنی زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ اللَّهُ

غَفُورًا رَحِيمًا: اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اس صورت میں كَانٍ کا فعل كَانٍ

کو نا اور كَتَبُوا لَمْ يَكُونُوا کا یہ قول: لَمْ يَكُ: دراصل لَمْ يَكُونُوا تھا جس میں

القائے سائنس کے باعث واؤ حذف ہو گیا اور لَمْ يَكُنْ باقی رہ گیا۔ پھر کثرت

استعمال کے پیش نظر تخفیف کے لئے نون بھی حذف ہو گیا۔ البتہ متحرک ہونے کی

صورت میں نون برقرار رہے گا۔ مثلاً: لوگ کہتے ہیں: لَمْ يَكُنِ الرَّجُلُ: یونس کے

ہاں حرکت کے باوجود نون حذف کرنا جائز ہے۔ بطور دلیل انہوں نے یہ شعر پڑھا:

الکاف: حروف ہجا میں سے ایک حرف

ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ دوسرا حروف ہجا کا بھی یہی حال

ہے۔ کاف حرف جر ہے اور تشبیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو کبھی یہ اسم کی جگہ

واقع ہوتا ہے تو اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

وَرُحْنَا بِكَابِنِ الْمَاءِ يُجَنَّبُ وَسَطِنَا

تَصَوَّبُ فِيهِ الْعَيْنُ طَوْرًا وَتَرْقَى

حرف کاف بعض اوقات ضمیر مخاطب کے طور پر استعمال ہوتا ہے کبھی مجرور اور کبھی

منصوب ہونے کی صورت میں مفتوح ہوتا ہے اور مؤنث کی صورت میں مکسور تاکہ

دونوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ کبھی یہ حرف خطاب کے لئے استعمال ہوتا

ہے۔ اس صورت میں اس اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ

حرف اسم نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف حرف خطاب ہوتا ہے۔ مذکر کے لئے مفتوح اور

مؤنث کے لئے مکسور۔

كُوْكَبٌ: دیکھئے بذیل مادہ ک ک ب؛ ک و م - كَوْمٌ كَوْمَةٌ: (کاف مضموم)

مٹی کا ایک ڈھیر بنا کر اسے زمین سے اوپر کر کے اس کی چوٹی بنائی۔ اس کی مثال

الصَّبْرُ مِنَ الْمَطْعَامِ: کھانے کا ڈھیر بنانا ہے۔

پایا ہے۔ شراب کی جگہ اس کا وجود بہتر ہے۔ (کیونکہ انگور سے ہی شراب کشید ہوتی ہے)۔ گویا انگور شراب کا بھائی ہے اور ایک ہی ماں نے اسے بھی دودھ پلایا ہے۔“

اس سے مراد زینب یعنی متقا یعنی خشک انگور ہے۔

الْكُونُ: وجود، اس کی جمع الاكْوَانُ ہے۔  
الْإِسْتِغَانَةُ: کمزوری و ضعف اور شکستہ بدنی۔ الْمَكَانَةُ: قدر و منزلت۔ فُلَانٌ مَكِينٌ عِنْدَ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ الْمَكَانُ وَالْمَكَانَةُ: جگہ۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ: اگر ہم چاہیں تو انہیں، انہی کی جگہوں پر مسخ کر کے رکھ دیں یعنی ان کی شکلیں بدل دیں۔ میم کثرت استعمال کے باعث اس کے اصلی حرف ہونے کا وہم ہو گیا ہے جس کے باعث مکان کو نفل کی شکل دی گئی اور اس سے فعل تَمَكَّنَ بنایا گیا۔ اس کی دوسری مثال مَسْكِينٌ سے تَمَسَّكَنَ ہے۔ جب کوئی بوڑھا ہو جائے تو اسے کُنْتِي کہا جاتا ہے گویا اسے اس کے اپنے اس قول کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ: كُنْتُ فِي شَبَابِي كَذَا: میں جوانی میں ایسا تھا۔ اسی طرح یہ شعر ہے:

إِذَا لَمْ تَكُ الْحَاجَاتُ مِنْ هَمَةِ الْفَتَى  
فَلَيْسَ بِمُعْنٍ عَنكَ عَقْدُ الرِّتَانِمِ  
”جب حاجت روائی اور مشکل کشائی کسی انسان کی ہمت سے باہر ہو جائے تو پھر یاد دہانی کے لئے اس کی اگلیوں پر دھاگے باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر بذیل مادہ ’ر ت م‘ درج کیا ہے۔ اور وہاں اس شعر کے درج کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔ شاید اس میں دو روایتیں ہیں۔ یا دو شاعروں کو اس شعر کا توارد ہوا ہے جن کے بعض الفاظ ایک جیسے ہیں یہ کہنا کہ جَاءُ وَنِي لَا يَكُونُ زَيْدًا: سے مراد زید کا استثناء ہے اس میں لَا يَكُونُ الْآتِي زَيْدًا مقدر ہے۔ كَوْنُهُ فَتَكُونُ: اس نے اسے گڑھایا شکل دی تو وہ تیار ہو گیا یا بن گیا۔ تمہارا یہ کہنا كُنْتُهُ وَكُنْتُ إِسَاءَهُ منفصل ضمیر کو متصل ضمیر کی جگہ رکھتا ہے۔

چنانچہ ابوالأ سود الدنبی کا شعر ہے:

دَعِ الْخَمْرَ يَشْرِبُهَا الْفَوَاةُ فَإِنِّي  
رَأَيْتُ أَحَاَهَا مُجْزِنًا بِمَكَانِيهَا  
فَبَلَا يَكْنُهَا أَوْ تَكْنُهَا فَإِنَّهُ  
أَخْوَهَا غَلَدَتُهُ أَمُّهُ بِلِبَابِهَا

”شراب گمراہوں کو پینے دو یا شراب پینا گمراہ لوگوں کو مبارک ہو۔ میں نے تو اس کے بھائی یعنی خشک انگور کو اس کا نم البدل



ک و ن - ک ی ف

جواب میں کہا جاتا ہے: كَانَ مِنَ الْأَمْرِ  
كَيْتٌ وَكَيْتٌ: (تاء مفتوح اور کسور)  
فلاں فلاں بات تھی۔

ک ی ت - التَّكِيْتُ: ساز و سامان تیار  
کرنا۔ كَانَ الْأَمْرُ كَيْتٌ وَكَيْتٌ:  
بات ایسی ویسی تھی۔ (دونوں لفظوں میں  
تاء مفتوح بھی ہے اور کسور بھی)۔

ک ی د - الْكَيْدُ: مکر، فریب، چال۔  
اس کا باب بَاعَ ہے۔  
مَكِيدَةٌ (کاف کسور) کا معنی بھی یہی  
ہے۔

ک ی ر - كَبِيرُ الْحَدَادِ: لوہار کی دھونکی  
جو کھال یا موٹے چمڑے کی بنی ہوتی ہے۔  
ک ی س - الْكَيْسُ: بروزن الکیل:  
ذہانت و عقل مندی۔ یہ لفظ الحُمق بمعنی  
 حماقت کی ضد ہے۔

الرُّجُلُ كَيْسٌ وَمُكَيْسٌ: آدمی ذہین یا  
خوش طبع ہے۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔  
كَيْسَةٌ (کاف کسور) کا بھی یہی معنی  
ہے۔ الْكَيْسُ: بٹوہ، تھیلا، جیب۔ اس کی  
جمع اَكْيَاسٌ ہے۔ اَكْيَاسُ الدَّرَاهِمِ:  
درہموں کی تھیلیاں۔

ک ی ف - كَيْفٌ: اسم مبہم غیر ممکن ہے۔  
اس کا آخری حرف القائے ساکنین کی وجہ  
سے متحرک کیا گیا ہے۔ اور یاء کے بدلے  
کسرہ کو چھوڑ کر اسے منی علی الفتح کر دیا گیا۔

فَأَصْبَحْتُ كُنْتِيًا وَأَصْبَحْتُ عَاجِنًا  
وَشَرُّ خِصَالِ الْمَرْءِ كُنْتُ وَعَاجِنٌ  
”پس میں کنتی اور لاٹھی ٹیکنے والا بوڑھا  
ہو گیا۔ اور انسان کی بدترین خصلت بوڑھا  
ہونا اور لاٹھی کے سہارے چلنا ہی تو ہے۔“

ک و ی - كَوَاهُ يَكْوِيهِ كَيْئًا:

فَاكْتَوَى هُوَ: اس نے اسے داغ دیا  
تو اسے داغ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آخِرُ  
الدَّوَاءِ الْكَيْئُ: آخری علاج داغ دینا  
ہے۔ ان معنوں میں آخِرُ الدَّوَاءِ  
الْكَيْئُ نہیں کہا جاتا۔ الْمَكْوَى:  
استری (کپڑے استری کرنے والی)، داغ  
دینے والا لوہا۔

الْكُوَّةُ: (کاف مفتوح) گھر کے اندر  
روشن دان یا ہوا کے لئے سوراخ۔ اس کی  
جمع الْكُوَّاءُ (کاف کسور اور الف ممدود اور  
مقصور) ہے۔ الْكُوَّةُ اس کا ایک اور لہجہ  
ہے۔ اس کی جمع كُوَى ہے۔

كَيْئٌ: (یاء مخفف) تاکہ کہنے والے کے  
اس سوال کا جواب: لِمَ فَعَلْتَ؟ تم نے یہ  
کیوں کیا؟ اور جواب یہ ہے کہ كَيْئٌ  
يَكُونُ كَذَا: تاکہ ایسا ہو۔ اور نتیجے کے  
اعتبار سے اس کا عمل لام جیسا ہے۔ یہ اپنے  
بعد میں آنے والے فعل مستقبل کو نصب دیتا  
ہے۔ وقف کی صورت میں كَيْئَةً کہا جاتا  
ہے جس طرح لَمَةً؟ کہا جاتا ہے۔ اس کے

ک ی ف - ک ی ن

دیا۔ قول خداوندی ہے: **وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ:**  
 اور جب وہ لوگوں کو (کچھ) تول کر دیتے  
 ہیں۔ **اَكْتَالَ عَلَيْهِ:** اس نے اس سے  
 تول کر یا ناپ کر لیا۔ کہا جاتا ہے: **كَالَ**  
**الْمُعْطَىٰ وَاِكْتَالَ الْآخِذُ:** دینے  
 والے نے تول کر یا ناپ کر دیا اور لینے  
 والے نے تول کر یا ناپ کر لیا۔ **كَيْلُ**  
**الطَّعَامِ:** اناج تولا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔  
 چاہیں تو کاف کو اور الطَّعَامِ کو مضموم کر  
 لیں: **مَكَيْلٌ** اور **مَكْيُولٌ** اس کی مثال  
**مَخِيضٌ** اور **مَخْيُوطٌ** ہے۔ بعض لوگ  
**كَيْلُ الطَّعَامِ** کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ  
**بُوعٌ**، **اضْطُودُ الصَّيْدِ** اور **اسْتَوْقُ**  
**مَالَهُ** کہتے ہیں۔ **كَابَلَهُ** و **تَكَابَلَا:** اس  
 نے دوسرے کو یا ان دونوں نے ایک دوسرے کو  
 تول کر یا ناپ کر دیا اس کا اسم فاعل **مُكَايِلٌ**  
 بغیر ہمزہ کے ہوگا۔

**الْكَيْوُولُ:** صف کا آخر یا صف کے آخر پر  
 رہنے والا یا آخری صف۔ اس کا ذکر حدیث  
 شریف میں ہے۔

**ک ی ن - كَائِنٌ:** خبر اور استفہام کے  
 معنوں میں اس کا معنی **كَمْ** یعنی کتنا ہے۔  
**كَائِنٌ** بھی اس کا ایک لہجہ ہے جو بروزن  
 کاع ہے۔

یہ لفظ احوال پرسی کے لئے استعمال ہوتا  
 (یعنی کیا حال ہے)۔ یہ لفظ بعض اوقات  
 اظہار تعجب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے  
 مثلاً: **قَوْلُ خَدَاوَنْدِي: كَيْفَ تَكْفُرُونَ**  
**بِاللَّهِ:** تم اللہ کی نافرمانی کیسے کر سکتے ہو!  
 اگر اس کے آخر میں 'مَا' کا اضافہ کیا جائے  
 تو پھر اس مثال کو شرط بنا کر اس کے بعد جزا  
 لانا درست ہوگا مثلاً: **كَيْفَمَا تَفْعَلُ**  
**أَفْعَلُ:** تم جیسے کرو گے میں بھی ویسا ہی  
 کروں گا۔

**کیمیاء:** دیکھئے بذیل مادہ **ک و م** اور  
 بذیل **ک م ی:**

**ک ی ل - الْكَيْلُ الْمِكْيَالُ:** ناپنے کا  
 برتن۔ **الْكَيْلُ** مصدر بھی ہے۔ مثلاً: **كَالَ**  
**الطَّعَامِ:** اس نے اناج کا ناپ کیا۔ اس کا  
 باب **بَاعَ** ہے۔

**مَكَالًا** اور **مَكْيَالًا** کا معنی بھی یہی ہے۔

اس کا اسم **الْكَيْلَةُ** (کاف مسور) ہے۔ کہا  
 جاتا ہے: **إِنَّهُ لِحَسَنُ الْكَيْلَةِ** (بروزن  
**الْجَلْسَةِ وَالرَّكْبَةِ**) وہ پورا تولنے  
 اناپنے والا شخص ہے۔ محاورہ یا مثل ہے:

**أَحْشَفَا وَسُوءَ كَيْلَةٍ:** کیا بری کھجور  
 یعنی کھجور بھی ناقص اور پھر تول اور ناپ بھی  
 بُرا۔ یعنی دونوں خرابیاں۔ کہا جاتا ہے کہ  
**كَالَ لَهُ:** اس نے اسے ناپ کر یا تول کر

## باب اللام

لَكَبِيرَةٌ اور وہ لام جو لَوَا اور  
لَوْلَا کے جواب میں ہو مثلاً: قَوْلُ  
خَدَاوَدَى: لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا  
مُؤْمِنِينَ اور قَوْلُ خَدَاوَدَى: لَوْ  
تَزَيْلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا:  
اور وہ لام جو نون تاکید والے فعل  
مستقبل میں ہو مثلاً: قَوْلُ خَدَاوَدَى:

لَيُسْجَنَنَّ أَوْ لَيَكُونُنَا مِنَ  
الصَّاعِرِينَ

(۲) لام جواب قسم اور تمام لام تاکید

جواب قسم کے طور پر آسکتے ہیں اور  
لام اضافہ، اس کی آٹھ اقسام ہیں:

(۱) لام ملک مثلاً: یہ کہنا کہ الْمَالُ

لِزَيْدٍ

(۲) لام اختصاص مثلاً: یہ کہنا کہ: أَخْ

لِزَيْدٍ

(۳) لام استغاثہ مثلاً: یہ شعر:

يَا لَلرَّجَالِ لَيَوْمِ الْارْبَعَاءِ أَمَا

يَنْفَكُ يُخَدِّثُ لِي بَعْدَ النَّهْيِ طَرَبَا

اور دو لام جرجن میں پہلے کو مفتوح کیا گیا

ہے اور دوسرے کو کسور تا کہ مستغاث بہ اور

مستغاث لہ کے درمیان فرق کیا جائے۔

بعض اوقات مستغاث بہ کو حذف کیا جاتا

اللام: حروف زیادہ میں سے ہے۔ اس کی دو

قسمیں ہیں۔ ایک متحرک اور دوسرا ساکن۔

متحرک لام تین ہیں:

(۱) لام امر۔

(۲) لام تاکید اور

(۳) لام اضافہ۔

لام امر سے غائب کے صیغے میں فعل امر بنایا

جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے امر

مخاطب بھی بناتے ہیں اور قرآن کی آیت

یوں بھی پڑھی گئی ہے: فَبَدِّلْ

فَلْتَفَرَّ حُوا (تاء کے ساتھ) ضرورت

شعری کے پیش نظر اسے یعنی لام کو حذف

بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی ایسا کرنا جائز ہے۔

ایسی صورت میں اس کا عمل مضمر ہوتا ہے

مثلاً: یقول: أَوْ يَنْبِكِ مَنْ بَغَى جوردنا

چاہے وہ روئے۔

لام تاکید پانچ ہیں:

(۱) لام ابتداء مثلاً: لَزَيْدٍ أَفْضَلُ مِنْ

عَمْرٍو، اور خبر پر داخل ہونے والا

لام جو ان مشدود و مخفف دونوں کی

خبر کے طور پر ہو مثلاً: قَوْلُ خَدَاوَدَى:

إِنَّ رَبَّكَ لَبَا الْمِرْصَادِ:

اور قَوْلُ خَدَاوَدَى: وَإِنْ كَانَتْ

پاٹی پوتی ہیں جس طرح اجڑنے کے لئے  
گھر تعمیر کئے جاتے ہیں۔“

اشعار کا مطلب ہے کہ انسان اور گھروں کا  
انجام یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فنا ہونے والی  
ہیں۔ مَا كَانَ اور لَمْ يَكُنْ کے بعد لام  
تجدد کے ساتھ تانیہ اَلَا نَبِيْ اَتَا مَثَلًا: قول  
خداوندی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ:  
یہاں ل سے مراد اَلَانَ لِيُعَذِّبَهُمْ ہے۔ لام  
تاریخ کا معنی ہے: كَتَبْتُ لِشَلَاتٍ  
خَلَوْنَ یعنی بَعْدَ قَلَالَةٍ.

البتہ لام ساکن کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لام تعریف: یعنی اَلْ یہ لام ہمیشہ  
ساکن ہوتا ہے۔ اور

(۲) لام امر: اگر اس سے پہلے حرف  
عطف آئے تو پھر اس لام کا ساکن  
کرنا اور مکسور کرنا دونوں جائز ہیں  
مثلاً: قول خداوندی: وَيُحْكُمُ  
اَهْلَ الْاِنْجِيلِ.

ل ا ل ا - قَلَالًا الْبَرَقُ: بجلی چمکی۔

اللُّوْلُوَةُ: موتی، ہیرا۔ اس کی جمع اللُّوْلُوُ  
اور اللِّالِي ہے۔

ل ا م - اللِّسِيْمُ: کمینہ خصلت انسان اور  
بخیل نفس۔ قَدْ لُوْمٌ: وہ کمینہ ہو گیا (ہمزہ  
مضموم) لُوْمًا وَمَلَامَةً اور لَامَةً۔

الْاَمُّ الْاِسْمَا: اس نے قابل ملامت کام  
کیا۔ الْمَلَامُ اور الْمِلَامُ بروزن مِفْعَلُ

ہے اور مستغاث لہ کو باقی رہنے دیا جاتا  
ہے۔ اور یوں کہتے ہیں: يَا لِلْمَاءِ اور اس  
سے مراد يَا قَوْمُ لِلْمَاءِ اَذْعُوْكُمْ لِيْتِ  
ہیں۔ اگر مستغاث یہ کے ساتھ دوسرا لام  
عطف کریں تو اسے مکسور کیا جاتا ہے گویا  
عطف کے ذریعے تم نے التباس ختم کر  
دیا۔ مثلاً یہ شعر:

يَا لِلْكُهُوْلِ وَلِلشَّبَانِ لِلْعَجَبِ .  
اور یہ شعر:

بِالْبَكْرِ اَنْشُرُوا لِي كَلِيْبًا  
اس میں لام بطور استغاثہ یعنی بطور فریاد آیا  
ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مصرع میں یا بَكْرِ  
در اصل یا آل بَكْرِ ہے۔ ہمزہ حذف کر  
کے اس میں تخفیف کی گئی۔ ان میں سے  
ایک لام تعجب ہے جو مفتوح ہوتا ہے۔ مثلاً:  
یہ کہنا کہ یا لِلْعَجَبِ اس کا معنی یہ ہے کہ:  
يَا عَجَبٌ اُحْضِرْ فِهَذَا اَوَانِكَ:  
یعنی اے تعجب! آ موجود ہو۔ تیرے موجود  
ہونے کا یہی وقت ہے۔

لام علت بمعنی سکی مثلاً: قول خداوندی:  
لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلٰى النَّاسِ اور  
صَرْبُهُ لِيْتَاْتِيْ۔

لام عاقبت مثلاً بقول شاعر:  
فَلِلْمَوْتِ تَعْدُوْ الْوَلَدَاتِ سِخَالِهَا  
كما لِعَرَابِ الدَّهْرِ تَبْنِي الْمَسَاكِيْنُ  
”مائیں بچوں کو موت کے لئے اس طرح

کے لئے دوزخ کی آگ سے ڈھال ہوں گی۔

ل - ۱ - لا: حرف نفی ہے۔ جو کسی فعل کے واقع

ہونے کی نفی کرتا ہے۔ یعنی جب کوئی کہے

کہ: هُوَ يَقْفَعُ غَدًا یعنی وہ کل کرے گا

اور تم کہو کہ: لَا يَقْفَعُ غَدًا وہ کل نہیں

کرے گا۔ بعض اوقات یہ لفظ یعنی 'لا'

بلی اور نَعَم کی ضد بھی ہوتا ہے۔ اور بعض

اوقات یہ اسی کے لئے ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا

کہ لَا يَقْمُ زَيْنًا: زید نہ اٹھے۔ اس لفظ کو

ہر غائب و حاضر کی نفی کے لئے استعمال کیا

جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ لفظ لا یعنی

یعنی بے مقصد ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: مَا

مَنْعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ: اس سے مراد: مَا

مَنْعَكَ اَنْ تَسْجُدَ ہے۔ بعض اوقات

یہ لفظ حرف عطف کی جگہ استعمال ہوتا ہے

جو کلام میں پہلے سے داخل اسم میں سے

بعد میں داخل ہونے والے کو خارج کرتا

ہے مثلاً: کہیں کہ: رَأَيْتَ زَيْنًا لَا

عَمْرًا: میں نے زید کو دیکھا نہ کہ عمرو کو۔

اور اگر لا سے پہلے واو داخل کریں تو پھر لا

کے حرف عطف ہونے کی حیثیت ختم ہو

جائے گی مثلاً: یہ کہیں کہ: لَمْ يَقْمُ زَيْنًا

وَلَا عَمْرًا یعنی نہ زید کھڑا ہو اور نہ عمرو

کھڑا ہو۔ کیونکہ دو حرف عطف بیک وقت

ایک دوسرے پر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس

اور مِفْعَالٌ: وہ شخص جو کینوں کو معذور سمجھے

یا ان کی حمایت کرے یا ان کی عذر خواہی۔

لَاَمِ الْجُرْحِ وَالصَّدْعِ: اس نے زخم

مندل کیا اور چاک بیا۔ اس کا باب قَطْعٌ

ہے۔ فَالْتَاءَمَ: زخم مندل ہوا اور چاک

سل گیا۔

لَاءَمَ بَيْنَ الْقَوْمِ مُلَاءَمَةً: اس نے

قوم میں صلح کرائی اور انہیں اکٹھا کیا۔

قَدْ التَّامَا: دو چیزیں آپس میں متفق ہو

گئیں یا جو گئیں۔ اسی سے ماخوذ لوگوں کا یہ

کلام ہے کہ هَذَا طَعَامٌ لَا يُلَا مُنِي: یہ

کھانا مجھے نہیں بھاتا۔ ان معنوں میں

يُلَا مُنِي نہیں کہا چاہئے۔ کیونکہ یہ لفظ

لُومٌ یعنی ملامت سے مشتق ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: لِيَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ

لِمَتَهُ: آدمی کو چاہئے کہ اپنے جوڑ کی

عورت سے شادی کرے۔ لِمَتَهُ سے مراد

اس کی ہم عمرو ہم شکل ہے۔ اس میں 'ة'

ہمزہ کا عوض ہے جو اس کے درمیان میں

سے ختم ہوئی ہے۔

ل آى - اللّٰوَاءُ: شدت اور سختی۔ حدیث

شریف میں ہے: مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ

بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى الْاَوَائِهِنَّ كُنَّ

لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ: جس کی تین بیٹیاں

ہوں اور وہ ان کی تکلیف اور رنج و مصیبت

اور شدت و سختی پر صبر کرے تو وہ بیٹیاں اس

مکان میں ٹھہرا اور رہا کس پذیر ہوا۔ اس لفظ کا ایک لہجہ لَبّ ہے۔ القراء نے کہا کہ لوگوں کا لَبْسِک کہنا بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کا نصب اس کے مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کی مثال حمداً لکَ و شُکراً ہے۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لفظ لَبّاً لکَ ہوتا لیکن اسے معنوں میں تاکید پیدا کرنے کے لئے کر دیا گیا یعنی الْبَابَا بکَ بَعْدَ الْبَابِ اور اَقَامَةً بَعْدَ اَقَامَةٍ: خلیل کا یہ قول ہے کہ اس کی اصل لوگوں کا یہ قول ہے کہ: ذَاؤُ فُلَانٍ تَلْبُ ذَارِی۔

تَلْبُ بروزن تَرْدُ، اس کا معنی ہے نفلان شخص کا گھر میرے گھر کے بالمقابل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تمہارے بالکل سامنے ہوں۔ جس سے میری اجابت و موجودگی تمہیں پسند ہے۔ اس میں یاءُ تثنیہ کے لئے ہے۔ اور اسی میں اس کا منصوب ہونا اس کے مصدر ہونے کی دلیل ہے۔

اللَّبّ: عقل۔ اس کی جمع الْبَابُ اور الْبُ ہے۔ اس کی مثال أَشْدُ ہے۔ اس کو مضاعف بنانا شاید ضرورت شعری کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ الْبَبُ بروزن أَرْجُلُ اللَّيْبِبِ: عاقل، دانا۔ اس کی جمع الْبَبَاءُ ہے جو بروزن أَشْدَاءُ ہے۔

صورت میں واؤ تو صرف عطف ہوگا اور لا تاکید نفی کے لئے استعمال ہوگا۔ بعض اوقات لا کے آخر میں ت کا اضافہ کر کے لانت کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ل ی ت میں گزر چکا ہے۔ لا کے بعد میں اگر اُن تعریف والا لفظ آجائے تو لا کے الف کا تلفظ ختم ہو جائے گا۔ مثلاً: یہ کہنا کہ الْعَجْدُ يَرْفَعُ وَلَا الْعَجْدُ: انسان کو محنت و مشقت سر بلند کرتی ہے کہ باپ دادا۔

کاتام۔

لَا نَمَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ل و م۔

لَا تٌ: دیکھئے بذیل مادہ ل ی ت۔

لَا هُوتٌ: دیکھئے بذیل مادہ ل ی ه۔

ل ب ا۔ اللَّبَّاءُ: بروزن عِنَبٌ: بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا دودھ۔ پیوس۔

اللَّبْوَةُ: شیرنی۔ اس کا ایک لہجہ اللَّبْوَةُ بروزن النَّبْوَةُ ہے۔

لَبّاً بِالْحَجِّ تَلْبَنَةٌ: اس نے حج کے دوران تلبیہ پڑھا۔ یہ لفظ دراصل بغیر ہمزہ ہے۔ القراء کا قول ہے کہ شاید لوگوں کی زبان کی فصاحت نے غیر مہموں کلمات کو مہموں بنا دیا۔ مثلاً: لَبّاً بِالْحَجِّ، حَلّاً السَّوِيْقِ اور رَفّاً الْعَمِيَّتِ کلمات میں ہمزہ اصلی نہیں بلکہ لوگوں کی فصاحت کے باعث ہے۔

ل ب ب۔ اَلْبُ بِالْمَكَانِ الْبَابَا: وہ

کے لئے جو کپڑا اور پر لیا جاتا ہے۔ یہ محاورہ:  
مَالَهُ سَبَدٌ وَلَا لَبَدٌ کی تفسیر بذیل مادہ  
'س ب د' گزر چکی ہے۔

التَّلْبِيْدُ: احرام بند حاجی کا اپنے سر میں  
گوئد قسم کی کوئی چیز ڈالنا جس سے اس کے  
بال باہم چٹ جائیں تاکہ وہ احرام کے  
دوران گردوغبار آلود نہ ہوں۔

أَهْلَكْتُ مَا لَا لَبَدًا کا معنی ہے میں نے  
خوب مال خرچ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:  
النَّاسُ لَبَدٌ: لوگ اکٹھے ہیں یا جمع ہیں۔

ل ب س - لَبَسَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا  
پہنا۔ اس کا مضارع يَلْبَسُ (باء مفتوح)

ہے۔ اور مصدر لَبَسًا (لام مضموم) ہے۔  
لَبَسَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر بات غیر واضح  
ہو گئی یا التباس پیدا ہو گیا۔ یا کام گنڈ ہو  
گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول  
خداوندی ہے: وَلَلْبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا  
يَلْبَسُونَ۔

فِي الْأَمْرِ لُبْسَةٌ: (لام مضموم) معاملے یا  
بات میں ابہام یا التباس ہے۔ یا شک و شبہ  
ہے۔

اللَّبَاسُ: (لام مکسور) پہناوا، لباس۔ یہی  
معنی الْمَلْبَسُ کا ہے جو بروزن الْمَدْهَبُ  
ہے۔

اللَّبْسُ بروزن الدَّبْسُ کا معنی بھی یہی  
ہے۔ لَبَسُ الْكَعْبَةِ: غلاف کعبہ۔

قَدْ لَبَيْتَ يَا رَجُلُ: (باء اول مکسور)۔

اس کا مصدر لَبَايَةٌ (لام مفتوح) ہے اور  
معنی اے آدمی! تو عقل مند ہو گیا۔ یونس  
نے بتایا ہے کہ لَبَيْتَ (باء اول مضموم)  
نادر ہے۔ مضاعف کلمات میں اس کی کوئی  
مثال نہیں ہے۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ  
کو: لَبْءٌ کہتے ہیں یعنی اس کا نچوڑ (اردو میں  
لَبْ بَاب عام مستعمل ہے)۔

الْحَسْبُ اللَّبَابُ: (لام مضموم)، خالص  
حسب۔

الْلَبَّةُ بروزن الْحَبَّةُ: جانور کا گلا جہاں  
سے اسے ذبح کیا جاتا ہے۔

ل ب ث - لَبِيتُ: وہ ٹھہرا۔ اس کا باب فہم  
ہے اور لَبَانًا (لام مفتوح) بھی ہے۔ اس کا  
اسم فاعل لَا بِيْتُ ہے اور: لَبِيتُ (باء مکسور)  
بھی ہے۔ قرآن کی آیت: لَا يَبِثِينَ فِيهَا  
أَحْقَابًا كَوَلِيْبِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا: بھی  
پڑھا گیا ہے۔

ل ب د - اللَّبِيدُ: بروزن الْجَلْدُ: تہ بہ تہ  
جمائے ہوئے بال۔ چمٹی ہوئی چیز۔ اس کا  
واحد اللَّبْوَدُ ہے اور زیادہ مشہور اللَّبِيدَةُ  
ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی جمع لَبَيْدٌ ہے۔ دلیل  
قول خداوندی: كَمَا ذُوَا يَكُونُونَ عَلَيْهِ  
لَبِيدًا۔

اللَّبَاذَةُ: لبادہ۔ اڑھنی۔ بارش سے بچنے

فخص۔ ان معنوں میں اسے مُلَبَّس نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا معنی بہت زیادہ خلط ملط کرنے والا بھی ہے۔

ل ب ق - اللَّبِيُّ: (باء مکسور) عقل مندی۔

ہنرمندی۔ لیاقت و صلاحیت، قابلیت۔

اللَّبِيُّ: تجربہ کار اور ماہر شخص۔ اپنے کام میں لائق۔ قَدْ لَبِيَ: وہ ماہر اور تجربہ کار ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: لَبِيَ بِهِ الثَّوْبُ: اس پر کپڑا سجا، یا سجا۔

ل ب ن - اللَّبْنُ: دودھ، دہی۔ یہ اسم جنس

ہے۔ اس کی جمع اللَّبَانُ ہے۔

اللَّبُونُ: دودھ دینے والی بکری یا اونٹنی، زیادہ دودھ والی ہو یا کم دودھ دینے والی۔ زیادہ دودھ دینے والی کو غَزِيرَةٌ کہتے ہیں۔

قَدْ لَبِنْتَ: وہ دودھ دینے والی ہو گئی اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ابْنُ لَبُونٍ: پورے دو سال کی عمر کا اونٹنی کا بچہ جو تیسرے سال میں پہنچا ہو۔ مادہ بچے کو ابْنَةُ لَبُونٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اونٹنی نے اس

دوران دوسرا بچہ جٹا ہوتا ہے اور اب اس کا دودھ دوسرے بچے کا ہوتا ہے۔ یہ اسم نکرہ ہے۔ اسے الف لام کے ساتھ معرّف کیا

جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے: ابْنُ اللَّبُونِ.

لَبْنُهُ: اس نے اسے دودھ پلایا۔ اس کا اسم

لَيْسُ الْهُودَجُ: کجاوے کے اوپر پڑا ہوا کپڑا یا پردہ۔

لِبَاسُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی یا بیوی کا خاوند۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ: وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ لِبَاسُ التَّقْوَى: شرم و حیا۔ تفسیر میں اسی طرح وارد ہوا ہے۔ کہا گیا ہے اس کا معنی موٹا، کھردرا اور کوتاہ کپڑا ہے۔

اللَّبُوسُ: (لام مفتوح) پہناوا۔ جو پہنا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ: ہم نے اسے تمہارے لئے زرہ بنانے کا ہنر سکھایا۔

تَلَبَّسَ بِالْأَمْرِ: وہ بات میں الجھ گیا۔ تَلَبَّسَ بِالثَّوْبِ: اس نے کپڑا پہنا۔

لَا بَسَ الْأَمْرَ: اس نے بات گڈمڈک دی۔ لَا بَسَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص اس کے اندر سے پچھانا یعنی اس کا اندر ٹھولا۔

التَّبَسَّ عَلَيْهِ الْأَمْرُ: اس پر بات مبہم اور مشتبہ ہو گئی۔

التَّلْبِيسُ: شیطنت، شرارت۔ تدلیس اور معاملہ گڈمڈک کر دینا۔ اظہارِ ہدایت کے لئے اسے مشدّد کیا گیا یعنی اس کا فعل لَبَسَ يُلْبِسُ ہوگا۔

رَجُلٌ لَبَّاسٌ: بہت زیادہ کپڑے پہنا ہوا



لَبْنَانُ: پہاڑ۔

لَبْوَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ب ا'۔

ل ب ی - لَبِي بِالْحَجِّ تَلْبِيَةٌ: اس نے حج میں تَلْبِيہ پڑھایا کہا۔ یہ لفظ شاید لَبًا بھی کہا گیا ہو یعنی ہمزہ کے ساتھ۔ دراصل یہ لفظ غیر مہوز ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب ا' گزر چکا ہے۔

لَبَأُ: اس نے اسے لپک کہا یعنی خوش

آمدید کہنا۔ لُبْسُ الْخَوِي كَا كَهْنَا ہے کہ

لَبِيكَ مَشْنِي یعنی مثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔

بلکہ یہ عَلْيِكَ اور إِلَيْكَ کی طرح

ہے۔ خلیل کے قول کے مطابق یہ معنی ہے۔

جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب ب' گزر چکا

ہے۔ ابو عبیدہ نے خلیل کے حوالے سے کہا

ہے کہ تَلْبِيَةٌ كَا مَعْنَى كَسَى جِلْدَ رَهْأَشْ

پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: أَلْبُ

بِالْمُكَّانِ: وہ مکان میں رہائش پذیر ہو

گیا۔ انہیں معنوں میں لَبٌ بہ بھی کہا جاتا

ہے۔ اس نے مزید کہا کہ پھر دوسرے

حرف کو یا میں تبدیل کیا گیا تاکہ ثقل تلفظ

سے بچا جاسکے۔ اس کی مثال تَنْظَنِي ہے جو

اصل میں تَنْظَنُ تھا۔

میرا کہنا ہے کہ خلیل کے قول کے مطابق یہ

نتیجہ نکالنا بذیل مادہ 'ل ب ب'۔ ان میں

تضاد باقی نہیں رہے گا۔ یعنی اگر دونوں

بیانات کو جمع کرنا ممکن ہو۔

قائل لَا بَيْنَ ہوگا۔ اس کا باب صَرَبٌ اور نَصَرَ ہے۔

رَجُلٌ لَا بَيْنَ: دودھ فروش۔ اس کی مثال

رَجُلٌ تَامِرٌ كَهْجور فروش ہے۔ ہذا

العُشْبُ مَلْبَنَةٌ: اس گھاس کے کھانے

سے بکری زیادہ دودھ دیتی ہے۔

اسْتَلْبَنَ الرَّجُلُ: آدمی نے گھروالوں یا

مہمانوں کے لئے دودھ مانگا۔

اللَّبِنَةُ: اینٹ جو مکانوں کی تعمیر میں

استعمال ہوتی ہے۔ اس کی جمع لَبِنٌ ہے اس

کی مثال كَلِمَةٌ كِي جَع كَلِمَةٌ ہے۔ ابن

السكيت کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے لِبْدَةٌ

اور لِبْدٌ کی طرح لِبْنَةٌ اور لِبْنٌ کہتے ہیں۔

لَبِنُ الرَّجُلِ تَلْبِينًا: آدمی نے اینٹ

بنائی۔ المَلْبَنُ: اینٹ بنانے کا سانچہ یا

قالب۔

لِبْنَةُ الْقَمِيصِ: قمیض کا گریبان۔

میرا کہنا ہے کہ التَّهْدِيبُ فِي لِبْنَةِ

الْقَمِيصِ كَا مَعْنَى بِنَيْقَةَ لَكَا ہے۔ دونوں

کا معنی ایک ہی ہے۔

اللَّبَانُ: (لام مکسور) دودھ شریک۔ کہا جاتا

ہے: هُوَ أَخُوهُ بِلَبَانِ أُمِّهِ: وہ

اس کا دودھ شریک بھائی ہے۔ ان معنوں

میں بَلْبَنٌ نہیں کہا جاتا۔

اللَّبَانُ: صنوبر کا درخت (لام مضموم)۔

اللَّبَانَةُ: حاجت، ضرورت۔

الَّتِي كَا اسْمُ تَصْغِيرِ اللَّتْيَا (تاء مفتوح اور ياء مشدّد)۔ کہا جاتا ہے کہ وَقَعَ فُلَانٌ فِي اللَّتْيَا وَالَّتْيَا: فلاں شخص مختلف مصیبتوں میں پھنس گیا۔ یہ دونوں اسم اسمائے داہیہ میں سے ہیں۔

ل ت ث - أَلَّتْ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں مقیم ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَلْثُوا بِدَارٍ مَعْجِزَةٍ: ایسی جگہ نہ رہو جہاں تمہیں روزی کی تنگی ہو۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ج ز' گزر چکی ہے۔

ل ت غ - اللَّثْنَةُ فِي اللِّسَانِ: زبان میں ایسی لگنت کہ راء کی جگہ زبان سے غین اور سین کی جگہ ثاء کی آواز نکلے۔

قَدْ لَفَّغَ: اس کی زبان میں لگنت پیدا ہو گئی۔ اس کا باب طَرَبَ ہے۔ اور اسم فاعل مذكر اللفغ اور مؤنث لَفْغَاء ہے۔

ل ت م - اللَّثَامُ: منہ کے اوپر والا نقاب۔ اللَّثْمُ: چومنا۔ اس کا باب فِهْمَ ہے۔ لَثَمَ: (تاء مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے جسے ابن کيسان نے المبرد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

لِثَّةٌ: دیکھئے بذیل 'ل ت ی'۔

ل ت ی - اللَّثَّةُ: (تاء مخفف) دانتوں کے ارد گرد کی جگہ۔ سوڑھے۔ اس کی جمع اللثاٹ اور لثی ہے۔

ل ج ا - لَجَا إِلَيْهِ لَجًا: (لام اور جیم مفتوح)

ل ت ا - لَتَاتُ الرَّجُلُ بِحَجْرٍ: میں نے آدمی کو پتھر مارا۔

لَتَاتُهُ بَعِيْنِي: میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ لَتَاتُ أُمُّهُ بِهِ: اسے ماں نے جنا۔ محاورہ ہے کہ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّا لَتَاتُ بِئُخْدِ اس ماں پر لعنت کرے جس نے اسے جنا۔

ل ت ت - لَتَّتْ السَّوِيْقُ: میں نے ستو کو گھولا۔ اس کا باب رَدَقَ ہے۔

ل ت ی - اللَّتْيُ: اسم مبہم ہے اور مؤنث کا صیغہ ہے۔ یہ معرفہ ہے۔ اسے کمرہ بنانے کے لئے اس سے الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور صلہ کے بغیر اس کا مفہوم مکمل نہیں ہوتا۔

اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) اللَّتْيُ.

(۲) اللَّتِّ: (تاء مکسور) اور،

(۳) اللَّثِّ: (تاء ساکن)۔

مشنیہ کے صیغے میں بھی اس کے دو لہجے ہیں: اللَّتَّانِ اور اللَّتَّانِ (نون مشدّد) اور دوسرا اللَّتَّانِ (نون مخدوف)۔

جمع کے صیغے میں اس کے پانچ لہجے ہیں:

(۱) اللَّتْيُ.

(۲) اللَّتَّاتِ: (تاء مکسور)۔

(۳) اللَّوَاتِي.

(۴) اللَّوَاتِ: (تاء مکسور) اور،

(۵) اللَّوَا: (تاء ساقط)۔

سندر ہے۔

لَجَّجَتِ السَّفِينَةَ تَلَجَّجًا: جہاز  
گہرے سندر میں چلا گیا۔

ل ج م - اللَّجَامُ: لگام فارسی سے عرب  
کلمہ ہے۔

اللِّجَامُ: وہ کپڑا جو حیض والی عورت باندتی  
ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَلَجَّجِي:  
کپڑا باندھو۔ یہ اسْتَشْفِرِي سے ملتا جلتا  
کلمہ ہے جس کا معنی ہے لنگوٹ باندھ۔

ل ج ن - اللَّبْنَيْنُ: (لام مضموم) چاندی۔  
یہ لفظ ثمریاً اور کُمَيْثُ کی طرح اسم تفسیر  
ہے۔

ل ح ح - الإِلْحَاحُ: بروزن الالحاق:  
اصرار کرنا۔

کہا جاتا ہے: أَلَحَّ عَلَيْهِ بِالسَّأَلَةِ:  
اس نے اس سے سوال کرنے پر اصرار کیا یا  
مانگنے پر اصرار کیا۔

ل ح د - اَلْحَدَّ فِي دِينِ اللَّهِ: وہ اللہ  
کے دین سے علیحدہ ہو گیا اور مُرُغِيَاً - لَحَدَّ  
کا معنی بھی یہی ہے یہ اس کا دوسرا لہجہ ہے۔  
اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت کو  
یوں بھی پڑھا گیا ہے: لِسَانَ الَّذِي  
يَلْحَدُونَ إِلَيْهِ: (یعنی يَلْحَدُونَ میں  
یاہ پر ضمہ کی بجائے فتح) معنی جس زبان کی  
طرف یہ نسبت کرتے ہیں۔

اَلْحَدَّ کا معنی بھی یہی ہے۔ اَلْحَدَّ

اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کی مثال  
قَطَعَ يَقْطَعُ ہے۔

مَلَجًا اور التَّحَا: دونوں کا معنی بھی وہی  
ہے۔

التَّلْحِجَةُ: کسی کو مجبور کرنا۔  
اَلْجَاءُ إِلَى كَذَا: اس نے اسے فلاں بات

پر مجبور کیا۔  
اَلْجَاءُ أَمْرَهُ إِلَى اللَّهِ: اس نے اپنا معاملہ

اللہ کے سپرد کیا۔  
ل ج ج - لَجَّجَتْ: (جیم اول مکسور)

لَجَّجًا وَّلَجَّجَةً: دونوں میں لام مفتوح)  
تو نے لجاجت یعنی اپنی بات منوانے پر اصرار

کیا۔ اس کا اسم فاعل لَجُوجٌ اور لَجُوجَةٌ  
ہے۔ لَجُوجَةٌ میں ة مبالغہ کے لئے ہے۔

لَجَّجَتْ: (جیم اول مفتوح) تَلَجُّجٌ (لام  
مکسور) بھی اسی کا ایک لہجہ ہے۔

المُتَلَجِّجَةُ: جھگڑے میں مداومت کرنا۔  
رَجُلٌ لَجَّجَةٌ بَرُوزِنٌ هَمَزَةٌ: جھگڑالو

اور مقدمہ باز شخص۔ اللُّجَّجَةُ اور  
التَّلَجُّجُجُجُ: بات کرنے میں تردد ہونا۔

فیصلہ نہ کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ: الْحَقُّ  
أَبْلَجٌ وَالْبَاطِلُ لَجَلَجٌ: سچ واضح ہوتا

ہے اور جھوٹ تردد میں پڑتا ہے اور یہ بات  
طے نہیں کر سکتا۔

لُجَّةُ الْمَاءِ: گہرا پانی۔ یہی معنی اللُّجُّجُجُجُ کا  
ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ بَحْرٌ لُجَّجِيٌّ: گہرا

کسی چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔

التَّحْفُتُ: تو نے ڈھانپ لیا۔ اوڑھ لیا۔

الْحَفَّ السَّائِلُ: مانگنے والے نے

اصرار کیا۔ محاورہ ہے: لَيْسَ لِلْمُحْجِفِ

مِثْلُ الرَّوْدِ: اصرار کر کے مانگنے والے کو

بری طرح دھکا راجاتا ہے۔

ل ح ق - لِحِقَّةٌ: (حاء مکسور) اور لِحِقٌ بہ

لِحَاقًا (لام مفتوح) وہ اس سے جا ملا یا اس

نے اسے پایا۔

الْحَقَّةُ غَيْرُہ: اسے کسی اور نے اس کے

ساتھ ملا دیا۔ الْحَقَّةُ کا معنی لِحِقَّةُ بھی

ہے۔ دُعا (قُوت) میں یہ کلمات: إِنَّ

عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ: کا معنی

ہے کہ بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے

والا یا پہنچنے والا ہے۔ اس میں مُلْحِقٌ حاء

مکسور ہے جبکہ دُرست حاء مفتوح ہے یعنی

مُلْحِقٌ۔

تَلَا حَقَّتِ الْمَطَايَا: سواری ایک

دوسرے کے ساتھ مل گئیں۔

لَا حِقٌّ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی

سفیان کے ایک گھوڑے کا نام تھا۔

ل ح م - اللَّحْمُ: گوشت۔ زیادہ مشہور

اللَّحْمَةُ ہے۔ اس کی جمع لِحَامٌ لِحُومٌ

اور لِحْمَانٌ ہے۔

اللُّحْمَةُ: (لام مضموم) قرابت، رشتہ داری۔

لُحْمَةُ الثُّوبِ: کپڑے کا پانا۔ (لام

الرَّجُلُ: آدمی نے حرم میں ارتکاب ظلم

کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ

بِالْحَادِ بِظُلْمٍ: وہ جو اس میں شرارت

سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے۔ یہاں

لفظ الحاد سے پہلے باء زائد ہے یعنی یہ

الحادًا بِظُلْمٍ ہے۔

اللُّحْدُ بَرِوزِنِ الْقَلْبِ: قبر کے اندر ایک

طرف کو کھودنا۔ اس کا ایک لہجہ لام مضموم

کے ساتھ یعنی اللُّحْدُ ہے۔

لَعَدَ لِلْقَبْرِ لَعْدًا: اس نے قبر میں

لحد بنائی یعنی اندر سے ایک جانب کی کھدائی

کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الْحَدُّ لَهُ كَابِغٍ مَعْنَى يَبِغِيہ۔

ل ح س - اللَّحْسُ بِاللِّسَانِ: زبان

کے ساتھ چاٹنا۔ اس کا باب فہم ہے اور

لِحْسَةٌ اور لِحْسَةٌ (لام مفتوح و مضموم)

وَلِحْظٌ إِلَيْهِ: چوری آنکھ سے دیکھنا یا

گوشہ چشم سے دیکھنا۔

ل ح ظ - لِحْظَةُ اللَّحَاظِ: (لام مفتوح)،

گوشہ چشم۔ آنکھ کا کپٹی کی طرف کا کنارہ۔ اور

الِّلِحَاظِ: (لام مکسور) لِحَاظَةٌ کا مصدر

ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی رعایت

کی یا اس کا لحاظ کیا۔

ل ح ف - اِتَّحَفَ بِالثُّوبِ: اس نے

کپڑا پھیٹ لیا، یا اوڑھ لیا۔

الِّلِحَافِ: لحاف۔ جسے اوڑھا جاتا ہے یا

الْحَمَّ النَّاسِجُ الثَّوْبُ: کپڑا یعنی  
والے نے کپڑا بنا۔ مثل ہے کہ: الْحَمَّ مَا  
أَسَدَيْتَ: یعنی تو نے نیکی کا جو کام شروع  
کیا ہے اسے پورا کر۔

الْحَمَّ الرَّجُلُ: آدمی کے گھر میں گوشت  
کی فراوانی ہوگی۔

التَّحَمَّ الْجُرُوحُ: زخم کو انور آ گیا۔

ل ح ن - اللُّحْنُ: اعراب میں غلطی کرنا۔

اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:  
فُلَانٌ لِحَانٌ اور لِحَانَةٌ بھی یعنی فلاں  
شخص اعراب میں غلطی کرتا ہے۔

التَّلْحِينُ: لحن کے ساتھ پڑھنا یا پڑھنے  
میں غلطی کرنا۔

اللُّحْنُ: طرز ادا، لے، انداز۔ اس کی جمع  
الْحَانُ اور اللُّحُونُ ہے۔ حدیث شریف  
میں ہے:

إِقْرَأُوا بِلُحُونِ الْعَرَبِ: قرآن کریم کو  
عربوں کے لب و لہجہ میں پڑھو۔

قَدْ لَحِنَ فِي قِرَائَتِهِ: وہ اپنی قراءت  
(قرآن) میں غلطیاں کرتا تھا۔ اس کا باب  
قَطَعَ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قرآن  
کو گا کر اور گنگنا کر پڑھتا تھا۔

هُوَ الْحَنُّ النَّاسِ: وہ لوگوں میں سے سب  
سے زیادہ اچھا قاری اور خوش آواز ہے۔

الْحَنُّ: (حاء مفتوح) ذہانت، فطانت۔

قَدْ لَحِنَ: وہ زیادہ ذہین نکلا۔ اس کا باب

مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی)۔

لُحْمَةُ الْبَسَازِي: شکار میں سے باز  
کا حصہ۔ اس میں بھی لام مضموم اور مفتوح  
ہے۔

الْمَلْحَمَةُ: فتنہ کے دوران خوزریزی۔  
الْمُتَالِحَةُ: گوشت کے اندر کا زخم جو  
ہڈی کے اوپر کی جھلی تک نہ پہنچا ہو۔

الْمُلْحَمُ: کپڑے کی ایک قسم۔

لَا حَمَّ الشَّيْءِ بِالشَّيْءِ: اس نے ایک  
چیز کی دوسری چیز کے ساتھ ویڈنگ کی۔

لُحْمُ الرَّجُلِ: آدمی پر بہ ہو گیا۔ یعنی پُر  
گوشت ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل لحیم ہے  
یعنی پُر گوشت آدمی۔

لِحِمٌ: اسے گوشت کی خواہش ہوئی۔ اس کا  
باب طرب ہے۔

لِحِمٌ: گوشت کھانے کا رسیا یا شوقین۔

لَحْمَ الْقَوْمِ: اس نے قوم کو گوشت کھلایا۔  
اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لَا حِمٌ: گوشت کھلانے والا۔ ان معنوں  
میں الْحَمُّهُمْ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ اصمعی

رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:  
رَجُلٌ لَا حِمٌ: گوشت والا۔ اس کی مثال

لَا بِنَ اور تَامِرٌ ہے۔

اللُّحَامُ: گوشت فروش۔

لَحْمَ الْعَظْمِ: اس نے ہڈی سے گوشت  
اتارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

طَرَبٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:  
وَلَعَلَّ أَحَدَكُمْ الْحَسَنُ بِحُجَّتِهِ مِنَ  
الْآخِرِ: شاید تم میں سے کوئی ایک فریق  
دوسرے سے اپنی دلیل دینے میں زیادہ  
چالاک اور ہوشیار ہو۔

لَحْنٌ لُحْنٌ: اس نے اشارے کنائے  
سے کوئی بات کہی جسے وہ سمجھ گیا لیکن کسی  
دوسرے کو اس کا پتہ نہ چلا۔ اس کا باب  
قَطَعَ ہے۔

لِحْنَةٌ هُوَ عَنَّةٌ: اس نے اس کی بات  
سمجھ لی۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

الْحِنَّةُ هُوَ أَيَّاهُ: اس نے اسی کو بات سمجھا  
دی۔ بقول الفراری:

مَنْطِقٌ رَائِعٌ وَالْحَسَنُ أَحْيَا  
وَحَيْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لِحْنًا  
”بات عمدہ ہے لیکن اس کی بات میں کبھی  
کبھار لُحْنٌ ہوتا ہے اور بہترین بات وہ ہے  
جو سمجھی جاسکے۔“

شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس کی محبوبہ بعض  
اوقات جو بات کہتی ہے اس سے اس کی  
مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات میں  
تعریض کرتی ہے اور اپنی ذہانت سے اپنی  
بات کو اس جہت سے پھیر لیتی ہے۔ بقول  
خداوندی: وَلَتَعْرِفْنَهُمْ فِى لِحْنِ  
الْقَوْلِ: تم ان کے لب و لہجہ سے اصل  
بات جان لو گے۔ اور اصل مقصد و مراد کو

سمجھ لو گے۔

ل ح ی - اللَّحْيُ: داڑھی اُگنے کی جگہ،  
انسان کی ہویا کسی اور کی۔

هُمَا لِحْيَانٌ: وہ دو تھوڑیاں ہیں۔

ثَلَاثَةُ أَلْحٍ: تین تھوڑیاں۔ بہت زیادہ  
ہوں تو کہیں گے: لِحْيٌ بَرُوزَنَ فَعُولٌ۔

اللَّحْيَةُ: داڑھی۔ اس کی جمع لِحْيٌ (لام  
مکسور و مضموم) ہے۔ مضموم کی مثال ذُرْوَةٌ  
کی جمع ذُرَى ہے۔

قَدْ التَّحَى الْغُلَامُ: لڑکے کی داڑھی  
آگئی۔

رَجُلٌ لِحْيَانِيٌّ: لمبی داڑھی والا آدمی  
(لام مکسور)۔ التَّلْحِي: پگڑی کا ایک

پھیر تھوڑی کے نیچے سے گزارنا۔ حدیث  
شریف میں ہے: أَنَّهُ نَهَى عَنِ

الْاِقْتِطَاعِ وَأَمَرَ بِالتَّلْحِي: نبی اکرم  
ﷺ نے اقتطاع (تھوڑی کے نیچے سے

پھیر گزار بغیر پگڑی باندھنے سے) منع  
فرمایا اور تلحی کا حکم دیا۔

اللِّحَاءُ: (لام مکسور اور الف ممدود)  
درخت کی چھال۔ لِحَا الْعَصَا: اس نے

لاٹھی کی چھال اتار لی۔ اس کا باب عَدَا  
ہے۔

لِحَاهَا يَلْحَاهَا (لِحْيًا) کا معنی بھی  
یہی ہے۔

لِحَاهُ يَلْحَاهُ لِحْيًا: اس نے اسے

ل د د - رَجُلٌ أَلْدُّ: جھگڑا لوتھن۔

قَوْمٌ لَدُّ: جھگڑا لوتھن۔

لُدَّة: وہ اس کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس کا اسم فاعل لَادُّ اور لُدُوذ (لام مفتوح) ہے۔

ل د غ - لَدَغْتُهُ النَّشْرُبُ: بچھو نے

اسے ڈس لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور تَلَدَغًا بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلْدُوغٌ اور لَدِيعٌ ہے۔

ل د م - اللَّذْمُ: پتھر یا کسی اور چیز کے زمین

میں پڑنے سے پیدا ہونے والی آواز۔ یہ آواز زیادہ سخت نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللَّهِ لَا أَكُونُ مِثْلَ الضَّبِّ تَسْمَعُ اللَّذْمَ حَتَّى تَخْرُجَ فِتْنَادًا: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ معنی یہ ہے: اللہ کی قسم! میں بچھو کی طرح نہ بنوں گا جو کسی چیز کے گرنے کی آواز سنتا ہے تو شکار کرنے کیلئے باہر نکلتا ہے اور خود شکار ہو جاتا ہے۔

ل د ن - رُمُحٌ لُدْنٌ: (لام مضموم) نرم

لچکدار نیزہ، اور رِمَاحٌ لُدْنٌ: (لام مضموم)۔ لُدْنٌ ایک جگہ کا نام ہے، جو یہاں مراد ہے۔

لُدْنٌ: اسم ظرف غیر متمکن ہے جس کا معنی پاس اور قریب ہے۔ حروف جر میں سے صرف ایک حرف جر میں اس پر داخل کیا گیا

ملا مت کی۔

لَا حَاهُ مُلَا حَاهٌ وَلِحَاهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔ مثل ہے: مَنْ لَاحَاكَ فَقَدْ عَادَاكَ: جس نے تم سے جھگڑا کیا تو گویا اس نے تمہارے ساتھ دشمنی کی۔

تَلَا حَوْا: انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ محاورہ ہے: لِحَاهُ اللُّهُ: اللہ اس پر لعنت کرے۔

ل خ ص - التَّلْخِصُصُ: خلاصہ بیان کرنا۔ تفصیل یا شرح بیان کرنا۔

ل خ ف - اللَّيْنَانُ: (لام مکسور) سفید باریک پتھر۔ اس کا واحد لَيْخَفَةٌ بروزن صَخْفَةٌ ہے۔ اس کا ذکر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

ل خ ق - اللَّذْحُوقِيُّ: بروزن العُصْفُورُ:

زمین میں بل کی طرح شکاف۔ حدیث شریف میں ہے: أَنْ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَقَصَتْ بِهِ نَاقَتُهُ فِي أَخَاقِيْقِي جِرْدَانٍ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا تھا اچانک اس کی اونٹنی چوہوں کے پلوں اور ان کے سوراخوں میں بدکنے لگی۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ لَحَاقِيْقِيُّ ہے اور اس کا واحد لَحْفُوقِي ہے۔ اس کا معنی زمین کے شکاف ہیں۔

اَسْتَلَذُّهُ: اس نے اسے مزیدار سمجھایا  
خیال کیا۔

اللَّذُّ: نیند۔

اللَّذِ اور اللَّذُ: (ذال مکسور اور ذال

ساکن) اَلَّذِي کے دو لہجے ہیں۔ اس کا

تشبیہ اللذّاء ہے اور جمع الذّین۔ شاید اس

رفعی حالت میں اللذون بھی کہا گیا ہو۔

ل ذ ع - لَذَعْتُهُ النَّارُ: اسے آگ نے جلا

دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اللَّوْذِ عَسَى: خوش مزاج اور زندہ دل

شخص۔ اور خوش بیان آدمی۔

ل ذ ی - اَلَّذِي: اسم مبہم، مذکر، یہ یعنی ہے

اور معرفہ ہے، صلہ کے بغیر مفہوم اور معانی

مکمل نہیں ہوتے۔ دراصل یہ لفظ لذی

ہے۔ اس پر الف لام داخل ہوا۔ اس سے

الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس

کے چار لہجے ہیں:

(۱) اَلَّذِي.

(۲) اللَّذِ: (ذال مکسور)۔

(۳) اَللَّذُ: (ذال ساکن) اور،

(۴) اَلَّذِي: (یاء مشدّد)۔

اس کے تشبیہ کے صیغے کے تین لہجے ہیں:

(۱) اللَّذَانِ.

(۲) اللَّذَانِ: (نون محذوف) اور،

(۳) اللَّذَانِ: (نون مشدّد)۔

اس کی جمع کے دو لہجے ہیں:

ہے۔ قول خداوندی ہے: مِمَّنْ لَّدُنَّا: یہ

مضاف ہو کر آتا ہے اور اپنے مابعد کو جردیتا

ہے۔ اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) لَّدُنْ.

(۲) لَدَى اور

(۳) لَدُوْ.

لوگ کہتے ہیں: لَّدُنْ غُدُوَّةٌ صَحِّحٌ کے

وقت۔ غُدُوَّةٌ کے سوا اور کوئی لفظ لَّدُنْ کے

بعد منصوب نہیں آیا۔ صرف غُدُوَّةٌ ہی ایک

مخصوص لفظ ہے جو لَّدُنْ کے بعد منصوب

آتا ہے۔

ل د ی - اَلَّذِي: پاس۔ لَّدُنْ کا ایک لہجہ

ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْفَيَا سَيِّدَهَا

لَدَى الْبَابِ: دونوں کو دروازے کے

پاس عورت کا خاوند مل گیا۔ لَدَى کا ضمیروں

کے ساتھ اتصال علیک کی طرح ہوتا

ہے۔ (یعنی لَدَيْكَ وغیرہ)۔

ل ذ ذ - اَللَّذُذُ: لذت، مزاج۔ اس کی جمع

لذات ہے۔

قَدْ لَذِذْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کا

مزاج چکھایا میں نے اسے مزیدار پایا۔ اس کا

باب سَلِمَ ہے۔ اور لَذِذًا بھی۔

اَلتَّذْبِيهِ وَتَلَذُّذُ وَتَلَذُّذُ: (نون محذوف) اور،

ہے۔

شَرَابٌ لَذٌّ: مزیدار شراب یا مشروب۔

لَذِيذٌ کا معنی بھی یہی ہے۔



کہا جاتا ہے کہ: فَلَانٌ لِرُقَىٰ وَبِلِرُقَىٰ  
اور لِرُقَىٰ: فلاں میرے پہلو میں ہے۔  
یعنی بہت قریبی ہے۔

ل ز م - لَزِمْتُ الشَّيْءَ: میں نے ایک  
چیز کو لازم پکڑا۔ اپنے لئے ضروری قرار  
دیا۔ اس میں زای کمور ہے۔ اس کا مصدر  
لَزُوْماً اور لَزَامًا ہے۔

لَزِمْتُ بِهِ وَلَا زَمْتُهُ: میں نے  
اسے اپنے ساتھ رکھا، یا میں اس کے ساتھ  
ہو گیا۔

اللِّزَامُ الْمُلَازِمُ: مستقل ساتھ رہنے  
والا۔ موت۔ نہایت ضروری ساتھ۔ کہا  
جاتا ہے: صَارَ كَذَا ضَرْبَةَ لَازِمٍ: ایسا  
ضروری ہو گیا۔ یہ محاورہ ضَرْبَةَ لَازِمٍ کا  
ایک لہجہ ہے۔

الزَّمَةُ الشَّيْءُ فَالْتَزَمَهُ: اس نے اس  
کے ذمے کوئی چیز یا بات لگا دی۔ تو اس نے  
اسے اپنے اوپر لازم کر لیا یا ذمے لے لی۔

ل س ع - لَسَعْتُهُ العَثْرُبُ وَالْحَيْةُ:  
اسے بچھو اور سانپ نے ڈس لیا۔ اس کا  
باب قَطَعَ ہے۔

ل س ق / ل ص ق - لَسِقَ بِهِ اور  
لَصِقَ بِهِ: (سین اور صاد کمور) كَلْصَوْقًا  
(صاد مضموم) التَّسِقَ بِهِ اور التَّصِقَ بِهِ:  
وہ اس کے ساتھ چٹ گیا۔

اللسَّقَةُ بِهِ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس

(۱) اللَّذِيْنَ: (رفعی، نصی اور جری تینوں  
حالتیں یکساں)۔

(۲) اللَّذِي: (نون مخدوف)۔

بعض لوگ رفعی حالت میں اللَّذُوْنَ کہتے  
ہیں۔ اس کا اسم تصغیر اللَّذِيَّآ (لام مفتوح  
اور یاء مشدّد) ہے۔

ل ز ب - طِيْنٌ لَازِبٌ: چپکٹا گارا۔ اس کا  
باب دخل ہے۔

اللازِبُ کا معنی الثَّابِتُ یعنی مضبوط بھی  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صَارَ الشَّيْءُ  
ضَرْبَةَ لَازِبٍ: چیز مضبوط ہو گئی۔ یہ  
ضرورت سے زیادہ فصیح ہے۔

ل ز ج - لَزَجَ الشَّيْءُ: چیز لیسدار اور  
چپکنے والی بن گئی یا پھیل گئی۔ اس کا اسم  
فَاعِلٌ لَزَجٌ ہے۔ اور اس کا باب طَرَبُ  
ہے۔

ل ز ز - لَزَّهٗ: اس نے اسے باندھ لیا یا اسے  
چپکا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المُلَزَّزُ: بناوٹ کے اعتبار سے سخت گھٹا  
ہوا یا بندھا ہوا۔ قَدْ لَزَّهٗ اللّٰهُ: اللہ نے  
اسے گھوٹ کے باندھ دیا۔

لَا زَزْتُهُ: میں نے اسے چپکا دیا۔

ل ز ق - لَزِقَ بِهِ: (زای کمور) لَزُوْقًا:  
وہ اس کے ساتھ چپک گیا۔ لَزُوْقًا میں لام  
مضموم ہے۔

التَزَقَ بِهِ: وہ ساتھ چٹ گیا یا چپک گیا۔

لَسَنَةٌ: اس نے اسے زبان سے پکڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ل ص ص - اللَّصُّ: چور، اس کی جمع اللُّصُوصُ۔

اللُّصُّ: (لام مضموم) ایک اور لہجہ لَصُّصُ ہے۔

اللُّصُوصِيَّةُ: چوری (لام مضموم اور مفتوح) - هُوَ يَتَلَصَّصُ: وہ چوروں والی حرکات کرتا ہے۔ اَرْضٌ مَلَصَّةٌ: چوروں والی زمین یا جگہ، بروزن مَحَبَّةٌ۔

لَصِيقٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل س ق'؛ ل ط خ - لَطْنَةٌ بِكَذَا فَتَلَطَّنُ: اس نے اسے فلاں چیز سے لتھڑایا آلودہ کیا تو وہ لتھڑ گیا، یا آلودہ ہو گیا۔

ل ط ع - اللَّطْعُ: دانٹوں کا گرنا۔ اس کا باب فَهَمَ ہے۔

ل ط ف - لَطْفُ الشَّيْءِ: چیز لطیف اور ہلکی ہوگی۔ اس کا باب ظرف ہے اور اسم فاعل لَطِيفٌ ہے۔

اللُّطْفُ فِي الْعَمَلِ: کام میں شفقت اور مہربانی اور نرمی۔

اللُّطْفُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عصمت۔ الطَّفَةُ بِكَذَا: اس نے اسے یہ تحفہ دیا یا اس پر یہ مہربانی کی۔

اس کا اسم اللُّطْفُ (لام اور طاء دونوں مفتوح) - کہا جاتا ہے: جَاءَنَا لَطْفَةٌ

کے ساتھ چٹایا۔

الْصَّقَةُ بِهِ غَيْرُهُ كَالْمَعْنَى بِحَىٰ هِيَ هِيَ۔

فُلَانٌ لِسِقِيٌّ وَلِصْقِيٌّ وَبِلِسْقِيٍّ وَبِلِصْقِيٍّ وَلِصِيقِيٍّ أَوْ لِصِيقِيٍّ:

تمام کا معنی یہ ہے کہ وہ میرے پہلو میں ہے یعنی میرا قریبی ساتھی ہے۔

ل س ن - اللَّسَانُ: زبان، اَلْكَ كَلَامٍ۔

بعض اوقات یہ کلمہ بطور کنایہ بات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں یہ مؤنث ہے۔ جن لوگوں نے اسے مذکر قرار

دیا ہے وہ کہتے ہیں: ثَلَاثَةُ الْاِسْنَةِ بِمَعْنَى تَمِنُ زَبَانِيں۔ اس کی مثال حِمَارٌ أَوْ

أَحْمَرَةٌ ہے۔ اور جو اسے مؤنث کہتے ہیں وہ کہتے ہیں: ثَلَاثُ الْاِسْنِ اس کی مثال

ذُرَاعٌ أَوْ أَذْرُعٌ ہے۔ اللَّسَنُ: (لام اور سین دونوں مفتوح) فصاحت۔

قَدْ لَسِنَ: وہ فصیح ہو گیا۔ یا اس نے فصیح بات کی۔ اس کا باب طَرَبَ ہے اور اسم

فاعل لَسِنٌ بمعنی فصیح اور اَلْاِسْنُ ہے یعنی فصیح البیان فُحْصٌ۔

فُلَانٌ لِسَانُ الْقَوْمِ: فلاں شخص قوم کا ترجمان ہے۔

اللِّسَانُ: لِسَانُ الْمِيزَانِ: پرانے ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں رہتا

ہے۔

کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْإِلْطَاطُ کا معنی  
الحاح یعنی عاجزی و انکساری اور مانگنے  
پر اصرار ہے۔

ل ن ی - اللَّيْلِي: شعله، آگ۔

لَطِيءٌ: یعنی جہنم کے ناموں میں سے ایک  
نام ہے۔ یہ اسم معرفہ اور غیر منصرف ہے۔  
الْبَيْضَاءُ النَّارُ: آگ کا بھڑکانا۔ بھڑکانا۔  
تَلَطَّيْهَا: آگ کا بھڑک اٹھنا۔

ل ع ب - اللَّذْبُ: کھینا۔ اللَّعْبُ کا معنی  
بھی یہی ہے۔ لَعِبَ كَابَابٍ طَرِبَ بِهِ  
اور لَعِبًا بَرَزَنًا عَلِمًا كَابَابٍ طَرِبَ بِهِ  
تَلَعَّبَ: وہ بار بار کھیلا۔  
رَجُلٌ يَلْعَابَةُ: تاء مکسورہ بہت زیادہ کھینے  
والا، کھلاڑی، کھلنڈرا۔

التَّلْعَابُ: لعب کا مصدر ہے۔ کھینا۔  
لُعَابُ النَّخْلِ: شہد۔ اللَّعَابُ: منہ سے  
نپکنے والی رال۔ لغاب دھن۔

لَعَبُ الصَّبِيِّ: بچے کے منہ سے رال  
نپکی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لُعَابُ الشَّمْسِ: دھوپ کی تمازت  
کے باعث مکزئی کے جالے کی طرح جو جالا  
سا نظر آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہی سَرَاب  
ہے۔

ل ع ث م: بقول ابوزید: تَلَعَّمْتُ فِي  
الْأَمْرِ: اس نے کام میں دیر کی یا تاخیر کی  
یا سستی کی۔ غلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی

مَنْ فَلَانٍ: ہمیں فلاں شخص کی طرف  
سے تحفہ آیا۔

المَلَاظِفَةُ: باہم ایک دوسرے کے  
ساتھ لطف و مہربانی کرنا۔

التَّلَطُّفُ لِلْأَمْرِ: کام کے لئے نرمی  
اختیار کرنا۔

ل ط م - اللَّطِيمُ: تھپڑ، طمانچہ، منہ پر ہتھیلی  
سے تھپڑ مارنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اللَّطِيمَةُ: اونٹوں کا وہ کارواں جو خوشبو اور  
تاجروں کے کپڑے بار کئے ہوئے ہو،  
اٹھاتا ہے یا اٹھائے ہوتا ہے۔ ممکن ہے  
عطاروں کے بازار کو بھی اللَّطِيمَةُ کہتے  
ہوں۔

اللَّطِيمُ: وہ شخص جس کے ماں باپ  
دونوں مر گئے ہوں۔ اور العَجِيءُ وہ شخص  
جس کی صرف ماں مر گئی ہو اور الیتیم وہ  
شخص جس کا باپ مر گیا ہو۔

لَا طَمَةَ: اس نے اسے تھپڑ مارا۔  
تَلَا طَمًا: دو آدمیوں نے ایک دوسرے  
کو تھپڑ مارے۔

التَّلَطُّمَاتُ الْأَمْوَاجُ: لہریں باہم کھرائیں۔  
ل ظ ظ - أَلْتَأَّ بَدًا: وہ اس کے ساتھ رہا

اور اس سے الگ نہیں ہوا۔ حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اِلْتَأَّ فِي  
الدُّعَا بِيَادِ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ: دُعا  
میں لازماً یا ذا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہا

أَفْعَلُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی میں شاید یہ کام کروں۔

ہے: وہ اس سے ہٹ گیا اور اسے خوب غور سے دیکھا یا اسے دیکھتا رہا۔

ل ع ن - اللَّعْنُ: دھتکارنا۔ یا خیر سے دور بنانا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ل ع س - اللَّعْسُ: (لام اور عین دونوں مفتوح) ہونٹوں کا رنگ جو تھوڑا سا سیاہی مائل ہو۔ اسے بلیغ یعنی خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا باب طَسَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: شَفَّةٌ لَّعْسَاءٌ: نمکیں یا خوبصورت ہونٹ۔

اللَّعْنَةُ: اس کا اسم ہے یعنی لعنت۔ اس کی جمع لِعَانٌ اور لِعَنَاتٌ ہے۔

الرَّجُلُ لَعِينٌ وَمَلْعُونٌ: راندہ یا دھتکارا ہوا آدمی۔

فِتْيَةٌ وَنِسْوَةٌ لَّعْسُ: خوبصورت لڑکے اور عورتیں۔

الْمَرْأَةُ لَعِينٌ: عورت ملعون ہے۔ مَوْنَتْ کے لئے بھی لعین آتا ہے۔

ل ع ع - لَعْلَعٌ: ایک پہاڑ جس پر ایک اہم واقعہ یا حادثہ ہوا تھا۔ (المجد میں اس کا معنی سراب، بھیڑ یا اور حجازی درخت دیا گیا ہے)۔

المَلَاعِنَةُ: ایک دوسرے کو لعنت کرنا۔ اللِّعَانُ: لعنت کی بددعا کرنا۔ میاں بیوی کی تفریق کی ایک اصطلاح۔

ل ع ق - لَعِقَ الشَّيْبُ: اس نے ایک چیز کو چاٹ لیا۔ اس کا باب فُهِمَ ہے۔

المَلْعَنَةُ: چوہ، پرہیز کرو۔

المَلْعَقَةُ: چچا یا چچی۔ اس کی جمع المَلَاعِقُ ہے۔

المَلْعَنَةُ: چوک۔ راستے کا موڑ۔ لوگوں کے اترنے کی جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: اتَّقُوا المَلَاعِينَ: ناپاک جگہوں سے بچو، پرہیز کرو۔

اللُّعْقَةُ: (لام مضموم) جو چیز بچے سے لی جائے۔ اللُّعْقَةُ: (لام مفتوح) ایک چچی بھر، چچی سے ایک دفعہ کوئی چیز لینا۔

رَجُلٌ لَعْنَةٌ: لوگوں کو بہت زیادہ لعنت کرنے والا شخص۔ اور رَجُلٌ لَعْنَةٌ (عین ساکن) بہت بڑا لعنی جسے لوگ کثرت سے لعنت کرتے ہوں۔

اللُّعُوقُ: (لام مفتوح) چٹنی یا مُرَبَّة۔ یا ل ع ا: جسے ٹھوکر لگے اسے دعائیہ کلمے کے طور پر کہا جاتا ہے: لَعْنَا لَكَ یعنی جیتے رہو۔

ل ع ل - لَعَلَّ: کلمہ شک۔ یہ کلمہ اصل میں عَلَّ ہے اور شروع والا لام حرف زائد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لَعَلِّي أَفْعَلُ اور لَعَلِّي

ل غ ب - اللُّغُوبُ: (لام اور غین دونوں مضموم) لکان۔ تھک ہار جانا، رہ جانا، اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسے نکال دیا۔ اللَّاعِيَةُ: منسوخ یا باطل  
قرار دی گئی چیز۔ قول خداوندی ہے: لَا  
تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةَ: (جنتی لوگ جنت  
میں) کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں سنیں  
گے۔

لَاغِيَةَ کی مثال لَابِنِ اور تَامِرٌ ہے۔  
اللُّغُو فِي الْاِيْمَانِ: ایسی قسم، جس  
کا انسان کے دل میں ارادہ نہ ہو۔ یعنی غیر  
ارادی طور پر منہ سے نکلی ہوئی قسم۔ مثلاً: یہ  
کہنالا واللہ اور بلی، واللہ۔

اللُّغَةُ: اس کی اصل لُغِي ہے یا لُغُو ہے۔  
اس کی جمع لُغِي ہے۔ اس کی مثال بُرَّةٌ اور  
بُرَى ہے۔ اس کی جمع لُغَاتٌ بھی۔  
اس کا معنی مصطلح کلام، زبان، علم معرفت  
اَوْضَاعِ مَفْرَدَاتِ ہے۔ بعض کا کہنا ہے  
کہ: سَمِعْتُ لُغَاتَهُمْ: میں نے ان  
کی باتیں سنیں۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔  
صاحب کتاب نے اس تاء کو 'و' سے تشبیہ  
دی ہے جو وقف کی صورت میں ہاء کی آواز  
سے بولی جاتی ہے۔ لغة سے صفت نسبتی  
لُغُوِيٌّ ہے۔ اسے لُغُوِيٌّ (لام مفتوح)  
نہیں کہنا یا پڑھنا چاہئے۔

ل ف ت - اللَّشْتُ: گردن موڑنا، توجہ  
کرنا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ حضرت  
حدیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:  
إِنَّ مِنْ أَقْرَأِ النَّاسِ الْقُرْآنَ مُنَافِقًا

کا باب دَخَلَ ہے۔

لَغِبٌ: (غین کمور) اس کا ایک کمزور لہجہ  
ہے۔

ل غ ز - الْأَغْزَى فِي كَلِمِهِ: اس نے پہیلی  
یا اشاروں کنایوں میں بات کی۔ اس کا اسم  
اللُّغْزُ پہیلی، معتمہ، اس کی جمع الْأَغَاذُ ہے۔  
اس کی مثال رُطَبٌ اور أَرْطَابٌ ہے۔

ل غ ط - اللَّغْطُ: (لام اور غین دونوں  
مفتوح) آواز، شور و غوغا۔ قَدْ لَغَطُوا:  
انہوں نے شور مچایا۔ اس کا باب قَطَعَ  
ہے۔ لَغَاطًا (لام کمور) اور لَغَطًا (لام  
مفتوح اور غین دونوں مفتوح) کا معنی بھی  
یہی ہے۔

ل غ م - ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے بتایا کہ:  
میں نے ایک اعرابی یعنی بدو سے کہا: کب  
چلو گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: تَلَّغُمُوا  
بِیَوْمِ السَّبْتِ: یعنی انہوں نے چلنے کے  
لئے ہفتہ کا ذکر کیا ہے۔

بقول الکسانی لَغَمٌ کا باب قَطَعَ ہے۔ اور  
معنی یہ ہے: اس نے اپنے ساتھی کو ایسی  
بات بتائی جس کا اسے یقین نہیں۔

ل غ ا - لَغَا: اس نے باطل یا لغو کہا۔ اس  
کا باب عَدَا اور صَدَى ہے۔

الْغَى الشَّيْءِ: اس نے چیز کو باطل اور لغو  
یعنی بیکار کر دیا۔

الْغَاهُ مِنَ الْعَدَدِ: اس نے عدد میں سے

ل ف ظ - لَفَّظَ الشَّيْءَ مِنْ قَمِيهِ: اس نے اپنے منہ سے کوئی چیز نکال پھینکی۔ اس پھینکی ہوئی چیز کو لَفَظًا کہتے ہیں۔ لفظ بالكلام وتلفظ به: اس نے بات کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

ل ف ف - لَفَّ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو لپیٹ لیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ لَفَّفَهُ: اسے مبالغہ کے لئے مشدّد کیا گیا۔ تَلَفَّفَ فِي ثَوْبِهِ: اس نے کپڑے میں لپیٹ لیا۔ التَّفُّ بِشَوْبِهِ: وہ اپنے کپڑے میں لپیٹ گیا۔ اللَّفْفَاةُ: جو انسان وغیرہ کے اوپر لپیٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع اللَّفَائِفُ ہے۔

اللَّفِيفُ: مختلف قبائل کے لوگوں کا اجتماع یا اکٹھ۔ قول خداوندی ہے: جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا: ہم تم کو لپیٹ کے یعنی اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ عربی زبان کے قواعد میں ایک اصطلاح لفیف ہے جس میں کسی کلمہ میں ثلاثی مجرد کے افعال میں سے دو حروف علت آئیں مثلاً: ذوی اور حیی۔

الالْفَاةُ: گھنے درخت جو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں۔ قول خداوندی ہے: وَجَنَّتِ الْاَلْفَاةُ: گھنے درختوں کے باغات۔ اس کا واحد لِفٌّ ہے۔ اس میں لام مکسور ہے۔

لَا يَدْعُ مِنْهُ وَاوًا وَلَا اَلِفًا يَلْفِتُهُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَلْفِتُ الْبَقْرَةُ الْخَلْيُ بِلِسَانِهَا: قرآن کے بڑے قاریوں میں سے ایک وہ منافق بھی ہوگا جو کسی واویا الف کو زبان سے مروڑے بغیر نہ چھوڑے جس طرح گائے ہری گھاس کو زبان سے مروڑتی ہے۔

لَفَّتْ وَجْهَهُ عَنهُ: اس نے اس سے منہ پھیر لیا۔

لَفَّتَهُ عَن رَأْيِهِ: اس نے اس کی رائے سے پھیر لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْتَفَّتِ الْاَلْفَاةُ: اس نے توجہ کی۔ التَلْتَفُ: بہت زیادہ توجہ کرنا، دھیان دینا۔

ل ف ح - لَفَحَتُهُ النَّارُ وَالسُّمُومُ بِحَرِّهَا: آگ یا گرم ہوانے اسے اپنی گرمی سے جلایا یا تھمسا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: جس ہوا میں لَفْحٌ (صہن) ہو وہ حَرٌّ ہے اور جس ہوا میں نَفْحٌ (یعنی پھونک یا ٹھنڈک ہو) وہ بَرْدٌ ہے۔

الْلَفْحُ: بروزن التَّفْحُ: ایک خوشبودار پودا جس کو لوگ سونگتے ہیں۔ وہ جب زرد ہو جاتا ہے تو اس کی شکل بیگن کی طرح ہوتی ہے یعنی پک کر اس کی شکل بیگن جیسی ہو جاتی ہے۔

لیکن ہوائیں تب تک بادلوں کو بار آور نہیں کرتیں تا وقتیکہ یہ خود حامل نہ ہوں۔ گویا ہوائیں پہلے خود بار آور ہوتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب یہ بادل پیدا کرتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے تو ایک خیر دوسری خیر تک پہنچتی ہے۔

تَلْقِيحُ النَّخْلِ: کھجور کے درخت میں پیوند کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَقِحَ النَّخْلَةَ: اس نے کھجور کے درخت کا پیوند کیا۔ اس کا مصدر تَلْقِيحًا ہے۔

أَلْفَحَهَا: اس نے اسے پیوند کیا۔

المَلَاقِيحُ: زراعت۔ یہ کلمہ ان اُونثیوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں۔

المَلَاقِيحُ: اُونثیوں کے پیٹ میں جنین بچے۔ اس کا واحد مَلْقُوْحَةٌ ہے جو لَقِحْتُ فعل مجہول سے مشتق ہے۔ اس کی مثال حُمٌّ سے مَحْمُومٌ اور جُنٌّ سے مَجْنُونٌ ہے۔

ل ق ط - لَقَطَ الشَّيْءُ: اس نے زمین پر سے یا فرش پر سے چیز اٹھالی۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

الِنَّقْطَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا قول ہے کہ لِكُلِّ سَاقِطٍ لَاقِطَةٌ: ہر گرنے والی چیز کا ایک اٹھانے والا ہوتا ہے۔ یعنی

ل ف ق - لَفَّقَ الثُّوبُ: اس نے کپڑے کے ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے جوڑ کر لیا۔ اس کا باب صَرَبٌ ہے۔ أَحَادِيثٌ مُلْفَقَةٌ: جھوٹی باتیں اور خرافات۔ چکنی چڑی باتیں۔

ل ف ا - اللَّفَاءُ: (لام مفتوح) گھٹیا اور حقیر چیز۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِيَ فُلَانٌ مِّنَ الْوَفَاءِ بِاللَّفَاءِ: فلاں شخص اپنے بڑے حصے کے مقابل معمولی سی چیز پر راضی ہو گیا۔ أَلْفَاءُ: اس نے اسے پالیا۔ تَلْفَاءُ: انہوں نے اس کا تدارک کیا، یا اس کی تلافی کر دی۔

ل ق ب - اللَّقْبُ: کسی کو اچھا یا بُرا نام دینا یا اچھے بُرے نام سے پکارنا۔

لَقَبَهُ بِكَذَا فَتَلَقَّبَ بِهِ: اس نے اسے فلاں لقب سے پکارا تو وہ اس نام سے پکارا جانے لگا۔ یا اس نے اسے فلاں لقب دیا تو اس کا وہ لقب ہو گیا۔

ل ق ح - أَلْتَحَ الْفَعْلُ النَّاقَةَ: اونٹ نے اونٹنی کو حاملہ کر دیا۔

أَلْفَعَتِ الرِّيحُ السَّحَابَ: ہوائ نے بادلوں کو بار آور کیا۔

رِيْسَاحٌ لَوَاقِحٌ: بادلوں سے بارش برسانے والی ہوائیں۔ لَوَاقِحٌ کے بدلے مَلَاقِيحٌ نہیں کہنا چاہئے، یہ نادر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُلْفَقَةٌ ہے۔

حدیث میں ہے: مَا لَمْ يَكُنْ نَفْعٌ وَلَا  
لُفْلَقَةٌ: میت پر ماتم کرنا اس حد تک جائز  
ہے جس میں سر پر خاک ڈالنا اور چیخ و پکار  
نہ ہو۔ بقول ابو عبید اللؤلؤة کا معنی سخت  
آواز یا آواز کی کڑھائی اور شدت ہے۔

ل ق م - لَقِيمٌ اللُّقْمَةُ: اس نے نوالا نکلا۔

اس کا باب فہم ہے۔

التَّقْمَهُمَا کا بھی یہی معنی ہے۔

تَلَقَّمَهَا: اس نے اسے آہستہ آہستہ نکل لیا۔

لَقَمَهَا غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے لقمہ دیا۔

اس کا مصدر تَلْقِيْمًا ہے۔

الْقَمَةُ حَجْرًا: اس نے پتھر سے دہانہ بند

کر دیا۔

ل ق ن - لَقِنَ الْكَلَامَ: اس نے بات سمجھی۔

اس کا باب فہم ہے۔

تَلَقَّنَهُ: اس نے اسے تیز بینی سے حاصل

کیا۔ التَلْقِيْنُ: تفہیم، سمجھانا۔

ل ق ی - لَقِيَهُ لِقَاءً: (لام مضموم اور الف

ممدود) وُلِقَى (لام مضموم اور یاء مقصور)۔

وَلَقِيًا (لام مضموم اور یاء مشدّد) وُلِقِيَانًا

وُلِقِيَانَةً وَاِحْدَةً (دونوں میں لام

مفتوح) وُلِقِيَةً وَاِحْدَةً (لام مفتوح)

وُلِقَاءَةً وَاِحْدَةً (لام مکسور و الف ممدود)

اُس نے اُس کے ساتھ ایک دفعہ ملاقات

کی۔ ان معنوں میں لِقَاءٌ نہیں کہنا چاہئے

کیونکہ یہ کلمہ مؤنث ہے اور غیر عربی کلمہ ہے۔

الْقَاءُ: اس نے اسے پھینک دیا، گرا دیا۔

نادر کلمات کو سننے والے اور پھیلانے والے  
بھی ہوتے ہیں۔

اللَّقِيْطُ: گری پڑی چیز۔

اللَّقِيْطُ: (لام اور قاف دونوں مفتوح)

چیزوں میں چٹی ہوئی چیز۔ اسی سے ماخوذ

لَفْظُ لَقِيْطِ الْمَعْدِنِ ہے۔ اس کا معنی

سونے کا ٹکڑا جو سونے کی کان میں ملے۔

لَقِيْطُ السُّنْبُلِ: (لام مضموم) فصل کانٹے

کے بعد گرے ہوئے خوشے یا سٹے جنہیں

لوگ چن لیتے ہیں۔ یہی معنی لُقَاطُ

السُّنْبُلِ کا ہے لُقَاطُ میں لام مضموم ہے۔

تَلَقَّطُ التَّمْرَ: اس نے ادھر ادھر سے

کھجور کے دانے اٹھائے۔

ل ق ف - لَقِفَ الشَّيْءُ: اس نے چیز

جلدی سے لے لی۔ اس کا باب فہم ہے۔

تَلَقَّفَهُ: اس نے جلدی سے اسے لے لیا۔

ل ق ق - لَقِيَ عَيْنُهُ: اس نے اپنے ہاتھ

سے اپنی آنکھ پر مارا۔ اس کا باب رُدُّ ہے۔

اللَّقْلُقُ: زبان۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ وَقِيَ شَرُّ لَقْلِقِهِ: جسے زبان کے شر

سے بچایا گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

اللَّقْلَاقُ: سارس، لمبی گردن والا عجیب

پرندہ جو سانپ کھاتا ہے۔ شاید اسے لَقْلُقُ

بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اللَّقْلَاقِيُّ ہے۔

اس کی آواز لَقْلُقُ کی طرح ہوتی ہے۔ ہر

آواز میں اسی طرح حرکت اور لڑکھڑاہٹ

ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی



نہیں بلکہ اس کا معنی سارے جسم پر کسی جگہ  
مُکَا مَرَاتَا ہے۔

ل ک ع - رَجُلٌ لُكْعٌ: بروزن عُمَر  
کمینہ فُضْص۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی  
ذلیل غلام ہے یعنی ذلیل فطرت غلام۔  
اِمْرَاةٌ لُكَاعٌ مَانِدَةٌ قَطَامٌ: کمینی عورت۔  
رَجُلٌ لُكْعٌ: کمینہ مرد۔ اِمْرَاةٌ لُكْعَاءُ  
کمینی عورت۔ چھوٹے بچے کو بھی پیار سے  
کہا جاتا ہے یعنی تَحَا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی  
اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اَنْتُمْ لُكْعٌ: اس  
سے ان کی مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا  
حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حدیث یہ  
ہے: اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَ يَنْطَلُبُ  
الْحَسَنَ بِنِ عَالِي قَالَ اَنْتُمْ لُكْعٌ:  
حضور علیہ السلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو  
تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے اور  
پوچھا کہ وہاں نضایماتا ہے۔ (مترجم)۔

ل ک ک - اللُّكُّ: (لام مفتوح) سرخ  
رنگ کی ایک چیز جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔  
اللُّكُّ: (لام مضموم) اس کی تلچٹ جو  
نیزے کے دستے پر چڑھائی جاتی ہے۔  
ل ک م - لُكْمَةٌ: اس نے اسے مُکَا مَرَا۔  
اس کا باب نَصْرَ ہے۔

اللُّكَامُ: (لام مضموم اور کاف مشدّد) شام  
میں ایک پہاڑ ہے۔

ل ک ن - اللُّكْنَةُ: لکنت۔ رَبَانٌ میں

کہتے ہیں کہ: اَلْقِيهِ مِنْ يَدِكَ: اپنے  
ہاتھ سے اُسے چھوڑ دو۔

اَلْقِيَ اِلَيْهِ الْمَوَدَّةَ وَالْمَوَدَّةَ: اس  
کے دل میں محبت ڈال دی گئی۔ التَّقْوَا  
وَتَلَاقُوا دُونِ كَا اِيك هِي مَعْنِي هِي لَعْنِي  
وہ آپس میں ملے۔

اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاةٍ: وہ پت لیت گیا۔  
تَلَقَّاهُ: اس نے اس کا استقبال کیا۔  
دوسروں تک پہنچایا۔ قول خداوندی ہے: اِذْ  
تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّحْكِكُمْ: جب تم اپنی  
زبانوں پر اس کا چرچا ایک دوسرے سے  
کرتے تھے۔

جَلَسَ تِلْقَاءَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر  
کے یا اس کے بالتقابل بیٹھ گیا۔

التَّلْقَاءُ، لِقَاءٌ كِي طَرَحٍ مَصْدَرٌ هِي هِي۔  
اللُّقَى (لام مفتوح) الشَّيْءُ الْمُلْقَى  
لَهُوَ اِنِّه: بے قدر ہونے کے باعث گری  
پڑی چیز۔ یعنی بے وقعت چیز۔

اللُّقْوَةُ: لقوہ، فانج کی بیماری خاص چہرے  
پر فانج، کہا جاتا ہے۔ لُقِيَ الرَّجُلُ: آدمی  
کو فانج ہو گیا (لام مضموم) جسے لقوہ کی  
بیماری ہو اسے مَلْقُوٌّ کہتے ہیں یعنی فانج  
رُذَّہ۔

ل ک ز: بقول ابو عبید اللُّكُزُ کا معنی  
ضَرْبٌ ہے۔ یعنی کسی کی چھاتی پر مُکَا  
مارنا۔ ابو زید کا کہنا ہے کہ صرف چھاتی پر

مَلَامِحٌ مِّنْ أَبِيهِ: اس کے اندر اس کے باپ کے خدو خال ہیں۔ لَمْحَةٌ کی یہ جمع غیر لفظی ہے اور ایسا ہونا نادر اور شاذ ہے۔

ل م ز - اللَّمُزُ: عیب، اصل میں اس کا معنی آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرتا ہے۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں ابواب سے پڑھا گیا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِى الصَّدَقَاتِ: ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تقسیم صدقات (زکوٰۃ) میں آپ ﷺ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

رَجُلٌ لَّمَّازٌ: (میم مشدّد) سخت عیب لگانے والا اور طعنے زن۔

رَجُلٌ لَّمَزَةٌ بِرِوْزَنْ هُمَزَةٌ: طعنے زن شخص، عیب چسین۔

ل م س - اللَّمْسُ: ہتھوٹا، ہاتھ سے ہتھوٹا۔ قَدْ لَمَسَهُ: اس نے اسے ہاتھ سے ہتھوٹا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ ہے۔

الْإِلْتِمَاسُ: طلب، درخواست، استدعا۔ التَّلْمِيسُ: بار بار طلب کرنا۔

بَيْعُ الْمَلَامَسَةِ: بیع ملامسہ، وہ یہ ہے کہ جب ایک فریق کہے کہ جب میں سامان کو ہتھولوں یا ہاتھ لگا دوں تو ہمارے درمیان اس قیمت پر بیع واجب اور پکی ہوگئی۔

ل م ظ - لَمَطٌ: اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

لُكْرُهُثٌ - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ أَلْكُنُّ: لُكْتُ وَالْأَدْمَى۔

قَدْ لَكِنٌ: اس کی زبان میں لُكْتُ ہے۔

اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ وَلَكِنٌ (نون ثقیلہ و خفیفہ) استدراک اور تحقیق کی غرض استعمال میں آنے والا حرف عطف ہے۔

اس سے نفی کے بعد کا بیان واجب ہو جاتا ہے۔ الْبَتَّةُ أَنْ (نون ثقیلہ) اِنْ کا عمل کرتا ہے۔ اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نفی کے بعد استدراک اور ایجاب کا کام دیتا ہے مثلاً: مَا تَكَلَّمْتُ زَيْدًا لَكِنُّ عَمْرًا قَدْ تَكَلَّمْتُ زَيْدًا بَاتٍ نَبِيٍّ كِي الْبَتَّةُ عَمْرُوْنَ بَاتٍ كِي هِے۔ اور مَا جَاءَنِي زَيْدٌ لَكِنُّ عَمْرًا قَدْ جَاءَ: میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمر آیا ہے۔ نون خفیفہ پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ قول خداوندی ہے:

لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي: لیکن وہی خدا میرا رب ہے۔ یہاں لُكْنَا دراصل لَكِنُّ انا ہے۔ پھر الف کو حذف کیا گیا اور التقاء نونین یعنی دونوں اکٹھے آنے کے باعث تشدید آگئی۔

ل م ح - لَمْحَةٌ: اس نے اسے ایک لمحہ نظر سے دیکھا۔ اس کا باب قَطْعٌ ہے۔ اس کا اسم اللَّمْحَةُ (لام مفتوح) ہے۔ فی

فَلَانَ لَمْحَةً مِّنْ أَبِيهِ: فلاں شخص میں اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

اس کے باپ کی شبابت ہے۔ یا فِئْتِهِ

شک موسم بہار میں کچھ نباتات ایسی آگتی ہیں جن کے کھانے سے انسان بدبضمی کے باعث مر جاتا ہے یا قریب المرگ ہو جاتا ہے۔

اللَّمَّ الرَّجُلُ مِنَ اللَّمَمِ: آدمی نے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا، اور اس نے کہا کہ: اِن تَغْفِرِ اللَّهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاِنِّي عَبْدٌ لِّكَ لَا اَلْمَا: اے اللہ! اگر تو بخشے والا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش اور چھوٹے چھوٹے گناہ، تو تیرا کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس نے نہ کئے ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اَلْمَامُ کا معنی معصومیت کے قریب والے کام ہیں۔ جن میں واقعتاً معصیت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ انْحَسَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ کا قول ہے کہ اللَّمَمُ کا معنی گناہوں کے قریب ہونا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بقول الفراء کہا ہے کہ قرآن کی آیت میں: اِلَّا اللَّمَمُ کا معنی صغیرہ گناہوں کے قریب ہونا ہے۔ اللَّمَمُ کا معنی ایک طرح کا جنون بھی ہے۔ رَجُلٌ مَلْمُومٌ: ایسا شخص جو جنون سے متاثر ہو۔ کہا جاتا ہے: اَصَابَتْ فُلَانًا مِنَ الْجِنِّ لَمَةٌ: فلاں شخص پر جن کا کچھ اثر یا دخل ہوا ہے۔ لَمَةٌ سے مراد مس ہے یا تھوڑا سا اثر۔

المَلْمِئَةُ: نازل ہونے والی دیناوی تکلیفیں

تَلَمَّظَ: جب کوئی منہ کے اندر کا نوالہ کھالے اور اپنی زبان نکال کر اپنے ہونٹوں پر پھیرے۔

اللُّمُظَةُ: (لام مضموم) سفید نقطہ۔ حدیث شریف ہے: اَلْاِيْمَانُ يَبْدُو لُمُظَةً فِي الْقَلْبِ: ایمان دل پر ایک سفید نقطے کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

ل م ع - لَمَعَ الْبُرُوقُ: بجلی چمکی یا کوندی۔ اس کا باب قَطَعَ اور لَمَعَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔

الْتَمَعَ كَا بَعِي يَبِي مَعْنَى هُوَ - اللُّمْعَةُ بَرْدُ الرُّقْعَةِ: پودے کا ایک ٹکڑا جب وہ مرجھا رہا ہو۔

الْاَلْمَعِيُّ: ذکی، ذہین اور ہوشیار۔ الْمَلْمَعُ مِنَ الْخَيْلِ: ایسا گھوڑا جس کے جسم میں ایک دھبہ ہو جو باقی سارے جسم کے رنگ سے مختلف ہو۔

ل م م - لَمَّ اللَّهُ شَيْئًا: اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اور بکھرے ہوئے معاملات کی اصلاح کرے اور انہیں جمع کرے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الْاَلْمَامُ: نازل ہونا، اترنا۔ کہا جاتا ہے: اَلْمُ بِهِ: وہ اس پر اترتا۔

غَلَامٌ مُلِمٌ: بالغ ہونے کے قریب لڑکا۔ حدیث شریف میں ہے: وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِثُ الرَّبِيعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يَلِمُ: بے

اور مصیبتیں۔

الْعَيْنُ اللَّامَةُ: نظر بد جو کسی کو لگ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے: أُعِيذُهُ مِنْ كُلِّ هَامِيَةٍ وَلَا مِيَةٍ: میں اسے ہرزہریلے کیڑے اور نظر بد سے پناہ میں دیتا ہوں، یعنی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللِّمَّةُ: (لام کسور) سر کے بال جو کپٹی سے نیچے لٹک رہے ہوں۔ اور جب یہ بال کندھوں تک پہنچیں تو انہیں جُمَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع لِمَمٌ ہے اور لِمَامٌ ہے۔ فُلَانٌ يَزُرُّنَا فِي الْأَحْيَانِ: وہ شخص اکثر اوقات ہم سے ملاقات کرتا ہے۔ كِتَابَةٌ مُلَمَّمَةٌ وَمَلْمُومَةٌ: ایک دوسرے کے ساتھ گھٹا ہوا یا جڑا ہوا گروہ یا جتھا۔ صَخْرَةٌ مُلَمَّمَةٌ وَمَلْمُومَةٌ: گول اور سخت چٹان۔

يَلْمَلِمُ اور الْمَلْمَمُ: ایک جگہ کا نام ہے جو اہل یمن کے لئے میقات حج ہے۔ قول خداوندی ہے: وَتَاكُلُونَ التُّرَاتِ أَكْثَلًا لَمًّا: تم لوگ میراث میں اپنا حصہ بھی اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔ البتہ اس قول خداوندی: وَإِنْ شُكِّلًا لَمًّا لَيُؤْفِقِينَهِمْ رَبُّكَ: میں (لَمًّا کا میم مشدّد) کا معنی الغراء نے یہ بتایا ہے کہ یہ کلمہ دراصل لَمْعَا ہے۔ میم کی کثرت کے باعث ایک میم حذف ہوگئی اور باقی لَمَّارہ

گیا۔ الزہری نے لَمَّا کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی جَمِيعًا ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ لَمَسُنُ مَنْ ہو اور اس میں میم حروف کی کثرت کے پیش نظر ایک میم حذف ہوگئی۔ کسی کہنے والے کا قول ہے کہ لَمَّا کا معنی اِلَّا ہے۔

لیکن یہ توجیہ لغت یا علم لغت میں معروف نہیں ہے۔ لَمٌ: حرف نفی ہے اور ماضی کا معنی دیتا ہے۔ اور بعد والے فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔ حروف جازمہ یہ ہیں: لَمٌ، لَمَّا، اَلَمْ اور اَلَمَّا: اور اصل میں یہ تمام کلام ہے۔ لِمٌ (لام کسور) حرف استفہام ہے مثلاً: لِمَ ذَهَبْتَ؟ تم کیوں گئے؟ دراصل یہ حرف بھی لَمَّا ہے۔ تخفیف کے باعث الف محذوف ہے۔ قول خداوندی ہے: عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف کرے آپ ﷺ نے انہیں کیوں اجازت دی۔ وقف کی صورت میں لم کے بعد 'ہا' کا اضافہ کرنا چاہئے اور لَمَّةٌ کہنا چاہئے۔

لَمَّةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ل م ی'۔ ل م ی۔ اللَّمِّي: ہونٹوں کا گندی رنگ جو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ رَجُلٌ أَلْمِي: گندی ہونٹوں والا شخص۔ جَارِيَةٌ لَمِيَاءُ: گندی ہونٹوں والی لڑکی۔ لَمَّةُ الرَّجُلِ: آدمی کی شکل و صورت۔

اھانئا: اسی طرح آدمی کا تمھکاٹ کے مارے ہانپنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور لُھَاثًا (لام مضموم) بھی ہے۔

ل ہ ج - اللُّهْجُ بِالسَّيْبِ: چیز پر فریفتہ ہونا۔ قَدْ لَهَجَ بِهِ: وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اللُّهْجَةُ بِرُوزَنِ الْبَهْجَةِ: لب و لہجہ، انداز گفتگو۔ اس لفظ کا 'ھا' بعض اوقات مفتوح بھی ہوتا ہے۔

هُوَ فَصِيحُ اللَّهْجَةِ: اس کا انداز گفتگو بڑا فصیح ہے۔

اللُّهْجَةُ: ھاء مفتوح یعنی اللُّهْجَةُ بھی ہے۔

ل ہ ذ م - لُھَذَمَةٌ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔

اللُّهْذَمُ مِنَ الْأَسِنَّةِ: کاٹنے والا دانت۔

ل ہ ف - لُھَفٌ: اس کا باب فُھِمَ ہے اور معنی ہے وہ دکھی ہو اور اسے حسرت ہوئی۔

یہی معنی التَّلْهُفُ عَلَى الشَّيْءِ کا ہے۔ المَلْهُوفُ: مظلوم، فریادی۔

اللُّهَيْفُ: مجبور و لاچار۔ اللُّهْفَانُ: متحیر، حیرت زدہ، حیران۔

ل ہ م - اللُّهْمُ: اے اللہ! اللہ کے آخریم شدہ حرف ندا کا عوض ہے۔

الْإِلْهَامُ: البہام، دل میں ڈالی جانے والی بات۔ کہا جاتا ہے: أَلْهَمَهُ اللَّهُ: اللہ نے

حدیث شریف میں ہے: لِيَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ لُمْتَهُ: آدمی کو اپنی برابر کی عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہئے۔

ل ن - لَنْ: حرف نفی فعل مستقبل کے لئے آتا ہے اور بعد میں آنے والے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً: لَنْ تَقُومَ: تم ہرگز نہیں اٹھو گے۔

ل ہ ب - لُھَبُ النَّارِ: آگ کا فحلہ۔ ابو لہب کی یہ کنیت اس کے جمال اور خوبصورتی کے باعث تھی۔

أَلْهَبَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔ تَلْهَبَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

أَلْهَبَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔ اللُّهْبَانُ: (لام اور ھاء دونوں مفتوح) آگ کا بھڑکنا۔ یہی معنی اللُّهَيْبُ اور اللُّهَابُ کا ہے۔ اس میں لام مضموم ہے۔

اللُّهْبَانُ: (ھاء مفتوح) پیاس اور 'گر'ھا' ساکن ہو تو اس کا معنی پیاسا، تشنہ ہوگا۔

الْمَرْأَةُ لُھَيْيٌ: عورت پیاسی ہے۔ اس کا باب طَرِبَ اور لُھَاثًا (ھاء مفتوح) بھی ہے۔

اللُّهَاتُ: (لام مضموم) کا معنی بھی پیاس کی شدت ہے۔

لُھَتْ الْكَلْبُ: کتے نے پیاس یا حنکے کے مارے زبان باہر نکال لی۔

رضی اللہ عنہ جب کڑک سی آواز سنتے تو اس کا ذکر چھوڑ دیتے اور اس سے منہ موڑ لیتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اَللّٰهُ عَنَهُ اور اَللّٰهُ مِنْهُ دونوں کا معنی ایک ہے۔

ل و - لَوُ: حرف تَمَتّٰ ہے۔ پہلی چیز کے ممکن نہ ہونے کے پیش نظر دوسری چیز کے امتناع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ: لَوُ جِئْتَنِيْ لَأَكْرَمْتُكَ: کاش تم میرے ہاں آتے تو میں آپ کی خاطر تواضع کرتا۔ یہ کلمہ اِنْ حرف شرط کی ضد ہے۔ جو جواب شرط یعنی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اِنْ مرفوع اول کے باعث وقوع ثانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ل و ب: ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اللُّؤْبَةُ اور النُّؤْبَةُ بروزن الكُوْفَةِ دو لفظوں کا معنی تخلصا دینے والی گرمی، سیاہ پتھر ہے۔ اسی لفظ کی نسبت سے سیاہ رنگ آدمی کو لُوْبِيٌّ اور نُؤْبِيٌّ کہتے ہیں۔

لَا بِنَا الْمَدِيْنَةَ: (بائ مخفف) مدینہ شریف کی دو کالی پتھر ملی زمینیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَرَّمَ مَا بَيْنَ لَا بِنَى الْمَدِيْنَةَ: بے شک حضور نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ شریف کی دو کالی پتھر ملی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو حرام قرار دیا ہے۔

اس کے دل میں بات ڈال دی۔

اسْتَلْهَمَ اللّٰهُ الصَّبْرَ: اس نے اللہ سے صبر کی توفیق کی دعا کی۔

ل ه ا - اللّٰهَاءُ: حلق کا کوا۔ اس کی جمع اللّٰهَاءُ

اور اللّٰهَوَات ہے اور اللّٰهِيَّات بھی۔ اللّٰهْوَةُ (لام مضموم) دراہم کا عطیہ یا کسی اور چیز کا عطیہ۔ اس کی جمع اللّٰهَاءُ ہے۔

لَهِيَّ عَنِ الشَّيْءِ لَهِيًّا: (لام مضموم اور یاء مشدّد) وَلَهِيْنَا (لام مضموم اور کسور) اس نے چیز سے تسلی پائی، اس کا ذکر چھوڑ

دیا، اور اس سے توجہ ہٹا دی۔ اَلْهَاءُ: اس نے اسے مصروف کر دیا۔ یا مشغول کر دیا۔

لَهَا بِه تَلْهِيَةٌ: اس نے اسے اس کے ساتھ مشغول کر دیا۔ لَهَا بِالشَّيْءِ: وہ چیز

کے ساتھ کھینے لگا۔ تَلْهِيٌّ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَلَاهَوْا: وہ سب باہم کھیل کود میں لگ

گئے۔ قول خداوندی ہے: لَوُ اَرَدْنَا اَنْ

نَتَّخِذَ لَهَوًا: اگر ہم چاہتے تو ہم لہو اختیار

کر لیتے۔ مفسرین نے لَهَوًا سے امرأَةٌ

یعنی عورت مراد لیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے

کہ اس سے مراد وَلَدًا یعنی لڑکا ہے۔ کہتے

ہیں: اَللّٰهُ عَنِ الشَّيْءِ: چیز کو چھوڑ دے۔

حدیث شریف میں وضو کے بعد یا جامہ پر

ٹری کے بارے میں ہے کہ اَللّٰهُ عَنَهُ: اس

کا دھیان یا پورا وہ نہ کرو۔ حضرت ابن زبیر

مَلَاوَزَةٌ میں میم مفتوح ہے۔

ل و طس - الْأَصَّةُ عَلِيٌّ كَذَا: اس نے کسی متوقع بات کے لئے اپنی بات ڈہرائی۔

حدیث شریف میں ہے: هِيَ الْكَلِمَةُ الَّتِي الْأَصُّ عَلَيْهَا النَّبِيُّ عَمَّةٌ: یہی وہ کلمہ ہے جو نبی کریم نے اپنے چچا ابوطالب پر بار بار پیش کیا۔

ل و ط - اسْتَلَطْتُ: اس نے اسے اپنے

ساتھ چمٹا لیا۔ حدیث شریف میں ہے: اسْتَلَطْتُكُمْ دَمَ هَذَا الرَّجُلِ: تم نے اس شخص کا خون اپنے اوپر واجب کر لیا۔ (لغات الحدیث میں اس حدیث کے شروع میں بِمَا كَالْفَرْجِ ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ: تم اس کے خون کے کس طرح حقدار ہوئے یعنی تم نے اس کو اپنے لوگوں میں کیسے ملا لیا۔)

[مترجم]۔

لُوطٌ: عجمی اسم اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے، یہی معاملہ نوح کا ہے جو عجمی نام اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے۔ ان دونوں اسموں کا منصرف ہونا دو اسباب میں سے ایک سبب کے پیش نظر ضروری ہے تاکہ اپنے مخفف ہونے کی مقاومت کر سکیں بخلاف ہند اور دعد کے۔ جن کے بارے میں تمہیں اس بات کا اختیار ہے کہ تم انہیں منصرف سمجھو یا غیر منصرف۔

ل و ث - لَوْتُ ثِيَابَهُ بِالطَّيْنِ تَلْوِيثًا: اس نے اپنے کپڑے مٹی سے آلودہ کر دیئے۔

لَوْتُ الْمَاءَ: اس نے پانی گدلا کر دیا۔

ل و ح - لَاحَ الشَّيْبِيُّ: چیز نمودار ہوگئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

لَاحَ الْبَرْقُ: بجلی چمکی۔ لَاحَ كَمَا مَعْنَى بَعِي يَبِيءُ ہے۔

لَوْحَتَهُ الشَّمْسُ تَلْوِيحًا: دھوپ نے اس کے چہرے کا رنگ بدل دیا۔

ل و ذ - لَاذِبُهُ: اس نے اس کی پناہ لی۔ اس کا باب قَالَ ہے اور لَبَاذًا ہے اس میں لام مکسور ہے۔

لَا وَذَ الْقَوْمُ مَلَاوِذَةٌ وَلِوَاذًا: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں پناہ لی یا ایک دوسرے کو پناہ دی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا: وہ آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔ آیت میں وارد لِوَاذًا لَا ذَا كَمَا مَصْدَرٌ نَبِيٌّ ہے اگر ایسا ہوتا تو لِوَاذًا کی بجائے لِيَاذًا ہونا چاہئے تھا۔

لَوْدَعِيٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ذ ع'۔

ل و ز - اللَّوْزَةُ: بادام، اس کی جمع اللَّوْزُ ہے۔

أَرْضٌ مَلَاوَزَةٌ: باداموں والی زمین جس میں بادام کے درخت ہوں۔

کا واحد لائم ہے۔ اس کی مثال رَاكِعٌ اور  
رُكِعٌ ہے۔

اللَّائِمَةُ: ملامت، کہا جاتا ہے کہ: مَا  
زَلْتُ أَنْتَجِرُعُ فَيْكَ اللَّوَائِمَ: میں  
ابھی تک تمہارے بارے میں ملامتوں کے  
گھونٹ پی رہا ہوں۔ الْمَلَاوِمُ کا واحد  
مَلَامَةٌ ہے۔

الْأَمَّ الرَّجُلُ: آدمی نے قابل ملامت  
کام کیا۔ مثل ہے: رَبُّ لَانِهِمْ مُلِيمٌ:  
بہت سے ملامت کرنے والے خود قابل  
ملامت ہوتے ہیں۔ بقول ابو عبیدہ الْأَمَّةُ  
معنی ہے: اس نے اس کو ملامت کی۔

تَلَاوُ مُوًا: انہوں نے ایک دوسرے کو  
ملامت کی۔

رَجُلٌ لُؤْمٌ: ایسا شخص جسے لوگ ملامت  
کرتے ہوں۔

لُؤْمَةُ النَّاسِ: لوگوں کو ملامت کرنے والا  
شخص۔ اس میں واو مفتوح ہے۔

التَّلْوْمُ: انتظار۔

ل و ن - اللَّوْنُ: رنگ، سیاہ یا سرخ۔ فَلَانٌ

مُتَلَوْنٌ: فلاں شخص متلون المزاج ہے۔

کسی ایک عادت پر قائم نہیں رہتا۔ لَوْنٌ  
الْبُسْرُ تَلَوَيْنَا: بُسْرٌ کھجور پکنے کے قریب  
ہوئی۔

اللُّوْنُ: کھجور درخت کی ایک قسم۔ انْفَشَ  
رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ کلمہ جمع ہے اور اس کا

ل و ع - لَوْعَةُ الْحُبِّ: محبت کی حرارت۔

قَدْ لَاعَهُ الْحُبُّ: محبت نے اسے رسیا

کر دیا۔ اس کا باب قال ہے۔

النَّاعُ فُوَاذُهُ: آتشِ عشق سے اس کا دل  
جل گیا۔

ل و ک - لَأَبَّكَ الشَّيْءُ فِي فَيْبِهِ:

اس نے اپنے منہ میں کچھ چبایا۔ اس کا

باب قال ہے۔ لَأَبَّكَ الْفَرَسُ

الدَّيْجَامُ: گھوڑے نے لگام کو چبایا۔

ل و ل - لَوْلَا: اِنْ اور لَوْلَا دو کلمات کا

مرکب۔ وہ اس طرح کہ لَوْ پہلے حصے کی

خاطر دوسرے حصے کی نفی نہیں کرتا۔ کہتے

ہیں: لَوْلَا زَيْدٌ لَهْلَكْنَا: اگر زید نہ ہوتا تو

ہم ہلاک ہو گئے ہوتے۔ اس میں زید کے

وجود کے سبب ہلاکت کا واقع ہونا ناممکن ہو

گیا۔ لَوْلَا بعض اوقات هَلَا کے معنوں

میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں

قرآن کریم میں کثرت سے ملتی ہیں، مثلاً:

لَوْلَا أَخْرَجْتَنِي إِلَىٰ أَجْلِ قَرِيْبٍ.

ل و م - اللَّؤْمُ: ملامت کرنا۔ کہتے ہیں:

لَا مَةَ عَلَيَّ كَذَا: اس نے فلاں بات پر

اس کو ملامت کی۔ اس کا باب قال ہے اور

لُؤْمَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلُوْمٌ

ہے یعنی ملامت زدہ۔

لُؤْمَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ تشدید مبالغہ

کے معانی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اللَّؤْمُ



اسے ترک کر دو گے اور اس قول خداوندی:  
لَسُوًّا رُوْسُهُمْ: میں واؤ پر تشدد و اظہار  
کثرت کے لئے اور اظہار مبالغہ کے لئے  
ہے۔

التَّوَى اور تَلَوَى: دونوں لفظوں کا معنی  
ایک ہے۔

لَوَى علیہ: وہ اس پر مہربان ہوا۔ لَوَى  
الرَّمْلِ: (لوی میں یاہ تصور) قطعہ ریت  
کا موڑ۔ ریت کے بعد اس کے نشانات۔

لِوَاءِ الْأَمِيرِ: (لواء میں الف ممدود)  
امیر کا جھنڈا۔

الْأَلْوِيَّةُ: چھوٹے جھنڈے۔

الْوَى بِحَقِّي: وہ میرا حق لے گیا۔  
الْوَتُّ بِهِ عَنُقَاءُ مُغْرِبٌ: اس  
عنقاء پرندہ لے گیا۔

الْوَاوُنُ: یہ کلمہ الَّذِي کا جمع کا غیر لفظی  
صیغہ ہے۔ اس کا معنی الْذَيْنُ ہے۔ اس  
کے تین لہجے ہیں:

(۱) الْوَاوُنُ: (رفعی حالت میں)۔

(۲) الْوَالَيْنُ: (نحوی اور جری حالت  
میں)۔

(۳) الْوَالُو: (بغیر نون)۔

وَاللَّاءِی: ہر حالت میں یاہ برقرار، اس  
میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ چاہے تو  
النِّسَاءُ یعنی مَوْنُث کے صیغے کے لئے الْوَالَا  
(الف مقصور) بغیر یاہ اور بغیر الف ممدود

واحد لَیْنَةٌ ہے۔ لیکن اگر اس سے پہلے کسور  
حرف آئے تو پھر واؤ یاہ میں بدل جاتی  
ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ  
لَیْنَةٍ: اس کی کھجور موٹی ہوتی ہے جسے  
عَجْوَهَ کھجور کہتے ہیں۔  
لَیْنَةٌ کی جمع لَیْنٌ ہے۔

ل و ی - لَوَى الْحَبْلِ: اس نے رسی کو

بنا۔ اس کا مضارع يَلْوِيہ اور مصدر لَوَّى  
ہے۔ لَوَى رَأْسَهُ اس نے اپنا سر جھکایا۔

الْوَى بِرَأْسِهِ: اس نے اپنا سر جھکایا اور  
پھیرا۔ قول خداوندی ہے: وَإِنْ تَلَوُوا أَوْ

تُعْرِضُوا، تَلَوُوا میں دو واؤ ہیں۔ اگر تم  
بچپدار شہادت دو گے یا (شہادت سے)

بچنا چاہو گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ  
عنه نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس

سے مراد قاضی ہے کہ (فیصلہ کرتے وقت)  
جس کا سر کا جھکانا اور منہ پھیرنا مقدمہ کے

فریقین میں سے ایک کے حق میں اور  
دوسرے کے خلاف ہوگا۔ آیت میں

تَلَوُوا کو دو کی بجائے ایک واؤ مضموم سے  
بھی پڑھا گیا ہے جو ولی سے مشتق ہے۔

چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر یہ کی  
ہے کہ: إِنْ تَلَوُوا الشَّهَادَةَ تَقْبَلُوهَا

أَوْ تُعْرِضُوا عَنْهَا فَتَنْتَرِكُوهَا: اگر  
تمہیں شہادت دینا پڑے تو تم صحیح شہادت

قائم کرو گے اور اگر اس سے اعراض کرو تو

کا ذکر کیا ہے۔ قول خداوندی ہے: **وَلَاتِ حَيْنَ مَنَاصٍ**: (اور اب بچاؤ کہاں! یعنی اب بچنے کی کوئی صورت نہ تھی)۔ انخش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علماء نے **لَات** کو **لَيْسَ** کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اور اسم فاعل کو اس میں مضر کر دیا ہے۔ انخش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ **لَات** کا لفظ **حَيْنَ** کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ شعر میں **حَيْنَ** کو حذف کیا گیا ہے۔ بعض نے اس آیت کو **وَلَاتِ حَيْنِ مَنَاصٍ** پڑھا ہے۔ یعنی **حَيْنِ** کو مرفوع پڑھا ہے اور خبر کو مضر کر دیا۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ عبارت لا اور **حَيْنِ** میں تاؤ زائد ہے۔

**ل ی س** - **لَيْسَ**: کلمہ نفی ہے۔ وہ فعل ماضی ہے۔ یہ لفظ اصل میں **لَيْسَ** (یاہ مکسور) ہے۔ نقل کے پیش نظر یاہ کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسے الف میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جب اسے ماضی کے تلفظ کے ساتھ حال کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ کلمہ منصرف ہوتا ہے۔ اس کے فعل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگ اس کی گردان یوں کرتے ہیں: **لَيْسَتْ** و **لَيْسْتُمْ** و **لَيْسْتُمْ** جس طرح **ضَرَبْتُ**، **ضَرَبْتُمْ**، **ضَرَبْتُمْ** کی گردان کرتے ہیں۔ باء **لَيْسَ** کی خبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن یہ باء **لَيْسَ** کے اخوات کے

اور بغیر ہمزہ کہہ سکتے ہیں۔ بعض اسے ہمزہ دیتے ہیں، (یعنی وہ اسے اللاء کہتے ہیں)۔ میرا کہنا ہے کہ اس موقع پر بغرض قلم ہوئی ہے۔

**ل ی ت** - **لَيْتَ**: حرف تمناء، اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ علم نحو کے علماء کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے **وَجَدْتُ** کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اسے متعدی بہ دو مفعول کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: **لَيْتَ زَيْدًا شَاحِصًا**: اس سے قول شاعر کی تائید ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

**لَيْتَ أَيَّامَ الصَّبَا رَاجِعًا**: اے کاش کہ لوٹ آتی جوانی۔

البتہ **لَيْتَ** کا مشہور و معروف لہجہ اس کو بطور حال نصب کرتا ہے۔ یعنی: **يَا لَيْتَهَا إِنِّي رَوَّاجِعُ**: کہا جاتا ہے کہ **لَيْتِي** اور **لَيْتِي** اسی طرح ہے جس طرح سے **تَعَلَّيْ** اور **لَعَلَّيْ**، اور **إِنِّي** اور **أَنْتِي** ہے۔ **أَلَا تَهْ مِنْ عَمَلِهِ شَيْئًا**: اس نے اپنے کام میں کچھ کمی کی ہے۔ اس کی مثال **أَلَتَهُ** ہے۔

میرا کہنا ہے کہ **لَا تَهْ يَلَيْتُهُ** بمعنی **أَلَتَهُ** **أَلَاتَهُ** سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ یہ قراءت سبع میں سے ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ الا زہری نے اپنی تصنیف التہذیب میں اس کے تین لہجوں

کا واحد لَيْفَةٌ ہے۔

ل ی ق - لَأَقْتِ السَّوَادُ: دوات میں

صوف پڑ گیا۔ یا صوف میں سیاہی لگ گئی۔

لَأَقَهَا صَاحِبُهَا: دوات والے نے

دوات میں صوف ڈال دیا۔ یہ فعل لازم بھی

ہے اور فعل متعدی بھی ہے۔

مَلَيْقَةٌ: صوف پڑی ہوئی دوات یعنی

استعمال کے قابل۔

الْأَقْفَا الْأَقْفَةُ: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن

یہ لہجہ کم مروج ہے۔ اس کا اسم اللَّيْقَةُ ہے

یعنی صوف (وہ روئی یا دھاگوں کا چھوٹا سا

گچھا جو پہلے زمانے میں سیاہی کی دوات

میں ڈالا جاتا ہے۔ جس سے قلم پر حسب

ضرورت سیاہی چھٹی تھی)۔

لَاقٍ بِهِ الثُّوبُ: اس پر کپڑا بچھا۔

هَذَا الْأَمْرُ لَا يَلِيقُ بِكَ: یہ بات

تمہیں زیب نہیں دیتی۔ اس کا باب بھی

بَاعَ ہے۔

ل ی ل - اللَّيْلُ: رات۔ مفرد کا صیغہ جمع

کے معنوں میں ہے۔ اس کا واحد لَيْلَةٌ ہے

جس طرح تَمْرَةٌ اور تَمْرٌ ہے۔ اس کی جمع

لَيَالٍ بھی ہے جس میں درمیانی یاہ کا اضافہ

خلاف قیاس کیا گیا ہے۔ اس کی مثال

أَهْلٌ اور أَهَالٌ ہے۔

لَيْلٌ أَيْلٌ: سخت اندھیری رات۔ لَيْلَةٌ

لَيْلَاءٌ اور لَيْلٌ لَانِلٌ کا بھی یہی معنی ہے

سائے مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ لَيْسَ زَيْدٌ

لَيْقٌ: باء کا یہ اضافہ فعل متعدی بنانے

اور نفی کی تاکید کے لئے ہے۔ ضروری ہے

کہ باء کو تمام افعال پر داخل نہ کیا جائے

کیونکہ مؤکد افعال پر باء داخل کرنے کی

ضرورت نہیں ہوتی۔ بعض افعال بذات

خود متعدی ہوتے ہیں یا ان کے ساتھ حرف

جر لگا ہوتا ہے جس کے باعث ان پر باء

داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً:

اشْتَقْتُكَ وَالشُّقْتُكَ إِلَيْكَ:

(مجھے تمہارا شوق پیدا ہوا)۔

کبھی لَيْسَ کو استثناء کے لئے استعمال کیا

جاتا ہے مثلاً: جَاءَ الْقَوْمُ لَيْسَ زَيْدًا:

قوم آگئی سوائے زید کے۔

یہاں لَيْسَ إِلَّا کے بدلے استعمال ہوا

ہے اور اس کی تقدیر ہے لَيْسَ الْجَائِي

زَيْدًا: یعنی زید آنے والا نہیں ہے۔ کہنا یہ

چاہئے کہ جَاءَ الْقَوْمُ لَيْسَكَ: البتہ

بہتر یہ ہے کہ یہاں ضمیر منفصل استعمال کی

جائے مثلاً: لَيْسَ إِيَّاكَ وَلَيْسَ

إِيَّايَ: یہ ترکیب لَيْسِي اور لَيْسِكَ

سے بہتر ہے ورنہ یہ ساری صورتیں جائز

ہیں۔

ل ی ط - اللَّيْطَةُ: گتے کا چھلکا۔ اس کی جمع

لَيْطٌ بروزن لَيْفٌ ہے۔

ل ی ف - اللَّيْفُ: کھجور کی چھال۔ اس

كَحَلْفَةٍ مِنْ أَبِي زَبَاحٍ  
يَسْمَعُهَا لِأَهْلِ الْكُبَّازِ  
”ابو زباح کی قسم اور حلف کی طرح جسے  
صرف اس کا خدائے بزرگ ہی سنتا  
ہے۔“

شعر میں لاهۃ سے مراد لاهۃ ہے۔ اس پر  
الف لام داخل کیا گیا۔ اس طرح یہ اسم  
عَلَم بن گیا۔ اس کی مثال العَبَّاس اور  
الحَسَن ہے۔ البتہ یہ نام دوسرے اعلام  
سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ بطور اسم  
صفت ہے۔ لوگوں کا ہمزہ قَطْع کے ساتھ  
يَا اللَّهُ کہنا اس لئے جائز اور درست ہے  
کہ اس سے کہنے والے کی نیت حرف ندا پر  
وقف کرنا ہوتا ہے۔ اور اسم کو تقسیم سے پڑھنا  
ہوتا ہے۔ لوگوں کے لَاهُم اور اللَّهُم کہنے  
میں میم حرف ندا کا بدل ہے۔ ہو سکتا ہے  
اس میں بدل اور مُبَدَّل منہ کو جمع کرنا  
مقصود ہو۔ اور یہ ضرورت شعری کے  
باعث ہو بقول شاعر:

غَفَرْتُ أَوْ غَدَبْتُ يَا اللَّهُمَّا  
”اے اللہ! (تو مالک ہے) بخشش کرے

یا عذاب دے۔“

شاعر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ چیز کو  
اس کی اصل کی طرف لوٹا دے۔ البتہ  
لَاهُوْتُ: اگر یہ درست مانا جائے کہ یہ  
عربی لفظ ہے تو یہ لاه سے مشتق ہے۔ اور

اور اس کی مثال شِعْرُ شَاعِرٍ جو بغرض  
تاکید ہے۔  
عَامِلَةٌ مُلَايِنَةٌ: اس نے اسے راتوں  
کے حساب سے کام پر رکھا۔ اس کی مثال  
مِيَاوَمَةٌ دہاڑی داری یعنی روزانہ حساب پر  
ہے۔

ل ی ن - اللَّيْنُ: ملائمت، نرمی۔ اس کی ضد  
الْحَشُونَةُ ہے یعنی کھردرا پن۔  
قَدْ لَانَ الشَّيْءُ: چیز نرم اور ملائم ہو گئی۔  
اس کا مضارع يَلِينُ اور مصدر لَيْنَا ہے۔  
شَيْءٌ لَيْنٌ: نرم اور ملائم چیز۔ اس کا مخفف  
لَيْنٌ ہے۔

لَيْنَ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو نرم کیا۔ اس کا  
مصدر تَلَيْنَا ہے۔

أَلَيْنَهُ كَمَا مَعَى يَبِي هِي - کہا جاتا ہے،  
آلَانَةٌ جس میں باء کو کم کیا گیا ہے۔ اس کی  
مثال أَطَالُهُ اور أَطَوْلُهُ ہے۔

لَايِنَةٌ مُلَايِنَةٌ وِلْيَانًا اور اسْتَلَانَةٌ: اس  
نے اسے ملائم خیال کیا۔

تَلَيْنَ لَهُ: اس نے اس کے سامنے چا پوسی  
کی۔

لَيْسَنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ’ل و ن‘۔

ل ی ہ - لَآةٌ: چھپ گیا، در پردہ ہو گیا۔  
اس کا باب بَاعٌ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے  
اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
کے اسم کی اصل یہی لاه ہو۔ بقول شاعر:

ہے۔ یہ جنس حجاز میں پائی جاتی ہے اور بطور  
 خوراک کھائی جاتی ہے۔ حدیث شریف  
 میں ہے: دُخِلَ عَلَيَّ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ  
 يَاكُلُ لَبَاءً مُقَشَّى: کچھ لوگ حضرت  
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس  
 وقت وہ چھلکا اُتری ہوئی لیا کھا رہے تھے۔  
 اردو میں اسے سفید لوبیا کہتے ہیں۔

اس کا وزن فَعْلُوْتُ ہے۔ اس کی مثال  
 رَهْبُوْتُ اور حَمُوْتُ ہے۔ اور یہ  
 الطَّاعُوْتُ کی طرح مقلوب نہیں ہے۔  
 اللَّاتُ: ایک بُت کا نام جو طائف کے  
 مقام بنو ثقیف قبیلے کا تھا۔  
 ل ی ا - اللَّيَاءُ: لوبیا، چنے سے ملتی جلتی کوئی  
 چیز۔ اس کا چھلکا بہت سخت اور سفید ہوتا

## باب العیبر

نے اسے غیر مہوز جانا اس نے اسے  
مَنْتَهُمْ کیا اس کا باب قَالَ ہے۔

المَیْنَةُ: علامت، نشان۔ حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

إِنَّ طُولَ الصَّلَاةِ وَقِصْرَ النُّخْبَةِ  
مِئْتَةٌ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ: بے شک ارکان

نماز کو پورے اطمینان سے ادا کرنا اور خطبہ  
مختصر کر کے پڑھنا آدمی کی سمجھداری اور

عقلندی کی نشانی ہے۔ حدیث اور شعر کے  
بارے میں یہی روایت کی جاتی ہے۔ اس

کلمہ میں نون مشدّد بھی ہے۔ میرے  
نزدیک اس کلمہ کے تلفظ کے بارے میں حق

بات یہ ہے کہ اسے مِیْنَةُ بروزن مَعِیْنَةُ کہا  
جائے کیونکہ اس میں میم اصلی ہے الا یہ

ہے کہ اصل کلمہ کسی اور باب سے ہو۔ ابو  
زید کہا کرتے تھے کہ مِیْنَةُ: تاء کے ساتھ

ہے جو اس مفہوم کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔  
اور اس کے شایان شان اور مروّج ہے۔

م أ ی - مَانَةٌ: ایک سو، عدد۔ اس کی جمع  
مِئُون (میم مکسور اور بعض کے نزدیک

مضموم) ہے۔ اس کی جمع مِئَات بھی ہے۔  
سیبویہ کے قول کے مطابق ثلثمانیہ کو

ثلاث مئین یا مئآت ہونا چاہئے تھا۔

م أ ق - أَمَاقُ الرَّجُلُ: (ہمزہ مفتوح)

ہنگی، جو روتے وقت انسان اپنے سینہ میں  
سانس کی رکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: مَا لَمْ تُضْمِرُوا  
الإمَاق: جب تک تم دل میں فریب اور

دغا بازی عہد شکنی نہ رکھو۔ اس سے مراد وہ  
غیظ و غضب و تاراجی اور گریہ و زاری جو

تمہیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں درپیش ہوتی  
ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد

غداری اور عہد شکنی ہے۔  
مُوقِ العَیْنِ: گوشہ چشم۔ آنکھ کا وہ

کنارہ جو ناک کی طرف ہوتا ہے۔ اس کی  
جمع أَمَاق اور أَمَاق ہے اس کی مثال آبَار

اور آبَار ہے۔  
مَا قِی العَیْنِ: اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

اور فَعْلُی کے وزن پر ہے نہ کہ مَفْعَلُ کے  
وزن پر کیونکہ میم نہیں کلمہ میں موجود ہے۔

بقول ابن السکیت یہ مَفْعَلُ کے وزن پر  
ہے۔ اس کی تفصیل اصل کتاب الصحاح

میں موجود ہے۔  
م أ ن - المِئُونَةُ: (مہوز اور غیر مہوز)

مَآئِثُ القَوْمِ: اس کا باب قَطَع ہے اور  
معنی ہے۔ میں نے قوم کا دکھ جھیلا۔ جس

معجب لک: میں تمہاری  
پسندیدہ چیز پر سے گزرا۔

(۷) بطور زائدہ کا قہ از عمل: مثلاً: إِنَّمَا  
زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ: اس کے سواء اور  
کچھ بات نہیں کہ زید روانہ ہو رہا  
ہے۔

(۸) زائدہ غیر کا قہ مثلاً: قول خداوندی:  
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ: پس  
صرف خدا کی مہربانی سے۔

(۹) بطور تافیر یعنی حرف نفی: مَا خَرَجَ  
زَيْدٌ أَوْ مَا زَيْدٌ خَارِجًا: زید  
نہیں نکلا اور زید نکلنے والا نہیں یا  
نکل نہیں رہا ما بطور حرف نفی کے  
اہل نجد کے لہجے میں مروج نہیں  
ہے کیونکہ اس کے بہت معانی  
ہیں۔ قیاس یہی ہے۔

البتہ اہل حجاز کے لہجے میں لیس کے ساتھ  
تشبیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا  
زَيْدٌ خَارِجًا اور قول خداوندی: مَا هَذَا  
بَشَرًا: ما الف محذوف کے ساتھ بھی  
استعمال ہوتا ہے جب اس کے شروع میں  
اس کے ساتھ کوئی اور حرف ملا دیا جائے  
مثلاً: بِمَ أَوْ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ. ابو عبیدہ کا  
قول ہے کہ اُس قصیدے کو قصیدہ ما دیہ کہتے  
ہیں جس کے ہر شعر کا تافیر ما ہو۔ بقول  
شاعر: أَمَا تَرَى: اگر تم دیکھو، تری کے  
آخر میں نون خفیفہ اور نون ثقیلہ داخل ہوتا

جس طرح ثلاثہ آلف کہتے ہیں کیونکہ  
تین سے لے کر دس تک عدد کا معدود یا تمیز  
جمع ہوتا ہے مثلاً: ثلاثہ رجال اور  
عشرة ذرہم ہے۔ لیکن لوگوں نے  
اسے أحد عشر اور ثلاثہ عشر کے  
مشابہ قرار دیا ہے۔ اماى القوم: قوم کی  
تعداد ایک سو ہوگئی۔ اماهم غيرهم:  
کسی اور نے ان کی تعداد سو بنا دی۔ یہ فعل  
لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی۔

م ای - ۱: ما: تو قسم کا ہے:

(۱) بطور استفہام: مثلاً: مَا عِنْدَكَ:  
تیرے پاس کیا ہے۔

(۲) بطور خبر: مثلاً: رَأَيْتُ مَا عِنْدَكَ:  
میں نے دیکھا جو کچھ تیرے پاس  
ہے۔

(۳) بطور جزاء: مَا تَفْعَلُ أَفْعَلُ: جو تم  
کرو گے میں بھی وہی کروں گا۔

(۴) بطور تعجب: مَا أَحْسَنَ زَيْدًا:  
زید کتنا اچھا انسان ہے!

(۵) فعل کے ساتھ تاویل مصدر کے  
لئے مثلاً: بَلَّغْنِي مَا صَنَعْتَ أَي  
صَنَيْعَكَ: مجھے پتہ چل گیا جو  
کچھ تم نے کیا۔ یعنی مجھے تمہاری  
کارگزاری کی خبر مل گئی۔

(۶) بطور نکرہ: جس کے ساتھ نعت آتا  
ضروری ہے مثلاً: مَسْرُوثٌ بِمَا  
مُعْجِبٌ لَكَ أَي بَشِيٌّ

ہے۔ ان دونوں لفظوں میں تاء مشدّد ہے۔  
مَنْخَمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و خ م'۔  
م ت ع- الْمَسْتَاعُ: مال و متاع، ساز و  
سامان... اس کا معنی منفعت بھی ہے اور  
فائدہ بھی جس سے تم مستفید ہوتے ہو۔

قَدْ مَتَّعَ بِهِ: اس نے اس سے فائدہ  
اٹھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول  
خداوندی ہے: اِنْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ:  
زیور کی تلاش میں یا مال و متاع کی تلاش  
میں۔

تَمَتَّعَ بِكَذَا: اس نے فلاں سے فائدہ  
اٹھایا۔ اسْتَمْتَعَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس  
کا اسم الْمَتْعَةُ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ  
مُتْعَةُ الْحَجِّ ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب  
فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اَمْتَنَهُ اللّٰهُ بِكَذَا: اللہ تعالیٰ اسے اس کا  
نفع اور فائدہ دے۔  
مَتَّعُهُ تَمْتِيعًا کا معنی بھی یہی ہے۔

م ت ک: یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے:  
وَاعْتَدْتُ لَهُنَّ مَتَكًا: القراء کا کہنا ہے  
کہ یہاں مَتَكًا سے مراد الزماورد کھانا  
ہے جو انڈوں اور گوشت سے تیار کیا جاتا  
ہے۔ انھن کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی  
الْاَتْرُجُ ہے یعنی لیوں۔

مَتَكًا: دیکھئے بذیل مادہ 'و ک ا'۔

م ت ن- مَتْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کی کمریا

ہے مثلاً: اِمَّا تَقُوْا مِّنْ اَقْمٍ: اگر تم اٹھو گے  
تو میں اُدبیں گا۔ اور اگر 'ما' کو حذف کیا  
جائے تو پھر صرف اَنْ تَقْمَ اَقْمَ کہیں گے۔  
اس صورت میں نون: یا یابولا جائے  
گا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب کی مراد یہ  
ہے کہ اس پر نون تاکید داخل نہیں کیا جائے  
گا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ اِمَّا  
مجازات یعنی جُزَا کے معنوں میں ہوگا  
کیونکہ یہ لفظ دراصل اِنْ ہے جس پر ما  
بڑھایا گیا ہے۔ یہی صورت مَهْمَا کی  
ہے۔ اس میں بھی جزا کے معانی ہیں۔ ظلیل  
کا خیال ہے کہ مَهْمَا دراصل 'ما' ہے جس  
کے شروع میں 'ما' بلا وجہ جوڑ دیا گیا پھر اس  
'ما' کے الف کو ہا میں بدل دیا گیا، (اور  
اس طرح مہما بن گیا)۔ سیبویہ کا کہنا ہے  
کہ ہو سکتا ہے کہ مَهْمَا دراصل اذ کی طرح ہو  
جس پر 'ما' کا اضافہ کیا گیا ہو۔ (اور یوں  
مہما بن گیا ہو)۔

مَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'م و ہ'۔

مَائِدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'م ی د'۔

مَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'م و ل' اور بذیل  
مادہ 'م ی ل'۔

م ت ت- الْمَتُّ: قرابت کے ذریعے  
توٹل۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المَوَاتُ: وسائل۔ اس کا واحد مَوَاتَةٌ



لئے یہ تصویر بنائی۔ یہ تصویر تحریری ہو یا کسی اور دوسری شکل کی۔

التَّمَثُّالُ: مجسمہ، اس کی جمع التَّمَثَائِلُ ہے۔

مَثَلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ: وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

مَثَلٌ بِهِ: اسے عبرت ناک سزا دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اس کا اسم المَثَلَةُ (میم مضموم) ہے۔

مَثَلٌ بِالْقَتِيلِ: اس نے مقتول کا مثلہ کیا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس کا باب بھی نَصَرَ ہے۔

المَثَلَةُ: (میم مفتوح، ثاء مضموم) سزا۔ اس کی جمع المَثَلَاتُ ہے۔

أَمْثَلُهُ: اس نے اس کا مثلہ کیا۔ کہا جاتا ہے: أَمْثَلَ السُّلْطَانُ فُلَانًا قَوْدًا: امیر نے فلاں شخص کا قتل کے بدلے میں مثلہ کیا۔

فُلَانٌ أَمْثَلَ بَنِي فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں قبیلے میں سب سے مثالی نیک انسان ہے۔

هُؤُلَاءِ أَمْثِلُ الْقِسْمِ: وہ لوگ قوم کے مثالی نیک لوگ ہیں۔

المُثَلَّى، الأَمْثَلُ کی مؤنث۔ اس کی مثال القَصْوُكُ تانیث الاقْصَى ہے۔

تَمَثَّلَ: وہ بیماری سے صحت یاب ہونے

پیٹھ۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل مَتَيْتٌ ہے بمعنی مضبوط۔

مَتْنَا الظُّهُرُ: پیٹھ کے دائیں اور بائیں جانب کے پٹھے اور گوشت۔ بطور مذکر و مؤنث مستعمل ہے۔

م ت ی - مَتَى: اسم ظرف ہے اور غیر متمکن فعل ہے۔ ظرفِ زمان اور بطور جزاء کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی کب اور تب۔ قبیلہ ہذیل کے لہجے میں اس کا معنی مِّنْ بمعنی 'سے' ہے۔ ابو عبید نے بعض لوگوں کو یوں کہتے سنا ہے: وَضَعْتُهُ حَتَّى كُجِمِي یعنی میں نے اُسے اپنی آستین کے اندر یا وسط میں رکھا۔

م ث ل - مِثْلُ: کلمہ تسویہ ہے۔ کہا جاتا ہے: هَذَا مِثْلُهُ: یہ اس کے مساوی ہے۔ اگر مِثْلُهُ کہیں تو معنی ہوگا یہ اس کے مشابہ ہے۔

المِثْلُ: ضرب المثل جو بطور استدلال بیان کی جاتی ہے۔

مَثَلُ الشَّيْءِ: (م اور ث دونوں مفتوح) چیز کی صفت۔

المِثَالُ: دستر، اس کی جمع مِثَالٌ ہے اس میں ثاء مضموم اور ساکن ہے۔

المِثَالُ: مثال، نمونہ۔ اس کی جمع أَمْثِلَةٌ ہے اور مِثَالٌ ہے۔

مَثَلٌ لَهُ كَذَا تَمَثِيلًا: اس نے اس کے

کے قریب ہوا۔

تَمَثَّلَ بِهَذَا الْبَيْتِ اور تَمَثَّلَ هَذَا الْبَيْتِ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے اس گھر کے مشابہ گھر بنایا۔  
امْتَثَلَ أَمْرَةً: اس نے اس کے حکم کی تقلید کی۔

م ث ن - الْمَثَانَةُ: مثانہ۔ جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔

الْمَمْتُونُ: مثانہ کی درد کا مریض۔ اس کا ذکر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

مَجَازَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ز'۔  
مِجَاعَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ع'۔

م ج ج - مَجَّ الشَّرَابُ مِنْ فِيهِ:

اس نے اپنے منہ سے شراب پھینک دی یا مشروب پھینک دیا۔ اس کا باب رذ ہے۔  
الْمُجَاعُجُ (میم مضموم) اور الْمُجَاعِجَةُ بھی۔ وہ تمھوک جو تم اپنے منہ سے پھینکو گھی کرنا۔ کہا جاتا ہے: الْمَطْرُؤُ مُجَاعِجُ الْمُرْنُ: بارش بادلوں کی تمھوک ہے اور الْمَعْسَلُ مُجَاعِجُ النَّخْلِ اور شہد، شہد کی کھسی کی تمھوک ہے۔

مَجْمَعٌ كِتَابَةٌ: اس نے اپنی تحریر میں حروف واضح اور نمایاں نہیں لکھے۔

مَجْمَعٌ فِي خَبْرِهِ: اس نے اپنی اطلاع بیابان واضح نہیں کی۔

م ج د - الْمَجْدُ: بزرگی، سخاوت، کرم۔

قَدْ مَجَّدَ الرَّجُلُ: آدمی بزرگی والا بنا۔ اس میں جیم مضموم ہے اس کا مصدر مَجَّدَا ہے۔ اور اسم فاعل مَجِيدٌ ہے اور مَاجِدٌ ہے۔ المجد اور الحسب میں فرق اس سے بذیل مادہ 'ح م ب' گزر چکا ہے۔

مثل ہے: فِئْسَى كَلِمَ شَجَرَ نَارٍ وَاسْتَمَجَّدَ الْمَرْحُ وَالْعَقَارُ: یوں تو ہر درخت میں آگ ہوتی ہے، لیکن مَرْحُ اور عَقَارُ درختوں کو اس میں فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ گویا آگ پیدا کرنا ان کے حسب میں داخل ہے۔ کہا جاتا ہے: لَأَنْهُمَا يُسْرِعَانِ الْوَرَى فُشِبَهَا بِمَنْ يُكْثِرُ فِي الْعَطَاءِ طَلَبًا لِلْمَجْدِ: چونکہ یہ دونوں تیزی سے آگ سلگاتے ہیں یا آگ پکڑتے ہیں اس لئے انہیں بزرگی کے حصول میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

م ج ر - الْمَجْرُ: مانند الْفَجْرُ یہ کہ اس

اوشنی کے پیٹ کے اندر چیز یعنی بچہ فروخت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ نَهَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَجْرِ: نبی کریم ﷺ نے بچہ یعنی اوشنی کا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ کے اندر ہوتے ہی فروخت کیا جائے، سے منع فرمایا ہے۔

م ج س - المَجُوسِيَّةُ: (بیم مفتوح)

ایک مذہب ہے، آتش پرستی۔

المَجُوسِيُّ: آتش پرست، دین مجوسیت کا پیروکار۔ اس کی جمع المَجُوسُ ہے۔

تَمَجَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے مجوسیت کا دین اختیار کیا۔

مَجَسَّةٌ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے مجوسی بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَأَبَوَاهُ

يُمَجِّسَانِهِ: تو اس کے والدین مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پوری حدیث کا مفہوم یہ ہے

کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے مختلف

راستوں اور مسلکوں میں الجھا دیتے ہیں۔ یعنی مجوسی بنا دیتے ہیں۔

م ج ن - المَجْنُونُ: دیوانہ، پاگل۔ جسے اس بات کی پروا یا ہوش نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

قَدْ مَجَنَ: وہ پاگل ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مَجَانَةٌ بھی۔ اس کا اسم

فَاعِلٌ مَاجِنٌ ہے اور اس کی جمع مُجَانٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: أَخَذَهُ مَجَانًا: اس

نے یہ مفت میں لیا۔ اس کا وزن فَعَالٌ ہے اور یہ منصرف ہے۔

مَجَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل'۔

مَعَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ل'۔

مَحَالَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل' اور

بذیل مادہ 'ح ی ل'۔

م ح ص - مَحْصَ الذَّهَبِ بِالنَّارِ: اس نے سونے کو آگ میں ڈال کر صاف

کرنا اور آلائشوں سے پاک کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

التَّمْحِيصُ: آزمانا اور چُن لینا۔

م ح ض - المَحْضُ: بردزن الفلَسُ: خالص دودھ، جس میں پانی نہ ملایا گیا ہو۔

یہ دودھ ہو یا دہی ہو۔

مَحْضَةُ الْوُدِّ وَآمْحَضَةُ: اس نے اس کے ساتھ مخلصانہ دوستی کی۔ تم جس چیز کو

خالص کر دو گویا تم نے اسے محض یعنی آلائش سے پاک کیا۔

عَرَبِيٌّ مَحْضٌ: نسب کے اعتبار سے خالص عربی النسل شخص۔ لفظ مَحْضٌ:

مذکر، مؤنث اور جمع سب کیلئے یکساں ہے، لیکن چاہو تو اس کا مؤنث، مثنیہ اور جمع کا

صیغہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔

م ح ق - مَحْقَةٌ: اس نے اسے باطل قرار دیا اور اسے منادیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمَحَّقَ الشَّيْءُ وَامْتَحَقَ: چیز مٹ گئی یا باطل ہو گئی۔ الْمُحَاقِقُ مِنَ الشَّهْرِ:

مہینے کی آخری تین راتیں۔

مَحَقَّةُ اللَّهِ: اللہ نے اسے برکت سے محروم کر دیا یا برکت اٹھالی۔

أَمَحَقَّتْ: اس کا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذریعے حدیث شریف میں آیا ہے: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ شَافِعٌ مُشْفَعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدِّقٌ: بے شک یہ قرآن ایسی شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مانی جائے گی اور ایسا چغلی کھانے والا ہے جس کی چغلی کوچ مانا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسا بنایا ہے کہ جو قرآنی احکام کا اتباع نہ کرنے والے کی اللہ کے حضور شکایت کرے گا اور چغلی کھائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسا جھگڑا کرنے والا شخص ہے جس کے دعوے کی تصدیق کی جاتی ہو۔

الْمُصَادِقَةُ: ایک دوسرے کی ساتھ مکر و فریب کرنا۔

تَمَحَّلٌ: اس نے حیلہ سازی کی۔ اس کا اسم فاعل مُتَمَحِّلٌ ہے۔

رَجُلٌ مُتَمَحِّلٌ: دراز قد انسان۔ حدیث شریف میں ہے: أُمُورٌ مُتَمَحِّلَةٌ: بہت طویل کھینچنے والے معاملات اور فتنے۔

م ح ن - المِخْنَةُ: محنت و تکلیف۔ اس کی جمع مِخْنَةٌ ہے۔ ایسی مشکل یا مصیبت جس کے ذریعے انسان کی آزمائش کی جاتی ہے۔

مِخْنَةٌ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

م ح ل - المَحْلُ: قحط سالی۔ بارش کا رُک جانا اور زمین کا بے آب و گیا ہونا۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ مَاحِلٌ زَمَانٌ مَاحِلٌ: قحط زدہ شہر اور قحط کا وقت۔

أَرْضٌ مَحْلٌ اور مَحْوُولٌ: بے آب و گیاہ زمین۔ اس کی مثال أَرْضٌ جَدَّتْ اور ارض جَدُوْبٌ ہے۔ اس میں واحد جمع مراد لی گئی ہے۔

قَدْ أَمَحَلَتْ: وہ (زمین) بخر ہو گئی یا خشک ہو گئی۔

أَمَحَلُ الْبَلَدُ: شہر میں قحط پڑ گیا۔ اسے بَلَدٌ مَاحِلٌ یعنی قحط زدہ شہر کہتے ہیں۔ لوگ مَاحِلٌ کے بدلے مُمَحِلٌ نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے کہ ضرورتِ شعری کے تحت ایسا کہا گیا ہو۔

أَمَحَلُ الْقَوْمِ: قوم قحط زدہ ہو گئی۔

المَحْلُ: مکر و فریب۔ کہا جاتا ہے کہ: مَحَلٌ بِهِ: اُس نے سلطان سے اس کی پغلی کھائی۔ اسے بھی مَاحِلٌ یعنی پھلخور کہتے ہیں۔ اسے مَحْوُولٌ بھی کہتے ہیں۔

اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دعائیں کہا جاتا ہے: لَا تَجْعَلْهُ مَاحِلًا مُصَدِّقًا: اے اللہ! اسے مَاحِلٌ مُصَدِّقٌ نہ بنا یعنی ایسا چغلی کھانے والا جسے سچ جانا جائے۔

میرا کہنا ہے کہ یوں لگتا ہے گویا تَجْعَلْهُ میں 'ہ' کی ضمیر قرآن کریم کے لئے ہے۔ کیونکہ

فَلَيْتَمَخَّرُ الرِّيحَ: تم میں سے جب کوئی پیشاب کرنا چاہے تو ہوا کا رخ دیکھ لے اور ہوا کے سامنے ہو کر نہ بیٹھے تاکہ ہوا سے پیشاب کے چھینٹے اس پر لوٹ کر نہ آئیں۔  
م خ ض - مَخَضُ اللَّبَنِ: اس نے دودھ بلویا۔ اس کا باب قَطَعَ نَصْرًا اور ضَرَبَ ہے۔

المَمْحَضَةُ: (میم اول مکسور) دودھ بلونے کا برتن، مشکیزہ یا بلونی۔  
المَخِيضُ والمَمْحُوضُ: مکھن نکلا ہوا دودھ۔

تَمَخَّضَ اللَّبَنَ وَاَمْتَخَضَ: چاٹی میں دودھ بلویا گیا۔ كذلك الولدُ: اسی طرح بچے نے ماں کے پیٹ میں حرکت کی۔ المَخاضُ: (میم مفتوح) دردِ زہ۔ بچہ پیدا ہونے کی تکلیف۔

قَدْ مَخَضَتِ الحَامِلُ: حاملہ عورت کے دردِ زہ شروع ہوا۔ اس میں خاء مکسور ہے۔ ایسی عورت کو مَخاضٌ کہتے ہیں۔

المَخاضُ: حاملہ اونٹنیوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا واحد خَلْفَةٌ ہے۔ اس کلمہ کا لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اسی لئے جب اونٹنی کا بچہ ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں لگتا ہے تو اسے اِبْنُ مَخاضٍ کہتے ہیں۔ مادہ بچے کو اِبْنَةٌ مَخاضٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس عمر میں بچہ

اِمْتَحَنَهُ: اس نے اس کا امتحان لیا۔ یا اسے آزمایا۔ اس کا اسم: المِخْنَةُ ہے۔

م ح ا - مَحَالُوْحَةٌ: اس نے اپنی لوح یا تختی صاف کی۔ اس کا باب عَدَّ اور زَمَى ہے اور يَمْحَاهُ بھی، اس کا مصدر مَحَيْتًا ہے۔ اس کا اسم فاعل مَمْحُوٌّ اور مَمْحِيٌّ ہے۔ اس سے انفعال کے وزن پر صیغہ اِمْحَى ہے جس کا معنی مٹ گیا یا صاف ہو گیا۔ اس کا ایک لہجہ اِمْتَحَى ہے جو نہایت کمزور لہجہ ہے۔

مَحِيًا وَمُحِيًا: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ا'۔  
م خ خ - المَخْخُ: گودا، مغز جو ہڈی کے اندر ہوتا ہے۔ ان معنوں میں المَخْخَةُ زیادہ مخصوص لفظ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دماغ کو بھی مَخْخُ کہا جاتا ہو۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ کو بھی اس کا مَخْخُ کہا جاتا ہے۔  
اِمْتَخَنَتْ العِظْمَ اور تَمَخَّخْتُهُ: میں نے ہڈی میں سے اس کا گودا نکال لیا۔

م خ ر - مَخْرَبَ السَّفِينَةِ: اس کا باب قَطَعَ اور دَخَلَ ہے اور معنی یہ ہے کہ کشتی آواز کے ساتھ پانی کو پیچ کر روانہ ہوئی یا چل پڑی۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَتَرَى الفُلْكَ مَوَاحِشَ فِيهِ: اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ البَوْلَ

جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔  
 م د د - مَدَّةٌ فَاْمْتَدَّ: متصل بڑھوتری،

لگاتار زیادتی۔

مَدَّ اللّٰهُ فِي عُمْرِهِ: اللہ اس کی عمر دراز کرے۔

مَدَّهُ فِي غَيْبِهِ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دی۔

المَدُّ: سیلاب، کہا جاتا ہے: مَدَّ النَّهْرُ وَمَدَّه نَهْرٌ آخِذٌ دِرْيَابًا سِيْلَابٌ آغِيَا۔

اور اس کے ساتھ ایک اور دریا آن ملا۔ کہا جاتا ہے: قَدَّمْتُ مَدَّ الْبَصْرِ: جہاں تک نظر جاتی ہے یا کام کرتی ہے۔

رَجُلٌ مَدِيْدٌ الْقَامَةِ: دراز قد آدمی۔

تَمَدَّدَ الرَّجُلُ: آدمی پاؤں پھیر کر لیٹ گیا۔

المُدُّ: ایک پیمانہ جو ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ معیار اہل حجاز کا ہے۔ اہل عراق کے ہاں ایک مُدٌّ دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔

مُدَّةٌ: مدت، عرصہ اور وقت کا دورانیہ۔

مُدَّةٌ مِنَ الزَّمَانِ: تھوڑا سا وقت۔

المُدَّةُ: (میم مضموم) قلم کے ساتھ لگی سیاہی کے لئے اسم اور اگر میم مفتوح ہو تو معنی ایک مرتبہ یا ایک دفعہ ہے۔ مثلاً:

مَدَدْتُ الشَّيْءُ فِي رَأْسِي: مثلاً: مَدَدْتُ الشَّيْءُ فِي رَأْسِي: مثلاً: مَدَدْتُ الشَّيْءُ فِي رَأْسِي: مثلاً:

لی۔

ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ماں یعنی اُمُّی دوبارہ حاملہ ہونے والی ہو جاتی ہے۔ چاہے فی الواقع حاملہ ہو یا نہ ہو۔ ابن

مخاض اسم مکرمہ ہے۔ اگر اسے معرفہ بنانا چاہیں تو ابن المخاض کہتے ہیں۔

یہ جنس کو معرفہ بنانا ہے۔ اس کے جمع کے صیغے میں صرف بَنَتْ مَخَاضٍ، بَنَاتِ لَبُونٍ اور بَنَاتِ آوَى کہتے ہیں۔

م خ ط - المَخَاطُ: ناک کی رینٹ یا ریش جو ناک سے بہتی ہے۔

قَدْ مَخَطَهُ مِنْ أَنْفِهِ: اس نے اپنی ناک سے رینٹ یا ریش نکالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَمْتٌ مَخَطٌ اور تَمَخَطٌ دونوں کا معنی ہے اس نے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا۔

م د ح - المَدْحُ: تعریف و ثنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یہی معنی المَدْحَةُ کا ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

المَدِيْحُ اور الأَمْدُوْحَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں ہمزہ مضموم ہے۔ اِمْتَدْحَةٌ کا معنی بھی وہی ہے جو مَدْحَةٌ کا ہے یعنی اس نے اس کی تعریف کی۔

تَمَدَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنی تعریف کرانا چاہی۔

رَجُلٌ مَمْدَحٌ: بروزن مُحَمَّدٌ اِيَّا شَخْصٍ

فَلَا نَ مَدَّنَ الْمَدَائِنَ تَمْدِينًا:  
فلاں شخص نے مختلف یا بہت سے شہروں  
میں رہائش اختیار کر لی۔ اس کی مثال مَصْرَ  
الْمَصَارَ ہے۔ میں نے ابولعلیٰ الفسوی سے  
پوچھا کہ مَدَائِن میں ہمزہ کیسی ہے۔ تو  
اس نے جواب دیا کہ جس نے اس سے مراد  
اقامت لی اس نے اس پر ہمزہ دے دی اور  
جس نے اس کلمہ کو مَلِك سے ماخوذ سمجھا تو  
اس نے اس پر ہمزہ نہیں دی، جس طرح  
مَعَالِش پر ہمزہ نہیں دی جاتی۔ مدینۃ  
الرسول ﷺ سے نسبت کے باعث مَدَنِي  
اور مَدِينَةُ الْمُنْصُور سے منسوب شخص کو  
مَدِينِي کہتے ہیں۔ اور کسری کے مدائن  
سے اسم نبتی مَدَانِي ہے۔ ان کلمات میں  
یہ فرق اس لئے رکھا جاتا ہے کہ نام باہم گھل  
مل یا گڈمڈنہ ہوں۔ مَدِين: حضرت شعیب  
علیہ السلام کے گاؤں کا نام ہے۔

م د ی - المَدِي: مقصد، غایت۔ کہا جاتا  
ہے کہ: قِطْعَةٌ أَرْضٍ قَدْرِ مَدِي  
الْبَصْرِ: زمین کا ٹکڑا نظر کی پہنچ کے برابر  
ہے۔ اس کی بجائے قَدْرَ مَدِي الْبَصْرِ بھی  
کہا جاتا ہے۔  
المُدِيَّةُ: (میم مضموم) پتھر۔ اسے مسکور  
کے المُدِيَّةُ بھی کہہ سکتے ہیں اس کی جمع  
مُدِيَّات اور مُدِيٌّ بھی ہے۔  
المُدِيُّ: صاع کے برابر کا ایک پیانہ۔ یہ

المِدَّةُ: (میم مسکور) پیپ۔  
المِدَادُ: سیاہی یا روشنائی۔  
مَدَّ الدَّوَاةَ وَآمَدَهَا: اس نے دوات  
میں روشنائی ڈال دی۔  
آمَدْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قلم  
سے روشنائی لینے دی۔  
آمَدْتُ الْجَيْشَ: میں نے فوج کی مدد  
کی۔

الاسْتِمْدَادُ: مدد طلب کرنا۔ ابوزید کا  
قول ہے: مَدَدْنَا الْقَوْمَ: ہم قوم کے لئے  
مدد بن گئے۔

وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهِة: ہم نے انہیں پھل  
بیچھے۔ بغیرنا، ہم نے دوسروں کے ذریعہ مدد کی۔  
أَمَدَّ الْجُرُوحَ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔

م د ر - المَدْرَةُ: (میم) اور دال دونوں  
منفوح) اس کی جمع مَدَرٌ ہے۔ عرب کے  
لوگ گاؤں کو مَدْرَةٌ کہتے ہیں۔

م د ل - تَمَدَّلَ بِالْمَدِينِ: اس نے سر  
پر رومال باندھا۔ یہ کلمہ تَنَدَّلَ کا ایک لہجہ  
ہے۔

م د ن - مَدَّنَ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں  
رہائش پذیر ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔  
اسی سے لفظ المَدِينَةُ ماخوذ ہے۔ اس کی  
جمع مَدَائِن (مہوز) مُدُن اور مُدُنْ  
(مخفف ومشدد) ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ  
دِينَتْ یعنی مَلِك سے ماخوذ ہے۔

هُمَا مَذْعَانٍ: یہ دو آدمی ہیں۔ اس کلمہ کی جمع نہیں ہے۔

هَذِهِ مَرَاةٌ: یہ عورت ہے، ہمزہ کے بغیر اور راء مفتوح مَرَاةٌ بھی درست ہے۔ اگر مذکر کی صورت میں اس پر الف وصل داخل ہو تو اس صورت میں اس کے تین لہجے ہیں۔ راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔ راء ہر حال میں مضموم اور ہر حال میں اس کا اعراب یوں ہوگا کہ تیسرے لہجے میں دو جگہوں پر تو یہ کلمہ معرب ہوگا اور هَذِهِ امْرَاةٌ میں راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔

م ر ج - المَرْجُ: مویٹیوں کی چراگاہ۔ مَرْجُ الدَّابَّةِ: اس نے مویٹی کو چرنے کے لئے بھیجا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: مَرْجَ البَحْرَيْنِ: میں مَرْج کا معنی دو سمندروں کے درمیان خلا تاکہ دو سمندر ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔

مَرْجُ الأُمُرِ والدِّينِ: امارت اور دین ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔ اس کا باب طَبَّرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ المَرْجُ والمَرْجُ ماخوذ ہے۔ المَرْجُ میں راء ساکن ازدواج یعنی هَرْج کے ساتھ جوڑے کے لئے ہے۔

أَمْرٌ مَوْبُحٌ: خلط ملط یا ملا جلا معاملہ۔ أَمْرَجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بچہ پانی اور

تصر شامی یعنی شامی مُذْعَہ۔ اور یہ معروف مُذْعَہ سے مختلف ہے۔

مُذ: دیکھئے بذیل مادہ 'م ن ذ'۔

م ذ ر - مَلْدَرَتِ البَيْضَةُ: انڈا خراب ہو گیا۔ اس کا باب طَرَبَ ہے۔

م ذ ق - مَلْدَقُ الوُدِّ: اس نے دوستی میں اخلاص نہیں برتا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَلْدَاقٌ اور مَمْدَاقٌ ہے۔ اور اس کا معنی غیر مخلص ہے۔

م ذ ی - المَعَادِي: سفید شہد۔

م ر ا - مَرَوْا الطَّعَامَ: کھانا خوشگوار بن گیا۔ اس کا باب ظَرْفَ ہے۔

مَرِيٌّ بھی (راء مسور) اور مَرَاةٌ الطَّعَامُ: کھانا اس کے لئے خوشگوار ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ بعض لوگ اَمْدَاةٌ کہتے ہیں۔ مَرِيٌّ الطَّعَامُ: اس نے کھانے کو خوشگوار خیال کیا۔

المُروءة: مردانگی و جوانمردی اور انسانیت۔ اس کلمہ کو مشدّد کرنا چاہئے۔

مَرِيئُ الجَزْوَرِ والشَّاةِ: اونٹ اور بکری کا زرخہ یعنی خوراک اور پانی کے گزرنے کی جگہ یہ حلقوم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

المَرءُ: آدمی، مثلاً: کہتے ہیں: هذا مَرءٌ صَالِحٌ: یہ نیک مرد ہے۔ اس میں میم مضموم بھی اس کلمہ کا ایک لہجہ ہے۔



المُرُوْدُ عَلَى الشَّيْءِ: کسی بات کا

عادی ہو جانا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

المَارِدُ: سرکش، اس کا باب ظرف ہے۔

اس کا اسم فاعل مَارِدٌ، مَرِيْدٌ اور مَرِيْدَةٌ

ہے۔

المَرِيْدُ: بروزن المَبِيْكِيْتُ: سخت سر

کش۔

م ر ر۔ المَرَارَةُ: (میم مفتوح) کڑواہٹ،

تلخی۔ اس کی ضد الحَلَاوَةُ ہے۔

المَرَارَةُ کا معنی صفراء یا سوداء مزاج

والی چیز بھی ہے۔

شَيْءٌ مُرٌّ: تلخ یا کڑوی چیز۔ اس کی جمع

أَمْرَارٌ ہے۔

هَذَا أَمْرٌ مِنْ كَذَا: یہ چیز اس سے زیادہ

کڑوی ہے۔

الْأَمْرَانِ: دو تلخ باتیں، ناداری اور

بڑھاپا۔

المُرِّيُّ: بروزن الدَّرِّيُّ: چٹنی۔ گویا یہ لفظ

المَرَارَةُ کے ساتھ منسوب ہے۔ عام لوگ

اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔

أَبُو مُرَّةٍ: ابلیس کی کنیت ہے۔

المُرَّةُ: بارہ دفعہ مرتبہ۔ اس کی جمع المَرِيْرُ

اور المَرَارَةُ ہے۔

المَرْمَرُ: سنگ مرمر۔

المِرَّةُ: صفراء یا سوداء یعنی عناصر اربعہ میں

ایک طبعی مزاج۔

خون بن جانے کے بعد باہر نکال دیا۔

مَارِحٌ مِنْ نَارٍ: بغیر دھوئیں کے آگ۔

المِرْجَانُ: چھوٹے موتی۔

م ر ح۔ المَرْحُ: شدت خوشی، پھولے نہ

سانا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم

فاعل مَرِحٌ ہے جس میں راء مکسور ہے۔

اور مَبِيْكِيْتُ کے وزن پر اس کا اسم فاعل

مَرِيْحٌ بھی ہے۔

أَمْرَحُهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے حد

سے زیادہ خوش کر دیا۔ اس کا اسم مَرَّاحٌ

(میم مکسور) ہے۔

م ر خ۔ مَرَّخٌ جَسَدُهُ بِالذَّهْنِ: اس

نے تیل سے اپنے جسم کی مالش کی۔

مَرَّخَهُ تَمْرِيْنًا: اس نے اسے پتلا کیا

یا نرم کیا۔

المَرِّيْنِجُ: (میم مکسور) پانچویں آسمان

پر چھ ستاروں میں سے ایک ستارہ مَرِّيْنِجُ۔

م ر د۔ غَلَامٌ أَمْرَدٌ: نوعمر، بے ریش لڑکا۔

المَرْدُ: (میم اور دال دونوں مفتوح) نو

عمر۔ لیکن لڑکی کے لئے جَارِيَةٌ مَرْدَاءٌ

نہیں کہتے۔ البتہ رَمْلَةٌ مَرْدَاءٌ ایسی ریتی

زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ آگتا ہو۔

غَضَنٌ أَمْرَدٌ: ایسی ٹہنی جس پر کوئی پتہ نہ

ہو۔

تَمْرِيْنُدُ البِنَاءِ: عمارت کو ہموار اور ملائم

کرنا۔

ملا۔ اس کا باب نَصْرَہ ہے۔  
 المَارِسْتَان: ہسپتال، یہ عربی کلمہ ہے۔  
 اصل کلمہ بیمارستان ہے۔  
 م ر ض - المَرَضُ: مرض، بیماری۔ اس کا  
 باب طَرِبَہ ہے۔  
 اَمْرَضَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے مریض کر  
 دیا۔  
 مَرَضُهُ تَمَرِيضًا: اس نے اس کی  
 تیمارداری کی۔  
 التَّمَارُضُ: بیمار دکھائی دینا جبکہ فی الواقع  
 بیمار نہ ہو۔  
 عَيْنٌ مَرِيضَةٌ: آنکھ جس میں خرابی ہو۔  
 م ر ط - المِرْطُ: (میم مکسور) اس کی جمع  
 المِرْطُوطُ ہے۔ اور معنی اونٹنی یا ریشمی آن  
 سلا کپڑا جسے بطور ازار یا چادر استعمال کیا  
 جاتا ہے۔  
 تَمَرَطُ: اس کے بال گر گئے۔  
 المُرِيْطَاءُ: بروزن الحُمَيْرَاءُ: ناف  
 سے لے کر بغل تک کا حصہ۔ یہی لفظ  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں  
 وارد ہے جو انہوں نے ابو محمد زورہ سے اس  
 وقت کہا جب ابو محمد زورہ نے نہایت بلند  
 آواز سے اذان دی۔ حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ کے الفاظ یہ تھے: أَمَا خَشِيتُ أَنْ  
 تَنْشَقَّ مَرِيْطَاءُكَ: کیا تمہیں  
 (اتنے زور سے اذان دینے سے) یہ خوف

المِرْوَةُ کا معنی قوت اور انتہائی عظمت دی بھی  
 ہے۔

رَجُلٌ مَرِيْؤٌ: مضبوط وقوی اور صاحب  
 عقل۔

مَرَّ عَلَيْهِ وَبِهِ: وہ وہاں سے گزرا۔ اس کا  
 باب رَدَّہ ہے۔ مَرَّ کا باب رَدَّہ اور مَرُورًا  
 بھی ہے یعنی وہ چلتا گیا۔ اسْتَخَرَّہ کا معنی  
 بھی یہی ہے۔ یعنی وہ چلا گیا۔

المَمْرُ: (اول و دوم میم دونوں مفتوح)  
 گزرگاہ، پل اور مصدر اَمَرَ الشَّيْءُ: چیز  
 کڑوی ہو گئی۔ اسی طرح مَرَّ يَمْرُ  
 (میم مفتوح)۔

مَسْرَاةٌ: وہ تلخ یا کڑوا ہو گیا۔ اس کا اسم  
 فاعل مَرَّہ ہے۔

اَمْرَةٌ غَيْرَةٌ: اسے کسی اور نے کڑوا کر  
 دیا۔ مَرَّزَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگ کہتے

ہیں کہ: مَا اَمْرٌ فُلَانٌ: فلاں شخص  
 کس قدر کڑوا انسان ہے۔ اور مَا اَجْلَى:

وہ کس قدر شیریں یا میٹھا ہے۔ یعنی اس نے  
 کس قدر تلخ بات کہی یا اس نے کس قدر

میٹھی بات کہی۔

م ر س - المِرْسَاسُ: تجربہ کرنا، مشق کرنا،  
 علاج کرنا۔

مَرَسَ التَّمْرَ وَغَيْرَهُ فِي الْمَاءِ: اس  
 نے کھجور کو پانی میں صاف کیا۔

وَمَرَّتْهُ بَيْدِهِ: اس نے اپنے ہاتھ سے

ذَخَلَ ہے۔ اسی نسبت سے خوارج کا نام  
مَارِقَةٌ پڑ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی  
کے مطابق: يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا  
يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ: یہ لوگ  
دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے  
جس طرح تیر شکار پر لگ کر دوسری طرف  
سے نکل جاتا ہے۔

المَارِقِ كِي مَجْمُوعَاتٍ هِيَ۔

م ر ن - مَرْنٌ عَلَي الشَّيْءِ: اس نے ایک  
چیز پر مشق کی۔ اس کا باب ذَخَلَ ہے۔  
مَرَانَةٌ: کسی کام پر مشق کرنا۔ عادی ہونا یا  
مستقل کام کرتے رہنا۔  
المَرَانَةُ: بلائی، نرمی۔  
التَّمْرَيْنِ: نرم کرنا۔

المَارِنُ: ناک کی نرم ہڈی جو ناک کی نالی  
کے پہلو میں ہوتی ہے۔ المَرَانُ: (میم  
مضموم) تیر، اس کا واحد مَرَانَةٌ ہے۔

م ر ا - المَرْوُ: چمکدار سفید پتھر جس سے  
(چقماق کے ذریعے) آگ نکلتی ہے۔ اس  
کا واحد مَرْوَةٌ ہے۔ مکہ شریف المَرْوَةُ  
نام کی پہاڑی اسی نام سے موسوم ہے۔

مَرَاهُ حَقَّةٌ: اس نے اس کا حق دینے میں  
جھگڑا کیا۔ قول خداوندی ہے: أَفْتَمْرُونَهُ  
عَلَى مَا يَرِي: کیا تم اُن سے اس بات  
پر جھگڑا کرتے ہو جو کچھ وہ دیکھتے ہیں۔  
مَارَاهُ مِرَاءً: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔

لاحق نہ ہوا کہ اس سے تیری ناف سے لے  
کر تیری بغل تک کا حصہ پھٹ جائے گا۔

م ر ع - المَرِيعُ: زرخیز۔

قَدْ مَرِعَ الوَادِي: وادی زرخیز ہو  
گئی۔ یعنی وادی گھاس کے اُگنے سے سرسبز  
و شاداب ہو گئی۔ اس کا باب ظَرَفُ ہے۔  
أَمْرَعُ کا معنی بھی یہ ہے کہ وہاں گھاس  
اُگ آئی۔ ایسی گھاس والی سرسبز زمین یا  
وادی کو مَرِيعٌ یا مَمْرِعٌ کہتے ہیں۔

أَمْرَعَةٌ: اس نے سرسبز جگہ پالی۔ یا اسے  
سرسبز جگہ مل گئی۔ مثل ہے: أَمْرَعَتْ  
فَأَنْزَلَ: تمہیں سرسبز جگہ ملی۔ یہیں پڑاؤ  
ڈال لو۔

م ر غ - مَرَعَةٌ فِي التُّرَابِ تَمْرِيغًا  
فَتَمْرُغُ: اس نے اسے مٹی میں لٹھیرا  
یا لوٹایا۔ تو وہ مٹی میں لٹھیر گیا یا مٹی میں لوٹ  
پوٹ ہو گیا۔ ایسی جگہ کو مَمْرُغٌ، مَرَاغٌ  
اور مَرَاغَةٌ کہتے ہیں۔ یعنی ایسی جگہ جہاں  
جانور اور مویشی لوٹتے ہوں۔

م ر ق - المَرَقِيُّ: سالن، شوربا۔  
المَرَقَّةُ: زیادہ مخصوص کلمہ ہے۔

مَرَقُ القِدْرِ: ہانڈی میں سالن ہے۔ اس  
کا باب نَصَرَ ہے۔ أَمْرَقُ کا بھی یہی معنی  
ہے۔ یعنی اس نے سالن زیادہ کیا۔

مَرَقُ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ: تیر نشانے  
یعنی شکار پر لگ کر پار ہو گیا۔ اس کا باب

اس کا باب ردّ ہے۔

المزّة: ایک پوس۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُحْرَمُ الْمَزَّةُ وَالْمَزْتَانِ: ایک یادگھونٹ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

شُرَابٌ مُزٌّ: گھونٹ بھر شراب۔

رُمَانٌ مُزٌّ: بیٹھے اور ترش کے درمیان ذائقہ والا انار۔ یعنی کھٹا بیٹھا۔

المزْمرة: حرکت دینا۔ حدیث شریف

میں ہے: تَوَرَّوْهُ وَمَزْمَزُوهُ: اسے ہلاؤ جلاؤ۔ (یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے پاس ایک بدمست شخص کو لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اسے ہلاؤ جلاؤ تاکہ ہوش میں آسکے۔) (متزجم)۔

م ز ع - فِلَانٌ يَمَسُّعٌ: فلاں شخص

غمے میں اور غیظ و غضب کے مارے کانپ رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ غَضِبَ غَضْبًا شَدِيدًا حَتَّى يُنْحَسِلَ إِلَىٰ أَنْ أَنْفَهُ يَمَسُّعٌ: یہ کہ ایک دفعہ آپ سخت غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کی ناک مارے غمے کے پھڑک رہی ہے۔

م ز ق - مَزْقٌ الشَّمْسِيُّ تَمَسُّقًا

فَتَمَسَّقُ: اس نے ایک چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ المَمَزَقُ: (زای

الجَزِيَّةُ: شک، میم کو مضموم بھی پڑھا گیا ہے۔ قول خداوندی کو میم مضموم اور مکسور دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ فَلَاحُكَ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ: اس کے بارے میں تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ یہی معنی التَّمَارِي كَا ہے۔ مَرَوَ أَيْ جَلَدَ كَا تَامَ ہے۔ اس جگہ کی نسبت سے مَرَوِيٌّ خِلَافَ قِيَاسِ اس م ہے۔ الثُّوبُ مَرَوِيٌّ قِيَاسُ كَا مَطَابِقٌ ہے یعنی مرو کا کپڑا۔

م ز ج - مَزَجَ الشَّرَابَ: اس نے شراب میں پالی یا کچھ اور ملایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مِزَاجُ الشَّرَابِ: شراب میں ملاوٹ۔ مِزَاجُ الْبَدَنِ: بدن کا مزاج، طبیعت، اَفْتَارٌ۔

م ز ح - الْمَزْحُ: تفریح، خوش طبعی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اس کا اسم الْمُزَاحُ اور الْمُزَاحَةُ ہے۔ میم دونوں لفظوں میں مضموم ہے۔ البتہ الْمُزَاحُ (میم مکسور) مَازَحَهُ كَا مَصَدَرٌ ہے۔

هُمَا يَتَمَازَحَانِ: دو شخص آپس میں خوش طبعی کرتے ہیں۔

م ز ز - الْجَزْرُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک قسم۔ حضرت ابن عمر کا قول ہے: هُوَ مِنَ الزَّرَّةِ: وہ جو اسے تیار کیا جاتا ہے۔

م ز ز - مَزَّةٌ: اس نے اسے چوسایا چکھا۔

المَسْحُ بوزن المَلْحُ: ناث، بوریا۔

اس کی جمع اَمْسَاحٌ اور مَسُوْحٌ ہے۔

التَّمْسَاحُ: بوزن مگر چمچ۔

م س خ - المَسْخُ: صورت کا بگاڑنا۔ اس

کا باب قَطَعَ ہے کہا جاتا ہے: مَسَخَهُ

اللَّهُ قِرْدًا: اللہ نے اس کی شکل مسخ کر کے

بندر کی طرح بنا دی۔

م س د - المَسْدُ: چھال۔ کہا جاتا ہے:

حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ: چھال سی ٹی ہوئی رسی۔

المَسْدُ کا معنی کھجور کی چھال یا پتوں سے

ٹی ہوئی رسی بھی ہے۔ یہ رسی اونٹ کے

چڑے کی بھی ہوتی ہے یا اونٹ کی نر سے۔

مَسَدُ الْحَبْلِ: اس نے رسی کو اچھی طرح

بچا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

م س م - مَسَسَ الشَّيْءُ: اس نے چیز

کو چھوڑا۔ اس کا مضارع يَمَسُّ (ميم)

مفتوح) ہے اور مصدر مَسَّ ہے۔ اس کا

باب فَهِمَ ہے۔ اور یہ فصیح لہجہ ہے۔ رَدُّ

کے باب سے اس کلمے کے اور لہجہ ہیں۔

شاید مَسَسَ الشَّيْءُ بھی کہا گیا ہو۔ جس

میں پہلا سین حذف کیا گیا ہے۔ اور اس کی

حرکت کسرہ ميم پر منتقل کر دی گئی ہے۔ کچھ

لوگ ایسے بھی ہیں جو اس حرکت کو منتقل نہیں

کرتے اور ميم کو اپنی حالت پر مفتوح برقرار

رکھتے ہیں۔ اس کی نظیر اور مثال یہ قول

خداوندی ہے: فَظَلَّمْتُمْ تَفَكُّهُونَ: اس

مفتوح) التَّمْزِيْتُق کی طرح مصدر

ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے:

وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: ہم نے انہیں

پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ منتشر کر

دیا۔ المَزَّقُ: کپڑے کے چھوٹے۔ اس

کا واحد مَزَقَةٌ ہے۔

م ذ ن: بقول ابو زيد المَزْنَةُ کا معنی سفید

بادل ہے۔ اس کی جمع مَزْنٌ ہے۔ المَزْنَةُ

کا معنی بارش بھی ہے۔

م ز ا - المَزِيَّةُ: فضیلت و خصوصیت و

خاصیت۔ کہا جاتا ہے: لَهْ عَلَيْهِ مَزِيَّةٌ: یہ

اس کی خصلت و خصوصیت ہے۔ اس سے

فعل نہیں بنایا جاتا۔

مَسَافَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ س و ف۔

م س ح - مَسَحَ بِرَأْسِهِ: اس نے اپنے

سر کا باج قَطَعَ ہے۔

تَمَسَّحَ بِالْأَرْضِ: اس نے زمین سے

پونچھا۔

مَسَّحَ الْأَرْضَ يَمَسُّحُ: (ميم اؤل

مفتوح) اور مضارع مسح مفتوح۔

مَسَّحَاةٌ: (ميم مکسور) اس نے زمین کی

پیمائش کی۔

مَسَّحَهُ بِالسَّيْفِ: اس نے اسے تلوار

سے کاٹا۔

المَسِيحُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح

کذاب دجال۔

میں فَظَلْتُمْ کسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل ظَلْتُمْ ہے۔ اور یہ تخفیف شاذ ہے۔

أَمْسَهُ الشَّيْبِيُّ فَمَسَّهُ: اس نے چیز کو اس کے ساتھ مس کر لیا تو اس چیز کو مَسَّ کیا۔

المَسِيسُ: چھوٹا، تعلق رکھنا۔

المَمَاسَةُ: ایک دوسرے کو چھونا اور بطور کنایہ۔ اس کا معنی مقاربت اور جماع کرنا ہے۔ اور یہی معنی التَّمَاسُ کا ہے۔ قول خداوندی ہے: مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا: پیش تر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں اس سے مراد ہے کہ وہ مقاربت کریں۔ اسی سے ماخوذ لفظ مَسَّاسُ ہے۔ یعنی نہ میں کسی کو چھوؤں اور نہ مجھے کوئی چھوئے۔

بَيْنَهُمَا رَحِمٌ مَاسَةٌ: ان کے درمیان بڑی گہری قرابت داری ہے۔

حَاجَةٌ مَاسَةٌ: نہایت اہم ضرورت یا اشد ضرورت۔

قَدْ مَسَّتْ إِلَيْهِ الْحَاجَةُ: اسے سخت ضرورت پیش آئی۔

م ص ک - أَمْسَكَ بِالشَّيْءِ: اس نے چیز کو پکڑا۔ تَمَسَّكَ بِهِ، اسْتَمْسَكَ بِهِ اور امْتَسَكَ بِهِ کا معنی ایک ہے۔ یعنی اس نے مضبوطی سے

تھاما۔ اور اسی طرح مَسَّكَ بِهِ تَمَسَّنِيكَا کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآنی

آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: وَلَا تَمَسِّكُوا بَعْضَ الْكُوفِرِ: (یہاں تَمَسِّكُوا میں سین مشد د ہے)۔ أَمْسَكَ عَنِ الْكَلَامِ: وہ بات کرنے سے رُک گیا۔ یعنی

خاموش ہو گیا۔ وَمَا تَمَاسَكَ أَنْ قَالَ: وہ کہے بنا رہ نہ سکا۔ الاْمَسَاكُ: بخل، کتبتوی۔ کہا جاتا ہے کہ فِيهِ مُسْكَةٌ مِنْ خَيْرٍ: مُسْكَةٌ میں مِم مضموم ہے۔ معنی ہے: اس میں کچھ بھلائی باقی ہے۔

المِسْكُ: خوشبو، عطر۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ عرب لوگ اسے مَشْمُومٌ کہا کرتے تھے۔

م ص ا - المَسَاءُ: شام۔ اس کی ضد المِصْبَاحُ صبح کرنا ہے۔ أَمْسَى اور مُمَسَى بھی الاَصْبَاحُ کی ضد ہے۔ یہ کلمہ مصدر بھی ہے اور اسم طرف بھی۔ الاْمَسَاءُ کا اسم مُمَسَى ہے۔

م ش ج - مَشَّجَ بَيْنَهُمَا: اس نے دونوں کو ملایا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ والشَّيْءُ مَشْبُوجٌ: چیز مخلوط ہے۔ اس کی جمع اْمَشَاجُ اس کی مثال يَتِيمٌ اور اَيْتَامٌ ہے۔

م ش ش - المِشْمَشُ: (دونوں میم کسور اور مفتوح) میوہ۔ المَبَاشُ: دانت۔ یہ کلمہ

ہے۔ مَشَى تَمْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ مَشَاهُ اور أَمْشَاهُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اس نے اسے چلایا۔

تَمَشَّتْ فِيهِ حُمَيَّا الكَاسِ: شراب کے دو راول کا جوش اس میں اپنا اثر کر گیا۔ کہا جاتا ہے: اسْتَمَشَى وَأَمْشَاهُ الدَّوَاءُ: دوانے اس کے دست جاری کر دیئے۔

الْمَاشِيَةُ: مال مویشی یا چوپائے۔ اس کی جمع المَوَاشِيُ ہے۔

م ص ر - مِصْرُ: مشہور ملک۔ مذکر و مؤنث یکساں۔

المِصْرُ: شہر۔ اس کی جمع الامصار ہے۔ المِصْرَانُ: کوفہ اور بصرہ کے دو شہر۔

المِصِيرُ بَرُوزِن البَصِيرُ: آنت۔ اس کی جمع مِصْرَانُ ہے۔ اس کی مثال رَغِيْفَتُ کی جمع رُغْفَانُ ہے۔ اور المِصِيرُ کی جمع الجمع المِصَارِيْنُ ہے۔

فُلَانٌ مِصْرٌ الامِصَارُ تَمِصِيرًا: اس کی مثال مَدَنٌ المَدْنُ اور مَعْنَى ہے۔ اس نے شہر بسائے۔

م ص ص - مَصَّ الشَّيْءُ يَمْصُهُ: (میم مفتوح) مَصًّا: اس نے ایک چیز کو پوسا۔ اَمْتَصَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّمْصُصُ: ٹھہر ٹھہر کر پوسنا۔ اَمَصَّهُ الشَّيْءُ فَمَصَّهُ: اُس نے اسے

مغرب ہے یا مولد۔

م ش ط - اَمْتَشَطَتِ الْمَرْأَةُ:

(وَمَشَطَتُهَا الْمَاشِطَةُ) عورت نے بالوں میں کنگھی کی۔ گیسو آراء نے اس کے بالوں میں کنگھی کی۔ الْمُشَاطَةُ (میم مضموم) بالوں میں کنگھی کرتے وقت گرنے والے بال۔

الْمُشَطُ: (میم مضموم) پشت پاکی ہڈیاں یا جوڑ۔

مُشَطُ الكَتِفِ: کندھے کی چوڑی ہڈی۔

م ش ق - المَشْقُ: نیزہ بازی کی تیزی،

مارنے میں تیزی، کھانے میں تیزی اور لکھنے میں تیزی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

جَارِيَةٌ مَمْشُوقَةٌ: اچھے قد و قامت والی لڑکی۔ سڈول بدن والی لڑکی۔

م ش ن - المِشَانُ: کھجور کی ایک قسم۔

مثل ہے: بَعْلَةُ الْوَرْشَانِ تَأْكُلُ رَطْبَ المِشَانِ: کبوتر سے مشابہ ورشان زقری کے شکار کی تلاش کے بہانے تم بہترین قسم کی مشان کھجور بھی کھاتے ہو۔ یعنی کے ہوتے ہو کچھ اور نظر آتے ہو

کچھ۔ اس مثل میں رُطْبُ المِشَانِ کے بدلے الرُّطْبُ المِشَانِ نہیں کہنا

چاہئے۔

م ش ی - مَشَى: وہ چلا۔ اس کا باب رَمَى

پوسا، یاٹونے اسے پوسا۔

المَمْمَصَةُ: کھلی کرنا۔ لیکن زبان کی

ٹوک سے۔ اس کے مقابل المَمْمَصَةُ

پورے منہ سے یا منہ بھر کھلی کرنا ہے۔

دونوں نظروں کے درمیان ایسا ہی لفظی فرق

ہے جیسا القبصة اور القبضة میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے: كُنَّا تَمْمِصُصُ

مِنَ اللَّبَنِ وَلَا تَمْمِصُصُ مِنْ

التَّمْرِ: ہم دودھ پی کر ٹوک زبان سے کھلی

کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کھلی نہیں کرتے

تھے۔ (پوری حدیث یہ ہے کہ ہم وضو

صرف آگ پر پکی چیز کے کھانے کے بعد

کرتے تھے چنانچہ ہم دودھ پی کر تو کھلی

کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کھلی نہیں کرتے

تھے۔ (مترجم)۔

المَصُوصُ: کھانا۔ عام لوگ میم کو مضموم

بولتے ہیں۔

مَصِصَةٌ: مخفف۔ شام میں ایک جگہ کا

نام ہے۔ اسے مَصِصَةٌ: صاد کو مشدد

نہیں کرنا چاہئے۔

م ص ل - المَصْلُ: دودھ سے ٹپکا ہوا

پانی۔

المُصَالَةُ: خیر سے ٹپکا ہوا پانی۔ مکے سے

پینے والے پانی کو بھی کہتے ہیں۔

مُصِيبَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ص و ب'۔

مُضَاهَاةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ض ه ا' اور

'ض ه ی'۔

م ص د: حدیث شریف میں ہے: مُضَرٌّ،

مُضَرُّهَا اللَّهُ فِي النَّارِ: (یہ حضرت

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جب

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کا حال سنا کہ وہ لڑنے کے لئے نکلی ہیں اور

قبیلہ مضر کے لوگ ان کے ساتھ نکلے ہیں تو

انہوں نے کہا:

ترجمہ: "قبیلہ مضر! اللہ ان کو آگ میں

جموئے۔"

ہمارا خیال ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُضَوْرُ

اللبن یعنی دودھ کا کھٹا یا ترش ہو جانا ہے

جس سے زبان میں چھن محسوس ہوتی

ہے۔ اس پر تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔

المَصِيْرَةُ: دہی سے تیار کیا ہوا کھانا۔

دہی کی کھٹاس سے زبان جھلکتی ہے چوشر

اس کے کہ یہ اچھی طرح جمی ہوئی ہو۔ اس

کا باب دَخَلَ ہے۔

م ص ض - اَمَضَةُ الجَوْحُ: اسے زخم

نے دکھایا۔ مُضَّةٌ بھی اس کا ایک لہجہ

ہے۔

الْكُحْلُ يَمْضُ الْعَيْنَ: سرمہ سے آنکھ

جلنے لگتی ہے یا جلتی ہے۔

المَمَضُ: مصیبت کا دکھ اور تکلیف۔

المَمْمَصَةُ: کھلی کرنا۔

تَمَمَّضَ فِي وَضُوئِهِ: اس نے اپنے



وضو میں گھٹی کی۔

م ض غ - مَضَعُ الطَّعَامِ: اس نے کھانا چبایا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔

المُضَغَةُ: گوشت کا ٹکڑا۔

قَلْبُ الْإِنْسَانِ مُضَغَةٌ مِنْ جَسَدِهِ: انسان کا دل اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

م ض ی - مَضَى الشَّيْءُ: چیز گزری۔

يَمْضِي (ضاد مکسور) مُضِيًّا مَضَى فِي الْأَمْرِ يَمْضِي، مَضَاءً: اس نے حکم نافذ کیا۔ مَضَيْتُ عَلَى الْأَمْرِ مُضِيًّا اور مَضَوْتُ بھی، مُضَوًّا (میم مفتوح اور مضموم) میں نے کام پورا کیا۔

هَذَا أَمْرٌ مَمْضُوٌّ عَلَيْهِ: پورا کیا ہوا کام۔

أَمْضَى الْأَمْرَ: اس نے حکم نافذ کیا، یا کام پورا کیا۔

م ط ر - مَطَرَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے بارش برسی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَمْطَرَهَا اللَّهُ: اللہ نے اسے برسایا۔

قَدْ مُطِرْنَا: ہم پر بارش برسی۔ کہا گیا ہے کہ: مَطَرَتِ السَّمَاءُ وَأَمْطَرَتْ

دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الإِسْتِمطَارُ: بارش کے لئے دُعا کرنا۔

رین کوٹ جو بارش سے بچاؤ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

م ط ط - مَطَطَ: اس نے اسے کھینچا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

تَمَطَّطَ: وہ کھینچ گیا، لیٹ گیا، یا لمبا پڑ گیا۔

المُطِيطَاءُ: بروزن الحُمَيْرَاءِ: اترانا، فخر و غرور سے اظہار کرنا۔ چلنے میں دونوں ہاتھوں کا ٹکڑا۔ حدیث شریف میں ہے:

إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي الْمُطِيطَاءُ وَخَدَّ مَتَهُمْ فَارِسٌ وَالرُّؤْمُ كَانَتْ

بِأَسْهُمٍ بَيْنَهُمْ: جب میری امت کے لوگ اکڑتے ہوئے اور اترتے ہوئے

چلیں گے اور فارس و روم کے لوگ ان کی خدمت میں ہوں گے تو پھر ان کی آپس

میں جنگ برپا ہوگی۔

م ط ل - مَطَّلَ الْحَدِيدَةَ: اس نے لوہے کو کوٹ کر لمبا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ہر لمبی چیز کو مَمْطُولٌ کہتے ہیں۔ اسی سے المَطَّلُ بالدَّيْنِ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا

ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَطَّلَهُ، اس کا باب نَصَرَ ہے اور مَا طَلَّهُ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے قرض یا حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول

کیا۔

م ط ا - المَطَا: (الف مقصور) پیٹھ۔

المَطِيَّةُ: سواری۔ اس کی جمع المَطِيَّاتُ

جنس ہیں۔ المَعْرُ (عین مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ المَعِزُّ، الأَمْعُورُ (الف مضموم) اور المِعْرَى (میم مکسور) اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ المَعْرُ کا واحد مَاعِرٌ ہے۔ اس کی مثال صاحب اور صَحْبُ کی ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مَاعِرَةٌ ہے۔ اس کا معنی ایک بکری ہے۔ اس کی جمع مَوَاعِرٌ ہے۔ سیبو یہ کا قول ہے مِعْرَى مَعْرَانٌ اور منصرف ہے۔ کیونکہ الف مقصور الحاق کے لئے ہے نہ کہ مؤنث کی علامت۔ الفراء کا قول ہے کہ المِعْرَى مؤنث ہے۔ بعض نے اسے مذکر قرار دیا ہے۔ ابو نعیم نے کہا ہے کہ تمام عرب معْرَى کو نکرہ کی حالت میں مؤنث کر کے بولتے ہیں۔

م ع ص - المَعْصُ: (میم اور عین دونوں مفتوح) آدمی کا پٹھا چڑھا یعنی پٹھے کا کھنچ جانا۔ حدیث شریف میں ہے: شَكَا عمرو بن مَعْدِيكَرْبُ الى عُمرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ المَعْصُ فَقَالَ: كَذَبَ عَلَيكَ العَسَلُ: عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا پٹھا کھنچ جانے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ”تم پر تیز چلنا ضروری ہے یعنی اس کا علاج ہے“۔ لفظ عسل عَسَلَانُ الذئب (بھیڑیے

اور المَطَايَا. المَطْيُ، واحد، جمع مذکر اور مؤنث سب میں یکساں ہے۔ اصمعی کا قول ہے: المَطِيَّةُ، ایسی سواری ہے جو چلتے وقت لمبے ڈگ بھرتی ہو۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَطْوً سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لمبے ڈگ بھرتا ہے۔

إمْتَطَاهَا: اس نے اسے بطور سواری اختیار کیا۔

التَّمْطِي: اترانا، اڑ کر چلنا۔ اور چلتے وقت بازو پھیلا کر چلنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل تَمَطُّطٌ ہے۔ ان میں ایک طاء کو مقلوب کر کے یاء میں بدل دیا گیا۔ اس کی مثال التَّمْطِي اور التَّقْضِي ہے جو اصل میں التَّظْنُ اور التَّقْضُ تھے۔

میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى: وہ پھرا کرتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس چل دیا۔

م ع د - المَعِدَّةُ لِلانسان: انسان کا معدہ۔ جگالی کرنے والے چوپایوں کے لئے معدے کی جگہ اوجھ یا اوجھڑی ہوتی ہے جو معدے کا کام کرتی ہے۔ المَعِدَّةُ بھی اس لفظ کا ایک لہجہ ہے۔ جو الرِّعْدَةُ کے وزن پر ہے۔

م ع ز - المَعْسُ: بکری۔ اس کی ضد الضَّانُ یعنی بھیڑ ہے۔ یہ دونوں لفظ اسم

کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ممکن ہے لوگ  
مَعَكَ الْاِدْنِمْ (اس نے چمڑے کو نکال دیا  
رگڑا) کہتے ہوں۔

تَمَعَّكَ الدَّابَّةُ: چوپایہ زمین پر لوٹ  
پوٹ ہو گیا۔

مَعَلَّهَا صَاحِبُهَا: اس کے مالک نے  
اسے زمین پر لوٹ پوٹ کر دیا۔ لوگ بطور  
۴ ع۔ لوگ بلور بھارو کہتے ہیں صَدِشَعْنُ مَعْنِ

ولا حَرَجَ: معن سے روایت کر، اس میں  
حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔ معن عربوں  
میں سب سے زیادہ فیاض اور سخی شخص  
تھے۔ یہ مثل اس شخص کے متعلق ہے جو  
بات یا معاملے میں وسعت اختیار کرتا ہو۔

الْمَاعُونُ: اسم جمع، گھر میں روزمرہ کے  
استعمال کی چیزیں۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ  
دور جاہلیت میں ہر کار آمد چیز کو مَاعُونُ  
کہتے تھے۔ اور دور اسلام میں اس سے مراد  
زکوٰۃ اور صدقات ہے۔ کہا گیا ہے کہ:

الْمَاعُونُ دَرَّ اَصْلُ مَعُوْنَةٌ هِيَ۔ الْمَاعُونُ  
مِنْ الْفِئَاءِ كَابَدَلٍ هِيَ۔

اَمَعْنَ الْفَرَسُ: گھوڑا اپنی دوڑ میں دور  
نکل گیا۔

مَاءٌ مَعِيْنٌ: جاری پانی۔ یہ بھی کہا گیا ہے  
کہ الْمَاعُونُ، عِنْتُ الْمَاءِ كَمَا مَفْعُولُ  
ہے جب تم بذیل مادہ ع ی ن کے مطابق  
اس کا استنباط کرو یعنی عَانَ يَعِيْنُ سے اس

کی تیز چال) سے ماخوذ ہے۔  
رَجُلٌ اَمْعَطُ: ایسا شخص جس کے جسم  
پر بال نہ ہوں۔

قَدْ مِعَطَ: اس کے جسم پر بال نہیں ہیں۔  
اس کا باب طَرَبَ ہے۔

اَمْعَطَ شَعْرُ: بیماری سے اس کے بال گر  
گئے۔ یہی معنی اَمْعَطَ کا ہے۔ جس کا باب  
اَنْفَعَلَ ہے۔

م ع ع۔ الْمَعْمَعَةُ: بروزن الْمَرْزَعَةُ:  
سرکنڈوں وغیرہ میں آگ لگنے سے جو آواز  
پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جنگ میں جنگجوؤں  
کی آواز۔

الْمَعْمَعَانُ بروزن الزُّعْفَرَانُ: گرمی  
کی شدت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَوْمٌ  
مَعْمَعَانٌ: سخت گرمی والا دن۔

الْمَعْمَعِيُّ: وہ شخص غلبے پانے والے کے  
ساتھ ہو۔

مَعَّ: مصاجت پر دلالت کرنے والا کلمہ۔  
اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسا اسم ہے جس کے  
آخری حرف کی حرکت ماقبل حرکت کے  
مطابق ہو۔ اسے ساکن اور متون کر کے بھی  
بولایا پڑھا جاتا ہے مثلاً: جَاءَ وَا مَعَا: وہ  
سب ایک ساتھ آئے۔

م ع ک۔ الْمَعْكُ: ٹال مثل اور ہیر  
پھیر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَعْلَةٌ بِدَيْنِهِ:  
اس نے قرض کی ادائیگی میں ٹال مثل

مَعَانَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ز'۔  
م ق ت - مَقْتَةٌ: اس نے اس سے بُغْض  
رکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم  
مفعول مَقِيثٌ اور مَمْقُوثٌ ہے۔

نِكَاحُ الْمَقْتِ: سوتیلی ماں کے ساتھ  
شادی کرنا۔ دورِ جاہلیت میں اس کا رواج  
تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی  
سوتیلی ماں سے شادی کر لیتا تھا۔

م ق ر - سَمَكٌ مَمْقُورٌ: پانی اور نمک  
میں ڈلی ہوئی مچھلی۔ مَمْقُورٌ کو مَمْقُورٌ نہیں  
کہنا چاہئے۔

م ق ط - الْمِقْطَاطُ: (میم کسور) رسی۔ یہ  
لفظ الْقِمَاطُ سے منقلب ہے۔

م ق ل - الْمُقْلُ: گول کا پھل۔ الْمُقْلَةُ:  
آنکھ کا ڈھیلا جس میں سفید اور سیاہ دونوں  
حصے شامل ہوتے ہیں۔

مَقْلَةٌ فِي الْمَاءِ: اس نے اسے پانی میں  
ڈبوایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي  
الطَّعَامِ فَاْمَقْلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ  
جَنَاحَيْهِ سُمًّْا وَفِي الْآخَرِ الشِّفَاءُ  
وَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ:

کا اسم مفعول بناؤ تو الماعون ہوگا۔  
مَعَانٌ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

م ع ی - الْمِيعَى: آنت۔ اس کی جمع  
الْأَمْعَاءُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:  
الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِيعَى وَاحِدٍ  
وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ:  
مؤمن ایک آنت بھرنے کے لئے کھانا  
کھاتا ہے جب کہ کافر سات آنتیں بھرنے  
کے لئے کھاتا ہے۔ اس مثل سے مراد یہ  
ہے کہ مؤمن حلال روزی کے سواء اور کچھ  
نہیں کھاتا۔ وہ حرام روزی اور مشتبہ و  
مشکوک روزی سے بھی بچتا ہے۔ جب کہ  
کافر کو اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ  
اس نے کیا کھایا، کہاں سے کما کر کھایا، اور  
کیسے کھایا۔ یعنی اسے حرام اور حلال کی کوئی  
تیز نہیں ہوتی۔

م غ ر - الْمَغْرَةُ: سُرخ مٹی۔ اسے  
الْمَغْرَةُ بھی کہتے ہیں۔

م غ ص - الْمَغْصُ: (غین ساکن)  
آنٹوں میں درد۔ پچیش کا مرض۔ عام لوگ  
یعنی عامی لہجہ میں اسے الْمَغْصُ غین  
متحرک کر کے بولتے ہیں۔

قَدْ مَغِصَ الرَّجُلُ: آدمی کو پچیش کی  
تکلیف ہوگئی۔ یہ نعل مجہول ہے۔ پچیش  
کے مریض کو مَمْعُوضٌ کہتے ہیں۔

مَغِيرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ر'۔

فریب کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَاجِرٌ اور مَکَّارٌ ہے۔

م ک س - مَكْسٌ فِي الْبَيْعِ: اس نے لین دین میں قیمت کم کر لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مَکَسٌ کا معنی ٹکس بھی ہے۔

المَکْسُ: عُشْرٌ وَصُولٌ كَرْنِ وَاللَّاءِ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ صَاحِبُ مَكْسِ الْجَنَّةِ: ٹکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ عُشْرٌ کی وصولی کرنے والا جو کچھ لیتا ہے، اسے بھی المَکْسُ کہتے ہیں۔

م ک ک - تَمَكَّكَ الْعَظْمُ: اس نے ہڈی سے گو دانکا لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَمَكَّكُوا عَلَيَّ غَرَمَائِكُمْ: اپنے قرض داروں پر سخت تقاضا مت کرو۔ مَكَّةٌ: مکہ مکرمہ، حرمت والا شہر۔

المَكْوُكُ: پیمانہ جو تین کیلچات کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک کیلچہ ایک سات بٹہ آٹھ من کے برابر ہوتا ہے۔ اور من دورطل کے برابر ہوتا ہے۔ ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک اوقیہ ایک دو بٹہ تین پانچ استار کے برابر ہوتا ہے۔ ایک استار چار ایک بٹہ دو مشقال کے برابر ہوتا ہے۔ ایک مشقال ایک تین بٹہ سات ڈرہم کے برابر ہوتا ہے۔ ایک درہم چھ دانق کے برابر ہوتا

جب تمہارے کھانے میں کبھی پڑے تو اسے کھانے میں ڈبو لو، کیونکہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے پر میں شفا۔ وہ پہلے اپنا زہر والا پر ڈالتی ہے اور بعد میں شفا والا پر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو نماز کے دوران اپنے سامنے سے کنکر برابر کرنے کے بارے میں ہے۔ آپ نے فرمایا: مَرَّةٌ وَتَرَكُهَا خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ نَاقِيَةٍ لِمُقْلَةٍ: کنکریوں کو ایک دفعہ ہموار کرنا جائز ہے اور ایسا نہ کرنا ایک سو ایسے اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے جو آدمی دیکھ بھال کر کے لے۔ یعنی حسبِ فِئَا اور من پسند اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مِقَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و م ق'۔  
مَكْفَاةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک ف ی'۔  
م ک ک - المَكْتُ: ٹھہرا رہنا، انتظار کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَكْتُ بھی (ک مضموم) مَكْتًا (میم مفتوح) وہ ٹھہرا رہا۔ اس کا اسم المَكْتُ ہے۔ اور المَكْتُ (میم مضموم اور کسور) بھی اس کا لائم ہے۔  
تَمَكَّتْ: اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔

م ک ز - المَكْرُ: مکر، چال، فریب اور دھوکہ۔

قَدْ مَكَّرَ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ

ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اگر مَكِن کا لفظ گوہ کے لئے مخصوص ہے لیکن اسے بطور تشبیہ گھونسلے کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا قول مُشَافِرُ الحَبَشِيّ ہے، یعنی حبشی کے ہونٹ۔ ہونٹ کے لئے مُشَافِرُ کا لفظ تو اونٹ کے ہونٹوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور بقول

شاعر جس میں شیر کا وصف بیان کرتا ہے:

لَهُ لِبَدٌ أَظْفَارُهُ لَمْ تُقْلَمِ

”شیر کی گردن پر ایال ہے اور اس کے

ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں۔“

شعر میں شیر کے پنجے کے لئے اظفار بمعنی ناخن استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ شیر کے

بچوں کو مَخَالِفُ کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ کا کہنا

ہے کہ ہو سکتا ہے مَكِنَات سے مراد علیٰ

اُمَكِنِيَّتِهَا ہو یعنی پرندوں کو ان کی ان

جگہوں میں رہنے دو جو اللہ تعالیٰ نے ان

کے لئے بنا رکھی ہے۔ ان پرندوں کو وہاں

سے نہ ڈراؤ بلکہ ان کی طرف دھیان تک نہ

کردو کیونکہ یہ پرندے نہ کسی کو نقصان دیتے

ہیں اور نہ فائدہ۔ کہا جاتا ہے کہ النَّاسُ

عَلَى مَكِنَاتِهِمْ یعنی لوگ اپنی اپنی

استقامت پر ہیں۔ اسم کے بارے میں علم

نحو کے علماء کا قول ہے: مَكِنَاتٌ مُتَمَكِّنٌ

اسم ہے یعنی وہ عَمَرُ اور ابرو اہیم کی طرح

معرّب ہے۔ اس کے باوجود جب است

ہے۔ ایک دانتی دو قیراط کے برابر ہوتا

ہے۔ ایک قیراط دو طسو جان کے برابر ہوتا

ہے۔ ایک طسو جان دو تپے کے برابر ہوتا

ہے اور ایک جبہ ایک بڑا اڑتا لیسن درہم کے

برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع مَكَاكِيكٌ

ہے۔

م ک ن - مَكَنَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْءِ

تَمَكِّنُنَا وَ اَمَكَّنَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی

ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ طاقت و

قدرت دی ہے۔ اسْتَمَكَّنَ الرَّجُلُ

وَ تَمَكَّنَ مِنْهُ دونوں کا ایک معنی ہے اور وہ

یہ کہ اس نے قدرت و طاقت پائی۔ یا اسے

حاصل ہوئی۔

فَلَانٌ لَا يُمْكِنُهُ النَّهْوُضُ: فلاں

شخص اٹھ نہیں سکتا۔ لوگوں کا یہ قول کہ

اَمَكَّنَهُ عِنْدَ الْاَمِيرِ: یعنی امیر کے

ہاں اسے مرتبہ ملا، شاذ ہے۔ الْمَكِنَةُ

(کاف مسور) اس کی جمع الْمَكِينُ اور

الْمَكِنَاتُ ہے: گھونسلہ حدیث شریف

میں ہے: اَفْرِوْا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا:

پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔ اس

کا تلفظ مَكِنَاتِهَا (کاف مضموم) بھی

ہے۔ ابو زید وغیرہ بدو لوگوں کا قول ہے:

ہم پرندوں کے گھونسلے کے معنوں میں

مَكِنَاتٌ نہیں جانتے۔ البتہ یہ لفظ

وَكِنَاتٌ ہے۔ مَكِنَاتٌ تو گوہ کو کہتے

عِنْدَ الْبَيْتِ الْأَمْكَاءِ: بیت اللہ میں ان کی نماز سیٹیوں کے سواء اور کچھ نہ تھی۔ مِیْكَائِيلُ (مہموز اور غیر مہموز بھی) اسم ہے۔ یعنی خاص نام ہے۔ یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے: میکا اور ایبل۔ مِیْكَائِین اور مِیْكَالِ اس کے دو اور لہجے ہیں۔

م ل ۱- مَلَأَ الْإِنَاءَ: اس نے برتن بھرا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَمْلُوءٌ ہے یعنی بھرا ہوا۔

ذَلَسُوا مَسَلًا ی روزن فَعَلُوا اور كُوِزُوا مَلَأَ مَاءً: پانی سے بھرا ہوا پیالہ۔ عوامی لہجہ میں لوگ مَلَأَ مَاءً (پانی سے بھرا ہوا) کہتے ہیں۔

الْمِلْءُ: (میم کسور) برتن بھرا ہوا۔ امْتَلَأَ الشَّيْءُ: چیز بھر گئی۔ تَمَلَأَ کا معنی بھی یہی ہے۔

مَلَأَ الرَّجُلُ: آدمی پر اعتماد ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مَلِيٌّ (یا ممدود) ہے۔

المَلَاءُ اور المَلَاءَةُ: دونوں میں الف ممدود ہے۔ ان کا باب ظرف ہے۔ مَلَأَهُ عَلِيٌّ كَذَا مَمْلَأَةً: اس نے اس کی مدد کی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللَّهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا مَالِئًا عَلِيٌّ قَتَلَهُ: خدا کی قسم! نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور نہ میں نے ان کے قتل میں تعاون یا مساعدت کی۔ (یہ حضرت علی رضی

منصرف بنایا جاتا ہے تو وہ زید اور عمرو کی طرح المتمکن الامکن کہلاتا ہے۔ اور غیر متمکن وہ اسم ہے جو كَيْفٌ اور اَيْنٌ کی طرح مبنی ہو۔ اسم ظرف کے بارے میں نحو یوں کا قول ہے کہ وہ اسم متمکن ہے یعنی وہ کبھی تو بطور اسم مستعمل ہوتا ہے اور کبھی بطور ظرف۔ مثلاً: یہ کہنا کہ جَلَسَ خَلْفَهُ، یہاں خلف منصوب ہے اور مَجْلِسُهُ خَلْفُهُ میں خلف مرفوع ہے۔

یہاں اس کا ظرف ہونا مناسب ہے۔ غیر متمکن وہ اسم ہے کہ جو اس جگہ پر ظرف ہی استعمال ہوتا ہے جہاں اسے بطور ظرف آنا ہو مثلاً: لَقِيَهُ صَبَاحًا اور مَتَوَعِدُهُ صَبَاحًا ان دونوں مقامات پر صباہا منصوب استعمال ہوا ہے۔ اس حالت میں بھی اس کو مرفوع بنانا جائز نہیں جہاں آپ کی مراد ان کی صبح ہو۔ ان دونوں میں فرق کرنے کا اس کے سواء اور کوئی سبب نہیں کہ عرب اس طرح استعمال کرتے ہیں۔

م ک ۱- المُمْكَاءُ: (میم مضموم اور کاف مشدّد) ایک پرندہ۔ اس کی جمع المُمْكَائِيُّ ہے۔ المُمْكَاءُ (کاف مخفف یعنی غیر مشدّد) سیٹی۔

قَدَّ مَكًّا: اس نے سیٹی بجائی۔ اس کا باب عَدَا اور مُكَّاءٌ بھی ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ ہے: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ

مَلِيحٌ اور مَلَاخٌ کہتے ہیں۔ اس میں میم مضموم اور لام مخفف ہے۔

اِسْتَمَلَحَهُ: اس نے اسے تمکین جانا یا سمجھا۔ المَلِيحُ کی جمع مَلَاخٌ (میم مکسور) ہے اور اَمَلَاخٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْفٌ اور اَشْرَاقٌ ہے۔

المُلَاخُ بروزن التَّفَاخِ: بہت زیادہ خوبصورت۔

قَلِيْبٌ مَلِيحٌ: کھارے پانی کا کنواں۔  
سَمَكٌ مَلِيحٌ وَمَمْلُوْحٌ: تمکین مچھلی۔ اسے مَالِحٌ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا اَمِيْلِحُ زَيْدًا: زید کس قدر خوبصورت ہے۔ اس فعل کے سواء اور لوگوں کے اس قول: مَا اَسْمِيْنُهُ کے سواء اس وزن پر کوئی تغیر نہیں بنایا گیا ہے۔

المُمَالِحَةُ: ایک دوسرے کو ساتھ کھلانا اور دودھ پینا، پلانا۔

المُلْحَةُ: بروزن السُّبْحَةِ: اس کی جمع المُلْحٌ ہے اور معنی مزیدار باتیں۔  
المُلْحَةُ کا معنی سفید اور سیاہ مخلوط رنگ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: كَبِشَ اَمْلِحٌ وَتَيْسٌ اَمْلِحٌ: مینڈھا اور بھورا بکرا، جس کی اون سفید و سیاہ مخلوط رنگ کی ہو، یعنی بھورے رنگ کی ہو۔

المُفْلَاخُ: (میم مفتوح اور لام مشدّد)

اللَّحْمَةُ كَقَوْلِهِ: (مترجم)

تَمَالَاؤًا عَلَى الْأُمَرِ: انہوں نے کام میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ یا اکٹھے ہوئے۔

المَلَاءُ: جماعت۔ اس کا معنی خَلْقٌ بھی ہے۔ اس کی جمع اَمَلَاءٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ قَالَ لِأَصْحَابِهِ جِيْنٌ حَضَرُوا الْأَعْرَابِيَّ: احْسِنُوا أَمَلَاءَكُمْ: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے ایک اعرابی کو (مسجد میں پیشاب کرنے پر) مارا کہ اپنے اخلاق درست کرو۔

م ل ح - مَلَحَ القِدْرَ: اس نے ہانڈی میں مناسب نمک ڈالا۔

أَمْلَحَهَا: اس نے زیادہ نمک ڈال کر اسے خراب کر دیا۔

مَلَحَهَا تَمْلِيْحًا: کا معنی بھی یہی ہے۔  
مَلَحَ المَاءَ: پانی کھارا ہو گیا۔ اس کا باب دخل اور سہل ہے۔ اسے ماءٌ مَلَحٌ یعنی کھارا پانی کہتے ہیں۔ اسے ماءٌ مَالِحٌ نہیں کہتے۔ ایسا کہنا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

المِمْلَحَةُ: (میم مکسور) نمک دان جس میں نمک رکھتے ہیں۔

مَلَحَ الشَّيْءُ: چیز تمکین ہو گئی۔ اسی چیز کو



کشتی بان، مَلَّاح۔

المَلَّاحَةُ: نمک کی کان۔

م ل د - غُصْنٌ مُنْدُودٌ: نرم اور ملائم  
شہنی۔

م ل س - المَلَّاسَةُ: ملائی وزنی اس کی  
ضد الخشونة یعنی کھردرا پن ہے۔ اس  
کا باب سَلِمَ ہے۔

شَيْبٌ أَمْلَسٌ: ملائم چیز۔

قَدْ أَمْلَسَ الشَّيْبُ: چیز نرم اور ملائم ہو  
گئی۔ اس کا مصدر اَمْلَيْتَ سَأَسَا ہے۔

م ل ک - مَلْسَةٌ غَيْرُهُ تَمْلِيْسًا فَتَمَلْسُ: کسی  
نے اسے ملائم بنایا تو وہ ملائم ہو گیا۔ اَمْلَسَ  
کا معنی بھی یہی ہے۔

رَمَانٌ اِمْلِيْسِيٌّ: املیسی انار۔

م ل ص - المَلْصُ: (میم اور لام دونوں  
مفتوح) پھسلن۔

قَدْ مَلَسَ الشَّيْبُ مِنْ يَدِي: چیز  
میرے ہاتھ سے پھسل گئی یا چھوٹ گئی۔

اس کا باب طَرَبَ ہے۔

المَلْصُ الشَّيْبُ: چیز چھوٹ گئی یا ضائع  
ہوئی۔

م ل ق - تَمَلَّقَهُ: اس نے اس سے چاپوسی  
کی۔ اظہار دوتی کیا۔

تَمَلَّقَ لَهُ تَمَلَّقًا وَتَمَلَّقًا: (تاء کسور)  
کا بھی یہی معنی ہے۔

المَلَّقُ: دوتی، مہربانی۔

قَدْ مَلِقَ: اس نے چاپوسی کی۔

رَجُلٌ مَلِقٌ: چاپوس شخص، صرف زبان  
سے اظہار دوتی کرنے والا۔

المَلِقُ مِنْهُ الشَّيْبُ: اس سے چیز  
نکل گئی یا چھوٹ گئی۔

المَلَقَةُ: صاف شفاف ہونا۔ ملائی وزنی  
اور چکنا پٹ۔

الإمْلَاقُ: فقر و ناداری۔ قول خداوندی  
میں یہی لفظ آیا ہے: مِنْ اِمْلَاقٍ: فقر و  
ناداری کے مارے۔

م ل ک - مَلَكَةٌ يَمْلِكُهَا: (لام کسور)  
مَلِكًا (میم کسور) اس نے اس پر قبضہ کیا،  
یادہ اس کا مالک بنا۔

هَذَا الشَّيْبُ يَمْلِكُ يَمِينِي: یہ  
چیز میرے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے۔  
مَلِكُ کے بدلے مَلِكٌ زیادہ فصیح  
ہے۔

مَلِكُ الْمَرْأَةِ: اس نے عورت سے  
شادی کر لی۔

المَمْلُوكُ: غلام۔

مَلَكَةُ الشَّيْبِ تَمْلِيْكًا: اس نے چیز  
اس کی ملکیت میں دے دی۔ کہا جاتا ہے:

مَلَكَهُ الْمَالُ وَالْمُلْكُ: اس نے  
مال اور مملکت اس کی ملکیت میں دے دیا۔  
الفرزدق شاعر نے ہشام بن عبد الملک  
کے ماموں کے بارے میں کہا کہ:

میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ القین زر خرید غلام ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا فِي مَلِكِهِ شَيْءٌ: (میم مفتوح) اس کے پاس کچھ نہیں۔

فَلَانٌ حَسَنُ الْمَلِكَةِ الِى مَمَالِكِهِ: وہ شخص اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ وَالْمَلِكَةِ: جنت میں بدخلق آدمی داخل نہیں ہوگا۔ مَلَاحُ الْاَمْرِ: (میم مفتوح وکسور) سرمایہ، سہارا۔ کہا جاتا ہے کہ: الْقَلْبُ مَلَاحُ الْجَسَدِ: دل جسم کا بجز و اعظم ہے۔

وَمَا تَمَالِكُ اَنْ قَالَ: وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

الْمَلِكُ: فرشتہ۔ یہ لفظ واحد اور جمع ہے لیکن اس کی جمع مَلَائِكَةٌ اور مَلَائِكٌ بھی کہی جاتی ہے۔

م ل ل - مَلُّ الشَّيْءِ: اور مَلٌّ مِنْ الشَّيْءِ: وہ چیز سے اکتا گیا۔ اس کا مضارع يَمَلُّ (میم مفتوح) ہے اور مصدر مَلَّ، مَلَّةٌ اور مَلَالَةٌ بھی ہے۔ اور معنی دل برداشتہ ہونا۔ اکتا جانا ہے۔ اسْتَمَلَّ: کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ مَلٌّ وَمَلُوْلٌ وَمَلُوْلَةٌ اور دُوْ مَلَّةٌ: دل برداشتہ یا ملول مرد۔

وَمَا مَفْلَةٌ فِي النَّاسِ اِلَّا مَمْلَكًا اَبُو اُمِّهِ حَتَّى اَبُوهُ يُقَارِبُهُ الْاِمْلَاكُ: تزویج، شادی کرنا۔

قَدْ اَمَلَكْنَا فَلَانًا فَلَانَةٌ: ہم نے فلاں عورت کی فلاں مرد سے شادی کر دی۔

جِئْنَا بِه مِنْ اِمْلَاكِهِ: ہم اُسے اس کی شادی سے لے آئے۔ الْمَلَكُوْتُ لَفْظُ الْمُلْكِ سے ماخوذ ہے جس طرح الرَّهْبَةُ سے الرَّهْبُوْتُ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَلَكُوْتُ الْعِرَاقِ: عراق کا اقتدار اور عزت۔ اس کا اسم فاعل مَلِيْكٌ، مَلِكٌ اور مَلِكٌ بمعنی بادشاہ ہے۔ اس کی مثال فَنَحَدٌ ہے۔ اور فَنَحْدٌ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ: الْمَلِكُ، مَلِكٌ کا مخفف ہے۔ اور الْمَلِيْكُ، الْمَالِكُ یا الْمَلِيْكُ کی مقصور صورت ہے۔ اس کی جمع الْمُلُوكُ اور الْاِمْلَاكُ ہے۔ اور اس کا اسم المُلْكُ ہے۔ اور اس کا اسم ظرف مکاں مملکتہ ہے۔

تَمَلَّكُهُ: اس نے جبراً اس پر قبضہ کر لیا۔ عَبْدٌ مَمْلَكَةٌ وَمَمْلَكِيَّةٌ: (لام مفتوح اور مضموم) ایسا غلام جو خود غلام ہو گیا ہو لیکن اس کے ماں باپ غلام نہ ہوں۔ اس کی ضد الْقَيْنُ ہے۔ جس کا معنی ایسا غلام ہے جو خود بھی غلام ہو اور اس کے ماں باپ بھی غلام ہوں۔ اس کا ذکر اشعث بن قیس کی حدیث

بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے۔ یعنی بے قرار اور بے چین ہے۔

يَتَمَلَّلُ: وہ درد کے مارے انگاروں پر لوٹ رہا ہے یعنی سخت بے چینی کی حالت میں ہے۔

المِلَّةُ: ملت، دین اور شریعت۔  
المُلْمُولُ: سُرْجُو، سرمہ سلائی جس سے آنکھوں میں سُرمہ ڈالا جاتا ہے۔

م ل ا: کہا جاتا ہے: مَلَكَ اللّٰهُ حَبِيْبَكَ تَمْلِيَةً: اللہ تمہیں تمہارا محبوب نصیب کرے اور بڑی دیر اس کے ساتھ رہنا نصیب کرے۔

تَمَلَّيْتُ عُمْرِي: میں نے اپنی عمر سے استفادہ کیا۔ یا عمر سے لطف اندوز ہوا۔

المَلِيّ: طویل مدت۔ یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَاهْبِجْرُنِي مَلِيًّا: اور تو مجھے عمر بھر کے لئے چھوڑ دو۔

المَلْوَانُ: رات اور دن۔ اس کا واحد مَلًا (الف مقصور) ہے۔

أَمَلَى لَهٗ فِي غَيْبِهِ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دے دی۔

أَمَلَى اللّٰهُ لَهٗ: اللہ نے اسے مہلت دی اور اس کی رسی دراز کی۔ أَمَلَى الْكِتَابَ

وَأَمَلَهُ: اس نے کتاب لکھوائی۔ اس نے اسے کتاب لکھوائی۔ یہ دونوں عمدہ لہجے

ہیں جو قرآن میں آئے ہیں۔

إِمْرَأَةٌ مَلْوَةٌ: دل برداشتہ اور طولی عورت۔

أَمَلَهُ وَأَمَلَّ عَلَيْهِ: اس نے اسے دل برداشتہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے: أَدَلَّ فَأَمَلَّ: پہلے ناز برداری کی اور پھر رنجیدہ کر دیا۔

أَمَلَّ عَلَيْهِ كَمَا مَعْنَى اس نے اسے اِلا کرایا یعنی لکھوایا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: أَمَلَّتْ عَلَيْهِ الْكِتَابَ: میں نے اسے کتاب لکھوائی۔

مَلَّ الْخُبْرَةَ: اس نے کھانا بھو بھل آگ میں ڈالا یا پکایا۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

إِمْتَلَّهَا: اس نے اسے بھو بھل آگ میں تیار کیا۔ بھو بھل آگ کھانا

المَلِيلِ اور المَمْلُولِ کہلاتا ہے۔ اسی طرح گوشت جو بھو بھل آگ میں پکایا گیا

ہو، المَلِيلِ اور المَمْلُولِ کہلاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: أَطْعَمْنَا خُبْرًا مَلَّةً:

اس نے ہمیں بھو بھل آگ میں پکی روٹی کھلائی۔ اور:

أَطْعَمْنَا خُبْرًا مَلِيًّا: اس نے ہمیں بھو بھل میں پکایا ہوا کھانا کھلایا۔ اس

کی بجائے أَطْعَمْنَا مَلَّةً نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ المَلَّةُ کا معنی گرم راکھ یا بھو بھل

ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ المَلَّةُ خود اس گڑھے کا نام ہے۔

هُوَ يَتَمَلَّمُ عَلَيَّ فِرَاشِهِ: وہ اپنے

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب کی قرآن کا حوالہ دینے سے مراد قرآن کریم کی یہ دو آیات ہیں:

(۱) وَ لِيُمَلِّلَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ اور  
(۲) فَهِيَ تُمَلِّى عَلَيْهِ.

اِسْتَمْلَاةَ الْكِتَابِ: اس نے اس کو کتاب لکھوانے کے لئے کہا۔

م ن- مَنْ: کون۔ اس کا نام جس کے ساتھ مخاطب ہونا مطلوب ہو۔ یہ اسم مبہم اور غیر متمکن ہے۔ لفظاً یہ کلمہ واحد ہے۔ لیکن جمع کے معنوں میں بھی سمی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً: قول خداوندی: وَمَنْ الشَّيَاطِينِ مَنْ يَغْوُضُونَ لَهُ.

اس کے چار مقامات استعمال ہیں:

(۱) استفہام: مثلاً: مَنْ عِنْدَكَ: تمہارے پاس کون ہے۔

(۲) خبر: مثلاً: زَأَيْتُ مَنْ عِنْدَكَ: میں نے اسے دیکھ لیا جو تمہارے پاس ہے۔

(۳) جزاء: مثلاً: مَنْ يُكْرِهِنِي أَكْرِهِنُهُ: جو میری عزت کرے گا میں اس کی عزت کروں گا۔

(۴) اسم نکرہ: مثلاً: مَرَزْتُ بِمَنْ مُحْسِنٍ: میں ایک محسن شخص کے پاس سے گزرا۔

مِنْ (میم مسور) سے، حرف جر یہ منزل کی ابتداء کیلئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: خَرَجْتُ مِنْ بَغْدَادَ إِلَى الْكُوفَةِ: میں بغداد سے

کوفہ کی طرف نکلا۔ بعض اوقات یہ مِنْ تبعیض کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً: هَذَا الدِّرْهَمُ مِنَ الدِّرَاهِمِ: یہ درہم منجملہ درہموں میں سے ہے۔ بعض اوقات یہ حرف بیان اور تفسیر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: لِلَّهِ ذَرٌّ مِنْ رَجُلٍ: یہاں مِنْ اسم مکنی ذرہ کی تفسیر اور ترجمہ و شرح کے طور پر آیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ: اس میں پہلا مِنْ ابتدائے سفر کیلئے ہے۔ دوسرا مِنْ تبعیض کیلئے اور تیسرا مِنْ تفسیر و بیان کیلئے ہے۔ کبھی یہ مِنْ تاکید لغو کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا جَاءَنِي مِنْ أَحَدٍ اور وَيَنْعَجُهُ مِنْ رَجُلٍ ان دونوں میں مِنْ کے ذریعے تاکید خبر کی گئی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَاجْتَنِبُوا السَّرَّحْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ: یعنی خباثت و نجاست سے بچو اور یہ نجاست بت ہیں۔ اسی طرح ثَوْبٌ مِنْ خَزٍّ ہے۔ خَفَشَ نِي اس قول خداوندی: وَقَوَى الْمَلَائِكَةَ حَافِيَيْنِ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ: اور دوسرا قول خداوندی: مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ: کے بارے میں کہا ہے کہ ان آیات میں مِنْ کا حرف تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی کی مثال زَأَيْتُ زَيْدًا نَفْسَهُ ہے۔ اور عرب لوگ کہتے ہیں: مَا رَأَيْتُهُ مِنْ سَنَةٍ: یہاں مِنْ سے مراد مُنْذُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

ہے کہ الْمَنْجُونُ وہ الْمَحَالَّةُ (کلژی) ہے جس پر کھڑے ہو کر کنویں سے پانی کھینچا جاتا ہے۔ اسے بطور مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَنَاجِينُ ہے۔ اس کا ایک لہجہ الْمَنْجِينُ ہے۔ میرا کہنا ہے کہ الْمَحَالَّةُ وہ بڑی چرخی ہے جس کے ذریعے اونٹ کنویں سے پانی کھینچتا ہے۔

منجنيق: دیکھئے بذیل مادہ 'ج ن ق'۔  
م ن ح- الْمَنْحُ: عطا، عطیہ، بخشش۔ اس کا باب قَطَعَ اور ضَرَبَ ہے۔ اور اس کا اسم الْمِنْحَةُ بمعنی عطیہ ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

م ن ذ- مُنْدُ: مبنی علی الضم اور اس کا ہم معنی لفظ مُدُّ مبنی علی السکون، یہ دونوں حروف جز ہیں جو مابعد کو جر دیتے ہیں اور فعی کا کام دیتے ہیں۔ انہیں اپنے موجودہ زمانے کے سواء اور کہیں داخل نہیں کیا جاتا مثلاً: رَأَيْتُهُ مُدِّ اللَّيْلَةِ: میں نے اسے رات سے نہیں دیکھا۔ بعض اوقات یہ حروف اسم ہوتے ہیں اور مابعد کو رفع دیتے ہیں۔ جب مابعد تاریخ یا وقت ہو مثلاً: مَا رَأَيْتُهُ مُدِّ يَوْمِ الْجُمُعَةِ: میں نے اسے جمعہ کے دن کے بعد سے نہیں دیکھا۔ یا وقت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً: مَا رَأَيْتُهُ مُدِّ

لَمَسَّجِدَ أَبَسَّ عَلَى التَّقْوَى مِنْ  
أَوَّلِ يَوْمٍ: میں بھی مِنْ سے مراد مُنْدُ ہے۔ زُہیر شاعر کا قول ہے:

لِمَنْ اللَّيْزُ بِقُنَّةِ الْحَجَرِ  
أَقْوَيْنَ مِنْ حَجَجٍ وَمِنْ ذَهْرٍ  
"قُنَّةُ الْحَجَرِ کے پاس یہ کس کے گھر  
ہیں جو برسوں اور زمانے سے رہنے  
والوں سے خالی پڑے ہیں۔"

بعض اوقات مِنْ، عَلَى کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: وَنَصَرْنَا مِنْ الْقَوْمِ: ہم نے اسے (آیات کو جھٹلانے والی) قوم پر نصرت بخشی۔ یہاں مِنْ، عَلَى کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لوگوں کا قول: وَمِنْ رَبِّي مَا فَعَلْتُ: خدا کی قسم میں نے نہیں کیا۔ یہاں مِنْ حرف جز باء کے بدلے استعمال ہوا کیونکہ حروف جز ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے معافی میں التباس پیدا نہ ہوتا ہو۔ بعض عرب مِنْ کے نون کو بعد میں آتروالے الف لام کے وقت التقاء ساکنین کے پیش نظر حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً: مِنَ الْكُذْبِ كَوْمَلْكَذِبٍ کہتے ہیں۔

م ن ج ن- الْمَنْجُونُ: رہٹ۔ جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے۔ اور زمین کو سینچا جاتا ہے۔ ابن السکیت کا قول

قَدْ مَنَعُ: وہ ناقابلِ تسخیر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرْفُ ہے۔

فَلَانَ فِي عِزَّةٍ وَمَنْعَةٍ: (میم اور نون دونوں مفتوح) وہ شخص عزت و اقتدار اور حفاظت میں ہے۔ بقول ابن السکیت مَنْعَةٌ میں نون کو ساکن بھی کراتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْمَنْعَةُ، مَانِعٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال کَافِرٌ اور كَفُورَةٌ ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عزت و آبرو میں ہے اور اپنے خاندان کے ان لوگوں میں ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

م ن ن - الْمُنَّةُ: (میم مضموم) قوت و طاقت۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ ضَعِيفٌ الْمُنَّةُ: یعنی وہ کمزور ہے یا اس میں طاقت و قوت نہیں ہے۔

الْمَنْ: کا ثنا۔ اس کا معنی کمی اور نقص بھی بتایا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ: ان کے لئے غیر منقطع اجر ہے۔

مَنْ عَلَيهِ: اس نے اس کو نعمت و انعام سے نوازا۔ دونوں کا باب رَدٌّ ہے۔

الْمَنَّانُ: اسماء باری تعالیٰ میں سے ایک اسم ہے۔

مَنْ عَلَيهِ: اس نے اس پر احسان جنایا۔

اس کا باب رَدٌّ ہے اور مَنَّةٌ بھی۔ کہا جاتا ہے کہ: الْمِنَّةُ تَهْدِمُ الصَّنَةَ: احسان

سَنَةَ: میں نے اسے ایک سال سے نہیں دیکھا یعنی ایک سال کے دوران۔ اس موقع پر ہاں صرف بطور نکرہ آتی ہے کیونکہ ہم یہاں سَنَةَ سے مراد فلاں سن نہیں لیتے (بلکہ سال کی مدت مراد لیتے ہیں) سیبویہ کا قول ہے کہ مُنَدُّ زَمَانٍ (وقت) کے تعین کے لئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح مِنْ مَكَانٍ یعنی جگہ کے تعین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حرف مُنَدُّ دو حرفوں کا مرکب ہے یعنی مِنْ اور اذ کو ایک حرف بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس قول کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

م ن ع - الْمَنْعُ: (روکنا) اس کی ضد الإِعْطَاءُ ہے یعنی بخشنا۔

قَدْ مَنَعَ: اس نے روکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اسم فاعل مَانِعٌ، مَنُوعٌ اور مَنَاعٌ ہے۔

مَنْعَةٌ عَنْ كَذَا فَاْمْتَنَعَ: اس نے اسے فلاں کام سے روکا تو وہ رُک گیا۔

مَانَعَةُ الشَّيْءِ: اس نے اسے چیز دینے میں بخل کیا۔ اس کا مصدر ممانعة ہے۔

اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے چیز دینے سے انکار کر دیا۔

مَكَانٌ مَنِيْعٌ: بہت مضبوط مکان، ناقابلِ تسخیر۔

جَمَانًا نَجِيًّا كَوْبَرًا وَكَرْدِيًّا هُوَ -  
 زَجَلٌ مَنُونَةٌ: احسان جتانے والا شخص۔  
 الْمَنُونُ: زمانہ۔ المنون کا معنی موت  
 بھی ہے کیونکہ وہ رسد و رزق کو منقطع کر دیتی  
 ہے اور تعداد کم دیتی ہے، یہ مؤنث ہے، یہ  
 واحد بھی ہے اور جمع بھی ہو سکتی ہے۔  
 الْمَنُّ: وزن ایک من جو دو رطل کے برابر  
 ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَمْنَانٌ ہے۔

المَنُّ: تَرْجُمَانٌ کی طرح کا پھل۔ حدیث  
 شریف میں ہے: الْكُمَاةُ مِنَ الْمَنِّ: کہ  
 کھمبی (سانپ کی چھتری) مَنِّ کی ایک قسم  
 ہے۔

میرا کہنا ہے کہ میری معلومات کے مطابق  
 حدیث شریف میں ہے: الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ  
 مَنَا مَكَّةَ: یعنی بیت العمور مکہ شریف کے  
 بالمقابل (عین اُوپر) ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الزجاج نے بقول الازہری  
 کہا کہ مَنِّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ  
 تعالیٰ بطور انعام دیتے ہیں جس کے حاصل  
 کرنے میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں  
 کرنا پڑتی۔ حدیث شریف سے یہی مراد  
 ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَنِّ سے مراد وہ  
 خوراک ہے جو بنی اسرائیل پر اترتی تھی۔  
 جو زم تھی جسے پکانے کی ضرورت نہ ہوتی  
 تھی۔ یہی صورت حال کھمبی (سانپ کی  
 چھتری) کی ہے۔ اسے نہ تو کاشت کرنے  
 کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ پانی سے سینچنے  
 کی۔

الْمَنِيَّةُ: موت۔ یہ لفظ مَنِيٌّ لُہ سے مشتق  
 ہے یعنی اس کی قسمت میں لکھا گیا، کیونکہ  
 موت مقدر ہے۔ اس کی جمع الْمَنَائِيَا ہے۔  
 الْمُنِيَّةُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع  
 الْمُنِيَّاتُ ہے۔ مَنِيٌّ (یاء مقصور) مکہ میں  
 مشہور جگہ کا نام۔ یہ کلمہ مذکر ہے اور منصرف  
 ہے۔ یونس کا قول ہے کہ أَمْتَنِي الْقَوْمُ:  
 قوم مَنِيٌّ میں آئی۔ اور بقول ابن الاعرابی  
 أَمْنِي الْقَوْمُ قوم مَنِيٌّ میں آئی۔  
 الْأَمْنِيَّةُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع  
 الْأَمْنِيَّاتُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی جمع اَمْسَانٌ اور  
 اَمْسَانِيٌّ (یاء مخفف اور مشدّد) کہی جاتی  
 ہے۔ انفش سے بھی یہی بات نقل کی گئی

م ن ا- الْمَنَا: (الف مقصور) قدیم پیمانہ۔  
 اس کا تثنیہ مَنَوَانٌ ہے اور جمع اَمْنَاءٌ یہ کلمہ

بستر بچایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
 تَمْهِيدُ الْعُذْرِ: عذر پیش کرنا اور اسے  
 قبول کرنا۔  
 تَمْهِيدُ الْأُمُورِ: معاملات کی دُرستی  
 کرنا۔

م ۵ ر- الْمَهْرُ: حق مہر۔ عورت کا حق مہر۔  
 اس کا باب قَطَعَ ہے۔  
 أَمْهَرَهَا: اس نے اس عورت کا مہر دے  
 دیا۔

المَهَارَةُ: مہارت، تجربہ۔ کسی کام کے  
 کرنے کی کامل صلاحیت۔ قَدْ مَهَّرْتُ  
 الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کی مہارت  
 حاصل کر لی۔ أَمْهَرُهُ (ہاء مفتوح)  
 مَهَارَةً (میم مفتوح) کا معنی بھی یہی  
 ہے کہ مجھے اس میں مہارت حاصل ہے۔  
 الْمَهْرُ: پھیرا، گھوڑی کا بچہ۔ اس کی جمع  
 أَمْهَارٌ، مَهَارٌ اور مَهَارَةٌ (دوئوں میم  
 کسور) ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مَهْرَةٌ  
 یعنی پھیری ہے۔ اس کی جمع مَهْرٌ بروزن  
 عَمْرٌ اور مَهْرَاتٌ ہے۔ اس میں ہاء  
 مفتوح ہے۔

فَرَسٌ مُمْهَرٌ: پھیرے والی گھوڑی۔  
 م ۵- ل: الْمُهَلُّ (میم اور ہاء دوئوں مفتوح) نرمی  
 اور آرام سے کام کرنا۔

ہے۔ جو بذیل مادہ (ف ت ح) درج  
 کتاب ہے۔  
 الْأُمْنِيَّةُ سے ماخوذ فعل تَمَنَّى الشَّيْءَ:  
 اس نے ایک چیز کی آرزو کی ہے۔ مَنَى  
 غَيْرَهُ تَمْنِيَةً: اس نے کسی اور کو آرزو یا  
 آس دلائی۔

تَمَنَّى الْكِتَابَ: اس نے کتاب کو پڑھا۔  
 قول خداوندی ہے: وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ  
 لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيٌّ: ان  
 میں سے کچھ لوگ ایسے امی ہیں جنہیں  
 انگلوں اور آرزوؤں کے سوا کتاب کا کچھ  
 علم نہیں ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ: هَذَا  
 شَيْءٌ رَوَيْتُهُ أَمْ شَيْءٌ تَمَنَيْتُهُ: یہ چیز  
 یا تو میں نے روایت کی ہے یا اس کی تمنا کی  
 ہے۔ اور:

فَلَانَ يَتَمَنَّى الْأَحَادِيثَ: فلاں شخص  
 جھوٹی باتیں گھڑتا ہے۔ یہ لفظ 'مین' سے  
 منقلب ہے اور المَين کا معنی جھوٹ ہے۔  
 مَنَاةٌ: ایک بت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ  
 کے درمیان بنو بذیل قبیلے کا تھا۔

م ۵ ج- الْمُهَجَّةُ: خون۔ کہا گیا ہے اس  
 کا معنی خاص طور پر دل کا خون ہے۔  
 خَرَجَتْ مَهَجَّتُهُ: اس کی روح نکل  
 گئی۔

م ۵ د- الْمَهْدُ: بچے کا گہوارہ، ہنگسوڑا۔  
 الْمَهَادُ: بستر۔ مَهْدُ الْفِرَاشِ: اس نے



يَمَهَّنُهُمْ: (حاء مفتوح) وہ ان کی خدمت کرتا ہے۔

مَهْنَةٌ: خدمت کرنا۔

اَمْتَهَنْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو حقیر جانا۔

رَجُلٌ مَهِينٌ: حقیر شخص۔

۵۵۴- المَهَاةُ: تروتازگی، طراوت۔  
عمران بن حطان کا شعر ہے:

وَلَيْسَ لِعَيْشِنَا هَذَا مَهَاةٌ  
وَلَيْسَتْ دَارُنَا الدُّنْيَا بَدَارٌ  
”ہماری اس زندگی میں کوئی تروتازگی اور طراوت نہیں۔ اور ہمارا یہ دنیاوی گھر، گھر کہلانے کے لائق نہیں ہے۔“

کسی اور کا شعر ہے:

كَفَى حَزْنًا أَنْ لَا مَهَاةَ لِعَيْشِنَا  
وَلَا عَمَلٌ يَرْضَى بِهِ اللَّهُ صَالِحٌ  
”ذکھی کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی حُسن اور تروتازگی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی عمل صالح ہے جس سے کہ اللہ راضی ہو۔“

المَهْمَةُ: دور کا جنگل۔ اس کی جمع المَهَامَةُ ہے۔

مَهٌ: جہنی برسکون۔ فعل امر کا اسم ہے اور معنی ہے ٹھہر جا۔ اگر اس کو متصل کر کے یعنی دُہرا کر کے کہنا ہو تو اس کے آخر کو تین دیتے ہیں، مثلاً: مَهٍ مَهٍ کہتے ہیں۔

اَمَهَّلَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔ مَهَّلَهُ تَمَهَّلًا کا بھی معنی یہی ہے۔ اس کا اسم المَهْلَةُ ہے۔

الاسْمِهَاةَال: مہلت طلب کرنا۔

تَمَهَّلَ فِي أَمْرِهِ: اس نے اپنے کام میں صبر و تحمل اور سوچ بچار سے کام لیا۔ لوگوں کا یہ قول ہے مَهَّلًا يَا رَجُلُ! اے شخص! ذرا دم لو، یا صبر کرو۔ ٹھہرو! شنیہ جمع اور مؤنث کے صیغوں کے لئے بھی یہ لفظ اسی طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے:

بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ: کہا گیا ہے کہ مہل کا معنی پگھلا ہوا تانبہ ہے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ مہل کا معنی تلچھٹ ہے۔ نیز اس کا معنی خون آلود پیپ اور خالص پیپ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اِدْفِنُونِي فِي ثُوبَيْنِ هَذَيْنِ فَاِنَّمَا هُمَا لِلْمُهْلِ وَالتُّرَابِ: مجھے ان دو کپڑوں میں کفن پہنا کر دفن کر دینا۔ کیونکہ یہ تو پیپ اور مٹی کے لئے ہیں۔

۵۵۵ ن- المَهْنَةُ: (میم مفتوح) خدمت۔

ابوزید اور الکسانی نے بیان کیا کہ المَهْنَةُ میں میم مکسور ہے لیکن اصمعی نے اس سے انکار کیا ہے۔

المَاهِنُ: خادم، خدمت گزار۔

قَدَمَهُنَ الْقَوْمُ: اس نے قوم کی خدمت کی ہے۔

جاتا ہے: اَمَاتَةُ اللّٰهٖ اور مَوْتُهُ مَعِيَ۔ اللہ سے مارے۔ یا اس پر اللہ کی مار پڑے۔  
الْمُتَمَوِّثُ: نفس کُش زاہد نما۔

م و ج- مَاجَ البَحْرُ: سمندر میں لہریں اٹھیں یا طوفان آیا۔ اس کا باب قَالُ ہے۔  
النَّاسُ يَمُوتُونَ: لوگوں کی بھیڑ ہو رہی ہے۔ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔

م و ر- مَارَ: موجزن ہونا۔ اس کا باب قَالُ ہے۔ لفظی معنی ہلا آیا اور گیا۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا: الضحاک نے اس کا معنی بتایا ہے۔ جس روز آسمان موجزن ہوگا۔ ابو عبیدہ اور خفص نے اس کا معنی تَغْفَا یعنی لڑکھڑانا بتایا ہے۔

م و ز- المَوْرُ: کیلا۔ اس کا واحد مَوْرَةٌ ہے۔

م و ہن- هُوَسْبِي: آدمی کا نام۔ الکسانی نے کہا کہ اس کا وزن فُعْلَى ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ یہ مُفْعَلٌ کے وزن پر ہے۔ اس کے باقی اشتقاقات بذیل مادہ و س ی میں بیان ہوں گے۔

م و ق- المَوْقِي: موزہ جو باریک موزے پر پہنا جاتا ہے۔ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔

م و ل- المَالُ: مال و دولت۔  
رَجُلٌ مَالٌ: بڑا دولت مند شخص۔

م ہ ا- المَهَا: (میم مفتوح) اس کا واحد مَهَاةٌ ہے۔ اس کا معنی جنگلی گائے ہے۔ اس کی جمع ہے مَهَوَاتٌ۔ المَهَاةُ: بُوْرکُو بھی کہتے ہیں۔

أَمْهَى: پان دیا ہوا ہوا۔

م و ت- المَمُوتُ: موت۔ اس کی ضد حیاة ہے بمعنی زندگی۔

مَاتَ يَمُوتُ وَيَمَاتُ: وہ مر گیا۔ اس کا اسم فاعل مَيِّتٌ مَشَدَّدٌ اور مخفف دونوں طرح ہے۔

قَوْمٌ مَوْتَى وَأَمْوَاتٌ، مَيِّتُونَ اور مَيِّتُونَ (مشدّد و مخفف) اور معنی مردہ قوم یا مردہ لوگ۔ مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں یکساں۔ قول خداوندی ہے: لِنُحْيِي بِهِ بَلَدَةً مَيِّتًا: تاکہ ہم اس (پارش) کے ذریعے مردہ آبادی کو زندہ کریں۔

المَيِّتَةُ: مُرْدَارٌ۔ جس جانور کو ذبح کر کے پاک نہ کیا گیا ہو۔ المَمُوتُ (میم مضموم) موت اور المَمُوتُ (میم مفتوح) بے زورج اور بے جان۔ المَمُوتُ کا معنی ایسی زمین بھی ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔ اور نہ کوئی اس سے استفادہ کرتا ہو۔ المَمُوتَانُ (میم اور واؤ دونوں مفتوح) الحَيَوَانُ کی ضد ضرب الثَّلْ ہے: اشْتَرَى المَمُوتَانِ وَلَا تَشْتَرِ الحَيَوَانَ: زمین اور گھر خریدنا لیکن غلام اور جانور نہ خریدنا۔ کہا

م ی ح - المِیْحُ: کنویں میں اترنا اور  
کنویں سے پانی بھر لانا۔ یہ جب جب کنویں  
میں پانی کم ہو اس کا باب بَاع ہے۔  
اسم فاعل: مایح ہے۔ اس کی جمع  
مَاحِحَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نَزَلْنَا  
بِسِتَّةِ مَاحِحَةٍ: ہم چھ بار کنویں میں  
اترے۔  
مَاحِحَةٌ: اس نے اسے عطا کیا۔ اس کا باب  
بَاع بھی ہے۔  
اسْتَمَاحِحَةٌ: اس نے اس سے عطیہ یا  
بخشش طلب کی۔  
الامْتِیْحُ، المِیْحُ کا ہم معنی ہے۔  
م ی د - مَاذَ الشَّيْءِ: چیز کو حرکت ہوئی۔  
اس کا باب بَاع ہے۔  
مَاذَبِ الْأَغْصَانِ: ٹہنیاں ٹھکیں۔  
مَاذَ الرَّجُلِ: آدمی اڑایا۔  
الْمَيْدَانُ: میدان۔ اس کی جمع مَيَادِينُ  
ہے۔ مَاذَةُ المِيرَةِ سے مشتق فعل مَازِ کا  
ایک لہجہ ہے۔ اسی سے لفظ المَائِدَةُ ماخوذ  
ہے۔ اس کا معنی دسترخوان ہے جس پر کھانا  
پڑتا ہو۔ اگر کھانا پڑے بغیر ہی بچھا ہو تو اسے  
الْمَائِدَةُ نہیں بلکہ صرف خُصَان  
کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ فاعل بمعنی  
مفعول ہے اور اس کی مثال عِشَّة  
رَاضِيَّةٌ بمعنی مَرْضِيَّةٌ ہے۔  
مَيْدَةٌ: بید کا ایک لہجہ ہے جس کا معنی غیر

تَمَوَّلَ الرَّجُلُ: آدمی دولت مند ہو گیا۔  
مَوَلَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے مال دیا۔  
اس کا مصدر تَمَوَّلًا ہے۔  
م و م - المُوْمُ: موم۔ معرب لفظ ہے۔ مِم  
حرف جمع ہے۔  
م و ن - مَانَةٌ: اس نے اس کی کفالت کی  
ذمہ داری اٹھائی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔  
م و ہ - المَاءُ: پانی۔ اس کے آخر میں ہمزہ  
حاء کا بدل ہے جو لام کلمہ کی جگہ ہے۔ اصل  
میں یہ لفظ مَوَّةٌ تھا۔ جس میں سارے  
حروف متحرک ہیں۔ کیونکہ اس کی جمع  
أَمْوَاةٌ ہے اور یہ جمع قلت ہے۔ اس کی جمع  
کثرت مِيَاةٌ ہے۔ اس کی مثال جَمَلٌ کی  
جمع قلت أَجْمَالٌ اور جمع کثرت جَمَالٌ  
ہے۔ اس میں سے حاء نکل گئی کیونکہ اس کا  
اسم تصغیر مَوِيَّةٌ ہے۔  
مَوَّةٌ الشَّيْءِ تَمَوِيَّتُهَا: اس نے چیز پر  
سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا۔ اور اس  
کے نیچے تانبہ یا لوہا ہوتا ہے۔ اسی سے لفظ  
التَّمَوِيَّةُ ماخوذ ہے جس کا معنی تَلْبِيسُ  
یعنی شیطنت ہے۔ المَاءُ کی طرف منسوب  
کو مائی کہتے ہیں۔ چاہے تو مَوِيٌّ کہہ سکتے  
ہو۔  
مَيْتَدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ت د'۔  
مَيْسَرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ث ر'۔  
مِيَجْرٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ج ر'۔

اس کا باب بَاعَ ہے اور مَيْسَانًا بھی ہے۔  
اس میں یاء مفتوح ہے۔ اس کا اسم فاعل  
مَيْسٌ ہے۔ تَمَيْسٌ کا بھی یہی معنی ہے۔  
الْمَيْسُ: ایک درخت ہے جس سے  
کجاوے وغیرہ بناتے ہیں۔

مَيْسَمٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س م'۔

م ی ط - مَاطَطَةٌ: اس کا باب بَاعَ ہے۔  
أَمَاطَةٌ: اس نے اسے ہٹا دیا۔ اسی سے  
إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ ماخوذ ہے  
یعنی راستے میں سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔

م ی ع - مَاعَ السَّمْنُ: گھی زمین پر  
بہہ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ تَمَيْعٌ کا  
معنی بھی یہی ہے۔

م ی ل - مَالُ الشَّيْئِ: چیز ایک طرف  
تھک گئی۔ اسی کا باب بَاعَ اور مَيْلَانًا بھی  
ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے نیز اس کا باب  
مَمَالًا اور مَمَيْلًا ہے۔ اس کی مثال  
مَعَابٌ اور مَعَيْبٌ ہے جو اسم اور مصدر  
ہیں۔ مَالٌ عَنِ الْحَقِّ: وہ حق سے  
پھر گیا۔

مَالٌ عَلَيْهِ فِي الظُّلْمِ: اس نے اس  
پر ظلم کیا۔

أَمَالُ الشَّيْئِ فَمَالٌ: اس نے چیز  
کو جھکایا تو وہ تھک گئی۔ تَمَايَلٌ فِي  
مِشِيَتِهِ: اس نے اپنی چال میں ناز و ادا  
کا اظہار کیا۔

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَا أَمْصَحُ  
الْعَرَبِ بَيْدَ أَنِّي مِنْ قُرَيْشٍ  
وَلِنَشَاثٍ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرِ: کہا  
گیا ہے کہ اس حدیث میں لفظ مَيْدٌ کا معنی  
بھی مِنْ أَجْلِ ہے۔ اس لحاظ سے حدیث  
کا مطلب ہوگا کہ میں عرب کا فصیح ترین  
شخص ہوں کیونکہ میں قریش میں سے  
ہوں۔ میری پرورش بنو سعد بن بکر قبیلے میں  
ہوئی ہے۔

م ی ر - الْمَيْرَةُ: اناج، جسے انسان کھاتے  
ہیں۔

قَدْ مَارَ أَهْلُهُ: اس نے گھر والوں کو  
خوراک فراہم کی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔  
اسی سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ مَا عِنْدَهُ  
خَيْرٌ وَلَا مَيْرٌ: اس کے پاس نہ دولت  
ہے اور نہ اناج۔ الْأَمْتِيَارُ کا معنی بھی وہی  
ہے جو میر کا ہے۔

م ی ز - مَارَ الشَّيْئِ: اس نے چیز کو الگ  
کیا۔ یا علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اس کا باب بَاعَ  
ہے۔ اسی طرح مَيْرَةٌ تَمِيئًا فَانْمَارٌ  
أَمْتَارٌ، تَمِيئٌ، اسْتَمَارٌ تمام کا معنی وہی  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: أَمْتَارُ الْقَوْمِ:  
اور لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔  
فُلَانٌ يَكَاذُ يَتَمِيئُ مِنَ الْغَيْظِ: فلاں  
شخص غصے کے مارے کانپ رہا ہے۔

م ی س - مَاسٌ: وہ اترایا، اکر کر چلا۔

مُيُونٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: أَكْثَرُ  
الظُّنُونِ مُيُونٌ: اکثر بدگمانیاں غلط اور  
جھوٹی ہوتی ہیں۔

قَدْ مَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے جھوٹ بولا۔  
اس کا باب بَاعَ ہے اور اسم فاعل مَانِنٌ اور  
مَيُونٌ ہے۔

مِينَاءُ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ن ی'۔  
م ی ا - مَيْئَةٌ: ایک عورت کا نام۔ اسے  
مَسِيٌّ بھی کہتے ہیں۔

اسْتَمَالُهُ وَاسْتَمَالَ بِقَلْبِهِ: وہ اس  
پر مہربان ہوا۔

المَيْلُ: میل کا فاصلہ بقول ابن السکیت  
یہ فاصلہ وہ ہے جہاں تک نظر کام کرے۔

مَيْلُ الكُحْلِ: سرمہ سلائی۔ جس کے  
ذریعے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہیں۔

مَيْلُ الجِرَاحَةِ: زخم ناسچے کا آلہ۔

مَيْلُ الطَّرِيقِ: سفر کا میل۔ ایک فرسخ  
تین میل کا ہوتا ہے۔

م ی ن - المَيْنُ: جھوٹ۔ اس کی جمع

## بَابُ النُّونِ

ن اش - التناؤش: (مہوز) ایک دوسرے سے پیچھے رہنا اور دُور رہنا۔  
 ن ای - نآہ: اور نأى عنه، ینأى (ہمزہ مفتوح) نأیا بروزن فلس وہ دور ہوا۔  
 آناہ فانتأى: اس نے اسے دور کر دیا تو وہ دور ہو گیا۔  
 تناءوا: وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔  
 المتناى: دور افتادہ جگہ۔  
 نائبة: دیکھے بذیل مادہ 'ن و ب'۔  
 نائرة: دیکھے بذیل مادہ 'ن و ر'۔  
 ناقة: دیکھے بذیل مادہ 'ن و ق'۔  
 ن ب ا - النبأ: خبر، اطلاع۔ کہا جاتا ہے: نبأ نبأً اور أنبأ یعنی اس نے اطلاع دی۔ اسی سے ماخوذ النبى ہے کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دی ہوتی ہے۔ یہ فعیل کے وزن پر فاعل کے معنوں میں ہے۔ اس میں ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ اس کی مثال الذريرة البرية اور الخابية ہے۔ البتہ ال مکہ ان چار کو ہمزہ کے ساتھ کہتے ہیں۔  
 میرا کہتا ہے کہ النبى کے بارے میں پوری معلومات بذیل مادہ 'ن ب ا' معقل کے باب میں دی گئی ہیں۔

ن ب ت - نبت الشبی: چیز اگ آئی۔ اس کا باب نصر ہے اور نباتا بھی ہے۔  
 نبت الارض: زمین میں نباتات اگ آئیں۔ انبتت کا معنی بھی یہی ہے۔  
 نبت البقل: سبزی اگ آئی۔  
 انبتہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے اسے اُگایا۔ اس سے اسم مفعول منبوت خلاف قیاس ہے۔  
 المنبت: (باہ مکسور) نباتات کے اُگنے کی جگہ۔  
 ن ب ج - منبج: بروزن مجلس: ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ سے منسوب صفت نسبتی منبجانی ہے۔ اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ح - نبیح الکلب: کتا بھونکا۔ اس کا باب صرَب اور قَطع ہے اور تَبیحَا بھی ہے۔ نیز یبأحا بھی۔ نون مضموم بھی ہے اور مکسوب بھی۔ شاید لوگوں نے نبیح الطیبی بھی کہا ہو یعنی ہرن کی آواز کو بھی نبیح کہا ہو۔

ن ب ذ - نبذہ: اس نے اسے پھینک دیا۔ اس کا باب صرَب ہے۔ نبذہ کا یہی معنی ہے۔ البتہ تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔

ن ب ز - النَّبْزُ: (نون اور باء دونوں  
مفتوح) لقب۔ اس کی جمع اُنْبَازُ ہے۔

نَبْزَةٌ: اس نے اسے لقب سے پکارا۔  
اس کا باب ضَرْبُ ہے۔

تَنَابَزُوا بِاللُّقَابِ: انہوں نے ایک  
دوسرے کو لقب سے پکارا۔

ن ب ش - نَبَشُ الْبَقْلِ وَالْمَيْتِ: اس  
نے سبزی یا مردے یا دینے کو کھود نکالا۔ اسی

سے لفظ النَّبَاشُ مشتق ہے یعنی مردے  
نکال کھانے والا۔ اس کا باب نَصْرَہ ہے۔

ن ب ض - نَبَضَ الْعِرْقُ: رگ میں  
حرکت ہوئی یا رگ پھڑکی۔ نبض میں حرکت

ہوئی۔ اس کا باب ضَرْبُ اور نَبْضَانَا ہے  
اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ط - نَبَطُ الْمَاءِ: پانی نکلا۔ اس کا  
باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

الإستنباط: استخراج، نکالنا۔

النَّبِطُ (نون اور باء دونوں مفتوح) اور

النَّبِيطُ: ایک قوم یا لوگ جو عراقین کی

وادیوں میں اقامت گزین ہیں۔ اس کی

جمع اُنْبَاطُ ہے۔ اس قوم سے منسوب شخص

کو رَجُلٌ نَبِطِيٌّ، نَبَاطِيٌّ اور نَبَاطِيٌّ کہتے

ہیں۔ اس کی مثال يَمَنِيٌّ، يَمَانِيٌّ اور

يَمَانِيٌّ ہے۔ یعقوب نے بتایا کہ نَبَاطِيٌّ

بھی ہے۔ اس میں نون مضموم ہے۔

ن ب ع - نَبَعَ الْمَاءُ: پانی نکلا یا زمین

جَلَسَ نُبْدَةً وَنَبْدَةً: (نون مضموم  
اور مفتوح) اور معنی وہ ایک طرف ہو بیٹھا۔

اِنْتَبَدَ: وہ کنارے جا بیٹھا۔  
ذَهَبَ مَاءُهُ وَبَقِيَ نَبْدٌ مِنْهُ: (نون

مفتوح) اس کا مال ضائع ہو گیا اور اس میں  
سے تھوڑا سا باقی بچ رہا۔

بَارِضٌ كَذَا نَبْدٌ مِنْ مَاءٍ وَمِنْ كَلْبٍ:  
فلاں جگہ تھوڑا سا پانی ہے اور تھوڑا سا گھاس

یعنی چارہ۔  
فِي رَأْسِهِ نَبْدٌ مِنْ شَيْبٍ: اس کے سر

میں بڑھاپے کے کچھ آثار ہیں۔  
أَصَابَ الْأَرْضَ نَبْدٌ مِنْ مَطَرٍ: زمین

پر تھوڑی سی بارش ہوئی۔  
النَّبِيدُ: نبید۔ اسکی جمع الانبِدة ہے۔

نَبْدٌ نَبِيدًا: اس نے نبید تیار کی۔ اس کا  
باب ضَرْبُ ہے۔ عام لوگ اس کی جگہ

انبِدة کہتے ہیں۔  
ن ب ر - نَبَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو

اُبھارا۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔ اسی سے  
لفظ الْمَنْبَرُ ماخوذ و مشتق ہے۔

اِنْبَارُ الطَّعَامِ: کھانے کے ڈھیر۔ اس  
کا واحد نَبْرٌ ہے۔ اس کی مثال سِدْرٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: الأنبار کا معنی اناج یعنی  
کھانے کی اقسام مثلاً: گیہوں، کھجور اور جو

وغیرہ ہیں جس کا ذکر بذیل مادہ ف دی  
ہو چکا ہے۔

النَّبَالُ: (باء مشدّد) تیروں والا۔  
النَّابِلُ: تیر بنانے والا۔

النَّبِيلُ (نون مضموم) اور النَّبَالَةُ فضیلت و شرف۔

قَدْ نَبِلَ: وہ صاحب فضیلت بن گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل نَبِيْلٌ ہے۔

النَّبِيلُ: استنجاہ کا پتھر، کلوخ۔ حدیث شریف میں ہے: اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ وَأَعِدُّوا النَّبِيلَ: قابل لعنت و ملامت باتوں سے بچو اور استنجاہ کے لئے چھوٹے پتھر تیار رکھو۔ محدثین النَّبِيلُ میں نون کو مفتوح قرار دیتے ہیں۔

نَبَلَةٌ: اس نے اسے تیر مارا۔

نَابَلَهُ فَنَبَلَهُ: اس نے اس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کیا تو اسے تیر مارا یعنی تیر اندازی میں اس سے بہتر ثابت ہوا اور مقابلے میں زیادہ ماہر نکلا۔ ان تمام کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ب ہ - نَبَةُ الرَّجُلِ: آدمی نمایاں ہوا اور

مشہور ہو گیا۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَبِيَّةٌ اور نَابَةٌ ہے بمعنی ہوشیار و ہوشمند۔ اس کی ضد الخَامِلُ یعنی سُت اور کال ہے۔

نَبَهُهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے خبردار کیا۔

سے پھوٹ نکلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

نَبِعَ يَنْبِعُ (باء مسور) تَبَعَانَا: (باء مفتوح)

بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ الا زہری نے اس کا نقل نقل کیا ہے اور دوسروں نے مصدر۔

النَّبُوعُ: پانی کا چشمہ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا: تا آنکہ ہمارے لئے زمین سے چشمے پھوٹ نکلیں۔ اس کی جمع المَنَابِعُ ہے۔

النَّبْعُ: ایک مخصوص لکڑی ہے جس سے کمانیں بنائی جاتی ہیں۔ اور اس کی ٹہنیوں سے تیر بنائے جاتے ہیں۔ اس کا واحد نَبْعَةٌ ہے۔

يَنْبُعُ: ایک شہر کا نام بھی ہے۔

ن ب غ - نَبِغَ الشَّيْءُ: چیز ظاہر ہوئی۔

اس کا باب نَصَرَ، قَطَعَ، حَضَرَ اور دخل ہے۔

ن ب ق - النَّبِقُ: یہ لفظ النَّبِقُ (باء مسور)

کی مخفف (یعنی باء ساکن) صورت ہے۔ اس کا معنی بیری کا بوجھ یا بار ہے۔ اس کا واحد نَبِقَةٌ ہے اس کی مثال كَلِمَةٌ اور

كَلِمَةٌ ہے۔ اور نَبِقَاتٌ بھی ہے جس کی مثال كَلِمَاتٌ ہے۔

ن ب ل - النَّبْلُ: عربی تیر۔ یہ مؤنث ہے

اور لفظ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کی جمع نِبَالٌ اور انْبَالٌ بنائی گئی ہے۔



منزل راس نہ آئی۔ اسی طرح فَوَاشِئَةٌ کا  
معنی ہے۔ سب کا باب مذکورہ بالا یعنی  
سَمَا ہے۔

النَّبُوَّةُ اور النَّبَاؤَةُ: زمین سے بلند جگہ۔  
اگر لفظ النَّبِیُّ کو اس کلمہ سے ماخوذ سمجھا  
جائے تو نبی کا معنی ہوگا ساری مخلوق سے  
زیادہ شرف والا انسان۔ لہذا اس کی اصل  
غیر مہوز ہے اور یہ کلمہ فعیل کے وزن پر بمعنی  
مفعول ہے۔

ن ت ا - نَسَأَ: بلند ہوا۔ اس کا اسم فاعل  
نَسَائِیٌّ ہے۔ اس کا باب خضع اور قطع  
ہے۔

ن ت ج - نَتَجَبَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے  
بچہ جنا۔ اس سے فعل مجہول تَنْجُجُ نَسَاجًا  
ہے۔

ن ت ج - نَتَجَّهَهَا أَهْلُهَا: اسے اس کے لوگوں نے  
پیدا کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَنْتَجَبَتِ الْفَرَسُ وَالنَّاقَةُ: گھوڑی اور  
اونٹنی کے بچہ جننے کا وقت قریب آ گیا۔ یہ  
بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حمل ظاہر ہونا  
ہے۔ ایسی گھوڑی اور اونٹنی کو نتوج کہتے  
ہیں مُتَّجِحٌ نہیں کہتے۔

ن ت ر - النَّتْرُ: زبردستی کھینچنا۔ اس کا  
باب نَصَرَ ہے۔

ن ت ش - نَتَشَّشَ الشَّيْءُ بِالْمِنْتَاشِ:  
اس نے موچنے سے چیز کو نکال لیا۔ اس کا

اس کا مصدر تَبَيَّنَهَا ہے۔ یعنی کسی نے  
اسے سستی اور کاہلی سے اٹھایا۔

التُّبَّةُ مِنَ نَوْمِهِ: وہ اپنی نیند سے بیدار  
ہوا۔

أَنْبَهَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے  
(نیند سے) جگایا۔

نَبَّهَهُ أَيضًا عَلَى الشَّيْءِ: اس نے  
اسے کسی چیز پر متنبہ یا باخبر کیا۔

فَتَبَّهَهُ: تو وہ متنبہ ہو گیا یا باخبر ہو گیا۔

ن ب ا - نَبَا الشَّيْءُ عَنْهُ: چیز اس سے  
دور ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

أَنْبَأَهُ: اس نے اسے اپنے آپ سے دُور کر  
دیا۔ مثل ہے کہ: الصِّدْقُ يُنْبِئُ عَنْكَ

لَا الْوَعِيدُ: سچ بولنا جنگوں میں تم سے  
تمہاری مصیبت کو بغیر کسی ڈراوے یا دھمکی

کے دُور کرتا ہے۔ ابو عُبَیْدٍ کا قول ہے کہ یہ  
لفظ الباعث مہوز ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اصل

میں یہ لفظ الإنباء سے مشتق ہے اور اس  
میں ہمزہ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ فعل تمہیں

تمہاری حقیقت حال سے باخبر کرتا ہے نہ  
کہ قول۔

ن ب ا - نَبَا السَّيْفُ: تلوار نے کام نہیں کیا یعنی  
اس سے کاری ضرب نہیں لگی۔

ن ب ا - نَبَا بَصْرِي عَنِ الشَّيْءِ: چیز سے میری  
نظر چوک گئی۔

ن ب ا - نَبَا بَفْلَانٍ مَنْزِلُهُ: فلاں شخص کو اس کی

غلیظ اور گندہ ہے۔

ن ت ا - النَوَاتِي: ملاح لوگ۔ اس کا واحد نُوْتِي ہے۔

ن ت ث - نَتَّ الحَدِيثُ: اس نے بات افشاء کر دی۔ اس کا باب رَدُّ ہے۔

ن ت ز - الزُّقُ: مشک سے پانی ٹپکا یا رسا۔ اس کا مضارع يَنْتُ (نون کمور) اور

مصدر يَنْتِي ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

وَأَنْتِ تَبِيْتُ نَيْثُ الحَمِيَّتِ: تم تو گھی کی مشک کی طرح بچ رہے ہو۔ (یہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ان کے پاس ایک شخص سوال کرنے آیا اور اس

نے کہا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ وہ شخص بظاہر اچھا خاصا تندرست و توانا تھا۔ اسے دیکھ کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ الفاظ فرمائے۔) [مترجم]

ن ت ر - نَصْرَه: اس نے اسے بکھیر دیا، پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصْرَه ہے۔ فَاَنْتَشَرَ

پس وہ بکھر گیا۔ اس کا اسم الْإِنْتِشَارُ (نون کمور) ہے۔ الْإِنْتِشَارُ (نون مضموم) بکھری

ہوئی چیز۔ ذُرٌّ مُنْشَرَةٌ: بکھرے ہوئے موتی۔

حَدَثَاتُ الظُّهْرِ كَثْرَتٌ كَيْلِيَّةٌ: اور الْإِنْتِشَارُ اس کا معنی ناک جھاڑنا ہے۔ حدیث

شریف میں ہے: إِذَا اسْتَنْشَقْتَ

بَابُ ضَرْبٍ هُوَ - کہا جاتا ہے: مَا تَشْتَبِهُ مِنْ فُلَانٍ شَيْئًا: فلاں شخص سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

ن ت ف - تَفَّ الشَّعْرَ: اس نے بال اکھاڑا یا نوچا۔ اس کا باب ضَرْبٍ ہے۔

تَنَافَتْ فَانْتَفَتْ: تو وہ اکھڑ گیا، یا نچ گیا۔

نَتَّفَ الشَّعُورَ: اس نے بال خوب نوچے۔ تشدد و ظہار کثرت کے لئے ہے۔

الْمِنْتَفِ: موچنا۔ بال نوچنے کا آلہ۔ النُّتَافَةُ: (نون مضموم) بال نوچنے سے جو

بال اکھڑ کر نیچے گر پڑیں۔ النُّتْفَةُ: ہاتھوں یا انگلیوں سے اکھیڑی ہوئی

گھاس وغیرہ۔ اس کی جمع النُّتْفُ ہے۔ ن ت ق - النُّتْقُ: ہلانا، توڑنا۔

قَدْ نَتَّقَهُ: اس نے اسے ہلایا یا اوپر اٹھایا۔ اس کا باب نَصْرَه ہے۔ قول خداوندی ہے:

وَإِذْ نَتَّقْنَا الْجَبَلَ: جب ہم نے پہاڑ کو اوپر اٹھایا، یا بلند کیا۔

ن ت ن - النُّنُّ: بدبو، غلاظت و گندگی۔ قَدْ لَتَنَّ الشَّيْئُ: چیز بدبودار ہو گئی۔ اس

کا باب ظَرْفٌ اور سَهْلٌ ہے۔ اور نَتَّنَا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل مُنْتِنٌ اور مُنْتِنٌ

(میم کمور) باتباع تاہم کمور)۔ قَوْمٌ مَنَاتِيْنٌ: گندے اور غلیظ لوگ۔

لوگ کہتے ہیں کہ: مَا اَنْعَنَهُ: وہ کس قدر

أَنْجَحَ الْحَاجَةَ: اس نے ضرورت پوری کی۔

نَجَحَتِ الْحَاجَةُ: ضرورت پوری ہو گئی۔

نَجَحَ امْرُؤٌ: اس کا کام آسان ہو گیا۔  
اس کا اسم فاعل نَجَّحَ ہے۔ اس کا فعل  
نَجَّحَ يَنْجِجُ (جیم مفتوح) نَجَّحَا  
(نون مضموم) اور نَجَّحَ (نون مفتوح)  
ہے۔

ن ج د - النَّجْدُ: زمین سے اُبھری ہوئی  
جگہ۔ اس کی جمع نَجَادٌ (نون مکسور)  
نُجُودٌ اور اُنْجَدٌ ہے۔  
النَّجْدُ: بلند راستہ۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی میں یہ لفظ یوں  
ہے: وَهَذَا بِنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے  
دور راستے دکھائے۔ ایک خیر کا اور دوسرا شر  
کا۔

التَّنْجِيدُ: تَرْتِمِينَ وَاَرَأَيْتُمْ كَرْنَا، سَجَانَا۔  
النَّجَادُ: بروزن النَّجَّارُ: بستری، تکیے  
مرمت کرنے والا اور سینے والا۔

نَجْدٌ: عرب کا ایک علاقہ، یہ الغَوْرُ کے  
اُلْتِ ہے۔ الغور یعنی نشیبی علاقہ تہامہ  
ہے۔ تہامہ سے سرزمین کی طرف ساری  
مرتفع علاقہ کو نَجْدٌ کہا جاتا ہے۔ یہ مذکر  
ہے۔

اَنْجَدٌ: وہ نجد کے علاقے میں داخل ہوا۔

فَسَانُّرٌ: جب تاک میں پانی ڈالو تو تاک

جھاڑو۔ حدیث شریف میں ہے: رُذُو

نَجَاةُ السَّائِلِ بِاللُّقْمَةِ: بھیک مانگنے

والے کی نظر ایک لقمہ دے کر رفع کرو۔

(یعنی تمہارے کھانے پر اس کے نظر لگنے کا

اثر اس سے زائل ہوگا)، (مترجم)۔ اس کا

وزن ضَرْبَةٌ ہے۔

ن ج ب - رَجُلٌ نَجِيْبٌ: کریم نفس

اور فیاض انسان۔ اس کا باب ظرف

ہے۔

النُّجْبَةُ: بروزن الھَمْزَةُ: نجیب و کریم۔

اَنْتَجَبَةٌ: اس نے اسے چن لیا اور انتخاب

کر لیا۔

النَّجِيْبُ مِنَ الْاَيْلِ: اچھی نسل کا

اونٹ۔ اس کی جمع نَجَبٌ (نون اور جیم

دونوں مضموم) اور نَجَابٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ لازہری کا کہنا ہے کہ یہ اعلیٰ

نسل کے اونٹ یا اونٹیاں وہ ہوتی ہیں جو

مقابلے کی دوڑ میں استعمال کی جاتی ہیں۔

ن ج ح - النَّجْحُ: بروزن النَّصْحُ اور

النَّجَّاحُ: کامیابی، حصول مطلب میں

کامیاب ہونا۔

اَنْجَحَ الرَّجُلُ: آدمی کامیاب ہوا۔ اس

سے اسم فاعل مُنَجِّحٌ ہے۔

وَمَا أَفْلَحَ وَلَا اَنْجَحَ: اس نے نہ فلاح

پائی اور نہ کامیاب ہوا۔

اور مضموم) تیری ضرورت پوری ہونے والی ہے۔

استَنْجَزَ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ وَتَنْجِزُهَا: آدمی نے اپنی ضرورت پوری کرالی۔

النَّاجِزُ: حاضر، موجود۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَبْيَعُوا حَاضِرًا بِنَاجِزٍ: حاضر کا ناجز کے بدلے لین دین نہ کرو۔ میرا کہنا ہے کہ صرف یعنی نقدی کے کاروبار کے بارے میں جو مشہور حدیث ہے اس میں نہی عن بیع الصرّف الآ ناجزاً بناجز کے الفاظ ہیں۔ یعنی حاضر کے بدلے حاضر کا لین دین کرنے کے سواء نقدی کے کاروبار کی ممانعت آئی ہے۔ رہا اصل کتاب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بظاہر کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

ن ج س - نَجَسَ الشَّيْءُ: چیز ناپاک ہو گئی۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَجَسٌ (جیم مکسور و مفتوح) ہے۔

قول خداوندی ہے: إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ: بلاشبہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ اَلنَّجَسَةُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ناپاک کیا۔ نَجَسَهُ كَمَا بَعِيَ يَهِي مَعْنَى ہے۔

ن ج ش - النُّجُشُ: خرید میں قیمت بڑھا

استَنْجَذَهُ فَالْتَجَذَ: اس نے اس سے مدد طلب کی تو اس نے اس کی مدد کی۔

النَّبْجَادُ: تلوار کی حمال۔

ن ج ذ - النَّاجِذُ: آخری داڑھ۔ ہر انسان کی چار ناچد داڑھیں ہوتی ہیں جو دانتوں کے پچھلی طرف آخر میں ہوتی ہیں۔ انہیں عقل داڑھ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ داڑھیں انسان کے بالغ ہونے اور عقل پختہ ہونے کے بعد آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے: كَرِهَ ضِحْكُ مَتَّى بَدَثَ نَوَاجِذُهُ: وہ تہقیر مار کر ہنسا، تا آنکہ اس کی عقل داڑھیں دکھائی دیے لگیں۔ ایسی ہنسی تعجب کے موقع پر آتی ہے۔

ن ج ر - نَجَرَ الخَشْبَةَ: اس نے لکڑی کو چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو نَجَّار کہتے ہیں۔

نَجْوَانُ: یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ن ج ز - نَجَزَ الشَّيْءُ: چیز گزر گئی، ختم ہو گئی۔ اس کا باب طَرَبٌ ہے۔

نَجَزَ حَاجَتَهُ: اس نے اپنی ضرورت پوری کر لی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَجَزَ الوَعْدَةَ: اس نے وعدہ پورا کیا۔

أَنْجَزَ حُرًّا مَّا وَعَدَ: ایک آزاد مرد نے جو وعدہ کیا پورا کیا۔ لوگ کہتے ہیں: أَنْتَ عَلَيَّ نَجَزٍ حَاجَتِكَ: (تو نے) نون مفتوح

وَالرُّجُلُ أَنْجُلٌ: آدمی خوبصورت اور  
موٹی آنکھوں والا ہے۔

وَالْعَيْنُ نَجْلَاءٌ: آنکھ موٹی اور  
خوبصورت ہے۔ اس کی جمع نَجْلٌ ہے۔

الْإِنْجِيلُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر  
نازل شدہ کتاب۔ مذکر اور مؤنث دونوں  
یکساں۔ جس نے اسے مؤنث کہا اس نے  
صحیفہ مان کر مؤنث کہا اور جس نے اسے  
مذکر کہا تو اس نے اسے کتاب کے مفہوم  
میں مذکر کہا۔

ن ج م - نَجَمَ الشَّيْبُ: چیز ظاہر ہوگئی  
اور نمایاں ہوگئی یا طلوع ہوگئی۔ اس کا باب  
دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَمَ السِّنُّ  
وَالْقَرْنُ وَالتَّبْتُ: دامت لگ آیا،  
سینگ نکل آیا اور پودا اُگ آیا۔

وَالنَّجْمُ: مقررہ وقت۔ اسی سے لفظ  
الْمُنَجَّمُ ماخوذ ہے۔ (جس کا معنی وقت  
کا حال بتانے والا ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ:  
نَجَمَ الْمَالُ تَنْجِيمًا: اس نے رقم  
قسطوں میں ادا کی۔

النَّجْمُ: پودے کی تیل جو خود اپنے تنے  
پر کھڑی نہ ہو سکے۔ قول خداوندی ہے:  
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ: تیل  
بوٹے اور درخت دونوں سجدہ ریز ہیں۔

النَّجْمُ: ستارہ۔  
النَّجْمُ الثَّرِيَا: ثریا ستارہ۔ یہ اسم علم ہے

کر بولی دینا تاکہ دوسرا آدمی خرید نہ سکے۔  
جس چیز کی بولی بڑھانے والے کو ضرورت  
نہ بھی ہو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے: لَا تَنَاجَشُوا: ایک  
دوسرے کی بولی پر قیمت بڑھا کر بولی نہ  
دو۔

النَّبَاحِيُّ: حبشہ کا بادشاہ۔

ن ج ع - نَجَعَ فِيهِ النِّخَابُ وَالْوَعْظُ  
وَالسِّدْوَاءُ: خطاب، وعظ یا دوا اس کے  
اندر اثر گئی اور اثر انداز ہوگئی۔ اس کا باب  
خَضَعَ ہے۔

النَّبْجَةُ بَرْدٌ الرُّفْعَةُ: گھاس کی جگہ پر  
گھاس تلاش کرنا۔ ان معنوں میں کہہ سکتے  
ہیں کہ: انْتَجَعَ: اسے چراگاہ مل گئی یا  
گھاس اور چارہ مل گیا۔

انْتَجَعَ فَخَلَّانَا: وہ اپنے مطلوب کی تلاش  
میں آیا۔

الْمُنْتَجِعُ: چراگاہ۔  
التَّجِيعُ: سیاہی مائل خون۔ اصمعی کا قول  
ہے اس کا معنی خاص طور پر پیٹ کا خون  
ہے۔

ن ج ل - النَّجْلُ: نسل۔

الْمِنْجَلُ: درانتی، جس سے گھاس فیصل  
کاتے ہیں۔

النَّجْلُ: (نون اور جیم دونوں مفتوح)  
آنکھ کا بڑا ہونا۔

ہے بَرُوْحَکْ نہیں آیا۔ (اس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو محفوظ کریں گے، اور فرعون کی لاش ابھی تک محفوظ ہے)۔

اسْتَنْجَى: اس نے تیزی کی یا جلدی جلدی تیزی سے چلا۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْوِيَّةِ فَاسْتَنْجُوا: جب تم کسی قحط زدہ علاقے میں سفر کرو تو تیزی سے گزرو۔

النَّجْوُ: پیٹ سے جو نجاست خارج ہوتی ہے۔

اسْتَنْجَى: اس نے نجاست والی جگہ کو پونچھایا دھویا۔

النَّجْوُ: اونچی جگہ، ٹیلہ۔

النَّجْوُ: دو آدمیوں کے درمیان راز کی بات۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجْوَتُهُ نَجْوًا:

میں نے اس سے راز کی بات کہی۔ یہی معنی نَاجِيَتُهُ کا ہے۔ اَنْتَجَى الْقَسْمُ

وَتَنَاجَا: لوگوں نے آپس میں سرگوشی کی یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کیں۔

اَنْتَجَاهُ بِمُنَاجَاةٍ: اس نے اپنی راز کی باتوں کے لئے اسے خاص کیا۔ اس کا اسم

النَّجْوَى بمعنی سرگوشی اور راز کی بات کہتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاِذْ هُمْ

نَجْوَى: جب وہ سراپا سرگوشی تھے۔ قرآن نے یہاں منافقین کو النجوی قرار دیا۔

جس طرح زید اور عمرو اسماء علم ہیں۔ لوگ جب طَلِيْعٌ النَّجْمِ کہتے ہیں۔ یعنی ستارہ طلوع ہوا تو اس سے مراد ثیالیے ہیں۔ اگر اس سے الف لام الگ کر دیا جائے تو پھر یہ عام ستارہ ہوگا۔

ن ج ا- نَجَا مِسْنٌ كَيْدًا: اس نے فلاں سے نجات پائی۔

يَنْجُو نَجَاءً (الف ممدود) اور نَجَاةً: (الف مقصور) الصَّدَقُ مُنْجَاةٌ: سچ میں

نجات ہے۔

اَنْجَى غَيْرُهُ: اس نے کسی اور کو نجات دلائی، یا بچایا۔ نَجَاةً: اس نے اسے بچایا۔

یہ لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ: صاحب کتاب

نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ آج ہم تمہیں نجات نہیں دیں گے بلکہ ہلاک کریں

گے۔ یعنی اس آیت میں لَا نَفْعَلُكَ الْفَاظُ كُوْبَارَتِ مِثْلِهِ بَيَّنَّاهُ۔

میرا کہنا ہے کہ یہ نہایت اونگھی بات ہے۔ میں نے صاحب کتاب رحمہ اللہ کے سواء

علم تفسیر و لغت کے بڑے بڑے ائمہ میں سے کسی سے اس آیت کا یہ مطلب و معنی

نہیں سنا۔ بعض نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے: نُنَجِّيكَ: ہم تمہیں بلند

زمین یا ٹیلے پر اٹھائیں گے اور تمہیں ظاہر کریں گے کیونکہ آیت میں بِبَدَنِكَ آیا

کے اندر آواز اٹکتا۔ ٹھکا۔

ن ح ر - النَّحْرُ وَالْمَنْحَرُ: بروزن

الْمَذْهَبُ: گلا، سینے پر پٹا ڈالنے کی جگہ  
الْمَنْحَرُ کا معنی قربانی کے جانور کے گلا

کاٹنے کی جگہ بھی ہے۔

النَّحْرُ: جانور کی گردن وغیرہ اور سینے کے  
درمیان دگدگی میں ہوتا ہے اور ذبح طلق  
میں ہوتا ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

النَّحْرِيُّ: بروزن الْمَسْكِينُ: فقہ عالم۔

النَّحْرُ الرَّجُلُ: آدمی نے خودکشی  
کی۔

النَّحْرُ الْقَوْمُ عَلَى شَيْءٍ: لوگ کسی

چیز پر پل پڑے۔ تَنَاحَرُوا فِي الْقِتَالِ:  
انہوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو قتل

کیا۔

ن ح س - النَّحْسُ: منخوس، بدشگون۔

اس کی ضد سعد بمعنی سعادت و نیک شگون  
ہے۔ اس قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا

ہے: فِي يَوْمِ نَحْسٍ: (منخوس دن میں)  
یہاں نَحْسٌ بطور صفت استعمال ہوا ہے۔

البتہ اس کا بطور مضاف الیہ استعمال زیادہ  
اور بہتر ہے۔

قَدْ نَحَسَ الشَّيْءُ: چیز منخوس ہوگئی۔

اس کا باب فہم ہے۔ اس کا اسم فاعل

نَحَسٌ: (حما کسور) ہے۔ اسی سے

ماخوذ آيَاتٌ مِّنْ نَّحْسَاتٍ ہے۔

حالانکہ النجوى سے مراد ان کا سرگوشی کا

ن فعل ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول

ہے: قَوْمٌ رَضَا فِي رَضَا مِنْ رَضَا مِنْ رَضَا  
راضی ہونے کا فعل ہے۔

النَّجِيُّ: بروزن فَعِيلٌ: جس کے ساتھ راز

کی بات کی جائے، یعنی راز دار۔ اس کی جمع

الْأَنْجِيَّةُ ہے۔ انخس کا قول ہے کہ

النَّجِيُّ سے مراد جماعت ہے جس طرح

الصدیق سے مراد استبازوں کی جماعت

ہے۔ قول خداوندی ہے: خَلَصُوا نَجِيًّا:

وہ الگ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ القراء کا

کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ: النَّجِيُّ اور

النَّجْوَى اسم اور مصدر ہوں۔

ن ح ب - النَّحْبُ: مدت اور وقت۔ اسی

سے یہ مجاورہ بنا ہے: قَضَى فُلَانٌ

نَحْبَهُ: فلاں شخص نے اپنا وقت گزار دیا۔

یعنی وہ مر گیا۔

النَّحِيثُ: بلند آواز سے رونا۔ نَحَبٌ،

يَنْحَبُ (حما کسور) نَحِيًّا وَالْإِنْحَابُ

کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ح ت - نَحْتَهُ: اس نے اسے تراشا۔

اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ بھی ہے جس

کو الازہری نے نقل کیا ہے۔

النَّحَاةُ: تراشا۔

ن ح ح - التَّنْحُنْحُنُ: اور التَّنْحَنْحَنَةُ:

دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی سینے

خوشی سے حق مہر دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: النَّحْلَةُ تسمیہ ہے اور وہ یہ کہ آدمی یہ کہے کہ: نَحَلْتُهَا كَذَا و كَذَا: میں نے اسے فلاں فلاں چیز دے دی اور پھر چیز کی تعین و تحدید حق مہر کی کرے۔ النَّحْلَةُ کا معنی دعویٰ بھی ہے۔

النُّحُولُ: کمزوری و لاغری۔ قَدْ نَحَلَّ جِسْمُهُ: اس کا جسم لاغر ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ نَحَلَّ (حاء کمسور) نُحُولًا: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن حاء مفتوح زیادہ فصیح ہے۔

نَحَلَهُ الْقَوْلُ: اس کا باب قَطَعَ ہے اور معنی: اس نے مزید کہا یعنی جو بات اس نے پہلے کہی تھی اس پر اس بات کا اضافہ کیا اور اس پر اپنا دعویٰ کیا۔ اَنْتَحَلَ فُلَانٌ شِعْرًا غَيْرِهِ: فلاں شخص نے کسی اور کا شعر اپنی طرف منسوب کیا اور اس کا دعویٰ کیا۔ تَنَحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ فُلَانٌ يَنْحَلُّ مَذْهَبًا وَقَبِيلَةً كَذَا: فلاں شخص اپنے آپ کو فلاں مذہب اور فلاں قبیلے سے منسوب کرتا ہے۔

ن ح ن - نَحْنُ: ضمیر متکلم۔ یہ اَنَا بمعنی 'میں' کی جمع ہے۔ اس کا آخری حرف نون متحرک مضموم ہے۔ اور اس کا سبب التقاء ساکنین ہے۔ کیونکہ ضمہ واو کی جنس سے ہے جو جمع کی علامت ہے اور نحن جمع کے

النُّحَاسُ: تانبہ، مشہور دھات۔ النُّحَاسُ: اس دھوئیں کو بھی کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔

ن ح ص - النُّحْصُ: بروزن القفل: پہاڑ کا نشیب۔ حدیث شریف میں ہے: يَا أَيَّتُهَا عُودِرْتُ مَعَ اصْحَابِ نُحْصِ الْجَبَلِ: کاش میں پہاڑ کے نشیب میں چھوڑ دیا جاتا یعنی احد میں شہید ہونے والوں کے ساتھ۔

ن ح ف - النُّخَافَةُ: کمزوری، لاغری یا ڈبلا پن۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل نَحِيفٌ ہے۔

ن ح ل - النَّحْلُ وَالنَّحْلَةُ: شہد کی مکھی۔ مذکر و مؤنث دونوں یکساں۔ يَعْسُوبُ: شہد کی مکھیوں کی رانی۔ ملکہ مکھی۔ النَّحْلُ (نون مضموم) مصدر۔ نَحَلَهُ يَنْحَلُهُ (حاء مفتوح)۔

نُحَلًا: عطا کرنا۔ اس نے عطا کیا۔ النُّحْلَى بروزن الجبلی: عطیہ۔

نَحَلُ الْمَرْأَةِ مَهْرَ هَاءٍ، يَنْحَلُهَا نِحْلَةً: (نون کمسور) اس نے عورت کو اس کا حق مہر اپنی خوشی سے بغیر عورت کے مطالبے کے ادا کر دیا۔ اس کا معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے بغیر کوئی عوض لئے اس کا حق مہر ادا کر دیا۔ اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: أَعْطَاهَا مَهْرَهَا نِحْلَةً: اس نے



دُرست ہے۔ کیونکہ یہ لفظ النَّخ سے مشتق ہے جس کا معنی تیز ہانکنا یا چلانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ فِی النَّخِیَةِ صَدَقَةٌ: کام کرنے والے بیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ یہ لفظ مضموم النون ہے اور اس کا معنی کام کرنے والے یا کام میں لائے جانے والے تیل ہیں۔

ن خ ر - نَجْوَرُ الشَّيْئِ: چیز بوسیدہ ہوگی۔ اس کا اسم فاعل نَجْوَرُ ہے۔ اور اس کا باب ضَرْبُ ہے۔ کہا جاتا ہے: عِظَامٌ نَجْوَرَةٌ: بوسیدہ ہڈیاں۔

الْمَنْجُورُ: بروزن الْمَجْلِسِ: نتھنا۔ خاء کی کسرہ کے اتباع میں میم بھی مکسور ہے۔ اس کی مثال مَنَسَبٌ ہے۔ یہ دونوں مثالیں نادر اور شاذ ہیں۔ کیونکہ مَفْعَلٌ کا وزن مَنَسَبٌ اوزان میں سے نہیں ہے۔

النَّخِيرُ: خراٹا۔ اس کا فعل نَخِرُ يَنْخِرُ (خاء مکسور) نَخِيرًا ہے۔ يَنْخِرُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

النَّخِيرُ مِنَ الْعِظَامِ: ہڈیوں میں داخل ہو کر نکلنے والی ہوا کی آواز۔

ن خ ہ - نَخِيمَةٌ بِالْعُيُودِ: اس کا باب نَصْرٌ اور قَطْعٌ ہے۔ اس نے اسے کڑی سے یا کچوکا ٹھوک دیا۔ اسی سے ماخوذ لفظ النَّخَّاسُ ہے۔ غلاموں اور بکریوں کی

لئے کناہیہ ہے۔

ن ح ا - النَّحْوُ: چلنا، راستہ۔ کہا جاتا ہے: نَحَا نَحْوَهُ: وہ اس طرف چلا۔ اور نَحَا بَصْرَهُ إِلَيْهِ: اس نے اس کی طرف اپنی نظر پھیری۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

انطى بَصْرَهُ عَنْهُ: اس نے اس کی طرف سے اپنی نظر پھیری۔ نَحَاهُ عَنْ مَوْضِعِهِ فَتَنَحَّى: اس نے اسے اپنی جگہ سے ہٹا دیا تو وہ ہٹ گیا۔

النَّحْوُ: عربی کلام کو اعراب دینا۔ النَّحْسِيُّ: گھمی وغیرہ رکھنے کے لئے مٹک۔ اس کی جمع النَّحَاءُ ہے۔

النَّاحِيَةُ: طرف، جانب، سمت۔ اس کی جمع النواحي ہے۔

ن خ ب - الإلتحَابُ: منتخب کرنا، چننا۔

النَّخْبَةُ: بروزن النَّجْبَةِ: منتخب اور چیدہ لوگ۔ اس کی جمع نَخَبٌ ہے۔ اس کی مثال رُطْبَةٌ اور رُطْبٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: كَرَجَاءَ نَبِيِّ نَخْبٍ أَصْحَابِهِ: وہ چیدہ چیدہ منتخب دوستوں کے ساتھ آیا۔

ن خ خ - النَّخَةُ: (نون مفتوح) پتلا، باریک۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کام کرنے والا تیل ہے۔ ثَلْبٌ کا قول ہے کہ یہ معنی

ہے۔ یہ اسم ان اسماء سے ہے جو مَفْعَلُ  
کے وزن پر بنتے ہیں۔ المُنْخَلُ (حاء  
مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

اَنْتَخَلَ الشَّمْسِيُّ: چیز چھن گئی۔ یعنی اس  
میں سے بہترین حصہ نکال لیا گیا۔

تَنْخَلُهُ: اس نے اسے اپنے لئے چُن لیا۔

ن خ م - النُّخَامَةُ: (نون مضموم) کھانسی  
کے ذریعے سینے سے باہر آنے والا بلغم۔  
تَنْخُمُ: اس نے بلغم تھوکی۔

ن خ ا - النُّخْوَةُ: غرور، گھمنڈ اور عظمت۔  
کہا جاتا ہے: اَنْتَخَى فُلَانٌ عَلَيْنَا: اس  
نے ہم پر فخر اور بڑائی جتائی۔

ن د ب - نَدَبَ المَيِّتِ: اس نے میت  
پر ماتم کیا اور اس کی اچھائیوں اور اس کے  
مخائن گئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس  
کا اسم النَّدْبَةُ ہے۔

نَدَبَهُ لِأَمْرٍ فَاَنْتَدَبَ لَهُ: اس نے اسے  
کسی کام کے لئے بلایا تو اس نے بات مان  
لی۔

رَجُلٌ نَدَبَ بَرِّوْنَ صَرَبٍ: یعنی کم  
ضرورتوں یا ملکی ضرورتوں والا شخص۔

ن د ح - نَدَحَ لَهُ عَنْ هَذَا الأَمْرِ: اس  
نے اپنے لئے اس معاملے سے بچنے کی  
گنجائش پالی۔

مَنْدُوْحٌ اور مُنْتَدَحٌ: گنجائش،  
وسعت، فراخی۔ کہا جاتا ہے کہ: اِنَّ فِیْ

تجارت کرنے والا۔ یا بہت زیادہ کچوکے  
مارنے والا۔

ن خ ع - النُّخَاعَةُ: (نون مضموم)  
کھانتے وقت سینے سے نکلنے والی بلغم۔  
تَنْخَعُ فُلَانٌ: فلاں شخص نے کھانس کر  
بلغم تھوک دیا۔ النُّخَاعُ (نون مضموم مکسور و  
مفتوح) حرام مغز جو ریزھ کی ہڈی میں ہوتا  
ہے۔ کہا جاتا ہے ذَبْحَةٌ فَنَخَعَهُ: اس نے  
اسے ذبح کیا اور چھری حرام مغز تک پہنچ  
گئی۔

ن خ ل - النُّخْلُ: اور النُّخَيْلُ دونوں ہم  
معنی ہیں یعنی کھجور کے درخت۔ اس کا واحد  
النُّخْلَةُ ہے۔ بقول شاعر:

رَأَيْتُ بِهَا قَضِيْبًا فَوْقَ دَغْصِ

عَلَيْهِ النُّخْلُ اَبْنَعُ وَالْكُرُوْمُ

”میں نے ایک رتیلے ٹیلے پر ایک ٹہنی

دیکھی جہاں ایک کھجور کا درخت ہے جس

کے پھل کپے ہیں اور انگوڑی بیلے ہیں۔“

النُّخْلُ کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ  
اس سے مراد زیورات ہیں اور الکروم  
سے مراد ہار ہیں۔

نَخَلَ الدَّقِيْقُ: اس نے آٹا چھان لیا۔  
اس کا باب نَصَرَ ہے۔

النُّخَالَةُ: چھان۔ آٹا چھاننے کے بعد جو  
بھوسا باقی بچ رہتا ہے۔

المُنْخَلُ: چھلنی جس سے آٹا چھانا جاتا

لِكُنِّي لَا يَكُونُ السُّنْدَرِيُّ نَدِيدَتِي

”تا کہ سندری شاعر میرے برابر اور میرا ہسر نہ بنے۔“

میرا کہنا ہے کہ سندری شاعر ہے۔

ن د ر - نَدَرُ الشَّيْبِيُّ: چیز نایاب ہوگی۔

اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ النُّوَادِرُ مشتق ہے۔

أَنْذَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے نایاب

کر دیا، یا نادر بنا دیا، یا اسے گرا دیا۔ لوگ

کہتے ہیں کہ: لَقِيْتُهُ فِي النُّذْرَةِ

وَالنُّذْرَةُ (نون ساکن اور مفتوح) میں

اس سے کبھی کبھار ہی ملا ہوں۔ الأَنْذُرُ

بروزن الأَحْمَرُ: کھلیاں۔ یہ معنی اہل شام

کی زبان میں ہے۔ اس کی جمع الأَنْذُرُ

ہے۔

نَدَفَ القَطْنُ: اس نے روئی دھنی۔ اس

کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْمِنْذَفُ: دھنک، کمان۔ جس سے روئی

دُھنتے ہیں۔

نَدَفَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے برف

گری۔

النَّدِيفُ: دُھنی ہوئی روئی یا اُون۔

ن د ل - الْمِنْدِيلُ: رُومال۔

تَمَنَّدَلُ بِالْمِنْدِيلِ وَتَمَنَّدَلُ: اس نے

رومال سے منہ پونچھا۔ الكَسَائِيْ نَمَنَّدَلُ

کی صحت سے انکار کیا ہے۔

المَعَارِضُ لَمَنْدُوحَةٌ عَنِ

الْكُذِبِ: بے شک تعریض کے ذریعے

جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ اس لفظ

کے بدلے مَمْدُوحَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

حضرت ام سلمیٰؓ کی حدیث میں ہے: قَدْ

جَمَعَ الْقُرْآنُ ذَيْلَكَ فَلَا

تَنْدِحِيهِ: قرآن نے تمہارے دامن

کو سمیٹ دیا ہے۔ اسے مت پھیلائیں یا

کشادہ کریں۔ (حضرت ام سلمیٰؓ نے

حضرت عائشہؓ سے اس وقت یہ کلمات کہے

تھے جب وہ جنگ کے لئے بصرہ کی طرف

جانے کی تیاری کر رہی تھیں)۔ روایت

میں فَلَا تَبْدَحِيهِ کے الفاظ بھی آئے ہیں

جس میں نون کے بدلے باء ہے اور معنی

ہے: اُسے مت کھولئے۔ یہ بَدَحَ سے

مشتق ہے۔ جس کا معنی کوئی کام کرنا ہے۔

ن د د - نَدَّ البَعِيرُ يَنْدُ: (نون مکسور) نَدًّا

(نون مفتوح) وَنَدًّا إِذَا (نون مکسور) اور

نَدُّوْذَا (نون مضموم) اونٹ بدکا اور بدک

کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بعض نے قرآن کریم

میں: يَسُوْمُ التَّنَادِيَةَ (وال مشدود) پڑھا

ہے۔

نَدُّ: خوشبو یا عطر۔ یہ کلمہ غیر عربی ہے۔

النَّدُّ (نون مکسور) ہسر، برابر، نظیر۔ یہی

معنی النَّدِيدُ اور النَّدِيدَةُ کا ہے۔ بقول

لبید:

طریق کاریہ تھا کہ خاوند بیوی سے کہتا کہ:  
اِذْهَبِيْ فَلَا اَنْدَهٗ سَرْبِكِ لَعْنِيْ تُوْجَلِيْ  
جا۔ میں تیرے اونٹوں کو نہیں لوٹاؤں گا۔ وہ  
جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ن د ا۔ النِّدَاءُ: آواز، بعض اوقات اسے  
مضموم بھی کیا جاتا ہے مثلاً: نَادَاهُ مُنَادَاةً  
وِنِدَاءً بِهِ: اُسے اس نے چیخ کر پکارا۔  
تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔  
تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو مجلس  
میں بٹھایا۔

النَّدِيُّ بروزن فَعَيْلٌ: قوم کی بیٹھک،  
چوپال۔ یہی معنی النَّدْوَةُ، النَّادِي  
اور المنتعدي کے ہیں۔ اگر لوگ منتشر  
ہو کر الگ الگ بیٹھیں گے تو اسے النَّدِي  
بمعنی بیٹھک نہیں کہیں گے۔ اسی سے مراد  
النَّدْوَةُ کا لفظ ماخوذ ہے۔ جو فِصْصِي نے  
مکہ میں تعمیر کیا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس میں  
جمع ہوتے تھے اور باہم مشورے کرتے  
تھے۔ قول خداوندی ہے: فَلْيَسِدْ عِ نَادِيَهُ:  
وہ اپنے خاندان اور جماعت والوں کو بٹھا  
لے۔ اس سے مراد صرف اہل ناد یہ ہوتے  
تھے۔ یہ ناد ی ہی ان کا مکان اور بیٹھک و  
مجلس ہوا کرتی تھی۔ لہذا اللہ نے انہیں اس  
نام سے پکارا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ:  
تَقْوُصُ الْمَجْلِسِ: مجلس منتشر ہوگئی یا  
منہدم ہوگئی اس سے مراد یہ ہوگی کہ اس کے  
اہل و عیال منتشرہ تر بتر ہو گئے۔ نَدَا مِ نْ

الْمَنْدَلِيُّ: ہندوستان کی ایک جگہ مندل  
سے منسوبِ عطر۔

ن د م۔ نَدِمَ عَلٰی مَا فَعَلَ: اسے اپنے  
کئے پر ندامت ہوئی۔ اس کا باب طرب  
اور سَلِمَ ہے۔ تَنَدَّمَ كَمَا بَعِيْ يَبِيْ مَعْنٰی هُوَ۔  
اَنْدَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے نادم کر دیا۔  
فَنَدِمَ: تو اسے ندامت ہوئی۔ یا وہ پشیمان  
ہو گیا۔

رَجُلٌ نَدَمَانٌ: پشیمان یا نادم آدمی۔ کہا جاتا  
ہے کہ: الیَمِيْنُ حِنْتُ اَوْ مَنَدَمَةٌ: حلف یا  
قسم یا تو گناہ ہے یا ندامت۔ بقول لبید شاعر:  
وَلَمْ يَبْقِ هَذَا الْكُفْرُ فِي الْعَيْشِ مَنَدَمًا  
”اس زمانے نے زندگی میں کوئی جائے  
ندامت پشیمانی باقی نہ چھوڑی۔“

نَادَمَهُ عَلٰی الشَّرَابِ: اسے اُس نے  
شراب نوشی میں اپنا ندیم و ہم پیالہ بنا لیا، تو  
وہ اس کا ندیم بن گیا۔ اس کا اسم فاعل  
نَدِيْمٌ اور نَدَمَانٌ ہے۔

النَّدِيْمُ كِي جَمْعِ نَدَامٍ هُوَ۔ اور النَّدَمَانُ كِي  
جَمْعِ نَدَامِي هُوَ اور الْمَرَاةُ نَدَمَانَةٌ:  
عورت نادم ہے۔

النِّسْوَةُ نَدَامِي: عورتیں پشیمان ہیں۔  
کہا گیا ہے کہ: الْمُنَادِمَةُ، الْمَدَامِيَّةُ  
کی مقلوب شکل ہے کیونکہ وہ اپنے ندیم کا  
ہم نشین ہو کر شراب پیتا ہے۔ اس نے  
اونٹوں کو اکٹھا کر کے ہانکا۔ اس کا باب  
قَطَعَ ہے۔ دور جاہلیت میں طلاق دینے کا

کہنا چاہئے۔ کہا گیا ہے کہ النّدى کا معنی صبح کے وقت کی نمی اور السدى رات کے وقت کی نمی ہے۔ ندى الشیء: چیز بھیک گئی۔ بھیک ہوئی چیز کو ندى کہتے ہیں۔ اس کا باب صدی ہے اور نذوة بھی ہے جس کو الازہری نے نقل کیا ہے۔

أنداء غیرہ: اسے کسی اور نے بھگو دیا یا پانی میں تر کیا۔ نداء تندیۃ کا معنی بھی یہی ہے۔

ذ ر - الإنداز: وارننگ دینا، تنبیہ، دھمکانا۔ اس کا اسم النذُر (نون اور ذال دونوں مضموم) یہی لفظ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ فَكَيْفَ عَذَابِي وَنَذْرِي: پھر میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی ہوگی۔

النذیر، المنذِر، الإنداز: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ النذُر: قربانی، اس کی جمع النذور ہے۔

قَدْ نَذَرَ لِلَّهِ كَذْبًا: اس نے اللہ کے لئے فلاں نذر مان لی۔ اس کا باب نصر اور ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَذَرَ عَلِيٌّ نَفْسَهُ نَذْرًا نَذَرَ مَالَهُ نَذْرًا: اس نے اپنی جان کی نذر مان لی اور اپنا بطور نذر پیش کیا۔

تَنَادَرَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو ڈرایا۔ نَذَرَ الْقَوْمُ بِالْعَدُوِّ: قوم کو دشمن کا پتہ چل گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

الجود: اس نے سخاوت کی۔ کہا جاتا ہے: سَنَّ لِلنَّاسِ النَّدَى: اس نے لوگوں کے لئے سخاوت کی رسم ڈالی تو لوگوں نے سخاوتیں کیں۔

فُلَانٌ نَدِيُّ الْكَفِّ: وہ نجی اور فیاض ہے۔ النّدا: آواز کی پہنچ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ أَنْدَى صَوْتًا مِنْ فُلَانٍ: کہ فلاں شخص کی آواز زیادہ دور تک جاتی ہے بمقابلہ دوسرے شخص کے یعنی فلاں شخص دوسرے شخص کے مقابلے میں زیادہ بلند آواز ہے۔ النّدى: سخاوت۔

رَجُلٌ نَدِيٌّ: نجی آدمی۔ فُلَانٌ أَنْدَى مِنْ فُلَانٍ: فلاں آدمی فلاں آدمی سے زیادہ نجی ہے۔

هُوَ يَنْدَى عَلَيَّ أَصْحَابِي: وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کرتا ہے۔ اس کے بدلے ہُوَ يَنْدِي عَلَيَّ اصحابہ نہیں کہنا چاہئے۔

النّدى: بارش اور شبنم۔ اس کی جمع انداء ہے۔ اس کی جمع اندیۃ بھی بتائی گئی ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ کیونکہ یہ جمع ممدود ہے جس کی مثال انکسیۃ ہے۔

نَدَى الْأَرْضِ: زمین کی نمی۔ أَرْضٌ نَدِيَّةٌ بَرُوزِنَ فَعِلَةٌ: (عین کسور) تر زمین۔ اس لفظ کو نَدِيَّةٌ (یا مَشَدَّةٌ) نہیں

رَجُلٌ أَنْزَعٌ، نَزَعٌ: (نون وزای مفتوح) سے مشتق۔ وہ شخص جس کے ماتھے کے دونوں طرف کے بال گر گئے ہوں۔ گرے ہوئے بالوں والی جگہ کو النَّزَعَةُ (زای مفتوح) کہتے ہیں۔ دونوں طرف کی جگہوں کو النَّزَعَتَانِ کہتے ہیں۔  
نَازَعَهُ مُنَازَعَةً: اس نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔

بَيْنَهُمْ نَزَاعَةٌ: ان کے درمیان اپنے اپنے حق پر جھگڑا ہے۔ نَزَاعَةٌ میں نون مفتوح ہے۔

التَّنَازُعُ تَخَاصُمٌ: دو فریقوں کے درمیان جھگڑا۔

نَازَعَتِ النَّفْسُ إِلَى كَذَا: نفس یاد دل میں فلاں کا شوق پیدا ہوا۔

انْتَزَعَ الشَّيْءُ فَأَنْتَزَعَ: اس نے اسے اکھاڑا تو وہ اکھڑ گیا۔

ن ز غ - نَزَعُ الشَّيْطَانِ بَيْنَهُمْ: شیطان نے ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔ اور ان کو بہکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ز ف - نَزَفَ مَاءَ البِئْرِ وَنَزَفَ:

اس نے کنویں کا سارا پانی نکالا اور پانی نکل گیا یا ختم ہو گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نُزِفَتِ البِئْرُ: کنویں میں سے سارا پانی نکالا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ قول خداوندی

ن ذل - النَّدَالَةُ: کینگی، سفلہ پن۔

قَدْ نَذَلْ: وہ کمینہ اور خیس بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَذَلٌ اور نَذِيلٌ ہے یعنی خیس اور کمینہ۔

ن ز ح - نَزَحَ البِئْرُ: اس نے کنویں کا سارا پانی نکال لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

نَزَحَتِ الدَّارُ: گھر دور ہو گیا۔ اس کا باب خَصَّعَ ہے۔

ن ز ر - النَّزْرُ: کم، معمولی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

عَطَاءٌ مَنْزُورٌ: تھوڑا سا عطیہ۔

ن ز ز - النَّيْزُ: (نون مفتوح وکسور) زمین سے پانی کا نکلتا۔ قَدْ أَنْزَتِ الْأَرْضُ:

زمین چشموں والی ہوئی۔

ن ز ع - نَزَعَ الشَّيْءُ مِنْ مَكَانِهِ:

کسی چیز کو اپنی جگہ سے اکھاڑنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: فَلَانٌ

فِي النَّزَعِ: فلاں شخص جاگتی کے عالم میں ہے۔ نَزَعَ إِلَى أَهْلِهِ يَنْزِعُ (زای

وکسور) یزناحواہ اپنے گھر کا مشتاق ہوا۔ اسے اپنے گھر جانے کا شوق ہوا۔

نَزَعَ عَنْ كَذَا: اس نے فلاں سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اور

بہی باب نَزَعَ إِلَى أَبِيهِ کا ہے جس کا معنی ہے: اس کی شکل و صورت اپنے باپ پر گئی

ہے۔

أترنا، یاٹھہرنا۔

النُّزُولُ: اترنا، یاٹھہرنا، پڑاؤ ڈالنا۔ ہم کہتے ہیں: نَزَلَ يَنْزِلُ نَزُولًا وَمَنْزِلًا: وہ اترتا، یاٹھہرنا۔

أَنْزَلَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اُتارا، یا نازل کیا۔

اسْتَنْزَلَهُ: اس کا معنی بھی یہی ہے۔ نَزَلَهُ تَنْزِيلًا: اس نے بتدریج نازل کیا۔

التَّنْزِيلُ: اس کا معنی ترتیب بھی ہے۔

التَّنْزِيلُ: بتدریج نازل ہونا۔

النَّازِلَةُ: لوگوں پر آنے والی دنیاوی آفت اور گردش زمانے کی مصیبت۔

النَّزْلَةُ: نزولہ زکام۔ کہا جاتا ہے کہ: یہہ نزْلَةٌ وَقَدْ نَزَلَ: یعنی اسے زکام ہوا ہے۔ نَزَلَ فِي نَوْنٍ مَضْمُونٍ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً

أُخْسِرَى: لوگوں نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کو دوسری بار دیکھا۔

النَّزِيلُ: مہمان۔ قول خداوندی ہے: جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا: جنت فردوس میں ایک دوسرے کی مہمانداریاں ہوں گی۔ انخسش نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ لوگ جنت فردوس میں ایک دوسرے کے مہمان ہوں گے۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَا وَجَدْنَا عِنْدَكُمْ نُزُلًا: ہم نے تمہارے ہاں کوئی مہمانداری نہیں

ہے: وَلَا يَنْزِفُونَ: یعنی اہل جنت، جنت میں شراب پی کر نشہ میں بہک نہیں جائیں گے اور نہ ان کی عقلیں جاتی رہیں گی۔

أَنْزَفَ الْقَوْمُ: لوگوں کی شراب منقطع ہو گئی۔ اس کے مطابق قرآن کی آیت بالا کو:

لَا يَنْزِفُونَ: پڑھا گیا۔ یعنی ان کی شراب نوشی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا۔ یہاں (زای کو کسور) پڑھا گیا ہے۔

ن ز ق - النَّزْفُ: خفیف الحسل ہونا اور غصے میں آپے سے باہر ہونا۔

قَدْ نَزِقَ: وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا باب طَوَّبَ ہے۔

ن ز ل - النُّزْلُ: بروزن القُفْلُ: مہمانداری، ضیافت اس کی جمع الأَنْزَالُ ہے۔ النُّزْلُ کا معنی کثرت اور برکت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَعَامٌ كَثِيرٌ النُّزْلِ وَالنُّزْلُ: بہت با برکت کھانا۔

الْمَنْزِلُ: گھاٹ اور گھر۔ الْمَنْزِلَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ الْمَنْزِلَةُ کا معنی قدر و منزلت بھی ہے۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔

اسْتَنْزَلَ فُلَانٌ: فلاں شخص اپنے مرتبے سے گر گیا۔ الْمَنْزِلُ (میم مضموم اور زای مفتوح) اترنے کی جگہ۔ محاورہ ہے:

أَنْزَلْنِي مَنْزِلًا مُبَارَكًا: مجھے مبارک اور با برکت و با عزت جگہ پر اتار دیا ٹھہراؤ۔

الْمَنْزِلُ: (میم مفتوح اور زای مفتوح)

کا باب عَدَا اور نَزَا انا ہے۔ اس میں نون اور زای دونوں مفتوح ہیں۔

ن س ا - الْمِنْسَاءُ: (میم کسور) عصا، لاشی۔ یہ کلمہ مہوز بھی ہے اور غیر مہوز بھی۔  
النَّسِيئَةُ بَرُوزَن فَعِيْلَةٌ: تاخیر کرنا یا دیر کرنا۔ یہی معنی النَّسَاءُ کا ہے جس میں الف ممدود ہے۔ قرآنی آیت میں مذکور النَّسِيئَةُ بَرُوزَن فَعِيْلٌ بمعنی مفعول ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں نَسَاءُ: اس نے اسے مَوْخَر کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ مَوْخَر شدہ کو مَنَسُوءٌ کہتے ہیں۔ مَنَسُوءٌ کونسی میں بدلا گیا۔ جس طرح مقتول کو قَتِيلٌ میں بدلا گیا۔ قرآن میں وارد لفظ النَّسِيئَةُ کا مطلب ہے کہ انہوں نے حَرَم مینے کی حرمت کو مَوْخَر کر کے اسے ماہِ صَفَر میں منتقل کر دیا۔

ن س ب - النَّسَبُ: نسب۔ خاندانی سلسلہ۔ اس کی جمع الْأَنْسَابُ ہے۔  
النِّسْبَةُ (نون کسور و مضموم) کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ نَسَابَةٌ: علم الانساب کا ماہر اور عالم۔ لفظ کے آخر میں ہاء مبالغہ کے اظہار کے لئے ہے۔

فُلَانٌ يُنَاسِبُ فُلَانًا، فَهُوَ نَسِيئَةٌ: فُلَانٌ فَحْصٌ فُلَانٌ فَحْصٌ كَارِثَةٌ وَارٍ هُوَ۔ یا فُلَانٌ فَحْصٌ فُلَانٌ فَحْصٌ كَارِثَةٌ يَتَقَرَّبُ

دیکھی یا پائی۔ یعنی تم مہمان نواز نہیں ہو۔  
ن ز ہ - النَّزْهَةُ بِمَكَانٍ نَزْوَةٌ تَفْرَحُ كَأَنَّهَا قَدْ نَزَّهَتْ الْأَرْضُ: زمین سرسبز ہوگئی۔  
نَزْهَتٌ مِثْلُ نَزَا مَسْرُوعٌ۔ خَرَجْنَا نَتَزَّرُهُ فِي الرِّيَاضِ: ہم تفریح کے لئے باغ گئے۔ اس کی اصل بُعِدَ یعنی فاصلہ ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے: لوگوں کی بے محل باتوں میں سے ایک بات ان کا یہ کہنا ہے کہ: خَرَجْنَا نَتَزَّرُهُ۔ جس سے وہ باغات میں جانا مراد لیتے ہیں۔  
جَبَّ كَمَا تَتَزَّرُهُ كَمَا مَعْنَى مَطْلَبِ پَانِيوں اور آبادیوں سے دور نکلنا ہے۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے ہیں کہ فُلَانٌ يَنْزَرُهُ عَنِ الْأَقْدَارِ: فُلَانٌ فَحْصٌ غَلَاظِتُوں سے دور رہتا ہے۔ اور يَنْزَرُهُ نَفْسَهُ عَنْهَا: اور اپنے آپ کو ان غلاظتوں سے دور رکھتا ہے۔

النَّزَاهَةُ: برائی اور شر سے دور رہنا۔  
فُلَانٌ نَزِيَةٌ: فُلَانٌ فَحْصٌ شَرِيفٌ اور پاکباز ہے اور قابلِ ملامت کاموں سے دور ہے۔

هُوَ نَزِيَةٌ الْخُلُقِ: وہ پاکیزہ اخلاق کا مالک ہے یا خوش خلق ہے۔

هَذَا مَكَانٌ نَزِيَةٌ: یہ مکان لوگوں سے دور ہے اور اس میں کوئی نہیں ہے۔

ن ز ا - نَزَا: وہ چھپنا۔ اس نے حملہ کیا۔ اس



ن س خ - نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ

وا نَسَخَتْهُ: سورج نے سایہ ہٹا دیا۔

نَسَخَتِ الرِّيحُ آثَارَ الدِّيَارِ: ہوائے

بستیوں کے آثار مٹا دیئے۔ یعنی آبادیوں

کی شکل بدل دی۔ نَسَخَ الْكِتَابَ،

انْتَسَخَهُ اور اسْتَسَخَهُ سب کا ایک معنی ہے

یعنی اس نے کتاب لکھی۔ النُّسَخَةُ

الْمُنْتَسَخُ کا اسم ہے۔

نَسَخَ الْآيَةَ بِالْآيَةِ: قرآن کی ایک

آیت کا دوسری آیت سے منسوخ کرنا یا

ہونا یا ایک حکم کا دوسرے حکم سے منسوخ

ہونا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔

ن س ر - النُّسْرُ: (نون مفتوح) گدھ،

چیل۔ اس کی جمع قلتُ أنسُرٍ ہے۔ اور جمع

كثرتُ أنسُرٍ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

النُّسْرُ لَمْ يَخْلَبْ لَهُ وَإِنَّمَا لَهُ ظُفْرٌ

كَظْفَرِ الدَّجَاجَةِ وَالغُرَابِ: چیل یا

گدھ کے پنجے نہیں ہوتے بلکہ مرغی اور

کوڑے کی طرح اس کے ناخن ہوتے ہیں۔

نَسْرٌ: قوم نوح کے بتوں میں سے ایک

بت کا نام بھی ہے۔ اس پر الف لام داخل

ہو جاتا ہے۔

النَّاسُورُ: (سین اور صاد دونوں کے

ساتھ) آنکھ کے اندر کے گوشے میں بیماری

پیدا ہوتی ہے اور پانی بہنا شروع ہوتا ہے

اور یہ پانی بہنا بند نہیں ہوتا۔ بعض اوقات

رکھتا ہے۔

بَيْنَهُمَا مَنَاسِبَةٌ: ان دونوں کے درمیان

مشابہت ہے۔

نَسَبْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کا نسب

بیان کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ نِسْبَةٌ کا

بھی یہی معنی ہے۔

انْتَسَبَ إِلَى أَبِيهِ: وہ اپنے باپ

کے ساتھ منسوب ہوا۔

تَنَسَّبَ إِلَيْكَ: اس نے تم سے قرابت

داری کا دعویٰ کیا۔

ن س ج - نَسَجَ الثَّوْبُ: اس نے کپڑا

بنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

کپڑا بننے کے ہنر اور صنعت کو نَسَاجَةٌ

کہتے ہیں۔ اس میں نون کمور ہے۔ اور

کپڑا بننے کی جگہ کو مَنَسَجٌ بروزن

مَذْهَبٌ کہتے ہیں۔ اور مَنَسِجٌ بروزن

مَجْلِسٌ بھی کہتے ہیں۔

الْمِنْسِجُ بروزن الْمِنْبَرُ: وہ گل جس پر

تانا تن کر کپڑا بنا جاتا ہے۔

فُلَانٌ نَسِجٌ وَحِدَهُ: فلاں شخص اپنی

بناوٹ یا ساخت کا واحد انسان ہے یعنی

اس کی نظیر یا مثال نہیں ہے۔ علم میں یا کسی

اور بات میں۔ دراصل یہ لفظ کپڑا بننے

سے متعلق ہے جب کپڑا اعلیٰ درجہ کا ہو

تو گویا اس طرح کا دوسرا کپڑا تیار نہیں کیا

جا سکتا۔

التَّنْسِيقُ: تنظیم و ترتیب۔

ن س ک - التَّنْسُكُ: عبادت۔

التَّنَائِيبُ: عابد، عبادت گزار۔

قَدْ نَسَكَ، يَنْسُكُ: (سین مضموم)

نُسْكَا بَرَزْنَ رُشْدًا وَتَتَسَكُ: اس

نے عبادت گزاری کی۔

نَسُكٌ: اس کا باب ظرف ہے۔ معنی

ہے وہ ناسک یا عابد بن گیا۔

التَّنْسِيقَةُ: ذبیحہ۔ اس کی جمع نُسُكٌ

ہے (نون اور سین مضموم) ہے۔ ہم کہتے

ہیں: نَسَكَ لِلَّهِ يَنْسُكُ (سین

مضموم) نُسْكَا بَرَزْنَ رُشْدًا: اس نے

خدا کے لئے عبادت کی۔

الْمَنْسُكُ: (سین مفتوح اور کسور) وہ

جگہ جہاں حج کے دوران قربانیاں کی جاتی

ہیں۔ اسی معنی میں قرآن کی یہ آیت پڑھی

گئی ہے: لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا: ہم

نے ہر امت کے لئے قربانی کی جگہ مقرر کر

دی۔

ن س ل - النَّسْلُ: بیٹا، اولاد۔

تَنَاسَلُوا: انہوں نے بچے پیدا کئے۔

نَسَلَتِ النَّاقَةُ بَوْلًا كَثِيرًا: اونٹنی

نے بہت سے بچے دیئے۔ اس کا مضارع

تَنْسُلُ (سین مضموم) ہے۔

نَسَلِ الطَّائِرُ رِيْشَةً: پرندے نے اپنے

پرگرادیئے۔ یا نوچے اس کا باب ضَرْبٌ

یہ بیماری پاخانہ کی جگہ کے ارد گرد ہو جاتی

ہے۔ اور بعض اوقات یہ بیماری سوزھوں

میں ہو جاتی ہے۔ یہ لفظ معرَب ہے۔

النَّسْرُ کا معنی باز کے گوشت نوچنے کو بھی

کہتے ہیں۔ جو وہ اپنے چوچ سے نوچتا

ہے۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

الْمِنْسَرُ: (میم کسور) بروزن الْمِبْضَعُ:

نوکدار چوچ۔ یہ شکاری پرندوں کے لئے

عام پرندوں کی چوچ کی طرح ہوتی ہے۔

ن س ف - نَسَفَ الْبِنَاءُ: اس نے

بلڈنگ کو اکھاڑ دیا۔

نَسَفَ الطَّعَامَ: اس نے اناج کو چھانچ

سے پھینکا۔ ان دونوں کا باب ضَرْبٌ

ہے۔

الْمِنْسَفُ: چھانچ جس سے اناج پھینکا

جاتا ہے۔

النَّسَافَةُ: پھینک۔ یعنی اناج پھینکنے سے جو

ملاوٹ الگ ہو جاتی ہے۔

ن س ق - نَغَرُ نَسَقٌ: (نون اور سین

دونوں مفتوح) برابر برابر انتوں والا دبانہ۔

خَوَزَ نَسَقٌ: پروئے ہوئے موتی۔

النَّسَقُ مِنَ الْكَلَامِ: کلام جو ایک خاص

ترتیب سے کہا گیا ہو۔

النَّسَقُ: (سین ساکن) نسق کلام کا مصدر

ہے۔ جس کلام میں بعض کو بعض کے ساتھ

ملا دیا گیا ہو۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

دمہ یا سانس کی بیماری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَنَكَّبُوا الْعُبَارَ فَمِنْهُ تَكُونُ النَّسْمَةُ: گرد و غبار سے بچو، کیونکہ اس سے دمہ یعنی سانس کی بیماری لگ جاتی ہے۔ النَّسْمَةُ کا معنی انسان بھی ہے۔

تَنَسَّمَ: اس نے سانس لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَمَّا تَنَسَّمُوا رُوحَ الْحَيَاةِ: جب وہ زندگی کی ہوا سونگھیں گے۔

الْمَنْسِمُ بروزن المَجْلِسِ: اونٹ کا کھڑا۔ اصمعی کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کا معنی شتر مرغ کا پیر بتایا ہے۔

ن س ن س - النَّسْنَسُ: مخلوق کی ایک قسم جو صرف ایک پاؤں پر چھوڑتا ہے۔

ن س ا - النَّسْوَةُ: (نون مکسور و مضموم) النِّسَاءُ اور النِّسْوَانُ تینوں کلمے امرأۃ کی جمع ہیں اور معنی ہے 'عورتیں'۔ یہ جمع غیر لفظی ہے۔ نِسْوَةٌ کا اسم تفعیل نُسَيْيَةٌ ہے اور نُسَيْيَاتٌ بھی کہا جاتا ہے۔ النِّسْيَانُ (نون مکسور و سین ساکن) بھول۔ اس کی ضد ذُكْرُ اور حِفْظُ ہے یعنی یادداشت اور حافظہ۔ رَجُلٌ نَسِيَانٌ (نون مفتوح) بہت زیادہ بھولنے والا یعنی بھولتا۔

قَدْ نَسِيَ الشَّيْءَ: وہ بات بھول گیا۔ نَسِيَ میں سین مکسور ہے۔ اس کا مصدر نَسِيَانًا ہے۔

أَنْسَاهُ اللَّهُ الشَّيْءَ: اللہ نے اسے بات

اور نَصَرَ ہے۔

نَسَلَ الرَّيْشُ بِنَفْسِهِ: پر خود بخود گر گئے۔ اس کا باب ذَخَلَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔

نَسَلَ فِي الْعَدُوِّ: اس نے دوڑنے میں تیزی کی۔ اس کا مضارع يَنْسِلُ (سین مکسور) ہے۔ اور مصدر نَسَلًا اور نَسَلَانًا (سین مفتوح) ہے۔ قول خداوندی ہے: اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ: لوگ (قیامت کو) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔

ن س م - النَّسِيمُ: خوشگوار ہوا، باد نسیم۔ قَدْ نَسَمَتِ الرِّيحُ: خوشگوار ہوا چلی۔

اس کا مضارع تَنَسَّمَ (سین مکسور) ہے۔ اس کا مصدر نَسِيمًا اور نَسَمَانًا (نون اور سین مفتوح) ہے۔

نَسَمَ الرِّيحُ: (نون اور سین دونوں مفتوح) نرم ہوا کا پہلا جھونکا یعنی تیز ہونے سے پہلے کا جھونکا۔ حدیث شریف میں یہی لفظ ہے: بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ:

میں اس وقت مبعوث ہوا ہوں جب قیامت کی ہوا شروع ہوئی یا ان جانداروں میں پیدا کیا گیا جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یعنی مجھے قرب قیامت کے وقت دنیا میں بھیجا گیا۔ النَّسَمُ بھی نَسْمَةٌ کی جمع ہے جس کا معنی جان ہے اور

بھلا دی۔  
نَسَاءٌ نَسِيَةٌ: کا معنی بھی یہی ہے۔  
تَنَاسَاةٌ: اس نے بھول جانے کا بہانہ کیا۔  
النَّسِيَانُ: کا معنی بھی بھول جانا اور چھوڑنا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: نَسُوا اللَّهَ  
فَنَسِيَهُمْ: وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے  
انہیں چھوڑ دیا۔ نیز دوسرا قول: لَا تَنْسُوا  
الْفَضْلَ: آپس کے لین دین میں زیادہ  
دینا نہ چھوڑو۔ بعض نے نسئی میں ہمزہ کو  
جائز سمجھا ہے۔ چنانچہ البرد کا قول ہے:  
والاختيار ترك الهمزة: اور اختیار  
ہمزہ کو ترک کر دینے پر ہے۔ اور اسمی نے  
کہا کہ: النَّسَا (نون مفتوح اور الف  
مقصور) ایک رگ۔ اسے عِرْقُ النَّسَا  
نہیں کہا جاتا ہے۔ یہ رگ سرین سے ٹخنوں  
تک جاتی ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ  
اس رگ کا نام عِرْقُ النَّسَا ہے۔  
النَّسِيُّ (نون مفتوح اور مسکور) وہ کپڑا  
یا چھتھرا جو عورت اپنی بیماری کے  
دنوں کے بعد پھینک دیتی ہے۔ قرآن کی  
آیت کو: وَكُنْتُ نَسِيًا مَنْسِيًا پڑھا گیا  
ہے۔ اور معنی: 'اور میں بھولی ببری ہو  
جاتی'۔

بھلا دی۔  
نَسَاءٌ نَسِيَةٌ: کا معنی بھی یہی ہے۔  
تَنَاسَاةٌ: اس نے بھول جانے کا بہانہ کیا۔  
النَّسِيَانُ: کا معنی بھی بھول جانا اور چھوڑنا  
ہے۔ قول خداوندی ہے: نَسُوا اللَّهَ  
فَنَسِيَهُمْ: وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے  
انہیں چھوڑ دیا۔ نیز دوسرا قول: لَا تَنْسُوا  
الْفَضْلَ: آپس کے لین دین میں زیادہ  
دینا نہ چھوڑو۔ بعض نے نسئی میں ہمزہ کو  
جائز سمجھا ہے۔ چنانچہ البرد کا قول ہے:  
والاختيار ترك الهمزة: اور اختیار  
ہمزہ کو ترک کر دینے پر ہے۔ اور اسمی نے  
کہا کہ: النَّسَا (نون مفتوح اور الف  
مقصور) ایک رگ۔ اسے عِرْقُ النَّسَا  
نہیں کہا جاتا ہے۔ یہ رگ سرین سے ٹخنوں  
تک جاتی ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ  
اس رگ کا نام عِرْقُ النَّسَا ہے۔  
النَّسِيُّ (نون مفتوح اور مسکور) وہ کپڑا  
یا چھتھرا جو عورت اپنی بیماری کے  
دنوں کے بعد پھینک دیتی ہے۔ قرآن کی  
آیت کو: وَكُنْتُ نَسِيًا مَنْسِيًا پڑھا گیا  
ہے۔ اور معنی: 'اور میں بھولی ببری ہو  
جاتی'۔

ن ش ا - أَنشأه الله: اللہ نے اسے پیدا  
کیا یا پروان چڑھایا۔ اس کا اسم النِّشَاءُ  
ہے اور النِّشَاءَةُ (الف ممدود) بھی ہے۔  
أَنْشَأَ يَفْعَلُ كَذَا: اس نے ایسا کرنا  
شروع کر دیا۔

ن ش ا فی بنی فلان: اس نے فلاں قبیلے  
میں پرورش پائی۔ اس کا باب قطع اور  
خضع ہے۔

نَشِيٌّ، نَشِيَّةٌ اور نَشِيٌّ: سب کا ایک  
ہی معنی ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا  
گیا ہے: أَوْ مِنْ يَنْشَأُ فِي الْحَلِيَّةِ:  
بنشاً میں شین مشد د ہے۔

نَاشِئَةُ اللَّيْلِ: رات کی ابتدائی گھڑیاں۔  
اور یہ معنی بھی بتایا گیا ہے کہ رات کی جن  
گھڑیوں میں عبادت کی جاتی ہے۔

نَشَاتِ السَّحَابَةِ: بادل چڑھے یا بلند  
ہوئے۔

أَنْشَأَهَا اللَّهُ: اللہ نے اسے بنایا۔

الْمُنَشَّاتُ: سمندری جہاز جن کے

النَّسِيُّ: جو چیز بھول جائے یا فراموش ہو  
جائے۔ یا پڑاؤ سے کوچ کرنے والوں کی  
جگہوں سے ان کے ساز و سامان میں سے

ن ش ر - النَّشْرُ: بروزن النَّصْرُ: خوشبو۔

النَّشْرَ: (نون اور شین دونوں مفتوح)

پھیلا نا، چیرنا۔ الْمُنتَشِرُ: پھیلا ہوا، چیرا ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: اَتَمَلِكُ نَشْرَ الْمَاءِ: کیا تم پانی کو (بھاپ بن کر) اڑنے سے روک سکتے ہو۔

نَشْرَ الْمَتَاعِ وغیرہ: اس نے سازو

سامان وغیرہ پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصْرَ

ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ رَيْحٌ نَشُوْرٌ

(نون مفتوح) ہے جس کا معنی ہے بادل کو

گھیرنے والی ہوا۔

رِيَاخٌ نُشْرٌ: (نون اور شین دونوں

مضموم) بادلوں کو گھیرنے والی ہوائیں۔

نَشْرَ الْمَيِّتِ: مردہ جی اٹھا۔ اس کا اسم

فاعل نَاشِرٌ ہے یعنی موت کے بعد جی

اٹھنے والا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی

سے ماخوذ لفظ يَوْمُ النُّشُورِ ہے۔ یعنی

قیامت کا دن۔

أَنْشَرَهُ اللهُ تَعَالَى: اللہ تعالیٰ نے اسے

مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اسی کے پیش نظر

حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت کو:

كَيْفَ نُنشِرُهَا پڑھا ہے۔ اور دلیل میں

قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے: ثُمَّ إِذَا

شَاءَ أَنْشَرَهُ: پھر جب اللہ چاہے اسے

دوبارہ زندہ کرے گا۔ حضرت حسن بصریؒ

نے اس کلمہ کو نُنشِرُهَا پڑھا ہے۔ الفراء کا

بادبان بلند کئے گئے ہوں۔

ن ش ب - النَّشْبُ: (نون اور شین

مفتوح) مال و دولت اور ساز و سامان۔

نَشِبَ الشَّيْءُ فِي الشَّيْءِ (شین

مکسور) نُشُوْبًا: ایک چیز دوسری چیز

میں چٹ گئی۔

النَّاشِبُ صَاحِبُ النَّشَابِ: تیروں کا

مالک، تیروں والا یا تیر انداز۔

ن ش د - نَشَدَ الصَّالَةَ: (شین مفتوح)

يَنْشُدُهَا (شین مضموم) نَشْدَةً

وَنَشْدَانًا: (دونوں میں نون مکسور اور شین

ساکن) اس نے گم شدہ چیز کو آواز دے کر

تلاش کیا۔

أَنْشَدَهَا: اس نے اس کے بارے میں

پوچھا۔

نَشْدَةٌ: اس نے اس کے بارے میں

پوچھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اصل معنی

یہ ہے کہ اس نے اسے خدا کی قسم دے کر

پوچھا۔

اسْتَنْشَدَهُ شِعْرًا: اس نے اسے شعر

سنانے کے لئے کہا۔

فَانشَدَهُ إِسَاءَةً: تو اس نے اسے شعر سنا

دیا۔

النَّشِيدُ: ترانہ، شعر، نغمہ۔

المتناشِدُ بين القوم: قوم کے درمیان

ایک دوسرے کو شعر سنانے والا۔

دونوں مفتوح) اس کی جمع اَنْشَاؤُ اور  
اَنْشَائِي (نون مکسور) اس کا معنی اور مثال  
جَبَلٌ، اَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

نَشَرُ الرَّجُلُ: آدمی جگہ سے اٹھا۔ اس کا  
باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ یہی لفظ  
قرآن کی اس آیت میں ہے: وَإِذَا قِيلَ  
اَنْشُرُوا فَاَنْشُرُوا: جب تم سے اٹھنے کو  
کہا جائے تو اٹھ جاؤ۔

اِنْشَارُ عِظَامِ الْمَيِّتِ: مردے یا میت  
کی ہڈیاں اپنی جگہ سے اٹھانا اور انہیں ایک  
دوسرے پر رکھ دینا۔ یہی لفظ قرآن کی اس  
آیت میں ہے: كَيْفَ نُنشِرُهَا: ہم ان  
(ہڈیوں) کو اپنی جگہ سے اٹھا کر کس طرح  
دوبارہ ترکیب اور ترتیب سے رکھ دیں  
گے۔

نَشَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت اپنے خاوند کے  
خلاف سرکش ہوگئی اور خاوند سے نفرت  
کرتے لگی۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ  
ہے۔

نَشَرَتْ بَعْلِهَا عَلَيْهَا: خاوند نے بیوی کو  
مارا پینا اور اس پر سختی کی۔ یہی کلمہ آیت  
قرآنی میں ہے: وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ  
بَعْلِهَا نُشُوزًا: اگر عورت کو خاوند کی  
طرف سے مار پیٹ اور سختی و درشتی کا ڈر ہو۔

ن ش ش - النُّشُّ: بیس درہم جو نصف  
اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح پانچ

کہنا ہے کہ حضرت حسنؓ نے اس سے مراد  
'پھیلا نا' اور لپیٹنا لیا ہے۔ اور اس کی دلیل  
تمہارا یہ کہنا ہے کہ اَنْشَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی  
فَنَشَرُوْا هُمْ: اللہ نے ان کو پھیلا دیا تو وہ  
پھیل گئے۔

نَشَرَ الخَشَبَةَ: اس نے لکڑی کو آری  
سے چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
النُّشَارَةُ: لکڑی کا بورا جو چیرتے وقت  
نکلتا ہے۔

نَشَرَ الخَبَرَ: اس نے خبر نشر کر دی یا پھیلا  
دی۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

صُحُفٌ مُنْشَرَةٌ: (شیں) کو کثرت  
کے لئے مشدّد کیا۔ معنی کھلے ہوئے اعمال  
تارے۔ النُّشْرَةُ سے ماخوذ التَّنْشِيرُ کا

معنی تعویذ اور منتر ہے۔ حدیث شریف میں  
ہے: اِنَّهُ قَالَ، فَلَعَلَّ طِبًا اَصَابَهُ ثُمَّ  
نَشَرَهُ بِقُلِّ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ: نبی  
کریم ﷺ نے فرمایا: شاید اس پر جادو ہوا  
ہے، پھر آپ نے اس پر قُلِّ اَعُوذُ بِرَبِّ  
النَّاسِ پڑھ کر پھونکا اور یہی معنی کَتَبَ لَهٗ  
النُّشْرَةُ کا ہے یعنی اس نے اسے تعویذ  
لکھ کر دیا۔

اِنْتَشَرَ الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔

ن ش ز - النُّشُوزُ: بروزن الفلّسُ: زمین  
سے اوپر اٹھی ہوئی جگہ۔ اس کی جمع نُّشُوزٌ  
ہے۔ اسی طرح النُّشُوزُ (نون اور شیں)

نَشِيقٌ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً: اس نے اس کی خوشبو سونگھی۔ اس کا عربی مترادف شَم ہے۔

ن ش ل - الْمَنْشَلَةُ: (میم مفتوح) چنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: عَلَيْكَ بِالْمَنْشَلَةِ: وضو کرتے وقت چنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ کا خیال رکھ کر خشک نہ رہ جائے۔

ن ش ا - رَجُلٌ نَشْوَانٌ: نشہ میں ڈھت آدمی۔ النَشْوَةُ (نون مفتوح) نشہ۔ یونس کے خیال کے مطابق اِنَّهُ سَمِعَ فِيْهِ نَشْوَةً سنا گیا ہے کہ اس میں نشہ ہے۔ نَشْوَةٌ میں نون کسور ہے۔ قَدْ اَنْشَى: اسے نشہ ہو گیا۔

النَّشَا: نشاستہ جو فارسی سے معرب ہو کر نَشَا سَمِج بن گیا۔ اس لفظ کا آخری حصہ حذف ہو کر نَشَا رہ گیا ہے۔ جس طرح مَنَازِلٌ مُخَفَّفٌ ہو کر مَنَارٌ رہ گیا ہے۔

ن ص ب - نَصَبُ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو گاڑ دیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ الْمَنْصِبُ بروزن الْمَجْلِسِ: منصب و مرتبہ۔ النِّصَابُ (نون کسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

نَصِبٌ: وہ تھک گیا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔ هَمٌّ نَاصِبٌ: تھکا دینے والا دکھ یا غم۔

درہم کو نَوَاقٌ کہتے ہیں۔

ن ش ط - نَشِطُ الرَّجُلِ: (شین کسور) نَشِطًا (نون مفتوح) اس کا اسم فاعل نَشِيطٌ ہے۔ آدمی بخت و چالاک اور ہشاش بشاش ہوا۔

تَنْشِطٌ لِأَمْرٍ كَذَا: کسی کام کے لئے ہشاش بشاش ہو کر تیار ہونا۔ قول خداوندی ہے: وَالنَّاشِطَاتِ نَشِطًا: یعنی ستارے جو ایک رُوح سے دوسرے رُوح میں جا داخل ہوتے ہیں یا جس طرح چنگلی بیل ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے۔

النَّاشِطُ: چنگلی بیل جو ایک زمین سے لگتا ہے دوسری زمین میں جا داخل ہوتا ہے۔ الأَنْشُوطَةُ: (الف مضموم) ایسی گرہ/گانٹھ جس کا کھولنا آسان ہو جیسے ازار بند کی گرہ۔

ن ش ف - نَشِيفُ الثَّوْبِ العَرَقِ: کپڑے نے پسینہ خشک کر دیا۔

نَشِيفُ الحَوْضِ المَاءِ: حوض نے پانی جذب کر لیا۔ اس کا باب فہم ہے۔ تَنْشِيفُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

أَرْضٌ نَشِيفَةٌ: خشک زمین جس میں پانی سُوکھ گیا ہو۔

ن ش ق - اِسْتَنْشَقَ المَاءَ: اس نے ناک میں پانی ڈالا۔

اِسْتَنْشَقَ الرِّيحَ: اُس نے خوشبو سونگھی۔

يَاسْمِينِ اور قِنْسِرِينِ کے متعلق کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ سَيْلِحُونَ ایک گاؤں کا نام ہے اور یاسمین ایک پھول ہے۔

ن ص ت - الإِنْصَاتُ: خاموش رہنا اور غور سے سننا۔ ہم کہتے ہیں کہ أَنْصَتَهُ وَأَنْصَتَ لَهُ: اس نے خاموش ہو کر اس کی بات سنی۔ بقول شاعر:

إِذَا قَالَتْ جِدَامٌ فَانصِتُوا  
فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ جِدَامٌ  
”جب حزام کوئی بات کہے تو اسے  
خاموش ہو کر سنو کیونکہ بات وہی ہے بات  
کہلانے کے قابل ہے جو حزام کہے۔“

یہ بھی روایت ہے کہ شعر میں اس کلمہ کا معنی ہے۔ اس کی تصدیق کرو یعنی اسے سچ مانو۔

ن ص ح - نَصَحَهُ وَنَصَحَ لَهُ: دونوں میں صاد مفتوح) نَصَحَا (نون مضموم) وَنَصَاحَةٌ (نون مفتوح) یہ کلمہ لام تعریف کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ معنی اس نے اس کی خیر خواہی کی۔ قول خداوندی: وَأَنْصَحْ لَكُمْ: میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس کا اسم النَّصِيحَةُ ہے۔

النَّصِيحُ: ناصح، خیر خواہ، نصیحت کرنے والا۔

قَوْمٌ نَصَحَاءُ: بروزن الفقہاء: خیر خواہ قوم یا لوگ۔

اس کی مثال رَجُلٌ تَامِرٌ اور لَابِنٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ: نَاصِبٌ اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔ کیونکہ تھکان نَاصِبٌ کے اندر گڑھ جاتی ہے اور انسان تھک جاتا ہے۔ اس کی مثال لَيْلٌ نَاتِمٌ ہے یعنی ایسی رات جس میں انسان سوتا ہے۔ اسی طرح دوسری مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ یعنی وہ دن جس میں تیز ہوا چل رہی ہو۔

النَّصْبُ بروزن الضَّرْبُ: جس چیز کو نصب کیا جائے اور اس کی اللہ کے سواء پوجا کی جائے، یعنی استھان۔ یہی معنی النَّصْبُ (نون مضموم) کا ہے جو بروزن القُفْلُ ہے۔ بعض اوقات اس کا صابہ بھی مضموم ہوتا ہے۔ اس کی جمع أَنْصَابٌ ہے۔ النَّصْبُ کا معنی شتر۔ اور مصیبت بھی ہے۔ یہی لفظ اس آیت قرآنی میں ہے: بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔ نَصِيْبِيْنُ: ایک شہر کا نام۔ بعض عرب اسے ایک ہی اسم جانتے اور مانتے ہیں۔ اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب بھی غیر منصرف کا اعراب کرتے ہیں اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِيْنِي بنااتے ہیں۔ اور بعض عرب اسے جمع سالم کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب جمع سالم کا اعراب کرتے ہیں۔ اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِيْتِي بنااتے ہیں۔ یہی بات يَبْرِيْنِ، فَلَسْطِيْنِ، سَيْلِحِيْنِ،



اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کی۔  
اس کا مضارع یَنْصُرُهُ ہے اور مصدر

نَصْرًا اور اس کا اسم النَصْرَةُ ہے۔

النَّصِيرُ، النَّاصِرُ: مددگار اور معاون۔

اس کی جمع انْصَارٌ ہے۔ اس کی مثال  
شَرِيْفٌ اور اَشْرَاقٌ ہے۔

النَّاصِرُ کی جمع نَصْرٌ ہے۔ اس کی مثال  
صاحبٌ اور صاحبٌ ہے۔

اسْتَنْصَرَهُ عَلِيٌّ عَدُوَّهُ: اس نے اپنے  
دشمن کے خلاف اس سے مدد مانگی۔

تَنَاصَرَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کی  
مدد کی۔

انْتَصَرَ مِنْهُ: اس نے اس سے انتقام لیا۔

نَصْرَانٌ بَرَزَنٌ نَجْرَانٌ ہے۔ یہ شام میں

ایک گاؤں کا نام ہے۔ النَّصَارِيُّ اس

گاؤں سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ لوگ

کہتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام ناصِرہ ہے۔

نصاری نصران کی اور نصرانۃ کی جمع

ہے۔ اس کی مثال النَّدَامِيُّ ہے جو

نَدْمَانٌ اور نَدْمَانَةُ کی جمع ہے۔ نصرانٌ

کا لفظ یاءِ نسبی کے بغیر کہیں استعمال میں نہیں

ہے، یعنی اس نام سے صرف نصرانی ہی

مشہور ہے۔

نَصْرَهُ تَنْصِيرًا: اس نے اسے نصرانی

بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَأَبَوَاهُ

يَهُودِيَاهُ وَيُنْصِرَانِيَهُ: (بچے کو بڑے ہو

رَجُلٌ نَاصِحٌ الْجَبِيْبُ: صاف دل  
فحش۔

النَّاصِحُ: خالص، بغیر ملاوٹ۔

انْتَصَحَ فُلَانٌ: فلاں نے نصیحت قبول

کر لی۔ کہا جاتا ہے: انْتَصَحْنِي فَانِي

نَاصِحٌ لَكَ: میری نصیحت مانو! میں

تمہارا خیر خواہ ہوں۔

تَنْصَحُ: اس نے خیر خواہوں کی مشابہت

کی۔

اسْتَنْصَحَهُ: اس نے اسے خیر خواہ سمجھا۔

ابن الاعرابی کا قول ہے: نَصَحَتِ الْإِبِلُ

الشَّرْبَ نَصُوْحًا: اونٹوں نے صاف

پانی پیا۔

انْصَحْتَهَا: میں نے اونٹوں کو پانی پلایا۔

اسی لفظ سے ماخوذ تَوْبَةُ النُّصُوْحِ ہے

جس کا معنی سچی توبہ ہے۔

نَصَحَ التَّوْبُ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا

باب قَطَعَ ہے۔ اس سے ماخوذ تَوْبَةُ

النُّصُوْحِ ہے اس سے متعلق حضور نبی

اكرمہ ﷺ کا قول ہے: مَنْ اغْتَابَ

خَرَقًا وَمَنْ اسْتَفْفَرَ رَفًا: جس

نے قیبت کی اس نے جامد روی کی اور جس

نے استغفار کیا اس نے جامد کور کیا۔

النَّاصِحُ: درزی۔

النِّصَاحُ: (نون کمور) دھاگہ۔

ن ص د - نَصْرَهُ عَلِيٌّ عَدُوَّهُ: اس نے

اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے، وہ ہے:  
نَضُنْضُ یعنی ضاد معجمہ سے لکھا جانے والا  
لفظ۔

ن ص ع - النَّاصِعُ: ہر ملاوٹ سے پاک  
اور خالص۔ کہا جاتا ہے: أَبْيَضُ نَاصِعٌ  
یعنی خالص سفید یا سفید قام اور اصفر  
ناصر یعنی خالص زرد یا پیلا زرد۔ اصمعی  
رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ہر سفید قام، پیلا زرد  
اور لال سرخ کپڑا ناصع کہلاتا ہے۔ کہتے  
ہیں: نَصَعٌ لَوْنُهُ: یعنی اس کا رنگ خالص  
اور گہرا ہے۔ اس میں کسی دوسرے رنگ کی  
آمیزش نہیں ہے۔ اس کا باب خَصَّصَ  
ہے۔

ن ص ف - النِّصْفُ: آدھا حصہ۔ نون  
مضموم بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ حضرت زید  
بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قول خداوندی  
فَلَهَا النِّصْفُ میں نون کو مضموم پڑھا  
ہے۔

النِّصْفُ: (نون اور صاد دونوں مفتوح)  
نوجوانی، اور بڑھاپے کے درمیان اُدھیر عمر  
والی عورت۔

رَجُلٌ نَصْفٌ: نوجوانی اور بڑھاپے کے  
درمیان اُدھیر عمر کا مرد بھی۔

النِّصِيفُ: آدھا نصف۔

النِّصِيفُ پیانہ بھی ہے۔ حدیث شریف  
میں ہے: مَا بَلَّغْتُمْ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا

کر) والدین یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔

ن ص ص - نَصُّ الشَّيْءِ: اس نے  
چیز کو اٹھایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے  
ماخوذ لفظ مَنَصَّةُ العُرُوسِ: اس لفظ میں  
میم کمور ہے۔ اس کا معنی دلہن کے بیٹھنے کی  
گرسی ہے۔

نَصُّ الحَدِيثِ الِتي فلان: اس نے  
بات فلاں کی طرف پہنچائی۔ نَصُّ كَلِّ  
شَيْءٍ: ہر چیز کی انتہاء اور اخیر۔ حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف میں ہے: إِذَا  
بَلَغَ النِّسَاءُ نَصَّ الحَقَاقِ: جب  
عورتیں جوانی کی عمر کو پہنچیں، اپنے حقوق  
خود طلب کر سکیں۔ حدیث شریف کا بقیہ  
حصہ ہے: فَالْعَصَبَةُ اُولَى: تو پھر  
در حیال والوں کا حق ان پر نھیال والوں  
سے زیادہ ہوگا۔

نَضُنْضُ الشَّيْءِ: اس نے چیز کو ہلایا یا  
حرکت دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی  
حدیث ہے جو انہوں نے اس وقت سے  
متعلق کہی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
ان کے پاس آئے اور وہ اپنی زبان ہلا  
رہے تھے اور کہہ رہے تھے: هَذَا اَوْرَدَنِي  
الْمَوَارِدَ: اسی (زبان) نے مجھے  
مصیبتوں میں ڈال دیا۔ ابو عبیدہ کا قول ہے  
کہ یہ لفظ صرف صاد کے ساتھ ہے۔ اس  
نے مزید کہا کہ اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن

نَاصِفَةُ الْمَالِ: اس نے اسے آدھا مال دیا۔

ن ص ل - النَّصْلُ: تیر کا پھل، تمواری دھار۔ چھری کی دھار۔ نیزے کی آئی۔ اس کی جمع نَصُولٌ اور نَصَالٌ ہے۔

الْمُنْصَلُ: (ساد مفتوح اور مضموم) تلوار۔

نَصَلَ الشَّعْرُ: اس نے بالوں سے خضاب اتار لیا۔

لِحْيَةٌ نَاصِلٌ: خضاب اتری داڑھی۔

نَصَلَ السَّهْمُ: تیر کا پھل نکلا۔ نَصَلَ السَّهْمُ: کا معنی تیر کا کسی چیز میں پیوست ہو جانا، اور پھر نہ نکلنا ہے۔ یہ کلمہ کلمات

اضداد میں سے ہے۔ ان تینوں کا باب دَخَلَ ہے۔

نَصَلَ السَّهْمُ تَنْصِيلاً: اس نے اپنا تیر نکالا۔

نَصَلَهُ: کا معنی تیر پر پھل چڑھانا بھی ہے۔ یہ کلمہ بھی کلمات اضداد میں سے ہے۔

أَنْصَلَ الرُّمْحُ: اس نے نیزہ نکالا۔

تَنْصَلَ فُلَانٌ مِنْ ذَنْبِهِ: فلاں شخص نے اپنے گناہ سے بری ہونے کا اظہار کیا۔

ن ص ا - النَّاصِيَةُ: پیشانی، ماتھا۔ اس کی جمع النَّوَاصِيُ ہے۔

نَصَاةٌ: اس نے اسے پیشانی سے پکڑا۔ اس کا باب عَذَا ہے۔ حضرت عائشہ رضی

نَصَفَهُ: تم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد یا نصف وزن کے برابر بھی نہیں پہنچے۔

(اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ثواب واجری وضاحت ہے)۔

نَصَفَ الشَّيْءُ: وہ آدھے تک پہنچا۔ مثلاً: نصف القرآن یعنی وہ آدھے

قرآن تک پہنچا۔ اور نَصَفَ عُمْرَهُ: اس نے آدمی عمر گزاری یا آدمی عمر کو پہنچا۔

نَصَفَ الشَّيْبُ رَأْسَهُ: اس کا آدھا سر سفید ہو گیا یعنی وہ ادھیڑ ہو گیا۔

نَصِيفَ الْإِزَارِ سَاقَهُ: ازار اس کی آدمی پتلی تک پہنچا۔

نَصِيفَ النَّهَارِ: آدھا دن گزر گیا یا دوپہر آگئی۔

أَنْصَفَ: کا معنی بھی یہی ہے۔ تمام کا باب نَصَرَ ہے۔

الْمَنْصَفُ: بروزن المَعْلَمُ: آدھا راستہ۔

أَنْصَفَ النَّهَارَ: دوپہر ہوگئی۔ أَنْصَفَ الرَّجُلُ: آدمی نے انصاف کیا۔ کہا جاتا ہے: أَنْصَفَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَأَنْصَفَ هُوَ مِنْهُ: اس نے اپنے آپ سے انصاف

کیا یا اس سے اپنا حق لیا۔

تَنَاصَفَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے سے انصاف لیا یا اپنا اپنا حق لیا۔

تَنْصِيفُ الشَّيْءِ: چیز کو دو حصوں میں بانٹنا۔

اس کا باب قَطَعَ ہے اور تَنْضَاخًا (تاء مفتوح) بھی ہے۔

ن ض خ - عَيْنٌ نَضَاخَةٌ: بہت زیادہ پانی والا چشمہ، ابو عبیدہ نے اس قول خداوندی نَضَاخَتَانِ کا معنی دو فوارے بتایا ہے۔

ن ض د - نَضَدَ مَتَاعُهُ: اس نے اپنا سامان تہہ بہ تہہ رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: مِنْ سِجِّيلٍ مِّنْضُودٍ: میں ہے یعنی تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے پتھر۔

نَضَدَهُ تَنْضِيدًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں تہہ بہ تہہ رکھنے میں مبالغہ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: النَّضِيدُ الْمَنْضُودُ: تہہ بہ تہہ رکھی ہوئی چیز۔ یہی لفظ اس قول خداوندی: لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ میں ہے۔ یعنی ان کے تہہ بہ تہہ ہیں۔

ن ض ر - النَّضْرُ: بروزن النَّضْرُ، النَّضَارُ (نون مضموم) اور النَّضِيرُ: سونا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ النَّضَارُ کا معنی ہر خالص چیز ہے۔ یا ہر چیز کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

النَّضْرَةُ بروزن البَصْرَةُ: تردازگی اور حُسن۔ لَقَدْ نَضَرَ وَجْهَهُ: اس کا چہرہ بڑھ روئی ہو گیا۔ اس کا مضارع يَنْضُرُ (ضاد مضموم) ہے اور مصدر نَضْرَةٌ ہے، اور معنی

اللہ عنہا نے فرمایا: مَا لَكُمْ تَنْضُونَ مَيْتَكُمْ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنے مردوں کی پیشانی کھینچتے ہو۔ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میت کے سر میں کنگھی کرنا ناگوار محسوس ہوا۔

ن ض ب - نَضَبَ الْمَاءُ: پانی زمین میں گہرا چلا گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اصل میں النُّضُوبُ کا معنی بعد یعنی دوری ہے۔

ن ض ج - نَضِجَ الثَّمَرُ وَاللَّحْمُ: پھل پک گیا اور گوشت پک گیا۔ اس لفظ میں ضاد مکسور ہے۔ اس کا مصدر نَضَجًا (نون مضموم اور مفتوح) اس کا اسم فاعل نَاضِجٌ اور نَضِيجٌ ہے۔

رَجُلٌ نَضِيجُ الرَّأْيِ: پختہ رائے رکھنے والا شخص۔

ن ض ح - النَّضْحُ: پانی چھڑکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نَضَحَ الْبَيْتَ: اس نے گھر میں چھڑکاؤ کیا۔

النَّاضِحُ: وہ اونٹ جس کے ذریعے آپاشی کی جائے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ نَاضِحَةٌ اور سَائِيَةٌ ہے۔

انْتَضَحَ عَلَيْهِ الْمَاءُ: اُس نے اپنے اوپر پانی چھڑکا۔ نَضَحَتِ الْقَرْبَةَ وَالْعَابِيَةَ: مٹک اور مٹکے سے پانی ٹپکا۔

خوبصورتی ہے۔

نَضَرَ اللَّهُ وَجْهَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو پُر نور کرے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

نَضَرَ جس کا باب ظَرْف ہے، یہ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ ابو عبید نے نَضَرَ کا باب طَرْب بتایا ہے۔ نَضَرَ اللَّهُ وَجْهَهُ تَنْضِيرًا اور أَنْضَرَهُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اللہ اس کا چہرہ پُر رونق اور پُر نور کرے۔

نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً: (ضاد مشدّد) اللہ تعالیٰ آدمی کو نعمتوں سے نوازے۔ حدیث شریف میں ہے: نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَاعَاةً: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم اور آباد رکھے جس نے میری باتیں سنیں اور انہیں یاد رکھا یا سمجھا۔

أَخْضَرَ نَاضِرًا: گہرا سبز، اس کی مثال أَصْفَرُ فَاقِعٌ اور أَبْيَضُ نَاصِعٌ ہے۔

ن ض ض: اہل حجاز درہموں اور دیناروں کو اس وقت النَّضْض اور النَّاضِض کہتے ہیں جب انہیں جنس سے نقد میں بدلا جائے۔ کہا جاتا ہے: خُلِدَ مَانِضٌ لَكَ مِنْ دَيْنٍ: قرض میں جو کچھ مینر ہے لے لے۔ هُوَ يَسْتَنْضِضُ حَقَّهُ مِنْ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے اپنا حق یا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے لیتا ہے۔

ن ض ل - نَاضِلَةٌ: اس نے اس کے ساتھ تیر اندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَاضِلَةٌ فَنَضَلَةٌ: اس نے اس سے تیر اندازی میں مقابلہ کیا تو اس پر غالب آیا۔ اس کا باب نَضَرَ ہے۔

اَنْتَضَلَ الْقَوْمُ وَتَنَاضَلُوا: قوم نے ایک دوسرے کے ساتھ تیر اندازی میں مقابلہ کیا۔

فُلَانٌ يَنَاضِلُ عَنْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں کی طرف سے عذر پیش کرتا ہے۔ اور اس کا دفاع کرتا ہے۔

ن ض ا - اَلنِّضْوُ: (نون مکسور) کمزور اور لاغر اونٹ۔

النَّاقَةُ بِضْوَةٍ: لاغر اونٹنی۔

قَدْ اَنْضَتْهَا اَلْاَسْفَارُ: سفروں نے اسے لاغر کر دیا ہے۔ ایسی اونٹنی کو مُنْضَاةً کہتے ہیں یعنی تھکی ماندی اونٹنی۔

اَنْضَى بَعِيرَهُ: اس نے اپنے اونٹ کو لاغر کر دیا۔

نَضًا قَوِيَّةً: اس نے اپنا کپڑا اتار دیا۔

نَضًا سَيْفَةً: اس نے کموار سنت لی۔ ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔

اَنْتَضَى سَيْفَهُ: اس کا معنی بھی یہی ہے۔

اَلنِّضْوُ: اس کا معنی پھٹا ہوا کپڑا بھی ہے۔

اَنْضَيْتُ الثَّوْبَ وَاَنْتَضَيْتُهُ: میں نے کپڑے کو بوسیدہ کر دیا۔

(۴) نَطَعُ بَرَوْنٌ ضَلَعٌ. اس کی جمع نَطُوعٌ اور انطَاعٌ ہے۔

تَنْطَعُ فِي الْكَلَامِ: اس نے کلام میں غلو کیا۔ یعنی بال کی کھال نکالی۔

ن ط ف - النُّطْفَةُ: صاف پانی تھوڑا ہویا زیادہ۔ اس کی جمع نَطَافٌ (نون مسور) ہے۔

النَّاطِفُ الْقَبِيطِيُّ: ایک خاص قسم کا طوہ۔ نَطْفَانُ الْمَاءِ: پانی کا بہنا (طاء مفتوح)۔

قَدْ نَطَفَ يَنْطِفُ: (طاء مسور و مضموم) بہا، یا چکا۔

ن ط ق - المَنْطِقُ: کلام۔ قَدْ نَطَقَ يَنْطِقُ: وہ بولا (طاء مسور) اس کا مصدر نَطَقًا (نون مضموم) اور مَنْطِقًا ہے۔ نَاطِقُهُ وَاسْتَنْطَقَهُ: وہ اس کے ساتھ بولا۔

المَنْطِقِيُّ: بلیغ۔ لوگ کہتے ہیں مَسَالَهُ صَامِتٌ وَلَا نَاطِقٌ: اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

النَّاطِقُ كَمَا مَعْنَى حَيَوَانَاتٍ يَأْمُوسِيهِمْ هِيَ هِيَ اور صَامِتٌ: اس کے علاوہ دوسرا سامان ہے۔

میرا کہنا ہے کہ ان کلمات کی یہ تفسیر اس تفسیر سے زیادہ عام ہے جو بذیل مادہ (ص م ت) بیان کی گئی ہے۔

ن ط ح - نَطَحَهُ الْكَبْشُ: مینڈھے نے اسے ٹکر مار دی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔ انطَحَتِ الْكِبَاشُ وَتَنَاطَحَتْ: مینڈھوں نے ایک دوسرے کو ٹکر مار دی۔ كَبَشٌ نَطَاحٌ: (طاء مشدود) بہت زیادہ ٹکر ماریں مارنے والا مینڈھا۔

النَّطِيحَةُ الْمَنْطُوحَةُ: ٹکروں سے مرا ہوا (جانور)۔ لفظ کی آخری ہاء اسم کے غلبہ کے اظہار کیلئے ہے۔

ن ط ر - النَّاطِرُ وَالتَّاطِرُ: انگوڑی بیلوں یعنی تاجستان کی رکھوالی کرنے والا۔ اس کی جمع النَّاطِرُونَ اور التَّوَاتِرُ ہے۔

ن ط س - التَّنَطُّسُ: صفائی اور پاکیزگی میں مبالغہ۔ ہر وہ شخص جو معاملات میں وقت نظر سے کام لیتا ہو اور ان معاملات کی واقفیت حاصل کرتا ہو، اسے مَنَّطَسٌ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: لَوْلَا التَّنَطُّسُ مَا بَالَيْتُ إِلَّا أَعْسِلَ يَدِي: اگر مجھے پلیدی کا ڈرنہ ہوتا تو میں ہاتھ دھونے کی پرواہ نہ کرتا۔

ن ط ع - النَّطْعُ: اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) نَطَعٌ بَرَوْنٌ طَلَعٌ.

(۲) نَطَعٌ بَرَوْنٌ طَبِعٌ.

(۳) نَطَعٌ بَرَوْنٌ دِرْعٌ اور:

تَنْظَرُهُ تَنْظَرًا فِي مُهَلَّةٍ: وہ مہلت اور فرصت کے انتظار میں رہا۔  
نَاظِرَهُ: اس نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا۔

الْمَنْظَرَةُ بَرُوزَانِ الْمَتْرَبَةِ: دید بان۔ کہا جاتا ہے کہ: مَنْظَرُهُ خَيْرٌ مِنْ مَغْبِرِهِ: اس کا دیکھنا اس سے متعلق اطلاع سے زیادہ بہتر ہے۔

النَّظَارَةُ: (ظاء مشدّد) کسی چیز کی طرف دیکھنے والے لوگ۔

نَظِيرُ الشَّيْءِ: کسی چیز جیسی دوسری چیز۔

النَّظَرُ بَرُوزَانِ التَّبِيرِ: نظیر کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال التَّيْبُذُ اور التَّيْبُذُ ہے۔

ن ظ ف - النِّظَافَةُ: صفائی، پاکیزگی۔

قَدْ نَظَّفَ الشَّيْءُ: چیز پاک یا صاف ہو گئی۔ اس کا باب ظَرَفٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَظِيفٌ ہے۔

نَظْفُهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر تَنْظِيفًا ہے۔

التَّنْظُفُ: صفائی کا تکلف کرنا۔

ن ظ م - نَظَّمَ اللُّؤْلُؤَ فِي السِّلْكَ: اس نے موتی دھاگے لڑی میں پروئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نَظْمُهُ تَنْظِيمًا: کا معنی بھی یہی ہے۔ اسی سے ماخوذ نَظْمُ الشِّعْرِ ہے یعنی شعر نظم

النِّطَاقُ: عورتوں کے کپڑوں کا ایک کٹڑا۔  
الْمَنْطِقَةُ: پٹی، کمر بند اور منطقہ بمعنی اقلیم۔

ن ط ل - نَطَلَ رَأْسَ الْعَلِيلِ بِالنُّطُولِ: اس نے مریض کے سر پر دوا ملا پکا ہوا پانی پیالے میں ڈال کر تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالا۔

ن ط ا - الْإِنْطَاءُ: عطا کرنا۔ اہل یمن الاعطاء کو الْإِنْطَاءُ کہتے ہیں۔

ن ظ ر - النَّظَرُ وَالنَّظْرَانُ: (نون اور ظاء دونوں منفتح) آنکھوں سے کسی چیز کو غور اور تامل کے ساتھ دیکھنا۔ قَدْ نَظَرَ إِلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کی طرف غور سے دیکھا۔

النَّظَرُ کا معنی انتظار بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں کہا جاتا ہے: نَظَرُهُ يَنْظَرُهُ (ظاء مضموم) نَظَرًا: اس نے اس کا انتظار کیا۔ یا اس نے اسے دیکھا۔

النَّاطِرُ فِي الْمُقْلَةِ: آنکھ کے ڈھیلے میں چھوٹا سیاہ دائرہ جس میں آنکھ کا سوراخ ہوتا ہے۔ یعنی آنکھ کی پتلی۔ آنکھ کو النَّاطِرَةُ کہتے ہیں۔

النَّاطِرُ: نگران، محافظ یا چوکیدار۔

النَّظِرَةُ: مہلت، تاخیر۔

أَنْظَرَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔

اسْتَنْظَرَهُ: اس نے اس سے مہلت مانگی۔

کرنا۔ نَطْمَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

النِّظَامُ: وہ دھاگہ یا لڑی جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔

نَظْمٌ مِّنْ لُّؤْلُؤٍ: موتیوں کا پرونا۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

الانْتِظَامُ: منظم ہونا، یا مرتب ہونا۔

ن ع ب - نَعَبَ الغُرَابُ: کوءے نے کائیں کائیں کی۔ اس کا باب قَطَعَ،

ضَرَبَ، نَعَيْبًا بھی، تَنْعَابًا (تاء مفتوح) اور نَعْبَانًا (عین مفتوح) بھی ہے۔ ہو سکتا

ہے کہ مرغی کے کڑکڑانے کو بھی نَعَبَ الدِّيَكُ بطور استعارہ کہتے ہوں۔

ن ع ج - النُّعْبَةُ: بکری۔ اس کی جمع بُعَاجُ ہے (نون مکسور) اور نَعَجَاتُ

(عین مفتوح) بھی اس کی جمع ہے۔ نِعَاجُ الرَّمْلِ: جنگلی بکری۔

ن ع ر - النُّعْرَةُ: بروزن الشُّعْرَةُ: نتھنے سے آواز نکالنا۔

قَدْ نَعَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے نتھنے سے آواز نکالی۔ اس کا مضارع يُنْعِرُ ہے اور

مصدر نَعِيرًا ہے۔ نَعْرَاتُ الْمُؤَذِّنِ (نون اور عین دونوں مفتوح) مؤذِّن کی

اذان۔

النَّاعُورُ، اس کی جمع النُّوَاعِيرُ ہے۔ اور معنی رہٹ جس کے ذریعے آب پاشی کی

جاتی ہے اور جو پانی پھلتا ہے۔ اس سے

آواز پیدا ہوتی ہے۔

ن ع س - النُّعَاسُ: اونگھ۔

نَعَسَ يَنْعَسُ (عین مضموم) وَنَعَسَ نَعْسَةً وَاحِدَةً: اس نے ایک چھینک

ماری۔ اس کا اسم فاعل نَاعِسٌ یعنی چھینک مارنے والا۔

ن ع ش - نَعَشَ اللّٰهُ: اللہ نے اسے اٹھا لیا، (یا اٹھالے، بطور بددعا) اس کا باب

قَطَعَ ہے۔ ان معنوں میں اَنْعَشَهُ اللّٰهُ نہیں کہتے۔

اِنْتَعَشَ العَائِزُ: ٹھوکر کھانے والا ٹھوکر کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

النُّعْشُ: میت کی چار پائی، تابوت۔ زمین سے بلند ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑا

ہے۔ اگر اس پر میت نہ ہو تو اسے نَسْرِيُوْا کہتے ہیں۔ یعنی صرف چار پائی۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بیان جنازے کی سابقہ تفسیر کے بالکل اُلٹ ہے۔

مَيِّتٌ مَّنْعُوشٌ: تابوت پر رکھی ہوئی میت۔

ن ع ع - النُّعْنَاعُ: پودینہ۔ النُّعْنَعُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ع ق - النُّعَيْقُ: چرواہے کی بھیڑ بکریوں کو بلاؤسکی آواز۔ قَدْ نَعَقَ بِهَا يَنْعِقُ

(عین مکسور) نَعَيْقًا وَنَعَاقًا (نون مضموم) اور نَعَقَانًا (نون اور عین دونوں مفتوح)



نِعْمٌ اور بِنَسْ مدح و ذم کے دو فعل ہیں۔  
اور ان کے چار لہجے ہیں:

(۱) أَصْلُ نِعْمٌ: (مفتوح الاول اور مکسور الثانی) ہے۔

(۲) نِعِمٌ: مکسور الاول جو مکسور الثانی کے تابع ہے۔

(۳) پھر دوسرے حرف کی کسرہ کو حذف کر کے نِعْمٌ ہو گیا۔

(۴) پھر اگر چاہیں تو اسے مکسور الاول کی بجائے مفتوح الاول بنا کے نِعْمٌ کہتے ہیں۔

اور نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ کہتے ہیں یعنی زید کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ اور نِعْمَ الْمَرْأَةُ

ہند: یعنی ہند کیا ہی اچھی عورت ہے۔ چاہیں تو نِعْمَتِ الْمَرْأَةِ ہند بھی کہہ سکتے

ہیں۔ لہذا الرَّجُلُ نِعْمٌ کا فاعل ہے۔ اور زَيْدٌ پر دو وجہ سے رفع آئی ہے۔ پہلی وجہ یہ

ہے کہ وہ مبتدا ہے جس پر خبر کو مقدم کیا گیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مبتدا محذوف

کی خبر ہے اور اس کی تقدیر تھو ہے جو سائل کے اس سوال کا جواب ہے کہ مَنْ هُوَ؟

یعنی اچھا کون ہے۔ جب ہم نِعْمَ الرَّجُلُ اور النُّعْمُ میں نون مضموم ہو جو البؤس کی

ضد یا خلاف ہے تو کہا جائے گا کہ یَوْمٌ نِعْمٌ اور یَوْمٌ بُؤْسٌ، نِعْمٌ کی جمع اَنْعَمٌ

ہے۔ اور البؤس کی جمع اَبْؤُسٌ ہے۔

چرواہے نے آواز دے کر بھیڑ بکریوں کو ہانکا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ نے بتایا کہ نَعَقَ

الغُرَابُ: کوئی کائیں کائیں کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

ن ع ل - النَّعْلُ: جوتی۔ یہ مؤنث ہے اور اس کا اسم تَصْنِيفُ نَعِيْلَةٌ ہے۔

اَنْتَعَلَ: اس نے جوتی پہن لی۔ رَجُلٌ نَاعِلٌ: جوتے پہنے ہوا شخص۔

اَنْعَلَ خُفَّهُ وَدَابَّتَهُ: اس نے اپنے موزوں کے نیچے تلوے لگوائے۔ اور اپنی سواری یعنی گھوڑے کے نعل لگوائے۔

اَنْعَلَ كِي بَجَائِ نَعْلٍ نَعِيْلَةٌ کہتے ہیں۔ نَعْلُ السَّيْفِ: تلوار کی نیام لوہے یا چاندی کا دستہ جو اس کے نیچے لگا ہوتا ہے۔

ن ع م - النِّعْمَةُ: احسان، نیکی، منت اور جو کچھ بھی بطور انعام ملے۔ یہی معنی النُّعْمَى کا ہے۔ اگر اس میں نون کو مفتوح

کریں تو پھر الف مدود ہوگا اور یہ النُّعْمَاءُ بن جائے گا۔

النُّعِيمُ کا معنی بھی یہی ہے۔ فُلَانٌ وَاسِعَ النِّعْمَةِ: فلاں شخص بہت مال دار ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ فِيهَا وَنِعْمَتْ اِذَا تَمَّ نِيَّتُهُ يَوْمَ كَرَّمْتَ لِيَا تُوْبَتْ اِجْمَالًا نِعْمَتٌ سے مراد نِعْمَتِ الخِصْلَةُ ہے جس کا معنی ہے کہ یہ بات اور عادت اچھی ہے۔

عطا کرے جو تجھے پسند ہو۔ اسی طرح: نَعِمَ  
اللَّهُ بِكَ عَيْنًا اور نَعِمَكَ عَيْنًا کا  
معنی بھی یہی ہے۔

النَّعْمُ: چوپایہ، جانور۔ اس کی جمع الأنعام  
ہے۔ اس کا معنی مال مویشی ہے۔ اس نام کا  
اطلاق زیادہ تر اونٹ پر ہوتا ہے۔ الفراء کا  
قول ہے: یہ لکھ یعنی النعم مذکر ہے۔ اس  
کی مؤنث نہیں۔ لوگ یوں کہتے ہیں کہ  
هَذَا نَعْمٌ وَاِرْدًا اس کی جمع نَعْمَاتٌ ہے۔  
اس کی مثال حَمَلٌ اور حُمَلَانٌ ہے۔

الانعامُ: مذکر و مؤنث دونوں کے لئے  
مستعمل ہے۔ قول خداوندی ہے: مِمَّا فِي  
بُطُونِهِ: اور مِمَّا فِي بُطُونِهَا: اس کی جمع  
الجمع أَنَاعِيمٌ ہے۔ نَعْمٌ بطور وعدہ یا  
تصدیق اور جواب استفہام استعمال ہوتا  
ہے۔ شاید یہ بلی کا نفیض ہے مثلاً: جب  
کہا جائے کہ: لَيْسَ لِي عِنْدَكَ  
وَدِيْعَةٌ: تمہارے پاس میری کوئی امانت  
نہیں ہے تو تمہارا نَعْمٌ کہنا تصدیق کلام  
کے لئے ہوگا اور بلی تکذیب کے لئے۔  
نَعْمٌ (عین مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔

النَّعْلَةُ: شتر مرغ۔ مذکر و مؤنث یکساں۔  
النَّعَامُ اسم جنس ہے۔ اس کی مثال حَمَامٌ  
اور حَمَامَةٌ اور حَمَامَةٌ اور جَرَادٌ اور  
جَرَادَةٌ ہے۔

النَّعَامِيُّ: باوجود بلی۔ کیونکہ یہ ہوا بہت تر

نَعْمَ الشَّيْءُ: چیز ملامت ہوگئی۔ اس کا باب  
سَهْلٌ ہے۔ یہی معنی نَعِمٌ يَنْعَمُ کا ہے جس  
کی مثال عَلِيمٌ يَعْلَمُ ہے۔ اور اس کا ایک  
تیسرا لہجہ جو اُن دونوں سے مرکب ہے۔  
اور وہ ہی نَعِمٌ يَنْعَمُ اس کی مثال فَضْلٌ  
يَفْضُلُ ہے۔ اور چوتھا لہجہ نَعِمٌ يَنْعَمُ (یاء  
مکسور) ہے، لیکن یہ شاذ ہے۔ النَعْمَةُ  
(نون مفتوح) التَّعْنِيْمُ بمعنی نعمتوں سے  
نوازا تا۔ کہا جاتا ہے: نَعَمَةُ اللَّهِ: اللہ نے  
اسے نعمتوں سے نوازا یا بطور دعا نوازا۔  
اس کا مصدر تَنْعِيْمًا ہے۔

نَاعِمَةٌ فَتَنْعَمُ: اس نے اسے نرم و ملائم  
بنایا تو وہ ملائم ہو گیا۔

امْرَأَةٌ مُنْعَمَةٌ: نازوں سے پلی ہوئی  
عورت۔ اور مُنَاعِمَةٌ کا معنی بھی یہی  
ہے۔

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ: اللہ نے اُس کو ہر نعمت  
سے نوازا۔ یہ نعمت سے ماخوذ ہے۔

أَنْعَمَ اللَّهُ صَبَاحَةً: اللہ نے اس کی صبح  
اچھی کی۔ یہ النعومة سے ماخوذ ہے۔

أَنْعَمَ لَهُ: اس نے اسے نَعْمٌ یعنی ہاں  
کہا۔

فَعَلَ كَذَا وَأَنْعَمَ: اس نے فلاں کام کیا  
اور اس سے زائد کیا۔

أَنْعَمَ اللَّهُ بِكَ عَيْنًا: اللہ تعالیٰ تیری  
آنکھیں ٹھنڈی کرے یعنی تجھے وہ سکون

پرنہ ہے جس کی چونچ سُرخ ہوتی ہے۔  
اس کا اسم تصغیر حدیث شریف میں آیا ہے:  
يَا أَبَا عَمِيرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟  
اے ابوعمیر! تمہارے نغیر کا کیا بنا؟ یعنی  
تمہارے چڑوٹے کا کیا ہوا۔

النُّغَيْرُ بروزن الغنْف: وہ شخص جس کے  
اندر غیظ و غضب کا الاؤ جل رہا ہو۔ اس  
سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث  
میں خاندن کی شکایت کرنے والی عورت کا یہ  
لفظ آیا ہے: نَغْرَةٌ.

ن غ ص - نَغْصُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الْعَيْشُ  
تَنْغِيصًا: اللہ نے اس کی زندگی مگر مکر  
دی۔ شعر میں بھی یہ لفظ نَغْصَةُ استعمال ہوا  
ہے۔ انخس رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا:  
لَا أَرَى الْمَوْتَ يَسْبِقُ الْمَوْتَ شَيْئًا  
نَغْصَ الْمَوْتُ ذَا الْغِنَى وَالْفَقِيرَا  
”مجھے نظر نہیں آتا کہ کسی کو موت سے پہلے  
موت آگئی ہو۔ موت نے امیر و غریب  
دونوں کی زندگی کو اجیرن کر دیا ہے۔“  
تَنْغَصَتْ عَيْشَتُهُ: اس کی زندگی اجیرن  
ہوگئی۔

نَغْصُ الرَّجُلِ: اس کا باب طرب ہے  
اور معنی ہے: انسان کی مراد پوری نہ ہوئی۔  
نَغْصَ رَأْسُهُ: اس کا باب نَصْرَ اور  
جَلَسَ ہے اور معنی اُس کا سر ہلا ہے۔  
أَنْغَصَ رَأْسَهُ: اس نے اپنا سر اس طرح

اور مرطوب ہوتی ہے۔

نَعْمَانُ: (نون مفتوح) طائف کے راستے  
میں ایک وادی کا نام ہے۔ جو عرفات کی  
طرف جا نکلتی ہے اسے نَعْمَانُ الْأَرَاكِ  
کہا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: عِيْمُ  
صَبَاخًا: کلمہ تجزیہ ہے۔ گویا یہ کلمہ نَعِمَ  
يَنْعِمُ (عین مکسور) سے نون مخدوف ہو کر  
بنا ہے۔ اس کی مثال أَكْمَلُ يَأْكُلُ سے  
مخفف ہو کر رہ جانے والا أَكْمَلُ بمعنی 'کھا'  
ہے۔

التَّئِيمُ: مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔  
ن ع ی - النَّعْيُ: موت کی اطلاع۔ کہا  
جاتا ہے: نَعَاهُ لَهُ يَنْعَاهُ نَعْيًا: بروزن  
السَّعْيِ، وَنَعْيَانَا أَيضًا (نون مضموم)  
اس نے اس کی موت کی اطلاع دی۔  
النَّعْيُ بروزن فَعِيلٌ کا معنی بھی النَّعْيُ جیسا  
ہے۔ کہا جاتا ہے جَاءَ نَعْيُ فُلَانٍ: فلاں  
شخص کے مرنے کی خبر آگئی۔ النَّعْيُ (یاء  
مشدّد) کا معنی موت کی خبر دینے والا بھی  
ہے۔

ن غ ب - النَّغْبَةُ: (نون مضموم) گھونٹ۔  
اس میں کبھی نون مفتوح بھی ہوتا ہے۔ اس  
کی جمع نَغَبٌ ہے جو رُكْبَتٌ کے وزن پر  
ہے۔

ن غ ر - النَّغْرَةُ: بروزن الهمزة: اس کی  
جمع النَّغْرُ ہے۔ یہ چڑیوں کی طرح کا ایک

فُلَانٌ نَعْلٌ: یعنی فلاں شخص بدنس ہے۔  
عام لوگ اس لفظ کو نَعْلٌ کہتے ہیں۔

ن غ م - النِّعْمُ: (غین ساکن) دھیمی بات،  
گنگناٹا۔

قَدْ نَعِمَ: وہ گنگناٹا۔ اس کا باب ضَرْبٌ  
اور قَطَعٌ ہے۔

سَكَّتْ فُلَانٌ فَمَا نَعَمَ بِحَرْفٍ:  
فلاں شخص چُپ ہو گیا اور اس نے منہ سے

ایک بات تک نہ نکالی۔

مَا تَنْعَمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فُلَانٌ حَسَنُ النِّعْمَةِ: فلاں شخص سریلی  
آواز والا ہے۔ یا قراءت میں اس کی آواز  
بہت اچھی ہے۔

ن غ ی - المُنَاعَاةُ: معاشرتہ کرنا۔ محبت کی  
گفتگو کرنا۔

الْمَرْأَةُ تَنَاعِي الصَّبِيَّ: عورت بچے کو  
لوری دیتی ہے، یا عورت بچے سے اس کی  
پسندیدہ یا بھانے والی باتیں کرتی ہے، جن  
سے وہ خوش ہوتا ہے۔

ن ف ث - النَّفْتُ: پھونک سے ملتی جلتی  
حرکت۔ لیکن یہ نفل یعنی تھوکنے سے کم تر

درجہ کی حرکت ہے۔ (اسے دَم کرنا بھی  
کہتے ہیں)۔

قَدْ نَفَثَ الرَّاقِي: منتر پڑھنے والے  
نے دم کیا۔ اس کا باب ضَرْبٌ اور نَصْرٌ  
ہے۔

ہلایا جیسے کسی چیز پر تعجب کرتے وقت کوئی سر  
ہلاتا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی  
ہے: فَسَيَنْفِضُونَ إِلَيْكَ رُؤُوسَهُمْ:  
وہ آپ ﷺ کی طرف تعجب و حیرت سے  
سر ہلائیں گے۔

نَفَضَ فُلَانٌ رَأْسَهُ: فلاں شخص نے  
حیرت سے اپنا سر ہلایا۔ یہ فعل متعدی بھی  
ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

ن غ ف - النِّعْفُ: (نون اور غین دونوں  
منفوح) وہ کپڑا جو اونٹ یا بھیڑ بکری کے

ناک میں ہوتا ہے۔ اس کا واحد نَعْفَةٌ  
(نون اور غین دونوں منفوح) ہے۔ ابو عبیدہ

کا قول ہے: اس کا معنی وہ سفید کپڑا بھی  
ہے جو گھٹلی میں پیدا ہوتا ہے۔ جب گھٹلی کو

کافی دیر تک پانی میں بھگو یا جائے۔ حدیث  
شریف ہے: إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ

يُسَلِّطُ عَلَيْهِمُ النَّعْفَ فَيَأْخُذُ فِي  
رِقَابِهِمْ: بلا شک یا جوج و ما جوج پر ایک

کپڑا مسلط کیا جائے گا جو ان کی گردنوں  
میں جاگھے گا۔

ن غ ق - نَعَقَ الْعَرَابُ: کوئے نے آواز  
نکالی۔ اس کا مضارع يَنْعِقُ (غین مکسور)

ہے اور مصدر نَعَيْقًا ہے۔

ن غ ل - نَعِلَ الْأَدِيمُ: چڑا خراب ہو  
گیا۔ اس کا باب طوب ہے۔

اس کا اسم فاعل نَعِلٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں:

التهدیب میں کہی ہے۔

ن ف خ - نَفَخَ فِيهِ: اس نے اس میں پھونکا۔ اس کا ایک لہجہ نَفَخَهُ بھی ہے۔

بقول شاعر:

وَلَا خُرَّاسَانُ حَتَّى يُنْفَخَ الصُّورُ

اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: أَجَدُ نَفْحَةً: (نون مفتوح و مضموم و کسور) میرا پیٹ پھول گیا۔

ن ف د - نَفَذَ الشَّيْئُ: (فاء کسور) نَفَاذًا: چیز ختم ہو گئی۔

أَنْفَذَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ختم کیا۔ خَصَمٌ مُنَافِدٌ: جان توڑ دشمن یا جانی دشمن۔ حدیث شریف میں ہے: إِنْ نَافَذْتَهُمْ نَافَذُوكَ: اگر تم ان سے جانی دشمنی کرو گے تو تمہارے ساتھ جانی دشمنی کریں گے۔ حدیث میں فاء کی بجائے قاف بھی روایت کیا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر ترجمہ یہ ہوگا کہ: اگر تم ان پر یعنی لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر تنقید کریں گے۔

ن ف ذ - نَفَذَ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ: تیر شکار کے آر پار ہو گیا۔

نَفَذَ الْكِتَابَ إِلَى فُلَانٍ: کتاب فلاں شخص تک پہنچ گئی۔ ان کا باب دَخَلَ ہے اور نَفَاذًا بھی ہے۔

أَنْفَذَهُ هُوَ: اس نے نافذ کیا یا لاگو کیا۔

النَّفَاثَاتُ فِي الْعُقَدِ: جادو ٹونے۔ جادو کے لئے گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں۔

ن ف ج - نَافِجَةُ الْمِسْكِ: مشک دان یا عطر دان۔

ن ف ح - نَفَخَ الطَّيْبُ: خوشبو پھیل گئی۔ لَهُ نَفْحَةٌ طَيِّبَةٌ: اس کی اچھی خوشبو ہے۔

نَفَحَتِ الرِّيحُ: ہوا چلی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: مَا كَانَ مِنَ الرِّيحِ لَهُ نَفْحٌ فَهُوَ بَرْدٌ وَمَا كَانَ لَهُ لَفْحٌ فَهُوَ حَرٌّ: ہواؤں میں سے جو کچھ نکلتا ہے اس میں اگر لَفْحٌ ہو تو سرد ہوگی اور اگر ان میں تپش کی لپٹ ہو تو وہ گرمی ہوگی۔ اس کا ذکر پہلے ایک دفعہ ہو چکا ہے۔ تینوں کا باب قَطَعَ ہے۔ نَفْحَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: عذاب کا ایک ٹکڑا۔

الْإِنْفِخَةُ: (ہمزہ کسور اور حاء مفتوح و مخفف) اونٹ یا بکری کی خالی یعنی بناؤ کچھ کھائے اور آجروں اور آخور اک کھائی ہو تو پھر اسے گروش کہتے ہیں۔ اور یہی معنی الْمِنْفِخَةُ کا ہے جس میں میم کسور ہے۔ اس کی جمع أَنْافِخُ (مفتوح الہزہ) ہے۔

میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے اپنی تصنیف الفصیح کے باب المکسور أوْلُهُ میں بتایا ہے کہ الْإِنْفِخَةُ مشدّد بھی ہے اور مخفف بھی۔ اور یہی بات الازہری نے

بِالْقَصَبِ فَنَفَّرَ فَمُمَةً: ایک شخص نے سرکنڈے سے دانٹوں میں خلال کیا تو اس کے منہ میں ورم آ گیا۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ: هُوَ مِنْ نِفَارِ الشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ یعنی اس لفظ کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے نکل جانا اور دور ہونا ہے۔

ن ف س - النَّفْسُ: روح، جان، کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَتْ نَفْسُهُ: یعنی اس کی جان نکل گئی۔

النَّفْسُ: خون۔ کہتے ہیں: سَأَلَتْ نَفْسُهُ: اس کا خون بہہ نکلا۔ حدیث شریف میں ہے: مَا لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَأَلَتْ فَإِنَّهُ لَا يُنْحَسُ الْمَاءَ إِذَا مَاتَ فِيهِ: جن جانداروں یعنی کیڑے مکوڑوں کے جسم میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اگر وہ پانی میں گر کر مرے تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ اس حدیث میں النَّفْسُ سے مراد جسم ہے۔ لوگ فَلَانَةُ أَنْفَسٍ کہہ کر انفس سے مراد انسان لیتے ہیں۔ اسی لئے اسے مذکر کے صیغے میں بیان کرتے ہیں۔

نَفْسُ الشَّيْءِ: چیز بذات خود یا بعینہ۔ اس کلمہ کے ذریعے پہلے کلام کی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں رَأَيْتُ فُلَانًا نَفْسَهُ مِثْلَ بَعِيضِ أَدْيٍ كَوَيْدِي خَوْدَايَ آدی کو دیکھا اور جَعَاءَنِي بِنَفْسِهِ: وہ

نَفَذَهُ كَمَا مَعْنَى يَحْيِي يَحْيِي -  
أَمْرٌ نَافِذٌ: لا گونگم۔

ن ف ر - نَفَرَتِ الدَّابَّةُ: جانور بدک گیا۔ تَنَفَّرَ (فَا مَكْرُمٌ) نَفَلًا أَوْ تَنَفَّرَ (فَا مَبْنِيٌّ) نَفُورًا نَفَرَ الْحَاجُّ مِنْ مَنَى: حاجی لوگ منی سے چل پڑے۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

أَنْفَرَهُ عَنِ الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز سے نفرت دلا دی۔ نَفَرَهُ تَنَفِيرًا اور اسْتَنْفَرَهُ سب کا معنی ایک ہے۔

الاسْتِنْفَازُ: نفرت، بدکنا۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ حُمُرٌ مُسْتَنْفَرَةٌ ہے۔ ڈر کے مارے بدک کر بھاگے ہوئے گدھے۔

نَافِرَةٌ اور مُسْتَنْفَرَةٌ (فَاءٌ مَفْتُوحٌ) کا معنی بھی یہ ہے۔

النَّفْرُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) کچھ عدد لوگ جن کی تعداد تین سے دس تک ہو سکتی ہے۔ یہی معنی النَّفِيرُ کا ہے۔

النَّفْرُ اور النَّفْرَةُ: (دونوں میں فاء ساکن)۔ کہا جاتا ہے کہ: يَوْمُ النَّفْرِ اور لَيْلَةُ النَّفْرِ: منی سے روانہ ہونے کا دن اور یہ يَوْمُ الْقَرِّ کے بعد والا دن ہوتا ہے۔

اسے يَوْمُ النَّفْرِ (فَاءٌ مَفْتُوحٌ) بھی کہا جاتا ہے اور يَوْمُ النَّفُورِ بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اسے يَوْمُ النَّفِيرِ بھی کہتے ہیں۔

نَفَرَ جِلْدُهُ: اس کی جلد پر ورم آ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: تَخَلَّلَ رَجُلٌ

تعالیٰ نے اس کے دکھ اور تکلیف کو دور کر دیا۔

النَّفَاسُ: بچے کی ولادت کے بعد عورت کی حالت۔ ایسی عورت کو نَفَسَاءُ یعنی نفاس والی عورت کہتے ہیں۔ اس کی جمع نِسْوَةٌ نَفَاسٌ ہے یعنی نفاس والی عورتیں۔ عربی زبان میں فَعْلَاءُ کے وزن پر اس کی جمع فِعَالٌ کے وزن پر نہیں آتی۔ اس قاعدے سے صرف نَفَسَاءُ، غُشْرَاءُ مستثنیٰ ہیں۔

إِمْرَأَتَانِ نَفَسَا وَإِنَّ نَفَاسَ وَالِي عورتیں۔

قَدْ نَفَسَتِ الْمَرْأَةُ (فاء مکسور) نَفَاسًا: عورت نفاس میں ہے۔

نَفَسَتِ الْمَرْأَةُ غَلَامًا: عورت نے ایک لڑکا جنا ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ پیدا شدہ بچے کو مَنْفُوسٌ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ: کوئی نوزائیدہ بچہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی قسمت میں جنتی یا دوزخی نہ لکھ دیا گیا ہو۔ یعنی ہر بچے کے جنتی اور دوزخی ہونے کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔

ن ف ش - نَفَسَ الصَّوْفُ وَالْقَطْنُ: اس نے اون یا روٹی کو ڈھنسا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

خود میرے پاس آیا۔

النَّفْسُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) سانس۔ اس کی جمع الْأَنْفَاسُ ہے۔

قَدْ تَنَفَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے سانس لیا۔

تَنَفَّسَ الصُّعْدَاءُ: صعدا نے سانس لیا۔ ہر پھوپھورے والی مخلوق مُتَنَفِّسٌ ہے۔ البتہ پانی کے جانوروں کے پھوپھورے نہیں ہوتے۔

تَنَفَّسَ الصُّبْحُ: پو پھٹ گئی یا صبح طلوع ہوئی۔

شَيْئٌ نَفِيسٌ: ایسی عمدہ اور قیمتی چیز جس میں باہم مقابلہ اور دلچسپی رکھی جاتی ہے۔

هَذَا أَنْفَسُ مَالِي: یہ میرے مال میں ہے۔ نَفِيسٌ ترین حصہ ہے جو میرے لئے انتہائی پسندیدہ اور قابلِ عزت ہے۔

نَفْسٌ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ جکل کیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ نَفَسَ الشَّيْءُ:

چیز مرغوب بن گئی۔ اس کا باب ظَرْفٌ ہے۔ نَافَسَ فِي الشَّيْءِ مُنَافَسَةً وَنَفَاسًا (نون مکسور) اس نے شرافت و کرم میں مقابلہ کیا۔

تَنَافَسُوا: انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نَفَسَ عَنْهُ تَنَفِيسًا:

اس نے اسے سکون دیا یا آرام پہنچایا۔ کہا جاتا ہے: نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ: اللہ

ہیں) درختوں پر سے اترے ہوئے پتے یا پھل۔ یہ فعل کے وزن پر بمعنی مفعول کلمہ ہے۔ اس کی مثال: الْقَبْضُ بمعنی الْمَقْبُوضُ ہے۔ النَّفَاضُ (نون مضموم) اور النَّفَاضَةُ: حجاز نے سے جو کچھ جہز جاتا ہے۔

النَّافِضُ: کبکی چڑھانے والا بخار۔ کہا جاتا ہے کہ: اخذْتُهُ حُمًى نَافِضًا: اسے لڑھ والا بخار ہوا ہے اور نَفَضْتُهُ الحُمًى: اسے بخار نے لڑھ طاری کر دیا۔ یعنی وہ بخار میں کانپ رہا ہے۔ ایسے مریض کو مَنْفُوضٌ کہتے ہیں۔

ن ف ط - النَّفْطُ: (نون اور فاء دونوں مشنوح) آبلہ، پھار۔ قَدْ نَفِطْتُ يَدَهُ: اس کے ہاتھ پر آبلہ ہوا ہے۔ اس کا باب طرب ہے اور نَفِيطًا بھی ہے۔ تَنْفَطُّ: اسے آبلہ پڑ گیا یا چھال پڑ گیا۔ النَّفْطُ وَالنَّفِطُ: پٹرول۔ نون مکسور زیادہ فصیح ہے۔

ن ف ع - النَّفْعُ: نفع، فائدہ۔ اس کی شد ضَرٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَفَعَهُ بِكَذَا: اس نے اسے اتنا نفع دیا یا فائدہ دیا۔ فَاَنْتَفَعَ: تو اس نے نفع کمایا یا فائدہ اٹھایا۔ اس کا اسم الْمَنْفَعَةُ ہے۔ اس کا باب قَطْعٌ ہے۔

ن ف ف - النَّفْنَفُ: ہوا۔ دو پہاڑوں کے درمیان ہوا کی گزرگاہ کو نَفْنَفٌ کہتے ہیں۔

عَهْنٌ مَنْفُوشٌ: دُحْنٌ ہوئی رَتَبٌ دار اُون۔ نَفْسُهُ تَنْفِيْشًا کا معنی بھی یہی ہے۔ نَفَسَتِ الْاَيْلُ وَالغَنَمُ: اونٹ اور بھیڑ بکریاں بغیر چرواہے کے رات کو چرتی رہیں۔ اس کا باب جَلَسٌ ہے۔

نَفَسْتُ تَنْفُسُ (فاء مضموم) نَفْسًا: (نون اور فاء دونوں مشنوح) اُس نے پڑ لیا۔ اسی سے قول خداوندی میں یہ لفظ آیا ہے: اِذْ نَفَسْتُ فِيْهِ عَنَمُ الْقَوْمِ: جب لوگوں کی بھیڑ بکریوں نے کھیت میں (فصل) پڑ لی۔

النَّفْسَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے چروایا یعنی رات کو بغیر چرواہے کے بھیڑ بکریوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

نَفَسٌ: (بمعنی فصل کا چرنا) بغیر رات کے نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں رات کا مفہوم آنا ضروری ہے۔ البتہ اسی معنی میں بغیر چرواہے کے اونٹ کے چرنے کے لئے الْهَنْمَلُ کے لفظ میں رات دن کی قید کا مفہوم شامل نہیں ہے۔

ن ف ض - نَفَضَ الثَّوْبُ وَالشَّجَرُ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔ معنی اس نے کپڑے کو جھاڑا اور درخت کو خوب ہلایا تاکہ اس سے پتے چھڑیں۔ نَفَضَهُ میں فاء مبالغہ کے لئے مشدّد کیا گیا ہے۔ النَّفْضُ: (نون اور فاء دونوں مشنوح



ہے۔“

اسی رعایت سے کہا جاتا ہے: نَفَلَهُ  
تَنْفِيْلًا: اس نے اسے بطور نفل خیرات  
دی۔

التَّنْفِيْلُ: بطور نفل عبادت یا پرہیزگاری۔  
نظمی عبادت کرنا۔

ن ف ی - نَفَاةٌ: اس نے اسے جلاوطن کر  
دیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ کہا جاتا ہے:  
نَفَاهُ فَانْتَفَسَا وَنَفَى: اس نے اسے  
جلاوطن کر دیا تو وہ جلاوطن ہو گیا۔ یہ فعل  
متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ بقول  
القطامي:

فَأَصْبَحَ جَارًا كَمِ قَتِيلًا وَنَافِيَا  
”پس تمہارے پڑوسی قتل ہوئے اور جلا  
وطن ہوئے۔“

کہتے ہیں کہ: هَذَا يُنَافِي ذَٰلِكَ وَهُمَا  
يَنَافِيَانِ: یہ اس کے منافی ہے اور وہ  
دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔

النَّفَايَةُ: کوڑا کرکٹ۔ ردی اور بیکار  
چیزیں۔

ن ق ب - نَقَبَ الْجِدَارَ: اس نے  
دیوار میں نقب لگائی۔ اس کا باب نَصَرَ  
ہے۔ اس نقب لگانے کو النَّقْبَةُ بھی کہتے  
ہیں اور نَقَبٌ بھی کہتے ہیں۔

الْمَنْقَبَةُ بَرُوزَانِ الْمَسْرُوبَةِ: کسی کی  
تعریف۔ اس کی ضد الْمَثْلَبَةُ یعنی بد

ن ف ق - نَفَقَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ مر گیا۔

اس کا باب دَخَلَ ہے۔

نَفَقَ البَيْعُ يَنْفُقُ: (فام مضموم) خریدو  
فروخت کا رواج پڑ گیا۔

النِّفَاقُ: (نون مسور) منافقت یا  
منافقوں والا کام کرنا۔

أَنْفَقَ الرَّجُلُ: آدمی قلاش ہو گیا اور  
اس کا مال جاتا رہا۔ انہیں معنوں میں قول  
خداوندی ہے: إِذَا لَأْمَسْتُمْ خَشِيَةَ  
الْإِنْفَاقِ: تب تو تم قلاش ہونے کے ڈر  
سے کجی اور بکل کرو گے۔

أَنْفَقَ الدَّرَاهِمَ: اس نے درہم خرچ  
کئے۔

النَّفَقُ: (نون اور فام دونوں مفتوح) زمین  
کے اندر کی سُرنگ جو کسی دوسری جگہ جا نکلتی  
ہو۔

نَيْفَقُ السَّرَاوِيلُ: شلوار کا نیفہ۔ عام  
لوگ اسے نون مسور بولتے ہیں۔

ن ف ل - النُّفْلُ وَالنَّافِلَةُ: رضا کارانہ  
طور پر نیکی کا کام۔ اسی سے ماخوذ نافلة  
الصلاة ہے یعنی نفل نماز۔

النُّفْلُ: (نون اور فام دونوں مفتوح)  
مال غنیمت اس کی جمع الْأَنْفَالُ ہے۔ بقول  
لبید شاعر:

إِنَّ نَفْسِي رَبَّنَا خَيْرُ نَفْلٍ  
”بلاشبہ خدا خونی بہترین نظمی عبادت

یا فرار کی تلاش میں سارا ملک چھان مارا۔  
 ن ق ح - تَنْقِيحُ الشَّعْرِ: شعر کو سنوارنا۔  
 کہا جاتا ہے کہ: خَيْرُ الشَّعْرِ الْحَوْلِيُّ  
 الْمُنْقَحُ: بہترین شعر وہ ہے جس کی سال  
 بھر تک ٹوک پلک درست نہ ہوتی رہی ہو۔

ن ق خ - النِّقَاحُ: (نون مضموم) بیٹھا  
 پانی۔ جو اپنی ٹھنڈک کے باعث دل کو  
 تراوٹ دیتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی  
 يَنْقُفُهُ ہے یعنی وہ اسے توڑتا ہے۔

ن ق د - نَقَدَهُ الدَّرَاهِمَ نَقْدًا لَهُ  
 الدَّرَاهِمَ: اس نے اسے درہم عطا کئے۔  
 فَانْتَقَدَهَا: تو اس نے لے لے لئے۔ نَقَدَ  
 الدَّرَاهِمَ وَاِنْتَقَدَهَا: اس نے درہموں  
 میں سے کھوٹے الگ نکال دیئے۔ ان  
 دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

دِرْهَمٌ نَقْدٌ: کھرا درہم۔ نَاقِدَةٌ: اس  
 نے معاملے میں اس کے ساتھ منا تشکیا۔

ن ق ذ - اَنْقَدَهُ مِنْ كَذَا: اس نے اسے  
 فلاں (مشکل) سے نکال لیا یا بچا لیا۔  
 اسْتَنْقَدَهُ وَتَنْقَدُهُ تَنْقُدًا: سب کا معنی  
 یہی ہے۔

ن ق ر - نَقَرَ الطَّائِرُ الْحَبَّةَ: پرندے  
 نے دانے پر چوچ ماری اور اسے اُٹھالیا۔  
 نَقَرَ الشَّيْءُ: اس نے چیز میں چوچ سے  
 سوراخ کر دیا۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ  
 ہے۔

تعریفی کرتا ہے یا عیب بیان کرتا ہے۔  
 النَّقِيبُ: فوجی، کپتان۔ ایک فوجی عہدہ۔  
 وہ قوم کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور ان کا ضامن و  
 ذمہ دار شخص ہوتا ہے۔ اس کی جمع نَقَبَاءُ  
 ہے۔

قَدْ نَقَبَ عَلَيَّ قَوْمِي: وہ اپنی قوم کا  
 سردار بن گیا۔ اس کا مضارع يَنْقُبُ ہے  
 اور مصدر نَقَبًا. اس کی مثال كَتَبَ  
 يَكْتُبُ كِتَابَةً ہے۔ الزمراء کا قول ہے  
 اگر کہنے سے مراد یہ ہو کہ وہ نقیب اور سردار تو  
 نہ تھا لیکن اس نے یہ کام کر لیا، تو کہتے ہیں:  
 نَقَبَ نَقَابَةً: وہ از خود نقیب بن گیا۔ اس کا  
 باب ظَرْفٌ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ کا قول  
 ہے کہ: النِّقَابَةُ (نون کسور) اسم ہے اور  
 (نون مفتوح) النِّقَابَةُ مصدر ہے۔ اس کی  
 مثال الْوَالِيَةُ اور الْوَالِيَةُ ہے۔

النَّقِيبَةُ: نفس۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ  
 مَيْمُونُ النَّقِيبَةِ: وہ مبارک یا  
 با برکت نفس آدمی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے  
 کہ: مَيْمُونُ الْأَمْرِ يَنْجَعُ لِمَا  
 يُحَاوَلُ وَيُظْفَرُ: ميمون الامر آدمی اپنی  
 کوشش میں کامیاب اور فتح مند ہوتا ہے اور  
 اسے مَيْمُونُ الْمَشُورَةِ بھی کہا گیا  
 ہے۔

نَقَبُوا فِي الْبِلَادِ: وہ بھاگنے یا راہ فرار کی  
 تلاش میں سارے ملک میں گھومے پھرے

ہے: كَادُوا وَيَنْقُسُونَ حَتَّى رَأَى  
عَبْدَ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْأَذَانَ فِي  
الْمَسَامِ: مسلمان نماز کے لئے لوگوں کو  
بلانے کیلئے ناقوس بجانے ہی والے تھے  
کہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب  
میں اذان دیکھی۔

النَّقَسُ: (نون مکسور) روشنائی جس  
سے لکھا جاتا ہے۔ اس کی جمع انْقَسٌ اور  
انْقَاسٌ ہے۔

نَقَسَ ذَوَاتَهُ تَنْقِيسًا: اس نے اپنی  
دوات میں روشنائی ڈالی۔

ن ق ش - نَقَشَ الشَّيْءُ: چیز پر نقش و نگار  
بنانا۔

النَّقَشُ: کا معنی مچھنے سے بال نوچنا  
بھی ہے۔

الْمِنْقَاشُ: بال نوچنے کا مچھنا۔  
الْمُنَاقِشَةُ: حساب میں تفصیلی جائزہ لینا۔  
باہم مباحثہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے:  
مَنْ نُوقِشَ عُذْبٌ: جس سے سختی سے  
حساب لیا گیا تو عذاب دیا گیا۔

نَقَشَ الشُّوْكَةَ مِنْ رَجُلِهِ: اس  
نے اپنے پاؤں سے کائنا نکالا۔ اس کا باب  
نصر بھی ہے۔ التَّقْشَهَا: اس نے  
کانٹے کو نکال باہر کیا۔

ن ق ص - نَقَصَ الشَّيْءُ: چیز گھٹ گئی۔  
اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور نَقَصَانًا بھی

نُقِرَ فِي النَّاقُورِ: صُور چھونکا گیا۔  
النُّقْرَةُ: ذلی۔ النُّقْرَةُ: کا معنی زمین کے  
اندر چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اسی سے  
ماخوذ لفظ نُقْرَةُ الْقَفَا ہے یعنی گردن کے  
پچھلے حصے کا گڑھا۔

النَّقِيرُ: ستمشلی کے اوپر والی جھلی۔  
النَّقِيرُ: دراصل وہ لکڑی ہے جس میں کھود کر  
پیلے کی طرح گڑھا سا بنایا جاتا ہے۔ اس  
میں نیبہ بھگوایا جاتا ہے تاکہ اس میں جلد نشہ  
آجائے۔ اسی کے بارے میں حدیث میں  
ممانعت آئی ہے۔

الْمِنْقَرُ: برونز یا المِنْضَعُ: کدال۔  
مِنْقَارُ الطَّائِرِ: پرندے کی چونچ۔ اور مِجَارُ  
کا آلہ یعنی سحر یا جھینا۔ اس کی جمع مَنَاقِيرُ  
ہے۔

انْقَرَعَتْ: وہ اس سے رُک گیا۔ حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَا كَانَ  
اللَّهُ لِيُنْقِرَ عَنْ قَائِلِ الْمُؤْمِنِ: یعنی  
اللہ تعالیٰ مومن کے قائل کو ہلاک کئے بغیر  
رکنے والے نہیں ہیں۔

ن ق ر س - النِّقْرَسُ: (نون مکسور) ایک  
مشہور بیماری۔

ن ق س - النِّاقُوسُ: گھڑیال، جو نصاریٰ  
اپنی عبادات کے اوقات پر بجاتے ہیں۔

قَدَّ نَقَسَ: اس نے ناقوس بجایا۔ اس  
کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں

ہے۔  
النَّقَاصَةُ: (نون مضموم) بالوں کی رسی سے گرنے والی لڑی۔

الْمِنَاقِصَةُ فِي الْقَوْلِ: متناقض بات کرنا۔ وہ بات کہنا جو اس کے معنی کے خلاف ہو۔

الْإِنْتِقَاضُ: کمزور اور دہلا ہونا۔

النَّقِصُ: (نون مسور) توڑنا۔

الْمَنْقُوضُ: ٹوٹا ہوا، توڑا ہوا، شکست۔

أَنْقَضَ الْحِمْلَ ظَهْرَهُ: بوجھنے اس کی کمر توڑ ڈالی۔ یہی لفظ آیت قرآنی میں ہے: أَنْقَضَ ظَهْرَكَ: بار نبوت نے

آپ کی کمر توڑ دی۔ إِلَّا نَقَاضُ كَا صِل

معنی چرچاہٹ قسم کی ہلکی آواز ہے۔

انْقَاضُ الْعِلْكِ: چبانے کی آواز۔ کھانا

کھاتے وقت ایسی آواز نکالنا کہ وہ ہے۔

النَّقِيسُ: کجاوے اور ہودج کی حرکت کی آواز۔

ن ق ط - النَّقِطَةُ: نقطہ، اس کی جمع نَقَطٌ

اور نِقَاطٌ (نون مسور) بھی ہے۔ اس کی

مثال بُرْمَةٌ کی جمع بُرَامٌ ہے۔

نَقَطَ الْكِتَابُ: اس نے کتاب میں نقطے

ڈال دیئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

نَقَطَ الْمَصَاحِفَ تَنْقِيطًا: اس نے

مصاحف پر نقطے لگائے۔ اس کا اسم فاعل

نَقَاطٌ ہے۔

ن ق ع - النُّعُ: بروزن النُّعُ: غبار، گرد،

مٹی۔ النُّعُ کا معنی کنویں میں جمع شدہ

ہے۔  
نَقَصَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے گھٹایا۔ یہ فعل

متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔

میرا کہنا ہے کہ النقص فعل متعدی کا مصدر

ہے اور النقصان فعل لازم کا مصدر ہے۔

یہ فعل متعدی یہ دو معقول ہے۔ مثلاً: کہا جاتا

ہے کہ نَقَصَهُ حَقُّهُ یعنی اس نے اس کا حق

گھٹا دیا یا کم کر دیا۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ

لَمْ يَنْقُصُواكُمْ شَيْئًا: پھر وہ تمہیں حق

میں کچھ کمی نہ کریں گے۔ رہا یہ کہنا کہ

نَقَصَ الْمَالُ دِرْهَمًا وَالْبُرُّ مِلًّا: رقم

میں ایک درہم کم ہوا اور گیہوں میں ایک مد

تو یہاں درہم اور مدّاً تیز ہے۔

میری بات ختم ہوئی۔

انْتَقَصَ الشَّيْءُ: چیز گھٹ گئی۔ انْتَقَصَهُ

غَيْرُهُ کا معنی کسی اور نے اسے گھٹا دیا، بھی

ہے۔

اسْتَنْقَصَ الْمُشْتَرِي الثَّمَنَ: گاہک

نے اسے قیمت کم کرنے کو کہا۔

الْمَنْقِصَةُ: (میم مفتوح، قاف مفتوح)

کی، گھٹا۔

النَّقِيسَةُ: عیب۔

فُلَانٌ يَنْقِصُ فُلَانًا: فلاں شخص فلاں

شخص کی عیب گوئی کرتا ہے۔

ن ق ض - نَقَصَ الْبِنَاءَ الْحَبْلَ

وَالْعَهْدَ: اس نے عمارت گرا دی اور رسی

توڑ دی۔ اور عہد شکنی کی۔ اس کا باب نَصَرَ

کہا جاتا ہے کہ: طال انقاع الماء: پانی بڑی دیر جمع رہا۔

اسْتَنْقَاعُهُ: پانی کا زیادہ دیر تک جمع رہ کر رنگ زرد ہو جانا۔

سَمُّ مُنْقَعٍ: مارا ہوا زہر۔

اسْتَنْقَعُ فِي الْعَدِيْرِ: وہ تالاب میں اتر کر نہایا گیا وہ وہاں ٹھہرا رہتا کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ایسی جگہ کو مُسْتَنْقَعُ کہتے ہیں۔

اسْتَنْقَعُ الْمَاءُ فِي الْعَدِيْرِ: تالاب میں پانی جمع ہو گیا اور ٹھہرا رہا۔

اسْتَنْقَعُ الشَّيْءُ: چیز پانی میں بھگونے کو پڑی رہی۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ن ق ف - النَّقْفُ: کھوپڑی توڑ کر دماغ سے نکال لینا۔ اس کا باب نَصْرَہ ہے۔

ن ق ق - نَقَّ الضَّفْدَعُ: مینڈک کڑایا۔ نَقَّى الْعَقْرَبُ: بچھوکی آواز۔

الِدِّجَا حَاجَةٌ تَنِيُّ (نون مکسور) نَقِيْفًا: مرغی گلزاتی ہے۔ یا کڑو کر کرتی ہے۔ شاید تنی کی میاؤں میاؤں کرنے کو بھی یہی کہتے ہیں۔

ن ق ل - نَقْلُ الشَّيْءِ: چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ اس کا باب نَصْرَہ ہے۔

الْمُنْقَلُ: پھٹا ہوا پرانا موزہ یا پھٹا ہوا پرانا جوتا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ

پانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُمْنَعَ نَقْعُ الْبَشْرِ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں کے جمع شدہ پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔

النَّقْوُعُ: (نون مفتوح) دوا یا نبیذ کے لئے رات ہی سے رکھا ہوا پانی۔

انْقَعَ الدَّوَاءُ وَغَيْرُهُ فِي الْمَاءِ: اس نے دوا وغیرہ کو پانی میں بھگوایا۔ اسے مُنْقَعُ کہتے ہیں۔

نَقَعَ الْمَاءُ الْعَطَشَ: پانی نے پیاس بجھا دی۔ اس کا باب قطع اور خضوع ہے۔

مثل ہے کہ گھونٹ گھونٹ کر کے اور تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پینا پیاس زیادہ بجھاتا ہے۔ یعنی پیاس بجھانے میں زیادہ کارگر ہے۔

سَمُّ نَاقِعٍ: زہر قاتل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پختہ زہر۔

النَّقِيْعُ: منے یا انگور سے حاصل کیا ہوا مشروب جسے پکائے بغیر پانی میں بھگوایا جاتا ہے۔

نَقَعَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی میں بھگوایا۔

شَرِبَ حَتَّى نَقَعَ: اس نے سیر ہو کر پیا۔ مَاءٌ نَاقِعٌ: صاف و شفاف پانی جو سیر

کر کے پیاس بجھاتا ہے۔

نَقَعَ الْمَاءُ فِي الْمَوْضِعِ: پانی ایک جگہ جمع ہو گیا۔ اسْتَنْقَعُ کا بھی یہی معنی ہے۔

کیا۔ اس کا اسم فاعل نَاقِمٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا نَقِمَ مِنْهُ إِلَّا الْإِحْسَانُ: اس نے اس سے انتقام کے بدلے احسان کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔

نَقِمَ الْأَمْرَ: اس نے بات کو ناپسند کیا۔ ان دونوں کا باب ضَرْبٌ ہے اور نَقِمَ کا باب فَهَمٌ ہے جو نَقَمَ کا ایک لہجہ ہے۔

النَّقَمُ اللَّهُ مِنْهُ: اللہ نے اس پر عذاب کیا۔ اس کا اسم النِّقْمَةُ ہے۔ اس کی جمع نَقِمَاتٌ اور نَقِمٌ ہے۔ اس کی مثال كَلِمَةٌ کی جمع كَلِمَاتٌ اور كَلِمٌ ہے۔ چاہو تو اس کے بدلے نِقْمَةٌ اور نِقْمٌ بھی کہہ سکتے ہو۔ اس کی مثال نِعْمَةٌ اور نِعْمٌ ہے۔ فُلَانٌ مَيْمُونٌ النِّقِيمَةِ: فلاں شخص با برکت طبیعت والا ہے۔ یہاں النِّقِيمَةُ النِّقِيْبَةُ سے بدلا ہوا ہے۔

ن ق ۵- نَقَى مِنَ الْمَرَضِ: وہ صحت یاب ہوا۔ اس کا باب طَرَبٌ اور خَضَعٌ ہے۔ یہ صحیحیابی بیماری کے بعد والی ہے۔ اس کا اسم فاعل نَاقِیَةٌ بمعنی صحت یاب ہے۔ اس کی جمع نَقَىةٌ ہے۔

أَنْقَهَهُ اللَّهُ: اللہ سے شفا یاب کرے۔ فُلَانٌ لَا يَنْفَقُهُ وَلَا يَنْفَعُهُ: وہ نہ سمجھتا ہے نہ بوجھتا ہے۔

ن ق ا- نَقَاوَةُ الشَّيْءِ وَنَقَايَتُهُ: (نون مضموم) چیز کا عمدہ اور چیدہ حصہ۔

عنه کی حدیث میں ہے۔

النُّقْلُ: (نون مضموم) شراب پینے کے بعد جو ترش چیزیں کھائی جاتی ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے بقول ثعلب نے کہا کہ النُّقْلُ صرف نون مفتوح کے ساتھ ہے۔ النُّقْلَةُ اسم ہے فعل انتقال کا یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

نَاقِلَةُ الْحَدِيثِ: دو آدمیوں میں سے ایک نے دوسرے کو حدیث سنائی۔

النَّقِيْلَةُ: وہ پیوند یا چڑے یا کپڑے کا ٹکڑا جس سے اونٹ کے کھڑ یا جوتے کو پیوند کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع النَّقَائِلُ ہے۔

قَدْ نَقَلَ ثَوْبَةً: اس نے اپنے کپڑے کو پیوند لگایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ أَنْقَلَ خُصَّةً: اس نے اپنے موزے کو پیوند لگایا یا اس کی مرمت کی۔ نَقَلَهُ تَنْقِيْلًا: بھی یہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَعْلٌ مُنْقَلَةٌ یعنی مرمت شدہ جوتا۔

التَّنْقِيلُ: تحویل۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

نَقَلَهُ تَنْقِيْلًا: اس نے اسے کثرت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا۔

الْمُنْقَلَةُ: (تاف مکسور) وہ زخم جو ہڈی کو توڑے تاکہ اس ہڈیوں میں سے پتلی ہڈیاں نمودار ہوں۔

ن ق م- نَقِمَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر عتاب

فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَنْكُوبٌ ہے۔

الْمَنْكِبُ: بروزن المَجْلِسُ: کندھے اور بازو کا جوڑ۔

ن ک ٹ-نَكْتُ الْعَهْدُ وَالْحَبْلُ: اس نے عہد شکنی کی اور رسی یا تعلق توڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ک د-نَكِدَ عَيْشُهُ: اس کی زندگی تلخ ہوگئی یا تنگ ہوگئی۔ اس کا باب طَسَّرَبُ ہے۔

رَجُلٌ نَكِدٌ: غریب آدمی۔ اس کی جمع اَنْكَادٌ اور مَنَّاكِيْدٌ ہے۔

نَاكِدَةٌ وَهَمَّا يَتَنَاكِدَانِ: اس نے اس کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔ اور ان دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔

الْاَنْكَدُ: منحوس شخص۔

ن ک ر-النَّكْرَةُ: اسم نکرہ، اس کی ضد المَعْرُوفَةُ اسم معرفہ ہے۔ قَدْ نَكَرَهُ: اس نے اس کو نہیں جانا یا پہچانا، وہ اس سے ناواقف ہوا۔ اس میں کاف کسور ہے۔ اس کا مصدر نَكَرًا اور نَكُوْرًا (نون مضموم) ہے۔

اَنْكَرَهُ وَاَسْتَنْكَرَهُ: دونوں کا ایک معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اسے جاننے پہچاننے سے انکار کیا۔

نَقِيَّ الشَّيْءِ: چیز صاف ستھری ہوگئی۔ (قاف کسور) اس کا مصدر نَقَاوَةٌ (نون مفتوح) ہے۔ اس کا اسم فاعل نَقِيٌّ یعنی پاک صاف ستھرا ہے۔

النَّقَاءُ: (الف ممدود) صفائی۔ النِّقَا: (الف مقصور) ریت کا ڈھیر یا ٹیلہ۔ اس کی شنیہ نَقْوَانٌ اور نَقِيَانٌ بھی ہے۔ التَّنْقِيَةُ: صاف کرنا۔

الْاِنْتِقَاءُ: منتخب کرنا۔ چُن لینا۔

التَّنْقِي: چُنا جانا، منتخب ہونا۔ اَنْقَسَبَ الْاِبِلُ وَغَيْرُهُ: اونٹ وغیرہ موٹا تازہ یا فریبہ ہو گیا۔ اور اس کے اندر گودا پیدا ہو گیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: هَذِهِ نَاقَةٌ مُنْقِيَةٌ يَهْ اَوْثِي فَرِبَهُ ہے۔ وِهَلِدُهُ لَا تُنْقِي: اور یہ اَوْثِي فَرِبَهُ نہیں ہوتی۔

ن ک ب-نَكَبَ عَنِ الطَّرِيقِ: وہ راستے سے ہٹکا، یا دوسری طرف مڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَكَبَ عَنْهُ تَنْكِيًّا وَتَنْكَبَ عَنْهُ تَنْكِبًا: وہ اس سے مڑ گیا یا پھر گیا یعنی اس نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہو گیا۔ نَكَبَ تَنْكِيًّا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَنْكَبَةُ: اس نے اس سے اجتناب کیا۔

النَّكْبَةُ: اس کی جمع نَكَبَاتُ الدَّهْرِ: زمانہ کی گردش۔

نَكَبَ الرَّجُلُ: آدمی پر گردش آگئی۔ یہ

ن ک ص - النُّكُوصُ: کسی چیز سے رُک جانا یا پیچھے ہٹنا۔ کہا جاتا ہے: نِكِصَ عَلٰی عَقْبِيْهِ: وہ اُلٹے پاؤں مڑا۔ اس کا باب نَصْرٌ، دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

ن ک ف - النُّكْفُ: منہ پھیرنا، پھر جانا، منہ موڑنا۔

ن ک ل - النُّكْلُ: بروزن الطِّفْلِ: بیڑی، بچوان۔ اس کی جمع انْكَالٌ ہے۔ نُّكْلٌ بِهٖ تَنْكِيلًا: اس نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔

ن كَلَّ عَنِ الْعَدُوِّ وَعَنِ الْيَمِيْنِ: وہ دشمن اور حلف سے پیچھے ہٹا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یعنی وہ بزدل ہو یا اس نے بزدلی دکھائی۔ ابو عبید نے کہا کہ نِكَلَّ (کاف مسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن اصمعی رحمہ اللہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ النُّكْلَ عَلٰی النُّكْلِ: (نون اور کاف دونوں مفتوح) خدا تعالیٰ تجربہ کار مضبوط شہسوار، تجربہ کار مضبوط گھوڑے پسند کرتا ہے۔

ن ک ہ - النُّكْهَةُ: منہ کی بو۔ نِكْهَةُ: اس نے اس کی بو سونگھی۔ اسْتَنْكَهَتْ فَنَكَّهَتْ: اس نے اُسے بو سونگھنے کو کہا تو اس نے اس کے منہ کی بو سونگھ لی تاکہ یہ دیکھ لے کہ وہ شراب پیے

نُكِرَ: اس نے اسے بدل دیا۔ یا اس کی شکل بدل دی یا اسے استعجاب بنایا۔ فَتَنُّكِرُ: تو اس کی شکل بدل گئی یا وہ ان جان بن گیا۔ المُنْكَرُ: ناشائستہ کام، برائی۔ اس کی جمع المُنَاكِرُ ہے۔

النُّكِيْرُ وَالانْكَارُ: برائی کو بدلنا۔ مُنْكَرٌ وَنِكِيْرٌ: دوفرشتوں کے نام۔ العُنْكَرُ: برائی۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: لَقَدْ جَنَّتْ شَيْئًا نُكْرًا: تم نے ایک نازیبا کام کیا۔ اس لفظ کو بعض اوقات کاف متحرک کر کے پڑھتے ہیں اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسْرُوكِيْ ہے۔

الانْكَارُ: انکار کرنا۔

ن ک س - نَكَسَ الشَّيْءُ فَانْتَكَسَ: اس نے اسے سر کے بل الٹا دیا تو وہ الٹ گیا۔ اس کا باب نَصْرٌ ہے۔

نَكَسَهُ تَنْكِيْسًا كَمَا بَعِيَ يَبِيْ مَعْنٰی: نَكَسَ: (نون مضموم) شقایاب ہونے کے بعد دوبارہ پیار ہونا۔ قَدْ نَكَسَ الرُّجُلُ نَكْسًا: آدمی الٹ گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ کہا جاتا ہے: تَعَسَا لَهُ وَنُكْسًا: اس کے لئے تباہی ہو۔ اس محاورے میں نکسا کو مفتوح النون بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ یاد دو ہم معنی لفظوں کے آنے کی وجہ سے ہے یا پھر یہ اس لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔



کتاب حضرت جبریل امین کو النَّامُوسُ کہتے ہیں۔

النَّامُوسُ کا معنی گھات بھی ہے۔

میرا کہتا ہے کہ مجھے اپنے پاس دستیاب اصول لغت کی کتابوں میں التَّنْمِيسُ اور التَّنْمِيسُ کا لفظ ان معنوں میں نہیں ملا جو معانی صاحب کتاب کا مقصود ہیں۔

النِّمْسُ: نیولا جو سانپ کو مار ڈالتا ہے اور مصر کی سرزمین میں پایا جاتا ہے۔

قَدْ نَمِسَ السَّمْنُ: گھی خراب ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ن م ش - النَّمِشُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) سیاہ اور سفید دھبے یا نقطے۔

ن م ط - النَّمِطُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) لوگوں کی جماعت جن کا معاملہ یا

کام ایک ہو۔ حدیث شریف میں ہے: خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ النَّمِطُ الْأَوْسَطُ

يَلْحَقُ بِهِمُ التَّالِي وَيَرْجِعُ إِلَيْهِمُ الْغَالِي: اس امت کے بہترین لوگ

وہ معتدل اور متوسط مزاج لوگ ہیں جن کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے جا ملتے ہیں

اور غلط کرنے والے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (اشارہ اہل بیت کی طرف

ہے)۔

ن م ق - نَمَقَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب لکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ہوئے تو نہیں ہے۔

نِكَّةُ الرَّجُلِ: یہ فعل مجہول ہے اور معنی ہے کہ بدبشمی کے باعث منہ کی بو بدل گئی ہے۔

ن ک ی - نَكِي فِي الْعَدْوِ: اس نے دشمنوں میں قتل کیا اور زخمی کیا۔ اس کا مضارع يَنْكِي ہے اور مصدر نَكَايَةٌ ہے۔

ن م ر - النَّمِرُ: بروزن الْكَيْفُ: چیتا، درندہ جانور۔ اس کی جمع نُمُورٌ (نون مضموم) ہے۔ شعر میں یہ لفظ نُمُرٌ بھی آیا ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ اس کی مَوَثُ

نَمِرَةٌ ہے۔ النَّمِرَةُ کا معنی اونچی چادر بھی ہے جو بدو لوگ اوڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

مَاءٌ نَمِيرٌ بِرُوزِنِ سَمِيرٍ: صحت مند پانی، میٹھا ہو یا نہ ہو۔

ن م ر ق - النَّمْرُقُ وَالنُّمْرُقَةُ: چھوٹا نکلیے۔

النَّمْرُقَةُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس میں نون کمور ہے۔ شاید کجاوے پھٹے پرانے کپڑے (الطَّنْفِسَةُ) کو نَمْرُقَةُ کہتے ہیں۔

ن م س - نَامُوسُ الرَّجُلِ: آدمی کا راز دار دوست، ہمزاز جو اسے دل کی بات کہے اور اس کا راز دوسروں سے نہ کہے۔ اہل

نَمْنَمَ الشَّيْبَى: اس نے چیز کو نقش و نگار سے آراستہ کیا۔

نَوْبٌ مِّنْحَمٍ: نقش و نگار سے آراستہ کپڑا۔

ن م ی - نَمَى الْمَالُ: مال بڑھا۔ (میم

کسور)۔ يَنْمِي نَمَاءً: (نون مفتوح اور الف ممدود)۔ ممکن ہے اس کا باب سَمَا

ہو۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُمَثَّلُوا بِنَاهِيَةِ اللَّهِ: خلق خدا کا مثل نہ کرو کیونکہ مخلوق بھی تو نامیہ ہے۔

نَعَى الْحَدِيثَ الِى فُلَانٍ: اس نے حدیث کی نسبت فلاں شخص سے کی۔

نَعَى الرَّجُلُ الِى أَبِيهِ: اس نے اسے اس کے باپ سے منسوب کیا۔ دونوں کا باب رَمَى ہے۔

اَنْتَمَى هُوَ: وہ منسوب ہوا۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: نَمَيْتُ الْحَدِيثَ (میم مخفف) میں ازراہ اصلاح و خیر خواہی

بات اس تک پہنچادی۔

نَمَيْتُهُ نَمِيَةٌ: میں اس تک بات بطور چغلی اور شرانگیزی پہنچادی۔

رَمَى الصَّيْدَ فَنَامَهُ: اس نے شکار کو تیر مارا۔ شکار نظروں سے غائب ہو کر مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: كُنْ مِثْلَ مَا أَصْحَبَتْ وَدَعَّ مَا أَنْمَيْتَ: جس جانور کو تم مارو (شکار کر کے یا ذبح کر کے)

نَمَقَهُ تَمِيْقًا: اس نے اسے لکھائی سے آراستہ کیا۔

ن م ل - النَّمْلُ: چیونٹی۔ اس کا واحد النَّمْلَةُ ہے۔

أَرْضٌ نَمْلَةٌ: چیونٹی والی سرزمین۔ طَعَامٌ مَنْمُوْلٌ: جس کھانے میں چیونٹیاں پڑی ہوں۔

الْأَنْمَلَةُ: (الف مفتوح) انگلی اس کی جمع الْأَسَامِلُ ہے۔ اس کا معنی انگلیوں کے برے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الْأَنْمَلَةُ (الف مفتوح اور میم مفتوح) کا ذکر الدیوان کے باب فَعْل کے تحت کیا گیا ہے۔ ثعلب نے باب المَفْتُوحِ أَوَّلَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ میں لکھا ہے کہ بعض اوقات اس کلمے کا پہلا حرف مضموم ہوتا ہے۔ البتہ میم مضموم کا مجھے علم نہیں کہ کسی نے اس کا ذکر کیا ہو۔ اس کا ذکر صرف الطَّبْرَزِي نے الْمُتَّعَرَّبِ میں کیا ہے۔

ن م م - نَمَّ الْحَدِيثُ: اس نے چغلی کھائی۔ اس کا باب رَدَّ ہے لیکن نَمَّ يَنْمُ

بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا اسم النَّمِيْمَةُ ہے بمعنی چغلی۔ چغلی خورد کرد کو نَمَّ اور نَمَامٌ کہتے ہیں۔

النَّمَامُ: ایک خوشبودار پودے کو بھی کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور چکا چوند ہونا۔ اس کا باب طرب ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا  
يَنْهَجُ: کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو  
دیکھا جو موناپے کے باعث ہانپ رہا تھا۔

ن ۵ ر - النَّهَارُ: دن، اس کی ضد اللَّيْلُ:  
رات ہے۔ عَذَابٌ أَسْرَابٌ کی طرح  
اس کی جمع نہیں بنائی جاتی، لیکن اگر جمع بنانا  
چاہو تو اسکی جمع قَلَّتْ أَنهَارٌ اور جمع کثرت  
نُهْرٌ ہوگی۔ ان میں نون اور ہاء دونوں  
مضموم ہیں۔ اس کی مثال سَحَابٌ  
کی جمع سُحُبٌ ہے۔ بطور سند ابن کیسان  
نے یہ شعر پڑھا:

لَوْلَا فَرِيْدَانِ لَمُنْنَا بِالضُّبُرِ  
فَرِيْدٌ لَيْلٍ وَفَرِيْدٌ بِالنُّهْرِ  
”اگر رات اور دن کے دو ٹرید (بکھانے)  
نہ ہوتے تو ہم لاغری اور کمزوری کے  
مارے جاتے۔“

النُّهْرُ: (ہاء ساکن اور مفتوح) پانی کی  
لہر۔ اس کی جمع أَنهَارٌ ہے۔ قول خداوندی  
ہے: فِي جَنَّاتٍ وَنَهْرٍ: باغات اور  
نہروں میں۔ یہاں نَهْرٌ واحد کے صیغے  
سے جمع مراد ہے۔ اسی طرح دوسرا قول  
خداوندی ہے: وَيَسْوَلُونَ الدُّبُرَ: اسی  
طرح کہا گیا ہے: فِي ضِيَاءٍ وَسَعَةٍ.  
نَهْرَ النَّهْرِ: اس نے نہر کھودی۔  
نَهْرَ الْمَاءِ: پانی زمین میں رواں اور

اور وہ تمہارے تیر سے مر جائے اس کا  
گوشت کھاؤ۔ لیکن جو جانور مارنے کے  
بعد بھاگ نکلے اور تمہاری نظروں سے  
اوجھل ہو کر مرے۔ اس کا گوشت نہ کھاؤ۔  
اسے چھوڑ دو۔

ن ۵ ب - النَّهْبُ: بروزن الضَّرْبُ: مال  
غنیمت، اس کی جمع النَّهَابُ (نون  
مکسور ہے) ہے۔ الاَنْتِهَابُ: بُوْث۔ وہ  
مال جسے جو چاہے لے لے۔ کہا جاتا ہے:  
اَنْتَهَبَ الرَّجُلُ مَالَهُ فَانْتَهَبُوهُ نَهِيوهُ  
وناہیوہ: آدمی نے اپنا مال لٹایا تو لوگوں  
نے اسے لوٹ لیا۔ ان سب کلمات کا ایک  
ہی معنی ہے۔

ن ۵ ب ر - النَّهَابِرُ: بروزن المَنَابِرُ:  
ہلاکت کی جگہیں۔ مقامات ہلاکت۔ حدیث  
شریف میں ہے: مَنْ جَمَعَ مَالًا مِنْ  
مَهَابِشٍ أَذْهَبَهُ اللَّهُ فِي نَهَابِرٍ: جس  
نے حرام ذرائع سے مال جمع کیا اسے اللہ  
تعالیٰ مقامات ہلاکت میں لے جائے گا۔

ن ۵ ج - النَّهَجُ: بروزن الفَلَسُ اور  
المَنْهَجُ بروزن المَذْهَبُ اور  
المِنْهَاجُ: واضح راستہ۔

نَهَجَ الطَّرِيقَ: اس نے راستہ کو ظاہر نمایاں  
اور واضح کر دیا۔ نَهَجَهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ  
وہ راہ چلا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

النَّهَجُ: (نون اور ہاء دونوں مفتوح) پانپنا

ن ہ ک۔ نَهَيْكُهُ السُّلْطَانُ عَسَىٰ  
اس کا باب فہم ہے اور معنی: سلطان نے  
اسے حد سے زیادہ سزا دی۔ حدیث شریف  
میں ہے: اعضا کو خوب دھو کر صاف کر لو  
ورنہ آگ انہیں سخت سزا دے گی۔  
النِّهَاقُ الْحُرْمَةُ: حرام کاموں کا  
ارتکاب کرنا، حرمت توڑنا۔

ن ہ ل۔ الْمَنْهَلُ: گھاٹ۔ جہاں  
چراگاہوں میں اونٹ پانی پینے آتے ہیں۔  
جنگلوں میں مسافروں کے راستے پر ٹھہرنے  
کی جگہوں کو منہال کہتے ہیں کیونکہ وہاں  
پانی دستیاب ہوتا ہے۔

النَّاهِلُ: پیاسا، تشنہ، اور سیراب بھی، یہ  
کلمہ کلمات اضداد میں سے ہے۔ بعض اس  
کے متضاد معانی ہیں۔

النَّهْلُ: پہلا گھونٹ، یا پہلی بار پینا۔ اس کا  
باب طرب ہے۔

ن ہ م۔ النَّهْمَةُ: کسی کام میں حد درجہ  
ہمت کرنا۔

قَدْ نَهَمَ بِكَذَا نَهْمَةً: وہ فلاں کام کا  
مشتاق ہو گیا۔ ایسے شخص کو مِنْهُوْمٌ کہتے  
ہیں جس کا معنی مشتاق اور رسیا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: مَنْهُوْمَانِ لَا  
يَشْبَعَانِ مِنْهُوْمٍ بِالْمَالِ وَمِنْهُوْمٌ  
بِالْعِلْمِ: دو مشتاق اور دلدادہ شخص سیر نہیں  
ہوتے، ایک مال کا دلدادہ اور رسیا، دوسرا

جاری ہو گیا۔ اور اس نے نہر کی شکل اختیار  
کی۔ ان دونوں کا باب قطع ہے۔ کثیر  
مقدار میں جو چیز ہے اسے نَهْرٌ کہتے ہیں۔  
اسْتَنْهَرَ كَمَا مَعْنَى بَعِي يَبِي هِيَ۔ اَنْهَرَ  
الْدَّمُ: اس نے خون بہایا۔ اَنْهَرَ: وہ دن  
میں داخل ہوا۔ نَهْرَةٌ: اس نے اسے  
جھڑکا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اَنْهَرَةٌ كَمَا  
مَعْنَى بَعِي يَبِي هِيَ۔

ن ہ ز۔ النُّهْرَةُ: بروزن الفُرْصَةُ: وزن  
اور معنی ہر دو اعتبار سے۔

اَنْتَهَزَهَا: اس نے (فرمت) کو نینیت  
جانا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔

نَاهَزًا الصَّبِيَّ الْبُلُوغَ: بچہ بلوغت کے  
قریب ہو گیا۔

ن ہ س۔ نَهَيْتُهُ الْحَيَّةُ: اسے سانپ  
نے نکاٹ کھایا۔ اس کا باب قَطْعٌ ہے۔

ن ہ ض۔ نَهَضَ: وہ کھڑا ہوا۔ اس کا  
باب قَطْعٌ اور خَضَعٌ ہے۔

اَنْهَضَهُ فَانْتَهَضَ: اس نے اسے اٹھایا تو  
وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اسْتَنْهَرَهُ لِأَمْرٍ كَذَا: اس نے اسے  
فلاں کام کے لئے اٹھایا۔

ن ہ ق۔ نَهَاقُ الْحِمَارِ: گدھے کی  
ڈیک یا ریگ۔ قَدْ نَهَقَ يَنْهَقُ (حاء  
مکسور) نَهَيْقًا وَيَنْهَقُ (حاء مضموم) نَهَاقًا  
(نون مضموم) اور معنی وہ ریگا۔

علم کاریا۔

النَّهَمُ: (نون اورحاء دونوں مفتوح)

کھانے کا بہت زیادہ لالچی۔

وَقَدْ نَهِمَ: وہ کھانے کا حد درجہ لالچی ہو

گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

نَهَمَ الْإِبِلَ: اس نے اونٹ کو ڈانٹا اور اس

پر چیخا تاکہ وہ تیز چلے۔ اس کا باب قَطَعَ

اور نَهَمًا بھی ہے۔

ن ہ ہ - نَهْنَهَهُ عَنِ الشَّيْءِ: اس نے کسی

کام سے روکا اور ڈانٹا تو وہ رک گیا۔

ن ہ ی - النَّهْيُ: منع کرنا یا روکنا۔ اس کی

ضدا مر ہے۔

نَهَاهُ عَنْ كَذَا يَنْهَاهُ نَهْيًا، وَانْتَهَى

عنه: اس نے اسے فلاں بات سے روکا

تو وہ رک گیا۔

تَنَاهَى کا معنی بھی یہی ہے یعنی وہ رک

گیا۔

تَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ: انہوں نے ایک

دوسرے کو برائی سے روکا۔ لوگ کہتے ہیں:

إِنَّهُ لَا مُؤَرَّ بِالْمَعْرُوفِ، نَهْوٌ عَنِ

الْمُنْكَرِ: وہ بھلائی کا بہت زیادہ حکم دینے

والا اور برائی سے بہت زیادہ روکنے والا

ہے۔ نَهْوٌ فَعُولٌ کے وزن پر ہے۔

النَّهْيَةُ: (نون مضموم) عقل سمجھ۔ اس کی

جمع النَّهْيُ ہے۔ اس لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے

کہ عقل برے کاموں سے روکتی ہے۔

تَنَاهَى الْمَاءُ: پانی تالاب میں ٹھہر گیا۔

الْإِنْتِهَاءُ: اطلاع پہنچانا۔

أَنْهَى إِلَيْهِ الْخَبَرَ فَانْتَهَى وَتَنَاهَى:

اس نے اس تک خبر پہنچائی تو وہ پہنچ گئی۔

الْيَهْيَايَةُ: نہایت، آخر، غایت۔ کہا جاتا

ہے کہ: بَلَغَ نَهْيَايَتَهُ: وہ اپنی غایت یا مراد کو

پہنچ گیا۔

هَذَا رَجُلٌ نَاهِيكَ مِنْ رَجُلٍ:

یہ آدمی تمہارے لئے اس آدمی کے مقابل

میں کافی ہے۔ وہ تمہیں اپنی سنجیدگی اور

مروت کے پیش نظر کسی دوسرے کی تلاش

سے منع کرتا ہے۔

وَهَذِهِ امْرَأَةٌ نَاهِيَتُكَ مِنْ امْرَأَةٍ:

یہ عورت تمہارے اس عورت کے مقابلے

میں کافی ہے۔ یہ لفظ کو مذکر و مؤنث، تشبیہ

اور جمع بنایا جاتا ہے کیونکہ یہ فاعل ہے۔ اسم

معرفہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ هَذَا عَبْدٌ

اللَّهُ نَاهِيكَ مِنْ رَجُلٍ: یہ عبد اللہ ہے

جو تیرے لئے اس شخص کے مقابلے میں

کافی ہے۔ یہاں نَاهِيكَ کو نصب حال

ہونے کے سبب سے دی گئی ہے۔

ن و أ - نَاءٌ بِالْحِمْلِ: وہ بوجھ اٹھا کر

بھاری قدموں اٹھا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔

نَاءٌ بِيهِ الْحِمْلُ: وزن یا بوجھ نے

اسے بھاری قدم کر دیا۔ یہی مفہوم اس قول

خداوندی میں ہے: لَتَنْوَأَ بِالْعُصْبَةِ:

رکھا۔ نَاءٌ بَرُوزِنَ بَاعَ نَائِي كَا اِيك لِبْجِه  
ہے۔ جس کا معنی ہے وہ دور ہوا۔

ن و ب - نَابٌ عَنْهُ يَنْوُبُ مَنَابًا: وہ  
اس کا قائم مقام ہوا۔ اَنَابَ اِلَى اللّٰهِ:  
اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور توبہ  
کی۔ النُّوْبَةُ اور النِّيَابَةُ دونوں کا ایک معنی  
ہے یعنی باری۔ کہتے ہیں: جَاءَتْ  
نَوْبَتُكَ وَنِيَابَتُكَ: تیری باری  
آگئی۔ هُمْ يَتَنَاوَبُونَ فِي الْمَاءِ  
وَعَيْرِهِ: وہ پانی وغیرہ کی تقسیم میں اپنی  
اپنی باریاں مقرر کرتے ہیں۔ النَّائِبَةُ:  
مصیبت۔ اس کی جمع نَوَائِبُ الدَّهْرِ  
ہے یعنی زمانے کی مصیبتیں۔ الحُمَّى  
النَّائِبَةُ: روز آنے والا بخار۔

ن و ح - التَّنَاوُحُ: تقابل۔ ایک  
دوسرے کے مد مقابل ہونا۔ اسی نسبت سے  
یعنی باہم مقابل ہونے کی نسبت سے  
النَّوَائِحُ: میت پر نوحہ کرنے والیاں نام  
پڑا ہے۔ نَاحِيَةُ الْمَرْأَةِ: عورت نے نوحہ  
یا ماتم کیا۔ اس کا باب قَالٌ ہے۔ اور نِيَاخًا  
بھی۔ اس میں نون مکسور ہے۔ اس کا اسم  
النِّيَاخَةُ بمعنی نوحہ اور ماتم ہے۔

نِسَاءٌ نَوْحٌ: ماتم کرنے والی عورتیں۔  
نَوْحٌ بَرُوزِنَ لَوْحٌ اَنْوَاخٌ بَرُوزِنَ  
الْوَاخُ، نَوْحٌ بَرُوزِنَ سُوْغَرٌ نَوَائِحُ اور  
نَاحِيَاتٌ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ لوگ

ایک جماعت بھی بمشکل ان کو اٹھا سکتی تھی۔  
النَّوْءُ: کسی ستارہ کا مغرب میں اپنی  
منازل سے گر جانا یعنی غروب ہونا اور اسی  
وقت فجر کا طلوع ہونا اور اس ستارے کا  
مد مقابل ستارہ کا مشرق سے اسی وقت طلوع  
ہونا، اور یہ عمل ہر تیرہ دن کے بعد ہوتا ہے۔  
سوائے الجَبْهَةِ کے، کہ اس کے چودہ دن  
ہوتے ہیں۔ عرب لوگ دور جاہلیت میں  
بارشیں، ہوائیں، گرمی اور سردی کے اوقات  
کا تعین اس ستارے کے غروب ہونے سے  
کرتے تھے۔ طلوع ہونے والے ستارے  
کے لئے کہا جاتا تھا کہ بارشوں، ہواؤں اور  
سردی گرمی کا آنا اس کے اختیار میں ہے۔  
اس کی جمع اَنْوَاءٌ اور نَوُوءٌ ہے۔ اس کی  
مثال عَبْدٌ اور عَبْدَانٌ ہے۔ نَاوَاهُ  
مُنَاوَاةٌ وَنَوَاءٌ: (نون مکسور اور الف  
ممدود)۔ اس نے اس سے دشمنی کی۔ کہا  
جاتا ہے کہ: اِذَا نَاوَأَتِ الرَّجَالُ  
فَاصْبِرْ: جب لوگوں سے دشمنی کرو تو (رد  
عمل پر) صبر کرو یا برداشت کرو۔ ممکن ہے  
کہ اسے حرف لین سے بھی بولا اور لکھا جاتا  
ہو۔ نَاءٌ اللَّحْمُ: اس کا باب بَاعٌ ہے  
اور معنی گوشت کپارہ گیا۔ اس کا اسم فاعل  
رَنَسِيَةٌ بَرُوزِنَ نَيْسَلٌ ہے۔ اور معنی کچا یا  
ناپختہ۔  
اَنَاءٌ غَيْرُهُ اِنَاءَةٌ: کسی اور نے اسے کچا

ما بین عداوت اور دشمنی ہے۔

تَنْوَرُ النَّارِ: اس نے دور سے آگ کو غور

سے دیکھا۔ تَنْوَرٌ کا معنی 'اس نے نورہ

استعمال کیا' بھی ہے۔ بعض لوگ ان معنوں

میں التَّوَارِ بھی کہتے ہیں۔

النُّوَارُ: (نون مضموم اور واو مشدّد)

درخت کا ٹھونڈ۔ اس کا واحد نُوَارَةٌ ہے۔

الْمَنَارُ: نشانِ راہ۔

الْمَنَارَةُ: منارہ جس پر چڑھ کر اذان دی

جاتی تھی۔ الْمَنَارَةُ کا معنی چراغ دان بھی

ہے۔ یہ الاستنارة سے مَفْعَلَةٌ کے

وزن پر اسم ظرف ہے۔ اس کا میم مفتوح

ہے۔ اس کی جمع الْمَنَارِوْرُ ہے۔ اس لفظ

میں واؤ ہے کیونکہ یہ نُورٌ سے مشتق ہے

جس نے مَنَارِوْرُ کی جگہ مَنَانِوْرُ کہا اور واؤ کی

جگہ ہمزہ پڑھا اس نے اصل حروف کو زائد

کے ساتھ تشبیہ دی۔ اس کی مثال مَصَابِی

ہے جو اصل میں مَصَابِیْبُ ہے۔

ن و س - النُّوسُ: تذبذب، ڈالنا ڈول

ہوتا۔ ہلنا، حرکت کرنا۔ اس کا باب قَالَ

ہے۔ اَنَاسَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے

ہلایا۔ اُمُّ زَرْعٍ کی حدیث میں ہے: اَنَاسَ

مِنْ حُلْمِي اَذُنِّي: اس نے زیور پہنا کر

میرے دونوں کان لٹکا کر ہلادیئے۔

النَّاسُ: یہ لفظ ممکن ہے الانس سے مشتق

ہو یا جن سے۔ اس کی اصل اَنَاسٌ ہے۔

کہتے ہیں: كُنَّا فِي مَنَاحِي فَلَانِ:

ہم فلاں شخص کی عزا داری میں گئے تھے۔

مَنَاحِيہ میں میم مفتوح ہے۔ نُوحٌ: اسم

علم۔ عجمہ اور معرفہ ہونے کے باوجود یہ اسم

منصرف ہے۔ یہی صورت ان تمام اسماء کی

ہے جو سہ حرفی ہوں اور درمیانی حرف

ساکن ہو مثلاً: نُوطٌ کیونکہ اس کے مخفف

ہونے کے باعث ایسے اسموں کے دو

ثقلوں میں سے ایک ثقل جاتا رہا۔

ن و خ - اَنَحْتُ الحَمْلَ فَاسْتَنَاحَ:

میں نے اونٹ کو بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔

ن و ر - النُّورُ: روشنی۔ اس کی جمع اَنْوَارٌ

ہے۔ اَنَارَ الشَّمْسُ: چیز روشن ہو گئی۔

استنارَ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّنْوِيرُ: روشن کرنا۔ اس سے مراد صبح کا

سفیدہ بھی۔ یا کسی چیز کو سفید کرنا بھی ہے۔

نیز درخت پر ٹھونڈنے آنا یا پھول کھلنا بھی

ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: نُورَتِ الشَّجَرَةُ

تَنْوِيرًا: درختوں پر ٹھونڈنے آگئے۔

اَنَارَتْ: اس نے ٹھونڈنے نکالے۔

النَّارُ: آگ۔ یہ مؤنث ہے۔ اس کا مادہ

'ن و ر' ہے کیونکہ اس کا اسم تصغیر نُورِيَّةٌ

ہے۔ اور اس کی جمع نُورٌ اور اَنْوَارٌ اور

نِيْرَانٌ ہے۔ اس میں یاء واؤ سے مقلب ہو

کر آئی ہے اور یہ تبدیلی ما قبل مکسور ہونے

کے باعث ہوئی۔ بَيْنَهُمْ نَافِرَةٌ: ان کے

مخفف ہو کر ناس رہ گیا۔

ن و ش - التناؤش: پکڑنا، لینا۔

سے زیادہ خاص ہے۔ قَدْ تَنَوَّعَ الشَّيْءُ  
انواعاً: چیز کی کئی قسمیں ہو گئیں۔

ن و ق - الناقۃ: اونٹنی۔ اس کی جمع نَوُوقٌ اور  
انُووقٌ ہے۔ بعد میں واو پر ضمہ کو ثقل سمجھا  
جانے لگا تو اسے ما قبل کے حرف پر منتقل  
کر دیا گیا اور یہ کلمہ اَوُوقٌ بن گیا۔ پھر واو  
کے بدلے بطور عوض یاء لایا گیا اور لوگ  
اسے اَیْنُقٌ کہنے لگے۔ اس کے بعد اس کی  
جمع اَیَالِقُ بنایا گیا۔ بعض اوقات الناقۃ کی  
جمع یباق (نون مسکور) بھی بنائی جاتی  
ہے۔ مثل ہے: اَسْتَوَّقُ الْجَمَلَ:

یعنی اونٹ اونٹنی بن گیا۔ یہ مثل اس شخص پر  
صادق آتی ہے جو بات کرنے اور ذاتی  
صفات میں ایک طرح کا ہو لیکن بعد میں  
کچھ باتیں اس شخص میں مل جائیں۔ اور یہ  
باتیں اس شخص تک منتقل ہو جائیں۔ اس کا  
اصل واقعہ یہ ہے کہ طرفہ بن العبد کی بادشاہ  
کے ہاں تھا۔ المسیب بن علس اسے شعر  
سناتا تھا۔ جس میں اونٹ کی صفات کا ذکر  
ہوتا تھا۔ پھر اس نے یہی صفات اونٹنی کی  
طرف منتقل کر دیں۔ تو طرفہ نے کہا کہ: قَدْ  
اَسْتَوَّقُ الْجَمَلَ: اونٹ اونٹنی بن گیا۔  
تَنَوَّقُ فِي الْأَمْرِ: اس نے کام احتیاط و  
حکمت سے انجام دیا۔ اس کا اسم التَّيَقُّنَةُ  
ہے۔ بعض لوگ تَنَوَّقُ نہیں کہتے۔

ن و ل - المَنَوَالُ: وہ لکڑی جس پر جولاہا

الانتیاش کا معنی بھی یہی ہے۔ قول  
خداوندی ہے: وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاوُشُ  
مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ: آیت کا مفہوم یہ ہے  
کہ ان کافروں نے جب دنیا میں کفر کیا تو  
بھلا قیامت میں انہیں ایمان کی دولت  
کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ ضروری ہے کہ  
التَّنَاوُشُ کے واو پر ہمزہ دی جائے۔ اس  
کی مثال اَقْعَثُ اور وُقْعَثُ ہے۔ قرآن  
میں دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

ن و ص - النَوُصُ: ہچکچانا، پیچھے ہٹنا۔ کہا  
جاتا ہے کہ: نَاصٍ عَنِ قَرْبِهِ: یعنی وہ  
اپنے مد مقابل سے بھاگ کھڑا ہوا اور بچ  
لگلا۔ اس کا باب قَالَ اور مَنَاصًا ہے۔  
انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے:  
وَلَاتِ حِينٍ مَنَاصٍ: یعنی اب بچ نکلنے  
کا اور بھاگنے کا وقت کہاں؟ المَنَاصُ کا  
معنی جائے پناہ اور جائے فرار بھی ہے۔

ن و ط - نَاطَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
لٹکایا۔ اس کا باب قَسَالَ ہے۔ ذَاتُ  
النَّوِاطِ: ایک درخت کا نام ہے۔ اس  
کا ذکر حدیث میں ہے: وَهُوَ عَيْبِيٌّ أَوْ هُوَ  
مِنِّي مَنَاطُ الثُّرَيَّا: وہ مجھ سے دوری میں  
ثریا کی دوری کے برابر ہے۔

ن و ع - النُّوعُ: نوع یعنی قسم۔ یہ لفظ جس



نَامَتِ السُّوقُ: منڈی میں مندا پڑ گیا۔  
کساد بازاری ہو گئی۔

رَجُلٌ نَوْمَةٌ: (واو مفتوح) بہت زیادہ  
سونے والا۔

لَيْلٌ نَائِمٌ: سوتی رات۔ جس رات نیند  
کی جائے۔ اس کی مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ:  
اندھیری اور طوفان والا دن اور هَمٌّ  
نَاصِبٌ: تھکا مارنے والا دکھ یہ فاعل بمعنی  
مفعول ہے۔

ن و ن - النُّونُ: محلی۔ اس کی جمع اَنْوَانٌ  
اور نَيْنَانٌ ہے۔ ذو النُّونِ: حضرت یونس  
بن متی علیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے۔

النُّونُ: حروف تہجی میں سے ایک حرف  
ہے۔ اسے حروف زیادات میں شمار کیا جاتا  
ہے۔ نون خفیہ اور نون ثقیلہ دونوں تاکید  
فعل کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

نَوْنُثُ الْإِسْمِ تَنْوِينًا: میں نے اس کو  
مُنُونٌ کیا۔

التَّنْوِينُ: اسماء کے سوا کسی اور لفظ یا حرف  
پر نہیں آتی۔

ن و ہ - نَاةُ الشَّيْءِ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا  
اسم فاعل نَائِيَةٌ یعنی بلند ہے۔ اس کا باب  
قَالَ ہے۔

نَوَّهَهُ غَيْرُهُ تَنْوِيهًا: کسی اور نے اسے  
بلند کیا۔

نَوَّهَ بِاسْمِهِ: اس نے اس کا ذکر بلند کیا۔

کپڑا لپیٹتا ہے۔ اسے النُّونُ بھی کہتے  
ہیں۔ اس کی جمع اَنْوَالٌ ہے۔ اس قوم یا  
لوگوں کو عَلِيٌّ مِئْوَالٍ وَاَجِدُ کہا جاتا ہے  
جب ان کے اخلاق ایک جیسے ہو جائیں۔  
النُّوَالُ: عطا اور بخشش۔ النَّائِلُ کا معنی بھی  
یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَالَ لَهٗ بِالْعَطِيَّةِ:  
اس نے اسے عطیہ دیا۔ اس کا باب قَالَ  
ہے۔ نَالَهٗ الْعَطِيَّةُ کا معنی بھی یہی ہے۔  
نَوَّلهٗ تَنْوِيْلًا: اس نے اسے بخشش یا عطیہ  
دیا۔ نَاوَلَهُ الشَّيْءُ فَتَنَاوَلَهُ: اس نے  
اسے کوئی چیز پکڑائی تو اس نے وہ پکڑ لی۔  
ن و م - النُّومُ: نیند۔

قَدْ نَامَ يَنَامٌ: وہ سویا۔ اس کا اسم فاعل  
النَّائِمُ ہے یعنی سویا ہوا۔ اس کی جمع نِيَامٌ  
ہے۔ اصل میں نَائِمٌ کی جمع نِيَوْمٌ اور لفظ  
نَيْمٌ ہے۔ لوگ بہت زیادہ سونے والے کو

يَانُوْمَانٌ کہتے ہیں۔ ارے نیند کے مارے  
ہوئے! اس کے بدلے رَجُلٌ نَوْمَانٌ  
نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ ندا کے لئے  
مخصوص ہے۔ اَنَامَهُ اور نَوَّمَهُ کا ایک معنی

ہے وہ یہ کہ اس نے اسے سلا دیا۔ تَنَاوَمَ:  
اس نے سونے کا بہانہ کیا۔ نُمْتُ  
الرَّجُلُ: میں سونے میں آدمی پر غالب  
آ گیا۔ نَاوَمَهُ فَنَامَهُ يَنْوَمُهُ: اس نے  
اس سے سونے میں مقابلہ کیا تو وہ اس پر

سونے میں غالب آ گیا۔

ن و ی - نَوِي يَنْوِي نِيَّةً وَنَوَاةً: اس نے نیت کی، ارادہ کیا۔ اِنْتَوَى کا معنی بھی یہی ہے۔

النِّيَّةُ بھی اور النُّوَى: وہ جہت قریب ہو یا دور، جس طرف جانے کا مسافر ارادہ کرتا ہے۔ یہ مؤنث ہے البتہ النُّوَى جو نَوَاةٌ بمعنی کھجور کی گھٹلی ہے۔ وہ مذکر اور مؤنث یکساں ہے۔ اس کی جمع الواء ہے۔

النُّوَاةُ: پانچ درہم کا سکہ جس طرح بیس درہموں کے سکہ کو نَش کہتے ہیں۔

نَاوَاةٌ: اس نے اس سے دشمنی کی۔ اصل میں یہ لفظ مہموز ہے۔ اور اس کا ذکر مہموز یعنی ن ا ی کے ذیل میں کیا گیا ہے۔

ن ی ب - نَابَهُ يَنْبِيئُهُ: اس نے اس کے دانت پر مارا۔

نِيْبَةٌ تَنْبِيئًا: دانتوں سے کاٹنا۔

ن ی ر - نِيَرُ الْقَدَّانُ: دو بیلوں کی گردن پر رکھنے والا کڑی کاٹا۔ اس کی جمع النِّيَرَانُ اور الأنيار ہے۔

ن ی ف - النِّيْفُ بروزن الھيْنُ: زیادہ۔ مشدد اور بلا تشدید دونوں طرح ہے۔ کہا جاتا ہے: عَشْرَةٌ وَنَيْفٌ اور مِائَةٌ وَنَيْفٌ: کچھ اوپر دس اور کچھ اوپر سو۔ دھائی سے جس قدر زیادہ ہو اسے نَيْفٌ کہتے ہیں۔ تا آنکہ دوسری دھائی نہ آئے۔

نَيْفٌ فُلَانٌ عَلَى سَبْعِينَ: فلاں نے ستر پر کچھ بڑھا دیئے۔ اَنَابَتِ الدَّرَاهِمُ عَلَى المائَةِ: سو سے کچھ اوپر درہم ہیں۔

ن ی ل - نَالَ خَيْرًا يَنَالُ وَنَيْلًا: وہ نیکی کو پہنچا۔ اسے نیکی ملی یا اسے دولت ملی۔ اصل میں یہ فعل نَيْلٌ يَنْبِيئُ تھما بروزن فَهْمٌ يَفْهَمُ۔ اس سے فعل امر نَلْ ہے۔ اس میں نون مفتوح ہے۔ اور اگر اسے صیغہ متکلم میں بطور خبر استعمال کریں تو پھر نون کسور ہوگا یعنی نَلْتُ اور نَلْنَا۔

النَّيْلُ: دریائے نیل۔

نَيْتَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ی'۔

## باب الواو

زید کے اکرام میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قُمْتُ  
والنَّاسُ قُعُوذًا میں اُٹھ کھڑا ہوا جب  
کہ دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بعض  
اوقات یہ حرف قسم کے لئے استعمال ہوتا  
ہے مثلاً: وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ كَذَا: خدا کی  
قسم! بات یوں تھی۔ اس صورت میں یہ  
حرف باء کا بدل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں  
حروف یعنی واو اور باء کا مخرج ایک  
دوسرے کے قریب ہے۔ واو مظهر کے سواء  
اور کسی پر داخل نہیں ہوتا مثلاً: وَاللَّهِ  
وَحَيَاتِكَ وَأَبْنِكَ: بخدا مجھے تمہاری  
زندگی اور تمہارے باپ کی قسم ہے۔ بعض  
اوقات یہ حرف جمع مذکر کی ضمیر کی حیثیت  
سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: فَاعْلَمُوا،  
يَفْعَلُونَ وَالْفَعْلُونَ: بعض اوقات یہ  
بطور حرف

استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: رَبَّنَا وَلَكَ  
الْحَمْدُ اور قول خداوندی: حَتَّىٰ إِذَا  
جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا:  
یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں یہ واو صرف  
زائد ہو۔

وَأَدُّ- وَأَدُّ بِنْتُهُ: اس نے اپنی بیٹی کو زندہ  
دفن کر دیا۔ اس کا باب وَعَدَهُ ہے۔ اس کا

الواو: حروف عطف میں سے ایک حرف  
جو دو چیزوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ اور  
ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔ اس حرف پر  
الف استفہام داخل ہوتا ہے۔ مثلاً:  
قول خداوندی: أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ  
ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ: کیا تمہیں اس بات  
پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب  
کی طرف سے ایک نصیحت آئی۔ یا جس  
طرح ہم کہتے ہیں کہ أَلْفَعَجِبْتُمْ یعنی کیا  
تمہیں تعجب ہے۔ بعض اوقات یہ حرف مع  
کے معنوں میں مصاحبت کے اظہار کے  
لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: نبی کریم ﷺ کا  
یہ قول: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ،  
وَأَشَارَ إِلَى السَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى: یعنی  
میں اور قیامت اس طرح ایک ساتھ بھیجے  
گئے ہیں، آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی  
اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے بتایا کہ اس طرح یعنی جتنا قرب ان  
دو انگلیوں میں ہے اتنا ہی قرب میرا اور  
قیامت کا ہے۔ یعنی میرا قیامت کے ساتھ  
یہ ساتھ ہے۔ بعض اوقات واو حال کے  
لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: لوگوں کا یہ  
قول: قُمْتُ وَأُنْكِرُ مُمْرِسًا: یعنی میں

چاہئے۔ ہم کہتے ہیں: مَا رَأَيْتُهُ مُذْعَامٌ  
 أَوَّلٌ وَمُذْعَامٌ أَوَّلٌ: جس نے اوّل کو  
 مرفوع کیا اس نے اس عام کی صفت قرار  
 دے کر ایسا کیا، گویا اس نے یہ کہا کہ: أَوَّلٌ  
 مِنْ عَامِنَا: اور جس نے اس لفظ کو منصوب  
 کیا اس نے اسے اسم ظرف قرار دے کر  
 ایسا کیا۔ گویا اس نے کہا: مُذْعَامٌ قَبْلُ  
 عَامِنَا: اور جب تم یہ کہو کہ: اِبْدَأْ بِهَذَا  
 أَوَّلٌ، تو تم نے اوّل کو اپنی عایت قرار دے  
 کر ایسا کیا۔ اس کی مثال ہے: فَعَلْتُهُ  
 قَبْلُ: اور اگر تم محذوف کو ظاہر کر دو تو پھر  
 اسے نصب دو، مثلاً: اِبْدَأْ بِهْ أَوَّلٌ  
 فِعْلِكَ: تم کہتے ہو کہ: مَا رَأَيْتُهُ مُذْ  
 أَمْسٍ. اور اگر تم نے اسے گزشتہ دن سے  
 ایک دن پہلے نہ دیکھا ہو تو تم کہو گے: مَا  
 رَأَيْتُهُ مُذْ أَوَّلٌ مِنْ أَوَّلٍ مِنْ أَمْسٍ:  
 اس سے بڑھ کر نہیں کہتے۔ تم کہتے ہو: هَذَا  
 أَوَّلٌ بَيْنَ الْأَوَّلِيَّةِ، اور مؤنث کے صیغے  
 کے لئے کہتے ہیں: هِيَ الْأَوَّلَى اور جمع  
 کے لئے الْأَوَّلَاتُ کہتے ہیں۔ اس کی مثال  
 أُخْرَى اور أُخْرَى ہے۔ جمع مذکر کے لئے  
 بھی اسی طرح ہوگا۔ بقول شاعر:

عَوْدٌ عَلَى عَوْدٍ لِأَسْوَامِ أَوَّلٌ  
 چاہو تو اوّل کی جگہ الاوّلون کہہ سکتے  
 ہیں۔

و أم- الموائمة: موافقت- کہا جاتا ہے:

اس مفعول مَوْؤَدَةٌ ہے۔ یعنی زندہ درگور  
 کی ہوئی۔ قبیلہ بنو کندہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر  
 دیتے تھے۔ اَنَادَ فِي مَشْيِهِ وَتَوَادَ:  
 اس نے اپنی چال میں آہستگی اختیار کی یا وہ  
 سست رفتار چلا۔ اس کا وزن اَفْتَعَلَا اور  
 تَفَعَّلَ ہے۔ اور مصدر التَّوَدُّةُ ہے۔ چنانچہ  
 کہا جاتا ہے کہ اِتَّيذُفِي أَمْرِكَ: اپنے  
 معاملے میں ذرا صبر سے کام لو۔

وأل- المونبل: پناہ گاہ۔ قَدْ وَالِ إِلَيْهِ:

اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کا باب  
 وَعَدَّ اور وَوُؤَلَا بردن وُجُوبٌ ہے۔

الاول: پہلا۔ اس کی ضد الآخِرُ ہے۔ یہ  
 لفظ دراصل أَوْعَلٌ ہے بردن أَفْعَلٌ اور

مہوز الاوسط۔ ہمزہ واؤ میں بدل گئی اور  
 دونوں واؤ مدغم ہو گئے۔ اس کی دلیل لوگوں

کا یہ قول ہے: هَذَا أَوَّلٌ مِنْكَ: اسکی  
 جمع الأوائل اور الأوّالی بھی ہے جس میں

قلب ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس  
 لفظ کا اصل وَوُؤَلٌ ہے جو فَوُعَلٌ کے وزن

پر ہے۔ پہلی واؤ ہمزہ میں قلب ہو گئی۔  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اسے صفت

بناؤ تو اس صورت میں یہ منصرف نہیں ہوگا۔  
 مثلاً: کہیں گے لَقَيْتُهُ عَامًا أَوَّلٌ: اور

جب اسے صفت نہ بنائیں تو اس صورت  
 میں یہ منصرف ہوگا۔ مثلاً: لَقَيْتُهُ عَامًا

أَوَّلًا: ان معنوں میں عام الاوّل نہیں کہتا

(واو اور باء دونوں مفتوح) اونٹ کی پشم۔  
اس کا واحد وِبْرَةٌ ہے۔

و ب ش - الأوباش من الناس: گھنیا  
اور آوارہ لوگ۔ اس کی جمع أوْشَابٌ ہے۔  
کہا گیا ہے کہ یہ البُوش کی جمع مقلوب  
ہے۔ حدیث شریف ہے: وَبَشَشْتُ  
قَرَيْشَ أَوْبَاشًا لَهَا: قریش نے ادبش  
اور آوارہ لوگوں کو اکٹھا کیا۔

و ب ق - وَبِقٌ يَبِقُ: (باء مکسور) وَبُوقًا:  
وہ ہلاک ہوا۔ الموبقُ بر وزن مُفْعِلٍ اس  
کی مثال وَعَدٌ وَعَدٌ يَعْدُ سے الموعِدُ ہے  
اور معنی ہلاکت یا جائے ہلاکت ہے۔ قول  
خداندی ہے: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا:  
ہم نے ان کے درمیان ہلاکت ڈال دی۔  
اس لفظ کا ایک اور لہجہ وَبِقٌ (باء مکسور) يَبِقُ  
(باء مکسور) ہے۔

أَوْبَقَةٌ: اس نے اسے ہلاک کر دیا۔  
و ب ل - وَبِلٌ المَرْتَعُ: (باء مفہوم)  
يُؤْبَلُ وَيَسْلَا اور وَيَسْلَا بھی۔ چراگاہ گھنی  
ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل وَبِيلٌ بمعنی بھاری  
بھرم ہے۔

الوَابِلُ: سخت موسلا دھار بارش۔ قَدْ  
وَبَلَّتِ السَّمَاءُ: آسمان سے خوب  
بارش برسی۔ اس کا باب وَعَدٌ ہے۔ انخش  
رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ قول خداندی  
میں ہے: أَخْذًا وَيَسْلَا: یعنی سخت

وَأَعْمَةٌ مَوَاعِمَةٌ: اس نے اس کے ساتھ  
موافقت کی۔ مثل ہے: لَوْلَا الْوِءَامُ  
لَهَلَكَ الْإِنْسَامُ: یعنی اگر لوگ ایک  
دوسرے کے ساتھ رہن سہن میں موافقت  
نہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔ یہ بھی کہا جاتا  
ہے کہ: لَوْلَا الْوِءَامُ لَهَلَكَ الْإِنْسَامُ:  
اگر مقابلہ بازی نہ ہوتی تو لتیم لوگ جو فطرۃ  
اچھے کام نہیں کیا کرتے صرف مقابلے  
بازی کی وجہ سے اچھے کام کرتے ہیں،  
ہلاک ہو جاتے ہیں۔

و أَى - الوأى: وعدہ۔ کہا جاتا ہے: وَأَيْتُهُ  
وَأَيَا: میں نے اس سے وعدہ کیا۔  
الْوَأَى: (ہمزہ متحرک) گورخر۔  
و أ - وَ: حرف ندبہ مثلاً: وَأَزِيدَاهُ: اس کی  
بجائے يَزِيدَاهُ کہا جاتا ہے۔

وَادٍ: دیکھئے بذیل مادہ 'و د ی'۔  
و ازی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ا'۔  
وازر: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ر'۔  
و اسی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا س ا' اور بذیل  
مادہ 'و س ی'۔  
واہا: دیکھئے بذیل مادہ 'و و ہ'۔

و ب ا - الوبأ: (الف مقصور و ممدود) وباء،  
عام بیماری۔ اس کی جمع ممدود أوْبِنَةٌ ہے۔  
و ب خ - التوبیخ: ڈانٹ ڈپٹ، جھاڑ۔  
و ب ر - الوبر: بر وزن الفجر: سخت  
سر دیوں کے دنوں میں ایک دن۔ الوبرُ

گرفت۔

ضَرْبٌ وَبَيْلٌ: سخت مار، ضرب شدید۔

عَذَابٌ وَبَيْلٌ: سخت عذاب۔

و ب ہ - فُلَانٌ لَا يُؤْبَهُ لَهُ وَلَا يُؤْبَهُ بِهِ:

فلاں شخص کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

و ت د - الْوَيْدُ: (تاء مفتوح) اس کی جمع

الْأَوْتَادُ ہے، (تاء مفتوح) اس کا ایک لہجہ

ہے۔ یہی معنی الْوَيْدُ کا ہے۔ جو ان لوگوں کا

لہجہ ہے جو تاء اور وال میں ادغام کرتے

ہیں۔ قَدْ وَتَدَ الْوَيْدُ: اس نے میخ گاڑ دیا۔

دی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا فعل

امر تَدُ (تاء مکسور) وَيَذُكُ بِالْمَيْتَةِ

بروزن المَيْتَةِ تھوڑے کے ساتھ میخ

گاڑو۔

و ت ر - الْوَيْتَرُ: (واو مکسور) فرد، طاق۔

اور واو مفتوح ہو تو معنی خون کا بدلہ۔ یہ اہل

عالیہ کا لہجہ ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے کے

مطابق یہ لفظ مضموم الواو ہے۔ اور بنو تمیم

کے لہجے میں یہ لفظ دونوں معنوں میں مکسور

الواو ہے۔

الْوَيْتَرُ: (واو اور تاء دونوں مفتوح) کمان

کی تانت۔

وَتَرَ الْقَوْسَ: اس نے کمان کی تانت کو

کس دیا۔

الْوَيْتَرَةُ: وطیرہ، طریقہ۔ کہا جاتا ہے: مَا

زَالَ عَلَيَّ وَبَيْتَرَةٌ وَاحِدَةٌ: وہ ابھی تک

ایک ہی طریقے پر ہے۔

وَتَرَةٌ حَقَّةٌ: اس نے اس کے حق میں کمی

کی۔ اس کا مضارع يَتَرُہ (تاء مکسور) اور

مصدر وَتَرًا (واو مکسور) بھی ہے۔ قول

خداوندی ہے: لَنْ يَتَرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ:

وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔

اس کی مثال دَخَلْتُ الْبَيْتَ ہے جس

سے مراد دَخَلْتُ فِي الْبَيْتِ ہے۔

أَوْتَرَةٌ: اس نے اسے وتر (طاق) بنا لیا۔

اسی لفظ سے ماخوذ أَوْتَرَ صَلَاتَهُ: اس

نے اپنی نماز کو وتر بنا لیا۔

اور أَوْتَرَ قَوْسَهُ اور وَتَرَهُ تَوَيْتَرًا کا

ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اپنی کمان کی

تانت کس لی ہے۔

المُؤَاتَرَةُ: متابعت، پیچھا کرنا۔ چیزوں

میں وقفہ کے بغیر تسلسل یا ایک کے پیچھے

دوسرے چیز کے آنے کو الْمُؤَاتَرَةُ نہیں

کہتے۔ اگر وقفہ کے بغیر متابعت ہو تو اسے

مُدَاَرَكَةٌ اور مُوَاصَلَةٌ کہتے ہیں۔

مُؤَاتَرَةُ الصَّوْمِ سے مراد ایک دن یا

دو دن چھوڑ کر روزہ رکھنا ہے۔ یعنی وقفوں

کے ساتھ ایک ایک روزہ رکھنا اس سے

مقصود مسلسل روزے رکھنا نہیں ہے۔ کیونکہ

لفظ کی اصل میں وتر کا مادہ ہے۔ اسی طرح

سے وَاتَرَ الْكُتُبَ فَتَوَاتَرَتِ كَمَا مَعْنَى هِيَ

اس نے کتابیں وقفوں کے ساتھ بغیر

الْمَيَاتِرُ الْحُمْرُ (سرخ رنگ کے عرق گیر) جس کی ممانعت ہے۔ وہ عجمی لوگوں کی سواروں کی زینوں تلے استعمال ہونے والے ریشمی اور دیباچ کے عرق گیر ہوتے تھے۔

و ث ق - وَثِقَ بِهِ: يَثِقُ (ٹاء مکسور) اعتماد یا خود اعتمادی جب کسی کو امن نصیب ہو۔  
الْمِيثَاقُ: عہد و پیمانہ۔ اس کی جمع المَوَاقِيقُ،  
المَيَاقِيقُ اور المَيَاقِيقُ ہے۔

المَوَاقِيقُ: ميثاق اور عہد و پیمانہ۔  
المَوَاقِيقَةُ: معاہدہ کرنا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَآثَقَكُمْ بِهِ: اور وہ عہد و پیمانہ جو اس نے تم سے لیا ہے۔

أَوْثَقَهُ فِي الْوِثَاقِ: اس نے اسے معاہدہ میں باندھ دیا ہے۔ قول خداوندی ہے: فَشَدُّوا الْوِثَاقِ: پھر گرفت مضبوط کرو۔  
الْوِثَاقِ: (واو مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔  
الْوِثَاقِ: مضبوط چیز۔ اس کی جمع وِثَاقٍ (واو مکسور) ہے

قَدْ وَثِقَ: وہ مضبوط اور ثقہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے: أَخَذَ بِالْوِثَاقَةِ فِي أَمْرِهِ: اسے اپنے معاملے میں وثوق حاصل ہوا۔

تَوَثَّقَ فِي أَمْرِهِ: اس کا معنی بھی یہی ہے۔

وَثَّقَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو پختہ کیا۔ اس کا مصدر تَوَثَّقَ ہے۔ اور اسم فاعل مُوَثِّقٌ

انقطاع کے ایک ایک کر کے بھیجیں اور وہ پہنچ گئیں۔

تَتْرَى: کے دو لہجے ہیں۔ ایک لہجہ میں راء کو متون کرتے ہیں اور دوسرے میں تنون نہیں ہے۔ جس نے اسے معرّفہ ہونے کے باوجود غیر منصرف قرار دیا، اس نے اس کے الف کو علامت تائید بنا یا۔ اوسے زیادہ بہتر تعبیر ہے۔ اس کی اصل وَتْرَى ہے جو و ترو سے مشتق ہے اور طاق ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ أَرْسَلْنَا رَسُولَنَا تَتْرَى: اس کے بعد ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔ اور جس نے اسے متون کر کے پڑھا اس نے اس کے الف کو ملحق سمجھا۔

و ت ن - الْوَتَيْنِ: دل کے اندر ایک رگ، رگ جان، اگر یہ کٹ جائے تو انسان کی موت واقع ہوتی ہے۔

و ث ب - وَثَبَ: اس نے حملہ کیا یا وہ جھپٹ پڑا۔ اس کا باب وَعَدَدٌ اور وَثُوبٌ بھی ہے اور وَثِيْبٌ اور وَثْبَانٌ بھی ہے۔ اس میں ثاء مفتوح ہے۔ ثَبَ: (ٹاء مکسور) حمیری لہجہ میں اس کا معنی اُقْعَدَ یعنی بیٹھ جانا ہے۔

و ث ر - مِثْرَةٌ الْفَرَسِ: گھوڑے کی زین کے نیچے کا عرق گیر۔ مِثْرَةٌ کا ميم مکسور ہے اور لفظ غیر مہموز ہے۔ اس کی جمع مَيَاتِرٌ اور مَوَاتِرٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا ہنا ہے کہ

أَوْجَبْتُ الْبَيْعَ فَوَجِبَ: میں نے بیع واجب کر دی تو واجب ہو گئی۔

وَجِبَ الْقَلْبُ وَجِيبًا: دل دھڑکا، یا مضطرب ہو گیا۔

أَوْجَبَ الرَّجُلُ بَرْدًا أَخْرَجَ: آدمی نے ایسا کام کیا جس کے باعث اس کے لئے جنت یا دوزخ واجب ہو گئی۔

الْوَجْبَةُ: بروزن  
الضَّرْبَةُ: دھا کے کے ساتھ زمین پر گر جانا یا دھڑام سے گرنا۔ قول خداوندی ہے: فَبِأَذَى وَجِبْتُ جُنُوبُهُمَا: جب یہ قربانی کے جانور پہلو کے بل گر جائیں۔

وَجِبَ الْمَيْتُ: مردہ گر گیا اور مر گیا۔  
مقتول کو اسی نسبت سے وَاجِبٌ کہا جاتا ہے۔

وَجِبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوا۔  
المَوْجِبُ: بروزن المَعْلَمُ: جو دن رات میں صرف ایک وقت کھانا کھاتا ہے۔

فَلَانٌ يَأْكُلُ وَجِبَةً: (جیم ساکن)  
فلاں شخص ایک وقت کھانا کھاتا ہے۔ قَدْ وَجِبَ نَفْسُهُ تَوْجِيْبًا: اس نے اپنے آپ کو ایک وقت کھانے کا عادی کر لیا۔

میرا کہنا ہے کہ لازہری کا قول ہے: وَجِبَ الْبَيْعُ وَجُوبًا رِجِيًّا وَجِبَتِ الشَّمْسُ وَجُوبًا: یعنی بیع واجب ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ ثَلَبٌ کا کہنا ہے کہ وَجِبَ

ہے بمعنی توثیق کرنے والا۔

وَتَقَّةٌ: اس نے اسے ثقہ قرار دیا۔

اسْتَوْثَقَ مِنْهُ: اس نے اس سے پختہ عہد لیا۔

و ث ن - الوَثْنُ: بُت۔ اس کی جمع وُثْنٌ اور أَوْثَانٌ ہے۔ اس کی مثال أُسْدٌ اور آسَادٌ ہے۔

و ج ا - أَلْوَجَاءُ: (واو کسور اور الف ممدود) بیضوں کی رگوں کو اس قدر مسلتا یا ملنا کہ وہ پھول کرفطوں کی طرح ہو جائیں۔

حدیث شریف میں ہے: عَلَيْنَا بِالْبِئَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ: تم پر شادی کرنا لازم ہے اور جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے ایسا کرنے سے اس کی شہوانی

قوت کمزور ہوگی۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے: أَنَّهُ ضَعْفَى بِكِبَشْتَيْنِ مَوْجُؤِ أَيْنِ: یعنی حضور ﷺ نے دو آختہ کئے ہوئے مینڈھے قربان کئے۔ اسی لفظ سے ماخوذ وَجَاءٌ يَجَاءُ ہے جس کا معنی وَضَعَهُ يَضَعُهُ یعنی اس نے رکھا ہے۔

و ج ب - وَجِبَ الشَّيْءُ: چیز واجب ہو گئی۔ يَجِبُ وَجُوبًا اسْتَوْجِبَهُ: وہ اس کا مستحق ہو گیا۔

وَجِبَ الْبَيْعُ: بیع واجب ہو گئی۔ اس کا مصدر جِبَةٌ (جیم کسور) ہے۔



وَجَدَ فِي الْمَالِ وُجْدًا (داؤ مضموم  
و مفتوح و کمسور) اور جِدَّةٌ: (جیم کمسور)  
بھی، وہ مال سے بے نیاز ہوا۔

أَوْجَدَهُ اللَّهُ مَطْلُوبَهُ: اللہ نے اسے  
کامیاب کیا۔

أَوْجَدَهُ: اللہ نے اسے بے نیاز کر دیا۔

و ج ر - الوَجُورُ: (داؤ مفتوح) منہ میں  
دوا ڈالنا۔ وَجَرْتُ الصَّبِيَّ: میں نے  
بچے کے منہ میں دوا ڈال دی۔

أَوْجَرْتُهُ كَمَا مَعْنَى بَعِيَّ هِيَ هِيَ۔

المِيجِرُ: منہ میں دوا ڈالنے کا آلہ۔

المِسْعَطُ: ناک میں دوا ڈالنے کا آلہ۔

اتَجَرَ: منہ میں دوا ڈالنے کے ذریعے

علاج کرنا۔ اس لفظ کا اصل اَوْجَرَ ہے۔

و ج ز - أَوْجَزَ الْكَلَامَ: اس نے بات  
مختصر کی۔

كَلَامٌ مُؤَجَّزٌ: مختصر کلام یا مختصر بات۔

اس میں جیم مفتوح اور کمسور ہے۔

وَجَزَّ بَرْدَنُ فُلْسٌ أَوْ وَجِيزٌ: مختصر۔

و ج س - الوَجْسُ: بردن الفلّس:

دبھی آواز۔ اس کا ذکر حضرت حسن بصری

رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے۔

الْوَجْسُ: دل میں آنے والا خیال۔

أَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خَيْفَةً: اُس نے

اپنے دل میں خوف محسوس کیا، یا ہچھپایا۔

تَوَجَّسَ كَمَا مَعْنَى بَعِيَّ هِيَ هِيَ۔

الْبَيْعُ وَجُوبًا وَجِبَةً: یعنی بیچ واجب ہو  
گئی۔ اور اسی طرح وَجِبَ الْحَقُّ: یعنی  
حق واجب ہو گیا۔

وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَجُوبًا: سورج  
غروب ہو گیا۔

وَجَبَ الْقَلْبُ وَجِيئًا: دل پریشان اور  
مضطرب ہو گیا۔

وَجَبَ الْحَائِطُ وَغَيْرُهُ وَجِبَةً: دیوار  
وغیرہ دھڑام سے گر گئی۔

و ج ج - وَجَّحَ طَائِفٌ فِي إِحْدَى الْغَوَاصِّ  
نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: آخِرُ

وَطَاةٍ وَطِنَهَا اللَّهُ يَوْجٌ: اللہ نے جس

زمین کو سب سے آخر میں پامال کیا وہ وَجَّحَ

ہے۔ اس سے مراد غزوہ طائف ہے۔

و ج د - وَجَدَ مَطْلُوبَهُ: اس نے اپنا

مطلوب پالیا۔

يَجِدُهُ (جیم کمسور) وَجُودًا، يَجِدُ:

(جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ جو عامی

لہجہ ہے۔ مثال کے باب میں اس کی اور کوئی

مثال نہیں ہے۔

وَجَدَ ضَالَّتَهُ وَجَدَانًا: اس نے

اپنی گم شدہ چیز پالی۔ وَجَدَ عَلَيْهِ فِي

الغَضَبِ مَوْجِدَةً (جیم کمسور) وَجَدَانًا

(داؤ کمسور) وہ غصے میں اُس پر برس پڑا۔

وَجَدَ فِي الْحُزْنِ وَجْدًا: (داؤ

مفتوح) اسے دکھا لگا۔

سے اظہارِ غم کیا۔

و ج ف - وَجَفَ الشَّيْئِي يَجْفُ:  
(جیمِ کسور) وَجِيفًا: وہ مضطرب ہوا۔

قَلْبٌ وَجِفٌ: مضطرب اور پریشان دل۔  
الْوَجِيفُ: اونٹ یا گھوڑے کی چال کی  
ایک قسم۔

قَدْ وَجِفَ الْبَعِيرُ يَجِفُ (جیمِ کسور)  
وَجِفًا بَرَزَ ضَرْبٌ وَوَجِيفًا: اونٹ  
تیز چلا۔

أَوْجِفُهُ صَاحِبُهُ فَأَعَجَفَ: اسے اس  
کے مالک نے تیز چلایا یا دوڑایا، تو اسے  
لاغر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: فَمَا  
أَوْجِفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا  
رُكَابٍ: تو اس کے لئے نہ تو تم نے  
گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، یعنی تم نے  
اس کے لئے کچھ کام نہیں کرایا۔

و ج ل - الْوَجَلُ: خوف۔

قَدْ وَجِلٌ (جیمِ کسور) يُوجِلُ وَجَلًا  
وَمَوْجَلًا: وہ خوف زدہ ہوا۔  
خوف کی جگہ کو مَوْجَلٌ (جیمِ کسور) کہتے ہیں۔

و ج م - وَجَمَ مِنَ الْأَمْرِ يَجْمُ: (جیمِ  
کسور) وَجُومًا: وہ کام کے مارے دکھی  
ہوا، اور اس کی زبان بند ہو گئی۔

الْوَاِجِمُ: شدید دکھی جو دکھ کے مارے  
بول بھی نہ سکتا ہو۔

و ج ن - الْوَجْنَاءُ: سخت گالوں یا بڑے

و ج ع - الْوَجْعُ: مرض، بیماری۔ اس کی  
مخ أو جَاعٌ اور وِجَاعٌ ہے۔ اس کی مثال  
جَبَلٌ، أَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

وَجِعَ فُلَانٌ (جیمِ کسور) يَوْجَعُ،  
يَيْجَعُ اور يَأْجَعُ (تینوں میں جیمِ مفتوح)  
فُلَانٌ مَخْضٌ بِيَارِهِوا۔

قَوْمٌ وَجِعُونَ وَوَجَعِي بَرَزَن  
مَرْضَى اور وَجَاعِي: مریض قوم یا  
لوگ۔

نِسْوَةٌ وَجَاعِي بَرَزَن جِبَالِي اور  
وَجَعَاتٌ: بیمار عورتیں۔ اس لفظ کو بنو  
اسد یَجَعُ (یا کسور) کہتے ہیں۔

فُلَانٌ يَوْجَعُ رَأْسَهُ بِنَصَبِ الرَّاسِ:  
فُلَانٌ آدِي كُوسِر دَر دِه۔ اگر اس فعل کے  
آخر میں ہاء بڑھا میں تو اسے مرفوع بنا کر  
يَوْجَعُهُ رَأْسَهُ کہتے ہیں۔ اور آنا اَيَجَعُ

رَأْسِي اور يَوْجَعْنِي رَأْسِي کہتے ہیں۔  
یعنی میرا سر درد کر رہا ہے۔ یا میرے سر میں  
درد ہے۔ ان معنوں میں يَوْجَعْنِي  
رَأْسِي نہیں کہنا چاہئے اگرچہ عام لوگ  
اس طرح کہہ دیتے ہیں۔

الْإِيْجَاعُ: درد، دکھ، تکلیف سہنا،  
برداشت کرنا۔

ضَرْبٌ وَجِيعٌ: دکھ دہ ضرب۔ تکلیف  
دہ مار۔ اس کی مثال أَلَيْتُمْ ہے۔

نَوَجَعُ لَهُ مِنْ كَذَا: اس نے فُلَانِ مَخْضِ

وجاہت بنایا۔

وَجُوهُ الْبَلَدِ: شہر کے سربر آوردہ لوگ۔  
وَجْنَةٌ: دیکھے بذیل 'ج و ہ' اور بذیل  
'وج ہ'۔

وج د - الْوَحْدَةُ: اکیلا پن، تنہائی۔

رَأَيْتُهُ وَحْدَهُ: میں نے اس کو اکیلے  
دیکھا، یا میں نے صرف اسی کو دیکھا۔ یہ کلمہ  
اہل کوفہ کے نزدیک ظرف ہونے کی بناء پر  
منصوب ہے۔ اہل بصرہ کے ہاں بہر حال  
مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے گویا تم  
نے یہ کہا کہ: أَوْحَدْتُهُ بِرَأْيِي  
إِنْحَادًا: یعنی میں نے اکیلے صرف اسی کو  
دیکھا اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

پھر اس کے بعد تم نے اس جگہ وحدہ کا  
لفظ استعمال کیا۔ ابو العباس کا قول ہے کہ  
ایک اور صورت بھی ممکن ہے وہ یہ کہ دیکھا  
جانے والا شخص اکیلا ہو، اور تم نے یوں کہا  
ہو کہ: رَأَيْتُ رَجُلًا مُنْفَرِدًا إِفْرَادًا:  
پھر اس کی جگہ تم نے وحدہ کا لفظ کہا ہو۔  
سوائے لوگوں کے اس محاورے یا قول کے  
کسی اور جگہ اس لفظ کو بطور مضاف استعمال  
نہیں کیا جاتا۔ فُلَانٌ نَسِيْجٌ وَحْدِهِ:  
یعنی وہ اپنے ڈھنگ یا طرز کا انسان ہے۔  
یہ دونوں الفاظ کلمات ذم ہیں۔ گویا کہا یہ گیا  
کہ نَسِيْجٌ إِفْرَادٌ جب تم نے وحدہ  
کے لفظ کو مصدر مجرور کی جگہ رکھا تو اسے ج

بڑے گالوں والی اونٹنی۔

الْوَجْنَةُ: گالوں کا ابھار۔

وج ہ - الْوَجْنَةُ: چہرہ۔ اس کی جمع الْوُجُوهُ  
ہے۔

الْوَجْنَةُ اور الْجِهَةُ دونوں کا معنی ایک  
ہے۔ اس کے آخر میں ہاء واو کا عوض  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَذَا وَجْنَةُ  
الرَّأْيِ۔ یعنی یہی اصل رائے ہے۔ اس کا  
اسم الْوَجْنَةُ (واو مکسور اور مضموم ہے)۔  
الْمُؤَاجَهَةُ: آمنے سامنے ہونا۔ مقابلہ،  
رُودِ رُودِ۔

اتَّجَهَ لَهٗ رَأْيِي: اسے ایک رائے یا تجویز  
سوجھی۔

قَعَدْتُ جَاهَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر کے  
بیٹھا۔ (تاء مضموم اور مکسور)۔

وَجَّهَهُ فِي حَاجَةٍ: اس نے اسے کسی  
ضرورت سے یا کام سے بھیجا۔

وَجَّهَ وَجْهَهُ لِلَّهِ: اس نے اپنا رخ اللہ  
کی طرف موڑا۔

تَوَجَّهَ نَحْوَهُ وَالْيَهُ: وہ اس کی طرف  
مڑا۔

شَيْئٌ مُّوجَّهٌ: کسی ایک رخ موڑی  
ہوئی چیز جو رخ تبدیل نہ کرے۔

قَدْ وَجَّهَ الرَّجُلُ: آدمی وجیہ ہو گیا۔ یعنی  
مرتبہ والا بن گیا۔ اس کا باب ظُروف ہے۔

أَوْجَّهَهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے صاحب

مَوْنَسْ کے لئے وَحْدَاء نہیں کہا جاتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ: أَعْطَى كَلًّا وَاحِدًا مِنْهُمْ عَلَى حِدَّةٍ: یعنی ان میں سے سب کو علیحدہ علیحدہ دے دو۔ اور کہا جاتا ہے: جَاءُوا مُوَاحِدًا مُوَاحِدًا وَأَحَادًا أَحَادًا اور وَحَادًا وَحَادًا: وہ اکیلے اکیلے یا ایک ایک کر کے آئے۔ یہ عدل اور صفت کی بناء پر غیر منصرف ہیں۔

و ح ر- الوَحْرُ: (داؤد اور حاء مفتوح) بمعنی جلن، کینہ، اور بَغْضٌ و حِد- حدیث شریف میں ہے: يَذْهَبُ بِوَحْرِ الصَّدْرِ: روزہ سینے کی جلن یا بَغْضٌ دور کرتا ہے۔

و ح ش- الوَحْشُ: الوَحْشُ: جنگلی جانور۔ اس کا واحد کاصیغہ وَحْشِيٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: حِمَارٌ وَحْشٌ: جنگلی گدھا یعنی گورخر۔ اور اضافت کے ساتھ اسے حِمَارٌ وَحْشِيٌّ کہتے ہیں۔ اَرْضٌ مَوْحُوشَةٌ: جنگلی یا وحشی جانوروں والی زمین۔

الْوَحْشَةُ: تنہائی، ذُكْحٌ يَأْمٌ- قَدْ أَوْحَشَهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے وحشی یا غیر مانوس بنا دیا۔ فَاسْتَوْحَشَ: تو وہ وحشی یا غیر مانوس بن گیا۔

أَوْحَشَ الْمَنْزِلُ: گھر ویران ہو گیا یا اُجڑ گیا۔ اور لوگ وہاں سے چلے گئے۔ وَحْشَ الرَّجُلُ تَوْحِيْشًا: آدمی نے

دی۔ شاید یہ محاورہ یوں ہو کہ: رُجِيْلٌ وَحْدَهُ: اس میں رُجِيْلٌ بطور اسم تفسیر اور بھی تحقیر ظاہر کرتا ہے۔

الْوَحْدُ: ایک، پہلا عدد۔ اس کی جمع وَحْدَانٌ اور أَحْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال شَابٌّ كِي جمع شُبَّانٌ اور رَاعٍ كِي جمع رُغِيَّانٌ۔ کہا جاتا ہے: حَيٌّ وَاحِدٌ وَحَيٌّ وَاحِدُونَ: اس کی مثال شِرْذِمَةٌ قَلِيْلُونَ ہے۔ کہا جاتا ہے: وَحْدَهُ اور أَحَدَهُ: اس نے اسے ایک جانا یا اکیلا کیا۔ اس میں حاء مشددة ہے۔ اسی طرح فَنَاءٌ بمعنی اسے دوہرا کیا اور قَلْبُهُ: اُس نے اُسے تہرا کیا۔

رَجُلٌ وَحْدٌ، وَحْدٌ (حاء مفتوح اور مکسور) وَوَحِيْدٌ: اکیلا آدمی۔

تَوَحَّدَ بِرَأْيِهِ: اس نے ایک رائے رکھی۔ یا اس کی منفر درائے رہی۔

فُلَانٌ وَاحِدٌ ذَهْرِيٌّ: فلاں شخص اپنے زمانے کا بے نظیر آدمی ہے۔

اور فُلَانٌ لَا وَاحِدَ لَهُ: فلاں کے برابر کوئی ایک آدمی بھی نہیں۔

أَوْحَدَهُ اللَّهُ: اس اللہ تعالیٰ نے بے مثال بنا دیا۔ اس کی جمع أَحْدَانٌ ہے اور اسکی

مثال أَسْوَدٌ كِي جمع سُودَانٌ ہے۔ اسکی اصل وَحْدَانٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ: لَسْتُ فِي هَذَا الْأَمْرِ بِأَوْحَدٍ: میں اس معاملے میں تنہا یا اکیلا نہیں ہوں۔ لیکن

وَحْمَى وَلَا حَبَلٌ: حمل کے بغیر ہی  
حاملہ کی خواہش رکھنا۔

وَحْمَهَا تَوْحِيمًا: اس نے حاملہ عورت  
کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا۔

و ح ی - الوَحْيُ: الكتاب - اس کی جمع  
وُحْيٌ ہے اس کی مثال حَلْيٌ کی جمع حَلْيٌ  
ہے۔ اس کا معنی اشارہ، کتابت، رسالت،  
الہام۔ پوشیدہ گفتگو ہے اور ہر وہ بات جو تم  
کسی سے کہو۔ کہا جاتا ہے: وَحَى إِلَيْهِ  
الكلام يَخْبِيهِ وَحْيًا: اس نے اس سے  
بات کی۔ اور أَوْحَى كَمَا مَعْنَى بَحَى يَبْحَى ہے کہ  
اس نے اس کے ساتھ پوشیدہ گفتگو کی یا  
سرگوشی کی۔

وَحَى وَأَوْحَى كَمَا مَعْنَى بَحَى يَبْحَى  
ہے۔

أَوْحَى اللَّهُ إِلَى أَنْبِيَائِهِ: اللہ تعالیٰ نے  
اپنے نبیوں کی طرف وحی بھیجی۔

أَوْحَى: اس نے اشارہ کیا۔ قول خداوندی  
ہے: فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا: اس  
نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم تسبیح کرو۔

الْوَحَا: (الف ممدود اور مقصر) جلدی،  
تیزی۔ کہا جاتا ہے: الْوَحَا الْوَحَا:  
جلدی کرو، جلدی کرو۔

الْوَجِيُّ بَرُوزَن فَعِيلٌ: تیز رفتار۔ کہا جاتا  
ہے: مَوْتُ وَجِيٌّ جلدی کی موت یا فوری  
موت۔

کپڑے جانے کے ڈر سے اپنے کپڑے  
اور اپنا اسلحہ پھینک دیا۔ حدیث شریف میں  
ہے: فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ: تو انہوں  
نے اپنے نیزے پھینک دیئے۔ (پورا متن  
حدیث یہ ہے: اِذَا كَانَ بَيْنَ الْأَوْسِ  
وَالْخَزْرَجِ قِتَالٌ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَاهُمْ نَادَى  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ  
تَقَاتِهِ فَوْحَشُوا بِأَسْلِحَتِهِمْ وَاعْتَنَقَ  
بَعْضُهُمْ بَعْضًا) (مترجم)

و ح ل - الوَحْلُ: (واو اور حاء مفتوح)  
پتلا گارا، کچڑ۔

المَوْحَلُ: (حاء مفتوح) مصدر اور حاء  
مکسور۔ کچڑ والی جگہ (ظرف مکان)۔

الْوَحْلُ: (حاء ساکن) اس لفظ کا رومی  
اور نا کاری لہجہ ہے۔

وَحَلَّ الرَّجُلُ (حاء مکسور) يُوَحِّلُ  
وَحَلًا وَمَوْحَلًا: بھی (حاء مفتوح)  
وہ کچڑ میں دھنس گیا یا گر گیا۔

و ح م - الوَحَامُ: (واو مفتوح و مکسور)  
خواہش، خاص کر حاملہ عورت کی۔

قَدْ وَحَمَتْ (حاء مکسور) تَوْحَمَ  
وَحَمًا: (واو اور حاء دونوں مفتوح)  
اس عورت نے خواہش کا اظہار کیا۔ ایسی

عورت کو امْرَأَةٌ وَحْمَى کہتے ہیں اور اس  
کی جمع نِسْوَةٌ وَحَامَى ہے۔ مثل ہے:

چنانچہ کہا جاتا ہے: اَتَخَمَ مِنَ الطَّعَامِ  
وَعَنِ الطَّعَامِ: اسے کھانے سے بدبُضی  
ہوگئی۔ اس کا اسم التَّخْمَةُ یعنی بدبُضی  
ہے۔ (خاء مفتوح) ہے۔ لیکن عام لوگ  
اسے ساکن کرتے ہیں۔ شعر میں یہ لفظ  
ساکن ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی جمع  
تُخَمَاتُ (خاء مفتوح) اور تُخَمٌ ہے۔  
اَتَخَمَهُ الطَّعَامُ: کھانے نے اسے  
بدبُضی کر دی۔ اصل میں یہ لفظ اَوْخَمَهُ  
تھا۔

هَذَا الطَّعَامُ مُتَخَمَةٌ: (خاء مفتوح)  
اصل میں مَوْخَمَةٌ تھا۔ یہ کھانا بدبُضی  
کرنے والا ہے۔

وخ ی - تَوَخَّحِي مَرْضَاتَهُ: اس نے اپنی  
پسندیدہ چیزوں کی طلب کی یا قصد کیا۔  
ود ج - الْوَدَّجُ: (واو اور دال مفتوح)۔  
الْوَدَّجُ: (واو کسور) گردن میں ایک  
رگ۔  
هُمَا وَدَّجَانٌ: وہ دو رگیں ہیں۔

ود د - وَدِدْتُ لَوْ تَفَعَّلْتُ كَذَا وَدًّا:  
(واو مضموم) وَدَادًا اور وَدَادَةً: میری  
آرزو ہے کہ کاش تو ایسا کرے۔  
وَدِدْتُ الرَّجُلَ (دال کسور) وَدًّا: (واو  
مضموم) میں نے آدمی سے دوستی کی۔  
الْوَدُّ: (واو مفتوح، مضموم اور کسور) دوستی،  
محبت۔

وخ ز - الْوَحْزُ: نیزے وغیرہ کے ساتھ  
کچوکہ دینا۔ لیکن نیزہ جسم میں داخل نہیں  
ہوتا۔ اس کا باب وَعَدَةٌ ہے۔

وخ ش: کہا جاتا ہے کہ: هُوَ مِنْ وَخْشِ  
النَّاسِ: وہ رذیل لوگوں میں سے ہے۔  
جَاءَنِي أَوْخَاشٌ مِنَ النَّاسِ: میرے  
پاس کچھ رذیل لوگ آئے۔

قَدْ وَخَشَ الشَّيْبِيُّ: چیز خراب یا رڈی ہو  
گئی۔ اس کا باب سَهْلٌ اور ظَرْفٌ ہے۔

وخ ط - وَخَطَهُ الشَّيْبُ: وہ ادھیڑ عمر کا  
ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَةٌ ہے۔

وخ م - رَجُلٌ وَخِمٌ: (خاء کسور)  
وَوَخِمٌ: (خاء ساکن) اور معنی تو مندیا  
فریبہ شخص۔

وَخِيمٌ: بھاری۔  
الْوُخَامَةُ وَالْوُخُومَةُ: بھاری پن۔  
وَخِيمٌ کی جمع اَوْخَامٌ وَخَامٌ ہے۔  
شَيْءٌ وَخِمٌ: ناگوار چیز یا معترض چیز۔  
بَلَدَةٌ وَخِمَةٌ وَخِيمَةٌ: نامناسب آب و  
ہوا والا شہر جو وہاں رہنے والوں کے لئے  
موافق نہ ہو۔

اسْتَوْخَمَهَا: اس کو وہ جگہ تا موافق لگی۔  
اسْتَوْخَمَ الطَّعَامُ: اسے کھانے سے  
بدبُضی ہوگئی۔

تَوَخَّمَهُ: اسے وہ بلائے جان محسوس ہوا۔  
وَخِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو بدبُضی ہوگئی،

الْوَدَعَاتُ: سفید رنگ کے موتی جو سمندر سے نکلے ہیں جو چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ یعنی حجم میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس کا واحد وَدَعَةٌ (دال ساکن اور مفتوح) ہے۔

الدَّعَاةُ: سکون اور راحت۔ وَدَعٌ (دال منعم) الرَّجُلُ: آدمی پر سکون ہوا۔ اس کا اسم فاعل وَدِيعٌ یعنی بے سکون ہے۔ اور وَادِعٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی مثال حَمِضٌ اور حَامِضٌ ہے۔ الْمُوَادَعَةُ: مصالحت۔ التَّوَادُعُ: ایک دوسرے کے ساتھ مصالحت کرنا۔ لوگ کہتے ہیں: دَعُ ذَا: یعنی اسے چھوڑ دے۔ اس کی اصل وَدَعٌ يَدْعُ ہے۔ ان معنوں میں اس کا ماضی کا صیغہ نہیں ہوتا چنانچہ وَدَعَةٌ نہیں کہتے بلکہ تَوَكَّهْتُ کہتے ہیں۔ نہ ہی وَادِعٌ کہتے ہیں بلکہ اس کی جگہ تَارِكٌ کہتے ہیں۔ ممکن ہے ضرورت شعری کے پیش نظر وَدَعَةٌ اور مَوْدُوْعٌ اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتے ہوں۔

الْوَدِيعَةُ: امانت اس کی جمع الودائع ہے۔ کہا جاتا ہے: أَوْدَعَهُ مَالًا: اس نے اس کے پاس کچھ مال بطور امانت رکھا۔ أَوْدَعَهُ مَالًا کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے مال قبول کر لیا بطور امانت۔ کلمہ کلمات اضرار میں سے ہے۔

بِوَدَىٰ أَنْ يَكُونُ كَذَا: میری آرزو ہے کہ ایسا ہو۔

الْوِدُّ (واو کسور) الْوَدِيدُ: اس کی جمع أَوْدٌ (واو مضموم) ہے۔ اس کی مثال قِدْحٌ کی جمع أَقْدِحٌ ہے۔ دوستی اور دوستی کرنے والا۔

هُمَا يَتَوَادَانِ: وہ دو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وَهُمْ أَوْدَاءُ: وہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

الْوَدُوْدُ: بہت محبت کرنے والا۔ رِجَالٌ وَدَّ دَاءً: محبت کرنے والے لوگ۔ اس کا وزن فُقُهَاءُ ہے۔ اس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں۔ اس کی وجہ اس لفظ کا مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت در صفت ہونا ہے۔

الْوَدُّ: (واو مفتوح) اہل نجد کے لہجے میں۔ الْوَيْدُ: بمعنی کھوٹی۔

وَدٌّ: ایک بُت۔ جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

و د ع - التَّوَدِيعُ: سفر کرتے وقت کسی کو الوداع کہہ کے رخصت کرنا۔ اس کا اسم الوداع ہے۔ واو مفتوح ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ: اس کا معنی مفسرین نے یہ کیا ہے کہ اس نے آپ (ﷺ) کو نہیں چھوڑا۔

واحد و دینہ ہے۔

السوادی: وادی۔ بعض اوقات اسے  
یاء چھوڑ کر صرف واد کہنے پر اکتفا کیا جاتا  
ہے۔ بقول شاعر:

قَرُورَ قَمْرُ الْوَادِ بِالشَّاهِقِ

”وادی کی قمری یا بلبل بلند درخت پر  
چھپھائی۔“

اس کی جمع اودیۃ ہے۔ اور یہ خلاف تیس  
ہے۔ یہ تو ویدی کی جمع لگتی ہے۔ اس کی  
مثال سبریٰ کی جمع اسریۃ ہے۔ جس کا  
معنی نہر ہے۔

و ذر۔ ذرۃ: اسے چھوڑ دے یا جانے  
دے۔ هُوَ يَذْرُؤُ: وہ اسے چھوڑتا ہے۔  
اس کی بجائے وذرۃ نہیں کہتے۔ اور نہ ہی  
واذر کہا جاتا ہے بلکہ اس کے بدلے  
ترکۃ اور تارک کہا جاتا ہے۔

و ذم۔ الوذام: پیٹ اور آنتیں۔ اس کا  
واحد و ذمۃ ہے۔ اس کی مثال فمرۃ اور  
ثمارة ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی  
حدیث میں ہے: وَلَيْسَ وَلَيْسَ بَنِي  
أُمِيَّةَ لِأَنْفَعْنَهُمْ نَقْضَ الْقَصَابِ  
الْتِرَابِ الْوَذْمَةِ: اگر مجھے بنو امیہ پر  
قدرت اور غلبہ ملتا تو میں ان کو جھاڑ پونجھ کر  
ایسا صاف کر دوں گا جیسے قصاب پیٹ اور  
آنتوں کی مٹی صاف کرتا ہے۔ اصمعی رحمہ  
اللہ کا قول ہے کہ میں نے اس لفظ کے

اسْتَوْدَعَهُ وَدَيْعَةً: اس نے اس  
کو امانت دی۔ یعنی اس کے پاس مال محفوظ  
رکھوایا۔

و دق۔ الوذقی: بارش۔ اس کا باب وَعَدَّ  
ہے۔

و دک۔ الوذک: گوشت کی چربی۔  
ذجاجۃ وَدَيْكَةٌ: موٹی تازی مرغی۔  
دَيْكٌ وَدَيْكٌ: موٹا تازہ اور فریبہ  
مڑھا۔

و دی۔ الوذی: (دال ساکن) پیشاب  
کے بعد خارج ہونے والے قطرے۔

السویدی (یاء مشدّد) کا معنی بھی بقول  
الأموی یہی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:  
وَذَى يَدِي وَذِيًا (بغیر الف)۔ الدیۃ:  
دیت، خون بہا۔ اس کی جمع الدیات ہے۔  
اس میں ہاء، واو کا عوض ہے۔

و دیت۔ الوذی: میں نے متول کی دیت  
ادا کی۔ اس کا مضارع اذیہ اور مصدر دینۃ  
ہے۔

الذیۃ: میں نے دیت لی۔ اس سے فعل  
امرد فلانا ہوگا یعنی فلاں کی دیت ادا  
کر۔ اس کا تثنیہ دینا اور جمع ذوا فلان  
ہوگا۔

أَوْذَى الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہو گیا۔ اس  
کا اسم فاعل مؤذ ہے۔

الوذی بر وزن فعیل: چھوٹا پودا۔ اس کا



حَبْلُ الْوَرِيدِ: شہ-رگ۔ عربوں کا خیال ہے یہ رگ جان ہے۔ اور یہ دو رنگیں یعنی الْوَرِيدُ اور الْوَتِينُ گردن کے دونوں اطراف میں ایسی جگہ ہوتی ہیں جہاں گردن کا اگلا حصہ ان موٹی رگوں سے ملتا ہے۔

السُّورْدُ: گلاب کا پھول۔ اس کا واحد وَرْدَةٌ ہے اور رنگ کے اعتبار سے شیر کو اور گھوڑے کو وَرْدٌ کہتے ہیں۔ اور یہ رنگ کیت اور اشرف یعنی گہرے سرخ رنگ کے درمیان کارنگ ہے۔ اس کی مؤنث وَرْدَةٌ ہے۔ اس کی جمع وَرْدٌ (واو مضموم) ہے۔ اس کی مثال جَوْنٌ اور جَوْنٌ ہے اس کی جمع وَرَادٌ (میں واو مکسور) بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: فَاِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً: جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ (پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح) گلابی ہوگا۔

الْوَارِدُ: راستہ۔ یہی معنی المورِد کا ہے۔ الزُّمَارُودُ: معرب کلمہ ہے۔ عام لوگ اسے ہَزْمًا وَرْدٌ کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ درحقیقت بھنا ہوا گوشت جو گونا ہوا ہو اور پھر کسی پتلے کاغذ میں لپٹا ہو۔ پھر اسے کاٹا جاتا ہے۔ اسے اَوْسَاطُ کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ وضاحت المنہاج کے مصنف نے اپنی کتاب میں بذیل مادہ بَاءِ مَعَ زَايِ دِي ہے۔

متعلق شعبہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح تصاب اس اوچھڑی کو جو مٹی میں گری ہوتی ہے اور خاک آلود یعنی مٹی سے لتھڑی ہوتی ہے اسے صاف کرنا ہے۔

وَرِثٌ - وَرِثٌ أَبَاهُ: وہ اپنے باپ کا وارث ہوا۔ وَرِثُ الشَّيْءِ مِنْ أَبِيهِ: اس کو اپنے باپ سے چیز ورث میں ملی۔ اس کا مضارع يَرِثُهُ (راء مکسور) ہے اور مصدر وَرِثًا، وَرِثَةً اور وَرِثَةً (واو مکسور) ہے۔ نيزار فَا (ہمزہ مکسور) بھی ہے۔ اَوْرِثَهُ أَبُوهُ الشَّيْءِ: اس کے باپ نے اسے وراثت میں چیز دی۔

وَرِثٌ فَلَانٌ فَلَانًا تَوْرِيثًا: فلاں نے فلاں شخص کو وارث بنایا۔

وَرْدٌ - وَرْدٌ، يَرْدٌ: (راء مکسور) وَرْدًا: وہ وارد ہوا۔ اَوْرْدَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے وارد کیا۔

اسْتَوْرَدَهُ: اس نے اسے درآمد کیا۔ الْوَرْدُ: (واو مکسور) سُجْوَةٌ - پيارَةٌ

قَرَأْتُ وَرْدِي: میں نے اپنا ورد یعنی سحر پڑھا، یا پارہ پڑھا۔

الْوَرْدُ، الصِّدْرُ: صِدْرٌ كِي ضِدِّهِ۔ اور اس کا معنی الْوَرَادُ: بَابُ۔ جس کا معنی وہ لوگ ہیں جو پانی پر اترتے ہیں۔ اس کا معنی باری کے بخار کا دن بھی ہے۔

وَوَرَطُهُ تَوْرِطًا فَتَسَوْرَطُ: اس نے اسے ہلاکت میں ڈال دیا، تو وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَخْلَطُ وَلَا يَرَاطُ: نہ خلائط جڑے اور نہ ورط۔ خلائط مختلف شخصوں کے جانوروں کو اکٹھا کر کے نصاب مکمل کر کے زکوٰۃ کی وصولی ہے اور ورط یہ ہے کہ بکریاں کہیں نشیب میں چھپا دی جائیں تاکہ زکوٰۃ کی وصولی کے تحصیل دار کو خبر نہ ہو اور اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچا جائے۔

و ر ع - الوَرَعُ: (راء مرسوم) پرہیزگار شخص۔ اس کا نفل وَرَعٌ يَوْعُ رِعَةً (راء مرسوم تینوں میں) ہے۔

تَوْرَعٌ مِنْ شَيْءٍ: وہ فلاں چیز سے بچ گیا۔

وَرَعَةٌ تَوْرِيعًا: اس نے اسے روکا، یا بچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَرَعٌ اللَّصُّ وَلَا تُرَاعِهِ: یعنی تم چور کو اپنے گھر میں دیکھو یا پاؤ تو اسے روکو اور اپنی مدافعت کرو اور اس بات کا انتظار نہ کرو کہ اس کے ہاتھوں کیا کچھ ہوتا ہے۔ یعنی اسے اپنی کاروائی کی مہلت نہ دو۔

و ر ق - الوَرَقُ: ٹیکالی درہم۔ یہی معنی الرِّقَّةُ (مخفف) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فِي الرِّقَّةِ رُبْعُ العُشْرِ:

و ر خ: دیکھیے بذیل 'ارخ'۔  
و ر س - الوَرَسُ: بروزن الفلَسُ یمن میں پیدا ہونے والا زرد رنگ کا پودا یا گھاس یا کائی۔ جس سے چہرہ کی صفائی کے لئے لپ تیار کیا جاتا ہے۔

أَوْرَسَ المَكَانُ: مکان میں اُورَسَ گھاس (کائی) اُگ آئی۔ ایسی جگہ کو وَاوَرَسَ کہتے ہیں۔ اس کے بدلے مُوَرَسَ نہیں کہا جاتا۔ اور یہ تاور ہے۔

وَرَسَ الشُّوْبُ: اس نے کپڑے ورس سے رنگے۔

و ر ش - الوَارِشُ: اس وقت قوم کے ہاں آنے والا جب کہ قوم یا لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور اُسے کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو، یعنی بن بلایا مہمان۔ اس کی مثال الوَاعِلُ کی ہے جو پینے کی مجلس میں نہ بلایا آئے۔

الْوَرَشَانُ: زخمی۔ مثل ہے: بِعِلَّةِ الْوَرَشَانِ تَأْكُلُ رُطَبَ المِمْسَانِ: تم زخمی کے بہانے مشان کھجور کھاتے ہو۔ (اس کی تفصیل بذیل مادہ م ش ن، دی گئی ہے)۔ اس کی جمع الوَرَشَانِ اور الوَرَشَانُ (واو مرسوم اور راء ساکن) ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہے اس کی مثال

بِکروان ہے جو کج کروان کی جمع ہے۔  
و ر ط - الوَرَطَةُ: ہلاکت، تباہی۔ اَوْرَطُهُ

اوپر والا حصہ۔ یہ لفظ مؤنث ہے بعض اوقات فَيَحْدُ اور فَيَحْدُ کی طرح اسے بھی تخفیف کر کے الْوَرَكُ کہا جاتا ہے۔ التَّوْرُكُ عَلَى الْيَمْنَى: نماز میں سرین کو دائیں پاؤں پر رکھ کر بیٹھنا۔ البتہ حدیث ابراہیم میں ہے کہ: اِنَّهُ يَكْسِرُهُ التَّوْرُكُ فِي الصَّلَاةِ: نبی اکرم ﷺ نماز میں تورک کو ٹاپنڈ فرماتے تھے۔ اس کے برعکس دونوں یا ایک سرین زمین پر ٹکانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے: نَهَى أَنْ يَسْجُدَ الرَّجُلُ مُتَوَرِّكًا: یعنی آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص تورک کر کے سجدہ کرے۔

تَوْرُكٌ عَلَى الدَّابَّةِ: اس نے سواری پر تورک کیا یعنی سواری پر بیٹھے زین کے اوپر پاؤں موڑ کر اس پر اپنا سرین رکھا۔ و ر ل - السَّوْرَلُ: ریٹنے والا جاندار مثلاً: گود۔

و ر م - الوَرَمُ: ورم، سوجن۔ اس کی جمع الأورام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ورمٌ جِلْدُهُ: اس کی جلد میں ورم آگیا۔ اس کا مضارع يَوْمٌ (ماضی مضارع دوولوں میں راء مکسور) ہے، یہ شاذ ہے۔

تَوْرَمٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ وَرْمَةٌ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس پر ورم

چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب چالیسواں حصہ ہے۔ الورق کے تین لہجے ہیں:

(۱) وَرِقٌ.

(۲) وَرِقٌ اور

(۳) وَرَقٌ.

اس کی مثال كَبِدَةٌ، كَبِدَةٌ اور كَبِدَةٌ ہے۔ رَجُلٌ وَرَاقٌ: بہت درہموں کا مالک یعنی مالدار شخص۔ وَرَاقٌ کا معنی ورق ساز اور کاتب کو بھی کہتے ہیں۔ السَّوْرَقِيُّ مَنْ أُوْرَاقَ الشَّجَرِ: درختوں کے پتوں میں سے ایک پتا۔ یا کتاب کا ایک ورق۔ اس کا واحد وَرْقَةٌ ہے۔ شَجَرَةٌ وَرَقَةٌ وَرِيقَةٌ: برگ دار درخت۔ پتوں بھرا درخت۔

أُوْرَقَ الشَّجَرِ: درخت پر پتے پھوٹ نکلے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان معنوں میں وَرَقٌ الشَّجَرِ وَأُوْرَقٌ کہا جاتا ہے لیکن أُوْرَقٌ کا استعمال زیادہ ہے۔ وَرَقٌ تَوْرِيْقًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الْوَارِقَةُ: سرسبز درخت اور خوش برگ درخت۔ السَّوْرَقِيُّ (راء منفتح) کا معنی مالدار بھی ہے جس کے پاس دولت اور اونٹ وغیرہ ہوں۔ کبوتری کو بھی سیاہی مائل صاف وحفاف اور چمکدار سفید رنگ کی بنیاد پر وَرَقَاءُ کہتے ہیں۔

و ر ک - السَّوْرَكُ: سُرین، ران سے

چڑھا دیا۔ اس کا مصدر تَوَرِيْمًا ہے۔

وَرِيءٌ - وَرَى الْقَيْحُ جَوْفُهُ، بَرِيءٌ، وَرِيًا: پیپ نے اس کے پیٹ کو بیمار کر دیا۔

میرا کہنا ہے کہ مکمل حدیث یہ ہے کہ: خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِي شِعْرًا: مفہوم یہ ہے کہ شعر سے پیٹ بھرنے سے بہتر یہ ہے کہ پیٹ میں پیپ بھر جائے اور انسان بیمار ہو جائے۔

الْوَرَى: مخلوق خدا۔

وَرَى الزَّنْدُ، يَوِي (راء مسور) وَرِيًا: چمقنا سے آگ نکلے۔ اس کا ایک اور یہ لہجہ ہے: وَرَى: يَوِي (ماضی و مضارع میں راء مسور)۔

أَوْزَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے چمقنا سے آگ نکالی۔

وَرَاهُ تَوْرِيَةً: اس نے اسے چھپا دیا۔

تَوَارَى: وہ چھپ گیا۔

وَرَاءٌ: بمعنی پیچھے اور بعض اوقات اس کا معنی آگے بھی ہوتا ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اگر اسے کسی اور اسم یا ضمیر کے ساتھ اضافت نہ دیں تو اسے بطور

غایت رفع دیتے ہیں۔ اور اس کی مثال مِنْ قَبْلُ اور مِنْ بَعْدُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

وَتَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ: یہاں وَرَاءَهُ

کا معنی ان کے سامنے سے ہے۔

وَرَى الْخَبَرَ تَوْرِيَةً: اس نے خبر کو پوشیدہ رکھا اور کسی اور نے اسے ظاہر کر دیا۔ گویا وہ خبر انسان کے پیچھے سے لی گئی۔ گویا وہ شخص خبر کو اپنے پیچھے رکھتا ہے جہاں سے دوسرے اسے دیکھ لیتے ہیں۔

وَرَبٌ - الْمِيْزَابُ: پر نالہ۔ فارسی کلمہ ہے۔ اسے ہمزہ کے ساتھ معرب کیا گیا ہے اور میزاب بنایا گیا ہے۔ اور ہمزہ کے بغیر اس کی جمع میازِيبُ ہے۔

وَرٌّ - الْوَرُّ: (واو اور زای دونوں مفتوح) پناہ گاہ۔ اس کا اصل معنی پہاڑ ہے۔

الْوَرُّ: بوجھ اور گناہ، گنہگاری اور اسلمہ۔

الْوَرِيُّ الْمُؤَاظِرُ: اس کی مثال الْأَكِيلُ وَالْمُؤَاكِلُ ہے۔ کیونکہ وزیر دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ یعنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے یا کام میں ہاتھ بٹاتا ہے۔

الْوَزَارَةُ، الْوِزَارَةُ: ایک دوسرا لہجہ ہے۔

قَدْ اسْتَوَزَّرَ فُلَانٌ: فلاں شخص کو وزیر بنا دیا گیا۔ یعنی وہ امیر کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ يَتَوَزَّرُ لَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

أَتَزَرَ الرَّجُلُ: آدمی بوجھ پر سوار ہوا۔<sup>۱</sup>

قَوْلُ خَدَاوَدِيِّ: وَلَا تَسْزِرُ وَازِرَةٌ

وَزَّرَ أَخْرَسِيٌّ: کوئی کسی کا بوجھ نہیں

۱۔ انور الرجل: آدمی نے ازار ہا نہ معایا نکوت کسی لیا۔ (حزرم)

کا ذکر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ وَازِعٍ: لوگوں میں صف درست کرنے والا ایک آدمی ہونا چاہیے۔ یعنی ایک با اختیار سلطان ہونا چاہیے جو لوگوں کو برائی سے روکے۔

کہا جاتا ہے: وَزَعَتْ الْجَيْشُ: تم نے فوج کو ترتیب سے رکھا۔ قول خداوندی ہے: فَهَمُّ يُوَزِّعُونَ: تو ان کو اقسام میں ترتیب دیا جاتا رہا۔

التَّوَزُّعُ: تقسیم کرنا۔ الگ الگ ترتیب دینا۔ کہا جاتا ہے: تَوَزَّعُوا: وہ آپس میں بٹ گئے۔

الْأَوْزَاعُ: ہمدان کے وسط میں ایک جگہ کا نام۔ اس جگہ سے منسوب الامام الاوزاعی ہیں۔

و ز غ - الْوَزْغَةُ: ایک کیزا۔ اس کی جمع وَزَّغٌ أَوْزَاغٌ اور وَزَّغَانٌ (واؤ مکسور) ہے۔

و ز ف - وَزَفٌ يَزِفُ: (زای مکسور) وَزَيْفًا: اس نے جلدی کی۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَاقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُونَ (فام مختلف) وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

الْوِزِيفُ وَالزَفِيفُ: (دونوں برابر)

اٹھائے گا۔ انفخس رحمہ اللہ نے کہا کہ: کسی کو کسی دوسرے کے جرم اور گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ اس سے فعل یہ ہے: وَزِرَ (زای مکسور) يُوَزَّرُ اور وَزَّرَ يُوَزِّرُ (زای مکسور)۔ وَزِرَ يُوَزِّرُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم مفعول مَوْزُورٌ ہے۔

حدیث شریف میں صرف مَسْجُورَاتِ کے مقابل مَسْأُورَاتِ آیا ہے۔ مفرد کے طور پر اسے مَسُورُورَاتِ کہتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِرْجِعْنَ مَسْجُورَاتٍ غَيْرِ مَسْأُورَاتٍ۔

و ز ز - الْوَزْزُ: ایک لہجہ ہے الْإِوَزُّ کا۔ یہ ایک آبی پرندہ ہے۔ بَطِّخَ يَبَطِّخُ: اس کی وَزَعٌ - وَزَعَةٌ يَزْعُهُ وَزَعًا: اس کی

مثال وَضَعَةٌ يَضَعُهُ وَضَعًا: اس کا معنی ہے: اس نے اسے روکا۔

فَسَاتَزَعُ: تو وہ رک گیا۔

أَوْزَعَهُ بِالشَّيْءِ: اس نے اس کو کچھ دے کر بہلایا یا پھسلایا۔

اسْتَوَزَعْتُ اللَّهَ شُكْرَهُ: میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق مانگی۔

فَأَوْزَعَنِي: تو اللہ نے مجھے توفیق عطا کر دی۔

الْوَاوِزُ: وہ شخص جو صف سے آگے بڑھ کر صف درست کرتا ہے۔ اور لوگوں کو آگے پیچھے کرتا ہے۔ اس کی جمع وَوَزَعَةٌ ہے۔ اس

تیز رفتار۔

وزن - المیزان: ترازو۔

وَزَنَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو تولیا۔ اس کا باب وَعَدَا اور زَنَةٌ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: وَزَنْتُ فُلَانًا اور وَزَنْتُ لِفُلَانٍ: میں نے فلان شخص کو تول کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ يُخْسِرُونَ: جب وہ اوروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

هَذَا يَزِنُ دِرْهَمًا: یہ ایک درہم کے وزن یا قیمت کے برابر ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: اس چیز کی قیمت ایک درہم کے برابر ہے نہ کہ اس چیز کا وزن درہم کے برابر ہے۔ میں نے یہی سمجھا ہے۔ یہی لفظ حدیث شریف میں ہے: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَوَزَنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بُعُوضَةٍ: کاش! اللہ کے نزدیک اس دنیا کی قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی۔

دِرْهَمٌ وَاِزْنٌ: درہم معیاری وزن ہے یا وزن کا معیار ہے۔ وَاِزْنٌ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان موازنہ کیا۔ اس کا مصدر مُوَازَنَةٌ اور وَزَانَةٌ ہے۔ هَذَا يُوَازِنُ هَذَا: یہ اس کے برابر ہے یا یہ اس کے آٹنے سائنے ہے۔ اور کہا جاتا ہے: وَزَنَ الْمُعْطَى

وَاتَّزَنَ الآخِذُ يَأْيُونَ کہا جاتا ہے کہ نَقَدَ الْمُعْطَى وَانْتَقَدَ الآخِذُ: دینے والے نے تول کر دیا اور لینے والے نے اسے پرکھا۔ و س خ - الوَسْخُ: میل پچھل۔ غلاظت۔ قَدْ وَسَخَ الشُّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا، (سین مسور)۔ يُوَسِّخُ وَسَخًا تَوَسَّخَ اور اتَّسَخَ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔ أَوْسَخَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے میلا کر دیا۔

و د س - الوَسَادُ: الوِسَادَةُ: (واؤ مسور) تکیہ۔ اس کی جمع وَسَائِدٌ اور وَسَدٌ (واؤ اور سین دونوں مضموم) ہے۔

وَسَدَّتُهُ الشَّيْءُ تَوَسَّيْدًا فَتَوَسَّدَهُ: میں نے اسے کوئی چیز تکیہ رکھنے کے لئے دی تو اس نے اسے تکیہ بنا لیا۔ معنی اپنے سر کے نیچے رکھ لیا۔

و س ط - وَسَطُ الْقَوْمِ: وہ لوگوں کے وسط میں بیٹھا۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے اور بَسَطَةٌ بھی ہے۔ اس میں سین مسور ہے۔ اس سے مراد وہ قوم کا ثالث بن گیا ہے۔

الْأَصْبَعُ الْوَسْطَى: درمیانی انگلی۔ التَّوَسُّيْتُ: کسی کو وسط میں رکھنا۔ یا کسی کو واسطہ بنانا۔ بعض نے فَوَسَّطَنَ بِهِ جَمْعًا: میں سین کو مشدہ پڑھا ہے۔ التَّوَسُّيْتُ کا معنی کسی چیز کو نصف سے کاٹ کر دو حصوں میں بانٹنا بھی ہے۔

التَّوَسُّطُ بَيْنَ النَّاسِ: لوگوں کے درمیان واسطہ بننا۔

الْوَسْطُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا معتدل ترین حصہ یا عادل حصہ۔ قول خداوندی ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا: اس طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا۔

شَيْءٌ وَسَطٌ: عمدہ اور ردی کے درمیان والی چیز۔

وَالْوَسْطَةُ الْقَلَادِيَّةُ: ہار کے درمیان میں جڑا ہوا ہیرا۔ جو تمام ہیروں سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری اس سے مراد وہ ہیرا ہے جو ہار کے عین نصف میں یا وسط میں جڑا ہوا ہوتا ہے۔

وَالْوَسْطُ: ایک شہر کا نام جو کوفہ اور بصرہ کے درمیان حجاج کے بنے ہوئے محل کی نسبت سے مشہور ہے۔ یہ منصرف اور مذکر ہے۔

یوں شہروں کے نام زیادہ تر مؤنث ہوتے ہیں۔ شہروں میں سے غیر منصرف شہر یا جگہیں مٹی، شام، عراق، واسط، دابق، فلج اور بصرہ ہیں۔ یہ جگہیں مذکر مانی جاتی ہیں اور منصرف ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے مراد

الْبُقْعَةُ يَا الْبَلَدَةُ لی جاتی ہو تو انہیں غیر منصرف بنایا جاتا ہو۔

جَلَسْتُ فِي وَسْطِ الْقَوْمِ فِي وَسْطِ

کاسین ساکن ہے کیونکہ وہ طرف ہے اور جَلَسْتُ فِي وَسْطِ الْقَوْمِ میں وسط کاسین متحرک ہے کیونکہ یہاں وسط اسم ہے۔ ہر جگہ جس میں بَيْنَ کا استعمال مناسب ہو وہاں وَسْطٌ (سین ساکن) ہے۔ یعنی بَيْنَ کے معنوں میں وَسْطٌ میں سین ساکن ہوتا ہے اور جہاں بین کے معنی نہ ہوں وہاں وَسْطٌ میں سین متحرک ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی سین کو ساکن کیا جاتا ہو لیکن اس کی کوئی توجیہ نہیں۔

وَسْعٌ - وَسِعَهُ الشَّيْءُ: (سین مکسور) يَسْعُهُ، سَعَةً (سین مفتوح) اور الوُسْعُ اور السَّعَةُ (سین مفتوح) چیز نے اسے سمیٹ لیا۔ یا چیز اس کے لئے کافی ہوگئی۔ السَّعَةُ: (سین مفتوح) وسعت، گنجائش اور صلاحیت و طاقت۔

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ: کا معنی ہے کہ صاحب استطاعت اور مال دار اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

أَوْسَعَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار بن گیا۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ: یہاں مُوسِعُونَ کا معنی قدرت رکھنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے:

أَوْسَعَ اللَّهُ عَلَيْكَ: اللہ تعالیٰ تجھے

خلیل کا قول ہے کہ الوَسْقُ اونٹ کا بوجھ ہے اور الوِقْرُ خچر اور گدھے کا بوجھ ہے۔

الَاتِسَاقُ: انتظام۔

أَوْسَقَ البَعِيرَ: اس نے اونٹ پر اس کا بوجھ لا دیا۔

و س ل - الوَسِيْلَةُ: ذریعے جو کسی کو دوسرے تک پہنچادے یا قریب کر دے۔

اس کی جمع الوَسَائِلُ اور الوَسَائِلُ ہے۔

التَّوَسِيْلُ اور التَّوَسَّلُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی وسیلہ اختیار کرنا۔ وَتَسَّلَ (سین مشدّد) فَلَانَ إِلَى رَبِّهِ وَتَسِيْلَةُ: اس نے اپنے رب تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ اختیار کیا یا تلاش کیا۔

تَوَسَّلَ إِلَيْهِ بِوَسِيْلَةٍ: اس نے ایک وسیلہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر لیا۔

و س م - وَتَسَمَهُ: اس کا باب وَعَدَدٌ اور بَسْمَةٌ بھی ہے۔ اس نے مہربان داغ کے ذریعے اسے نشان زد کر لیا۔

الْوَسْمَةُ (سین کسور) عِظْلِمٌ: نامی پودا ہے جس سے خضاب بنایا اور لگایا جاتا ہے۔ اس لفظ میں سین ساکن اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے وَتَسْمَةٌ (واو مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔ اس سے امر کا صیغہ تَوَسَّمْ ہے۔

الْوَسْمِيُّ: موسم بہار کی پہلی بارش۔ کیونکہ

وسعت و کشائش عطا کرے۔ یعنی تجھے مال دار بنائے۔

التَّوَسِيْعُ، التَّضْيِيْقُ: بمعنی تنگ کرنے کی ضد ہے۔ اور مَعْنَى وَسِيْعٍ اور كَشَادَةٍ کرنا ہے۔

کہا جاتا ہے: وَوَسِعَ الشَّيْءُ فَاتَّسَعَ: اس نے چیز کو کشادہ کیا تو وہ کشادہ ہو گئی۔

اسْتَوْسَعَ: وہ وسیع ہو گیا۔ اس نے توسیع پینگلی۔ تَوَسَّعُوا فِي الْمَجْلِسِ: وہ مجلس میں کھلے ہو کر بیٹھے۔

يَسْعُ: ایک عجمی نام ہے جس پر الف لام داخل ہوا ہے جب یہ ایسے ناموں مثلاً: يَعْصُرُ، يَزِيدُ، يَشْكُرُ پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ ضرورت شعری کے تحت ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ اور اللَّيْسَعُ کو دو لام کے ساتھ اللَّيْسَعُ پڑھا گیا ہے۔

و س ق - الوَسْقُ: مصدر ہے۔ اس کا فعل وَسَقَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو جمع کیا اور اسے اٹھایا۔ اس کا باب وَعَدَدٌ ہے۔

یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ: یعنی جب رات پہاڑوں، درختوں، سمندروں اور زمین پر چھا گئی اور یہ ساری جگہیں رات میں جمع ہو گئیں تو گویا رات نے انہیں اکٹھا کر لیا اور اٹھایا۔

الْوَسْقُ: ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔



جَمَلٌ جَمَالًا هـ۔

فُلَانٌ مَوْسُومٌ بِالْخَيْرِ: فُلَانٌ فَخْصٌ يَنْكِي  
اور بھلائی کے لئے مشہور و معروف ہے۔

تَوَسَّمْتُ فِيهِ الْخَيْرَ: میں نے اس میں  
بھلائی کے آثار دیکھے۔

اتَّسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنے لئے  
ایک نشان یا پہچان مقرر کر لی۔

و س ن - الوَسْنُ وَالسَّنَةُ: اُدْغَمَ - قَدْ  
وَسِنَ (سین مکسور) الرَّجُلُ: آدمی کو اُدْغَمَ  
آگئی۔

يُوسِنُ وَسَنًا: اس کا اسم فاعل وَسَنَانٌ  
اور لکھنے والا۔

اسْتَوْسَنَ كَمَا مَعْنَى يَحْيَى هـ۔

و س و س - الوَسْوَسَةُ: وَسْوَسَ دَلَّ  
میں کھٹنے والی بات، کھٹکا۔

وَسْوَسَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ: اس کے نفس  
نے اس میں دوسرے ڈال دیا۔ اس کا مصدر

وَسْوَسَ، وَسْوَسَ (واو مکسور) ہے۔  
الْوَسْوَسَ: (واو مفتوح) اس کا اسم ہے

بمعنی کھٹکا۔ اس کی مثل الزَّلْزَالُ اور  
الزَّلْزَالُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ: تب ان  
کے دل میں شیطان نے دوسرے ڈال دیا۔

لَهُمَا سے مراد إِلَيْهِمَا ہے۔ لیکن عرب فعل  
کو بطور صلہ ان تمام حروف کے ساتھ ملاتے

ہیں۔ زیورات کی جھنکار کو بھی وَسْوَسَ

یہ بارش زمین پر سبزہ پیدا کر کے اسے سرسبز  
کر دیتی ہے۔ گویا زمین کو دوسرے لگا دیتی  
ہے۔ اور زمین کی اس حالت کو مَوْسُومَةٌ  
کہتے ہیں۔

تَوَسَّمَ الرَّجُلُ: آدمی نے وہی گھاس  
طلب کی۔

مَوْسِمٌ الْحَاجُّ: حاجیوں کا موسم۔ یہ نام  
اس لئے پڑا کہ ان دنوں حاجی جمع ہوتے  
ہیں۔

وَسَّمِ النَّاسُ تَوَسِيمًا: لوگوں نے  
موسم پالیا، یا منالیا۔ اس کی مثال عَيْدُوا  
ہے یعنی لوگوں نے عید منائی۔

الْمَيْسَمُ: استری۔ اس لفظ میں یاء  
در اصل واو ہے۔ اس کی جمع لَفْظًا مَيْسَمٌ

ہے اور اصلاً مَوَاسِمٌ ہے۔ دونوں جائز  
ہیں۔

الْعَيْسَمُ كَمَا مَعْنَى خُورٍ يَصُورُ تِي هـ۔  
فُلَانٌ وَسِيمٌ: فُلَانٌ فَخْصٌ خُورٌ هـ۔

قَوْمٌ وَسَامٌ: خُورٌ لَوْ لُوكٌ - اِمْرَاةٌ  
وَسِيمَةٌ: خُورٌ وِعُورَةٌ۔

يَسُوءُ وَسَامٌ: خُورٌ وِعُورَتِيں۔ اس کی  
مثال ظَرْيُفٌ اور اس کی جمع ظِرَافٌ ہے

اور صَبِيحَةً وِرْصَبَاخٌ ہے۔  
وَسَّمِ الرَّجُلُ: (اس کا باب ظَرْفٌ

ہے۔ وَسَامَةٌ اور وَسَامًا) بِخَرْفِ هَاءٍ  
بھی) اور معنی آدمی خُورٌ وِعُورٌ اس کی مثال

وسوس - ووشق

و ش ح - الوِشَاحُ: (داؤ مکسور) چمڑے کا بنا ہوا چمڑا پنکاجس پر بچاؤ کا کام ہوتا ہے جسے عورتیں اپنے دو کندھوں اور پیٹ کے گرد باندھ لیتی ہیں۔ وَشَحَهَا فَتَوَشَّحَتْ: اس نے اس عورت کو پنکاج پہنایا تو اس عورت نے پہن لیا۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ تَوَشَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے پنکاج باندھا اور تلوار حائل کر لی۔

و ش ر - وَشَرَّ الخَشْبَةِ بالمِيشَارِ: اس نے لکڑی کو آرے سے چیرا۔ یہ اَشْرُکَا ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب وَعَسَدٌ ہے۔ الوِشْرُ کا معنی عورت کا اپنے دانت تیز کرنا اور انہیں باریک کرنا بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَايِسِرَةَ وَالْمُوتِسِرَةَ: اللہ تعالیٰ دانت تیز اور باریک کرنے اور کرانے والیوں پر لعنت کرے۔

و ش ق - الوِشِيقُ وَالْوَشِيقَةُ: گوشت جسے ایک بار اُبالا جائے اور پھر اسے سکھا کر قدید بنا کر خشک کیا جائے اور سفروں میں ساتھ لے جایا جائے۔ یہ سب سے زیادہ دیر پا قدید یعنی خشک گوشت ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قدید کی طرح کا گوشت ہوتا ہے لیکن اسے آگ نے چھوا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ اَتَى بِوَشِيقَةٍ يَابِسَةٍ مِنْ

کہتے ہیں۔ اور وَسْوَسَ شَيْطَانُ كَانَامِ بھی ہے۔

و س ی - اَوْسَى رَأْسَهُ: اس نے سر منڈھایا۔

المُوسَى: بلیڈ یا آسٹرا جس سے سر کے بالوں کا حلق کرتے ہیں۔ القِزَاءُ کا قول ہے کہ یہ لکھ موٹ ہے اور الاموی کا قول ہے کہ یہ صرف مذکر ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ ہم نے سوائے الاموی کے کسی سے اس کا مذکر ہونا نہیں سنا۔

مُوسَى: آدمی کا نام۔ ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ یہ لفظ نکرہ کی حیثیت سے منصرف ہونے کے باعث مُفْعَلُ کے وزن پر ہے۔ فُعْلَى کے وزن پر اسم کی صورت میں بھی منصرف نہیں ہوتے۔ اسماء فُعْلَى سے زیادہ مُفْعَلُ کے وزن پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ أَفْعَلْتُ کا مینہ مینی ہوتا ہے۔

الکسائی کا قول ہے کہ اس کا وزن فُعْلَى ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'م و س' میں ہو چکا ہے۔ اس سے منسوب لفظ مُوسَى اور مُوسَى ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ع ی س' ہو چکا ہے۔

آساہ کا ایک کزدور لہجہ 'واساہ' ہے۔

و ش ب - الأَوْشَابُ مِنَ النَّاسِ: گھنٹیا لوگ۔ ان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔

گفتگو۔

وش ی - الشیة: گھوڑے کے زیادہ تر رنگوں کا مخالف رنگ۔ اس کی جمع شیات ہے۔ قول خداوندی ہے: لاشیة فیہا: اس میں دوسرے تمام رنگوں کے مخالف کوئی رنگ نہ ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وشى الثوب یشیہ وشیا وشیة: اس نے کپڑے پر پھول بوٹے یا نقش و نگار بنائے۔

وشاہ توشیة: میں تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔ اس کا اسم فاعل موشی اور موشی ہے۔ اس نے نقش و نگار بنائے۔ الوشی من الثیاب: کپڑوں کے نقش و نگار۔ کہا جاتا ہے: وشى کلامہ: اس نے جھوٹ بولا۔

وشى بہ الی السلطان: اس نے بادشاہ کے آگے جھکی۔

وص ب - الوصب: (صاد مفتوح)

بیماری، مرض۔ قد وصب یوصب بروزن علیہم یعلم: وہ بیمار ہوا۔ اس کا اسم فاعل وصب ہے۔ اس میں صا کمسور ہے۔ أوصبہ اللہ: اللہ نے اسے بیمار کر دیا۔ اس کا اسم مفعول موصب ہے۔

وصب الشیئ یصب (حاء کمسور) وصبونا: چیز مستقل برقرار رہی۔ قول خداوندی ہے: ولہ الدین واصبنا:

لحم صیدہ۔ فقال: ابنى حرام: نبی کریم ﷺ کے پاس شکار کا ٹکٹ کیا ہوا وہیہ گوشت لایا گیا یا آپ ﷺ کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حالت احرام میں ہوں۔

وش ک - وشک: ڈوری، فوری جدائی۔

خرج وشیک: وہ تیزی سے نکلا۔

أوشک الرجل یوشک اینشاکا:

وہ تیزی سے چلا۔ یہی لفظ لوگ یوں کہتے ہیں: یوشک أن یکنون کذا: بہت جلد ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں شین کمسور ہے۔ عام لوگ یوشک میں شین کو مفتوح بولتے ہیں اور یہ ایک ردی قسم کا لہجہ ہے۔

وش م - وشم یدہ: اس نے اپنے

ہاتھ سوئی سے نقش و نگار گندھوائے، پھر ان میں نیل بھر دیا۔ اس کا اسم بھی الوشم ہے۔ اس کی جمع وشم ہے۔

استوشمة: اس نے اس سے گوندھوانے کو کہا۔ حدیث شریف میں ہے: لعن اللہ الواشمة والمستوشمة: اللہ گوندھوانے والی اور گوندھنے والی پر لعنت کرے۔

وش و ش - رجل وشواش: ہلکا

آدمی، جلد باز۔ الوشوشة: سرگوشی، کانا پھوسی یا گڈمڈ

انہوں نے ایک دوسرے سے چیز کی صفت بیان کی۔ اَتَّصَفَ الشَّيْءُ: چیز بیان کے قابل ہوئی۔

بَيْعُ الْمُوَاصِفَةِ: بغیر دیکھے صرف صفت کے بیان پر خرید و فروخت۔

الْوَصِيفُ: نوکر، لڑکا، ہویا لڑکی۔ اس کی جمع الوُصَفَاءُ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نوکر لڑکی کو وَصِيفَةٌ کہتے ہوں جس کی جمع وَصَائِفُ ہے۔

اسْتَوْصَفَ الطَّبِيبُ لِذَاتِهِ: طبیب نے پوچھا کہ وہ بتائے کہ اس کا علاج کس چیز سے کرے۔ طبیب نے اس کی بیماری کے لئے نسخہ تلاش کیا۔

الصِّفَةُ: بیان۔ اس کی مثال الْعِلْمُ اور السُّوَادُ ہے۔ البتہ نحویوں کی اصطلاح میں یہ معانی اور مفہوم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں نعت کو صفت کہتے ہیں۔ اور وہ اسم فاعل ہوتا ہے مثلاً: ضَارِبٌ اور اس مفعول مثلاً: مَضْرُوبٌ اور معانی کے ذریعے یعنی معانی کے اعتبار سے جو اسم فاعل اور اسم مفعول بنتے ہوں مثلاً: مِثْلٌ اور شِبْهُهُ یا ان کے قائم مقام ہوں۔ مثلاً: لَوْگ کہتے ہیں: زَائِثٌ أَخَاكَ الظَّرِيفُ: اس میں الأخ موصوف ہے۔ اور الظَّرِيفُ اس کی صفت ہے۔ کہا گیا ہے کہ موصوف کی صفت کے ساتھ کسی چیز کی اضافت کرنا جائز

اس کا دین مستقل اور دائمی ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَلَهُمْ عَذَابٌ وَأَصْبٌ: ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

و ص د - الوَصِيْدُ: ڈیوڑھی، صحن، دلہیز۔

أَوْصَدْتُ الْبَابَ: میں نے دروازہ بند کر دیا۔

أَصَدْتُهُ كَمَا مَعْنَى بَعْضٍ يَبِيْءُ: أَوْصَدْتُ الْبَابَ: دروازہ بند کیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُوْصَدٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوْصَدَةٌ: اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دوزخیوں پر عذاب یا جہنم کی آگ تہہ بہ تہہ ہوگی۔

و ص ر - الوِضْرُ: بروزن الوِزْرُ: دستاویز، معاہدہ کی تحریر۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

و ص ع - الوِصْعُ: چڑیا سے چھوٹا پرندہ مولا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ إِسْرَافِيْلَ لَيَتَوَاصِعُ لِلَّهِ حَتَّى يَصِيْرَ كَأَنَّهُ الْوِصْعُ: بے شک حضرت اسرافیل اللہ کے آگے اس قدر تواضع اور خاکساری کرنے لگتے ہیں جیسے وہ مولا ہوں۔

و ص ف - وَصَفَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کی تفصیل بیان کی۔ اس کا باب وَعَدٌ اور صِفَةٌ بھی ہے۔

تَوَاصَفُوا الشَّيْءُ مِنَ الْوَصْفِ:

الْوَصِيْلَةُ کہتے تھے جو سات مرتبہ تو دو دو مادہ بچے جنے اگر آٹھویں بار وہ نہ بچے کو جنے تو اسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اگر ایک نر اور ایک مادہ بچہ جنے تو کہتے کہ اب مادہ بچے کا بھائی آ گیا ہے۔

لہذا اس مادہ بچے کی خاطر نہ بچے کو ذبح نہ کرتے۔ عورتیں اس بکری کا دودھ نہ پیتی تھیں۔ یہ دودھ مردوں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ بکری السائبہ کے قائم مقام ہوتی تھی۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ الیٰی یُفْعَلُ بِهَا ذَلِكُ: اللہ بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کرے۔

تَوَصَّلَ إِلَيْهِ: اس نے اس تک پہنچنے کے لئے حیلہ کیا۔

التَّوَاصَّلُ: ایک دوسرے سے ملنا۔ اس کی ضد التَّصَارُّمُ ہے بمعنی ایک دوسرے سے کٹ جانا۔

وَصَلَّهُ تَوْصِيْلًا: اس نے اسے بکثرت ملایا۔

وَاصَلَهُ مُوَاصَلَةً: اس نے اس کے ساتھ تعلق یا رابطہ رکھا۔ اس کا مصدر وَصَّأَلًا ہے۔ اس سے ماخوذ لفظ المواصلۃ فی الصوم: دائمی روزے رکھنا ہے۔

المَوْصِلُ: شہر کا نام ہے۔

وص م - الوَصْمُ: عیب، خرابی، شرم و

نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ بات جائز ہے کہ صفت خود اپنی طرف مضاف ہو۔ کیونکہ کہنے والوں کے نزدیک صفت خود موصوف ہے۔ کیا یہ نظر نہیں آتا کہ الظریف خود الأخ ہے۔

وص ل - وَصَلْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو ملایا۔ اس کا باب وَعَدَةٌ اور صِلَةٌ بھی ہے۔

وَصَلَ إِلَيْهِ يَصِلُ وَصُوْلًا: وہ اس تک پہنچ گیا۔ وَصَلَ بِمَعْنَى اتَّصَلَ یعنی جاہلیت کے طریقے پر بلا وادیا۔ وہ یہ کہ اس نے یا لفلان کر کے پکارا۔ قول خداوندی ہے: إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ سَوَاءٍ ان لوگوں کے جو ان لوگوں سے جا ملیں (جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو)۔

الْوَصْلُ: ملاپ۔ اس کی ضد الہجْرَانُ: جدائی ہے۔ الوَصْلُ کا معنی کپڑے یا موزے کی پھٹی ہوئی جگہ کو سی کر جوڑنا بھی ہے۔ یعنی ٹانگا لگانا۔

بَيْنَهُمَا وَصْلَةٌ: ان دو کے درمیان ملاپ ہے۔ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ جوڑ کو بھی وَصْلَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع وَصَلٌ ہے۔

الأَوْصَالُ: جوڑ۔

الْوَصِيْلَةُ: دور جاہلیت میں اس بکری کو

القَبُولِ دونوں شاذ مصدر ہیں۔ ان دو  
مصدروں کے علاوہ دوسرے سارے مصادر  
مضموم الاول ہیں۔

وَضَح - وَضَحَ الْأَمْرُ يَضْحُ  
وَضُوحًا وَاتَّضَحَ: بات واضح ہو  
گئی۔

أَوْضَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے واضح  
کیا۔

اسْتَوْضَحَتِ الشَّيْءُ: (تم نے کسی چیز  
کی وضاحت طلب کی)۔ جب تم اپنی آنکھ  
پر ہاتھ رکھو اور دیکھو کہ کیا تمہیں وہ نظر آتا  
ہے۔ آنکھ پر ہاتھ رکھ کر کسی کو دیکھنا۔

اسْتَوْضَحَ الْأَمْرَ: اس نے اس سے  
بات کی وضاحت طلب کی۔

الأَوْضَاحُ: اصل چاندی کے زیورات۔  
الْوَضْحُ: (واو اور ضاد دونوں مفتوح) روشنی  
اور سفیدی بطور کنایہ برص یعنی پھلہری کی  
بیماری۔

المَوْضِحَةُ: ایک ایسا زخم جس سے ہڈی  
ظاہر ہوگئی ہو۔

وَضَغ - المَوْضِعَ الشَّيْءُ مِنْ يَدِهِ:  
اس نے کوئی چیز اپنے ہاتھ سے نیچے رکھ  
دی۔ اس کا مضارع يَضْعُ اور مصدر  
وَضَعًا اور مَوْضِعًا ہے۔ اور مَوْضُوعًا  
بھی ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ایک مصدر  
ہے۔ جو مَفْعُولُ کے وزن پر آتے ہیں۔

عار۔ لوگ کہتے ہیں کہ: مَا فِي فُلَانٍ  
وَضْمَةٌ: فلاں شخص میں شرم و حیا نہیں  
ہے۔

وَصَى - أَوْصَى لَهُ بِشَيْءٍ: اس نے  
اسے کسی بات کی وصیت کی۔

أَوْصَى إِلَيْهِ: اس نے اسے وصی بنایا۔  
اس کا اسم الوَصَايَةِ (واو مفتوح اور  
مکسور) ہے۔ أَوْصَاهُ اور وَصَاهُ  
توصیۃ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس  
نے اسے وصیت کی، اس کا اسم الوَصَاةُ  
ہے۔

تَوَاصَى الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک  
دوسرے کو وصیت کی۔ حدیث شریف میں  
ہے: اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَانَّهُنَّ  
عِنْدَكُمْ عَوَانٌ: عورتوں کے ساتھ حسن  
سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت  
قبول کرو۔ وہ بلاشبہ تمہارے پاس قید، مجبور  
ولاچار ہیں۔

وَضَأَ - الوَضَاءَةُ: حُسن اور صفائی و  
پاکیزگی۔

تَوَضَّأَتْ: میں نے وضو کیا۔ اس کی  
جگہ تَوَضَّيْتُ نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ  
بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔

الْوَضُوءُ: وہ پانی جس سے وضو کیا جاتا  
ہے۔ یہ لفظ وَلُوعٌ اور قَبُولٌ کی طرح  
مصدر بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ الوَلُوعُ اور

اپنی رفتار تیزی کر دی۔

أَوْضَعَهُ رَاكِبُهُ: سواری کو سوار نے

تیز چلایا۔

میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ قول خداوندی میں

یوں آیا ہے: وَلَا أَوْضَعُوا خِلالَكُمْ: وہ

ان کے درمیان (فتنہ پھیلانے کے لئے)

تیزی سے دوڑتے بھاگتے ہیں۔

وَضِعَ الرَّجُلُ فِي تِجَارَتِهِ: آدمی کو

کاروبار میں خسارہ ہوا اور أَوْضِعَ: دونوں

میں فعل مجہول ہے۔ یعنی اسے نقصان ہوا۔

فَهُوَ مَوْضُوعٌ فِيهَا: وہ تجارت میں

نقصان اٹھانے والا ہے۔

التواضع: تواضع، انکساری۔

وض م - الوَضَمُ: ککڑی یا کوئی تراشہ

جس پر مٹی سے بچانے کے لئے گوشت

کاٹنے کے لئے رکھا جاتا ہے۔

قَدْ وَضَمَ اللَّحْمَ: اس نے گوشت

کو ککڑی کے تختے پر رکھا۔ اس کا باب وَعَدَّ

ہے۔

أَوْضَمَهُ: اس نے اس کے لئے تختہ تیار کیا۔

ابن زرید کا قول ہے: أَوْضَمَ اللَّحْمَ وَ

أَوْضَمَ لَهُ: اس نے گوشت کو تختے پر رکھا

اور اس کے لئے تختہ بنایا۔

وضن - المَوْضُونَةُ: بٹی ہوئی

زرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی موتیوں

کی جزاؤں کی ہوئی زرہ ہے۔ یہی لفظ قول

المَوْضِعُ (ضاد مفتوح) المَوْضِعُ

ایک لہجہ ہے۔

الْوَضِيعَةُ: اس کی جمع الوَضَائِعُ ہے۔

اور معنی ہے قوم کے بوجھ۔ چنانچہ کہا جاتا

ہے: أَيْسَنَ خَلْفُنَا وَضَائِعَهُمْ: انہوں

نے اپنے بوجھ کہاں پیچھے چھوڑ دیئے۔

الْوَضِيعَةُ کا معنی وَضَائِعُ كِسْرَى کی

طرح ہے۔ کسری لوگوں کی ایک جماعت کو

ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ آباد کرتا

تھا۔ اور یہ لوگ پولیس اور فوجی دستوں کا

کام دیتے تھے۔

الْوَضِيعُ: کمینہ۔ قَدْ وَضِعَ (ضاد معجم)

الرَّجُلُ: آدمی کمینہ بن گیا۔ اس کا

مضارع يُوَضِعُ ہے اور مصدر ضَيْعَةٌ

(ضاد مفتوح اور کسور) کہا جاتا ہے کہ: فَبِي

حَسْبِهِ ضَيْعَةٌ: اس کے خاندان

میں کمینگی ہے۔ اس کا ضاد مفتوح اور کسور

ہے۔

المُؤَاضَعَةُ: ایک دوسرے کے پاس

رہن رکھنا۔ اس کا معنی متاركة البَيْعِ بھی

ہے یعنی باہم خرید و فروخت ترک کرنا۔

وَاضَعَهُ فِي الْأَمْرِ: اس نے اس کے

معاملے میں موافقت کی۔

وَاضَعَهُ الْمَرْأَةُ وَضَعًا: عورت نے

بچہ جنا۔

وَضَعَ الْبَعِيرُ وَغَيْرُهُ: اونٹ وغیرہ نے

کریم میں یہ لفظ اشدُّ و طًا پڑھا گیا ہے  
جس کا معنی قیام ہے۔

خداوندی میں ہے: عَلِي سُرُّ مَوْضُونَةٍ:  
آراستہ کئے ہوئے تختوں پر۔

ط د - وَطَدَ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو  
مضبوط کیا یا بھاری کیا۔ اس کا باب وَعَدَّ  
ہے۔

ط ا - وَطَيْبُ الْأَرْضِ وَنَحْوَهَا:  
اس نے زمین وغیرہ کو روندنا۔ اس کا مضارع  
يَطَأُ ہے۔

وَطْدَةُ تَوْطِيْدًا کا معنی بھی یہی ہے۔

وَطَأَ الْمَوْضِعُ: جگہ پامال ہوئی۔ اس کا  
باب ظرف ہے۔

ط ر - الْوَطْرُ: حاجت، ضرورت۔ اس  
سے نعل نہیں بنتا۔ اس کی جمع أَوْطَارٌ ہے۔

وَطَاءُ تَوْطِئَةٌ: اس نے اس کو روندنا۔

ط س - الْوَطَيْسُ: تھور۔

الْوَطْأَةُ: قوم کے نشان۔ اس کی مثال  
الضَّرْبَةُ ہے۔ اس کا معنی دباؤ بھی ہے۔

أَوْطَأَسَ: (ہمزہ مفتوح) جگہ۔

ط ط - الْوَطْرُ أَدُّ: چمگادڑ۔

ط ف - رَجُلٌ أَوْطَفَ: گھنٹی بھوڑوں  
والا آدمی۔

حدیث شریف میں ہے: اللَّهُمَّ اَشْدِدْ  
وَطَاتِكَ عَلَيَّ مُضْضِرٍ: اے اللہ! قبیلہ  
مضر پر اپنا دباؤ سخت کر۔

الْوَطْفُ: (داؤ اور طاء مفتوح) بھوڑوں  
اور آنکھوں پر بالوں کی کثرت۔

الْوِطَاءُ (داؤ مکسور) الْغِطَاءُ بمعنی پردے  
کی ضد ہے۔

سَحَابَةٌ وَطَفَاءٌ: پانی بھرے بادل۔  
زمین تک نکلنے والے بادل۔

الْوِطِيئَةُ: بروزن فَعِيئَةٌ غرارے کی  
طرح کی کوئی چیز یا تھیلہ۔ حدیث شریف  
ہے: أَخْرَجَ ثَلَاثَ أَكْلٍ مِنْ  
وَطِيئَةٍ: اس نے ایک گون یا تھیلے سے تین  
روٹیاں نکالیں۔

ط ن - الْوَطْنُ: انسان کے رہنے کی آبائی  
جگہ۔

أَوْطَانُ الْغَنَمِ: بھیڑ بکریوں کے باڑے۔  
أَوْطُنُ الْأَرْضِ وَوَطْنُهَا وَإِسْتَوْطِنَهَا  
اور اتَّطِنَهَا: اس نے زمین یا ملک کو اپنا وطن  
بنایا۔

وَاطَأَهُ عَلَى الْأَمْرِ: اس نے معاملے  
میں اس کے ساتھ موافقت کی۔

تَوْطِيْنُ النَّفْسِ عَلَى الشَّيْءِ: کسی  
چیز کے لئے نفس کو آمادہ کرنا۔

تَوَاطَأُوا: انہوں نے باہم اتفاق کر لیا۔

المَّوْطِنُ: لڑائی کا موقع، مورچہ،

قول خداوندی ہے: اَشْدُّ وَطَاءً: (الف  
ممدود) کا معنی سخت پامال کرنا ہے۔ یہ  
پامالی سننے اور دیکھنے دونوں کی ہے۔ قرآن



وَالْوَعِيدُ كَمَا جَاءَ فِيهِ - جب برے معنوں کے اظہار کے ساتھ باء استعمال کیا جائے تو فعل سے پہلے الف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: أَوْعَدُهُ بِالسِّجْنِ: اس نے اسے قید کرنے کی دھمکی دی۔

الْعِدَّةُ: وعدہ۔

شاعر کا قول ہے:

وَأَخْلَفُوكَ عِدَّ الْأَمْرِ الَّذِي وَعَدْتُمَا

”انہوں نے تم سے جس بات کا وعدہ کیا

تھا انہوں نے اس کی وعدہ خلافی کی۔“

شعر میں عِدَّة سے مراد عِدَّة ہے۔ حاء کو

اضافت کے باعث حذف کیا گیا ہے۔

الْمِيْعَادُ الْمُوَاعِدَةُ: وقت اور جگہ۔ اس

طرح الموعِد کا معنی بھی یہی ہے۔

تَوَاعَدَ الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے

سے وعدے کئے۔ یعنی بھلائی کے وعدے۔

شَرَّكَ الْأَمْرَ لِيُعْتَدَ: شریک کے اظہار کے لئے اُتَعَدُوا کہتے ہیں۔

الْإِيْتِعَادُ: دھمکی کا قبول کرنا۔ التَّوَعُّدُ:

بہت دھمکی دینا۔

وَع ر - جَبَلٌ وَعَسْرٌ: (عین ساکن)

دشوار گزار پہاڑ۔

مَطْلَبٌ وَعَسْرٌ: سخت مشکل مطلب۔

اسے وَعَسْرٌ نہیں کہنا چاہئے۔

قَدْ وَعَرَ (عین مضموم) وُعُورَةٌ وَتَعَوَّرَ:

پہچیدہ اور مشکل ہو گیا۔

وَعَسْرَةٌ غَيْرَةٌ: کسی اور نے اسے پہچیدہ

میدان۔ قول خداوندی ہے: لَقَدْ

نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ:

اللہ تعالیٰ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری

مدد کی ہے اور تمہیں فتح دی ہے۔

و ظ ب - وَظَبَّ عَلَيْهِ يَظْبُ: (ظاء

مکسور) وَظَبُّوْنَا: اس نے اس پر پابندی

کی۔

المُؤَاطَبَةُ: کسی کام پر ثابت قدمی اور

پابندی کرنا۔

و ظ ف - الوَظِيْفَةُ: وظیفہ، الاوْنِسُ -

گزاراوقات کے لئے مالی امداد۔

قَدْ وَظَّفَهُ تَوْظِيْفًا: اس نے اسے ملازم

رکھ لیا یا اس کا وظیفہ مقرر کیا۔

و ع ب - اسْتِيْعَابُ الشَّيْءِ: کسی چیز

کو پوری طرح سمجھنا۔ جڑ سے اکھاڑنا۔

و ع د - الوَعْدُ: اچھے اور بُرے دونوں

میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی وعدہ کرنا بھی

اور ڈرانا بھی۔ اس کا فعل وَعَدَ يَعِدُ (عین

مکسور) وَعَدًا یعنی اس نے وعدہ کیا ہے۔

الْفِرَاءُ کا قول ہے کہ: وَعَدْتُهُ خَيْرًا: میں

نے اس سے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا۔ اور

وَعَدْتُهُ شَرًّا: میں نے اسے برے

سلوک یا شر کی دھمکی دی۔ جب خیر اور شر

دونوں میں سے کسی کا ذکر نہ ہو تو اس لفظ کو

خیر کے معنوں میں الوَعْدُ اور الْعِدَّةُ کہا

جاتا ہے۔ اور شَرِّ کے معنوں میں الْإِيْتِعَادُ

الْوَعْلُ: (عین ساکن) ٹھکانہ، پناہ۔ یہ اسمی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وع ی - الوِعَاءُ: برتن۔ اس کی جمع الأُوْعِيَةُ ہے۔ أُوْعَى الزَاد وَالْمَتَاعُ: اس نے زاویر اور سامان برتن میں ڈالا۔ وَعَى الْحَدِيثَ يَعِيهِ وَعْيًا: اس نے حدیث یاد کی۔ أَدْنُ وَأَعْيَةُ: سننے اور یاد رکھنے والے کان۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ: اللہ انہیں جانتا ہے جو جھوٹ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپاتے ہوئے ہیں۔

وغ د - الوَعْدُ: برونن الوَعْدُ: کمینہ انسان جو پیٹ کا مارا خدمت کرتا ہے۔

وغ ل - وَغَلَ الرَّجُلُ: جو شخص لوگوں کی پینے پلانے کی محفل میں بن بلایا جائے اور بغیر دعوت کے شریک شرب و نوش ہو جائے۔ کھانے کی مجلس میں بن بلایا جانے والے الوَارِثِ کہتے ہیں۔

الايغَالُ: تیزی سے چلنا اور غور سے دیکھنا یا تاڑنا۔

تَوَعَّلَ فِي الْأَرْضِ: وہ زمین یا ملک کے دور اندر تک چلا گیا۔

وغ ی - الوَعْيُ: شور و غوغا۔ اسی اعتبار سے جنگ کو الوَعْيُ کہتے ہیں۔ کیونکہ جنگ میں سخت شور و غوغا ہوتا ہے۔

اور مشکل بنا دیا تَوَعِينًا

اسْتَوْعَرَهُ: اس نے اسے مشکل

اور پیچیدہ پایا۔

وع ظ - الوَعْظُ: نصیحت۔ نتائج سے باخبر کرنا۔

قَدْ وَعَظَهُ: اس نے اسے نصیحت کی۔

اس کا باب وَعَدَّ اور عَظَّ ہے۔ عِظَّةٌ میں عین کسور ہے۔

فَبَاتَعِظُ: پس اس نے نصیحت قبول کی۔ یا

اسے نصیحت آگئی۔ محاورہ ہے: السَّعِيدُ مَنْ وَعِظَ بغيره: سعادتمند وہ ہے جو

دوسروں کے تجربات و واقعات سے نصیحت پکڑے۔ الشَّقِيُّ مَنْ اتَّعَظَ بِهِ غَيْرُهُ:

اور بد نصیب و بد بخت وہ شخص ہے جو اوروں کیلئے نصیحت و عبرت کا سبق ہو۔

وع کب - الوَعْكُ: تیز بخار چڑھنا۔ قَدْ وَعَلَتْهُ الْحُمَّى: اسے تیز بخار چڑھا

ہے۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے۔ اور اسم مفعول مَوَّعُوكٌ ہے۔

وع ل - الوَعْلُ: (عین کسور) زبردست و زور آور شخص۔ اس کی جمع وُعُولٌ اور

أَوْعَالٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَطَهَّرُ التُّحُوْتُ عَلَى الوُعُولِ:

زبردست کمزور لوگ زبردست لوگوں پر غلبہ پائیں گے۔ یہ حدیث قیامت کی

نشانیوں سے متعلق ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: نَحْنُ عَلِيٌّ أَوْفَاؤُ قَدْ  
أَشْخَصْنَا وَإِنَّا عَلِيٌّ أَوْفَاؤُ: ہمارے  
جانے کا وقت قریب آ گیا ہے ہم سفر کے  
لئے تیار ہیں۔ اس لفظ کے بدلے وِفَاؤُ  
نہیں کہنا چاہئے۔

اسْتَوْفَزَ فِي قِعْدِيهِ: وہ اس طرح بیٹھا  
کہ فوراً اٹھ سکے۔

و ف ض - أَوْفَضَ، اسْتَوْفَضَ: اس  
نے تیزی کی یا جلدی کی۔ قول خداوندی  
ہے: كَانَتْهُمْ إِلَىٰ نُصَبٍ يُؤْفَضُونَ:  
جیسے وہ شکار کے جال کی طرف دوڑتے  
ہیں۔

الأَوْفَاضُ: لوگوں کے فرتے، اور مختلف  
تہاں کے ملے جلے لوگ جیسے اصحاب  
صَفَدَ۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ أَمَرَ  
بِصَدَقَةٍ أَنْ تُوَضَعَ فِي الْأَوْفَاضِ:  
نبی اکرم ﷺ نے صدقہ زکوٰۃ لوگوں کی  
مخلوط جماعتوں میں بانٹنے کا حکم دیا۔

و ف ق - الْوِفَاقُ: الْمُوَافَقَةُ  
وَالْتَوَافُقُ الْإِتِّفَاقُ: دو چیزوں کا  
بیک وقت ظاہر ہونا۔

وَأَفَقَهُ: وہ اچانک اس کے سامنے نمودار  
ہوا۔

وَفَّقَهُ اللَّهُ: اللہ نے اسے توفیق دی یا اللہ  
اسے توفیق دے۔

اسْتَوْفَقَ اللَّهُ: اس نے اللہ سے توفیق

و ف د - وَفَدَ فَلَانٌ عَلِيَّ الْأَمِيرِ:  
فلاں شخص امیر کے پاس وفد کی شکل میں  
گیا۔ یا سفیر بن کر گیا۔ اس کا باب وَعَدَ  
ہے۔ اس کا اسم فاعل وَفِدٌ ہے۔ اور اس  
کی جمع وَفْدٌ ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ  
کی جمع صَحْبٌ ہے۔

الْوَفْدُ كِجَعِ أَوْفَادٍ أَوْرُؤْفُودٍ ہے۔ اس  
کا اسم الوِفَادَةُ ہے۔ اس میں واؤ کمسور ہے۔

أَوْفَدَهُ إِلَى الْأَمِيرِ: اس نے اسے  
امیر کے پاس بھیجا۔

اسْتَوْفَدَ فِي قِعْدِيهِ: اسْتَوْفَزَ كَأَيْك  
لہجہ ہے۔ اس کا معنی ہے وہ اس طرح بیٹھا  
کہ فوراً اٹھ سکے۔

و ف ر - الْمَوْفُورُ: پوری چیز۔ وَفَرَ  
الشَّيْءُ يَقُورُ (فَاءُ كَسْرًا) وَفُورًا: چیز وافر  
ہوگئی۔

وَفَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پورا  
کیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے۔ اور فعل لازم  
بھی۔ الْوَفْرُ بَرُوزُنِ النَّصْرِ: کثیر مال  
و دولت۔

وَفَّرَ عَلَيْهِ حَقَّهُ تَوْفِيرًا وَاسْتَوْفَرَهُ:  
اس نے اس کو اس کا پورا حق دے دیا۔

هُمْ مُتَوَافِرُونَ: وہ بہت لوگ ہیں۔

و ف ز - الْوَفْرُ: (فَاءُ سَاكِنًا أَوْرُؤْفُودًا)  
عجالت اور جلدی۔ اس کی جمع أَوْفَارٌ ہے۔



علاوہ وَقَدًا اور وَقَدًا اُنہی ہے۔ دونوں میں قاف مفتوح ہے۔

أَوْقَدَهَا هُوَ وَاسْتَوْقَدَهَا: اس نے اسے سلگایا۔

الِاتِقَاد: سلگنا، روشن ہو جانا۔

التَّوَقُّدُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الْوَقُودُ: (واو مفتوح) جلانے کی

لکڑی۔ اور واو مضموم ہو تو معنی سلگنا ہے۔

قرآن کی آیت کو: النَّارُ ذَاتِ الْوَقُودِ

پڑھا گیا ہے۔ جس میں واو مضموم ہے۔

اور آگ جلنے کی جگہ یعنی چولہے کو مَوْقِدٌ

بروزن مَجْلِسٌ کہیں گے۔

النَّارُ مَوْقِدَةٌ: آگ جل رہی ہے۔

و ق ذ - وَقَدَةٌ: اس نے اسے اتا مارا کہ

وہ ڈھیلا پڑ گیا اور مرنے کے قریب ہو گیا۔

اس کا باب وَعَدَةٌ ہے۔ شَاةٌ مَوْقُودَةٌ:

لاٹھی سے ماری ہوئی بکری۔

و ق ر - الْوَقْسُ: (واو مفتوح) کانوں یا

شنوائی میں بہرہ پن۔ (اور واو مکسور) بوجھ

بار۔

قَسْدٌ أَوْ قَرٌّ بَعِيرَةٌ: اس نے اپنے اونٹ

پر بوجھ لادا۔

الْوَقْرُ: بمعنی بوجھ۔ زیادہ تر خنجر اور گدھے

کے بوجھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اونٹ

کے بوجھ کے لئے زیادہ تر الوَسْقُ کا لفظ

استعمال ہوتا ہے۔

التَّوَقُّيْتُ: وقت مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے:

وَقْتَهُ لِيَوْمٍ كَذَا تَوَقُّيْتُ: اس

نے اسے فلاں دن کا وقت دیا ہے۔ اس کی

مثال أَجَلُهُ ہے۔ قرآن کی آیت: وَإِذَا

الرُّسُلُ وُقَّتْ: (قاف مشدود)

وَوُقَّتْ أَيضًا اور (قیامت کے دن)

جب رسول فراہم کئے جائیں گے۔

وُقَّتْ کو وُقَّتْ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس

میں قاف مشدود نہیں بلکہ مخفف ہے۔ اس کا

ایک لہجہ أُقَّتْ بھی ہے۔

المَّوَقَّتُ: مقام وقت۔ اس کی مثال

المَّجْلِسُ ہے۔

و ق ح - وَقِحَ الرَّجُلُ: اس کا باب

ظُرْفُ ہے، اور معنی آدمی بے حیا ہو گیا۔

اس کا اسم فاعل وَقِحٌ یعنی بے حیا ہے۔

وَقَسَّاحٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم

الْقَحْحَةُ (قاف مکسور و مفتوح)۔ امْرَأَةٌ

وَقَسَّاحُ الْوَجْهِ: بے حیا چہرے والی

عورت۔

تَوَقُّيْحُ الْحَافِرِ: پتھلی ہوئی چربی کے

ذریعے کھر کا سخت بنانا۔

و ق د - وَقَدَتِ النَّارُ: آگ سلگ گئی۔

تَوَقَّدَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب

وَعَدَدٌ اور وَقُودًا اس میں واو مضموم ہے،

اور وَقِيدًا (واو مفتوح) ہے اور قِدَّةٌ بھی

ہے۔ اس میں قاف مکسور ہے۔ ان کے

سے مشتق ہے۔ یعنی اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔

التَّوَقُّيرُ: تعظیم اور رزانت بھی یعنی کسی کو پختہ عقل قرار دینا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا لَكُمْ لَاتَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا: بقول انخس رحمہ اللہ اس کا معنی ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔

و ق ص - الوَقْصُ: (داؤ اور قاف مفتوح) اس کی جمع الأوقاصُ ہے۔

الْوَقْصُ فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ کے نصابوں کی بڑھتی یا دونصابوں کے درمیان کی تعداد۔ یہی معنی الشَّنْقُ کا ہے۔ بعض علماء نے الوَقْصُ کو گائے بیلوں کے لئے مخصوص مانا ہے اور الشَّنْقُ کو اونٹوں کے لئے خاص کیا ہے۔

و ق ع - الوَقِيعَةُ: جنگ کا صدمہ یا کراؤ۔ حادثہ، جنگ یا واقعہ جنگ۔

الْوَأِيقَةُ: قیامت۔

مَوَاقِعُ الْغَيْثِ: بادلوں کے گرنے کی جگہ یا بادلوں کا برسنہ۔ کہا جاتا ہے: وَقَعَ السَّيْبُ فِي مَوْقِعِهِ: چیز اپنی جگہ پر ٹک گئی۔

الْوَأِيقَةُ فِي النَّاسِ: غائب ہونا۔ غیبت کرنا۔ الوَأِيقَةُ کا معنی قال یعنی لڑائی بھی ہے۔ اس کی جمع وَقَائِعُ ہے۔ وَقَعَ

أَوْقَرَتِ النَّخْلَةَ: کھجور کا درخت بوجھ سے لد گیا۔ کہا جاتا ہے: نَخْلَةٌ مُوقَرَةٌ: پھلوں سے لد ہوا کھجور کا درخت۔ اسے مُوقِرٌ اور مُوقَرَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

مُوقِرٌ: (قاف مفتوح) بھی بتایا گیا ہے۔ لیکن قاف مفتوح خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ فعل کا وقوع کھجور کے درخت کے لئے نہیں ہے۔ البتہ مُوقِرٌ سے ہاء کو

إِمْرَأَةً حَامِلٌ پر قیاس کرتے ہوئے حذف کیا گیا ہے۔ کیونکہ کھجور کے درخت کا بار آور ہونا عورت کی بار آوری کے مشابہ ہے۔

مُوقِرٌ: (قاف مفتوح) شاذ ہے۔

قَدْ وَقَرَتْ أُذُنُهُ: اس کا کان بہرا ہو گیا۔ اس کا باب فہم ہے۔

وَقَرَّ اللَّهُ أُذُنَهُ: اللہ اس کا کان بہرا کر دے (بددعا)۔ اس کا باب وَعَدٌ ہے۔

السُّوْقَارُ: (داؤ مفتوح) بردباری، وقار، پختگی، شان۔

قَدْ وَقَرَ الرَّجُلُ، يَقِرُّ (قاف مسور) وَقَارًا وَقِرَةً: بردنِ عِدَّةً: آدمی باوقار ہوا۔ اسم فاعل وَقُورٌ بمعنی باوقار شخص۔ یہی

لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقِرُونَ فِي بُسُوتِكُنَّ: تم عورتیں اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو یا جس نے اس لفظ کو داؤ مفتوح کر کے وَقِرُونَ پڑھا تو یہ قَسْرٌ

مشغول تھا، میں اس سے رُک گیا ہوں یا میں نے وہ کام چھوڑ دیا ہے۔ ابو عمرو اور الکسائی کے قول کے مطابق رُکے ہوئے آدمی سے پوچھا جاتا ہے: مَا أَوْقَفَكَ هُنَا: تمہیں کس چیز نے یہاں رکنے پر مجبور کیا ہے۔

المَوْقِفُ: اڈہ۔ رُکنے یا ٹھہرنے کی جگہ جہاں کہیں ہو۔

تَوَقَّفَ النَّاسُ فِي الْحَجِّ: مقررہ پڑاؤ یا ٹھہرنے کی جگہوں پر ٹھہرنا یا رکننا۔

التَّوَقُّفُ: کسی شرعی حکم کا بطور نص ہونا۔

وَأَقَفَهُ عَلَى كَذَا مُوَاقِفَةً وَوَقَافًا اور اسْتَوْقَفَهُ: اس نے اسے ٹھہرنے کو کہا۔

التَّوَقُّفُ فِي الشَّيْءِ: کسی چیز یا کام میں توقف کرنا، سوچ میں پڑ جانا۔ اس کی

مثال التَّلَوُّمُ ہے۔

وق ق - الوُقُوفَةُ: ڈر اور خوف کے وقت کتے کا بھونکنا۔

الْوُقُوفَاتُ: ایک درخت جس کی لکڑی سے دوات بنائی جاتی ہے۔

الْوُقُوفَاتُ: ایک علاقہ جو چین کے اوپر واقع ہے۔ اسے بلادِ وقوات کہتے ہیں۔

وق ی - اتَّقَى وَتَقَى، يَتَّقَى: اس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اس کی مثال قَضَى يَقْضَى ہے۔

الشَّيْءِ، يَقَعُ وَوُقُوعًا: چیز گر گئی۔

وَقَعْتُ مِنْ كَذَا عَنْ كَذَا: میں فلاں جگہ سے گر گیا۔ اہل کوفہ اس فعل کو متعدی کہتے ہیں۔

وَقَعَ فِي النَّاسِ وَقِيعةً: اس نے لوگوں کی غیبت کی۔

هُوَ رَجُلٌ وَقَّاعٌ وَوَقَاعَةٌ: (قاف مشدّد) وہ شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

التَّوَقُّيعُ: کسی تحریر پر دستخط کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ السُّرُورُ تَوَقُّيعُ جَائِزٌ: خوشی منانا جائز ہے۔

وق ف - الوَقْفُ: ہاتھی دانت کا ٹکڑا۔

وَقَفَتِ الدَّابَّةُ: سواری رُک گئی۔

تَقِفُ، وَوُقُوفًا، وَقَفَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے اسے روکا۔ اس کا باب وَعَدَدٌ ہے۔

وَقَفَهُ عَلَى ذَنْبِهِ: اس نے اسے اس کے جرم یا غلطی سے آگاہ کیا۔

وَقَفَ الدَّارَ لِلْمَسَاكِينِ: اس نے مسکینوں کے لئے گھر وقف کیا۔ دونوں کا

باب وَعَدَدٌ ہے۔

أَوْقَفَ الدَّارَ: اس نے مکان وقف کر دیا۔ ایک گھٹیا اور ردی لہجہ ہے۔ کلام عرب

میں 'أَوْقَفَ' کا استعمال صرف ایک جگہ ہے۔ اور وہ یہ کہ أَوْقَفْتُ عَنِ الْأَمْرِ

الَّذِي كُنْتُ فِيهِ: یعنی میں جس کام میں

اس کا معنی مجلس بتایا ہے۔  
تَوَكَّمًا عَلَى الْعَصَا: اس نے لٹھی پر ٹیک  
لگایا۔ اَوْكَاهُ اِنْكَاءً: اس نے اس کے  
لئے ایک ٹیک نصب کی۔

وِ كَافٍ: دیکھئے بذیل ملوہ، ک ف، اور  
بذیل مادہ 'و ک ف'۔

و ک ب - المَوَكَّبُ: بروزن المَوْضِعُ:

جلوس، سواری۔ اس سے مراد زیبائش و  
رونق افروزی کے لئے اونٹوں پر سوار لوگوں  
کا جلوس ہے۔ اسی طرح گھڑ سواروں کا  
جلوس۔

و ک د - التَّوَكُّيدُ: یہ لفظ تاکید کا ایک

اور لہجہ ہے۔

قَدْ وَكَّدَ الشَّيْءُ: اس نے ایک

چیز کی تاکید کی۔ اَكَّدَهُ كَمَا مَعْنَى يَهِي

ہے۔

التَّوَكُّيدُ زِيَادَةٌ فَصَحَّ لَهْجَةٌ: اسی طرح

اَوْكَدَهُ اور اَكَّدَهُ اِنْكَادًا كَمَا مَعْنَى يَهِي

یہی ہے۔

و ک ر - وَكَّرَ الطَّبَّانُ زَيْدًا مَعْنَى كَرِهَ

گھونسلہ (واو مفتوح) ہے۔ یہ گھونسلہ

چاہے پہاڑ میں ہو یا کسی درخت پر ہو۔ اس

کی جمع وَكَّوْرٌ اور اَوْكَاْرٌ ہے۔

میرا کہتا ہے کہ صاحب کتاب نے 'ع ش

ش' کی ذیل میں موجودہ تفسیر کے خلاف لکھا

ہے۔

التَّقْوَى اور التَّقَى دونوں کا معنی ایک  
ہے۔ یعنی پرہیزگاری۔

التَّقَاةُ التَّقِيَّةُ وَتَقَاةٌ: بچاؤ۔ کہا جاتا ہے:

اتَّقَى تَقِيَّةً: اس نے بچاؤ کیا یا بچاؤ کی

تدبیر کی۔ التَّقِيُّ: پرہیزگار۔ لوگوں کا کہنا

ہے کہ: مَا اتَّقَاهُ لِلَّهِ: وہ کس قدر خدا

خوف ہے۔ تَوَقَّى اور اتَّقَى دونوں ہم معنی

ہیں۔

وَقَاةُ اللَّهِ وَقَايَةٌ: (واو کسور) اللہ نے

اس کی حفاظت کی یا بطور دعا اللہ اسے محفوظ

رکھے۔

الْوَقَايَةُ: وہ بچاؤ یا پردہ جو عورتوں کے لئے

ہوتا ہے۔ اس لفظ کو واو مفتوح کہنا بھی

ایک لہجہ ہے۔

الْأَوْقِيَّةُ: حدیث شریف میں چالیس درہم

کے برابر۔ اس سے پہلے دور میں بھی ایسا ہی

تھا۔ البتہ آجکل کے زمانے یعنی صاحب

کتاب کے زمانے میں اہلباء کے نزدیک

دس درہم اور درہم کے پانچ ساتویں حصے

یعنی  $10\frac{5}{7}$  درہم ہے اور یہ  $1\frac{2}{3}$  استار

کے برابر ہوتا ہے۔

الأَوْقِيَّةُ: کی جمع الْأَوْاقِي (یا مَشْدَد)

ہے۔ چاہیں تو یاہ کو غیر مشدَد بھی کر سکتے

ہیں۔

و ک أ - الْمُتَكَاةُ: ٹیک لگانے کی جگہ۔

انحش رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کی تفسیر میں



اعتماد کا اظہار۔ اس کا اسم التکلان ہے۔  
 اِتَّكَلَّ عَلَى فُلَانٍ فِي أَمْرِهِ: اس نے  
 اپنے کام کے سلسلے میں اس پر اعتماد کیا۔

وَكَلَّهُ إِلَى نَفْسِهِ، وَكَوْلًا: اس نے  
 اسے اپنے سپرد کیا۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے  
 اور وَكَوْلًا بھی ہے۔

هَذَا الْأَمْرُ مَوْكُولٌ إِلَى رَأْيِكَ:  
 یہ کام تمہاری رائے اور سوچ سمجھ کے سپرد  
 ہے۔

وَآكَلَهُ مُوَاكَلَةً: ان دونوں نے ایک  
 دوسرے پر اعتماد کیا۔

وک ن - الوئکن: (واو مفتوح) پہاڑ

یا دیوار میں پرندے کا گھونسلہ۔ المَوَيْكِنُ  
 کا معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول  
 ہے کہ الوئکن پرندے کا ٹھکانہ بغیر گھونسلے  
 ہے۔ اور الوئکر (راء کے ساتھ) گھونسلے  
 میں ٹھکانے کے معنوں میں آتا ہے۔

وک ی - الوکاء: جس سے مشک یا

مشکیزے کا منہ باندھا جاتا ہے۔ حدیث  
 شریف میں ہے: اِحْفَظْ عِفَاصَهَا  
 وَوِكَاءَ هَا: اس کے ظرف اور اس کے  
 سر بند کی حفاظت کر۔ اَوْكِي عَلَى مَا فِي  
 سِقَائِهِ: اس نے اپنے مشکیزے کو سر بند  
 سے باندھ دیا۔ حدیث شریف میں ہے:  
 أَنَّهُ كَانَ يُوَكِّي بَيْنَ الصَّفَا  
 وَالْمَرْوَةِ: یعنی نبی کریم ﷺ صفا اور مرہ

وک ز - وَكَزَهُ: اس نے اسے مارا  
 اور دھکا دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کسی کی  
 ٹھوڑی پر مٹکا مارنا ہے۔ اس کا باب وَعَدَّ  
 ہے۔

وک س - الوئس: نقص، کمی۔

قَدْ وَكَسَ الشَّيْءُ: چیز کم ہو گئی۔  
 حدیث شریف میں ہے: لَهَا مَهْرٌ مِثْلَهَا  
 لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ: اس کے لئے  
 مہر مثل ہے نہ کم نہ زیادہ۔

قَدْ وَكَسْتُهُ فُلَانًا: میں نے فلاں  
 شخص کو کم دیا۔ اس کا باب بھی وَعَدَّ  
 ہے۔

وک ف - وَكَفَ الْبَيْتُ: گھر چُکا،

یعنی گھر کی چھت ٹپکی۔ اس کا باب وَعَدَّ،  
 وَكَيْفًا اور تَوَكَّأًا بھی ہے۔  
 أَوْكَفَ الْبَيْتُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

الْوِكَاةُ اور الْإِكَاةُ: گدھے کا

پالان۔ کہا جاتا ہے: آكَفَهُ اور وَكَفَهُ:  
 اس نے گدھے پر پالان ڈال دیا۔

وک ل - الوئکیل: وکیل، قائم مقام،

نمائندہ، کارساز۔

کہا جاتا ہے: وَكَلَّهُ بِأَمْرٍ كَذَا: اس نے  
 فلاں کام اس کے سپرد کیا۔ اس کا مصدر  
 تو کیلا ہے۔ اس کا اسم الْوَكَاةُ (واو  
 مفتوح اور کسور) ہے۔

التَّوَكُّلُ: اظہار بے چارگی اور دوسرے پر

وَلِدَّةٌ كِى مِثَالِ صِيْمَةٍ هِىَ -

الْوَالِدَةُ: چھوٹی بچی اور لونڈی۔ اس کی جمع الوَالِدَاتُ ہيے۔

وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ وَوَلَدًا: عورت نے بچہ جنا۔ اَوَّلَدَتْ: اس کے بچہ جننے کا وقت آگیا۔

تَوَالَدُوا: ان کی تعداد زيادہ ہوگئی اور انہوں نے ولادت کا عمل جاری رکھا۔

الْوَالِدُ: باپ۔

الْوَالِدَةُ: ماں۔

شَاةٌ وَالِدٌ: حاملہ بکری۔

تَوَلَّدَ الشَّيْءُ مِنَ الشَّيْءِ: ایک چیز سے دوسری چیز پیدا ہوگئی۔ مِثْلًا لِدِ الرَّجُلِ: اس وقت کا نام جس وقت کوئی پیدا ہوا ہو۔ تاریخ پیدائش۔

المَوْلُودُ: جائے پیدائش۔ عَرَبِيَّةٌ مَوْلُودَةٌ وَرَجُلٌ مَوْلُودٌ: عورت یا مرد جو خالص عربی نہ ہو۔

ولع - الوَلْوَعُ: (واو مفتوح) وَّلَعَ يَلْعَعُ (لام مسور) وَّلَعْنَا (لام مفتوح) وَوَلْوَعًا (واو مفتوح) کا اسم۔ اس کا مصدر اور اسم دونوں میں واو مفتوح ہے۔ شيفته اور دلدادہ ہونا۔

أَوْلَعَهُ بِالشَّيْءِ: اس نے اسے ایک چیز کا مشتاق یا دلدادہ بنایا۔

أَوْلَعَ بِهِ: وہ اس کا دلدادہ ہوگیا۔ یہ فعل

کی درمیانی جگہ کو اپنی تیز رفتاری سے اس طرح بھردیتے تھے جس طرح مشک کا منہ پانی بھرنے کے بعد بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ خاموش رہتے تھے اور بولتے نہ تھے۔ گویا وہ مشک کے منہ بند کرنے کی طرح اپنا منہ بند رکھتے تھے۔ انہیں معنوں میں یہ محاورہ ہے کہ اَوَّلَكَ حَلَقَكَ: اپنا منہ بند رکھ یعنی خاموش رہ۔

ول ج - وَّلَجَ: يَلْجُ: (لام مسور) وَّلُوجًا: وہ داخل ہوا۔

أَوَّلَجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے داخل کیا۔ قول خداوندی ہے: يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ: یعنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں ڈال دیتا ہے۔

وَلِجَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے خاص اور رازدار لوگ۔

ول د - الوَلْدُ: لڑکا، واحد اور جمع دونوں میں یکساں۔ یہی صورت الوَلْدُ بروزن الفقل کی ہے۔ ممکن ہے الوَلْدُ الوَلْدُ کی جمع ہو جس کی مثال اَسَدٌ كِى جَمْعِ اُسْدٍ ہے۔ الوَلْدُ (واو مسور) الوَلْدُ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الْوَالِدُ: چھوٹا بچہ اور غلام۔ اس کی جمع وُلْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال صَبِيَّانٌ ہے۔

ہوتا۔ قَدْ وُلِّیَ (لام مکسور) یُوْلَهُ وَلَهَا  
وَلَهَا (لام مفتوح) بھی۔ وَتُوْلَهُ اور  
اِثْلَهُ: وہ ازخوردن ہو گیا۔ اس کی عقل مت  
ماری گئی۔ یا وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

رَجُلٌ وَالْاِثْلُ: ازخوردن مرد۔  
امْرَاةٌ وَالْاِثْلُ وَالْاِثْلُ: ازخوردن عورت۔  
التَّوْلِيَةُ: ماں اور اس کے بچے کو ایک  
دوسرے سے جدا کرنا۔ حدیث شریف میں  
ہے: لَا تُوْلَهُ وَالْاِثْلُ بَوْلِدِهَا: والدہ کو  
اس کے بچے سے الگ نہیں کیا جائے گا۔  
یہ قیدیوں کے بارے میں حکم ہے۔

ول ی - الوالی: (لام ساکن) قرب اور  
نزدیکی (کہا جاتا ہے: تَبَاعَدَ بَعْدَ وَلِيٍّ:  
نزدیکی کے بعد وہ دور ہوا۔ اور كُتِلَ مَسَا  
يَلِيكُ: دسترخوان پر اپنے نزدیک اور  
پاس رکھا کھانا کھاؤ۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ  
وَلِيَّةٌ يَلِيهِ ہے جو شاذ ہے۔ ان دونوں میں  
لام مکسور ہے۔ اَوْلَاةُ الشَّيْءِ فَوَلِيَّةٌ:  
اس نے چیز اس کے قریب یا کراڑی تو وہ چیز  
اس کے قریب ہو گئی۔ اسی طرح ولسی  
الوالی البلذ: والی نے شہر پر قبضہ کر لیا  
اور غلبہ پالیا۔

ولس الرجل البیع وولاية: آدمی  
کاروبار کا مالک بن گیا۔

اولاه: اس نے اسے والی مقرر کیا۔ تعجب  
کے اظہار کے وقت کہتے ہیں: مَسَا اَوْلَاةُ

مجهول ہے۔ ایسا شخص مَوْلَعٌ (لام مفتوح)  
ولداده اور فریفتہ ہوتا ہے۔  
ول غ - وَلِعَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ: کتے  
نے برتن میں منڈالا۔

يَلْعُ اس کا مضارع ہے۔ ان میں لام  
مفتوح ہے۔ اس کا مصدر وُلُوْعًا ہے۔  
کتے نے برتن کے اطراف سے چاٹ لیا۔  
اَوْلَعَهُ صَاحِبُهُ: کتے کے مالک نے اسے  
پلایا یا چٹایا۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سے  
کبھی کے سواء اور کوئی پرندہ چاٹتا نہیں  
ہے۔ ابو زید نے بتایا کہ: وَلِعَ الْكَلْبُ  
بِشْرَابِنَا وَفِي شْرَابِنَا وَمِنْ شْرَابِنَا:  
کتے نے ہمارے برتن میں سے پیا۔

ول ق - الوَلْقُ: (لام ساکن) مستقل  
طور پر جھوٹ بولتے رہنا۔ اسی لفظ سے  
ماخوذ قراءت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے: اِذْ  
تَلْقَوْنَهُ بِالسِّنِّتِ كُمْ: جب تم  
برابر اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے جاتے  
تھے۔

ول م - الوَلِيْمَةُ: شادی کا کھانا۔  
قَدْ اَوْلَمَ: اس نے ولیمہ کی دعوت کی۔  
حدیث شریف میں ہے:

اَوْلِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ: ولیمہ ضرور کرو چاہے  
ایک ہی بکری سے ہو۔

ول ه - الوَلَةُ: شدت و جد کے  
مارے عقل مت کا مارا جانا اور حیرت زدہ

ایک دوسرے کا بیچھا کیا۔ اَفْعَلُ هَذِهِ  
الاشیاء علی الولاء: تم یہ چیزیں  
لگاتار کرتے جاؤ۔ اِنْ پَر لگاتار  
تَوَالَى عَلَيْهِمْ شَهْرَانِ: ان پر لگاتار  
دو ماہ گزر گئے۔

اَسْتَوَلَى عَلَی الْاَمَدِ: وہ اپنی منزل  
مقصود کو پہنچ گیا یا اس نے مراد پالی۔ ابن  
السیکیت کا قول ہے کہ الْوَلَايَةُ (وَادُ  
مکسور) اختیار و اقتدار اور الْوَلَايَةُ (وَادُ  
مفتوح) مدد و فتح مندی، وادُ مکسور اس کا اسم  
ہے۔

اَوَّلَى لَكَ: کہنے میں ڈرا و اور دھمکی  
ہے۔ اَصْمَى رَحِمَ اللّٰهِ کا قول ہے کہ اس کا  
معنی ہے کہ وہ چیز اس کے قریب آگئی ہے  
جو اسے ہلاک کر دے یا اس پر آن پہنچے۔  
ثَلَبَ رَحِمَ اللّٰهِ کا قول ہے۔ اَصْمَى رَحِمَ اللّٰهِ  
سے پہلے کسی نے اُس جیسی یعنی اَصْمَى رَحِمَ  
اللّٰهِ جیسی بات نہیں کہی۔

فَلَانٌ اَوَّلَى بِكَ: فلاں آدمی اس بات  
کے زیادہ قریب اور اس کا زیادہ حق دار  
ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ الْاَوَّلَى: وہ شخص  
زیادہ قریب و حقدار ہے اور عورت کے لئے  
کہا جاتا ہے هِيَ الْوَلِيَّةُ۔

وم ا - اَوْصَاتُ الْيَسْرِ: میں نے اس کی  
طرف اشارہ کیا۔ اس کے بدلے اَوْصِيْتُ  
نہیں کہنا چاہیے۔ وَصِيَّتُ الْيَسْرِ، اَمَّا

لِلْمَعْرُوفِ: وہ نیکی اور بھلائی کے کسی  
قدر قریب ہے، یہ شاذ ہے۔ وَلَاؤُهُ بَيْعُ  
الشَّيْءِ: اس نے اسے بیع کا اختیار دے  
دیا۔

وَلَاؤُهُ الْاَمِيرُ عَمَلٌ كَذَا: امیر  
نے فلاں کام کا اسے ذمہ دار بنایا، یا امیر  
نے فلاں کام اس کے سپرد کیا۔

تَوَلَّى الْعَمَلِ: اس نے کام سنبھالا۔  
تَوَلَّى عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑ  
لیا۔

وَلَّى هَارِبًا: وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ قول  
خداوندی ہے: وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ هُوَ  
مُؤَلِّيُهَا: ہر انسان کی ایک سمت اور جہت  
ہوتی ہے جس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے۔

الْوَلِيُّ دُوسْتٌ۔ اس کی ضد الْعَدُوُّ یعنی  
دشمن ہے۔ تَوَلَّاهُ: اس نے اسے دوست  
بنایا۔ ہر وہ آدمی جو دوسرے کا کام سنبھالے،  
اس کا ولی ہے۔

الْمَوْلَى: آقا اور غلام، چچا زاد بھائی، مدد  
گار، ہمسایہ، حلیف۔

الْوَلَاءُ: آقا کے ساتھ غلام کا تعلق۔

المُؤَاوَاةُ: دوست داری، دوستانہ مراسم۔  
اس کی ضد المعاداة ہے۔ یعنی دشمنی۔

تَعَلَّقَاتٌ۔ کہا جاتا ہے: وَالْاَبَا بَيْنَهُمَا  
وَلَاءٌ: ان دو کے درمیان دوستی ہوگئی۔

وَلَاءٌ كِي وَاذُ مَكْسُورٌ ہے۔ اور انہوں نے

کچھ دیا۔ اس کا مضارع يَهَبُ اور مصدر  
وَهَبًا برون وَضَعَ يَضَعُ ہے۔ یہ مصدر  
ہاء مفتوح کے ساتھ وَهَبًا بھی ہے۔ اس کا  
ایک مصدر هَبَةٌ (ہاء مکسور) بھی ہے۔  
اس کا اسم المَوْهَبُ اور المَوْهَبَةُ  
(دونوں میں ہاء مکسور) ہے۔ بمعنی بخشش،  
عطیہ۔

الْإِهْتَابُ: بخشش قبول کرنا۔

الاسْتِيْهَابُ: بخشش مانگنا۔

هَبَّ زَيْدًا مُنْطَلِقًا: (هَبَّ برون  
ذَع) زید کو عطیہ دے۔ اس سے ماضی اور  
مستقبل کا صیغہ نہیں بنتا۔

رَجُلٌ وَهَّابٌ وَوَهَّابَةٌ: بہت زیادہ  
بخشش اور عطیہ دینے والا۔ ہاء کا اضافہ  
مبالغہ کے لئے ہے۔

و ه ج- الوَهَجُ: (واو اور ہاء دونوں  
مفتوح) آگ کی تپش۔

الْوَهْجُ: (ہاء ساکن) وَهَجَتِ النَّارُ  
مصدر ہے۔ اس کا باب وَعَدَةٌ وَوَهَجَانًا  
بھی ہے۔ اس میں ہاء مفتوح ہے۔ اور  
وَهَجَتْ کا معنی آگ بھڑک اٹھی۔

أَوْهَجَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ  
بھڑکائی۔

تَوَهَّجَتْ: بھڑک اٹھی۔

لَهَا وَهِيْجٌ آگ میں تپش ہے۔

و ه د- الوَهْدَةُ: برون الوُرْدَةُ:

وَمَثًا كِي مِثَالٍ وَضَعْتُ، أَضَعُ وَضَعًا  
ہے اور یہ ایک دوسرا لہجہ ہے۔

و م ض- وَمَضُّ الْبَسْرِقِ: بجلی ہلکی سی  
چمکی اور بادلوں کے ارد گرد نہیں کوندی۔ اس  
کا باب وَعَدَةٌ ہے۔ اور وَمِيْضًا بھی ہے  
اور وَمِضَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح  
ہے۔

أَوْمَضُ کا معنی بھی یہی ہے۔

و م ق- الْحِقَّةُ: محبت۔

وَمِقَّةٌ يَمِقَّةٌ: (دونوں میں میم مکسور)  
اس نے اس سے محبت کی۔ اس کا اسم فاعل  
وَامِقٌ ہے یعنی محبت کرنے والا۔

و ن ی- الْوَنِيُّ: کمزوری، ضعف، فتور،  
اُکٹاہٹ اور کان۔ کہا جاتا ہے: وَنَى فِی  
الْأَمْرِ يَنْوِي وَنَى وَوَنِيًا: وہ کام میں لاغر  
اور کمزور ہو گیا، اس کا اسم فاعل وَانٌ ہے  
یعنی کمزور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ  
لَا يَنْوِي يَفْعَلُ كَذَا: فلاں آدمی ایسا  
کرتے تھکتا نہیں ہے۔

تَوَانِي فِی حَاجَتِهِ: وہ شخص اپنی  
ضرورت پوری کرنے سے قاصر رہا۔

الْمِيْنَاءُ: (الف ممدود) جہازوں  
کے ٹھہرنے کی اور کنارے لگنے کی جگہ یعنی  
بندرگاہ۔ یہ اسم ونی فعل سے مِفْعَالٌ کے  
وزن پر ہے۔

و ه ب- وَهَبَ لَهُ شَيْئًا: اس نے اسے

الْحِسَابِ مَائَةٌ: یعنی اس نے حساب میں سے سو کو کم کر دیا اور أَوْهَمَ مِنَ الصَّلَاةِ رُكْعَةً: اسی نے نماز میں سے ایک رکعت کم کی۔

و ه ن - أَلَوْهَسُنُ: کمزوری، ضعف۔ قَدْ وَهَسَنَ: وہ کمزور ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے۔ وَهْنُهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے کمزور کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

و ه ن يَهِنُ: (دونوں میں ہاء کسور) وَهْنًا اس کا ایک لہجہ ہے۔

أَوْهَنَهُ غَيْرُهُ اور وَهْنَهُ تَوْهِينًا: کسی اور نے اس کی توہین کی۔ الْوَهْنُ اور الْمَوْهِنُ: آدمی رات کے قریب۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: هُوَ حِينَ يُذْبِرُ اللَّيْلُ: یہ رات کے ڈھلنے کا وقت ہے۔

و ه ي - وَهَى السَّفَاءُ يَهِي: (ہاء کسور) وَهِيًا: منک میں سوراخ ہو گیا ہے یا وہ پھٹ گئی۔ مثل ہے:

خَلَّ سَبِيلَ مَنْ وَهَى سَفَاءُهُ  
وَمَنْ هَرَيْقَى بِالْفَلَاةِ مَاءُهُ  
”اس انسان کا راستہ چھوڑ دو یعنی اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جس کی منک پھٹ گئی ہو اور صحرا میں اس کی منک کا پانی بہ گیا ہو۔“

اس سے مراد یہ ہے۔ غیر مختاط اور غیر ذمہ

الطمينان کی جگہ۔ اس کی جمع وَهْدٌ (بروزن وَعْدٌ) اور وَهَادٌ بروزن مِهَادٌ ہے۔

و ه ص - الْوَهْصُ: زور سے روندنا یا پھینکنا۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ آدَمَ حِينَ أُهْبِطَ مِنَ الْجَنَّةِ وَهَّصَهُ اللَّهُ: حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زور سے پھینکا اور زمین کی طرف لڑھکا دیا۔

و ه ل - لَقِيَهُ أَوَّلَ وَهْلِيَّةٍ: وہ پہلی ہی فرصت میں اس سے ملا۔

و ه م - وَهِمَ فِي الْحِسَابِ: اسے حساب میں غلطی لگ گئی۔ اور وہ بھول گیا۔ اس کا باب فَهَمَ ہے۔

و هَمَ فِي الشَّيْءِ: اسے چیز میں وہم ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَّ ہے۔ یعنی اس کا وہمان کسی اور طرف ہو گیا۔

تَوْهَمَ: اس نے سوچا یا خیال کیا۔

أَوْهَمَ غَيْرَهُ: اس نے کسی اور کو وہم میں ڈال دیا۔ اس کا مصدر إِيهَامًا ہے۔ وَهْمُهُ تَوْهِيمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

إِيهَامُهُ بَكْدًا: اس نے اس پر یہ تہمت لگائی۔ اس کا اسم التَّهْمَةُ ہے اس میں ہاء مفتوح ہے۔

أَوْهَمَ الشَّيْءُ: اس نے ساری چیز کو ترک کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: أَوْهَمَ مِنْ

کے دوسرے مرکب تو یہ ہمیشہ منصوب ہوں گے کیونکہ لام کے بغیر ان کی اضافت درست نہیں۔ لہذا تَعَسَّبْتُ اور بُعِثْتُ درست کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان میں فرق ہو گیا ہے۔

وی ک-وَيْكُ: بھی وَيَبُ اور وَيُخِجُ کی طرح کا کلمہ ہے۔ جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ اس میں کاف خطاب کے لئے ہے۔

وی ل-وَيْلُ: بھی وَيُخِجُ کی طرح کا کلمہ ہے۔ البتہ یہ کلمہ عذاب ہے۔ اس کا استعمال یوں ہوتا ہے: وَيَلُّهُ، وَيَلِّكَ اور وَيَلِينُ اور اظہارِ ماتم و تعزیت کے لئے وَيَلَاہُ کہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ وَيَلُ لَزَيْدٍ اور وَيَلَا لَزَيْدٍ میں پہلا وَيَلُ بطور مبتدا مرفوع ہے اور دوسرا ویل فعل مضمر کے باعث منصوب ہے۔ یہ صورت اضافت نہ ہونے کی حالت میں ہے لیکن اضافت کی صورت میں نصب کے علاوہ اس پر کوئی اعراب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس صورت میں اسے مرفوع بنایا جائے تو اس کے لئے خبر موجود نہ ہوگی جس کا مبتدا کے لئے ہونا ضروری ہے۔ عطاء بن یسار رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الوَيْلُ: جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں پہاڑ بھی ڈالے جائیں تو وہ بھی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

دارِ فحش کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

وَهِيَ الْحَانِطُ: دیوار کمزور ہوگئی اور گرنے والی ہوگئی۔ کہا جاتا ہے:

ضَرْبَةُ فَاوْهَى يَدَهُ: اس نے اسے مارا تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا یا اسے چوٹ وغیرہ لگ گئی۔

و و ۵: کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر تعجب کے طور پر وَاها، کہنا یا واہ واہ کرنا یا کہنا کہ کیا ہی اچھی چیز ہے۔

وی ب-وَيْبُ، وَيَلُّ: کی طرح کا کلمہ۔ مثلاً: یہ کہنا وَيَيْبُكَ وَوَيْبُ زَيْدٍ: اللہ تم پر یا زید پر تباہی لائے اور وَيَيْبُ لَزَيْدٍ: زید پر افسوس اور ویل ہے۔

وی ح-وَيْخُ: کلمہ رحمت اور وَيَلُّ کلمہ عذاب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کلمات کا معنی ایک ہے، مثلاً: وَيُخِجُ لَزَيْدٍ اور وَيَلُّ لَزَيْدٍ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی زید کے لئے بربادی ہے، یا افسوس ہے زید پر۔ اس شکل میں یہ الفاظ مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہوں گے۔ لیکن اَلزَّيْمَةُ اللہ مقدر مان کر فعل مضمر کے ساتھ یہ منصوب ہوں گے مثلاً: وَيُخِجُ اور وَيَلُّ وغیرہ۔ اور اسی طرح وَيُخِجُ، وَيَلِّكَ، وَيُخِجُ، زَيْدٍ اور وَيَلُّ زَيْدٍ فعل مضمر کے ساتھ منصوب ہوں گے۔ رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ:

تَعَسَّأْتُ اور بُعِثْتُ لَهْ: اور اس قسم

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

وی ۵: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

دونوں کلمے الگ الگ ہیں۔ پہلے وی،  
 کہتے ہیں پھر کمان سے بات شروع ہوتی  
 ہے۔ الکسانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ  
 دراصل ویک ہے جس پر آن داخل ہوا  
 ہے اور اس کا معنی ہے 'کیا تم نے نہیں  
 دیکھا'۔ صاحب کتاب نے الکسانی رحمہ  
 اللہ کے قول کا ذکر بذیل مادہ 'ا' الف  
 لئیہ کے باب میں کیا ہے۔

کہتا ہے: وَيَهَا يَا فُلَانٍ: اور کیا بات  
 ہے، یہ کلمہ تحریریں و ترغیب کے لئے بولا جاتا  
 ہے۔ اس کی مثال ذونک یا فلان ہے  
 یعنی ارے بچو!

وی ۱- وی: کلمہ تعجب۔ کہا جاتا ہے:  
 وَيُكْ اور وی لِعَبْدِ اللَّهِ یہ کلمہ  
 وی، کان (نون مشدّد و مخفّف دونوں)  
 پر داخل ہوتا ہے۔ اور یوں کہا جاتا ہے کہ:  
 وَيُكَّانُ: خلیل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ



## باب الفاء

إمْرَأَةٌ

(۳) واحد اور جمع کے درمیان فرق کرنے کیلئے مثلاً: بَقْرَةٌ وَتَمْرَةٌ اور بَقْرًا وَتَمْرًا۔

(۴) حقیقت تانیث کی نفی کے ساتھ لفظ تانیث کیلئے مثلاً: قَسْرِيَّةٌ اور غُرْفَةٌ۔

(۵) مبالغہ کے لئے خواہ مدح کے لئے مثلاً: عَلاَمَةٌ اور

(۶) نَسَابَةٌ، يَازِمٌ کے لئے ہو مثلاً: هَلْبَاجَةٌ اور بَقَاقَةٌ۔

جہاں ہاء مدح کے لئے ہو تو اس کا مؤنث ہونا تانیث غایت و نہایت و دابہ ہوتا ہے۔ اور جہاں ہاء ذم کے لئے آئے تو وہاں اس کا مؤنث ہونا تانیث بھیمتہ کے لئے ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الہلباجۃ کا معنی اسحق اور البقاۃ کا معنی باتونی ہے۔ ان میں سے بعض اسماء میں مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: رَجُلٌ مَلُولَةٌ اور اِمْرَأَةٌ مَلُولَةٌ اور صیغہ واحد از جنس مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: البَطَّةُ اور الحَيَّةُ۔

الهاء: حروف مجتم میں سے ایک حرف اس

کا شمار بھی حروف زیادات میں ہے۔ ہا۔ ہا حرف تنبیہ ہے مثلاً: هَانَتْكُمْ اور هَوْلًا۔ یہ ہاء اتی سے الگ نہیں ہوتا مثلاً: يَنَائِهَا الرَّجُلُ: بعض اوقات ہاء غائبہ مذکریا مؤنث کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: ضَرِيَّةٌ اور ضَرَبَهَا: ہاء مقصور، قریب کا معنی ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، مثلاً: أَيَسُنَّ أَنْتَ کے جواب میں ہا ناذا اور مؤنث کے لئے کہتے ہیں: هَانَذَه: اسی طرح أَيَنَّ فُلَانٌ کے جواب میں اگر وہ قریب ہو تو کہتے ہیں: هَاهُو ذَا اور اگر دور ہو تو کہتے ہیں: هَاهُو ذَاک، اور مؤنث کے لئے اگر قریب ہو تو ہا ہی ذہ اور اگر دور ہو تو ہا ہی تلک کہتے ہیں۔ کلام عرب میں ہاء بطور حرف زائد کی سات قسمیں ہیں:

(۱) الفاعل اور الفاعلة کے درمیان فرق کرنے کیلئے۔ مثلاً: ضَارِبٌ اور ضَارِبَةٌ نیز کَرِيمٌ اور کَرِيمَةٌ۔

(۲) جنس میں مذکر و مؤنث میں فرق کرنے کے لئے مثلاً: اِمْرِيٌّ اور

تَهْبُ (ہاء مضموم) اور مصدر هَبُّوْنَا اور هَبَّيْنَا بھی ہے۔

ہ ب ج - الِهَيْجُ: وَدَمٌ کی طرح جو ادنیٰ کے تمنوں میں ہوتی ہے۔

المُهَيِّجُ بروزن المَهْدَبُ: ثِقِلَ النفس۔ جسے سانس کی تکلیف ہو۔ سُسْتُ اور لَمَدْتُ ذہن۔

ہ ب ش - الِهَبَّشُ: اَكْتَحَا كَرْتَا، كَمَا نَا، حَاصِل كَرْتَا۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَهْبِشُ لِعِيَالِه: وہ اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کماتا ہے۔ اس کا مضارع يَتَهَبَّشُ اور اس کا اسم فاعل هَبَّاشُ ہے۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔

ہ ب ط - هَبَّطُ: وَه نَجَّيْنَا۔ اس کا باب جَلَسُ ہے۔ هَبَّطَةُ: اس نے اسے نیچے اتارا۔ اس کا باب ضَرْبُ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ کہا جاتا ہے: اَللّٰهُمَّ غَبَطًا لَا هَبَطًا: اے اللہ! ہم تجھ سے خوشی مانگتے ہیں اور اپنے حال سے گر جانے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث وہ ہے جسے الازہری نے نقل کیا ہے۔

اَهْبَطُهُ فَاَنْهَبَطُ: اس نے اسے نیچے گرا دیا تو وہ گر گیا۔

هَبَطُ فَمَنْ السَّلْعَةُ: سامان کی قیمت گر گئی یعنی کم ہو گئی۔

جمع کے صیغے میں تین وجوہ کی بناء پر داخل ہوتی ہے:

(۱) نسب ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: المَهَابَةُ.

(۲) عمر ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: المَوَازِجَةُ:

(موزے) اور الجَرَارِيسَةُ:

(جرائیں) اور

(۳) حرف محذوف کے عوض کے طور پر

مثلاً: العِبَادَةُ اور وہ عبد اللہ ابن

عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ

بن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ

نے العبادۃ کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ب د'

اس تفسیر کے خلاف کی ہے۔

هَاتِ: دیکھئے بذیل مادہ 'ه ت ا' اور 'ه ی ت'۔

هَالَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ه و ل'۔

ہ ب ب - هَبَّ مِنْ نَوْمِه: وہ نیند سے

اُتْحَا یعنی جاگا یا بیدار ہوا۔

الهِبْوِيَةُ الرِّيحُ: ہوا کا چلنا جس سے

گرد و غبار اڑے۔

هَبُّ البَعِيرُ فِي السَّيْرِ: اونٹ

چلنے میں تیز ہو گیا۔

هَبَّ النَّجْمُ: تارا یا ستارا چکا۔

الهِبَةُ: گھڑی۔

الهِبَةُ: زکا جوش۔

هَبَّتِ الرِّيحُ: ہوا چلی۔ اس کا مضارع

آواز نکالی۔ اس کا باب ضَرْبَ ہے۔  
هَتَفَ بہ: وہ چیخا، آواز بلند کی۔

يَهْتِفُ (تاء مکسور) هَتَافًا: (ہاء مکسور)۔

ہ ت ک - الِهْتِكِ: پردہ دری کرنا۔  
آبروریزی۔

هَتَكُ فَانْتَهَكَ: اس نے اس کی پردہ  
دری کی تو اس کی پردہ دری ہو گئی۔ اس کا  
باب ضَرْبَ ہے۔

هَتَكَ الِاسْتَارَ: تاء کو کثرت کے اظہار  
کے لئے مشدّد کیا گیا۔ اس کا اسم الِهْتَكَةُ  
(ہاء مضموم) ہے۔

تَهْتَكُ: اس کی آبروریزی یا پردہ دری  
ہوئی۔

ہ ت ن: بقول ابو زید التَّهْتَانُ: لگاتار

بارش۔ موسلا دھار لگاتار بارش ہے۔ اور  
بقول النضر التهتان کا معنی دُفوف کے  
ساتھ بارش کا برسا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

هَتَنَ المَطَرُ والدُّمُعُ: بارش یا آنسو  
کے قطرے لگاتار گرے۔ اس کا باب  
ضَرْبَ اور جَلَسَ ہے۔ اوْتَهْتَانَا بھی  
ہے۔

سَحَابٌ هَاتِنٌ وَهَتُونٌ: لگاتار برسنے  
والے بادل۔

ہ ت ا: هَاتٍ يَا رَجُلُ: لاؤ۔ اور مَوْنَتْ  
کے لئے هَاتِي کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے جو باتیں

هَبَطَهُ غَيْرُهُ: اس قیمت کو کسی اور نے گرا  
دیا۔

الِهَبُوطُ: (ہاء مفتوح) گراوٹ، کمی۔

ہ ب ل - هَبَلَهُ اللّٰحْمُ تَهْبِيلًا: اس پر  
گوشت چڑھ گیا یعنی وہ موٹا ہو گیا۔

رَجُلٌ مُهْبَلٌ: ایسا شخص جس کے  
جسم پر گوشت کی تہیں چڑھی ہوں۔ حدیث  
افک میں ہے: وَالنِّسَاءُ يَوْمَئِذٍ لَمْ

يُهَبِّلُهُنَّ اللّٰحْمُ: ان دنوں عورتیں فریبہ  
بدن نہ تھیں یعنی ان کے جسم پر گوشت کی  
تہیں نہیں چڑھی تھیں۔ هُبْلٌ: ایک بَت

جو خانہ کعبہ کے اندر نصب تھا۔

هَبَسَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ہ ب'۔

ہ ب ا - الِهَبَاءُ: بکھری ہوئی چیز جو سورج  
کی روشنی میں گھر کے اندر نظر آتی ہے۔

الِهَبَاءُ کا معنی مٹی کے ذرات بھی ہے۔  
الِهَبْوَةُ: غبار، گرد۔

ہ ت ر: کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ مُسْتَهْتَرٌ

(دونوں تاء مفتوح) بالشراب: فلاں  
شخص شراب کا رسیا ہے۔ اسے اس بات کی  
کچھ پروا نہیں کہ شراب کے بارے میں کیا

کچھ کہا گیا ہے۔  
تَهَاتَرَ الرُّجُلَانُ: دو آدمیوں نے ایک

دوسرے کے خلاف غلط دعوے کئے۔

ہ ت ف - الِهْتَفُ: آواز، چچھانا۔ کہا  
جاتا ہے: هَتَفَتِ الْحَمَامَةُ: کبوتری نے

قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ  
مَهْجُورًا کی تفسیر میں مہجور کا معنی  
باطلا کیا ہے۔ الہَجْرُ (ہاء مفتوح)  
الہَاجِرَةُ اور الہَاجِرُ کا معنی دوپہر کی  
کڑی دھوپ ہے۔ التَّهْجِيرُ اور  
التَّهْجُرُ کا معنی دوپہر کے وقت سفر کرنا یا  
چلنا ہے۔

تَهْجَرُ فُلَانٌ: فلاں شخص نے مہاجروں  
کی مشابہت کی۔ حدیث شریف میں ہے:  
هَاجِرُوا وَلَا تَهْجُرُوا: ہجرت کرو اور  
نقلی یا جموں نے مہاجر نہ بنو۔

هَجْرٌ: ایک جگہ کا نام ہے، مذکر اور منصرف  
ہے۔ مثل ہے: كَمْبُضِعَ تَمْرٌ إِلَى  
هَجْرٍ: الٹے بانس پر بلی کو؟

ج س - الہَاجِسُ: کھٹکا، اندیشہ، وسوسہ۔  
کہا جاتا ہے کہ: هَجَسَ فِي صَدْرِي  
شَيْئًا: میرے دل میں کوئی چیز کھٹکی۔ یا  
اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔  
میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے حَدَسٌ  
کو وَقَعَ اور خَطَرَ کے معنوں میں  
استعمال کیا ہے اور ان معنوں میں یہ لفظ غیر  
معروف ہے۔

ج ع - الہِجْوَعُ: رات کی نیند۔ اس کا  
باب خَضَعٌ ہے۔

التَّهْجَاعُ: ہلکی نیند۔ کہا جاتا ہے کہ  
أَتَيْتُ فُلَانًا بَعْدَ هَجْعَةٍ: میں رات کو

یہاں ت ا کے ذیل میں کہی ہیں وہ  
ایک دفعہ بذیل مادہ ہ ی ت پہلے کہی گئی  
ہیں۔ یہاں ان سب باتوں کو نہیں ڈہرایا  
گیا بلکہ اس کا کچھ حصہ ڈہرایا گیا ہے۔

ہ ت م - الہَيْشَمُ: عقاب کا بچہ۔

ہ ج د - هَجْدٌ: اس کا باب دَخَلَ اور  
تَهْجَدُ ہے۔ وہ رات کو سویا۔

هَجْدٌ وَتَهْجِدٌ: وہ سویا۔ یہ لفظ کلمات  
اضداد میں سے ہے۔ اسی نسبت سے رات  
کی نماز کو التَّهْجِدُ کہتے ہیں۔

التَّهْجِيدُ: تنویم، سلانا۔

ہ ج ر - الہِجْرُ: دوری، فراق۔ اس کی  
ضد الوَصْلُ ہے۔ اس کا باب نَصْرٌ اور  
هَجْرٌ نا بھی ہے۔ اور اس کا اسم الِهِجْرَةُ  
ہے۔

المَّهَاجِرَةُ: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل  
ہونا۔

التَّهْجَرُ: ایک دوسرے کو چھوڑ دینا، قطع  
تعلق کرنا۔

الْهَجْرُ: (ہاء مفتوح) ہڑ بڑانا، ہڈیان  
بکنا۔

قَدْ هَجَرَ الْمَرِيضُ: مریض ہڈیان  
بکنے لگا یا ہڑ بڑانے لگا۔ اس کا باب نَصْرٌ  
ہے۔ اس کا اسم فاعل هَاجِرٌ اور كَلَامٌ  
مَهْجُورٌ کا معنی متروک کلام ہے۔ مجاہد  
وغیرہ۔ مفسرین نے اس قول خداوندی: إِنَّ

والی اس صفت کو اَفْتِرَاف کہتے ہیں۔

تَهَجِيْنُ الْأُمْرِ: کسی کام یا بات کو توجیح کہنا یا جانتا۔

ح ج ا - الْهَجَاءُ: ہجو کرنا۔ اس کی ضد الْمَدْح ہے۔ اس کا باب عَدَا اور هَجَاءُ بھی۔ اور تَهَجَاءُ بھی ہے۔ اور تَهَجَاءُ بھی ہے۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔ جس کی ہجو کی جائے، اسے مُهْجُو کہتے ہیں۔ بطور فعل هَجَيْتُهُ نہیں کہنا چاہئے۔

هَجَوْتُ الْحُرُوفَ هَجْوًا وَهَجَيْتُهُ تَهَجِيَةً اور تَهَجَيْتُهَا: میں حروف کے تہجے کئے۔ ان سب الفاظ کا یہی معنی ہے۔

ح ج د ا - هَدَا: ٹھہرا۔ سکون پذیر ہوا۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔

أَهْدَاةُ: اس نے اسے دھیما یا سکون کر دیا۔

ح ج د ب - هُدْبُ الْعَيْنِ: آنکھ کی پلک۔

ح ج د د - هَدَّ الْبِنَاءُ: اس نے عمارت

ڈھادی یا کمزور کر دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَدَّثَةُ الْمُصِيبَةِ: مصیبت نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔

الْهَدَّةُ: دیوار وغیرہ کے گرنے کی آواز،

دھڑام کی آواز۔

التَّهْدِيدُ وَالتَّهْدُدُ: ڈرانا دھمکانا۔

الْهَدْهُدُ: ہد ہد، مشہور پرندہ۔

الْهَدَاهِدُ: کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی

تھوڑی سی نیند کرنے کے بعد فلاں شخص کے پاس آیا۔

ح ج م - هَجَمَ عَلَيَّ الشَّيْءُ بَغْتَةً: اس نے کسی چیز پر اچانک حملہ کر دیا یا دھاوا بول دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

هَجَمَ غَيْرُهُ: کسی غیر نے حملہ کرایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔ هَجَمَ الشِّتَاءُ: سردی آگئی۔

هَجَمَةُ الشِّتَاءِ: سردی کی شدت اور ہجامة الحر: گرمی کی شدت۔

ح ج ن - امْرَأَةٌ هِجَانٌ: شریف و کریم

عورت۔ اسمعی نے حضرت علیؑ کے اس

قول: هَذَا جَنَائِي وَهَجَانُهُ فِيهِ وَكُلُّ جَانٍ يَدُهُ إِلَىٰ فِيهِ میں ہِجَان کا معنی

خیا یعنی نیچوڑ اور خلاصہ بیان کیا ہے یعنی چیدہ اور چنے ہوئے لوگ۔ حضرت علیؑ کے

قول کا معنی یہ ہے کہ یہ میرے چنے ہوئے

لوگ ہیں۔ اور ان کے عمدہ اور چنے ہوئے

لوگ بھی انہیں میں ہیں۔ اور ہر ارتکاب

جرم کرنے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی

طرف ہوتا ہے۔ رَجُلٌ هَجِيْنٌ: کمینہ

شخص۔

الْهَجْنَةُ: (کمینگی) یا کم ذاتی، انسانوں

اور گھوڑوں دونوں میں ہوتی ہے۔ اگر یہ

ماں کی طرف ورش میں ہو تو بچہ مُجِيْنٌ

ہوگا۔ باپ کی طرف سے ورش میں ملنے

ماتم کرتی ہے۔

هَدَلُ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کو ڈھیلیا کر دیا اور نیچے لٹکا دیا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

تَهَدَّلْتُ أَغْصَانَ الشَّجَرِ: درختوں کی ٹہنیاں نیچے جھک گئیں۔

هَدَمَ: اس نے اسے منہدم کر دیا۔ فَانْهَدَمَ: تو وہ منہدم ہو گئی۔ تَهْدَمُ کا بھی یہی معنی ہے۔ هَدَمَ کا بھی یہی معنی ہے۔

هَدَمُوا بُيُوتَهُمْ: انہوں نے اپنے مکانات منہدم کر دیئے۔ دال کو کثرت کے اظہار کے لئے مشدّد کر دیا گیا۔

الْهَدْمُ: پینا پرانا بوسیدہ کپڑا۔ اس کی جمع اَهْدَامُ ہے۔

مُهَنْدَمٌ: اچھی ترتیب سے رکھا ہوا۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

هَدَنَ: هَادَنَةً: اس نے اس سے صلح کی۔

اس کا اسم الْهَدْنَةُ بمعنی جنگ بندی یا عارضی صلح ہے۔ انہیں معنوں میں لوگ کہتے ہیں: هَدْنَةٌ عَلَى ذَخِينٍ: مکر و فساد کی حالت میں صلح کرنا۔

هَدَى: الْهَدْيُ: رشد و ہدایت اور

رہنمائی۔ مذکر مؤنث کہا جاتا ہے: هَدَاهُ اللَّهُ لِلدِّينِ يَهْدِيهِ هُدًى: اللہ اسے دین کی ہدایت دے۔

هَذَاهُ اللَّهُ لِلدِّينِ: يَهْدِيهِ، هُدًى:

تَجَّ الْهَدَاهِدُ ہے۔ اس میں حاء اول مفتوح ہے۔

هَدَرٌ ذَمُّهُ: اس کا خون رائگاں ہوا۔ اس کا باب ضَرْب ہے۔

أَهْدَرَهُ السُّلْطَانُ: سلطان نے اس کا خون مباح کر دیا۔

ذَهَبَ ذَمُّهُ هَدْرًا: اس کا خون رائگاں گیا۔ (اس میں دال ساکن بھی ہے اور مفتوح بھی) نہ اس کا قصاص ہوگا اور نہ خون بہا۔

هَدَرَ الْحَمَامُ: کبوتر نے آواز نکالی، غمخوئی کیا۔

هَدَرَ الْبَعِيرُ: اونٹ نے اپنے گلے میں آواز کی گرج پیدا کی یا بلبلایا۔ اس کا فعل هَدَرَ يَهْدِرُ ہے۔ (دال مسکور) ہے۔ اور مصدر هَدِيْرًا ہے۔

هَدَفَ: الْهَدَفُ: عمارت، ریت کا ٹیلہ یا پہاڑ جو سطح زمین سے اونچا ہو۔ اسی نسبت سے نشانے کو ہدف کہتے ہیں۔

هَدَلٌ: الْهَدِيلُ: زکبوتر۔ اس کا معنی کبوتر کی آواز بھی ہے۔ هَدَلُ الْقَمْرِيّ

يَهْدِلُ (دال مسکور) هَدِيْلًا: قمری نغمہ سرا ہوئی۔ الْهَدِيْلُ: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک پرندہ تھا جسے کسی شکاری پرندے نے شکار کیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب وہ کبوتری اسکے ماتم میں گریو

مفعول تک پہنچنے والا مثلاً: قول  
خداوندی: وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ  
الصِّرَاطِ۔

ابو عمرو نے مزید کہا کہ هَدَى اور اهْتَدَى  
دونوں کا ایک معنی ہے۔ قول خداوندی ہے:  
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يَصِلُ: جو راستے  
سے بھٹکے اللہ اسے ہدایت نہیں دیتے۔  
الغزاة کا قول ہے کہ اس کا معنی يَهْتَدِي  
ہے۔

الْهَدْيُ: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں  
حرم میں کی جاتی ہے۔

الْمَهْدِيُّ بَرُوزَن فَعِيلٌ کا معنی بھی یہی  
ہے۔ قرآن کی اس آیت: حَتَّى يَبْلُغَ  
الْهَدْيُ مَحَلَّهُ: میں الھدی کو مختلف اور  
مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا  
واحد هَدِيَّةٌ اور هَدِيَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے:  
مَا أَحْسَنَ هَدِيَّتَهُ: اس کی سیرت کس  
قدر اچھی ہے۔ هَدِيَّتُهُ کی حاء مفتوح بھی  
ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع هَدِيَّتِي ہے۔  
اس کی مثال تَمْرَةٌ اور اس کی جمع تَمْرٌ  
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَدَى هَدَى  
فُلَانٌ: کیا اس نے فلاں شخص کی سیرت  
اختیار کر لی۔ حدیث شریف میں ہے:  
واهدوا هَدَى عَمَّارٍ: عمار کی سیرت  
اختیار کرو۔

الْهَادِي: گردن۔

اللہ اسے دین کی ہدایت دے۔ قول خداوندی  
ہے: أَوْلَكُمْ يَهْدِي لَهُمْ: ابو عمرو بن العلاء نے  
اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ کیا اس نے ان پر یہ  
واضح نہیں کیا۔

هَدَيْتُهُ الطَّرِيقَ وَالْبَيْتَ: میں  
نے اسے راستے اور گھر کا پتہ بتا دیا۔ اس کا  
مصدر هَدَايَةٌ ہے۔ یہ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔  
دوسرے لوگ ان معنوں میں هَدَيْتُهُ إِلَى  
الطَّرِيقِ وَالْإِلَى الدَّارِ کہتے ہیں۔  
میرا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں بھی هَدَى کا  
لفظ تین وجوہ سے آیا ہے:

(۱) مَعْدَى بِنَفْسِهِ: براہ راست  
مفعول تک پہنچنے والا۔ مثلاً: قول  
خداوندی: اهْدِنَا الصِّرَاطَ  
الْمُسْتَقِيمَ: ہمیں سیدھی راہ دکھا۔  
اور دوسرا قول خداوندی: وَهَدَيْنَاهُ  
النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے دو راستے  
بتلا دیئے۔

(۲) مَعْدَى بِاللَّامِ: لام کے ذریعے  
مفعول پر دلالت کرنے والا مثلاً:  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا  
لِهَذَا: اس خدا کی تعریف اور حمد  
و ثنا جس نے ہمیں اس کی ہدایت  
دی۔ اور دوسرا قول خداوندی: قُلِ  
اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ۔

(۳) مَعْدَى بِالْيَاءِ: الی کے ذریعے

ہ ذی - هَذَى فِي مَنْطِقِهِ يَهْدَاءُ: اس نے ہدیائی گفتگو کی۔ یا وہ بات کرنے میں ہڑ بڑایا۔

ہ ر - هَرَأَ اللَّحْمُ: اس کا باب قَطَعَ ہے، اور معنی اُس نے گوشت کو اتنا پکا یا کہ گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا۔ اَهْرَأَةُ، هَرَاه تَهْرِيئَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ لَحْمٌ هَرِيئٌ (یا ممدود) اچھی طرح پکا ہوا گوشت۔

ہ ر ب - الْهَرَبُ: فرار، بھاگنا۔ قَدْ هَرَبَ يَهْرُبُ هَرَبًا: اس کی مثال طَلَبٌ يَطْلُبُ طَلَبًا وَأَهْرَبَ: وہ ڈر کے مارے تیزی سے بھاگا۔

ہ ر ج - الْهَرَجُ: فتنہ، آزمائش۔ كَهْلٌ مِلَّ جَانَا: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ: بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ هَرَجٌ: یعنی قیامت کی علامات میں سے جنگ و جدل اور قتل ہوں گے۔

ہ ر ر - الْهَرُّ: بلا۔ اس کی جمع هِرَّةٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْوَدٌ اور قِرْوَدَةٌ ہے۔ اس کی مؤنث هِرَّةٌ ہے۔ اس کی جمع هِرَوْرٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْبَةٌ اور قِرْبٌ ہے۔ مثل ہے: فَلَانَ لَا يَعْرِفُ هِرًا مِنْ بَرٍّ: یعنی فلاں شخص کو دوست دشمن کی پہچان نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ: الْهَرُّ هُنَا دُعَاءُ الْغَنَمِ وَالْبَرُّ سَوْتُهُمَا: یعنی ہر کہہ کر

الْهَدْيَةُ: تحفہ، نذرانہ۔ اس کی جمع الْهَدَايَا ہے۔ کہا جاتا ہے: اَهْدَى لَكَ وَالْيَهْ: اس نے اسے تحفہ دیا۔

التَّهَادِي: لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دینا۔ حدیث شریف میں ہے: تَهَادُوا تَحَالُؤًا: ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی۔

ب - التَّهْذِيبُ: سنجیدگی، صاف و شفاف بنانا۔ مہذب بنانا۔ سدھارنا۔ رَجُلٌ مُهَذَّبٌ: پاکیزہ اخلاق والا شخص۔ تَقَدَّرَ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے

میں بیہودہ باتیں کیں۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم الْهَذْرُ ہے۔ اس میں ہاء اور ذال دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا معنی بیہودہ گفتگو ہے۔ اس کا اسم فاعل هَذِرٌ یعنی بیہودہ گو (اس میں ذال کسور ہے) اور هَذْرَةٌ برونن هُمَزَةٌ ہے۔ هَذَا (ذال مشدّد) اور مِهْذَارٌ:

بہت زیادہ لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے والا۔

أَهْدَرَ فِي كَلَامِهِ: اس نے بیہودہ گفتگو کی۔

ہ ذ ر م - الْهَذْرَمَةُ: پڑھنے اور بات کرنے میں تیزی یا تیز کلامی۔ کہا جاتا ہے: هَذْرَمٌ وَرْدَةٌ: اس نے اسے تیزی سے کاتا۔



اس کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو  
اُکساتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام  
کے پاس آئے۔

۵ ر ق - المَهْرَقُ: (راء مفتوح) صحیفہ،  
تحریر، کتاب۔ فارسی سے معرب ہے۔ اس  
کی جمع مَحَارِقُ ہے۔  
هَرَاقُ المَاءِ يُهْرِقُهُ: (هَرَاقُ میں  
حاء مفتوح)۔

هَرَاقَةُ: (حاء مکسور) پانی گرانا یا ڈالنا یا  
بھانا۔ اصل میں یہ لفظ آراق یُورِقُ اِرَاقَةُ  
ہے۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ اَهْرَقُ المَاءِ  
يُهْرِقُهُ اِهْرَاقًا بروزن اَفْعَلَ يُفْعِلُ  
ہے۔ اور ایک تیسرا لہجہ اَهْرَاقُ يُهْرِقُ  
اِهْرَاقَةً ہے۔ اس کا اسم فاعل مُهْرِقٌ  
ہے۔ اور الشئُ مُهْرَاقٌ بھائی گئی چیز۔  
اور مُهْرَاقٌ بھی (یعنی حاء مفتوح)  
حدیث شریف میں ہے: اُهْرِقُ دَمَهُ:  
اس کا خون بہایا گیا۔

۵ ر ق ل - هِرْقُلٌ: بروزن خنْدِفٌ رُومِ  
کا بادشاہ۔ اسے هِرْقُلٌ بروزن دِمَشْقِ  
بھی کہا جاتا ہے۔

۵ ر م - الهَرَمُ: بُحَايَا۔  
قَدْ هَرِمَ: وہ بوڑھا ہو گیا۔ اس کا باب  
طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل هَرِمٌ ہے۔  
قَوْمٌ هَرَمِيٌّ: بوڑھی قوم یا بوڑھے لوگ۔  
مَهْرَمَةٌ: رات کا کھانا چھوڑ دینا۔

بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بلایا جاتا  
ہے۔ اور البُرُكُہ کر انہیں ہانکا جاتا ہے۔  
(یہ بکریوں کو بلانے اور ہانکنے کی مخصوص  
آوازیں ہیں جو چرواہے استعمال کرتے  
ہیں یعنی هَرَّ اور بَرَّ)۔

هَرِيْرُ الكَلْبِ: سردی کے مارے بے  
صبری سے کتے کا بغیر بھونکنے آواز نکالنا۔  
قَدْ هَرَّ يَهِيْرُ (حاء مکسور) هَرِيْرًا: اس  
نے بغیر بھونکنے آواز نکالی۔

هَارَةٌ فِي وَجْهِهِ: اس نے اسے دیکھ  
کر تیوری چڑھائی۔

۵ ر س - الهَرَسُ: لُوثًا۔ اسی سے لفظ  
الهَرِيْسَةُ ماخوذ ہے۔ اس کا باب صَرَبَ  
ہے۔ المِهْرَاسُ: (میم مکسور) ہاون یا  
اوکھلی جس میں چیزیں کوٹی جاتی ہیں۔ یا  
جس میں وضو کے لئے پانی رکھا جاتا ہے۔

۵ ر ش - الهِرَاشُ، المِهْرَاشَةُ الكِلَابِ:  
کتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے پر  
اُکسانا، چھیڑنا۔

التَّهْرِيشُ، التَّخْرِيشُ: چھیڑنا۔  
دوسرے کو لڑنے پر اُکسانا۔

۵ ر ع - الاَهْرَاعُ: تیزی کرنا۔ جلدی  
کرنا۔ قول خداوندی ہے: وَجَاءَهُ قَوْمُهُ  
يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ: اس کی قوم کے لوگ  
اس کے پاس دوڑتے بھاگتے تیزی سے  
آئے یا ہانپتے ہوئے آئے۔ ابو عبیدہ نے

ضد الجذ نجیدگی ہے۔

قَدْ هَزَلٌ: اس نے مذاق میں بات کہی۔

اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔

الهْزَالُ: لاغری، دُبلّا پن۔ اس کی ضد

السَّمْنُ یعنی موٹاپا ہے۔ کہا جاتا ہے:

هَزَلْتُ السَّدَابَةَ: جانور کمزور اور لاغر

ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مصدر

هَزَلَا ہے۔ هَزَلَهَا صَاحِبُهَا: جانور کو

اس کے مالک نے دُبلّا کر دیا۔ اس کا باب

ضَرْبٌ ہے۔ اور اسم مفعول مَهْزُولَةٌ

ہے۔

۵ ز م - هَزَمَ الْجَيْشُ: اس نے فوج کو

شکست دی۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اور

هَزَعَةٌ بھی ہے۔ فَانْهَزُمُوا: تو وہ شکست

کھا گئے۔

۵ ش ش - هَشَّ السُّورِقُ: اس نے

لاٹھی سے پتے جھاڑے تاکہ وہ نیچے گرے۔

اس کا باب رَدٌّ ہے۔ انہیں معنوں میں قول

خُذْ اَوْدِيَّ: وَأَهْشُ بِهَا عَلَيَّ

عَنِي: اور میں اسی لاٹھی کے ساتھ اپنی

بھیڑ بکریوں کے لئے درختوں سے پتے

جھاڑتا ہوں۔

الهَشَّاشَةُ: ہشاش بشاش رہنا۔

قَدْ هَشَّ بِيَهْ يَهْشُ: (ہاء مفتوح)

هَشَّاشَةٌ: وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا اور اس

نے راحت محسوس کی۔

الهَرَمَانُ: مصر میں ایک عمارت کا نام

ہے۔

۵ ر و ل - الهَرْوَلَةُ: تیز قدموں چلنا،

ایک طرح کا دوڑنا۔ یعنی دوڑنے اور چلنے

کی درمیانی چال۔

۵ ر ا - الهِرَاوَةُ: (ہاء مکسور) موٹا عصا۔

لُحَّةٌ۔ اس کی جمع الهِرَاوِيُّ (ہاء اور واو)

دونوں مفتوح)۔

هَرَاةٌ: ہرات، ایک شہر کا نام۔

۵ ز ا - هَزَيْ مِئْتَةً: (زای مکسور) اس نے

اس کا مذاق اڑایا۔ يَهْزَأُ هَزْنًا کا بھی یہی

معنی ہے۔ اس کی مثال قَطَعَ يَقْطَعُ ہے

اور مصدر هَزَّءٌ يَهْزَأُ بِهِ: وہ شخص جس کا

مذاق اڑایا جاتا ہو۔ هَزَاةٌ (زای متحرک)

وہ شخص جو لوگوں کا مذاق اڑاتا ہو۔

۵ ز ب ر - الهِزْبُ: طاقتور شہر۔

۵ ز ج - الهِزْجُ: (ہاء اور زای دونوں

مفتوح) کڑک کی آواز۔

الهِزْجُ کا معنی سُرْنَمہ کی ایک قسم بھی ہے۔

اس میں تَرْنَمٌ ہوتا ہے۔ ان دونوں کا باب

طَرْبٌ ہے۔

۵ ز ز - هَزَّ الشَّيْبِيُّ فَاهَزَّ: اس نے چیز

کو ہلایا تو وہ ہل گئی۔ اس کا باب رَدٌّ ہے۔

الهِيْزَةُ: (ہاء مکسور) نشاط اور آرام و

راحت۔

۵ ز ل - الهِزْلُ: غیر نجیدگی، مذاق۔ اس کی

ہونے والا کھانا۔

طَعَامٌ بَطِيءٌ الْأَهْضَامُ: دیر سے ہضم ہونے والا کھانا۔ کھجور کے گاہجے یعنی شگوفے کو اس لئے ہَضِيمٌ کہتے ہیں کہ ابھی تک اس کے دوغلاف ایک دوسرے میں داخل ہونے کے لئے نکلے ہوتے ہیں۔

الْهَضِيمُ مِنَ النِّسَاءِ: پتلی کروالی عورت۔

ط ع - أَهْطَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے گردن لمبی کی اور سر سیدھا کیا۔

أَهْطَعَ فِي عَدْوِهِ: اس نے اپنے دوڑنے میں تیزی کی۔

ط ل - الْهَطْلُ: بارش کا موسلا دھار برسنا

اور آنسوؤں کی جھری بندھ جانا۔ کہا جاتا ہے: هَطَلَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے

موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور هَطَلَانًا (طاء مفتوح)

ہے۔ اور تَهَطَّأَ لَمْ يَمْحُ سَحَابٌ هَطْلٌ وَمَطَرٌ هَطْلٌ: لگاتار بارش یا

برسنے والے بادل اور موسلا دھار بارش۔ سَحَابٌ هَطْلٌ: لگاتار بارش برسانے

والے بادل۔ اس کا واحد هَطْلٌ ہے۔ دَيْمَةٌ هَطْلَاءٌ: اس کی مثال امْرَأَةٌ

حَسَنَاءٌ ہے۔ رَجُلٌ أَحْسَنُ نَبِيٍّ كَمَا جَاتَا۔

رَجُلٌ هَشٌّ بَشٌّ: ہشاش بشاش انسان۔

شَسِيٌّ هَشٌّ وَهَشِيئٌ: نرم اور تردنازہ چیز۔

ش م - الْهَشْمُ: کسی سوکھی چیز کا توڑنا۔

کہا جاتا ہے کہ: هَشَمَ الْقَرِيذَ: یعنی اس نے روٹی شوربے میں توڑ کر اس میں بھگو کر

ٹرید تیار کر لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی نسبت سے ہاشم بن عبد المناف

کا نام ہاشم پڑا۔ اس کا اصل نام عَمْرُو تھا۔

الْهَشِيمُ: خشک اور شکستہ و ریختہ پودے اور بوسیدہ درخت جنہیں لکڑہارا اٹھالے جاتا

ہے۔ ص ر - هَضَرَ الْغُضْنَ وَبِالْغُضْنِ: اس نے ٹہنی کو سرے سے پکڑا اور اپنی طرف

جھکا لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ض م - هَضَمَهُ: اس نے اسے ہضم

کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اِهْتَضَمَهُ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا

اسم مفعول بَرَزَنَ فَعِيلٌ هَضِيمٌ اور مُهْتَضَمٌ ہے۔ تَهَضَّمَهُ كَمَا مَعْنَى

بھی یہی ہے۔ الْهَاضِمُ: وہ دوا جسے جوارش کہتے ہیں

جس سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔ طَعَامٌ سَرِيْعٌ الْإِنْضَامِ: جلد ہضم

دل کھینچنے والی بزدلی یعنی نامردی ہے۔ یعنی بدترین انسان وہ ہے جو بکل اور کنجوی کرے اور بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کرے اور ناکامی پر حزن و ملال کا شکار ہو۔ اس ترکیب کی مثال یَوْمٌ عاصِفٌ اور لَيْلٌ بَاسَةٌ ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ هَالِعٌ کا لفظ خَالِعٌ کے ساتھ وزن ملانے کے لئے وضع ہوا ہو۔ خَالِعٌ کا معنی تختی کی شدت کے مارے دل کا نکل جانا ہے۔

ل ک - هَلِكٌ الشَّيْءُ: چیز فنا ہوگئی۔ اس کا مضارع يَهْلِكُ (لام مسکور) ہے اور مصدر هَلَاكًا، هَلُوكًا، مَهْلِكًا (لام مفتوح و مسکور اور مضموم) اور تَهْلِكَةُ (لام مضموم) ہے۔ الیزیدی کا قول ہے کہ التَّهْلِكَةُ: نادر مصادر میں سے ہے اور یہ قیاس کے مطابق نہیں ہے۔ اهلکہ واستهْلِكُهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اس نے ختم کیا یا ہلاک کر دیا یا خرچ کیا۔ المَهْلِكَةُ: (لام مفتوح اور مسکور) جنگل۔ تمیم کی لغت اور لہجہ میں هَلِكَةُ کا معنی اَهْلِكَةُ ہے۔ اس کا باب ضَرْبٌ ہے۔ اور هَالِكٌ کی جمع هَلَكِيٌّ اور هَالِكٌ ہے۔ مثل ہے: فلان هَالِكٌ فِي الْهَوَالِكِ هَالِكٌ: شاذ کلمات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے قَوَارِسِ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ الَهْلَاكَةُ کا معنی بھی

و ف - هَفٌّ: اِمْرَاَةٌ هَفْفَةٌ: پتے پیٹ والی عورت۔ اسے مُهْفَفَةٌ بھی کہتے ہیں۔  
و ف ا - الَهْفُوَةُ: پھسلنا، لغزش۔  
قَدْ هَفَا يَهْفُوُ: وہ پھسل گیا۔ هَفْوَةٌ۔  
و ک ل - الِهَيْتِكُلُّ: نصاریٰ کا عبادت گھر۔ یہ ان کا بت خانہ ہوتا ہے۔  
و ک م - تَهَكَّمٌ عَلَيَّهِ: اس کا غصہ اور بھڑکا۔  
الْمُتَهَكَّمُ: مستکبر شخص۔

و ل ج - الْاِهْلِيْجُ: معرب کلمہ ہے۔ الاپچی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کے دونوں لام مسکور ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ بھی یہی ہے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ دوسرا لام مفتوح ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں اِفْعِيْلٌ کے وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ جس میں لام مسکور ہو۔ البتہ اِفْعِيْلٌ کے وزن پر کلمات ہیں مثلاً: اِبْرِيْسَمٌ اور اِطْرِيْفٌ۔

و ل ع - الْهَلْعُ: بدترین گھبراہٹ اور بے چینی واضطراب کا مظاہرہ کرنا۔ اس کا باب طَرْبٌ ہے۔  
و هَلُوْعٌ هَلْعٌ: بدترین گھبراہٹ کا مظاہرہ کرنے والا مضطرب۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ شَرَّ مَا اُوْتِيَ الْعَبْدُ شُحٌّ هَالِعٌ وَجَبْنٌ خَالِعٌ: انسان کو دی گئی بدترین خصلت بے چینی کرنے والا اٹھل اور

الہلاک ہے۔

ہ ل ل - الہلال: پہلی، دوسری اور تیسری

رات تک چاند۔ اس کے بعد والے چاند کو القمر کہتے ہیں۔

تَهَلَّلَ السَّحَابُ: بادلوں میں بجلی چمکی اور کونڈی۔

تَهَلَّلَ وَجْهَ الرَّجُلِ مِنْ فَرْجِهِ: آدمی کا چہرہ خوشی کے مارے دمک اٹھا۔

اسْتَهَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَهَلَّلْتُ دُمُوعَهُ: اس کے آنسو پکے۔

انْهَلَّتِ السَّمَاءُ: آسمان سے بارش برسی۔

انْهَلَّ الْمَطَرُ انْهَالًا: بڑے زور کی بارش ہوئی۔

هَلَّلَ الرَّجُلُ تَهْلِيلًا: آدمی نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا، یا کہا۔ یہ لفظ التَهْلِيلَةُ

سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ: پیدائش کے وقت بچہ رو یا اچھا۔

أَهَلَ الْمُعْتَمِرُ: عمرہ کرنے والے نے زور سے تلبیہ پڑھا، یا کہا۔

أَهَلَ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ: اس نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا۔ قول خداوندی

ہے: وَمَا أَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ: اور جس ذبیحہ پر اللہ کے بغیر کسی اور کا نام لیا

جائے۔ اس لفظ کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے۔

أَهْلَ الْهَيْلَالِ وَاسْتَهَلَّ: ہلال نظر آیا۔

ان معنوں میں أَهَلَّ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے: اهَلَّلْنَا عَنْ لَيْلِيَةِ كَذَا: ہم نے

فلاں رات سے تہلیل شروع کی۔ اس کی بجائے اهللناہُ فَهَلَّ نہیں کہا جاتا جس

طرح سے کہ: اذْخَلْنَاهُ فَدَخَلَ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس کے مطابق یہ کہنا جائز

ہوتا چاہئے۔

هَلَّ: حرف استفہام۔ ابو عبیدہ نے اس قول خداوندی: هَلَّ أَنْتَى عَلَى الْإِنْسَانِ

کے متعلق کہا ہے کہ هَلَّ کے یہاں اثبات کے معانی ہیں یعنی آنتی۔ بعض اوقات هَلَّ

’ما‘ نافیہ کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ لوگ هَلَّا: جلدی کرانے اور آمادہ کرنے

کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ

فَحَيَّهَلَّ بِعَمْرٍ: جب صالحین کا ذکر ہو تو ان میں عمر کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔

کیونکہ وہ ان اوصاف کا مالک ہے۔ اذ ان میں حَى عَلَى الصَّلَاةِ وَالْفَلَاحِ: نماز

اور فلاح کی دعوت ہے۔ اور اس کا معنی ہے نماز اور کامیابی کی طرف اور اس سے قریب

آؤ۔ اَسَ حَيَّعَلَ الْمِذْنَ کہتے ہیں یعنی مؤذن نے حسی علی الصلَاة

کہا۔ اس کی مثال حَوَّلَقِي ہے جس کا معنی ہے کہ اس نے لا حول ولا قوۃ الا

بِاللَّهِ كَمَا -

۵ ل ا - هَلًا: اصل میں یہ لفظ لا ہے جو ہل کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ دونوں مل کر تخصیص یعنی براہینتہ کرنے کے معانی دیتے ہیں۔

۵ ل م - هَلَمَّ: اَرْجُلُ: (میم مفتوح) اے آدمی آجا۔ یہ لفظ اہل حجاز کے ہاں واحد، جمع اور مؤنث کے سب صیغوں میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا: اور اپنے ساتھیوں یا بھائیوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم ہماری طرف آؤ۔ اہل نجد اس لفظ کو منصرف سمجھتے ہیں اور مشنہ کے لئے هَلَمَّا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جمع کے لئے هَلْمُوا، عورت کیلئے هَلْمِي، اور جمع مؤنث کے لئے هَلْمُنَّ کہتے ہیں۔ لیکن پہلی صورت زیادہ فصیح ہے۔

۵ ل ن - الْهَلْيُونُ: ایک پودا ہے۔

۵ م ج - الْهَمْجُ: (حاء اور میم دونوں مفتوح) اس کا واحد هَمْجَةٌ ہے۔ چمھر کی طرح کی چھوٹی مکھی۔ جو بھیڑ بکریوں، گدھوں کے جسم اور ان کی آنکھوں کے ساتھ چٹ جاتی ہے۔ بے وقوف اور نا سمجھ چرواہوں کو کہا جاتا ہے کہ: اِنَّمَا هُمْ هَمْجٌ: یعنی وہ تو نرے بچ ہیں۔

۵ م د - هَمَدَتِ النَّارُ: آگ بجھ گئی اور

بالکل ختم ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔  
أَرْضٌ هَامِدَةٌ: ایسی زمین جس میں کوئی سبزہ نہ آگتا ہو۔

۵ م ر - هَمَرَ الْمَاءَ وَالْدَّمَعُ: پانی اور آنسو گرا، یا ٹپکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔  
الْهَمْرُ الْمَاءُ: پانی بہا۔

۵ م ز - الْهَمَزُ بَرُوزِ اللَّمَزِ: وزن اور معنی کے اعتبار سے دونوں ایک۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْهَامِزُ وَالْهَمَّازُ: عیب جوئی کرنے والا۔ الْهَمْزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

امْرَأَةٌ هَمْزَةٌ: عیب جوئی کرنے والی عورت۔

هَمَزَاتُ الشَّيْطَانِ: شیطانی وسوسے جو شیطان انسانی دل میں ڈالتا ہے۔

الْمِهْمَزُ بَرُوزِ الْمِبْضَعِ اور الْمِهْمَازُ: وہ لوہا جو چاک کے سر پر لگا ہوتا ہے (اس کی شکل کیل کی ہو یا پتیری کی) اس کا معنی مہز اور ایز بھی ہے۔

۵ م س - الْهَمْسُ: ہلکی آواز۔ آہٹ۔

هَمْسُ الْأَقْدَامِ اخْفَى مَا يَكُونُ مِنْ صَوْتِ الْقَدِيمِ: پاؤں کی چاپ کے مقابلے میں آہٹ بہت ہلکی ہوتی ہے۔  
قول خداوندی ہے: فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا: تم سوائے آہٹ کے اور کچھ نہیں سنو گے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

دچپسی والے معاملہ کی ہی فکر ہے۔  
 المہم: اہم اور بہت ضروری کام۔  
 ہمۃ المرص: بیماری نے اسے کچلا دیا۔ اس کا باب رد ہے۔  
 الاهتمام: فکر مندی۔ دچپسی۔  
 اهتم له بأمرہ: اسے اس کے کام کی فکر لگ گئی۔  
 الہمة: ہمت۔ اس کی جمع الہمہ ہے۔  
 کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ بَعِيذُ الِهْمَةِ: (ہاء مکسور و مفتوح) یعنی فلاں شخص بڑی ہمت والا ہے۔ بلند حوصلہ انسان ہے۔  
 ہم الشیخ الفانی والمرأة ہمة: بوڑھا آدمی اور عورت بہت بوڑھے ہو گئے۔  
 الہمام: عظیم الہمت بادشاہ۔  
 الہامة: اس کی جمع الہوام ہے۔ اس نام کا اطلاق زہریلے اور خوفناک سانپوں کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔  
 الہمہمة: ہمہ، چھاتی یا سینے میں آواز کا پھرنا، یا گونجنا۔

م ۵ ن- المہیمین: مکران و مہربان، جو دوسرے کو خون سے امان دے۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ا م ن' میں گزر چکی ہے۔

م ۵ ی- ہمی الماء والدمع: پانی اور آنسو پکا، یا بہا۔ اس کا باب رمی ہے اور ہمیاناً بھی ہے۔ اس میں ہاء اور میم

م ۴ ع- ا: موع: (ہاء مفتوح) پہننے والی چیز اور ہاء مضموم ہو تو اس کا معنی سیلان یعنی بہنا ہوگا۔  
 قَدْ هَمَعَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور هَمَعَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔ یہی معنی الطل کا ہے کہ جو بارش کا قطرہ درخت پر پڑ کر نیچے گرے۔  
 کہا گیا ہے کہ: هَمَعَ كَامَعْنِي بَهْرًا كَلَأَ هِی۔  
 سَعَابٌ هَمَعَ بَرُوزًا كَتَيْفٌ بِمَعْنِي بَرَسَ وَالْأَبْدَلُ۔  
 م ۵ م ک- انْهَمَكَ الرَّجُلُ فِي الْأَمْرِ: آدمی کام میں مصروف ہو گیا۔  
 م ۵ ل- هَمَلَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ اٹکلبار ہوئی۔ اس کا باب نَصَرَ اور هَمَلْنَا (میم مفتوح) بھی ہے۔ انْهَمَلْتُ کا معنی بھی یہی ہے۔  
 اَهْمَلُ الشَّيْءُ: اس نے چیز کو نظر انداز کر دیا۔  
 الْمُهْمَلُ مِنَ الْكَلَامِ: نظر اندازی ہوئی بات اس کی ضد الْمُسْتَعْمَلُ ہے۔  
 م ۵ م- الہم: غم و حزن۔ اس کی جمع الہموم ہے۔  
 أَهْمَةُ الْأَمْرِ: معاملہ نے اسے پریشان اور دکھی کر دیا۔ فکر مند کیا۔ کہا جاتا ہے: هَمُّكَ مَا أَهْمَكَ: تمہیں اپنی

ہے غیر منصرف بھی۔ اس کی جمع مکسر ہُنُوْدٌ ہے۔ اور جمع سالم ہِنْدَاث ہے۔  
سَيْفٌ هِنْدَوَانِيٌّ: ہندوستانی تلوار۔ حاء  
کو وال کے تنوع میں مضموم بھی کیا جاسکتا ہے۔

المُهَنْدُ: ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی  
تلوار۔

ن د ب- هِنْدَبٌ وَهِنْدَبَا: (الف مقصور)، وَهِنْدَبَاةٌ: (وال مفتوح) سبزی۔ ابو زید کا قول ہے کہ: الہِنْدَبَا (وال مکسور الف محدود مقصور) ہے۔

ن د ز- الہِنْدَازُ: بروزن المِفْتَاحُ: معرب لفظ ہے۔ فارسی اصل لفظ اندازہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَعْطَاهُ بِلَا حِسَابٍ وَلَا هِنْدَازٍ: اس نے اسے حساب اور اندازے کے بغیر عطیہ دیا۔ اسی سے ماخوذ المُهَنْدِزُ ہے جس کا معنی ہے نالیوں اور عمارتوں کا تخمینہ اور اندازہ لگانے والا فرق صرف یہ ہے۔ المُهَنْدِسُ میں ز ای کو سین میں بدلا گیا ہے اور اس طرح یہ لفظ المُهَنْدِسُ ہو گیا ورنہ عربی کلام میں وال سے قبل ز ای نہیں آتی۔

ن م- الہِنِيْمَةُ: ہلکی یاد دہی آواز۔  
ن ا- هِنٌّ: بروزن آخ: یہ کنایہ کا کلمہ ہے اس کا معنی چیز ہے۔ دراصل یہ لفظ هِنُوٌ (حاء اور نون مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

دونوں مفتوح ہیں۔

هَمِيَانُ الدَّرَاهِمِ: درہموں کی تھیلی۔  
دراہم میں ہاء مکسور ہے۔ یہ معرب لفظ ہے۔

ن ا- هُنَا اور هَاهُنَا: قریب کی دکان کی طرف اشارہ یعنی یہاں۔ اس کے مقابل هُنَاک اور هِنَاک کا معنی ہے 'وہاں'۔ ان الفاظ میں لام زائدہ ہے اور کاف خطاب کا ہے اور اس سے دور کی جگہ پر دلالت ہوتی ہے۔ کاف مفتوح مذکر کیلئے اور کاف مکسور مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ن ا- هَذَا الطَّعَامُ: کھانا خوشگوار ہو گیا۔

اس کا باب ظرف ہے۔

هِنِيٌّ: (نون مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

هَنَاءُ الطَّعَامِ: اسے کھانا اچھا لگا۔ اس کا باب ضَرْبٍ اور قَطْعٍ ہے۔

هِنِيٌّ الطَّعَامِ: (نون مکسور) تَهْنَأُ بِهِ:

اسے کھانا خوشگوار لگا۔ بغیر مشقت حاصل ہونے والی ہر چیز کو ہِنِيٌّ کہتے ہیں۔

التَّهْنِئَةُ: مبارک دینا۔ اس کی ضد

التَّعْزِيبَةُ ہے یعنی تعزیت پرسی ہے۔

هَنَاءُ بِكَذَا تَهْنِئَةٌ وَتَهْنِئًا: اس نے

اسے فلاں بات کی مبارک دی۔ تَهْنِئًا

میں یا محدود ہے۔

ن ہ- هِنْدٌ: عورت کا نام۔ منصرف بھی



ہائند ہے۔

قَوْمٌ هُودٌ: حضرت ہود علیہ السلام کی قوم۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ التَّهْوُودُ کا معنی تو یہ اور عمل صالح ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: هَادٌ وَتَهْوُودٌ کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گیا۔

الهُودُ بروزن عُودٌ: یہود۔ هُوْدٌ (علیہ السلام): ایک نبی کا نام۔ یہ منصرف ہے۔ ہم ہذہ هُوْدٌ کہہ کر قرآن کریم کی سورت هُوْدٌ مراد لیتے ہیں۔ سورہ کے نام کی صورت میں یہ اسم غیر منصرف ہوگا۔ اسی طرح سورہ نوح اور سورہ نون کے نام بھی غیر منصرف ہوں گے۔

التَّهْوِيْدُ: کیزے کی طرح آہستہ چلنا یعنی ریٹلنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَسْرِعُوا الْمَشْيَ فِي الْجَنَازَةِ وَلَا تَهْوِدُوا كَمَا تَهْوِدُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى: جنازہ لے کر جلدی چلا کرو۔ یہود اور نصاریٰ کی طرح آہستہ آہستہ نہ چلا کرو۔

التَّهْوِيْدُ: انسان کو یہودی بنانا۔ یعنی یہودی مذہب اختیار کرانا۔ حدیث شریف میں ہے: قَابُوْهُ يَهُودِيَّةً: یعنی بچے کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں۔

و ر - هَارُ الْجُرْفِ: اس کا باب قَالٌ اور هَرَوْرًا بھی ہے۔ نہر کا کنارہ گر گیا یا ڈھے گیا۔ اس کا اسم فاعل هَانُوْرٌ ہے۔ اس

هَذَا هَنْكٌ: یہ تیر کی چیز ہے۔ یہ اسمائے ستہ میں سے ہے۔ چنانچہ اس کے اعراب اس طرح بدلتے ہیں: جَاءَ فِي هَنْوُكٍ، رَأَيْتُ هَنَاكَ اور مَرَرْتُ بِهَيْنِكَ۔

و - هُوٌ: مذکر کے لئے بمعنی وہ۔ اور مَوْنٌ کے لئے ہی۔ بعض اوقات بیان حرکت کے لئے وقف کی صورت میں حاء کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لِمَ كُوْلِمَةٍ اور سُلْطَانِيَّةً، مَا لِيَّةٍ اور تُمْ مَعْنَى مَاذَا۔ ممکن ہے کہ حاء ہمزہ کا بدل ہو مثلاً: أَرَأَقِ كِي جَلَّهَرَأَقِ۔

و ا - هَاءٌ يَأْرَجُلٌ: (الف ممدودہ ہمزہ مکسور)۔ هَاتٌ يَأْرَجُلٌ: اے آدمی لاؤ اور هَاءِي يَأْمَرَةٌ: اے عورت لاؤ۔ یہ اصل میں هَاتِي ہے۔

هَيَا يَأْرَجُلٌ: (الف ممدودہ ہمزہ مفتوح) یعنی هَاكٌ: اے آدمی۔ هَاؤْمَا و هَاؤْمٌ، اس کی مثال هَاكُمَا اور هَاكُمُ ہے۔ هَاءِي يَأْمَرَةٌ: بغیر یاء، اس کی مثال هَاكِي: اے عورت! ہے۔

و ج - رَجُلٌ أَهْرَجٌ: دراز قد آدمی، جو جلد باز اور احمق ہو۔ اس کا اسم هَوَجٌ (حاء اور واؤ مفتوح) ہے۔

و د - هَادٌ: اس نے توبہ کی اور حق کی طرف لوٹا۔ اس کا باب قَالٌ ہے اور اسم فاعل

پڑ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ  
أَصَابَ مَالًا مِنْ مَهَاوِشٍ أَذْهَبَهُ اللَّهُ  
فِي نَهَابٍ: جس نے حرام طریقوں  
سے مال کمایا اللہ اسے ہلاکت و بربادی  
کے مقامات پر لے جائے مہاوش سے مراد  
ہر وہ مال جو حرام طریقے یعنی غصب اور  
چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہو۔

۵ و ع - التَّهْوُوعُ: قے آنا۔

۵ و ک - التَّهْوُوكُ: حیرانی، حیرت

زدگی۔ حدیث شریف میں ہے: اَمْتَهَوُ كُؤُنْ  
أَنْتُمْ كَمَا تَهْوُوكَ الْيَهُودُ  
وَالنَّصَارَى: کیا تم بے پرواہ ہو کر ہلاکت  
میں پڑنے والے ہو۔ جیسے یہود اور نصاریٰ پڑ  
گئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کا معنی  
المتحیرون بتایا ہے۔

۵ و ل - هَالَهُ الشَّيْءُ: چیز نے اسے خوفزدہ

کر دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

مَكَانٌ مَهَيْلٌ: ہولناک اور خوفناک جگہ۔

یہی معنی مَكَانٌ مَهَالٌ کا ہے۔

هَالَهُ فَاهْتَالَ: اس نے اسے خوف زدہ کر

دیا، تو وہ خوف زدہ ہوا۔

التَّهْوِيلُ: جرع فزع اور وایلا کرنا۔

اور التَّهْوِيلُ: ہول اور خوف میں مبتلا

کرنا۔ یعنی ہولناک ہونا۔

الهَالَةُ: چاند کے روگول دائرہ، ہالہ۔

۵ م - هَوْمَ الرَّجُلِ تَهْوِيْمًا: (اونگھ میں

کے بدلے جُورُف ہمار بھی کہا ہے۔  
یہاں ہمار کو رفع کے بدلے جردی گئی  
ہے۔ اور ہمار سے مراد ہائیر لیا گیا ہے۔  
جو ثلاثی سے رباعی باب میں مقلوب کیا گیا  
ہے۔

هَوْرَةٌ فَتَهَوَّرَ: اس نے اسے گرا دیا تو  
وہ گر گیا یا اس نے اسے ڈھا دیا تو وہ ڈھ گیا  
یعنی منہدم ہو گیا۔ انہَارٌ کا معنی منہدم ہونا  
ہے۔

التَّهَوُّورُ: بے باکی سے کسی کام میں  
ہاتھ ڈالنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ  
مُتَّهَوِّرٌ: فلاں شخص بے باکی سے کام  
کرنے والا اور غیرت مند ہے۔

۵ و س - الهَوَسُ: (ساء اور واؤ دونوں  
مفتوح) ایک طرح کا بخون۔

۵ و ش - الهَوْشَةُ: فتنہ، بیجان، اضطراب  
اور بے چینی۔ کہا جاتا ہے:

هَاشَ الْقَوْمُ: اس کا باب قَالَ ہے۔

هَوَسَ الْقَوْمُ تَهْوِيْسًا: کا بھی یہی معنی  
ہے۔ یعنی قوم مضطرب اور بے چین ہو گئی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

إِيَّاكُمْ وَهَوَشَاتِ اللَّيْلِ وَهَوَشَاتِ

الأسواق: رات کے ہنگاموں اور خرابیوں

اور گلی کوچوں کے ہنگاموں اور خرابیوں سے

بچے رہو۔

قَدْ تَهَوَسَ الْقَوْمُ: قوم فتنوں میں

سر ہلاتا۔

۵ و ن - الھون: سکون اور وقار۔

فَلَانٌ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا:

فلاں آدمی زمین پر وقار کے ساتھ چلتا ہے۔

الھون: مصدر بھی ہے اس سے فعل هَانٌ

علیہ الشئ یھون اس پر کوئی چیز یا

بات آسان ہوگی۔

هَوْنَةُ اللَّهِ تَهْوِينًا: اللہ نے اس پر آسانی

پیدا کر دی۔

شئ یھین: معمولی اور آسان بات یا

چیز۔

قَوْمٌ هَيِّنُونَ (عام مضموم) الھون:

توہین و بے عزتی۔

أَهَانَةٌ: اس نے اس کی توہین کی۔ اس کا

اسم العھوان اور المھانۃ ہے۔ کہا جاتا

ہے: رَجُلٌ فِيهِ مَهَانَةٌ: ایسا شخص جس

میں اہانت کی صفت موجود ہو یعنی ذلت اور

رُسوائی۔ کہا جاتا ہے: اِمْشَى عَلٰی

هَيْئَتِكَ: باوقار طریقے سے چل۔

الھساون: ہادن، اوکلی، جس میں چیزیں

کوئی جاتی ہیں۔ یہ تانبے یا کسی اور دھات

کا بنا ہوا برتن نما ہوتا ہے۔ یہ فارسی سے

مترتب ہے۔

۵ ی ا - الھینۃ: شکل و صورت۔ کہا جاتا

ہے کہ فَلَانٌ حَسَنَ الھینۃ: کا معنی

جماعت اور تنظیم بھی ہے۔

هِنْتُ اللَّامِرِ، اَهِي، هَيْئَةٌ: میں

نے کام کی صورت گری یا تیاری کی۔ اس کی

مثال جُنْتُ اَجِي، جَيْئَةٌ ہے۔

تَهَيَّاتٌ لَهُ تَهَيُّوًا: میں نے اس

کے لئے تیاری کی۔ اسی نسبت سے قول

خداوندی کو ہیئت لک: پڑھا گیا۔

هَيَّاءُ: اس نے اسے تیار کیا یا درست کیا۔

۵ ی ب - الھیبۃ: ہیبت، جلال، دبدبہ،

خوف۔

قَدْ هَابَهُ يَهَابَةٌ: اس نے اسے ہیبت

زدہ کر دیا۔ اس سے فعل امر هَبْ: (عام

مفتوح) ہے۔

تَهَيَّبْتُهُ: میں نے اسے خوفزدہ کر دیا۔

تَهَيَّبْنِي: اس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔

رَجُلٌ مَهُوبٌ وَمَهْيَبٌ: خوفزدہ شخص

جسے لوگ ڈراتے ہوں۔

مَكَانٌ مَهُوبٌ أَوْ مَهْيَبٌ: کا معنی بھی یہی

ہے۔ یعنی ہیبت ناک جگہ۔

الھیبوب: بزدل۔ جو لوگوں سے ڈرتا

ہو۔ حدیث شریف میں ہے: الْاِيْمَانُ

هَيْبُوبٌ: صاحب ایمان گناہوں کے

ارتکاب سے ڈرتا ہے۔

۵ ی ت - هَيْئٌ لَكَ: یعنی آ۔ هَاتِ

يَا رَجُلُ: (تاء مسور) لا، مجھے دے۔ شنیہ

کے لئے ہتھیار بروزن آئینا اور جمع کے لئے

هَاتُوا، عورت کے لئے هَاتِي (باضافت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتوح) پتلے پیٹ اور پتلی کروالا ہوتا۔  
رَجُلٌ أَهْيَفٌ: پتلے پیٹ اور پتلی کروالا  
فخص یا چھریرے بدن کا آدمی۔

إمْرَأَةٌ: چھریرے بدن کی عورت۔

قَوْمٌ هَيْفٌ: دبلے پتلے لوگ۔

قَرَسٌ هَيْفَاءٌ: چھریرے بدن کی  
گھوڑی۔

ہی ل - هَالٌ الذَّفِيقُ فِي الْجَوَابِ:

اس نے ناپے بغیر آٹا تھیلے میں ڈال دیا۔ ہر

چیز مثلاً: ریت، مٹی اور اناج جو بغیر ناپے

تولے بھیجا جائے اسے کہیں گے: هَالَةٌ

فَانْهَالٍ: یعنی اس نے روانہ کر دیا۔ تو

وہ پہنچ گیا۔ یا اس نے گرایا تو وہ گر گیا۔ اس

کا باب بَاعٌ ہے۔ اَهْسَالٌ اس کا ایک

اور لہجہ ہے۔ اور اسم فاعل مُهَالٌ اور مَهْيَلٌ

ہے۔

ہی م - الهَامَةُ: کھوپڑی، اس کی جمع

هَامٌ ہے۔

هَامَةُ الْقَوْمِ: قوم کا سردار یا سربراہ۔

الهَامَةُ: رات جاگنے والا پرندہ، ایک

بڑے سرو والا آٹو۔ اس کی جمع هَامٌ۔ دور

جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ جس

مقتول کا قصاص نہ لیا جاسکے تو اس کی روح

ہامہ کی شکل اختیار کرتی ہے اور مقتول

کی قبر پر پکارتی رہتی ہے۔ اسْقُوْبِي

اسْقُوْبِي مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ یعنی میرے

یاء) دو عورتوں کے لئے ہاتھیا اور عورتوں  
(بصورت جمع) کے لئے ہاتھین کہتے  
ہیں۔ اس کی مثال عَاطِئِنَ ہے۔ (واللہ  
اعلم)۔

ہی ج - هَاجَ الشَّيْءُ: چیز میں ہیجان

پیدا ہوا۔ یا بھڑک اٹھی۔ اس کا باب بَاعٌ

اور هَيَّاجًا بھی (ہاء کسور) اور هَيَّجَانًا

(ہاء اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔

اهْتَاَجَ اور تَهَيَّجَ کا معنی بھی یہی ہے۔

هَاجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔

اس کا باب صرف باع ہے۔ یہ فعل متعدی

بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔ هَيَّجَهُ،

تَهَيَّجًا اور هَايَجَةً کا معنی بھی یہی ہے۔

هَاجَ النَّبْتُ يَهَيِّجُ هَيَّاجًا: (ہاء

کسور) سبزہ خشک ہو گیا۔ الهَيَّجَاءُ: جنگ

(الف ممدود و مقصور)۔

ہی ش - الهَيْشَةُ: اس کی مثال الهَوْشَةُ

ہے۔

قَدْ هَاشَ الْقَوْمُ: قوم حرکت میں آگئی

اور انہوں نے ہنگامہ برپا کیا۔ اس کا باب

بَاعٌ ہے۔

ہی ض - کہا جاتا ہے کہ: بِالرَّجُلِ

هَيْضَةً: آدمی کو ہیضہ ہو گیا ہے۔

ہی ع - المَهْيَعَةُ: بردزن المَشْرَعَةُ:

الجُحْفَةُ: یہ اہل شام کا میقات ہے۔

ہی ف - الهَيْفُ: (ہاء اور یاء دونوں

الْهَيْمُ: یہ پیا سے اونٹ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ریت ہے۔ یہ معنی انخس نے بتایا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: كَثِيبٌ اُھَيْمٌ وَكُفْبَانٌ هَيْمٌ: ریت کے پیا سے ٹیلے جو آسمانی بارش سے بھی سیراب نہیں ہوتے۔

هَيْسَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ہ و ن'۔

ہ ی ہ - هَيْهَاتَ: کلمہ تبعید، یعنی بعید از

امکان۔ یہ کلمہ منی علی الفتح ہے۔ بہت سے

لوگ اسے مکسور کہتے ہیں۔

خون کا بدلہ لو۔ اور جب اس مقتول کا بدلہ لے لیا جاتا تو یہ پرندہ قہر پر سے اُڑ جاتا۔

قَلْبٌ مُسْتَهَامٌ: حیران و پریشان دل۔

آوارہ دل۔ الْهَيْامُ: (ہاء مضموم) شدید پیاس۔

الْهَيْامُ: (ہاء مکسور) پیاس سے اونٹ۔ اس کا واحد هَيْمَانٌ ہے۔ اور پیاسی اونٹنی کو نَاقَةٌ

هَيْمِيٌّ کہتے ہیں۔ اس کی مثال عَطْشَانٌ اور عطشی ہے۔

قَسْوَمٌ هَيْمٌ: پیاسی قوم یا پیا سے لوگ۔

قول خداوندی ہے: فَشَارِبُونَ شُرْبَ

## باب الیاء

تصیّدہ یسویّد کہتے ہیں۔ حرف یاء کے ذریعے قریب اور دور کے آدمی کو بلایا جاتا ہے۔ بقول راجز: يَا لَكَ مِنْ قَسْبَرَةٍ بِمَعْمَرٍ: یاء کلمہ تعجب ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلَا يَا سَجْدُوا لِلّٰهِ: (یاء مخفف)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ: اَلَا یساجدوا لآء اسجّدوا: اس میں منادی حذف کیا گیا۔ اور صرف حرف ندا 'یا' پر اکتفاء کیا گیا۔ اس طرح اس قول خداوندی میں بھی منادی پر اکتفاء کرتے ہوئے حرف ندا کو حذف کیا گیا ہے: یُوَسِّفُ اَعْرَضَ عَنْ هٰذَا: کیونکہ اس میں مراد معلوم ہے۔ کہا گیا ہے کہ پہلی آیت میں بلاشبہ یاتشبیہ کے لئے آیا ہے۔ گویا اللہ نے فرمایا: 'اَلَا اسجّدوا' جب اس پر یاتشبیہ کے لئے داخل ہوا تو 'اسجّدوا' کا الف ساقط ہو گیا کیونکہ وہ ہمزہ وصل ہے اور یاء کا الف اجتماع سائنین کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ یعنی یاء کا الف اور اسجدوا کا شروع کا الف۔ اس کی نظیر ذوالرمد کا شعر ہے:

اَلَا یَا اَسْلَمِیْ یَا دَارِصِیْ غَلِی الْبَلَا  
وَلَا زَالَ مُنْهَلًا بِبِحْرٍ عَائِكَ التَّنْطُرُ  
ی ا س - الیائس: مایوسی، ناامیدی۔

السیاء: حروف مجتم میں سے ایک حرف، یہ حروف زیادات اور حروف مد ولین میں سے ہے۔ اس کو متکلم مجرور کے لئے بطور کنایہ استعمال کرتے ہیں۔ اس میں مذکر و مؤنث دونوں شامل ہیں۔ مثلاً: نَسُوْبِی: میرا پکڑا اور غلامی: میرا غلام۔ چاہے تو اسے مفتوح بناؤ اور چاہے تو ساکن رہے دو۔ البتہ ندا کی صورت میں اسے حذف کرنا چاہیئے۔ خاص کر یا قَوْم (میم مکسور) اور یا عِبَاد (دال مکسور) ہیں۔ اور اگر یہ حرف یعنی یاء الف کے بعد آئے تو اسے مفتوح کرنا چاہیئے اس کے علاوہ اس پر کوئی حرکت نہیں آئی، مثلاً: غَصَّای اور رَحَّای۔ اسی طرح اگر یہ یاء جمع کے بعد آئے مثلاً: قول خداوندی: وَمَا اَنْتُمْ بِمُضْرِحِی۔ بعض قاریوں نے اس مقام پر اسے مکسور کہا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ بعض اوقات یہ حرف متکلم منصوب کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے، مثلاً: نَصْرَنِی اور اَنْکَرْمَنِی وغیرہ۔ بعض اوقات یہ صرف مؤنث کی علامت ہوتا ہے۔ مثلاً: اَفْعَلِی: تو عورت اور تَفْعَلِیْنَ: ایسا تصیّدہ جس کے قافیہ میں یاء آتا ہو اسے

طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَيْسًا: ان کے لئے لاشی مار کر سمندر میں ایک راستہ بنا دو، جو خشک ہو جائے گا۔

الْيَيْسُ: سوکھے ہوئے پودے یا خشک شدہ سبزہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَيْسُ يَيْسُ فَهُوَ يَيْسُ: اس کی مثال سَلِيمٌ سے سَلِيمٌ ہے۔

يَيْسُ الشَّيْءُ يَيْسًا فَاتَيْسَ: اس نے چیز کو خشک کیا تو وہ خشک ہو گئی۔ اس کا اسم فاعل بمعنی مفعول مُتَيْسٌ ہے، یعنی خشک ہونے والا۔

يَبْرِين: دیکھئے بذیل مادہ 'ب ر ن'۔

ي ت م - الِيتِيْمُ: اس کی جمع اَيْتَامٌ اور اَيْتَامِيٌّ ہے۔

قَدْ يَتِيْمُ (تاء مکسور) الضَّيْفِيُّ: بچہ یتیم ہو گیا۔ اس کا مضارع يَتِيْمُ اور مصدر يَتِيْمًا (ياء مضموم و مفتوح اور تاء ساکن دونوں میں)۔

الِيتِيْمُ: یتیمی۔ انسانوں میں باپ کے مرنے سے اور حیوانات میں ماں کے مرنے سے۔ اور ہر وہ چیز جو اپنی نوعیت کی مفرد اور جس کی مثال اور نظیر ملنا مشکل ہو، اسے يَتِيْمٌ کہتے ہیں۔ مثلاً: ذُرٌّ يَتِيْمٌ یعنی نایاب و بے مثال و بے نظیر موتی۔

ي د ي - الِينْدُ: یہ لفظ اصل میں يَنْدِيٌّ بروزن فَعْلٌ ہے۔ اس میں عین کلمہ یعنی یاء

قَدْ يَيْسُ مِنَ الشَّيْءِ: وہ کسی چیز سے مایوس ہو گیا۔ اس کا باب فَهَهُ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ (يَيْسُ) (دو نوں میں ہمزہ مکسور ہے)۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ رَجُلٌ يُوُوُسُ: مایوس انسان۔

يَيْسُ کا معنی عَلِيْمٌ بھی ہے، یعنی اس نے جان لیا۔ یہ اہل نَحْخِ کا لہجہ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَفَلَمْ يَيْسُ الْاَلِدِيْنَ اٰمَنُوْا: میں یہ لفظ آیا ہے۔ اَيْسَهُ اللّٰهُ مِنْ كَثَرِ اللّٰهِ: اللہ نے اسے فلاں کام سے مایوس کر دیا۔

فَاسْتَيْسَسَ: تو وہ مایوس و ناامید ہو گیا۔

ي ب س - يَيْسُ الشَّيْءُ: (باء مکسور) يَيْسًا وَيَيْسٌ، يَيْسُ: (باء مکسور) ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ چیز خشک ہو گئی۔

الْيَيْسُ بروزن الْفَلْسُ: خشکی، سوکھا پن۔ الْيَيْسُ: خشک۔ کہا جاتا ہے کہ: حَطَبٌ يَيْسٌ بمعنی خشک یا سوکھا ہوا ایندھن۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: يَيْسٌ، يَابِسٌ کی جمع ہے اس کی مثال رَاكِبٌ کی جمع رَاكِبَاتٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ: الْيَيْسُ کا ایک لہجہ الْيَيْسُ (ياء مضموم) ہے۔

الْيَيْسُ: (ياء اور باء دونوں مفتوح) ایسا مکان یا جگہ جو پہلے گیلی تھی بعد میں خشک ہو گئی۔ قول خداوندی ہے: فَاضْرِبْ لَهُمْ

یہ آیت بطور نص الایذ بمعنی مصدر کے ضمن میں بیان کی ہے۔ میں نے امر لغت یا امر تفسیر میں سے کسی کو بھی علامہ الجوهری کا یہ مذہب اختیار کرتے نہیں پایا کہ آیت میں مذکور لفظ ید کی جمع ہے۔ قول خداوندی ہے: "حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ" میں ید کا معنی ذلت اور استسلام یعنی زیر دست ہونے کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تک وہ جزیہ نقد ادا نہ کریں نہ کہ ادھار۔

الْيَدُ: احسان، منت، نعمت۔ جو تم کسی کے لئے انجام دو۔ اس کی جمع يُدِيٌّ ہے۔ اس میں یاء مضمومہ اور مکسورہ ہے۔ اس کی مثال غَصِيٍّ (یعنی مضمومہ و مکسورہ) ہے۔ اُيْدٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ اَهْسُوَالًا: بے شک قیامت سے پہلے یا آگے بہت سی ہولناکیاں ہوں گی۔ اور هَذَا مَا قَدَّمْتُ يَدَاكَ: یعنی یہ وہ کچھ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اس اسلوب میں مَا قَدَّمْتَهُ اَنْتَ: یعنی جو کچھ خود تم نے بھیجا کی تاکید ہے۔ اس کی مثال مَا جَنَنْتُ يَدَاكَ یعنی جو کچھ جرم تیرے ہاتھوں نے کئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو جرم خود تم نے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے: سُدِّقْتُ فِي يَدَيْهِ يَا اسْقِطُ: یعنی وہ نادام اور پشیمان

ساکن ہے، کیونکہ اس کی جمع اُيْدٌ اور يُدِيٌّ ہے اور یہ دونوں فَعْلٌ کی جمع ہیں۔ اس کی مثال فَلَسٌ وَاَفْلَسٌ اور فُلُوْسٌ ہے۔ فَعْلٌ کے وزن پر اسماء کی جمع تھوڑے سے اسماء کے سوا اَفْعُلُ کے وزن پر نہیں آتی مثلاً: فَرَمَنْ كِي اَزْمَنْ اور جَبَلٌ کی جمع اَجْبَلٌ: شعر میں الایذی کی جمع ایاد بنائی گئی ہے۔ یہ جمع الجع ہے۔ اس کی مثال اَكْرَعٌ کی اَكْرَاعٌ۔ بعض عرب جمع میں الایذی کا یاء حذف کر کے صرف الایذ بولتے ہیں۔ اور بعض عرب الیذ کی بجائے یدٰی کہتے ہیں اور اس کی مثال رَحِيٌّ ہے۔ اس لہجے میں اس کی تشبیہ یدیان بروزن رَحِيَانٌ بناتے ہیں۔ الیذ کا معنی قوت و طاقت ہے۔

اَيِّدُهُ: اس نے اس کی تائید کی یا اسے قوت دی۔

مَالِي بَفْلَانٍ يَدَانِ: فلاں کے مقابلے میں مجھے قوت حاصل نہیں ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدِي: اور آسمان کو ہم نے طاقت سے بنایا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ مذکورہ آیت میں بِاَيْدِي کا لفظ اَدَّ كَيْفِيَّةً کا مصدر ہے جو قوت کے معنوں میں ہے نہ کہ ید بمعنی ہاتھ کی جمع۔ اس آیت کا اندراج دال کے تحت ہونا چاہئے تھا نہ کہ یاء کے تحت۔ الا زہری نے



ہے۔

المَيْسُورَةُ: فوج کا بایاں بازو۔ اس کی  
ضد المَيْمَنَةُ فوج کا دایاں بازو۔

المَيْسُورَةُ: (سین مفتوح اور مضموم)  
آسودگی و خوشحالی۔ بعض نے قرآن کی اس

آیت کو: فَنظُرُ إِلَى مَيْسُورَةٍ پڑھا  
ہے۔ مزید یہ کہ انخش کا قول ہے کہ ایسا کرنا

نا جائز ہے۔ کیونکہ عربی کلام میں مَفْذُلُ  
کے وزن پر ہساء کے بغیر کوئی اسم نہیں۔

الْبَتَّةُ مَكْرُومٌ اور مَعُونٌ مَكْرُومَةٌ اور  
مَعُونَةٌ کے جمع کے صیغے ہیں۔

المَيْسُورُ: تیروں کے ذریعے جو اٹھاتا  
الْيَاسِرُ: اس کی ضد الْيَاسِينُ ہے۔ کہا جاتا

ہے کہ: يَاسِرٌ بِاصْحَابِكِ: اپنے  
ساتھیوں کو بائیں طرف کر۔ یا اپنے ساتھیوں

کے ساتھ نرم سلوک کر۔

تَيَاسَرُ يَاسِرًا رَجُلٌ: یہ یَاسِرٌ کا ایک لہجہ  
ہے۔ اور معنی اے شخص! بائیں طرف ہو۔

بعض اس کے مکر ہیں۔

يَاسِرَةٌ: اس نے اسے سہولت فراہم کی۔  
رَجُلٌ أَعْسَرَ يَسْرًا: دائیں اور بائیں

ہاتھ سے یکساں کام کر سکتے والا آدمی۔

الْيَسَارُ: بائیں طرف اس کی ضد الْيَمِينُ  
ہے یعنی دائیں طرف۔ اسے الْيَسَارُ نہیں

کہنا چاہیے۔

الْيَسَارُ وَالْعَسَارَةُ: آسودگی اور

ہوا۔ انہیں معنوں میں یہ لفظ قول خداوندی  
میں ہے: وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ:

جب وہ تادم اور پشیمان ہوئے۔

هَذَا الشَّيْءُ فِي يَدِي: یہ چیز میرے  
اختیار میں ہے، یا میرے قبضے میں ہے۔

يَرُبُّوعٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ر ب ع'۔  
ي ر ر - حَجَرٌ أَيْرُورٌ وزن أضرٌ: سخت

پتھر۔ اس کا ذکر حدیث لقمان میں ہے۔

ي ر ع - الِيرَاعُ: اس کا واحد يِرَاعَةٌ ہے  
اور معنی زکل، سرکنڈا، بھنگا اور جگنو۔

ي ر ق - الِيرْقَانُ: ایک بیماری، مرض۔  
اس کی مثال: ارقان: آفت و بلا ہے جو

فصلوں کو لگ جاتی ہے اور ایک بیماری ہے  
جو انسانوں کو بھی لگ جاتی ہے۔

ي س ر - الِيسْرُ: (سین ساکن اور  
مضموم)۔ اس کی ضد العُسْرُ ہے، معنی

فراخ دستی، کشادگی اور آسودگی۔

المَيْسُورُ: دستیاب۔ اس کی ضد  
المَعْسُورُ: تنگی سے دستیاب و میسر۔

قَدْ يَسَّرَهُ اللَّهُ لِلْيَسْرَى: اللہ نے  
اسے آسودگی عطا کی ہے۔

قَعْدَ يَسْرَةٍ: وہ منحوس ہو کر بیٹھا۔ تَيْسَرَ  
لَهُ كَذَا: اسے یہ میسر ہوا، یا اسے فلاں چیز

میسر آگئی۔ اسْتَيْسَرَ كَمَا مَعْنَى بَعْنَى يَسْرَى،  
یعنی تیار ہوا۔

الْأَيْسَرُ: بایاں۔ اس کی ضد الْأَيْمَنُ

اسم الیقظة ہے۔ اس میں یاء اور قاف دونوں مفتوح ہیں۔

ی ق ق - اَبْيَضٌ يَقْقُ ناصِعُهُ سقید نام پستانی والی۔

پہلا قاف کسور یعنی يَقْقُ بھی ایک لہجہ ہے۔

ی ق ن - الیقین: علم اور رفع شک و شبہ۔ یوں کہا جاتا ہے کہ: يَقْنُتُ الأمر: مجھے بات کا یقین آ گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

أَيَقْنُتُ، اسْتَيَقْنُتُ اور تَيَقْنُتُ سب کا ایک معنی ہے۔

أَنَا عَلَى يَقِينٍ: مجھے یقین ہے۔ شاید لوگ اپنے شک و شبہ کا اظہار یقین کرتے ہیں یا یقین کا اظہار شک و شبہ کے ذریعے کرتے ہیں۔

ی ل م - يَلْمَلُمُ: یہ الْمَلَمُّ کا ایک لہجہ ہے۔ اور یہ اہل یمن کے میقات کا نام ہے۔

ی ل م ق - الیلْمَقُ: قبا۔ فارسی سے عرب کلمہ ہے۔ اس کی جمع یلامق ہے۔

ی م م - يَمَمَةٌ: اس نے اس کا قصد کیا۔ یا اس کا رخ کیا۔

تَيَمَمَةٌ: اس نے اس کا قصد کیا۔

تَيَمَّمَ الصَّعِيدَ لِلصَّلَاةِ: اس نے نماز کے لئے مٹی کا قصد کیا یا تلاش کی۔ اس کا

خوشحالی۔

أَيَسَّرَ الرَّجُلُ يُوَسِّرُ: آدمی آسودہ حال ہو گیا۔ اس کے مضارع کے صیغے میں حرف یاء، واو میں بدل گیا، کیونکہ یہ ساکن ہے اور اس کا ما قبل مضموم ہے۔

اليسير: تھوڑا۔

شَيْئٌ يَسِيرٌ: معمولی چیز۔

ی س م - الياسمين: یا کین پھول۔ عرب کلمہ ہے۔ بعض عرب اسے مرفوع کر کے الياسمون کہتے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل مادہ (ن ص ب) کر دیا ہے۔ شعر میں یاسم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

يَعَالِيْلُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ل'۔ ی ف ع - اليقاع: سطح زمین سے بلند جگہ۔

أَيَفَعُ الغلام: لڑکا بڑا ہو گیا۔ یعنی نوجوان ہو گیا۔

اليافع: نوجوان لڑکا۔ اسے مؤفَع نہیں کہا جاتا۔ یہ نوادر میں سے ہے۔

ی ق ظ - رَجُلٌ يَقْظُ: بیدار آدمی۔ اس میں قاف مضموم اور کسور ہے۔

أَيَقْظُهُ مِنْ نَوْمِهِ فَتَيَقْظُ: اس نے اسے نیند سے جگا دیا تو وہ جاگ پڑا۔

اسْتَيَقْظُ: وہ بیدار ہوا یا جاگ پڑا۔ اسم کا اسم فاعل يَقْظَانٌ ہے بمعنی بیدار۔ اس کا

ی م ن - الیْمَنُ: عرب ملک۔ اس ملک کی نسبت سے یعنی یعنی یمن کا رہنے والا یا یمن کا بنا ہوا ہے۔ یمان کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں یاء کی تخفیف ہو گئی ہے۔ اور الف یاء نسبتی کا عوض ہے۔ اس لیے دونوں یعنی یائے نسبتی اور الف اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ بعض لوگ یمانی (یا یاء مشدود) کہتے ہیں۔

قَسُوْمٌ یَمَانِیَّةٌ وَیَمَانُوْنٌ: یعنی لوگ یا یعنی قوم۔ اس کی مثال ثَمَانِیَّةٌ اور ثَمَانُوْنٌ ہے۔

اِمْرَاةٌ یَمَانِیَّةٌ: یعنی عورت۔

اَیْمَنُ الرَّجُلُ، یَمْنٌ تَیْسِنَا وَیَأْمَنُ: آدمی یمن میں آیا اور اس نے چلنے میں دایاں رخ اختیار کیا۔

یَأْمِنُ یَأْفِلَانُ بِأَصْحَابِکَ: اپنے ساتھیوں کو دائیں طرف یا دائیں ہاتھ کر لو۔ یَأْمِنُ کی بجائے تَیْمَانُ نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔

تَیْمَنُ: اس نے یمن کے ساتھ اپنی نسبت قائم کر لی۔

الِیْمَنُ: برکت۔ قَدْ یُبْنِی فَلَانَ عَلَی قَوْمِهِ: فلاں شخص اپنی قوم میں بابرکت بن گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

مَیْمُوْنٌ: بابرکت یا مبارک شخص۔ یَمْنَهُمْ: وہ انہیں دائیں طرف لے گیا۔

اصل تَعْمُدُ ہے اور توخعی ہے یعنی تلاش کرنا۔ لوگ تَیْمَمَةٌ اور تَائِمَتَا سب معنوں میں کہتے ہیں۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: فَتَیْمَمُوا صَعِیْدًا طَیْبًا کا معنی ہے پاک و صاف مٹی کا قصد کرو۔ پھر یہ لفظ کثرت استعمال کی وجہ سے بازوؤں اور منہ پر مٹی سے ہاتھ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

یَتَمُّ الْمَرِیضُ فَتَیْمَمُ لِلصَّلَاةِ: اس نے بعض کو نماز کیلئے تیمم کرایا تو اس نے تیمم کر لیا۔ بقول الصمعی الیمام کا معنی جنگلی کبوتر ہے۔ اس کا واحد الیمامة ہے۔ الکسانی کا کہنا ہے کہ یہ وہ کبوتر ہے جو گھروں کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کبوتر پالتو ہوتے ہیں۔

الیمامة: ایک محبوب چشم یعنی نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام ہے، جس کی نظر اس قدر تیز تھی کہ اسے تین دن کی مسافت سے آتا ہوا گھڑسوار نظر آ جاتا تھا۔ چنانچہ محاورہ بنا ہے کہ: أَبْصَرُ مِنْ زُرْقَاءِ الِیْمَامَةِ: زرقاء یرامہ سے بھی زیادہ تیز نظر والا آدمی۔

الیمامة: ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اس شہر کا نام پہلے الْجَوْتُ تھا، پھر اس کا نام اس لڑکی کے نام کی نسبت سے الیمامة پڑا اور جَوْتُ الیمامة کہا جانے لگا۔

الِیْمُ: سندر۔

اَيْمُنُ اللّٰهُ: قسم کھانے یا اٹھانے کے لئے مقررہ الفاظ۔ اس میں میم اور نون مضموم ہوتے ہیں۔ یہ لفظ یمین کی جمع ہے۔ اکثر نحویوں کے نزدیک اس کا الف، وصل والا الف ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اسماء پر الف مفتوح نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا نون حذف کر کے اسے اَيْمُ اللّٰهُ (ہمزہ مفتوح و مکسور) کر دیا گیا ہو۔ اور شاید صرف میم رہنے دیا گیا ہو اور اسے صرف م اللّٰہ اور م اللّٰہ میم مضموم اور مکسور بنا دیا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے مِّن اللّٰہ میم اور نون مضموم، مِّن اللّٰہ (میم اور نون مفتوح)، اور مِّن اللّٰہ (میم اور نون دونوں مکسور) کہتے ہوں۔ لوگ کہتے ہیں: يَمِينُ اللّٰہ لَا اَفْعُلُ: خدا کی قسم میں نہیں کروں گا۔ يَمِينُ کی جمع اَيْمُنُ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ي ن ع - يَنْع الثَّمَرُ: پھل پک گیا۔ اس کا باب ضَرْب، جَلَسَ، قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اس کا مصدر يُنْعَا ہے۔ اس میں یاہ مضموم ہے۔ اَيْنَع کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن میں وارد لفظ يُنْعِبُ کو یاہ مضموم اور مفتوح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس کی مثال النَّضِجُ اور النَّضِجُ ہے۔

الْيَيْبُ اور الْيَابِغُ: پکا ہوا، پختہ۔ اس کی مثال النَّضِجُ اور النَّاضِجُ ہے۔ يَابِغُ

اس کا مصدر يَمْنُنا ہے اور اسم فاعل يَامِنُ ہے۔

تَيْمَنَ بِهِ: اس نے اس سے برکت حاصل کی۔

الْيَمْنَةُ: دائیں طرف ہونا۔ اس کی ضد الْيَسْرَةُ ہے یعنی بائیں طرف ہونا۔

الْاَيْمُنُ وَالْمَيْمَنَةُ: دایاں اور دایاں بازو۔ اس کی ضد الْاَيْسُرُ اور الْمَيْسُرَةُ: بائیں اور بائیں بازو ہے۔

الْيَمِينُ: قوت اور طاقت۔ قول خداوندی ہے: تَسْتَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم ہمارے پاس دین کی طرف سے آتے ہو اور ہماری گمراہی کو ہمارے لئے خوشنما بناتے ہو، گویا مراد یہ ہے کہ تم ہمارے پاس آسان راستے سے آتے ہو۔

الْيَمِينُ: قسم اور حلف۔ اس کی جمع اَيْمُنُ اور اَيْمَانُ ہے۔ قسم کا نام اس لئے الیمین پڑ گیا کہ لوگ قسم کھاتے یا اٹھاتے وقت ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ مارتے تھے۔ اگر الیمین طرف مکان سمجھا جائے تو پھر اس کی جمع نہیں بنتی کیونکہ اسمائے ظرف کی تقریباً جمع بنتی نہیں ہے۔

الْيَمِينُ الْاِنْسَانِ وَغَيْرِهِ: انسان وغیرہ کی قسم۔

عَامَلَهُ مُيَاوَمَةً: اس نے اس کے ساتھ  
دیہاڑی داری پر کام کیا ہے۔ اس کی مثال  
مُشَاهَرَةٌ یعنی ماہانہ بنیاد پر کام کرنا ہے۔  
شاید لوگ یَوْمٌ یَوْمٌ کہہ کر دن کی تاکید کا  
اظہار کرتے ہیں۔ جس طرح لَيْلَةٌ لَيْلًا  
کہہ کر رات کی شدت یا تاکید کا اظہار  
کرتے ہیں، یا رات کی طوالت کا اظہار  
کرتے ہیں۔  
يَسَامُ: حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جو  
طوفان میں غرق ہو گیا تھا۔

کی جمع ینع ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ کی  
جمع صَحْبٌ ہے۔  
يَهَهُ: چرواہے کا بکریوں کو دور سے یاہ یاہ کر  
کے بلانا۔ یعنی آگے آؤ۔  
يُوسُفُ: دیکھئے بذیل مادہ 'اس ف'۔  
ي و م - اليَوْمُ: آج۔ اس کی جمع أَيَّامٌ  
ہے۔ انفس نے قول خداوندی: مِنْ أَوَّلِ  
يَوْمٍ کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد مِنْ  
أَوَّلِ الْأَيَّامِ ہے۔ اس کی مثال: لَقِيْتُ  
كُلَّ رَجُلٍ هُوَ جَسَدٌ مِنْ عِجَلٍ  
الرَّجَالِ ہے۔

# خواتین کے لئے دلچسپ لوہائی اور مستند اسلامی کتب

حضرت تھانویؒ	انگریزی	اردو	تحفہ زوجین
• • •			بہشتی زیور
• • •			اصلاح خواتین
• • •			اسلامی شادی
• • •			پردہ اور حقوق زوجین
مفتی ظفر الدین	"	"	اسلام کا نظام عفت و عصمت
حضرت تھانویؒ	"	"	جیلاناجہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح
ابلیہ ظریف تھانوی	"	"	خواتین کے لئے شرعی احکام
نیر شکیان ندوی	"	"	سیر العماہیات مع اسوۃ صحابیات
مفتی عبدالرؤف صاحب	"	"	چھ گناہ کار عورتیں
• • •	"	"	خواتین کا راج
• • •	"	"	خواتین کا طریقہ نماز
ڈاکٹر حفصہ فی میاں	"	"	ازواج مطہرات
احمد خلیل جمہ	"	"	ازواج الانبیاء
عبدالعزیز شادوی	"	"	ازواج صحابہ کرام
ڈاکٹر حفصہ فی میاں	"	"	پیلے بچی کی پیاری صاحبزادیاں
حضرت میاں مفرحین صاحب	"	"	نیک بیبیاں
احمد خلیل جمہ	"	"	جنت کی خوشخبری پلنے والی خواتین
• • •	"	"	دور نبوت کی برگزیدہ خواتین
• • •	"	"	دور تابعین کی نامور خواتین
مولانا عاشق الہی بڑھئی	"	"	تحفہ خواتین
"	"	"	مسلم خواتین کے لئے بیس سبق
"	"	"	زبان کی حفاظت
"	"	"	شرعی پردہ
"	"	"	میاں بیوی کے حقوق
"	"	"	مسلمان بیوی
"	"	"	خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق
"	"	"	خواتین اسلام کا شالی کردار
"	"	"	خواتین کی دلچسپ معلومات و نصائح
"	"	"	اسرار المعروف و مخفی عن النکر میں خواتین کی ذمہ داریاں
"	"	"	قصص الانبیاء
"	"	"	اعمال و آفات
"	"	"	آئینہ عملیات
"	"	"	اسلامی وظائف
"	"	"	قرآن و حدیث سے ماخوذ وظائف کا مجموعہ

www.KitaboSunnat.com



دارالاشاعت اردو بازار ایم ایچ جٹ روڈ کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۶۳۶۸









## عربی کے لغت پر شاہکار تصانیف

<p><b>قرآن کریم کی یہ لغت جذری ترتیب اور معنوی سیاق کے مطابق مشمول صرفی و نحوی الصیغات اور مشہور جگہوں اور شخصیات کی تفصیلات کے ساتھ مرتب کی جانے والی لغت۔ قرآن مجید کے لئے ایک نیا پختہ سفید کاغذ، عمدہ طباعت، کمپیوٹر کیپڑنگ، خوبصورت پائیدار جلد،</b></p>	<p><b>قاموس الفاظ القرآن الکریم</b> اردو ڈاکٹر عبدالغالب ندوی پروفیسر عبدالرزاق</p>
<p>کلمات القرآن کا یہ مجموعہ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک عام بہتری اگر قرآن کریم کے معانی سمجھنا چاہے تو بہت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے اور ہر صورت کا مختصر مفہوم بھی ہر صورت کے شروع میں دے دیا گیا ہے مقدمہ مولانا عبدالقیوم حقانی</p>	<p><b>کلمات القرآن</b> ڈاکٹر حقانی میاں قادری</p>
<p>الفاظ حدیث کے مستند معانی کی مشہور لغت جس سے ایک زمانے سے طالبان علوم حدیث استفادہ کر رہے ہیں۔ اب اردو ترجمہ کے ساتھ پہلی بار</p>	<p><b>مختار الصحاح</b> اردو اردو ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق</p>
<p><b>المعجم جامع اردو عربی لغت</b> پالیس ہزار الفاظ کی اردو عربی دیکھنری اس کے علاوہ آخسر میں بہت سی علمی، حلوات کا نابل قدر ذخیرہ۔ صفحہ ۸۸، اعلیٰ طباعت کاغذ اعلیٰ جلد سائز ۲۰×۳۰ ۱۶</p>	<p><b>المنجد جامع عربی اردو بصیرت</b> بہت سے شائع ہونے والی مشہور زمانہ لغت انگریز دیکھ کر مستند ترجمہ جس میں سائز ۱۶×۱۰ الفاظ محاورات و ضرب الامثال درج ہیں صفحات ۱۳۰۰ اعلیٰ کاغذ اعلیٰ جلد ۲۰×۳۰</p>
<p><b>مصباح اللغات</b> عربی لغت از مولانا عبدالغنی علیاوی اساتذہ اولیٰ بنگلہ پورہ پچاس ہزار عربی الفاظ کا نہایت جامع و مستند ذخیرہ۔ عربی اردو لغت نئی اشاعت نئی سے ایک لکھ سے زائد عربی معنی حاصل کر رہی ہے آخر میں دو ہزار الفاظ کا انگریزی معنی ہے۔ سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۱۰۰۰ اعلیٰ کاغذ اعلیٰ جلد</p>	<p><b>قاموس القرآن</b> مشرقی و کوشنری عربی اردو اردو از: قاضی زین العابدین مجاہد بیسٹری قرآن کریم تمام الفاظ اور تفسیر اور ضروری عربی و لغوی ترکیب اور ام الفاظ پر تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۸۱۶ اعلیٰ کاغذ و طباعت اعلیٰ جلد</p>
<p><b>قاموس المدسی</b> عربی سے انگریزی اردو و کوشنریوں کا مجموعہ جو عربی انگریزی کے خوبصورت ٹاپ میں چھپی ہیں۔ اعلیٰ کاغذ و طباعت، خوبصورت جلد سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۸۱۶</p>	<p><b>القاموس الاصطلاحی</b> جدید عربی اردو از: مولانا وجید الزمان کیناٹوی بیس ہزار جدید عربی الفاظ و اصطلاحات کا قابل تشریح و تفسیر و جدید عربی الفاظ، انبارت و رسائل و ذخائر و تفسیر و کتب تک شامل ہیں، کاغذ و طباعت و اعلیٰ جلد سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۵۲۸</p>
<p><b>لغات کشوری</b> اردو از: مولوی سید صدیق حسین رضوی ہندو پاک کی مشہور و معروف اور مستند لغت جو نو کوشنریوں کے مجموعے میں چھپی گئی ہیں۔ سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۶۱۲</p>	<p><b>بیان اللسان</b> عربی اردو و کوشنری از: قاضی زین العابدین مجاہد بیسٹری پالیس ہزار سے زیادہ قدیم و جدید عربی الفاظ کی تفسیر مع فہرست لغوی معانی کے لکھی ہے عربی مالک میں مستند عربی و قرآن کریم کے تمام لغات شامل ہیں سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۹۳۳ اعلیٰ کاغذ و طباعت</p>
<p><b>لغات القرآن</b> (کلاں) پھر جلد مولانا رشید احمد نعمانی مولانا عبدالوہاب جلالی قرآن پاک کے معانی و مطالب کو سمجھنے کیلئے نہایت مفصل اور جامع لغت قرآن اور زبان میں سب سے زیادہ مستند اور ذری لغت القرآن کلاں صفحہ ۲۱۶۷ اعلیٰ کاغذ و طباعت حسین جلدیں</p>	<p><b>فرہنگ فارسی</b> فارسی سے اردو مولانا محمد رفیع قاضل دیوبند فارسی و عربی کے قدیم و جدید کاپس ہزار الفاظ کے معنی نہایت سلیس عبارت میں درج ہیں ضرورت کے تمام الفاظ برعکس لغت۔ اعلیٰ کاغذ اعلیٰ جلد سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ۸۰۰</p>
<p><b>فرہنگ نامہ جدید</b> فارسی اردو انگریزی از: پروفیسر فیروز الرحمن نازی بیس ہزار فارسی الفاظ کی اردو اور انگریزی میں بہترین تفسیر۔ یہ لغت پہلی مرتبہ چھپی ہے۔ اعلیٰ کاغذ و طباعت اعلیٰ جلد</p>	<p><b>فرہنگ کتب لغت</b> کتب لغت کے مکمل مجموعہ کتب لغت</p>

**وارالاشاعت آندو ویڈیو ڈسک کراچی فون نمبر ۲۱۳۶۷۸**

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com